مظاہر حق
شرح (اردو)
مشکوٰۃ شریف
جلد پنجم
از افادات
علامہ نواب محمد قطب الدین خان دہلوی
رحمۃ اللہ علیہ
مکتبۃ العلم
اردو بازار - لاہور
(042) 37231788

مظاہر حق جدید (کمپیوٹر)

شرح (اردو)

مشکوٰۃ شریف

جلد پنجم

افادات علامہ نواب محمد قطب الدین خان دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب مولانا شمس الدین صاحب

ناشر

مکتبۃ العلم

اردو بازار - لاہور - پاکستان

(042) 37211788 — 37211788

نام کتاب .... مظاہر حق (کمپیوٹر)

ازافادات .... علامہ نواب محمد قطب الدین خاں دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب .... مولانا شمس الدین صاحب

طابع .... خالد مقبول

مطبع .... آر آر پرنٹرز

مصححین

★ مولانا فرید بالاکوٹی صاحب ★ مولانا عبد المنان صاحب ★ مولانا محمد حسین صاحب

ملنے کے پتے

مکتبہ رحمانیہ اقراء سنٹر، غزنی سٹریٹ اردو بازار، لاہور 37224228

مکتبہ علوم اسلامیہ اقراء سنٹر، غزنی سٹریٹ اردو بازار، لاہور 37221395

مکتبہ جویریہ ۱۸۔ اردو بازار۔ لاہور۔ پاکستان 37211788

استدعا

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کتابت، طباعت، تصحیح اور جلد سازی میں پوری پوری احتیاط کی گئی ہے۔

بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی نظر آئے یا صفحات درست نہ ہوں تو ازراہ کرم مطلع فرمادیں۔ ان شاء اللہ ازالہ کیا جائے گا۔ نشاندہی کے لئے ہم بے حد شکر گزار ہوں گے۔ ادارہ

فہرست

خاتمۃ الکتاب

بَابُ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ

علاماتِ قیامت کا بیان

① اشراط۔ یہ جمع ہے اس کا واحد شرط۔ را کے فتحہ سے آتا ہے۔ اس کا معنی علامت ونشان ہے اس لحاظ سے اشراط الساعۃ کا معنی علامات ونشان قیامت ہے کہ جن سے قیامت کا قرب معلوم ہوگا اور شرط را کے جزم کے ساتھ بھی آتا ہے مگر اس کی جمع شروط ہے اور اس کا معنی کسی چیز کو دوسری چیز کے ساتھ وابستہ کرنا اور معلق کرنا اور باندھنا آتا ہے مثلاً اگر فلاں آئے گا تو میں آؤں گا۔

② الساعۃ۔ اس کا معنی دن رات کی کوئی گھڑی اور موجودہ وقت پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ قیامت کے برپا ہونے کی وجہ سے ساعۃ کہا جاتا ہے کیونکہ قیامت کا وقت مبہم ہے کسی بھی لحہ میں اس کے وقوع کا انتظار واحتمال ہے۔

علماء کا قول:

① اشراط سے مراد وہ چھوٹے چھوٹے معاملات ہیں جو وقوع قیامت سے پہلے پیش آئیں گے اور لوگ ان کو عجیب اور اوپرا سمجھیں گے مثلاً لونڈی کا مالک کو جننا۔ بڑی عمارات پر فخر کرنا۔ زنا اور شراب کی کثرت، مردوں کی قلت، خواتین کی کثرت، ضیاع امانت، فتنوں اور لڑائیوں کی کثرت وغیرہ، یہ چیزیں اس باب میں مذکور ہیں۔ ان علماء نے یہ تفسیر اس لئے کی کیونکہ بڑی علامات قیامت تو آئندہ باب میں مذکور ہیں۔ ② بعض نے کہا لغت میں یہ شرط پہلی چیز، ردی شئ، حقیر مال کے معنی میں بھی آتا ہے۔ لوگوں کے ان کو علامت قیامت ہونے پر تعجب ان کے اکثر وبیشتر پیش آتے رہنے کی وجہ سے ہے کہ وہ اسے معمولی سی بات قرار دیتے ہیں۔ بقیہ امام مہدی کا تذکرہ کسی روایت میں حروب وفتن کی تقریب وتمہید کے لئے ہے۔

الفصل الاول:

چھ علاماتِ قیامت

۱/۵۲۹۷ عَنْ اَنَسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ اَنْ يُّرْفَعَ الْعِلْمُ وَيَكْثُرَ الْجَهْلُ وَيَكْثُرَ الزِّنَا وَيَكْثُرَ شُرْبُ الْخَمْرِ وَيَقِلَّ الرِّجَالُ وَيَكْثُرَ النِّسَاءُ حَتّٰی يَكُوْنَ لِخَمْسِيْنَ امْرَاَةً الْقَيِّمُ الْوَاحِدُ وَفِیْ رِوَايَةٍ يَقِلَّ الْعِلْمُ يَظْهَرَ الْجَهْلُ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاري في صحيحه ۱۷۸/۱ حديث رقم ۸۰ ومسلم في صحيحه ۲۰۵٦/۴ حديث رقم ۲٦۷۱/۹ وابو داؤد في السنن ۳۹۰/۱ حديث رقم ٦۰ والترمذي في السنن ۴۲٦/۴ حديث رقم ۲۲۰۵ والنسائي ۲۴۴/۷ حديث رقم ۴۴۵٦ وابن ماجه في السنن ۱۳۴۷/۲ حديث رقم ۴۰۴۵ والدارمي ۱۳۴/۱ حديث رقم ۴۷٦، واحمد في المسند ۱۷٦/۳۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ قیامت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ علم اٹھالیا جائے گا اور جہالت کی کثرت ہوگی اور زنا بہت زیادہ ہو جائے گا اور شراب نوشی عام ہوگی مردوں کی تعداد کم ہو جائے گی اور عورتیں زیادہ ہو جائیں گی یہاں تک کہ پچاس عورتوں کا ایک نگران ہوگا اور ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ علم کی قلت اور جہالت کا غلبہ ہوگا۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ① **يُرْفَعَ الْعِلْمُ** :علماء کے فوت ہونے کی وجہ سے یا حکام کے ہاں ان کا مرتبہ اور قدر و قیمت گھٹ جائے گی۔

② **وَيَكْثُرَ الْجَهْلُ** :احمقوں کا غلبہ ہونے کی وجہ سے جہالت عام ہو جائے گی۔

③ **وَيَكْثُرَ الزِّنَا** :حیاء کے اٹھ جانے اور ختم ہونے کی وجہ سے

④ **شُرْبُ الْخَمْرِ** : شراب نوشی کی کثرت ہوگی جس سے بلاد و عباد میں فساد پھیل جائے گا۔

⑤ **يَقِلُّ** : بعض امور ضروریہ ان کی قلت کے باعث انجام نہ پاسکیں گے بلکہ ان کا وجود کثرت غم و وہم اور حصول دینار و درہم بنا رہے گا۔

⑥ **يَكْثُرَ** :یہ معنی نہیں کہ ایک ایک مرد پچاس بیویاں کرے گا۔ بلکہ مائیں، بہنیں، دادیاں، پھپھیاں بے سہارا ہونے کی وجہ سے اس ایک کی کفالت میں ہوں گی یا کفر کے زور کو توڑنے کے لئے جہاد ہوگا جس سے مردوں کی کثرت سے شہادتیں ہوں گی اور عورتیں بیوہ ہونے کی بنا پر بے سہارا ہوں گی۔ (افغانستان، عراق کا حال سامنے ہے)

جھوٹ کی کثرت

۲/۵۲۹۸ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ كَذَّابِيْنَ فَاحْذَرُوْهُمْ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم في صحيحه ۱۴۵۴/۳ حديث رقم ۱۸۲۲/(۱۰) وابن ماجه في سننه ۱۳۰۴/۲ حديث رقم ۳۹۵۲ واحمد في المسند ۸۶/۵

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ قیامت سے پہلے بہت زیادہ جھوٹ بولنے والے لوگ ہوں گے تم ان سے بچتے رہنا۔ (مسلم)

تشریح ① جھوٹی روایات بنانے والے یا نبوت کے جھوٹے دعویدار یا بدعات نکالنے والے جو اپنی خواہشات فاسدہ اور اعتقادات باطلہ کو صحابہ کرام اور صالحین کی طرف منسوب کرنے والے اور اپنے آپ جادۂ حق اور راہِ سنت پر چلنے والا قرار دیں گے حالانکہ وہ جھوٹے ہوں گے نعوذ باللہ من ذلک۔

② **فَاحْذَرُوْهُمْ** :ابن الملک نے شرح مشارق میں کہا کہ مسلم میں نہیں مگر جامع الاصول میں اس کو مشکوۃ کی طرح مسلم سے نقل کیا ہے یا بعض نے جابر کا قول قرار دیا ہے۔

امانت کا ضیاع نااہل کو سونپنا ہے

۳/۵۲۹۹ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ بَیْنَمَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُحَدِّثُ اِذْجَاءَ اَعْرَابِیٌّ فَقَالَ مَتَی السَّاعَةُ قَالَ اِذَا ضُیِّعَتِ الْاَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ قَالَ کَیْفَ اِضَاعَتُهَا قَالَ اِذَا وُسِّدَ الْاَمْرُ اِلٰی غَیْرِ اَهْلِهٖ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه حدیث رقم ۵۹ (۲) فی المخطوطة (سلطان)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا کہ قیامت کب آئے گی؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب امانت ضائع کی جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔ اس نے پوچھا اس کا ضائع ہونا کس طرح ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب معاملہ نااہل کے سپرد کر دیا جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔ (بخاری)

تشریح: ① ضُیِّعَتْ: امانت، تکالیف شرعیہ جن کو آیت انا عرضنا الامانة الآیہ میں ذکر کیا۔ ② لوگوں کے حقوق ذاتیہ و مالیہ مراد ہیں۔ دیہاتی کے سوال کا مطلب قیامت کا متعین وقت دریافت کرنا جس کو سوائے عالم الغیب والشہادہ کے کوئی نہیں جانتا البتہ اس کے قرب کی نشانیوں میں سے ایک علامت ضیاع امانت اور کثرت خیانت ہے۔

② کَیْفَ: ضیاع امانت کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً ایسے لوگوں کو بادشاہ بنا دیں جو اس کے حقدار نہیں جیسے عورتیں، لڑکے، جاہل، فاسق، بخیل، نامرد وغیرہ تمام مناصب وعہدوں کو اسی پر قیاس کرلو جیسے تدریس، تقوی، امامت، خطابت وغیرہ۔ جب دین و دنیا نااہل لوگوں کے ہاتھ میں ہوں گے تو معاملات کی درستی ختم ہو جائے گی بگاڑ پیدا ہوگا حقوق ضائع ہوں گے۔

③ وُسِّدَ یہ وسادہ سے ہے گویا سپرد کرنا اور سونپنا، کام میں اس پر تکیہ لگانا ہے۔

سرزمین عرب کا چراگاہوں میں بدلنا

۴/۵۳۰۰ وَعَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی یَکْثُرَ الْمَالُ وَیَفِیْضَ حَتّٰی یَخْرُجَ الرَّجُلُ زَکَاةَ مَالِهٖ فَلَا یَجِدُ اَحَدًا یَقْبَلُهَا مِنْهُ وَحَتّٰی تَعُوْدَ اَرْضُ الْعَرَبِ مُرُوْجًا وَاَنْهَارًا (رواه مسلم وفی روایة له) قَالَ تَبْلُغُ الْمَسَاکِنُ اِهَابَ اَوْ یِهَابَ۔

اخرجه البخاری فی صحیحه ۸۱/۱۳ حدیث رقم ۷۱۲۰ ومسلم فی صحیحه ۲/۱۰۰ ۷ حدیث ۱۵۷/۲۰۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی جب تک مال کی کثرت نہ ہو اور وہ بہنے نہ لگ جائے یہاں تک کہ آدمی اپنے مال کی زکوۃ لے کر نکلے گا تو اس سے کوئی زکوۃ قبول کرنے والا نہ ہوگا اور عرب کی سرزمین چراگاہوں اور نہروں میں بدل جائے گی۔ یہ مسلم کی روایت ہے ایک اور روایت میں ہے کہ مکانات مقام اہاب یا یہاب تک پہنچ جائیں گے۔

تشریح: ① یَفِیْضَ: واؤ عطف تفسیری کے لئے ہے یعنی مال اپنی کثرت کی وجہ سے نالے کے پانی کی طرح بہے گا

تا کہ لوگوں کا اس کی طرف کثرت سے میلان ہو۔ (مادیت پرستی کی دوڑ سب کے سامنے ہے)

۞ مُرُوْجًا: سرزمین عرب میں زمین کی کافی آبادکاری ہوگی۔ چراگاہوں اور پانی کی کثرت ہو جائے گی۔

۞ اِهَابَ اَوْ يِهَابَ: مدینہ منورہ سے چند میل پر دو موضع ہیں۔ او تنویع کو ظاہر کرتا ہے مراد یہ ہے کہ مدینہ منورہ کے گرد ونواح میں آبادی کی کثرت ہو جائے گی۔

مال کی تقسیم کرنے والا خلیفہ

۵۳۰۱/۵ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُوْنُ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ خَلِيْفَةٌ يَقْسِمُ الْمَالَ وَلَا يَعُدُّهُ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ يَكُوْنُ فِيْ اٰخِرِ اُمَّتِيْ خَلِيْفَةٌ يَحْثِي الْمَالَ حَثْيًا وَلَا يَعُدُّهُ عَدًّا۔

(رواه مسلم)

اخرجه مسلم في صحيحه ٢٢٣٥/٤ حديث رقم (٦٩-٢٩١٤)۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخری زمانہ میں ایک خلیفہ ہوگا جو مال کو تقسیم کرے گا اور اس کو شمار نہیں کرے گا اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ میری امت کے آخری دور میں ایک ایسا خلیفہ ہوگا جو مال کو خوب تقسیم کرے گا اور اس کو شمار نہیں کرے گا۔ (مسلم)

تشریح ۞ يَحْثِي: اس کا اصل معنی دونوں کو بھر کر دینا ہے اس سے کثرت غنائم وفتوحات اور خلیفہ کے سخاوت نفس کی طرف اشارہ ہے۔ ابن الملک کہتے ہیں کہ خرق عادت کی طور پر اس کے لئے خزائن ارضیہ کو ظاہر کر دیا جائے گا یا اس کے ہاتھ سے کرامات ظاہر ہوں گی۔ (مرقات) خلیفہ سے مراد عام ہے مہدی ہوں یا کوئی اور۔

فرات سے خزانے کا ظہور

۵۳۰۲/۶ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْشِكُ الْفُرَاتُ اَنْ يَحْسُرَ عَنْ كَنْزٍ مِّنْ ذَهَبٍ فَمَنْ حَضَرَ فَلَا يَاْخُذْ مِنْهُ شَيْئًا۔ (متفق عليه)

اخرجه البخاري في صحيحه ٧٨/١٣ حديث رقم ٧١١٩ ومسلم في صحيحه ٢٢١٩/٤ حديث رقم (٣٠-٢٨٩٤) وابو داؤد في السنن ٤٩٣/٤ حديث رقم ٤٣١٣ والترمذي في السنن ٦٠٢/٤ حديث رقم ٢٥٦٩ وابن ماجه ١٣٤٣/٢ حديث رقم ٤٠٤٦۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قریب ہے کہ فرات سونے کا خزانہ ظاہر کر دے جو اس وقت تم میں سے موجود ہو تو اس میں سے ذرہ بھر بھی نہ لے۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ اَلْفُرَاتُ: کوفہ کے قریب بہنے والا معروف دریا ہے۔ اس کے پانی کے خشک ہونے اور خزانے کے ظاہر ہونے کی پیشین گوئی ہے۔

۞ فَلَا يَاْخُذْ: ① کیونکہ اس مال کا لینا تنازع اور باہمی مقاتل کا باعث ہوگا جیسا کہ اگلی روایت سے معلوم ہوتا

ہے۔ ۳: اس خزانے کا استعمال بالخاصیت آفات وبلا کا باعث ہے اور یہ قدرت الٰہی کا ایک نشان ہے۔ ۴: یہ مال مغضوب کی طرح ہے جیسا کہ قارون کا مال اس سے انتفاع ہی حرام ہے۔

فرات سے سونے کا پہاڑ

۷/۵۳۰۳ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَحْسُرَ الْفُرَاتُ عَنْ جَبَلٍ مِّنْ ذَهَبٍ يَقْتَتِلُ النَّاسُ عَلَيْهِ فَيُقْتَلُ مِنْ كُلِّ مِائَةٍ تِسْعَةٌ وَّتِسْعُوْنَ وَيَقُوْلُ كُلُّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ لَعَلِّيْ اَكُوْنُ اَنَا الَّذِيْ اَنْجُوْ۔ (رواه مسلم)

اخرجه البخاري في صحيحه ۷۸/۱۳ حديث رقم ۷۱۱۹ ومسلم في صحيحه ۲۲۱۹/۴ حديث رقم (۳۰-۲۸۹۴) وابو داؤد في السنن ۴۹۳/۴ حديث رقم ۴۳۱۳ والترمذي في السنن ۶۰۲/۴ حديث رقم ۲۵۶۹ وابن ماجه ۱۳۴۳/۲ حديث رقم ۴۰۴۶۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ دریائے فرات کی سونے کے پہاڑ والی جگہ کھل جائے گی اور لوگ اس کی خاطر آپس میں لڑیں گے جن میں سے سو میں ننانوے قتل ہو جائیں گے اور ان میں ہر شخص یہی کہہ رہا ہوگا کاش کہ بچنے والا شخص وہی بن جائے۔ (مسلم)

تشریح ۞ **لَعَلِّی:** ۱ یہ اور پچھلی روایت ایک جیسی ہے اور ایک چیز کی دونوں میں خبر دی گئی ہے۔ ۲ یہ پہلی سے مختلف ہو اور اس سے سونے کا پہاڑ مراد ہے۔ ان میں سے ہر شخص امیدوار ہے کہ وہ نجات پائے گا اور مال کو لے لے گا اس توقع پر لڑیں گے اور مارے جائیں گے۔

زمین کا سونا، چاندی اُگلنا

۸/۵۳۰۴ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقِيْءُ الْاَرْضُ اَفْلَاذَ كَبِدِهَا اَمْثَالَ الْاُسْطُوَانِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ فَيَجِيْءُ الْقَاتِلُ فَيَقُوْلُ فِيْ هٰذَا قَتَلْتُ وَيَجِيْءُ الْقَاطِعُ فَيَقُوْلُ فِيْ هٰذَا قَطَعْتُ رَحِمِيْ وَيَجِيْءُ السَّارِقُ فَيَقُوْلُ فِيْ هٰذَا قُطِعَتْ يَدِيْ ثُمَّ يَدَعُوْنَهٗ فَلَا يَاْخُذُوْنَ مِنْهُ شَيْئًا۔

(رواه مسلم)

اخرجه مسلم في صحيحه ۷۰۱/۲ حديث رقم (۶۲-۱۰۱۳) والترمذي في السنن ۴۲۷/۴ حديث رقم ۲۲۰۸

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زمین اپنے جگر کے ٹکڑے سونے اور چاندی کے ستونوں کی شکل میں پھینک دے گی۔ قاتل آکر کہے گا کہ اس کی خاطر میں نے قتل کیا اور قطع رحمی کرنے والا کہے گا اس کی خاطر میں نے قطع رحمی کی اور چور آکر کہے گا اس کی خاطر میرا ہاتھ کاٹا گیا پھر لوگ اس سب کچھ کو چھوڑ دیں گے اور اس میں ذرہ بھر بھی نہیں لیں گے۔ (مسلم)

تشریح ۞ **اَفْلَاذ:** یہ فلذة کی جمع ہے۔ سونے چاندی یا گوشت کا ٹکڑا، اور اگر فلذة کی جمع ہو تو جواہر معدنی لوہا، تانبا، سونا،

چاندی، (تیل، پٹرول) جگر کے ٹکڑوں سے تعبیر کی وجہ شاید یہ ہے کہ جیسے گوشت کا خلاصہ جگر ہے۔ اسی طرح یہ چیزیں زمین کا خلاصہ ہیں یا پیٹ میں موجود چیز میں جگر محبوب تر ہے اسی طرح زمین کی چیزوں میں محبوب تر ہے۔ زمین کی سطح پر یہ خزائن ظاہر ہو جائیں گے۔

② فَیَجِیْءُ: مجرم خود کہہ اٹھے گا کہ مال کی خواہش و محبت میں میں نے یہ جرائم کیے اور مشقتیں اٹھائیں آج وہ کچھ کام نہیں آ رہا اور نہ ہمیں اس کی حاجت و ضرورت ہے۔

پریشانی سے قبر پر لوٹ پوٹ ہونا

۹/۵۳۰۵ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا تَذْهَبُ الدُّنْيَا حَتّٰى يَمُرَّ الرَّجُلُ عَلَى الْقَبْرِ فَيَتَمَرَّغُ عَلَيْهِ وَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَكَانَ صَاحِبِ هٰذَا الْقَبْرِ وَلَيْسَ بِهِ الدِّيْنُ اِلَّا الْبَلَاءُ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم في صحيحه ٤/٢٢٣١ حديث رقم (٥٤-١٥٧) وابن ماجه في السنن ٢/١٣٤٠ حديث رقم ٤٠٣٧۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ اس وقت تک دنیا ختم نہ ہوگی جب تک آدمی کا گزر قبر کے پاس سے نہ ہو چنانچہ وہ قبر کی مٹی پر لوٹ پوٹ ہوگا اور کہے گا کاش کہ اس قبر والے کی جگہ میں ہوتا۔ یہ دین کی خاطر نہیں بلکہ مصیبت کی وجہ سے کہے گا۔ (مسلم)

تشریح: لَيْسَ بِهِ الدِّيْنُ: ① دین کا معنی عادت آتا ہے اب معنی یہ ہوگا وہ شخص یہ آرزو اور تمنا کرے گا حالانکہ یہ اس کی عادت نہیں بلکہ مصائب و فتنے سے مجبور ہو کر یہ مجنونانہ حرکت کرے گا۔ ② دین کا معروف معنی دین ہی لیا جائے اس کے آرزو اور واویلا کرنے کی وجہ دین کے سلسلہ میں پیش آنے والی مشقت نہیں بلکہ مال اور دنیا کی وجہ سے وہ ایسی تمنا کرے گا مگر ان دونوں سے بہتر معنی یہ ہے کہ جب وہ قبر میں جانے کی تمنا کرے گا تو فتنہ و فساد کی وجہ سے وہ دین سے محروم ہو جائے گا اور صرف ابتلاء ہی رہ جائے گا۔

سرزمین حجاز سے آگ کا ظہور

۱۰/۵۳۰۶ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَخْرُجَ نَارٌ مِنْ اَرْضِ حِجَازٍ تُضِيْءُ اَعْنَاقَ الْاِبِلِ بِبُصْرٰى۔ (متفق عليه)

اخرجه البخاري في صحيحه ١٣/٧٨ حديث رقم ٧١١٨ ومسلم في صحيحه ٤/٢٢٧ حديث رقم (٤٢-٢٩٠٢)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تک قیامت نہ آئے گی یہاں تک کہ سرزمین حجاز سے ایک آگ نہ نکلے جس سے بصری کے اونٹوں کی گردنیں روشن ہو جائیں گی۔ (بخاری، مسلم)

تشریح: تَخْرُجَ نَارٌ بُصْرٰى: یہ شام کا ایک شہر ہے دمشق سے اس کا فاصلہ پچاس میل کے قریب ہے۔

حجاز: جزیرہ عرب کا وہ صوبہ جہاں مکہ و مدینہ واقع ہیں۔

نارِ حجاز: اس آگ سے متعلق اخبار حد تواتر کو پہنچ چکی ہیں اس کا بڑا حصہ مدینہ منورہ میں ظاہر ہوا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے سید الکائنات علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات کی برکت سے اس شہر کے لوگوں کو آگ کی آفت سے محفوظ و مامون کر دیا۔ یہ آگ ۶۵۰ھ بروز جمعہ ۳ جمادی الاخریٰ کو ظاہر ہوئی اور ستائیس رجب اتوار باون روز تک رہی اس کی آمد حجاز کی جانب سے ہوئی اس آگ کا ایک بڑے شہر کے برابر پھیلاؤ تھا جس میں قلعے یا برج ہوں اور اس میں اس طرح شور تھا کہ گویا آدمیوں کی ایک جماعت اسے کھینچ رہی ہو جس پہاڑ پر پہنچتی اس کو شیشے کی طرح پگھلا کر راکھ بنا دیتی اس میں بجلی کی طرح گرج اور سمندر جیسا جوش تھا۔ اس طرح محسوس ہوتا کہ اس میں سے سرخ اور نیلی ندیاں بہہ کر نکل رہی ہیں۔

مدینہ منورہ کے قریب پہنچی مدینہ کی جانب ٹھنڈی ہوا آ رہی تھی۔ اس آگ کی روشنی اطراف کے جنگلوں اور حرم کی اور مدینہ منورہ کے تمام گھروں میں اس طرح تھی جیسا کہ سورج بڑھ آیا ہو۔ رات کے وقت لوگ اس کی روشنی میں کام کرتے تھے۔

ان علاقوں میں سورج و چاند کی روشنی ان دنوں مدھم پڑ گئی تھی بعض اہل مکہ نے اس آگ کی روشنی میں یمامہ اور بصریٰ کو دیکھا۔

اس آگ کی عجیب خاصیت یہ تھی کہ پتھروں کو جلاتی اور درختوں پر اس کا چنداں اثر نہ ہوتا تھا۔ جنگل میں ایک پتھر تھا جو کہ نصف حرم مدینہ میں تھا اور نصف اس سے خارج تھا جتنا باہر تھا اسے آگ نے جلا دیا جب دوسرے تک پہنچی تو بجھ گئی۔ مدینہ منورہ کے لوگوں نے عاجزی اور زاری شروع کی حقوق والوں کے حقوق کی ادائیگی کر دی اور غلام آزاد کئے۔ شب جمعہ تو تمام اہل مدینہ کیا مرد کیا عورتیں اور بچے تمام کے تمام مسجد نبوی حجرہ شریف کے قرب و جوار میں بارگاہ الٰہی میں زاری کرتے رہے۔ چنانچہ صبح کو اللہ تعالیٰ نے اس آگ کا رخ شمال کی جانب پھیر کر مدینہ کو محفوظ کر دیا۔

اس سال اطراف عالم میں بہت سے حوادث و وقائع پیش آئے اور اس سے دوسرے سال کے دوران بغداد اور اطراف عالم میں لڑائی کی آگ اٹھی جس کا تذکرہ گزرا۔

مغرب کی طرف دھکیلنے والی آگ

۵۳۰۷/۱۱ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ نَارٌ تَحْشُرُ النَّاسَ مِنَ الْمَشْرِقِ اِلَى الْمَغْرِبِ۔ (رواه البخاري)

اخرجه البخاري في صحيحه ۷۸/۱۳ تعليقا في الباب ٤ ٢باب خروج النار واحمد في المسند ۱۰۸/۳

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کی پہلی نشانی ایک آگ ہے جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف جمع کر دے گی۔ (بخاری)

تشریح: اس سے وہ آگ مراد نہیں جس کا تذکرہ حدیث بالا میں ہوا بلکہ اس کے علاوہ بالکل قرب قیامت میں ظاہر ہونے والے نشانات میں پہلے نشان کے طور پر ظاہر ہونے والی مشرقی آگ ہے اور اس کو پہلی آگ ان نشانات متاخرہ کبیرہ کے لحاظ سے کہا گیا ہے ورنہ پہلی تو حجاز والی آگ ظاہر ہو چکی۔

الفصل الثانی:

زمانے کا سمٹنا

۵۳۰۸/۱۲ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَتَقَارَبَ الزَّمَانُ فَتَكُوْنَ السَّنَةُ كَالشَّهْرِ وَالشَّهْرُ كَالْجُمُعَةِ وَتَكُوْنُ الْجُمُعَةُ كَالْيَوْمِ وَيَكُوْنُ الْيَوْمُ كَالسَّاعَةِ وَتَكُوْنُ السَّاعَةُ كَالضَّرْمَةِ بِالنَّارِ۔ (رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۴/ ۴۹۰ حدیث رقم ۲۳۳۲

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس وقت تک قیامت نہ آئے گی یہاں تک کہ زمانہ جلد از جلد نہ گزرنے لگے سال مہینے کی طرح، مہینہ جمعہ کی طرح اور جمعہ دن کی طرح ہوگا اور دن ایک گھڑی کی طرح ہوگا اور گھڑی آگ کی ایک بھڑک کی طرح ہوگی۔ (ترمذی)

تشریح: ۞ يَتَقَارَبَ الزَّمَانُ: قرب زمان سے مراد زمانے کی برکت کا اٹھنا ہے اور وقت کے بہت سے فوائد سے محرومی ہو جائے گی۔ ۞ لوگوں کی فکر و مشغولیت بہت ہو جانے کی وجہ سے اور دلوں کے خراب ہونے کی بنا پر بڑے بڑے فتنے اور بیشمار شدائد و مصائب سے معلوم نہ رہے گا کہ کب دن گزرا اور کس وقت رات بیت گئی۔

خطابی کا قول:

یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور زمانہ مہدی کے ساتھ خاص ہے۔

كَالضَّرْمَةِ: شعلہ۔ جب آگ بھڑکتی ہے تو اس کا شعلہ جلد اٹھ کر جلد ختم ہو جاتا ہے۔

خلافت کا ارضِ مقدس میں اُترنا

۵۳۰۹/۱۳ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَوَالَةَ قَالَ بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَغْنَمَ عَلٰى اَقْدَامِنَا فَرَجَعْنَا فَلَمْ نَغْنَمْ شَيْئًا وَعَرَفَ الْجَهْدَ فِيْ وُجُوْهِنَا فَقَامَ فِيْنَا فَقَالَ اللّٰهُمَّ لَا تَكِلْهُمْ اِلَيَّ فَاَضْعُفَ عَنْهُمْ وَلَا تَكِلْهُمْ اِلٰى اَنْفُسِهِمْ فَيَعْجِزُوْا عَنْهَا وَلَا تَكِلْهُمْ اِلَى النَّاسِ فَيَسْتَاْثِرُوْا عَلَيْهِمْ ثُمَّ وَضَعَ يَدَهٗ عَلٰى رَاْسِيْ ثُمَّ قَالَ يَا ابْنَ حَوَالَةَ اِذَا رَاَيْتَ الْخِلَافَةَ قَدْ نَزَلَتِ الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ فَقَدْ دَنَتِ الزَّلَازِلُ وَالْبَلَابِلُ وَالْاُمُوْرُ الْعِظَامُ وَلَلسَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنَ النَّاسِ مِنْ يَدِيْ هٰذِهٖ اِلٰى رَاْسِكَ۔

اخرجه ابو داؤد فی السنن ۳/ ۴۱ حدیث رقم ۲۵۳۵ (۲) اخرج شطر الاول البزار وتكلمته فی المسند عند الامام احمد ۵/ ۲۹۱

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن حوالہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں غنیمت حاصل کرنے کے لئے

پیدل روانہ فرمایا۔ ہم واپس لوٹے ہم نے کچھ بھی غنیمت نہ پائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے چہروں پر مشقت کے آثار پائے تو آپ ہمارے مابین کھڑے ہوئے اور اس طرح دعا فرمائی اے اللہ! نہ تو ان کو میرے سپرد کر کہ میں ان کے سلسلہ میں کمزور رہ جاؤں اور نہ ان کو اپنی جانوں کے حوالے کر کہ یہ اس سے عاجز آ جائیں اور نہ ہی ان کو لوگوں کے سپرد کر کہ وہ لوگ دوسروں کو ان پر ترجیح دیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست اقدس میرے سر پر رکھا اور فرمایا اے ابن حوالہ! جب تم دیکھو کہ خلافت ارض مقدسہ میں اتر آئی ہے تو سمجھ لینا کہ زلزلے اور غم و رنج اور بڑے بڑے کام قریب آ گئے ہیں اور اس دن قیامت لوگوں کے اس سے بھی زیادہ قریب تر ہوگی جتنا میرا یہ ہاتھ تیرے سر کے قریب ہے۔ (ابوداؤد، حاکم)

تشریح ☼ **لِنَغْنَمَ** یعنی تاکہ ہم کچھ مال حاصل کریں معلوم یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگ نہایت محتاج اور ضرورت مند تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمایا کہ یہ کچھ چیزیں اپنی ضرورت کے لئے حاصل کر لیں تاکہ ان کی ضرورت کچھ تو پوری ہو اسی وجہ سے یہاں غزوے کا لفظ ظاہراً ذکر نہیں فرمایا بلکہ غنیمت کا لفظ بولنے پر اکتفا فرمایا۔

اَللّٰھُمَّ لَا تَکِلْھُم یعنی میں ان کی غم خواری اور خبر گیری کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان طبعاً کمزور اور عاجز پیدا ہوا ہے وہ اپنے نفس کی پوری خبر گیری نہیں کر سکتا چہ جائے کہ دوسرے کی خبر گیری کرے۔ اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا میں یہ کلمات وارد ہیں۔ **اللھم لا تکلنی الی نفسی طرفة عینی۔** ''اے اللہ! مجھے ایک پلک جھپکنے کے لئے بھی اپنی ذات کے حوالے نہ کر'' اور اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا: قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا۔ ''میرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیں میں نہیں ہوں اپنے نفس کے لئے مالک ذرہ برابر نفع اور نہ ہی ذرہ برابر نقصان کا مگر جو چاہے اللہ''۔ یہ وہی توحید ہے جس کا تذکرہ **لا حول ولا قوة الا باللہ** میں ہے۔ ابن عدی نے اپنی کتاب کامل میں یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت الیاس اور خضر علیہما السلام کی ہر سال موسم حج میں ملاقات ہوتی ہے اور دونوں میں سے ہر ایک اپنے باری تعالیٰ کے قرب کا متلاشی ہے اور ان کلمات پر دونوں کی جدائی ہوتی ہے: **بسم اللہ ماشاء اللہ لا یسوق الخیر الا اللہ ما شاء اللہ لا یصرف السوء الا اللہ ماشاء اللہ ماکان من نعمة فمن اللہ لا حول ولا قوة الا باللہ۔** اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بارگاہ احدیت میں نہایت قرب کا مقام حاصل تھا مگر انکے کام کو مقدم کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ میرے سپرد نہ کیا جائے یعنی اے اللہ! تو خود ہی انکا کفیل بن جا۔ پھر فرمایا:

وَلَا تَکِلْھُمْ اِلٰی اَنْفُسِھِم جیسا کہ انسانی فطرت ہے اور نفس کے فریب میں گرفتار لوگوں کی عادت ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اے اللہ ان کے امور کو مجھے نہ سونپ کیونکہ میں سر انجام نہیں دے سکتا اور کفایت نہیں کر سکتا اور نہ ہی ان کو ان کے نفسوں کے حوالے کر کہ وہ نفس کے شرور کی کثرت اور ہجوم شہوات سے اپنے نفوس کی خبر گیری سے عاجز آ جائیں اور اے اللہ نہ ان کے معاملات لوگوں کو سونپ کیونکہ وہ اپنے معاملات کو مقدم رکھیں گے اور اپنے نفوس کو ان پر ترجیح دیں گے جس سے وہ ان کو ضائع کر دیں گے اور ضائع ہو جائیں گے بلکہ یہ تیرے بندے ہیں ان سے وہی کچھ کر جو آقا اپنے غلاموں سے کرتے ہیں۔

اس میں امت کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ تعلیم اور تنبیہ ہے کہ وہ اپنے تمام کام اللہ ہی کو سونپیں اور اسی ہی کی ذات پر بھروسہ کریں اور کسی پر نگاہ نہ رکھیں اس لئے کہ جو شخص اللہ پر بھروسہ کرتا ہے اللہ اس کے لئے دین و دنیا میں کفایت کر دیتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ کہ جو شخص اللہ پر بھروسہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہو جاتے ہیں کسی شاعر نے بہت خوب کہا ہے

کار خود را بخدا باز گزار ☆ کت نعے ہم ازیں بہتر کار

اِذَا رَاَیْتَ: یعنی یہ باتیں جب تم دیکھو جو زلزلہ قیامت کے مقدمات ہیں اور وہ قیامت بہت عظیم شی ہے جس کے متعلق اللہ نے فرمایا: اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا۔ الزلازل زلزلہ کی جمع ہے۔

بَلَابِلُ: یہ بلبہ کی جمع ہے جس کا معنی فکر، غم، فتنہ اور وسواس ہیں۔ یہ زلزلہ جس کا تذکرہ اس روایت میں ہے یہ بیت المقدس کی فتح کے بعد پیش آئے گا روایت کا حوالہ اصل نسخہ میں موجود نہیں یہ علامہ جزری نے لاحق کیا ہے۔

قیامت کی پندرہ علامات

۵۳۱۰/۱۴ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اتُّخِذَ الْفَیْءُ دِوَلًا وَالْاَمَانَةُ مَغْنَمًا وَالزَّکٰوةُ مَغْرَمًا وَتُعُلِّمَ لِغَیْرِ الدِّیْنِ وَاَطَاعَ الرَّجُلُ اِمْرَاَتَهٗ وَعَقَّ اُمَّهٗ وَاَدْنٰی صَدِیْقَهٗ وَاَقْصٰی اَبَاهُ وَظَهَرَتِ الْاَصْوَاتُ فِی الْمَسَاجِدِ وَسَادَ الْقَبِیْلَةَ فَاسِقُهُمْ وَکَانَ زَعِیْمُ الْقَوْمِ اَرْذَلَهُمْ وَاُکْرِمَ الرَّجُلُ مَخَافَةَ شَرِّهٖ وَظَهَرَتِ الْقَیْنَاتُ وَالْمَعَازِفُ وَشُرِبَتِ الْخُمُوْرُ وَلَعَنَ اٰخِرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَوَّلَهَا فَارْتَقِبُوْا عِنْدَ ذٰلِكَ رِیْحًا حَمْرَاءَ وَزَلْزَلَةً وَخَسْفًا وَمَسْخًا وَقَذْفًا وَاٰیَاتٍ تَتَابَعُ کَنِظَامٍ قُطِعَ سِلْکُهٗ فَتَتَابَعَ۔

(رواہ الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ٤/٤٢٨ حدیث رقم ۲۲۱۱

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب مال غنیمت کو ذاتی دولت اور امانت کو مال غنیمت اور زکوٰۃ کو چٹی سمجھ لیا جائے گا اور غیر دین کے لئے علم حاصل کیا جائے گا اور آدمی اپنی بیوی کی بات مانے گا اور ماں کی نافرمانی کرے گا اور دوست کو قریب کرے گا اور اپنے والد کو دور کرے گا اور مساجد میں آوازیں بلند ہوں گی اور قبیلے کی سرداری ان میں سے فاسق کے پاس ہوگی اور ان میں رذیل ترین آدمی قوم کا سردار بن جائے گا اور آدمی کا احترام اس کے شر کے خطرے سے کیا جائے گا اور گانے والی عورتیں غالب آجائیں گی اور باجے گاجے ظاہر ہو جائیں گے اور شرابیں پی جائیں گے اور اس امت کے پچھلے لوگ پہلے لوگوں پر لعنت کریں گے تو اس وقت سرخ ہوا، زلزلے، زمین میں دھنسنا اور شکلوں کا مسخ ہونا اور پتھروں کا برسنا اور دیگر نشانیاں ظاہر ہوں گی جو کہ اس طرح پے در پے ہوں گی جس طرح کہ پروئی ہوئی لڑی کہ جس کے ایک دھاگے کو کاٹ دیا جائے تو اس سے پے در پے دانے گرتے ہیں۔

(ترمذی)

تشریح ۞ اِذَا اتُّخِذَ الْفَیْءُ: یعنی جب اغنیاء اور عہدہ والے لوگ غنیمتوں کو ذاتی دولت بنالیں گے اور اپنے ہی تصرف میں لائیں گے اور اپنے درمیان بانٹ لیں گے اور شریعت کے حکم کے مطابق تمام نمازیوں میں نہیں بانٹیں گے اسی طرح فقراء اور ضعفاء کو بھی محروم کر دیا جائے گا۔

دِوَلًا: یہ دولۃ کی جمع ہے اگر دال کا فتح ہو تو اس کا معنی انقلاب زمانہ اور مال کا دست بدست تبدیل ہونا ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ دال کے ضمہ کے ساتھ ہے تو اس کا معنی وہ مال ہے جو بطور غنیمت حاصل ہو اور اگر دال کے فتح کے ساتھ ہو تو پھر اس کا معنی

تنگی اور شدت کی حالت سے سرور وتنعم کی طرف منتقل ہوتا ہے۔

الْاَمَانَۃُ: یعنی لوگ امانت میں خیانت کرنے لگیں گے اور اس پر قبضہ جمالیں گے۔

الزَّکٰوۃُ: یعنی لوگ زکوۃ کی ادائیگی کو اس قدر گراں سمجھیں گے کہ گویا ان سے ظلماً تاوان وصول کیا جارہا ہے اور ماں کا تذکرہ خاص طور پر اس لئے کیا کہ زیادہ مشقت اٹھانے کی وجہ سے باپ کی نسبت اس کا حق زیادہ ہے۔

لِغَیْرِ الدِّیْنِ: یعنی اسلام کو دین وشریعت کی اشاعت کے لئے نہیں بلکہ حصول دنیا حصول منصب وعزت اور احکام کی خوشنودی کے لئے حاصل کیا جائے گا۔

ظَهَرَتِ الْاَصْوَاتُ: ہمارے زمانے میں یہ چیز ظاہر ہے حالانکہ بعض علماء نے یہ تصریح کی ہے کہ مسجد میں ذکر کے ساتھ آواز کا بلند کرنا بھی حرام ہے۔

وَسَادَ: یعنی ان کے معاملات کا ذمہ دار اور ان کی سیادت کرنے والا فاسق ہوگا ان چیزوں سے تو کوئی زمانہ بھی خالی نہیں مگر علامت یہ اس وقت بنے گی جب ان کی کثرت ہوجائے گی اور ظالم وفاسق کے غالب آنے سے لوگوں کو مجبوراً ان کی تکریم وتعظیم کرنا پڑے گی۔

ظَهَرَتِ الْقَیْنَاتُ: قینات قینہ کی جمع ہے۔ اصل اس کا معنی خوشی کے وقت داد دینا ہے یہاں اس سے مراد مرد وزن کا اختلاط اور گانے والیوں کا ان سے میل وجول مراد ہے۔ اداکار اور فلمی ایکٹرز بھی اسی حکم میں شامل ہیں۔ اسی طرح آلات شرور مثلاً بانسری، رباب اور جدید آلات سرور اس دور میں ان کا غلبہ مشاہدہ میں ہے۔

ولعن اخر: اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ علامت اس امت کی خصوصیات میں سے ہے اگلی امتوں میں یہ علامت نہیں تھی رافضیوں اور خارجیوں میں یہ علامت ظاہر ہے کہ وہ ان لوگوں کو برا کہتے ہیں جن کے بارے میں اللہ نے فرمایا والسابقون الاولون...... اور دوسرے مقام پر فرمایا: لقد رضی الله عن المؤمنین.. اب یہ خود سوچ لینا چاہیے کہ جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہوگئے جو شخص ان سے ناراض ہوگا وہ شقی وبدبخت ہے کیونکہ صحابہ کے فضائل ومناقب سے قرآن وسنت پر ہیں وہ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کی مدد کی اور دین کی سربلندی کے لئے راہ حق میں اس طرح کوششیں کیں جیسے حق تھا۔ بہت سے شہر فتح کیے انہوں نے اللہ کے احکامات کو اور تمام علوم کو سید الانام ﷺ سے حاصل کیا۔ اللہ تعالیٰ نے تو ہمیں یہ تعلیم دی کہ ہم ان کے متعلق اس طرح دعا کریں: ربنا اغفرلنا ولا خواننا الذین سبقونا...... جو لوگ ان پر لعن وطعن کرنے والے ہیں یا تو کافر یا دیوانے ہیں کیونکہ انہوں نے فقط ان پر لعن وطعن کرنے پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ اپنے اوہام فاسدہ اور افہام فاسدہ سے ان کی کفر کی طرف بھی نسبت کی اور انہوں نے کہا کہ ابوبکر وعمر عثمان نے ناحق خلافت لے لی حالانکہ وہ علی کا حق تھا اور یہ بات بداہۃً باطل ہے اور امت کے اگلے پچھلوں کا اجماع اس پر شاہد ہے ان کے پاس کتاب وسنت کی کوئی نص نہیں جس کے ذریعے حضرت علیؓ کے لئے خلافت بلافصل ثابت کرسکیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ بعض صحابہ نے حضرت علیؓ کی خلافت کے دوران اپنے اجتہاد سے ان سے اختلاف کیا اس اجتہاد کی بنیاد پر وہ ہرگز مستحق لعن وطعن نہیں زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ اپنے اجتہاد میں غلطی کرنے والے تھے اور اگر بالفرض ان سے اگر کوئی غلط کام بھی ہوا تو شاید ان سے توبہ کر کے ان کی وفات ہوئی ہو یا اگلی خلافت کی برکت سے ان کی شفاعت اور مغفرت کی امید غالب ہے چنانچہ ابن عساکر نے حضرت علیؓ

سے یہ مرفوع روایت نقل کی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص میرے اصحاب کی ہو جانیوالی لغزش کو بخش دے گا تو اللہ تعالیٰ ان کی سابقہ خدمت جو میرے ساتھ انجام دیں ان کو بخش دیں گے۔ انتہی۔ پس جب کہ ہم بے شمار صغائر و کبائر کرنے کے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور آپ ﷺ کی شفاعت کے امیدوار ہیں تو اس امت کے اکابر اس کے بدرجہ اولیٰ حقدار ہیں وہ لوگ کتنے ہی اچھے ہیں کہ جن کو ان کا اپنا عیب دوسروں کی عیب جوئی سے باز رکھے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے مرنے والوں کا تذکرہ خیر سے کیا کرو اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب میرے اصحاب کا تذکرہ کیا جائے تو اپنی زبان کو ان کی مخالفت سے روکو اور یہ بھی فرمایا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی محبت ایمان کا حصہ ہے اور ان سے بغض کفر ہے اور عرب سے محبت ایمان کا حصہ ہے اور ان سے بغض کفر ہے اور یہ بھی فرمایا جس نے میرے صحابہ کو برا کہا اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور یہ بھی فرمایا جس نے ان کے حق میں میرے حکم کی محافظت کی پس میں قیامت کے دن ان کی محافظت کروں گا۔ علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ خلف سلف پر طعن کریں گے اور ان کو برائی سے یاد کریں گے اور ان کی اطاعت سے گریزاں ہوں گے گویا ان پر لعنت کریں گے یہ نہایت ہی غلط بات ہے ایک گمراہ رافضی فرقہ ایسا پیدا ہوا ہے جو صحابہ اور تابعین پر لعنت کرتا ہے اللہ ہمیں اس سے محفوظ فرمائے۔

مسخ: بری شکل میں بدل دینا

نِظام: موتیوں کی لڑی، نون کے فتحہ کے ساتھ دھاگے کو کہا جاتا ہے اور صاحب قاموس نے اس کو بمعنی مصدر لکھا ہے۔ بمعنی منظوم لیا ہے۔

روایات کا باہمی فرق

۱۵/۵۳۱۱ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا فَعَلَتْ اُمَّتِيْ خَمْسَ عَشْرَةَ خَصْلَةً حَلَّ بِهَا الْبَلَاءُ وَعَدَّ هٰذِهِ الْخِصَالَ وَلَمْ يَذْكُرْ تُعُلِّمَ لِغَيْرِ الدِّيْنِ قَالَ وَبَرَّ صَدِيْقَهٗ وَجَفَا اَبَاهُ وَقَالَ وَشُرِبَتِ الْخَمْرُ وَلُبِسَ الْحَرِيْرُ۔ (رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ٤/٤٢٨ حدیث رقم ٢٢١٠

ترجمہ: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب میری امت یہ پندرہ چیزیں اختیار کرلے گی تو ان پر مصائب نازل ہوں گے۔ ان خصلتوں کو علی المرتضیٰ نے شمار کیا اور ان پر یہ: تُعُلِّمَ لِغَيْرِ الدِّيْنِ کو شمار نہیں کیا اور بعض الفاظ کا فرق ہے: وَبَرَّ صَدِيْقَهٗ وَجَفَا اَبَاهُ کے لفظ فرمائے اور اس طرح فرمایا: وَشُرِبَتِ الْخَمْرُ وَلُبِسَ الْحَرِيْرُ۔ (ترمذی)

تشریح ۞ وَلَمْ يَذْكُرْ: یہ صاحب مصابیح کا قول ہے۔ ورنہ ترمذی دونوں روایات پے درپے ذکر کر کے ان میں پندرہ پندرہ چیزیں شمار کی ہیں۔

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

یہ دونوں روایات میں تعداد پندرہ پندرہ ہے بلکہ سابق روایت میں تو سولہ ہے۔ صاحب مختصر کی یہ بات چنداں قابل

التفات نہیں۔ دونوں روایات میں مجموعی مقدار پندرہ ہے باقی دونوں روایات میں تھوڑا فرق ہے۔ ایک میں ادنیٰ صدیقہ واقصیٰ اباہ ہے اور دوسری میں صدیقہ وجفا اباہ ہے لعن کے بدلے یہ الفاظ مذکور نہیں بلکہ تعلم لغیر الدین کے بدلے ہے اور لعن کی جگہ لبس الحریر ہے۔

میرے نام والا عرب کا بادشاہ

۱۶/۵۳۱۲ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَذْهَبُ الدُّنْيَا حَتّٰى يَمْلِكَ الْعَرَبَ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ بَيْتِيْ يُوَاطِئُ اسْمُهٗ اِسْمِيْ (رواه الترمذی وابوداود وفی روایة له) قَالَ لَوْ لَمْ يَبْقَ مِنَ الدُّنْيَا اِلَّا يَوْمٌ لَطَوَّلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ذٰلِكَ الْيَوْمَ حَتّٰى يَبْعَثَ اللّٰهُ فِيْهِ رَجُلًا مِّنِّيْ اَوْ مِنْ اَهْلِ بَيْتِيْ يُوَاطِئُ اِسْمُهٗ اِسْمِيْ وَاسْمُ اَبِيْهِ اِسْمَ اَبِيْ يَمْلَأُ الْاَرْضَ قِسْطًا وَّعَدْلًا كَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَّجَوْرًا۔

اخرجه ابو داوٗد فی السنن ٤٧٣/٤ حديث رقم ٤٢٨٢ والترمذی فی السنن ٤٣٨/٤ حديث رقم ٢٢٣٠ وابن ماجه ٩٢١/٢ حديث رقم ٢٧٧٩ واحمد فی المسند ٣٧٦/١۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس وقت تک دنیا ختم نہ ہوگی یہاں تک کہ عرب کا بادشاہ ایک ایسا شخص ہوگا جو میرے اہل بیت میں سے ہوگا اور اس کا نام میرے نام پر ہوگا۔ یہ ترمذی اور ابوداؤد کی روایت ہے اور ایک روایت میں اس طرح اضافہ ہے اگر دنیا کا صرف ایک دن باقی رہ جائے تو اللہ تعالیٰ اس دن کو اتنا طویل کر دیں گے یہاں تک کہ اس شخص کو اس دن میں اٹھا کھڑا کریں گے وہ مجھ سے ہوگا یا میرے اہل بیت سے ہوگا اور اس کا نام میرے نام کے موافق ہوگا اور اس کے والد کا نام میرے والد کے نام جیسا ہوگا وہ انصاف وعدل سے زمین کو اس طرح بھر دے گا جیسے ظلم وجور سے بھری گئی تھی۔

تشریح ۞ يُوَاطِئُ: یعنی ان کا نام میرے نام کے موافق ہوگا یعنی محمد نام اور مہدی لقب ہوگا۔ عرب کی تخصیص کی وجہ یہ ہے۔ اصالت اور نجابت کے لحاظ سے احادیث میں ان کا عرب وعجم پر حکومت کرنا مذکور ہے زیادہ درست بات یہ ہے کہ عرب پر اکتفاء اس لئے ہے کہ تمام عرب کے مطیع ہیں پس تقدیر عبارت یہ ہے کہ وہ عرب کے مالک ہوں گے اور ان کے بھی کہ جو عرب کے تابع ہیں مسلمانوں میں سے پس گویا ہر مسلمان عربی ہے۔

رَجُلًا مِّنِّيْ: یہ راوی کو شک ہے البتہ اس میں اختلاف ہے کہ وہ اولاد حسن سے ہوں گے یا اولاد حسین سے مگر بہتر قول یہ ہے کہ باپ کی جانب سے حسنی اور ماں کی جانب سے حسینی ہوں گے۔

يُوَاطِئُ اِسْمُهٗ: پس ان کا نام محمد بن عبداللہ ہوگا۔ اس میں روافض کے اس عقیدہ کی تردید ہے کہ مہدی موعود قائم ومنتظر ہیں اور وہ محمد حسن عسکری کے بیٹے ہیں۔

قِسْطًا: قسط وعدل دونوں قریب المعنی ہیں جیسا ظلم وجور۔ عدل فریاد رسی کرنا اور ظلم اس کی چیز کو غیر محل میں رکھنا پس حدیث کے مفہوم میں تاکید وتقریر ہے۔ ۞ یا پھر تغایر ہے کہ قسط فریاد کرنے والوں کی حق رسی کرنا اور عدل ان کے حقوق میں برابری کرنا اور ظلم فریاد والوں کی حق رسی نہ کرنا اور جور حقوق میں برابری نہ برتنا واللہ اعلم (الصراح)

مہدی میری اولاد میں سے ہے

۱۷/۵۳۱۳ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْمَهْدِيُّ مِنْ عِتْرَتِيْ مِنْ اَوْلَادِ فَاطِمَةَ۔ (رواہ ابو داؤد)

اخرجه ابو داوٗد فی السنن ۴۷۴/۴ حدیث رقم ۴۲۸۴ وابن ماجه فی السنن ۱۳۶۸/۲ حدیث رقم ۴۰۸۶

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ مہدی میری عترت یعنی اولاد فاطمہ سے ہوگا۔ (ابوداؤد)

تشریح: ① مرد کے خویش واقارب اسی طرح مرد کی نسل، گروہ اور خویش واقارب زندہ یا فوت شدہ (الصراح) ②: صاحب نہایہ کہتے ہیں کہ مرد کے خویش واقارب آپ کے خویش اولاد عبد المطلب ہے۔ ③: بعض نے اہل بیت سے اولاد مراد لی ہے۔ ④: بعض نے تمام قریش کو عترت کہا۔ ⑤: عام مشہور یہ ہے کہ عترت وہ ہے جن پر زکوۃ حرام ہے اور وہ سوائے ابولہب کی اولاد کے اولاد ہاشم ہے۔ تمام اقوال کے بعد اولاد فاطمہ کا لفظ تقیید اور تخصیص کے لئے ہے تا کہ معلوم ہو جائے کہ مہدی خاص اولاد فاطمہ سے ہی ہے۔

مہدی کی علامات

۱۸/۵۳۱۴ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَهْدِيُّ مِنِّيْ اَجْلَى الْجَبْهَةِ اَقْنَى الْاَنْفِ يَمْلَأُ الْاَرْضَ قِسْطًا وَعَدْلًا كَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَجَوْرًا يَمْلِكُ سَبْعَ سِنِيْنَ۔

(رواہ ابو داؤد)

اخرجه ابو داوٗد فی السنن ۴۷۴/۴ حدیث رقم ۴۲۸۵ واحمد فی المسند ۱۷/۳۔

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہدی مجھ سے ہے اس کی پیشانی چوڑی اور ناک بلند ہوگی۔ وہ زمین کو اس طرح عدل وانصاف سے بھر دے گا جیسے وہ ظلم وستم سے بھری ہوئی تھی۔ ان کی سلطنت کا زمانہ سات سال کا ہوگا۔ (ابوداؤد)

تشریح: سَبْعَ: اگلی روایات میں ثمان اور تسع کا الفاظ وارد ہیں وہ راوی کا شک ہے پس یہاں سبع فرمایا۔ گویا سات برس جو یقینی تھے ان کا ذکر کر دیا۔ اس کی تائید میں ابوداؤد کی روایت حضرت ام سلمہ سے آرہی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ مشکوک ہو تو اس کو چھوڑ کر یقین کو ذکر کیا ان کی حکومت سات سال تو یقینی ہے۔ واللہ اعلم

سخاوتِ مہدی

۱۹/۵۳۱۵ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ قِصَّةِ الْمَهْدِيِّ قَالَ فَيَجِيْءُ اِلَيْهِ الرَّجُلُ فَيَقُوْلُ يَا مَهْدِيُّ اَعْطِنِيْ اَعْطِنِيْ قَالَ فَيَحْثِيْ لَهٗ فِيْ ثَوْبِهٖ مَا اسْتَطَاعَ اَنْ يَحْمِلَهٗ۔ (رواہ الترمذی)

اخرجه الترمذي في السنن ٤٣٩/٤ حديث رقم ٢٢٣٣ وابن ماجه ١٣٦٧/٢ حديث رقم ٤٠٨٣ واحمد في المسند ٢١/٣۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہدی کے معاملہ میں فرمایا کہ ایک شخص مہدی کے پاس آ کر کہے گا مجھے دو۔ مجھے دو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مہدی اس کے کپڑے میں لپ بھر کر ڈالتے رہیں اور اس قدر دیں گے جس قدر وہ اٹھانے کی طاقت رکھتا ہوگا۔ (ترمذی)

تشریح ⊙ يَحْثِي: یعنی اس کی حرص ملاحظہ کر کے اسے بے شمار دینار و درہم دیں گے تاکہ وہ سوال سے بے پرواہو جائے اور اس کے نفس میں پیدا ہونے والے ملال کا ازالہ کر دیں گے۔

حجرِ اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان بیعت

۲۰/۵۴۱۶ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَكُوْنُ اِخْتِلَافٌ عِنْدَ مَوْتِ خَلِيْفَةٍ فَيَخْرُجُ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ هَارِبًا اِلٰى مَكَّةَ فَيَاْتِيْهِ نَاسٌ مِّنْ اَهْلِ مَكَّةَ فَيُخْرِجُوْنَهٗ وَهُوَ كَارِهٌ فَيُبَايِعُوْنَهٗ بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْمَقَامِ وَيُبْعَثُ اِلَيْهِ بَعْثٌ مِّنَ الشَّامِ فَيُخْسَفُ بِهِمْ بِالْبَيْدَاءِ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ فَاِذَا رَاَى النَّاسُ ذٰلِكَ اَتَاهُ اَبْدَالُ الشَّامِ وَعَصَائِبُ اَهْلِ الْعِرَاقِ فَيُبَايِعُوْنَهٗ ثُمَّ يَنْشَاُ رَجُلٌ مِّنْ قُرَيْشٍ اَخْوَالُهٗ كَلْبٌ فَيَبْعَثُ اِلَيْهِمْ بَعْثًا فَيَظْهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ وَذٰلِكَ بَعْثُ كَلْبٍ وَيَعْمَلُ فِي النَّاسِ بِسُنَّةِ نَبِيِّهِمْ وَيُلْقِي الْاِسْلَامُ بِجِرَانِهٖ فِي الْاَرْضِ فَيَلْبَثُ سَبْعَ سِنِيْنَ ثُمَّ يُتَوَفّٰى وَيُصَلِّي عَلَيْهِ الْمُسْلِمُوْنَ۔ (رواه ابو داود)

اخرجه ابو داؤد في السنن ٤٧٥/٤ حديث رقم ٤٢٨٦ واحمد في المسند ٣١٦/٦

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خلیفہ کی وفات کے وقت اختلاف ہوگا تو ایک شخص مدینہ منورہ کے لوگوں میں سے مکہ کی طرف بھاگتے ہوئے نکلے گا تو مکہ والوں میں سے کچھ لوگ اس کے پاس آئیں گے اور اسے باہر لائیں گے حالانکہ وہ اسے ناپسند کرتا ہوگا۔ یہ لوگ اس کی حجرِ اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان بیعت کریں گے اور شام کی طرف سے ان کی جانب ایک لشکر بھیجا جائے گا۔ جس کو مکہ مدینہ کے درمیان مقام بیداء میں دھنسا دیا جائے گا۔ جب لوگ یہ دیکھیں گے تو ان کے پاس شام کے ابدال اور اہل عراق کی جماعتیں آئیں گی تو اس سے بیعت کرلیں گے۔ پھر قریش کا ایک شخص آئے گا جس کے اخوال بنوکلب ہوں گے وہ ان کی طرف ایک لشکر روانہ کرے گا وہ ان پر غالب آئے گا یہ بنی کلب کا لشکر ہوگا۔ وہ لوگوں میں ان کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل پیرا ہوگا اور اسلام زمین پر پھیل جائے گا۔ ان کا قیام سات سال ہوگا پھر ان کی وفات ہوگی اور ان پر مسلمان نماز (جنازہ) پڑھیں گے۔ (ابوداؤد)

تشریح ⊙ خَلِيْفَةٍ: یہاں خلیفہ سے خلیفہ حکمی مراد ہے ورنہ وہ سلاطین کی حکومت ہوگی۔

رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ مدینہ میں سے یہ شخص منصب امارت سے نفرت کی بناء پر یا فتنہ سے خوف زدہ ہونے کی وجہ سے مکہ بھاگ جائے گا تاکہ ایمان کو بچائے۔ مدینہ سے مدینہ منورہ مراد ہے یا اس خلیفہ کا دارالحکومت اور مکہ اس لئے جائے گا کہ وہ دارالامن ہے من دخله كان امنا۔۔۔ ہر شخص وہاں پناہ پکڑتا ہے اور تمام لوگوں کی عبادت کا مقام و مرکز ہے اور یہ شخص مہدی ہوگا۔ اس

کی دلیل یہ ہے کہ ابوداؤد نے اس روایت کو باب المہدی میں ذکر کیا ہے۔ مخالف لشکر بھیجنے والا حاکم شام ہوگا۔
بَیْدَاء: جنگل اور ہموار زمین کو کہا جاتا ہے اور مکہ مکرمہ اور مدینہ کے درمیان ایک مقام کا بھی نام ہے۔
بَعْثٌ مِّنَ الشَّام: اس سے سفیانی کا لشکر مراد ہے اور یہ قتال فتنہ امارت سفیانی کا ہے۔ یہ خروج مہدی کی منجملہ علامات میں سے ایک علامت ہے۔ اس سلسلہ میں اس قدر روایات ہیں جو درجہ تواتر تک پہنچنے والی ہیں۔ ان میں ایک صحیح روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے وارد ہے کہ یہ سفیانی اولاد خالد بن یزید بن ابی سفیان اموی کی نسل سے ہوگا۔ وہ ایک بھاری بھرکم آدمی ہوگا جس کے پاؤں چیچک زدہ اور آنکھوں میں سفید نقطے ہوں گے جو علاقہ دمشق میں ان دنوں ظاہر ہوں گے۔ اس کے پیروکاروں کی اکثریت کلب قبیلہ سے ہوگی۔ وہ لوگوں کو بہت زیادہ قتل کرنے والا ہوگا۔ وہ اس انداز کا ظالم ہوگا کہ عورتوں کے پیٹ پھاڑ کر بچوں کو قتل کر ڈالے گا۔ جب خروج مہدی کی اطلاع پائے گا تو ایک لشکر ان کے مقابلے کے لئے بھیجے گا جو کہ شکست کھا جائے گا۔
پھر وہ دوبارہ لشکر جرار کی خود قیادت کرتا ہوا حملہ آور ہوگا جب اس کا لشکر مقام بیداء میں پہنچے گا تو وہ زمین میں دھنس جائے گا اور ایک فوجی بھی لشکر میں سے نہ بچ سکے گا۔ صرف وہ انسان بچے گا جو اس واقعہ کی خبر مہدی تک لائے گا۔
اَبْدَال: یہ صالحین کی ایسی جماعت ہے کہ جن کی برکت سے اللہ تعالیٰ زمین کو آباد رکھنے والے ہیں ان کی تعداد ستر ہے اور ان میں سے چالیس شام اور تیس بقیہ علاقوں میں رہتے ہیں ابدال کہنے کی وجہ یہ ہے کہ جب ان میں سے کوئی فوت ہو جاتا ہے تو اس کی جگہ اور لوگوں میں اور آدمی بدل دیا جاتا ہے یا اس وجہ سے کہ انہوں نے برے اخلاق کو اخلاق حمیدہ سے بدل ڈالا ہے۔ احادیث میں ان کا تذکرہ ملتا ہے۔
شرح سنن ابی داؤد میں علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ صحاح ستہ میں کوئی روایت ابدال کے سلسلہ میں وارد نہیں ہے صرف ابوداؤد کی یہی ایک روایت ہے حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے لیکن علامہ سیوطیؒ نے اپنی کتاب جمع الجوامع میں تحریر کیا کہ صحاح ستہ کے علاوہ دیگر کتب میں بہت سی احادیث اس سلسلہ میں ملتی ہیں۔ اکثر روایات میں ان کی تعداد چالیس اور بعض میں تیس کا تذکرہ ملتا ہے اور ایک روایت حضرت امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ابدال یہ مرتبہ نماز، روزے اور صدقہ کی بناء پر نہیں پایا اور نہ ان کی وجہ سے وہ دوسرے لوگوں سے ممتاز ہیں بلکہ سخاوت نفس اور سلامتی قلب کی وجہ سے یہ مرتبہ ملا۔ نیز ان میں مسلمانوں سے بہت خیر خواہی پائی جاتی ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! ایسے قسم کے لوگوں کا وجود سرخ گندھک سے بھی کمیاب ہے اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی روایت میں وارد ہے کہ جس میں یہ تین صفات ہوں وہ من جملہ ابدال میں سے ہے۔ ① رضا بالقضاء۔ ② ممنوعات سے باز رہنا۔ ③ اللہ تعالیٰ کے دین کی خاطر غصہ کھانا۔
امام غزالی رحمہ اللہ نے احیاء العلوم میں ذکر کیا کہ جو شخص ہر روز تین مرتبہ یہ دعا پڑھے گا تو وہ درجہ ابدال میں لکھا جائے گا۔ **اللھم اغفر لامة محمد، اللھم ارحم امة محمد اللھم تجاوز من امة محمد**"۔
حاصل کلام یہ ہے کہ جو شخص بری صفات کو بدل ڈالے اور مخلوق کا خیر خواہ ہو وہ ابدال میں سے ہے۔ اہل عراق کی جماعتوں میں نیک صالحین کی ایک جماعت ہے جو عصائب کے نام سے موسوم ہے جیسا کہ حضرت علیؓ کی روایت میں ابدال شام کا تذکرہ گزرا ہے ابدال شام میں اور نجبا ملک مصر میں اور عصائب عراق میں نیک، زاہد اور عبادت گزار لوگ سے ہوتے ہیں۔
جِرَان: اونٹ کی گردن کا وہ حصہ جو ذبح سے نحر تک ہے جب اونٹ کسی جگہ اطمینان سے بیٹھ جاتا ہے تو گردن کا یہ حصہ

زمین پر رکھ دیتا ہے۔ یہاں اسلام کے ہر قسم کے ہرج مرج سے پاک ہو کر جنگ وجدال کے مٹ جانے کو اس سے کنایہ کیا ہے۔

فَائِدَة: وہ سات سال ٹھہرے گا بہت سے لوگوں نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا بعض نے اس سے ہدایت یافتہ کا مفہوم لیا۔ پس اس لحاظ سے اگر وہ درست عقائد واعمال والا ہو تو کچھ حرج نہیں اور بعض نے جھوٹا دعویٰ کیا اور ان کے ساتھ کچھ اوباش قسم کے لوگ مل گئے اور مختلف شہروں میں فساد برپا کیا پھر وہ مارے گئے تو لوگوں کو سکون ملا۔

ہند میں بھی ایک ایسا گروہ پیدا ہوا جو اپنے شیخ کو مہدی موعود کہتے تھیان کا عقیدہ یہ تھا کہ ہمارا شیخ ظاہر ہوا پھر مر کر خراسان کے کسی شہر میں دفن ہوا۔ وہ کہتے تھے جو ہمارے اس مہدی کو نہ مانے وہ کافر ہے چنانچہ حرمین کے مذاہب اربعہ کے فقہاء نے ان کے قتل کرنے کا فتویٰ دیا کہ حکام جن علاقوں میں ایسے لوگوں کو پائیں انہیں قتل کر دیں۔ اہل تشیع کا یہ اعتقاد غلط ہے کہ مہدی موعود محمد بن حسن عسکری ہے اور وہ ابھی تک نہیں مرے۔ وہ لوگوں کی نگاہوں سے چھپ گئے ہیں وہ امام زمان ہیں وہ اپنے وقت پر ظاہر ہوں گے اور اپنی حکومت کا اعلان کریں گے یہ مردود اقوال ہیں۔ اہلسنت والجماعت کی علم کلام کی کتابوں میں اس بات کے واضح دلائل ہیں کہ محمد بن حسن عسکری فوت ہو گئے ہیں۔ (عروۃ الوثقی)

زمین کو انصاف سے بھرنے والا خلیفہ

۲۱/۵۳۱۷ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ ذَکَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَلَاءً یُصِیْبُ هٰذِهِ الْاُمَّةَ حَتّٰی لَا یَجِدَ الرَّجُلُ مَلْجَاً یَلْجَاُ اِلَیْهِ مِنَ الظُّلْمِ فَیَبْعَثُ اللّٰهُ رَجُلًا مِّنْ عِتْرَتِیْ وَاَهْلِ بَیْتِیْ فَیَمْلَاُ بِهِ الْاَرْضَ قِسْطًا وَّ عَدْلًا کَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَجَوْرًا یَرْضٰی عَنْهُ سَاکِنُ السَّمَآءِ وَسَاکِنُ الْاَرْضِ لَا تَدَعُ السَّمَآءُ مِنْ قَطْرِهَا شَیْئًا اِلَّا صَبَّتْهُ مِدْرَارًا وَلَا تَدَعُ الْاَرْضُ مِنْ نَبَاتِهَا شَیْئًا اِلَّا اَخْرَجَتْهُ حَتّٰی تَتَمَنَّی الْاَحْیَاءُ الْاَمْوَاتَ یَعِیْشُ فِیْ ذٰلِكَ سَبْعَ سِنِیْنَ اَوْ ثَمَانَ سِنِیْنَ اَوْ تِسْعَ سِنِیْنَ۔

اخرجه احمد فی المسند ۳۷/۳ والحاکم فی المستدرك ٤/٤٦٥۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بلا کا ذکر فرمایا جو اس امت کو پہنچے گی حتیٰ کہ آدمی جائے پناہ نہ پائے گا جہاں ظلم سے پناہ لے۔ تو اللہ تعالیٰ میری اولاد اور میرے اہل بیت سے ایک شخص کو بھیجے گا کہ وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا جیسے وہ ظلم وستم سے بھری ہوئی تھی۔ آسمان وزمین کے رہنے والے خوش ہوں گے آسمان اپنا کوئی قطرہ نہ چھوڑے گا مگر وہ برسا دے گا اور زمین اپنی کوئی نباتات نہیں چھوڑے گی حتیٰ کہ اسے اگا دے گی یہاں تک کہ زندہ لوگ مرنے کی تمنا کریں گے وہ اسی حالت میں سات سال، آٹھ سال یا نو سال زندہ رہیں گے۔ (حاکم مستدرک)

تشریح ۞ لَا تَدَعُ السَّمَآءُ: مہدی کے زمانہ میں خوب بارشیں ہوں گی اور بادل عین موسموں کے حساب سے برسے گا اور زمین سے خوب فصلیں ہوں گی اور خوشحالی کا دور دورہ ہوگا۔

حَتّٰی تَتَمَنّٰی: زندہ لوگ کہیں گے کہ کاش وہ مرنے والے زندہ ہوتے تاکہ زندگی کی یہ رفاہیت پاتے۔ ۞ بعض نے

احیاء کو ہمزہ مکسور سے پڑھا اور یہ مطلب لیا کہ وہ اپنے مردوں کے زندہ ہونے کی تمنا کریں گے۔ یہ محض احتمال ہے جب تک ایسی کوئی روایت ثابت نہ ہو۔

سَبْعٌ اَوْ تِسْعٌ: یہ راوی کو شک ہے یا جناب رسول اللہ ﷺ نے پہلے مبہم فرمایا پھر اس کی تعیین فرما دی۔ سبع والی روایت کی دوسری روایت سے تائید ملتی ہے۔ واللہ اعلم

حارث اور منصور کی خبر

۲۲/۵۳۱۸ وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْرُجُ رَجُلٌ مِّنْ وَّرَاءِ النَّھْرِ یُقَالُ لَہٗ الْحَارِثُ حَرَّاثٌ عَلٰی مُقَدِّمَتِہٖ رَجُلٌ یُقَالُ لَہٗ مَنْصُوْرٌ یُوَطِّنُ اَوْ یُمَکِّنُ لِاٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا مَکَّنَتْ قُرَیْشٌ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَجَبَ عَلٰی کُلِّ مُؤْمِنٍ نَصْرُہٗ اَوْ قَالَ اِجَابَتُہٗ۔ (رواہ ابوداؤد)

اخرجہ ابو داؤد فی السنن ٤/٧٧٤ حدیث رقم ٤٢٩٠۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ ماوراء النہر سے ایک شخص نکلے گا جسے حارث کہا جائے گا کسان ہوگا اس کے لشکر کے اگلے حصے میں ایک شخص وہ ہوگا جسے منصور کہا جائے گا وہ محمد ﷺ کی اولاد کو ایسی ہی جگہ دے گا جیسی قریش نے اللہ کے رسول کو دی۔ ہر مسلمان پر اس کی مدد ضروری ہے یا فرمایا اس کی بات ماننا ضروری ہے۔ (ابوداؤد)

تشریح ۞ حَارِث: یہ دونوں نام ہیں یا وصف ہیں اسی طرح منصور سے بھی وصف یا اسم مراد ہے۔ اسی لئے بعض نے اس سے ابو منصور ماتریدی مشہور امام مراد لئے ہیں۔ عقائد حنفیہ کے اصول کے بانی ہیں۔

نَصْرُہٗ: اس لفظ میں راوی کو شک ہے اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ امامت و خلافت کا دعویٰ کریں گے اور اہل ایمان پر ان کی اطاعت لازم ہے یا مراد نصرت و اجابت سے اعتقاد و محبت ہو۔

یُمَکِّنُ: اس میں راوی کو شک ہے یا اَوْ واؤ کے معنی میں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ اسباب و اموال مہیا کرے گا اور خلافت کو لاؤ لشکر سے مضبوط کرے گا۔

لِاٰلِ مُحَمَّدٍ: آل بیت کو عموماً اور مہدی کو خصوصاً پناہ دے گا یا آل کا لفظ زائد ہو تو مراد صرف مہدی ہوگا۔

قیامت سے پہلے انسانی اعضاء کا کلام کرنا

۲۳/۵۳۱۹ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی تُکَلِّمَ السِّبَاعُ الْاِنْسَ وَحَتّٰی تُکَلِّمَ الرَّجُلَ عَذَبَۃُ سَوْطِہٖ وَشِرَاکُ نَعْلِہٖ وَیُخْبِرَہٗ فَخِذُہٗ بِمَا اَحْدَثَ اَھْلُہٗ بَعْدَہٗ۔ (رواہ الترمذی)

اخرجہ الترمذی فی السنن ٤/٤٦٣ حدیث رقم ٢١٨١ واحمد فی المسند ٣/٨٤

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے قیامت نہ آئے گی یہاں تک کہ درندے انسانوں سے بات کریں گے اور آدمی سے اس کے کوڑے کی رسی بات کرے گی اور اس کے جوتے کا تسمہ اور اس کی ران اس کو اطلاع دے گی جو کہ اس کے گھر والوں نے اس کے بعد کیا۔ (ترمذی)

تشریح ۞ عَذَبَة : ہر چیز کا کنارہ۔عذبة اللسان۔زبان کا کنارہ۔عذبة السوط۔کوڑے کی نوک۔عذبة المیزان۔ترازو کو اٹھانے والی رسی۔

الفصل الثالث:

بڑی علامات کا ظہور دو سو سال بعد

۲۴/۵۳۲۰ وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْاٰیَاتُ بَعْدَ الْمِائَتَیْنِ۔

(رواہ ابن ماجة)

اخرجه ابن ماجه فی السنن ۱۳٤۸/۲ حدیث رقم ٤۰۵۷

ترجمہ: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بڑی بڑی نشانیوں کا ظہور دو سو سال کے بعد ہوگا۔ (ابن ماجہ)

تشریح ۞ بَعْدَ الْمِائَتَیْنِ: یعنی ظہور اسلام کے دو سو سال بعد۔ بعض نے کہا کہ ہجرت کے دو سو سال بعد اور بعض نے کہا کہ وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو سو سال بعد اور اگر المائتین کے ال کو عہد خارجی کے لئے لیا جائے تو ہزار کے بعد جو دو سو سال ہوں گے وہ مراد ہوں گے اور اس وقت مہدی کا نکلنا خروج دجال' نزول مسیح' مغرب سے طلوع آفتاب' کوہ صفا سے دابۃ الارض کا ظہور یا جوج ماجوج کا خروج جیسی نشانیاں پے در پے ظاہر ہوں گی۔

خلیفہ مہدی کی ایک اور علامت

۲۵/۵۳۲۱ وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَیْتُمُ الرَّایَاتِ السُّوْدَ قَدْ جَآءَتْ مِنْ قِبَلِ خُرَاسَانَ فَأْتُوْھَا فَاِنَّ فِیْھَا خَلِیْفَةَ اللّٰہِ الْمَھْدِیَّ۔

(رَوَاہُ احمد وَالْبَیْھَقِیُّ فِیْ دَلَآئِلِ النُّبُوَّةِ)

اخرجه الترمذی فی السنن ٤٦۰/٤ حدیث رقم ۲۲٦۹ وابن ماجه فی السنن ۱۳٦۷/۲ حدیث رقم ٤۰۸٤ والبیهقی فی دلائل النبوة ۵۱٦/٦

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم خراسان سے سیاہ جھنڈے آتے ہوئے دیکھو تو تم وہاں جانا اس لئے کہ ان میں اللہ کا خلیفہ مہدی ہے۔ (احمد دلائل النبوت للبیہقی)

تشریح ۞ فَأْتُوْھَا یعنی اس لشکر کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور اس کے امیر کی بات قبول کرو اور ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ

اس سے مراد حارث و منصور کا وہی لشکر ہے جس کا تذکرہ گزشتہ روایات میں ہوا۔ اس روایت سے مہدی کا ظہور اسی لشکر میں معلوم ہوتا ہے اور دوسری روایت میں حرمین میں اس کا ظہور مذکور ہے تو اس ظہور سے مراد ابتدائی ظہور ہے۔

مہدی اولادِ حسن میں سے ہوگا

۲۶/۵۳۴۲ وَعَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ قَالَ قَالَ عَلِیٌّ وَنَظَرَ اِلَی ابْنِهِ الْحَسَنِ وَقَالَ اِنَّ ابْنِیْ هٰذَا سَیِّدٌ کَمَا سَمَّاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَسَیَخْرُجُ مِنْ صُلْبِهٖ رَجُلٌ یُسَمّٰی بِاسْمِ نَبِیِّکُمْ یُشْبِهُهٗ فِی الْخُلُقِ وَلَا یُشْبِهُهٗ فِی الْخَلْقِ ثُمَّ ذَکَرَ قِصَّةً یَمْلَأُ الْاَرْضَ عَدْلًا۔ (رواه ابوداود ولم یذکر القصة)

اخرجه ابو داوٗد فی السنن ٤/٤٧٧ حدیث رقم ٤٢٩٠ (٢) فی المحطوطة (القرطبی)

ترجمہ: ابو اسحاق کہتے ہیں کہ ایک دن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حسن کو دیکھ کر فرمایا میرا یہ بیٹا سردار ہے جس طرح کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام سید فرمایا عنقریب اس کی پشت سے ایک آدمی ہوگا جس کا نام ہمارے پیغمبر کے نام پر ہوگا وہ اخلاق میں ان کے مشابہ ہوگا مگر صورت میں ان کے مشابہ نہ ہوگا پھر انہوں نے پورا واقعہ ذکر کیا وہ زمین کو عدل سے بھر دے گا۔ (ابوداؤد)

تشریح ۞ اِنَّ ابْنِیْ هٰذَا: اس سے مراد حضرت حسن رضی اللہ عنہ ہیں جن کے متعلق فرمایا: ابنی هذا سید ولعل الله ان یصلح به......۔

یُشْبِهُهٗ فِی الْخُلُقِ: یعنی وہ آپ ... سیرت میں تو مشا... گا ظاہری صورت میں نہیں اور بعض روایات میں ظاہری صورت میں مشابہت بھی مذکور ہے تو اس سے مراد بعض جہت ... بارے مشابہت ہے۔ یہ روایت اس بات کی صریح دلیل ہے کہ مہدی حسن ؓ حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہوگا اور جن روایات میں ان کی نسبت حضرت حسین کی طرف آئی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ ماں کی طرف سے ان کی نسبت حضرت حسین کی طرف ہوگئی۔ اس سے اہل تشیع کی یہ بات باطل ہوگئی کہ مہدی سے مراد محمد بن حسن عسکری ہے جو کہ قائم و منتظر ہے کیونکہ وہ بالاتفاق حضرت حسین کی نسل سے ہیں اور اس سے یہ بھی بات باطل ہوتی ہے کہ وہ زمین کو عدل سے بھر دے گا کیونکہ آج تک سادات حسینیہ میں کوئی ایسا شخص نہیں ہوا جس نے زمین کو عدل سے بھرا ہو پس ثابت ہوا کہ یہ بات مہدی موعود کے ہی حق میں ہے اور **لم یذکر القصة** یہ صاحب جامع الاصول کا کلام ہے اسحاق صبعی یہ کبار تابعین میں سے ہیں اور بقول شعبہ ان کی روایت ابن سیرین سے بھی افضل ہے۔

قیامت کی علامت ٹڈی دل کا خاتمہ

۲۷/۵۳۴۳ وَعَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ فُقِدَ الْجَرَادُ فِیْ سَنَةٍ مِّنْ سِنِیْ عُمَرَ الَّتِیْ تُوُفِّیَ فِیْهَا فَاهْتَمَّ بِذٰلِكَ هَمًّا شَدِیْدًا فَبَعَثَ اِلَی الْیَمَنِ رَاکِبًا اِلَی الْعِرَاقِ وَرَاکِبًا اِلَی الشَّامِ یَسْئَلُ عَنِ الْجَرَادِ هَلْ اُرِیَ مِنْهُ شَیْئًا وَاَتَاهُ الرَّاکِبُ الَّذِیْ مِنْ قِبَلِ الْیَمَنِ بِقَبْضَةٍ فَنَثَرَهَا بَیْنَ یَدَیْهِ فَلَمَّا رَاٰهَا عُمَرُ کَبَّرَ فَقَالَ

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ خَلَقَ اَلْفَ اُمَّةٍ سِتُّمِائَةٍ مِنْهَا فِي الْبَحْرِ وَاَرْبَعُ مِائَةٍ فِي الْبَرِّ فَاِنَّ اَوَّلَ هَلَاكِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ الْجَرَادُ فَاِذَا هَلَكَ الْجَرَادُ تَتَابَعَتِ الْاُمَمُ كَنِظَامِ السِّلْكِ۔ (رواه البيهقى فى شعب الايمان)

اخرجه مسلم فى صحيحه ۲۲۲۵/٤ حديث رقم (۳۹-۲۹۰۱) وابو داؤد فى السنن ٤۹۱/٤ حديث رقم ٤۳۱۱ والترمذى فى السنن ٤۱٤/٤ حديث رقم ۲۱۸۳

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جس سال ان کی وفات ہوئی تو مدینہ منورہ اور اس کے اطراف میں ٹڈی دل پیدا نہیں ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس سے بڑے غمگین ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے ایک سوار یمن اور ایک سوار عراق اور ایک سوار شام کی طرف روانہ فرمایا وہ ٹڈیوں کے بارے میں سوال کر رہے تھے کہ کیا وہاں کوئی ٹڈی دیکھی گئی تو یمن کی طرف سے آنے والا سوار مٹھی بھر ٹڈیاں لایا اور آپ کے سامنے بکھیر دیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھ کر تکبیر کہی اور کہنے لگے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار امتیں پیدا کی ہیں ان میں سے چھ سو سمندر میں رہتی ہیں اور چار سو خشکی میں رہتی ہیں ان امتوں میں سب سے پہلے ہلاک ہونے والی ٹڈی ہوگی۔ جب ٹڈیاں ہلاک ہو جائیں گی تو ان کے بعد پے در پے دوسری امتوں کی بھی ہلاکت ہوگی جیسے کہ پروئی ہوئی لڑی کا ایک دھاگہ کاٹ دیا جائے۔ (بیہقی)

تشریح ۞ **اَلْجَرَادُ:** جراد سے مراد ٹڈی دل ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جس سال وصال ہوا ٹڈیاں وہاں موجود نہیں تھیں اور یہ اس روایت کے مطابق روایت ہونے والی پہلی مخلوق ہے۔ اس کے بعد قیامت کی علامات لڑی سے لگاتار گرنے والے دانوں کی طرح مسلسل شروع ہو جائیں گی۔

بَابُ الْعَلَامَاتِ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ وَذِكْرِ الدَّجَّالِ

قیامت سے پہلے کی علامات اور دجال کا تذکرہ

علامات علامۃ کی جمع ہے۔ علامت نشانی کو کہا جاتا ہے اس باب میں قیامت کے قریب ظاہر ہونے والی بڑی بڑی علامات کا تذکرہ ہے۔ چھوٹی علامات پہلے باب میں مذکور ہو چکی ہیں۔ مناسب تو یہی معلوم ہوتا تھا کہ ظہور مہدی کا تذکرہ بھی ظہور دجال اور نزول مسیح کے ساتھ کیا جائے مگر وہ روایت جن میں مہدی کا تذکرہ ہے ان میں فتنوں اور لڑائیوں کا ذکر ہے اور ان کا ظہور بھی نزول مسیح سے پہلے ہوگا۔ اس مناسبت سے ان کا تذکرہ سابقہ باب میں کر دیا گیا وہ علامات عشرہ جن کا تذکرہ احادیث میں ہے ان کی ترتیب مختلف وارد ہوئی ہے ان کی تطبیق میں طویل کلام ہے تو ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ بڑی نشانیوں میں سے سخت ترین نشانی ظہور دجال ہے اس لئے اس کا خصوصاً تذکرہ کر دیا۔

الدجال: یہ دجل سے بنا ہے جس کا معنی حق و باطل کو خلط ملط کرنا' مکر و فریب اور دھوکہ دینا ہے اور اس کا معنی کذب اور جھوٹ بھی وارد ہوا ہے اور ان بھی اعتبار سے اس کو دجال کہا جا سکتا ہے۔ قاموس میں تفصیل ملاحظہ کر لی جائے۔

المسیح: مسیح کا لفظ مشترک ہے جب دجال کے ساتھ بولتے ہیں تو مسیح دجال بولتے ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام کے لئے مطلقًا بول دیتے ہیں۔

مسیح کا مفہوم:

مسیح کا معنی صدیق اور مساحت کرنے والا یا چھونے والا کہ ان کے چھونے سے برص والا درست ہو جاتا تھا۔ بعض نے کہا مسیح کہنے کی وجہ ان کے پاؤں کو ہموار ہونا تھا یعنی اس میں خم نہیں تھا اور دجال کو مسیح کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یا تو اس کی ایک آنکھ ممسوح تھی یعنی ہموار تھی یا اس لئے کہ اس سے خیر وخوبی صاف کر دی گئی تھی۔ دجال کو مسیح الضلالۃ بھی کہا جاتا ہے اور بعض نے کہا کہ مسیح تو عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور خاء کے ساتھ مسیخ دجال ہے مگر یہ قول غلط ہے اس کی کوئی اصل نہیں۔

الفصل الاول:

دس علامات قیامت

۱/۵۳۴۴ عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ اَسِيْدِ الْغِفَارِيِّ قَالَ اِطَّلَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْنَا وَنَحْنُ نَتَذَاكَرُ فَقَالَ مَا تَذْكُرُوْنَ قَالُوْا نَذْكُرُ السَّاعَةَ قَالَ اِنَّهَا لَنْ تَقُوْمَ حَتّٰى تَرَوْا قَبْلَهَا عَشْرَ اٰيَاتٍ فَذَكَرَ الدُّخَانَ وَالدَّجَّالَ وَالدَّابَّةَ وَطُلُوْعَ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا وَنُزُوْلَ عِيْسَى بْنِ مَرْيَمَ وَيَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ وَثَلَاثَةَ خُسُوْفٍ خَسْفٌ بِالْمَشْرِقِ وَخَسْفٌ بِالْمَغْرِبِ وَخَسْفٌ بِجَزِيْرَةِ الْعَرَبِ وَاٰخِرُ ذٰلِكَ نَارٌ تَخْرُجُ مِنَ الْيَمَنِ تَطْرُدُ النَّاسَ اِلٰى مَحْشَرِهِمْ وَفِيْ رِوَايَةٍ نَارٌ تَخْرُجُ مِنْ قَعْرِ عَدَنٍ تَسُوْقُ النَّاسَ اِلَى الْمَحْشَرِ وَفِيْ رِوَايَةٍ فِي الْعَاشِرَةِ وَرِيْحٌ تُلْقِي النَّاسَ فِي الْبَحْرِ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم في صحيحه ٢٢٢٥/٤ حديث رقم (٣٩-٢٩٠١) وابو داؤد في السنن ٤٩١/٤ حديث رقم ٤٣١١ والترمذي في السنن ٤١٤/٤ حديث رقم ٢١٨٣

ترجمہ: حضرت حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں جھانک کر دیکھا ہم اس وقت باہمی مذاکرہ کر رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کس چیز کا تذکرہ کر رہے ہو؟ ہم نے عرض کیا ہم قیامت کا تذکرہ کر رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قیامت ہرگز قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ تم اس سے پہلے دس نشانیاں نہ دیکھ لو۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ان کو اس طرح ذکر فرمایا) (۱) دھواں (۲) دجال (۳) دابۃ الارض (۴) مغرب سے سورج کا طلوع (۵) عیسیٰ علیہ السلام کا نزول (۶) یاجوج ماجوج کا خروج (۷) تین خسف جن میں سے ایک مشرق میں (۸) دوسرا مغرب میں (۹) تیسرا جزیرہ عرب میں ہوگا (۱۰) سب سے آخر میں آگ ہوگی جو یمن سے نکل کر سرزمین محشر کی طرف دھکیل دے گی اور ایک روایت میں ہے کہ قعر عدن سے نکلنے والی ایک آگ ہوگی جو لوگوں کو محشر کی زمین کی طرف ہانک لے جائے گی اور ایک روایت میں دسویں نشانی یہ ہے کہ وہ ایک خاص قسم کی ہوا ہوگی جو لوگوں کو سمندر میں ڈال دے گی۔ (مسلم)

تشریح ۞ الدُّخَانَ: یعنی ایسا دھواں جو مشرق و مغرب کو ڈھانپ لے گا اور مسلمانوں کو اس سے زکام لگ جائے گا اور کافر اس سے بدمست اور بے ہوش ہو جائیں گے۔ حضرت حذیفہ اور بعض دیگر تابعین انہوں نے سورۃ دخان کی آیت: فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ...... سے مراد بھی یہی دھواں ہے مگر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور دیگر تابعین کے نزدیک اس سے مراد وہ قحط ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آپ کی دعا سے قریش پر مسلط ہوا کہ آپ نے اس طرح دعا فرمائی تھی کہ اے اللہ! ان پر قحط مسلط فرما جیسا مصر والوں پر حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں مسلط فرمایا۔ چنانچہ قریش کے لوگ چمڑا اور مردار کھانے پر مجبور ہو گئے اور جب وہ آسمان کی طرف دیکھتے تو بھوک کی وجہ سے ضعف بصر کے سبب آسمان پر دھواں ہی دھواں نظر آتا۔ خشک سالی اور بارش کی کمی اور کثرت غبار کی صورت میں دھوئیں کی طرح اندھیرا معلوم ہوتا ہے۔

دابة الارض: یہ صفا اور مروہ کے درمیان سے مسجد حرام سے نکلے گا اللہ تعالیٰ کا ارشاد: واخرجنا لهم دابة...... اس سے مراد یہی ہے۔ شارحین نے ذکر کیا ہے کہ اس کے قد کی درازی ساٹھ ہاتھ ہوگی۔ بعض نے کہا کہ دیگر حیوانات سے اس کی خلقت مختلف ہے اور کئی حیوانات کے ساتھ اس کی مشابہت ہے۔ جبل صفا پھٹ جائے گا اور یہ جانور نکلے گا اس کے ہاتھ میں عصاء موسوی اور خاتم سلیمانی ہوگی اور اس قدر تیز ہوگا کہ کوئی شخص دوڑ میں اس کا مقابلہ نہ کر سکے گا مؤمن کے کندھے پر عصا کو مارے گا جس سے اس کے چہرے پر مؤمن کا لفظ لکھا جائے گا اور کافر کے ماتھے پر مہر کرے گا اور اس سے اس کے چہرے پر کافر لکھا جائے گا بعض نے یہ ذکر کیا دابۃ الارض کا ظہور تین مرتبہ ہوگا۔ (۱) زمانہ مہدی میں (۲) زمانہ عیسوی میں (۳) مغرب سے طلوع آفتاب کے وقت۔ کذا ذکرہ ابن الملک۔

نزول عیسیٰ ابن مریم:

یہ ظہور مہدی کے ساتھ ملا ہوا ہوگا۔ ان کا نزول دمشق کے کنارہ شرقی بیضاء پر ہوگا اور مسیح علیہ السلام دجال کو باب لد پر پہنچ کر قتل کریں گے اور شام میں ایک جگہ ہے بعض نے کہا ہے کہ فلسطین میں ہے بعض نے ان نشانات عشرہ کی ترتیب اس طرح بتلائی ہے سب سے پہلے دھواں پھر خروج دجال پھر نزول مسیح پھر خروج یاجوج و ماجوج پھر ظہور دابۃ الارض پھر مغرب سے طلوع آفتاب اور اس کی وجہ انہوں نے یہ بتائی کہ کفار زمانہ مسیح علیہ السلام میں مسلمان ہوں گے دعوت سب کی ایک ہی ہوگی۔ اگر آفتاب کا مغرب سے نکلنا یہ دجال سے پہلے ہو اور نزول مسیح سے پہلے ہو تو پھر کفار کا ایمان تو قابل قبول ہی نہیں ہوگا۔

ایک شاندار تطبیق:

اگر واؤ کو ترتیب کی بجائے مطلق جمع کے لئے لیا جائے تو پھر کسی قسم کا اعتراض وارد نہیں ہوگا کہ نزول مسیح کا طلوع آفتاب سے پہلے ہو یا طلوع آفتاب قیامت کی پہلی نشانی ہو۔ فتدبر

یاجوج ماجوج:

یہ حضرت یافث ابن نوح کی اولاد کے دو قبیلے ہیں اور یہ دونوں عجمی نام ہیں اور بعضوں نے کہا کہ یہ عربی نام ہیں۔

خسف:

ابن ملکؒ کہتے ہیں کہ خسف کئی مقامات پر ہوگا لیکن یہ بھی احتمال ہے کہ تین سے مراد مخصوص عدد نہ ہو بلکہ کئی خسف ہوں جو نہایت سخت واقع ہوں۔

وَاٰخِرُ ذٰلِكَ: یہاں شام سے مراد مبداء ہے شام کو اس قدر فراخ کر دیا جائے گا کہ جس میں سارا عالم سما جائے اور اس سے یہ بھی لازم نہیں آتا کہ آگ کا یہ ہانک کر لے جانا یہ حشر کے بعد ہوگا کہ یہ اعتراض لازم آئے کہ علامت تو قیامت سے پہلے ہے اور حشر اس کے بعد ہے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ یہ آگ سرزمین حجاز سے نکلے گی۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شاید اس سے مراد وہ آگیں ہوں جو لوگوں کو ہانک کر جمع کریں گی یا اس طرح کہا جائے گا کہ ابتداء میں اس کا نکلنا تو یمن سے ہے اور کامل ظہور اس کا حجاز سے ہوگا۔ کذا ذکرہ القرطبی۔ پھر اس روایت اور بخاری کی وہ روایت کہ جس میں یہ تذکرہ ہے کہ قیامت کی اول نشانیوں میں وہ آگ ہوگی جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف لے جائے گی۔ ان دونوں میں تطبیق اس طرح ہے کہ اس کا آخری نشانی ہونا ان مذکورہ نشانیوں کے اعتبار سے ہے اور اولیت اس لحاظ سے ہے کہ ان نشانیوں میں سے پہلی ہے جن کے بعد امور دنیا میں سے کوئی چیز نہیں ہوگی بلکہ ان کے وقوع کے ساتھ ہی نفخ صور ہوگا۔ اس کے برخلاف دیگر نشانیاں جن کا تذکرہ ہوا تو ان کے ساتھ امور دنیا بھی باقی رہیں گے۔ مختصر الفاظ میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ پہلی قسم قرب قیامت کی علامات ہیں اور دوسری قیام قیامت کی اور اول و آخر ہونا امور نسبتیہ میں سے ہے کہ اگر ایک شئی ایک چیز کے حوالہ سے اول ہے تو دوسرے کے حوالے سے آخر ہے۔

النَّاسَ: شاید یہاں الناس سے مراد کفار ہیں کہ جو آگ ان کو ملے گی وہ آندھی کے ساتھ ملی ہوئی ہوگی اور سریع التاثیر ہوگی اور وہ ان کو جلدی سے حشر میں ڈال دے گی اور یہ حشر کفار یا سقر فجار ہے جس کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ "اذا البحار سجرت" اس کے برخلاف ایمان والوں کے لئے وہ آگ فقط ڈرانے کے لئے بمنزلہ کوڑے کے ہوگی جو انہیں ہانک کر محشر کے موقف اعظم کی طرف لے جائے گی۔

چھ چیزوں کے ظہور سے پہلے عمل کر لو

۲/۵۳۲۵ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ سِتًّا الدُّخَانَ وَالدَّجَّالَ وَدَابَّةَ الْاَرْضِ وَطُلُوْعَ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا وَاَمْرَ الْعَامَّةِ وَخُوَيْصَّةَ اَحَدِكُمْ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم في صحيحه ۲۲۶۷/٤ حديث رقم (۱۲۹-۲۹٤۷) وابن ماجه في السنن ۱۳٤۸/۲ حديث رقم واحمد في المسند ۳۲٤/۲

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا چھ چیزوں کے ظہور سے پہلے اعمال میں جلدی کر لو وہ یہ ہیں (۱) دھواں (۲) دجال (۳) دابۃ الارض (۴) مغرب سے سورج کا طلوع (۵) وہ فتنہ جو عام ہو (۶) اور خاص کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔ (مسلم)

تشریح ۞ بَادِرُوْا: یعنی قیامت کی ان چھ نشانیوں کے پہنچنے سے پہلے تم اعمال میں جلدی کرلو کیونکہ ان کے ظہور کے بعد عمل دشوار ہوجائے گا یا مقبول اور معتبر نہیں ہوگا۔

اَمْرَ الْعَامَّۃِ: مراد اس سے نفس کی اور اہل و مال کی شر ہیں جو کہ ہر ایک کے ساتھ لگی ہوئی ہیں یا مراد اس سے قیامت اور خواص سے مراد موت ہے کیونکہ جب علامات سے ڈرایا گیا اس کے قیام سے ڈرایا گیا تو موت سے بھی ڈرایا گیا کیونکہ یہ عالم صغری کی قیامت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من مات فقد قامت قیامته اور فتنہ سے مراد اس روایت میں ایسا فتنہ ہے جو تمام مخلوق کو گھیر لے گا۔

مغرب سے طلوعِ شمس اور ظہور دابۃ

۳/۵۳۲۶ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اَوَّلَ الْاٰيَاتِ خُرُوْجًا طُلُوْعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا وَخُرُوْجُ الدَّابَّةِ عَلَى النَّاسِ ضُحًى وَاَيُّهُمَا مَا كَانَتْ قَبْلَ صَاحِبَتِهَا فَالْاُخْرٰى عَلٰى اَثَرِهَا قَرِيْبًا۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فى صحيحه ۲۲٦/٤ حديث رقم (۱۱۸-۲۹٤۱) واخرجه ابو داؤد فى السنن ٤٩٠/٤ حديث رقم ٤۳۱۰ واخرجه ابن ماجه فى السنن ۱۳۵۳/۲۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ پہلی نشانی جو کہ ظاہر ہوگی۔ وہ مغرب سے سورج کا طلوع ہے۔ (۲) اور چاشت کے وقت دابۃ کا لوگوں کے سامنے نکلنا ہے یا خروج دابۃ کے لفظ فرمائے جو بھی نشانی ان دونوں میں سے پہلے آئے گی دوسری اس کے قریب ہی اس کے پیچھے آئے گی۔ (مسلم)

تشریح ۞ اِنَّ اَوَّلَ: علامہ طیبیؒ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ سورج کا مشرق سے طلوع یہ پہلی نشانی نہیں ہے کیونکہ دھواں اور خروج دجال اس سے پہلے ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قیامت کی نشانیاں دو قسم کی ہیں۔ ① وہ نشانات جو قیامت کے قریب وقوع پذیر ہوں گے۔

② وہ نشانات جو وجود قیامت پر دلالت کرنے والے ہیں۔ پس قیامت کے وجود وحصول کی پہلی علامت ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہے کیونکہ یہ سب سے پہلے ہے اور دھواں اور خروج دجال اور اسی طرح کی دیگر علامات ہیں۔

اور قرب قیامت میں وقوع پذیر ہونے والی علامات میں سے سورج کا مغرب سے طلوع اور زلزلہ اور آگ کا نکلنا اور لوگوں کا محشر کی طرف لے جانا اور اس کو اول کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس سے دوسری قسم کی ابتداء ہوتی ہے اور اس کی تائید اس روایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی ہوتی ہے: لا تقوم الساعة حتى تطلع الشمس من مغربها۔

خُرُوْجُ: یہ مرفوع ہو تو اس کا عطف طلوع پر ہوگا اور وہ اول کی خبر ہے۔ پس اس سے لازم آتا ہے یہ واو کی بجائے او ہو اور ابن ملک نے واؤ کو بمعنی او قرار دیا ہے اور اس کی تائید ایک روایت سے ہوتی ہے۔ لا خروج الدابة على الناس: اور یہ روایت آپ کے قول و ایهما کے موافق ہے۔

ایهما: یعنی ان دونوں علامات کا بالکل ایک دوسرے کے قریب وقوع یقینی ہے خواہ جو بھی پہلے واقع ہو کیونکہ تقدیم وتاخیر

کی صراحت کسی صحیح روایت میں نہیں ہے خواہ خروج دابہ سے پہلے ہو یا طلوع آفتاب پہلے ہو۔

جب ایمان وعمل فائدہ نہ دے گا

۴/۵۳۲۷ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثٌ اِذَا خَرَجْنَ لَا یَنْفَعُ نَفْسًا اِیْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِیْ اِیْمَانِهَا خَیْرًا طُلُوْعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا وَالدَّجَّالُ وَدَابَّةُ الْاَرْضِ ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۱۳۸/۱ حدیث رقم (۲۴۹-۱۵۸) وابو داؤد فی السنن ۴۹۲/۴ حدیث رقم ۴۳۱۲

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین ایسی نشانیاں ہیں جب یہ ظاہر ہو جائیں تو کسی شخص کو اس کا ایمان فائدہ نہ دے گا جو پہلے ایمان نہیں لایا یا اس نے اپنے ایمان میں کوئی بھلائی نہیں کمائی۔ (ان میں سے پہلی نشانی) (۱) سورج کا مغرب سے طلوع ہونا (۲) دجال کا نکلنا (۳) دابۃ الارض کا خروج۔ (مسلم)

تشریح ۞ اِذَا خَرَجْنَ: یہاں تین نشان کے ظہور ہونے پر کافر کی کفر سے توبہ اور مؤمن کی گناہوں سے توبہ قبول نہ ہوگی کیونکہ ان کے واقع ہونے سے قیامت کا وقوع متعین ہو جائے گا اور آخرت کی احوال کا مشاہدہ ہوگا اور ایمان تو غیب کے ساتھ معتبر ہے۔ طلوع کو پہلے اس لئے ذکر کیا اس لئے کہ عدم قبولیت توبہ کا خصوصاً اسی سے تعلق ہے۔

سجودِ شمس اور اجازتِ طلوع

۵/۵۳۲۸ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِیْنَ غَرَبَتِ الشَّمْسُ اَتَدْرِیْ اَیْنَ تَذْهَبُ هٰذِهٖ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّهَا تَذْهَبُ حَتّٰی تَسْجُدَ تَحْتَ الْعَرْشِ فَتَسْتَاْذِنُ فَیُؤْذَنُ لَهَا وَ یُوْشِكُ اَنْ تَسْجُدَ وَلَا یُقْبَلُ مِنْهَا وَ تَسْتَاْذِنُ فَلَا یُؤْذَنُ لَهَا وَیُقَالُ لَهَا ارْجِعِیْ مِنْ حَیْثُ جِئْتِ فَتَطْلُعُ مِنْ مَغْرِبِهَا فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰی وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا قَالَ مُسْتَقَرُّهَا تَحْتَ الْعَرْشِ۔

(متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۲۹۷/۶ حدیث رقم ۳۱۹۹ ومسلم فی صحیحه ۱۳۸/۱ حدیث رقم (۲۵۰-۱۵۹) والترمذی فی السنن ۴۱۶/۴ حدیث رقم (۱۵۶) (۲) سورة یس آیة رقم ۳۸۔

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ سورج جب غروب ہوتا ہے تو کہاں جاتا ہے؟ میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا یہ عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے پھر اجازت مانگتا ہے تو اس کو اجازت دے دی جاتی ہے اور عنقریب اس طرح ہوگا کہ یہ سجدہ کرے گا اور وہ قبول نہیں کیا جائے گا۔ اجازت طلب کرے گا تو اجازت مرحمت نہ فرمائی جائے گی بلکہ یہ کہا جائے گا کہ تو جہاں سے آیا ہے وہیں لوٹ جا۔ چنانچہ وہ مغرب سے طلوع ہوگا چنانچہ اللہ کے اس ارشاد کا یہی مطلب ہے: وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ۔ کہ سورج اپنے مستقر کی طرف چلتا ہے اور وہ مستقر عرش کے نیچے ہے۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ فَاِنَّهَا تَذْهَبُ: بعض محققین کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے قول وجدھا تغرب الایۃ کے خلاف نہیں اس لئے کہ اس سے مراد آنکھیں جہاں تک دیکھتی ہیں اس کا آخری جگہ میں پہنچنا ہے اور سجود شمس کا تعلق تو غروب کے بعد ہے۔ اس روایت میں تو اس شخص کی تردید فرمائی گئی ہے جو یہ گمان کرتا ہے کہ اس کے مستقر سے مراد وہ انتہائی جگہ ہے جہاں وہ اپنی انتہائی بلندی میں سال کے ایک دن میں پہنچتا ہے اور یہ سلسلہ تکمیل دنیا تک اسی طرح ہوتا رہے گا۔ (یعنی اپنی سالانہ محوری گردش پوری کرتا ہے) علامہ خطابی کہتے ہیں کہ اس میں یہ احتمال ہے کہ اس کا مستقر عرش الٰہی کے نیچے ہو کہ جس کو ہمارا ناقص علم معلوم نہیں کر سکتا۔ پھر سورج اجازت طلب کرتا ہے کہ اسے طلوع کی اسی طرح اجازت دی جائے جیسا کہ وہ پہلے طلوع ہوتا ہے اور اذن مقررہ ملتا ہے۔

اَنْ تَسْجُدَ: غروب کے بعد وہاں سجدہ کرتا ہے اور اذن مانگتا ہے تو اسے اجازت مل جاتی ہے۔ تفسیر بیضاوی میں اہل فلسفہ سے متاثر ہو کر اور وجوہ بھی لکھی ہیں مگر متفق علیہ روایت نے جو تفسیر ثابت ہو وہ متعین ہے اسی کو ماننا چاہیے۔ علامہ طیبیؒ کے کلام سے بھی اس تفسیر کو تسلیم کرنے میں تنگی معلوم ہوتی ہے اعاذنا اللہ منہ (مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کا رسالہ اس روایت کی شرح میں قابل دید ہے)

دجال سب سے بڑا فتنہ

۶/۵۳۲۹ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا بَيْنَ خَلْقِ اٰدَمَ اِلٰى قِيَامِ السَّاعَةِ اَمْرٌ اَكْبَرُ مِنَ الدَّجَّالِ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم في صحيحه ٢٢٦٧/٤ حديث رقم (١٢٦-٢٩٤٦)

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ آدم علیہ السلام کی تخلیق سے لے کر قیامت کے قائم ہونے تک کوئی معاملہ دجال سے بڑھ کر نہیں۔ (مسلم)

تشریح ۞ اَمْرٌ: اس سے مراد ابتلاء، فتنہ، گمراہی اور اسباب استدراج۔

مسیح دجال کی علامت

۷/۵۳۳۰ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِاَعْوَرَ وَاِنَّ الْمَسِيْحَ الدَّجَّالَ اَعْوَرُ عَيْنِ الْيُمْنٰى كَاَنَّ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاري في صحيحه ٩٠/١٣ حديث رقم ٧١٢٣ ومسلم في صحيحه ٢٢٤٧/٤ حديث رقم (١٠٠-١٦٩) وابو داؤد في السنن ٤٩٤/٤ حديث رقم ٤٣١٦ وابن ماجه في السنن ١٣٥٣/٢ حديث رقم ٤٠٧١ واحمد في المسند ٣٣/٢۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ تم پر چھپا ہوا نہیں۔ اللہ تعالیٰ یک چشم نہیں اور مسیح دجال کی دائیں آنکھ کانی ہوگی گویا کہ اس کی آنکھ ابھرا ہوا انگور ہے۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ اِنَّ اللّٰہَ: یعنی اللہ تعالیٰ کو تم نے صفات کمالیہ سے پہچانا ہے اور شرع کے مطابق اس پر ایمان لائے ہو پس دجال کے سحر وفریب وغیرہ سے ہرگز متاثر نہ ہونا۔ یہ جملہ اگلے قول کی تمہید ہے۔

لَیْسَ بِاَعْوَرَ: اس سے مراد نقص کی نفی ہے اللہ تعالیٰ کے لئے انسانی اعضاء کا اثبات مراد نہیں کیونکہ وہ جنس انسان سے نہیں کہ اس کے لئے انسانوں جیسی آنکھیں ثابت کی جائیں چہ جائیکہ کہ وہ کانا ہو اس کی تمام صفات کمال والی ہیں جن کی کوئی مثل نہیں۔

طَافِیَۃٌ: یہ یا کے ساتھ طفو سے مشتق ہے اس کا معنی خیر کا سر پر آنا، اگر ہمزہ کے ساتھ طفوء سے مشتق ہو تو اس کا معنی آگ اور چراغ کا بجھانا۔ بے نور ہونا ہے۔

تطبیق: اس روایت اور دوسری روایت: انھالیست بناتیۃ ولا حجراء یعنی نہ اونچی نہ پست دھنسی ہوئیں کیونکہ دونوں کو اس طرح جمع کریں گے یہ دونوں آنکھوں کے اوصاف ہیں ایک اس طرح دوسری دوسرے طرح

تورپشتی کا قول:

دجال کی آنکھوں سے متعلق آپس میں متضاد صفات مذکور ہوئی ہیں جن میں موافقت ممکن نہیں۔ ایک یہ ہے کہ اس کی آنکھ طافیہ یعنی بلند ہونے والی ہے دوسری روایت میں جاحظ العین گویا اس کی آنکھ ستارہ ہے ایک اور روایت میں نہ ناتیہ اور نہ حجراء ہے۔

صورت تطبیق:

یہ اوصاف کا اختلاف دونوں آنکھوں کے لحاظ سے ہے اس کی تائید روایت ابن عمرؓ سے ہوتی ہے کہ اس کی دائیں آنکھ اعور (کانی) ہے اور روایت حذیفہ میں ممسوح العین فرمایا کہ اس پر موٹا ناخنہ ہے اور ایک بائیں آنکھ عور (کانی) ہے تو تطبیق اس طرح ہے کہ ایک آنکھ تو بالکل صاف ہے اور دوسری عیب دار ہے اسی لئے عور یا عوراء کے لفظ سے تعبیر فرمایا۔

دجال کانا کافر ہے

۸/۵۳۳۱ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ نَبِيٍّ اِلَّا قَدْ اَنْذَرَ اُمَّتَهُ الْاَعْوَرَ الْكَذَّابَ اَلَا اِنَّهُ اَعْوَرُ وَاِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِاَعْوَرَ مَكْتُوْبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ كُفْرٌ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۳/۴۱۵ حدیث رقم ۷۴۳۱ و مسلم فی صحیحه ۴/۲۲۴۸ حدیث رقم (۱۰۱-۲۹۳۳) وابو داؤد فی السنن ۴/۴۹۴ حدیث رقم ۴۳۱۶ والترمذی فی السنن ۴/۴۴۷ حدیث رقم ۲۲۴۵

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر پیغمبر نے اپنے امت کو کانے کذاب سے ڈرایا۔ خبردار بے شک وہ کانا ہے اور تمہارا رب کانا نہیں اس کی آنکھوں کے درمیان ک۔ف۔ر لکھا ہو گا۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ قَدْ اَنْذَرَ: اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ دجال کے نکلنے کا وقت نہیں اسی طرح دجال کا بھی متعین معلوم نہیں۔

اِنَّہٗ اَعْوَرُ: خدائی کا مدعی دجال میں بات بیٹھ جائے کلم الناس علی قدر عقولھم۔
ک۔ف۔ر یہ لکھا جاتا یہ ماتھے پر لکھ کر ہر امتی پر ظاہر کر دیا تا کہ وہ اسے گریزاں ہو اس کے پھندے کسی پر متعین نہیں
بس اتنی بات ظاہر ہے کہ قیامت سے پہلے نکلے گا۔ جیسا قیامت کا وقت متعین معلوم نہیں۔
تو عیب دار ہے اور ذات باری تعالیٰ تو عیوب سے مبرا ہے یہ عوام کو سمجھانے کے لئے بات فرمائی تا کہ ان کے ذھن اشا

دجال کے ساتھ اس کی جنت و دوزخ

۹/۵۳۳۲ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اُحَدِّثُکُمْ حَدِیْثًا عَنِ الدَّجَّالِ مَا حَدَّثَ بِهٖ نَبِیٌّ قَوْمَهٗ اِنَّهٗ اَعْوَرُ وَاِنَّهٗ یَجِیْءُ مَعَهٗ بِمِثْلِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ فَالَّتِیْ یَقُوْلُ اِنَّهَا الْجَنَّةُ هِیَ النَّارُ وَاِنِّیْ اُنْذِرُکُمْ کَمَا اَنْذَرَ بِهٖ نُوْحٌ قَوْمَهٗ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۷۰/٦ حدیث رقم ۳۳۳۷ ومسلم فی صحیحه ۲۲۵۰/٤ حدیث رقم (۱۰۹-۲۹۳٦)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں دجال کے متعلق وہ بات نہ بتاؤں جو کسی پیغمبر نے اپنی امت کو نہیں بتائی بلاشبہ وہ کانا ہے اور وہ اپنے ساتھ جنت جیسی اور آگ جیسی چیز لئے پھرے گا چنانچہ وہ کہے گا کہ یہ جنت ہے حالانکہ وہ آگ ہوگی میں تمہیں اس سے ڈراتا ہوں جس طرح اس کے ساتھ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ڈرایا۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ اِنَّهٗ یَجِیْءُ: بعض شارحین نے کہا کہ اس کی بات کو ماننا دوزخ کا سبب اور نہ ماننا جنت کا سبب ہے۔ مگر زیادہ ظاہر یہ ہے کہ جس کو وہ اپنی آگ میں ڈالے گا وہ اس کے لئے سلامتی والی بن جائے گی اور جس کو وہ اپنی جنت دے گا وہ اس کے لئے آگ میں بدل جائے گی جیسا فرمایا: القبر روضة من ریاض الجنة او حفرة من حفر النیران۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یا نار کونی بردًا وسلامًا علی ابراهیم ..... اسی طرح دنیا کو فرمایا یا سجن یہ عارفین کے لئے جنت بن جاتی ہے کیونکہ وہ مقام رضا پر قائم ہیں اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ۔ کہ ایک جنت دنیا میں اور ایک عقبیٰ میں اور اہل دنیا کو تو عدم حضور رب کی وجہ سے دنیا میں اسی طرح کی تازگی ہوتی ہے۔ مقصود ڈرانا تھا ایک پر اکتفاء دوسری روایات میں دوسرا بھی مذکور ہے یہاں مقدر ہے: والتی یقول انها النار هی الْجَنَّۃ: عارفین کی نگاہ میں دنیا اسی طرح ہے اس کی نعمت نقمت ہے اور نقمت نعمت ہے۔

نُوْح: تمام انبیاء علیہم السلام نے ڈرایا مگر یہ مقدم اور مشاہیر انبیاء علیہم السلام سے ہیں اس لئے ان کا نام لیا۔

دجال کی آگ ٹھنڈا پانی ہے

۱۰/۵۳۳۳ وَعَنْ حُذَیْفَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الدَّجَّالَ یَخْرُجُ وَاِنَّ مَعَهٗ مَآءً وَّنَارًا فَاَمَّا الَّذِیْ یَرَاهُ النَّاسُ مَآءً فَنَارٌ تُحْرِقُ وَاَمَّا الَّذِیْ یَرَاهُ النَّاسُ نَارًا فَمَآءٌ بَارِدٌ عَذْبٌ فَمَنْ اَدْرَكَ ذٰلِكَ

مِنْكُمْ فَلْيَقَعْ فِي الَّذِيْ يَرَاهُ نَارًا فَإِنَّهُ مَاءٌ عَذْبٌ طَيِّبٌ (متفق علیه و زاد مسلم) وَاِنَّ الدَّجَّالَ مَمْسُوْحُ الْعَيْنِ عَلَيْهَا ظَفَرَةٌ غَلِيْظَةٌ مَكْتُوْبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ كَافِرٌ يَقْرَؤُهُ كُلُّ مُؤْمِنٍ كَاتِبٌ وَغَيْرُ كَاتِبٍ۔

أخرجه البخاري في صحيحه ٦/٤٩٤ حديث رقم ٣٤٥٠ ومسلم في صحيحه ٤/٢٢٤٩ حديث رقم (١٠٥-٢٩٣٤)

(٢) في المخطوطة (حلو)۔

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بلاشبہ دجال نکلے گا اور بے شک اس کے ساتھ پانی اور آگ ہوگی پھر جس چیز کو لوگ پانی کی صورت میں دیکھیں گے وہ جلانے والی آگ ہے اور وہ جس کو لوگ آگ کی صورت میں دیکھیں گے وہ ٹھنڈا میٹھا پانی ہے پس جو شخص تم میں سے اس کو پائے تو وہ اس کی آگ میں گرے اس لئے کہ وہ ٹھنڈا میٹھا پاکیزہ پانی ہے۔ (بخاری، مسلم) مسلم کی ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ دجال کی ایک آنکھ مٹی ہوئی ہوگی اور اس پر بڑا سا ناخنا ہوگا۔ اس کی آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا ہوگا جس کو ہر پڑھا ہوا اور ان پڑھ مسلمان پڑھ لے گا۔

تشریح ۞ اِنَّ مَعَهُ مَاءً: یہاں جنت سے ان چیزوں کی تعبیر کی جو راحت پہنچانے والی پانی کے ذریعہ پیدا ہوتی ہے پہلی روایت میں ان چیزوں کی طرف رغبت دلانا اور لوگوں کا اس کی بات مان لینا مذکور ہے اور آگ سے وہ چیز مراد جو مشقت کا باعث ہو کہ جس کے ہوتے ہوئے اسے خطرہ نہ ہوگا کہ یہ میری نافرمانی کرے گا۔

فاَمَّا الَّذِيْ: اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی آگ کو ٹھنڈا کر دے گا ان لوگوں کے لئے جو اس کی جھوٹی خدائی کا انکار کریں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے نار نمرودی کو ابراہیم علیہ السلام کے لئے سلامتی والا بنا دیا اور تصدیق کرنے والا ہمیشہ اس کے فتنوں کا محل و مرکز بن جائے گا اور اس کے شعبدہ اس پر مخفی رہیں گے یا اللہ تعالیٰ اس کے پانی کو حقیقتاً آگ میں بدل دے اور اسے ہر چیز پر ہر وقت قدرت ہے۔

فَمَنْ اَدْرَكَ: پانی کا آگ ہونا حقیقت کی نگاہ کے لحاظ سے ہے یا اس کی ماہیت بدل دی جائے گی یا انجام کے لحاظ سے وہ اسی طرح ہیں۔ واللہ اعلم

تقدیر عبارت اس طرح ہے پانی کی رغبت کی وجہ سے اس کی تصدیق نہ کرے اس لئے کہ وہ پانی عذاب اور حجاب ثقیل ہے۔

مَمْسُوْحُ الْعَيْنِ: ایک آنکھ اس کی مٹی ہوئی ہوگی اور پیشانی کی طرح جگہ سپاٹ ہوگی۔ آنکھ کا ذرا نشان بھی نہ ہوگا۔

ظَفَرَةٌ: آنکھ پر اگنے والا زائد گوشت جو ناک کی جانب سے آنکھ کو ڈھانپ لے اس کو ناخنہ کہتے ہیں۔ مٹی ہوئی آنکھ پر ناخنہ ہونے کا تو کوئی مطلب نہیں پس دوسری آنکھ پر ناخنہ ہوگا تو اس صورت میں اس آنکھ پر مسوح کا اطلاق معیوب کے معنی میں ہوگا ایک روایت میں عينه عنبة طافية ابھرتے ہوئے انگور اور دوسری روایت میں اعور عين اليمنى یعنی دائیں آنکھ اور ایک روایت میں بائیں آنکھ کا ذکر ہے۔ پس عیب دار آنکھ کا مفہوم لینے سے تمام احادیث جمع ہو جائیں گی۔

دجال کے بال پشم کی طرح

۱۱/۵۲۲۴ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلدَّجَّالُ اَعْوَرُ الْعَيْنِ الْيُسْرٰى جُفَالُ الشَّعْرِ مَعَهُ جَنَّةٌ وَنَارٌ فَنَارُهُ جَنَّةٌ وَجَنَّتُهُ نَارٌ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم في صحيحه ٢٢٤٩/٤ حديث رقم (١٠٤-٢٩٣٤) وابن ماجه في السنن ١٣٥٣/٢ حديث رقم ٤٠٧١ واحمد في المسند ١١٥/٣

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دجال کی بائیں آنکھ کانی ہے اس کے بال پشم جیسے اور اس کے ساتھ اس کی جنت اور نار ہے پس اس کی آگ جنت ہے اور اس کی جنت آگ ہے۔ (مسلم)

تشریح ۞ اَعْوَرُ الْعَيْنِ: ان متعارض روایات میں درست تطبیق اسی طرح ہے کہ ایک آنکھ تو مٹی ہوئی اور دوسری عیب دار ہوگی کیونکہ عور کا معنی عیب ہے۔

۞: بعض نے کہا کچھ لوگ اس کی دائیں کو عیب دیکھیں گے جب کہ دوسرے بائیں کو اور یہ اس کی سحر کاری کی وجہ سے ہوگا کہ چیز اور کی اور نظر آتی ہے۔ ۞: راوی کے سہو سے ایسا ہوا۔ اتقن کی روایت تلاش کی جائے گی۔

دجال کے وقت کے تفصیلی حالات

۱۲/۵۴۳۵ وَعَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ قَالَ ذَكَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدَّجَّالَ فَقَالَ اِنْ يَّخْرُجْ وَاَنَا فِيْكُمْ فَاَنَا حَجِيْجُهٗ دُوْنَكُمْ وَاِنْ يَّخْرُجْ وَلَسْتُ فِيْكُمْ فَامْرُءٌ حَجِيْجُ نَفْسِهٖ وَاللّٰهُ خَلِيْفَتِيْ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ اِنَّهٗ شَابٌّ قَطَطٌ عَيْنُهٗ طَافِيَةٌ كَاَنِّيْ اُشَبِّهُهٗ بِعَبْدِ الْعُزّٰى بْنِ قَطَنٍ فَمَنْ اَدْرَكَهٗ مِنْكُمْ فَلْيَقْرَاْ عَلَيْهِ فَوَاتِحَ سُوْرَةِ الْكَهْفِ وَفِيْ رِوَايَةٍ فَلْيَقْرَاْ عَلَيْهِ بِفَوَاتِحِ سُوْرَةِ الْكَهْفِ فَاِنَّهَا جِوَارُكُمْ مِنْ فِتْنَتِهٖ اِنَّهٗ خَارِجٌ خَلَّةً بَيْنَ الشَّامِ وَالْعِرَاقِ فَعَاثَ يَمِيْنًا وَعَاثَ شِمَالًا يَا عِبَادَ اللّٰهِ فَاثْبُتُوْا قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا لُبْثُهٗ فِي الْاَرْضِ قَالَ اَرْبَعُوْنَ يَوْمًا يَوْمٌ كَسَنَةٍ وَيَوْمٌ كَشَهْرٍ وَيَوْمٌ كَجُمُعَةٍ وَسَائِرُ اَيَّامِهٖ كَاَيَّامِكُمْ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ كَسَنَةٍ اَيَكْفِيْنَا فِيْهِ صَلٰوةُ يَوْمٍ قَالَ لَا اُقْدُرُوْا لَهٗ قَدْرَهٗ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا اِسْرَاعُهٗ فِي الْاَرْضِ قَالَ كَالْغَيْثِ اِسْتَدْبَرَتْهُ الرِّيْحُ فَيَاْتِيْ عَلَى الْقَوْمِ فَيَدْعُوْهُمْ فَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ فَيَاْمُرُ السَّمَآءَ فَتُمْطِرُ وَالْاَرْضَ فَتُنْبِتُ فَتَرُوْحُ عَلَيْهِمْ سَارِحَتُهُمْ اَطْوَلَ مَا كَانَتْ ذُرًى وَاَسْبَغَهٗ ضُرُوْعًا وَاَمَدَّهٗ خَوَاصِرَ ثُمَّ يَاْتِي الْقَوْمَ فَيَدْعُوْهُمْ فَيَرُدُّوْنَ عَلَيْهِ قَوْلَهٗ فَيَنْصَرِفُ عَنْهُمْ فَيُصْبِحُوْنَ مُمْحِلِيْنَ لَيْسَ بِاَيْدِيْهِمْ شَيْءٌ مِنْ اَمْوَالِهِمْ وَيَمُرُّ بِالْخَرِبَةِ فَيَقُوْلُ لَهَا اَخْرِجِيْ كُنُوْزَكِ فَتَتْبَعُهٗ كُنُوْزُهَا كَيَعَاسِيْبِ النَّحْلِ ثُمَّ يَدْعُوْ رَجُلًا مُمْتَلِئًا شَبَابًا فَيَضْرِبُهٗ بِالسَّيْفِ فَيَقْطَعُهٗ جَزْلَتَيْنِ رَمْيَةَ الْغَرَضِ ثُمَّ يَدْعُوْهُ فَيُقْبِلُ وَيَتَهَلَّلُ وَجْهُهٗ يَضْحَكُ فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ اِذْ بَعَثَ اللّٰهُ الْمَسِيْحَ بْنَ مَرْيَمَ فَيَنْزِلُ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ شَرْقِيَّ دِمَشْقَ بَيْنَ مَهْرُوْدَتَيْنِ وَاضِعًا كَفَّيْهِ عَلٰى اَجْنِحَةِ مَلَكَيْنِ اِذَا طَاْطَاَ رَاْسَهٗ قَطَرَ وَاِذَا رَفَعَهٗ تَحَدَّرَ مِنْهُ مِثْلُ جُمَانٍ كَاللُّؤْلُؤِ فَلَا يَحِلُّ لِكَافِرٍ يَجِدُ مِنْ رِيْحِ نَفْسِهٖ اِلَّا مَاتَ وَنَفَسُهٗ يَنْتَهِيْ حَيْثُ يَنْتَهِيْ طَرْفُهٗ

فَيَطْلُبُهٗ حَتّٰى يُدْرِكَهٗ بِبَابِ لُدٍّ فَيَقْتُلُهٗ ثُمَّ يَاْتِيْ عِيْسٰى قَوْمٌ قَدْ عَصَمَهُمُ اللّٰهُ مِنْهُ فَيَمْسَحُ عَنْ وُجُوْهِهِمْ وَيُحَدِّثُهُمْ بِدَرَجَاتِهِمْ فِي الْجَنَّةِ فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ اِذَا اَوْحَى اللّٰهُ اِلٰى عِيْسٰى اَنِّيْ قَدْ اَخْرَجْتُ عِبَادًا لِّيْ لَا يَدَانِ لِاَحَدٍ بِقِتَالِهِمْ فَحَرِّزْ عِبَادِيْ اِلَى الطُّوْرِ وَيَبْعَثُ اللّٰهُ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ فَيَمُرُّ اَوَائِلُهُمْ عَلٰى بُحَيْرَةِ طَبَرِيَّةَ فَيَشْرَبُوْنَ مَا فِيْهَا وَيَمُرُّ اٰخِرُهُمْ فَيَقُوْلُ لَقَدْ كَانَ بِهٰذِهٖ مَرَّةً مَاءٌ ثُمَّ يَسِيْرُوْنَ حَتّٰى يَنْتَهُوْا اِلٰى جَبَلِ الْخَمَرِ وَهُوَ جَبَلُ بَيْتِ الْمَقْدِسِ فَيَقُوْلُوْنَ لَقَدْ قَتَلْنَا مَنْ فِي الْاَرْضِ هَلُمَّ فَلْنَقْتُلْ مَنْ فِي السَّمَاءِ فَيَرْمُوْنَ بِنُشَّابِهِمْ اِلَى السَّمَاءِ فَيَرُدُّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ نُشَّابَهُمْ مَخْضُوْبَةً دَمًا وَيُحْصَرُ نَبِيُّ اللّٰهِ وَاَصْحَابُهٗ حَتّٰى تَكُوْنَ رَاْسُ الثَّوْرِ لِاَحَدِهِمْ خَيْرًا مِّنْ مِّائَةِ دِيْنَارٍ لِاَحَدِكُمُ الْيَوْمَ فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيْسٰى وَاَصْحَابُهٗ فَيُرْسِلُ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ النَّغَفَ فِيْ رِقَابِهِمْ فَيُصْبِحُوْنَ فَرْسٰى كَمَوْتِ نَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ يَهْبِطُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيْسٰى وَاَصْحَابُهٗ اِلَى الْاَرْضِ فَلَا يَجِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ مَوْضِعَ شِبْرٍ اِلَّا مَلَاَهٗ زَهَمُهُمْ وَنَتْنُهُمْ فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيْسٰى وَاَصْحَابُهٗ اِلَى اللّٰهِ فَيُرْسِلُ اللّٰهُ طَيْرًا كَاَعْنَاقِ الْبُخْتِ فَتَحْمِلُهُمْ فَتَطْرَحُهُمْ حَيْثُ شَاءَ اللّٰهُ وَفِيْ رِوَايَةٍ تَطْرَحُهُمْ بِالنَّهْبَلِ وَيَسْتَوْقِدُ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ قِسِيِّهِمْ وَنُشَّابِهِمْ وَجِعَابِهِمْ سَبْعَ سِنِيْنَ ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ مَطَرًا لَّا يَكُنُّ مِنْهُ بَيْتُ مَدَرٍ وَّلَا وَبَرٍ فَيَغْسِلُ الْاَرْضَ حَتّٰى يَتْرُكَهَا كَالزَّلَفَةِ ثُمَّ يُقَالُ لِلْاَرْضِ اَنْبِتِيْ ثَمَرَتَكِ وَرُدِّيْ بَرَكَتَكِ فَيَوْمَئِذٍ تَاْكُلُ الْعِصَابَةُ مِنَ الرُّمَّانَةِ وَيَسْتَظِلُّوْنَ بِقِحْفِهَا وَيُبَارَكُ فِي الرِّسْلِ حَتّٰى اَنَّ اللِّقْحَةَ مِنَ الْاِبِلِ لَتَكْفِي الْفِئَامَ مِنَ النَّاسِ وَاللِّقْحَةَ مِنَ الْبَقَرِ لَتَكْفِي الْقَبِيْلَةَ مِنَ النَّاسِ وَاللِّقْحَةَ مِنَ الْغَنَمِ لَتَكْفِي الْفَخِذَ مِنَ النَّاسِ فَبَيْنَا هُمْ كَذٰلِكَ اِذْ بَعَثَ اللّٰهُ رِيْحًا طَيِّبَةً فَتَاْخُذُهُمْ تَحْتَ اٰبَاطِهِمْ فَتَقْبِضُ رُوْحَ كُلِّ مُؤْمِنٍ وَّكُلِّ مُسْلِمٍ وَيَبْقٰى شِرَارُ النَّاسِ يَتَهَارَجُوْنَ فِيْهَا تَهَارُجَ الْحُمُرِ فَعَلَيْهِمْ تَقُوْمُ السَّاعَةُ (رواہ مسلم) اِلَّا الرِّوَايَةَ الثَّانِيَةَ وَهِيَ قَوْلُهٗ تَطْرَحُهُمْ بِالنَّهْبَلِ اِلٰى قَوْلِهٖ سَبْعَ سِنِيْنَ۔ (رواہ الترمذی)

اخرجه مسلم في صحيحه ٢٢٥٠/٤ حديث رقم (١١٠-٢٩٣٧) وابو داؤد في السنن ٤٩٦/٤ حديث رقم ٤٣٢١ والترمذي في السنن ٤٤٢/٤ حديث رقم ٢٢٤٠ وابن ماجه في السنن ١٣٥٦/٢ حديث رقم ٤٠٧٥

ترجمہ: حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا اگر وہ اس وقت نکل آئے تو میں تم میں موجود ہوں میں تمہاری طرف سے اس کے خلاف جھگڑوں گا اور اگر وہ ایسے موقع پر نکلے جب کہ میں تم میں موجود نہ ہوں تو ہر شخص اپنی طرف سے جھگڑنے والا ہوگا اللہ تعالیٰ میری طرف سے ہر مسلمان کا محافظ ہے۔ وہ دجال نوجوان ہے نہایت گھنگریالے بالوں والا اس کی آنکھ ابھری ہوئی ہے گویا کہ میں اس کو عبدالعزی بن قطن سے مشابہ قرار دیتا ہوں جو شخص تم میں سے اس کو پالے تو وہ سورۂ کہف کی ابتدائی آیات اس پر پڑھے اور ایک روایت میں سورۂ کہف کی ابتدائی آیات کا تذکرہ ہے اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ یہ آیات اس کے فتنہ سے تمہاری حفاظت کرنیوالی ہیں وہ شام

وعراق کے درمیان والے راستہ سے نکلے گا اور دائیں بائیں فساد پا کر دے گا۔ اے اللہ کے بندو ثابت قدم رہنا میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ وہ زمین میں کتنا عرصہ رہے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا چالیس سال اور ایک دن ایک سال کی طرح ہوگا اور ایک دن ایک مہینے کی طرح ہوگا اور ایک دن پورے ہفتے کی طرح ہوگا اور بقیہ دن تمہارے عام دنوں کی طرح ہوں گے۔ ہم نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! وہ دن جو ایک سال کی مانند ہوگا کیا اس میں ہمیں ایک دن کی نمازیں کافی ہو جائیں گی؟ فرمایا نہیں! بلکہ تم اس کے لئے وقت کا اندازہ لگاؤ۔ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ! زمین میں اس کی تیز رفتاری کا کیا حال ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا جس طرح بادل جس کو پیچھے سے ہوا دھکیل رہی ہو چنانچہ اس کا گزر ایک قوم کے پاس سے ہوگا وہ ان کو دعوت دے گا وہ اس پر ایمان لے آئیں گے چنانچہ وہ آسمان کو حکم دے گا تو وہ ان پر بارش برسائے گا۔ زمین کو حکم دے گا تو وہ ان کے لئے کھیتیاں اگائے گی۔ ان کے چر کر آنے والے جانور شام کو لمبی کوہانوں کے ساتھ لوٹیں گے اور ان کے تھن زیادہ دودھ سے بھرے ہوئے ہوں گے اور ان کی کوکھیں زیادہ کھینچی ہوئی ہوں گی پھر اس کا گزر ایک ایسی قوم کے پاس سے ہوگا جنہیں وہ دعوت دے گا وہ اس کی بات کو رد کر دیں گے وہ ان سے لوٹ کر جائے تو صبح کے وقت وہ لوگ قحط زدہ ہو جائیں گے ان کے ہاتھوں میں ان کے اموال میں سے کوئی چیز نہ ہوگی اس کا گزر ویرانے کے پاس سے ہوگا تو وہ اسے کہے گا اپنے خزانے اگل دو تو اس کے خزانے اس طرح اس کے پیچھے چلیں گے جس طرح شہد کے پیچھے مکھیاں چلتی ہیں پھر وہ ایک آدمی کو بلائے گا جو بھرپور جوان ہوگا اس کو تلوار سے دو ٹکڑے کر دے گا اور تیر پھینکنے کے فاصلے کے برابر اس کو پھینک دے گا پھر اس کے بلائے گا تو وہ اس کی طرف متوجہ ہوگا اور اس کا چہرہ خوشی سے تمتما رہا ہوگا۔ وہ اسی حال میں ہوگا جب اللہ تعالیٰ مسیح علیہ السلام کو بھیجے گا چنانچہ وہ دمشق کے مشرقی سفید کنارے کے پاس اتریں گے وہ دو زعفرانی کپڑے پہنے ہوئے ہوں گے اور اپنے دونوں ہاتھ فرشتوں کے پروں پر رکھے ہوئے ہوں گے جب وہ اپنا سر جھکائیں گے تو اس سے پانی کے قطرے ٹپکیں گے اور جب سر کو اٹھائیں گے تو موتیوں کی طرح اس سے قطرے گریں گے کوئی کافر ایسا نہیں ہوگا جو ان کے سانس کی ہوا کو پائے اور زندہ رہے اور ان کا سانس اس مقام تک جائے گا جہاں ان کی نظر کی انتہاء ہوگی۔ آپ مسیح دجال کو تلاش کریں گے یہاں تک کہ اس کو باب لد پر پالیں گے اور اس کو قتل کر ڈالیں گے پھر عیسیٰ علیہ السلام ایسے لوگوں کے پاس آئیں گے جنہیں اللہ نے دجال سے محفوظ رکھا ہوگا آپ ان کے چہروں کو پونچھیں گے اور جنت میں ان کے درجات کی وضاحت فرمائیں گے وہ اسی دوران میں ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائیں گے کہ میں نے اپنے ایسے بندوں کو نکالا ہے جن سے لڑائی کی کسی کو طاقت نہیں۔ تم میرے بندوں کو لے کر طور کی طرف چلے جاؤ چنانچہ اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کو بھیجیں گے جو ہر ٹیلے سے پھسلتے ہوئے نظر آئیں گے ان کا پہلا گروہ بحیرہ طبریہ کے پاس سے گزرے گا وہ اس کا تمام پانی پی جائیں گے جب ان کا پچھلا گروہ آئے گا تو وہ اس طرح کہے گا یہاں بھی کسی وقت پانی تھا وہ چلتے چلتے جبل خمر تک پہنچیں گے (یہ بیت المقدس کا ایک پہاڑ ہے) وہ کہیں گے ہم نے زمین کے سب لوگوں کو قتل کر ڈالا آؤ اب آسمان والوں کو بھی قتل کریں۔ چنانچہ وہ اپنے تیر آسمان کی طرف پھینکیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے تیروں کو خون سے بھرا لت پت واپس کریں گے اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام ان کے ساتھ محصور ہوں گے اور بیل کا ایک سر وہ سو دینار سے بہتر ہوگا آج کے سو دینار تو اللہ تعالیٰ کے پیغمبر عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے اصحاب اللہ کی بارگاہ میں التجاء کریں گے چنانچہ اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج پر ان کی گردنوں میں نغف نامی بیماری پیدا کریں گے چنانچہ وہ ایک ہی صبح میں ایک ہی نفس کی طرح سب مر جائیں گے پھر اللہ کے

پیغمبر عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھ زمین پر اتریں گے زمین میں ایک بالشت بھی جگہ ایسی نہیں ہوگی جو ان کی لاشوں اور بدبو سے اٹی ہوئی نہ ہوگی پس اللہ تعالیٰ کے پیغمبر عیسیٰ علیہ السلام ان کے صحابہ اللہ کی بارگاہ میں رجوع کریں گے تو اللہ تعالیٰ ایسے پرندے بھیج دیں گے جو بختی اونٹوں کی گردنوں جیسے ہوں گے جو انہیں اٹھا کر اس جگہ پھینک دیں گے جہاں اللہ تعالیٰ چاہیں گے اور ایک روایت میں ہے کہ ان کو نہبل میں پھینک دیں گے اور مسلمان ان کی کمانیں اور نیزے اور ترکشوں سے سات سال تک آگ جلائیں گے پھر اللہ جل شانہ ایک بارش بھیجیں گے جس سے کوئی کچا اور بالوں والا گھر بھی خالی نہیں رہے گا تو اس طرح اللہ تعالیٰ زمین کو دھو ڈالیں گے یہاں تک کہ وہ شیشہ کی طرح ہو جائے گی پھر زمین کو کہا جائے گا اپنی فصلیں اگاؤ اور اپنی برکتوں سے سیراب کرو تو اس وقت ایک گروہ ایک انار کو کھائے گا اور اس کے چھلکے میں وہ سایہ لیں گے اور لوگوں کو دودھ میں برکت دی جائے گی۔ یہاں تک کہ ایک گابھن اونٹنی وہ ایک جماعت کے لئے کافی ہوگی اور ایک گابھن گائے ایک قبیلہ کے لیے کافی ہوگی اور ایک گابھن بکری ایک خاندان کے لئے کافی ہوگی وہ اسی حالت میں ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا بھیجیں گے جو ان کے بغلوں کے نیچے والے حصے کو متاثر کرے گی ہر مؤمن اور مسلم کی روح کو قبض کرلے گی اور بدترین لوگ رہ جائیں گے جو گدھے کی طرح جفتی کریں گے ان پر قیامت کا قیام ہوگا۔ یہ مسلم کی روایت ہے سوائے اسکے کہ **تطرنهم بالنهبل** سے الی **قوله سبع سنين** یہ الفاظ اس میں نہیں۔ (ترمذی)

تشریح ⊙ **انا حجيجه دونكم** :میں اس پر دلیل سے غالب آؤں گا اس سے معلوم ہوا کہ آپ اپنے ان صحابہ کرام کی جن کا کوئی مددگار نہ ہوتا دلیل وحجت سے ان کی معاونت فرماتے۔ حدیث کے دلائل اور قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ دجال کا ظہور آپ کیز مانہ سے کافی عرصہ کے بعد ہوگا اور اس روایت میں جو کچھ فرمایا گیا یہ مبالغہ اور تاکید کے لئے ہے تاکہ یہ یقین کریں کہ دجال کا ظہور یقینی ہے اگرچہ اس کا وقت مبہم ہے اور مکلفین اس کے فتنہ سے خائف رہیں۔

ولست فيكم :طیبی کہتے کہ ہر شخص تم میں سے دلائل شرعیہ عقلیہ سے اس پر غالب آئے گا یہ تو اس صورت میں ہے جب وہ دلیل سنے ورنہ مطلب یہ ہے کہ ہر شخص اپنے نفس سے اس کا شر تکذیب کر کے دفع کرے گا اور اس کی سزا والی صورت برداشت کرلے گا۔

والله خليفتي: اللہ تعالیٰ اس کا مددگار ہے وہ اس سے دجال کے شر کا ازالہ کرے گا۔ اس سے یہ ظاہر یقین والے مؤمن کا اللہ تعالیٰ مددگار ہے اگرچہ انسانوں میں سے کوئی بھی ساتھ نہ دے نہ نبی اس کے ساتھ ہو نہ امام ساتھ ہو۔ اس میں فرقہ امامیہ کے مذہب کی تردید ہے۔

انه شاب : یہ جملہ مستانفہ ہے اس میں دجال کے کچھ احوال ذکر کئے اور اس کے فتنہ کو دفع کرنے میں جو چیزیں مفید ہیں وہ ذکر فرمائیں۔

عبد العزى : عبدالعزیٰ یہ ایک یہودی کا نام ہے۔ ⊙ مگر ظاہر یہ ہے کہ یہ بنو خزاعہ کا ایک مشرک تھا جو زمانہ جاہلیت میں مرا آپ نے دجال کو اس سے تشبیہ دی اور مشابہت کا جزم وتیقن نہ تھا اسی وجہ سے فرمایا گویا میں اس کو ابن قطن سے تشبیہ دیتا ہوں اور روایات تشبیہ میں جزم منقول ہے اس صورت میں گویا کا لفظ تاکید وتقریر تشبیہ کے لئے ہے۔

فمن ادركه :سورۃ کہف کی آیت فتنہ دجال سے حفاظت کے لئے ہے اس لئے کہ ان آیات کی دلالت ذات وصفات

باری تعالیٰ پر ظاہر ہے۔ قرآن مجید کی واضح آیات اور صداقت رسول جو معجزات سے مؤید و منصور ہے وہ دجال کے خوارق عادت افعال کو ھباءً منثوراً کردیں گے اور اس کے پیروہلاکت کو دھائیاں دیں گے۔

علامہ طیبی عِشلیہ کا قول:

ان آیات کی تلاوت کرنے والا اس کے فتنہ سے اسی طرح محفوظ رہے گا جیسا کہ اصحاب کہف نے نجات وامان پائی اور دقیانوس کافر کی دقیانوسی ان کا بال بیکا نہ کرسکی۔

فَوَاتِحَ الْكَهْفِ : بعض روایات میں ان آیتوں کا سونے کے وقت بھی پڑھنا منقول ہے۔ جوار کا معنی ہمسائیگی اور امان ہے۔ بعض نسخوں میں یہ جیم کے کسرہ سے ہے جس کا معنی وہ سفارشی خط جسے مسافر بادشاہ یا اس کے نائبوں سے اس لئے حاصل کرتا ہے تاکہ اس کو روک ٹوک نہ کی جائے زیادہ فصیح لفظ جیم کے فتح کے ساتھ ہے اور حصن حصین میں اس کی مؤید روایت موجود ہیں اگر کوئی سورۃ کہف کی آخری دس آیتیں پڑھے گا اگر اسی وقت دجال نکل پڑے تو وہ اس پر اپنا تسلط نہ کر سکے گا۔ بعض روایتوں میں تو شروع کی دس آیتوں کا پڑھنا کافی قرار دیا گیا اور بعض روایات میں تین آیتوں کو بھی کافی کہا گیا ہے اور ان دونوں روایتوں میں تطبیق یہ ہے کہ تین آیتوں کا پڑھنا اس کے شر سے حفاظت کا باعث ہو اور زیادہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

اِنَّهٗ خَارِجٌ : یعنی دجال اپنا لشکر دائیں بائیں بھی پھیلائے گا اور جن شہروں میں وہ چلے گا فقط انہی کے فساد پر اکتفا نہیں کرے گا بلکہ ادھر ادھر بھی فساد مچائے گا یہاں تک کہ کوئی مؤمن اس کے فتنہ اور شر سے نہ بچ سکے گا۔

يَا عِبَادَ اللّٰهِ : یعنی اے مؤمنو! اگر تم اس زمانے میں موجود ہو اور اس وقت کو پاؤ ثابت قدم رہو یا اس سے ان ایمان والوں کو خبردار کیا گیا جو اس زمانے میں ہوں گے۔

قَالَ اَرْبَعُوْنَ يَوْمًا : ایک روایت میں چالیس برس بتلائے گئے مگر علامہ بغوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ وہ روایت مسلم کی اس روایت کے معارض نہیں بن سکتی اور بالفرض اگر وہ روایت درست ہو تو اس ٹھہرنے سے مراد اپنے اس وصف معین کے مطابق کہ اس کی خبر عالم میں پھیلے اور واضح ہو اس طرح کا ٹھہرنا مراد ہے۔

يَوْمٌ كَسَنَةٍ : صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اس میں نمازوں کا کیا حکم ہوگا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طلوع فجر کے بعد اتنا وقت گزرے جو اس کے اور ظہر کے درمیان ہوتا ہے تو اس میں ظہر پڑھی جائے گی پھر جو ظہر سے عصر تک کا وقت ہوتا ہے اس میں عصر پڑھی جائے پھر عصر سے مغرب کے مابین جتنا وقت ہوتا ہے اس میں مغرب پڑھی جائے گی اور مغرب سے عشاء کو ان کے درمیانی اوقات کے لحاظ سے پڑھا جائے گا لہٰذا اندازہ وقت کا لحاظ ہوگا اسی طرح ان ایام میں بھی جو مہینے اور ہفتے کے مطابق ہوں گے اور دن کی یہ لمبائی قادر مطلق کی قدرت میں ہر وقت شامل ہے بعض نے اس کا مجازی معنی لے کر ہجوم وغموم کی کثرت مراد لی مگر یہ قول محض مردود ہے کیونکہ صحابہ کے استفسار کا مطلب ہی یہی تھا اور بعض لوگوں نے جو اس قسم کا شبہ ظاہر کیا کہ نماز کا دارومدار تو اوقات پر ہے جب طلوع وغروب نہیں تو نمازیں کیونکر پڑھی جائیں گی۔ بظاہر اگر یہ شبہ درست بھی ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب شارح نے اس دن کا یہ مخصوص حکم مقرر کردیا تو کسی کو چوں چرا کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔ علامہ تورپشتی اور ملا علی قاریؒ نے اسی طرح جوابات دیئے ہیں جو تفصیل کا شوق مند ہو وہ مرقاۃ المصابیح کا مطالعہ کرے۔

مَا اِمْتَرَاعَهُ: آپ ﷺ نے اس کے چلنے کو بارش سے تشبیہ دی اور یہاں مراد بادل ہیں یعنی وہ زمین میں اس طرح جلدی چلے گا جس طرح بادل جلدی چلتا ہے۔

مَا كَانَتْ ذُرًى: ذری یہ ذروۃ کی جمع ہے اور اس کا معنی اونٹ کی کوہان ہے اور ہر چیز کے بلند حصے کو بھی کوہان کہہ دیا جاتا ہے۔ یہاں مراد مویشیوں کا خوب موٹا تازہ ہونا ہے اور ان کے موٹا تازہ ہونے کی وجہ سے وہ خوب دودھ دیں گے۔

ثُمَّ يَاتِي الْقَوْمَ: یعنی وہ لوگوں کو اپنی الوہیت کی طرف دعوت دے گا۔ مؤمن انکار کر دیں گے جس کی وجہ سے ابتلاء کا شکار ہوں گے مگر وہ صبر کر کے رضائے الٰہی پر راضی وشاکر ہوں گے کیونکہ ان کو نیک صالح بندوں والی صفات یعنی دین پر ثابت قدمی میسر ہوگی اور یہ سب رسول اللہ ﷺ پر ایمان کی برکت ہے۔

وَيَمُرُّ بِالْخَرِبَةِ: یعنی دجال کا گزر ویران زمین پر ہوگا اور وہ زمین کو اس کے خزانے نکالنے کا حکم دے گا چنانچہ خزانے اس کے ساتھ شہد کی مکھیوں کے سردار کی طرح چلیں گے۔

يَعَاسِيْبُ: یعسوب کی جمع ہے اور مکھیوں کے سردار کو کہا جاتا ہے زمین کے خزانے اس کے ساتھ ہوں گے۔ یہ یعسوب کا لفظ سردار کے لئے بھی بولا جاتا ہے جیسے علی المرتضیٰ سے مرفوع روایت آئی ہے۔

علی یعسوب المؤمنین والمال یعسوب المنافقین۔ کہ علی المرتضیٰ ایمان والوں کے سردار ہیں کیونکہ وہ ان کی پیروی کرتے ہیں اور مال منافقین کا سردار ہے کہ وہ اس کے پیچھے چلتے ہیں۔

نیز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مدح میں بھی منقول ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے مرثیہ میں فرمایا تھا: کنت للدین یعسوب (یعنی اے ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ تو دین کے رئیس اور سردار تھے)۔

"جو دمشق کے مشرقی جانب کے سفید منارہ پر اتریں گے"۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دمشق میں اتریں گے' جبکہ ایک روایت میں بیت المقدس میں اور ایک روایت میں اردن میں اترنا منقول ہے اور ایک روایت میں ہے کہ مسلمانوں کے اجتماع گاہ میں اتریں گے واضح رہے کہ جس روایت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بیت المقدس میں اترنا منقول ہے وہ ابن ماجہ کی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ دوسری روایتوں کے منافی نہیں ہے کیونکہ بیت المقدس' دمشق کے مشرقی جانب واقع ہے' بیت المقدس مسلمانوں کا اجتماع گاہ بھی ہے اور بیت المقدس اردن ہی کا علاقہ ہے' صرف ایک چیز رہ جاتی ہے وہ یہ کہ بیت المقدس میں سفید منارہ نہیں ہے' لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اترنے سے پہلے المقدس میں منارہ بھی بن سکتا ہے۔

بین مهزودتین (اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام زرد رنگ کے کپڑے پہنے ہوں گے) میں لفظ مہزودتین دال سے بھی منقول ہے اور ذال سے بھی اس جملہ کا حاصل یہ ہے کہ آسمان سے اترنے کے وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جسم پر جو دو کپڑے ہوں گے وہ زعفران یا عصفر سے رنگے ہوں گے۔

واذا رفعه تحدر منه مثل جمان اللؤلؤ (اور جب سر اٹھائیں گے تو ان کے بالوں سے چاندی کے دانوں کی مانند قطرے گریں گے جو موتیوں کی طرح ہوں گے) کا مطلب یہ ہے کہ ان سے ٹپکنے والے پسینہ کے قطرے اس قدر صاف اور سفید ہوں گے جیسا کہ موتیوں کی طرح چاندی کے دانے ہوتے ہیں۔ نہایہ میں لکھا ہے کہ لفظ جمان عذاب کے وزن پر ہے اور

اس کے معنی ہیں چاندی کے بنے ہوئے بڑے بڑے موتی اس کا واحد جمانۃ ہے۔ طیبیؒ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پسینہ کے قطروں کو پہلے تو بڑائی میں جمان کے ساتھ تشبیہ دی اور پھر صفائی اور خوشنمائی کے اعتبار سے جمان کو موتی کے ساتھ تشبیہ دی! اور بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ لفظ ''جمان'' میم کی تشدید کے ساتھ تو چھوٹے موتی کو کہتے ہیں اور جمان جیم کی تشدید کے بغیر ان دانوں کو کہتے ہیں جو چاندی سے بنے گئے ہوں اور یہاں یہی دوسرے معنی مراد ہیں اور حاصل یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب اپنا سر جھکائیں گے تو ان کے سر کے بالوں میں نورانی قطرے ظاہر ہوں گے اور جب سر اٹھائیں گے تو وہ قطرے ٹپک پڑیں گے یہ گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شادابی دتازگی اور ان کے جمال وطراوت سے کنایہ ہے۔

کوئی کافر ایسا نہیں ہوگا جو ان کے سانس کی ہوا کو پائے اور زندہ رہے اس جملہ سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس حکم میں خود دجال شامل کیوں نہیں ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دجال کو اس حکمت ومصلحت کے پیش نظر اس حکم سے مستثنیٰ رکھا گیا ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں قتل ہو اور وہ اس کے خون سے آلود اپنا نیزہ لوگوں کو دکھائیں تاکہ مؤمنین کے ذہن میں دجال کا ساحر وفریب کار ہونا ظاہر ہو اور اپنی آنکھوں سے اس کے فریب کا پردہ چاک ہوتے دیکھ لیں یا یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سانس کی ہوا سے کافروں کا مر جانا ان کی ایک ایسی کرامت ہوگی جو ان کے آسمان سے اترنے کے وقت یا اس کے کچھ بعد تک ظاہر رہے گی اور پھر جب وہ دجال کی طرف متوجہ ہوں گے تو یہ کرامت اٹھالی جائے گی' چنانچہ کسی کرامت کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ ہمیشہ اور ہر وقت ظاہر رہے اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ یہ کرامت ان کے معمول کے مطابق ہر آنے والے سانس کی نہیں ہوگی بلکہ اس کا تعلق صرف اس مخصوص سانس سے ہوگا جس سے کسی کافر کو مارنا مقصود ہوگا سبحان اللہ! حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اعجازی شان کے کیا کہنے' ایک وہ وقت تھا جب وہ اپنی پھونک سے مردہ کو زندہ کر دیتے تھے اور ایک وہ وقت ہوگا کہ ان کے سانس کی ہوا سے زندہ لوگ موت کے گھاٹ اتریں گے۔

لد (لام کے پیش اور دال کی تشدید کے ساتھ) شام کے ایک پہاڑ کا نام ہے اور بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ لد بیت المقدس کے ایک گاؤں کا نام ہے اور بعض حضرات کے نزدیک وہ فلسطین کے ایک گاؤں کا نام ہے۔

''حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان لوگوں کے چہروں سے گرد وغبار صاف کریں گے'' ہوسکتا ہے کہ چہروں سے گرد وغبار کا صاف کرنا اپنے ظاہری معنی پر محمول ہو کہ واقعتاً حضرت عیسیٰ از راہ لطف وکرم ان لوگوں کے چہروں سے گرد وغبار صاف کریں گے یا اس جملہ کے ذریعہ اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان لوگوں کے دلوں سے دجال کا خوف دور کریں گے اور ان کو راحت واکرام کے اسباب فراہم کر کے ان کی تعب وکلفت کو ختم کریں گے۔

یا اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ دجال کی وجہ سے طاری ہونے والا شدید خوف ان سے دور کرنے کے لئے آپ پیار اور دلاسے کے طور پر ان کے چہروں پر ہاتھ پھیریں گے۔

اِنِّی قَدْ اَخْرَجْتُ: اس سے مراد یاجوج ماجوج ہیں ان کی طاقت وقدرت کو لفظ ید سے تعبیر فرمایا کیونکہ تمام آثار قدرت میں ہاتھ کام کرتا ہے اور تثنیہ کا صیغہ مبالغ کے لئے لایا گیا ہے۔

یَمُرُّ اَوَّلُہٗ عَلٰی بُحَیْرَۃِ: یہ بحیرہ طبریہ چھوٹی ندی ہے جس کی لمبائی دس کوس ہے۔ طبریہ یہ شام کی ایک بستی کا نام ہے اور دوسروں نے کہا کہ یہ واسط کی ایک بستی کا نام ہے۔

اِلٰی جَبَلِ الْخَمَرِ: خمر کا معنی درختوں سے لپٹا ہوا یا وہ درخت جو جھنڈ والا ہو۔ درختوں کی کثرت کی وجہ سے اس پہاڑ کا یہ نام رکھا گیا۔

یَرُدُّ اللّٰہُ: یعنی آسمان کی طرف سے خون آلود تیر واپس لوٹیں گے اور یہ اللہ کی طرف سے بطور استدراج ہوگا تا کہ وہ یہ گمان کریں کہ ہم نے آسمان والوں کو بھی شکست دے دی یا احتمال یہ ہے کہ ان کے تیر کسی پرندے کو لگ کر سرخ ہو جائیں گے اس میں اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ ان کا فساد عالم سفلی اور علوی کو عادی ہوگا۔

رَأْسُ الثَّوْرِ: یعنی فاقہ اور احتیاج اس حد تک پہنچ جائے گا کہ بیل کا سر جو کہ بیل کے دوسرے اعضاء کے مقابلے میں نہایت ارزاں ہے وہ بھی سو دینار میں ملے گا تو اس کے بقیہ گوشت کا کیا حال ہوگا اور پھر مرغوب اور بیش قیمت چیزوں کی قیمت کیا ہوگی۔

فَيُرْسِلُ اللّٰهُ: النغف اونٹ اور بکری کے ناک میں پڑنے والے کیڑے کو کہا جاتا ہے اس سے قوم یاجوج ماجوج کو ہلاک کیا جائے گا۔ ان کی ہلاکت یکبارگی ہوگی جیسے دوائی سے کیڑے یکبارگی مرجاتے ہیں۔

بُخْتٍ: دراز گردن خراسانی اونٹ کو کہا جاتا ہے۔ اس میں اشارہ کر دیا اجتماعی دعا کی تاثیر نہایت سریع الاثر ہے۔

بِالنَّهْبَلِ: یہ بیت المقدس میں ایک مقام ہے بعض نے کہا اس سے مراد سورج نکلنے کی جگہ ہے۔ مشکوۃ کے نسخوں میں نون سے یہی منقول ہے مگر صاحب مجمع البحار نے کرمانی سے نقل کیا اور اس کا معنی گہرا گڑھا۔ پہاڑ زمین میں دھنس جائے۔ صاحب قاموس نے مھبل ہی نقل کیا اس کا معنی پہاڑ کی چوٹی سے گرنا۔ ترمذی حدیث دجال میں فتطرحهم بالنهبل لکھا ہے مگر یہ درست نہیں۔ صاحب مجمع البحار والا ہی درست ہے۔

يَسْتَوْقِدُ الْمُسْلِمُوْنَ: یاجوج ماجوج کی کمانیں اس قدر ہوں گی کہ شہروں اور جنگل میں کسی اور لکڑی کی ضرورت نہ ہوگی بلکہ یہی جلانے کے لئے کافی ہوں گی۔ پھر کثرت سے بارش ہوگی جس کا اثر جنگل شہر میں یکساں ہوگا۔

كُنْ: کی جمع اکنان ہے کاف کے پیش وزبر کے ساتھ ستر د پردہ کے معنی میں آتا ہے۔

جعاب: تیروں کا تھیلا۔ وَبَرٌ: اونٹ کی اون۔ مدر: مٹی کا گھر۔

الزلفه: تمبرا: سبز پیالہ۔ ۞: وہ جگہ جو صاف ہو اور پانی سے بھر جائے۔ ۞: سبز صراح۔ صدف۔ ہموار پتھر اور وہ زمین جس پر جھاڑو لگایا گیا ہو۔ بعض نے الزلقہ نقل کیا جس کا معنی شفاف پتھر، آئینہ یعنی پانی سے آئینے کی طرح صاف ہو جائے گی۔ جس سے چہرہ دکھائی دے گا۔

مِنَ الرُّمَّانَةِ: انار کو دس سے چالیس یعنی کثیر تعداد کھائے گی۔ قِحْفٌ: دماغ کی گول ہڈی۔ لکڑی کا پیالہ۔ یہ تو اصل معنی ہے۔ انار کے چھلکے کو اس سے تشبیہ دی۔ استظلال: سایہ لینا۔ الفیئام: آدمیوں کی جماعت یہاں مراد قبیلہ سے زیادہ لوگ۔ فَخِذ: اقارب کی جماعت جس کی تعداد بطن سے کم ہو اور بطن کی تعداد قبیلہ سے کم ہوتی ہے۔ فخذ بمعنی ران بھی آتا ہے۔

الرِّسْلُ: تازہ دودھ یعنی اونٹنی کے تھنوں میں بہت دودھ ہوگا۔

تَقْبِضُ: ہوا کی طرف قبض روح کی نسبت مجازی ہے۔ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقررہ فرشتے ارواح کو قبض کرتے ہیں۔ مؤمن و مسلم کے الفاظ مرادف ہیں اور ان کا علماء نے یہ تفاوت کہا ہے کہ مؤمن تصدیق قلبی کا نام ہے اور مسلم انقیاد

ظاہری والے کو کہتے ہیں یہاں مقصود تاکید و تعمیم ہے تا کہ کوئی باہر نہ رہ جائے بلکہ تمام شامل ہو جائیں۔

یَتَهَارَجُوْنَ: ہرج کا معنی جماع کرنا ہے جسے کہتے ہیں: ھرج جاریته اس نے اپنی لونڈی سے جماع کیا۔ (القاموس)
یہاں یہ جماع ہی مراد ہے کہ گدھوں کی طرح سرعام مرد عورتوں سے زنا کریں گے۔ گویا بے حیائی عام ہو جائے گی۔

عَلَیْهِم: یعنی انہی پر قیامت قائم ہوگی نہ کہ دوسروں پر اور ایک روایت میں وارد ہے کہ زمین پر قیامت اس وقت آئے گی جب اللہ کہنے والا کوئی نہ ہوگا۔

مسیح دجال کی چند استدراجات

۱۳/۵۳۳۲ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَخْرُجُ الدَّجَّالُ فَیَتَوَجَّهُ قِبَلَهٗ رَجُلٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فَیَلْقَاهُ الْمَسَالِحُ مَسَالِحُ الدَّجَّالِ فَیَقُوْلُوْنَ لَهٗ اَیْنَ تَعْمِدُ فَیَقُوْلُ اَعْمِدُ اِلٰی هٰذَا الَّذِیْ خَرَجَ قَالَ فَیَقُوْلُوْنَ لَهٗ اَوَمَا تُؤْمِنُ بِرَبِّنَا فَیَقُوْلُ مَا بِرَبِّنَا خَفَاءٌ فَیَقُوْلُوْنَ اقْتُلُوْهُ فَیَقُوْلُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ اَلَیْسَ قَدْ نَهٰكُمْ رَبُّكُمْ اَنْ تَقْتُلُوْا اَحَدًا دُوْنَهٗ فَیَنْطَلِقُوْنَ بِهٖ اِلَی الدَّجَّالِ فَاِذَا رَاٰهُ الْمُؤْمِنُ قَالَ یَا اَیُّهَا النَّاسُ هٰذَا الدَّجَّالُ الَّذِیْ ذَكَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَیَاْمُرُ الدَّجَّالُ بِهٖ فَیُشَبَّحُ فَیَقُوْلُ خُذُوْهُ وَشُجُّوْهُ فَیُوْسَعُ ظَهْرُهٗ وَبَطْنُهٗ ضَرْبًا قَالَ فَیَقُوْلُ اَوَمَا تُؤْمِنُ بِیْ قَالَ فَیَقُوْلُ اَنْتَ الْمَسِیْحُ الْكَذَّابُ قَالَ فَیُؤْمَرُ بِهٖ فَیُؤْشَرُ بِالْمِیْشَارِ مِنْ مَّفْرِقِهٖ حَتّٰی یُفَرَّقَ بَیْنَ رِجْلَیْهِ قَالَ ثُمَّ یَمْشِی الدَّجَّالُ بَیْنَ الْقِطْعَتَیْنِ ثُمَّ یَقُوْلُ لَهٗ قُمْ فَیَسْتَوِیْ قَائِمًا ثُمَّ یَقُوْلُ لَهٗ اَتُؤْمِنُ بِیْ فَیَقُوْلُ مَا ازْدَدْتُ فِیْكَ اِلَّا بَصِیْرَةً قَالَ ثُمَّ یَقُوْلُ یَا اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّهٗ لَا یَفْعَلُ بَعْدِیْ بِاَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ قَالَ فَیَاْخُذُهُ الدَّجَّالُ لِیَذْبَحَهٗ فَیُجْعَلُ مَا بَیْنَ رَقَبَتِهٖ اِلٰی تَرْقُوَتِهٖ نُحَاسًا فَلَا یَسْتَطِیْعُ اِلَیْهِ سَبِیْلًا قَالَ فَیَاْخُذُ بِیَدَیْهِ وَرِجْلَیْهِ فَیَقْذِفُ بِهٖ فَیَحْسِبُ النَّاسُ اِنَّمَا قَذَفَهٗ اِلَی النَّارِ وَاِنَّمَا اُلْقِیَ فِی الْجَنَّةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا اَعْظَمُ النَّاسِ شَهَادَةً عِنْدَ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۲۲۵۶/۴ حدیث رقم (۱۱۳-۲۹۳۸)

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب دجال نکلے گا تو اس کی طرف ایک مسلمان آدمی جائے گا اس کو دجال کے سپاہی ملیں گے اور کہیں گے تو کہاں جا رہا ہے؟ تو وہ کہے گا کہ میں اس نکلنے والے کی طرف جا رہا ہوں۔ راوی کہتا ہے کہ وہ اسے کہیں گے کیا تو ہمارے رب پر ایمان نہیں لاتا؟ تو وہ کہے گا ہمیں اپنے رب کے بارے میں کچھ خفا نہیں۔ وہ کہیں گے اسے مار ڈالو۔ پھر وہ ایک دوسرے سے کہیں گے کہ کیا تمہارے رب نے تمہیں اس کی اجازت کے بغیر قتل سے منع نہیں فرمایا؟ چنانچہ وہ اس کو لے کر دجال کے پاس جائیں گے تو مؤمن اس کو دیکھتے ہی کہے گا اے لوگو یہ تو وہی دجال ہے جس کا رسول اللہ ﷺ نے تذکرہ فرمایا۔ دجال اس کا سر زخمی کرنے کا حکم دے گا اور اس کے سر کو زخمی کر دیا جائے گا پھر اس کو وہ کہے گا اس کو پکڑو اور اس کے سر کو زخمی کر دو۔ چنانچہ اس کی پشت اور پیٹ کو مار

مار کر چوڑا کر دیا جائے گا پھر دجال اس سے پوچھے گا کہ کیا تو مجھ پر ایمان نہیں لاتا؟ تو وہ کہے گا تو مسیح کذاب ہے راوی کہتے ہیں کہ پھر اس کے بارے میں حکم دیا جائے گا اور آرے کے ساتھ اس کو سر کی چوٹی سے ٹانگوں کے درمیان تک چیر دیا جائے گا پھر ان دونوں ٹکڑوں کے درمیان دجال چلے گا پھر اسے کہے گا اٹھو وہ سیدھا کھڑا ہو جائے گا پھر دجال اسے کہے گا کہ کیا تو مجھ پر ایمان لاتا ہے تو یہ جواب دے گا تیرے متعلق میری بصیرت میں اور اضافہ ہو گیا چنانچہ وہ کہے گا اے لوگو! یہ میرے بعد یہ کسی اور شخص کے ساتھ ایسا نہ کر سکے گا۔ راوی کہتے ہیں کہ اس کو دجال پکڑے گا تا کہ اس کو ذبح کرے تو اس کی گردن سے گلے تک تانبہ بنا دیا جائے گا تو دجال اس پر کوئی اختیار نہ چلا سکے گا پھر اس کے ہاتھ پاؤں سے پکڑ کر اس کو آگ میں ڈال دیا جائے گا لوگ یہ گمان کریں گے کہ اس کو آگ میں ڈال دیا گیا ہے اور حقیقت میں اس کو جنت میں ڈالا گیا ہوگا۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کے ہاں یہ آدمی شہادت کے اعتبار سے عظیم ترین مرتبے والا ہوگا۔ (مسلم)

تشریح ۞ **فَيَتَوَجَّهُ**: بعض نے کہا کہ اس سے مراد حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔ یہ اس صورت میں ہے جب کہ ان کو زندہ تسلیم کیا جائے۔ اس میں جمہور فقہاء اور محدثین وغیرہم اور بعض صوفیاء ان کی موت کے قائل ہیں اور جمہور صوفیاء اور بعض فقہاء کہتے ہیں کہ وہ زندہ ہیں نووی نے اس کو صحیح کہا ہے۔

مَسَالِحُ: یہ مسلح کی جمع ہے اس کا معنی سرحد ہے جس کی حفاظت میں ہتھیار پہنے جاتے ہیں پھر مسلح حفاظتی آدمیوں پر اطلاق ہونے لگا جو سرحد کے محافظ ہوں یہاں یہی مراد ہیں۔

تُؤْمِنُ بِرَبِّنَا: یہ دجال کے پیروکاروں کا مقولہ ہے۔ وہ اس کے مال و جاہ کی وجہ سے اسے رب کہیں گے۔ دجال کی طرف جانے والا مسلمان کہے گا کہ ہمارے پروردگار کی ربوبیت کے دلائل رزق و قدرت وغیرہ واضح ہیں اور اس کی تمام صفات کمال والی ہیں نقصان و عیب کو تو وہاں کچھ بھی دخل نہیں اور دجال میں تو نقص و عیب ظاہر ہیں پس جس باری تعالیٰ کی ربوبیت کے دلائل اس قدر کھلے ہوں ناقص مخلوق اس کی صفات میں کیسے شریک ہو سکتی ہے۔ پس ربوبیت کا حق اسی کو ہے نہ کہ مخلوق کو۔

فَيَقُولُونَ اقْتُلُوهُ: فيوسع یہ لفظ وسع یا توسیع سے ہے۔ جس کا معنی نرم اور وسیع کرنا ہے۔ يشبح۔ کسی چیز کو چوڑا کرنا یا چت لٹانا اور اس لفظ کو شج بھی روایت کیا گیا ہے جس کا معنی سر کو زخمی کرنا ہے اور زیادہ صحیح روایت یہی ہے اور پہلی روایت کو حمیدی نے لیا اور قاضی عیاض نے بھی اس کی تصحیح کی ہے ہمارے بھی بعض علماء نے پہلے لفظ کو زیادہ صحیح قرار دیا۔

فَيُؤْشَرُ: یعنی اس آدمی کو چیر ڈالا جائے گا اور یہ لفظ ميشار یاء کے ساتھ بھی آیا ہے۔ ہمزہ یا کے ساتھ ہر صورت میں چیرنا اور پراگندہ کرنا ہی ہے اور مفرق مانگ کو کہا جاتا ہے گویا مانگ پر آرا رکھ کر دو ٹکڑے کر دیا جائے گا۔

إِنَّهُ لَا يَفْعَلُ بَعْدِي: چنانچہ وہ مومن دجال کے قوت استدراجیہ چھن جانے کی اطلاع دے گا اور لوگوں کو اس کے خوف سے مطمئن کرے گا۔ دجال دوبارہ اس کو ذبح کرنا چاہے گا مگر اللہ تعالیٰ اس کی گردن کو تانبے کی طرح سخت بنا دیں گے جس پر اس کی تلوار کام نہ کر سکے گی۔ صاحب شرح السنۃ نے معمر سے نقل کیا کہ مجھے یہ خبر پہنچی کہ اس کی گردن کی حفاظت کے لئے تانبے کا تختہ حائل کر دیا جائے گا۔

إِنَّمَا قَذَفَهُ إِلَى النَّارِ: یعنی جس کو وہ آگ میں پھینکے گا تو وہ گویا جنت کے باغوں میں سے ایک باغ میں ہوگا یا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دجال کی آگ کو اس مومن کے لئے ابراہیم علیہ السلام کی طرح ٹھنڈا اور سلامتی والا بنا دے گا۔ ظاہر میں وہ آگ ہوگی مگر اس

میں پڑھنے والا مؤمن راحت و جنت میں ہوگا۔ بہر تقدیر شروع شروع کی کچھ موتوں کے بعد جب اس مسلمان کا واقعہ پیش آئے گا تو پھر دجال کے ہاتھ سے کسی کو بھی موت نہیں آئے گی۔

هٰذَا اَعْظَمُ النَّاسِ: یعنی اس شخص کو شہادت میں بہت بڑا مرتبہ ملے گا کیونکہ اس کو ایک بار مارا گیا پھر زندہ کیا گیا پھر اس کے ذبح کی کوشش کی گئی ان تمام حالات میں وہ ثابت قدم رہا یا شہادت سے مراد اللہ کی بارگاہ میں اس کا گواہی دینا ہے۔

عرب کی تعداد دجال کے وقت کم ہوگی

۱۴/۵۳۳۷ وَعَنْ اُمِّ شَرِيْكٍ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَفِرَّنَّ النَّاسُ مِنَ الدَّجَّالِ حَتّٰى يَلْحَقُوْا بِالْجِبَالِ قَالَتْ اُمُّ شَرِيْكٍ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاَيْنَ الْعَرَبُ يَوْمَئِذٍ قَالَ هُمْ قَلِيْلٌ۔

(رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۲۲۶۶/٤ حدیث رقم (۱۲۵۔۲۹٤۵) والترمذی فی السنن ٦٨١/٥ حدیث رقم ٦٦٢/٦ ٤

ترجمہ: حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ دجال سے بھاگیں گے یہاں تک کہ وہ پہاڑوں پر جا پہنچیں گے۔ میں نے کہا یارسول اللہ! عرب اس وقت کہاں ہوں گے؟ فرمایا ان کی تعداد بہت کم ہو گی۔ (مسلم)

تشریح ۞ قَالَتْ اُمُّ شَرِيْكٍ: حضرت ام شریک نے سوال کیا عرب جن کا کام جہاد کرنا ہے اور دین سے شر و فساد کو دور کرنیوالے ہیں وہ کہاں ہوں گے تو روایت میں فان میں فاء شرط کی جزاء کے طور پر لائی گئی ہے اور شرط محذوف یہ ہے جب یہ حال ہوگا تو عرب کہاں ہوں گے۔

اُمُّ شَرِيْكٍ: یہ ام شریک انصاریہ ہیں اور دوسری ام شریک ان کا تعلق لوی بن غالب سے ہے۔

اصفہان کے یہود دجال کے پہلے پیروکار

۱۵/۵۳۳۸ وَعَنْ اَنَسٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَتْبَعُ الدَّجَّالَ مِنْ يَهُوْدِ اِصْفَهَانَ سَبْعُوْنَ اَلْفًا عَلَيْهِمُ الطَّيَالِسَةُ۔

اخرجه مسلم فی صحیحه ۲۲۶۶/٤ حدیث رقم (۱۲٤۔۲۹۲٤) وابن ماجه فی السنن ۱۳۵۹/۲ حدیث رقم ٤٠٧٧۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اصفہان کے ستر ہزار یہودی دجال کی پیروی کریں گے ان پر طیالسی جبے ہوں گے۔ (مسلم)

تشریح ۞ یہ طیلسان کی جمع ہے۔ بعض علماء نے اس روایت کو سامنے رکھ کر طیالسی چادروں کی مذمت کی ہے اور اسی طرح اس سلسلے میں ایک اور روایت جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس کو بھی انہوں نے اپنی تائید میں نقل کیا ہے۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ میں نے ایک ایسی جماعت کو دیکھا جنہوں نے طیالسی چادریں پہن رکھی تھیں اور وہ خیبر کے یہود کے مشابہ تھے مگر یہ استدلال کچھ درست نہیں کیونکہ طیالسی چادریں پہننے سے مراد چادر سے سر کو ڈھانپنا ہے یا اس کے کنارے کو سر پر ڈالنا ہے

اور کندھے پر چادر ڈالنے کو تقنع یا اقناع کہا جاتا ہے۔طیالسی چادروں کا اس زمانے میں پہننا یہود کا شعار تھا اس لئے حضرت انس نے ان کی مذمت فرمائی یا یہ وجہ ہے کہ ان چادروں کا رنگ زرد تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کا استعمال ضرورت کے پیش نظر تھا پس جمہور علماء کے نزدیک ان چادروں کا استعمال بلا کراہت جائز ہے۔چنانچہ حدیث میں وارد ہے کہ چادر سے سر ڈھانپنا یہ عرب کا لباس ہے اور اقناع یعنی کندھے پر چادر ڈالنا یہ ایمان کا پہناوا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قناع کا استعمال اور اس طرح صحابہ کرام سے کئی روایات سے ثابت ہے۔

مکہ اور مدینہ میں داخلہ دجال پر حرام

۱۲/۵۲۳۹ وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْتِي الدَّجَّالُ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْهِ اَنْ يَّدْخُلَ نِقَابَ الْمَدِيْنَةِ فَيَنْزِلُ بَعْضَ السِّبَاخِ الَّتِيْ تَلِي الْمَدِيْنَةَ فَيَخْرُجُ اِلَيْهِ رَجُلٌ وَهُوَ خَيْرُ النَّاسِ اَوْ مِنْ خِيَارِ النَّاسِ فَيَقُوْلُ اَشْهَدُ اَنَّكَ الدَّجَّالُ الَّذِيْ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيْثَهٗ فَيَقُوْلُ الدَّجَّالُ اَرَاَيْتُمْ اِنْ قَتَلْتُ هٰذَا ثُمَّ اَحْيَيْتُهٗ هَلْ تَشُكُّوْنَ فِي الْاَمْرِ فَيَقُوْلُوْنَ لَا فَيَقْتُلُهٗ ثُمَّ يُحْيِيْهِ فَيَقُوْلُ وَاللّٰهِ مَا كُنْتُ فِيْكَ اَشَدَّ بَصِيْرَةً مِّنِّي الْيَوْمَ فَيُرِيْدُ الدَّجَّالُ اَنْ يَّقْتُلَهٗ فَلَا يُسَلَّطُ عَلَيْهِ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاري في صحيحه ۱۰۱/۱۳ حديث رقم ۷۱۳۲ والترمذي ٤٤٦/٤ حديث رقم ۲۲٤۲ واحمد في المسند ۳۶/۵۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دجال آئے گا اور اس پر مدینہ کی راہوں میں داخلہ حرام ہوگا وہ مدینہ کے قریب ایک نشیبی شور یلی زمین میں اترے گا۔اس کی طرف ایک آدمی نکلے گا جو لوگوں میں بہترین ہوگا یا بہترین لوگوں سے ہوگا۔وہ کہے گا کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ تو دجال ہے جس کا تذکرہ ہمیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اس پر دجال کہے گا تم بتلاؤ کہ اگر میں اسے قتل کر کے زندہ کر دوں تو کیا میرے معاملہ میں تمہیں کوئی شک ہوگا؟ وہ کہیں گے نہیں۔پس وہ اسے قتل کر کے اسے دوبارہ زندہ کر دے گا تو وہ شخص کہے گا کہ اللہ کی قسم! آج تو تیرے متعلق مجھے اور بصیرت ملی ہے۔دجال اسے دوبارہ قتل کرنے کی کوشش کرے گا مگر وہ اس پر قدرت نہ پائے گا۔(مسلم)

تشریح ۞ هُوَ خَيْرُ النَّاسِ اَوْ مِنْ خِيَارِ النَّاسِ: یہ شک راوی کو ہے بعض لوگوں نے کہا اس سے مراد خضر علیہ السلام ہیں۔
يَقُوْلُ الدَّجَّالُ اَرَاَيْتُمْ: اگر یہ لوگ اہل شقاوت سے ہوں گے تو وہ اس کے گرویدہ اور فرمانبردار ہوں گے تو پھر اس سے مراد حقیقت کلام ہے ورنہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ خوف اور دفع الوقتی کے لئے کہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کے کلام میں توریہ اور کنایہ مانا جائے شک اور جھوٹ نہ مراد لیا جائے۔
فَيَقُوْلُ وَاللّٰهِ: یعنی میں نے تمہارا مارنا اور زندہ کرنا دیکھا تو مجھے اور یقین ہو گیا کہ تو جھوٹا ہے اور اس وجہ سے بھی کہ میں

نے اس علامت کو پالیا جس کی خبر ہمارے پیغمبر ﷺ نے دی تھی تو حاصل کلام یہ ہوا کہ مجھے تیرے جھوٹے ہونے پر ایسا یقین ہوا ہے کہ جو پہلے کبھی نہیں ہوا۔

فَیُرِیْدُ الدَّجَّالُ: روایت کے اس حصہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ دجال کا استدراج شروع شروع میں ہوگا پھر سلب ہو جائے گا اور اس کو اس پر قدرت نہ رہے گی جس چیز کا وہ ارادہ کرے گا یہ اللہ ہی کی شان ہے کہ جو چاہے اور جب چاہے کرے۔

مدینہ منورہ سے دجال کا منہ پھیر دیا جائے گا

۵۳۴۰/۱۷ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَاْتِی الْمَسِیْحُ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ ھِمَّتُہُ الْمَدِیْنَۃُ حَتّٰی یَنْزِلَ دُبُرَ اُحُدٍ ثُمَّ تَصْرِفُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَجْھَہٗ قِبَلَ الشَّامِ وَھُنَالِکَ یَھْلِکُ۔

(متفق علیہ)

اخرجہ مسلم فی صحیحہ ۲/۵۰۱۰ حدیث رقم (۱۳۸۰-۴۸۶) والترمذی فی السنن ۴/۴۶۶ حدیث رقم ۲۲۴۳۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسیح دجال مشرق کی جانب سے آئے گا اور اس کا ارادہ مدینہ طیبہ میں داخل ہونا ہوگا وہ احد کی پچھلی جانب اترے گا پھر فرشتے اس کا منہ شام کی طرف پھیر دیں گے۔ وہ وہاں ہی ہلاک ہوگا۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ ثُمَّ تَصْرِفُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَجْھَہٗ: اس میں اس کے باطل ہونے کی دلیل ہے اور اس کی عاجزی اور کمزوری کی علامت ہے کہ اس کو الٹا واپس کر دیا جائے گا اور وہ اس شہر میں داخل نہ ہو سکے گا جس میں سید کائنات ﷺ مدفون ہیں اور اس سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ وہ حرم مکی میں بطریق اولیٰ نہیں داخل ہو سکے گا۔

مدینہ میں دجال کے رعب کا اثر نہ ہوگا

۵۳۴۱/۱۸ وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَدْخُلُ الْمَدِیْنَۃَ رُعْبُ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ لَھَا یَوْمَئِذٍ سَبْعَۃُ اَبْوَابٍ عَلٰی کُلِّ بَابٍ مَلَکَانِ۔ (رواہ البخاری)

اخرجہ البخاری فی صحیحہ ۴/۹۵ حدیث رقم ۱۸۷۹

ترجمہ: حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مدینہ منورہ میں دجال کا رعب و دبدبہ مؤثر نہ ہوگا۔ اس وقت مدینہ منورہ کے سات دروازے ہوں گے اور ہر دروازے پر دو فرشتے ہوں گے۔ (بخاری)

تشریح ۞ اَبْوَابٍ عَلٰی کُلِّ بَابٍ مَلَکَانِ: یہ فرشتے دجال کو مدینہ منورہ میں داخلے سے روکیں گے۔ علامہ سیوطیؒ لکھتے ہیں کہ عام لوگوں کی زبان پر یہ بات معروف ہے کہ وفات رسول اللہ ﷺ کے بعد جبریل علیہ السلام زمین پر نہیں اترتے اس بات کی کوئی اصل نہیں اور اس کے باطل ہونے کا ثبوت اس روایت سے ملتا ہے جس کو طبرانی نے نقل کیا کہ جبریل علیہ السلام ہر مرنے والے کی موت پر حاضر ہوتے ہیں۔ اسی طرح وضو کرنے کے موقع پر اس کو ابونعیم نے روایت کیا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دجال کا گزر مدینہ کے پاس سے ہوگا تو اچانک وہ ایک عظیم مخلوق کو پائے گا تو ان سے پوچھے گا کہ تم کون لوگ ہو؟ تو وہ

جواب دے گا کہ میں جبریل ہوں اور میں نے حرم مدینہ میں پہنچا ہے تاکہ تجھے وہاں داخلے سے منع کروں۔

تمیم داری کے بیان پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ

۱۹/۵۳۴۲ وَعَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ قَالَتْ سَمِعْتُ مُنَادِيَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنَادِي الصَّلٰوةُ جَامِعَةٌ فَخَرَجْتُ اِلَى الْمَسْجِدِ فَصَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَضٰى صَلَاتَهُ جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَهُوَ يَضْحَكُ فَقَالَ لِيَلْزَمْ كُلُّ اِنْسَانٍ مُصَلَّاهُ ثُمَّ قَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ لِمَ جَمَعْتُكُمْ قَالُوْا اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ اِنِّيْ وَاللّٰهِ مَا جَمَعْتُكُمْ لِرَغْبَةٍ وَلَا لِرَهْبَةٍ وَلٰكِنْ جَمَعْتُكُمْ لِاَنَّ تَمِيْمًا الدَّارِيَّ كَانَ رَجُلًا نَصْرَانِيًّا فَجَاءَ وَاَسْلَمَ وَحَدَّثَنِيْ حَدِيْثًا وَافَقَ الَّذِيْ كُنْتُ اُحَدِّثُكُمْ بِهٖ عَنِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ حَدَّثَنِيْ اَنَّهٗ رَكِبَ فِيْ سَفِيْنَةٍ بَحْرِيَّةٍ مَعَ ثَلَاثِيْنَ رَجُلًا مِّنْ لَخْمٍ وَجُذَامٍ فَلَعِبَ بِهِمُ الْمَوْجُ شَهْرًا فِي الْبَحْرِ فَاَرْفَؤُوْا اِلٰى جَزِيْرَةٍ حِيْنَ تَغْرُبُ الشَّمْسُ فَجَلَسُوْا فِيْ اَقْرُبِ السَّفِيْنَةِ فَدَخَلُوا الْجَزِيْرَةَ فَلَقِيَتْهُمْ دَابَّةٌ اَهْلَبُ كَثِيْرُ الشَّعْرِ لَا يَدْرُوْنَ مَا قُبُلُهٗ مِنْ دُبُرِهٖ مِنْ كَثْرَةِ الشَّعْرِ قَالُوْا وَيْلَكِ مَا اَنْتِ قَالَتْ اَنَا الْجَسَّاسَةُ قَالُوْا وَمَا الْجَسَّاسَةُ قَالَتْ اَيُّهَا الْقَوْمُ انْطَلِقُوْا اِلٰى هٰذَا الرَّجُلِ فِي الدَّيْرِ فَاِنَّهٗ اِلٰى خَبَرِكُمْ بِالْاَشْوَاقِ قَالَ لَمَّا سَمَّتْ لَنَا رَجُلًا فَرِقْنَا مِنْهَا اَنْ تَكُوْنَ شَيْطَانَةً قَالَ فَانْطَلَقْنَا سِرَاعًا حَتّٰى دَخَلْنَا الدَّيْرَ فَاِذَا فِيْهِ اَعْظَمُ اِنْسَانٍ مَا رَاَيْنَاهُ قَطُّ خَلْقًا وَاَشَدُّهٗ وِثَاقًا مَجْمُوْعَةٌ يَدَاهُ اِلٰى عُنُقِهٖ مَا بَيْنَ رُكْبَتَيْهِ اِلٰى كَعْبَيْهِ بِالْحَدِيْدِ قُلْنَا وَيْلَكَ مَا اَنْتَ قَالَ قَدْ قَدَرْتُمْ عَلٰى خَبَرِيْ فَاَخْبِرُوْنِيْ مَا اَنْتُمْ قَالُوْا نَحْنُ اُنَاسٌ مِّنَ الْعَرَبِ رَكِبْنَا فِيْ سَفِيْنَةٍ بَحْرِيَّةٍ فَلَعِبَ بِنَا الْبَحْرُ شَهْرًا فَدَخَلْنَا الْجَزِيْرَةَ فَلَقِيَتْنَا دَابَّةٌ اَهْلَبُ فَقَالَتْ اَنَا الْجَسَّاسَةُ اِعْمِدُوْا اِلٰى هٰذَا فِي الدَّيْرِ فَاَقْبَلْنَا اِلَيْكَ سِرَاعًا وَفَزِعْنَا مِنْهَا وَلَمْ نَاْمَنْ اَنْ تَكُوْنَ شَيْطَانَةً فَقَالَ اَخْبِرُوْنِيْ عَنْ نَخْلِ بَيْسَانَ قُلْنَا عَنْ اَيِّ شَاْنِهَا تَسْتَخْبِرُ قَالَ اَسْاَلُكُمْ عَنْ نَخْلِهَا هَلْ تُثْمِرُ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ اَمَا اِنَّهَا تُوْشِكُ اَنْ لَّا تُثْمِرَ قَالَ اَخْبِرُوْنِيْ عَنْ بُحَيْرَةِ الطَّبَرِيَّةِ قُلْنَا عَنْ اَيِّ شَاْنِهَا تَسْتَخْبِرُ؟ قَالَ هَلْ فِيْهَا مَاءٌ قُلْنَا هِيَ كَثِيْرَةُ الْمَاءِ قَالَ اَمَا اِنَّ مَاءَهَا يُوْشِكُ اَنْ يَّذْهَبَ قَالَ اَخْبِرُوْنِيْ عَنْ عَيْنِ زُغَرَ قُلْنَا عَنْ اَيِّ شَاْنِهَا تَسْتَخْبِرُ؟ قَالَ هَلْ فِي الْعَيْنِ مَاءٌ وَهَلْ يَزْرَعُ اَهْلُهَا بِمَاءِ الْعَيْنِ قُلْنَا نَعَمْ هِيَ كَثِيْرَةُ الْمَاءِ وَاَهْلُهَا يَزْرَعُوْنَ مِنْ مَّاءِهَا قَالَ اَخْبِرُوْنِيْ عَنْ نَبِيِّ الْاُمِّيِّيْنَ مَا فَعَلَ قُلْنَا قَدْ خَرَجَ مِنْ مَّكَّةَ وَنَزَلَ يَثْرِبَ قَالَ اَقَاتَلَهُ الْعَرَبُ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ كَيْفَ صَنَعَ بِهِمْ فَاَخْبَرْنَاهُ اَنَّهٗ قَدْ ظَهَرَ عَلٰى مَنْ يَّلِيْهِ مِنَ الْعَرَبِ وَاَطَاعُوْهُ قَالَ اَمَا اِنَّ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّهُمْ اَنْ يُّطِيْعُوْهُ وَاِنِّيْ مُخْبِرُكُمْ عَنِّيْ اِنِّيْ اَنَا الْمَسِيْحُ الدَّجَّالُ وَاِنِّيْ يُوْشِكُ اَنْ يُّؤْذَنَ لِيْ فِي الْخُرُوْجِ فَاَخْرُجَ فَاَسِيْرَ فِي الْاَرْضِ فَلَا

اَدَعُ قَرْيَةً اِلَّا هَبَطْتُهَا فِي اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً غَيْرَ مَكَّةَ وَطَيْبَةَ هُمَا مُحَرَّمَتَانِ عَلَيَّ كِلْتَا هُمَا كُلَّمَا اَرَدْتُّ اَنْ اَدْخُلَ وَاحِدًا مِنْهُمَا اِسْتَقْبَلَنِي مَلَكٌ بِيَدِهِ السَّيْفُ صَلْتًا يَصُدُّنِي عَنْهَا وَاِنَّ عَلَى كُلِّ نَقْبٍ مِنْهَا مَلٰئِكَةً يَحْرُسُوْنَهَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَطَعَنَ بِمِخْصَرَتِهِ فِي الْمِنْبَرِ هٰذِهِ طَيْبَةُ هٰذِهِ طَيْبَةُ هٰذِهِ طَيْبَةُ يَعْنِي الْمَدِيْنَةَ اَلَا هَلْ كُنْتُ حَدَّثْتُكُمْ فَقَالَ النَّاسُ نَعَمْ اِلَّا اَنَّهُ فِي بَحْرِ الشَّامِ اَوْ بَحْرِ الْيَمَنِ لَا بَلْ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ مَا هُوَ وَاَوْمَأَ بِيَدِهِ اِلَى الْمَشْرِقِ ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم في صحيحه ٢٢٦١/٤ حديث رقم (١١٩-٢٩٤٢) وابو داوٗد في السنن ٥٠٠/٤ حديث رقم ٤٣٢٦ والترمذي ٥٢١/٤ حديث رقم ٢٢٥٣

ترجمہ: حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کے منادی کو یہ اعلان کرتے سنا: **الصلوۃ جامعۃ**۔ جماعت تیار ہے تو یہ سن کر میں مسجد کی طرف گئی میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی جب آپ اپنی نماز سے فارغ ہوئے تو آپ منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔ اس وقت آپ کے چہرہ مبارک پر تبسم تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہر شخص اپنی نماز کی جگہ بیٹھا رہے۔ پھر فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ ہم نے تمہیں کیوں جمع کیا؟ سب نے یک زبان ہو کر کہا اللہ اور اس کا رسول ہی جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہم نے تمہیں بشارت و انذار کے لئے جمع نہیں کیا مگر اس لئے جمع کیا ہے کہ تمیم داری ایک عیسائی تھا۔ وہ آ کر مسلمان ہوا اور اس نے ہم کو ایک ایسی خبر دی جو اس کے موافق ہے جو ہم تمہیں مسیح دجال کے متعلق بتلایا کرتے تھے۔ اس نے اطلاع دی کہ وہ قبیلہ لخم و جذام کے تیس آدمیوں کے ساتھ دریائی جہاز میں سوار ہوئے۔ ایک ماہ تک موج سمندر میں ان سے کھیلتی رہی۔ غروب آفتاب کے وقت ایک دن ان کو ایک جزیرہ کے قریب پہنچا دیا پھر وہ چھوٹی کشتی میں بیٹھ کر جزیرہ میں داخل ہوئے۔ جو کہ بڑی کشتی کے ساتھ تھی تو وہاں ان کو بہت زیادہ بالوں والا ایک جانور ملا۔ بالوں کی کثرت کے سبب اس کا اگلا پچھلا حصہ یکساں معلوم ہوتا تھا۔ وہ پہچانا نہیں جا سکتا تھا۔ لوگوں نے حیرت زدہ ہو کر اسے کہا تیری خرابی ہو۔ تو کون ہے؟ اس چوپایہ نے جواب دیا میں جاسوس ہوں اور خبر پہنچانے والا ہوں تم لوگ اس گرجے میں جاؤ کیونکہ وہ تمہاری خبروں کا شوق مند ہے۔ تمیم داری کہتے ہیں کہ جب اس نے ہم سے ایک آدمی کا نام لیا تو ہمیں خوف ہوا کہ یہ تو خبیث (جن) ہے۔ بہر حال ہم تیز چل کر اس گرجے میں داخل ہو گئے تو ہم نے وہاں ایک بہت بڑا بھاری بھر کم آدمی پایا جو کہ نہایت خوفناک تھا۔ اس جیسی شکل و شباہت کا آدمی ہم نے کبھی نہ دیکھا تھا۔ وہ نہایت مضبوط بندھا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ گردن سے بندھے ہوئے تھے اور گھٹنوں سے ٹخنوں تک لوہے سے جکڑا ہوا تھا۔ ہم نے اس سے دریافت کیا تو برباد ہو! بتاؤ کہ تم کون ہو؟ وہ کہنے لگا تم نے میری خبر پر تم نے اطلاع پالی ہے۔ تم بتلاؤ کہ تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے کہا ہم عرب کے لوگ ہیں۔ ہم سمندری جہاز میں سوار ہوئے تو ایک ماہ تک سمندر کی موجوں نے کنارہ پر نہ لگنے دیا پھر ہم اس جزیرہ میں پہنچ کر اس میں داخل ہوئے تو ہمیں ایک بڑے بالوں والا جانور ملا۔ ہم نے اس سے دریافت کیا کہ تو کون ہے؟ اس نے بتلایا کہ میں جاسوس ہوں اس نے ہمیں کہا کہ تم اس کلیسا کی طرف جاؤ تو ہم دوڑتے ہوئے تیری طرف آ گئے۔ اس نے کہا مجھے بیسان کے باغ کی اطلاع دو کیا وہ ابھی پھل دے رہا ہے۔ ہم نے کہا جی ہاں۔ اس نے کہا عنقریب ایک ایسا وقت آئے گا جب پھل نہ دے گا۔ اس نے کہا مجھے بحیرہ طبریہ کے متعلق بتلاؤ۔ کیا

اس میں پانی موجود ہے۔ہم نے کہا اس میں کثرت سے پانی موجود ہے۔اس نے کہا قریب ہے کہ اس کا پانی خشک ہو جائے۔پھر وہ کہنے لگا مجھے چشمہ زغر کے متعلق بتلاؤ کہ کیا اس چشمہ میں پانی موجود ہے اور کیا وہاں کے باشندے کھیتی باڑی کر رہے ہیں؟ ہم نے کہا اس میں بہت پانی ہے اور اس کے باشندے اس کے پانی سے خوب کھیتی باڑی کر رہے ہیں۔اس نے کہا مجھے ان پڑھ لوگوں کے پیغمبر کی خبر دو کہ انہوں نے کیا کیا؟ ہم نے کہا وہ مکہ سے تشریف لے جا کر یثرب میں قیام پذیر ہیں۔وہ کہنے لگا کیا عرب نے ان سے جنگ کی؟ ہم نے کہا جی ہاں۔اس نے کہا ان کے ساتھ نبی نے کیا سلوک کیا؟ ہم نے بتلایا کہ وہ متصل عرب پر غالب آ گئے ہیں اور عرب نے ان کی اطاعت کر لی ہے۔اس نے کہا عربوں کو ان کی اطاعت ہی بہتر ہے اور میں تمہیں اپنے متعلق بتلاتا ہوں کہ میں مسیح دجال ہوں اور اگر مجھے نکلنے کی اجازت دی جائے تو میں نکل کر ساری زمین میں چلوں گا اور مجھ سے کوئی بستی بھی نہ بچ سکے گی۔مگر وہاں صرف چالیس دن اتروں گا سوائے مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے کیونکہ وہ دونوں بستیاں مجھ پر حرام ہیں۔جب بھی میں ان میں سے کسی میں داخلہ چاہوں گا تو میرے سامنے ایک فرشتہ آ جائے گا جس کے ہاتھ میں ننگی تلوار ہوگی وہ مجھے وہاں سے روک دے گا اور ان کے ہر راستہ پر فرشتے ان کی حفاظت کرتے ہوں گے۔جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا عصا منبر پر مار کر فرمایا۔یہ ہے مدینہ،یہ ہے مدینہ تم بتلاؤ کہ کیا ہم نے تمہیں خبریں بتلا دی ہیں۔لوگوں نے کہا جی ہاں! پھر فرمایا خبردار! وہ شام یا یمن کے جنگل میں ہے نہیں بلکہ وہ مشرق کی جانب ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے مشرق کی طرف اشارہ کیا۔ (مسلم)

تشریح ☼ **اَلصَّلٰوةُ جَامِعَةٌ**: یہ کلمہ نماز کی طلب اور ترغیب کے لئے کہا جاتا ہے تاکہ لوگ جمع ہوں جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں نماز کسوف اور خسوف کے لئے یہ طریقہ جاری تھا۔

فَلَمَّا قَضٰی صَلَاتَهٗ: فرض نماز یا نفل اور ان کا نماز کے لئے نکلنا شاید ممانعت سے پہلے ہو یا رات کے موقع پر ہو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ میں نے یہ پسند کیا کہ تم کو تمیم داری کی بات زیادتی یقین کے لئے سنا دوں اور تاکہ وہ بات آنکھوں دیکھی کی طرح ہو جائے۔یہ تمیم داری یہ عبدالدار کی طرف منسوب ہیں۔یہ ۹ھ میں مسلمان ہوئے اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مسجد میں منبر بنوایا اور مسجد نبوی میں روشنی کا انتظام کیا۔یہ قراء صحابہ میں سے ہیں۔

حَدَّثَنِیْ اَنَّهٗ رَكِبَ فِیْ سَفِیْنَةٍ: سفینہ کے ساتھ بحریہ کی قید لگانے کا مقصد یہ ہے تاکہ اس سے کوئی مجازی معنی محمول نہ کر لے اس لئے کہ اونٹ کو سفینۃ البر کہا جاتا ہے اور بعض نے کہا کہ یہ قید اس لئے لگائی تاکہ اس کو چھوٹی کشتی نہ سمجھا جائے بلکہ بڑی کشتی سمجھا جائے جو سمندروں میں چلا کرتی ہے۔یہ لخم و جذام دو قبائل کے نام ہیں ان کے تیس آدمی اس کشتی میں سوار تھے موجوں نے ایک ماہ پریشان کرنے کے بعد ان کو کسی اور جزیرے میں پھینک دیا۔قارب چھوٹی کشتی کو کہا جاتا ہے اور ساحل پر جانے کے لئے بڑی کشتیوں کے ساتھ کوتل گھوڑوں کی طرح چھوٹی کشتیاں رکھی جاتی ہیں تاکہ کنارے پر رابطے میں سہولت ہو سکے۔چنانچہ پانی کے ایک گھاٹ سے وہ جزیرے میں داخل ہو گئے۔

قَالَتْ اَنَا الْجَسَّاسَةُ: یہ نام اس کا اس لئے رکھا کہ وہ دجال کو خبریں پہنچاتا تھا۔انہوں نے وہاں ایک دیر دیکھا دیر سے یہاں محل مراد ہے ویسے دیر کا لفظ نصاریٰ کی عبادت گاہ یا راہب کی رہائش گاہ پر بھی بولا جاتا ہے۔

حَتّٰی دَخَلْنَا الدَّیْرَ فَاِذَا فِیْهِ: وہاں ہم نے ایک انسان کو دیکھا اسی انسان کی صفت را بناہ قط خلقا سے کی ہے کہ ہم نے اس

جیسا انسان کبھی نہیں دیکھا تھا جو کہ خلقت کے لحاظ سے اتنا بڑا ہو اور بعض نے اس کو اس شخص سے احتراز قرار دیا ہے جس کو انہوں نے نہیں دیکھا یا اس طرح کہہ لیں کہ وہ خلقت کے اعتبار سے ایسا خوفناک تھا کہ ہم نے ایسا خوفناک انسان کبھی نہیں دیکھا اگر چہ وہ آدمیوں کی جنس سے تھا مگر جس کیفیت سے وہ تھا وہ عام آدمیوں کی کیفیت سے مختلف تھی اس لئے اس کی ماہیت میں شک کرتے ہوئے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں تمہیں بتاتا ہوں تو وہ اگر چہ ان کے بارے میں جانتا تھا کہ یہ انسان ہیں مگر ان کی اتباع میں اس نے بھی سوال کیا کہ تم کون ہو۔

اَخْبِرُوْنِیْ عَنْ نَخْلِ بَیْسَانَ: بیسان یہ شام کی بستی کا بھی نام ہے اور یمامہ کی ایک بستی کا نام بھی ہے۔ صاحب مشارق نے تو اسے حجاز کی بستی قرار دیا مگر دیگر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شام کے علاقے کا بیسان مراد ہے اور بیسان میں کھجوروں کا پھل نہ دینا یہ قرب قیامت کی نشانیوں میں سے ایک ہے۔

بُحَیْرَۃِ الطَّبَرِیَّۃِ: طبریہ یہ اردن کا ایک قصبہ ہے اور بحیرہ یہ بحر کی تصغیر ہے یعنی طبریہ کا چھوٹا سا دریا۔ مشہور عالم حدیث علامہ طبرانی وہ اسی گاؤں کے رہنے والے تھے۔

عَیْنِ زُغَرَ: یہ زفر کے وزن پر ہے یہ شام کا ایک شہر ہے جہاں فصلیں وغیرہ کم ہوتی تھیں۔

نَبِیِّ الْاُمِّیِّیْنَ: اہل عرب نے آپ ﷺ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ یہ یہود کے اس اعتقاد کے مطابق کہا جو وہ کہا کرتے تھے کہ سید المرسلین کی نبوت تو فقط عرب والوں کے لئے ہے اور اس نے یہ طعن کے لئے کہا کہ وہ تو ناداں اور جاہلوں ہی کے پیغمبر ہیں اور یہود کا اعتقاد یہی تھا۔ اس نے آپ ﷺ کی فضیلت کا اعتراف کرتے ہوئے یا مجبوری کی وجہ سے یا اس وجہ سے کہ ابھی اس کو اپنے کفر وانکار ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں یا اپنے کفر کو پوشیدہ رکھنے کے لئے یہ بات کہی کہ ان کو مان لینے میں ان کی خیر ہے اور خیر سے مراد دنیا کی خیر بھی لی جاسکتی ہے۔

اِنِّیْ مُخْبِرُکُمْ: اس نے بتایا کہ میں مسیح دجال ہوں مدینہ کو اس نے طیبہ کے لفظ سے ذکر کیا اس کو اس کے ناپاک قدموں سے محفوظ رکھا جائے گا۔ آپ ﷺ نے یہ طیبہ کا لفظ تین مرتبہ فرمایا تاکہ مدینہ منورہ کی فضیلت اور امتیاز دوسرے مقامات کے مقابلے میں ظاہر ہو۔

وَطَعَنَ بِمِخْصَرَتِہٖ: آپ نے اپنی چھڑی کو منبر پر خوشی سے مارا۔

مَا ھُوَ: اس میں ما زائدہ ہے اور صلہ کلام کے طور پر آیا ہے نافیہ نہیں چونکہ حق تعالیٰ نے قیامت کے قائم ہونے سے پہلے قیامت کے وقت معین کی اطلاع نہیں دی اس طرح اس کی علامات کے ظاہر ہونے کے اوقات بھی نہیں بتائے بعینہ یہاں آپ نے دجال کے محبوس ہونے کی جگہ تین مقامات میں متردد اور مبہم رکھی اور آخر میں غلبہ ظن کے طور پر بغیر کسی تعین کے فرمایا وہ اس طرف ہے لیکن جگہ مخصوص نہیں فرمائی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے احتمال کی نفی ہے اور تیسرے احتمال کا اثبات ہے۔

اَنَّہٗ لَاِبَلٍ مِنَ الْمَشْرِقِ: اور یہ بھی ممکن ہے کہ جگہوں میں منتقل ہونے کی وجہ سے ایک جگہ کی تعین نہیں فرمائی۔ علامہ تورپشتی کہتے ہیں اس میں یہ احتمال ہے کہ اس میں ان کی اطلاع ہو کہ وہ اس جانب ہے یا اس جانب سے نکلے گا۔ بعض نے کہا آپ ﷺ کو اس کی جگہ کے بارے میں تعین نہیں تھی تینوں جگہوں میں سے کسی ایک جگہ کا گمان تھا۔ تو تمیم داری نے شام کے دریا اور یمن کے دریا کا ذکر کیا تو آپ کو ظن غالب یا بذریعہ وحی کے یہ معلوم ہوا کہ وہ جانب مشرق ہے پس اس طرح پہلی دونوں

جانبوں کی نفی کردی اور ان سے اعراض کرتے ہوئے تیسری جگہ کو ثابت کیا۔

خواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دونوں مسیح کو دیکھنا

۲۰/۵۳۴۴ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاَيْتُنِي اللَّيْلَةَ عِنْدَ الْكَعْبَةِ فَرَاَيْتُ رَجُلًا اٰدَمَ كَاَحْسَنِ مَا اَنْتَ رَاءٍ مِنْ اُدْمِ الرِّجَالِ لَهٗ لِمَّةٌ كَاَحْسَنِ مَا اَنْتَ رَاءٍ مِنَ اللِّمَمِ قَدْ رَجَّلَهَا فَهِيَ تَقْطُرُ مَاءً مُتَّكِئًا عَلٰى عَوَاتِقِ رَجُلَيْنِ يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ فَسَاَلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالُوْا هٰذَا الْمَسِيْحُ بْنُ مَرْيَمَ قَالَ ثُمَّ اِذَا اَنَا بِرَجُلٍ جَعْدٍ قَطَطٍ اَعْوَرِ الْعَيْنِ الْيُمْنٰى كَاَنَّ عَيْنَهٗ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ كَاَشْبَهِ مَنْ رَاَيْتُ مِنَ النَّاسِ بِابْنِ قَطَنٍ وَاضِعًا يَدَيْهِ عَلٰى مَنْكِبَيْ رَجُلَيْنِ يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ فَسَاَلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالُوْا هٰذَا الْمَسِيْحُ الدَّجَّالُ (متفق عليه وفي رواية قال) فِي الدَّجَّالِ رَجُلٌ اَحْمَرُ جَسِيْمٌ جَعْدُ الرَّاْسِ اَعْوَرُ عَيْنِ الْيُمْنٰى اَقْرَبُ النَّاسِ بِهٖ شَبَهًا ابْنُ قَطَنٍ وَذُكِرَ حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا فِيْ بَابِ الْمَلَاحِمِ وَسَنَذْكُرُ حَدِيْثَ ابْنِ عُمَرَ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّاسِ فِيْ بَابِ قِصَّةِ ابْنِ صَيَّادٍ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی۔

اخرجه البخاري في صحيحه ۴۷۷/۶ حديث رقم ۳۴۴۰ ومسلم في صحيحه ۱۵۴/۱ حديث رقم (۲۷۳-۱۶۹) ومالك في الموطأ ۹۲۰/۲ حديث رقم ۲ من كتاب صفة النبي ﷺ واحمد في المسند ۱۵۴/۲۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج رات میں نے اپنے کو کعبہ کے پاس دیکھا میں نے ایک گندم گوں شخص کو دیکھا گندمی رنگ کے لوگوں میں وہ سب سے زیادہ خوبصورت ہوگا اور اس کے لمبے بال تھے اور لمبے بال رکھنے والے آدمیوں میں سے خوبصورت لمبے بالوں والے جیسے اس کے بال تھے۔ ان بالوں کو اس نے کنگھی کر رکھا تھا اور بالوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے اور وہ شخص دو آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے بیت اللہ شریف کا طواف کر رہا تھا۔ میں نے پوچھا یہ کون شخص ہے؟ تو انہوں نے بتلایا یہ عیسیٰ بن مریم ہے۔ پھر اچانک میری نگاہ ایک ایسے شخص پر پڑی جس کے بال نہایت گھنگھریالے تھے اس کی دائیں آنکھ کانی تھی۔ اس طرح معلوم ہوتا تھا کہ اس کی آنکھ گویا ابھرا ہوا انگور ہے۔ لوگوں میں جو لوگ میں نے دیکھے ان میں سے سب سے زیادہ اس کی مشابہت ابن قطن سے تھی۔ وہ بھی دو آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے بیت اللہ کا طواف کر رہا ہے۔ میں نے دریافت کیا یہ کون ہے؟ تو لوگوں نے کہا یہ مسیح دجال ہے۔ (بخاری، مسلم) اور ایک روایت میں دجال کے متعلق اس طرح فرمایا وہ سرخ رنگ، بڑی جسامت والا، گھنگھریالے بالوں والا اور اس کی داہنی آنکھ کانی ہے۔ لوگوں میں اس کی قریبی مشابہت ابن قطن سے ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت باب الملاحم میں **لا تقوم الساعة** کے عنوان سے گزری اور باب قصہ ابن صیاد میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت آرہی ہے۔

تشریح ⊙ **قَدْ رَجَّلَهَا:** اس سے مراد یا تو وہ پانی ہو جو کنگھی بھگو کر کرنے سے بالوں سے ٹپکتا ہے یا اس سے بالوں کی

نہایت پاکیزگی اور ستھرائی مراد ہے۔

ثُمَّ إِذَا أَنَا بِرَجُلٍ جَعْدٍ: اس سے مراد دجال ہے۔ قاضی عیاض کہتے ہیں کہ دائیں آنکھ تو سپاٹ ہوگی اور بائیں آنکھ میں پتلی والا حصہ پھولا ہوا ہوگا اور عبدالعزی بن قطن یہودی کے ساتھ تشبیہ دے کر سمجھانا بطور مبالغہ کیلئے ہے شاید وجہ شبہ پتلی والے حصے کا ابھار ہو۔

وَاضِعًا يَدَيْهِ عَلَى مَنْكِبَيْ رَجُلَيْنِ: ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اس کے باطل میں مددگار ساتھی مراد ہیں جس طرح مسیح ابن مریم کے ساتھ دو شخصوں سے مراد مہدی و خضر ہوں۔

ایک اشکال: دجال کافر ہے اس کو طواف سے کیا کام؟

الجواب: یہ خواب کی بات ہے خواب میں گویا آگاہ کیا گیا کہ ایک ایسا دن آنے والا ہے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام بیت اللہ کی حفاظت اور دین حق کی حفاظت کے لئے کوشاں ہوں گے اور وہ دین کے اندر ڈالے ہوئے خلل اور فساد کی اصلاح فرمائیں گے اور دجال اس بات کے لئے کوشاں ہوگا کہ بیت اللہ کو گرائے اور دین میں جس طرح خلل اور فساد بپا کیا جا سکتا ہے اس کو بپا کرے۔ کذا قال الطیبی فی شرحہ۔

دوسری بات یہ ہے کہ مسجد حرام میں ۹ھ تک کافر خانہ کعبہ کا طواف کرتے تھے یہ تو ۹ھ کے بعد پابندی لگائی گئی دجال اپنے خروج کے زمانے میں اگر خواب میں طواف کرتا دکھایا گیا ہے تو اس میں کیا حرج ہے۔ طواف کافر کا خارج میں منع ہے اور یہ خواب کی بات ہے بقیہ اگر دجال کے مکر و فریب کو طواف کی شکل میں دکھایا گیا ہو تو کوئی بعید بات نہیں۔

الفصل الثانی:

دجال کی جاسوس

۲۱/۵۳۴۳ وَعَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ فِي حَدِيثِ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ قَالَتْ قَالَ فَإِذَا أَنَا بِامْرَأَةٍ تَجُرُّ شَعْرَهَا قَالَ مَا أَنْتِ قَالَتْ أَنَا الْجَسَّاسَةُ اذْهَبْ إِلَى ذَلِكَ الْقَصْرِ فَأَتَيْتُهُ فَإِذَا رَجُلٌ يَجُرُّ شَعْرَهُ مُسَلْسَلٌ فِي الْأَغْلَالِ يَنْزُو فِيمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ فَقُلْتُ مَنْ أَنْتَ قَالَ أَنَا الدَّجَّالُ۔ (رواہ ابو داود)

اخرجه ابو داؤد فی السنن ٤/٩٩٥ حديث رقم ٤٣٢٥۔

ترجمہ: حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ تمیم داری سے مروی ہے کہ اچانک ہمارے نگاہ ایک عورت پر پڑی (جو بالوں کے لمبے ہونے کی وجہ سے) بال گھسیٹ رہی تھی۔ انہوں نے دریافت کیا تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا میں جاسوس ہوں۔ تم اس سامنے والے محل کی طرف جاؤ جب میں وہاں گیا تو میں نے ایک شخص کو دیکھا جو کہ بال گھسیٹ رہا تھا اور بیڑیوں میں جکڑا ہوا تھا۔ آسمان و زمین کے مابین کود رہا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا تو کون ہے؟ وہ کہنے لگا میں دجال ہوں۔ (ابو داؤد)

تشریح ۞ **فَإِذَا أَنَا بِامْرَأَةٍ تَجُرُّ شَعْرَهَا**: ظاہراً یہ روایت اور پہلی روایت ایک دوسرے کے خلاف معلوم ہوتی ہے۔

وہاں جساسہ کو دابۃ سے تعبیر کیا جو عرف عام میں چوپایہ کے لئے استعمال ہوتا ہے اور اس جگہ اس کو امْرَأَة سے تعبیر کیا۔

الجواب (۱) ممکن ہے کہ دجال کے دو جاسوس ہوں ایک دابہ اور دوسری یہ عورت (۲) لغت کے لحاظ سے دابۃ کا لفظ زمین پر چلنے اور رینگنے والا ہے اور چوپایہ پر اس کا اطلاق عرف عام کی وجہ سے ہوتا ہے قرآن مجید کی آیت: وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ اور اسکے علاوہ آیات میں دابۃ کا یہی لغوی معنی استعمال کیا گیا ہے اس لحاظ سے عورت بھی اس میں شامل ہے۔

(۳) عین ممکن ہے کہ وہ جساسہ جن ہو جو کبھی جانور کی صورت میں اور کبھی عورت کی صورت میں بدلتی ہو اور یہ احتمال سب سے قریب تر اور شاندار ہے ورنہ دنیا کی خبریں دابہ سے یا عورت سے بعید تر ہیں مگر یہ عین ممکن ہے کہ اطراف سے گزرنے والے جہازوں کی خبریں مراد ہوں۔

ان دونوں روایات میں باہمی اختلاف کی ایک اور وجہ بھی ہے کہ مسلم کی روایت میں سائل اور مخاطب وہ تمام جماعت ہے جس میں تمیم داری شامل تھے اور اس روایت میں سوال و جواب کا تمام معاملہ تمیم داری سے متعلق ہے اور ان دونوں میں مطابقت کی یہ شکل ہو سکتی ہے کہ سائل وہ پوری جماعت ہو جس میں تمیم بھی شامل تھے تو تمیم کی طرف سوال کی نسبت درست ہوئی اور اگر سائل خود تمیم تھے تو جماعت کے ساتھ ہونے کی وجہ سے جماعت کی طرف بھی نسبت درست ہوئی کیونکہ جماعت میں سے کسی ایک شخص کے کام کو جماعت کا کام کہا جاتا ہے جیسے کہتے ہیں قتلوہ بنو فلان حالانکہ مارنے والا تو ایک شخص ہے۔

دجال کی آنکھ کیسی ہے؟

۲۲/۵۳۴۵ وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنِّیْ حَدَّثْتُكُمْ عَنِ الدَّجَّالِ حَتّٰى خَشِيْتُ اَنْ لَّا تَعْقِلُوْا اِنَّ الْمَسِيْحَ الدَّجَّالَ قَصِيْرٌ اَفْحَجُ جَعْدٌ اَعْوَرُ مَطْمُوْسُ الْعَيْنِ لَيْسَتْ بِنَاتِئَةٍ وَّلَا جَحْرَآءَ فَاِنْ اُلْبِسَ عَلَيْكُمْ فَاعْلَمُوْا اَنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِاَعْوَرَ۔ (رواہ ابوداود)

اخرجه ابو داود فی السنن ٤/٤٩٥ حدیث رقم ٤٣٢٠ واحمد فی المسند ٥/٣٢٤۔

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تمہیں دجال کے متعلق باتیں بیان کیں یہاں تک کہ مجھے خدشہ ہوا کہ کہیں تم یہ نہ سمجھنے لگ جاؤ کہ مسیح دجال پست قد اور ٹیڑھے پاؤں والا، موٹے بال اور اس کی ایک آنکھ سپاٹ ہے اس کی وہ آنکھ نہ تو ابھری ہوئی ہے اور نہ دھنسی ہوئی۔ اگر تم پر اس کا سمجھنا ملتبس ہو جائے تو یقین سے یہ جان لو کہ تمہارا رب کانا نہیں ہے۔ (ابوداؤد)

تشریح: اِنِّیْ حَدَّثْتُكُمْ یعنی میں نے تم سے دجال کے متعلق جو کچھ بیان کیا اس کو یاد رکھو یا کثرت کی وجہ سے بھول جاؤ میں نے اس لئے بیان کر دیا تاکہ تم پر اس کا معاملہ مشتبہ نہ رہے۔

طیبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

حتی یہ حدثتکم کی غایت ہے یعنی میں نے تم سے متفرق اور متعدد روایات بیان کیں یہاں تک کہ مجھے خطرہ پیدا ہوا کہ کہیں تم اس کی حقیقت حال ہی نہ بھول جاؤ اور اس کا معاملہ تم پر مشتبہ نہ ہو جائے چاہئے کہ تم بات کو اچھی طرح سمجھ لو اور اس کا

حال بیان کر دینے کے بعد اس کے معاملے میں تمہیں شبہ نہیں ہونا چاہیے۔

اَنَّ الْمَسِیْحَ الدَّجَّالَ قَصِیْرٌ: روایت کے یہ الفاظ اوپر والی روایت کے خلاف ہیں کیونکہ اس میں اعظم انسانا کے لفظ آئے ہیں۔

تطبیق (۱) ممکن ہے کہ وہ ٹھگنا بھی ہو اور جسم کی چوڑائی اور فربہ ہونے کے لحاظ سے عظیم الخلقت بھی ہو اس کے کثیر الفتنہ ہونے کے لحاظ سے ہیئت و جسامت میں بڑا ہونا مناسب ہے۔ (۲) بعض نے یہ کہا کہ تمیم داری کے دیکھنے کے وقت وہ ٹھگنا ہو اور نکلنے کے وقت عظیم الخلقت ہو جائے یا اس کا عکس۔

فَحَجٌ: افحج اس کو کہتے ہیں جس کے پاؤں چلنے میں ایک دوسرے کے ساتھ لگیں یعنی چلتے وقت تو پاؤں کا اگلا حصہ قریب ہو اور لیکن ایڑھیاں دور ہوں اور پنڈلیاں چھدری ہوں۔ قاموس نہایہ میں اس کا یہ معنی لکھا ہے کہ جس کی دونوں رانوں میں فاصلہ زیادہ ہو۔

لَیْسَتْ بِنَاتِئَۃٍ: یہ جملہ منفیہ موکدہ ہے جو اس بات کو ثابت کرنے کے لئے ہے کہ اس کی آنکھ سپاٹ اور مٹی ہوئی ہے پس یہ اس بات کے منافی نہیں کہ دوسری آنکھ دانہ انگور کی طرح پھولی ہوئی ہو اس کی تفصیل ہم اوپر کر چکے ہیں۔

حَجْرَآءَ: اس کا معنی دھنسا ہوا ہونا۔

فَاِنْ اُلْبِسَ: اگر بالفرض اس کا حال تم پر مشتبہ ہو یعنی الوہیت کا دعویٰ اس کے خوارق عادت ظاہر کرنے کی وجہ سے مشتبہ ہو تو اس کا ایک آسان حل ہے۔

فَاعْلَمُوْا اَنَّ رَبَّکُمْ: یعنی پہلی چیز جو تم پر لازم ہے وہ یہ ہے کہ تم اپنے رب تعالیٰ کی صفات کو پہچانو کہ وہ عیوب ونقائص اور حدوث و عوارض سے پاک ہے اور یہ تو ظاہری نقائص کا بھی مجسمہ ہے۔

ہر پیغمبر نے دجال سے ڈرایا

۲۳/۵۳۴۲ وَعَنْ اَبِیْ عُبَیْدَۃَ ابْنِ الْجَرَّاحِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّہٗ لَمْ یَکُنْ نَبِیٌّ بَعْدَ نُوْحٍ اِلَّا قَدْ اَنْذَرَ الدَّجَّالَ قَوْمَہٗ وَاِنِّیْ اُنْذِرُکُمُوْہُ فَوَصَفَہٗ لَنَا قَالَ لَعَلَّہٗ سَیُدْرِکُہٗ بَعْضُ مَنْ رَاٰنِیْ اَوْ سَمِعَ کَلَامِیْ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَکَیْفَ قُلُوْبُنَا یَوْمَئِذٍ قَالَ مِثْلُھَا یَعْنِی الْیَوْمَ اَوْ خَیْرٌ۔

(رواہ الترمذی وابوداؤد)

اخرجه ابو داؤد في السنن ۵/ ۱۱۷ حدیث رقم ۴۷۵۶ والترمذي في السنن ۴/ ۴۴۴ حدیث رقم ۲۲۳۴ واحمد في المسند ۲/ ۱۷۸۔

ترجمہ: حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ نوح علیہ السلام کے بعد جتنے انبیاء علیہم السلام آئے انہوں نے اپنی قوم کو دجال سے ڈرایا اور میں تمہیں ڈرا رہا ہوں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے حالات ذکر فرماتے اور ارشاد فرمایا ممکن ہے اسے بعض مجھے دیکھنے والے یا میرے کلام کو سننے والے پالیں۔ صحابہ کرام نے عرض کیا اس وقت ہمارے دلوں کا کیا حال ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جیسا آج ہے بلکہ اس سے بھی بہتر ہوگا۔

تشریح ۞ اِنَّهٗ لَمْ يَكُنْ: پہلے یہ بات گذر چکی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو دجال کے فتنے سے ڈرایا تو اس روایت میں بعد سے مراد یہ ہے: ای بعد انذار نوح یعنی نوح علیہ السلام کے ڈرانے کے بعد ہر پیغمبر نے اپنی قوم کو دجال سے ڈرایا۔ یہ مراد نہیں کہ دجال سے ڈرانے کا سلسلہ نوح علیہ السلام کے بعد والے پیغمبروں نے شروع کیا۔

اِنِّي اُنْذِرُكُمُوْهُ: یعنی میں نے بھی تمہیں ڈرایا کہ اس تقدیر پر کہ اس کا نکلنا جلدی ہو اور بعضوں نے یہ کہا کہ اس سے یہ دلالت ملتی ہے کہ خضر زندہ ہیں آپ کے کلام سننے کا مطلب یہ ہے کہ ان کو میری خبر پہنچی ہے خواہ زمانہ دراز کے بعد ہی کیوں نہ ہو پس دجال کا خروج اور وجود یقینی ہے اگرچہ اس کا وقت مبہم ہے اگر وہ نکل آیا اور میرے صحابہ نے پالیا تو فبہا ورنہ ان کے بعد لوگ آئیں گے جو اس کو دیکھیں گے اور اس موقع سے میری خبر کی تصدیق ہو جائے گی۔

قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ: یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے ایمان آج کے دن کی طرح یا اس سے بہتر ہوں گے۔ مطلب یہ ہے کہ جس کا ایمان ثابت اور مستقیم ہے اور دل اس کا اس پر یقین کرنے والا ہے جس طرح آج اس کو کچھ اندیشہ نہیں حالانکہ اسلام کے منکر موجود ہیں تو اس روز بھی ان کو کچھ اندیشہ نہیں ہوگا اگرچہ منکر ترین حالات کا وہ معاینہ کیوں نہ کرلیں تو گویا اصل چیز ایمان پر پختگی اور ثابت قدمی ہے خواہ کوئی زمانہ ہو۔

دجال مشرقی علاقے سے خروج کرے گا

۲۴/۵۳۴۷ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ عَنْ اَبِيْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الدَّجَّالُ يَخْرُجُ مِنْ اَرْضٍ بِالْمَشْرِقِ يُقَالُ لَهَا خُرَاسَانُ يَتْبَعُهٗ اَقْوَامٌ كَاَنَّ وُجُوْهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ۔ (رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ٤/٤٤١ حدیث رقم ٢٢٣٧ وابن ماجه فی السنن ٢/١٣٥٣ حدیث رقم ٢٢٣٧ واحمد فی المسند ١/٤

ترجمہ: عمرو بن حریث رحمہ اللہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دجال مشرقی علاقہ سے نکلے گا جسے خراسان کہا جاتا ہے اس کے پیروکار کچھ ایسے لوگ ہوں گے گویا کہ ان کے چہرے تہہ بہ تہہ ڈھال کی طرح ہیں۔ (ترمذی)

تشریح ۞ كَاَنَّ وُجُوْهَهُمْ: یعنی منہ ان کے چوڑے ہوں گے جس طرح تہہ بہ تہہ پھولی ہوئی زرہیں ہوں ان کے رخساروں کو پھولی ہوئی زرہ سے تشبیہ دی۔ مطرقہ کے لفظ کی تحقیق کتاب الفتن میں گزر چکی ہے۔

دجال سے دور رہو گے تو ایمان بچے گا

۲۵/۵۳۴۸ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَمِعَ بِالدَّجَّالِ فَلْيَنْاَ مِنْهُ فَوَاللّٰهِ اِنَّ الرَّجُلَ لَيَاْتِيْهِ وَهُوَ يَحْسِبُ اَنَّهٗ مُؤْمِنٌ فَيَتْبَعُهٗ مِمَّا يَبْعَثُ بِهٖ مِنَ الشُّبُهَاتِ۔

(رواه ابوداؤد)

اخرجه ابو داؤد فی السنن ٤/٤٩٥ حدیث رقم ٤٣١٩ واحمد فی المسند ٤/٤٣١۔

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو دجال کے متعلق سنے وہ اس سے دور رہے۔ اللہ کی قسم! کہ کوئی شخص اپنے آپ کو مسلمان سمجھ کر اس کے پاس جائے گا تو پھر اس کی اتباع کرنے لگے اس کی وجہ وہ شبہات ہوں گے جن کو دیکر وہ بھیجا گیا ہے۔ (ابوداؤد)

تشریح ۞ **مَنْ سَمِعَ**: دور رہنے کی وجہ یہ ہے اس کے نزدیک آنے سے اپنے کو خطرہ میں ڈالنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلَا تَرْكَنُوْا إِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ۔

فواللّٰہ: فیتبعه یہ تخفیف وتشدید دونوں طرح وارد ہوا ہے یعنی وہ اس کی اطاعت کرنے لگے گا کیونکہ اس کے استدراجات کو سمجھنا ہر ایک کے بس کا کام نہیں پس اس کے فریب کا شکار ہو جائے گا۔

زمین میں دجال کا زمانۂ قیام

۲۶/۵۳۴۹ وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ يَزِيْدَ بْنِ السَّكَنِ قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْكُثُ الدَّجَّالُ فِي الْاَرْضِ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً السَّنَةُ كَالشَّهْرِ وَالشَّهْرُ كَالْجُمُعَةِ وَالْجُمُعَةُ كَالْيَوْمِ وَالْيَوْمُ كَاضْطِرَامِ السَّعَفَةِ فِي النَّارِ ۔ (رواه فی شرح السنة)

اخرجه البغوی فی شرح السنة ١٥/٦٢ حدیث رقم ٤٢٦٤ واحمد فی المسند ٦/٤٥٤۔

ترجمہ: حضرت اسماء بنت یزید بن السکن رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دجال زمین میں چالیس سال تک ٹھہرے گا۔ ایک سال ایک ماہ کے برابر ہوگا اور ماہ ہفتہ کی طرح اور ہفتہ ایک دن کی طرح اور ایک دن آگ میں سوکھے پتے کے جلنے کی طرح ہوگا۔ (شرح السنہ)

تشریح ۞ **اَرْبَعِيْنَ سَنَةً**: اس روایت میں چالیس سال کی مدت وارد ہے جب کہ ایک روایت چالیس روز اور ایک روایت میں چالیس راتوں کا تذکرہ ہے۔ اس روایت اور دیگر میں مطابقت کی صورت یہ ہے کہ اس کی کل مدت چالیس برس ہے اور فتنہ وفساد شدید کی مدت چالیس ایام اور راتیں ہیں۔

اَلسَّنَةُ كَالشَّهْرِ: یہ جلد گزرنے کے اعتبار سے کہا گیا اور اور یوم سنۃ کہا وہ شدت وسختی کے اعتبار سے کہا کہ وہ دن نہایت دراز معلوم ہوگا اور ہفتہ ایک دن کی طرح معلوم ہوگا۔ جیسا کہ پتوں کو جلایا جائے تو آگ بھڑک کر جلد ٹھنڈی ہو جاتی ہے ایسے ہی وہ ہفتے اور دن گزر جائیں گے جیسے ساعات۔

اس اُمت کے ستر ہزار افراد دجال کے فریب میں

۲۷/۵۳۵۰ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتْبَعُ الدَّجَّالَ مِنْ اُمَّتِيْ سَبْعُوْنَ اَلْفًا عَلَيْهِمُ السِّيْجَانُ۔ (رواه فی شرح السنة)

اخرجه البغوی فی شرح السنة ١٥/٦٢ حدیث رقم ٤٢٦٥۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے ستر ہزار لوگ دجال کی پیروی کریں گے جن پر طیلسانی جبے ہوں گے۔ (شرح السنہ)

تشریح ۞ السِّيْجَان: یہ ساج کی جمع ہے جیسے تیجان یہ تاج کی جمع ہے اسکا معنی سبز وسیاہ چادر ہے اور امت سے مراد امت اجابت ہے یا کہ دعوت؟ زیادہ ظاہر تر امت دعوت ہے کیونکہ اوپر والی روایت میں گزرا کہ وہ اصفہان کے یہود سے ہونگے۔

ظہورِ دجال سے پہلے قحط وتنگدستی

۲۸/۵۳۵۱ وَعَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِيْ فَذَكَرَ الدَّجَّالَ فَقَالَ اِنَّ بَيْنَ يَدَيْهِ ثَلٰثَ سِنِيْنَ سَنَةٌ تُمْسِكُ السَّمَاءُ فِيْهَا ثُلُثَ قَطْرِهَا وَالْاَرْضُ ثُلُثَ نَبَاتِهَا وَالثَّانِيَةُ تُمْسِكُ السَّمَاءُ ثُلُثَيْ قَطْرِهَا وَالْاَرْضُ ثُلُثَيْ نَبَاتِهَا وَالثَّالِثَةُ تُمْسِكُ السَّمَاءُ قَطْرَهَا كُلَّهٗ وَالْاَرْضُ نَبَاتَهَا كُلَّهٗ وَلَا يَبْقٰى ذَاتُ ظِلْفٍ وَلَا ذَاتُ ضِرْسٍ مِّنَ الْبَهَائِمِ اِلَّا هَلَكَ وَاِنَّ مِنْ اَشَدِّ فِتْنَتِهٖ اَنَّهٗ يَأْتِي الْاَعْرَابِيَّ فَيَقُوْلُ اَرَاَيْتَ اِنْ اَحْيَيْتُ لَكَ اِبِلَكَ اَلَسْتَ تَعْلَمُ اَنِّيْ رَبُّكَ فَيَقُوْلُ بَلٰى فَيُمَثِّلُ لَهُ الشَّيْطَانُ نَحْوَ اِبِلِهٖ كَاَحْسَنِ مَا يَكُوْنُ ضُرُوْعًا وَاَعْظَمِهٖ اَسْنِمَةً قَالَ وَيَاْتِي الرَّجُلَ قَدْ مَاتَ اَخُوْهُ وَمَاتَ اَبُوْهُ فَيَقُوْلُ اَرَاَيْتَ اِنْ اَحْيَيْتُ لَكَ اَبَاكَ وَاَخَاكَ اَلَسْتَ تَعْلَمُ اَنِّيْ رَبُّكَ فَيَقُوْلُ بَلٰى فَيُمَثِّلُ لَهُ الشَّيَاطِيْنَ نَحْوَ اَبِيْهِ وَاَخِيْهِ قَالَتْ ثُمَّ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَاجَتِهٖ ثُمَّ رَجَعَ وَالْقَوْمُ فِي اهْتِمَامٍ وَّغَمٍّ مِّمَّا حَدَّثَهُمْ قَالَتْ فَاَخَذَ بِلَحْمَتَيِ الْبَابِ فَقَالَ مَهْيَمْ اَسْمَاءُ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَقَدْ خَلَعْتَ اَفْئِدَتَنَا بِذِكْرِ الدَّجَّالِ قَالَ اِنْ يَّخْرُجْ وَاَنَا حَيٌّ فَاَنَا حَجِيْجُهٗ وَاِلَّا فَاِنَّ رَبِّيْ خَلِيْفَتِيْ عَلٰى كُلِّ مُؤْمِنٍ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ اِنَّا لَنَعْجِنُ عَجِيْنَنَا فَمَا نَخْبِزُهٗ حَتّٰى نَجُوْعَ فَكَيْفَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَئِذٍ قَالَ يُجْزِئُهُمْ مَا يُجْزِئُ اَهْلَ السَّمَاءِ مِنَ التَّسْبِيْحِ وَالتَّقْدِيْسِ۔

اخرجه ابن ماجه في السنن ۲/۱۳۵۹ حديث رقم ۴۰۷۷ واحمد في المسند ۶/۴۵۵

ترجمہ: حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف فرما تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کا تذکرہ فرمایا اور فرمایا اس سے پہلے تین سال قحط کے ہوں گے۔ پہلا سال ایسا ہوگا کہ اس میں آسمان اپنی تہائی بارش روک لے گا اور زمین اپنی تہائی پیداوار روک لے گی اور دوسرا سال ہوگا تو زمین دو تہائی پیداوار روک لے گی اور تیسرا سال جب آئے گا تو آسمان اپنی پوری بارش روک لے گا اور زمین اپنی پوری پیداوار روک لے گی۔ (حال یہ ہوگا) کہ کوئی کھر اور ڈاڑھ والا جانور نہ بچے گا بلکہ تمام ہلاک ہو جائیں گے اور یہ سخت ترین فتنوں میں سے ایک فتنہ ہوگا۔ دجال ایک بدوی کے پاس آئے گا اور اسے کہے گا اگر میں تیرا اونٹ زندہ کر دوں تو کیا تو یقین نہ کرے گا کہ میں تیرا رب ہوں؟ وہ کہے گا جی ہاں۔ تو شیطان اس کے سامنے اس کے اونٹنی کی شکل میں آ جائے گا جس کے بہترین تھن اور شاندار کوہان ہو۔ دوسرے شخص کے ہاں دجال جائے گا جس کے بھائی اور باپ مر چکے ہوں گے تو وہ انہیں کہے گا اگر تیرے سامنے تیرے

بھائی، باپ کو زندہ کردوں تو کیا تو یقین کرے گا کہ میں تیرا رب ہوں؟ وہ کہے گا جی ہاں۔ تو اس کے سامنے شیاطین اس کے بھائی اور باپ کی شکل میں آ جائیں گے۔ اسماء کہتی ہیں کہ پھر جناب رسول اللہ ﷺ اپنے کسی کام سے تشریف لے گئے پھر آپ واپس لوٹے اس وقت لوگ بڑے رنج وغم میں مبتلا تھے ان باتوں کی وجہ سے جو آپ نے ان سے بیان فرمائی تھیں۔ آپ ﷺ (دوبارہ تشریف لائے) آپ نے دروازے کی دونوں بازو پکڑ کر فرمایا۔ اے اسماء کس پریشانی میں ہو؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! دجال کا تذکرہ کر کے آپ نے ہمارے دل نکال لئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا فکر مت کرو اگر وہ میری زندگی میں نکل آئے تو میں اس کے ساتھ تمہاری طرف سے مقابلہ کرنے والا ہوں۔ ورنہ میرا رب نگہبان ہے جو ہر مؤمن پر نگہبانی کرنے والا ہے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! اللہ کی قسم! ہم آٹا گوندھتے ہیں اور ابھی ہم روٹیاں نہیں پکاتے یہاں تک کہ ہمیں بھوک لگ جاتی ہے اس وقت ایمان والوں کا کیا حال ہوگا ان۔ کے وہ چیز کفایت کرے گی جو آسمان والی مخلوق کو کفایت کرتی ہیں یعنی تسبیح وتقدیس۔ (احمد)

تشریح ⊙ ثَلٰثَ سِنِيْنَ سَنَةً بتمام زمین میں قحط سالی ہوگی اور خزینے اور دفینے دجال کے پاس ہوں گے طرح طرح کی نعمتیں میوہ جات اور نہریں بادل، آگ اس کے ساتھ ہوں گے۔

اِنَّ مِنْ اَشَدِّ فِتْنَتِهٖ اَنَّهٗ يَاْتِي الْاَعْرَابِي: الاعرابی اور جملہ یاتی الرجل یہ دونوں معطوف ہیں پھر یہ اشد فتنتہ کی خبر ہیں۔

بِلَحْمَتَيِ الْبَابِ: مشکوٰۃ اور مصابیح کے تمام نسخوں میں لحمۃ ہی مذکور ہے۔ اس کا معنی صحاح، قاموس وغیرہ میں دروازے کے دونوں بازو مذکور نہیں مگر ابن الملک نے کہا کہ اس کا معنی دروازے کے دونوں بازو ہیں۔

علامہ طیبی رحمہ اللہ کا قول:

یہ لفظ بجفتی الباب ہے۔ لجفۃ دروازے کے بازو کو کہتے ہیں الجاف البئر کنوئیں کے جوانب۔ موجودہ نسخوں کی توجیہ یہ ہے کہ جیم کو حا سے بدلا گیا ہے اور قاموس میں لحمۃ کا معنی گوشت کا ٹکڑا لکھا ہے۔ پس اس طرح مراد لی جائے کہ دونوں ٹکڑے دروازے کی لکڑیوں کے یعنی کواڑ کہ وہ مل جاتے اور کھل جاتے ہیں پس یہ بہتر ہے کہ کتاب کے نسخوں کو غلط قرار دیں۔ اللہ اعلم۔

مَهْيَم: جو کوئی اس زمانہ میں اس فتنے میں مبتلا ہوگا وہ کھانے پینے کا محتاج نہ ہوگا جیسا کہ فرشتے غذا کے محتاج نہیں ان کی غذا تسبیح وتقدیس، تحلیل ہے ان کی غذا بھی حمد وثناء ہوگی۔

مگر علامہ طیبیؒ نے یہ بعید معنی بیان کیا ہے کہ فکر وغم کی وجہ دل سے کھانے پینے پکانے کا خیال رفو چکر ہو جاتا ہے۔ تو دجال کی وجہ سے اس زمانہ کے لوگوں پر جو غم ٹوٹیں گے وہ بہت شدید ہوں گے تو حق تعالیٰ ان کے دلوں میں تسبیح وحمد کی وجہ سے صبر وتسلی ڈال دے گا۔ اس تاویل کے لحاظ سے آپ کے جواب کا حاصل دلوں میں صبر وتسلی کا القاء ہے۔

فَقُلْتُ: کے فا کلمہ کا مقتضی یہ ہے کہ حضرت اسماء نے آپ کی بات سنکر متصل یہ بات کہی ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ بات انہوں نے اس مجلس کے بعد کہی ہو اور اصل کتاب میں حوالہ درج نہیں ہے۔ بعد میں احمد، ابوداؤد، الطیالسی ملحق کر دیا اور بعض نے رواہ احمد عن عبد الرزاق عن معمر عن قتادة عن شهر بن حوشب عنها وانفرد به عنها۔

روایت میں فَيُمَثِّلُ لَهٗ اس سے اشارہ ملتا ہے کہ وہ حیوانات اور رشتہ دار بھائی باپ وغیرہ خیالی اور مثالی ہوں جو اس کے

اختلاط کے بعد غائب ہو جائیں گے۔

الفصل الثالث:

دجال کے ساتھ سامان اکل وشرب

۲۹/۵۳۵۲ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ مَاسَأَلَ اَحَدٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الدَّجَّالِ اَكْثَرَ مِمَّا سَأَلْتُهُ وَاِنَّهُ قَالَ لِيْ مَا يَضُرُّكَ قُلْتُ اِنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ مَعَهُ جَبَلَ خُبْزٍ وَّنَهْرَمَآءٍ قَالَ هُوَ اَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۸۹/۱۳حدیث رقم ۷۱۲۲ومسلم فی صحیحه ۲۲۵۸/٤حدیث رقم (۱۱۵-۲۹۳۹) واحمد فی المسند ٤۳٤۱۵۔

ترجمہ: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ سے دجال کے متعلق جتنا میں نے دریافت کیا اتنا اور کسی نے دریافت نہیں کیا۔ آپ ﷺ نے مجھے فرمایا تمہیں اس کی طرف سے کچھ نقصان نہ ہوگا میں نے عرض کیا لوگ کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ روٹیوں کا پہاڑ اور پانی کی نہر ہوگی فرمایا وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس سے زیادہ آسان تر ہے۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ مَا يَضُرُّكَ: یعنی اللہ تعالیٰ کی عنایت ومہربانی اور حفاظت تیرے لئے کافی ہے فلہذا وہ تیرا کچھ نہ بگاڑ سکے گا اور نہ تجھے گمراہ کر سکے گا۔

اِنَّ مَعَهُ: جب یہ اشیاء اس کے پاس ہوں گی تو بھوکا مجبوراً اس کی طرف جائے گا۔

هُوَ اَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ: وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس سے زیادہ ذلیل ہے کہ اس کے ہاتھ اللہ تعالیٰ ان چیزوں کی حقیقت میں پیدا فرمائے بلکہ اس سے جو کچھ ظاہر ہوگا وہ سحر وباطل اور شعبدہ بازی سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا وہ بے حقیقت صورتیں ہوں گی جن سے باطل پرست گمراہی کا شکار ہوں گے۔ اسے مؤمن کو گمراہ کرنے اور شک میں مبتلا کرنے کی قطعاً طاقت نہیں بلکہ مؤمن اس کے استدراجات کو دیکھ کر مزید پختہ یقین والا ہو جائے گا اور اس کا جھوٹ مزید منکشف ہو جائے گا۔

دجال کا سفید گدھا

۳۰/۵۳۵۳ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَخْرُجُ الدَّجَّالُ عَلٰى حِمَارٍ اَقْمَرَ مَا بَيْنَ اُذُنَيْهِ سَبْعُوْنَ بَاعًا ۔ (رواه البیهقی فی کتاب البعث والنشور)

لم یخرج احادیث الرجال فی کتاب البعث والنشور للبیهقی الصادر عن مرکزالخدمات والابحاث الثقافیة، بیروت، تحقیق الشیخ عامر احمدحیدر،فقدذکر المحقق فی مقدمته: (انه وقع لی انی رایت فی کتاب شرح مسلم للنووی ۷/۱۸ ٤عبارة یعزوها للبیهقی فی کتابه البعث ولم اجدها فی النسخة التی اعتمدت علیها) ثم ساق

العبارة والنقص الواقع فی هذا النسخة هی احادیث الرجال وقصة ابن الصیاد واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دجال ایک سفید گدھا پر روانہ ہوگا جس کے دونوں کانوں کا باہمی فاصلہ ستر باع (باع دو ہاتھوں کا درمیانی فاصلہ جو کہ قد کی لمبائی کے برابر ہوتا ہے) ہوگا۔ (بیہقی)

تشریح ۞ **اَقْمَر** سفید یا سرخ مائل جس میں تیرگی ہو۔ **باعًا**: دوذراع اور دونوں ہاتھوں کے درمیان کا فاصلہ۔

ابن صیاد کو ابن صائد" بھی کہتے تھے بعض نے اس کا نام عبداللہ بتلایا ہے وہ مدینہ منورہ کا رہائشی یہودی تھا یا بقول بعض اس کا اصل وطن تو اور تھا مگر مدینہ منورہ آ کر وہاں یہود میں شامل ہو گیا۔ ابن صیاد کو سحر و کہانت میں کسی قدر مہارت حاصل تھی۔ اس کی حقیقت واصلیت سے متعلق مختصر الفاظ میں اس طرح کہہ سکتے ہیں کہ وہ ایک بڑا فتنہ تھا جس کے مسلمانوں کی آزمائش اور امتحان کیا گیا تھا۔ اس کے مختلف احوال بیان کیے گئے ہیں اسی وجہ سے صحابہ کرام کے درمیان بھی اس کی تعیین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ چنانچہ بعض صحابہ کرام کا خیال تھا کہ ابن صیاد وہی معروف دجال ہے جس کے متعلق خبر دی گئی ہے کہ وہ زمانے میں ظاہر ہوگا اور لوگوں کی گمراہی کا باعث بنے گا مگر اکثر صحابہ کرام ابن صیاد کو وہ معروف دجال نہیں مانتے۔ مگر ان چھوٹے دجالوں سے اس کو خارج نہیں مانتے جو امت میں فتنہ وفساد کا باعث ہوں گے جیسا کہ ایک روایت میں وارد ہے کہ اس امت میں ایسے دجال پیدا ہوتے رہیں گے جو لوگوں کی گمراہی کا باعث بنتے رہیں گے۔ مؤخر الذکر حضرات کہتے ہیں کہ ابن صیاد اگرچہ پہلے کاہن وکافر تھا مگر آخر میں وہ مسلمان ہو گیا اس کی اولاد بھی تھی اور وہ مدینہ و مکہ میں آتا جاتا تھا جب کہ معروف دجال کے متعلق واضح روایات ہیں کہ وہ کافر ہوگا اس کی اولاد نہ ہوگی۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ میں اس کا داخلہ نہ ہو سکے گا۔ جب کہ دوسروں کا خیال یہ ہے کہ یہ وہی دجال ہے جس کی خبر دی گئی کافر ہونا، اولاد کا نہ ہونا، مکہ اور مدینہ میں داخلہ ممنوع ہونا اور دیگر علامات وصفات قریباً وہی ہیں جو دجال میں پائی جاتی ہیں اس وقت اگرچہ وہ اس میں موجود نہیں کیونکہ یہ دجال کے وہ حالات ہیں جو خروج کے بعد ظاہر ہوں گے۔ اب تک اگرچہ اس میں موجود نہیں تو اس سے کچھ حرج لازم نہیں آتا۔ حضرت تمیم داری والی روایت کو اس کی دلیل میں پیش کرنا ناکمل ثبوت ہے۔ بہرحال ابن صیاد کی حقیقت مبہم تھی خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اس سلسلہ میں کوئی وحی نازل نہیں ہوئی تھی۔ اس لیے آپ نے بھی اس کی حقیقت کو اسی طرح مبہم ہی رکھا جیسا کہ باب کی روایات سے معلوم ہو جائے گا۔

الفصل الاول:

قصہ ابن صیاد یہودی

۵۳۵۴/۱ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ انْطَلَقَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ رَھْطٍ مِّنْ اَصْحَابِہٖ قِبَلَ ابْنِ صَیَّادٍ حَتّٰی وَجَدُوْہُ یَلْعَبُ مَعَ الصِّبْیَانِ فِیْ اُطُمِ بَنِیْ مَغَالَۃَ وَقَدْ قَارَبَ ابْنُ صَیَّادٍ یَوْمَئِذٍ الْحُلُمَ فَلَمْ یَشْعُرْ حَتّٰی ضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ظَھْرَہٗ بِیَدِہٖ ثُمَّ قَالَ اَتَشْھَدُ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ فَنَظَرَ اِلَیْہِ فَقَالَ اَشْھَدُ اِنَّکَ رَسُوْلُ الْاُمِّیِّیْنَ ثُمَّ قَالَ ابْنُ صَیَّادٍ اَتَشْھَدُ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ فَرَصَّہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَبِرُسُلِہٖ ثُمَّ قَالَ لِابْنِ صَیَّادٍ مَاذَا

تَرٰی قَالَ یَاْتِیْنِیْ صَادِقٌ وَّکَاذِبٌ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خُلِّطَ عَلَیْکَ الْاَمْرُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ خَبَأْتُ لَکَ خَبِیْئًا وَّخَبَأَ لَہٗ یَوْمَ تَاْتِی السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِیْنٍ فَقَالَ ھُوَ الدُّخُّ فَقَالَ اِخْسَأْ فَلَنْ تَعْدُوَ قَدْرَکَ قَالَ عُمَرُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَتَاْذَنُ لِیْ فِیْہِ اَنْ اَضْرِبَ عُنُقَہٗ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنْ یَّکُنْ ھُوَ لَا تُسَلَّطُ عَلَیْہِ وَاِنْ لَّمْ یَکُنْ ھُوَ فَلَا خَیْرَ لَکَ فِیْ قَتْلِہٖ قَالَ ابْنُ عُمَرَ اِنْطَلَقَ بَعْدَ ذٰلِکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاُبَیُّ بْنُ کَعْبٍ الْاَنْصَارِیُّ یَؤُمَّانِ النَّخْلَ الَّتِیْ فِیْھَا ابْنُ صَیَّادٍ فَطَفِقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَّقِیْ بِجُذُوْعِ النَّخْلِ وَھُوَ یَخْتِلُ اَنْ یَّسْمَعَ مِنَ ابْنِ صَیَّادٍ شَیْئًا قَبْلَ اَنْ یَّرَاہُ وَابْنُ صَیَّادٍ مُّضْطَجِعٌ عَلٰی فِرَاشِہٖ فِیْ قَطِیْفَۃٍ لَّہٗ فِیْھَا زَمْزَمَۃٌ فَرَاَتْ اُمُّ ابْنِ صَیَّادٍ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ یَتَّقِیْ بِجُذُوْعِ النَّخْلِ فَقَالَتْ اَیْ صَافِ وَھُوَ اسْمُہٗ ھٰذَا مُحَمَّدٌ فَتَنَاھٰی ابْنُ صَیَّادٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْ تَرَکَتْہُ بَیَّنَ قَالَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عُمَرَ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی النَّاسِ فَاَثْنٰی عَلَی اللّٰہِ بِمَا ھُوَ اَھْلُہٗ ثُمَّ ذَکَرَ الدَّجَّالَ فَقَالَ اِنِّیْ اُنْذِرُکُمُوْہُ وَمَا مِنْ نَّبِیٍّ اِلَّا قَدْ اَنْذَرَ قَوْمَہٗ لَقَدْ اَنْذَرَ نُوْحٌ قَوْمَہٗ وَلٰکِنِّیْ سَاَقُوْلُ لَکُمْ فِیْہِ قَوْلًا لَّمْ یَقُلْہُ نَبِیٌّ لِّقَوْمِہٖ تَعْلَمُوْنَ اَنَّہٗ اَعْوَرُ وَاَنَّ اللّٰہَ لَیْسَ بِاَعْوَرَ۔ (متفق علیہ)

اخرجہ البخاری فی صحیحہ ۱۷۱/۶حدیث رقم ۳۰۵۵ومسلم فی صحیحہ ۲۲۴۴/۴حدیث رقم (۹۵۔۲۹۳۰) اخرجہ ابو داوٗد فی ۵۰۳/۴حدیث رقم ۴۳۲۹ واخرجہ الترمذی ۴/۵۰۴حدیث رقم ۲۲۴۹ واحمد فی المسند ۱۴۸/۲

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک دن عمر بن خطاب اور دیگر صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ ابن صیاد کی طرف گئے اور اسے بنی مغالہ کے محلہ میں بچوں کے ساتھ کھیلتا ہوا پایا۔ اس وقت ابن صیاد قریب البلوغ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی آمد اسے معلوم نہ ہو سکی یہاں تک کہ آپ نے اپنا دست اقدس اس کی پشت پر مارا پھر فرمایا کیا تو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ اس نے آپ کی طرف دیکھ کر کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اَن پڑھوں کے رسول ہیں۔ پھر ابن صیاد کہنے لگا کہ کیا آپ اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پکڑ کو خوب دبایا پھر فرمایا میں اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتا ہوں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن صیاد کو فرمایا تو کیا کچھ دیکھتا ہے اس نے کہا میرے پاس سچا اور جھوٹا دونوں آتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس لئے معاملہ تجھ پر گڈمڈ ہو گیا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تیرے لئے ایک بات دل میں چھپائی ہے اور آپ نے یہ آیت دل کے اندر رکھی تھی۔ یوم تاتی السماء بدخان مبین تو وہ کہنے لگا وہ دھواں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دور رہو! تو اپنی حد نہیں آگے بڑھ سکے گا۔ حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں اس کی گردن اُڑا دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ وہی (دجال) ہے تو تجھے اس پر قابو نہیں دیا جائے گا اور اگر وہ نہیں ہے تو اس کے قتل میں کچھ اچھائی نہیں۔ ابن عمر کہتے ہیں کہ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابی ابن کعب انصاری کو لے کر ان

کھجوروں کے درختوں کا قصد کر کے گئے جن میں ابن صیاد تھا۔ جناب رسول اللہ ﷺ کھجور کے تنوں کی آڑ لے کر چلتے رہے تاکہ اسے معلوم نہ ہو سکے۔ آپ کا خیال مبارک یہ تھا کہ ابن صیاد کے آپ کو دیکھنے سے پہلے آپ اس کی کچھ باتیں سن پائیں اس وقت ابن صیاد اپنے بستر پر ایک چادر میں لپٹا ہوا پڑا تھا جس کے اندر سے گنگنانے کی آواز آرہی تھی۔ ابن صیاد کی ماں نے حضور کو دیکھ لیا کہ آپ کھجور کے تنوں سے اپنا بچاؤ کر رہے ہیں تو اس نے اس کو آواز دی۔ او صاف یہ محمد ہیں (صاف اس کا نام تھا) تو ابن صیاد گنگنانے سے رک گیا۔ یہ دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا اگر اس کی ماں اس کو اسی حالت میں چھوڑ دیتی تو واضح ہو جاتا۔ حضرت عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے پھر اللہ کی تعریف کی جس کا وہ حقدار ہے پھر آپ نے دجال کا ذکر فرمایا میں تمہیں دجال سے ڈراتا ہوں اور جتنے بھی پیغمبر گزرے ہیں ان سب نے اپنی قوم کو اس کے فتنے سے ڈرایا ہے نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ڈرایا لیکن میں تمہیں اس کے متعلق ایک ایسی بات کہنے والا ہوں جو کسی بھی پیغمبر نے اپنی قوم کو نہیں بتلائی تم یہ تو جانتے ہو کہ وہ کانا ہے اور اللہ کانا نہیں ہے۔

(بخاری، مسلم)

تشریح ۞ اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ الْاُمِّيِّيْنَ: امیین سے مراد عرب ہیں کیونکہ عرب عموماً پڑھے لکھے نہ تھے بعض یہود کا آپ ﷺ کے متعلق یہی اعتقاد تھا کہ آپ صرف عرب والوں کے لئے رسول بن کر آئے ہیں یعنی وہ اپنے لئے آپ کی رسالت پر ایمان لانا ضروری نہ سمجھتے تھے۔ حالانکہ ان کی یہ بات باطل تھی ابن صیاد نے بھی یہی بات کہی تھی شیطان کاہنوں کو اسی قسم کی باتیں القاء کیا کرتے ہیں۔ اس کی باتوں میں باہمی تضاد تھا کہ ایک طرف کہتا کہ نبی سچا ہوتا ہے جب آپ نے نبوت کی دعوت عام دی تو عرب کے ساتھ تخصیص والی بات باطل تھی۔

فَرَصَّهٗ: اس کا معنی استوار کرنا اور دو اشیاء کو باہمی ملانا اسی وجہ سے دیوار کے لئے بنیان مرصوص مضبوط دیوار کا لفظ استعمال ہوتا ہے حاصل یہ ہے کہ اس کے اعضاء آپس میں قوت سے ملائے۔ کذا قال الخطابی۔ نووی کہتے ہیں کہ ہمارے نسخوں میں یہ لفظ فروضہ۔ اس کے مطابق معنی یہ ہے کہ بس اس کو چھوڑ دیا اور اس سے سوال و جواب ترک کر دیا۔

اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ: آپ نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتا ہوں اور تو ان میں سے نہیں اگر تو ان میں سے ہوتا تو میں ایمان لاتا اور یہ بات بناء بر فرض والتقدیر ہے کہ یہ بات خاتم النبیین ہونے کا علم ہونے سے پہلے ہو ورنہ تو خاتمیت کو جان لینے کے بعد یہ بالفرض والتقدیر بھی جائز نہیں اور ہمارے علماء نے یہ صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ اگر کوئی اب نبوت کا دعویٰ کرے اور پھر یہ شخص اس سے معجزے کا مطالبہ کرے تو یہ مطالبے بھی کافر ہو جاتا ہے۔ اب رہا یہ سوال کہ اس نے آپ کے روبرو نبوت کا دعویٰ کیا اور آپ نے اسے قتل نہ کیا کیونکہ وہ ابھی نابالغ بچہ تھا اور آپ نے بچوں کے قتل کی ممانعت فرمائی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ وہ آپ کے ذمی تھے آپ نے ان سے اس بات پر مصالحت کر رکھی تھی کہ ان کو ان کے دین کے معاملے میں اپنے حال پر چھوڑا جائے گا یا یہ آپ کے حلیف لوگوں کے ساتھ حلف والے لوگوں میں سے تھا

خُلِطَ عَلَيْكَ: یعنی جھوٹ اور سچ تیرے لئے مل جل گیا تو ان میں تفریق نہیں کر سکتا۔ شیخ نے فرمایا خلط کا معنی یہ ہے کہ تیرے پاس شیطان آتا اور تجھے جھوٹی خبریں بتا جاتا ہے اس سے ظاہر ہوا کہ وہ اپنے دعویٰ رسالت میں جھوٹا تھا۔ کیونکہ کسی رسول کے پاس جھوٹی خبریں ہرگز نہیں آتیں اور اس بات کو اس نے خود اس نے اپنی زبان سے تسلیم کر لیا اور یہ کاہنوں کی عادت ہوتی

ہے نہ کہ پیغمبروں کی۔

اِنِّیْ خَبَأْتُ لَكَ: آپ ﷺ نے اس کے جانچنے کے لئے تا کہ اس کا بطلان صحابہ پر خوب ظاہر ہو جائے اور اس کا کاہن ہونا معلوم ہو جائے کہ اس کے پاس شیطان سکھانے کے لئے آتا ہے اور اس کو جھوٹی سچی باتیں سکھاتا ہے اور خَبَأ اور خَبَأَ کا لفظ پوشیدہ بات کے لئے آتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: هو الذی یخرج الخبأ فی السموت والارض۔ یہاں آسمانوں میں خبأ سے مراد بارش اور زمین میں پوشیدہ سے پودے مراد ہیں۔ آپ ﷺ نے اس کے لئے یہ آیت دل کے اندر چھپائی تھی: یَوْمَ تَاْتِی السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِیْنٍ۔ تو اس کا جن پوری آیت کے بتانے میں کامیاب نہ ہو سکا بلکہ اس میں سے ایک لفظ لے لیا اور بتایا کہ وہ دھواں ہے اور کاہنوں کی یہی عادت ہوتی ہے کہ شیطان ان کے پاس کلمات میں سے ایک ادھورا کلمہ پیش کرتے ہیں جسے وہ جھوٹ ملا کر لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ (۲) یہ بھی احتمال ہے کہ آپ ﷺ نے آہستہ سے کسی صحابی کو یہ آیت پڑھائی ہو اور شیطان نے سن کر ابن صیاد کو القاء کر دی ہو۔

فَقَالَ اِخْسَأْ: یہ بات آپ نے اس وقت فرمائی جب یہ واضح ہو گیا کہ اس کا حال کاہنوں جیسے ہیں جو کہ القائے شیطانی سے بعض چیزیں معلوم کر لیتے ہیں آپ ﷺ سے یہ کلمہ اس لئے فرمایا کہ تو دور ہو اس لئے کہ تو اپنی حدود سے دور نہیں بڑھ سکے گا اور کاہنوں کی حد سے نہیں نکل سکے گا کہ جس طرح وہ بعض مخفی ناقص باتیں اور نامکمل باتیں لوگوں کے سامنے ظاہر کرتے ہیں تو بھی اسی میں پھنسا رہے گا نبوت کا دعویٰ مت کر وہ تیرا مقام نہیں وہ میرا مقام ہے۔ اخساء کا یہ کلمہ اہانت اور تذلیل کے لئے استعمال کیا جاتا ہے کتے اور سور کو لوگوں سے دور کرنے کے لئے یہ کہا جاتا ہے اور جہنیوں کے لئے بھی اللہ نے فرمایا: قال اخسوا فیها ولا تکلمون۔

ایک عجیب نکتہ:

بعض شارحین نے یہاں آپ ﷺ کے اس آیت کو دل میں پوشیدہ رکھنے کی یہ حکمت لکھی ہے کہ آپ ﷺ نے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ دجال کو عیسیٰ علیہ السلام دخان نامی پہاڑی کے قریب قتل کریں گے اور یہ بات اس گمان سے تھی کہ وہ دجال ہے گویا اس سے اس کے قتل کی طرف تعریض فرمائی۔

قَالَ عُمَرُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ: آپ ﷺ نے حضرت عمر کو اس کے قتل سے منع فرمایا کیونکہ وہ یہود میں سے تھا اور وہ اہل ذمہ تھے اور دوسری بات یہ ہے کہ وہ نابالغ لڑکا تھا اور چونکہ بعض قرائن اس کے دجال ہونے پر دلالت کرتے تھے تو اس مذکورہ صورت کے پیش نظر آپ نے یہ کلام فرمایا۔

قَالَ ابْنُ عُمَرَ انْطَلَقَ بَعْدَ ذٰلِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ: اور آپ ﷺ اس لئے گئے کہ آپ اور آپ کے صحابہ یہ معلوم کریں کہ وہ ساحر ہے یا کاہن وغیرہ اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جس آدمی سے فساد مچانے کا خطرہ ہو اس کے حالات کو صاف طور پر کھولنا جائز ہے۔

ابْنُ صَیَّادٍ مُضْطَجِعٌ عَلٰی فِرَاشِهٖ: یہ اس احتمال کے طور پر ہے کہ ابن صیاد دجال ہے یا اس میں دجال کی طرح بعض فتنہ گری کی صفات پائی جاتی ہیں اس لئے آپ نے دجال کے حالات کو کھول کر بیان کیا۔ آپ کی خواہش تھی کہ کوئی ایسی چیز

سامنے آجائے جس سے اس کی حقیقت کھل کر سامنے آجائے۔

اِنَّ اللّٰہَ لَیْسَ بِاَعْوَرَ: اللہ کی ذات حس والی آنکھ جو بینائی کی محتاج ہے اس سے بھی منزہ اور محتاج ہے چہ جائے کہ کانے پن کا عیب لاحق ہو۔ (۲) یہ بھی احتمال ہے کہ کسی بھی پیغمبر کو دجال کا تفصیلی حال معلوم نہیں ہوا یا کسی بھی پیغمبر نے خبر نہیں دی کہ وہ کانا ہے

جناب رسول اللہ ﷺ کی ابن صیاد سے گفتگو

۲/۵۳۵۵ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ قَالَ لَقِیَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ يَعْنِیْ ابْنَ صَيَّادٍ فِیْ بَعْضِ طُرُقِ الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَشْهَدُ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالَ هُوَ اَتَشْهَدُ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ مَاذَا تَرٰی قَالَ اَرٰی عَرْشًا عَلَى الْمَآءِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرٰی عَرْشَ اِبْلِيْسَ عَلَى الْبَحْرِ قَالَ وَمَا تَرٰی قَالَ اَرٰی صَادِقَيْنِ وَكَاذِبًا اَوْكَاذِبَيْنِ وَصَادِقًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لُبِسَ عَلَيْهِ فَدَعُوْهُ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۲۲٤۱/٤ حدیث رقم (۸۷۔۲۹۲۵) والترمذی ٤٤۸/٤ حدیث رقم ۲۲٤۷۔

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر و عمر کو ابن صیاد مدینہ کے ایک راستے پر ملا۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے اس کو فرمایا کیا تو گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ تو وہ کہنے لگا کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتا ہوں آپ نے فرمایا تمہیں کیا نظر آتا ہے؟ تو وہ کہنے لگا میں پانی پر ایک تخت دیکھتا ہوں تو آپ نے فرمایا تو سمندر پر ابلیس کے تخت کو دیکھتا ہے پھر آپ نے فرمایا تو اور کیا دیکھتا ہے تو وہ کہنے لگا میں دو سچوں اور دو جھوٹوں اور ایک سچے کو دیکھتا ہوں تو آپ نے فرمایا اس پر معاملہ ملتبس کر دیا گیا پس اس کو اسکے حال پر چھوڑ دو۔ (مسلم)

تشریح ۞ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: یعنی آپ ﷺ نے اس کو فرمایا کہ کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ تو اس نے جواب دیا کہ کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کتابوں اور رسولوں پر ایمان رکھتا ہوں آپ ﷺ نے اس سے دوسرا سوال کیا تو کیا دیکھتا ہے تو اس نے کہا کہ پانی پر ایک تخت دیکھتا ہوں تو آپ نے فرمایا تو سمندر پر ابلیس کے تخت کو دیکھتا ہے اس سے آپ نے حقیقت کی طرف اشارہ کیا کہ ابلیس پانی پر اپنا تخت بچھاتا ہے اور وہاں سے اپنے چیلوں کو دنیا میں فساد پھیلانے کے لئے اور لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے بھیجتا ہے اس روایت کا تذکرہ باب الوسوسۃ میں ہو چکا ہے آپ ﷺ نے اس سے پھر سوال کیا اور تو کیا دیکھتا ہے؟ تو اس نے کہا کہ دو سچوں یا دو جھوٹوں اور ایک سچے کو دیکھتا ہوں۔ یہ یا تو شک راوی ہے۔ (۲) یہ بھی احتمال ہے کہ یہ ابن صیاد نے ہی شک کے ساتھ بیان کیا ہو کہ میں دو سچوں یا دو جھوٹوں اور ایک سچے کو دیکھتا ہوں اور یہ بات زیادہ صحیح ہے کیونکہ جس طرح اس کے

معاملے میں غلط ملط تھا اس کے حالات میں بھی انتظام واستقامت نہ تھی جس کا تقاضا ہی یہ تھا کہ اس کو کسی طرح جزم ویقین حاصل نہ ہو کیونکہ کبھی وہ کچھ دیکھتا اور کبھی کچھ اس لئے آپ نے فرمایا کہ اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو کیونکہ اس کی باتیں قابل جواب ہی نہیں ہیں۔

جنت کی مٹی اور ابن صیاد

۳/۵۳۵۶ وَعَنْهُ اَنَّ ابْنَ صَیَّادٍ سَاَلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ تُرْبَةِ الْجَنَّةِ فَقَالَ دَرْمَكَةٌ بَیْضَاءُ مِسْكٌ خَالِصٌ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۲۲٤۳/٤ حدیث رقم (۹۳-۲۹۲۸) واحمد فی المسند ٤/۳۔

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابن صیاد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت کی مٹی کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ میدے کی طرح سفید اور خالص کستوری کی طرح خوشبودار۔ (مسلم)

تشریح: فَقَالَ دَرْمَكَةٌ: ایسی سفیدی جو مغز اور چھلکے کے درمیان ہوتی ہے اور یہ اس سفیدی کے بیان میں تاکید ہے کہ جنت کی مٹی خوشبو میں خالص کستوری کی طرح ہے۔

ابن صیاد کے متعلق حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا خیال

۴/۵۳۵۷ وَعَنْ نَافِعٍ قَالَ لَقِیَ ابْنُ عُمَرَ ابْنَ صَیَّادٍ فِیْ بَعْضِ طُرُقِ الْمَدِیْنَةِ فَقَالَ لَهٗ قَوْلًا اَغْضَبَهٗ فَانْتَفَخَ حَتّٰی مَلَاَ السِّكَّةَ فَدَخَلَ ابْنُ عُمَرَ عَلٰی حَفْصَةَ وَقَدْ بَلَغَهَا فَقَالَتْ لَهٗ رَحِمَكَ اللّٰهُ مَا اَرَدْتَّ مِنَ ابْنِ صَیَّادٍ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا یَخْرُجُ مِنْ غَضْبَةٍ یَغْضَبُهَا۔

(رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۲۲٤٦/٤ حدیث رقم (۹۸-۲۹۳۲) واحمد فی المسند ۲۸۳/٦۔

ترجمہ: حضرت نافع رحمہ اللہ نے روایت نقل کی ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی ملاقات ابن صیاد سے مدینہ منورہ کے کسی راستے پر ہوئی تو انہوں نے اسے ایک ایسی بات کہہ دی جس سے وہ غضبناک ہو گیا اور اس کی رگیں پھول گئیں۔ یہاں تک کہ اس نے گلی کو بھر دیا۔ ابن عمر حضرت حفصہ کے ہاں گئے اور ان کو یہ بات پہلے پہنچ چکی تھی تو انہوں نے کہا اللہ تم پر رحم کرے ابن صیاد سے تمہارا کیا کام تھا؟ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اس کا خروج ایک غصے سے ہوگا جو اس کو غضب ناک کر دے گا۔ (مسلم)

تشریح: فَقَالَ لَهٗ قَوْلًا اَغْضَبَهٗ: حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے ابن عمر کو اس بات سے منع کیا کہ ابن صیاد کے متعلق احتمال تھا دجال ہونے کا۔ دجال کے خروج کا سبب غصہ سے ہوگا جس سے وہ نکل کھڑا ہوگا اس لئے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے ان کو غصہ دلانے سے منع کیا تاکہ وہ نکل کر فتنہ وفساد کا باعث نہ ہو یا اس لئے کہ ان کے ہاں ابن صیاد ہی دجال ہو۔ واللہ اعلم

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے ساتھ ابن صیاد کا ایک سفر

۵/۵۳۵۸ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ صَحِبْتُ ابْنَ صَیَّادٍ اِلٰی مَکَّۃَ فَقَالَ لِیْ مَا لَقِیْتُ مِنَ النَّاسِ یَزْعُمُوْنَ اَنِّی الدَّجَّالُ اَلَسْتَ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّہٗ لَا یُوْلَدُ لَہٗ وَقَدْ وُلِدَ لِیْ اَلَیْسَ قَدْ قَالَ ھُوَ کَافِرٌ وَّاَنَا مُسْلِمٌ اَوَلَیْسَ قَدْ قَالَ لَا یَدْخُلُ الْمَدِیْنَۃَ وَلَا مَکَّۃَ وَقَدْ اَقْبَلْتُ مِنَ الْمَدِیْنَۃِ وَاَنَا اُرِیْدُ مَکَّۃَ ثُمَّ قَالَ لِیْ فِیْ اٰخِرِ قَوْلِہٖ اَمَا وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ مَوْلِدَہٗ وَمَکَانَہٗ وَاَیْنَ ھُوَ وَاَعْرِفُ اَبَاہُ وَاُمَّہٗ قَالَ فَلَبَسَنِیْ قَالَ قُلْتُ لَہٗ تَبًّا لَکَ سَائِرَ الْیَوْمِ قَالَ وَقِیْلَ لَہٗ اَیَسُرُّکَ اَنَّکَ ذَاکَ الرَّجُلُ قَالَ فَقَالَ لَوْ عُرِضَ عَلَیَّ مَا کَرِھْتُ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم في صحيحه ٢٢٤٢/٤ حديث رقم (٨٩-٢٩٢٧) واحمد في المسند ٢٦/٣

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں مکہ مکرمہ تک ابن صیاد کا ہم سفر رہا۔ مجھے وہ کہنے لگا مجھے لوگوں کی طرف سے تکلیف پہنچی ہے ان کے خیال میں میں دجال ہوں کیا تم نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نہیں سنا کہ اس کی اولاد نہ ہوگی اور حالانکہ میری تو اولاد ہے اور کیا یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا کہ وہ کافر ہے حالانکہ میں تو مسلمان ہوں اور کیا یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمائی کہ وہ مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ میں داخل نہ ہو سکے گا اور حالانکہ میں تو مدینہ منورہ سے آرہا ہوں اور مکہ جا رہا ہوں پھر مجھے آخر میں کہنے لگا سنو اللہ کی قسم! مجھے اس کی جائے پیدائش اور اس کا ٹھکانہ اور جہاں وہ رہتا ہے میں اس کو جانتا ہوں اور میں اس کے ماں باپ کو بھی پہچانتا ہوں۔ ابوسعید کہتے ہیں کہ اس نے مجھے اشتباہ میں ڈال دیا میں نے کہا تیرا بیڑا غرق ہو جائے۔ راوی کہتے ہیں کہ اس کو کہا گیا کہ تجھے پسند ہے کہ تو وہی آدمی بن جائے تو وہ کہنے لگا کہ اگر مجھ پر یہ چیز پیش کی جائیں تو میں اسے ناپسند نہیں کروں گا۔

تشریح ❁ **فَلَبَسَنِیْ:** اس لفظ کو بعض نے تشدید اور بعض نے تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے ابوسعید کہتے ہیں کہ میں یقین کرتا تھا کہ وہ دجال ہے مگر جب اس نے دجال ہونے سے انکار کیا تو مجھے اس کے معاملے میں اشتباہ ہوگیا۔ (۲) یا یہ کہ اس نے اپنی گفتگو کی ابتداء میں پختہ دلائل سے ثابت کیا کہ میں دجال نہیں ہوں لیکن آخر میں اس نے کہا کہ میں دجال کا مولد، مسکن اور اس کے ماں باپ سب کو جانتا ہوں کہیں اس تعریض اور تلویح سے وہ اپنی ذات ہی تو مراد نہیں لے رہا تھا کیونکہ اس قسم کا کلام اپنے لئے تعریض و کنایہ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

ابن صیاد کا گدھے کی طرح بولنا

۶/۵۳۵۹ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَقِیْتُہٗ وَقَدْ نَفَرَتْ عَیْنُہٗ فَقُلْتُ مَتٰی فَعَلَتْ عَیْنُکَ مَا اَرٰی قَالَ لَا اَدْرِیْ قُلْتُ لَا تَدْرِیْ وَھِیَ فِیْ رَاْسِکَ قَالَ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ خَلَقَھَا فِیْ عَصَاکَ قَالَ فَنَخَرَ کَاَشَدِّ نَخِیْرِ حِمَارٍ سَمِعْتُ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم في صحيحه ٢٢٤٦/٤ حديث رقم (٩٩-٢٩٣٢)۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ابن صیاد سے میری ملاقات ہوئی جب کہ اس کی آنکھ سوجی ہوئی تھی۔ میں نے پوچھا کہ تیری آنکھ کو کیا ہوا؟ وہ کہنے لگا مجھے معلوم نہیں۔ میں نے کہا تمہیں معلوم نہیں حالانکہ وہ تمہارے سر میں لگی ہے اس پر وہ کہنے لگا اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو وہ تیری لاٹھی میں پیدا کر دے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں پھر اس نے گدھے جیسی آواز نکالی جو میں نے سنی۔ (مسلم)

تشریح ۞ قَالَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ : اللہ تعالیٰ کو اس بات پر قدرت حاصل ہے کہ وہ جمادات میں سے کسی شئی میں آنکھ پیدا کردے اور پھر اس آنکھ میں وہ درد پیدا ہو جائے تو اس چیز کو نہ آنکھ کا احساس ہو اور نہ اس کے درد کا تو اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ کسی انسان کی آنکھ میں تکلیف کی کوئی علامت پیدا ہو جائے اور وہ شخص ہر وقت ذہنی طور پر مشغول و مستغرق رہتا ہو تو کثرت اشتغال اور ہجوم افکار کی وجہ سے اس درد و تکلیف کا بالکل احساس نہ ہو۔ کیونکہ اشتغال کی کثرت حس سے مانع بن جاتی ہے۔

ابن صیاد من جملہ دجالوں میں سے تھا

۵۳۶۰/۷ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ رَاَيْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَحْلِفُ بِاللّٰهِ اَنَّ ابْنَ صَيَّادٍ الدَّجَّالُ قُلْتُ تَحْلِفُ بِاللّٰهِ قَالَ اِنِّيْ سَمِعْتُ عُمَرَ يَحْلِفُ عَلٰى ذٰلِكَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُنْكِرْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاري في صحيحه ٣٢٣/١٣ حديث رقم ٧٣٥٥ ومسلم في صحيحه ٢٢٤٣/٤ حديث رقم (٩٤-٢٩٢٩) وابو داؤد في السنن ٥٠٦/٤ حديث رقم ٤٣٣١۔

ترجمہ: حضرت محمد بن منکدر کہتے ہیں کہ میں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو قسم اٹھاتے سنا کہ ابن صیاد دجال ہے۔ میں نے کہا آپ قسم اٹھا رہے ہیں تو وہ کہنے لگے میں نے عمر رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا کہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں اس پر قسم اٹھاتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بات کا انکار نہ فرمایا۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ یہ جلیل القدر تابعی ہیں۔ انہوں نے حضرت جابر، عائشہ صدیقہ، ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے حدیث کی سماعت کی اور ان سے سفیان ثوری، عمرو بن دینار جیسے اساطین علم نے روایت کی ہے ۱۳۰ھ میں وفات ہوئی۔

فَلَمْ يُنْكِرْهُ : اگر یہ بات واقعی اور یقینی نہ ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم صاف انکار فرما دیتے۔ ممکن ہے کہ حضرت جابر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قسم اٹھانا اس بات پر ہو کہ ابن صیاد ان دجالوں میں سے ایک ہے جو کہ اس امت میں پیدا ہوتے رہیں گے اور نبوت کے مدعی بن کر لوگوں کو گمراہ کریں گے نہ کہ وہ دجال موعود ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ابن صیاد کو دجال موعود قرار دیا ممکن ہے کہ ان کا مطلب یہی ہو اور ابن صیاد کے سلسلہ میں اختلاف و اشتباہ تو پایا جاتا ہے۔ واللہ اعلم

الفصل الثانی:

ابن عمر رضی اللہ عنہما کا خیال

۸/۵۳۶۱ عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُوْلُ وَاللّٰهِ مَا اَشُكُّ اَنَّ الْمَسِيْحَ الدَّجَّالَ ابْنُ صَيَّادٍ ۔

(رواہ ابو داود والبیہقی فی کتاب البعث والنشور)

اخرجه ابو داوٗد فی السنن ٤/٦ ، ٥حدیث رقم ٤٣٣٠ ۔

ترجمہ: حضرت نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ مسیح دجال ابن صیاد ہی ہے۔

(ابوداؤد، بیہقی)

تشریح ۞ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ارشاد سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ہاں ابن صیاد ہی دجال تھا۔ واللہ اعلم

ابن صیاد غائب ہو گیا

۹/۵۳۶۲ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ فَقَدْنَا ابْنَ صَيَّادٍ يَوْمَ الْحَرَّةِ ۔ (رواہ ابو داود)

اخرجه ابو داوٗد فی السنن ٤/٦ ، ٥حدیث رقم ٤٣٣٢ ۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ واقعہ حرہ کے موقعہ پر ہم نے ابن صیاد کو گم پایا۔ (ابوداؤد)

تشریح ۞ اگر اس عبارت سے ظاہری مفہوم لیا جائے کہ ابن صیاد واقعہ حرہ میں غائب ہو گیا تھا اور وہ اس طرح غائب ہوا کہ اس کے متعلق کسی کو بھی معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کہاں گیا تو اس صورت میں یہ اس روایت کے خلاف ہے کہ جس میں یہ مذکور ہے کہ وہ مدینہ میں مرا اور اس کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔

۞: اور اگر غائب سے عام معنی مراد ہے کہ جس میں موت بھی شامل ہو تو پھر دونوں روایات کا تضاد ختم ہو جائے گا۔ واقعہ حرہ سے مراد یزیدی فوج کا مدینہ پر حملہ ہے جو مسلم بن عقبہ مری کی قیادت میں پیش آیا اس کی وجہ سے مدینہ منورہ میں تین دن اذان نہ ہوئی۔ نعوذ باللہ من شر الفتن۔

دجال کے ماں، باپ کا کانا بچہ

۱۰/۵۳۶۳ وَعَنْ اَبِىْ بَكْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْكُثُ اَبُوا الدَّجَّالِ ثَلَاثِيْنَ عَامًا لَا يُوْلَدُ لَهُمَا وَلَدٌ ثُمَّ يُوْلَدُ لَهُمَا غُلَامٌ اَعْوَرُ اَضْرَسُ وَاَقَلُّهُ مَنْفَعَةً تَنَامُ عَيْنَاهُ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهُ ثُمَّ نَعَتَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَوَيْهِ فَقَالَ اَبُوْهُ طِوَالٌ ضَرْبُ اللَّحْمِ كَاَنَّ اَنْفَهُ مِنْقَارٌ وَاُمُّهُ امْرَاَةٌ فِرْضَاخِيَّةٌ طَوِيْلَةُ الْيَدَيْنِ فَقَالَ اَبُوْبَكْرَةَ فَسَمِعْنَا بِمَوْلُوْدٍ فِى الْيَهُوْدِ بِالْمَدِيْنَةِ فَذَهَبْتُ اَنَا وَالزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ حَتّٰى دَخَلْنَا عَلٰى اَبَوَيْهِ فَاِذَا نَعْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهِمَا فَقُلْنَا

هَلْ لَكُمَا وَلَدٌ فَقَالَا مَكَثْنَا ثَلَاثِيْنَ عَامًا لَا يُوْلَدُ لَنَا وَلَدٌ ثُمَّ وُلِدَلَنَا غُلَامٌ اَعْوَرُ اَضْرَسُ وَاَقَلُّهُ مَنْفَعَةً تَنَامُ عَيْنَاهُ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهٗ قَالَ فَخَرَجْنَا مِنْ عِنْدِهِمَا فَاِذَا هُوَ مُنْجَدِلٌ فِى الشَّمْسِ فِىْ قَطِيْفَةٍ وَلَهٗ هَمْهَمَةٌ فَكَشَفَ عَنْ رَأْسِهٖ فَقَالَ مَا قُلْتُمَا قُلْنَا وَهَلْ سَمِعْتَ مَا قُلْنَا قَالَ نَعَمْ تَنَامُ عَيْنَاىَ وَلَا يَنَامُ قَلْبِىْ۔

(رواہ الترمذی)

اخرجه الترمذي في السنن ٤/٤٤٩ حديث رقم ٢٢٤٨ واحمد في المسند ٥/٤٠

ترجمہ: حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، دجال کے والدین کے ہاں تیس سال تک کوئی اولاد نہ ہوگی۔ پھر ان کے ہاں ایک کانا، بڑے دانتوں والا لڑکا پیدا ہوگا۔ جس کا فائدہ (والدین کو) کم ہوگا۔ اس کی آنکھیں تو سوئیں گی مگر دل نہ سوئے گا۔ پھر جناب رسول اللہ ﷺ نے اس کے ماں باپ کی نشانیاں بتلائیں کہ اس کا والد لمبا تڑنگا کم گوشت آدمی ہوگا جس کی ناک چونچ کی طرح ہوگی اس کی ماں موٹی چوڑی چکلی، دراز ہاتھوں والی عورت ہوگی۔ ہم نے سنا کہ مدینہ منورہ میں یہود کے گھر ایک لڑکا پیدا ہوا ہے تو میں اور زبیر بن العوام گئے۔ جب ہم اس کے والدین کے ہاں داخل ہوئے تو جناب رسول اللہ ﷺ کی بتلائی ہوئی علامات ہم نے ان دونوں میں پائیں۔ ہم نے پوچھا کیا تمہارا کوئی بچہ ہے؟ دونوں کہنے لگے تیس سال ہمارے گھر میں کوئی اولاد نہیں ہوئی پھر ایک لڑکا پیدا ہوا ہے۔ جو کہ آنکھ سے کانا، بڑے دانتوں والا، کم نفع والا ہے۔ اس کی آنکھیں تو سوتی ہیں مگر اس کا دل نہیں سوتا۔ چنانچہ ہم ان کے پاس سے باہر نکلنے لگے تو اس وقت وہ چادر اوڑھے دھوپ میں لیٹا ہوا منہ سے کچھ گنگنا رہا تھا ہم نے اس کے سر سے کپڑا ہٹایا تو اس نے کہا آپ لوگوں نے کیا کہا ہے؟ ہم نے کہا کیا تم نے ہماری بات سن لی ہے؟ اس نے کہا جی ہاں۔ اس لئے کہ میری آنکھیں سوتی اور دل جاگتا ہے۔

تشریح ۞ تَنَامُ عَيْنَاهُ: یعنی سونے کے وقت بھی اس کے افکار فاسدہ اور القاء شیطانی منقطع نہ ہوں گے۔ کثرت کی بناء پر مسلسل آتے رہیں گے۔

اور آپ ﷺ کا قلب اطہر وحی، الہامات کے پے درپے آنے کی وجہ سے نہ سوتا تھا اور افکار صالحہ کا دل پر ہجوم رہتا تھا۔

اَضْرَس: بڑے دانت بعض کے ہاں اس سے مراد دانتوں میں اضافہ ہے۔ فرضاخ: چوڑا چکلا مرد۔

ابن صیاد کا گنگنانا

۱۱/۵۳۶۴ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ امْرَاَةً مِّنَ الْيَهُوْدِ بِالْمَدِيْنَةِ وَلَدَتْ غُلَامًا مَمْسُوْحَةً عَيْنُهٗ طَالِعَةً نَابُهٗ فَاَشْفَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّكُوْنَ الدَّجَّالُ فَوَجَدَهٗ تَحْتَ قَطِيْفَةٍ يُهَمْهِمُ فَاٰذَنَتْهُ اُمُّهٗ فَقَالَتْ يَا عَبْدَ اللّٰهِ هٰذَا اَبُو الْقَاسِمِ فَخَرَجَ مِنَ الْقَطِيْفَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَالَهَا قَاتَلَهَا اللّٰهُ لَوْ تَرَكَتْهُ لَبَيَّنَ فَذَكَرَ مِثْلَ مَعْنٰى حَدِيْثِ ابْنِ عُمَرَ فَقَالَ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ ائْذَنْ لِىْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاَقْتُلَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ يَّكُنْ هُوَ فَلَسْتَ صَاحِبَهٗ اِنَّمَا صَاحِبُهٗ عِيْسَى

ابْنُ مَرْيَمَ وَاِلَّمْ يَكُنْ هُوَ فَلَيْسَ لَكَ اَنْ تَقْتُلَ رَجُلًا مِنْ اَهْلِ الْعَهْدِ فَلَمْ يَزَلْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُشْفِقًا اِنَّهُ هُوَ الدَّجَّالُ۔ (رواه في شرح السنة)

اخرجه البغوي في شرح السنة ۱۵/ ۷۸ حديث رقم ۴۲۷۴ واحمد في المسند ۳/ ۳۶۸۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مدینہ منورہ کی ایک یہودی عورت نے ایک بچہ جنا جس کی ایک آنکھ سپاٹ یعنی مٹی ہوئی تھی اس کی ڈاڑھیں اگی ہوئی تھیں۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطرہ محسوس کیا کہ یہی دجال ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایک کمبل کے نیچے گنگناتا ہوا پایا۔ اس کی ماں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی اسے اطلاع دے دی وہ کہنے لگی اے اللہ کے بندے! یہ ابوالقاسم ہیں تو وہ کمبل سے نکل پڑا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اسے غارت کرے! اسے کیا ہوا ہے؟ اگر یہ اسے اس کے حال پر چھوڑ دیتی تو یہ بیان کر دیتا۔ پھر روایت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ہم معنی روایت ذکر کی۔ تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیں کہ میں اسے قتل کر دوں۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ وہی ہے تو اس کے قاتل تم نہیں حضرت عیسیٰ بن مریم اس کے قاتل ہیں اور اگر یہ وہ نہیں تو تمہیں مناسب نہیں ہے کہ ذمیوں میں سے کسی کو قتل کرو۔ پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے خطرہ محسوس فرماتے رہے کہ یہ دجال ہے۔ (شرح السنۃ)

تشریح ۞ فَلَسْتَ صَاحِبَهُ: اگر یہ دجال ہے تو تو اسے قتل نہیں کر سکتا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس کے لئے مقرر کیا گیا ہے، تمہیں کسی ذمی پر ہاتھ اٹھانے کا حق نہیں ہے۔ یہ اس کے اسلام لانے سے پہلے کا واقعہ ہے اور اسلام کے بعد بھی روایت ابوسعید کے مطابق اس کا حال اسی طرح رہا کہ وہ دجال بننا پسند کرتا تھا اور یہ کھلا کفر ہے۔

فَلَمْ يَزَلْ رَسُوْلُ اللّٰهِ: بعض محققین کہتے ہیں کہ ابن صیاد کے سلسلہ میں روایات متضاد ہیں۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب کہ تمیم داری والی بات سامنے نہ آئی تھی جب وہ احوال سامنے آگئے تو آپ کو یقین ہو گیا کہ ابن صیاد دجال نہیں ہے اور اس کی موجودہ روایت جو ابوسعید رضی اللہ عنہ نے سفر مکہ کے سلسلہ میں ذکر کی البتہ اس کے ماں باپ کے اوصاف اگر دجال کے ماں باپ کے اوصاف کے مطابق بھی ہوں تب بھی اس کے دجال ہونے کو ثابت نہیں کرتے۔ چند اوصاف کا مل جانا شخصیت کے ایک ہونے کو ثابت نہیں کر سکتا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قسم اٹھانا وہ اس کے تفصیلی حالات کھلنے سے پہلے کی بات ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا امت کے سلسلہ میں ڈر محسوس کرنا بنا بر احتیاط تھا۔

باب نُزُوْلِ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَام

نزول عیسیٰ علیہ السلام

صحیح احادیث کثیرہ سے یہ بات ثابت شدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آسمانوں سے زمین پر اتریں گے اور وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے پیرو ہوں گے اور اسی آخری شریعت کے مطابق فیصلے کریں گے اور بعض وہ احکام جو ہماری شریعت میں نہیں ان کا حکم بمنزلہ ہدایت کے ہوگا جیسا کہ نسخ ہوتا ہے اور وہ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کا حصہ ہوگا۔ مثلاً اختتام جزیہ وغیرہ

الفصل الاول:

علاماتِ مسیح صادق

۵۳۶۵/۱ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَیُوْشِکَنَّ اَنْ یَّنْزِلَ فِیْکُمُ ابْنُ مَرْیَمَ حَکَمًا عَدْلًا فَیَکْسِرُ الصَّلِیْبَ وَیَقْتُلَ الْخِنْزِیْرَ وَیَضَعُ الْجِزْیَةَ وَیَفِیْضُ الْمَالَ حَتّٰی لَا یَقْبَلَهٗ اَحَدٌ حَتّٰی تَکُوْنَ السَّجْدَةُ الْوَاحِدَةُ خَیْرًا مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْهَا ثُمَّ یَقُوْلُ اَبُوْ هُرَیْرَةَ فَاقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ اَلْاٰیَةَ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٦/٤٩٠ حدیث رقم ٣٤٤٨ ومسلم فی صحیحه ١/١٣٥ حدیث رقم (٢٤٢-١٥٥) واخرجه الترمذی فی السنن ٤/٤٣٩ حدیث رقم ٢٢٣٣ وابن ماجه فی السنن ٢/١٣٦٣ حدیث رقم ٤٠٧٨۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! عنقریب تم میں عیسیٰ علیہ السلام حاکم عادل کی حیثیت سے نازل ہوں گے۔ وہ صلیب توڑ ڈالیں گے اور خنزیر کو قتل کر دیں گے۔ جزیہ کو ختم کر دیں گے اور بے شمار مال تقسیم کریں گے یہاں تک کہ اسے کوئی قبول کرنے والا نہ ہو گا۔ اس وقت ایک سجدہ کرنا اس کے تمام سامان سے بہتر ہو گا۔ پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تم چاہو تو یہ آیت پڑھو: وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْکِتٰبِ ..... کہ تمام اہل کتاب ایمان لے آئیں گے۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ فَیَکْسِرُ الصَّلِیْبَ: اس سے مراد نصرانیت کا باطل کرنا ہے۔ ملت حنیفیہ کے مطابق حکم دیں گے، عام بولی میں سولی دیئے ہوئے شخص کی طرح دو لکڑیاں ہیں جو نصاریٰ کے ہاں نہایت مقدس ہے اس کے ساتھ ان کی محبت کا حال یہ ہے کہ اپنی بہت مصنوعات پر اس کی شکل بناتے ہیں اور اوقات اس پر مسیح علیہ السلام کی تصویر بھی یادداشت کے طور پر لگاتے ہیں۔ انکا اعتقاد یہ ہے کہ اس لکڑی پر عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دی گئی اور یہود کا کہنا بھی یہی ہے کہ انہوں نے سولی دی تھی حالانکہ دونوں اعتقاد باطل ہیں۔

وَیَضَعُ الْجِزْیَةَ: اہل ذمہ سے جزیہ ہٹا کر ان کو اسلام کی دعوت دیں گے جس کو وہ قبول کر کے مسلمان ہو جائیں گے۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ نصرانیت کے تمام آثار مٹا دیئے جائیں گے اور دین اسلام کی بات چلے گی۔

۞ بعض نے کہا کہ کثرت اموال کی وجہ سے جزیہ ان سے ہٹا لیا جائے گا کوئی مال قبول کرنے والا نہ ہو گا اور اہل حرص کا فقدان ہو گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول اس کی تردید کرتا ہے۔

وَیَفِیْضُ الْمَالَ: مال کی اس قدر کثرت ہو گی کہ ایک سجدہ دنیا و مافیہا سے زیادہ بہتر ہو گا۔ یہ یفیض المال کے جملہ کا پہلا متعلق اور تمام مضمون جملہ سے بھی اس کا تعلق ہے کہ صلیب توڑ ڈالیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ دین اسلام عبادت و طاعت کی طرف رغبت و محبت کا حال یہ ہو گا کہ ایک سجدے کو تمام متاع دنیا سے بہتر شمار کریں گے اور اس بات میں تو کوئی کلام نہیں کہ ایک سجدہ کرنا اس کے تمام سامان سے بڑھ کر ہے۔ یہ اس زمانہ سے مخصوص نہیں البتہ دین کی طرف لوگوں کے میلان طبعی کی شدت کو

اس انداز سے بیان فرمایا۔ ② یہ بھی احتمال ہے کہ یفیض المال سے اس کا تعلق ہو یعنی لوگ مال سے مکمل معرض ہو جائیں گے۔ انہیں مال کے حصول کی نہ طلب ہوگی اور خرچ کا شوق ہوگا جتنی الفت ومحبت ان کو نماز سے ہوگی۔

وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ : یعنی اگر تمہیں کوئی شک وتردد ہو تو یہ آیت پڑھ لو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ہاں آیت کی تفسیر یہ ہے کہ اہل کتاب یہود ونصاریٰ میں کوئی ایسا نہیں ہے جو موت سے پہلے یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے ان کے آسمانوں سے نزول کے بعد ان پر ایمان نہ لائے۔ اس وقت تمام ملتیں مٹ کر ملت دین اسلام ہی ہو جائے گی اور اختلاف کا نشان نہ رہے گا اور عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہود ونصاریٰ کا اختلاف ختم ہو جائے گا اور تمام عیسیٰ علیہ السلام پر اس کے مطابق ایمان لے آئیں گے جو اسلام نے بیان کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کی بندی کے بیٹے ہیں۔ خدا اور اس کا اقنوم نہیں۔ اسی کی طرف حضرت ابوہریرہ نے اشارہ کیا ہے

دوسری تفسیر:

اس کی دوسری تفسیر مفسرین نے لکھی ہے کہ اہل کتاب میں سے ہر شخص جب وہ وقت نزع میں پہنچتا ہے اور آثار موت سامنے نظر آتے ہیں تو اس وقت لیؤمن به کا مرجع جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ذات حق تعالیٰ اور موته میں ہ کی ضمیر مرنے والے کی طرف لوٹے گی اگرچہ یہ ایمان یأس قابل اعتبار نہیں۔ بلکہ آثار موت سے پہلے پہلے ایمان قبول کر لینا چاہیے۔

علامات مسیح عیسائیت باطل کر دیں گے

۲/۵۳۶۶ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَنْزِلَنَّ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا عَادِلًا فَلَيَكْسِرَنَّ الصَّلِيْبَ وَلَيَقْتُلَنَّ الْخِنْزِيْرَ وَلَيَضَعَنَّ الْجِزْيَةَ وَلَيَتْرُكَنَّ الْقِلَاصَ فَلَا يُسْعٰى عَلَيْهَا وَلَتَذْهَبَنَّ الشَّحْنَاءُ وَالتَّبَاغُضُ وَالتَّحَاسُدُ وَلَيَدْعُوَنَّ اِلَى الْمَالِ فَلَا يَقْبَلُهُ اَحَدٌ (رواه مسلم وفي رواية) لَهُمَا قَالَ كَيْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيْكُمْ وَاِمَامُكُمْ مِنْكُمْ۔

اخرجه البخاري في صحيحه ٤٩١/٦ حديث رقم ٣٤٤٩ ومسلم في صحيحه ١٣٥/١ حديث رقم ١٥٢/٢٤٣ واحمد في المسند ٤٩٤/٢۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی قسم! تم میں عیسیٰ بن مریم حاکم عادل کی حیثیت سے اتریں گے اور وہ صلیب توڑیں گے اور وہ خنزیر کو قتل کر دیں گے اور جزیہ ختم کر دیں گے اور جوان اونٹنیوں کو کھلا چھوڑ دیں گے ان سے محنت کا کام نہ لیا جائے اور (لوگوں کے مابین) دشمنی بغض وحسد ختم ہو جائے گا وہ لوگوں کو مال کی طرف بلائیں گے مگر اس کو کوئی قبول نہ کرے گا۔ (بخاری) بخاری ومسلم دونوں کی روایت میں ہے جناب رسول اللہ نے فرمایا تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جب تم میں عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے اس وقت تمہارا امام تمہیں میں سے ہوگا

تشریح ① وَلَيَتْرُكَنَّ الْقِلَاصَ: اور سواریوں کی کثرت کی وجہ سے ان کی حاجت وضرورت نہ رہے گی۔

② وہ کسی کو زکوۃ کی وصولیابی کے ساعی مقرر نہ فرمائیں گے کیونکہ کوئی قبول کرنے والا ہی نہ ہوگا۔ ③ ترک تجارت سے

بھی کنایہ ہو سکتا ہے کہ زمین میں ادھر ادھر سفر کی حاجت نہ ہوگی کیونکہ استغناء اور مالداری کثرت سے ہوگی۔

وَلَتَذْهَبَنَّ الشَّحْنَاءُ: بغض و کینہ حب مال وجاہ سے ہوتا ہے اور جب دنیا کی محبت نہ رہے گی تو بغض کیسے پیدا ہو۔

وَلَيَدْعُوَنَّ إِلَى الْمَالِ: استغناء کی وجہ سے کوئی مال کا طلب گار نہ ہوگا۔ امامکم منکم سے مراد تمہارا امام قریش کی نسل سے ہو گا۔ ② تمہارے اہل ملت سے ہوگا۔ علماء نے اس جملے کی دو طرح توجیہ کی ہے۔ ① تمہاری نمازوں کا امام تمہیں میں سے ہوگا یعنی مہدی اور عیسیٰ علیہ السلام تو حکومت کا سلسلہ چلائیں گے اور یہ امت محمدیہ کے اکرام کی وجہ سے ہوگا۔ آئندہ روایات میں یہ مضمون صراحت سے بھی مذکور ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام حاکم اور خلیفہ اور خیر کی تعلیم کرنے والے مقتداء ہوں گے اور نماز کا امام البتہ مہدی ہوگا اور بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو اس وقت مہدی امت کے ساتھ نماز کے لئے تیار ہوں گے وہ پیچھے ہٹنا چاہیں گے تاکہ عیسیٰ علیہ السلام امامت کرائیں مگر عیسیٰ علیہ السلام انہی کی امامت کا حکم دیں گے اس نماز کے بعد عیسیٰ علیہ السلام ہی امامت بھی کرائیں گے کیونکہ وہ مہدی سے افضل ہیں۔

② امام سے مراد عیسیٰ علیہ السلام ہوں اور حکم سے احکام شریعت محمدیہ ہیں کہ ان کے فیصلے اس شریعت کے مطابق ہوں گے نہ کہ انجیل کے مطابق اور دوسری روایت میں اس طرح موجود ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تمہاری کتاب (قرآن مجید) اور تمہارے پیغمبر علیہ السلام کی سنت کے مطابق امامت کریں گے۔ تو اس روایت کے مطابق امامت کا معنی یہ ہوگا کہ وہ تمہاری امامت اس حالت میں کریں گے کہ تمہاری شریعت کے پابند ہوں گے۔

حق پر ثابت قدم اہل حق کی جماعت

۳/۵۳۶۷ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِيْ يُقَاتِلُوْنَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِيْنَ إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ قَالَ فَيَنْزِلُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ فَيَقُوْلُ أَمِيْرُهُمْ تَعَالَ صَلِّ لَنَا فَيَقُوْلُ لَا إِنَّ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ أُمَرَاءُ تَكْرِمَةَ اللّٰهِ هٰذِهِ الْأُمَّةَ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم في صحيحه ١٣٧/١ حديث رقم (٢٤٧-١٥٦) واخرجه ابو داؤد في السنن ١١/٣ حديث رقم ٢٤٨٤ والترمذي في السنن ٤٣٧/٤ حديث رقم ٢٢٢٩ وابن ماجه في السنن ٤/١ واحمد في المسند ٢٧٩/٥۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کی ایک جماعت حق پر قیامت تک لڑتی رہے گی اور غالب ہوگی۔ پھر فرمایا تب عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے تو ان کا امیر کہے گا آئیں اور ہمیں نماز پڑھائیں وہ انکار کرتے ہوئے کہیں گے نہیں تم میں سے بعض بعض پر امیر ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس امت کے احترام کے طور پر ہوگا۔ (مسلم)

تشریح: اس روایت میں سے یہ چیزیں بصراحت مستنبط ہوتی ہیں:

① قیامت تک امت کا ایک طبقہ حق پر کفر کے خلاف نبرد آزما رہے گا۔
② قلت کے باوجود اللہ تعالیٰ ان کو کفار پر غلبہ دیتے رہیں گے کفران سے دبتا رہے گا۔
③ آخری زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول اجلال ہوگا۔

④ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس حق پرست جماعت کے امیر کو نماز پڑھانے کے لئے آگے بڑھائیں گے یہ اس امت کا عظیم اعزاز ہے جو اسی کا حصہ ہے۔

وھذا الباب خال عن الفصل الثانی :

اس باب میں دوسری فصل نہیں ہے

الفصل الثالث:

عیسیٰ علیہ السلام کا نکاح واولاد

۴/۵۳۶۸ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْزِلُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ إِلَى الْأَرْضِ فَيَتَزَوَّجُ وَيُوْلَدُ لَهٗ وَيَمْكُثُ خَمْسًا وَّأَرْبَعِيْنَ سَنَةً ثُمَّ يَمُوْتُ فَيُدْفَنُ مَعِيْ فِيْ قَبْرِيْ فَأَقُوْمُ أَنَا وَعِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ فِيْ قَبْرٍ وَّاحِدٍ بَيْنَ أَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ۔ (رواہ ابن الجوزی فی کتاب الوفاء)

رواہ ابن ماجه فی کتاب الوفاء

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب عیسیٰ علیہ السلام زمین کی طرف اتریں گے تو وہ نکاح کریں گے اوران کی اولاد ہوگی اور پینتالیس سال قیام کریں گے پھر وفات پائیں گے اور میرے ساتھ قبر میں دفن ہوں گے تو ہم اور عیسیٰ بن مریم اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے درمیان ایک قبر سے اٹھیں گے۔

(ابن جوزی کتاب الوفا)

تشریح ۞ وَيَمْكُثُ خَمْسًا وَّأَرْبَعِيْنَ: یہ روایت مسلم وغیرہ کی ان روایات کے خلاف ہے جن میں ان کا چالیس سال ٹھہرنا مذکور ہے۔ رفع سماوی کے وقت آپ کی عمر تینتس سال تھی اور نزول کے بعد سات برس کا قیام ہو تو مدت قیام چالیس برس بنتی ہے۔

تطبیق: مسلم کی روایت جس میں برس کی مدت مذکور ہے وہ راجح ہوگی یا یہ کہ کسور میں پانچ کا عدد ساقط الاعتبار ہوگا اہل عرب کے ہاں عموماً کسور اس وقت ساقط الاعتبار ہوتی تھی۔

فیدفن: قبر سے مراد آپ کا مقبرہ ہے اور باوثوق اخبار سے یہ بات ثابت ہے کہ روضہ میں ایک قبر کی جگہ خالی ہے جو کئی حضرات کی کوشش وتمنا کے باوجود ان کو میسر نہ آئی اس میں حکمت یہی تھی کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کا مدفن ہے۔ وہ کیسے اور کسی کو مل سکتا ہے۔ اخبار میں مذکور ہے کہ اس جگہ کے لئے حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے تمنا ظاہر کی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رضامندی ظاہر کر دی مگر بنو امیہ آڑے آئے اوران کو دفن نہ ہونے دیا۔ پھر حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے تمنا ظاہر کی تو حضرت عائشہ رضامند نہ ہوئیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو وفات سے قبل پوچھا گیا کہ یہ تمہارا گھر ہے تمہیں یہیں دفن کریں گے مگر انہوں نے کہا مجھے بقیع میں دیگر ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دفن کر دیا جائے۔ (ذکرہ الجوزی فی کتاب الوفاء)

بَابُ قُرْبِ السَّاعَةِ وَمَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهٗ

قیامت کا قرب اور جو شخص مر گیا اس کی قیامت آ گئی

قیامت کے نزدیک آنے کا ظاہر مطلب یہ ہے کہ اس کی آمد میں جو مدت باقی ہے وہ اس مدت کے مقابلے میں کم ہے جو کہ گزر چکی۔ بعض شارحین کہتے ہیں کہ اگر باقی زیادہ بھی تب بھی قرب کا حکم صادق آتا ہے کیونکہ یہاں سے آگے انتہاء تک کی مسافت ابتداء سے یہاں تک کے مقابلے میں کم ہے یہ اعتبار درست ہے مگر یہاں پہلا معنی مراد ہے کیونکہ بقیہ کم ہے جیسا کہ احادیث میں صراحت ہے اور مرنے والے کے لئے احوال آخرت شروع ہونے کے لحاظ سے اس کی قیامت تو قائم ہو گئی اس نے واپس نہیں آنا آگے جانا ہے۔

تورپشتی رحمہ اللہ کا قول:

قیامت کی تین قسمیں ہیں۔ ① کبریٰ، وہ جزاء کے لئے سب کا اٹھنا ہے۔ ② وسطیٰ عمر میں قریب تر لوگوں کا مرنا اس کو قرن بھی کہا جاتا ہے۔ ③ صغریٰ۔ ہر آدمی کا مرنا۔ یہاں اس آخری کو بیان کرنا مقصود ہے اگر چہ ساعۃ سے تو کبریٰ ہی مراد ہے خواہ اسے پہلی یا دوسری پر محمول کریں۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا تقوم الساعة الا على شرار الناس اور دوسری جس کو طامة الكبرٰى۔ وہ کتاب وسنت میں معروف ہے۔ آپ کا ارشاد وانا والساعة كهاتين اس میں دونوں قیامت کے مراد ہونے کا احتمال ہے اور حدیث عائشہ صدیقہ قیامت وسطیٰ پر دلالت کرتی ہیں۔

میں اور قیامت قریب قریب ہیں

۵۳۶۹/۱ وَعَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ قَالَ شُعْبَةُ وَسَمِعْتُ قَتَادَةَ يَقُوْلُ فِىْ قِصَصِهٖ كَفَضْلِ اِحْدٰهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَلَا اَدْرِىْ اَذَكَرَهٗ عَنْ اَنَسٍ اَوْ قَالَهٗ قَتَادَةُ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاري في صحيحه ۳۴۷/۱۱ حديث رقم ۶۵۰۴ ومسلم في صحيحه ۲۲۶۸/۲ حديث رقم (۱۳۳-۲۹۵۱) وابن ماجه ۱۳۴۱/۲ حديث رقم ۴۰۴۰ والدارمي في السنن ۴۰۴/۲ حديث رقم ۲۷۵۹ واحمد في المسند ۳۰۹/۴۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اور قیامت ان دو انگلیوں کی طرح آگے پیچھے بھیجے گئے ہیں۔ شعبہ راوی کہتے ہیں کہ میں نے قتادہ کو مواعظ میں یہ کہتے سنا ہے کہ جس طرح ان دونوں میں سے ایک کا دوسرے سے لمبا ہونا۔ مجھے معلوم نہیں کہ اسے انہوں نے حضرت انس سے نقل کیا یا خود کہا۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةُ: قتادہ اپنے مواعظ میں آپ کی بعثت اور قیام قیامت کو انگشت شہادت اور درمیانی

انگلی سے تشبیہ دینے کے سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ میں قیامت سے اس قدر آگے ہوں جتنی یہ درمیانی انگلی شہادت کی انگلی سے آگے بڑھی ہوئی ہے۔

فَلَا اَدْرِیْ : شعبہ کہتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں کہ آیا یہ قتادہ نے انس سے یہ بات بیان کی یا انس رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات نقل کی اور ان سے قتادہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان نقل کیا۔ مستورد بن شداد رحمہ اللہ کی روایت میں تصریح ہے کہ یہ حضرت انس نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہی نقل کیا ہے اور راوی نے جب خود وضاحت کردی تو کسی اور توضیح کی ضرورت نہیں۔

اس وقت کے تمام زندہ سو سال تک وفات پائیں گے

۲/۵۲۷۰ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ قَبْلَ اَنْ یَّمُوْتَ شَھْرًا تَسْاَلُوْنِیْ عَنِ السَّاعَةِ وَاِنَّمَا عِلْمُھَا عِنْدَ اللّٰہِ وَاُقْسِمُ بِاللّٰہِ مَا عَلَی الْاَرْضِ مِنْ نَفْسٍ مَنْفُوْسَةٍ یَاْتِیْ عَلَیْھَا مِائَةُ سَنَةٍ وَّھِیَ حَیَّةٌ یَوْمَئِذٍ ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۱۹۶۶/٤ حدیث رقم (۲۱۸-۲۵۳۸) واحمد فی المسند ۳۲۲/۳۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی وفات سے ایک ماہ قبل یہ فرماتے سنا تم مجھ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہو اس کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھاتا ہوں کہ زمین پر کوئی ایسا انسان نہیں کہ جس پر سو سال گزرے اور وہ اس دن زندہ ہو۔ (مسلم)

تشریح ۞ تَسْاَلُوْنِیْ عَنِ السَّاعَةِ : تم مجھ سے قیامت کبریٰ کے قیام کا حقیقی وقت دریافت کرتے ہو اور وہ تو خود مجھے بھی معلوم نہیں وہ تو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا البتہ قیامت صغریٰ اور وسطیٰ کا علم رکھتا ہوں وہ تمہیں بتائے دیتا ہوں۔

مَا عَلَی الْاَرْضِ : انسانوں کا وہ طبقہ جو میرے اس خبر دینے کے وقت موجود ہے۔ وہ سو برس کی مدت میں تمام کے تمام مر جائیں گے اور ان میں سے کوئی باقی نہ رہے گا۔ یہ قیامت وسطیٰ ہے اور ہر ایک کے مرنے کو قیامت صغریٰ کہا جاتا ہے۔ اس سے مراد صحابہ کرام کا وفات پانا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غالب کے لحاظ سے یہ بات فرمائی ورنہ بعض صحابہ کرام سو سال سے زیادہ عرصہ زندہ رہے مثلاً حضرت انس، سلمان وغیرہ رضی اللہ عنہما۔

زیادہ اوفق توجیہ: زیادہ ظاہر یہ ہے کہ اپنی وفات سے ایک ماہ قبل یہ بات فرمائی اس وقت سے ۱۰۰ سال مراد ہیں۔ پس غالب کی قید لگانے کی ضرورت نہیں اور اگلی روایت اس توجیہ کی مؤید ہے۔

بعض علماء نے کہا جو اس سے پہلے پیدا ہوئے وہ آئندہ سو برس سے پہلے چل بسے۔ بعض اکابر نے اس روایت سے حضرت خضر علیہ السلام کی موت پر استدلال کیا ہے کیونکہ خبر دینے کے وقت وہ زندوں میں تھے اور آپ کے اس ارشاد کے مطابق سو برس کے بعد تک ان کو زندہ نہ رہنا چاہئے۔ دوسرے علماء نے یہ جواب دیا کہ وہ اس عموم سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ یہ بات آپ نے اپنی امت کے متعلق فرمائی کسی دوسری امت یا پیغمبر کے بارے میں نہیں فرمائی گئی۔ بعض نے یہ جواب دیا کہ ارض کی قید نے حضرت خضر والیاس علیہما السلام کو خارج کر دیا۔ وہ اس وقت دریا پر تھے زمین پر نہ تھے (مگر یہ توجیہ وزن نہیں رکھتی فتدبر)

بغویؒ نے معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ چار انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں دو زمین پر اور دو آسمان پر حضرت خضر والیاس علیہما السلام

زمین پر اور عیسیٰ اور ادریس علیہما السلام آسمان پر۔ صوفیا مشائخ کی خبریں حیات خضر کے بارے میں کثرت سے وارد ہیں۔ اگرچہ اس میں بعض نے یہ تاویل کی ہے ہر زمانے کا ایک خضر ہے۔ جو ان کو فیض پہنچاتا ہے۔ لیکن بعض اولیاء سے اسی خضر علیہ السلام کا جن کی موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور وہ بنی اسرائیل سے ہیں پورا حلیہ منقول ہے۔ واللہ اعلم

الیات یہ الیۃ کی جمع ہے اس کا معنی ہے دم یا سرین اور چربی کا گوشت کو وہ حصہ جس پر آدمی بیٹھا ہے صاحب مجمع نے اس سے وہ گوشت مراد لیا ہے جو پشت اور ران پر بلند ہوتا ہے اور صاحب مشارق نے اس کا معنی حیوان کے نچلے نصف حصے کا گوشت یا مقعد انسانی کا گوشت لکھا ہے۔

دوس یمن کا ایک مشہور قبیلہ ہے اور ذو الخلصہ جاہلیت کا وہ مشہور بت ہے جس کو قبائل دوس خثعم، بجیلہ وغیرہ پوجا کرتے تھے۔ یہ وہی بت ہے جس کو گرانے کے لئے جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ انہوں نے اس کو گرا کر زمین بوس کر دیا۔ اس میں یہ اشارہ فرمایا کہ آخری زمانہ میں یہ قبائل ارتداد کا شکار ہو جائیں گے اور ان کی عورتیں بت خانہ کا طواف کریں گی۔

صاحب نہایہ وغیرہ نے ذو الخلصہ کی تفصیل بت خانہ سے کی ہے جس میں ان کو تسامح ہوا ہے۔

آج کا پیدا شدہ سو سال تک فوت وہ جائے گا

۳/۵۳۷۱ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَاْتِیْ مِائَةُ سَنَةٍ وَعَلَی الْاَرْضِ نَفْسٌ مَنْفُوْسَةٌ الْیَوْمَ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم في صحيحه ١٩٦٦/٤ حديث رقم (٢١٩-٢٥٣٩) والترمذي في السنن ٤٥٠/٤ حديث رقم ٢٢٥٠ واحمد في المسند ٣٧٩/٣۔

ترجمہ: حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سو برس اس طرح نہ گزریں گے کہ زمین پر آج کا پیدا شدہ آدمی موجود رہے۔ (مسلم)

تشریح ۞ اس روایت کا حاصل یہ ہے کہ آج کے دن جو لوگ موجود ہیں تو وہ سو سال گزرنے پر وہ سب دنیا سے رخصت ہو جائیں گے اس سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ جس دن آپ نے یہ بات فرمائی اس دن سے لے کر سو سال مراد ہیں۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے سب سے آخر میں جن کی وفات ہوئی وہ ۱۱۰ھ بتایا جاتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

قربِ قیامت کی ایک شاندار تعبیر

۴/۵۳۷۲ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ کَانَ رِجَالٌ مِنَ الْاَعْرَابِ یَاْتُوْنَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَیَسْاَلُوْنَهٗ عَنِ السَّاعَةِ فَکَانَ یَنْظُرُ اِلٰی اَصْغَرِهِمْ فَیَقُوْلُ اِنْ یَّعِشْ هٰذَا لَا یُدْرِکُهُ الْهَرَمُ حَتّٰی تَقُوْمَ عَلَیْکُمْ سَاعَتُکُمْ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاري في صحيحه ١١/٣٦١ حديث رقم ٦٥١١ ومسلم في صحيحه ٤/٢٢٦٩ حديث رقم (١٣٦-٢٩٥٢) واحمد في المسند ٣/١٩٢۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ دیہاتی لوگ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تو آپ سے قیامت کے متعلق دریافت کرتے تو آپ ان میں سے سب سے چھوٹے کی طرف نظر فرماتے اور یہ فرماتے اگر یہ زندہ رہا تو اسے بڑھاپا نہ آئے گا یہاں تک کہ تم پر تمہاری قیامت قائم ہو جائے گی۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ فَكَانَ يَنْظُرُ إِلَى أَصْغَرِ هِمْ جو لوگ آ کر آپ سے قیامت کے بارے میں دریافت کرتے تو آپ سب سے چھوٹے کو دیکھ کر ارشاد فرماتے کہ یہ ابھی بڑھاپے کو نہیں پہنچے گا کہ تم سب مر جاؤ گے اس سے آپ کا اشارہ اس طبقے اور اس قرن کے لوگوں کا مر جانا تھا۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساعت کا لفظ ارشاد فرمایا اب رہا یہ سوال کہ انہوں نے تو سوال قیامت کبریٰ کے بارے میں کیا اور آپ نے جواب ان کو قیامت صغریٰ سے دیا تو گویا آپ کا یہ جواب علیٰ اسلوب الحکیم تھا کیونکہ جو آدمی مر جاتا ہے تو اس کی قیامت تو قائم ہو جاتی ہے کیونکہ اعمال کے لئے اسے دنیا میں دوبارہ نہیں لوٹنا اور بعض شارحین نے اس سے سب کا مر جانا مراد لیا ہے اور یہ ظاہر یا اکثر اور غالب کے اعتبار سے ہے

الفصل الثانی:

میرا قیامت سے قرب ان دو انگلیوں جیسا ہے

٥/٥٣٧٣ عَنِ الْمُسْتَوْرِدِ بْنِ شَدَّادٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بُعِثْتُ فِي نَفَسِ السَّاعَةِ فَسَبَقْتُهَا كَمَا سَبَقَتْ هٰذِهٖ هٰذِهٖ وَاَشَارَ بِإِصْبَعَيْهِ السَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى۔ (رواه الترمذي)

اخرجه الترمذي في السنن ٤/٤٢٩ حديث رقم ٢٢١٣

ترجمہ: حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں قیامت سے پہلے بھیجا گیا ہوں تو میں قیامت سے اس طرح پہلا ہوں جس طرح یہ انگلی اس سے سبقت کرنے والی ہے۔ آپ نے انگشت شہادت اور درمیان والی انگلی کی طرف اشارہ کیا۔ (ترمذی)

تشریح ۞ حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے پہلے کوفہ اور پھر مصر میں مستقل سکونت اختیار کر لی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت اگرچہ بچے تھے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی روایات نقل کی ہیں۔

بُعِثْتُ فِي نَفَسِ السَّاعَةِ: نفس کا معنی کسی چیز کے ظہور کی ابتداء جیسا کہ طلوع صبح صادق کو کہا جاتا ہے نفس الصبح صبح کی ابتداء ہوئی۔ اب معنی یہ ہوا کہ میری بعثت اوائل قیامت میں ہوئی ہے۔

اُمت کو مہلت اس کی عظمت ہے

٦/٥٣٧٤ عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنِّيْ لَاَرْجُوْا اَنْ لَّا تَعْجِزَ

اُمَّتِیْ عِنْدَ رَبِّهَا اَنْ یُّؤَخِّرَهُمْ نِصْفَ یَوْمٍ قِیْلَ لِسَعْدٍ وَّكَمْ نِصْفُ یَوْمٍ قَالَ خَمْسُمِائَةِ سَنَةٍ۔ (رواه ابو داؤد)

اخرجه ابو داؤد فی السنن ۴/۵۱۷ حدیث رقم ۴۳۵۰ واحمد فی المسند ۱/۱۷۰۔

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں امید کرتا ہوں کہ میری امت اپنے رب کے ہاں اس قدر بے حقیقت نہ ہو جائے کہ ان کو آدھے دن کی بھی مہلت نہ دے۔ سعد سے پوچھا گیا کہ وہ آدھا دن کتنا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا پانچ سو سال۔ (ابوداؤد)

تشریح ۞ اَنْ یُّؤَخِّرَهُمْ نِصْفَ یَوْمٍ: اور یہ بات آپ نے اس ارشاد کے پیش نظر فرمائی ان یوما عند ربک کالف سنة مما تعدون۔ کہ بلاشبہ ایک دن آپ کے پروردگار کے ہاں تمہاری گنتی کے مطابق ایک ہزار سال کا ہے۔ جب ایک دن ایک ہزار سال کا ہوا تو آدھا دن پانچ سو سال کا ہوگا پس حدیث کے مطلب یہ ہے کہ اس امت کی اللہ کے ہاں اس قدر قربت ومرتبہ ومقام ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو پانچ سو سال ہلاکت سے محفوظ رکھے گا۔ تو اس امت کی بقا پانچ سو سال سے کم نہیں زیادہ خواہ جتنی بھی ہو۔ اس سے یہ اشارہ فرمایا کہ پانچ سو سال سے پہلے تو قیامت قائم نہیں ہوگی اور نہ اللہ تعالیٰ اس امت کو ہلاک کریں گے اس کے بعد وہی ہوگا جو اللہ کو منظور ہوگا۔ بعض شارحین نے یہ کہا کہ اس امت کی سالمیت امن اور شدائد سے حفاظت کی ضمانت پانچ سو سال کے لئے دی گئی کہ ان کو ایسی آفتیں نہیں پہنچیں گی کہ جس سے ان کا استیصال ہو۔ علامہ سیوطیؒ نے اپنے بعض رسائل میں یہ لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے ہزار سال بعد پانچ سو سال سے یہ امت تجاوز نہیں کرے گی بعض لوگوں نے دسویں صدی میں مہدی کے ظہور دجال کے خروج عیسیٰ علیہ السلام کے نزول اور دیگر علامات قیامت کے ظہور کا فتویٰ دیا اور سیوطی نے اس فتوے کی تردید کر کے اخبار آثار سے ایک ہزار سال کے بعد پانچ سو سال سے آگے نہ بڑھنے کو ثابت کیا۔ مگر یہ بھی ایسی بات ہے کہ جس کے متعلق بات کرنا رجمًا بالغیب ہے۔

الفصل الثالث:

دنیا کی عجیب مثال

۵۳۷۵/۷ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ هٰذِهِ الدُّنْیَا مَثَلُ ثَوْبٍ شُقَّ مِنْ اَوَّلِهٖ اِلٰی اٰخِرِهٖ فَبَقِیَ مُتَعَلِّقًا بِخَیْطٍ فِیْ اٰخِرِهٖ فَیُوْشِكُ ذٰلِكَ الْخَیْطُ اَنْ یَّنْقَطِعَ۔ (رواه البیهقی فی شعب الایمان)

رواه البیهقی فی شعب الایمان ۷/۲۶۰ حدیث رقم ۱۰۲۳۸۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس دنیا کی مثال اس کپڑے جیسی ہے جس کو ابتداء سے انتہاء تک کاٹ ڈالا جائے پھر وہ آخر میں ایک دھاگے سے لٹکا رہ گیا۔ قریب ہے کہ وہ دھاگہ کاٹ ڈالا جائے۔

تشریح ۞ اس ارشاد نبوت میں اس دنیا کو ایک ایسے کپڑے سے تشبیہ دی گئی ہے کہ جو ابتداء سے آخر تک سوائے ایک دھاگے کے کاٹا گیا ہو جب تک وہ دھاگہ قائم ہے تو اس وقت تک کپڑے کے دونوں حصوں کا تعلق باقی ہے یہ گویا دنیا کے فنا

ہونے اور قیامت کے قریب ہونے کو مثال سے سمجھایا گیا ہے۔

بَابُ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ اِلَّا عَلٰی شَرَارِ النَّاسِ

قیامت کا قیام شریر لوگوں پر ہوگا

تمام نیک لوگ مر جائیں گے اور صرف برے لوگ باقی رہ جائیں گے۔ قیامت کا قیام انہی پر ہوگا۔ جب تک دنیا میں نیک لوگوں کا وجود ہے اس وقت تک قیامت نہیں آسکتی جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے آخر میں ایک خوشبودار ہوا چلے گی جس سے تمام مسلمان مر جائیں گے اور بدکار و بدکردار لوگ باقی رہ جائیں گے جو گدھوں کی طرح باہمی اختلاف کریں گے شرم و حیا کے نام کی کوئی چیز ان میں نہیں ہوگی ایسے لوگوں پر قیامت قائم ہوگی۔

الفصل الاوّل:

جب تک اللہ، اللہ کہا جاتا رہے گا قیامت قائم نہیں ہوگی

۱/۵۳۷۶ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی لَا یُقَالَ فِی الْاَرْضِ اَللّٰہُ اَللّٰہُ وَفِیْ رِوَایَۃٍ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ عَلٰی اَحَدٍ یَقُوْلُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۱/۱۳۱ حدیث رقم (۲۳۴-۱۴۸) والترمذی ۴/۴۲۶ حدیث رقم ۲۲۰۷ واحمد فی المسند ۳/۱۰۷

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی جب تک زمین پر اللہ، اللہ کہا جاتا رہے گا۔ دوسری روایت میں ہے کہ ایسے شخص پر قیامت نہ آئے گی جو اللہ، اللہ کہے۔ (مسلم)

تشریح ۞ لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ: اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جہاں کی بقاء کا سبب علماء عاملین، صالحین اور نیکوکار ہیں۔ جب وہ اس جہان سے اٹھا لئے جائیں گے تو یہ جہان بھی باقی نہ رہے گا اور اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ صاعقہ قیامت سے پہلے کوئی ایک شخص بھی اللہ کی پرستش کرنے والا نہ ہوگا بلکہ تمام کافر، بت پرست اور فساق ہوں گے۔

قیامت شریروں پر قائم ہوگی

۲/۵۳۷۷ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ اِلَّا عَلٰی شِرَارِ الْخَلْقِ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۴/۲۲۶۸ حدیث رقم (۱۳۱-۲۹۴۹) وابن ماجه فی السنن ۲/۱۳۴۰ حدیث رقم ۴۰۳۹ واحمد فی المسند ۴۰۳۹۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت شریر ترین لوگوں پر قائم ہوگی۔ (مسلم)

تشریح ۞ عَلٰی شِرَارِ الْخَلْقِ: شرار خلق سے مراد مخلوق میں نافرمان اور گنہگار انسان ہیں کیونکہ انسان کے علاوہ اور کوئی بھی مخلوق معصیت اور گناہ سے متصف نہیں پس خلق سے تمام مخلوق مراد نہیں۔

اس روایت اور گزشتہ روایت لا یزال طائفة من امتی الحدیث ان میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ پہلی روایت میں تمام زمانوں کا استغراق ہے اور وہ عام ہے اور دوسری روایت مخصوص البعض ہے یعنی اس خاص زمانہ کے علاوہ زمانے مراد ہیں۔

ذوالخلصہ بت کی دوبارہ پوجا

۳/۵۳۷۸ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَضْطَرِبَ اَلْيَاتُ نِسَاءِ دَوْسٍ حَوْلَ ذِی الْخَلَصَةِ وَذُوْا لْخَلَصَةُ طَاغِيَةُ دَوْسٍ اَلَّتِیْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ فِی الْجَاهِلِيَّةِ۔ (متفق علیہ)

اخرجہ البخاری فی صحیحہ ۷۶/۱۳حدیث رقم ۷۱۱۶ومسلم فی صحیحہ ۲۲۳۰/۴حدیث رقم (۵۱-۲۹۰٦) واحمد فی المسند ۲٦۲/۲۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک قبیلہ دوس کی عورتوں کے سرین ذوالخلصہ کے اردگرد نہ ہلیں۔ ذوالخلصہ قبیلہ دوس کا بت تھا جس کو زمانہ جاہلیت میں وہ پوجتے تھے۔ (بخاری، مسلم)

اُمت کے افراد کا بت کی طرف جھکاؤ

۳/۵۳۷۹ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَذْهَبُ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ حَتّٰى يُعْبَدَ اللَّاتُ وَالْعُزّٰى فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُ لَاَظُنُّ حِيْنَ اَنْزَلَ اللّٰهُ هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ اَنَّ ذٰلِكَ تَامًّا قَالَ اِنَّهٗ سَيَكُوْنُ مِنْ ذٰلِكَ مَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ يَبْعَثُ اللّٰهُ رِيْحًا طَيِّبَةً فَتَوَفّٰى كُلَّ مَنْ كَانَ فِیْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِنْ اِيْمَانٍ فَيَبْقٰى مَنْ لَّا خَيْرَ فِيْهِ فَيَرْجِعُوْنَ اِلٰى دِيْنِ اٰبَآئِهِمْ۔ (رواہ مسلم)

اخرجہ مسلم فی صحیحہ ۲۲۳۱/۴ حدیث رقم ۵۲-۲۹۰۷۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ اس وقت تک دن رات کا یہ سلسلہ ختم نہ ہوگا یہاں تک کہ دوبارہ لات وعزیٰ کی پوجا نہ ہونے لگے۔ میں نے عرض کیا! یا رسول اللہ! میرا خیال تو یہ تھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ وحی نازل فرمادی ہے: ﴿هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ......﴾ ”وہی ذات ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ

بھیجا تا کہ اسے تمام ادیان پر غلبہ دے اگرچہ مشرکوں کو یہ ناپسند ہو۔'' (اس آیت کے ظاہر کو دیکھتے ہوئے) میرا خیال تھا کہ بت پرستی کا خاتمہ ہونے والا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: درحقیقت ایسا ہی ہوگا۔ جب تک کہ اللہ تعالیٰ چاہے گا پھر اللہ تعالیٰ ایک خوشبودار ہوا بھیجے گا جس کے ذریعہ ہر وہ شخص مرجائے گا جس کے دل میں رائی برابر بھی ایمان ہوگا اور (دنیا میں) صرف وہی شخص باقی بچے گا جس میں کوئی نیکی نہیں ہوگی۔ پس تمام لوگ اپنے آباء واجداد کے دین یعنی کفر وشرک کی طرف لوٹ جائیں گے''۔ (مسلم)

تشریح ۞ حَتّٰى يُعْبَدَ اللَّاتَ: لات وعزیٰ زمانہ جاہلیت کے دو بتوں کے نام ہیں۔ قبیلہ ثقیف کے بت کا نام لات تھا جس کو گرانے کے لئے حضرت ابوسفیان اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا گیا اور عزیٰ یہ بنو غطفان، سلیم وغیرہ کا بت تھا، جس کو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے گرایا۔

هُوَ الَّذِىْ اَرْسَلَ: اس آیت کا مدلول یہ ہے کہ تمام ادیان باطلہ ملیامیٹ ہوجائیں گے اور دین حق کو تمام ادیان پر غلبہ حاصل ہوگا۔

اَنَّ ذٰلِكَ تَامًّا: جب کامل غلبہ ہوگا تو پھر آپ بتوں کی پوجا کے متعلق کیوں خبر دے رہے ہیں۔

اِنَّهٗ سَيَكُوْنُ: آخری زمانہ میں بت پرستی ہوگی جس کو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں؛

فَيَرْجِعُوْنَ: لوگ آبائی دین کی طرف لوٹ ارتداد اختیار کریں گے۔ یہ حکمت الٰہی ہے کہ آخری وقت میں کفر وبت پرستی اختیار کرکے قہر غضب الٰہی کا شکار ہوں اور ان پر قیامت قائم ہونہ کہ نیکوں کاروں پر۔

ہلاکت دجال کے بعد مسیح علیہ السلام کا قیام سات سال

۵/۵۲۸۰ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ الدَّجَّالُ فَيَمْكُثُ اَرْبَعِيْنَ لَا اَدْرِىْ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا اَوْ شَهْرًا اَوْعَامًا فَيَبْعَثُ اللّٰهُ عِيْسَى بْنَ مَرْيَمَ كَاَنَّهٗ عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُوْدٍ فَيَطْلُبُهٗ فَيُهْلِكُهٗ ثُمَّ يَمْكُثُ فِى النَّاسِ سَبْعَ سِنِيْنَ لَيْسَ بَيْنَ اثْنَيْنِ عَدَاوَةٌ ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ رِيْحًا بَارِدَةً مِنْ قِبَلِ الشَّامِ فَلَا يَبْقٰى عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ اَحَدٌ فِىْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ خَيْرٍ اَوْ اِيْمَانٍ اِلَّا قَبَضَتْهُ حَتّٰى لَوْ اَنَّ اَحَدَكُمْ دَخَلَ فِىْ كَبِدِ جَبَلٍ لَدَخَلَتْهُ عَلَيْهِ حَتّٰى تَقْبِضَهٗ قَالَ فَيَبْقٰى شِرَارُ النَّاسِ فِىْ خِفَّةِ الطَّيْرِ وَاَحْلَامِ السِّبَاعِ لَا يَعْرِفُوْنَ مَعْرُوْفًا وَلَا يُنْكِرُوْنَ مُنْكَرًا فَيَتَمَثَّلُ لَهُمُ الشَّيْطَانُ فَيَقُوْلُ اَلَا تَسْتَجِيْبُوْنَ فَيَقُوْلُوْنَ فَمَا تَاْمُرُنَا فَيَاْمُرُهُمْ بِعِبَادَةِ الْاَوْثَانِ وَهُمْ فِىْ ذٰلِكَ دَارٌّ رِزْقُهُمْ حَسَنٌ عَيْشُهُمْ ثُمَّ يُنْفَخُ فِى الصُّوْرِ فَلَا يَسْمَعُهٗ اَحَدٌ اِلَّا اَصْغٰى لِيْتًا وَرَفَعَ لِيْتًا قَالَ فَاَوَّلُ مَنْ يَسْمَعُهٗ رَجُلٌ يَلُوْطُ حَوْضَ اِبِلِهٖ فَيَصْعَقُ وَيَصْعَقُ النَّاسُ ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ مَطَرًا كَاَنَّهُ الطَّلُّ فَيَنْبُتُ مِنْهُ اَجْسَادُ النَّاسِ ثُمَّ يُنْفَخُ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُوْنَ ثُمَّ يُقَالُ يٰاَيُّهَا النَّاسُ هَلُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَسْئُوْلُوْنَ فَيُقَالُ اَخْرِجُوْا بَعْثَ النَّارِ فَيُقَالُ مِنْ كَمْ كَمْ فَيُقَالُ مِنْ كُلِّ اَلْفٍ تِسْعَ مِائَةٍ وَتِسْعَةً وَتِسْعِيْنَ قَالَ

فَذٰلِكَ يَوْمٌ يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا وَذٰلِكَ يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ ـ

(رواه مسلم وذكر حديث معاوية لا تنقطع الهجرة في باب التوبة)

اخرجه مسلم فی صحیحه ٤/٢٢٥٨ حديث رقم (١١٦-٢٩٤٠)۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت وارد ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دجال نکلے گا تو چالیس سال تک پھرے گا۔ مجھے معلوم نہیں کہ چالیس دن یا سال یا مہینے فرمایا۔ پھر اللہ تعالیٰ عیسیٰ بن مریم کو بھیجے گا۔ گویا وہ عروہ بن مسعود ثقفی یعنی آپ اسے دجال کو تلاش کریں گے اور ہلاک کریں گے۔ پھر آپ لوگوں میں سات سال ٹھہریں گے۔ اس وقت دو اشخاص کے درمیان بھی دشمنی نہ ہوگی پھر اللہ تعالیٰ ایک ٹھنڈی ہوا شام کی طرف سے بھیجے گا۔ تو روئے زمین پر کوئی ایسا شخص نہ رہے گا جس کے دل میں ذرہ برابر بھلائی یا ایمان ہو۔ مگر یہ کہ وہ اس ہوا سے فوت ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ اگر تم میں سے کوئی پہاڑ کے درمیان میں گھس جائے تو وہ اس میں گھس جائے گی اور اس پر موت کو طاری کر دے گی۔ پھر فرمایا کہ پھر بدترین لوگ ہی باقی رہ جائیں گے جو پرندوں کی طرح تیز رو اور تیز طبع اور درندوں کی طرح مضبوط و سخت طبع۔ وہ نہ تو کسی اچھائی کو اچھا سمجھیں گے اور نہ کسی برائی کو برا قرار دیں گے۔ ان کے ہاں شیطان انسانی شکل میں آئے گا اور ان سے کہے گا کہ تم کو کیوں شرم و حیا نہیں آتی وہ کہیں گے تو ہمیں کس بات کا حکم دیتا ہے؟ تو وہ ان کو بت پرستی کا حکم دے گا۔ ان کا حال یہ ہوگا کہ ان کا رزق ان پر بارش کی طرح برسے گا۔ وہ خوشحال ہوں گے پھر صور پھونکا جائے گا تو اسے جو بھی سنے گا وہ اس کی طرف بھی گردن جھکائے گا اور کبھی اٹھائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صور کی آواز کو سب سے پہلے سننے والا وہ شخص ہوگا جو اپنے اونٹ کا حوض لیپ رہا ہوگا پھر لوگ بیہوش ہو جائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ شبنم کی طرح بارش بھیجے گا اس سے لوگوں کے جسم اگیں گے۔ پھر صور دوبارہ پھونکا جائے گا تو اچانک سب لوگ کھڑے دیکھ رہے ہوں گے۔ پھر اعلان ہوگا اے لوگو! اپنے رب کی بارگاہ میں چلو۔ پھر اللہ تعالیٰ فرشتوں کو فرمائیں گے ان کو روکے رکھو۔ ان سے پوچھ گچھ ہوگی۔ پھر کہا جائے گا کہ آگ کے گروپ کو نکال دو۔ فرشتے پوچھیں گے کتنوں سے کتنے! تو فرمایا جائے گا ہزار سے نو سو ننانوے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ وہ وقت ہوگا جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا اور یہ وہ دن ہوگا جب تجلی ساق ہوگی۔ (مسلم) اور حضرت معاویہ کی روایت باب توبہ میں اس عنوان سے گزری: لا تنقطع الهجرة۔

تشریح ۞ **فَيَمْكُثُ أَرْبَعِيْنَ**: پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ بعض روایات میں چالیس برس اور بعض میں چالیس دن یا چالیس رات کا تذکرہ ہے ان میں موافقت ذکر کر دی گئی۔

كَأَنَّهُ عُرْوَةُ: یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی ہیں۔

لَيْسَ بَيْنَ اثْنَيْنِ: یعنی تمام لوگ کمال کی صفات سے متصف ہوں اور عمدہ طرز اسلام پر قائم ہوں گے باہم شیر شکر ہوں اور یہ اس وقت کی بات ہے جب کہ دجال کو قتل کر دیا جائے گا اور ان کا یہ قیام سات برس ہوگا۔ کل ان کی مدت عمر چالیس ہوگی

خِفَّةِ الطَّيْرِ: یعنی وہ لوگ قضاء شہوت اور فسق و فساد میں پرندے کی طرح تیز رفتار ہوں اور خون بہانے اور ظلم میں درختوں کی طرح حملہ آور ہونے والے ہوں گے۔

أَحْلَامِ: یہ حلم کی جمع ہے اس کا معنی بوجھ اٹھانا اور وقار ہے۔ یہاں ظلم و فساد میں تمکن اور ان کا استقرار مراد ہے۔ کو اختیار

کرو۔ چنانچہ ان کو بتوں کی عبادت کا حکم دے گا۔

یَأْمُرُهُمْ بِعِبَادَةِ: شیطان ان کو کہے گا کہ تم فسق فجور کو اختیار کرو چنانچہ ان کو بتوں کی عبادت کا حکم دے گا۔

یہ تمام شیطان کا مکروفریب ہے وہ اس حیلہ بازی سے ان کو بت پرستی کی طرف لائے گا اور شیطان ان کو کہے گا کہ تم بت پرستی کو اختیار کرو تو اللہ تعالیٰ تم سے راضی ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ......

ثُمَّ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ: صور کی دھشت سے لوگوں کے دل پارہ پارہ ہو جائیں گے اور قوت جسمانی سست اور بے کار ہو جائے گی اور اس کا اثر گردن پر اسی طرح ہوگا جیسا کہ بوقت وحشت ہوتا ہے۔ اس لئے وہ گردن کو کبھی نیچے گرائے گا اور کبھی بلند کرے گا جیسا کہ مدہوش اور خوف زدہ لوگوں کا حال ہوتا ہے۔

فَيُقَالُ مِنْ كُلِّ اَلْفٍ تِسْعَ: اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ ہزار میں سے ایک جنت میں اور باقی دوزخ میں جائیں گے۔ ظاہر یہ ہے کہ اس سے مراد کفار ہیں جو ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور حضرت شفیع المذنبین علیہ السلام اور دیگر انبیاء اور صالحین کی شفاعت سے ان کو نجات ہوگی اور کچھ محض کرم الٰہی سے نکالے جائیں گے۔ روایت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی دوزخ سے نکالا جانا یاجوج ماجوج کی وجہ سے ہوگا اور گناہ گاروں کی شفاعت کا پہلا مقام وہ ہے جب کہ لوگ بارگاہِ الٰہی میں خوف وخجالت کے پسینے میں شرابور ہوں گے اور حساب وکتاب کی دہشت سے کانپ رہے ہوں۔

اور سفارش والے درخواست کریں گے کہ کچھ دیر آرام کرو اس کے بعد میزان قیامت اور حساب کا حکم ہوگا۔ یہاں سفارشی درخواست کریں گے تاکہ حساب میں معافی مل جائے اور اسی طرح غور کریں گے اور جب حساب کیا جائے گا تو اس میں مناقشہ نہ کریں گے کیونکہ جس کے حساب میں مناقشہ ہو گیا وہ عذاب میں مبتلا ہو جائے گا اس کے بعد ان کو دوزخ کی طرف بھیجا جائے گا۔ یہ مقام پھر شفاعت کا ہے تاکہ وہ دوزخ سے بچے رہیں۔ جب دوزخ میں چلے جائیں گے اور عذاب ہوگا تو پھر شفاعت کی وجہ سے وہاں سے واپسی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کے کرم اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے بخشش کی بہت زیادہ امید ہے باقی وہی ہوگا جو منظور خدا ہوتا ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قدرت ہے۔

يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا: یہ اس دن کے لمبے اور محنت ومشقت والا ہونے پر دلالت کرتا ہے کیونکہ غم محنت میں بڑھاپا آتا۔

يَوْمَ يُكْشَفُ: کشف ساق سے مراد شدت ہول اور خوف کا ہونا ہے۔ عرب کے ہاں یہی معنی متعارف ہے۔ اصل یہ ہے کہ جب کوئی محنت کا کام کرتا ہے تو وہ اپنی پنڈلی سے کپڑا بلند کرتا ہے اس وجہ سے اس کی پنڈلی ظاہر ہو جاتی ہے۔ قرآن مجید کی آیت: ﴿يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ﴾ کی تفسیر میں لمبا کلام ہے لیکن اکثر کے نزدیک یہی معنی مذکور ہے۔

بَابُ النَّفْخِ فِي الصُّوْرِ

صور کا پھونکنا

نفخ: پھونک مارنا۔ صور سینگ۔ حاصل یہ ہے کہ وہ سینگ جس میں پھونک ماری جائے اس سے مراد وہ قرنا ہے جس میں اسرافیل علیہ السلام پھونک ماریں گے کل نفخوں کی تعداد دو ہے ایک پوری کائنات کے موجودین کے موت کے لئے اور دوسرا تمام انسانوں اور جنات کو دوبارہ زندہ کرنے کے لئے۔

الفصل الاول:

دونوں نفخوں کا فاصلہ

۱/۵۳۸۱ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَيْنَ النَّفْخَتَيْنِ اَرْبَعُوْنَ قَالُوْا يَا اَبَا هُرَيْرَةَ اَرْبَعُوْنَ يَوْمًا قَالَ اَبَيْتُ قَالُوْا اَرْبَعُوْنَ شَهْرًا قَالَ اَبَيْتُ قَالُوْا اَرْبَعُوْنَ سَنَةً قَالَ اَبَيْتُ ثُمَّ يُنْزِلُ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاءِ مَآءً فَيَنْبُتُوْنَ كَمَا يَنْبُتُ الْبَقْلُ قَالَ وَلَيْسَ مِنَ الْاِنْسَانِ شَیْءٌ لَا يَبْلٰى اِلَّا عَظْمًا وَّاحِدًا وَّهُوَ عَجْبُ الذَّنَبِ وَمِنْهُ يُرَكَّبُ الْخَلْقُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (متفق عليه وفى رواية لمسلم) كُلُّ ابْنِ اٰدَمَ يَاْكُلُهُ التُّرَابُ اِلَّا عَجْبُ الذَّنَبِ مِنْهُ خُلِقَ وَفِيْهِ يُرَكَّبُ۔

اخرجه البخاری فی صحيحه ۶۸۹/۸ حديث رقم ۴۹۳۵ ومسلم فی صحيحه ۲۲۷۰/۴ حديث رقم (۱۴۱-۲۹۵۵) وابو داؤد فی السنن ۱۰۸/۵ حديث رقم ۴۷۴۳، واحمد فی المسند ۳۲۲/۲۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دونوں نفخوں کے درمیان چالیس کا فاصلہ ہوگا۔ لوگوں نے کہا اے ابوہریرہ! کیا چالیس روز؟ کہنے لگے میں نہیں کہہ سکتا۔ انہوں نے کہا چالیس مہینے، کہا میں نہیں کہہ سکتا انہوں نے کہا چالیس سال۔ انہوں نے کہا میں نہیں کہہ سکتا۔ پھر اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی نازل فرمائیں گے

جس سے لوگ اس طرح اگیں گے جس طرح سبزہ اگتا ہے انسان کے جسم کی تمام ہڈیوں کے علاوہ ہر چیز گل جاتی ہے سوائے دم کی ہڈی کے اور قیامت کے روز اس سے ہی تخلیق کو مکمل کیا جائے گا۔ (بخاری، مسلم) مسلم کی روایت میں ہے کہ انسان کے تمام جسم کو مٹی کھا جاتی ہے سوائے دم کی ہڈی کے اوپر ریڑھ کی ہڈی کا آخری مہرہ۔ اس لئے اسے پیدا کیا گیا (پہلی مرتبہ) اور اسی سے اسے دوبارہ جوڑا جائے گا۔

تشریح ۞ **مَا بَیْنَ النَّفْخَتَیْنِ** چونکہ میں نے اسی طرح اجمال سے سنا ہے میں قطعی طور پر نہیں کہہ سکتا کہ آپ نے سال فرمائے یا کچھ اور۔ اس روایت میں اگرچہ مجمل ہے مگر دوسری روایت میں چالیس برس کی صراحت ہے۔

عَجْبَ الذَّنْبِ :عجب وہ ہڈی ہے جو پشت کے آخر میں دونوں سرین کے درمیان ہوتی ہے یہ باء کی بجائے میم یعنی عجم بھی آیا ہے اور دونوں کے معنی میں فرق نہیں جب کہ معنی ہر دو کا اصل اور جڑ ہے۔ ذنب اس کا معنی دم ہے اس ہڈی کو دم کی جگہ حاصل ہے اس لئے اس کا نام ذنب رکھا گیا ہے۔

ومنه یر کب :آدمی کے جسم کی ترکیب اور پیوندکاری بھی اسی سے ہوتی ہے اول تخلیق بھی اسی سے ہوتی ہے اور قیامت کے دن بھی اسے ترکیب ترتیب ہوگی۔ اس میں ان عمومی اموات کا ذکر ہے جن کے ابدان گل سڑ جاتے ہیں البتہ انبیاء علیہم السلام کے اجساد مطہرہ کو زمین پر حرام کر دیا گیا ہے۔ اسے اور جن کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے محفوظ کرنا چاہے۔ وہ اپنی قبور میں اس جہاں کے مطابق حیات سے زندہ ہیں۔

قیامت کے دن آسمان وزمین کا سمٹنا

۲/۵۳۸۲ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْبِضُ اللّٰهُ الْاَرْضَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَطْوِى السَّمَآءَ بِيَمِيْنِهٖ ثُمَّ يَقُوْلُ اَنَا الْمَلِكُ اَيْنَ مُلُوْكُ الْاَرْضِ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۵۵۲/۸ حدیث رقم ٤٨١٢ ومسلم فی صحیحه ٢١٤٨/٤ حدیث رقم (٢٧٨٧-٢٣) والدارمی فی السنن ٤١٨/٢ حدیث رقم ٢٧٩٩۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ زمین کو سمیٹ لے گا اور آسمان کو اپنے دائیں ہاتھ سے سمیٹ لے گا اور پھر فرمائے گا میں بادشاہ ہوں' کہاں ہیں زمین کے بادشاہ؟ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ **وَیَطْوِیُ السَّمَآءَ**: شاید کہ اس سے آسمان و زمین کو بدلنا مراد ہو جیسا کہ فرمایا: **یوم تبدل الارض غیر الارض والسموت**...... کہ اس دن آسمان و زمین اور آسمان و زمین سے بدل دیا جائے گا۔ ۞: اللہ تعالیٰ کے عظمت و جلال اور کبریائی حق سے کنایہ ہو۔ وہ افعال عظیمہ جن کو مخلوق بہت بڑا جانتی ہے اس کی قدرت کے سامنے ان کا معمولی ترین ہونا ظاہر کر دیا جائے اس سے یہ بھی خبردار کر دیا کہ آسمان و زمین کو ہٹانا اور اٹھانا اس کے لئے آسان تر ہے۔ آسمان کو بلندی اور مسکن ملائکہ ہونے کی وجہ سے زمین پر برتری حاصل ہے۔ اس لئے آسمان کے لئے دائیں ہاتھ کا ذکر فرمایا اور زمین کے لئے بائیں ہاتھ کا ذکر ہوا کہ وہ شرف و عظمت میں اس سے کم ہے۔

مُلُوْكُ الْاَرْضِ: زمین پر مدعیان بادشاہت۔

زمین وآسمان کا لپٹنا اور متکبرین کے لئے اعلان

۳/۵۳۸۳ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَطْوِى اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ يَاْخُذُهُنَّ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى ثُمَّ يَقُوْلُ اَنَا الْمَلِكُ اَيْنَ الْجَبَّارُوْنَ اَيْنَ الْمُتَكَبِّرُوْنَ ثُمَّ يَطْوِى الْاَرْضِيْنَ بِشِمَالِهٖ وَفِىْ رِوَايَةٍ يَاْخُذُهُنَّ بِيَدِهِ الْاُخْرٰى ثُمَّ يَقُوْلُ اَنَا الْمَلِكُ اَيْنَ الْجَبَّارُوْنَ اَيْنَ الْمُتَكَبِّرُوْنَ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحيحه ۲۱٤٨/٤ حديث رقم (٢٤-٢٧٨٨) وابو داؤد فی السنن ١٠٥/٥ حديث رقم ٤٧٣٢ واخرجه ابن ماجه فی السنن ٦٩/١ حديث رقم ١٩٨

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آسمان کو لپیٹ کر پھر انہیں دائیں ہاتھ میں لے کر فرمائیں گے۔ میں بادشاہ ہوں۔ کہاں ہیں جبار و متکبر پھر اللہ تعالیٰ زمین کو اپنے بائیں ہاتھ سے لپیٹ لیں گے اور پھر فرمائیں گے میں بادشاہ ہوں کہاں ہیں جبار؟ کہاں ہیں متکبر؟ (مسلم)

تشریح ۞ اَنَا الْمَلِكُ: یہ تمام اشیاء قدرت وجلالت الٰہی کا تصور و تمثیل ہے ورنہ ہاتھ اور انگلیوں اور انہیں حرکت دینے سے وہ پاک ہے کلام عرب میں سخاوت موجود کے لئے کہتے ہیں کہ فلاں کے ہاتھ کشادہ و فراخ ہیں اور بخیل کو کہتے ہیں اس کے ہاتھ نہیں یا کٹے ہوئے ہیں یا وہ فطری طور پر بے ہاتھ پیدا ہوا۔ حکومت سنبھالنے اور چلانے والے کو کہتے ہیں وہ تخت پر بیٹھا ہے اگرچہ وہاں تخت کا وجود ہی نہ ہو۔ قرآن مجید کے تشابہات میں تاویل کی بجائے یہ مسلک راجح واقوم ہے۔

یہودی کا بیان اور آپ کی تصدیق

۴/۵۳۸۴ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ جَاءَ حَبْرٌ مِّنَ الْيَهُوْدِ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوَاتِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى اِصْبَعٍ وَالْاَرْضِيْنَ عَلٰى اِصْبَعٍ وَالْجِبَالَ وَالشَّجَرَ عَلٰى اِصْبَعٍ وَالْمَاءَ وَالثَّرٰى عَلٰى اِصْبَعٍ وَسَائِرَ الْخَلْقِ عَلٰى اِصْبَعٍ ثُمَّ يَهُزُّهُنَّ فَيَقُوْلُ اَنَا الْمَلِكُ اَنَا اللّٰهُ فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَجُّبًا مِمَّا قَالَ الْحَبْرُ تَصْدِيْقًا لَهٗ ثُمَّ قَرَاَ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌ بِيَمِيْنِهٖ سُبْحٰنَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحيحه ٥٥١/٨ حديث رقم ٤٨١١ ومسلم فی صحيحه ٢١٤٧/٤ حديث رقم (١٩-٢٧٨٦) والترمذی ٣٤٥/٥ حديث رقم ٣٢٣٨ - (٢) فی المخطوطة (ان

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی عالم جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور

کہنے لگا اے محمد ﷺ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آسمانوں کو ایک انگلی پر اور زمینوں کو ایک انگلی پر اور پہاڑوں اور درختوں کو ایک انگلی پر اور پانی اور گیلی مٹی کو ایک انگلی پر اور بقیہ تمام مخلوقات کو ایک انگلی پر رکھ کر پھر ان انگلیوں کو ہلاتے ہوئے فرمائے گا میں بادشاہ ہوں میں اللہ ہوں جناب رسول اللہ ﷺ اس کی یہ بات سن کر تعجب سے ہنس پڑے اور پھر آپ نے اس کی بات کی تصدیق کے لئے یہ آیت پڑھی۔ وما قدروا اللہ حق قدرہ الایہ ان لوگوں نے جیسے اللہ کی قدر کرنی چاہیے تھی قدر نہیں کی حالانکہ ساری زمین اس کے قبضہ قدرت میں ہوگی قیامت کے دن اور آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپٹنے والے ہوں گے وہ سبحان ہے اور بلند و بالا ہے ان شریکوں سے جن کو وہ اس کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ اَنَا الْمَلِكُ: یہ تمام کنایات ہیں جو عظمت غلبہ وقدرت عظیمہ کو ظاہر کرتے ہیں اس قسم کے مقامات میں تاویل کی بجائے اس کی ذات کے جو لائق ہے اسی طرح ماننا ہی درست و صحیح ہے۔ اس لئے آپ نے اس کی گفتگو پر تعجب کیا اور اس کی تصدیق کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ......﴾ کہ ان یہود نے اللہ تعالیٰ کی عظمت کو نہیں پہچانا اور غیر اللہ کو اس کا شریک بناڈالا اس کے لئے بیٹے بیٹیاں بنانا اس کی عظمت کو نہ پہچاننے کی کھلی علامت ہے اور ان متشابہات کی اپنی طرف سے من گھڑت تاویلات کرڈالیں۔ تعالیٰ اللہ عما یقول الظالمون علواً کبیراً۔

زمین کی تبدیلی کے وقت لوگ پل صراط پر

۵/۵۳۸۵ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَوْلِهٖ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ فَاَيْنَ يَكُوْنُ النَّاسُ يَوْمَئِذٍ قَالَ عَلَى الصِّرَاطِ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم في صحيحه ٢١٥٠/٤ حديث رقم (٢٩-٢٧٩١) وابن ماجه في السنن ١٤٣٠/٢ حديث رقم ٤٢٧٩ والدارمي في السنن ٤٢٣/٢ حديث رقم ٢٨٠٩ واحمد في المسند ٣٥/٦

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کی ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد: يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ کے متعلق سوال کیا کہ اس وقت لوگ کہاں ہوں گے؟ تو آپ نے فرمایا پل صراط پر ہوں گے۔ (مسلم)

تشریح ۞ عَلَى الصِّرَاطِ: صراط کا معنی راستہ اور ہر راہ مراد ہو یا وہ پل صراط جو ہمارے ہاں معروف ہے وہ مراد ہو۔

تبدیلی ارض کا مطلب:

تبدیلی دو طرح کی ہوتی ہے ① ذات میں تبدیلی مثلاً درا ہم کو دنانیر سے بدلنا۔ ② صفات میں تبدیلی مثلاً حلقہ کو پگھلا کر انگوٹھی بنالینا۔

پس آسمان و زمین میں تبدیلی اس طرح ہو کہ ذات تو یہی رہے مگر ہیئت وصفت بدل جائے یا زمین و آسمان کو اور زمین و آسمان سے بدل دیا جائے۔ صفات کی تبدیلی پر یہ آثار دلیل ہوں۔

①: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں زمین وہی رہے گی مگر صفات بدل دی جائیں گی۔ ②: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ زمین کو فراخ کر دیا جائے گا بلندی پستی ختم ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ اس زمین و آسمان کی جگہ اور لائیں گے یہ آثار دلیل ہیں۔ ① حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں زمین چاندی اور آسمان سونے کا ہوگا۔ ② ابن مسعود رضی اللہ عنہ ایسی زمین پیدا کی جائے گی جو سفید و پاکیزہ ہوگی اس پر گناہ نہ ہوگا۔ یہ روایت جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا سوال اور آپ کا جواب اسی پر دلالت کرتے ہیں۔ (کذا قال الطیبی)

سورج چاند کا لپٹنا

۶/۵۳۸۶ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ مُكَوَّرَانِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحيحه ۲۹۷/۶ حديث رقم ۳۲۰۰۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورج اور چاند کو قیامت کے دن لپیٹ دیا جائے گا۔ (بخاری)

تشریح ۞ مُكَوَّرَانِ: ان کو لپیٹ کر ایک گوشے میں ڈال دیا جائے گا جیسے کسی کپڑے کو لپیٹ کر ڈالا جاتا ہے۔
② ان کے نور کو لپیٹ لیا جائے گا یعنی اطراف عالم سے ان کی روشنی ختم کر دی جائے گی اور اس کا اثر باقی نہ رہے گا۔

الفصل الثانی:

نفخ صور کے لئے اسرافیل علیہ السلام کی تیاری

۷/۵۳۸۷ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ اَنْعَمُ وَصَاحِبُ الصُّوْرِ قَدِ الْتَقَمَهُ وَاَصْغٰى سَمْعَهُ وَحَنٰى جَبْهَتَهُ يَنْتَظِرُ مَتٰى يُؤْمَرُ بِالنَّفْخِ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا تَاْمُرُنَا قَالَ قُوْلُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ۔ (رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۵۳۶/۴ حديث رقم ۲۴۳۱ واحمد فی المسند ۷۳/۳۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں کس طرح آرام کر سکتا ہوں جب کہ صور پھونکنے والا فرشتہ صور کو منہ میں دبائے ہوئے اور اپنے کان کو اللہ جل شانہ کے حکم کی طرف لگائے ہوئے منتظر ہے یہاں تک کہ اس کی پیشانی جھکے ہوئے اس بات کی انتظار کر رہی ہے کہ اس کو صور پھونکنے کا کب حکم ہوتا ہے صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: کہو! حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ۔

تشریح ۞ قُوْلُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ: یعنی بارگاہِ الٰہی میں التجاء پیش کرو اور اس کے کرم و عنایت اور فضل پر بھروسہ کرو۔ حَسْبُنَا اللّٰهُ کا کلمہ وہ عظیم الشان کلمہ ہے کہ سختی مشقت اور خوف پیش آنے کی صورت میں پڑھنا چاہئے تاکہ خوف سے محفوظ ہو جائیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو انہوں نے یہی کلمات پڑھے اللہ تعالیٰ نے آگ میں حفاظت فرمائی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غزوہ احد کے بعد منافقین نے کہا: اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ ..... تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ

کرام جمادی کو یہی کہنے کی تلقین فرمائی قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ......۔

صور کی صورت

۸/۵۳۸۸ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الصُّوْرُ قَرْنٌ يُنْفَخُ فِيْهِ ۔

(رواه الترمذی وابوداود والدارمی)

اخرجه ابو داؤد فی السنن ۱۰۷/۵ حدیث رقم ۴۷۴۲ والترمذی فی السنن ۵۳٦ حدیث رقم ۲۴۳۰ والدارمی فی السنن ۴۱۸/۲ حدیث رقم ۲۷۹۸ واحمد فی المسند ۱٦۲/۲۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صور ایک سینگ ہے جس میں پھونک ماری جائے گی۔ (ترمذی، ابوداؤد، دارمی)

تشریح ۞ الصُّوْرُ قَرْنٌ: صور پھونکنے والا فرشتہ اسرافیل علیہ السلام ہیں۔ بعض نے کہا کہ ان کا منہ آسمان و زمین کے عرض کے برابر ہے۔ انکی بڑائی کو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں بہت سے آثار و اخبار اس سلسلے میں وارد ہیں جو انکی عظمت کو ظاہر کرتے ہیں۔

الفصل الثالث:

پہلے اور دوسرے صور کا تذکرہ

۹/۵۳۸۹ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى فَاِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ اَلصُّوْرُ قَالَ وَالرَّاجِفَةُ النَّفْخَةُ الْاُوْلٰى وَالرَّادِفَةُ الثَّانِيَةُ ۔ (رواه البخاری فی ترجمة باب)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳٦۷/۱۱ تعلیقا فی الباب ۴۳ باب نفخ الصور۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے بارے میں کہتے ہیں: فَاِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ کہ ناقور سے مراد صور ہے اور الراجفہ سے مراد پہلا نفخہ ہے اور الرادفۃ سے مراد دوسرا نفخہ ہے (بخاری نے اس کو ترجمۃ الباب میں ذکر کیا)۔

تشریح ۞ فَاِذَا نُقِرَ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ناقور کی تفسیر صور اسرافیل سے فرمائی اور : يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ...... میں راجفہ کی تفسیر نفخہ اولیٰ اور رادفہ کی نفخہ ثانیہ کی ہے رجف۔ کا معنی لرزنا اور کانپنا ہے اور ردیف۔ پیچھے بیٹھنے والی سواری۔ بعد میں آنے والا

صور والے فرشتے کے دائیں بائیں والے فرشتے

۱۰/۵۳۹۰ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ ذَكَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَاحِبَ الصُّوْرِ وَقَالَ عَنْ يَمِيْنِهٖ جِبْرَئِيْلُ وَعَنْ يَسَارِهٖ مِيْكَائِيْلُ ۔

اخرجه احمد فی المسند ۱۰/۳ وابو داؤد ۲۹۳/۴ حدیث رقم ۳۹۹۹۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صور والے فرشتے کا ذکر فرمایا اور فرمایا کہ اس کے دائیں جانب جبرئیل اور بائیں جانب میکائیل ہیں۔ (رزین)

تشریح ۞ صَاحِبَ الصُّوْرِ : اس سے مراد حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں اور آگے جو کیفیت روایت میں جبرئیل کے دائیں اور میکائیل کے بائیں جانب کھڑے ہونے کی مذکور ہے یہ کیفیت صور پھونکنے کے وقت پیش آئے گی۔

مخلوق کو دوبارہ لوٹانے کی مثال

۵۳۹۱/۱۱ وَعَنْ اَبِیْ رَزِیْنَ الْعُقَیْلِیِّ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کَیْفَ یُعِیْدُ اللّٰہُ الْخَلْقَ وَمَا اٰیَةُ ذٰلِكَ فِیْ خَلْقِهٖ قَالَ اَمَا مَرَرْتَ بِوَادِیْ قَوْمِكَ جَدْبًا ثُمَّ مَرَرْتَ بِهٖ یَهْتَزُّ خَضِرًا قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَتِلْكَ اٰیَةُ اللّٰہِ فِیْ خَلْقِهٖ كَذٰلِكَ یُحْیِ اللّٰہُ الْمَوْتٰی ۔ (رواهما رزین)

رواه رزین واخرجه احمد فی المسند ۱۱/٤

ترجمہ: حضرت ابورزین عقیلی رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کو کیسے لوٹائیں گے اور اس کی نشانی مخلوق میں کیا ہوگی؟ آپ نے ارشاد فرمایا کیا تمہارا گزر زمانہ قحط میں اپنی قوم کی وادی سے ہوا؟! اور پھر اس وقت بھی ہوا جب کہ وہ سبزے سے لہلہا رہی تھی؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اللہ کی اپنی مخلوق میں نشانی ہے کہ اسی طرح مردوں کو زندہ کریں گے۔

تشریح ۞ کَیْفَ یُعِیْدُ اللّٰہُ یعنی بوسیدہ اور خاک ہونے کے بعد ان کو کس طرح لوٹائے گا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کے اجڑ جانے کے بعد دوبارہ بارش سے آباد ہونے سے تشبیہ دے کر سمجھایا اور اسی بات کو تخلیق کی نشانی قرار دیا۔

جَدْبًا : خشک سالی اور قحط کو کہا جاتا ہے

ابورزین : یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور صحابی ہیں اہل طائف میں سے ہیں اور ان کا اصل نام لقیط بن عامر ہے اور احادیث میں بہت سی روایات ان سے مروی ہیں۔

بَابُ الْحَشْرِ

حشر کا بیان

حشر کے معنی ہانکنا اور جمع کرنا ہے۔ اسی لئے قیامت کے دن کو یوم الحشر کہا جاتا ہے وہاں لوگوں کو جمع کیا جائے گا اور مردوں کو زندہ کر کے قبروں سے اٹھایا جائے گا اس لئے اس کو میدان محشر کہا جاتا ہے۔ حشر دو ہیں۔ ① وہ جو قیامت کے بعد ہو گا۔ ② وہ جو قیامت سے پہلے ہے جو کہ قیامت کی نشانیوں میں شمار کیا گیا ہے اور وہ ایک آگ ہے جو جزیرہ عرب کے مشرقی جانب رونما ہوگی اور لوگوں کو سرزمین شام کی طرف ہانک کر لے جائے گی۔ یہاں پہلا حشر مراد ہے۔ البتہ بعض روایات اس باب میں ایسی آئیں گی جن میں دونوں کا احتمال ہے مگر ظاہر سے اول حشر ہی معلوم ہوتا ہے۔

الفصل الاول:

حشر کے وقت زمین کی کیفیت

۱/۵۳۹۲ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى اَرْضٍ بَيْضَاءَ عَفْرَاءَ كَقُرْصَةِ النَّقِيِّ لَيْسَ فِيْهَا عَلَمٌ لِاَحَدٍ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۱/۳۷۲ حدیث رقم ۶۵۲۱ واخرجه مسلم فی صحیحه ۴/۲۱۵۰ حدیث رقم (۲۸-۲۷۹۰)

ترجمہ: حضرت سہل ابن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں کو قیامت کے دن سفید سرخی مائل زمین پر جمع کیا جائے گا جو کہ میدے کی روٹی کی طرح ہوگی جس میں کسی قسم کا نشان نہیں ہوگا۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ بَيْضَاءَ عَفْرَاءَ سفیدی مائل بسرخی ہوگی جیسا روٹی کا صحیح ہونا سخت نہ ہوگی۔

كَقُرْصَةِ: روٹی کی طرح کھلے رنگ میں تشبیہ مراد ہے۔

لَيْسَ فِيْهَا عَلَمٌ لِاَحَدٍ: وہ کسی تعمیر و تجبیر کا نشان نہ ہوگا بلکہ ہموار اور چٹیل ہوگی۔ کسی قسم کا بلندی و پستی بھی اس میں نہ پائی جائے گی۔ ۞ کسی جن وانس یا کسی مخلوق کے تصرف کا نشان نہ ہوگا۔ ملکیتوں کے تمام نشانات مٹا دیے جائیں گے۔

اہل جنت کی روٹی اور سالن

۲/۵۳۹۳ وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَكُوْنُ الْاَرْضُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ خُبْزَةً وَّاحِدَةً يَتَكَفَّأُهَا الْجَبَّارُ بِيَدِهٖ كَمَا يَتَكَفَّأُ اَحَدُكُمْ خُبْزَتَهٗ فِي السَّفَرِ نُزُلًا لِاَهْلِ الْجَنَّةِ وَاَتٰى رَجُلٌ مِّنَ الْيَهُوْدِ فَقَالَ بَارَكَ الرَّحْمٰنُ عَلَيْكَ يَا اَبَا الْقَاسِمِ اَلَا اُخْبِرُكَ بِنُزُلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قَالَ بَلٰى قَالَ تَكُوْنُ الْاَرْضُ خُبْزَةً وَّاحِدَةً كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَظَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْنَا فَضَحِكَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ ثُمَّ قَالَ اَلَا اُخْبِرُكَ بِاِدَامِهِمْ بَالَامٌ وَالنُّوْنُ قَالُوْا وَمَا هٰذَا قَالَ ثَوْرٌ وَنُوْنٌ يَاكُلُ مِنْ زَائِدَةِ كَبِدِهِمَا سَبْعُوْنَ اَلْفًا۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۱/۳۷۲ حدیث رقم ۶۵۲۰ ومسلم فی صحیحه ۴/۲۱۵۱ حدیث رقم (۳۰-۲۷۹۲)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن زمین ایک روٹی کی طرح ہوگی جس کو جبار اپنے دست قدرت سے اسی طرح تیار کرے گا جیسے تم سفر میں اپنی روٹی تیار کرتے ہو اور یہ اہل جنت کے لئے بطور مہمانی کے ہوگی۔ ایک یہودی آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا اے ابوالقاسم! رحمان آپ پر برکتیں اتارے! کیا میں آپ کو نہ بتلاؤں کہ قیامت کے دن اہل جنت کی مہمانی کیا ہوگی۔ آپ نے فرمایا کیوں نہیں! تو وہ کہنے لگا کہ زمین ایک روٹی ہوگی جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف دیکھا پھر

آپ ہنسے یہاں تک کہ آپ کی داڑھیں ظاہر ہوگئیں۔ اس کے بعد اس یہودی نے کہا کیا میں آپ کو اہل جنت کے سالن کے بارے میں نہ بتلاؤں؟ وہ بالام اور مچھلی ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یہ بالام کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ بیل ہے تو بیل اور مچھلی کے کلیجے ستر ہزار افراد کھائیں گے۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ خُبْزَةً وَّاحِدَةً: یعنی جیسا کہ عادت ہے کہ روٹی کو ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں جوڑ کرتے اور بنانے کے لئے برابر کیا جاتا ہے پھر پکنے کے لئے گرم بھوبھل پر ڈال دیا جاتا ہے۔

یَتَکَفَّأُ: ظاہر روایت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ زمین روٹی بن جائے گی اور یہ بہشتیوں کا کھانا ہوگا جو بہشت میں جانے کے وقت کھائیں گے بعض علماء نے اسے ظاہری معنی پر ہی رکھا ہے اور اللہ کی قدرت کے سامنے یہ کوئی بعید بات نہیں اس کو ظاہر پر محمول کرنا ہی اولی ہے بعض نے اس کی تاویلات کی ہیں جس کی چنداں ضرورت نہیں۔

اَتٰی رَجُلٌ مِّنَ الْیَهُوْدِ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس لئے خوش ہوئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی خبر تورات کے عین مطابق نکلی اور اس سے صحابہ کرام کے یقین اور قوت ایمانیہ میں اضافہ ہوا۔

بَالَامٌ: بالام عبرانی زبان کا لفظ تھا اس لئے صحابہ کرام اسے نہیں سمجھے تو پھر اس نے بیل کے لفظ سے تشریح کی۔

سَبْعُوْنَ اَلْفًا: اس ستر ہزار سے مراد وہ جماعت ہے جو بغیر حساب کے جنت میں جائے گی اور ان کے چہرے چودھویں کے چاند کی طرح ہوں گے اور یہ عین ممکن ہے کہ کثرت میں مبالغہ مقصود ہو عدد خاص مراد نہ ہو۔

مِنْ زَائِدَةِ کَبِدِ: اس سے مراد جگر کا ایک ٹکڑا ہے جو خوشگوار اور زود ہضم ہوتا ہے اور بالام کے معنی ممکن ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی وحی الٰہی کے ذریعے بتلا دیا ہو۔

حشر کے تین طریقے

۳/۵۳۹۴ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰی ثَلٰثِ طَرَائِقَ رَاغِبِیْنَ رَاهِبِیْنَ وَاثْنَانِ عَلٰی بَعِیْرٍ وَثَلٰثَةٌ عَلٰی بَعِیْرٍ وَاَرْبَعَةٌ عَلٰی بَعِیْرٍ وَعَشَرَةٌ عَلٰی بَعِیْرٍ وَتَحْشُرُ بَقِیَّتَهُمُ النَّارُ تَقِیْلُ مَعَهُمْ حَیْثُ قَالُوْا وَتَبِیْتُ مَعَهُمْ حَیْثُ بَاتُوْا وَتُصْبِحُ مَعَهُمْ حَیْثُ اَصْبَحُوْا وَتُمْسِیْ مَعَهُمْ حَیْثُ اَمْسَوْا۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۷۷/۱۱ حدیث رقم ٦٥٢٢ ومسلم فی صحیحه ۲۱۹۳/٤ حدیث رقم (۲۸٦۱-٥۹) اخرجه النسائی ۱۱٥/٤ حدیث رقم ۲۰۸۵۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں کا حشر تین طریقے سے ہوگا۔ (۱) رغبت کرنے والے۔ (۲) خوف زدہ (۳) دو ایک اونٹ پر تین ایک اونٹ پر اور چار ایک اونٹ پر اور دس ایک اونٹ پر اور باقی لوگوں کو آگ جمع کرے گی۔ جو اس جگہ دوپہر کو رکے گی جہاں لوگ رکیں گے اور ان کے ساتھ ہی رات گزارے گی جہاں وہ رات گزاریں گے اور ان کے ساتھ ہی صبح کرے گی جہاں وہ صبح کریں گے اور ان کے ساتھ شام کرے گی جہاں وہ شام کریں گے۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ یُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰی ثَلٰثِ طَرَائِقَ: تین طرح حشر ہوگا۔جن میں ایک قسم سواری والے لوگوں کی ہوگی اور دوسری دونوں قسمیں پیادہ پا اور منہ کے بل چلنے والے لوگوں کی ہوں گی۔

رَاغِبِیْنَ رَاهِبِیْنَ: یعنی دوزخ کی آگ سے وہ ڈرنے والے ہیں اور اللہ کی اطاعت کو امید وخوف سے انجام دینے والے ہیں۔

اِثْنَانِ عَلٰی بَعِیْرٍ: یعنی مراتب کے لحاظ سے وہ لوگ اپنی سواریوں پر راحت پائیں گے۔یہ عدد کی تفصیل مراتب کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ہے اور باقی لوگ قدموں پر چل رہے ہوں گے۔پس چلنے میں سرعت وسبقت اور شرکت بلحاظ مراتب ہوگی۔کسی مخصوص کا ایک اونٹ پر سوار ہونا بطور اجتماع کے ہوگا یا نوبت بہ نوبت سوار ہوں گے۔ایک اونٹ کا تذکرہ نہیں کیا کیونکہ وہ مقربین کی سواری ہوگی یعنی انبیاء علیہم السلام اور دیگر صالحین۔یہاں مقصود صرف آدمیوں کے حالات کا تذکرہ ہے۔

وَتَحْشُرُ بَقِیَّتَهُمُ النَّارُ: یہ تیسرے گروہ کا بیان ہے کہ آگ ہر وقت ان کے ساتھ رہے گی جدا نہیں ہوگی۔شارحین اس بارے میں مختلف ہیں کہ آیا اس حشر سے قبروں سے اٹھنے کے بعد والا حشر مراد ہے یا علامات قیامت والا۔ہمارے نزدیک پہلا قول زیادہ درست ہے۔واللہ اعلم۔

حشر ننگے پاؤں ننگے جسم

۴/۵۳۹۵ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّكُمْ مَحْشُوْرُوْنَ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا ثُمَّ قَرَأَ كَمَا بَدَأْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِیْدُهٗ وَعْدًا عَلَیْنَا اِنَّا كُنَّا فَاعِلِیْنَ وَاَوَّلُ مَنْ یُّكْسٰی یَوْمَ الْقِیَامَةِ اِبْرَاهِیْمُ وَاِنَّ نَاسًا مِنْ اَصْحَابِیْ یُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ فَاَقُوْلُ اُصَیْحَابِیْ اُصَیْحَابِیْ فَیَقُوْلُ اِنَّهُمْ لَنْ یَّزَالُوْا مُرْتَدِّیْنَ عَلٰی اَعْقَابِهِمْ مُنْذُ فَارَقْتَهُمْ فَاَقُوْلُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ وَكُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْهِمْ اِلٰی قَوْلِهِ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۸۶/۶ حدیث رقم ۳۳۴۹ ومسلم فی صحیحه ۲۱۹۴/۴ حدیث رقم (۵۸-۲۸۶۰) والترمذی فی السنن ۵۳۲/٤ حدیث رقم ۲٤۲۳ واخرجه النسائی فی ۱۱۹/٤ حدیث رقم ۲۰۸۷ واحمد فی المسند ۲۲۰/۱۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم ننگے پاؤں ننگے جسم بے ختنہ جمع کیے جاؤ گے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی: كَمَا بَدَأْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِیْدُهٗ ......جس طرح ہم نے پہلی بار پیدا فرمایا دوبارہ بھی لوٹائیں گے یہ ہمارے ذمہ وعدہ ہے اور بے شک ہم ہی کرنے والے ہیں۔سب سے پہلے جن کو لباس پہنایا جائے گا وہ ابراہیم علیہ السلام ہوں گے اور میرے کچھ ساتھیوں کو بائیں جانب پکڑ کر لے جایا جائے گا میں کہوں گا یہ میرے ساتھی ہیں یہ میرے ساتھی ہیں تو کہا جائے گا۔یہ اپنی ایڑیوں پر پھرتے رہے جب سے آپ ان سے جدا ہوئے تو میں اسی طرح کہوں گا جیسے عبد صالح یعنی مسیح علیہ السلام نے کہا: كُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْهِمْ ......میں ان پر گواہ تھا جب تک میں رہا۔جب آپ نے مجھے قبض کر لیا تو آپ ان پر نگہبان ہیں اور آپ ہر چیز پر حاضر وناظر ہیں اگر آپ ان کو عذاب دیں تو

وہ آپ کے بندے ہیں اور اگر آپ ان کو بخش دیں تو آپ زبردست حکمت والے ہیں۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ⦿ اِنَّكُمْ مَحْشُوْرُوْنَ: اس میں اشارہ ہے کہ تمام اجزاء بدن بدستور مل جائیں گے۔ ستر کا وہ حصہ جس کا زائل کرنا ضروری تھا جب وہ واپس کردیا گیا تو بال ناخن کٹے ہوئے اجزاء وغیرہ ان کا واپس کرنا بطریق اولیٰ ثابت ہوا۔ اس سے یہ مسئلہ بھی ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا علم اور قدرت تمام کلیات اور جزئیات پر کمال قدرت کے ساتھ اشیاء ممکنہ کے بنسبت حاوی ہے۔

كَمَا بَدَأْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ: یہ آیت بطور استشہاد کے آپ ﷺ نے پڑھی۔ قیامت کے دن سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا۔ اس لئے کہ اول راہ خدا میں ان کو برہنہ کر کے آگ میں ڈالا گیا اور یہ ابراہیم علیہ السلام کے لئے آپ ﷺ کے باپ ہونے کے علاوہ کے اعتبار سے اعزاز واکرام ہے اس سے ان کی فضیلت کلی لازم نہیں آتی۔ دوسری بات یہ ہے کہ آپ کو کپڑوں سمیت دفن کیا گیا آپ ان ہی میں اٹھیں گے۔ تیسری بات یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی افضیلت ممکن ہے کہ حقیقی ہو یا اضافی۔ واللہ اعلم وسبحانہ۔ پھر جامع صغیر کی یہ روایت میری نظر سے گزری۔ انا اول من تنشق عنه الارض فاكسى حلة من حلل الجنة ثم اقوم عن يمين العرش ليس احد من الخلائق يقوم ذلك المقام غيرى (رواه ترمذی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ) ''میں پہلا شخص ہوں گا جس سے زمین کو چیرا جائے گا اور پھر مجھے جنت کا ایک حلہ پہنایا جائے گا۔ پھر میں عرش کے دائیں جانب کھڑا ہوں گا مخلوق میں کوئی ایسا شخص نہیں جو میرے علاوہ وہاں کھڑا ہو''۔

اِنَّ نَاسًا: مضمون آیت کا یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تک میں ان میں رہا تو ان کے حالات سے واقف تھا اور میں نے ان کو حق کے علاوہ اور کسی بات پر نہیں چلایا۔ جب آپ نے مجھے ان میں سے اٹھالیا تو آپ ہی ان کے نگہبان تھے اور آپ ہی ان کے حال سے واقف ہیں۔ آپ زبردست حکمتوں والے ہیں اگر آپ ان کو سزا دیں اور ان کے برے اعمال پر ان کو گرفتار کریں تو وہ تیرے بندے ہیں آپ جو چاہیں کر سکتے ہیں کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ آپ نے یہ کام کیوں کیا ہے اور اگر آپ بخشش کرتے ہوئے ان کے عذاب سے درگزر فرمائیں تو آپ غالب حکمت والے ہیں۔ اصحاب سے یہاں مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے آپ کا زمانہ پایا اسلام لائے مگر آپ کی وفات کے بعد مرتد ہوگئے۔ جیسا کہ مسیلمہ کذاب کے پیروکار اسی طرح طلیحہ بن خویلد اور سجاح کے پیروکار۔ جو لوگ اسلام پر ثابت قدم رہے وہ ہرگز اس سے مراد نہیں۔

روزِ حشر ننگے جسم اور بے ختنہ

۵/۵۳۹۶ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ جَمِيْعًا يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ اَلْاَمْرُ اَشَدُّ مِنْ اَنْ يَنْظُرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاري في صحيحه ۳۷۷/۱۱ حديث رقم ۶۵۲۷ و مسلم في صحيحه ۲۱۹۴/۴ حديث رقم (۵۶-۲۸۵۹) واخرجه النسائي في السنن ۱۱۴/۴ حديث رقم ۲۰۸۴ و ابن ماجه في السنن ۱۴۲۹/۲ حديث رقم ۴۲۷۶۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ قیامت کے دن

لوگوں کو ننگے پاؤں ننگے جسم اور بے ختنہ جمع کیا جائے گا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! کیا مرد اور عورتیں سارے اکٹھے ہوں گے اور وہ ایک دوسرے کو دیکھتے ہوں گے؟ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عائشہ! قیامت والا معاملہ اس سے سخت تر ہوگا کہ وہ ایک دوسرے کو دیکھیں۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ⊙ **غُرْلاً**: جمع اغرل بے ختنہ ہونا۔ ابراہیم علیہ السلام: اللہ تعالیٰ کی راہ میں ان کو سب سے پہلے ننگا کیا گیا۔ اس سے ان کا آپ ﷺ سے افضل ہونا لازم نہیں آتا یہ اعزاز و اکرام ابوت ہے۔ ⟨۲⟩: آپ کو اس لباس میں اٹھایا جائے گا جس میں آپ کی تدفین ہوئی (وہ کفن ہی تھا)۔

اصیحابی: قلت تعداد کی وجہ سے تصغیر لائے۔

اقول کما قال: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جو انہوں نے قوم سے چھٹکارے کے لئے فرمایا میں بھی وہی کہوں گا جیسا کہ سورۂ مائدہ کے آخر میں وارد ہے۔ کنت علیھم شہیداً الآیہ کا تمام مضمون مراد ہے کہ جب تک ان میں رہا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا رہا جب تیری طرف سے وقت مقررہ آیا تو حالات کا تو ہی نگہبان ہے آپ جو چاہیں کر سکتے ہیں۔

لن یزالون مرتدین: ان سے وہ مولفۃ القلوب جو آپ کی وفات پر مرتد ہو گئے وہ مراد ہیں۔ ⟨۲⟩ ارتداد سے حقوق میں عدم استقامت مراد ہیں۔ دنیا اور اس کی آفتوں اور فتنوں کا شکار ہونا مراد ہے۔ اصحاب خاصہ تو کسی صورت میں بھی مراد نہیں ہو سکتے کیونکہ ان کے متعلق آیات کے اشارات اور آپ کے بے شمار ارشادات اس پر شاہد ہیں۔

يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ: اس میں کیا حکمت ہے تو آپ نے فرمایا معاملہ کی سختی کی وجہ سے کسی کو ہوش بھی نہ ہوگا کہ وہ یہ محسوس کرے کہ وہ ننگا ہے چہ جائیکہ دوسرے کو دیکھے جیسا عموماً حوادث میں ایسا پیش آتا رہتا ہے۔ فتدبر

کافر کو منہ کے بل چلائیں گے

۶/۵۳۹۷ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَجُلاً قَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْشَرُ الْكَافِرُ عَلٰى وَجْهِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ اَلَيْسَ الَّذِيْ اَمْشَاهُ عَلَى الرِّجْلَيْنِ فِي الدُّنْيَا قَادِرٌ عَلٰى اَنْ يُّمْشِيَهٗ عَلٰى وَجْهِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاري في صحيحه ۴۹۲/۸ حديث رقم ۶۷۶۰ ومسلم في صحيحه ۲۱۶۱/۴ حديث رقم (۵۴-۲۸۰۶)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے کہا کہ اے اللہ کے پیغمبر! قیامت کے دن کافر کو چہرے کے بل کس طرح اکٹھا کیا جائے گا؟ آپ نے ارشاد فرمایا کیا وہ ذات جس نے اس کو دونوں پاؤں پر چلایا وہ اس کو قیامت کے دن چہرے کے بل چلانے کی قدرت نہیں رکھتی؟ (بخاری، مسلم)

تشریح ⊙ **يُحْشَرُ الْكَافِرُ عَلٰى وَجْهِهٖ**: تعجب سے سوال کیا گیا کہ چہرے کے بل کیسے چلنا ممکن ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے دونوں قدموں سے چلنے کی قوت دی ہے وہ چہرے کے بل چلانے کی پوری قدرت رکھتا ہے۔

حشر میں آزر کا حال

۷/۵۳۹۸ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَلْقٰى اِبْرَاهِيْمُ اَبَاهُ اٰزَرَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

وَعَلٰى وَجْهِ اٰزَرَ قَتَرَةٌ وَغَبَرَةٌ فَيَقُوْلُ لَهٗ اِبْرَاهِيْمُ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ لَا تَعْصِنِيْ فَيَقُوْلُ لَهٗ اَبُوْهُ فَالْيَوْمَ لَا اَعْصِيْكَ فَيَقُوْلُ اِبْرَاهِيْمُ يَا رَبِّ اِنَّكَ وَعَدْتَّنِيْ اَنْ لَّا تُخْزِيَنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ فَاَيُّ خِزْيٍ اَخْزٰى مِنْ اَبِي الْاَبْعَدِ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى اِنِّيْ حَرَّمْتُ الْجَنَّةَ عَلَى الْكَافِرِيْنَ ثُمَّ يُقَالُ لِاِبْرَاهِيْمَ انْظُرْ مَا تَحْتَ رِجْلَيْكَ فَيَنْظُرُ فَاِذَا هُوَ بِذِيْخٍ مُتَلَطِّخٍ فَيُؤْخَذُ بِقَوَائِمِهٖ فَيُلْقٰى فِي النَّارِ۔ (رواہ البخاری)

اخرجه البخاري في صحيحه ۳۸۷/۶ حديث رقم ۳۳۵۰۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جناب ابراہیم علیہ السلام اپنے والد آزر کو قیامت کے دن ملیں گے جبکہ آزر کے چہرے پر سیاہی اور غبار ہوگا تو ابراہیم علیہ السلام اس کو فرمائیں گے کیا میں نے آپ کو نہ کہا تھا کہ میری نافرمانی مت کرو؟ تو ان کے والد انہیں کہے گا آج میں تیری نافرمانی نہ کروں گا تو ابراہیم علیہ السلام کہیں گے اے میرے رب بے شک آپ نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ بعثت کے دن آپ مجھے رسوا نہ فرمائیں گے میرے والد کی ذلت و رسوائی سے بڑھ کر میرے لئے اور رسوائی کیا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے بے شک میں نے جنت کو کفار پر حرام کر دیا ہے پھر ابراہیم علیہ السلام کو کہا جائے گا کہ اپنے پاؤں کے نیچے دیکھو کہ کیا ہے؟ چنانچہ وہ دیکھیں گے کہ ایک لت پت بجو ہے جس کے ہاتھوں اور پاؤں کو پکڑ کر اسے آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ (بخاری)

تشریح ⊙ يُلْقِي اِبْرَاهِيْمُ اَبَاهُ اٰزَرَ: آزر کی ایسی ذلیل صورت اس لئے بنا دی جائے گی تاکہ ابراہیم علیہ السلام کا محبت پدری والا تعلق اس سے زائل ہو جائے۔ علماء نے کہا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اگرچہ دنیا میں آزر سے بیزاری کا اظہار کیا مگر قیامت کے دن جب ان کو دیکھیں گے تو محبت پدری غالب آئے گی اور اس لئے مغفرت چاہیں گے جو کہ قبول نہ کی جائے گی۔ اسے مسخ دیکھ کر نا امید ہو جائیں گے اور ہمیشہ کے لئے بیزار ہو جائیں گے۔ بعض نے یہ کہا ہے ابراہیم علیہ السلام کو یقین نہیں آئے گا آزر کفر پر مرا اس لئے یہ سفارش کریں گے کیونکہ عین ممکن ہے کہ خفیہ ایمان لائے ہوں اور ان کو اطلاع نہ ہوئی ہو۔ جب قیامت کے دن شکل بدل کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا تو کفر پر موت کا یقین ہو جائے گا۔ اس وقت ابدی بے زاری کا اظہار کریں گے۔ واللہ اعلم

قیامت کے دن پسینہ

۸/۵۳۹۹ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْرَقُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يَذْهَبَ عَرَقُهُمْ فِي الْاَرْضِ سَبْعِيْنَ ذِرَاعًا وَيُلْجِمُهُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ اٰذَانَهُمْ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاري في صحيحه ۳۹۲/۱۱ حديث رقم ۶۵۳۲ ومسلم في صحيحه ۲۱۹۶/۴ حديث رقم (۶۱-۲۸۶۳) واحمد في المسند ۴۱۸/۲

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن لوگ پسینے میں شرابور ہوں گے یہاں تک کہ ان کا پسینہ زمین میں ستر ہاتھ گہرا چلا جائے گا اور وہ ان کی لگام بن جائے گا یہاں تک کہ ان کے کانوں تک پہنچ جائے گا۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ⊙ يَعْرَقُ النَّاسُ: تمام لوگ پسینہ پسین ہوں گے۔ جنات تو بدرجہ اولیٰ پسینے سے شرابور ہوں رہا یہ سوال کہ ان کا

عدم تذکرہ تو ثقلین میں ایک کا تذکرہ دوسرے کے لئے مکتفی ہے۔ ② حضرات انبیاء ﷺ اور اولیاء اس سے مستثنیٰ ہوں گے اور پسینے کا بہنا لوگوں کی کثرت، حیاء، شرمندگی، ندامت ملامت، کثرت حرارت، قرب آفتاب، قرب دوزخ کی وجہ سے ہو گا۔ ③ پسینہ والے لوگوں کی حالت اعمال کے مطابق ہوں گے۔ کسی کو کم کسی کی زیادہ۔

سورج ایک میل کی مسافت پر

۹/۵۳۰۰ وَعَنِ الْمِقْدَادِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ تُدْنَى الشَّمْسُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْخَلْقِ حَتّٰى تَكُوْنَ مِنْهُمْ كَمِقْدَارِ مِيْلٍ فَيَكُوْنُ النَّاسُ عَلٰى قَدْرِ اَعْمَالِهِمْ فِي الْعَرَقِ فَمِنْهُمْ مَنْ يَّكُوْنُ اِلٰى كَعْبَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّكُوْنُ اِلٰى رُكْبَتَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّكُوْنُ اِلٰى حِقْوَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يُّلْجِمُهُمُ الْعَرَقُ اِلْجَامًا وَاَشَارَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ اِلٰى فِيْهِ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه البخاري في صحيحه ٣٩٢/١١ حديث رقم ٦٥٣٢ ومسلم في صحيحه ٢١٩٦/٤ حديث رقم (٦١-٢٨٦٣) واحمد في المسند ٤١٨/٢

ترجمہ: حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ سورج کو قیامت کے دن مخلوق سے قریب کر دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ ان سے میل کی مقدار رہ جائے گا تو لوگ اپنے اعمال کے مطابق پسینہ میں ہوں گے بعض کے ٹخنوں تک پسینہ ہوگا اور بعض کے گھٹنوں تک ہوگا اور بعض کے کمر تک اور ان میں سے بعض وہ ہوں گے جن کو پسینہ لگام دے گا اور جناب رسول اللہ ﷺ یہ فرماتے ہوئے اپنے منہ مبارک کی طرف اشارہ کیا۔

تشریح: ⊙ اِلٰى رُكْبَتَيْهِ: ٹخنوں تک پسینہ ہوگا۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جن کے اعمال خوب ترین ہوں گے اور اسی پر دوسروں کو قیاس کر لیا جائے جتنے نیک اعمال زیادہ پسینہ کم اور جتنے برے اعمال زیادہ اتنا ہی پسینہ زیادہ۔

اِلٰى حِقْوَيْهِ: ابن الملک کہتے ہیں کہ جب پسینہ ایک شخص کو منہ تک پہنچے گا تو دوسرے کے ٹخنوں تک کس طرح ہوگا۔

الجواب۔ ہر ایک کا پسینہ اسی کے اردگرد ہوگا دوسرے کو نہ پہنچے گا جیسا کہ بحر قلزم کو موسیٰ علیہ السلام کے لئے روک دیا خشک راستہ بنا دیا اور فرعون اس میں ڈوب گیا۔ ② آخرت کے تمام معاملات اس جہان کے مطابق ہیں ایک قبر میں رکھے جانے والے ایک مردے کو عذاب اور دوسرے کو راحت ہے۔ ③ آرام کی حالت میں کوئی دوسرے کے حال کی خبر نہیں لیتا۔ ④ خواب میں ایک شخص اپنے کو غمگین اور دوسرا خوش دیکھتا ہے حالانکہ یہاں وہ ایک جگہ میں بیٹھے یا سوئے ہیں۔ اسی طرح ایک اپنے کو صحت اور دوسرا بیماری میں دیکھتا ہے۔

آگ کا حصہ ہزار میں سے نوسو ننانوے

۱۰/۵۳۰۱ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى يَا اٰدَمُ فَيَقُوْلُ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ كُلُّهٗ فِيْ يَدَيْكَ قَالَ اَخْرِجْ بَعْثَ النَّارِ قَالَ وَمَا بَعْثُ النَّارِ قَالَ مِنْ كُلِّ

اَلْفٍ تِسْعَ مِائَۃٍ وَّتِسْعَۃً وَّتِسْعِیْنَ فَعِنْدَہٗ یَشِیْبُ الصَّغِیْرُ وَتَضَعُ کُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَہَا وَتَرَی النَّاسَ سُکٰرٰی وَمَاھُمْ بِسُکٰرٰی وَلٰکِنَّ عَذَابَ اللّٰہِ شَدِیْدٌ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَاَیُّنَا ذٰلِکَ الْوَاحِدُ قَالَ اَبْشِرُوْا فَاِنَّ مِنْکُمْ رَجُلاً وَّمِنْ یَاجُوْجَ وَمَاجُوْجَ اَلْفٌ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اَرْجُوْا اَنْ تَکُوْنُوْا رُبُعَ اَھْلِ الْجَنَّۃِ فَکَبَّرْنَا فَقَالَ اَرْجُوْا اَنْ تَکُوْنُوْا ثُلُثَ اَھْلِ الْجَنَّۃِ فَکَبَّرْنَا فَقَالَ اَرْجُوْا اَنْ تَکُوْنُوْا نِصْفَ اَھْلِ الْجَنَّۃِ فَکَبَّرْنَا قَالَ مَا اَنْتُمْ فِی النَّاسِ اِلاَّ کَالشَّعْرَۃِ السَّوْدَآءِ فِیْ جِلْدِ ثَوْرٍ اَبْیَضَ اَوْ کَشَعْرَۃٍ بَیْضَآءَ فِیْ جِلْدِ ثَوْرٍ اَسْوَدَ۔ (متفق علیہ)

اخرجہ البخاری فی صحیحہ ۳۸۲/۶ حدیث رقم ۳۳۴۸ و مسلم فی صحیحہ ۲۰۱/۱ حدیث رقم (۳۷۹-۲۲۲)
واخرجہ الترمذی فی السنن ۳۰۲/۵ حدیث رقم ۳۱۶۸۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اے آدم! تو وہ عرض کریں گے۔ اے اللہ! میں حاضر ہوں اور خدمت گزار ہوں اور تمام بھلائیاں آپ کے دست قدرت میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے آگ کا حصہ نکالو! آدم عرض کریں گے آگ کا وہ حصہ کیا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے ہر ہزار میں سے نوسوننانوے۔ اس وقت بچے بوڑھے ہو جائیں گے اور ہر حمل والی اپنا حمل گرا دے گی اور تم لوگوں کو نشہ کی حالت میں دیکھو گے حالانکہ وہ نشہ میں نہیں ہوں گے لیکن اللہ تعالیٰ کا عذاب سخت ہے لوگوں نے عرض کیا! یا رسول اللہ! وہ ایک ہم میں سے کون ہوگا؟ ارشاد فرمایا۔ تمہیں خوش خبری ہو کہ تم میں سے ایک اور یاجوج ماجوج میں سے ایک ہزار ہوں گے۔ پھر آپ نے فرمایا مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے مجھے امید ہے کہ تم اہل جنت چوتھائی ہو گے۔ اس پر صحابہ کرام نے اللہ اکبر کہا۔ پھر فرمایا مجھے امید ہے کہ تم اہل جنت کا ثلث ہو گے۔ صحابہ کرام نے پھر خوشی سے اللہ اکبر کہا تو آپ نے فرمایا مجھے امید ہے کہ تم اہل جنت کا نصف ہو گے۔ تو صحابہ کرام نے اللہ اکبر کہا پھر فرمایا تمہاری مثال لوگوں میں اس سیاہ بال جیسی ہے جو سفید بیل کی کھال پر ہو یا وہ سفید بال جو سیاہ بیل کے چمڑے پر ہو۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ **یَشِیْبُ الصَّغِیْرُ وَتَضَعُ کُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَہَا:** ظاہر تر یہ ہے کہ یہ دونوں باتیں بالفرض والتقدیر ہیں یعنی اگر بالفرض وہاں چھوٹا نو عمر بچہ ہو تو اس حالت کے خوف اور قیامت والی بات کے صدمہ سے بوڑھا ہو جائے اور اگر بالفرض کوئی عورت حاملہ ہو تو خوف کی وجہ سے وہ جنین کو گرا ڈالے۔ ۞ ممکن ہے کہ حاملہ عورت حمل کے ساتھ اٹھائی جائے اور اس مقام کے خوف کی وجہ سے اس کا حمل گر جائے۔ اسی طرح جو بچے قبور سے خورد سال اٹھائے جائیں وہ بوڑھے ہو جائیں گے پھر جنت میں جانے کے وقت جواں ہوں گے۔

وَتَرَی النَّاسَ یاجوج ماجوج کثرت تعداد میں تمہارے مقابل اس طرح ہیں جیسے کہ ایک کے مقابل ہزار ہوں۔ پس جہنم میں جانے والوں کی تعداد بہت ہوگی۔ یاجوج ماجوج تمام کفار ہیں۔ اہل جنت کی جو کثرت بتلائی گئی تو شاید وہ ملائکہ مقربین، حور، غلمان کی کثرت کی نسبت سے ہو۔ پس اس روایت کا معنی اپنے مقام پر درست ہے۔ غلبت رحمتی علی غضبی۔ الحدیث۔ پھر اگلی امتوں کے مقابلہ میں اس امت کے لوگوں کی کثرت کا ذکر فرمایا۔ اگر تم آدھے اہل جنت یا دو ثلث ہو تب بھی اس میں گنجائش ہے۔

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ: شاید آپ نے اس بات کو بتدریج اس لئے بیان فرمایا کہ کہیں خوشی سے ان کے دل پھٹ نہ جائیں۔ ۞ اول داخل ہونے والوں کے اعتبار سے ہو کہ پہلے وہ چوتھائی ہوں پھر تہائی وغیرہ ہو جائیں۔ ۞ وحی نے بالتدریج اس طرح اطلاع دی جس طرح وحی نازل ہوتی رہی آپ خوش خبری دیتے رہے۔

مَآ اَنْتُمْ فِی النَّاسِ: شاید تمام جنس انسان کے اعتبار سے کہا گیا ہو۔ جیسا یاجوج ماجوج کے متعلق ایک اور ہزار کی نسبت سے سمجھایا اور حدیث سے پہلے آپ کو اس امت کے بارے میں بتلایا گیا ہو کہ کل ۱۲۰ صفوف میں ۸۰ تمہاری ہوں گی۔ ۞ ممکن ہے اول داخل ہونے والوں کے لحاظ سے نصف ہوں۔ یہ روایت مختصر ہے تفصیلی آرہی ہے۔

تجلی ساق اور سجدہ

۱۱/۵۳۰۲ وَعَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ یَکْشِفُ رَبُّنَا عَنْ سَاقِہٖ فَیَسْجُدُ لَہٗ کُلُّ مُؤْمِنٍ وَّمُؤْمِنَۃٍ وَّیَبْقٰی مَنْ کَانَ یَسْجُدُ فِی الدُّنْیَا رِیَآءً وَّسُمْعَۃً فَیَذْھَبُ لِیَسْجُدَ فَیَعُوْدُ ظَھْرُہٗ طَبَقًا وَّاحِدًا۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۶۶۳/۸ حدیث رقم ۴۹۱۹ ومسلم فی صحیحه ۱۶۸/۱ حدیث رقم (۳۰۲-۱۸۳)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تجلی ساق ظاہر فرمائیں گے تو ہر مؤمن و مؤمنہ سجدہ ریز ہو جائیں گے اور وہ لوگ جو دنیا میں دکھلاوے یا شہرت کی خاطر سجدہ کرتے تھے وہ سجدہ کرنے لگیں گے تو ان کی کمریں سپاٹ تختہ بن جائیں گی۔ (بخاری، مسلم)

تشریح: ۞ یَکْشِفُ رَبُّنَا: یہ شدت و محنت سے کنایہ ہے۔ اس صورت میں مفردات کے معانی کا لحاظ نہ ہوگا۔ یہ اس طرح ہے جیسا کہ کوئی کام میں کوشش کرتا ہے تو دامن کو لپیٹ لیتا ہے۔ ۞ بعض نے اس کو متشابہات میں سے شمار کر کے اس کو بلا تاویل چھوڑ دیا جائے جیسا کہ اہل حق کا سلامتی والا مذہب یہی ہے۔

وَیَبْقٰی مَنْ کَانَ: یعنی اس کی ہڈیوں میں فاصلہ نہ رہے گا کہ اس کے حصے ہوں اور وہ اوپر نیچے ہو۔ بلکہ ایک تختہ بن جائے گا یہ ریاکاروں کی پہلی ذلت و رسوائی ہوگی۔

موٹے شخص کا مچھر کے پر سے توازن

۱۲/۵۳۰۳ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیَاْتِی الرَّجُلُ الْعَظِیْمُ السَّمِیْنُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ لَا یَزِنُ عِنْدَ اللّٰہِ جَنَاحَ بَعُوْضَۃٍ وَقَالَ اقْرَءُوْا فَلَا نُقِیْمُ لَھُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَزْنًا۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۴۲۶/۸ حدیث رقم ۴۷۲۹ ومسلم فی صحیحه ۲۱۴۷/۴ حدیث رقم (۱۸-۲۷۸۵)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن ایک موٹا آدمی آئے گا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اسکا مچھر کے پر کے برابر وزن نہ ہوگا اور اگر تم چاہو تو قرآن مجید کی یہ آیت پڑھ لو: فَلَا نُقِیْمُ

لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ...... کہ ہم قیامت کے دن ان کے لئے میزان قائم نہ کریں گے۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ : یہ اس لئے تا کہ ظاہر ہو جائے کہ طالبین دنیا جن اعمال کو اچھا سمجھ کر کرتے تھے اور ان پر وہ نازاں وفرحاں تھے وہ کسی شمار وقطار میں نہ آئیں گے بلکہ ضائع ہو جائیں گے۔

الفصل الثانی:

زمین کی خبریں

۱۳/۵۴۰۴ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا اَخْبَارُهَا قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّ اَخْبَارَهَا اَنْ تَشْهَدَ عَلٰى كُلِّ عَبْدٍ وَّاَمَةٍ بِمَا عَمِلَ عَلٰى ظَهْرِهَا اَنْ تَقُوْلَ عَمِلَ عَلَيَّ كَذَا وَكَذَا يَوْمَ كَذَا وَكَذَا قَالَ فَهٰذِهٖ اَخْبَارُهَا ۔

(رواه احمد والترمذی وقال هذا حدیث حسن صحیح غریب)

اخرجه الترمذی فی السنن ۵۳۵/٤ حدیث رقم ۲٤۲۹ واحمد فی المسند ۳۷٤/۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ...... کہ زمین اس دن اپنی خبریں بیان کرے گی" تو آپ نے صحابہ کرام سے سوال کیا کیا تم جانتے ہو کہ اس کی خبریں کیا ہیں؟ عرض کیا اللہ اور اس کے رسول ہی جانتے ہیں۔ ارشاد فرمایا اس کی خبریں یہ ہیں کہ بندے اور بندی پر وہ اس بات کی گواہی دے گی جو اعمال اس نے اس کی پشت پر کیے ہیں۔ وہ اس طرح کہے گی کہ اس نے مجھ پر فلاں عمل فلاں فلاں دن میں اس طرح کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا خبریں دینا یہی ہے۔ (ترمذی نے حسن غریب کہا ہے)

تشریح ۞ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا: زمین حرکت میں آجائے گی اور اموات کو باہر نکال دے گی اور خبریں اور اطلاعات دے گی کہ اس بندے نے مجھ پر فلاں اعمال کیے ہیں۔

عَبْدٍ وَّاَمَةٍ سے ہر مرد وعورت مراد ہے۔

مرنے والے کی شرمندگی

۱۴/۵۴۰۵ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ اَحَدٍ يَمُوْتُ اِلَّا نَدِمَ قَالُوْا وَمَا نَدَامَتُهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنْ كَانَ مُحْسِنًا نَدِمَ اَنْ لَّا يَكُوْنَ ازْدَادَ وَاِنْ كَانَ مُسِيْئًا نَدِمَ اَنْ لَّا يَكُوْنَ نَزَعَ۔ (رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۵۲۲/٤ حدیث رقم ۲٤۰۳ والنسائی فی السنن ۲/٤ حدیث رقم ۱۸۱۸ والدارمی فی السنن ۴۰۳/۲ حدیث رقم ۲۷۵۸ واحمد فی المسند ۲۶۳/۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر مرنے والا شرمندہ ہوگا۔ صحابہ کرام

نے سوال کیا یارسول اللہ! ان کی ندامت وشرمندگی کا کیا مطلب ہے؟ ارشاد فرمایا اگر وہ نیک ہے تو اس پر شرمندہ ہوگا کہ اس نے نیکیوں میں کیونکر اضافہ نہ کیا اور اگر وہ گناہ گار ہے تو وہ شرمندہ ہوگا کہ وہ گناہوں سے باز کیوں نہ آیا۔ (ترمذی)

تشریح ۞ وَمَا نَدَامَتُهُ :روز قیامت ہر ایک کو ندامت ہوگی۔ نیک کو اس بات کی کہ اس نے زیادہ نیکیاں کیوں نہ کرلیں کہ یہاں کثرت سے درجات مل جاتے اور گناہ گار کو اس بات پر شرمندگی ہوگی کہ اس نے اپنے گناہوں کو کیوں کر نہ روکا کہ آج کی یہ ذلت اٹھانا پڑ رہی ہے۔

تین طرح سے حاضری

۱۵/۵۴۰۶ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَلٰثَةَ اَصْنَافٍ صِنْفًا مُشَاةً وَّصِنْفًا رُكْبَانًا وَّصِنْفًا عَلٰى وُجُوْهِهِمْ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَيْفَ يَمْشُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ قَالَ اِنَّ الَّذِىْ اَمْشَاهُمْ عَلٰى اَقْدَامِهِمْ قَادِرٌ عَلٰى اَنْ يُّمْشِيَهُمْ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اَمَا اِنَّهُمْ يَتَّقُوْنَ بِوُجُوْهِهِمْ كُلَّ حَدَبٍ وَّشَوْكٍ (رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۵۲۲/۴ حدیث رقم ۲۴۰۳، والنسائی فی السنن ۲/۴ حدیث رقم ۱۸۱۸ والدارمی فی السنن ۴۰۳/۲ حدیث رقم ۲۷۵۸ واحمد فی المسند ۲۶۳/۲۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ قیامت کے دن تین طرح سے میدان حشر میں لائے جائیں گے۔ ①: ایک قسم پیدل۔ نمبر ۲: ایک قسم سوار۔ ③: ایک قسم چہروں کے بل۔ عرض کیا گیا یارسول اللہ! وہ اپنے چہروں کے بل کیسے چلیں گے؟ ارشاد فرمایا جس نے ان کو قدموں پر چلایا وہ اس پر قادر ہے کہ ان کو ان کے چہروں پر چلائے۔ سنو! وہ اپنے چہروں سے ہر ٹیلے اور کانٹے سے بچیں گے۔ (ترمذی)

تشریح ۞ ثَلٰثَةَ اَصْنَافٍ: اول قسم وہ ایمان والے ہیں جنہوں نے اچھے اور برے عمل ملا لیے اور وہ اب خوف ورجاء کے درمیان ہے۔ ②: دوسری قسم سابقین کی ہے اور تیسری قسم کا تعلق کفار سے ہے۔

يُمْشِيَهُمْ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ: یعنی ان کے چہرے ہاتھوں اور پاؤں کی طرح ہو جائیں گے چنانچہ جس طرح ہاتھ پاؤں سے انسان ہر موذی چیز سے بچتا ہے اس طرح چہروں کے ساتھ بچے گا لیکن جب اس نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ کرتے ہوئے سر نہ جھکایا تھا تو اب اسے ذلیل ورسوا کرتے ہوئے سرنگوں کر دیا۔

مناظر قیامت کی صورتیں

۱۶/۵۴۰۷ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَّنْظُرَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ كَاَنَّهٗ رَاْىُ عَيْنٍ فَلْيَقْرَاْ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ وَاِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ وَاِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ۔

(رواه احمد والترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۴۰۳/۵ حدیث رقم ۳۳۳۳ واحمد فی المسند ۱۰۰/۲۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ قیامت کو وہ اس طرح دیکھے جیسے ان آنکھوں سے دیکھ رہا ہو تو یہ سورتیں اذا الشمس کورت اور اذا السماء انفطرت اور اذا السماء انشقت کی تلاوت کرے۔ (احمد، ترمذی)

تشریح ۞ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ: یہ سورتیں قیامت کے مناظر کی تفصیلات پر مشتمل ہیں۔ اگر کوئی آدمی ان کو حضور دل سے پڑھے تو واقعہ قیامت کے مناظر کا اس طرح مشاہدہ ہوتا ہے جیسا کہ آنکھوں سے قیامت کو دیکھ رہا ہے۔

مَنْ سَرَّهٗ: اس خوشی کے حاصل ہونے کا مطلب یہ ہے اس مناظر قیامت سے اس کو ایمان ویقین میں قوت ملے گی جو قوت خوشی کا باعث ہوگی۔

الفصل الثالث:

تین گروہوں کا حشر

۵۴۰۸/۱۷ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ اِنَّ الصَّادِقَ الْمَصْدُوْقَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنِیْ اَنَّ النَّاسَ يُحْشَرُوْنَ ثَلٰثَةَ اَفْوَاجٍ فَوْجًا رَاكِبِيْنَ طَاعِمِيْنَ كَاسِيْنَ فَوْجًا يَسْحَبُهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ وَتَحْشُرُهُمُ النَّارُ وَفَوْجًا يَمْشُوْنَ وَيَسْعَوْنَ وَيُلْقِى اللّٰهُ الْاٰفَةَ عَلَى الظَّهْرِ فَلَا يَبْقٰى حَتّٰى اَنَّ الرَّجُلَ لَتَكُوْنَ لَهُ الْحَدِيْقَةُ يُعْطِيْهَا بِذَاتِ الْقَتَبِ لَا يَقْدِرُ عَلَيْهَا۔ (رواه النسائی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۳/۵ ٤٠ حدیث رقم ۳۳۳۳ واحمد فی المسند ۲/ ۱۰۰۔

ترجمہ: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے صادق مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں کا حشر تین گروہوں میں ہوگا۔ ① عیش والا لباس پہننے والا گروہ۔ ② فرشتے اس گروہ کو چہروں کے بل گھسیٹیں گے اور آگ ان کو جمع کر لے گی۔ ③ ایک گروہ جو چلیں گے اور دوڑیں گے اللہ تعالیٰ ان کی سواری پر آفت ڈال دے گا۔ وہ باقی نہ رہے گی یہاں تک کہ وہ شخص جس کے پاس باغ ہوگا وہ باغ دے کر اونٹ کی سواری لینا چاہے گا مگر اس کو اس پر قدرت نہ ہوگی۔ (نسائی)

تشریح ۞ فَوْجًا رَاكِبِيْنَ: یہ صلحاء و اتقیاء اور خاص مؤمنین ہوں گے۔ کامل الایمان لوگ ہیں۔

فَوْجًا يَسْحَبُهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ: یہ دوسری قسم ہے جو کہ خالص کافر ہیں تحشرھم کی ضمیر فرشتوں کی طرف جائے گی معنی یہ ہوگا فرشتے ان کو گھسیٹ کر آگ کی طرف لے جائیں گے۔ ② تحشرھم النار۔ آگ ان کو جمع کرے گی اور وہ آگ ان سے جدا نہ ہوگی۔

لَتَكُوْنَ لَهُ الْحَدِيْقَةُ: باوجودیکہ اس نے عوض میں باغ لیا ہے مگر اس پر قدرت نہ پا سکے گا۔ واضح رہے کہ سیاق حدیث اور اس کا یہاں ذکر دلالت کر رہا ہے کہ یہ حالت قیامت کے دن ہوگی مگر یہ الفاظ ان الرجل تکون له الحدیقة واضح ثابت کرتے ہیں کہ یہ حشر قیامت کا نہیں اسی طرح طاعمین کاسین کے الفاظ اسی طرح ظاہر ہیں۔

طیبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

یہ قیامت کا حشر نہیں بلکہ علامات قیامت والا حشر ہے کہ اس کا تذکرہ علامات میں گزر چکا ہے۔ فلہذا اس حدیث کا ذکر یہاں طبعًا ہوا ہے۔

دوسرا رُخ:

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ سے تورپشتی کا قول نقل کیا ہے اور آیت اور حدیث کو دلیل بنا کر اس بات کو ترجیح دی ہے کہ اس سے مراد قیامت ہی کا حشر ہے اور انہوں نے کہا کہ علامہ خطابی کو اس سلسلے میں غلطی ہوئی ہے اور تورپشتی کا قول صحیح ہے اور اس حدیث کے اندر جو نقص آیا ہے وہ قول ابوذر کی وجہ سے ہے جس کو روایت پر بڑھا دیا گیا ہے۔ ۞ اس کا دفاع اس طرح ہی ممکن ہے کہ یہ روایت دوسری روایت کے ساتھ مل گئی ہے پس اس کو مصالحت پر حل کیا جائے گا اور تورپشتی نے اس کی کچھ تشریح ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں اوپر بھی نقل کی ہے۔

بَابُ الْحِسَابِ وَالْقِصَاصِ وَالْمِيْزَانِ

حساب، قصاص اور میزان کا بیان

حساب:

حساب کا معنی گننا اور شمار کرنا ہے اور یہاں قیامت کے دن بندوں کے اعمال کا شمار کرنا مراد ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ تو بندے کے تمام اعمال سے آگاہ اور واقف ہیں مگر یہ حساب و کتاب والا معاملہ مخلوق پر اتمام حجت کے لئے ہوگا۔ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے یہ بات صراحت کے ساتھ ثابت ہے۔ پس اس پر اعتقاد جازم لازم ہے۔

قصاص:

قص پیروی کرنا، فارتدا علی اٰثارھما قصصًا...... یہاں قصاص کا معنی ایک دوسرے کے عمل کی مانند عمل کرنا مثلاً قتل کے عوض قتل، زخم کے عوض زخم اور ضرب کے بدلے ضرب لگانا۔ قیامت کے دن ہر اس تکلیف کا بدلہ لیا جائے گا جو کسی نے دوسرے کو دی ہوگی خواہ وہ چیونٹی یا مکھی ہی کیوں نہ ہو۔ خواہ وہ مکلف نہ ہوں جیسا حیوانات واطفال وغیرہ۔ اس مقصد کے لئے تمام حیوانات کو زندہ کیا جائے گا اور بے سینگ بکری کو سینگ والی بکری سے قصاص دلایا جائے گا پھر ان کو خاک بنا دیا جائے گا۔

میزان:

میزان وہ آلہ جس سے کسی چیز کا وزن کیا جائے۔ اس میزان سے قیامت کا وہ میزان مراد ہے جس سے اعمال کو تولا جائے گا۔ جمہور علماء کا قول یہ ہے کہ اس میزان کے دو ہاتھ اور زبان بھی ہوگی جیسا ترازو کے دو پلڑے ہوتے ہیں۔ اس کے دونوں

پلڑوں کے مابین مشرق و مغرب کے برابر فاصلہ ہوگا۔ اس میں صحائف اعمال کو تولا جائے گا۔ ② بعض کہتے ہیں نیکی کو خوبصورت شکل دے کر اس کو تولا جائے گا اور برائیوں کو بری شکل دے کر تولا جائے گا۔ حدیث بطاقہ سے پہلے قول کی تائید نکلتی ③ بعض نے کہا وزن کا مطلب اعمال کے مطابق جزاء سزا دینا ہے مگر نصوص کثیرہ ظاہرہ سے قول اول ہی ٹھیک بیٹھتا ہے۔

الفصل الاول:

محاسبہ والا ہلاک ہوگیا

۱/۵۴۰۹ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ اَحَدٌ يُحَاسَبُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِلاَّ هَلَكَ قُلْتُ اَوَ لَيْسَ يَقُوْلُ اللّٰهُ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا فَقَالَ اِنَّمَا ذٰلِكَ الْعَرْضُ وَلٰكِنْ مَنْ نُوْقِشَ فِي الْحِسَابِ يَهْلِكُ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۱/ ۴۰۰ حدیث رقم ۶۵۳۶ و مسلم فی صحیحه ۴/ ۲۲۰۴ حدیث رقم (۷۹-۲۸۷۶) والترمذی فی السنن ۴/ ۵۳۳ حدیث رقم ۲۴۲۶ واحمد فی المسند ۶/ ۲۰۶۔ (۲) سورة الانشقاق، آية رقم ۸

تَرْجَمَہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جس سے قیامت کے دن حساب لیا گیا وہ ہلاک ہوگیا۔ میں نے عرض کیا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ...... کہ عنقریب اس سے آسان حساب لیا جائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سے مراد پیشی ہے اور جس سے حساب کے وقت پوچھ کچھ ہوگئی وہ ہلاک ہوگیا۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ اِنَّمَا ذٰلِكَ الْعَرْضُ : جیسا کہ یہ کہیں تو نے یہ کیا تو نے وہ کیا بغیر اس کے کہ کہیں یہ تو نے کیوں کیا؟ تیسری فصل میں آرہا ہے کہ آسان حساب سے مراد اس کا نامۂ اعمال دکھا کر درگزر کرنا ہے۔

وَلٰكِنْ مَنْ نُوْقِشَ : صورت معارضہ یہ ہے کہ حدیث کے الفاظ ہر حساب والے کے عذاب سے متعلق عام ہیں اور آیت کی دلالت یہ ہے کہ ان میں سے بعض کو سزا نہ ملے گی تو تطبیق کی صورت یہ ہے کہ اس کے اعمال کو اظہار عدل کے لئے سامنے کر دیا جائے۔ مسند بزار میں ہے کہ جس میں تین خصائل ہوں گے اللہ تعالیٰ اس سے آسان حساب لیں گے اور اس کو جنت میں داخل کریں گے۔ یہ کہ تو اس کو دے جو تجھے محروم رکھے اور تو اس سے عفو کرے جو تجھ پر ظلم کرے اور تو عمدہ سلوک کرے اس سے جو تجھ سے انقطاع کرے۔

عمل وہی جو آگے بھیجا

۲/۵۴۱۰ وَعَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلاَّ سَيُكَلِّمُهٗ رَبُّهٗ لَيْسَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهٗ تَرْجُمَانٌ وَلاَ حِجَابٌ يَحْجُبُهٗ فَيَنْظُرُ اَيْمَنَ مِنْهُ فَلاَ يَرٰی اِلاَّ مَا قَدَّمَ مِنْ عَمَلِهٖ وَيَنْظُرُ اَشْاَمَ مِنْهُ فَلاَ يَرٰی اِلاَّ مَا قَدَّمَ وَيَنْظُرُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلاَ يَرٰی اِلاَّ النَّارَ تِلْقَاءَ وَجْهِهٖ فَاتَّقُوا النَّارَ

وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۱/ ۴۰۰ حدیث رقم ۶۵۳۶ ومسلم فی صحیحه ۴/ ۲۲۰۴ حدیث رقم (۷۹۔۲۸۷۶)

والترمذی فی السنن ۴/ ۵۳۳ حدیث رقم ۲۴۲۶ واحمد فی المسند ۶/ ۲۰۶۔ (۲) سورۃ الانشقاق، آیة رقم ۸

ترجمہ: حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک سے اس کا رب کلام فرمائے گا اور اس کے اور رب کے درمیان کوئی ترجمان نہ ہوگا اور نہ پردہ ہوگا کہ جو اس کے لئے رکاوٹ ہو۔ وہ اپنے وہی عمل دیکھے گا جو اس نے آگے بھیجے اور اپنے دائیں جانب (دیکھے گا) تو وہی عمل پائے گا جو اس نے آگے بھیجے اور اپنے سامنے دیکھے گا تو آگ دیکھے گا پس تم آگ سے بچو اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے بدلے کیوں نہ ہو۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ فَيَنْظُرُ اَيْمَنَ مِنْهُ : یہ قاعدہ واصول ہے کہ جب آدمی کو کوئی اہم معاملہ پیش آتا ہے تو وہ اپنے دائیں بائیں جھانکتا ہے۔

فَلَا يَرَى اِلَّا النَّارَ: اس عبارت میں دو احتمال ہیں۔ ① دوزخ کی آگ سے بچو اور کسی پر کھجور کے ٹکڑے کے برابر بھی ظلم نہ کرو۔ ② دوزخ کی آگ سے بچانے کے لئے اپنے پاس معمولی چیز بھی ہو تو اس کو صدقہ کر دو یہ صدقہ تمہارے اور آگ کے درمیان حائل ہو جائے گا۔

ترجمان: ایک زبان کو دوسری زبان میں منتقل کرنے والا۔

حفاظت وعنایت کا پردہ

۳/۵۳۱۱ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ يُدْنِي الْمُؤْمِنَ فَيَضَعُ عَلَيْهِ كَنَفَهُ وَيَسْتُرُهُ فَيَقُوْلُ اَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا اَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا فَيَقُوْلُ نَعَمْ اَىْ رَبِّ حَتّٰى قَرَّرَهُ بِذُنُوْبِهٖ وَرَاٰى فِىْ نَفْسِهٖ اَنَّهُ قَدْ هَلَكَ قَالَ سَتَرْتُهَا عَلَيْكَ فِى الدُّنْيَا وَاَنَا اَغْفِرُهَا لَكَ الْيَوْمَ فَيُعْطٰى كِتَابَ حَسَنَاتِهٖ وَاَمَّا الْكُفَّارُ وَالْمُنَافِقُوْنَ فَيُنَادٰى بِهِمْ عَلٰى رُءُوْسِ الْخَلَائِقِ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظَّالِمِيْنَ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۱/ ۴۰۰ حدیث رقم ۶۵۳۶ ومسلم فی صحیحه ۴/ ۲۲۰۴ حدیث رقم (۷۹۔۲۸۷۶)

والترمذی فی السنن ۴/ ۵۳۳ حدیث رقم ۲۴۲۶ واحمد فی المسند ۶/ ۲۰۶۔ (۲) سورۃ الانشقاق، آیة رقم ۸

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ مؤمن کو قریب کرے گا اور اس پر اپنی حفاظت وعنایت کا پردہ رکھے گا اور فرمائے گا اے بندے! کیا تو اپنا فلاں گناہ پہچانتا ہے؟ کیا تو اپنا فلاں گناہ پہچانتا ہے؟ وہ کہے گا جی ہاں اے میرے پروردگار! یہاں تک کہ اس سے اس کے تمام گناہوں کا اقرار کرائے گا۔ بندہ اپنے دل میں خیال کرے گا کہ وہ اب ہلاک ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میں نے تیرے یہ عیوب دنیا میں چھپا لیے تھے اور آج ان کو بخشتا ہوں پھر اس کی نیکیوں کی تحریر اسے دی جائے گی۔ مگر کفار اور منافقین کو مخلوق کے سامنے پکارا جائے گا کہ یہ وہی لوگ ہیں جو اپنے رب پر جھوٹ بولتے رہے۔ آگاہ رہو کہ ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ اِنَّ اللّٰهَ یُدْنِی الْمُؤْمِنَ: اللہ مؤمن کو اپنی رحمت سے ڈھانپے گا تا کہ اہل محشر کے سامنے رسوا نہ ہو۔ مؤمن یہاں نکرہ کے مفہوم میں ہے کوئی مؤمن اور جنس مؤمن مراد لینا بھی درست ہے۔ ۞ اور نہ کسی دوسرے کو رسواء کرتا تھا اور کسی مسلمان کی رسوائی پر خوش نہیں ہوتا تھا بلکہ حتی الامکان پردہ پوشی کرتا تھا جیسا کہ نیک بندے کرتے ہیں اور کسی دوسرے مسلمان کی آبرو ریزی نہ کرتا تھا اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی فرمائے گے اور عمل کے مطابق بدلہ دینے کیلئے اس کو اپنی حفاظت میں لے لے گا۔

کَنَفَه: پناہ۔ پردہ۔ نگہبانی، جانب، سایہ، پرندے کا پر

آگ سے چھٹکارے کا فدیہ

۴/۵۳۱۲ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ دَفَعَ اللّٰهُ اِلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ يَهُوْدِيًّا اَوْ نَصْرَانِيًّا فَيَقُوْلُ هٰذَا فِكَاكُكَ مِنَ النَّارِ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم في صحيحه ٢١١٩/٤ حديث رقم (٤٩-٢٧٦٧) وابن ماجه في السنن ١٤٣٢/٢ حديث رقم ٤٢٨٥۔

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو ایک یہودی یا عیسائی عنایت کرے گا اور فرمائے گا یہ تیرا آگ سے چھٹکارے کے لئے فدیہ ہے۔ (مسلم)

تشریح ۞ هٰذَا فِكَاكُكَ: فَكَّ۔ گروی رکھی ہوئی چیز کو چھڑانا۔ فکاک جس چیز کو بدلے میں دے کر مرہونہ چیز کو چھڑایا جائے۔ گویا مسلمان دوزخ کی آگ میں رہن رکھا ہوا تھا اس یہودی یا نصرانی کو اس کے بدلے آگ میں بھیج کر اس کو آگ سے نکال لیا گیا۔ اس کی تاویل یہ ہے کہ ہر مسلمان و کافر کی ایک جگہ دوزخ و جنت میں رکھی گئی ہے۔ پس جو ایمان کے ساتھ گیا تو اس کا دوزخ والا مکان جنت والے مکان کے ساتھ تبدیل کیا جائے گا اور کفر کے ساتھ مرا تو اس کے جنت والے مکان کو دوزخ والے مکان سے تبدیل کیا جائے گا۔ گویا کافر مؤمن کا عوض بن گیا۔ ان مکانات کے عوض جو ایک دوسرے کو دے دیئے گئے۔ گویا کفار مؤمنوں کے لئے سبب خلاصی بن گئے۔ یہ مراد نہیں کہ مؤمنوں کے گناہوں کی وجہ سے کفار کو دوزخ میں ڈالا گیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی۔ کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔

تخصیص یہود کی وجہ:

ایمان والوں کے ساتھ عداوت میں سب سے پیش پیش اور مشہور ہونے کی وجہ سے یہود کا تذکرہ کیا گیا ورنہ تو تمام کافر مراد ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کی گواہ اُمت

۵/۵۳۱۳ وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجَاءُ بِنُوْحٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُقَالُ لَهٗ هَلْ بَلَّغْتَ فَيَقُوْلُ نَعَمْ يَا رَبِّ فَتُسْئَلُ اُمَّتُهٗ هَلْ بَلَّغَكُمْ فَيَقُوْلُوْنَ مَا جَآءَنَا مِنْ نَّذِيْرٍ فَيُقَالُ مَنْ شُهُوْدُكَ فَيَقُوْلُ مُحَمَّدٌ وَّاُمَّتُهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُجَآءُ بِكُمْ فَتَشْهَدُوْنَ اَنَّهٗ قَدْ

بَلَّغَ ثُمَّ قَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ۔ (رواہ البخاری)

اخرجه مسلم في صحيحه ٢١١٩/٤ حديث رقم (٤٩-٢٧٦٧) وابن ماجه في السنن ١٤٣٢/٢ حديث رقم ٤٢٨٥۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے دن حضرت نوح علیہ السلام کو لایا جائے گا اوران سے کہا جائے گا کیا تم نے اپنی امت کو دعوت دی تھی؟ وہ عرض کریں گے ہاں یارب! پھران کی امت سے دریافت کیا جائے گا کہ کیا تم کو تبلیغ کی گئی تھی؟ وہ کہیں گے۔ ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا نہ آیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اے نوح! تمہارے گواہ کون ہیں؟ عرض کریں گے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اوران کی امت۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر تمہیں لایا جائے گا تم گواہی دو گے کہ انہوں نے تبلیغ کی تھی۔ پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا... ۔ اسی طرح ہم نے تمہیں بہترین امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نگران اور گواہ ہوں۔ (بخاری)

تشریح ۞ **يُجَاءُ بِنُوْحٍ**: یہ اس آیت کے خلاف نہیں جس میں یہ فرمایا گیا ہے یوم یجمع اللہ الرسول فیقول ماذا اجبتم قالوا لا علم لنا انك انت علام الغیوب الآیہ۔ کیونکہ اجابت (امتوں نے کیا جواب دیا) اور چیز ہے اور تبلیغ اور چیز ہے۔ (تبلیغ یعنی فریضہ رسالت کی انجام دہی)۔

فَيُقَالُ مَنْ شُهُوْدُكَ: یعنی آپ کی امت گواہ ہوگی اور آپ اس امت کا تزکیہ کریں گے۔ ۞: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ تکریم کے لئے مقدم کیا گیا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپ خود بھی نصرت دین کے لئے گواہی دیں۔ عرض اکبر میں تمام انبیاء علیہم السلام کو لایا جائے گا اور سب سے پہلے نوح علیہ السلام پیش ہوں گے اور گواہ لائے جائیں گے اور یہ امت (کامل الایمان لوگ)

فَتَشْهَدُوْنَ: تم گواہ ہو گے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مزکی ہوں گے۔ ۞ آپ صلی اللہ علیہ وسلم امت کے ساتھ نوح علیہ السلام کی تبلیغ رسالت کی گواہی دیں گے اس صورت میں فقط امت کا تذکرہ تغلیباً ہوگا۔

ثُمَّ قَرَأَ: امتوں پر آپ کی امت اور آپ کے گواہ بننے کا مطلب یہ ہے کہ جب تمام منکر امتیں انبیاء علیہم السلام کے پیغام رسالت کی تبلیغ کا انکار کردیں گی تو انبیاء علیہم السلام اس امت کو گواہی کے طور پر پیش کریں گے تو ان پر یہ جرح ہوگی کہ ان کو تمہارے پہنچانے کا کیسے علم ہوا جبکہ انہوں نے تمہارا زمانہ ہی نہ پایا تو امت محمدیہ یہ جواب دے گی کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اس پر ناطق ہے۔ پس اس کی بنیاد پر ہم نے گواہی دی پھران کی عدالت پر امتیں جرح کریں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس امت کا تعدیل وتزکیہ کریں گے کہ یہ عادل وصادق ہیں۔ پس یہ معنی آپ کی گواہی اور امت کی گواہی کا ہے۔ فافہم تدبر

انسان کا تمام گواہیوں سے مکرنا

۶/۵۳۱۴ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَحِكَ فَقَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مِمَّا اَضْحَكُ قَالَ قُلْنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ مِنْ مُّخَاطَبَةِ الْعَبْدِ رَبَّهٗ يَقُوْلُ يَا رَبِّ اَلَمْ تُجِرْنِيْ مِنَ الظُّلْمِ قَالَ يَقُوْلُ بَلٰى قَالَ فَيَقُوْلُ فَاِنِّيْ لَا اُجِيْزُ عَلٰى نَفْسِيْ اِلَّا شَاهِدًا مِّنِّيْ قَالَ فَيَقُوْلُ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ

عَلَیْکَ شَہِیْدًا وَبِالْکِرَامِ الْکَاتِبِیْنَ شُہُوْدًا قَالَ فَیُخْتَمُ عَلٰی فِیْہِ فَیُقَالُ لِاَرْکَانِہٖ اَنْطِقِیْ قَالَ فَتَنْطِقُ بِاَعْمَالِہٖ ثُمَّ یُخَلّٰی بَیْنَہٗ وَبَیْنَ الْکَلَامِ قَالَ فَیَقُوْلُ بُعْدًا لَّکُنَّ وَسُحْقًا فَعَنْکُنَّ کُنْتُ اُنَاضِلُ۔ (رواہ مسلم)

اخرجہ مسلم فی صحیحہ ٤/٢٢٨٠ حدیث رقم (١٧-٢٩٦٩)۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپ مسکرائے پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ میں کیوں مسکرایا؟ ہم نے کہا اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس لئے ہنس رہا ہوں کہ بندہ اپنے رب سے عرض کرنے پر کہے گا اے میرے رب کیا آپ نے مجھے ظلم سے پناہ نہیں دی؟ اللہ فرمائیں گے ہاں تو بندہ کہے گا تو اپنی ذات کے متعلق کوئی گواہی جائز قرار نہیں دیتا مگر یہ کہ اپنے میں سے گواہ ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے آج تیرا نفس تجھ پر گواہ کافی ہے اور کراماً کاتبین تجھ پر گواہ ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پھر اس کے منہ پر مہر لگادی جائے گی اور اس کے اعضاء کو کہا جائے گا کہ تم بولو چنانچہ اس کے اعضاء اس کے اعمال کے متعلق کلام کریں گے پھر بندے اور اس کے کلام کے درمیان رکاوٹ ہٹادی جائے گی یعنی منہ کی مہر کھول دی جائے گی تو بندہ ان اعضاء کو خطاب کر کے کہے گا کہ دور ہو جاؤ بدبختو! میں تمہارے بچاؤ کے لئے تو لڑائی جھگڑا کر رہا تھا۔ (مسلم)

تشریح ۞ **هَلْ تَدْرُوْنَ مِمَّا اَضْحَكُ** : اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ کسی انوکھی اور عجیب بات کے بغیر ہنسنا روا نہیں۔

قُلْنَا اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ: بندہ یہ سمجھ کر میرے خلاف میری ذات میں کون گواہی دے گا یہ کہے گا اے اللہ! میں تو باہر کے گواہ اپنے متعلق ہرگز قبول نہ کروں گا۔ میری ذات سے اپنے گواہ ہوں تو تب مان لوں گا۔ بندے نے یہ خیال نہ کیا کہ میرے اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قدرت ہے وہ جس کو چاہے گواہ کے طور پر کھڑا کر دے۔ اس کو دم مارنے کی مجال نہ ہوگی۔ بندے کا یہی کلام آپ کی ہنسی کا باعث ہوا۔۞ بندے کے منہ پر مہر لگ جانے اور اس کے اعضاء کے گواہی کے لئے کلام کرنے پر آپ ہنس دیئے۔ اس کے بعد بندے اور اس کے کلام کے درمیان چھوڑ دیا جائے گا۔

کَفٰی بِنَفْسِكَ: بندہ جب اپنے نفس کی گواہی پر رضامند ہوا اور اس نے فرشتوں کو بھی گواہ بنانا چاہا تو فرشتوں کی گواہی جو زیادہ اہم تھی اسے نفس کی گواہی کے بعد تاکید و پختگی کے لئے ذکر کر دیا اگر فرشتوں کو صرف گواہ کے طور پر پیش کیا جاتا تو طے شدہ بات کے یہ خلاف تھی۔

ثُمَّ یُخَلّٰی: اس کے منہ پر مہر کے بعد مہر اٹھائی جائے گی۔ پھر بندہ عادت کے مطابق گفتگو کرے گا۔ آیت میں زبانوں کا خلاف عادت کلام کرنے۔ واللہ اعلم

فَیَقُوْلُ بُعْدًا: تم نے اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی ماری ہے۔ میں تمہاری وجہ سے جھگڑ رہا تھا اور تم پر آنے والے ضرر کو ہٹانا چاہتا تھا اور تمہیں دوست خیال کر کے یہ کاروائی کی آخر تمہیں دشمن پایا اور بدخواہ معلوم کیا اور اعضاء کا جواب یہاں محذوف ہے اس پر یہ آیت دلالت کر رہی ہے: وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ؕ قَالُوْۤا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِیْۤ اَنْطَقَ كُلَّ شَیْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ (حٰمٓ السجدۃ: ۲۱) وہ اپنے چمڑے کو مخاطب ہو کر کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف کیونکر گواہی دی تو وہ کہیں گے ہمیں تو اس ذات نے قوت گویائی دی جس نے ہر چیز کو قوت گویائی دی۔ اس نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا اور اسی

کی بارگاہ میں تم نے لوٹنا ہے۔

دیدارِ الٰہی کا نظارہ

۷/۵۳۱۵ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هَلْ نَرٰی رَبَّنَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ قَالَ هَلْ تُضَآرُّوْنَ فِیْ رُؤْیَةِ الشَّمْسِ فِی الظَّهِیْرَةِ لَیْسَتْ فِیْ سَحَابَةٍ قَالُوْا لَا قَالَ فَهَلْ تُضَآرُّوْنَ فِیْ رُؤْیَةِ الْقَمَرِ لَیْلَةَ الْبَدْرِ لَیْسَ فِیْ سَحَابَةٍ قَالُوْا لَا قَالَ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَا تُضَآرُّوْنَ فِیْ رُؤْیَةِ رَبِّکُمْ اِلَّا کَمَا تُضَآرُّوْنَ فِیْ رُؤْیَةِ اَحَدِهِمَا قَالَ فَیَلْقَی الْعَبْدَ فَیَقُوْلُ اَیْ فُلْ اَلَمْ اُکْرِمْكَ وَاُسَوِّدْكَ وَاُزَوِّجْكَ وَاُسَخِّرْ لَكَ الْخَیْلَ وَالْاِبِلَ وَاَذَرْكَ تَرْاَسُ وَتَرْبَعُ فَیَقُوْلُ بَلٰی قَالَ فَیَقُوْلُ اَفَظَنَنْتَ اَنَّكَ مُلَاقِیَّ فَیَقُوْلُ لَا فَیَقُوْلُ فَاِنِّیْ قَدْ اَنْسَاكَ کَمَا نَسِیْتَنِیْ ثُمَّ یَلْقَی الثَّانِیْ فَذَکَرَ مِثْلَهٗ ثُمَّ یَلْقَی الثَّالِثَ فَیَقُوْلُ لَهٗ مِثْلَ ذٰلِكَ فَیَقُوْلُ یَا رَبِّ اٰمَنْتُ بِكَ وَبِکِتَابِكَ وَبِرُسُلِكَ وَصَلَّیْتُ وَصُمْتُ وَتَصَدَّقْتُ وَیُثْنِیْ بِخَیْرٍ مَا اسْتَطَاعَ فَیَقُوْلُ هٰهُنَا اِذًا ثُمَّ یُقَالُ الْاٰنَ نَبْعَثُ شَاهِدًا عَلَیْكَ وَیَتَفَکَّرُ فِیْ نَفْسِهٖ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْهَدُ عَلَیَّ فَیُخْتَمُ عَلٰی فِیْهِ وَیُقَالُ لِفَخِذِهٖ اِنْطِقِیْ فَتَنْطِقُ فَخِذُهٗ وَلَحْمُهٗ وَعِظَامُهٗ بِعَمَلِهٖ وَذٰلِكَ لِیُعْذِرَ مِنْ نَفْسِهٖ وَذٰلِكَ الْمُنَافِقُ وَذٰلِكَ الَّذِیْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَیْهِ (رواہ مسلم و ذکر حدیث ابی ہریرۃ) یَدْخُلُ مِنْ اُمَّتِی الْجَنَّةَ فِیْ بَابِ التَّوَکُّلِ بِرِوَایَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ۔

اخرجہ مسلم فی صحیحہ ۲۲۸۰/۴ حدیث رقم (۱۷-۲۹۶۹)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا قیامت کے دن ہم اپنے رب کو دیکھیں گے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کیا دوپہر کے وقت جبکہ بادل بھی نہ ہو تو سورج کے دیکھنے میں کیا تمہیں کبھی تردد ہوا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا کیا تمہیں چودھویں کی رات جبکہ بادل نہ ہو چاند دیکھنے میں کبھی تردد ہوا انہوں نے کہا نہیں! فرمایا مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم اپنے رب کے دیدار میں بھی اسی طرح کوئی تردد نہیں کرو گے۔ جیسا کہ چاند اور سورج کی رؤیت میں کوئی تردد نہیں کرتے ہو۔ پس اللہ تعالیٰ ایک بندے سے ملاقات فرمائیں گے اور یہ فرمائیں گے اے میرے بندے! کیا میں نے تمہیں عزت نہیں دی اور تجھے سردار نہیں بنایا اور تجھے بیوی عنایت نہیں فرمائی اور گھوڑے اور اونٹوں کو تیرا تابع نہیں بنایا اور تو نے سرداری کو پالیا اور چوتھا حصہ وصول کرتا رہا؟ وہ کہے گا کیوں نہیں اے میرے رب! اللہ فرمائیں گے کیا تجھے مجھ سے ملنے کا خیال تھا؟ تو وہ عرض کرے گا نہیں! اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میں نے بھی تجھے بھلائے رکھا جیسا تو نے مجھے بھلائے رکھا تو پھر دوسرے سے ملاقات فرمائیں گے اور اسی طرح گفتگو ہوگی پھر تیسرے سے ملاقات فرمائیں گے اور اس کو بھی اسی طرح فرمائیں گے تو وہ کہے گا اے میرے رب! میں تجھ پر ایمان لایا اور تیری کتاب اور تیرے رسولوں پر ایمان لایا اور میں نے نماز پڑھی اور روزہ رکھا اور صدقہ کیا اور اپنی ہمت کے مطابق اچھی تعریف کریں گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تم یہیں ٹھہرو ہم ابھی تمہارے متعلق گواہ کھڑا کریں گے بندہ

سوچ میں پڑ جائے گا کہ اس کے خلاف کون گواہی دے گا اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کی ران کو کہا جائے گا کہ بولو! چنانچہ اس کی ران گفتگو کرے گی اور اس کا گوشت اور ہڈیاں اس کے عمل کے متعلق بتائیں گے اور یہ اس لئے تاکہ وہ اپنا عذر خود ختم کر دے اور یہ شخص منافق ہے اور یہی شخص ہے جس پر اللہ کا غضب ہے۔(مسلم) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ''باب التوکل'' میں جس کی روایت ''یَدْخُلُ مِنْ اُمَّتِیَ الْجَنَّۃَ'' میں گزری ہے۔

تشریح ۞ **هَلْ تُضَآرُّوْنَ** : یعنی جس طرح چاند اور سورج جبکہ اپنے جوبن پر ہوں تو ان کے دیکھنے میں کوئی نزاع و جھگڑا نہیں کرتا پس اس پروردگار کے دیکھنے میں بھی اس دن کوئی شبہ نہ کرے گا۔تضارون۔تشدید کے ساتھ بغیر تشدید کے اگرچہ مزید ہے مگر ضرر کے معنی میں ہے۔یعنی ایک دوسرے کے ساتھ مجادلہ اور منازعت نہیں کرے گا کہ ایک دوسرے کی مخالفت و تکذیب کا خدشہ ہو۔بلکہ ہر ایک واضح و ظاہر ہونے کی وجہ سے صحت نظر سے دیکھے گا۔۞ ایک کا دیکھنا دوسرے کے لئے حجاب نہ بنے گا کہ جس سے ایک دوسرے کو ضرر ہو۔

صاحب مجمع البحار کا قول:

مضارات اس بات کو کہتے ہیں کہ دیکھنے میں اجتماع و اژدحام کرنا۔

قاضی عیاض کا قول:

اجتماع و اژدحام کی وجہ سے ایک دوسرے کو تنگی میں ڈالنے کے معنی میں آتا ہے اور مضایقت تو اس چیز کے سلسلہ میں ہے جو ایک جگہ اور ایک مخصوص جانب پر ایک خاص انداز سے ہو۔ایک اور روایت میں تضارون تشدید و تخفیف دونوں سے آیا ہے اور ضیم اور ضم اجتماع و اژدحام کے معنی میں آتا ہے۔ضیم کا معنی ظلم و زیادتی آتا ہے۔مفہوم دونوں کا ایک ہی ہے۔

فَيَلْقَى الْعَبْدَ فَيَقُوْلُ اَیْ فُلْانُ : زمانہ جاہلیت میں سرداران قوم غنیمت کا چوتھا حصہ اپنے لئے مخصوص کرتے تھے باقی قوم کے لئے چھوڑتے۔

فَاِنِّیْ قَدْ اَنْسَاكَ : جس طرح تو دنیا میں میری اطاعت کو بھول گیا حالانکہ میں نے تجھ پر ایسے انعامات کیے کہ تجھے انعامات پر شکر کرنا اور میرے دیدار کا امیدوار رہنا چاہئے تھا تاکہ میری طرف سے تجھ پر زیادہ انعامات ہوں اور زیادہ بدلہ ملے۔پس جب تو میرا شکر بھول گیا تو میں بھی تجھ سے بھول والا معاملہ کروں گا کہ تجھے رحمت سے محروم کر دوں گا۔جیسا اس آیت میں فرمایا گیا ہے: **كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى** ...... اسی طرح تیرے پاس ہماری آیات آئیں تو نے ان کو بھلا دیا اسی طرح آج تجھے بھی بھلا دیا جائے گا

فَيُخْتَمُ عَلٰى فِيْهِ : قرآن مجید میں ہاتھ پاؤں، چمڑے کا بولنا مذکور ہے یہاں ران، گوشت اور ہڈیوں کا تذکرہ ہے اصل مقصود تمام اعضاء کا گواہی دینا ہے۔

ذکر حدیث۔مصابیح میں تو یہ بروایت ابو ہریرہ مذکور ہوئی ہے اور ہم نے بروایت ابن عباس سے باب التوکل میں ذکر کی ہے۔مندرجہ بالا عبارت اس طرح ہونی چاہئے تھی ''**یدخل الجنة من امتی سبعون الفا بغیر حساب هم الذین لا یسترقون ولا یتطیرون وعلی ربهم یتوکلون**'' جیسا کہ روایت اوپر گزر چکی۔

الفصل الثانی:

بلا حساب جنت میں جانے والے

۸/۵۴۱۶ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ وَعَدَنِیْ رَبِّیْ اَنْ يُّدْخِلَ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِیْ سَبْعِيْنَ اَلْفًا لَا حِسَابَ عَلَيْهِمْ وَلَا عَذَابَ مَعَ كُلِّ اَلْفٍ سَبْعُوْنَ اَلْفًا وَثَلٰثُ حَثَيَاتٍ مِّنْ حَثَيَاتِ رَبِّیْ۔ (رواه احمد والترمذی وابن ماجة)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۲۲۸۰/٤ حدیث رقم (۱۷-۲۹۶۹)۔

ترجمہ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میرے رب نے مجھ سے یہ وعدہ فرمایا کہ وہ میری امت میں سے ستر ہزار افراد کو اس طرح جنت میں داخل فرمائے گا کہ نہ ان سے حساب ہوگا اور نہ ان پر عذاب ہوگا اور ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار آدمی اور ہوں گے اور اس کے علاوہ میرے رب کے تین چلو ہوں گے۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

تشریح ۞ سَبْعُوْنَ اَلْفًا: اس ستر ہزار کا عدد خاص مراد ہے۔ ۞ کثرت سے کنایہ ہے۔ واللہ اعلم

تین مرتبہ پیشی

۹/۵۴۱۷ وَعَنِ الْحَسَنِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْرَضُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثَلٰثَ عَرَضَاتٍ فَاَمَّا عَرْضَتَانِ فَجِدَالٌ وَّمَعَاذِيْرُ وَاَمَّا الْعَرْضَةُ الثَّالِثَةُ فَعِنْدَ ذٰلِكَ تَطِيْرُ الصُّحُفُ فِی الْاَيْدِیْ فَاٰخِذٌ بِيَمِيْنِهٖ وَاٰخِذٌ بِشِمَالِهٖ (رواه احمد والترمذی وقال لا يصح هذا الحديث من قبل ان الحسن لم يسمع من ابی هريرة وقد رواه بعضهم عن الحسن عن ابی موسی)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۲۲۸۰/٤ حدیث رقم (۱۷-۲۹۶۹)

ترجمہ: حضرت حسن نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لوگوں کو تین مرتبہ بارگاہ الٰہی میں پیش کیا جائے گا پہلی دو پیشیاں تو بحث و جرح اور معذرت خواہی کی ہوں گی اور تیسری پیشی میں نامۂ اعمال اڑ کر لوگوں کے ہاتھ میں پہنچ جائیں گے پس کچھ لوگ تو دائیں ہاتھ میں پکڑنے والے ہوں گے اور کچھ بائیں ہاتھ میں پکڑنے والے ہوں گے۔ (احمد، ترمذی) حسن کا سماع حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں اس لئے یہ روایت منقطع ہے لیکن بعض نے حسن عن ابی موسیٰ سے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ ثَلٰثَ عَرَضَاتٍ: پہلی پیشی میں اپنے نفوس پر کی جانے والی ملامت کا دفاع کیا جائے گا اور انبیاء علیہم السلام کے پیغام رسالت کی ادائیگی کا انکار کیا جائے گا۔ ۞ دوسری پیشی میں اعتراف کریں گے کہ یہ کام مجھ سے سہو و نسیان یا خطاء و جہل یا اُمید و بیم وغیرہ کی بنیاد پر کیا ہے۔

اَمَّا الْعَرْضَةُ الثَّالِثَةُ: یہ وہ موقعہ جب اہل ضلالت وہدایت کے درمیان تفریق کر دی جائے گی۔ اس وقت تمام معاملہ نمٹ جائے گا اور بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال اہل شقاوت کو ملے گا۔

الترمذی و قال لا یصح: ترمذی نے اگرچہ اس کو لا یصح کہا ہے مگر شیخ جزری نے کہا کہ بخاری نے حسن بصری سے بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے تین روایات نقل کی ہیں اور مسلم نے ان میں سے کوئی نقل نہیں کی اور یہ روایت بروایت ابو موسیٰ اور دیگر کئی صحابہ سے حسن بصری نے نقل کی ہے پس روایت کا رفع درست ہے۔ (تصحیح وصابیح للجزری)

ننانوے دفاتر والا اُمتی

۱۰/۵۴۱۸ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ سَيُخَلِّصُ رَجُلاً مِّنْ اُمَّتِيْ عَلٰى رُؤُسِ الْخَلاَئِقِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيَنْشُرُ عَلَيْهِ تِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ سِجِلاًّ كُلُّ سِجِلٍّ مِّثْلُ مَدِّ الْبَصَرِ ثُمَّ يَقُوْلُ اَتُنْكِرُ مِنْ هٰذَا شَيْئًا اَظْلَمَكَ كَتَبَتِي الْحَافِظُوْنَ فَيَقُوْلُ لاَ يَا رَبِّ فَيَقُوْلُ اَفَلَكَ عُذْرٌ قَالَ لاَ يَارَبِّ فَيَقُوْلُ بَلٰى اِنَّ لَكَ عِنْدَنَا حَسَنَةً وَّاِنَّهُ لاَ ظُلْمَ عَلَيْكَ الْيَوْمَ فَتُخْرَجُ بِطَاقَةٌ فِيْهَا اَشْهَدُ اَنْ لاَّ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ فَيَقُوْلُ اُحْضُرْ وَزْنَكَ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ مَا هٰذِهِ الْبِطَاقَةُ مَعَ هٰذِهِ السِّجِلاَّتِ فَيَقُوْلُ اِنَّكَ لاَ تُظْلَمُ قَالَ فَتُوْضَعُ السِّجِلاَّتُ فِيْ كِفَّةٍ وَّالْبِطَاقَةُ فِيْ كِفَّةٍ فَطَاشَتِ السِّجِلاَّتُ وَثَقُلَتِ الْبِطَاقَةُ فَلاَ يَثْقُلُ مَعَ اسْمِ اللّٰهِ شَيْءٌ۔ (رواه الترمذی وابن ماجة)

اخرجه الترمذی فی السنن ۲۵/۵ حديث رقم ۲۶۳۹ وابن ماجه ۱۴۳۷/۲ حديث رقم ۴۳۰۰ واحمد فی المسند ۲۱۳/۲

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کے سامنے میری امت کے ایک شخص کو چھانٹے گا اس کے سامنے ننانوے دفتر پھیلا دیئے جائیں گے جن میں ہر دفتر حد نگاہ تک دراز ہوگا پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کیا تو ان میں سے کسی چیز کا انکار کرتا ہے کیا میرے محافظ کاتبوں نے تیرے حق میں کچھ زیادتی کی ہے؟ وہ عرض کرے گا نہیں اے میرے رب! اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کیا تمہارے پاس کوئی عذر ہے؟ عرض کرے گا نہیں میرے رب۔ تو اللہ فرمائیں گے ہاں ہمارے ہاں تمہاری ایک نیکی ہے۔ جس میں اَشْهَدُ اَنْ لاَّ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ہوگا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے جاؤ اپنے میزان عمل کے پاس وہ کہے گا اے میرے رب! یہ چٹ ان رجسٹروں کے مقابلہ میں کیا حیثیت رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تجھ پر زیادتی نہ کی جائے گی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر تمام رجسٹروں کو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے گا اور اس چٹ کو دوسرے پلڑے میں تو یہ تمام رجسٹر اس کے مقابلہ میں ہلکے ہو جائیں گے اور وہ چٹ بھاری ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ کے نام کے مقابل کوئی چیز بھی وزنی نہ ہوگی کیونکہ اس کا نام سب سے بڑھ کر عظمت والا ہے۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

تشریح ① فَتُخْرَجُ بِطَاقَةٌ فِيْهَا اَشْهَدُ اَنْ لاَّ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ: احتمال یہ ہے کہ یہ کلمہ وہی ہے جو اس نے اول بار اخلاص قلب سے کہا تھا۔ ② اور کسی وقت کہا جانے والا مقبول کلمہ ہو اور یہ زیادہ واضح ہے۔

خاشت: ہلکے پڑنا۔

بطاقۃ: وہ کاغذ جس پر بھاؤ لکھ کر کپڑے میں رکھا جائے۔

تین موقعوں پر کوئی کسی کو یاد نہ کرے گا

۱۱/۵۴۱۹ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا ذَكَرَتِ النَّارَ فَبَكَتْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يُبْكِيْكِ قَالَتْ ذَكَرْتُ النَّارَ فَبَكَيْتُ فَهَلْ تَذْكُرُوْنَ اَهْلِيْكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَّا فِيْ ثَلٰثَةِ مَوَاطِنَ فَلَا يَذْكُرُ اَحَدٌ اَحَدًا عِنْدَ الْمِيْزَانِ حَتّٰى يَعْلَمَ اَيَخِفُّ مِيْزَانُهٗ اَمْ يَثْقُلُ وَعِنْدَ الْكُتُبِ حَتّٰى يُقَالَ هَاؤُمُ اقْرَءُوْا كِتَابِيَهْ حَتّٰى يَعْلَمَ اَيْنَ يَقَعُ كِتَابُهٗ اَفِيْ يَمِيْنِهٖ اَمْ فِيْ شِمَالِهٖ مِنْ وَّرَآءِ ظَهْرِهٖ وَعِنْدَ الصِّرَاطِ اِذَا وُضِعَ بَيْنَ ظَهْرَيْ جَهَنَّمَ۔ (رواہ ابوداود)

اخرجه ابو داؤد في السنن ١١٦/٥ حديث رقم ٤٧٥٥ واحمد في المسند ١١٠/٦ واحمد في المسند ١١٠/٦۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے دوزخ کا تذکرہ کیا تو ان پر گریہ طاری ہوگیا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں کس بات نے رلایا؟ تو وہ کہنے لگیں مجھے آگ یاد آئی جس سے مجھے رونا آگیا۔ عرض کرنے لگیں کیا آپ قیامت کے دن اپنے گھر والوں کو یاد رکھیں گے؟ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین موقع ایسے ہیں جن میں کوئی کسی کو یاد نہیں کرے گا۔ ① میزان کے پاس۔ جب تک کہ وہ یہ جان لے کہ آیا اس کا میزان ہلکا ہے یا بھاری۔ ② نامۂ اعمال ملنے کے وقت جب کہ یہ اعلان ہوگا آؤ اور نامۂ اعمال پڑھو یہاں تک کہ وہ یہ نہ جان لے کہ اس کا نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں اسے ملے گا یا پیٹھ کے پیچھے بائیں ہاتھ میں۔ ③ پل صراط کے قریب جبکہ وہ جہنم کے دونوں کناروں پر رکھ دیا جائے گا۔ (ابوداؤد)

تشریح ☆ فِيْ شِمَالِهٖ :بایاں ہاتھ گلے میں بطور طوق ڈال دیا جائے گا اور بایاں پیٹھ کے پیچھے کر دیا جائے گا خواہ باہر سے موڑ کر یا پیٹ سے آر پار کر کے اور نامۂ اعمال اسی وجہ سے پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا۔

اِذَا وُضِعَ الصِّرَاطِ : پل صراط کو جہنم کی پشت پر رکھا جائے گا۔ جو تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک ہوگا، اس پر سے لوگوں کا گزر ہوگا۔ نجات پانے والے گزر جائیں گے اور مجرمین دوزخ میں گر جائیں گے۔ گزرنا بھی منازل و مراتب کے حساب سے ہوگا۔ یہ تین میں سے ایک مقام ہے جہاں کوئی کسی کو یاد نہ کرے گا اور نہ خبر لے گا۔

الفصل الثالث:

غلاموں کی ناجائز سزا کا محاسبہ

۱۲/۵۴۲۰ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَآءَ رَجُلٌ فَقَعَدَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِيْ مَمْلُوْكِيْنَ يُكَذِّبُوْنَنِيْ وَيَخُوْنُوْنَنِيْ وَيَعْصُوْنَنِيْ وَاَشْتِمُهُمْ

وَاَضْرِبُهُمْ فَكَيْفَ اَنَا مِنْهُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُحْسَبُ مَا خَانُوْكَ وَعَصَوْكَ وَكَذَّبُوْكَ وَعِقَابُكَ اِيَّاهُمْ فَاِنْ كَانَ عِقَابُكَ اِيَّاهُمْ بِقَدْرِ ذُنُوْبِهِمْ كَانَ كَفَافًا لَالَكَ وَلَا عَلَيْكَ وَاِنْ كَانَ عِقَابُكَ اِيَّاهُمْ دُوْنَ ذَنْبِهِمْ كَانَ فَضْلًا لَكَ وَاِنْ كَانَ عِقَابُكَ اِيَّاهُمْ فَوْقَ ذُنُوْبِهِمْ اُقْتُصَّ لَهُمْ مِنْكَ الْفَضْلُ فَتَنَحَّى الرَّجُلُ وَجَعَلَ يَهْتِفُ وَيَبْكِيْ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَا تَقْرَأُ قَوْلَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا وَكَفٰى بِنَا حَاسِبِيْنَ فَقَالَ الرَّجُلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَجِدُ لِيْ وَلِهٰؤُلَاءِ شَيْئًا خَيْرًا مِنْ مُفَارَقَتِهِمْ اُشْهِدُكَ اَنَّهُمْ كُلَّهُمْ اَحْرَارٌ ۔ (رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۵/۳۰۰ حدیث رقم ۳۱۶۵ واحمد فی المسند ۶/۲۸۰۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر بیٹھ گیا اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہ! میرے دو غلام ہیں جو میری تکذیب کرتے اور خیانت کرتے اور نافرمانی کرتے ہیں اور میں انہیں گالیاں دیتا اور پیٹتا ہوں میرا اور ان کا کیا حال ہوگا؟ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب قیامت کا دن آئے گا تو جس قدر انہوں نے تیری خیانت کی اور تیری نافرمانی کی اور تیرے حکموں کو جھٹلایا اس کا حساب کیا جائے گا اور پھر جو تو نے ان کو سزا دی اس کا حساب کیا جائے گا اگر تیری سزا ان کے گناہوں کی مقدار کے مطابق ہوگی تو معاملہ برابر سرابر چھوٹ جائے گا۔ نہ تجھے کچھ ملے گا نہ تجھے کچھ سزا دی جائے گی اور اگر تیری سزا ان کے گناہوں کے گناہوں سے کم نکلے گی تو یہ تیری بچت ہوگی اور اگر تیری سزا ان کے جرائم سے بڑھ جائے گی تو زائد سزا کا تجھ سے قصاص لیا جائے گا یہ سن کر وہ آدمی دور ہٹا اور زور زور سے رونے لگا اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا کیا تم قرآن مجید کی یہ آیت نہیں پڑھتے ہو: وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ...... اور ہم قیامت کے دن انصاف کے ترازو رکھیں گے کسی جان پر کچھ بھی ظلم نہ ہوگا اور اگر رائی کے دانے کے برابر بھی عمل ہوگا تو پیش کر دیا جائے گا اور ہم کافی حساب لینے والے ہیں تو آدمی کہنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنے اور ان کے لئے اس سے بہتر کوئی چیز نہیں پاتا کہ میں ان سے جدائی اختیار کرلوں۔ میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ وہ سب آزاد ہیں۔ (ترمذی)

تشریح ۞ اس روایت میں آقا و غلام کے محاسبہ کا تذکرہ ہے۔ صورت اولی: آقا نے مارا پیٹا ظلم زیادتی کی وغیرہ۔ غلام نے برے اعمال و نافرمانیاں کیں اگر آقا کی سزا تھوڑی نکلی تو وہ بچ گیا۔ ۞ سزا زیادہ غلام کا جرم کم نکلا آقا گرفتار ہوا۔ ۞ برابر رہے تو دونوں چھوٹ گئے۔ غرض حق تلفی کا خمیازہ بھگتنا ہوگا

پڑتال والا مارا گیا

۱۳/۵۴۲۱ وَعَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِيْ بَعْضِ صَلَاتِهِ اَللّٰهُمَّ حَاسِبْنِيْ حِسَابًا يَسِيْرًا قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ مَا الْحِسَابُ الْيَسِيْرُ قَالَ اَنْ يَنْظُرَ فِيْ كِتَابِهٖ فَيَتَجَاوَزُ عَنْهُ اِنَّهٗ مَنْ نُوْقِشَ الْحِسَابَ يَوْمَئِذٍ يَا عَائِشَةُ هَلَكَ ۔ (رواه احمد)

اخرجہ احمد فی المسند ٤٨/٦۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی کسی نماز میں یہ دعا کرتے سنا: اَللّٰهُمَّ حَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَّسِیْرًا ۔ تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ حساب یسیر کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے نامۂ اعمال کو دیکھا جائے اور پھر اسے معافی دے دی جائے اس لئے کہ جس کے حساب میں اس دن پڑتال کر لی گئی اے عائشہ! وہ ہلاک ہو گیا۔ (احمد)

تشریح ۞ **يَقُوْلُ فِيْ بَعْضِ صَلَاتِهٖ:** امت کو تعلیم دینے اور خواب غفلت سے بیدار کرنے کے لئے اور خوف الٰہی یاد دلانے کیلئے یہ دعا سکھائی گئی ورنہ آپ تو: ﴿لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ ......﴾ [الفتح: ٢] والے ہیں۔

مَا الْحِسَابُ الْيَسِيْرُ: نامۂ اعمال کو صرف پیش کیا جائے گا اور معاف کر دیا جائے گا۔ ۞: **ینظر** کی ضمیر فاعلی اللہ تعالیٰ کی طرف پھیری جائے تو یہ بھی درست ہے یعنی اللہ تعالیٰ اس کے نامۂ اعمال کو دیکھے گا اور درگزر کر دے گا۔

مؤمن کے لئے روز قیامت کی آسانی

۱۴/۵۴۲۲ وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ اَنَّهٗ اَتٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَخْبِرْنِیْ مَنْ يَّقْوٰی عَلَی الْقِيَامِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ الَّذِیْ قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ فَقَالَ يُخَفَّفُ عَلَی الْمُؤْمِنِ حَتّٰی يَكُوْنَ عَلَيْهِ كَالصَّلٰوةِ الْمَكْتُوْبَةِ ۔

رواه البیهقی فی البعث و النشور راجع الملاحظة فی الحدیث رقم ٥٤٩٣۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا آپ مجھے بتائیں قیامت کے دن کس کو کھڑے ہونے کی قدرت ہوگی؟ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ یوم یقوم الناس لرب العالمین۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مؤمن کے لئے یہ دن ہلکا کر دیا جائے گا یہاں تک کہ یہ فرض نماز کی طرح ہو جائے گا۔ (بیہقی)

تشریح ۞ **يَقُوْمُ النَّاسُ:** روایات میں وارد ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سورت تلاوت فرمائی جب وہ اس آیت پر پہنچے تو ان پر گریہ طاری ہو گیا بقیہ حصہ سورت کا پڑھنے کی سکت نہ رہی۔

يُخَفَّفُ: اتنا ہلکا اور آسان ہوگا جیسا دنیا میں چار فرض کی رکعت ادا کرتا اور روایات کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اعمال و احوال مؤمنین کے لحاظ سے مختلف معلوم ہوں گے۔

فرض نماز سے زیادہ ہلکا دن

۱۵/۵۴۲۳ وَعَنْهُ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ مَا طُوْلُ هٰذَا الْيَوْمِ فَقَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ اِنَّهٗ لَيُخَفَّفُ عَلَی الْمُؤْمِنِ حَتّٰی يَكُوْنَ اَهْوَنَ عَلَيْهِ مِنَ الصَّلٰوةِ الْمَكْتُوْبَةِ يُصَلِّيْهَا فِی الدُّنْيَا ۔ (رواهما البیهقی فی كتاب البعث والنشور)

رواہ البیہقی فی شعب الایمان ۱/۳۲٤ فی من فصل واحمد فی المسند ۳/۷۵۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس دن کے بارے میں عرض کیا گیا جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے کہ اس دن کی کتنی درازی ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے! کہ یہ دن مؤمن پر ہلکا کردیا جائے گا یہاں تک کہ اس فرض نماز سے بھی ہلکا ہوگا جو وہ دنیا میں ادا کرتا ہے۔ (بیہقی)

تشریح ⊙ يُخَفَّفُ عَلَى الْمُؤْمِنِ: اعمال کے اعتبار سے خفیف وثقیل معلوم ہوگا۔ یہ نیک اعمال والوں پر محض رحمت الٰہی ہے ورنہ دن کی درازی تو اسی قدر ہے۔

تہجد کا صلہ بلاحساب داخلہ

۱۶/۵۴۲۴ وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ يَزِيْدَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُحْشَرُ النَّاسُ فِىْ صَعِيْدٍ وَّاحِدٍ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيُنَادِىْ مُنَادٍ فَيَقُوْلُ اَيْنَ الَّذِيْنَ كَانَتْ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ فَيَقُوْمُوْنَ وَهُمْ قَلِيْلٌ فَيَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ ثُمَّ يُؤْمَرُ لِسَائِرِ النَّاسِ اِلَى الْحِسَابِ ۔

رواہ البیہقی فی شعب الایمان

ترجمہ: حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں کو قیامت کے دن ایک میدان کے اندر جمع کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ کا ایک منادی اعلان کرے گا اور کہے گا وہ لوگ کہاں ہیں جن کے پہلو خواب گاہوں سے الگ رہتے تھے؟ پس وہ لوگ کھڑے ہوجائیں گے پس وہ جنت میں بلاحساب داخل ہوں گے۔ پھر تمام لوگوں کے حساب کی طرف جانے کا حکم ہوگا۔ (بیہقی)

تشریح ⊙ اَيْنَ الَّذِيْنَ كَانَتْ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ: ① تہجد گزار۔ ② صلاۃ اوابین پڑھنے والے۔ ③ نماز عشاء وصبح میں باقاعدگی کرنے والے۔ فَيَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ: بلاحساب جنت میں داخلہ ان کو ملا جنہوں نے اطاعت پر مشقت اٹھائی اور راحت کی لذات کو ترک کیا ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ (الزمر: ۱۰)

صَعِيْدٍ: اصل تو سطح زمین پر بولا جاتا ہے یہاں ہموار اور فراخ زمین مراد ہے۔ دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے زمین محشر اس قدر ہموار اور سفید ہے کہ اس کی نرمی کی وجہ سے پاؤں پھسلے گا۔

بَابُ الْحَوْضِ وَالشَّفَاعَةِ

حوض وشفاعت

حوض:

لغت میں پانی کے جمع ہونے اور بہنے پر بولا جاتا ہے۔ عورتوں کو جو خون آتا اور بہتا ہے تو وہ اسی لفظ سے ماخوذ ہے۔ یہاں

حوض سے مراد وہ حوض کوثر ہے جو آپ ﷺ کو قیامت کے دن میدان محشر میں عطا کیا جائے گا۔ احادیث میں اس کی صفت وخصوصیات مرقوم ومذکور ہیں۔ یہ بھی روایات میں منقول ہے کہ ہر پیغمبر کو ایک حوض دیا جائے گا جس پر ان کی امت اجابت وارد ہوگی: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنَ الْوَارِدِيْنَ عَلٰى حَوْضِ نَبِيِّكَ۔ آمین اس سے آپ امتیوں کو جام پلائیں گے۔

شفاعت:

یہ شفع سے مشتق ہے۔ لغت میں ایک چیز کا دوسری سے متصل ہونا اور جوڑنا ہے۔ شفع۔ جوڑنے کے معنی میں وتر کے بالمقابل بھی مستعمل ہے۔ حق شفعہ: کسی فروخت شدہ زمین ومکان وغیرہ پر ہمسایہ کا دعویٰ شفعہ اسی لفظ سے ہے۔ شفاعت میں بھی چونکہ سفارش کرنے والا بارگاہ الٰہی میں گناہوں کے متعلق درخواست کی وجہ سے مجرم کے ساتھ مل جاتا ہے۔ شفاعت کی تمام اقسام سید المرسلین ﷺ کے لئے تو علیٰ الاطلاق ثابت ہیں۔ ان میں سے بعض تو آپ کی ذات سے مختص ہیں اور بعض میں دوسرے بھی شریک ہیں۔ شفاعت کا دروازہ کھلوانے والے آپ ہی ہوں گے۔

شفاعت کی اقسام تسعہ:

①: شفاعت کبریٰ یہ تمام مخلوق کے حق میں حساب وکتاب شروع کرنے سے متعلق ہوگی۔ یہ مقام محمود ہے یہ آپ کی ذات گرامی سے خاص ہے۔ اس شفاعت کی فقط آپ کو اجازت ملے گی اور کوئی نبی وفرشتہ بھی اس شفاعت کی جرأت نہ کر سکے گا۔ اس شفاعت سے محشر کے طویل وقوف سے نجات اور قیام حساب کا مرحلہ قریب تر ہو جائے گا۔ لوگوں کو انتظار کی تنگی سے نکال دیا جائے گا۔ مگر یاد رہے کہ یہ شفاعت اذن الٰہی کے ساتھ ہوگی۔ لَا يَشْفَعُ عِنْدَهٗ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ...... احادیث میں تفصیل آتی ہے۔

②: جنت میں بلا حساب وکتاب داخلہ ملنا۔ یہ بھی آپ کے ساتھ خاص ہے۔ ③: ان لوگوں سے متعلق شفاعت: خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ...... وہ شفاعت سے جنت میں جائیں گے۔ ④: دوزخ کے مستحقین شفاعت سے جنت میں جائیں گے۔ ⑤: رفع درجات اور اعزاز اکرام میں اضافے کے لئے شفاعت کی جائے گی۔ ⑥: دوزخ میں پہنچ جانے والوں کو شفاعت کی وجہ سے دوزخ سے نکالا جائے گا یہ شفاعت ملائکہ علماء شہید سب کو میسر ہوگی۔ ⑦: افتتاح جنت (یہ آپ کے ساتھ خاص ہے)۔ ⑧: دائمی عذاب پانے والوں کو عذاب میں تخفیف کی شفاعت۔ ⑨: اہل مدینہ کے لئے خصوصی شفاعت، اسی میں زائرین قبر نبوی کی شفاعت بھی آجاتی ہے۔ کذا قال العلماء۔

مقاماتِ شفاعت:

① جب گناہ گاروں کو بارگاہ رب العزت میں لایا جائے گا۔ ② میدان قیامت میں کھڑا کر دیا جائے گا۔ ③ جب عرق تجالت وذلت میں غرق ہوں گے۔ ④ جب ہول ودہشت سے کپکپی طاری ہوگی تو شفاعت کرنے والوں کی درخواست پر ان کو بیٹھنے کا حکم ہوگا اور آرام کرنے اور دم لینے کی اجازت ہوگی۔ ⑤ جب حساب کے لئے لے جایا جائے گا اور حساب لیا جائے گا تو شفاعت کرنے والوں کی درخواست پر حساب میں درگزر کا معاملہ کیا جائے گا اور ویسے معاف کر دیا جائے گا۔ ⑥ جب تمام لوگوں کا حساب لینے کا حکم ہوگا تو شفاعت والوں کی درخواست پر مناقشہ نہ کیا جائے گا۔ ⑦ جب حساب میں عذاب کا حکم ہو

گیا دوزخ میں پہنچ گیا تو شفاعت والوں کی شفاعت سے نکال دیا جائے گا۔

الفصل الاول:

حوضِ کوثر اور اس کی مٹی

۱/۵۴۴۵ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَا اَنَا اَسِیْرُ فِی الْجَنَّۃِ اِذَا اَنَا بِنَہْرٍ حَافَتَاہُ قِبَابُ الدُّرِّ الْمُجَوَّفِ قُلْتُ مَا ھٰذَا یَا جِبْرَئِیْلُ قَالَ ھٰذَا الْکَوْثَرُ الَّذِیْ اَعْطَاکَ رَبُّکَ فَاِذَا طِیْنُہٗ مِسْکٌ اَذْفَرُ۔ (رواہ البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۱/۴۶۴ حدیث رقم ۶۵۸۱ واحمد فی المسند ۳/۱۶۴۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اسی دوران کہ میں جنت میں سیر کر رہا تھا کہ اچانک میری نظر ایک نہر پر پڑی جس کے دونوں کناروں پر کھوکھلے موتیوں کے گنبد تھے۔ میں نے کہا اے جبرئیل! یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا یہ کوثر ہے جو تیرے پروردگار نے تجھے عنایت فرمائی ہے اچانک میں نے دیکھا کہ اس کی مٹی خالص مشک کی تھی۔ (بخاری)

تشریح: قَالَ ھٰذَا الْکَوْثَرُ الَّذِیْ اَعْطَاکَ: اس سے اس آیت کی طرف اشارہ ہے اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ۔ کوثر کی تفسیر میں مفسرین نے بہت سے اقوال نقل کیے ہیں۔ ① حوض کوثر مراد ہو۔ ② خیر کثیر مراد ہو۔ یہ تحقیقی قول ہے۔ جس میں آپ کو دیئے جانے والے انعامات قرآن مجید، نبوت، کثرت امت، تمام مراتب عالیہ جس میں مقام محمود بھی ہے لواء حمد، حوض کوثر سب ہی شامل ہیں۔ مشہور عام تو لوگوں میں کوثر سے حوض کوثر ہے۔ حاصل یہ ہے کہ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ یہ حوض مذکورہ خیر کثیر کا ایک فرد ہے۔ ③ اولاد روحانی علماء امت، اولاد یہ دراصل خیر کثیر میں شامل ہے۔

کوثر کی کیفیت

۲/۵۴۴۶ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَوْضِیْ مَسِیْرَۃُ شَہْرٍ وَزَوَایَاہُ سَوَآءٌ وَمَآءُ ہٗ اَبْیَضُ مِنَ اللَّبَنِ وَرِیْحُہٗ اَطْیَبُ مِنَ الْمِسْکِ وَکِیْزَانُہٗ کَنُجُوْمِ السَّمَآءِ مَنْ یَّشْرَبُ مِنْہَا فَلَا یَظْمَأُ اَبَدًا۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۱/۴۶۳ حدیث رقم ۶۵۷۹ ومسلم فی صحیحه ۴/۱۷۹۳ حدیث رقم (۲۲۹۲.۲۷) واحمد فی المسند ۳/۳۸۴۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا حوض ایک ماہ کی مسافت تک ہے اور اس کے کنارے برابر ہیں اس کا پانی دودھ سے بھی زیادہ سفید اور خوشبو کستوری سے زیادہ پاکیزہ اور اس کے آبخورے آسمان کے ستاروں کی طرح ہیں جس نے اس کا پانی ایک مرتبہ پی لیا اسے کبھی پیاس نہ لگے گی۔ (بخاری، مسلم)

تشریح: مَنْ یَّشْرَبُ مِنْہَا فَلَا یَظْمَأُ اَبَدًا: حوض کوثر سے حشر کی پیاس بجھ جائے گی۔ پس جنت کا پینا بطور تلذذ کے

ہوگا جیسا کہ کھانا جنت کا بطور تنعم کے ہوگا۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى۔ وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى﴾ (طٰہٰ: ۱۱۸، ۱۱۹) بے شک اے آدم! تمہارے جنت یہ ہے کہ نہ تمہیں بھوک لگے گی اور نہ برہنہ ہو گے اور نہ پیاس ستائے گی اور دھوپ لگے گی۔

کوثر کی لمبائی اور پانی

۳/۵۴۴۷ وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ حَوْضِىْ اَبْعَدُ مِنْ اَيْلَةَ مِنْ عَدَنٍ لَهُوَ اَشَدُّ بَيَاضًا مِنَ الثَّلْجِ وَاَحْلٰى مِنَ الْعَسَلِ بِاللَّبَنِ وَلَاٰنِيَتُهٗ اَكْثَرُ مِنْ عَدَدِ النُّجُوْمِ وَاِنِّىْ لَاَصُدُّ النَّاسَ عَنْهُ كَمَا يَصُدُّ الرَّجُلُ اِبِلَ النَّاسِ عَنْ حَوْضِهٖ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتَعْرِفُنَا يَوْمَئِذٍ قَالَ نَعَمْ لَكُمْ سِيْمَاءُ لَيْسَتْ لِاَحَدٍ مِنَ الْاُمَمِ تَرِدُوْنَ عَلَىَّ غُرًّا مُحَجَّلِيْنَ مِنْ اَثَرِ الْوُضُوْءِ (رواه مسلم وفي رواية له عن انس قال) تُرٰى فِيْهِ اَبَارِيْقُ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ كَعَدَدِ نُجُوْمِ السَّمَاءِ وَفِىْ اُخْرٰى لَهٗ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ سُئِلَ عَنْ شَرَابِهٖ فَقَالَ اَشَدُّ بَيَاضًا مِنَ اللَّبَنِ وَاَحْلٰى مِنَ الْعَسَلِ يَغُتُّ فِيْهِ مِيْزَابَانِ يَمُدَّانِهٖ مِنَ الْجَنَّةِ اَحَدُهُمَا مِنْ ذَهَبٍ وَالْاٰخَرُ مِنْ وَرِقٍ۔

اخرجه مسلم في صحيحه ۲۱۷/۱ حديث رقم (۳۶-۲۴۷) والترمذي في السنن ۵۴۰/۴ حديث رقم ۲۴۴۵ وابن ماجه في السنن ۱۴۳۱/۲ حديث رقم ۴۲۸۲ واحمد في المسند ۲۴۰/۴ اخرجه البخاري في ۴۶۳/۱۱ حديث رقم ۶۵۸۰ ومسلم في صحيحه ۱۸۰۰/۴ حديث رقم (۴۳-۲۳۰۳) والترمذي في السنن ۵۴۲/۴ حديث رقم ۲۴۴۲ وابن ماجه في السنن ۱۴۳۹/۲ حديث رقم ۴۳۰۵۔ اخرجه مسلم في صحيحه ۱۷۹۹/۴ حديث رقم (۳۷-۲۳۰۱) وابن ماجه في السنن ۱۴۳۸/۲ حديث رقم ۴۳۰۲۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرا حوض عدن سے ایلہ کے مابین فاصلے سے زیادہ لمبا ہے اور اس کا پانی برف سے بڑھ کر سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے اور اس کے برتن ستاروں کی تعداد سے زیادہ ہیں اور میں اس سے دوسرے لوگوں کو اس طرح روکوں گا جس طرح آدمی اپنے پانی سے دوسرے کے اونٹ روکتا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ ﷺ ہمیں اس دن پہچان لیں گے؟ ارشاد فرمایا تمہاری ایسی نشانی ہوگی جو دوسری کسی امت کی نہ ہوگی۔ تم میرے پاس آثارِ وضوئی جہت سے روشن چہرہ و کلیاں آؤ گے۔ (مسلم) اور مسلم کی ایک اور روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس طرح روایت وارد ہے کہ آپ نے فرمایا۔ اس پر سونے چاندی کے برتن آسمان کے ستاروں کی تعداد میں دیکھے جائیں گے اور مسلم کی ثوبان والی روایت میں اس طرح ہے کہ کوثر کے پانی سے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ وہ دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا۔ اس میں جنت سے دو پرنالے گرتے ہوں گے جو اس کے پانی میں اضافہ کرتے رہیں گے ان میں سے ایک سونے اور دوسرا چاندی کا بنا ہوگا۔

تشریح: ⊙ اَیْلَۃٌ: یہ شام کا شہر ہے جو سمندر کے کنارے واقع ہے۔

عَدَنٌ: یہ یمن کی مشہور بندرگاہ ہے جو بحر ہند کے کنارے واقع ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس قدر ان دونوں شہروں کے مابین

فاصلہ ہے حوض کی چوڑائی اس سے بڑھ کر ہے۔

تطبیق کی صورت:

اگلی روایت میں عدن، عمان اور صنعاء و مدینہ کے مابین کا فاصلہ بتلایا گیا ہے۔ درحقیقت یہ تمثیل ہے جس سے مقصود تقریب الی الذھن ہے تحدید مراد نہیں۔ یہ تمثیل اس لئے دی تا کہ ہرایک کو سمجھ آجائے۔ ② حوض پر امت کی پہچان آثار وضو کی وجہ سے ہوگی۔ حوض کے برتن کی تعداد بے شمار ہے۔ اسی لئے آسمان کے ستاروں سے تشبیہ دی۔

برتنوں کی کیفیت:

سونے چاندی کے برتن۔

پانی کی خصوصیت:

دودھ سے سفیدتر، شہد سے شیریں تر ین۔

سِیْمَاءٌ: علامت۔ اَبَارِیْقُ: یہ آبریز سے معرب ہے۔ یَغُتُّ: رواں ہونا، باہر آنا۔

کوثر کے محروم

۴/۵۴۲۸ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ مَنْ مَرَّ عَلَيَّ شَرِبَ وَمَنْ شَرِبَ لَمْ يَظْمَأْ اَبَدًا لَيَرِدَنَّ عَلَيَّ اَقْوَامٌ اَعْرِفُهُمْ وَيَعْرِفُوْنَنِيْ ثُمَّ يُحَالُ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ فَاَقُوْلُ اِنَّهُمْ مِنِّيْ فَيُقَالُ اِنَّكَ لَا تَدْرِيْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ فَاَقُوْلُ سُحْقًا سُحْقًا لِمَنْ غَيَّرَ بَعْدِيْ۔

(متفق عليه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۴۶۴/۱۱ حدیث رقم ۶۵۸۳ و مسلم فی صحیحه ۱۷۹۳/۴ حدیث رقم (۲۶-۲۲۹۰) و ابن ماجه فی السنن ۱۴۳۹/۲ حدیث رقم ۴۳۰۴ و احمد فی المسند ۲۵۷/۱۔

ترجمہ: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں حوض پر تمہارا استقبالی ہوں گا۔ جو میرے پاس سے گزرے گا وہ پیئے گا اور جو پیئے گا وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ میرے پاس کچھ لوگ آئیں گے جنہیں میں پہچانوں گا اور وہ مجھے پہچانیں گے پھر میرے اور ان کے درمیان رکاوٹ ڈال دی جائے گی تو میں کہوں گا یہ تو میرے ہیں۔ تو فرمایا جائے گا آپ کو معلوم نہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا باتیں کیں (اس سے مراد مرتدین اور مانعین زکوۃ ہیں) میں کہوں گا۔ وہ دور ہو وہ دور ہو جس نے میرے بعد تبدیلی کی۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ فَرَطٌ: وہ شخص جو قوم سے پہلے منزل پر پہنچ کر حوض، ڈول وغیرہ کو درست کرے۔

اَقْوَام: اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو مرتد ہوئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ گناہ حوض پر آنے سے مانع نہیں۔ البتہ جام سے محرومی کا باعث بن سکتا ہے جیسا کہ ان کو ہٹا دیا جائے گا۔

اِنَّكَ لَا تَدْرِيْ: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی حرکت کے متعلق سنیں گے تو بددعا فرمائیں گے۔ (معلوم ہوتا ہے کہ عالم الغیب

نہیں ورنہ فرشتوں کی اطلاع کی ضرورت نہ تھی) باب الحشر میں اسی طرح کی روایت گزری وہاں اصیحابی کے لفظ آتے ہیں اس کی تاویل وتشریح وہاں کردی گئی ہے ملاحظہ کرلی جائے۔

شفاعت کبریٰ کا حقدار ایک بندہ

۵/۵۴۳۹ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُحْبَسُ الْمُؤْمِنُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حَتّٰى يُهِمُّوْا بِذٰلِكَ فَيَقُوْلُوْنَ لَوِ اسْتَشْفَعْنَا اِلٰى رَبِّنَا فَيُرِيْحُنَا مِنْ مَّكَانِنَا فَيَاْتُوْنَ اٰدَمَ فَيَقُوْلُوْنَ اَنْتَ اٰدَمُ اَبُوْ النَّاسِ خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهٖ وَاَسْكَنَكَ جَنَّتَهٗ وَاَسْجَدَ لَكَ مَلٰٓئِكَتَهٗ وَعَلَّمَكَ اَسْمَآءَ كُلِّ شَيْءٍ اِشْفَعْ لَنَا عِنْدَ رَبِّكَ حَتّٰى يُرِيْحَنَا مِنْ مَّكَانِنَا هٰذَا فَيَقُوْلُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ خَطِيْئَتَهُ الَّتِيْ اَصَابَ اَكْلَهٗ مِنَ الشَّجَرَةِ وَقَدْ نُهِيَ عَنْهَا وَلٰكِنِ ائْتُوْا نُوْحًا اَوَّلَ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللّٰهُ اِلٰى اَهْلِ الْاَرْضِ فَيَاْتُوْنَ نُوْحًا فَيَقُوْلُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ خَطِيْئَتَهُ الَّتِيْ اَصَابَ سُؤَالَهٗ رَبَّهٗ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلٰكِنِ ائْتُوْا اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلَ الرَّحْمٰنِ قَالَ فَيَاْتُوْنَ اِبْرَاهِيْمَ فَيَقُوْلُ اِنِّيْ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ ثَلٰثَ كَذِبَاتٍ كَذَبَهُنَّ وَلٰكِنِ ائْتُوْا مُوْسٰى عَبْدًا اٰتَاهُ اللّٰهُ التَّوْرَاةَ وَكَلَّمَهٗ وَقَرَّبَهٗ نَجِيًّا قَالَ فَيَاْتُوْنَ مُوْسٰى فَيَقُوْلُ اِنِّيْ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ خَطِيْئَتَهُ الَّتِيْ اَصَابَ قَتْلَهُ النَّفْسَ وَلٰكِنِ ائْتُوْا عِيْسٰى عَبْدَ اللّٰهِ وَرَسُوْلَهٗ وَرُوْحَ اللّٰهِ وَكَلِمَتَهٗ قَالَ فَيَاْتُوْنَ عِيْسٰى فَيَقُوْلُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَلٰكِنِ ائْتُوْا مُحَمَّدًا عَبْدًا غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَاَخَّرَ قَالَ فَيَاْتُوْنِيْ فَاَسْتَاْذِنُ عَلٰى رَبِّيْ فِيْ دَارِهٖ فَيُؤْذَنُ لِيْ عَلَيْهِ فَاِذَا رَاَيْتُهٗ وَقَعْتُ سَاجِدًا فَيَدَعُنِيْ مَا شَآءَ اللّٰهُ اَنْ يَّدَعَنِيْ فَيَقُوْلُ اِرْفَعْ مُحَمَّدُ وَقُلْ تُسْمَعْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ وَسَلْ تُعْطَهْ قَالَ فَاَرْفَعُ رَاْسِيْ فَاُثْنِيْ عَلٰى رَبِّيْ بِثَنَآءٍ وَّتَحْمِيْدٍ يُعَلِّمُنِيْهِ ثُمَّ اَشْفَعُ فَيَحُدُّ لِيْ حَدًّا فَاَخْرُجُ فَاُخْرِجُهُمْ مِنَ النَّارِ وَاُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ ثُمَّ اَعُوْدُ الثَّانِيَةَ فَاَسْتَاْذِنُ عَلٰى رَبِّيْ فِيْ دَارِهٖ فَيُؤْذَنُ لِيْ عَلَيْهِ فَاِذَا رَاَيْتُهٗ وَقَعْتُ سَاجِدًا فَيَدَعُنِيْ مَا شَآءَ اللّٰهُ اَنْ يَّدَعَنِيْ ثُمَّ يَقُوْلُ اِرْفَعْ مُحَمَّدُ وَقُلْ تُسْمَعْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ وَسَلْ تُعْطَهْ قَالَ فَاَرْفَعُ رَاْسِيْ فَاُثْنِيْ عَلٰى رَبِّيْ بِثَنَآءٍ وَّتَحْمِيْدٍ يُعَلِّمُنِيْهِ ثُمَّ اَشْفَعُ فَيَحُدُّ لِيْ حَدًّا فَاَخْرُجُ فَاُخْرِجُهُمْ مِنَ النَّارِ وَاُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ ثُمَّ اَعُوْدُ الثَّالِثَةَ فَاَسْتَاْذِنُ عَلٰى رَبِّيْ فِيْ دَارِهٖ فَيُؤْذَنُ لِيْ عَلَيْهِ فَاِذَا رَاَيْتُهٗ وَقَعْتُ سَاجِدًا فَيَدَعُنِيْ مَا شَآءَ اللّٰهُ اَنْ يَّدَعَنِيْ ثُمَّ يَقُوْلُ ارْفَعْ مُحَمَّدُ وَقُلْ تُسْمَعْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ وَسَلْ تُعْطَهْ قَالَ فَاَرْفَعُ رَاْسِيْ فَاُثْنِيْ عَلٰى رَبِّيْ بِثَنَآءٍ وَّتَحْمِيْدٍ يُعَلِّمُنِيْهِ ثُمَّ اَشْفَعُ فَيَحُدُّ لِيْ حَدًّا فَاَخْرُجُ فَاُخْرِجُهُمْ مِنَ النَّارِ وَاُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ حَتّٰى مَا يَبْقٰى فِي النَّارِ اِلَّا مَنْ قَدْ حَبَسَهُ الْقُرْاٰنُ اَيْ وَجَبَ عَلَيْهِ الْخُلُوْدُ ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْاٰيَةَ عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا قَالَ وَهٰذَا الْمَقَامُ الْمَحْمُوْدُ الَّذِيْ وُعِدَهٗ نَبِيُّكُمْ۔

(متفق علیہ)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۴۱۷/۱۱ حدیث رقم ۶۵۶۵ ومسلم فی صحیحه ۱۸۰/۱ حدیث رقم (۳۲۲-۱۹۳) واخرجه الترمذی فی السنن ۵۳۷/۴ حدیث رقم ۲۴۳۴ واخرجه ابن ماجه فی السنن ۴۴۲/۲ حدیث رقم ۴۳۱۲ والدارمی فی السنن ۴۱/۱ حدیث رقم ۵۲ واحمد فی المسند ۱۴۴/۳۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان والوں کو قیامت کے دن روک دیا جائے گا چنانچہ اس کی وجہ سے وہ سخت غمگین ہوں گے تو وہ کہیں گے کہ ہم اپنے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں شفاعت کرنے والا لاتے تا کہ وہ اس جگہ سے چھٹکارا دلائے۔ چنانچہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے: آپ تمام انسانوں کے باپ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دست قدرت سے بنایا اور آپ کو جنت میں ٹھہرایا اور آپ کو فرشتوں سے سجدہ کروایا۔ آپ کو ہر چیز کے نام بتلائے۔ آپ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کریں کہ وہ ہمیں اس جگہ سے نجات دے۔ وہ فرمائیں گے کہ میں تمہارے لئے اس مقام و مرتبہ میں نہیں ہوں اور اپنی وہ خطا یاد کریں گے جو ان سے سرزد ہوئی (یعنی درخت سے کھالینا) جس سے ان کو منع کیا گیا تھا۔ مگر تم حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ کہ وہ پہلے پیغمبر ہیں جن کو زمین والے کفار کی طرف بھیجا گیا۔ چنانچہ وہ نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے۔ وہ فرمائیں گے کہ میں تمہارے اس مقام میں نہیں ہوں اور وہ اپنی خطا یاد کریں گے جو ان سے ہوئی تھی (یعنی اللہ تعالیٰ سے بغیر اجازت لئے سوال کرنا) مگر تم حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ وہ لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے وہ بھی جواب دیں گے کہ میں تمہارے اس مقام کا نہیں وہ اپنی خلاف واقعہ باتیں یاد کریں گے۔ مگر تم موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ وہ ایسے بندے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا اور ان کو تورات عنایت فرمائی اور انہیں مشورہ کے لئے قرب عنایت فرمایا۔ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں جائیں گے وہ بھی جواب دیں گے کہ میں تمہارے اس مقام کا نہیں۔ وہ اپنی خطا (یعنی قبطی کا قتل) یاد کریں گے مگر تم عیسیٰ علیہ السلام کے ہاں جاؤ۔ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول اور اس کی طرف سے ڈالی جانے والی روح اور اس کا کلمہ ہیں۔ پھر لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے وہ فرمائیں گے میں تمہارے اس مقام کا نہیں۔ لیکن تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ۔ وہ اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے ہیں جن کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے۔ آپ نے فرمایا تم سب میرے پاس آؤ گے تو میں اپنے رب کی بارگاہ میں اس کے مقرر گھر میں حاضری کی اجازت طلب کروں گا مجھے اجازت دے دی جائے گی۔ میں رب تعالیٰ کو دیکھتے ہی سجدہ میں گر جاؤں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ جتنا عرصہ چاہے گا مجھے سجدہ میں پڑا رہنے دے گا پھر فرمائے گا: اے محمد! سر اٹھاؤ اور کہو تو فریاد سنی جائے گی۔ شفاعت کرو تو شفاعت قبول کی جائے گی اور سوال کرو تم کو عنایت کیا جائے گا۔ فرمایا پھر میں اپنا سر اٹھاؤں گا تو میں اللہ تعالیٰ کی وہ حمد و ثناء کرونگا جو مجھے سکھائے گا۔ پھر میں شفاعت کرونگا تو میرے لئے ایک حد مقرر کی جائے گی۔ میں وہاں سے چلوں گا اور ان کو آگ سے نکالوں گا اور ان کو جنت میں داخل کرونگا۔ پھر دوسری بار لوٹ کر اپنے رب سے اس مخصوص گھر میں داخلہ کی اجازت مانگوں گا۔ تو مجھے اجازت دے دی جائے گی۔ جب میں اپنے رب کو دیکھوں گا تو سجدہ میں گر جاؤں گا اور اس وقت میں سجدہ میں رہوں گا جب تک اللہ تعالیٰ مجھے سجدہ میں رکھنا چاہے گا۔ پھر فرمائے گا اے محمد! سجدہ سے سر اٹھاؤ۔ کہو تمہاری سنی جائے گی۔ شفاعت کرو تو قبول کی جائے گی مانگو اور طلب کرو دیئے جاؤ گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تب میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور اپنے رب کی وہ حمد و ثناء بیان کرونگا جو وہ سکھائے گا۔ پھر شفاعت کرونگا تو میرے لئے ایک حد مقرر کی جائے گی۔ میں وہاں سے نکل کر ان کو آگ سے

نکالوں گا اور پھر جنت میں داخل کرونگا۔ پھر میں تیسری مرتبہ لوٹونگا اور اپنے پروردگار سے اس جگہ کی اجازت مانگوں گا جو مجھے دے دی جائے گی۔ جب میں باری تعالیٰ کو دیکھوں گا تو سجدہ میں گر جاؤں گا اور جتنی دیر سجدہ میں پڑا رہنا منظور ہوگا میں سجدہ میں گزاروں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اے محمد! سر اٹھاؤ! کہو تمہاری سنی جائے گی۔ شفاعت کرقبول کی جائے گی۔ مانگو تمہیں دیا جائے گا تو میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور اپنے رب تعالیٰ کی ایسی حمد وثنا کرونگا تو میرے لئے ایک حد معین کی جائے گی پھر میں وہاں روانہ ہوں گا اور ان کو آگ سے نکالوں گا اور جنت میں داخل کرونگا۔ یہاں تک کہ وہی لوگ رہ جائیں گے۔ جنہیں قرآن نے روکا یعنی جن پر ہمیشگی ضروری ہوگی۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ...... قریب ہے آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر کھڑا فرمائے گا۔ فرمایا۔ یہ مقام محمود وہ ہے جس کا تمہارے نبی سے وعدہ فرمایا گیا ہے۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ فَيَقُوْلُوْنَ: ظاہر یہ ہے کہ ان کہنے والوں سے اہل محشر کے نمائندے مراد ہیں تمام اہل موقف وحشر مراد نہیں ہیں۔

اَوَّلَ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللّٰهُ: ایک اشکال: یہ پہلے پیغمبر کیسے ہوئے جب کہ ان سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام، شیث علیہ السلام، ادریس علیہ السلام دین فطرت کے اصول واحکامات سکھاتے تھے جب نوح علیہ السلام کے زمانہ میں شرک کا مرض پھیلا تو یہ پہلے رسول ہیں جن کو تردید شرک کے لئے بھیجا گیا۔ بعض نے اور جوابات بھی دیئے ہیں۔

فَيَاْتُوْنَ نُوْحًا: اللہ تعالیٰ ان نمائندوں کے دلوں میں یہ الہام سے بات ڈالیں گے کہ ان سے جا کر سوال کرو وہ جلیل القدر انبیاء علیہم السلام کے پاس جا کر پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کریں گے تو اس میں حکمت یہ ہے کہ آپ کی فضیلت وعظمت سب پر ظاہر ہو جائے۔ اگر پہلے پہل ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتے تو اس میں یہ احتمال باقی رہتا کہ شاید اور کسی کو بھی شفاعت کی قدرت ہے۔ اب یہ سوال خود تجربے سے منقطع ہوگیا (نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ اس دن سب کی فطرت جاگ جائے گی اور انبیاء علیہم السلام کی صداقت مان لیں گے۔ جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام اور ان کی گفتگو سے معلوم ہوتا ہے۔ فتدبر)

يَذْكُرُ خَطِيْئَتَهُ الَّتِي -----اِئْتُوْا اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلَ الرَّحْمٰنِ ثَلٰثَ كَذَبَاتٍ: ان کو ثلاث کذبات سے تعبیر کیا گیا۔ حقیقت میں وہ سچ مگر ظاہری صورت میں جھوٹ معلوم ہوتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کا مرتبہ بلند ہے اور ان سے اس قسم کے امور پر بھی مواخذہ ہوتا ہے جیسا کہ کہا گیا ہے: حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِيْنَ۔ کہ جب ابراہیم علیہ السلام کی قوم اپنے سالانہ جشن منانے باہر نکلے تو انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کو بھی ساتھ جانے کی دعوت دی آپ نے چاہا کہ میں نہ جاؤں بلکہ فرصت پا کر بتوں کو توڑ ڈالوں شاید کہ ان کو سمجھ آجائے۔ اس لئے ان دعوت دینے والوں کو فرمایا: اِنِّي سَقِيْمٌ۔ میں بیمار ہوں حالانکہ آپ بیمار نہ تھے مگر یہ کہنے سے آپ کی مراد یہ تھی کہ تمہارے کفر وعناد پر میرا دل دکھتا ہے اور اس وجہ سے نہایت رنج میں مبتلا ہوں۔ ۞ جب انہوں نے بت توڑ ڈالے اور انہوں نے آپ سے رابطہ کیا اور سوال کیا کیا ہمارے معبودوں سے تم نے یہ معاملہ کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْئَلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ خاہر معنی تو یہ ہے کہ میں نے اس کو نہیں کیا بلکہ اس کو اس بڑے نے کیا ہے" مگر ان کا مقصود یہ تھا کہ اس فعل پر آمادہ کرنے کا باعث یہ بڑا بت ہے جس کی تم عبادت وتعظیم کرتے ہو اور وہ تعظیم میں ممتاز ومنفرد تھا۔ ۞: آپ کا مقصود اس بات سے ان کی بت پرستی کا استہزاء کرنا اور ان پر حجت

والزام کو پورا کرنا تھا جیسا کہ تلك حجتنا اتیناھا ابراھیم سے معلوم ہو رہا ہے۔ یہ اسی طرح ہے جیسے کوئی عمدہ خط سے حروف لکھے اور مقابل شخص نہ لکھ سکے تو یہ تحکم کے طور پر کہے کہ یہ تو نے ہی تو لکھا ہے۔ تو نے لکھا ہے یہ اس بات سے کنایہ ہے کہ تو ہرگز نہیں لکھ سکتا۔

③ تیسرا یہ ہے کہ کافر کے ظلم سے بچانے کی خاطر آپ نے اپنی بیوی سارہ رضی اللہ عنہا کو بہن کہا اور آپ کی مراد یہ تھی کہ وہ میری دینی بہن ہے اور آپ کی بچازاد بہن بھی تھی۔

فَیَاْتُوْنَ عِیْسٰی : حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نہ تو اپنا عذر بیان کیا اور نہ گناہ کا ذکر کیا۔ اس کی وجہ علماء نے یہ لکھی ہے کہ انہوں نے شرمندگی کی وجہ سے توقف فرمایا کہ عیسائیوں نے ان کو ابن اللہ قرار دیا۔ ② بعض روایات میں آپ کا بعض چیزیں ذکر کرنا آیا ہے۔ مگر درست بات یہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام اس مقام میں شفاعت کبریٰ سے عاجز ہیں۔ کسی اور معذرت کی چنداں ضرورت نہیں مگر اس کے باوجود انہوں نے عذر پیش کیا۔ البتہ سید المرسلین جن کو سب سے بڑھ کر قرب الٰہی حاصل ہے اور محبوب رب العالمین ہیں انہوں نے سوال سنتے ہی فرمایا میں یہ شفاعت کروں گا۔ بقیہ تمام انبیاء علیہم السلام نے کہہ دیا ہم اس کام کے لئے نہیں ہیں۔

لٰکِنِ ائْتُوْا مُحَمَّدًا---**لِیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ**: تمام انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں۔ اس لئے علماء نے اس مغفرت کی کئی تاویلات کی ہیں۔ بہتر تاویل یہ ہے کہ یہ کلمہ آپ کی بزرگی اور فضیلت کو ظاہر کرنے کے لئے کہا گیا ہے۔ قطع نظر اس کے کہ ان کا کوئی گناہ اور اس کی مغفرت ہو۔ جب مالک اپنے خاص بندے سے راضی ہوتا ہے تو خوش ہو کر کہتا ہے۔ میں نے تجھے وہ سب بخش دیا جو تو نے کیا تو جو کرے تجھے معاف ہے۔ پکڑ نہ ہوگی اسی طرح باری تعالیٰ نے بھی یہ اعلان آپ کے بارے میں فرمایا۔ فتدبر۔

فَیَاْتُوْنِیْ : پھر وہ لوگ میرے پاس آئیں گے تو میں بارگاہِ الٰہی میں حاضری کے لئے اجازت طلب کروں گا۔

دَار : سے مراد یہاں جنت ہے۔ ② توربشتی کہتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب کریں گے کہ ایسے مقام میں داخلے کی اجازت ہو جہاں کسی اور کا داخلہ نہیں ہے اور جو کوئی دعا اور سوال کیا جائے وہ اس مقام میں جو سوال وعرض داشت کی جائے وہ قبول ہو اور وہ ایسا مقام ہے کہ جہاں کھڑے ہونے والے اور اس کے رب کے درمیان حجاب نہیں رہتا۔ یہ مقام محمود ہے جس کو شفاعت کا مقام کہا جاتا ہے۔ ③ آپ کے جگہ تبدیل کرنے میں حکمت یہ ہے کہ موقف فیصلے اور حکومت کی جگہ ہے اور شفاعت کرنے والے کو اعزاز و کرامت کے مقام پر کھڑا ہونا مناسب ہے۔ اسلئے اللہ تعالیٰ آپ کے قلب اطہر میں مقام خوف سے مقام کرامت کی طرف منتقل ہونے کا الہام فرمائیں گے تاکہ کامل اطمینان سے حاجت کو پیش کر سکیں۔

وَقَعْتُ سَاجِدًا : مسند احمد میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے حساب سے ایک ہفتہ کی مقدار سجدہ میں پڑے رہیں گے۔

(کذا ذکرہ السیوطی فی حاشیہ مسلم)

اِرْفَعْ مُحَمَّد : اس وقت حمد و ثناء کے وہ کلمات القاء کئے جائیں گے جو اب میں نہیں جانتا۔ اسی وجہ سے اس مقام کو مقام حمد اور مقام محمود کہتے ہیں۔ ② اس سے معلوم ہوا کہ شفاعت کرنے والے کو شفاعت کی قبولیت کے لئے اور قرب و رضا سے مشرف باد ہونے کے لئے پہلے حمد و ثناء کرنی چاہئے۔ تاکہ شفاعت جلد قبول ہو۔

وَاشْفَعْ : قاضی نے کہا کہ حدیث حضرت انس وابو ہریرہ رضی اللہ عنہما میں وارد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ سے سر اٹھانے اور حمد و ثناء اور

اذن شفاعت کے بعد امتی امتی کہنا شروع کریں گے۔

فَیَحُدُّلِیْ حَدًّا: یعنی گناہ گاروں کی ایک مخصوص جماعت کے لئے شفاعت کی اجازت ہوگی۔ مثلاً بے نمازی، زنا کار، شراب خور وغیرہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو حکم ہوگا کہ میں نے بے نمازیوں کے متعلق تمہاری شفاعت قبول کی۔ اسی پر قیاس کر لیا جائے۔

فَاُخْرِجُ: علامہ طیبیؒ کہتے ہیں کہ طلب شفاعت والے تو وہ لوگ تھے جو موقف کی پریشانی سے دوچار تھے اور یہاں دوزخ میں داخل ہو جانے والوں کے لئے شفاعت کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

الجواب۔ اس کی دو وجوہ ہیں: ① شاید ایمان والوں کے دو گروہ ہوں ان میں سے ایک تو بلا توقف داخل ہوگا۔ ② دوسرا گروہ موقف محشر میں رکا ہوگا اور فکر مند اور اس کرب سے وہ چھٹکارا چاہے گا۔ تو ان کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت طلب کریں گے اور ان کی گرفتاری کے بعد شفاعت کر کے چھٹکارا دلائیں گے اور جنت میں داخل کروائیں گے۔ پھر ان لوگوں کی شفاعت شروع فرمائیں جو گروہ در گروہ جہنم میں داخل ہوئے ہوں گے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول دلالت کرتا ہے: **فیحدلی حدًا**...... تو گویا کلام میں اختصار ہے۔ علامہ طیبیؒ کا مقصد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گروہ اور اس کی خلاصی کا ذکر کیا جس سے دوسرے گروہ کی رہائی تو خود سمجھ میں آ گئی۔ ② دوسری وجہ یہ ہے کہ یہاں آگ سے مراد اثر آگ یعنی حبس و حرارت ہے جو قرب آفتاب کی وجہ سے پائی جائے گی اور نکالنے سے مراد چھٹکارا دلوانا ہے اگرچہ یہ قول مجاز ہے مگر حقیقت امری کی قریب تر ہے اور اصل معاملہ سے قریب تر ہے کیونکہ معاملہ تو شفاعت کبریٰ کا ہے جس کو مقام محمود اور لواء حمد سے تعبیر کیا ہے جیسا کہ فرمایا: **آدم و من دونه تحت لوائی یوم القیامة**...... اور اس شفاعت سے مقصود یہ ہے کہ موقف کی رکاوٹ دور ہو اور مخلوق کا حساب شروع ہو اور یہ خاص شفاعت فقط آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی فرمائیں گے اور دوسروں کے لئے شفاعتیں وہ اس کے علاوہ ہیں جن کی درجہ بدرجہ اجازت ملے گی جیسا کہ شروع باب میں مذکور ہوا۔

ثُمَّ اَعُوْدُ الثَّانِیَةَ----اِلَّا مَنْ قَدْ حَبَسَهُ الْقُرْاٰنُ: یعنی جس کے متعلق قرآن مجید نے یہ فرمایا ہے کہ وہ دوزخ میں ہمیشہ رہے گا یعنی کافر مطلق یا منافق اعتقادی۔ **قَتَادَةُ** یہ جلیل القدر تابعی ہیں انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہی معنی نقل کیا ہے۔

اَیْ وَجَبَ عَلَیْهِ الْخُلُوْدُ ----مَقَامُ الْمَحْمُوْدِ: مقام محمود کو محمود کہنے کی وجہ یہ ہے کہ موقف کا ہر شخص اس مقام کی تعریف کرے گا اور اسی مقام کو پہچانے گا۔ ② جو مقام محمود پر کھڑے ہوں گے ان کی لوگ تعریف کریں گے اور ان کو پہچانیں گے۔ ③ اس وجہ سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس مقام پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کریں گے۔ ④ اس وجہ سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اولین و آخرین اس مقام پر تعریف کریں گے۔

اے محمد! شفاعت کرو قبول کی جائے گی

۶/۵۴۳۰ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیٰمَةِ مَاجَ النَّاسُ بَعْضُهُمْ

فِیْ بَعْضٍ فَیَاْتُوْنَ اٰدَمَ فَیَقُوْلُوْنَ اشْفَعْ اِلٰی رَبِّكَ فَیَقُوْلُ لَسْتُ لَهَا وَلٰكِنْ عَلَیْكُمْ بِاِبْرَاهِیْمَ فَاِنَّهٗ خَلِیْلُ الرَّحْمٰنِ فَیَاْتُوْنَ اِبْرَاهِیْمَ فَیَقُوْلُ لَسْتُ لَهَا وَلٰكِنْ عَلَیْكُمْ بِمُوْسٰی فَاِنَّهٗ كَلِیْمُ اللّٰهِ فَیَاْتُوْنَ مُوْسٰی فَیَقُوْلُ لَسْتُ لَهَا لٰكِنْ عَلَیْكُمْ بِعِیْسٰی فَاِنَّهٗ رُوْحُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ فَیَاْتُوْنَ عِیْسٰی فَیَقُوْلُ لَسْتُ لَهَا وَلٰكِنْ عَلَیْكُمْ بِمُحَمَّدٍ فَیَاْتُوْنِیْ فَاَقُوْلُ اَنَا لَهَا فَاَسْتَاْذِنُ عَلٰی رَبِّیْ فَیُؤْذَنُ لِیْ وَیُلْهِمُنِیْ مَحَامِدَ اَحْمَدُهٗ بِهَا لَا تَحْضُرُنِیَ الْاٰنَ فَاَحْمَدُهٗ بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ وَاَخِرُّ لَهٗ سَاجِدًا فَیُقَالُ یَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَاْسَكَ وَقُلْ تُسْمَعْ وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَاَقُوْلُ یَا رَبِّ اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ فَیُقَالُ اِنْطَلِقْ فَاَخْرِجْ مَنْ كَانَ فِیْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ شَعِیْرَةٍ مِّنْ اِیْمَانٍ فَاَنْطَلِقُ فَاَفْعَلُ ثُمَّ اَعُوْدُ فَاَحْمَدُهٗ بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ ثُمَّ اَخِرُّ لَهٗ سَاجِدًا فَیُقَالُ یَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَاْسَكَ وَقُلْ تُسْمَعْ وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَاَقُوْلُ یَا رَبِّ اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ فَیُقَالُ انْطَلِقْ فَاَخْرِجْ مَنْ كَانَ فِیْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ اَوْ خَرْدَلَةٍ مِّنْ اِیْمَانٍ فَاَنْطَلِقُ فَاَفْعَلُ ثُمَّ اَعُوْدُ فَاَحْمَدُهٗ بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ ثُمَّ اَخِرُّ لَهٗ سَاجِدًا فَیُقَالُ یَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَاْسَكَ وَقُلْ تُسْمَعْ وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَاَقُوْلُ یَا رَبِّ اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ فَیُقَالُ انْطَلِقْ فَاَخْرِجْ مَنْ كَانَ فِیْ قَلْبِهٖ اَدْنٰی اَدْنٰی اَدْنٰی مِثْقَالَ حَبَّةِ خَرْدَلَةٍ مِّنْ اِیْمَانٍ فَاَخْرِجْهُ مِنَ النَّارِ فَاَنْطَلِقُ فَاَفْعَلُ ثُمَّ اَعُوْدُ الرَّابِعَةَ فَاَحْمَدُهٗ بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ ثُمَّ اَخِرُّ لَهٗ سَاجِدًا فَیُقَالُ یَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَاْسَكَ وَقُلْ تُسْمَعْ وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَاَقُوْلُ یَا رَبِّ ائْذَنْ لِیْ فِیْمَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قَالَ لَیْسَ ذٰلِكَ لَكَ وَلٰكِنْ وَعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ وَكِبْرِیَائِیْ وَعَظَمَتِیْ لَاُخْرِجَنَّ مِنْهَا مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ (متفق علیہ)

أخرجه البخاري في صحيحه ١٣/ ٤٧٣ حديث رقم ٧٥١٠ ومسلم في صحيحه ١/ ١٨٢ حديث رقم (٣٢٦-١٩٣)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو لوگ ایک دوسرے میں خلط ملط ہو جائیں گے پھر آدم علیہ السلام کی خدمت میں جائیں گے اور عرض کریں گے اپنے رب کی بارگاہ میں شفاعت کیجئے وہ جواب میں فرمائیں گے میں اس کے لئے نہیں ہوں۔ تم حضرت ابراہیم کا دامن پکڑو وہ خلیل اللہ ہیں تو لوگ ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے وہ بھی یہی کہیں گے کہ میں اس کے لئے نہیں ہوں۔ لیکن تم موسیٰ کے پاس جاؤ وہ اللہ کے کلیم ہیں چنانچہ وہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں آئیں گے وہ بھی یہی کہیں گے میں اس کے لئے نہیں ہوں لیکن تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ اور ان کے دامن کو تھام لو۔ پس وہ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو وہ کہیں گے میں اس کے لئے نہیں ہوں۔ لیکن تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن کو تھامو۔ چنانچہ وہ میرے پاس آئیں گے تو میں کہوں گا میں اس کے لئے ہوں۔ میں اپنے رب کی بارگاہ میں حاضری کی اجازت طلب کروں گا جو دے دی جائے گی اور اللہ تعالیٰ مجھے اپنی تعریفیں القاء فرمائیں گے جن سے میں آپ کی تعریف کروں گا۔ جو ابھی میرے علم میں نہیں اور میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو جاؤں گا پھر کہا جائے گا: اے محمد! سر اٹھاؤ اور کہو تمہاری بات سنی جائے گی' مانگو عطا کیا جائے گا' شفاعت کرو قبول کی جائے گی۔ میں عرض کروں گا اے میرے رب میری امت میری امت۔ تو جواب ملے گا۔ جاؤ ان کو جہنم سے نکالو جن کے دل میں جو کے

برابر ایمان ہے تو میں چلوں گا اور یہ عمل کر کے لوٹوں گا اور پھر انہی محامد سے اپنے رب کی حمد وثنا کروں گا اور پھر اس کی بارگاہ میں دوبارہ سجدہ ریز ہو جاؤں گا تو کہا جائے گا اے محمد! اپنا سر اٹھاؤ کہو سنا جائے گا' مانگو دیا جائے گا اور شفاعت کرو قبول کی جائے گی۔ میں عرض کروں گا اے میرے رب! میری امت، میری امت۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوگا چلو ان کو نکال لاؤ جن کے دل میں رائی یا ذرہ کے برابر ایمان ہے چنانچہ میں چلوں گا اور یہ عمل کر کے پھر لوٹ آؤں گا اور پھر انہی محامد سے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کروں گا اور اس کے لئے پھر سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ تو کہا جائے گا اے محمد! اپنا سر اٹھاؤ۔ کہو سنا جائے گا' مانگو دیا جائے گا' شفاعت کرو تو شفاعت قبول کی جائے گی۔ تو میں کہوں گا یا رب! میری امت میری امت۔ فرمایا جائے گا جاؤ اور جہنم سے ان کو نکال لاؤ جن کے دل میں رائی کے دانہ سے کمتر ایمان ہے۔ چنانچہ میں جا کر ان کو آگ سے نکال لاؤں گا۔ پھر میں چوتھی مرتبہ لوٹوں گا اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء انہی محامد سے کروں گا اور پھر اس کے حضور سجدہ ریزی ہو جاؤں گا تو کہا جائے گا اے محمد! سر اٹھاؤ۔ کہو سنا جائے گا۔ مانگو عطا کیا جائے گا شفاعت کرو قبول کی جائے گی تو میں عرض کروں گا اے میرے پروردگار! مجھے اس کے متعلق اجازت دیں جس نے لا الہ الا اللہ کہا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے یہ تمہارا معاملہ نہیں لیکن میری عزت وجلال کی قسم اور کبریائی اور عظمت کی قسم! میں ان کو جہنم سے نکال دوں گا جنہوں نے لا الہ الا اللہ کہا۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ اَخْرِجْ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ شَعِيْرَةٍ مِّنْ اِيْمَانٍ: اس کی تاویل میں اسی طرح علماء کا اختلاف جس طرح اصل ایمان میں اختلاف ہے۔

درست تاویل:

جو، رائی، ذرہ وغیرہ کی مقدار کا تعلق حقیقت ایمان سے نہیں بلکہ ثمرات ایمان اور لحات یقین اور لمعات عرفان سے ہے کیونکہ حقیقت ایمان جو تصدیق قلبی کا نام ہے اس میں تجزی نہیں ہے اور اقرار لسانی کا بھی یہی حال ہے کہ وہ نقصان واضافے کو قبول نہیں کرتا بقیہ دیگر علماء کے اقوال بھی نزاع لفظی وصوری سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔

فَانْطَلِقْ۔۔۔۔۔اَدْنٰى اَدْنٰى اَدْنٰى مِثْقَالَ حَبَّةٍ: یہ کمال مبالغہ اور نہایت فضل وکرم ہے۔

رَبِّ ائْذَنْ لِيْ فِيْمَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ: اس سے زائد کوئی نیکی اس کے پاس نہ تھی۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

اس سے مراد یہ ہے کہ اگرچہ اس نے اپنی عمر میں ایک مرتبہ کہا ہو اسی اقرار کے بعد جو اس نے پہلی مرتبہ کیا یا اس کا بعد والا عمل ہے اللہ تعالیٰ کسی ذرہ بھر عمل کو ضائع نہیں کرتا بشرطیکہ اخلاص سے عمل کیا ہو اور من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ...... مطلق ہے۔ اس میں اس بات کا امیدوار رہنا چاہیے اولاً اسے جنت میں داخلہ مل جائے یا اخیر میں مل جائے۔

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

اس سے یہ معلوم ہوا کہ پہلے جو مثال شعیرہ وغیرہ سے ذکر کی گئی ہے وہ اس ایمان کے علاوہ سے متعلق ہے جس کو تصدیق کہا جاتا ہے اور یہ وہی ثمرات ایمان ہیں جو دل میں پائے جاتے ہیں۔

لَیْسَ ذٰلِكَ لَكَ :ایسے لوگوں کا نکالنا تمہارے اختیار ذمہ میں نہیں ہے اگر چہ ان کے بارے میں تم شفاعت کر سکتے ہو۔ ۞ ہم از راہ فضل تفضل اس کو کرنے کے زیادہ حقدار ہیں تمہاری شفاعت کی صورت میں نہ کریں گے۔ پھر اس روایت میں بیان کیا گیا ہے جس شخص نے کوئی بھلائی نہیں کی وہ حدود شفاعت سے خارج ہے بلکہ وہ محض رحم و کرم اور توفیق کے سپرد ہے۔

ایک تطبیق:

اس روایت اور بعد میں آنے والی روایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اسعد الناس الحدیث معنی اول کی بناء پر تو ظاہر ہے اس لئے کہ ان کو اللہ تعالیٰ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی وجہ سے دوزخ سے نکالے گا اور دوسرے معنی کے لحاظ سے اول روایت میں من قال لا الہ الا اللہ سے وہ لوگ مراد ہیں جو اپنے پیغمبروں پر ایمان لائے مگر آگ کے حقدار ہو گئے (گناہوں کی وجہ سے) اور آگے والی روایت میں اسعد الناس سے آپ کے امتی مراد ہیں جنہوں نے اچھے برے اعمال خلط ملط کیے۔

مخلصانہ ایمان والے کو شفاعت کا فائدہ

۵۴۳۱/۷ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ خَالِصًا مِنْ قَلْبِهٖ اَوْ نَفْسِهٖ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۹۳/۱ حدیث رقم ۹۹، واحمد فی المسند ۳۷۳/۲

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ قیامت کے دن میری شفاعت سے سب سے زیادہ فائدہ اس شخص کو ہوگا جس نے خالص دل کی گہرائیوں سے لا الہ الا اللہ کہا۔ قلب کا لفظ فرمایا یا نفس کا۔

(بخاری)

تشریح ۞ خَالِصًا مِنْ قَلْبِهٖ اَوْ نَفْسِهٖ: او شک راوی کے لئے ہے بہر صورت یہ تاکید ہے جیسا کہ کہتے ہیں آنکھ سے دیکھا یا کان سے سنا۔ کیونکہ اخلاص کی جگہ صرف اور صرف دل ہی ہے اور اسعد یہ سعید کے معنی میں ہے کیونکہ جو اہل توحید میں سے ہو وہ آپ کی شفاعت کا حقدار نہیں ۞ من قال لا الہ الا اللہ وہ شخص ہے کہ اس کے پاس کوئی ایسا عمل نہ تھا جو اس کے لئے باعث رحمت بنے اور اس کی وجہ سے وہ آگ سے چھوٹ جانے کا حقدار بنے۔ چنانچہ ایسے شخص کو شفاعت کی بہت ضرورت ہے اور فائدہ بھی شفاعت کا اس کو در اصل ہے۔

جنت کے باب الایمن والے

۵۴۳۲/۸ وَعَنْهُ قَالَ اُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِلَحْمٍ فَرُفِعَ اِلَیْهِ الذِّرَاعُ وَكَانَتْ تُعْجِبُهٗ فَنَهَسَ مِنْهَا نَهْسَةً ثُمَّ قَالَ اَنَا سَیِّدُ النَّاسِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ یَوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَتَدْنُو الشَّمْسُ فَیَبْلُغُ النَّاسَ مِنَ الْغَمِّ وَالْكَرْبِ مَالَا یُطِیْقُوْنَ فَیَقُوْلُ النَّاسُ اَلَا تَنْظُرُوْنَ مَنْ یَّشْفَعُ لَكُمْ اِلٰى رَبِّكُمْ فَیَاْتُوْنَ اٰدَمَ وَذَكَرَ حَدِیْثَ الشَّفَاعَةِ وَقَالَ فَاَنْطَلِقُ فَاٰتِیْ تَحْتَ الْعَرْشِ فَاَقَعُ سَاجِدًا لِرَبِّیْ ثُمَّ یَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَیَّ

مِنْ مَحَامِدِهٖ وَحُسْنِ الثَّنَاءِ عَلَيْهِ شَيْئًا لَمْ يَفْتَحْهُ اللّٰهُ لِاَحَدٍ قَبْلِيْ ثُمَّ قَالَ يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ تُعْطَهُ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَاَرْفَعُ رَأْسِيْ فَاَقُوْلُ اُمَّتِيْ يَا رَبِّ اُمَّتِيْ يَارَبِّ اُمَّتِيْ يَارَبِّ فَيُقَالُ يَا مُحَمَّدُ اَدْخِلْ مِنْ اُمَّتِكَ مَنْ لَّا حِسَابَ عَلَيْهِمْ مِنَ الْبَابِ الْاَيْمَنِ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ وَهُمْ شُرَكَاءُ النَّاسِ فِيْمَا سِوٰى ذٰلِكَ مِنَ الْاَبْوَابِ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنَّ مَا بَيْنَ الْمِصْرَاعَيْنِ مِنْ مَّصَارِيْعِ الْجَنَّةِ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَهَجَرَ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاري في صحيحه ۳۹۵/۸ حديث رقم ۴۷۱۲ ومسلم في صحيحه ۱۸۴/۱ حديث رقم (۳۲۷-۱۹۴) والترمذي في السنن ۴۴۱/۴ حديث رقم ۱۸۳۷ وابن ماجه ۱۰۹۹/۲ حديث رقم ۳۳۰۷ واحمد في المسند ۴۳۵/۲۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گوشت لایا گیا اور دستی آپ کی خدمت میں پیش کی گئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دستی پسند تھی آپ نے اس میں سے دانتوں سے نوچ کر کھایا اور فرمانے لگے میں قیامت کے دن لوگوں کا سردار ہوں گا جبکہ لوگ رب العالمین کی بارگاہ میں کھڑے ہوں گے اور سورج قریب ہوگا اور لوگوں کی حالت غم اور تکلیف کی وجہ سے اس مقام تک پہنچ جائے گی جسے وہ سہار نہ سکیں گے تو ایک دوسرے کو کہیں گے تم اس کو کیوں نہیں تلاش کرتے ہو تاکہ وہ تمہارے رب کی بارگاہ میں تمہاری سفارش کرے چنانچہ وہ آدم علیہ السلام کی خدمت میں آئیں گے اور پھر شفاعت والی روایت ذکر کی۔ راوی کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں چلوں گا اور عرش کے نیچے پہنچوں گا اور اللہ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ مجھ پر اپنے وہ محامد اور محاسن کھول دیں گے جو مجھ سے پہلے کسی پر نہیں کھولے گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اے محمد! سر اٹھاؤ' مانگو دیا جائے گا' شفاعت کرو وہ قبول کی جائے گی اور میں اپنا سر اٹھا کر کہوں گا اے میرے رب! میری امت' میری امت' اے میرے رب! میری امت' میری امت۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اے محمد! اپنی امت کے ان لوگوں کو جن کا کوئی حساب نہیں جنت کے باب الایمن سے داخل کر دو اور وہ لوگ اس کے علاوہ دوسرے دروازوں میں بھی برابر کے شریک ہوں گے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے اس ذات کی قسم ہے کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ جنت کے دو دروازوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہوگا جتنا مکہ اور مقام ہجر کا ہے۔

تشریح ⊙ اَنَا سَيِّدُ النَّاسِ: اس اعتبار سے کہ میری توقیر و عزت کی وجہ سے تمام میری شفاعت کے محتاج ہوں گے جب مجبور ہوں گے تو میرے پاس طلب شفاعت کے لئے آئیں گے اور اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے۔ انا سید ولد آدم یوم القیامة ......۔

فَاٰتِيْ تَحْتَ الْعَرْشِ: حضرت انس کی اوپر روایت گزری ہے اس میں فی دارہ کے الفاظ ہیں تو ان میں مطابقت یہ ہے دار اس کا جنت ہے اور جنت عرش کے نیچے ہے۔

فَاَقُوْلُ اُمَّتِيْ يَا رَبِّ اُمَّتِيْ يَارَبِّ اُمَّتِيْ: یہ تین بار عرض کرنا تاکید و مبالغہ کے لئے ہے۔ ⊙ گناہ گاروں کے طبقات کی طرف اشارہ ہے۔

اُدْخِلْ مِنْ اُمَّتِكَ مَنْ لَّا حِسَابَ: یہ خاص عنایت الٰہی ہے کہ دائیں جانب کا دروازہ انہی کے ساتھ مخصوص ہے اور کسی کو داخلے کی اجازت نہیں اور بقیہ دروازے تو تمام مشترک ہیں ان میں سے بھی ان کو جانے کی ممانعت نہیں۔

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ...... وَهَجَرَ: یہ بحرین کی ایک بستی کا نام ہے اس سے مراد جنت کے دروازے کی فراخی اور وسعت کو بیان کرنا ہے۔ تحدید و تعیین مقصود نہیں ہے۔ مثال سے لوگوں کو سمجھانا مقصود ہے بقیہ حقیقت فاصلہ کی تو کچھ اور ہے۔ واللہ اعلم

امانت ورحم پل صراط کے دائیں بائیں

۹/۵۴۳۳ وَعَنْ حُذَيْفَةَ فِيْ حَدِيْثِ الشَّفَاعَةِ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَتُرْسَلُ الْاَمَانَةُ وَالرَّحِمُ فَتَقُوْمَانِ جَنْبَتَيِ الصِّرَاطِ يَمِيْنًا وَّشِمَالًا۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم في صحيحه ۱/ ۱۸۶ حديث رقم (۳۲۹-۱۹۵)۔

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے حدیث شفاعت کے بارے میں روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ امانت اور رحم کے رشتوں کو بھیجا جائیگا چنانچہ وہ پل صراط کے دونوں جانب دائیں بائیں کھڑے ہو جائیں گے۔ (مسلم)

تشریح ۞ تُرْسَلُ الْاَمَانَةُ وَالرَّحِمُ: امانت یعنی لوگوں کے اموال وحقوق کی پاسداری اور رحم یعنی رشتہ داری دونوں بڑی قدر وعظمت والی چیزیں ہیں ان کو مثالی شکل دی جائے گی تاکہ وہ اس شخص سے براہ راست مطالبہ کریں جس نے امانت کو ضائع کیا اور حقوق کو توڑا ہوگا اور جس نے امانت کی درست ادائیگی کی ہوگی اس کے حق میں گواہی دیں گے اور اس کی طرف سے جھگڑا کریں گے تاکہ غاصب وامین کا امتیاز ہو۔ اس روایت میں ان دونوں کے حقوق میں خصوصی اہتمام کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔

اُمت کے معاملے میں تمہیں خوش کیا جائے گا

۱۰/۵۴۳۴ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَلَا قَوْلَ اللّٰهِ تَعَالٰى فِيْ اِبْرَاهِيْمَ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ وَقَالَ عِيْسٰى اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ اللّٰهُمَّ اُمَّتِيْ اُمَّتِيْ وَبَكٰى فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى يَا جِبْرِيْلُ اِذْهَبْ اِلٰى مُحَمَّدٍ وَّرَبُّكَ اَعْلَمُ فَاسْئَلْهُ مَا يُبْكِيْهِ فَاَتَاهُ جِبْرِيْلُ فَسَاَلَهٗ فَاَخْبَرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا قَالَ فَقَالَ اللّٰهُ لِجِبْرِيْلَ اِذْهَبْ اِلٰى مُحَمَّدٍ فَقُلْ اِنَّا سَنُرْضِيْكَ فِيْ اُمَّتِكَ وَلَا نَسُوْءُكَ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم في صحيحه ۱/ ۱۹۱ حديث رقم (۳۴٦-۲۰۲)۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا وہ قول جو ابراہیم علیہ السلام کے متعلق ہے تلاوت کی رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ..... اے پروردگار! ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر ڈالا پس جو میری تابعداری کرے وہ مجھ سے ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اللہ کا یہ قول نقل کیا اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ..... اے اللہ! اگر تو ان کو سزا دے تو یہ تیرے بندے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور یوں

دعا کی: اَللّٰهُمَّ اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ ۔اے اللہ! میری امت' میری امت۔ اور آپ رونے لگے تو اللہ عزوجل نے فرمایا: اے جبرئیل! محمدؐ کے پاس جاؤ' حالانکہ آپ ﷺ کا رب خوب جانتا ہے اور ان سے یہ پوچھو کہ آپ کو کونسی چیز رلا رہی ہے تو جبرئیل امین آپ کی خدمت میں آئے اور آپ سے پوچھا تو جناب رسول اللہ ﷺ نے ان کو بتایا جو کچھ کہا تھا تو اللہ تعالیٰ نے جبرئیل امین کو فرمایا تو محمد کو جا کر کہو ہم تمہاری امت کے معاملے میں تمہیں خوش کر دیں گے اور آپ کو غم زدہ نہ کریں گے۔

(مسلم)

تشریح ۞ فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ... الی فانك غفور رحیم :حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا یا اللہ! جو میری اتباع کرے وہ تو میرا ہے اور جو میری نافرمانی کرے پس آپ بخشنے والے رحم کرنے والے ہیں۔

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ :حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اگر آپ ان کو عذاب دیں تو ہم ان کو چھڑانے کا چارہ نہیں رکھتے اور آپ کے حکم کے سامنے کوئی روک نہیں ڈال سکتا اور اگر بخشنا چاہیں تو آپ پر کوئی غالب نہیں آ سکتا۔ آپ قوی و قادر ہیں۔ آپ جو چاہیں حکم کرتے اور کر سکتے ہیں آپ کے حکم کو کوئی پیچھے نہیں ڈال سکتا مگر آپ حکمت والے ہیں ہر چیز کو اپنی جگہ رکھنے والے ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ دو پیغمبروں کی اپنی امت کے متعلق شفاعت کا تذکرہ کر کے اپنی امت کے متعلق شفاعت کرتے ہوئے اظہار رقت فرمایا اور دعا کی۔

فَرَفَعَ یَدَیْهِ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم تمہیں امت کے سلسلہ میں راضی کریں گے۔ روایات میں وارد ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا میں اس وقت تک راضی نہ ہوں گا جب تک میری امت کا ایک ایک فرد نہ بخشا جائے گا۔ امتی ہونے کے لئے عقیدے کا درست ہونا ضروری ہے اور یہ بڑا مشکل کام ہے۔

بیت: خاک او باش بادشاہی کن ☆ آن او باش ہر چہ خواہی کن۔ ۞ اس سے آپ ﷺ کی امت پر کمال شفقت ظاہر ہوتی ہے۔ ۞ امت کے معاملات کی درستی میں خاص توجہ کرنا۔ ۞ آپ کو امت کے متعلق راضی کیا جائے گا'' اس وعدہ میں امت مرحومہ کے لئے عظیم بشارت ہے۔ ۞ آپ ﷺ کا بارگاہ الٰہی میں عظیم مرتبہ ظاہر ہوتا ہے۔

ہر عابد اپنے معبود کے پیچھے جائے

۱۱/۵۴۳۵ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ نَاسًا قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هَلْ نَرٰی رَبَّنَا یَوْمَ الْقِیَامَةِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ هَلْ تُضَآرُّوْنَ فِیْ رُؤْیَةِ الشَّمْسِ بِالظَّهِیْرَةِ صَحْوًا لَیْسَ مَعَهَا سَحَابٌ وَهَلْ تُضَآرُّوْنَ فِیْ رُؤْیَةِ الْقَمَرِ لَیْلَةَ الْبَدْرِ صَحْوًا لَیْسَ فِیْهَا سَحَابٌ قَالُوْا لَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَا تُضَآرُّوْنَ فِیْ رُؤْیَةِ اَحَدِهِمَا اِذَا كَانَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ لِیَتَّبِعْ كُلُّ اُمَّةٍ مَا كَانَتْ تَعْبُدُ فَلَا یَبْقٰی اَحَدٌ كَانَ یَعْبُدُ غَیْرَ اللّٰهِ مِنَ الْاَصْنَامِ وَالْاَنْصَابِ اِلَّا یَتَسَاقَطُوْنَ فِی النَّارِ حَتّٰی اِذَا لَمْ یَبْقَ اِلَّا مَنْ كَانَ یَعْبُدُ اللّٰهَ مِنْ بَرٍّ وَفَاجِرٍ اَتَاهُمْ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ قَالَ فَمَاذَا تَنْظُرُوْنَ یَتَّبِعُ كُلُّ اُمَّةٍ مَا كَانَتْ تَعْبُدُ قَالُوْا رَبَّنَا فَارَقْنَا النَّاسَ فِی الدُّنْیَا اَفْقَرَ مَا كُنَّا اِلَیْهِمْ وَلَمْ نُصَاحِبْهُمْ وَفِیْ رِوَایَةِ اَبِیْ

هُرَيْرَةَ فَيَقُوْلُوْنَ هٰذَا مَكَانُنَا حَتّٰى يَاْتِيَنَا رَبُّنَا فَاِذَا جَآءَ رَبُّنَا عَرَفْنَاهُ وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ سَعِيْدٍ فَيَقُوْلُ هَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ اٰيَةٌ تَعْرِفُوْنَهٗ فَيَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَيُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ فَلَا يَبْقٰى مَنْ كَانَ يَسْجُدُ لِلّٰهِ تَعَالٰى مِنْ تِلْقَآءِ نَفْسِهٖ اِلَّا اَذِنَ اللّٰهُ لَهٗ بِالسُّجُوْدِ وَلَا يَبْقٰى مَنْ كَانَ يَسْجُدُ اتِّقَآءً وَرِيَآءً اِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ ظَهْرَهٗ طَبَقًا وَاحِدَةً كُلَّمَآ اَرَادَ اَنْ يَّسْجُدَ خَرَّ عَلٰى قَفَاهُ ثُمَّ يُضْرَبُ الْجِسْرُ عَلٰى جَهَنَّمَ وَتَحِلُّ الشَّفَاعَةُ وَيَقُوْلُوْنَ اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ فَيَمُرُّ الْمُؤْمِنُوْنَ كَطَرْفِ الْعَيْنِ وَكَالْبَرْقِ وَكَالرِّيْحِ وَكَالطَّيْرِ وَكَاَجَاوِيْدِ الْخَيْلِ وَالرِّكَابِ فَنَاجٍ مُّسَلَّمٌ وَمَخْدُوْشٌ مُّرْسَلٌ وَمَكْدُوْسٌ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ حَتّٰى اِذَا خَلَصَ الْمُؤْمِنُوْنَ مِنَ النَّارِ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْكُمْ بِاَشَدَّ مِنَّا مُنَاشَدَةً فِي الْحَقِّ قَدْ تَبَيَّنَ لَكُمْ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لِلّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا كَانُوْا يَصُوْمُوْنَ مَعَنَا وَيُصَلُّوْنَ وَيَحُجُّوْنَ فَيُقَالُ لَهُمْ اَخْرِجُوْا مَنْ عَرَفْتُمْ فَتُحَرَّمُ صُوَرُهُمْ عَلَى النَّارِ فَيُخْرِجُوْنَ خَلْقًا كَثِيْرًا ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا مَا بَقِيَ فِيْهَا اَحَدٌ مِّمَّنْ اَمَرْتَنَا بِهٖ فَيَقُوْلُ اِرْجِعُوْا فَمَنْ وَجَدْتُّمْ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ مِّنْ خَيْرٍ فَاَخْرِجُوْهُ فَيُخْرِجُوْنَ خَلْقًا كَثِيْرًا ثُمَّ يَقُوْلُ اِرْجِعُوْا فَمَنْ وَجَدْتُّمْ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالَ نِصْفِ دِيْنَارٍ مِّنْ خَيْرٍ فَاَخْرِجُوْهُ فَيُخْرِجُوْنَ خَلْقًا كَثِيْرًا ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا لَمْ نَذَرْ فِيْهَا خَيْرًا فَيَقُوْلُ اللّٰهُ شَفَعَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ وَشَفَعَ النَّبِيُّوْنَ وَشَفَعَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَلَمْ يَبْقَ اِلَّآ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ فَيَقْبِضُ قَبْضَةً مِّنَ النَّارِ فَيُخْرِجُ مِنْهَا قَوْمًا لَمْ يَعْمَلُوْا خَيْرًا قَطُّ قَدْ عَادُوْا حُمَمًا فَيُلْقِيْهِمْ فِيْ نَهْرٍ فِيْ اَفْوَاهِ الْجَنَّةِ يُقَالُ لَهٗ نَهْرُ الْحَيٰوةِ فَيَخْرُجُوْنَ كَمَا تَخْرُجُ الْحِبَّةُ فِيْ حَمِيْلِ السَّيْلِ فَيَخْرُجُوْنَ كَاللُّؤْلُؤِ فِيْ رِقَابِهِمُ الْخَوَاتِمُ فَيَقُوْلُ اَهْلُ الْجَنَّةِ هٰٓؤُلَآءِ عُتَقَآءُ الرَّحْمٰنِ اَدْخَلَهُمُ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ عَمَلٍ عَمِلُوْهُ وَلَا خَيْرٍ قَدَّمُوْهُ فَيُقَالُ لَهُمْ لَكُمْ مَا رَاَيْتُمْ وَمِثْلُهٗ مَعَهٗ (متفق عليه)

اخرجه مسلم في صحيحه ١/١٦٤ حديث رقم (٢٩٩-١٨٢)۔ اخرجه البخاري في صحيحه ١٣/٤٢٠ حديث رقم ٧٤٣٩ و مسلم في صحيحه ١/١٦٧ حديث رقم (٣٠٢-١٨٣) و احمد في المسند ٢/٣٤٥۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کچھ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا قیامت کے دن ہم اپنے رب کو دیکھیں گے؟ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ہاں جی ہاں۔ کیا تم دوپہر کے وقت جب کہ بادل بھی نہ ہوں سورج کے دیکھنے میں کچھ تردد کرتے ہو اور کیا تم چودھویں کی رات کو جب کہ بادل بھی نہ ہوں چاند کے دیکھنے میں کچھ شک کرتے ہو؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! نہیں۔ تو ارشاد فرمایا تم قیامت کے دن اسی طرح اللہ کی رؤیت میں تردد نہ کرو گے جس طرح کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کی رؤیت میں تم تردد نہیں کرتے۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو اعلان کرنے والا اعلان کرے گا ہر گروہ جس کی عبادت کیا کرتا تھا اس کے پیچھے جائے چنانچہ جو بھی بتوں اور پتھروں کی عبادت کرنے والے ہوں گے ان میں کوئی بھی ایسا نہیں بچے گا جس کو آگ میں نہیں گرایا جائے یہاں تک کہ جو لوگ فقط اللہ کی

عبادت کرنے والے تھے خواہ نیک تھے یا بدوہی رہ جائیں گے تو رب العالمین آ کر فرمائیں گے تم کس بات کا انتظار کر رہے ہو؟ ہر گروہ تو اس کے پیچھے جا رہا ہے جس کی وہ عبادت کیا کرتے تھے۔ وہ عرض کریں گے اے ہمارے رب ہم نے ان لوگوں کو چھوڑے رکھا جبکہ ہمیں ان کی بہت ضرورت تھی اور ہم نے ان کا ساتھ نہ دیا اور ایک روایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میں اس طرح ہے کہ وہ یوں عرض کریں گے کہ ہمارا یہیں ٹھکانہ ہے یہاں تک ہمارا رب جلوہ فرمائے تو ہم اسے پہچان لیں گے اور روایت ابوسعید میں اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کیا اس کے اور تمہارے درمیان کوئی ایسی نشانی ہے جس سے تم اس کو پہچان لو؟ وہ کہیں گے جی ہاں! تو تجلی ساق ظاہر کی جائے گی۔ تو جو دل سے اللہ کو سجدہ کرنے والے تھے ان میں کوئی ایسا باقی نہیں رہے گا مگر اس کو سجدہ کی اجازت مل جائے گی اور جو آدمی ریاکاری اور بچاؤ کے لئے سجدہ کرتا تھا تو ان میں سے کوئی ایسا باقی نہ رہے گا مگر یہ کہ اس کی پیٹھ کو ایک ہی تختہ بنا دیا جائے گا۔ جب وہ سجدہ کرنے کا ارادہ کرے گا تو گدی کے بل گر جائے گا پھر جہنم پر پل کو قائم کر دیا جائے گا اور شفاعت درست ہو جائے گی اور لوگ کہیں گے اے اللہ! سلامت رکھ سلامت رکھ۔ مسلمان پلک جھپکنے کی طرح گزر جائیں گے اور بجلی کی طرح اور ہوا کی طرح اور پرندوں کی طرح اور تیز رفتار گھوڑوں کی طرح اور اونٹوں کی طرح گزریں گے کئی مسلمان تو صحیح سالم نجات پا جائیں گے اور بعض زخمی ہو کر دیئے جائیں گے اور بعض آگ میں گرا دیئے جائیں گے یہاں تک کہ مؤمن جب آگ سے چھوٹ جائیں گے تو مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ تم سے بڑھ کر کوئی بھی اپنے حق کے سلسلے میں اتنا زیادہ جھگڑنے والا نہیں جتنا کہ وہ مؤمن اپنے بھائیوں کے بارے میں جو کہ آگ میں ہوں گے اللہ کی بارگاہ میں جھگڑیں گے اور یوں کہیں گے اے ہمارے رب! یہ ہمارے ساتھ روزہ رکھتے تھے ہمارے ساتھ نمازیں پڑھتے تھے ہمارے ساتھ حج کرتے تھے تو ان کو کہا جائے گا جن کو تم پہچانتے ہو ان کو آگ سے نکال لو۔ ان کی صورتوں کو آگ پر حرام کر دیا جائے گا چنانچہ وہ مؤمن بہت سارے لوگوں کو آگ سے نکالیں گے اور پھر کہیں گے اے ہمارے رب ان میں کوئی باقی نہیں رہا جن کو آپ نے نکالنے کا حکم دیا تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے واپس لوٹ جاؤ جس کے دل میں دینار کی مقدار کے برابر بھی بھلائی ہو اس کو نکال لاؤ چنانچہ وہ بہت ساری مخلوق کو نکالیں گے پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے واپس لوٹ جاؤ اور جس کے دل میں آدھے دینار کے برابر بھی بھلائی ہو اس کو نکال لاؤ چنانچہ وہ بہت ساری مخلوق کو جہنم سے نکالیں گے پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے لوٹ جاؤ جس کے دل میں ایک ذرے کی مقدار کے برابر بھلائی ہو اس کو نکال لاؤ چنانچہ وہ بہت ساری مخلوق کو اس سے نکالیں گے پھر کہیں گے اے ہمارے رب! ہم نے اس میں ذرہ بھر بھلائی والے کو نہیں چھوڑا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے فرشتوں نے سفارش کر لی انبیاء نے سفارش کر لی اور مؤمنوں نے سفارش کر لی۔ اب ارحم الراحمین کے بغیر کوئی سفارش کرنے والا نہیں رہا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ آگ سے ایک مٹھی بھر لوگوں کو نکالیں گے اور آگ سے ان لوگوں کو بھی نکالیں گے جنہوں نے کبھی ایک نیک کام بھی نہیں کیا وہ جل کر سیاہ کوئلہ ہو چکے ہوں گے چنانچہ ان کو جنت کے دروازہ پر جو نہر چل رہی ہے اس میں ڈالا جائے گا اس نہر کا نام نہر حیات ہے چنانچہ وہ اس طرح نکلیں گے جس طرح کہ سیلاب کے کوڑا کرکٹ میں دانہ اگتا ہے اور وہ اس طرح نکلیں گے کہ موتی کی طرح ان کی گردنوں میں مہریں ہوں گی کہ جنتی انہیں دیکھ کر کہیں گے کہ یہ رحمان کے آزاد کیے ہوئے ہیں جن کو رحمان نے بغیر کسی عمل اور بغیر کسی بھلائی کے جو انہوں نے آگے بھیجی ہو جنت میں داخل فرمایا ہے اللہ تعالیٰ انہیں فرمائیں گے تمہارے لیے وہ ہے جو تم نے دیکھا اور اتنا اس کے ساتھ۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ هَلْ نَرٰى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ: علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اپنی تالیفات میں نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رؤیت قیامت کے دن موقف میں تمام مؤمن مرد وعورت کو حاصل ہوگی۔ بلکہ بعض نے کہا کہ منافقین وکفار کو بھی ایک لمحہ کے لئے حاصل ہوگی پھر ان کو محجوب کر دیا جائے گا تا کہ ان کو اس پر حسرت ہو مگر علامہ سیوطیؒ نے کہا اس میں کلام کی گنجائش ہے کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ﴾ (المطففین: ۱۵)

اجماع اہلسنّت:

جنت میں رؤیت باری تعالیٰ کے متعلق اجماع ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام، صدیقین وشہداء وصالحین اور ہر امت کے مردوں اور اس امت کے مردوں کے اپنے اپنے درجات کے مطابق حاصل ہوگی۔

تین مذہب:

عورتوں کی رؤیت میں اختلاف ہے۔ ① دیدار نہ ہوگا۔ ② دیدار ہوگا۔ ③ ایام عید کی طرح وقتاً وقتاً دیدار ہوگا۔ عام نہ ہوگا۔

دو اقوال:

فرشتوں کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ دیدار نہ ہوگا۔ ② دیدار ہوگا۔ جنات کے متعلق بھی یہی اختلاف ہے۔

هَلْ تُضَآرُّوْنَ: یہاں سے اثبات رؤیت کو سمجھایا کہ تم بتلاؤ کیا آفتاب و ماہتاب کے دیکھنے میں کچھ دقت پیش آتی ہے جبکہ وہ پورے جوبن پر ہوں اگر آفتاب و ماہتاب کے دیکھنے میں کوئی دقت پیش نہیں آتی تو دیدار باری تعالیٰ میں کوئی دقت نہ ہوگی۔ درحقیقت تعلیق بالمحال اور مبالغہ سے اس مسئلے کو سمجھایا گیا ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ یہاں رؤیت سے مراد وہ نہیں جو بہشت میں ایمان والوں کو ہوگی بلکہ یہ وہ رؤیت ہے جو بطور امتحان کے کرائی جائے گی تا کہ اللہ کے عبادت گزار اور بت پرستوں میں امتیاز ہو جائے۔ حساب وکتاب سے پہلے مختلف ابتلاء کا پیش آنا خلاف قاعدہ نہیں ہے جس طرح کہ دنیا اگرچہ دارالامتحان ہے مگر اس میں بھی بعض اوقات جزادے دی جاتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ﴾ (الشوریٰ: ۳۰) ۔ کذا قال الطیبی۔

اِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ: قیامت کے دن اللہ کا منادی یہ اعلان کرے گا کہ ہر ایک اپنے معبود کے پیچھے جائے تو بتوں والے بتوں کے پیچھے جائیں گے۔ الانصاب جمع نصب وہ پتھر جس کو ایک جگہ گاڑھ کر اس کی عبادت کی جائے اور اس کے لئے ذبیحہ بطور تبرک پیش کیا جائے پتھر کے علاوہ جو چیز بھی گاڑھ کر اس کی تعظیم میں یہ اعتقاد رکھا جائے وہ نصب میں شامل ہے چنانچہ بت پرست دوزخ میں جا گریں گے۔ کیونکہ خود بتوں کو بھی دوزخ میں ڈالا جائے گا۔

حَتّٰى اِذَا لَمْ يَبْقَ جب فقط اللہ کے پجاری رہ جائیں گے تو ان پر تجلّی کا ظہور ہوگا یہاں آنے کی نسبت صفات باری تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے اور قرآن مجید میں بھی اس کا اطلاق آتا ہے۔ ہمیں اس کی حقانیت کا اعتقاد رکھتے ہوئے اور کسی بھی کیفیت سے منزہ جانتے ہوئے اس پر یقین کرنا چاہیے جیسا کہ متشابہات کا حکم ہے۔ ② بعض نے یہ تاویل کی ہے کہ اللہ کے فرشتے

آئے تھے۔ ۳ بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آئے گا جیسا کہ قول کے لفظ سے اس طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے۔

قَالَ فَمَا ذَا تَنْظُرُوْنَ :اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تم دوسرے معبودوں کے پیچھے کیوں نہیں گئے؟ وہ کہیں گے ہم دنیا میں ان سے مقابلہ کرتے رہے اور تیری رضامندی کے لئے ان سے علیحدگی اختیار کی اب ان کے پیچھے کیوں جائیں جبکہ وہ سب معبودوں سمیت دوزخ میں ہیں۔

وَفِیْ رِوَایَةِ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ---هَلْ بَیْنَکُمْ وَبَیْنَهٗ اٰیَةٌ : کیا تمہارے پاس اپنے معبود کی کوئی نشانی ہے؟ وہ عرض کریں گے جی ہاں! اور وہ نشانی اس کی معرفت اور محبت ہے جو توحید کا نتیجہ اور ایمان وتصدیق کا ثمرہ ہے۔ چنانچہ ساق کی تجلی ظاہر کی جائے گی بعض نے ساق کے کھلنے سے مراد خوف اور ڈر کا ختم ہونا مراد لیا ہے۔ ۲ بعض نے کہا کہ اس سے نور عظیم مراد ہے۔ ۳ بعض نے ملائکہ کی جماعت مراد لی ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ تاویل کے پیچھے نہ پڑھیں اور حقیقی معنی کو علم الٰہی کے سپرد کردیں گے اور تجلی ساق کو بھی متشابہات سے قرار دیں گے۔

فَلَا یَبْقٰی مَنْ کَانَ یَسْجُدُ لِلّٰهِ :چنانچہ مؤمن سجدہ کر سکے گا۔ علامہ نوویؒ کہتے ہیں کہ بعض کو اس حدیث سے یہ وہم ہوا کہ منافقین کو بھی دیدار ہوگا۔ مگر یہ باطل وہم ہے کیونکہ اس کی کہیں تصریح موجود نہیں۔ بلکہ اس روایت میں تو اس قدر ہیں کہ وہ جماعت جس میں مؤمنین اور منافقین ہونگے ان کا اللہ تعالیٰ سجدہ کے ذریعے امتحان کرینگے۔ مؤمن مخلص سجدہ کر سکے گا اور منافق سجدہ سے عاجز رہے گا۔ پس منافقین کے دیدار الٰہی میں کوئی دلالت اس روایت میں نہیں ہے۔

ثُمَّ یُضْرَبُ الْجَسْرُ : جہنم کے اوپر پل قائم کر دیا جائے گا۔ یہ پل درحقیقت صراط مستقیم اور شریعت کی درحقیقت ایک مثال ہے۔ کیونکہ شمشیر کی طرح باریک ہے مگر چلنا اس کے اوپر دشوار ہے لیکن روشن ہے۔ اس پل سے لوگوں کا گزر دین پر استقامت اور عمل کے لحاظ سے ہوگا۔ کسی شاعر نے کہا ہے۔

پس کار غریب است عجب مشکل آسان ☆ چوں جسر صراط است نہے روشن و باریک

بعض لوگ اس میں زخمی ہوں گے اور دوزخ سے چھٹکارا پائیں گے یعنی عذاب کے بعد نجات پائیں گے۔ ایک شارح نے لکھا ہے کہ ان کانٹوں سے زخمی ہونے والے گنہگار اہل ایمان ہوں گے اور جب کہ وہ عذاب کی مدت پوری کر چکیں گے تو قید وطوق سے ان کو آزاد کر دیا جائے گا۔

مَخْدُوْشٌ وَمَکْدُوْشٌ : مخدوش کا معنی خراش کا آنا اور مکدوش اس میں دوسری روایت میں مکدوس بھی آیا ہے معنی ہر دو کا ایک ہے۔ یعنی باندھ کر اور بیڑیوں میں مقید کر کے اکٹھا کر کے ایک دوسرے پر ڈالا جائے۔ جب مؤمن آگ سے چھوٹ جائیں گے خواہ پل صراط سے آگے گزر کر یا آگ میں گرنے کے بعد عذاب چکھ کر حتی یہاں اسی غایت کو بیان کرنے کے لئے لایا گیا ہے۔ علامہ طیبیؒ کہتے ہیں کہ یہ مکدوش کی غایت بیان کرنے کے لئے لایا گیا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ مکدوش لوگ اس وقت تک دوزخ میں رہیں گے یہاں تک کہ اپنے گناہوں کی مقدار عذاب پا کر چھوٹ جائیں یا کسی کی شفاعت سے چھوٹ جائیں یا اللہ سبحانہ کے فضل سے چھوٹ جائیں۔ ۲ اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ مؤمن ہمیشہ عذاب میں نہیں رہے گا بلکہ اس سے نکالا جائے گا خواہ شفاعت سے ہو۔ اور جو لوگ ابھی تک دوزخ سے نہیں نکلے اس وجہ سے کہ ان کے گناہ بہت زیادہ تھے ان کے متعلق بھی شفیع مبالغہ سے نکالنے کا سوال کریں گے۔

فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ: مؤمن اپنے بھائیوں کے متعلق سوال میں اور کوشش میں نہایت مبالغہ کرے گا جو اس سے کہیں زیادہ ہوگا۔ جیسا تم ظاہر حق اور ثابت شدہ حق کے معاملہ میں دشمن سے مطالبہ اور مؤاخذہ کرتے ہو۔ مؤمن کہے گا اے اللہ! یہ ہمارے ساتھ روزہ رکھتا نماز پڑھتا اور حج کرتا تھا یعنی ہماری راہ پر تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تم جن کو پہچانتے ہو ان کو آگ سے نکال لو۔ پس ان کی صورتوں کو آگ پر حرام کر دیا جائے گا۔ آگ ان کو نہ جلائے گی نہ سیاہ کرے گی تاکہ یہ لوگ ان کی پہچان کر سکیں۔ پس یہ ان کو پہچان کر دوزخ سے نکال دیں گے۔ پس اس طرح بہت سارے لوگوں کو نکالیں گے' پھر اللہ فرمائیں گے جس کے دل میں دینار کے بقدر بھی بھلائی ہے اس کو بھی نکال دو۔ یہاں بھلائی سے ایمان و تصدیق کے علاوہ چیز مراد ہے کیونکہ ایمان خالص تصدیق ہے اس میں کوئی تغیر نہیں پس بھلائی سے مراد یا تو عمل صالح ہے یا ذکر خفی ہے یا عمل قلبی ہے کہ جس کے ذریعے وہ کسی مسکین پر شفقت کرتا تھا یا خوف الٰہی ہے یا نیت صادقہ ہے۔

لَمْ یَعْمَلُوْا خَیْرًا: ایمان سے زائد کوئی نیکی نہ کی ہوگی۔ نووی کہتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو صرف ایمان رکھتے تھے ان کے متعلق شفاعت نہیں کی جائے گی۔

فِیْ رِقَابِھِمُ الْخَوَاتِیْمُ: تاکہ عمل صالح سے بخشے جانے والوں سے ان کا امتیاز ہو۔ کذا قال الشارح۔ مہروں سے مراد سونے یا موتیوں وغیرہ کی چیزیں ہیں جو بطور علامت ان کی گردنوں میں ڈالی جائیں گی۔ کذا قال صاحب التحریر۔ یہ لوگ عتیق الرحمان کہلوائیں گے۔

رائی کے برابر ایمان والے کی نجات

۱۲/۵۴۳۶ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ وَأَهْلُ النَّارِ النَّارَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ إِيْمَانٍ فَأَخْرِجُوْهُ فَيَخْرُجُوْنَ قَدِ امْتُحِشُوْا وَعَادُوْا حُمَمًا فَيُلْقَوْنَ فِيْ نَهْرِ الْحَيٰوةِ فَيَنْبُتُوْنَ كَمَا تَنْبُتُ الْحَبَّةُ فِيْ حَمِيْلِ السَّيْلِ أَلَمْ تَرَوْا أَنَّهَا تَخْرُجُ صَفْرَآءَ مُلْتَوِيَةً۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاري في صحيحه ١١/٤١٦ حديث رقم ٦٥٦٠ ومسلم في صحيحه ١/١٨٢ حديث رقم (٣٠٤-١٨٤)۔

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں چلے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان ہے اس کو جہنم سے نکال لو ان کو نکالا جائے گا حالانکہ وہ جل چکے ہوں گے اور کوئلہ بن چکے ہوں گے پھر ان کو نہر حیات میں ڈالا جائے گا تو اس طرح اگیں گے جس طرح سیلاب کے کوڑا میں دانہ اگتا ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ وہ زرد اور لپٹا ہوا نکلتا ہے۔

تشریح ۞ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ إِيْمَانٍ: آگ سے نکال لو جن کو اللہ تعالیٰ قبضہ سے نکالیں گے وہ مؤمن خیر اور ایمان کے علاوہ عمل سے خالی ہوں گے۔ کافر نہیں کیونکہ اس کے لئے خلود فی النار ہے اگر کسی کو عبارت سے وہم گزرے تو وہ خلاف اجماع ہے۔

سب سے آخر میں دوزخ سے نکلنے والا

۱۳/۵۴۳۷ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّاسَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ نَرٰى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَذَكَرَ مَعْنٰى حَدِيْثِ اَبِیْ سَعِيْدٍ غَيْرَ كَشْفِ السَّاقِ وَقَالَ يُضْرَبُ الصِّرَاطُ بَيْنَ ظَهْرَانَیْ جَهَنَّمَ فَاَكُوْنُ اَوَّلَ مَنْ يَّجُوْزُ مِنَ الرُّسُلِ بِاُمَّتِهٖ وَلَا يَتَكَلَّمُ يَوْمَئِذٍ اِلَّا الرُّسُلُ وَكَلَامُ الرُّسُلِ يَوْمَئِذٍ اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ وَفِیْ جَهَنَّمَ كَلَالِيْبُ مِثْلُ شَوْكِ السَّعْدَانِ لَا يَعْلَمُ قَدْرَ عِظَمِهَا اِلَّا اللّٰهُ تَخْطَفُ النَّاسَ بِاَعْمَالِهِمْ فَمِنْهُمْ مَنْ يُّوْبَقُ بِعَمَلِهٖ وَمِنْهُمْ مَنْ يُّخَرْدَلُ ثُمَّ يَنْجُوْا حَتّٰى اِذَا فَرَغَ اللّٰهُ مِنَ الْقَضَاءِ بَيْنَ عِبَادِهٖ وَاَرَادَ اَنْ يُّخْرِجَ مِنَ النَّارِ مَنْ اَرَادَ اَنْ يُّخْرِجَهٗ مِمَّنْ كَانَ يَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَمَرَ الْمَلٰئِكَةَ اَنْ يُّخْرِجُوْا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَيُخْرِجُوْنَهُمْ وَيَعْرِفُوْنَهُمْ بِاٰثَارِ السُّجُوْدِ وَحَرَّمَ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ اَنْ تَاْكُلَ اَثَرَ السُّجُوْدِ فَكُلُّ ابْنِ اٰدَمَ تَاْكُلُهُ النَّارُ اِلَّا اَثَرَ السُّجُوْدِ فَيَخْرُجُوْنَ مِنَ النَّارِ قَدِ امْتَحَشُوْا فَيُصَبُّ عَلَيْهِمْ مَاءُ الْحَيٰوةِ فَيَنْبُتُوْنَ كَمَا تَنْبُتُ الْحِبَّةُ فِیْ حَمِيْلِ السَّيْلِ وَيَبْقٰى رَجُلٌ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَهُوَ اٰخِرُ اَهْلِ النَّارِ دُخُوْلًا الْجَنَّةَ مُقْبِلٌ بِوَجْهِهٖ قِبَلَ النَّارِ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ اصْرِفْ وَجْهِیْ عَنِ النَّارِ قَدْ قَشَبَنِیْ رِيْحُهَا وَاَحْرَقَنِیْ ذَكَاؤُهَا فَيَقُوْلُ هَلْ عَسَيْتَ اَنْ اَفْعَلَ ذٰلِكَ اَنْ تَسْئَلَ غَيْرَ ذٰلِكَ فَيَقُوْلُ لَا وَعِزَّتِكَ فَيُعْطِی اللّٰهَ مَا شَاءَ اللّٰهُ مِنْ عَهْدٍ وَّمِيْثَاقٍ فَيَصْرِفُ اللّٰهُ وَجْهَهٗ عَنِ النَّارِ فَاِذَا اَقْبَلَ بِهٖ عَلَى الْجَنَّةِ وَرَاٰى بَهْجَتَهَا سَكَتَ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَّسْكُتَ ثُمَّ قَالَ يَا رَبِّ قَدِّمْنِیْ عِنْدَ بَابِ الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اَلَيْسَ قَدْ اَعْطَيْتَ الْعُهُوْدَ وَالْمِيْثَاقَ اَنْ لَّا تَسْئَلَ غَيْرَهٗ فَيَقُوْلُ لَا وَعِزَّتِكَ لَا اَسْئَلُكَ غَيْرَ ذٰلِكَ فَيُعْطِیْ رَبَّهٗ مَا شَاءَ اللّٰهُ مِنْ عَهْدٍ وَّمِيْثَاقٍ فَيُقَدِّمُهٗ اِلٰى بَابِ الْجَنَّةِ فَاِذَا بَلَغَ بَابَهَا فَرَاٰى زَهْرَتَهَا وَمَا فِيْهَا مِنَ النَّضْرَةِ وَالسُّرُوْرِ فَسَكَتَ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَّسْكُتَ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ اَدْخِلْنِی الْجَنَّةَ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ يَا رَبِّ لَا تَجْعَلْنِیْ اَشْقٰى خَلْقِكَ فَلَا يَزَالُ يَدْعُوْ حَتّٰى يَضْحَكَ اللّٰهُ مِنْهُ فَاِذَا ضَحِكَ اَذِنَ لَهٗ فِیْ دُخُوْلِ الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ تَمَنَّ فَيَتَمَنّٰى حَتّٰى اِذَا انْقَطَعَ اُمْنِيَّتُهٗ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى تَمَنَّ مِنْ كَذَا وَكَذَا اَقْبَلَ يُذَكِّرُهٗ رَبُّهٗ حَتّٰى اِذَا انْتَهَتْ بِهِ الْاَمَانِیُّ قَالَ اللّٰهُ لَكَ ذٰلِكَ وَمِثْلُهٗ مَعَهٗ وَفِیْ رِوَايَةِ اَبِیْ سَعِيْدٍ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَكَ ذٰلِكَ وَعَشَرَةُ اَمْثَالِهٖ۔

اخرجه البخاري في صحيحه ١١/٤٤٤ حديث رقم ٦٥٧٣ ومسلم في صحيحه ١/١٦٣ حديث رقم (٢٩٩-١٨٢) وابن ماجه في السنن ٢/١٤٣٠ حديث رقم ٤٢٨٠، واحمد في المسند ٢/٢٩٣۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھیں گے چنانچہ پھر انہوں نے روایت ابوسعید کے ہم معنی روایت نقل کی۔ سوائے تجلی ساق کے۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر

پل صراط کو دوزخ کے دو کناروں پر قائم کر دیا جائے گا تو سب سے پہلا میں شخص ہوں گا جو انبیاء علیہم السلام میں سے اپنی امت کے ساتھ اس کے اوپر سے گزرے گا اور اس دن سوائے انبیاء کے کوئی کلام نہیں کرے گا اور انبیاء علیہم السلام یہ کلام کریں گے۔ اے اللہ بچانا بچانا اور جہنم میں ایسے کانٹے ہوں گے جو سعدان نامی گھاس کے کانٹوں کی طرح ہوں گے جن کی لمبائی کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا وہ لوگوں کو ان کے اعمال کے مطابق اچکیں گے بعض وہ ہیں جو اپنی بدعملی کی وجہ سے ہلاک کر دیے جائیں گے اور کچھ ایسے ہوں گے جو زخمی ہوں گے پھر بچ جائیں گے یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان فیصلے سے فارغ ہو جائیں گے اور جن کو آگ سے نکالنا ہوگا ان کے بارے میں ارادہ فرما چکیں گے آگ سے ان لوگوں کو نکالا جائے گا جو لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دیتے ہوں گے اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیں گے کہ اللہ کی عبادت کرنے والوں کو نکالو وہ ان کو نکالیں گے اور سجدے کی علامات سے ان کو پہچانیں گے اور سجدہ کے نشانات کو جلانا آگ کے لئے ناممکن ہوگا۔ چنانچہ تمام جسم انسانی کو آگ سوائے نشان سجدہ کے کھا جائے گی۔ جب وہ آگ سے نکلیں گے تو جل کر کوئلہ ہو چکے ہوں گے پھر ان پر زندگی بخش پانی (آب حیات) ڈالا جائے گا تو وہ اس طرح اگیں گے جس طرح دانہ سیلاب کے کوڑے پر اگتا ہے اور ایک شخص جنت و دوزخ کے مابین باقی رہے گا اور یہ تمام دوزخیوں میں سب سے آخر میں جنت میں جانے والا ہوگا۔ وہ اپنا منہ آگ کی طرف کرنے والا ہوگا اور عرض کرے گا یارب! میرا منہ آگ سے پھیر دے مجھے اس کی بدبو سے تکلیف پہنچ رہی ہے اور اس کی تیزی مجھے جلا رہی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کیا یہ ممکن ہے کہ اگر میں ایسا کر دوں تو تو اس کے علاوہ اور کچھ نہ مانگے گا وہ کہے گا اے میرے رب! تیری عزت کی قسم! میں اور کچھ نہ مانگوں گا۔ پس وہ اللہ تعالیٰ کو وہ عہد و پیمان دے گا جو اللہ تعالیٰ چاہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اس کا منہ آگ سے پھیر دے گا۔ پھر اسے جنت کے سامنے کر دے گا یہ جنت کی تروتازگی دیکھے گا تو جب تک اللہ تعالیٰ چاہیں گے خاموش رہے گا۔ پھر یہ کہے گا۔ اے میرے رب! مجھے جنت کے دروازے کے پاس پہنچا دے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کیا یہ حقیقت نہیں کہ تو عہد و پیمان دے چکا ہے کہ جو چیز پہلے مانگ چکا اس کے سواء اور کوئی چیز نہ مانگے گا؟ وہ عرض کرے گا یارب! میں تیری مخلوق میں بدنصیب نہ رہوں۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کیا یہ ممکن ہے کہ تجھے تیرا یہ سوال دے دیا جائے تو تو اس کے سوا اور کچھ نہ مانگے گا؟ وہ کہے گا تیری عزت کی قسم! میں اس کے سواء اور کچھ نہ مانگوں گا۔ وہ اللہ تعالیٰ کو اپنے عہد و پیمان دے گا۔ چنانچہ اس کا رب اسے جنت کے دروازے کی طرف بڑھا دے گا پس جونہی وہ اس کے دروازے پر پہنچے گا اور اس کی بہاریں دیکھے گا اور جو اس میں تروتازگی اور سرور ہوگا وہ اتنا عرصہ خاموش رہے گا جتنا اللہ تعالیٰ چاہیں گے پھر وہ کہے گا اے میرے رب! مجھے تو جنت میں داخل فرما تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اے ابن آدم! تم پر سخت افسوس ہے تو کتنا بڑا دھوکا باز ہے۔ کیا تو عہد و پیمان نہیں دے چکا کہ جو تمہیں دیا گیا اس کے علاوہ سوال نہ کرے گا۔ وہ عرض کرے گا اے میرے رب! تو مجھے اپنی مخلوق کا بدبخت ترین انسان مت بنا وہ اللہ تعالیٰ کو مسلسل پکارتا رہے گا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کی اس حرکت پر ضحک فرمائیں گے پس جب اللہ تعالیٰ ضحک فرمائیں گے تو اسے جنت میں داخلہ کی اجازت مرحمت فرمائیں گے اور فرمائیں گے تمنا کر وہ تمنا کرے گا یہاں تک کہ جب اس کی تمنا منقطع ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تو یہ یہ تمنا کر۔ اللہ تعالیٰ اس کو تمنائیں یاد دلاتے جائیں گے یہاں تک کہ جب اس کی تمنائیں ختم ہو جائیں گی تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تمہیں یہ ملے گا اور اور اسی کی مثل اس کے ساتھ اور ملے گا اور ایک روایت ابوسعید میں اس طرح ہے کہ یہ تمہیں دیں گے اور اس کی مثل دس گناہ اور دیں گے۔ (بخاری، مسلم)

مَنْ يُّخَرْدَلُ: پھران کو آگ میں پڑے رہنے سے نجات دی جائے گی پس کافر ہلاک ہو جائے گا اور مؤمن نجات پائے گا اور گناہ گار کا جسم زخموں سے چور چور ہوگا پھر وہ نجات پا جائے گا۔

تشریح ۞ فَيُخْرِجُوْنَهُمْ وَيَعْرِفُوْنَهُمْ بِاٰثَارِ السُّجُوْدِ: نوویؒ لکھتے ہیں کہ اس حدیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ آگ سجدہ والے اعضاء کو نہ کھا سکے گی اور وہ سات اعضاء ہیں۔ ① پیشانی۔ دونوں ہاتھ، دونوں زانو، دونوں قدم بعض نے فقط پیشانی مراد لی ہے مگر پہلا قول راجح ہے پھران کو کوئلہ کی طرح سوختہ کو نکال کر نہر حیات میں ڈالا جائے گا ممکن ہے کہ یہ ڈالنا اشخاص کے لحاظ سے مختلف ہو۔

اَتَجْعَلُنِيْ اَشْقٰى خَلْقِكَ: یعنی مجھے اپنی مخلوق میں سب سے بدبخت نہ بنا کہ میں جنت سے محروم رہ جاؤں ابھی تو جنت سے باہر ہوں۔ اتنا تو ہو جائے جنت کے دروازے پر پہنچوں۔

مما عسيت ان اعطيت۔ ایک سوال: اس شخص کے قسم توڑنے پر عتاب کیوں نہیں؟

الجواب: وہ مجنون کی طرح معذور ہے۔ ② مقام تکلیف نہیں۔ ③ موقعہ مواخذہ نہیں بلکہ وقت رحمت ہے۔ اسی لئے اس دفعہ بھی اپنا عہد و پیمان دے گا اور اس کو جنت کے دروازہ پر پہنچا دیا جائے گا۔ وہ جنت کی تر و تازگی، رونق و بہار دیکھ کر کچھ عرصہ تک خاموش رہے گا پھر جنت کا مطالبہ کر دے گا۔

ما اغدرك: ایک سوال۔ یہ جواب اس سوال کے کس قدر مطابق ہے کہ کیا تو نے عہد نہیں دیے۔

الجواب۔ گویا اس نے اس طرح کہا اے میرے ربّ! میں نے عہد و میثاق توڑ دیئے مگر میں نے تیرے کرم و عفو اور رحمت پر غور کیا اور اس آیت میں غور کیا۔ ولا تيأسوا من روح الله...... پس مجھے اطلاع ہوئی کہ میں کافر نہیں ہوں کہ تیری رحمت سے مایوس ہوں پس میں نے تیرے کرم کی طمع اور وسعت رحمت پر بھروسہ کر کے اسے تجھ سے طلب کیا۔ چنانچہ اس کی اس بات پر خوش ہو کر فرمائیں گے۔ جیسا اگلے جملے میں مذکور ہے۔

فَلَا يَزَالُ يَدْعُوْا سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو کر اس کی تمنائیں پوری کر دیں گے اور اپنی طرف سے اس کی مثل مزید عنایت فرما دیں گے بلکہ روایت ابو سعید اس کے دس گناہ برابر دے دیا جائے گا۔ یہ حدیث ضحک کے نام سے مشہور روایت ہے۔

آخری جنتی

۱۴/۵۴۳۸ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اٰخِرُ مَنْ يَّدْخُلُ الْجَنَّةَ رَجُلٌ فَهُوَ يَمْشِيْ مَرَّةً وَيَكْبُوْ مَرَّةً وَتَسْفَعُهُ النَّارُ مَرَّةً فَاِذَا جَاوَزَهَا الْتَفَتَ اِلَيْهَا فَقَالَ تَبَارَكَ الَّذِيْ نَجَّانِيْ مِنْكَ لَقَدْ اَعْطَانِيَ اللّٰهُ شَيْئًا مَا اَعْطَاهُ اَحَدًا مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ فَتُرْفَعُ لَهٗ شَجَرَةٌ فَيَقُوْلُ اَيْ رَبِّ اَدْنِنِيْ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ فَلِاَسْتَظِلَّ بِظِلِّهَا وَاَشْرَبَ مِنْ مَّائِهَا فَيَقُوْلُ اللّٰهُ يَا ابْنَ اٰدَمَ لَعَلِّيْ اِنْ اَعْطَيْتُكَهَا سَاَلْتَنِيْ غَيْرَهَا فَيَقُوْلُ لَا يَا رَبِّ وَيُعَاهِدُهٗ اَنْ لَّا يَسْاَلَهٗ غَيْرَهَا وَرَبُّهٗ يَعْذِرُهٗ لِاَنَّهٗ يَرٰى مَا لَا

صَبْرَلَهٗ عَلَيْهِ فَيُدْنِيْهِ مِنْهَا فَيَسْتَظِلُّ بِظِلِّهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَآئِهَا ثُمَّ تُرْفَعُ لَهٗ شَجَرَةٌ هِيَ اَحْسَنُ مِنَ الْاُوْلٰى فَيَقُوْلُ اَىْ رَبِّ اَدْنِنِىْ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ لِاَشْرَبَ مِنْ مَآئِهَا وَاَسْتَظِلَّ بِظِلِّهَا لَا اَسْاَلُكَ غَيْرَهَا فَيَقُوْلُ يَا ابْنَ اٰدَمَ اَلَمْ تُعَاهِدْنِىْ اَنْ لَّا تَسْاَلَنِىْ غَيْرَهَا فَيَقُوْلُ لَعَلِّىْ اِنْ اَدْنَيْتُكَ مِنْهَا تَسْاَلُنِىْ غَيْرَهَا فَيُعَاهِدُهٗ اَنْ لَّا يَسْاَلَهٗ غَيْرَهَا وَرَبُّهٗ يَعْذِرُهٗ لِاَنَّهٗ يَرٰى مَا لَا صَبْرَ لَهٗ عَلَيْهِ فَيُدْنِيْهِ مِنْهَا فَيَسْتَظِلُّ بِظِلِّهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَآئِهَا ثُمَّ تُرْفَعُ لَهٗ شَجَرَةٌ عِنْدَ بَابِ الْجَنَّةِ هِيَ اَحْسَنُ مِنَ الْاُوْلَيَيْنِ فَيَقُوْلُ اَىْ رَبِّ اَدْنِنِىْ مِنْ هٰذِهِ فَلِاَسْتَظِلَّ بِظِلِّهَا وَاَشْرَبَ مِنْ مَآءِ هَالَا اَسْاَلُكَ غَيْرَ هَا فَيَقُوْلُ يَا ابْنَ اٰدَمَ اَلَمْ تُعَاهِدْنِىْ اَنْ لَّا تَسْاَلَنِىْ غَيْرَهَا قَالَ بَلٰى يَا رَبِّ هٰذِهٖ لَا اَسْاَلُكَ غَيْرَهَا وَرَبُّهٗ يَعْذِرُهٗ لِاَنَّهٗ يَرٰى مَا لَا صَبْرَلَهٗ عَلَيْهِ فَيُدْنِيْهِ مِنْهَا فَاِذَا اَدْنَاهُ مِنْهَا سَمِعَ اَصْوَاتَ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ اَىْ رَبِّ اَدْخِلْنِيْهَا فَيَقُوْلُ يَا ابْنَ اٰدَمَ مَا يَصْرِيْنِىْ مِنْكَ اَيُرْضِيْكَ اَنْ اُعْطِيَكَ الدُّنْيَا وَمِثْلَهَا قَالَ اَىْ رَبِّ اَتَسْتَهْزِئُ مِنِّىْ وَاَنْتَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ فَضَحِكَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ فَقَالَ اَلَا تَسْاَلُوْنِىْ مِمَّ اَضْحَكُ فَقَالُوْا مِمَّ تَضْحَكُ فَقَالَ هٰكَذَا ضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا مِمَّ تَضْحَكُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مِنْ ضِحْكِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ حِيْنَ قَالَ اَتَسْتَهْزِئُ مِنِّىْ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ فَيَقُوْلُ اِنِّىْ لَا اَسْتَهْزِئُ مِنْكَ وَلٰكِنِّىْ عَلٰى مَا اَشَآءُ قَدِيْرٌ (رواه مسلم وفى رواية له) عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ نَحْوَهٗ اِلَّا اَنَّهٗ لَمْ يَذْكُرْ فَيَقُوْلُ يَابْنَ اٰدَمَ مَا يَصْرِيْنِىْ مِنْكَ اِلٰى اٰخِرِ الْحَدِيْثِ وَزَادَ فِيْهِ وَيُذَكِّرُهُ اللّٰهُ سَلْ كَذَا وَكَذَا حَتّٰى اِذَا انْقَطَعَتْ بِهِ الْاَمَانِىُّ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى هُوَ لَكَ وَعَشَرَةُ اَمْثَالِهٖ قَالَ ثُمَّ يَدْخُلُ بَيْتَهٗ فَتَدْخُلُ عَلَيْهِ زَوْجَتَاهُ مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ فَيَقُوْلَانِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ اَحْيَاكَ لَنَا وَاَحْيَانَا لَكَ قَالَ فَيَقُوْلُ مَا اُعْطِىَ اَحَدٌ مِثْلَ مَآ اُعْطِيْتُ۔

اخرجه مسلم فى صحيحه ١٧٤/١ حديث رقم (٣١٠-١٨٧) والدارمى فى السنن ٤٠٩/٢ حديث رقم ٢٧٧٧ واحمد فى المسند ٤١١/١۔ اخرجه مسلم فى صحيحه ١٧٥/١ حديث رقم (٣١١-١٨٨)۔

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخری شخص جو جنت میں داخل ہوگا وہ شخص ہوگا کہ وہ کبھی چلے اور کبھی گرے گا اور کبھی اسے آگ جھلسا دے گی۔ پھر جب وہ جہنم سے نکل جائے گا تو اس کی طرف دیکھے گا اور کہے گا وہ بڑی مبارک ہستی ہے جس نے مجھے تجھ سے نجات دی۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ چیز دی ہے جو اگلوں پچھلوں میں سے کسی کو نہیں دی۔ پھر اس کے سامنے ایک درخت پیش کیا جائے گا وہ کہے گا اے میرے رب! مجھے اس درخت کے قریب کر دے۔ میں اس کا سایہ لوں گا اور اس کا پانی پیوں گا تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اے ابن آدم! عین ممکن ہے کہ اگر میں تجھے عنایت کر دوں تو تو اس کے علاوہ بھی مانگے گا۔ وہ عرض کرے گا نہیں اے میرے رب! وہ معاہدہ کرے گا کہ اس کے سوا اور نہ مانگے گا اور اس کا رب اسے اس بات میں معذور جانے گا۔ کیونکہ اس نے ایسی چیز دیکھ لی جس پر وہ صبر نہ کر سکا پس اسے اس درخت کے قریب کر دیا جائے گا اور اس کا سایہ لے گا اور وہ اس کا پانی پیئے گا پھر ایک اور درخت اس کے سامنے بلند کیا جائے گا جو پہلے کی نسبت زیادہ حسین ہوگا وہ عرض کرے گا اے میرے رب! مجھے اس درخت کے قریب کر دے تا کہ

میں اس کا پانی استعمال کروں اور اس کا سایہ حاصل کروں میں تجھ سے اس کے علاوہ اور کسی چیز کا سوال نہ کروں گا۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اے آدم کے بیٹے! کیا تو نے مجھ سے وعدہ نہ کیا تھا کہ تو اس کے علاوہ کسی چیز کا سوال نہ کرے گا؟ پھر اللہ فرمائیں گے ممکن ہے کہ میں تجھے اس کے قریب کردوں تو تو مجھ سے اس کے علاوہ مانگے گا تو وہ اللہ تعالیٰ سے وعدہ کرے گا میں اس کے علاوہ نہ مانگوں گا۔ اس کا رب اسے معذور قرار دے گا کیونکہ وہ ایسی شے دیکھے گا جس پر صبر کرنا ممکن نہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ اس کو اس درخت کے قریب کردیں گے وہ اس کا سایہ لے گا اور اس کے چشمے کا پانی پئے گا پھر اس کے سامنے جنت کے دروازے کے پاس ایک درخت بلند کیا جائے گا جو پہلے دونوں درختوں سے زیادہ شاندار ہوگا۔ وہ عرض کرے گا اے میرے رب! مجھے اس درخت کے قریب پہنچادے تاکہ میں اس کا سایہ حاصل کروں اور اس کے چشمے کا پانی پیوں میں اس درخت کے علاوہ اور کوئی چیز تجھ سے نہ مانگوں گا پس اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اے ابن آدم! کیا تم نے مجھ سے معاہدہ نہ کیا تھا کہ تو مجھ سے اس پچھلے درخت کے علاوہ کوئی چیز نہ مانگے گا وہ کہے گا کیوں نہیں اے میرے رب! اب میں اس کے علاوہ کسی اور چیز کا سوال نہیں کروں گا اس کا رب اسے معذور قرار دے گا کیونکہ وہ ایسی چیز دیکھ رہا ہے جس پر صبر ممکن نہیں ہے جب اس کے قریب کردے گا تو وہ اہل جنت کی آوازیں سنے گا تو وہ عرض کرے گا اے میرے رب مجھے تو اس جنت میں داخل کردے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اے ابن آدم کون سے چیز تم سے چھڑوا سکتی ہے کیا تو اس پر راضی ہوجائے گا کہ میں تجھے دنیا اور اس کی مثل دے دوں وہ کہے گا اے میرے رب آپ مجھ سے مذاق کرتے ہیں حالانکہ آپ تو رب العالمین ہیں اس مقام پر پہنچ کر ابن مسعود ہنس دیے اور کہنے لگے تم مجھ سے کیوں نہیں پوچھتے کہ میں کیوں ہنس پڑا۔ شاگردوں نے کہا آپ کیوں ہنسے؟ تو ابن مسعود فرمانے لگے کہ اسی طرح رسول اللہ ہنسے تو صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کس وجہ سے ہنسے؟ تو آپ نے فرمایا رب العلمین کے ہنسنے سے جبکہ وہ بندہ اس طرح کہنے لگا کہ آپ رب العلمین ہو کر مجھ سے مذاق کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میں مذاق نہیں کرتا لیکن میں جو چاہوں اس پر قدرت رکھتا ہوں۔ (مسلم) اور ابوسعید کی روایت میں اسی طرح ہے کہ البتہ انہوں نے یہ تذکرہ نہیں کیا فیقول یابن ادم ما یصرینی منك سے روایت کے آخر تک۔ البتہ اس میں یہ اضافہ موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے یاد دلائیں گے کہ فلاں فلاں چیز مانگو جب اس کی تمنائیں منقطع ہوجائیں گی تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے وہ تجھے دے دیا اور اس کی مثل دس گنا اور دے دیا راوی کہتے ہیں کہ وہ شخص اپنے گھر میں داخل ہوگا تو اس پر اس کی دو بیویاں بڑی آنکھوں والی حوروں میں سے داخل ہوں گی اور کہیں گی کہ اس اللہ کا شکر ہے جس نے تمہیں ہمارے لئے زندہ کیا اور ہمیں تمہارے لئے زندہ رکھا۔ راوی کہتے ہیں اس وقت وہ کہہ اٹھے گا جو عطیہ مجھے دیا گیا اس جیسا عطیہ کسی کو نہیں دیا گیا

تشریح ۞ **فَاِذَا جَاوَزَهَا**: یعنی جب وہ آگ سے گزر جائے گا تو کہے گا۔ وہ اللہ تعالیٰ بڑی بزرگی وشان والا ہے کہ جس نے تجھ سے مجھے نجات دی اور اللہ کی قسم مجھے وہ چیز ملی ہے جو اور کسی کو نہیں ملی یہ قسم خوشی کی بناء پر کھائے گا۔ کیونکہ وہ اپنی نجات کو تمام جہاں والوں سے بڑھ کر کی جانے والی نعمت خیال کرے گا کیونکہ اس نے آگ سے نجات پانے میں اپنا کوئی شریک نہ پایا اور جنت والوں کا آرام اسے معلوم نہیں۔

یَا رَبِّ اَدْنِنِیْ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ: حاصل یہ ہے کہ ہر بار پہلے سے خوبصورت درخت اسے دکھایا جائے گا اور وہ اللہ کی بارگاہ میں اس درخت سے قریب ہونے کا مطالبہ پیش کرے گا اور ہر بار وعدہ کرے گا کہ وہ مزید کا مطالبہ نہ کرے گا مگر اس عہد کو

توڑ ڈالے گا۔ اب وہ بے تابی اور بے صبری سے لپکا کر اس نئے ظاہر ہونے والے درخت کو دیکھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو معذور قرار دیں گے یہاں تک کہ وہ تیسرے درخت تک رسائی حاصل کرلے گا۔

فَیَقُوْلُ یَا ابْنَ اٰدَمَ مَا یَصْرِیْنِیْ مِنْكَ۔۔۔مِنْ ضِحْكِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ: اللہ تعالیٰ کے ہنسنے سے مراد بندے پر کامل طور پر راضی ہونا ہے اور جناب رسول اللہ ﷺ کی ہنسی اس بات پر تعجب و سرور ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے گناہ گار بندے پر کس قدر لطف و کرم اور کمال رحمت کرنے والے ہیں۔ جناب ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ہنسنا وہ آپ ﷺ کی اتباع و پیروی میں بطور اظہار خوشی کے ہے۔

فَیَقُوْلُ اِنِّیْ لَا اَسْتَهْزِئُ مِنْكَ: میں تجھ سے مذاق نہیں کرتا بلکہ میں قدرت والا ہو جیسا چاہتا ہوں کر گزرتا ہوں۔

اَلْحُوْرِ: حوراء سفید چہرے والی عورت۔ الْعِیْنِ: جمع عیناء بڑی آنکھ والی عورت

کردہ گناہوں پر آگ کی لپٹیں

۱۵/۵۴۳۹ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَیُصِیْبَنَّ اَقْوَامًا سَفْعٌ مِنَ النَّارِ بِذُنُوْبٍ اَصَابُوْهَا عُقُوْبَةً ثُمَّ یُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهٖ فَیُقَالُ لَهُمُ الْجَهَنَّمِیُّوْنَ۔ (رواہ البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۴۱۶/۱۱ حدیث رقم ۶۵۵۹ واخرجه ابن ماجه فی السنن ۱۴۴۳/۲ حدیث رقم ۴۳۱۵ واحمد فی المسند ۱۳۳/۳۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کچھ لوگوں کو ان کے کردہ گناہوں کی وجہ سے بطور سزا کے آگ کی لپٹیں پہنچیں گے پھر اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل و رحمت سے جنت میں داخل فرمائیں گے ان لوگوں کو جہنّمیّون کہا جائے گا۔ (بخاری)

تشریح ۞ فَیُقَالُ لَهُمُ الْجَهَنَّمِیُّوْنَ اس لئے کہ وہ پہلے دوزخ میں داخل ہوئے اور یہ نام ان کی تحقیر کے لئے نہیں بلکہ تازہ نعمت یاد دلانے کیلئے نام رکھا جائے گا تا کہ نعمت کا زیادہ سے زیادہ شکر یہ ادا کریں اور خوش حال اور مسرور و شاداں ہوں۔

شفاعتِ محمدی سے داخلہ والے

۱۶/۵۴۴۰ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَخْرُجُ اَقْوَامٌ مِنَ النَّارِ بِشَفَاعَةِ مُحَمَّدٍ فَیَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَیُسَمَّوْنَ الْجَهَنَّمِیِّیْنَ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ وَفِیْ رِوَایَةٍ یَخْرُجُ قَوْمٌ مِنْ اُمَّتِیْ مِنَ النَّارِ بِشَفَاعَتِیْ یُسَمَّوْنَ الْجَهَنَّمِیِّیْنَ۔

اخرجه البخاری فی صحیحه ۴۱۸/۱۱ حدیث رقم ۶۵۶۶ والترمذی ۶۱۶/۴ حدیث رقم ۲۶۰۰ وابن ماجه فی السنن ۱۴۴۳/۲ حدیث رقم ۴۳۱۵۔

ترجمہ: حضرت عمران ابن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کچھ لوگ آگ سے حضرت محمد ﷺ کی شفاعت سے نکالیں جائیں گے اور جنت میں داخل کئے جائیں گے اور ان کو جہنّمیّین کے لقب سے پکارا

جائے گا اور دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ میری امت کا ایک گروہ وہ میری شفاعت سے نکالا جائے گا اور ان کا نام جَهَنَّمِيِّيْن رکھا جائے گا۔ (بخاری)

تشریح ۞ یہ لوگ جہنم سے آپ کی شفاعت سے نکالے جائیں گے کچھ وقت کے لئے ان کا نام جَهَنَّمِيِّيْن ہوگا۔

آگ سے گھسٹتا ہوا نکلنے والا

۵۵۴۱/۱۷ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ لَاَعْلَمُ اٰخِرَ اَهْلِ النَّارِ خُرُوْجًا مِنْهَا وَاٰخِرَ اَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُوْلًا رَجُلٌ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ حَبْوًا فَيَقُوْلُ اللّٰهُ اِذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ فَيَاْتِيْهَا فَيُخَيَّلُ اِلَيْهِ اَنَّهَا مَلْاٰى فَيَقُوْلُ يَارَبِّ وَجَدْتُّهَا مَلْاٰى فَيَقُوْلُ اللّٰهُ اذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ فَاِنَّ لَكَ مِثْلَ الدُّنْيَا وَعَشَرَةَ اَمْثَالِهَا فَيَقُوْلُ اَتَسْخَرُ مِنِّيْ اَوْتَضْحَكُ مِنِّيْ وَاَنْتَ الْمَلِكُ فَلَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحِكَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ وَكَانَ يُقَالُ ذٰلِكَ اَدْنٰى اَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاري في صحيحه ١١/٤١٨حديث رقم ٦٥٧١ومسلم في صحيحه ١/١٧٣حديث رقم (٣٠٨-١٩٦) واخرجه الترمذي في السنن ٤/٦١٤حديث رقم ٤/٦١٤حديث رقم ٢٥٩٥۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اس شخص کو جانتا ہوں جو سب سے آخر میں دوزخ سے نکلے گا اور سب سے آخر میں جنت میں داخل ہوگا وہ ایک ایسا آدمی ہوگا جو آگ سے گھسٹتا ہوا نکلے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے جاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ وہ وہاں پہنچ کر خیال کرے گا کہ جنت تو بھر چکی ہے چنانچہ عرض کرے گا اے میرے رب! میں نے تو جنت کو بھرا ہوا پایا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے جاؤ اور جنت میں داخل ہو جاؤ تیرے لئے دنیا اور اس سے دس گناہ زیادہ بڑی جنت ہے تو وہ کہے گا اے میرے رب! آپ مجھ سے تمسخر کرتے ہیں اور مذاق کرتے ہیں؟ حالانکہ آپ شہنشاہ ہیں راوی کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مقام پر اس قدر ہنستے دیکھا کہ یہاں تک کہ آپ کی داڑھیں ظاہر ہو گئیں اور یہ کہا جاتا ہے کہ یہ آدمی جنت والوں میں سب سے کم درجے والا ہے۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ حَبْوًا: بچے کا سرین پر چلنا مگر یہاں مراد پیٹ اور ہاتھوں پر چلنا ہے۔

كَانَ يُقَالُ: دنیا میں کہا جاتا تھا یعنی صحابہ کرام ان کو کہتے تھے یہ عمران راوی کا کلام ہے یا کسی اور راوی کا کلام ہے۔

مَنْزِلَةً: مرتبہ وعزت، سرائے میں اترنے کی جگہ

گناہ کے بدلے نیکی کا فضل

۵۵۴۲/۱۸ وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ لَاَعْلَمُ اٰخِرَ اَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُوْلًا الْجَنَّةَ وَاٰخِرَ اَهْلِ النَّارِ خُرُوْجًا مِنْهَا رَجُلًا يُؤْتٰى بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُقَالُ اَعْرِضُوْا عَلَيْهِ صِغَارَ

ذُنُوْبِهٖ وَارْفَعُوْا عَنْهُ كِبَارَهَا فَتُعْرَضُ عَلَيْهِ صِغَارُ ذُنُوْبِهٖ فَيُقَالُ عَمِلْتَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا كَذَا وَكَذَا وَعَمِلْتَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا كَذَا وَكَذَا فَيَقُوْلُ نَعَمْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّنْكِرَ وَهُوَ مُشْفِقٌ مِّنْ كِبَارِ ذُنُوْبِهٖ اَنْ تُعْرَضَ عَلَيْهِ فَيُقَالُ لَهٗ فَاِنَّ لَكَ مَكَانَ كُلِّ سَيِّئَةٍ حَسَنَةً فَيَقُوْلُ رَبِّ قَدْ عَمِلْتُ اَشْيَاءَ لَا اَرَاهَا هٰهُنَا وَلَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحِكَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۱/۱۷۷ حدیث رقم (۳۱۴-۱۹۰) والترمذی ۴/۶۱۴ حدیث رقم ۲۵۹۶۔

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں جنت والوں میں سب سے آخری جنتی اور دوزخیوں میں وہاں سے آخر سے نکلنے والے شخص کو پہچانتا ہوں۔ جسے قیامت کے دن لایا جائے گا اور یہ کہا جائے گا اس شخص کے سامنے اس کے چھوٹے گناہوں کو پیش کیا جائے اور اس کے بڑے گناہوں کو ابھی اس پر ظاہر نہ کیا جائے چنانچہ اس کے سامنے اس کے چھوٹے چھوٹے گناہوں کو پیش کیا جائے گا اور اس طرح کہا جائے گا تو نے فلاں فلاں دن میں یہ یہ گناہ کیے اور تو نے فلاں فلاں دن میں اس طرح اس طرح گناہ کیے۔ وہ کہے گا ہاں اور ان کا انکار نہیں کر سکے گا اور وہ اس بات سے ڈر رہا ہوگا کہ کہیں اس کے بڑے گناہ نہ پیش ہو جائیں اور یہ اعلان کر دیا جائے گا کہ تیرے ہر گناہ کے بدلے ایک نیکی دی جائے گی تو وہ کہنے لگے گا اے میرے رب! میں نے تو بڑے بڑے گناہ کیے ہیں جو میں یہاں نہیں دیکھ رہا۔ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اس قدر ہنسے کہ یہاں تک کہ آپ کی داڑھیں ظاہر ہو گئیں۔ (مسلم)

تشریح: فَاِنَّ لَكَ مَكَانَ كُلِّ سَيِّئَةٍ : زیادہ واضح بات یہ ہے کہ اس کے لئے یہ تبدیلی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کی بناء پر کی جائے گی۔ لطیفہ: ایک وقت خوف کا تھا جب چھوٹے گناہ کے ظاہر ہونے پر خائف تھا اور جب اس کا بدلہ ملنے لگا تو خود بڑے بڑے گناہوں کو ظاہر کرنے لگا۔

نکلنے والے چار دوزخی

۵۳۴۳/۱۹ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ اَرْبَعَةٌ فَيُعْرَضُوْنَ عَلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُؤْمَرُ بِهِمْ اِلَى النَّارِ فَيَلْتَفِتُ اَحَدُهُمْ فَيَقُوْلُ اَيْ رَبِّ لَقَدْ كُنْتُ اَرْجُوْ اِذَا اَخْرَجْتَنِيْ مِنْهَا اَنْ لَّا تُعِيْدَنِيْ فِيْهَا قَالَ فَيُنْجِيْهِ اللّٰهُ مِنْهَا۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۱/۱۸۰ حدیث رقم (۱۹۲/۳۲۱) واحمد فی المسند ۳/۲۸۵۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب سے آخر میں جن کو دوزخ سے نکالا جائے گا ان میں چار آدمی ایسے ہوں گے کہ جن کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کر کے پھر ان کو آگ کی طرف جانے کا حکم دے دیا جائے گا تو ان میں سے ایک مڑ مڑ کر پیچھے دیکھے گا اور یوں کہے گا اے میرے رب! میں تو اس بات کا امیدوار تھا کہ جب تو نے مجھے جہنم سے نکال دیا تو تو مجھے دوبارہ جہنم کی طرف نہ لوٹائے گا تو راوی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو آگ سے نجات عطا فرما دیں گے۔ (مسلم)

تشریح ۞ اَرْجُوْ اِذَا خَرَجْتَنِیْ مِنْھَا: یہ جہنم سے نکالنا اور پھر دوبارہ بھیجنا اور یہ نجات اظہار امتحان و منت کے لئے ہو گی۔ ایک کا تذکرہ کر کے بقیہ کو چھوڑ دیا تا کہ اسی پر دوسروں کو قیاس کر لیا جائے کہ وہ بھی نجات پانے والے ہوں گے چار کا تذکرہ بطور تمثیل ہے باقی مراد تو جماعت ہے واللہ اعلم۔

پل صراط پر زیادتیوں کا بدلہ

۲۰/۵۴۴۴ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخْلَصُ الْمُؤْمِنُوْنَ مِنَ النَّارِ فَيُحْبَسُوْنَ عَلٰى قَنْطَرَةٍ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ فَيُقْتَصُّ لِبَعْضِهِمْ مِنْ بَعْضٍ مَظَالِمُ كَانَتْ بَيْنَهُمْ فِي الدُّنْيَا حَتّٰى اِذَا هُذِّبُوْا وَنُقُّوْا اُذِنَ لَهُمْ فِيْ دُخُوْلِ الْجَنَّةِ فَوَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَاَحَدُهُمْ اَهْدٰى بِمَنْزِلِهٖ فِي الْجَنَّةِ مِنْهُ بِمَنْزِلِهٖ كَانَ لَهٗ فِي الدُّنْيَا۔ (رواہ البخاری)

اخرجه البخاري في صحيحه ۳۹۵/۱۱ حديث رقم ٦٥٣٥ واحمد في المسند ۱۳/۳۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مؤمن آگ سے چھوٹ جائیں گے تو جنت اور دوزخ کے درمیان پل پر انہیں روک لیا جائے گا اور ایک دوسرے کی زیادتیوں کا بدلہ دلوایا جائے گا جو کہ دنیا میں رہتے ہوئے ان سے سرزد ہوئیں یہاں تک کہ جب وہ اس سے پاک صاف ہو جائیں گے تو ان کو جنت کے داخلہ کی اجازت مل جائے گی۔ مجھے اس ذات کی قسم ہے کہ میں محمد کی جان ہے ان میں سے ہر شخص اپنے جنت کے مکان کی طرف اس سے زیادہ راستہ پانے والا ہے کہ وہ اپنے دنیا کے مکان کی طرف راستہ پانے والا تھا۔ (بخاری)

تشریح ۞ حَتّٰى اِذَا هُذِّبُوْا وَنُقُّوْا: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان والوں کو دوزخ میں اس لئے ڈالا جائے گا تا کہ وہ صاف ستھرے ہو کر اپنے ہمیشگی کے مقام جنت کے قابل ہو جائیں۔ علماء راسخین نے فرمایا کہ مسلمان کے بعض گناہ مصائب امراض اور بعض شدت سکرات موت سے اور دوسرے عذاب قبر سے صاف کئے جاتے ہیں جب کہ کچھ دوزخ کی آگ کے سواء صاف نہ کر سکیں گے اس لئے ان کو جہنم میں ڈال کر میل کچیل صاف کی جائے گی۔

فَوَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ: اس میں نورانیت قلب اور ہدایت کی طرف اشارہ ہے جو سزا پانے اور صفائی ہونے کے بعد میسر آیا کہ جس کی وجہ سے جنت کے مقام کی طرف خود راستہ پالے گا۔ ۞ دنیا میں جس طرح توفیق الٰہی اور ایمان اور اعمال صالحہ سے اس نے قرب الٰہی کو پالیا تو اسی طرح جنت کی طرف بھی آخرت میں خود راہ پالے گا۔

جنت و دوزخ والا ٹھکانہ

۲۱/۵۴۴۵ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ اَحَدٌ الْجَنَّةَ اِلَّا اُرِيَ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ لَوْ اَسَاءَ لِيَزْدَادَ شُكْرًا وَلَا يَدْخُلُ النَّارَ اِلَّا اُرِيَ مَقْعَدَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ لَوْ اَحْسَنَ لِيَكُوْنَ عَلَيْهِ حَسْرَةً۔ (رواہ البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۱/۴۱۸ حدیث رقم ۶۵۶۹ واحمد فی المسند ۲/۵۴۱۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص بھی جنت میں داخل ہوگا تو اس کو اس کا آگ والا ٹھکانہ دکھایا جائے گا کہ اگر وہ گناہ کرتا (تو وہ اسے ملتا) تاکہ اس کے شکریہ میں اضافہ ہو اور جو شخص آگ میں جائے گا تو اسے اس کا جنتی ٹھکانہ دکھایا جائے گا کہ اگر وہ نیکی کرتا تو (تو وہ اسے پالیتا) تاکہ اس کی حسرت میں اضافہ ہو۔ (بخاری)

تشریح: اُرِیَ مَقْعَدَہٗ : جنتی کو نعمت کی زیادہ قدر اور لذت نعمت میں اضافہ کے لئے اس کا دوزخ والا ٹھکانہ دکھایا جائے گا کہ اگر وہ اعمال بد کرتا تو دوزخ کے اس مقام میں ہوتا اسی طرح دوزخی کی حسرت میں اضافہ کرنے کے لئے اس کا جنتی مقام اسے دکھایا جائے گا کہ اگر وہ نیک عمل کرتا تو یہ ٹھکانہ ملتا۔

موت پر ذبح کا حادثہ

۲۲/۵۳۳۶ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَارَ اَهْلُ الْجَنَّةِ اِلَى الْجَنَّةِ وَاَهْلُ النَّارِ اِلَى النَّارِ جِيْءَ بِالْمَوْتِ حَتّٰى يُجْعَلَ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ ثُمَّ يُذْبَحُ ثُمَّ يُنَادِيْ مُنَادٍ يَا اَهْلَ الْجَنَّةِ لَا مَوْتَ وَيَا اَهْلَ النَّارِ لَا مَوْتَ فَيَزْدَادُ اَهْلُ الْجَنَّةِ فَرَحًا اِلٰى فَرَحِهِمْ وَيَزْدَادُ اَهْلُ النَّارِ اِلٰى حُزْنِهِمْ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۱/۴۱۵ حدیث رقم ۶۵۴۸ ومسلم فی صحیحه ۴/۲۱۸۹ حدیث رقم (۴۳-۲۸۵۰) والترمذی فی السنن ۴/۵۹۶ حدیث رقم ۲۵۵۷ وابن ماجه فی السنن ۲/۱۴۴۷ حدیث رقم ۴۳۲۷ واحمد فی المسند ۲/۱۱۸۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو جائیں گے تو موت کو جنت و دوزخ کے درمیان لا کھڑا کیا جائے گا پھر اسے ذبح کیا جائے گا پھر اللہ کا ایک منادی ندا دے گا اے جنت والو! اب موت نہیں اے آگ والو! اب موت نہیں تو اس سے جنت والوں کی خوشی میں اضافہ ہو جائے گا اور دوزخیوں کے پہلے غم کے ساتھ اور غم میں اضافہ ہو جائے گا۔ (بخاری، مسلم)

تشریح: اس روایت سے معلوم ہوتا ہے اہل جنت کو یہ خوشخبری سن کر خوشی در خوشی ہوگی اور اہل جہنم پر ہمیشہ کے لئے مایوسی طاری ہو جائے گی کہ اب تو موت کو موت آگئی اب موت نہیں کہ گھبرا کر جس کی تمنا کرتے تھے

الفصل الثانی:

حوض پر سب سے اوّل پہنچنے والا فقر مہاجر

۲۳/۵۳۳۷ وَعَنْ ثَوْبَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَوْضِيْ مِنْ عَدَنٍ اِلٰى عُمَّانَ الْبَلْقَاءِ مَاءُهٗ

اَشَدَّ بَیَاضًا مِنَ اللَّبَنِ وَاَحْلٰی مِنَ الْعَسَلِ وَاَکْوَابُہٗ عَدَدُ نُجُوْمِ السَّمَآءِ مَنْ شَرِبَ مِنْہُ شَرْبَۃً لَّمْ یَظْمَأْ بَعْدَھَا اَبَدًا اَوَّلُ النَّاسِ وُرُوْدًا فُقَرَآءُ الْمُھَاجِرِیْنَ الشُّعْثُ رُؤُسًا الدُّنْسُ ثِیَابًا اَلَّذِیْنَ لَا یَنْکِحُوْنَ الْمُتَنَعِّمَاتِ وَلَا یُفْتَحُ لَھُمُ السُّدَدُ۔ (رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ وقال الترمذی ھذا حدیث غریب)

اخرجہ الترمذی فی السنن ۴/۵۴۳ حدیث رقم ۲۴۴۴ وابن ماجہ فی السنن ۲/۱۴۳۸ حدیث رقم ۴۳۰۳ واحمد فی المسند ۵/۲۷۵۔

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے حوض کی لمبائی عدن سے عمان بلقاء تک ہے۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ہے اور اس کے کوزے آسمان کے ستاروں کے برابر ہیں جو شخص ایک گھونٹ پیئے گا وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ میرے حوض پر سب سے پہلے پہنچنے والا وہ مہاجرین فقراء ہوں گے جن کے بال پراگندہ اور کپڑے میلے کچیلے، وہ لوگ جو مالدار عورتوں سے نکاح نہ کر سکیں اور ان کے لئے دروازے نہ کھولے جائیں۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ) ترمذی نے اسے غریب کہا ہے

تشریح ۞ وَلَا یُفْتَحُ لَھُمُ السُّدَدُ: یعنی بالفرض اگر وہ کسی دنیادار کی دروازہ پر کھڑے ہوں تو ان کے لئے داخلہ کی اجازت نہ ہوگی یہ در حقیقت عدم ضیافت وغیرہ سے کنایہ ہے۔

الشُّعْثُ: پراگندہ بال۔ **الدُّنْسُ**: میل کچیل۔ **عَدَنٍ**: یہ یمن کا ایک شہر ہے۔ **عُمَّان**: یہ یمن و شام دونوں کے شہر کا نام ہے۔ **بلقآء**: یہ شام کا شہر ہے پس عمان سے شام کا عمان مراد ہے

حوضِ کوثر پر آنے والوں کی کثرت

۲۴/۵۴۲۸ وَعَنْ زَیْدِ ابْنِ اَرْقَمَ قَالَ کُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَنَزَلْنَا مَنْزِلاً فَقَالَ مَا اَنْتُمْ جُزْءٌ مِّنْ مِّائَۃِ اَلْفِ جُزْءٍ مِّمَّنْ یَّرِدُ عَلَیَّ الْحَوْضَ قِیْلَ کَمْ کُنْتُمْ یَوْمَئِذٍ قَالَ سَبْعُ مِائَۃٍ اَوْ ثَمَانَ مِائَۃٍ۔ (رواہ ابوداود)

اخرجہ ابو داوٗد فی السنن ۵/۱۱۰ حدیث رقم ۴۷۴۶ واحمد فی المسند ۴/۳۶۹۔

ترجمہ: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک منزل پر اترے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم میرے حوض پر آنے والے لوگوں کا لاکھواں حصہ بھی نہیں۔ حضرت زید سے دریافت کیا گیا تم اس دن کتنے تھے تو انہوں نے جواب دیا سات سو یا آٹھ سو۔ (ابوداود)

تشریح ۞ مِّائَۃِ اَلْفِ: یہ تحدید کے لئے نہیں بلکہ کثرت کو بیان کرنے کے لئے ہے۔ ۞ روایت کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام امت حوض پر وارد ہوگی البتہ ورود میں اعمال کے اعتبار سے فرق ہوگا۔ واللہ اعلم

ہر پیغمبر کا ایک حوض ہے

۲۵/۵۴۲۹ وَعَنْ سَمُرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِکُلِّ نَبِیٍّ حَوْضًا وَاِنَّھُمْ

لَیَتَبَاھَوْنَ اَیُّھُمْ اَکْثَرُ وَارِدَۃً وَاِنِّیْ لَاَرْجُوْ اَنْ اَکُوْنَ اَکْثَرَھُمْ وَارِدَۃً۔ (رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث غریب)

اخرجه الترمذی فی السنن ٤/٥٤٢ حدیث رقم ٢٤٤٣۔

ترجمہ: حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر پیغمبر کا ایک حوض ہے اور وہ اس پر فخر کریں گے کہ ان میں سے کس کے حوض پر آنے والوں کی کثرت ہے اور مجھے امید ہے کہ میرے پاس آنے والوں کی تعداد سب سے زیادہ ہوگی۔ (ترمذی نے غریب کہا ہے)

تشریح: اِنِّیْ لَاَرْجُوْ اَنْ اَکُوْنَ اَکْثَرَھُمْ وَارِدَۃً: مطلب یہ ہے کہ میری امت دیگر انبیاء علیہم السلام کی امتوں سے تعداد میں زیادہ ہوگی جن کو حوض پر آنے کا موقعہ ملے گا۔ ارجو کا لفظ بطور تواضع استعمال ہوا ورنہ تو یقینی بات ہے کہ ایسا ہوگا۔ ② اس سے ثابت ہوا کہ ہر نبی کا قیامت کے دن ایک حوض ہوگا اسلئے حوض کی تاویل علم یا ہدایت سے کرنے کی چنداں حاجت نہیں ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے لئے شفاعت کا وعدہ

۲۶/۵۳۵۰ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ سَاَلْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یَّشْفَعَ لِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ فَقَالَ اَنَا فَاعِلٌ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَیْنَ اَطْلُبُکَ قَالَ اُطْلُبْنِیْ اَوَّلَ مَا تَطْلُبُنِیْ عَلَی الصِّرَاطِ قُلْتُ فَاِنْ لَّمْ اَلْقَکَ عَلَی الصِّرَاطِ قَالَ فَاطْلُبْنِیْ عِنْدَ الْمِیْزَانِ قُلْتُ فَاِنْ لَّمْ اَلْقَکَ عِنْدَ الْمِیْزَانِ قَالَ فَاطْلُبْنِیْ عِنْدَ الْحَوْضِ فَاِنِّیْ لَا اُخْطِیُٔ ھٰذِہِ الثَّلٰثَ الْمَوَاطِنَ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ۔

اخرجه الترمذی فی السنن ٤/٥٣٧ حدیث رقم واحمد فی المسند ٣/١٧٨۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! میرے لئے قیامت کے دن شفاعت فرما دیں؟ تو آپ نے فرمایا میں تمہاری شفاعت کروں گا تو میں نے عرض کیا میں آپ کو کہاں تلاش کروں۔ آپ نے فرمایا پہلے مجھے پل صراط پر تلاش کرو۔ میں نے عرض کیا اگر میں وہاں نہ پاؤں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر مجھے میزان کے قریب تلاش کر لینا۔ میں نے عرض کیا اگر میں آپ کو وہاں نہ پاؤں تو فرمایا پھر مجھے حوض کے پاس تلاش کرو۔ پس میں ان تین مقامات سے ادھر ادھر نہ ہونگا۔ (ترمذی نے غریب کہا ہے)۔

تشریح: اَیْنَ اَطْلُبُکَ: اس حدیث اور روایت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میں باہم تضاد نظر آتا ہے۔ مطابقت کی کیا صورت ہوگی۔ اس روایت کا حاصل یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے دریافت کیا کہ قیامت کے دن کیا آپ اپنے اہل وعیال کو یاد رکھیں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان تین مقامات پر کوئی کسی کو یاد نہ رکھے گا بلکہ ہر کسی کو اپنی پڑی ہوگی اور یہاں حضرت انس رضی اللہ کو تلاش کا حکم دیا۔

تطبیق کی صورت:

شارحین نے فرمایا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ ہیں۔ ان کو یہ جواب اس لئے دیا تا کہ کہیں شفاعت پر بھروسہ کر کے عمل کو ترک نہ کر بیٹھیں جیسا کہ آپ نے اپنے تمام اہل بیت و قرابت کو فرمایا کہ میں تمہارے لئے کسی چیز کا اختیار نہیں

رکھنا۔ خود عمل کرو اور بھروسہ کر کے مت بیٹھو اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے شفاعت کا وعدہ کیا یہ خادم خاص تھے تاکہ مایوسی کا شکار نہ ہوں درحقیقت قیامت کی سختی کا بیان ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شفاعت کا درجہ حاصل ہے گویا ہر جواب میں مخاطب کی حالت کو پیش نظر رکھا ہے۔ ﴿۴﴾ یہ مشکل ترین مقامات ہیں اس لئے ان میں ایک دوسرے کی طرف انتقال شفاعت امت کی غرض سے ہوگا۔

مقامِ محمود کیا ہے

۵۴۵۱/۲۷ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قِيْلَ لَهُ مَا الْمَقَامُ الْمَحْمُوْدُ قَالَ ذٰلِكَ يَوْمٌ يَنْزِلُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى كُرْسِيِّهٖ فَيَئِطُّ كَمَا يَئِطُّ الرَّحْلُ الْجَدِيْدُ مِنْ تَضَايُقِهٖ وَهُوَ كَسَعَةِ مَا بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ يُجَاءُ بِكُمْ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا فَيَكُوْنُ اَوَّلَ مَنْ يُّكْسٰى اِبْرَاهِيْمُ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى اكْسُوْا خَلِيْلِيْ فَيُؤْتٰى بِرَيْطَتَيْنِ بَيْضَاوَيْنِ مِنْ رِيَاطِ الْجَنَّةِ ثُمَّ اُكْسٰى عَلٰى اَثَرِهٖ ثُمَّ اَقُوْمُ عَنْ يَمِيْنِ اللّٰهِ مَقَامًا يَغْبِطُنِي الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ۔ (رواه الدارمی)

اخرجه الدارمی فی السنن ۴۱۹/۲ حدیث رقم ۲۸۰۰۔

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ مقام محمود کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ وہ دن ہے جس دن اللہ تعالیٰ اپنی کرسی پر نزول اجلال فرمائیں گے تو وہ اس طرح چرچرائی گی جس طرح نیا کجاوہ تنگی کی وجہ سے چرچراتا ہے حالانکہ اس کی وسعت آسمان وزمین کے درمیان (خلاء) کے برابر ہے اور تمہیں ننگے بدن ننگے پاؤں بے ختنہ لایا جائے گا اور سب سے پہلے جن کو لباس پہنایا جائے گا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہوں گے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میرے خلیل کو پہناؤ تو دو سفید حلے ان کو پہنائے جائیں گے پھر ان کے بعد مجھے پہنایا جائے گا پھر میں اللہ تعالیٰ کے دائیں جانب اس طرح کھڑا ہوں گا مجھ پر اگلے پچھلے رشک کریں گے۔

تشریح ۞ كَسَعَةِ مَا بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ: ایک اور روایت میں ہے کہ سات آسمان اور سات زمین کی نسبت اس کرسی کے ساتھ اس طرح ہے جیسا کہ جنگل میں ایک چھلا ہو اور عرش کی فضیلت و بڑائی کرسی پر اس طرح ہے جس طرح جنگل کو حلقہ کے مقابلے میں حاصل ہے۔ ﴿۲﴾ یہاں سے یہ بات واضح ہوگئی کہ آسمان وزمین کے درمیان کی وسعت کا تذکرہ جو روایات میں وارد ہے وہ جب عرف میں کرسی کے مقابلہ میں بطور تمثیل ہے تحدید و تعیین مقصود نہیں ہے جس طرح کہ وسعت جنت کے سلسلہ میں وارد ہوا ہے کہ اس کی چوڑائی آسمان وزمین کے برابر ہے۔ اس سے مقصود اس کی فراخی بیان کر کے اس وہم کا ازالہ ہے کہ آسمان کے متعلق کجاوہ کے چرچر کرنے کی تشبیہ سے پیدا ہوا۔ یہ روایت متشابہات کی قسم ہے۔ اس کا خلاصہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کو بیان کرتا ہے مفردات سے جو معنی ماخوذ ہوتا ہے وہ ملحوظ نہیں ہے۔ کرسی کا لفظ بادشاہ کی کرسی سے ماخوذ ہے جس پر بیٹھ کر وہ حکم جاری کرتا ہے۔ ﴿۳﴾ عالم کی کرسی سے ماخوذ ہے جس پر وہ علوم معارف کے افادہ اور افاضہ کے لئے بیٹھتا ہے۔

اَثَرِ: پیچھے اور بعد کا معنی ہے۔

اَوَّلَ مَنْ يُّكْسٰى: سید ابراہیم علیہ السلام کو حلہ پہنائے جانے کا سبب باب الحشر کی فصل اول میں گزرا اور یہ بھی معلوم ہو چکا

ہے کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حضور ﷺ پر فضیلت کے باعث نہیں بلکہ ان کی یہ تقدیم بھی آپ کے جد امجد ہونے کی وجہ سے ہے۔

شارحین کا ایک قول:

کہ آپ ﷺ قبر سے لباس پہنے اٹھیں گے یہ بات دارمی کی اس روایت کے خلاف ہے کیونکہ اس میں مذکور ہے کہ پھر مجھے حلہ پہنایا جائے گا۔ مگر اس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اگرچہ آپ لباس میں ملبوس ہوں گے مگر حضرات انبیاء علیہم السلام کے ساتھ آپ کو دوبارہ لباس پہنایا جائے گا۔ (۲) باقی ابراہیم علیہ السلام کو پہلے لباس پہنانا فضیلت جزوی ہے فضیلت کلی کا بیان آئندہ روایت میں آرہا ہے۔

ثُمَّ اَقُوْمُ عَنْ يَمِيْنِ اللّٰهِ اس سے دلالت ملتی ہے کہ آپ ﷺ کو تمام انبیاء علیہم السلام پر کلی فضیلت حاصل ہے یہی وہ مقام ہے کہ جس کو مقام محمود کہا جاتا ہے اور یہ اعزاز فقط آپ ہی کو حاصل ہے۔

پل صراط پر مؤمن کا شعار

۲۶/۵۷۵۲ وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شِعَارُ الْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلَى الصِّرَاطِ رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ۔ (رواه الترمذي وقال هذا حديث غريب)

اخرجه الترمذي في السنن ۴: ۵۳۶ حديث رقم ۲۴۳۲۔

ترجمہ: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے ایمان والوں کا پل صراط پر شعار رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ ہوگا۔ یعنی اے میرے رب سلامت رکھ سلامت رکھ۔ (ترمذی نے اسے غریب کہا ہے)

تشریح: ۞ شِعَارُ الْمُؤْمِنِيْنَ جنگ وسفر کے مواقع کی پہچان کے لئے مقرر کی جانے والی علامت اور ہر امت اپنے انبیاء علیہم السلام کی اقتداء میں یہ کلمہ کہے گی اور زیادہ ظاہر بات یہ ہے کہ یہ کلمہ کامل مؤمنین یعنی علماء عاملین اور شہداء صالحین کہ جن کو شفاعت کا مرتبہ حاصل ہے اپنے انبیاء علیہم السلام کی اتباع و پیروی میں یہ کلمہ کہیں گے۔ ابن مردویہ سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مرفوع روایت نقل کی ہے کہ ایمان والوں کا شعار اس وقت جب کہ ان کو قبور سے اٹھایا جائے گا یہ ہوگا: **لا اله الا الله وعلى الله فليتوكل المؤمنون** "ہوگا اور شیرازی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ ایمان والوں کا شعار قیامت کے دن قیامت کے اندھیروں میں اس طرح ہوگا لا اله الا انت۔

میری شفاعت اُمت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لئے

۲۹/۵۷۵۳ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ شَفَاعَتِيْ لِاَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِيْ۔

(رواه الترمذي وابوداؤد ورواه ابن ماجة عن جابر)

اخرجه ابو داؤد في السنن ۵/ ۱۰۶ حديث رقم ۴۷۳۹ والترمذي في السنن ۴/ ۵۳۹ حديث رقم ۲۴۳۵ واحمد في المسند ۳/ ۲۱۳۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لئے ہوگی۔ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، عن جابر)

تشریح ۞ شَفَاعَتِیْ لِاَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِیْ : میری شفاعت کبائر کی معافی کے سلسلہ میں میری امت کے ساتھ خاص ہے دیگر امتوں کے لئے نہیں۔ علامہ طیبی کہتے ہیں اس سے مراد وہ شفاعت ہے جو عذاب سے چھٹکارے کے لئے ہو۔ البتہ بلندی درجات اور عظمت میں اضافہ والی شفاعت تو اولیاء، اتقیاء و صلحاء کے لئے بھی ثابت ہے، اہل سنت کے ہاں شفاعت: ﴿يَوْمَئِذٍ لَّا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَٰنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا﴾ (طه: ۱۰۹) اس دن شفاعت کسی کو فائدہ نہ دے گی سوائے اس کے جس کے لئے رحمان نے اجازت دی ہو اور اس کی بات کو پسند کیا ہو۔ اس سلسلہ میں اس قدر احادیث وارد ہوئی ہیں کہ جو حد تواتر کو پہنچنے والی ہیں۔ اہل سنت اور سلف صالحین شفاعت کی حقانیت کے قائل ہیں۔ بعض معتزلہ اور خوارج نے اس کا انکار کیا ہے۔

اقسام شفاعت:

①: ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے اور وہ شفاعت کبریٰ والی شفاعت جو موقف محشر کے خوفناک قیام سے نجات دیگی۔ ②: امت کی ایک جماعت کے متعلق شفاعت کریں گے کہ ان کو بلاحساب جنت میں داخل کیا جائے۔ ③ جو لوگ دوزخ کے حقدار بن چکے ہوں گے تو آپ ان میں سے ان کے حق میں شفاعت کریں گے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ چاہیں گے۔ ④ جو گناہ گار دوزخ میں داخل ہوں گے ان کے متعلق شفاعت ہوگی اور شفاعت سے ان کو جہنم سے نکالا جائے گا ان لوگوں کے لئے آپ کی شفاعت ملائکہ کی شفاعت، مسلمان بھائیوں اور رشتہ داروں کی شفاعت سے ان کو جنت میں داخل کیا جائے گا۔ پھر فقط لا الہ الا اللہ کہنے والے کو دوزخ سے نکالا جائے گا۔ ⑤ جنت کے درجات میں ترقی کے لئے شفاعت ہوگی۔

مشرک کے لئے شفاعت نہیں

۳۰/۵۴۵۴ وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَانِیْ اٰتٍ مِّنْ عِنْدِ رَبِّیْ فَخَیَّرَنِیْ بَیْنَ اَنْ یُّدْخِلَ نِصْفَ اُمَّتِیْ الْجَنَّةَ وَبَیْنَ الشَّفَاعَةِ فَاخْتَرْتُ الشَّفَاعَةَ وَهِیَ لِمَنْ مَاتَ لَا یُشْرِكُ بِاللّٰهِ۔ (رواه الترمذی وابن ماجة)

اخرجه الترمذی فی السنن ٥٤١/٤ حدیث رقم ٢٤٤١ وابن ماجه ١٤٤١/٢ حدیث رقم ٤٣١١ واحمد فی المسند ٢٣/٦۔

ترجمہ: حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے رب کی طرف سے آنے والا میرے پاس آیا اور مجھے اختیار دیا گیا ہے کہ آیا میں اپنی نصف امت کو جنت میں داخل کرلوں یا شفاعت کروں تو میں نے شفاعت کو اختیار کیا اور وہ شفاعت اس امتی کے لئے ہے جس کی موت شرک پر نہ آئی ہو۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

تشریح ۞ ①: مشرک کے لئے شفاعت نہیں ہے۔ ②: اللہ تعالیٰ نے نصف امت کے جنت میں داخل کرانے

شفاعت میں اختیار دیا تو آپ ﷺ نے شفاعت کو اختیار فرمایا جو اپنی امت کے اہل کبائر کے لئے ہوگی۔

ایک اُمتی کی شفاعت کا حال

۳۱/۵۴۵۵ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِی الْجَدْعَاءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَةِ رَجُلٍ مِّنْ اُمَّتِیْ اَكْثَرَ مِنْ بَنِیْ تَمِيْمٍ۔ (رواه الترمذی والدارمی وابن ماجة)

اخرجه الترمذی فی السنن ۵۴۰/۴ حدیث رقم ۲۴۳۸ وابن ماجه فی السنن ۱۴۴۳/۲ حدیث رقم ۴۳۱۶ والدارمی ۴۲۳/۲ حدیث رقم ۲۸۰۸ واحمد فی المسند ۴۶۹/۳۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن ابی الجدعاء ؓ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ میری امت کے ایک آدمی کی شفاعت سے قبیلہ بنوتمیم کی تعداد سے بڑھ کر لوگ جنت میں جائیں گے۔ (ترمذی، دارمی، ابن ماجہ)

تشریح ۞ بَنِیْ تَمِيْمٍ : یہ عرب کا بڑا قبیلہ تھا جن کے افراد کی تعداد دوسرے قبائل کے مقابلہ میں بہت زیادہ تھی۔ جب ایک آدمی کی شفاعت سے اتنے آدمی جنت میں جائیں گے تو امت کے کتنے ہی لوگ ہوں گے جو شفاعت کریں گے۔

عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِی الْجَدْعَاءِ: ان کو صحابہ کرام میں شمار کیا گیا ہے ان سے کل دو روایتیں منقول ہیں ایک یہ روایت اور دوسری کنت نبیًا و آدم بین الروح والجسد .....

ایک جماعت وفرد کی شفاعت والے

۳۲/۵۴۵۶ وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنَّ مِنْ اُمَّتِیْ مَنْ يَّشْفَعُ لِلْفِئَامِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّشْفَعُ لِلْقَبِيْلَةِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّشْفَعُ لِلْعَصَبَةِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّشْفَعُ لِلرَّجُلِ حَتّٰی يَدْخُلُوا الْجَنَّةَ۔ (رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۵۴۱/۴ حدیث رقم ۲۴۴۰ واحمد فی المسند ۲۰/۳۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید ؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت میں سے بعض وہ ہیں جو ایک جماعت کی شفاعت کریں گے اور بعض وہ ہیں جو ایک قبیلہ کی شفاعت کریں گے اور بعض ایک کنبہ کی شفاعت کریں گے اور بعض صرف ایک آدمی کی شفاعت کریں گے یہاں تک کہ یہ لوگ جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ (ترمذی)

تشریح ۞ فِئَام: یہ معنی کے لحاظ سے فئۃ کی جمع ہے لفظوں سے اس کا واحد نہیں ہے۔ اس کا معنی ایک باپ کی اولاد، کثیر جماعت۔ عَصَبَة: دس سے چالیس تک جماعت وافراد پر بولا جاتا ہے

اللہ تعالیٰ اپنی مٹھی سے جنت میں داخل فرمائیں گے

۳۳/۵۴۵۷ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ وَعَدَنِیْ اَنْ يُّدْخِلَ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِیْ اَرْبَعَ مِائَةِ اَلْفٍ بِلَا حِسَابٍ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ زِدْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَهٰكَذَا فَحَثَا بِكَفَّيْهِ وَجَمَعَهُمَا فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ زِدْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَهٰكَذَا فَقَالَ عُمَرُ دَعْنَا يَا اَبَا بَكْرٍ فَقَالَ

اَبُوْبَکْرٍ وَمَا عَلَیْکَ اَنْ یُّدْخِلَنَا اللّٰہُ کُلَّنَا الْجَنَّۃَ فَقَالَ عُمَرُ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ اِنْ شَاءَ اَنْ یُّدْخِلَ خَلْقَہُ الْجَنَّۃَ بِکَفٍّ وَّاحِدٍ فَعَلَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَدَقَ عُمَرُ۔ (رواہ فی شرح السنۃ)

اخرجہ البغوی فی شرح السنۃ ۱۵/۶۳ حدیث رقم ۴۳۳۵ و احمد فی المسند ۳/۱۶۵۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ میری امت میں سے چار لاکھ کو بلا حساب جنت میں داخل فرمائیں گے تو جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ ہماری تعداد میں اضافہ فرمائیں پھر آپ نے دونوں ہاتھ ملا کر ان کا چلو بھرا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! اور اضافہ فرمائیں اور آپ نے پھر چلو بنا کر کہا اور اس طرح تو اس پر حضرت عمر کہنے لگے اے ابوبکر! ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دیں تو حضرت ابوبکر کہنے لگے اے عمر تمہارا اس میں کیا نقصان ہے کہ ہم سب کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل فرما دے۔ تو حضرت عمر کہنے لگے اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو وہ ایک مٹھی میں تمام خلقت کو جنت میں داخل فرما دے تو وہ ایسا کرنے کی قدرت رکھتا ہے تو جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا عمر نے سچ کہا۔ (شرح السنۃ)

تشریح ۞ **اَرْبَعَ مِائَۃِ اَلْفٍ:** پہلے روایت گزری ہے کہ اس میں ستر ہزار کا عدد مذکور ہے اور ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے اور دونوں ہاتھ کی تین لپیں ہوں گی۔

حَثَا: دونوں ہاتھ ملا کر ایک مرتبہ ڈالنا جیسا کہ کسی کو کوئی چیز دیتے ہوئے دونوں ہاتھ جمع کرتے ہیں۔ درحقیقت یہ فعل باری تعالیٰ کی حکایت ہے۔ چنانچہ شارحین نے اسی وجہ سے کہا ہے کہ دونوں ہاتھوں سے دینا بلا حساب کثرت سے دینے کی علامت ہے پس یہ کثرت سے دینے کا کنایہ ہوا۔ ورنہ اللہ تعالیٰ ہتھیلی ولپ سب سے پاک ہیں۔

فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ زِدْنَا: شارحین لکھتے ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا قول فقر و مسکنت اور نیازمندی کو ظاہر کرتا ہے۔

فَقَالَ عُمَرُ دَعْنَا: کلام عمر میں بشارت اور رضا و تسلیم ہے۔ آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اسی وجہ سے تصدیق فرمائی اور آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جواب نہ دیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تصدیق کر دی تو اس وجہ سے ہے بشارت کا عمل اور توجہ کو بہت بڑا دخل ہے اور کلام فاروقی میں عظیم تر بشارت ہے حاصل دونوں کا ایک ہی ہے۔

ایک گھونٹ پانی پر شفاعت

۵۳۵۸/۳۲ وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَفُّ اَھْلُ النَّارِ فَیَمُرُّبِھِمُ الرَّجُلُ مِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ فَیَقُوْلُ الرَّجُلُ مِنْھُمْ یَا فُلَانُ اَمَا تَعْرِفُنِیْ اَنَا الَّذِیْ سَقَیْتُکَ شَرْبَۃً وَقَالَ بَعْضُھُمْ اَنَا الَّذِیْ وَھَبْتُ لَکَ وَضُوْءً فَیَشْفَعُ لَہٗ فَیُدْخِلُہُ الْجَنَّۃَ۔ (رواہ ابن ماجہ)

اخرجہ ابن ماجہ فی السنن ۲/۱۲۱۵ حدیث رقم ۳۶۸۵

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دوزخ والے صف بستہ ہوں گے تو اہل جنت کا ایک شخص ان کے پاس سے گزرے گا تو ان میں سے ایک دوزخی کہے گا کیا تو مجھے پہچانتا نہیں میں وہی ہوں جس نے تجھے ایک گھونٹ پانی پلایا تھا۔ ایک دوزخی کہے گا میں وہ ہوں جس نے وضو کا پانی دیا تھا تو یہ جنتی ان کی شفاعت کرے گا

اوران کو جنت میں داخل کروا دے گا۔ (ابن ماجہ)

تشریح ۞ اَنَا الَّذِیْ سَقَیْتُکَ: ① تو گویا پانی کا ایک گھونٹ اور وضو کا پانی مہیا کرنا وغیرہ ایسے اعمال جن کو معمولی خیال کیا جاتا ہے وہ شفاعت کا باعث بنیں گے۔ ② اس سے معلوم ہوا کہ اگر نیک لوگوں کی خدمت دنیا میں کی جائے گی تو گناہ گاروں کو آخرت میں اس کا نتیجہ ملے گا اوران کی شفاعت ان کے دخولِ جنت کا باعث بنے گی۔

مظہر کا قول:

اس میں نیک لوگوں سے حسن سلوک کی رغبت دلائی گئی ہے اوران کی دوستی ومحبت پر لوگوں کو قائل کیا ان کی صحبت دنیا میں زینت اور آخرت میں نور ہے۔

دو دوزخیوں کا شور وشغب

۳۵/۵۲۵۹ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ رَجُلَیْنِ مِمَّنْ دَخَلَ النَّارَ اشْتَدَّ صِیَاحُهُمَا فَقَالَ الرَّبُّ تَعَالٰی اَخْرِجُوْ هُمَا فَقَالَ لَهُمَا لِاَیِّ شَیْءٍ اِشْتَدَّ صِیَاحُکُمَا قَالَ فَعَلْنَا ذٰلِکَ لِتَرْحَمَنَا قَالَ فَاِنَّ رَحْمَتِیْ لَکُمَا اَنْ تَنْطَلِقَا فَتُلْقِیَا اَنْفُسَکُمَا حَیْثُ کُنْتُمَا مِنَ النَّارِ فَیُلْقِیْ اَحَدُهُمَا نَفْسَهٗ فَیَجْعَلُهَا اللّٰهُ عَلَیْهِ بَرْدًا وَسَلَامًا وَیَقُوْمُ الْاٰخَرُ فَلَا یُلْقِیْ نَفْسَهٗ فَیَقُوْلُ لَهُ الرَّبُّ تَعَالٰی مَا مَنَعَکَ اَنْ تُلْقِیَ نَفْسَکَ کَمَا اَلْقٰی صَاحِبُکَ فَیَقُوْلُ رَبِّ اِنِّیْ لَاَرْجُوْاَنْ لَا تُعِیْدَنِیْ فِیْهَا بَعْدَ مَا اَخْرَجْتَنِیْ مِنْهَا فَیَقُوْلُ لَهُ الرَّبُّ لَکَ رَجَآؤُکَ فَیُدْخَلَانِ جَمِیْعًا الْجَنَّةَ بِرَحْمَةِ اللّٰهِ۔ (رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ٤/٦١٥ حدیث رقم ٢٥٩٩۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو لوگ دوزخ میں جا چکے ہوں گے ان میں سے دو کا شور وشغب بہت زیادہ ہوگا تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے ان دونوں کو نکالو! پھران سے فرمائیں گے کہ کس بناء پر تمہارا شور زیادہ ہے؟ وہ عرض کریں گے کہ ہم نے یہ اس لئے کیا کہ تو ہم پر رحم کرے گا اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم پر میری رحمت یہی ہے تم اپنے آپ کو اسی جگہ ڈال دو جہاں تم تھے۔ چنانچہ ان میں سے ایک تو اپنے کو آگ میں ڈال دے گا تو اللہ تعالیٰ اس پر آگ کو ٹھنڈی اور سلامتی والی کر دے گا اور دوسرا کھڑا رہے گا اور اپنے کو جہنم میں نہ ڈالے گا۔ اس سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا تجھے اپنے آپ کو گرانے سے کونسی چیز مانع بنی جیسا کہ تیرے ساتھی نے اپنے آپ کو آگ میں گرا دیا۔ وہ کہے گا میں تو امید کرتا ہوں کہ تو مجھے وہاں سے نکالنے کے بعد نہ لوٹائے گا تو اسے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تجھے تیری امید دے دی۔ پھر دونوں کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے جنت میں داخل کر دیں گے۔ (ترمذی)

تشریح ۞ فَاِنَّ رَحْمَتِیْ لَکُمَا اَنْ تَنْطَلِقَا: ایک اشکال۔ آگ میں پڑنے کو کس طرح رحمت کہا۔

جواب: یہ سبب کو مسبب پر محمول کرنے کی قسم سے ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حکم برداری میں کوتاہی کی تھی اس لئے ان کی فرمانبرداری کو جانچا جائے گا کہ وہ اپنے آپ کو اس آگ میں ڈالیں۔ اس سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ رحمت الٰہی کا

دارومدار اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری پر ہے۔

یَجْعَلُهَا اللّٰهُ عَلَیْهِ بَرْدًا : اللہ تعالیٰ اس پر آگ کو اسی طرح ٹھنڈا کردیں گے جیسا ابراہیم علیہ السلام کے لئے کردیا گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو تکلیف میں تسلی و رضا کا راستہ اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ اس مصیبت کو اس پر آسان کردیتے ہیں تاکہ اس کا دکھ اسے نہ پہنچے۔

لَكَ وَجَانُكَ : اس میں اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ بندہ کی امید اللہ تعالیٰ کے کرم وعطا میں مؤثر ہے اگرچہ عاجزی کی وجہ سے طاعت میں کمی و کمزوری ہو جائے۔

پل صراط پر گزر اعمال کے مطابق ہوگا

۵۴۶۰/۳۶ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرِدُ النَّاسُ النَّارَ ثُمَّ يَصْدُرُوْنَ مِنْهَا بِاَعْمَالِهِمْ فَاَوَّلُهُمْ كَلَمْحِ الْبَرْقِ ثُمَّ كَالرِّيْحِ ثُمَّ كَحُضْرِ الْفَرَسِ ثُمَّ كَالرَّاكِبِ فِيْ رَحْلِهٖ ثُمَّ كَشَدِّ الرَّجُلِ ثُمَّ كَمَشْيِهٖ۔ (رواه الترمذی والدارمی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۲۹۷/۵ حدیث رقم ۳۱۵۹ والدارمی فی السنن ۴۲۴/۲ حدیث رقم ۲۸۱ واحمد فی المسند ۴۳۳/۱۔

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ آگ پر حاضر ہوں گے پھر وہاں سے گزریں گے اور یہ گزرنا اعمال کے مطابق ہوگا تو ان میں سے پہلے لوگ بجلی کی کوند کی طرح۔ پھر ہوا کی طرح۔ پھر گھوڑے کی رفتار کی طرح' پھر اونٹ کے کجاوے پر سوار کی طرح' پھر مرد کے دوڑنے کی طرح۔ (دارمی، ترمذی)

تشریح ۞ یَرِدُ النَّاس: پل صراط سے گزرنے کے لئے جو کہ دوزخ پر بچھایا جائے گا اور وہاں سے لوگ اعمال کے مطابق نجات پائیں گے۔

حُضر: دوڑنا۔ احضار گھوڑے کا دوڑانا۔ رَحْلِهٖ گھوڑے کا پالان۔ یہاں مراد سوار ہے نہ کجاوے کا سوار۔ شَدِّ: مرد کا دوڑنا۔

الفصل الثالث:

حوضِ کوثر کے آبخورے ستاروں کی مانند

۵۴۶۱/۳۷ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَمَامَكُمْ حَوْضًا مَابَيْنَ جَنْبَيْهِ كَمَا بَيْنَ جَرْبَاءَ وَاَذْرُحَ قَالَ بَعْضُ الرُّوَاةِ هُمَا قَرْيَتَانِ بِالشَّامِ بَيْنَهُمَا مَسِيْرَةُ ثَلٰثِ لَيَالٍ وَفِيْ رِوَايَةٍ فِيْهِ اَبَارِيْقُ كَنُجُوْمِ السَّمَاءِ مَنْ وَرَدَهٗ فَشَرِبَ مِنْهُ لَمْ يَظْمَأْ بَعْدَهَا اَبَدًا۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۴۶۳/۱۱ حدیث رقم ۶۵۷۷، واخرجه مسلم فی صحیحه ۱۷۹۷/۴ حدیث رقم ۲۲۹۹/۳۴ وابن ماجه فی السنن ۱۴۳۸/۲ حدیث رقم ۴۳۰۳۰ واحمد فی المسند ۲۱۰/۲۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے آگے میرا حوض ہے اور اس کے دونوں کناروں کے مابین جرباء اوراذرح کے مطابق فاصلہ ہے۔ بعض رواۃ نے کہا ہے یہ دونوں شام کی بستیاں ہیں جن کے درمیان تین دن کی مسافت ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ اس کے آبخورے آسمان کے تاروں کے برابر ہیں جس نے اس پر وارد ہو کر اس سے پیا تو پھر کبھی اسے پیاس نہ لگے گی۔ (بخاری، مسلم)

صاحب قاموس کی تحقیق:

روایت میں کسی راوی نے اپنے وہم سے یہ بات لکھی ہے کہ جرباء اور اذرح کے مابین تین دن کی مسافت ہے درست بات وہ ہے جو دارقطنی نے لکھی ہے مابین ناحیتی حوضی کما بین المدینۃ وجرباء واذرح۔ کہ میرے حوض کے دونوں کناروں کا فاصلہ اتنا ہے جتنا مدینہ منورہ اور جرباء واذرح کے مابین ہے کیونکہ جرباء واذرح شام کی دو بستیاں ہیں جو ایک دوسرے کے بالمقابل واقع ہیں۔

جنت کو کھلوانے والے

۵۳۶۴/۳۸ وَعَنْ حُذَيْفَةَ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالاَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى النَّاسَ فَيَقُوْمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى تُزْلَفَ لَهُمُ الْجَنَّةُ فَيَاْتُوْنَ اٰدَمَ فَيَقُوْلُوْنَ يَا اَبَانَا اسْتَفْتِحْ لَنَا الْجَنَّةَ فَيَقُوْلُ وَهَلْ اَخْرَجَكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ اِلاَّ خَطِيْئَةُ اَبِيْكُمْ لَسْتُ بِصَاحِبِ ذٰلِكَ اِذْهَبُوْا اِلٰى اِبْنِيْ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلِ اللّٰهِ قَالَ فَيَقُوْلُ اِبْرَاهِيْمُ لَسْتُ بِصَاحِبِ ذٰلِكَ اِنَّمَا كُنْتُ خَلِيْلاً مِنْ وَّرَآءَ وَرَاءَ اِعْمَدُوْا اِلٰى مُوْسٰى الَّذِيْ كَلَّمَهُ اللّٰهُ تَكْلِيْمًا فَيَاْتُوْنَ مُوْسٰى فَيَقُوْلُ لَسْتُ بِصَاحِبِ ذٰلِكَ اِذْهَبُوْا اِلٰى عِيْسٰى كَلِمَةِ اللّٰهِ وَرُوْحِهٖ فَيَقُوْلُ عِيْسٰى لَسْتُ بِصَاحِبِ ذٰلِكَ فَيَاْتُوْنَ مُحَمَّدًا فَيَقُوْمُ فَيُؤْذَنُ لَهٗ وَتُرْسَلُ الْاَمَانَةُ وَالرَّحْمُ فَتَقُوْمَانِ جَنْبَتَيِ الصِّرَاطِ يَمِيْنًا وَّشِمَالاً فَيَمُرُّ اَوَّلُكُمْ كَالْبَرْقِ قَالَ قُلْتُ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ اَيُّ شَيْءٍ كَمَرِّ الْبَرْقِ قَالَ اَلَمْ تَرَوْا اِلَى الْبَرْقِ كَيْفَ يَمُرُّ وَيَرْجِعُ فِيْ طَرْفِ عَيْنٍ ثُمَّ كَمَرِّ الرِّيْحِ ثُمَّ كَمَرِّ الطَّيْرِ وَشَدِّ الرِّجَالِ تَجْرِيْ بِهِمْ اَعْمَالُهُمْ وَنَبِيُّكُمْ قَائِمٌ عَلَى الصِّرَاطِ يَقُوْلُ رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ حَتّٰى تَعْجِزَ اَعْمَالُ الْعِبَادِ حَتّٰى يَجِيْءَ الرَّجُلُ فَلاَ يَسْتَطِيْعُ السَّيْرَ اِلاَّ زَحْفًا قَالَ وَفِيْ حَافَتَيِ الصِّرَاطِ كَلاَلِيْبُ مُعَلَّقَةٌ مَامُوْرَةٌ تَاْخُذُ مَنْ اُمِرَتْ بِهٖ فَمَخْدُوْشٌ نَاجٍ وَمَكْدُوْسٌ فِي النَّارِ وَالَّذِيْ نَفْسُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ بِيَدِهٖ اِنَّ قَعْرَ جَهَنَّمَ لَسَبْعِيْنَ خَرِيْفًا۔ (رواہ مسلم)

اخرجه البخاري في صحيحه ۱۱/۴۱۷ حديث رقم ۶۵۶۵ ومسلم في صحيحه ۱/۱۸۶ حديث رقم (۳۲۹-۱۹۵) وابن ماجه في السنن ۲/۱۴۴۲ حديث رقم (۴۳۱۲)

ترجمہ: حضرت حذیفہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کو جمع

فرمائے گا مسلمان کھڑے ہوں گے تو جنت ان کے قریب کر دی جائے گی پس وہ حضرت آدم علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کریں گے۔ اے والد گرامی! ہمارے لیے جنت کھلوائیں وہ فرمائیں گے تمہیں جنت سے تمہارے باپ کی لغزش نے ہی نکلوایا ہے۔ میں اس لائق نہیں ہوں تم میرے بیٹے ابراہیم خلیل اللہ کی بارگاہ میں جاؤ۔ (لوگ جائیں گے) وہ فرمائیں گے میں اس لائق نہیں ہوں کیونکہ میں تو اس سے علاوہ میں اللہ تعالیٰ کا دوست ہوں۔ تو موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ' جن کو شرف ہم کلامی ملا۔ وہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے تو وہ کہیں گے میں اس کام والا نہیں۔ تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ جو اللہ تعالیٰ کا کلمہ اور روح ہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے میں اس کام کے لائق نہیں ہوں۔ تب سب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھیں گے تو آپ کو اجازت دی جائے گی اور امانت اور رحم بھیجے جائیں گے وہ پل صراط کے دونوں جانب کھڑے ہو جائیں گے۔ دائیں بائیں جنت والوں کی پہلی جماعت بجلی کی طرح گزرے گی۔ راوی فرماتے ہیں میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان! بجلی کے گزرنے کی طرح گزرنا کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا کیا تم بجلی کو نہیں دیکھتے کہ وہ پلک جھپک میں کس طرح گزرتی اور جاتی ہے پھر ہوا کے گزرنے کی طرح پھر پرندے کی طرح اور پھر تیز رفتار مردوں کی دوڑ کی طرح ان کو ان کے اعمال ان کو لے جائیں گے اور تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پل صراط پر کھڑے فرماتے ہوں گے رب سلم سلم۔ اے اللہ! سلامتی سلامتی عنایت ہو۔ یہاں تک کہ بندوں کے اعمال عاجز رہ جائیں گے یہاں تک کہ ایک شخص ایسا آئے گا جو چلنے سے عاجز ہوگا بس گھسیٹے گا۔ پل صراط کے دونوں کناروں پر آنکڑے (کنڈے) لٹکے ہوئے ہوں گے جو تابع حکم ہیں جس کو پکڑنے کا حکم دیا جائے گا وہ اسے پکڑ لیں گے تو بعض دوزخی ہو کر بھی نجات پا جائیں گے بعض آگ میں ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے ہوں گے۔ اس کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں ابوہریرہ کی جان ہے کہ دوزخ کی گہرائی ستر سال کی ہے۔ (مسلم)

تشریح ۞ **تُزْلَفُ لَهُمُ الْجَنَّةُ**: جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَإِذَا الْجَنَّةُ أُزْلِفَتْ۔ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا أَحْضَرَتْ...... جب جنت کو قریب کر دیا جائے گا تو ہر نفس جان لے گا کہ وہ کیا لایا ہے۔

فَيَقُولُ إِبْرَاهِيمُ لَسْتُ بِصَاحِبِ: میں اس کام والا نہیں۔

صاحب تحریر کا قول:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ قول بطور تواضع ہے' مطلب یہ ہے کہ مجھے جو عظمتیں ملیں وہ جبرئیل علیہ السلام کی وساطت سے ملیں مگر موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ ان کو یہ بلا واسطہ کلام کا مرتبہ ملا۔

وَّرَآءَ: یہ لفظ دو مرتبہ آیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی سماع کلام الٰہی بلا واسطہ حاصل ہے اور اس کے ساتھ رویت بھی حاصل ہے گویا اس طرح فرمایا کہ میں موسیٰ علیہ السلام کے پیچھے ہوں اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ہیں۔

فَيَأْتُونَ مُحَمَّدًا: یعنی تم ان کے ہاں جاؤ وہ نہایت قرب کا مقام رکھتے ہیں اور اپنے مرتبہ کے لحاظ سے تمام انبیاء و رسل علیہم السلام میں ممتاز ہیں۔ یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا اسم گرامی ذکر فرمایا اس طرح نہیں فرمایا کہ پھر وہ میرے پاس آئیں گے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا لفظ شفاعت کبریٰ پر کھڑے ہونے کی طرف مشیر ہے۔

كَمَرِّ الْبَرْقِ: ظاہر کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد انبیاء علیہم السلام ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس امت کے اولیاء رحمہم اللہ ہوں۔

الْاَمَانَۃُ وَالرَّحْمُ: وہ دونوں اپنا حق طلب کریں گے اور اپنے متعلق انصاف چاہیں گے۔

زَحْفًا: گھسٹنا وہ شخص جس کے ہاتھ پاؤں آپس میں جمع ہوں بعض روایات میں کلاوس بھی آتا ہے جس کا معنی ہے: "گرا پڑا"۔

ثعاریر جنت

۳۹/۵۴۶۳ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْرُجُ مِنَ النَّارِ قَوْمٌ بِالشَّفَاعَۃِ کَاَنَّھُمُ الثَّعَارِیْرُ قُلْنَا مَا الثَّعَارِیْرُ قَالَ اِنَّہُ الضَّغَابِیْسُ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاري في صحيحه ١١/٤١٦ حديث رقم ٦٥٥٨ واحمد في المسند ٣/٣٧٦۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک قوم شفاعت کے ذریعہ سے دوزخ سے اس طرح نکل جائے گی جیسا کہ وہ ثعاریر ہوں ہم نے عرض کیا وہ ثعاریر کیا چیز ہے۔ آپ نے فرمایا وہ ضغابیس یعنی کھیرے ککڑیاں ہیں۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ الثَّعَارِیْرُ: ثعورۃ کی جمع جس کا معنی متوسط جسم والا اونٹ۔ یہاں جلدی بڑھنے کو ضغابیس سے تشبیہ دی ہے وہ جل کر کوئلہ ہو چکے ہوں گے مگر نہر حیات میں پڑنے کے بعد ان کے جسم پر نہایت تازگی آجائے گی۔

شفاعت والی تین جماعتیں

۴۰/۵۴۶۴ وَعَنْ عُثْمَانَ ابْنِ عَفَّانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَشْفَعُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ثَلٰثَۃٌ الْاَنْبِیَآءُ ثُمَّ الْعُلَمَآءُ ثُمَّ الشُّھَدَآءُ۔ (رواہ ابن ماجۃ)

اخرجه ابن ماجه في السنن ٢/١٤٤٣ حديث رقم ٤٣١٣۔

ترجمہ: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن تین جماعتیں شفاعت کریں گی ① انبیاء علیہم السلام ② علماء ③ شہداء۔ (ابن ماجہ)

تشریح ۞ ثُمَّ الْعُلَمَآءُ ثُمَّ الشُّھَدَآءُ: ثم کا لفظ دلالت کرتا ہے کہ علماء عاملین شہداء سے افضل ہیں اس پر روایت بھی دلالت کرتی ہے جس میں اس طرح مذکور ہے۔ يوزن يوم القيامة مداد العلماء و دم الشهداء فترجح مداد العلماء علی دم الشهداء۔

وجہ تخصیص:

ان تینوں کا شفیع ہونا یہاں بتلایا گیا ہے کیونکہ ان کو دوسروں پر فضیلت و عظمت حاصل ہے اگرچہ شفیع تو ان کے علاوہ بھی ہوں گے خواہ شفاعت گناہ کی بخشش کے لئے ہو یا بلندی درجات کے لئے ہو۔ شفاعت کا انکار خوارج اور بعض معتزلہ نے کیا ہے جو کہ بلادلیل ہے۔

بَابُ صِفَةِ الْجَنَّةِ وَاَهْلِهَا

جنت اور اہل جنت کے حالات کا بیان

لغت میں جنت کا معنی ڈھانپنا جیم ،نون ،ت کی ترکیب میں پوشیدگی کا معنی پایا جاتا ہے مثلاً جن ،جنون ،جنہ پھر اس باغ کو کہا جانے لگا جس کے درختوں کا سایہ نیچے والی زمین کو چھپالے۔ پھر نقل ہو کر مسلمانوں کے ثواب کا ٹھکانہ جنت کہلایا۔ صاحب صراح نے اس کا معنی باغ و بہشت لکھا ہے۔

الفصل الاوّل:

جنت کی نعمتیں آنکھوں کی ٹھنڈک

۱/۵۳۶۵ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَعْدَدْتُ لِعِبَادِىَ الصَّالِحِيْنَ مَالاَ عَيْنٌ رَاَتْ وَلَآ اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ وَاقْرَؤُآ اِنْ شِئْتُمْ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِىَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۱۸/٦ حدیث رقم ۳۲٤٤ ومسلم فی صحیحه ۲۱۷٤/٤ حدیث رقم (۲-۲۸۲٤) والترمذی فی السنن ۳۳۳/٥ حدیث رقم ۳۱۹۷، وابن ماجه فی سننه ۱٤٤٧/۲ حدیث رقم ٤۳۲۸ والدارمی فی السنن ٤۳۲/۲ حدیث رقم ۲۸۲۸، واحمد فی المسند ۳۱۳/۲۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ کچھ تیار کیا ہے جو کسی آنکھ نے نہیں دیکھا اور کسی کان نے نہیں سنا اور کسی انسان کے دل میں اس کا تصور نہیں گزرا۔ اگر چاہو تو یہ آیت تلاوت کرو: فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِىَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ...... کسی نفس کو یہ معلوم نہیں کہ ان کے لئے کون سی آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا رکھی ہے۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ اَعْدَدْتُ لِعِبَادِىَ الصَّالِحِيْنَ: ممکن ہے کہ مالا عین رات سے دلکش اچھی صورتیں مراد ہوں اور وَلَآ اُذُنٌ سَمِعَتْ سے دل کو بھا لینے والی آوازیں اور :وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ سے دل کے لئے خوش کن اشیاء مراد ہوں۔

مِنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ: یہ خوشی اور فرحت سے کنایہ ہے۔ اسی طرح یہ مقصد کو پالینے سے کنایہ ہے۔

قُرَّة: قَرَّ يَقِرُّ سے ہو تو قرار پکڑ ہے۔ محبوب کی طرف نگاہ کرنے سے آنکھ کو اطمینان و قرار میسر آتا ہے اور آنکھ دوسرے کی طرف نہیں دیکھتی۔ اسی طرح فرحت سرور میں بھی آنکھوں کو راحت حاصل ہوتی ہے اور محبوب کے علاوہ کو دیکھنے سے بے چینی و اضطراب پیدا ہوتا ہے بعینہٖ غم و خوف کی حالت میں مضطرب و بے قرار ہو جاتی ہے۔

قُرَّة: محبوب کو دیکھ کر اور مقصد کو پا کر آنکھ کو لذت و ٹھنڈک ملتی ہے اور انتظار مطلوب میں آنکھیں جلن محسوس کرتی ہیں اسی

وجہ سے بیٹے کو قرۃ العین کہا جاتا ہے۔ نماز سے متعلق معروف روایت جعلت قرة عيني في الصلاة نماز کو میری آنکھوں کی ٹھنڈک قرار دیا گیا ہے میں دونوں معانی مراد لیے جاسکتے ہیں۔

ایک کوڑے کے برابر جنت کی جگہ کی قیمت

۲/۵۴۶۶ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَوْضِعُ سَوْطٍ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا۔ (متفق عليه)

اخرجه البخاري في صحيحه ١٥/٦ حديث رقم ٢٧٩٦ والترمذي في السنن ٢١٦/٥ حديث رقم ٣٠٦٣ وابن ماجه في السنن ١٤٤٨/٢ حديث رقم ٤٣٣٠ والدارمي ٤٢٨/٢ حديث رقم ٢٨٢٠ واحمد في المسند ٣١٥/٢۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ایک کوڑے کے برابر جنت کی جگہ تمام دنیا اور اس میں جو کچھ ہے اس سے بہتر ہے۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ مَوْضِعُ سَوْطٍ: جنت کی اتنی سی زمین کے بہتر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جنت اور اس کی نعمتیں باقی رہنے والی اور دنیا فنا ہونے والی ہے۔ باقی وفانی میں کیا تقابل ہے۔

کوڑے کے تذکرہ کی وجہ:

جب لوگ کسی جگہ اترنے کا ارادہ کرتے تو وہاں اپنا کوڑا بطور نشان ڈال دیتے تاکہ وہاں اور کوئی اترنے نہ پائے۔

جنت کی عورت کے دوپٹے کی روشنی

۳/۵۴۶۷ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدْوَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ رَوْحَةٌ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا وَلَوْاَنَّ امْرَاَةً مِّنَ النِّسَآءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ اِطَّلَعَتْ اِلَى الْاَرْضِ لَاَضَاءَتْ مَا بَيْنَهُمَا وَلَمَلَاَتْ مَا بَيْنَهُمَا رِيْحًا وَلَنَصِيْفُهَا عَلٰى رَاْسِهَا خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا۔ (رواه البخاري)

اخرجه البخاري في صحيحه ٤١٨/١١ حديث رقم ٦٥٦٨ ومسلم في صحيحه ١٤٩٩/٣ حديث رقم (١١٢-١٨٨٠) والنسائي في السنن ١٥/٦ حديث رقم ٣١١٨ والدارمي ٤٣٥/٢ حديث رقم ٢٤٣٨، واحمد في المسند ٢٦٤/٣

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک صبح یا شام جانا دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اس سے بہتر ہے۔ اگر اہل جنت کی ایک عورت زمین پر ظاہر ہو جائے تو زمین اور جنت کے درمیان والے فاصلے کو روشن کر دے اور اس کے سر کا دوپٹہ دنیا اور اس کی ہر چیز سے بہتر ہے۔ (بخاری)

تشریح ۞ غَدْوَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ: صبح کے وقت ایک مرتبہ سفر کرنا۔ غدوہ سورج نکلنے تک کا وقت۔

رَوْحَةٌ: دوپہر کے بعد ایک دفعہ کا جانا۔ زوال سے رات کا وقت روحہ کہلاتا ہے۔

بوجہ تخصیص اوقات: عموماً لوگ کام کاج انہی دو اوقات میں کرتے ہیں اس لئے ان کا تذکرہ کیا مگر یہاں مراد مطلق وقت ہے خواہ ان اوقات کے علاوہ ہو۔

فِی سَبِیْلِ اللّٰهِ سے مراد جہاد، حج، طلب علم اور ہر وہ کام جو رضا الٰہی کے لئے کیا جائے یہاں تک کہ خرچہ عیال کی طلب، عبادت میں حضور قلب کے حصول کے لیے حصول رزق بھی اس میں شامل ہے۔

جنت کی خوبیاں بیان کرنے کی وجہ:

جب راہ خدا کی اس قدر فضیلت بیان فرمائی کہ اس کا بدلہ جنت ہے تو جنت کے حالات اور خوبیاں ذکر کیں۔

مَا بَیْنَهُمَا: کی ضمیر قرینہ مقام کے مطابق آسمان وزمین کی طرف بھی لوٹ سکتی ہے اور یہ زیادہ ظاہر ہے۔

جنت کا ایک درخت

۴/۵۴۶۸ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِی الْجَنَّةِ شَجَرَةً یَسِیْرُ الرَّاکِبُ فِیْ ظِلِّهَا مِائَةَ عَامٍ لَا یَقْطَعُهَا وَلَقَابُ قَوْسِ اَحَدِکُمْ فِی الْجَنَّةِ خَیْرٌ مِّمَّا طَلَعَتْ عَلَیْهِ الشَّمْسُ اَوْتَغْرُبُ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۵/۱۱ ٤ حدیث رقم ٦٥٥٢ و مسلم فی صحیحه ٢١٧٥/٤ حدیث رقم (٦-٢٨٢٦) والترمذی فی السنن ٣٧٣/٥ حدیث رقم ٣٢٩٢ والدارمی ٤٣٦/٢ حدیث رقم ٢٨٣٩ و احمد فی المسند ٢٥٧/٢۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جنت میں ایک ایسا درخت ہے کہ اگر ایک سوار اس کے سایہ میں سو سال تک چلتا رہے تو تب بھی طے نہ کر سکے۔ جنت میں تم میں سے ایک شخص کے کمان کی مقدار ان تمام چیزوں سے بہتر ہے کہ جن پر سورج طلوع ہوتا یا غروب ہوتا ہے۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَیْهِ: اس سے مراد دنیا اور اس کی تمام چیزیں ہیں۔

اَو: یہ شک راوی تخییر کے لئے ہے۔ واؤ کے معنی میں ہے۔

کوڑے کی بجائے کمان لانے کی وجہ:

معلوم ہوتا ہے کہ اہل عرب کے ہاں سوار لوگ کوڑا ڈالتے اور پیدل اپنی کمان کو ڈالتے تھے تا کہ وہ جگہ ان کے لئے خاص سمجھی جائے۔

قاب: کمان کا کونہ۔ اسی طرح قاد، قید مقدار کے معنی میں آتے ہیں۔ شاہ عبدالحق کہتے ہیں قاب ہاتھ کی مقدار کے لئے بھی آتا ہے۔

جنت میں مؤمن کا خیمہ اور باغات

۵/۵۴۶۹ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلْمُؤْمِنِ فِی الْجَنَّةِ لَخَیْمَةً

مِنْ لُؤْلُؤَةٍ وَّاحِدَةٍ مُجَوَّفَةٍ عَرْضُهَا وَفِيْ رِوَايَةٍ طُوْلُهَا سِتُّوْنَ مِيْلًا فِيْ كُلِّ زَاوِيَةٍ مِنْهَا اَهْلٌ مَا يَرَوْنَ الْاٰخَرِيْنَ يَطُوْفُ عَلَيْهِمُ الْمُؤْمِنُ وَجَنَّتَانِ مِنْ فِضَّةٍ اٰنِيَتُهُمَا وَمَا فِيْهِمَا وَجَنَّتَانِ مِنْ ذَهَبٍ اٰنِيَتُهُمَا وَمَا فِيْهِمَا وَمَا بَيْنَ الْقَوْمِ وَبَيْنَ اَنْ يَّنْظُرُوْا اِلٰى رَبِّهِمْ اِلَّا رِدَاءُ الْكِبْرِيَاءِ عَلٰى وَجْهِهٖ فِيْ جَنَّةِ عَدْنٍ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۱۸/۶ حدیث رقم ۳۲۴۳ ومسلم فی صحیحه ۲۱۸۲/٤ حدیث رقم (۲۳-۲۸۳۸) والترمذی فی السنن ۵۸۱/٤ حدیث رقم ۲۵۲۸ والدارمی ۴۲۹/۲ حدیث رقم ۲۸۲۲، واحمد فی المسند ٤/٤٠٠۔

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مؤمن کے لئے جنت کے اندر خالی موتی کا ایک خیمہ ہے جس کی چوڑائی اور دوسری روایت میں لمبائی ساٹھ میل ہے اور اس کے ہر گوشے میں اس مؤمن کے گھر والے ہیں جن کو دوسرے گھر والے نہ دیکھ سکیں گے اور مؤمن ان سب کے ہاں آتا جاتا رہے گا اور دو باغ سونے کے ہیں جن کے برتن اور ہر چیز سونے کی ہے اور دو باغ چاندی کے ہیں جن کے برتن اور ان کی ہر چیز چاندی کی ہے اور ان لوگوں کے مابین اور وجہ رب کریم کے دیدار کے درمیان جنت عدن میں صرف عظمت وکبریائی کا پردہ حائل ہے۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ **سِتُّوْنَ فِيْ كُلِّ زَاوِيَةٍ**: یہاں طول کا تذکرہ ہے اور دوسری میں عرض کا۔ گویا طول وعرض برابر ہوگا۔

يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ: ان پر چکر لگانے کا مطلب ان سے جماع کرنا ہے۔ چکر گویا کنایہ جماع ہے۔

جَنَّتَانِ مِنْ فِضَّةٍ: اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ دو باغات چاندی اور دو سونے کے ہوں گے جب کہ دیگر روایات میں جنت کی عمارت کے متعلق بتلایا گیا ہے کہ اس کی ایک اینٹ سونے اور ایک چاندی کی ہوگی۔

تطبیق:

اس روایت میں جنت کے برتنوں کا تذکرہ ہے اور دوسری روایات میں جنت کی دیواروں کی کیفیت ذکر فرمائی گئی ہے۔

بیہقی کا قول:

کتاب وسنت پر نگاہ ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جنتیں چار ہیں۔ سورۃ رحمان میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ**۔ اور ان جنتوں کی تعریف ذکر فرمائی اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنتان آنیتھما وما بینھما من ذھب وجنتان انیتھما وما بینھما من فضۃ...... دو باغ ہیں جن کے برتن اور ان میں جو کچھ ہے وہ سونے کا بنا ہوا ہے اور دو باغ ایسے ہیں کہ جن کے برتن اور ان میں جو کچھ بھی ہے وہ چاندی کا ہے۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس روایت کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے **جنتان من الذھب للسابقین وجنتان من فضۃ لا صحاب الیمین**...... سونے کے دو باغ سابقین فی الاسلام کے لئے ہوں گے اور دو باغ اصحاب یمین کے لئے ہوں گے اور عین ممکن ہے کہ آیت رحمان میں جنتان سے دو قسم کے باغات مراد ہوں اور ان دونوں میں سے ایک سونے کی قسم سے ہو اور دوسری قسم چاندی سے ہو۔ صاحب کمال لوگوں کو دو باغ سونے اور دو باغ چاندی کے ان کے محلات کے دائیں بائیں بطور تزئین

دیے جائیں گے۔ کیونکہ سونا چاندی مقصود نہیں۔ باقی جنتان سے یہ مراد لینے کی وجہ یہ ہے کہ بعض اوقات کثرت کے متعلق خبردار کرنے کے لئے اس طرح کہا جاتا ہے اور اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ جنت کے دروازے آٹھ اور اس کے طبقات بھی آٹھ ہیں: ① جنت عدن ② جنت فردوس ③ جنت الخلد ④ جنت النعیم ⑤ جنت الماوی ⑥ دار السلام ⑦ دار القرار ⑧ دار المقامۃ۔

بَیْنَ اَنْ یَّنْظُرُوْا اِلٰی رَبِّهِمْ: جب جنتی جنت میں پہنچ جائیں گے تو حجاب جسمانی اور وہ کدورتیں جو بندے اور رؤیت باری تعالیٰ میں رکاوٹ تھیں وہ اٹھادی جائیں گی اور جلال وکبریائی اور عظمت کے پردے باقی ہوں گے جن کو بعض اوقات اٹھا کر دیدار کروایا جائے گا۔

جنتوں کا باہمی فاصلہ اور اعلیٰ جنت

۶/۵۴۷۰ وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى الْجَنَّةِ مِائَةُ دَرَجَةٍ مَا بَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ وَالْفِرْدَوْسُ اَعْلَاهَا دَرَجَةً مِنْهَا تُفَجَّرُ اَنْهَارُ الْجَنَّةِ الْاَرْبَعَةِ وَمِنْ فَوْقِهَا يَكُوْنُ الْعَرْشُ فَاِذَا سَاَلْتُمُ اللّٰهَ فَاسْئَلُوْهُ الْفِرْدَوْسَ۔

(رواه الترمذی ولم اجده فی صحیحین ولا فی الحمیدی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۵۸۳/۴ حدیث رقم ۲۵۳۱ وابن ماجه فی السنن ۱۴۴۸/۲ حدیث رقم ۴۳۳۱ والبخاری نحوه ۱۱/۶ حدیث رقم ۲۷۹۰۔

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کے سو درجوں میں سے ہر ایک کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان وزمین کے مابین ہے۔ فردوس تمام جنتوں میں اعلیٰ درجات والی جنت ہے۔ جنت کی چاروں نہریں اس سے نکلتی ہیں اور عرش رحمان اس کے اوپر ہے پس جب تم اللہ تعالیٰ سے مانگو تو جنت فردوس کا سوال کرو۔ (ترمذی) میں نے اس روایت کو بخاری، مسلم میں نہیں پایا اور نہ کتاب حمید میں پایا گیا۔

تشریح ۞ مِائَةُ دَرَجَةٍ: ممکن ہے کہ کثرت مراد ہو جیسا کہ بیہقی نے یہ مرفوع روایت نقل کی ہے۔ ''عدد درج الجنة عدد آی القرآن فمن دخل الجنة من اهل القرآن فليس فوقه درجة......''۔ جنت کے درجات کی تعداد قرآن مجید کی آیت کے مطابق ہے۔ پس جو شخص قرآن والا جنت میں جائے گا تو اس کے درجے سے بڑھ کر کسی کا درجہ نہ ہوگا اور یہ بالکل ممکن ہے کہ یہ درجات تو انہی اوصاف والے ہوں جن کے متعلق مختلف اوصاف مذکور ہوئے اور اس کے علاوہ درجات اس سے مختلف ہوں خواہ کم ہوں یا زیادہ۔ چنانچہ دیلمی نے مسند فردوس میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے جنت میں ایک ایسا درجہ ہے جس پر صرف متفکر لوگ پہنچ سکیں گے۔

فِرْدَوْس: یعنی وہ جنت جس کا نام قرآن مجید میں فردوس رکھ دیا گیا ہے جیسا فرمایا: اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ۔

تُفَجَّرُ اَنْهَارُ الْجَنَّةِ جنت کی یہ چار نہریں ہیں۔ ① پانی۔ ② دودھ۔ ③ شراب۔ ④ شہد۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ

نے فرمایا: فِيهَا أَنْهَرٌ مِّن مَّاءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ وَأَنْهَرٌ مِّن لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ وَأَنْهَرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشَّارِبِيْنَ وَأَنْهَرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ...... جنت میں کچھ نہریں ایسے پانی کی ہیں جو بدبودار ہونے والا نہیں اور بعض نہریں ایسے دودھ کی ہیں جس کا ذائقہ بدلنے والا نہیں اور بعض نہریں ایسی شراب کی ہیں جو پینے والے لوگوں کے لئے لذت بخش ہیں اور بعض نہریں خالص شہد کی ہیں۔

وَمِنْ فَوْقِهَا يَكُوْنُ الْعَرْشُ: اس سے یہ دلالت ملی کہ جنت الفردوس جنت کے تمام درجات میں اعلیٰ ترین جنت ہے۔اسی وجہ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم امت کے لئے فرمایا اللہ تعالیٰ سے جب جنت مانگو تو جنت فردوس مانگو۔

ولم اجد ہ: یہ مؤلف کی طرف سے صاحب مصابیح پر اعتراض ہے جو کہ بے جا ہے کیونکہ یہ روایت مسلم اور بخاری میں دو مقامات پر موجود ہے۔① کتاب الجهاد باب کان عرشه علی الماء۔② صحیح مسلم باب فضل الجهاد۔

جنت کا جمعہ بازار

۷/۵۴۷۱ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَسُوْقًا يَاْتُوْنَهَا كُلَّ جُمُعَةٍ فَتَهُبُّ رِيْحُ الشِّمَالِ فَتَحْثُوْا فِيْ وُجُوْهِهِمْ وَثِيَابِهِمْ فَيَزْدَادُوْنَ حُسْنًا وَجَمَالًا فَيَرْجِعُوْنَ اِلٰى اَهْلِيْهِمْ وَقَدِ ازْدَادُوْا حُسْنًا وَجَمَالًا فَيَقُوْلُ لَهُمْ اَهْلُوْهُمْ وَاللّٰهِ لَقَدِ ازْدَدْتُّمْ بَعْدَنَا حُسْنًا وَجَمَالًا فَيَقُوْلُوْنَ وَاَنْتُمْ وَاللّٰهِ لَقَدِ ازْدَدْتُّمْ بَعْدَنَا حُسْنًا وَجَمَالًا۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم في صحيحه ۲۱۷۸/۴ حديث رقم (۱۳-۲۸۳۳) احمد في المسند ۲۸۴/۳۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں ایک بازار ہے جس میں جنتی ہر جمعہ کو جائیں گے۔شمالی ہوا چلے گی جو ان کے چہروں اور کپڑوں پر مختلف قسم کی خوشبوئیں انڈیل دے گی۔جس سے ان کا حسن وجمال دوبالا ہو جائے گا۔وہ اپنے گھروں کی طرف اس حال میں لوٹیں گے کہ ان کا حسن وجمال دوبالا ہو چکا ہو گا۔انہیں ان کے گھر والے کہیں گے ہمارے بعد تمہارے حسن وجمال میں اضافہ ہو چکا ہے جنتی ان کو جواب دیں گے اللہ کی قسم! ہمارے بعد تمہارے حسن وجمال میں بھی نکھار آ چکا ہے۔ (مسلم)

تشریح ۞ لَسُوْقًا يَاْتُوْنَهَا كُلَّ جُمُعَةٍ: جمعہ سے مراد ہر جمعہ کی مقدار ہے یعنی سات ایام ہیں کیوں کہ یہ دن تو آفتاب کی وجہ سے ہے جس کا وہاں وجود نہیں۔

فَتَهُبُّ رِيْحُ الشِّمَالِ: اصل شمال سے وہ جانب مراد ہوتی ہے کہ جب آدمی قبلہ کی جانب رخ کر کے کھڑا ہو تو اس کے دائیں جانب شمال ہے اور بائیں جانب جنوب ہے۔مگر یہاں شمال سے مراد شمال کی جانب سے آنے والی ہوا جیسی ہوا۔

فَتَحْثُوْا فِيْ وُجُوْهِهِمْ: جنتی عورتوں کے حسن میں بھی اضافہ کی وجہ یا تو شمالی ہوا براہ راست ان کو بھی پہنچے گی یا خاوندوں کے جمال کی تاثیر حال وقال سے ان پر ظاہر ہوگی۔

جنتی کا حسن وجمال

۸/۵۴۷۲ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ زُمْرَةٍ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ

عَلٰی صُوْرَۃِ الْقَمَرِ لَیْلَۃَ الْبَدْرِ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ کَاَشَدِّ کَوْکَبٍ دُرِّیٍّ فِی السَّمَآءِ اِضَآءَۃً قُلُوْبُھُمْ عَلٰی قَلْبِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ لَا اخْتِلَافَ بَیْنَھُمْ وَلَا تَبَاغُضَ لِکُلِّ امْرِءٍ مِّنْھُمْ زَوْجَتَانِ مِنَ الْحُوْرِ الْعِیْنِ یُرٰی مُخُّ سُوْقِھِنَّ مِنْ وَّرَآءِ الْعَظْمِ وِاللَّحْمِ مِنَ الْحُسْنِ یُسَبِّحُوْنَ اللّٰہَ بُکْرَۃً وَّعَشِیًّا لَا یَسْقَمُوْنَ وَلَا یَبُوْلُوْنَ وَلَا یَتَغَوَّطُوْنَ وَلَا یَتْفُلُوْنَ وَلَا یَمْتَخِطُوْنَ اٰنِیَتُھُمُ الذَّھَبُ وَالْفِضَّۃُ وَاَمْشَاطُھُمُ الذَّھَبُ وَوَقُوْدُ مَجَامِرِھِمُ الْاَلُوَّۃُ رَشْحُھُمُ الْمِسْکُ عَلٰی خَلْقِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ عَلٰی صُوْرَۃِ اَبِیْھِمْ اٰدَمَ سِتُّوْنَ ذِرَاعًا فِی السَّمَآءِ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاري في صحيحه ٣١٨/٦حديث رقم ٣٢٤٥ومسلم في صحيحه ٢١٧٩/٤حديث رقم (١٥-٢٨٣٤) والترمذي في السنن ٥٧٨/٤حديث رقم ٢٥٢٢، والدارمي في السنن ٤٣٠/٢حديث رقم ٢٨٢٣، واحمد في المسند ١٦/٣۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں سب سے پہلے داخل ہونے والے گروہ کے چہرے چودھویں کے چاند کی طرح ہوں گے پھر وہ لوگ جو ان سے متصل ہوں گے ان کے چہرے نہایت روشن ستارے کی طرح ہوں گے۔ ان میں نہ تو اختلاف ہوگا اور نہ ایک دوسرے کی دشمنی ہوگی اور ان میں سے ہر ایک کے لئے بڑی آنکھوں والی حوروں میں سے دو بیویاں ہوں گی۔ کمال حسن کی وجہ سے ہڈیوں اور گوشت کے پیچھے سے ان کی پنڈلیوں کا گودا نظر آئے گا۔ وہ لوگ صبح وشام اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کریں گے۔ وہ نہ تو بیمار ہوں گے اور نہ پاخانہ اور پیشاب کریں گے نہ ان کو تھوک آئے گی اور نہ ناک بہے گی۔ ان کے برتن سونے چاندی کے ہوں گے۔ ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی اور ان کی انگیٹھیوں کا ایندھن عود سے ہوگا اور اس کا پسینہ کستوری جیسا ہوگا۔ وہ ایک شخص جیسی عادت وسیرت کے حامل ہوں گے اور شکل وصورت میں اپنے باپ آدم کی طرح ساٹھ ہاتھ بلند قد رکھتے ہوں گے۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ زَوْجَتَانِ مِنَ الْحُوْرِ الْعِیْنِ: حور جمع حوراء۔ اس عورت پر بولا جاتا ہے جس کی آنکھ کی سفید والا حصہ نہایت سفید اور سیاہی والا حصہ نہایت سیاہ ہو۔

اَلْعِیْنُ: جمع عیناء۔ اس کا معنی فراخ چشم۔

ایک اشکال: فصل ثانی میں ایک روایت وارد ہے کہ سب سے کم درجے والے جنتی کی بہتر بیویاں ہوں گی اور اس روایت میں فرمایا گیا ہے کہ دو بیویاں ہوں گی۔

الجواب: دو بیویاں تو حور العین کی جنس سے ہوں گی بقیہ بیویاں دوسری قسم سے ہونا اس کے منافی نہیں۔

وَوُقُوْدُ مَجَامِرِھِمُ الْاَلُوَّۃُ: دنیا میں انگیٹھیوں کا ایندھن تو کوئلہ ہے اور خوشبو کے لئے اس پر عود ڈالی جاتی ہے البتہ جنت کی انگیٹھیوں کا ایندھن عود ہوگا۔

وُقُوْدٌ: وہ چھوٹی لکڑیاں جن کو آگ جلانے کے لئے نیچے رکھا جاتا ہے۔

مَجَامِرُ: مجمر کی جمع ہے آگ رکھنے کا آلہ مراد انگیٹھی۔

اَلْوَّةُ: اگر جس کو دھونی کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

خَلق : اس سے مراد درازی قد ہے۔اس صورت میں علی صورۃ ابیھم کا جملہ الگ جملہ ہوگا۔ جو صورت کو بیان کرنے کے لئے لایا گیا ہے جب کہ سیرت پہلے ذکر کر دی گئی ہے۔

خُلق : اس کا معنی شکل وصورت یعنی تمام جنتی ایک آدمی کی شکل صورت پر ہوں گے اور وہ حسن خوبی میں باہم موافق ہوں گے اور عمر تیس بتیس سال کی ہوگی۔اب اس صورت میں جملہ علی صورۃ ابیھم کا جملہ خلق واحد کی تفسیر و بیان ہوگا۔ ہر دو روایات درست ہیں۔

جنتی کا بے مثال کھانا اور پینا

۹/۵۴۷۳ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ يَاْكُلُوْنَ فِيْهَا وَيَشْرَبُوْنَ وَلَا يَتْفُلُوْنَ وَلَا يَبُوْلُوْنَ وَلَا يَتَغَوَّطُوْنَ وَلَا يَمْتَخِطُوْنَ قَالُوْا فَمَا بَالُ الطَّعَامِ قَالَ جُشَاءٌ وَرَشْحٌ كَرَشْحِ الْمِسْكِ يُلْهَمُوْنَ التَّسْبِيْحَ وَالتَّحْمِيْدَ كَمَا تُلْهَمُوْنَ النَّفَسَ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم في صحيحه ٤/٢١٨٠ حديث رقم (١٨-٢٨٣٥) والدارمي في السنن ٢/٤٣١ حديث رقم ٢٨٢٨، واحمد في المسند ٣/٣٤٩.

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنتی جنت میں کھائیں پئیں گے مگر نہ وہ تھوکیں گے اور نہ پیشاب و پاخانہ کریں گے اور نہ ان کی ناک بہے گی۔ صحابہ کرام نے سوال کیا کہ کھانے کا کیا بنے گا؟ آپ نے ارشاد فرمایا: فقط ڈکار آئے گی اور پسینہ بہے گا جو خوشبو میں کستوری کی مانند ہوگا۔ ان کو تسبیح اور حمد القاء کی جائے گی جیسا کہ تمہارا سانس جاری رہتا ہے۔ (مسلم)

تشریح: وَلَا يَتَغَوَّطُوْنَ اشکال: کھانا کھائیں گے جب پاخانہ نہیں کریں گے تو فضلے کا کیا بنے گا اور وہ باہر کیسے نکلے گا؟

الجواب: اول بات یہ ہے کہ جنت کے کھانے میں کچھ فضلہ نہیں کہ اسے نکالنے کی حاجت ہو۔ معدے کی ہوا کو ڈکار کی صورت میں نکال دیا جائے گا وہ بھی خوشبودار ہوگا اور بقیہ رطوبات کو خوشبودار پسینے کے ذریعہ خارج کیا جائے گا۔ تمام خوراک جزو بدن بن جائے گی۔ مگر زیادہ ظاہر بات یہ ہے کہ کھانا ڈکار اور پانی پسینہ بن جائے گا۔

يُلْهَمُوْنَ التَّسْبِيْحَ : ① یعنی جس طرح سانس بلاتکلف آتا جاتا ہے اسی طرح حمد وثناء زبان پر جاری ہوگی۔ ② جس طرح سانس میں کچھ تکلف نہیں اسی طرح حمد وثناء میں کچھ تکلف نہ ہوگا۔ ③ ملائکہ کی طرح کوئی عمل تسبیح وتحمید سے مانع نہ ہوگا۔ حاصل یہ ہے کہ ہر سانس ذکر و شکر اور حمد وثناء کے ساتھ نکلے گا۔

جنت نعمت وراحت کا نام

۱۰/۵۴۷۴ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ يَنْعَمُ وَلَا يَبْأَسُ وَلَا يَبْلٰى ثِيَابُهٗ وَلَا يَفْنٰى شَبَابُهٗ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۲۱۸۱/۴ حدیث رقم (۲۱-۲۸۳٦) والترمذی فی السنن ۵۸۰/۴ حدیث رقم ۲۵۲٦، والدارمی فی السنن ۴۲۸/۲ حدیث رقم ۲۸۱۹، واحمد فی المسند ۳۷/۲۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جنت میں جائے گا وہ نعمت وراحت پائے گا۔ محنت ومشقت نہ اٹھانا پڑے گی۔ اس کا لباس پرانا نہ ہوگا اور نہ اس کی جوانی زائل ہوگی۔ (مسلم)

تشریح: ① حاصل روایت یہ ہے کہ جنت میں راحت ہی راحت ہے۔ محنت ومشقت کا نام ونشان نہ ہوگا۔

لَا یَبْأَسُ: بؤس، مشقت کے معنی میں ہے۔ ② جنت میں احوال کی تبدیلی، فساد، بگاڑ نہ ہوگا۔

جنتی کی صحت وجوانی

۱۱/۵۴۷۵ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ وَاَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَا اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یُنَادِیْ مُنَادٍ اِنَّ لَكُمْ اَنْ تَصِحُّوْا فَلَا تَسْقَمُوْا اَبَدًا وَاِنَّ لَكُمْ اَنْ تَحْیَوْا فَلَا تَمُوْتُوْا اَبَدًا وَاِنَّ لَكُمْ اَنْ تَشِبُّوْا فَلَا تَهْرَمُوْا اَبَدًا وَاِنَّ لَكُمْ اَنْ تَنْعَمُوْا فَلَا تَبْاَسُوْا اَبَدًا۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۲۱۸۲/۴ حدیث رقم (۲۲-۲۸۳۷)، واخرجه الترمذی فی السنن ۳۹۰/۵ حدیث رقم ۳۲۴٦، والدارمی فی السنن ۴۳۱/۲ حدیث رقم ۲۸۲۴، واحمد فی المسند ۹۵/۳۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا منادی اہل جنت کو یہ اعلان کرے گا یقیناً تمہارے لئے ہمیشہ تندرست رہنا اور کبھی بیمار نہ ہونا ہے اور تمہارے لئے ہمیشہ جوان رہنا ہے اور تم کبھی بوڑھے نہ ہوگے اور تمہارے لئے ہمیشہ راحت پانا ہے تم کبھی مصیبت کا سامنا نہ کرو گے۔ (مسلم)

تشریح: ① **تَصِحُّوْا:** صحت مند رہو گے۔ **فَلَا تَسْقَمُوْا:** بیماری میں مبتلا نہ ہو گے۔ **تَحْیَوْا فَلَا تَمُوْتُوْا:** ہمیشہ کی زندگی ہوگی موت نہ آئے گی۔ **تَشِبُّوْا فَلَا تَهْرَمُوْا:** ہمیشہ کی جوانی ہے۔ بڑھاپا نہ آنے پائے گا۔

جنتی کے محلات مشرق کے افق کا روشن ستارا

۱۲/۵۴۷٦ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ یَتَرَاءَ وْنَ اَهْلَ الْغُرَفِ مِنْ فَوْقِهِمْ كَمَا تَرَاءَ وْنَ الْكَوْكَبَ الدُّرِّیَّ الْغَابِرَ فِی الْاُفُقِ مِنَ الْمَشْرِقِ اَوِ الْمَغْرِبِ لِتَفَاضُلِ مَا بَیْنَهُمْ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تِلْكَ مَنَازِلُ الْاَنْبِیَاءِ لَا یَبْلُغُهَا غَیْرُهُمْ قَالَ بَلٰی وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ رِجَالٌ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَصَدَّقُوا الْمُرْسَلِیْنَ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۲۰/٦ حدیث رقم ۳۲۵٦، ومسلم فی صحیحه ۲۱۷۷/۴ حدیث رقم (۱۱-۲۸۳۱) والترمذی فی السنن ۵۹۵/۴ حدیث رقم ۲۵۵٦، والدارمی فی السنن ۴۳۳/۲ حدیث رقم ۲۸۳۰ واحمد فی المسند ۳۳۵/۲۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی جنت اپنے سے اوپر والی منزل کے لوگوں کو اس طرح دیکھیں گے جس طرح مشرق و مغرب کے افق پر روشن چمکتا ستارا تم دیکھتے ہو۔ یہ اختلاف ان کے فرق مراتب کی بناء پر ہوگا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا یہ انبیاء کرام علیہم السلام کے محلات ہوں گے کہ جن تک دوسرے لوگ نہ پہنچ سکیں گے؟ ارشاد فرمایا کیوں نہیں۔ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے ان بلند محلات میں وہ مرد پہنچیں گے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور رسولوں کی تصدیق کی۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ⊙ يَتَرَاءَ وْنَ اَهْلَ الْغُرَفِ: غرف یہ غرفة کی جمع ہے بالاخانہ۔ الغابر: یہ غبور سے لیا گیا ہے جس کا معنی باقی رہنا ہے۔ یہاں مراد افق پر فجر کی روشنی پھیلنے کے بعد وہاں باقی رہنے والا روشن ستارہ۔ ② بعض روایات میں غائر کا لفظ آیا ہے جو غور سے ماخوذ ہے مگر یہ روایت درست نہیں۔

تَفَاضُل: فرق مراتب کے لحاظ سے بلندی ہوگی۔ علماء نے لکھا ہے کہ جنت میں کئی طبقات ہوں گے۔ ① اعلیٰ طبقہ سابقین کے لئے ہوگا اور ② وسط میانہ روی والوں کے لئے اور ③ کم درجہ خلط ملط والوں کے لئے ہوگا۔

صَدَّقُوْا الْمُرْسَلِيْنَ: تصدیق کا مطلب یہاں یہ ہے کہ انہوں نے اس بات کو پورا کیا جس کا حکم ملا اور جس سے روکا گیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا [الفرقان: ٦٣] اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا [الفرقان: ٧٥] ان لوگوں کو دین پر جم جانے کی وجہ سے بالاخانے ملیں گے۔ معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کے علاوہ بھی بعض لوگوں کو یہ بالاخانے ملیں گے۔

پرندوں کے دِل والے جنتی

۱۳/۵۷۷ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ اَقْوَامٌ اَفْئِدَتُهُمْ مِثْلُ اَفْئِدَةِ الطَّيْرِ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم في صحيحه ٤/٢١٨٣ حديث رقم (٢٧-٢٨٤٠) واحمد في المسند ٢/٣٣١۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں کچھ ایسے لوگ داخل ہوں گے جن کے دل پرندوں کے دلوں جیسے ہوں گے۔ (مسلم)

تشریح ⊙ اَفْئِدَتُهُمْ مِثْلُ اَفْئِدَةِ الطَّيْرِ: ① پرندوں کے دلوں سے نرمی، رحمت، حسد سے صاف اور خالی ہونے میں تشبیہ دی ہے۔ ② پرندے دوسرے جانوروں کے مقابلے میں بہت زیادہ ڈرنے اور دور بھاگنے والے ہیں اگر تم بھی اللہ تعالیٰ کے خوف و ہیبت اور دوسروں سے گریز میں ان کی طرح ہو جاؤ۔ ③ توکل کے لحاظ سے وہ لوگ پرندوں کی طرح ہیں یعنی بہت متوکل ہیں جیسا کہ پرندے صبح کے وقت اپنی رہائش گاہوں سے خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کے وقت پیٹ بھر کر واپس لوٹتے ہیں۔

جنت کی سب سے بہتر چیز رضائے الٰہی

۱۴/۵۷۸ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ لِاَهْلِ

الْجَنَّةِ يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ فَيَقُولُونَ لَبَّيْكَ رَبَّنَا وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ كُلُّهُ فِي يَدَيْكَ فَيَقُولُ هَلْ رَضِيتُمْ فَيَقُولُونَ وَمَا لَنَا لَا نَرْضٰى يَا رَبِّ وَقَدْ أَعْطَيْتَنَا مَا لَمْ تُعْطِ أَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ فَيَقُولُ أَلَا أُعْطِيكُمْ أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ فَيَقُولُونَ يَا رَبِّ وَأَيُّ شَيْءٍ أَفْضَلُ مِنْ ذٰلِكَ فَيَقُولُ أُحِلُّ عَلَيْكُمْ رِضْوَانِي فَلَا أَسْخَطُ عَلَيْكُمْ بَعْدَهُ أَبَدًا۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاري في صحيحه ١١/٤١٥ حديث رقم ٦٥٤٩، ومسلم في صحيحه ٤/٢١٧٦ حديث رقم ٩/٢٨٢٩، والترمذي في السنن ٤/٥٩٥ حديث رقم ٢٥٥٥۔

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اہل جنت کو فرمائیں گے اے جنت والو! وہ عرض کریں گے اے ہمارے رب! ہم حاضر ہیں اور تمام تر بھلائیاں تیرے ہی پاس ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کیا تم راضی ہو؟ وہ کہیں گے ہم کیونکر راضی نہ ہوں حالانکہ تو نے ہمیں وہ کچھ دیا ہے جو اپنی مخلوق میں سے کسی کو میسر نہیں فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کیا میں تمہیں اس سے بہتر چیز عنایت نہ کروں؟ وہ عرض کریں گے اس سے بہتر کونسی چیز ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میں تم پر اپنی رضا نازل کروں گا کہ اس کے بعد کبھی ناراض نہ ہوں گا۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ أُحِلُّ عَلَيْكُمْ رِضْوَانِي: ① آقا ومولا بندے سے خوش اور راضی ہو گیا تو تمام نعمتیں میسر آگئیں اور دولت دیدار بھی اسی کا نتیجہ ہے۔ ② پہلے بندوں سے استفسار فرمایا کہ کیا تم مجھ سے راضی ہو؟ جب انہوں نے اپنی طرف سے رضامندی کا اظہار کیا کہ ہم آپ پر راضی ہیں تو اس پر اپنی رضا کو مرتب فرمایا تاکہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے بندے سے راضی اور خوش ہونے کی علامت یہ ہے کہ بندہ اپنے مولا کریم سے راضی ہو۔ پس ہر ایک کو اپنی حالت پر نگاہ ڈالنی چاہئے اگر وہ اپنے کو اپنے پروردگار سے راضی اور خوش پاتا ہے تو سمجھ لو کہ وہ بھی تم سے راضی ہے۔

صحابہ کرام کا مزاج:

صحابہ کرام ہر وقت اس فکر میں رہتے تھے کہ ہم کس طرح معلوم کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہیں۔ آخر انہوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ اگر ہم اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں تو یقیناً وہ ہم سے راضی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے جنت میں ان کو بشارت دی کہ میں ہمیشہ ہمیشہ تم سے راضی ہوں۔ اس سے اونچی نعمت کیا ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کی تھوڑی سے رضا بھی بہت بڑی نعمت ہے چہ جائیکہ وہ رضا دائمی ہو۔ اے اللہ! تو ہم سے راضی ہو جا اور اپنے سے ہم کو راضی فرما۔

جنتی کو اس کی آرزو اور اس کی مثل ملے گی

۱۵/۵۲۷۹ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَدْنٰى مَقْعَدِ أَحَدِكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ أَنْ يَقُولَ لَهُ تَمَنَّ فَيَتَمَنّٰى وَيَتَمَنّٰى فَيَقُولُ لَهُ هَلْ تَمَنَّيْتَ فَيَقُولُ نَعَمْ فَيَقُولُ لَهُ فَإِنَّ لَكَ مَا تَمَنَّيْتَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم في صحيحه ١/١٦٧ حديث رقم (٣٠١-١٨٢) واحمد في المسند ٢/٣١٦۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے ایک جنتی کی کم سے کم جگہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے آرزو کا حکم فرمائیں گے۔ وہ آرزو کرے گا پھر آرزو کرے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تو نے آرزو وتمنا کرلی وہ عرض کرے گا جی۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے تیرے لئے وہ کچھ ہے جس کی تو نے آرزو کی اور اس کی مثل اس کے ساتھ اور بھی ہے۔ (مسلم)

تشریح ۞ فَإِنَّ لَكَ مَا تَمَنَّيْتَ: جنتی کو اس کی آرزو اور تمنا اور اسی کی مثل بطور عنایت دیا جائے گا۔

جنت کی نہریں

۱۲/۵۴۸۰ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيْحَانُ وَجَيْحَانُ وَالْفُرَاتُ وَالنِّيْلُ كُلٌّ مِّنْ أَنْهَارِ الْجَنَّةِ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم في صحيحه ٢١٨٣/٤ حديث رقم (٢٦-٢٨٣٩) واحمد في المسند ٢٨٩/٢۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سیحان، جیحان، فرات اور نیل میں سے ہر ایک جنت کی نہروں میں سے ہے۔

تشریح ۞ الْفُرَاتُ وَالنِّيْلُ: فرات کوفہ کے پاس بہنے والے دریا اور نیل سوڈان ومصر میں بہنے والے دریا کو کہا جاتا ہے۔

سَيْحَانُ وَجَيْحَانُ: ان کے متعلق شارحین کے اقوال مختلف ہیں چند یہ ہیں۔ ① سیحان۔ یہ شام کا دریا ہے اور جیحان بلخ کا دریا ہے اور یہ سیحون جیحون سے الگ ہیں جن کا تذکرہ بعض روایات میں ملتا ہے۔ سیحون یہ ترک کے علاقہ کا دریا ہے اور جیحون بلخ کے دریا کا نام ہے۔

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

جوہری کا یہ قول درست نہیں ہے کہ جیحان شام کا دریا ہے بلکہ بالاتفاق جیحون علاقہ خراسان کا دریا ہے اور بعض سیحون دریائے سندھ کو قرار دیا۔ ② سیحان وجیحان وصیصہ اور طرسوس کے قریب دو دریا ہیں۔

جنتی ہونے کا مطلب:

① ان کا پانی دوسرے پانیوں کی نسبت اچھا اور کثیر الفوائد، کثیر المنافع ہے گویا فائدہ کے لحاظ سے جنت کی نہریں ہیں۔
② جنت کی تمام نہروں کی اصل چار نہریں ہیں۔ ان کے نام بھی یہی ہیں۔ جوان دنیا کے عظیم، مشہور مفید ترین دریاؤں کے ہیں۔ گویا دنیا کے فوائد مسلمان کے لئے جنت کی طرح ہیں۔ ③ صحیح ترین قول یہ ہے کہ یہ ظاہر پر محمول ہے۔ ان نہروں کا مادہ اور ان کی اصل جنت سے ہے۔ امام مسلم نے ذکر کیا کہ فرات اور نیل جنت سے جاری ہوتے ہیں۔ بخاری میں وارد ہے کہ سدرۃ المنتہی میں ان کی جڑ ہے۔ صاحب معالم نے لکھا ہے کہ یہ چار دریا جنت سے ہیں یہاں ان کو پہاڑوں کے چشموں کے سپرد کیا اور جنت میں زمین پر جاری فرما دیا۔ کذا قال الطیبیؒ۔

دوزخ کی گہرائی

۱۷/۵۴۸۱ وَعَنْ عُتْبَةَ بْنِ غَزْوَانَ قَالَ ذُكِرَ لَنَا اَنَّ الْحَجَرَ يُلْقٰى فِيْ شَفَةِ جَهَنَّمَ فَيَهْوِىْ فِيْهَا سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا لَا يُدْرِكُ لَهَا قَعْرًا وَاللّٰهِ لَتُمْلَاَنَّ وَلَقَدْ ذُكِرَ لَنَا اَنَّ مَا بَيْنَ مِصْرَاعَيْنِ مِنْ مَّصَارِيْعِ الْجَنَّةِ مَسِيْرَةَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً وَلَيَاْتِيَنَّ عَلَيْهَا يَوْمٌ وَهُوَ كَظِيْظٌ مِنَ الزِّحَامِ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم في صحيحه ٢٢٧٨/٤ حديث رقم (١٤-٢٩٦٧) واحمد في المسند ٣٧١/٢۔

ترجمہ: حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں بیان کیا گیا کہ جہنم کے ایک کنارے سے ایک پتھر پھینکا جائے گا جو ستر سال تک نیچے لڑھکتا چلا جائے گا وہ دوزخ کی تہ تک نہ پہنچ سکے گا۔ اللہ کی قسم! دوزخ کو بھر دیا جائے گا۔ حضرت عتبہ کہتے ہیں کہ ہمیں بیان کیا گیا کہ جنت کے دو کواڑوں کے مابین چالیس سال کی مسافت ہے۔ اس پر ایک دن ایسا آئے گا کہ ہجوم کی وجہ سے بھری ہوئی ہوگی۔ (مسلم)

تشریح: حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ چھ مردوں کے بعد اسلام لائے۔ مشہور تیر انداز صحابی ہیں۔

ذُكِرَ لَنَا: یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے بیان کیا گیا

مَصَارِيْع: یہ مصراع کی جمع ہے دروازے کا کواڑ۔

خَرِيْف: اہل عرب سال کی ابتداء خریف سے کرتے تھے اس لئے خریف سے موسم کی بجائے یہاں پورا سال مراد ہے

كَظِيْظ: كَظٌّ: بھیڑ کی وجہ سے دم گھٹنا۔

الفصل الثانی:

تخلیق دُنیا و جنت

۱۸/۵۴۸۲ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مِمَّ خُلِقَ الْخَلْقُ قَالَ مِنَ الْمَآءِ قُلْنَا الْجَنَّةُ مَا بِنَآءُهَا قَالَ لَبِنَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ وَّلَبِنَةٌ مِّنْ فِضَّةٍ وَّمِلَاطُهَا الْمِسْكُ الْاَذْفَرُ وَحَصْبَآءُهَا اللُّؤْلُؤُ وَالْيَاقُوْتُ وَتُرْبَتُهَا الزَّعْفَرَانُ مَنْ يَّدْخُلُهَا يَنْعَمُ وَلَا يَبْاَسُ وَيَخْلُدُ وَلَا يَمُوْتُ وَلَا تَبْلٰى ثِيَابُهُمْ وَلَا يَفْنٰى شَبَابُهُمْ۔

(رواه احمد والترمذى والدارمى)

اخرجه الترمذي في السنن ٥٨٠/٤ حديث رقم ٢٥٢٦، والدارمي ٤٢٩/٢ حديث رقم ٢٨٢١ واحمد في المسند ٣٠٥/٢۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مخلوق کو کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے؟ ارشاد فرمایا پانی سے۔ ہم نے عرض کیا جنت کی عمارت کس چیز کی بنی ہے؟ ارشاد فرمایا ایک اینٹ سونا اور ایک اینٹ چاندی سے اور اس کا گارا تیز خوشبو والی کستوری ہے۔ اس کے سنگریزے یاقوت و مروارید ہیں اور اس کی مٹی زعفرانی ہے۔ جو شخص

اس میں داخل ہوگا وہ نعمتیں پائے گا اور مشقت نہ دیکھے گا وہ ہمیشہ رہے گا اور اسے موت نہ آئے گی۔ جنت والوں کے کپڑے بوسیدہ نہ ہوں گے اور ان کی جوانی زائل نہ ہوگی۔ (احمد، ترمذی، دارمی)

تشریح ۞ سب سے پہلی تخلیق: ① ارباب عقل و دانش کا اس سلسلہ میں اختلاف ہے کہ اجسام میں سب سے پہلے کونسی چیز پیدا کی گئی۔ اکثریت کا اس طرف میلان ہے کہ سب سے پہلے پانی کو پیدا فرمایا گیا۔ کیونکہ اس میں جہاں کی تمام صورتیں قبول کرنے کی صلاحیت اعلیٰ درجہ میں پائی جاتی ہے اس کے بعد زمین کو صفت کثافت و انجماد کے ساتھ پیدا کیا اور آگ اور ہوا کو لطافت بخشی گویا جب پانی زیادہ لطیف ہوتا ہے تو ہوا بن جاتا ہے۔ آگ کو پانی کے نچوڑ اور شفاف حصہ سے پیدا کیا گیا اور آسمان آگ کے دھوئیں سے پیدا ہوا اور یہ روایت اس بیان کی دلیل معلوم ہوتی ہے۔ کہتے ہیں کہ تورات کے سفر اول میں وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک جوہر پیدا فرمایا پھر اس پر ہیبت کی نگاہ فرمائی تو اس جوہر کے اجزاء پگھل گئے اور وہ پانی بن گیا۔ اس سے دھوئیں جیسا بخار پیدا ہو کر اوپر کو اڑ گیا تو وہ آسمان بن گیا پھر پانی پر جھاگ ظاہر ہوئی اور اس سے زمین پیدا ہوئی۔ پہاڑوں کو زمین کا لنگر بنا دیا۔ ② بعض حواشی میں لکھا ہے کہ پانی سے یہاں مراد نطفہ ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ مخلوق سے حیوانات مراد ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا: وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ۔ کہ ہر زندہ چیز کو ہم نے پانی سے بنایا ہے اور دوسرے مقام پر فرمایا: وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ..... ۔ اللہ نے ہر جاندار کو پانی سے بنایا۔ یہ اس لئے فرمایا کیونکہ پانی اس کے مادے کا بڑا حصہ ہے۔ ③ پانی کی اس سے بڑھ کر ضرورت ہے اور اس کا بڑا فائدہ پانی میں ہے۔

لَبِنَةٌ: کچی اینٹ، یہاں مطلق اینٹ مراد ہے۔

جنت کا درخت سونے کا

۱۹/۵۳۸۳ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا فِي الْجَنَّةِ شَجَرَةٌ اِلَّا وَسَاقُهَا مِنْ ذَهَبٍ۔ (رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۵۷۶/۴ حدیث رقم ۲۵۲۵۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جنت کا ہر درخت کا تنا سونے کا ہے۔ (ترمذی)

تشریح ۞ جنت کی درخت کا تنا سونے سے ہے اور ٹہنیاں مختلف ہیں۔ کوئی سونے کوئی چاندی کوئی یاقوت کوئی زمرد، مرجان اور وہ طرح طرح کے شگوفوں سے مزین ہیں اور مختلف اقسام کے میووں سے وہ مرصع ہیں۔

جنت سو درجات

۲۰/۵۳۸۴ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ مَا بَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ مِائَةُ عَامٍ۔ (رواه الترمذی وقال هذا حديث حسن غريب)

اخرجه الترمذی فی السنن ۵۸۲/۴ حدیث رقم ۲۵۲۹۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جنت میں سو درجات ہیں۔ اس کے ہر دو درجات کے مابین سو سال کی مسافت ہے۔ (ترمذی نے حسن غریب کہا ہے)

تشریح: مِائَۃُ دَرَجَۃٍ: ظاہر تو یہ ہے کہ درجات سے مراتب عالیہ مراد ہوں جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم درجات عند اللہ...... اپنی اطاعت کے سبب اعلیٰ درجات پائیں گے جس طرح دوزخی اپنی مراتب کفر کی وجہ سے درکات میں جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں اس طرف اشارہ فرمایا گیا: اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ۔ بلاشبہ منافقین آگ کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوں گے۔

جنت کے ایک درجے کی وسعت

۵۲۸۵/۲۱ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِی الْجَنَّۃِ مِائَۃَ دَرَجَۃٍ لَوْ اَنَّ الْعَالَمِیْنَ اجْتَمَعُوْا فِیْ اِحْدٰھُنَّ لَوَسِعَتْھُمْ۔ (رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث)

اخرجه الترمذي في السنن ٥٨٣/٤ حديث رقم ٢٥٣٢، واحمد في المسند ٢٩/٣۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بیشک جنت میں سو درجات ہیں اگر تمام جہانوں کے لوگ ایک درجے میں جمع ہو جائیں تو وہ ان تمام کی گنجائش رکھتا ہے۔ (ترمذی)

تشریح: جنت کے سو درجات ہیں مگر ایک درجہ اس قدر وسعت والا ہے کہ تمام جنتی ایک درجے میں آسکتے ہیں۔ سو اللہ ما اعظم شانہ تعالیٰ۔

جنت کے بستر کی بلندی

۵۲۸۶/۲۲ وَعَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی وَفُرُشٍ مَّرْفُوْعَۃٍ قَالَ ارْتِفَاعُھَا لَکَمَا بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ مَسِیْرَۃُ خَمْسِ مِائَۃِ سَنَۃٍ۔ (رواہ الترمذی وقال حدیث غریب)

اخرجه الترمذي في السنن ٥٨٦/٤ حديث رقم ٢٥٤٠، واحمد في المسند ٧٥/٣۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وَفُرُشٍ مَّرْفُوْعَۃٍ ...... یعنی جنت میں تہہ بہ تہہ بلند کیے بستر ہیں" کی تفسیر میں ارشاد فرمایا ان کی بلندی آسمان و زمین کی مسافت کی طرح ہے۔ (ترمذی نے غریب کہا)

تشریح: وَفُرُشٍ مَّرْفُوْعَۃٍ: جنت کے درجات میں بچھونے اس قدر بلند ہوں گے جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے ان للجنۃ مائۃ درجۃ ما بین کل درجتین کما بین السماء والارض الحدیث۔ بیشک جنت کے سو درجات ہیں اور دو درجوں کے مابین اتنا فاصلہ ہے جتنا کہ آسمان و زمین کے مابین ہے۔ ② فرش سے یہاں عورتیں مراد ہیں یعنی جنتی عورتیں فائق و فاضل اور حسن و جمال میں دنیا کی عورتوں سے بڑھ کر ہوں گی مگر حدیث میں وارد ہوا ہے کہ ایمان والی عورتوں کا حسن جنت میں ان سے بھی بڑھا دیا جائے گا کیونکہ انہوں نے اعمال صالحہ انجام دیے۔

جنتیوں کے چہرے اور ان کی بیویوں کا لباس

۲۳/۵۳۸۷ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَوَّلَ زُمْرَةٍ يَّدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ضَوْءُ وُجُوْهِهِمْ عَلٰى مِثْلِ ضَوْءِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَالزُّمْرَةُ الثَّانِيَةُ عَلٰى مِثْلِ اَحْسَنِ كَوْكَبٍ دُرِّيٍّ فِى السَّمَآءِ لِكُلِّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ زَوْجَتَانِ عَلٰى كُلِّ زَوْجَةٍ سَبْعُوْنَ حُلَّةً يُرٰى مُخُّ سَاقِهَا مِنْ وَّرَائِهَا۔

(رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۶۸٤/٤ حدیث رقم ۲۵۳۵، وابن ماجه ۱٤٤۹/۲ حدیث رقم ٤۳۳۳ والدارمی ٤۲۳/۲ حدیث رقم ۲۸۳۲، واحمد فی المسند ۱٦/۳۔

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن جنت میں داخل ہونے والے اولین گروہ کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوں گے اور دوسرے گروہ کے چہرے آسمان میں چمکنے والے بہترین ستارے کی طرح ہوں گے۔ ان میں سے ہر ایک جنتی کی دو بیویاں ہوں گی ہر بیوی پر ستر حلے ہوں گے۔ اس کی پنڈلی کا گودا پنڈلی کے پیچھے سے دیکھا جائے گا۔ (ترمذی)

تشریح ① ایک اشکال: اس روایت میں صرف دو بیویاں کا تذکرہ ہے جب کہ دوسری روایت میں ادنیٰ جنتی کی عورتوں کی تعداد ۷۲ بتلائی گئی ہے اور اس کے خدام اسی ہزار بتلائے گئے ہیں۔

الجواب: دو بیویاں اس طرح کے وصف والی ہوں گی کہ ان کی پنڈلی کا گودا ستر لباس کے اندر سے چمکے گا۔ باقی ایسی نہیں ہوں گی بلکہ دیگر صفات کی حامل ہوں گی۔ ان میں کوئی منافات نہیں کہ ہر ایک کو مختلف صفات والی حوریں دی جائیں۔ کذا قیل
② ظاہر یہ ہے کہ دو بیویاں دنیا کی عورتوں سے ہوں گی اور ستر حوریں ہوں گی یہ بہتر بن جائیں گی۔ واللہ اعلم۔
يُرٰى مُخُّ: اس سے کمال لطافت و حسن اور ستھرائی کی طرف اشارہ ہے۔

جنتی مرد کی قوت

۲۴/۵۳۸۸ وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُعْطَى الْمُؤْمِنُ فِى الْجَنَّةِ قُوَّةَ كَذَا وَكَذَا مِنَ الْجِمَاعِ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَوَيُطِيْقُ ذٰلِكَ قَالَ يُعْطٰى قُوَّةَ مِائَةٍ۔ (رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۶۸٤/٤ حدیث رقم ۲۵۳٦۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مؤمن کو جنت میں اتنی اتنی عورتوں سے مباشرت کی قوت دی جائے گی۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! کیا ایک مرد اتنی عورتوں سے عمل زوجیت ادا کرنے کی طاقت رکھے گا۔ ارشاد فرمایا: اسے سو مردوں کی طاقت دی جائے گی۔ (ترمذی)

تشریح ① **اَوَيُطِيْقُ ذٰلِكَ** جب جنتی مرد کی قوت دنیا کے سو مردوں کے برابر ہے تو پھر وہ اتنی تعداد میں عورتوں سے قربت کیونکر نہ کر سکے گا۔

جنتی چیز کا حسن و جمال

۵۴۸۹/۲۵ وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ لَوْ اَنَّ مَا یُقِلُّ ظُفُرٌ مِمَّا فِی الْجَنَّۃِ بَدَا لَتَزَخْرَفَتْ لَہٗ مَا بَیْنَ خَوَافِقِ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَلَوْ اَنَّ رَجُلًا مِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ اَطْلَعَ فَبَدَا اَسَاوِرُہٗ لَطَمَسَ ضَوْئُہٗ ضَوْءَ الشَّمْسِ کَمَا تَطْمِسُ الشَّمْسُ ضَوْءَ النُّجُوْمِ۔

(رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث غریب)

اخرجه الترمذی فی السنن ۵۸۵/۴ حدیث رقم ۲۵۳۸، واحمد فی المسند ۱۶۹/۱۔

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر جنتی چیز کی اتنی مقدار ظاہر ہو جائے جسے ناخن اٹھا سکتا ہو تو اس کی وجہ سے آسمان و زمین روشن ہو جائیں اور اگر جنتی مرد اور اس کے ہاتھوں کے کڑے ظاہر ہو جائیں تو اس کی روشنی سورج کی روشنی کو اس طرح ناپید کر دے جس طرح سورج کے سامنے ستاروں کی روشنی ناپید ہو جاتی ہے۔ (ترمذی نے غریب کہا)

تشریح ۞ اَنَّ مَا یُقِلُّ ظُفُرٌ: یہ قلت سے تشبیہ دے کر سمجھایا دنیا کے تمام اسباب زینت جنتی کے ناخن کے برابر زیب وزینت کی حیثیت نہیں رکھتے۔

خَوَافِق: جمع خافقة۔ جانب۔ مشرق و مغرب کو خافقین کہا جاتا ہے۔ ان کو خوافق تو طلوع و غروب کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔ خفق۔ حرکت و اضطراب کو کہا جاتا ہے۔ خفقان۔ دل کی تیز دھڑکن۔ خوافق آسمان کی وہ اطراف جہاں سے چاروں ہوائیں آتی ہیں۔

جنتی امرد و سرمگیں آنکھوں والے ہوں گے

۵۴۹۰/۲۶ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَھْلُ الْجَنَّۃِ جُرْدٌ مُرْدٌ کَحْلٰی لَا یَفْنٰی شَبَابُھُمْ وَلَا یَبْلٰی ثِیَابُھُمْ۔ (رواہ الترمذی والدارمی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۵۸۶/۵ حدیث رقم ۲۵۳۹، والدارمی ۴۳۱/۲ حدیث رقم ۲۸۲۵ واحمد فی المسند ۲۴۳/۵۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنتیوں کے جسم بالوں سے پاک اور چہرے ڈاڑھی کے بغیر اور آنکھیں سرمگیں ہوں گے۔ ان کی جوانی لازوال ہوگی اور ان کے کپڑوں میں کہنہ پن نہ آئے گا۔ (ترمذی، دارمی)

تشریح ۞ اَھْلُ الْجَنَّۃِ: جرد مرد: جرد یہ اجرد کی جمع ہے۔ مرد یہ امرد کی جمع ہے۔ کحلی بروزن قتلی۔ یہ کحیل کی جمع ہے۔ اکحل۔ سرمگیں آنکھوں والا۔ اجرد۔ وہ مرد جس کے جسم پر بال نہ ہوں۔ یہ مادہ ازالہ اور دوری کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً جرد۔ بلا سبزہ زمین۔ تجدید۔ کھال اتارنا۔ کپڑوں کو اتارنا۔ امرد وہ شخص جس کی ٹھوڑی پر بال نہ ہوں۔ صاحب قاموس

کہتے ہیں امرد وہ مرد جس کے مونچھیں تو ہوں مگر داڑھی نہ ہو۔کحل۔آنکھ کے بالوں کی جڑ کا سرمہ کے بغیر سیاہ ہونا جیسے سرمے سے ہوتی ہیں۔جیسے کہتے ہیں :لیس التکحل کا لکحل۔سرمہ لگانے والا سرگیں نہیں بن سکتا۔

جنتی کی عمر تیس سال

۲۷/۵۴۹۱ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَدْخُلُ اَھْلُ الْجَنَّۃِ الْجَنَّۃَ جُرْدًا مُرْدًا مُکَحَّلِیْنَ اَبْنَآءَ ثَلٰثِیْنَ اَوْ ثَلٰثٍ وَّثَلٰثِیْنَ سَنَۃً۔ (رواہ الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۵۸۹/۴ حدیث رقم ۲۵۴۵، والدارمی فی السنن ۴۳۱/۲ حدیث رقم ۲۸۲۶، واحمد فی المسند ۲۴۳/۵۔

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنتی جنت میں اس حال میں داخل ہوں گے کہ ان کے اجسام بالوں سے خالی اور چہرے ڈاڑھی کے بغیر اور آنکھیں سرگیں ہوں گی اور ان کی عمر تیس سال یا تینتیس سال ہوگی۔(ترمذی)

تشریح ۞ اَبْنَآءَ ثَلٰثِیْنَ اَوْ ثَلٰثٍ وَّثَلٰثِیْنَ جیسا کہ دنیا میں عمر کا یہ حصہ کامل جوانی اور بھرپور قوت کا وقت ہے اس کو اشد بھی کہا جاتا ہے۔

اَوْ یہ شک راوی کے لئے ہے۔

سدرۃ المنتہیٰ کا سایہ اور پھل

۲۸/۵۴۹۲ وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ اَبِیْ بَکْرٍ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَذَکَرَلَہٗ سِدْرَۃَ الْمُنْتَھٰی قَالَ یَسِیْرُ الرَّاکِبُ فِیْ ظِلِّ الْفَنَنِ مِنْھَا مِائَۃَ سَنَۃٍ اَوْ یَسْتَظِلُّ بِظِلِّھَا مِائَۃُ رَاکِبٍ شَکَّ الرَّاوِیْ فِیْھَا فِرَاشُ الذَّھَبِ کَاَنَّ ثَمَرَھَا الْقِلَالُ۔ (رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث غریب)

اخرجه الترمذی فی السنن ۵۸۷/۴ حدیث رقم ۲۵۴۱۔

ترجمہ: حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا جب کہ آپ کے سامنے سدرۃ المنتہیٰ کا ذکر کیا گیا تھا۔آپ نے ارشاد فرمایا سوار اس کی شاخ کے نیچے سو سال تک چلتا رہے یا یہ فرمایا کہ اس کے سایہ میں سو سو سوار پناہ لیں گے۔یہ راوی کو شک ہے سدرۃ المنتہیٰ میں سونے کے کیڑے ہوں گے اس کے پھل گویا بڑے گھڑوں کی طرح ہیں۔(ترمذی نے غریب کہا)

تشریح ۞ یَسِیْرُ الرَّاکِبُ :اوشک راوی کے لئے ہے کہ آیا اس کی شاخ کے نیچے سوار سو سال تک چلے یا سو سوار اس کے سائے میں پناہ لیں۔ظاہر ہے پہلا قول ہے اس میں مبالغہ ہے جو کہ یہاں مقصود ہے۔

فِرَاشُ: وہ کیڑا جو چراغ کے گرد اڑتا ہے اور اس میں گر جاتا ہے جس کو پروانہ کہا جاتا ہے۔غالباً اس سے مراد نورانی فرشتے ہیں جن کے بازو سونے کی طرح چمکتے ہیں۔۞ سدرۃ المنتہیٰ سے پھوٹنے والے انوار کو پروانوں سے تشبیہ دی۔یہ آیت :اِذ

یغشی السدرة ما یغشی۔ کی تفسیر ہے۔ جب کہ بیری کو اس چیز سے ڈھانپ رکھا تھا جس نے ڈھانپ رکھا تھا۔ علامہ بیضاویؒ کہتے ہیں کہ اس کو فرشتوں کا جم غفیر ڈھانپتا ہے جو عبادت الٰہی میں مصروف رہتا ہے۔
سِدْرَۃُ الْمُنْتَھٰی: سدرۃ المنتہیٰ۔ یہ ایک ایسے درخت کا نام ہے جو جنت کے اخیر میں ہے۔ اولین و آخرین کے علم کی وہاں انتہا ہو جاتی ہے۔ کسی مخلوق کو معلوم نہیں کہ اس سے آگے کیا ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ کے علاوہ اس سے آگے کوئی نہیں گیا۔ یہ سدرہ جبرئیل علیہ السلام کا مقام ہے۔ یہ اس سے آگے نہیں بڑھتے۔ بعض مقامات میں اسے چھٹے آسمان پر بتلایا گیا مگر مشہور ساتویں پر ہے۔ صورت تطبیق یہ ہے کہ جڑ چھٹے اور شاخیں ساتویں آسمان میں ہیں۔ واللہ اعلم۔
قِلَال: جمع قلہ گھڑے کو کہا جاتا ہے مقام ہجر کے پتھر سے بنے ہوئے گھڑے معروف تھے۔

جنت کے پرندے

۲۹/۵۴۹۳ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا الْكَوْثَرُ قَالَ ذٰلِكَ نَهْرٌ اَعْطَانِيهِ اللّٰهُ يَعْنِيْ فِي الْجَنَّةِ اَشَدُّ بَيَاضًا مِنَ اللَّبَنِ وَاَحْلٰى مِنَ الْعَسَلِ فِيهِ طَيْرٌ اَعْنَاقُهَا كَاَعْنَاقِ الْجُزُرِ قَالَ عُمَرُ اِنَّ هٰذِهٖ لَنَاعِمَةٌ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكَلَتُهَا اَنْعَمُ مِنْهَا۔ (رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۵۸۷/٤ حدیث رقم ۲۵٤۲، وابن ماجه فی السنن ۱٤٥۰/۲ حدیث رقم ٤۳۳٤، واحمد فی المسند ۲۲۱/۳۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کوثر کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ جنت کی ایک نہر ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عنایت فرمائی ہے۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔ اس نہر میں ایسے پرندے ہیں جن کی گردنیں اونٹوں کی گردنوں جیسی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ پرندے تو اس نہر میں بڑے خوش حال ہوں گے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ان کے کھانے والے ان سے زیادہ خوشحال ہوں گے۔ (ترمذی)

تشریح ۞ ذٰلِكَ نَهْرٌ: پانی کی نہر ودریا۔ نہر کوثر کے کنارے دو حوض ہیں ایک حوض موقف میں ہوگا اور دوسرا جنت میں۔ اس کو جنت کی نہر اسی لحاظ سے کہا کہ اس کا اکثر حصہ جنت میں ہے۔ ۞ اس کا منبع جنت سے ہے۔
جُزُر جمع جزور' وہ اونٹ جو فقط ذبح کے لئے پالے جائیں مطلب یہ ہے کہ وہ اس بات کے لئے ہیں کہ ان کو نہر والے کھائیں۔

سرخ یاقوتی گھوڑا

۳۰/۵۴۹۴ وَعَنْ بُرَيْدَةَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ فِي الْجَنَّةِ مِنْ خَيْلٍ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اَدْخَلَكَ الْجَنَّةَ فَلَا تَشَاءُ اَنْ تُحْمَلَ فِيهَا عَلٰى فَرَسٍ مِنْ يَاقُوْتَةٍ حَمْرَاءَ يَطِيْرُبِكَ فِي الْجَنَّةِ حَيْثُ شِئْتَ اِلَّا

فَعَلْتَ وَسَأَلَهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ فِي الْجَنَّةِ مِنْ اِبِلٍ قَالَ فَلَمْ يَقُلْ لَهُ مَا قَالَ لِصَاحِبِهِ فَقَالَ اَنْ يُدْخِلْكَ اللّٰهُ الْجَنَّةَ يَكُنْ لَكَ فِيْهَا مَا اشْتَهَتْ نَفْسُكَ وَلَذَّتْ عَيْنُكَ۔ (رواه الترمذي)

اخرجه الترمذي في السنن ٤/٥٨٨ حديث رقم ٢٥٤٤، واحمد في المسند ٥/٣٥٢۔

ترجمہ: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ! کیا جنت میں گھوڑے ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ تمہیں جنت میں داخل کر دے اور تم چاہو تمہیں سرخ یاقوت کے گھوڑے پر سوار کر دیا جائے گا۔ وہ تمہیں اڑا کر اس جگہ لے جائے جہاں تم چاہو گے۔ تو تمہارا شوق پورا کر دیا جائے گا۔ ایک شخص نے دریافت کیا یارسول اللہ! کیا جنت میں اونٹ ہوں گے؟ حضرت بریدہ کہتے ہیں کہ آپ نے اس شخص کو وہ جواب نہ دیا جو اس کے ساتھی کو دیا تھا پس فرمایا اگر اللہ تعالیٰ نے تجھے جنت میں داخل کر دیا تو اس میں تمہارے لئے وہ کچھ ہوگا جو تم چاہو گے اور جن سے تمہاری آنکھیں لطف اندوز ہوں گی۔ (ترمذی)

تشریح ⓵ **فَعَلْتَ** یہ لفظ معروف و مجہول صیغہ خطاب کے ساتھ پڑھا گیا ہے باقی جنت میں تمہارا مقصود و مدعا پورا کیا جائے گا۔ ⓶ تم اپنے مقصود کو پا گئے۔ ⓷ **فُعِلَتْ** مجہول واحد مونث بھی پڑھا گیا ہے یعنی تمہارے لئے وہ گھوڑا تیار کر دیا گیا یعنی جنتی کی تمنا پوری کی جائے گی۔

اَنْ يُدْخِلْكَ اللّٰهُ الْجَنَّةَ: اونٹ کے بارے میں دریافت کرنے والے کو اس طرح کا جواب مرحمت نہ فرمایا جو پہلے کو دیا بلکہ عمومی جواب سے نوازا کہ جنت میں تمہاری خواہش کو پورا کیا جائے گا گویا ہر مخاطب کو مناسب جواب عنایت فرمایا۔ واللہ اعلم

جنت کا یاقوتی گھوڑا

۳۱/۵۴۹۵ وَعَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ قَالَ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْرَابِيٌّ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اُحِبُّ الْخَيْلَ اَفِي الْجَنَّةِ خَيْلٌ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ اُدْخِلْتَ الْجَنَّةَ اُتِيْتَ بِفَرَسٍ مِنْ يَاقُوْتَةٍ لَهُ جَنَاحَانِ فَحُمِلْتَ عَلَيْهِ ثُمَّ طَارَ بِكَ حَيْثُ شِئْتَ (رواه الترمذي وقال هذا حديث ليس اسناده بالقوي وابو سورة الراوي يضعف في الحديث وسمعت محمد بن اسمعيل يقول ابو سورة هذا منكر الحديث يروي مناكير)

اخرجه الترمذي في السنن ٤/٥٨٨ حديث رقم ٢٥٤٤، و حمد في المسند ٥/٣٤٧۔

ترجمہ: حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا یارسول اللہ! مجھے گھوڑے بہت پسند ہیں کیا جنت میں گھوڑے ہوں گے؟ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تجھے جنت میں داخل کیا گیا تو تجھے یاقوت کا گھوڑا دیا جائے گا۔ جس کے دو بازو ہوں گے اور تجھے اس پر سوار کیا جائے گا۔ تم جہاں جانا چاہو گے وہ تمہیں اڑا کر لے جائے گا۔ (ترمذی نے اس کی سند کو کمزور کہا) ابوسورہ کو امام بخاری نے منکر الحدیث قرار دیا ہے۔

تشریح ⓵ **حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ**: یہ مشہور انصاری صحابی ہیں جن کا نام خالد ہے۔ مدینہ منورہ آمد پر ان کو سرورِ کائنات کا شرف میزبانی میسر آیا۔ یہ جلیل القدر صحابہ سے ہیں جن کی قبر ترکیہ استنبول کی فصیل کے نیچے واقع ہے۔ جہاد میں

وفات پائی۔ رضی اللہ عنہ۔وارضاہ واجعلنا من اتباعھم۔

جنت کی اسّی صفیں اس امت سے ہوں گی

۳۲/۵۴۹۶ وَعَنْ بُرَیْدَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَھْلُ الْجَنَّۃِ عِشْرُوْنَ وَمِائَۃُ صَفٍّ ثَمَانُوْنَ مِنْھَا مِنْ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ وَاَرْبَعُوْنَ مِنْ سَآئِرِ الْاُمَمِ۔ (رواہ الترمذی والدارمی والبیھقی فی کتاب البعث والنشور)

اخرجہ لترمذی فی السنن ۵۸۹/٤ حدیث رقم ۲۵۴۶، وابن ماجہ ۱٤۳٤/۲ حدیث رقم ٤۲۸۹، والدارمی ۴۳٤/۲ حدیث رقم ۲۸۳۵، واحمد فی المسند ۳۵۵/۵۔

ترجمہ: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل جنت کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی۔ان میں سے اسّی صفیں اس امت کی ہوں گی اور چالیس باقی امتوں میں سے ہوں گی۔

(ترمذی، دارمی، بیہقی کتاب البعث والنشور)

تشریح ۞ ثَمَانُوْنَ مِنْھَا مِنْ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ: اس سے ثابت ہوتا ہے اس امت کے جنتی افراد کی تعداد دوسری امتوں سے دوگنا ہوگی۔

ایک اشکال: اس سے پہلے باب الشفاعۃ میں گزرا کہ مجھے امید ہے کہ تم تمام اہل جنت کا نصف ہوں گے اور یہاں دوگنا بتلایا گیا ہے۔

الجواب: اس روایت میں جناب رسول اللہ ﷺ کی امید کا تذکرہ ہے اور اس روایت میں اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے جو اضافہ فرمایا اس کا تذکرہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا ..... ۞ بعض نے کہا ممکن ہے ۸۰ صفیں ۴۰ کے برابر ہوں مگر یہ مفہوم کچھ زیادہ درست نہیں ہے۔

جنت کے ایک دروازے کی چوڑائی

۳۳/۵۴۹۷ وَعَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَابُ اُمَّتِیَ الَّذِیْ یَدْخُلُوْنَ مِنْہُ الْجَنَّۃَ عَرْضُہٗ مَسِیْرَۃُ الرَّاکِبِ الْمُجَوِّدِ ثَلَاثًا ثُمَّ اِنَّھُمْ لَیُضْغَطُوْنَ عَلَیْہِ حَتّٰی تَکَادَ مَنَاکِبُھُمْ تَزُوْلُ۔

(رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث ضعیف وسالت محمد بن اسمعیل عن ھذا الحدیث فلم یعرفہ وقال یخلد بن ابی بکر یروی المناکیر)

اخرجہ الترمذی فی السنن ٤/٥٩٠ حدیث رقم ۲۵٤۸۔

ترجمہ: حضرت سالم نے اپنے والد سے روایت نقل کی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت کا وہ دروازہ جس سے ہماری امت داخل ہوں گی اس کی چوڑائی تین (رات یا سال) گھوڑے کو تیز رفتاری سے دوڑانے والے سوار کے فاصلہ کے برابر ہوگی۔ پھر بھی گزرتے وقت ان کے کندھے باہمی ٹکرائیں گے اور وہ گزرنے میں تنگی محسوس کریں گے۔ (ترمذی نے ضعیف کہا۔امام بخاری نے مخلد بن ابی بکر کو منکر الحدیث قرار دیا ہے)

تشریح ۞ مَسِیْرَةُ الرَّاكِبِ الْمُجَوِّدِ ثَلٰثًا: تین رات یا تین برس اور یہ زیادہ ظاہر ہے کیونکہ اس میں مبالغہ ہے۔ اس سے مراد کثرت ہے تا کہ یہ اس روایت کے خلاف نہ ہو جس میں چالیس برس کی مقدار بتلائی گئی ہے۔

۞ ممکن ہے کہ پہلے اسی کی وحی ہو اور پھر زیادہ کا اعلان کیا گیا۔ ۞ دروازوں کا مختلف ہونا داخل ہونے والوں کے مختلف ہونے کی وجہ سے ہو۔ واللہ اعلم۔

ضعیف: صاحب مصابیح نے ضعیف کہا اور منکر قرار دیا کیونکہ بہت سی قوی روایات کے خلاف ہے۔ امام بخاری مخلد بن ابوبکر کو منکر روایات بیان کرنے والا قرار دیا۔ صاحب مشکوۃ نے مخلد نقل کیا مگر یہ غلط ہے اصل خالد بن ابوبکر ہے کذا قال الجمال۔

جنت کا ایک عجیب بازار

۳۴/۵۴۹۸ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَسُوقًا مَّا فِيْهَا شِرًى وَلَا بَيْعٌ اِلَّا الصُّوَرُ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ فَاِذَا اشْتَهَى الرَّجُلُ صُوْرَةً دَخَلَ فِيْهَا۔

(رواه الترمذي وقال هذا حديث غريب)

اخرجه الترمذي في السنن ٤/٥٩٢ حديث رقم ٢٥٥٠ واحمد في المسند ١/١٥٦۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بلاشبہ جنت میں ایک ایسا بازار ہے جس میں خرید فروخت نہیں ہے اس میں صرف مردوں اور عورتوں کی اچھی تصاویر ہیں تو جب کوئی مرد کسی عورت کو پسند کرے گا تو وہ اسی صورت کا ہو جائے گا۔ (ترمذی نے غریب کہا ہے)۔

تشریح ۞ اِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَسُوقًا: یہ ایسا بازار ہے جہاں بری صورتیں اچھی میں بدل جاتی ہے۔ مگر اس طرح کہنا زیادہ مناسب ہے جہاں حسین صورتوں کو احسن میں بدلا جاتا ہے کیونکہ جنت میں کوئی بدصورت نہ ہوگا۔ واللہ اعلم

جنت والوں کے منابرِ نور اور دیدارِ الٰہی

۳۵/۵۴۹۹ وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّهُ لَقِيَ اَبَا هُرَيْرَةَ فَقَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ اَسْاَلُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْمَعَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ فِيْ سُوْقِ الْجَنَّةِ فَقَالَ سَعِيْدٌ اَفِيْهَا سُوْقٌ قَالَ نَعَمْ اَخْبَرَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ اِذَا دَخَلُوْهَا نَزَلُوْا فِيْهَا بِفَضْلِ اَعْمَالِهِمْ ثُمَّ يُؤْذَنُ لَهُمْ فِيْ مِقْدَارِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ مِنْ اَيَّامِ الدُّنْيَا فَيَزُوْرُوْنَ رَبَّهُمْ وَيُبْرِزُ لَهُمْ عَرْشَهٗ وَيَتَبَدّٰى لَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ فَيُوْضَعُ لَهُمْ مَنَابِرُ مِّنْ نُوْرٍ وَمَنَابِرُ مِنْ لُؤْلُؤٍ وَمَنَابِرُ مِّنْ يَاقُوْتٍ وَمَنَابِرُ مِنْ زَبَرْجَدٍ وَمَنَابِرُ مِنْ ذَهَبٍ وَمَنَابِرُ مِّنْ فِضَّةٍ وَيَجْلِسُ اَدْنَاهُمْ وَمَا فِيْهِمْ دَنِيٌّ عَلٰى كُثْبَانِ الْمِسْكِ وَالْكَافُوْرِ مَا يُرَوْنَ اَنَّ اَصْحَابَ الْكَرَاسِيِّ بِاَفْضَلَ مِنْهُمْ مَجْلِسًا قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَهَلْ نَرٰى رَبَّنَا قَالَ نَعَمْ هَلْ تَتَمَارَوْنَ فِيْ

رُؤْيَةِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ قُلْنَا لَا قَالَ كَذٰلِكَ لَا تَتَمَارَوْنَ فِي رُؤْيَةِ رَبِّكُمْ وَلَا يَبْقٰى فِي ذٰلِكَ الْمَجْلِسِ رَجُلٌ إِلَّا حَاضَرَهُ اللّٰهُ مُحَاضَرَةً وَحَتّٰى يَقُوْلَ لِلرَّجُلِ مِنْهُمْ يَا فُلَانَ ابْنَ فُلَانٍ أَتَذْكُرُ يَوْمَ قُلْتَ كَذَا وَكَذَا فَيُذَكِّرُهُ بِبَعْضِ غَدَرَاتِهِ فِي الدُّنْيَا فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ أَفَلَمْ تَغْفِرْلِيْ فَيَقُوْلُ بَلٰى فَبِسَعَةِ مَغْفِرَتِيْ بَلَغْتَ مَنْزِلَتَكَ هٰذِهٖ فَبَيْنَمَا هُمْ عَلٰى ذٰلِكَ غَشِيَتْهُمْ سَحَابَةٌ مِّنْ فَوْقِهِمْ فَأَمْطَرَتْ عَلَيْهِمْ طِيْبًا لَمْ يَجِدُوْا مِثْلَ رِيْحِهٖ شَيْئًا قَطُّ وَيَقُوْلُ رَبُّنَا قُوْمُوْا إِلٰى مَا أَعْدَدْتُ لَكُمْ مِنَ الْكَرَامَةِ فَخُذُوْا مَا اشْتَهَيْتُمْ فَنَأْتِيْ سُوْقًا قَدْ حَفَّتْ بِهِ الْمَلٰئِكَةُ فِيْهَا مَا لَمْ تَنْظُرِ الْعُيُوْنُ إِلٰى مِثْلِهٖ وَلَمْ تَسْمَعِ الْاٰذَانُ وَلَمْ يَخْطُرْ عَلَى الْقُلُوْبِ فَيُحْمَلُ لَنَا مَا اشْتَهَيْنَا لَيْسَ يُبَاعُ وَلَا يُشْتَرٰى وَفِيْ ذٰلِكَ السُّوْقِ يَلْقٰى أَهْلُ الْجَنَّةِ بَعْضُهُمْ بَعْضًا قَالَ فَيُقْبِلُ الرَّجُلُ ذُو الْمَنْزِلَةِ وَالْمُرْتَفِعَةِ فَيَلْقٰى مَنْ هُوَ دُوْنَهٗ وَمَا فِيْهِمْ دَنِيٌّ فَيَرُوْعُهٗ مَا يَرٰى عَلَيْهِ مِنَ اللِّبَاسِ فَمَا يَنْقَضِيْ اٰخِرُ حَدِيْثِهٖ حَتّٰى يَتَخَيَّلَ عَلَيْهِ مَا هُوَ أَحْسَنُ مِنْهُ وَذٰلِكَ أَنَّهٗ لَا يَنْبَغِيْ لِأَحَدٍ أَنْ يَحْزَنَ فِيْهَا ثُمَّ نَنْصَرِفُ إِلٰى مَنَازِلِنَا فَيَتَلَقَّانَا أَزْوَاجُنَا فَيَقُلْنَ مَرْحَبًا وَأَهْلًا لَقَدْ جِئْتَ وَإِنَّ بِكَ مِنَ الْجَمَالِ أَفْضَلَ مِمَّا فَارَقْتَنَا عَلَيْهِ فَنَقُوْلُ إِنَّا جَالَسْنَا الْيَوْمَ رَبَّنَا الْجَبَّارَ وَيَحِقُّنَا أَنْ نَنْقَلِبَ بِمِثْلِ مَا انْقَلَبْنَا۔ (رواہ الترمذی وابن ماجۃ وقال الترمذی ھذا حدیث غریب)

اخرجہ الترمذی فی السنن ۵۹۱/۴ حدیث رقم ۲۵۴۹، وابن ماجہ ۱۴۵۰/۲ حدیث رقم ۴۳۳۶۔

ترجمہ: حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میری ملاقات حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہوئی تو وہ مجھے کہنے لگے میں اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا رہتا ہوں کہ وہ مجھے اور تجھے جنت کے بازار میں جمع کر دے۔ ابو سعید کہتے ہیں کہ میں نے ان سے دریافت کیا کہ کیا جنت میں بھی بازار ہیں؟ تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا جی ہاں۔ مجھے جناب رسول اللہ ﷺ نے اطلاع دی کہ جب جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے اور یہ داخلہ اپنے اعمال کی فضیلت کے لحاظ سے ہوگا پھر ان کو دنیا کے دنوں میں سے جمعہ کے دن کی مقدار میں اجازت دی جائے گی پس وہ اپنے رب کی زیارت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے لئے اپنا عرش ظاہر فرمادیں گے اور یہ ظہور جنت کے باغوں میں سے ایک باغ میں ہوگا پھر ان کے لئے نور کے منبر رکھے جائیں گے۔ کچھ منبر موتیوں، کچھ یاقوت، کچھ زبرجد، کچھ سونے اور کچھ چاندی کے ہوں گے۔ ان میں سے سب سے کم درجہ جنتی کستوری اور کافور کے ٹیلوں پر بیٹھے گا۔ ان میں کوئی بھی گھٹیا مرتبے کا نہ ہوگا۔ ٹیلوں پر بیٹھنے والے یہ گمان نہ کریں گے کہ کرسیوں والے اپنی نشست گاہ کے لحاظ سے ان سے افضل ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے میں جناب رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم اپنے رب کو دیکھیں گے؟ فرمایا۔ ہاں کیا تم سورج اور چودھویں رات کے چاند کو دیکھنے میں شک کرتے ہو؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا اسی طرح تم اپنے رب کو دیکھنے میں بھی شک نہ کرو گے۔ اللہ تعالیٰ اس موقعہ میں ہر حاضر مجلس شخص سے بلا واسطہ کلام فرمائیں گے۔ یہاں تک کہ ان میں سے ہر ایک شخص کو فرمائے گا اے فلاں فلاں کیا تجھے وہ دن یاد ہے جب تو اس طرح اس طرح کیا کرتا تھا۔ اسے دنیا میں اس کی بعض عہد شکنیاں یاد دلائے گا۔ بندہ عرض کرے گا اے میرے رب! کیا تو نے مجھے بخش نہیں دیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کیوں نہیں تو اس مرتبے

کو میری وسعت مغفرت کی وجہ سے پہنچا۔ جنتی اسی حال میں ہوں گے کہ انہیں اوپر کی جانب سے ایک بادل ڈھانپ لے گا اوران پرخوشبو کی ایسی بارش کرے گا کہ اس جیسی خوشبو والی چیز انہوں نے کبھی نہ پائی ہوگی اور ہمارا رب فرمائے گا اٹھو! اس عزت کی طرف جو میں نے تمہارے لئے تیار کی ہے اور جو چاہو لے لو۔ چنانچہ وہ ایسے بازار میں آئیں گے جسے فرشتوں نے گھیر رکھا ہوگا۔ وہاں ہم ایسی چیزیں پائیں گے جن کی مثال آنکھوں نے نہ دیکھی اور نہ کانوں نے سنی ہوگی اور دلوں میں ان کا تصور نہ گزرا ہوگا۔ تو ہم جو چاہیں گے ہمیں وہی دیا جائے گا۔ وہاں کوئی چیز نہ فروخت کی جائے گی اور نہ خریدی جائے گی۔ اس بازار میں جنتی ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اونچے مرتبہ والا متوجہ ہوکر نچلے مرتبہ والے سے ملاقات کرے گا حالانکہ ان میں کوئی بھی گھٹیا مرتبہ والا نہ ہوگا۔ کم مرتبہ کا جو لباس دیکھے گا وہ اسے حیرت زدہ کردے گا۔ اس کی گفتگو کا آخری حصہ ابھی ختم نہ ہوگا کہ وہ محسوس کرے گا کہ میرا لباس پہلے سے بھی اچھا ہے اور اس وجہ سے کہ جنت میں کسی کو غمگین ہونا مناسب نہیں۔ پھر ہم اپنے گھروں کی طرف جائیں گے اور ہمارے بیویاں ہم سے ملاقات کریں گی۔۔ وہ مرحبا اور اھلاً کہیں گی کہ تمہارا حسن تو اس وقت سے کہیں زیادہ ہے جب کہ تم ہم سے جدا ہوئے تھے۔ ہم جواب دیں گے آج ہم نے جبار سے ہم نشینی کی ہے اور ہمیں اس حال میں لوٹنے کا حق پہنچتا ہے جس میں ہم لوٹے ہیں۔

(ترمذی، ابن ماجہ۔ ترمذی نے اسے غریب کہا)

تشریح ۞ ثُمَّ يُؤْذَنُ لَهُمْ فِي مِقْدَارِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ: دنیا میں جس روز جمعہ ہوتا تھا جنت میں اس روز کے حساب سے نکلنے کا حکم ہوگا اور یہ دنیا میں جمعہ کے لئے نکلنے کا بدلہ ہوگا۔

فَيَزُوْرُوْنَ رَبَّهُمْ: اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔ اہل جنت پر نہایت درجہ لطف و مہربانی ہوگی۔ پہلے گزرا کہ عرش الٰہی جنت کی چھت ہے۔

اَدْنَا: کا معنی اقل و کمتر ہے جو کہ اعلیٰ و اکثر کے مقابلہ میں بولا جاتا ہے۔ حقیر و کمینہ مراد نہیں کیوں جنت اس سے پاک ہے۔

دَنِیٌّ عَلٰى كُثْبَانِ الْمِسْكِ: یہ کم درجہ کا جنتی مشک و کافور کے ٹیلے پر ہوگا اور اعلیٰ درجات والے نور کے منبروں اور کرسیوں پر بیٹھیں گے جیسے صدر مجلس کرسی پر اور عام لوگ گھاس پر بیٹھتے ہیں۔ جنت میں ہر ایک اپنے مرتبہ پر شاکر و راضی ہوگا دوسرے کے بلند مرتبہ کی تمنا اور اس کے متعلق بدگمانی نہ کرے گا اور اس کی حالت پر حسرت و غیرت نہ کھائے گا خواہ اسے معلوم ہو جائے کہ میں مرتبہ میں کم اور وہ زیادہ ہے کیونکہ جنت میں ہر آنکھ قناعت والی ہوگی۔

يَا فُلَانَ ابْنَ فُلَانٍ: یہ بات کثرت تشکر کے لئے یاد دلائی جائے گی کہ تم نے فلاں چیز کہی جو جائز نہ تھی۔ پس وہ شخص اپنے گناہوں سے متعلق تامل و توقف کرے گا۔

فَيَرُوْعُهُ مَا يَرٰى عَلَيْهِ مِنَ اللِّبَاسِ: روع کا معنی ڈرنا اور تعجب کرنا ہے۔ اس کے دو معانی ہیں۔ ① اپنے سے کم تر لباس دیکھ کر ڈر جائے گا یعنی کم تر معلوم ہونے لگے گا۔ ② اس پر یہ لباس دیکھ کر خوشی سے متعجب ہوگا۔ یعنی اس کی نگاہ میں وہ لباس شاندار معلوم ہوگا۔ یہ معنی سیاق کے مطابق ہے۔

ذٰلِكَ اَنَّهُ لَا يَنْبَغِيْ لِاَحَدٍ: شاید کہ ادنیٰ درجہ والے جنتی کو اپنے لباس کی وجہ سے غم لاحق ہوا ہو۔ ② شاید کہ وہ بلند مرتبے والا اس کے لباس کو دیکھ کر غمگین ہوا ہو۔ فتدبر۔ (روایت کا یہ حصہ کئی روایات صحیحہ کے خلاف ہے جن میں جنت میں غم کی مطلق نفی

وارد ہے۔ فتدبر)

لَقَدْ جِئْتَ وَاِنَّ بِكَ مِنَ الْجَمَالِ: اس لئے کہ جو ایسی ذات کے خاص تجلیات کے مقام میں بیٹھا اس کے جمال میں کیونکر اضافہ نہ ہو۔ وہ تو حسن و جمال کا خالق ہے اور کائنات کا تمام حسن و جمال اسی کے نور کا پرتو ہے۔

ادنیٰ جنتی کا حال

۵۵۰۰/۳۶ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَدْنٰى اَهْلِ الْجَنَّةِ الَّذِيْ لَهٗ ثَمَانُوْنَ اَلْفَ خَادِمٍ وَاثْنَتَانِ وَسَبْعُوْنَ زَوْجَةً وَتُنْصَبُ لَهٗ قُبَّةٌ مِّنْ لُؤْلُؤٍ وَزَبَرْجَدٍ وَيَاقُوْتٍ كَمَا بَيْنَ الْجَابِيَةِ اِلٰى صَنْعَاءَ وَبِهٰذَا الْاِسْنَادِ قَالَ مَنْ مَاتَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ مِنْ صَغِيْرٍ اَوْ كَبِيْرٍ يُرَدُّوْنَ بَنِيْ ثَلٰثِيْنَ فِي الْجَنَّةِ لَا يَزِيْدُوْنَ عَلَيْهَا اَبَدًا وَكَذٰلِكَ اَهْلُ النَّارِ وَبِهٰذَا الْاِسْنَادِ قَالَ اِنَّ عَلَيْهِمُ التِّيْجَانَ اَدْنٰى لُؤْلُؤَةٍ مِنْهَا لَتُضِيْءُ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَبِهٰذَا الْاِسْنَادِ قَالَ الْمُؤْمِنُ اِذَا اشْتَهَى الْوَلَدَ فِي الْجَنَّةِ كَانَ حَمْلُهٗ وَوَضْعُهٗ وَسِنُّهٗ فِيْ سَاعَةٍ كَمَا يَشْتَهِيْ وَقَالَ اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ اِذَا اشْتَهَى الْمُؤْمِنُ فِي الْجَنَّةِ الْوَلَدَ كَانَ فِيْ سَاعَةٍ وَلٰكِنْ لَا يَشْتَهِيْ۔

(رواه الترمذي وقال هذا حديث غريب وروى ابن ماجة الرابعة والدارمي الاخيرة)

اخرجه الترمذي في السنن ۵۹۹/۴ حديث رقم ۲۵۶۲، وابن ماجه في السنن ۱۴۵۲/۲ حديث رقم ۴۳۳۸، والدارمي ۴۳۴/۲ حديث رقم ۲۸۳۴، واحمد في المسند ۷۶/۳۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے ادنیٰ جنتی وہ ہوگا جس کے اسی ہزار خادم اور بہتر بیویاں ہوں۔ اس کے لئے موتیوں اور زبرجد و یاقوت کا خیمہ لگایا جائے گا۔ جو اتنا بڑا ہوگا جتنا جابیہ اور صنعاء کے درمیان فاصلہ ہے۔ (۱) ایک اور روایت میں جو اسی سند سے ہے کہ جو جنتی چھوٹا یا بڑا مر جائے وہ تیس سال کا بنا دیا جائے گا۔ یہ لوگ اس عمر سے کبھی زیادہ نہ ہوں گے۔ (۲) اسی طرح آگ والے لوگ' اسی سند میں یہ بھی مذکور ہے کہ اہل جنت کے سروں پر تاج ہوں گے۔ جن کا معمولی موتی مشرق و مغرب کے درمیان کو چمکا دے گا'' (۳) ایک روایت میں اسی سند سے یہ الفاظ بھی ہیں' جب مؤمن جنت میں اولاد کی خواہش کرے گا تو اس کا حمل اور پیدائش اور انتہائی عمر کو پہنچنا پل بھر میں ہو جائے گا'۔ ابو اسحاق بن ابراہیم نے اس آخر حدیث کے متعلق کہا ہے کہ اگر کوئی مؤمن جنت میں اولاد کا خواہش مند ہوگا تو وہ ایک پل بھر میں ہو جائے گی لیکن وہ فی الحقیقت نہ چاہے گا۔ (ترمذی نے اسے غریب کہا ہے۔ ابن ماجہ نے چوتھی اور دارمی نے آخری روایت نقل کی ہے)

تشریح ۞ يُرَدُّوْنَ بَنِيْ ثَلٰثِيْنَ فِي الْجَنَّةِ: عمر اور اس میں اضافہ نہ کیا جائے گا۔ شاید ان کی یہ عمر اس لئے مقرر فرمائی تاکہ کامل چین و سکون لیں اور اسی طرح کفار کی بھی اتنی عمر رکھی تاکہ وہ دار البوار میں مکمل طریق سے سزا پائیں۔

جَابِيَة: یہ ملک شام کا معروف سرحدی شہر ہے۔ صَنْعَاء: یہاں صنعاء یمن مراد ہے۔

جنتی حوروں کا ترانہ

۳۷/۵۵۰۱ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَمُجْتَمَعًا لِلْحُوْرِ الْعِيْنِ يَرْفَعْنَ بِاَصْوَاتٍ لَمْ تَسْمَعِ الْخَلَائِقُ مِثْلَهَا يَقُلْنَ نَحْنُ الْخَالِدَاتُ فَلَا نَبِيْدُ وَنَحْنُ النَّاعِمَاتُ فَلَا نَبْاَسُ وَنَحْنُ الرَّاضِيَاتُ فَلَا نَسْخَطُ طُوْبٰى لِمَنْ كَانَ لَنَا وَكُنَّا لَهٗ۔ (رواہ الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ٤ / ٦٠٠ حدیث رقم ٢٥٦٤، واحمد فی المسند ١ / ١٥٦۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں بڑی آنکھ والی حوروں کا اجتماع ہوگا جو اپنی آوازیں بلند کرتی ہیں۔ ایسی آواز جو مخلوق نے کبھی نہیں سنی وہ کہتی ہیں ہم ہمیشہ رہنے والیاں ہیں۔ کبھی فنا نہ ہوں گی اور ہم خوش رہنے والیاں ہیں کبھی ناراض نہ ہوں گی۔ اسے خوشخبری ہو جو ہمارا ہوا اور ہم اس کی ہوں گی۔ (ترمذی)

تشریح ۞ اس ارشاد میں حوروں کے نغمہ کو بتلایا گیا ہے کہ وہ ہمیشہ رہنے والیاں، خوش باش رہنے والیاں ہمیشہ راضی رہنے والیاں جو کبھی ناراض نہ ہوں گی۔

شہد، دودھ، شراب کے دریا

۳۸/۵۵۰۲ وَعَنْ حَكِيْمِ بْنِ مُعَاوِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَحْرَ الْمَاءِ وَبَحْرَ الْعَسَلِ وَبَحْرَ اللَّبَنِ وَبَحْرَ الْخَمْرِ ثُمَّ تَشَقَّقُ الْاَنْهَارُ بَعْدُ۔

(رواہ الترمذی ورواہ الدارمی عن معاویۃ)

اخرجه الترمذی فی السنن ٤ / ٦٠٣ حدیث رقم ٢٥٧١، واحمد فی المسند ٥ / ٥۔

ترجمہ: حضرت حکیم بن معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں پانی کا ایک دریا ہے اور شہد کا دریا اور دودھ، شراب کا بھی دریا ہے۔ اس سے آگے پھر نہریں نکلتی ہیں۔ (ترمذی و دارمی نے معاویہ سے نقل کیا ہے)

تشریح ۞ بَحْرَ الْمَاءِ: ظاہر یہ ہے کہ دریاؤں سے مراد ان نہروں کی جڑیں اور نکلنے کے مقامات ہیں جن کا تذکرہ قرآن مجید میں وارد ہوا ہے: فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ...... پھر ان میں نکل کر مختلف اطراف محلات ابرار کے خیموں اور ابرار کے محلات کے نیچے سے گزریں گے۔ ۞ دریاؤں سے بھی وہی نہریں مراد ہیں ان کے چلاؤ کی وجہ سے ان کو نہریں کہا گیا ہے۔

الفصل الثالث:

جنتی کی کروٹ

۳۹/۵۵۰۳ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الرَّجُلَ فِي الْجَنَّةِ لَيَتَّكِئُ

فِي الْجَنَّةِ سَبْعِينَ مُسْنَدًا قَبْلَ اَنْ يَّتَحَوَّلَ ثُمَّ تَاْتِيْهِ امْرَأَةٌ فَتَضْرِبُ عَلٰى مَنْكِبِهٖ فَيَنْظُرُ وَجْهَهٗ فِيْ خَدِّهَا اَصْفٰى مِنَ الْمِرْاٰةِ وَاِنَّ اَدْنٰى لُؤْلُؤَةٍ عَلَيْهَا تُضِيْءُ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ فَتُسَلِّمُ عَلَيْهِ فَيَرُدُّ السَّلَامَ وَيَسْاَلُهَا مَنْ اَنْتِ فَتَقُوْلُ اَنَا مِنَ الْمَزِيْدِ وَاِنَّهٗ لَيَكُوْنُ عَلَيْهَا سَبْعُوْنَ ثَوْبًا فَيَنْفُذُهَا بَصَرُهٗ حَتّٰى يُرٰى مُخَّ سَاقِهَا مِنْ وَّرَآءِ ذٰلِكَ وَاِنَّ عَلَيْهَا مِنَ التِّيْجَانِ اَدْنٰى لُؤْلُؤَةٍ مِنْهَا لَتُضِيْءُ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ۔

(رواه احمد)

اخرجه احمد في المسند ۳/۷۵۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں ایک آدمی کروٹ بدلنے سے پہلے ستر تکیوں سے ٹیک لگائے گا۔ پھر اس کے پاس ایک خاتون آئے گی جو اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھے گی وہ اس کے رخسار میں اپنی صورت کو آئینہ سے زیادہ صاف دیکھے گا۔ اس کا ادنیٰ مشرق و مغرب کے درمیانی جگہ کو روشن کر دے گا۔ وہ اسے سلام کرے گی اور یہ اس کا جواب دے گا اور پوچھے گا کہ تو کون ہے؟ وہ کہے گی کہ میں زائد نعمت ہوں اس کے جسم پر ستر کپڑے ہوں گے مگر نظر ان سے پار جائے گی یہاں تک کہ ان کے اندر سے اس کی پنڈلی کا گودا نظر آئے گا۔ اس عورت کے سر پر تاج ہوگا جس کا ادنیٰ موتی مشرق و مغرب کی درمیانی جگہ کو روشن کر دے گا۔ (احمد)

تشریح ۞ فَتَقُوْلُ اَنَا مِنَ الْمَزِيْدِ یعنی میں وہ مزید نعمت ہوں جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے نیک بندوں سے فرمایا تھا۔ ارشاد فرمایا: لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ ...... اور ان کے لئے جنت میں وہ کچھ ہوگا جو وہ چاہیں گے اور ہمارے ہاں مزید ہے اور دوسرے مقام پر فرمایا للذين احسنو الحسنیٰ وزيادة الآيه اور ان لوگوں کے لئے جنہوں نے نیکی کی جنت ہے اور اضافہ ہے۔ زیادہ کی تفسیر رویت باری تعالیٰ سے بھی کی گئی ہے اور اس کو اضافہ اور زیادہ اس لئے فرمایا کہ حسنیٰ کا معنی تو جنت ہے جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے مکلفین سے جزاء اعمال کے سلسلہ میں مکلفین سے فرمایا ہے اور یہ زیادہ فضل پر فضل ہے۔

جنت کی کاشت

۵۵۰۴/۴۰ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَحَدَّثُ وَعِنْدَهٗ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْبَادِيَةِ اِنَّ رَجُلًا مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ اسْتَاْذَنَ رَبَّهٗ فِي الزَّرْعِ فَقَالَ لَهٗ اَلَسْتَ فِيْمَا شِئْتَ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنِّيْ اُحِبُّ اَنْ اَزْرَعَ فَبَذَرَ فَبَادَرَ الطَّرْفَ نَبَاتُهٗ وَاسْتِوَاءُهٗ وَاسْتِحْصَادُهٗ فَكَانَ اَمْثَالَ الْجِبَالِ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى دُوْنَكَ يَا ابْنَ اٰدَمَ فَاِنَّهٗ لَا يُشْبِعُكَ شَيْءٌ فَقَالَ الْاَعْرَابِيُّ وَاللّٰهِ لَا تَجِدُهٗ اِلَّا قُرَشِيًّا اَوْ اَنْصَارِيًّا فَاِنَّهُمْ اَصْحَابُ زَرْعٍ وَاَمَّا نَحْنُ فَلَسْنَا بِاَصْحَابِ زَرْعٍ فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

اخرجه البخاري في صحيحه ۷/۵ حديث رقم ۲۳۴۸، واحمد في المسند ۲/۵۱۱۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرما رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس وقت ایک دیہاتی بھی تھا کہ اہل جنت میں سے ایک آدمی اپنے رب سے کاشتکاری کی اجازت طلب کرے گا۔ اس

سے فرمایا جائے گا کیا تو اپنی پسندیدہ حالت میں نہیں۔ وہ عرض کرے گا کیوں نہیں! لیکن میں کاشت کرنا چاہتا ہوں۔ پس وہ بوئے گا جو آنکھ جھپکنے میں اگ آئے گا اور فصل بڑھے گی اور کاٹنے کے قابل ہو جائے گی۔ وہ پہاڑوں کے برابر بلند ہو گی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے ابن آدم! جو تو چاہتا تھا حاصل کر لے تو عجیب ہے کہ تیرے پیٹ کو کوئی چیز نہیں بھرتی۔ دیہاتی کہنے لگا۔ اللہ کی قسم! وہ تو قریشی یا انصاری ہوگا جو کھیتی باڑی کرتے ہیں میں تو کھیتی باڑی نہیں کرتا (یہ سنکر) جناب رسول اللہ ﷺ اس پر مسکرائے۔ (بخاری)

تشریح ۞ وَلٰكِنِّيْ اُحِبُّ اَنْ اَزْرَعَ : انسانی مزاج میں حرص تو جبلی ہے۔ اس لئے جنت کی ان گنت نعمتوں کے پالینے کے باوجود وہ کھیتی کی تمنا کر رہا ہے۔ اسی طرح انسان فطری طور پر ترک قناعت کا عادی ہے۔ یہ صفت جنت میں پہنچ کر اس میں باقی رہے گی۔

فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: دیہاتی کے پرلطف جملے پر آپ ہنسے کہ ہم تو دودھ اور کھجور پر گزر کرنے والے ہیں۔ جنت میں کھیتی کا مطالبہ کرنے والا تو کوئی قریشی یا انصاری معلوم ہوتا ہے“

۵۵۰۵/۴۱ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ سَالَ رَجُلٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيَنَامُ اَهْلُ الْجَنَّةِ قَالَ النَّوْمُ اَخُ الْمَوْتِ وَلَا يَمُوْتُ اَهْلُ الْجَنَّةِ۔

رواه البيهقي في شعب الايمان

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے جناب رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا اہل جنت سوئیں گے۔ آپ نے فرمایا نیند تو موت کی بہن ہے اور اہل جنت پر موت نہیں۔ (بیہقی شعب الایمان)

تشریح ۞ اَيَنَامُ اَهْلُ الْجَنَّةِ: جنت میں نیند نہ ہوگی کیونکہ نیند قوی و جوارح کے تعطل میں موت کی طرح ہے۔ اہل جنت ویسے آرام و قیلولہ کریں گے۔

بَابُ رُؤْيَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى

دیدارِ الٰہی کا بیان

مسلکِ اہلسنت:

اہل سنت کے ہاں اللہ تعالیٰ کا دیدار عقلاً جائز ہے اور اس کے لئے کسی مکان، جہت، جہت و تقابل کی شرط نہیں ہے اور جو چیز موجود ہے اس کا دیکھنا ممکن ہوتا ہے خواہ وہ چیز جسم یا جسمانی چیز نہ ہو اور وہ چیز کسی مکان اور جہت و جہت پر نہ ہو۔ کیونکہ ان چیزوں کا دیکھنے کے لئے شرط ہونا بطور عادت ہوتا ہے۔ اگر قادر مطلق ان کو خلاف عادت دکھاوے تو بھی درست ہے۔ اللہ تعالیٰ کو قدرت حاصل ہے کہ وہ آنکھوں کو قوت بصیرت عنایت فرما دے۔ جس طرح ہم دنیا میں اللہ تعالیٰ کو بصیرت سے پا رہے ہیں کل قیامت کو اسے آنکھوں سے دیکھیں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر شئی پر قادر ہے۔ اسی لئے آخرت میں اہل ایمان کو دیدار الٰہی

سے فیض یاب کیا جائے گا۔اللّٰھم اجعلنا منھم۔اس پر سب کا اتفاق ہے۔کتاب سنت ،اجماع صحابہ تابعین سے یہ بات ثابت ہے اوراس کی پشت پر نہایت قوی دلائل ہیں۔

اہل بدعت کا طرز عمل:

اہل بدعت نے اپنی شقاوت سے ان دلائل پر اپنی کوتاہ نظری سے اعتراضات کیے ہیں اوران آیات واحادیث کی بے جا تاویلات کی ہیں۔

اہل حق کا طرز عمل:

اہل حق نے ان کی باطل تاویلات کے پرخچے اڑا دیے ہیں اور کتب کلامیہ میں اس پر خوب بحث کی ہے جس کو شوق ہو وہ امام رازی رحمہ اللہ کی تفسیر کا مطالعہ کرے۔مسلک مختار یہ ہے کہ دیدار الٰہی دنیا میں بھی ممکن ہے اگرچہ بالاتفاق اس کا وقوع نہیں ہوا۔ہمارے آقا سید المرسلین ﷺ کو شب معراج میں دیدار ہوا وہ اس جہان کا معاملہ ہے اوراس میں بھی بعض علماء کا اختلاف ہے ۔دیدار قلبی پر سب کا اتفاق ہے۔اس کی تفصیل شرح احادیث کے ضمن میں آئے گی۔سلف وخلف میں کسی کا دنیا میں دیدار الٰہی کا شرف پانا صحت روایت کے لحاظ سے ثابت نہیں۔مشائخ واولیاء میں سے کسی نے اس کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ تمام مشائخ ایسے مدعی کو جھوٹا اور گمراہ قرار دیتے ہیں۔

کتاب انوار:

یہ فقہ شافعی کی مشہور کتاب ہے۔اس میں لکھا ہے کہ جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ میں نے سر کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا ہے اوراس سے بلا واسطہ گفتگو کی ہے وہ کافر ہے۔

ایک اشکال: جب اللہ تعالیٰ کا دیدار ممکن ہے اور حاسہ بصر یہ میں کوئی علت بھی نہیں تو پھر دیدار کیوں نہیں؟

الجواب: دیدار تو اللہ تعالیٰ کی قدرت اور تخلیق کی وجہ سے ہوتا ہے۔حاسہ بصر اس کی علت نہیں ہے۔بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو دیکھنے کا ایک سبب عادیہ بنایا ہے اگر وہ چاہے تو آنکھیں نہ رکھنے والا شخص بھی دیکھ سکتا ہے اور وہ نہ چاہئے تو آنکھوں والا بھی نہیں دیکھ سکتا۔اگر آنکھوں کے سامنے پہاڑ ہو اور اللہ تعالیٰ آنکھوں سے دیکھنے کی قوت سلب کرے تو آنکھیں ہونے کے باوجود پہاڑ بھی نظر نہ آئے گا اور اللہ تعالیٰ کی قدرت اتنی عظیم ہے کہ اگر اندھا شخص مشرق میں ہو اور مچھر انتہائے مغرب میں ہو اور اللہ تعالیٰ اسے دکھانا چاہے تو کوئی چیز اس کے لئے مانع نہیں بن سکتی۔بلکہ وہ بخوبی دیکھے گا۔بلکہ دیکھنے والے سے بڑھ کر دیکھے گا۔رؤیت باری تعالیٰ کا انکار کرنا اوراس کو بعید خیال کرنا انہی لوگوں کا کام ہے جو صحیح فہم سے عاری اور محض عقل کے بے لگام گھوڑے کی پیروکار ہیں قدرت باری تعالیٰ کے لحاظ سے ہر شئی ممکن ہے۔کوئی مشکل نہیں۔

محدثین کا ارشاد:

زیارت کی یہ نعمت فقط اہل ایمان کو میسر ہوگی۔البتہ میدان محشر میں اس کی بعض تجلیات کا ظہور تمام مخلوق پر ہوگا خواہ کافر

ہوں یا مؤمن۔ کفار کو ظہور تجلی کے بعد حجاب میں کر دیا جائے گا اور وہ دائماً حسرت وافسوس کی آگ میں جلتے رہیں گے۔

راجح قول خواتین کو دیدار:

جس طرح مردوں کو دیدار ہوگا خواتین بھی اس سے محروم نہ ہوں گی۔ ② بعض علماء نے کہا کہ خواتین کو بھی دیدار ہو گا۔ مثلاً جمعہ، عیدین کے مواقع پر کیونکہ ان اوقات میں دیدار عام ہوگا۔ ③ بعض کہتے ہیں ان کو دیدار نہ ہوگا کیونکہ یہ پردہ میں ہوں گی جیسا کہ ارشاد باری ہے: حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ ...... مگر یہ قول نا قابل اعتبار ہے اس لئے کہ نصوص میں مردوں کی تخصیص کے لئے کوئی نص موجود نہیں۔ باقی خیمے کا پردہ تو اس کے لئے دیدار میں رکاوٹ نہیں ہے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ کامل خواتین جیسے سیدہ فاطمۃ الزہراء، سیدہ خدیجہ، سیدہ عائشہ، سیدہ آسیہ، سیدہ مریم علیہا السلام حالانکہ وہ بے شمار مردوں سے اعلیٰ وافضل ہیں پس صحیح یہی ہے کہ تمام اہل ایمان کے دیدار سے مشرف باد کیا جائے گا خواہ بشر ہوں یا ملائکہ یا جنات ہوں بعض شوافع نے فقط جنس بشر سے خاص مانا ہے مگر ان کے دلائل نا قابل توجہ ہیں۔

دیدارِ الٰہی خواب میں:

عام خواب میں دیدار قلبی ہے جس کا تعلق مثال ہے۔ سلف صالحین سے صحت کی ساتھ منقول ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو سو مرتبہ یہ نعمت خواب میں نصیب ہوئی۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے بھی منقول ہے کہ مجھے خواب میں اللہ رب العزت کا دیدار نصیب ہوا۔ تو میں نے عرض کیا یا اللہ کونسی عبادت اعلیٰ وافضل ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا قرآن مجید۔ میں نے دوبارہ عرض کیا کیا سمجھ کر پڑھنا یا بلا سمجھ کر پڑھنا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ خواہ وہ سمجھ کر پڑھو یا بلا سمجھے پڑھو۔

الفصل الاول:

چودھویں کے چاند کی طرح کسی کو دیدار میں شک نہ ہوگا

۱/۵۵۰۶ عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ عِيَانًا وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَظَرَ اِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ فَقَالَ اِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا الْقَمَرَ لَا تُضَامُّوْنَ فِيْ رُؤْيَتِهٖ فَاِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ لَّا تُغْلَبُوْا عَلٰى صَلٰوةٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا فَافْعَلُوْا ثُمَّ قَرَاَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۹/۱۳۱ ٤ حدیث رقم ۷٤۳۵ و مسلم ٤۳۹/۱ حدیث رقم (۲۱۱-۶۳۳) واخرجه ابو داؤد ۹۷/٥ حدیث رقم ٤۷۲۹، واخرجه الترمذی ٥۹۲/٤ حدیث ۲٥٥۱، وابن ماجه ۶۳/۱ حدیث رقم ۱۷۷، والدارمی ٤۱۹/۲ حدیث رقم ۲۸۰۱، واحمد فی المسند ۱۶/۳۔

ترجمہ: حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم اپنے رب کو کھلی آنکھوں سے

دیکھو گے۔ دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ ہم جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے چودھویں کے چاند کو دیکھ کر فرمایا۔ تم اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جس طرح چاند کو دیکھ رہے ہو جس طرح تم اس کے دیکھنے میں شک نہیں کرتے۔ پس اگر تم سے ہو سکے کہ سورج نکلنے سے پہلے اور سورج ڈوبنے سے پہلے والی نماز پر (پابندی کرو) اور مغلوب نہ ہو تو مناسب ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا...... اپنے رب کی تسبیح اس کی حمد وثناء کے ساتھ طلوع آفتاب سے پہلے اور غروب سے پہلے کرو۔

(بخاری، مسلم)

تشریح ۞ لَا تُضَامُّوْنَ: یہ انکشاف رؤیت میں تشبیہ دی گئی ہے یعنی تمہارا دیدار حق تعالیٰ اس طرح بلا شک وشبہ ہو گا۔ مرئی کی مرئی سے مشابہت مقصود نہیں ہے کہ جس طرح چاند تمہارے بالمقابل اور جہت میں محدود ہے ذات باری تعالیٰ اس سے وراء الوراء ہے پس یہ مراد نہیں ہے۔ یہ لفظ میم کی تشدید و تخفیف دونوں کے ساتھ وارد ہوا ہے۔ پہلی صورت میں یہ ضیم سے ہے جس کا معنی نقصان اور ظلم آتا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ دیدار الٰہی میں اس طرح ضرر ونقص نہ ہو گا کہ بعض دیکھیں اور بعض نہ دیکھیں۔ یا رؤیت کے متعلق ایک دوسرے کی تکذیب کر کے ظلم وزیادتی کا ارتکاب کریں۔ دوسری صورت میں یہ ضم سے مشتق ہے جس کا معنی ملانا اور پیوست کرنا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ جس طرح چودھویں کا چاند نہایت واضح اور ظاہر ہوتا ہے اور اس کے دیکھنے میں ازدحام نہیں اس طرح اللہ تعالیٰ کا دیدار بھی نہایت ظاہر اور کامل طور پر ہو گا۔ بھیڑ یا ازدحام نہ ہو گا۔ بخلاف ہلال کے کہ اس میں خفا واشتباہ ہوتا ہے۔

لَا تُغْلَبُوْا عَلٰى صَلٰوةٍ: نماز فجر وعصر پر مواظبت اختیار کرو کیوں کہ ایسا شخص مشاہدہ ذات کا زیادہ حقدار ہے کیونکہ اس کا ملکہ نماز ہی سے میسر ہے اس پر یہ ارشاد نبوت گواہ ہے: جعلت قرة عینی فی الصلوة...... تمام نمازوں کا یہی حکم ہے۔ باقی ان نمازوں کا خصوصی تذکرہ اس لئے کیا گیا کیوں کہ فجر استراحت اور غلبہ نوم اور عصر کاروبار اور خرید وفروخت کے اختتام کا وقت ہے۔ جو ان نمازوں میں سستی نہیں کرتا وہ دوسری نمازوں میں بدرجہ اولیٰ نہیں کرتا۔ یہ دو اوقات شرف والے ہیں آخرت میں رؤیت انہی اوقات میں ہو گی۔

دیدار نعمت مزید ہے

۷/۵۵۰۷ وَعَنْ صُهَيْبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى تُرِيْدُوْنَ شَيْئًا اَزِيْدُكُمْ فَيَقُوْلُوْنَ اَلَمْ تُبَيِّضْ وُجُوْهَنَا اَلَمْ تُدْخِلْنَا الْجَنَّةَ وَتُنَجِّنَا مِنَ النَّارِ قَالَ فَيُرْفَعُ الْحِجَابُ فَيَنْظُرُوْنَ اِلٰى وَجْهِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَمَآ اُعْطُوْا شَيْئًا اَحَبَّ اِلَيْهِمْ مِنَ النَّظَرِ اِلٰى رَبِّهِمْ ثُمَّ تَلَا لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۱۶۳/۱ حدیث رقم (۲۹۷-۱۸۱) والترمذی ۵۹۳/٤ حدیث رقم ۲۵۵۲، واحمد فی المسند ۱۵/٦۔

ترجمہ: حضرت صہیب ؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جب جنتی جنت میں داخل ہوں تو اللہ

تعالیٰ فرمائیں گے تم جو چاہتے ہو میں تم کو زائد دوں۔ وہ عرض کریں گے کیا تو نے ہمارے چہروں کو روشن و منور نہیں کیا اور ہمیں آگ سے نجات نہیں دے دی؟ تو ان سے حجاب کو اٹھا دیا جائے گا یہ لوگ اپنے رب کا دیدار کریں گے تو ان کو کوئی چیز دیدار الٰہی سے زیادہ پیاری معلوم نہ ہوگی۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ (مسلم) یعنی ان لوگوں کو جنہوں نے نیکی کی ان کو حسنیٰ اور اس سے زائد چیز ملے گی۔

تشریح ۞ فَيُرْفَعُ الْحِجَابُ: ازالہ تعجب کے لئے فرمایا کہ رفع حجاب ہوگا گویا ان کو اس طرح فرمایا کہ زیادتی والی نعمت یہ ہے۔ ذات باری تعالیٰ حجابات سے منزہ ہے کیونکہ وہ محجوب ہے اور غیر محجوب ہے جو محجوب ہوتا ہے وہ مغلوب ہوتا ہے۔ پس مطلب یہ ہے کہ دیکھنے والوں کی آنکھوں سے پردہ ہٹا دیا جائے گا۔ جیسا کہ اس پر جناب رسول اللہ ﷺ کا قول دلالت کرتا ہے۔ پس وہ ذات اقدس باری تعالیٰ کا دیدار کریں گے۔ وہ صورت و جہت سے منزہ ہے یہ سب سے بڑی نعمت ہوگی۔ جیسا کہ ذات باری تعالیٰ موجودات میں سب سے اعلیٰ بے مثل و بے مثال ہے۔

الفصل الثانی:

ادنیٰ جنتی کا سامان ایک ہزار سال کی مسافت میں

۳/۵۵۰۸ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَدْنٰى اَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً لَمَنْ يَّنْظُرُ اِلٰى جِنَانِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَنَعِيْمِهٖ وَخَدَمِهٖ وَسُرُرِهٖ مَسِيْرَةَ اَلْفِ سَنَةٍ وَاَكْرَمُهُمْ عَلَى اللّٰهِ مَنْ يَّنْظُرُ اِلٰى وَجْهِهٖ غُدْوَةً وَّعَشِيَّةً ثُمَّ قَرَاَ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ۔ (رواہ احمد والترمذی)

اخرجه احمد فی المسند ۶۴/۲ والترمذی ۵۹۳/۴ حدیث ۲۵۵۳۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں سب سے کم درجہ والا جنتی جب باغات، ازواج، انعامات، خدام اور تختے اور چار پائیاں کو دیکھے گا جو کہ ایک ہزار سال کی مسافت تک پھیلے ہوں گے اور ان میں اعلیٰ مرتبہ والا تو ہر صبح شام دیدار الٰہی سے مشرف باد ہوگا پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ۔ بعض چہرے اس دن تر و تازہ ہوں گے اور اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔ (احمد، ترمذی)

تشریح ۞ مَنْ يَّنْظُرُ اِلٰى وَجْهِهٖ غُدْوَةً وَّعَشِيَّةً: ان دونوں نمازوں کی محافظت کا حکم فرمایا کیوں کہ وہ دن کے دونوں اطراف میں ہیں۔ ② ان دو اوقات میں روز و شب علی الدوام دیدار ہو۔ ان دو اوقات کا تذکرہ اس بات کا موید ہے۔ یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بزرگی اور بلند ہمتی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے دیدار کے سواء اور کسی سے مشغول نہ ہو اور حق تعالیٰ کے علاوہ سے دل لگانا پستی ہے۔ خواہ وہ جنت ہی کیوں نہ ہو۔

ہر ایک اپنے ربّ کا تنہا دیدار کرے گا

۴/۵۵۰۹ وَعَنْ اَبِيْ رَزِيْنٍ الْعُقَيْلِيِّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَكُلُّنَا يَرٰى رَبَّهٗ مُخْلِيًا بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ

بَلٰى قَالَ قُلْتُ وَمَا اٰيَةُ ذٰلِكَ فِيْ خَلْقِهٖ قَالَ يَا اَبَا رَزِيْنٍ اَلَيْسَ كُلُّكُمْ يَرَى الْقَمَرَ لَيْلَةَ الْبَدْرِ مُخْلِيًا بِهٖ قَالَ بَلٰى قَالَ فَاِنَّمَا هُوَ خَلْقٌ مِّنْ خَلْقِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَجَلُّ وَاَعْظَمُ۔ (رواہ ابوداؤد)

اخرجه ابو داؤد في السنن ۹۹/۵ حديث رقم ۴۷۳۱ وابن ماجه ۶۴/۱ حديث رقم ۱۸۰ واحمد في المسند ۱۱/۴۔

ترجمہ: حضرت ابورزین عقیلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم میں سے ہر ایک اپنے رب کو تنہا دیکھے گا؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں! میں نے عرض کیا اس کی کیا نشانی ہے؟ آپ نے فرمایا اے ابورزین! کیا تم میں سے ہر ایک چودھویں کے چاند کو خلوت میں تنہیں دیکھتا؟ انہوں نے عرض کیا کیوں نہیں! آپ ﷺ نے فرمایا وہ تو اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہے جب کہ ذات باری تعالیٰ تو بہت بزرگی اور عظمت والی ہے۔ (ابوداؤد)

تشریح ۞ اَبِیْ رَزِیْن: یہ مشہور صحابی ہیں۔ اہل طائف سے شمار ہوتے ہیں ان کا اسم گرامی لقیط ہے۔

مُخْلِیًا: تخلیہ کی حالت میں۔ جب چاند کا یہ حال ہے کہ مخلوق ہونے کے باوجود ہر شخص اسے تنہاء بلا ازدحام دیکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات تو اجل واعظم ہے۔ اسے کیوں نہ دیکھا جا سکے گا۔ اجل میں بقول صاحب صراح بزرگی ذات کے اعتبار سے اوراعظم میں صفات کے اعتبار سے ہے۔

الفصل الثالث:

میں نور کو کیسے دیکھتا؟

۵/۵۵۱۰ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ رَاَيْتَ رَبَّكَ قَالَ نُوْرٌ اَنّٰى اَرَاهُ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم ۱۵۸/۱ حديث رقم (۲۸۵-۱۷۵) والترمذي ۳۶۹/۵ حديث ۳۲۸۲۔

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ سے میں نے دریافت کیا کہ کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ تو نور ہے میں نور کو کیسے دیکھتا۔ (مسلم)

تشریح ۞ هَلْ رَاَيْتَ رَبَّكَ قَالَ نُوْرٌ اَنّٰى اَرَاهُ: اس لئے کہ کمال نور اور شدت ظہور ادراک کے لئے مانع اور رکاوٹ ہے اور آنکھوں کو خیرہ کرنے والا ہے۔

نور کا اطلاق:

جیسا کہ اس آیت میں: اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ اللہ تعالیٰ آسمان وزمین کو منور کرنے والے اور اس کی روشنیاں جیسے آفتاب، چاند، ستاروں کو ظاہر کرنے والے ہیں۔ ۞ نور سے نور ہدایت مراد ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ آسمان وزمین والوں کی راہنمائی فرمانے والے اور بندوں کے دلوں کو نور ہدایت سے منور فرمانے والے ہیں۔ اسماء باری تعالیٰ میں سے ایک نور بھی ہے۔ یعنی وہ اپنی ذات کے لحاظ سے ظاہر اور دوسرے کو ظہور بخشنے والا ہے۔ كذا قال المحققون۔

اَنّٰى کا لفظ: اکثر نسخوں میں اسی طرح ہے معنی یہ ہے کہ وہ کامل نور ہے جو ادراک سے مانع ہے۔ بعض نسخوں میں اَنّٰی ہے۔

یہ یا مبالغہ کے لئے ہے اس صورت میں ارادہ یہ اظننہ کے معنی میں ہے۔ رؤیت بمعنی رای ہے یعنی نور گمان کرتا ہوں اس کو۔ ابن الملک کہتے ہیں معراج کی رات آپ ﷺ کے ذات باری تعالیٰ کو دیکھنے میں اختلاف ہے۔ ہر دو کی مستدل یہی روایت ہے۔

اپنے ربّ کو دومرتبہ دِل کی آنکھ سے دیکھا

۶/۵۵۱۱ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَارَاٰى وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى قَالَ رَاٰهُ بِفُؤَادِهٖ مَرَّتَيْنِ (رواه مسلم وفى رواية الترمذى قال) رَاٰى مُحَمَّدٌ رَبَّهٗ قَالَ عِكْرَمَةُ قُلْتُ اَلَيْسَ اللّٰهُ يَقُوْلُ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ قَالَ وَيْحَكَ ذٰلِكَ اِذَا تَجَلّٰى بِنُوْرِهِ الَّذِىْ هُوَ نُوْرُهٗ وَقَدْ رَاٰى رَبَّهٗ مَرَّتَيْنِ۔

اخرجه مسلم فى صحيحه ۱۶۱/۱ حديث رقم (۲۹۱-۱۷۸) والترمذى ۳۶۸/۵ حديث رقم ۳۲۷۹۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ان آیات کے بارے میں مروی ہے: مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَارَاٰى وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ...... کہ جو آپ نے دیکھا تو دل نے اسے نہیں جھٹلایا اور بے شک اسے دوسری بار دیکھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب کو دل سے دو مرتبہ دیکھا۔ (مسلم) ترمذی کی روایت میں ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا۔ عکرمہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ کیا اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں ہے: لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ...... کہ اس کو آنکھیں نہیں پاسکتیں اور وہ آنکھوں کو پانے والا ہے۔ فرمایا تم پر افسوس ہے یہ تب ہے جب کہ رب تعالیٰ اپنے خالص نور سے تجلی فرمائے جو کہ اس کا ذات نور ہے اور حضور ﷺ نے یقیناً اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا۔ (مسلم)

تشریح ۞ قَالَ رَاٰهُ بِفُؤَادِهٖ: آپ نے اپنے رب کو دل سے دیکھا یعنی اللہ تعالیٰ نے دل میں بینائی پیدا فرمائی کہ جس سے آپ نے اپنے رب تعالیٰ کو دیکھا۔ ۞ دل سے دیکھا اس طرح کہ اسے چشم دل سے دیکھنا کہہ لیں تب بھی درست ہے اور چشم سر سے دیکھا کہہ لیں تب بھی درست ہے۔ دونوں کا معنی ایک ہے۔ ابن عباس آنکھوں سے دیکھنے کے قائل ہیں جب کہ دیگر صحابہ کرام دل سے دیکھنے کے قائل ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما ولقد راٰہ سے اللہ تعالیٰ کا دیکھنا مراد لیتے ہیں۔ جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رائے بھی یہی ہے اور یہ تمام الفاظ: دنو، تدلی، مقاب قوسین او ادنی میں بارگاہ میں آپ کا قرب ہونا مراد لیتے ہیں۔ گویا نہایت قرب کی تعبیرات ہیں۔ جمہور مفسرین بھی اسی طرح کہتے ہیں کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔
نقطۂ اختلاف: پھر اس میں اختلاف ہے کہ بعض نے کہا آپ ﷺ نے رب تعالیٰ کو اپنے دل کی آنکھ سے دیکھا۔ سر کی آنکھ سے نہیں دیکھا۔ ٭ بعض نے کہا آنکھ سے دیکھا۔

امام نووی رحمہ اللہ کا قول:

① اکثر علماء کے ہاں آپ ﷺ نے شب معراج میں اپنے رب کو سر کی آنکھوں سے دیکھا۔ ② حضرت ابن مسعود اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور دیگر کئی صحابہ کرام ولقد راٰہ میں دیکھنے سے جبرئیل کا دیکھنا مراد لیتے ہیں کہ آپ ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام کو اس رات اور ایک دفعہ مکہ میں اصلی صورت میں دیکھا۔ یہ آیات اس قرب کو بیان کر رہی ہیں جیسا کہ آئندہ روایت سے معلوم ہوگا۔

ایک اختلاف:

علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ آیا ہمارے پیغمبر ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ سے بلا واسطہ کلام کیا ہے یا نہیں۔ متکلمین کی ایک جماعت سے نقل کیا گیا ہے کہ آپ نے کلام کیا۔

اِذَا تَجَلّٰی بِنُوْرِهِ الَّذِیْ هُوَ نُوْرُهٗ یہ ادراک اس وقت مضمحل اور نابود ہوتا ہے جب کہ وہ اپنے خالص نور (نور ذاتی) سے تجلی فرمائے اور اگر وہ اتنی تجلی کا اظہار فرمائے جو قوت بشری کی بساط میں ہو تو پھر آنکھیں اس کا ادراک کر سکتی ہیں یعنی دیکھ سکتی ہیں۔ شارحین فرماتے ہیں کہ ادراک کا معنی احاطہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات محدود نہیں کہ اس کا احاطہ ہو سکے اور دیکھنا اسے عام ہے اس میں احاطہ چنداں شرط نہیں ہوتا۔

رَاٰی رَبَّهٗ مَرَّتَیْنِ: ایک بار سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اور دوسری مرتبہ عرش پر۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ کا قول:

احتمال یہ ہے کہ دل سے دو بار دیکھا۔ ایک مرتبہ دل سے اور ایک بار آنکھوں سے کیوں کہ یہ تو کسی کا قول نہیں کہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو آنکھ سے دو مرتبہ دیکھا۔

لقد رأی کی تفسیر

۵۵۱۲/۷ وَعَنِ الشَّعْبِیِّ قَالَ لَقِیَ ابْنُ عَبَّاسٍ کَعْبًا بِعَرَفَةَ فَسَاَلَهٗ عَنْ شَیْءٍ فَکَبَّرَ حَتّٰی جَاوَبَتْهُ الْجِبَالُ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اِنَّا بَنُوْهَاشِمٍ فَقَالَ کَعْبٌ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَسَمَ رُؤْیَتَهٗ وَکَلَامَهٗ بَیْنَ مُحَمَّدٍ وَّمُوْسٰی فَکَلَّمَ مُوْسٰی مَرَّتَیْنِ وَرَاٰهُ مُحَمَّدٌ مَرَّتَیْنِ قَالَ مَسْرُوْقٌ فَدَخَلْتُ عَلٰی عَائِشَةَ فَقُلْتُ هَلْ رَاٰی مُحَمَّدٌ رَبَّهٗ فَقَالَتْ لَقَدْ تَکَلَّمْتَ بِشَیْءٍ قَفَّ لَهٗ شَعْرِیْ قُلْتُ رُوَیْدًا ثُمَّ قَرَاْتُ لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْکُبْرٰی فَقَالَتْ اَیْنَ تَذْهَبُ بِكَ اِنَّمَا هُوَ جِبْرَئِیْلُ مَنْ اَخْبَرَكَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَاٰی رَبَّهٗ اَوْ کَتَمَ شَیْئًا مِمَّا اُمِرَ بِهٖ اَوْ یَعْلَمُ الْخَمْسَ الَّتِیْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ فَقَدْ اَعْظَمَ الْفِرْیَةَ وَلٰکِنَّهٗ رَاٰی جِبْرَئِیْلَ لَمْ یَرَهٗ فِیْ صُوْرَتِهٖ اِلَّا مَرَّتَیْنِ مَرَّةً عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی وَمَرَّةً فِیْ اَجْیَادٍ لَهٗ سِتُّمِائَةِ جَنَاحٍ قَدْ سَدَّ الْاُفُقَ (رواه الترمذی وروی الشیخان مع زیادۃ واختلاف وفی روایۃ) بَیْنَهُمَا قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ فَاَیْنَ قَوْلُهٗ ثُمَّ دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی قَالَتْ ذَاكَ جِبْرَئِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ کَانَ یَاْتِیْهِ فِیْ صُوْرَةِ الرَّجُلِ وَاِنَّهٗ اَتَاهُ هٰذِهِ الْمَرَّةَ فِیْ صُوْرَتِهِ الَّتِیْ هِیَ صُوْرَتُهٗ فَسَدَّ الْاُفُقَ۔

اخرجه البخاری ۴۷۲/۸ حدیث رقم ۴۸۵۵ و الترمذی ۳۱۷/۵ حدیث رقم ۳۲۷۸۔

ترجمہ: حضرت شعبیؒ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما عرفات میں حضرت کعبؓ سے ملے اور ان سے کسی چیز کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے تکبیر کہی جس سے پہاڑ گونج اٹھے۔ تب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ ہم بنی ہاشم

ہیں۔ حضرت کعب نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنا دیدار اور اپنا کلام حضرت محمد ﷺ و موسیٰ علیہ السلام کے درمیان تقسیم کر دیا کہ موسیٰ علیہ السلام سے دو بار کلام کیا اور محمد ﷺ نے اپنے رب کو دو بار دیکھا۔ حضرت مسروق کہتے ہیں کہ پھر میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں گیا اور ان سے عرض کیا کہ کیا جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا۔ آپ نے فرمایا تم نے ایسی بات کہی جس سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ میں نے عرض کیا آپ جلدی نہ فرمائیں پھر میں نے یہ آیت پڑھی: لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی ۔ کہ آپ نے اپنے رب کی بڑی نشانیاں دیکھیں۔ آپ نے فرمایا۔ خیالات تمہیں کہاں لئے پھرتے ہیں۔ وہ تو جبرئیل علیہ السلام ہیں جو تمہیں خبر دیں کہ حضور علیہ السلام نے اپنے رب کو دیکھا یا پھر جس کی تبلیغ کا حکم دیا گیا تھا اس میں سے کچھ چھپایا یا حضور ﷺ ان پانچ باتوں کو جانتے ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے اور بارش کا اتارنا'' (اگر کسی نے یہ کہا) تو اس نے بڑا بہتان باندھا۔ مگر آپ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا ان کی اصل صورت کبھی نہ دیکھی صرف دو بار دیکھی ایک بار سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دوسری مرتبہ محلہ اجیاد میں ان کے چھ سو پر تھے جن کے کنارے آسمانوں کے بند کر رہے تھے۔ (ترمذی)

بخاری و مسلم نے کچھ اضافہ اور اختلاف سے روایت نقل کی ہے کہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا۔ کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا کیا مصداق ہے: دَنٰی فَتَدَلّٰی فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی ۔ پھر وہ قریب ہوا پھر لٹک آیا اور دو کمانوں یا اس سے بھی زیادہ قریب ہوا'' آپ نے فرمایا یہ جبرئیل علیہ السلام ہیں جو آپ ﷺ کے پاس آدمی کی صورت میں آئے تھے اور اس دفعہ آپ کے پاس اپنی اصلی صورت میں آئے جو ان کی اپنی صورت ہے۔ تو کنارہ آسمان پر رہے اور افق کو گھیر لیا۔

تشریح ۞ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ہم اولادِ ہاشمی ہیں یعنی ہم اہل علم و بصیرت ہیں اور میں نے تم سے ایسی چیز نہیں پوچھی جو عقل سے بعید ہو میں ان لوگوں میں سے ہوں جنہوں نے صحبت نبوت کو پایا اور وہاں سے علوم انوار کو حاصل کیا ہے اس لئے غور و فکر سے جواب دو اور اس سوال کو بعید از قیاس مت خیال کرو اور اس معاملہ میں سوچو کہ دنیا میں دیدار الٰہی ممکن ہے۔ جب ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بہت زور دیا تو انہوں نے خوب غور و فکر کے بعد جواب دیا۔

فَكَلَّمَ مُوْسٰی مَرَّتَيْنِ بزیادہ واضح یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مسروق رحمہ اللہ کے آیت پڑھنے سے مقصود ایسی نشانی بتلانا ہے جو اللہ تعالیٰ کی عظمت و شان پر خوب دلالت کرے۔ ۞ یا آپ ﷺ کی عظمت شان کو ظاہر کرے۔ خواہ مقصود اس سے رؤیت بصری ہو یا رؤیت قلبی۔

اَوْ كَتَمَ شَيْئًا مِمَّا اُمِرَ بِهٖ یعنی وہ احکام و شرائع جو آپ پر اتارے کیا اس میں سے کوئی چیز چھپائی ہے جب کہ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں: يايها الرسول بلغ ما انزل اليك من ربك وان لم تفعل فما بلغت رسالته الآيه۔ اے رسول آپ پہنچا دیں جو آپ پر آپ کے رب کی طرف سے اتارا گیا اور اگر آپ نے نہ کیا تو آپ نے گویا اپنی رسالت کو ہی نہیں پہنچایا یعنی ایک حکم کا نہ پہنچانا تمام کے نہ پہنچانے کی طرح ہے۔ یہ چھپانا عام ہے سب سے چھپایا یا بعض سے چھپایا اس سے روافض و شیعہ کے اس باطل اعتقاد کی تردید ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ نے بعض احکام کو اہل بیت کے ساتھ خاص کیا ہے۔

لَمْ يَرَهٗ فِي صُوْرَتِهٖ اِلَّا مَرَّتَيْنِ مَرَّةً عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ نجم میں فرمایا: وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی۔ تحقیق جبرئیل علیہ السلام کو دوسری مرتبہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا۔

ثُمَّ دَنٰی فَتَدَلّٰی: ① ظاہر معلوم ہو رہا ہے کہ دنیٰ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے اور تدلّٰی کی ضمیر جناب رسول اللہ ﷺ کی طرف لوٹ رہی ہے۔ ② یا دنیٰ کی ضمیر رسول اللہ ﷺ اور تدلّٰی کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتی ہے۔ اسی طرح فکان قاب قوسین میں اور اس کے بعد فرمایا۔ فاوحیٰ الی عبدہ ما اوحیٰ ما کذب الفواد ما رأی۔ پس اس نے اپنے بندے کی طرف وحی کی جو وحی کی دل نے اس کی تکذیب نہ کی جو آنکھوں نے دیکھا" یہ اشکال مسروق نے پیش کیا۔

قَالَتْ ذَاكَ جِبْرَئِيْلُ: یعنی تمام ضمائر اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں بلکہ جبرائیل علیہ السلام کی طرف لوٹتی ہیں پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جملہ مستانفہ اس اشکال کی زائل کرنے کے لئے لائیں کہ شاید کہ کسی کو خیال ہو کہ جناب رسول اللہ ﷺ تو ہمیشہ جبرائیل علیہ السلام کو دیکھتے تھے تو پھر یہاں رؤیت جبرائیلی کو خاص طور پر ذکر کی کیا حاجت ہوئی تو انہوں نے اس ارشاد سے جواب دیا

كَانَ يَاتِيْهِ فِي صُوْرَةِ الرَّجُلِ: یعنی جس ہیئت میں ان کو معراج کی رات دیکھا اس ہیئت میں مکہ میں ایک مرتبہ محلہ اجیاد میں آپ نے جبرئیل علیہ السلام کو اصلی شکل میں دیکھا اور یہی وجہ ہے کہ یہاں رؤیت جبرائیلی کو خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی دلیل کعب احبار کا قول ہے" کہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دوبارہ دیکھا" پھر اس میں دونوں احتمال ہیں کہ رؤیت بصر سے ہوئی یا بصیرت سے یا ان دونوں میں سے ایک بصارت قلبی ہے اور دوسری بصری ہے کیونکہ اس پر تو اتفاق ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو آنکھ سے دوبار نہیں دیکھا۔ واللہ اعلم۔

ایک تاویل:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی نفی کو مطلق مانیں یا نفی بصر سے مقید مانیں اور قلبی رؤیت کو جائز قرار دیں ہمارے ہاں اول راجح ہے۔

ابن حجر کا قول:

صورت تطبیق اس طرح ہے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قول میں رؤیت بصری کی نفی ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اثبات رؤیت قلبی پر محمول کریں فقط علم رؤیت پر نہیں کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کا علم تو علی الدوام رکھنے والے تھے اور جو رؤیت آپ کو حاصل ہوئی وہ آپ کے حاشیہ قلبی میں اس طرح پیدا کی گئی جیسا کہ آنکھ میں اور چیزوں کو دیکھنے کے لئے رؤیت پیدا کی جاتی ہے۔

لقد رأی من رؤیت جبرئیلی مراد ہے

۵۵۱۳/۸ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ فِيْ قَوْلِهٖ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى وَفِيْ قَوْلِهٖ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَارَاٰى وَفِيْ قَوْلِهٖ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى قَالَ فِيْهَا كُلِّهَا رَاٰى جِبْرَئِيْلَ لَهٗ سِتُّمِائَةِ جَنَاحٍ متفق علیه وفی روایة الترمذی قَالَ مَاكَذَبَ الْفُؤَادُ مَارَاٰى قَالَ رَاٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِبْرَئِيْلَ فِيْ حُلَّةٍ مِّنْ رَفْرَفٍ قَدْ مَلَاَ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ وَلَهٗ وَلِلْبُخَارِيِّ فِيْ قَوْلِهٖ وَلَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى قَالَ رَاٰى رَفْرَفًا اَخْضَرَ سَدَّ اُفُقَ السَّمَاءِ وَسُئِلَ مَالِكُ ابْنُ اَنَسٍ عَنْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى اِلٰى رَبِّهَا

نَاظِرَةٌ فَقِيْلَ قَوْمٌ يَقُوْلُوْنَ اِلٰى ثَوَابِهٖ فَقَالَ مَالِكٌ كَذَبُوْا فَاَيْنَ هُمْ عَنْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى كَلَّا اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ قَالَ مَالِكٌ اَلنَّاسُ يَنْظُرُوْنَ اِلَى اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِاَعْيُنِهِمْ وَقَالَ لَوْ لَمْ يَرَ الْمُؤْمِنُوْنَ رَبَّهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَمْ يُعَيِّرِ اللّٰهُ الْكُفَّارَ بِالْحِجَابِ فَقَالَ كَلَّا اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ۔

(رواہ فی شرح السنة)

اخرجه البخاری ۴۷۶/۸ حدیث رقم ۴۸۵۶ واخرجه مسلم ۱۵۸/۱ حدیث رقم ۱۷۴/۲۸۱ والترمذی ۳۱۹/۵ حدیث ۳۲۸۳۔ اخرجه البغوی فی شرح السنة ۲۲۹/۱۵۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ان آیات کے بارے میں مروی ہے: فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ ...... اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد: مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى وَفِيْ قَوْلِهٖ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ۔تو عبداللہ فرمانے لگے ان تمام آیات میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا کہ جن کے چھ سو پر تھے۔ (بخاری، مسلم) ترمذی کی روایت میں ہے کہ: مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام کو ریشم کے باریک جوڑے میں دیکھا کہ انہوں نے آسمان وزمین کو بھر دیا تھا۔ ترمذی اور بخاری میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے متعلق ہے کہ بے شک ان کو ریشمی جوڑے میں دیکھا کہ انہوں نے آسمان وزمین کے درمیان (خلاء) کو بھر دیا اور بخاری کی روایت میں اس آیت لَقَدْ رَاٰى ...... کے متعلق فرمایا آپ نے باریک سبز ریشم دیکھا کہ جس نے آسمان کا کنارہ بھر دیا تھا۔ امام مالک رحمہ اللہ سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ...... کے متعلق دریافت کیا گیا کہ کچھ لوگ کہتے ہیں وہ رب تعالیٰ کے ثواب کو دیکھیں گے" تو آپ نے فرمایا انہوں نے جھوٹ کہا وہ اس فرمان باری کو کہاں لے جا رہے ہیں۔ كَلَّا اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ...... کہ خبردار وہ اس دن اپنے رب سے حجاب میں ہوں گے۔ امام مالک کہنے لگے قیامت کے دن لوگ اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے فرمایا اگر مؤمن قیامت کے دن بھی اپنے رب کو نہ دیکھتے تو اللہ تعالیٰ کفار کو حجاب سے عار نہ دلاتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ اس دن اپنے رب سے حجاب میں ہوں گے۔ (شرح السنة)

تشریح ۞ **فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى** : حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ تمام ضمائر جبرائیل علیہ السلام کی طرف راجع ہیں اور یہ تفسیر وتاویل حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تفسیر کے بالکل مطابق ہے اور بعض علماء کا قول یہ ہے کہ خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم کے بعد حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اعلم الصحابہ ہیں۔

ایک بصیرت افروز فائدہ:

گزشتہ گفتگو سے یہ بات ثابت ہوتی ہے معراج کی رات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو سر کی آنکھوں سے دیکھنے میں صحابہ کرام کے درمیان اختلاف ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس کی نفی کرتی ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کا اثبات فرماتے ہیں اور ہر ایک کے ساتھ دیگر صحابہ کرام کی رائے موجود ہے۔ اسی طرح تابعین وتبع تابعین میں بھی اختلاف رہا ہے۔ ① بعض نے تو یہ کہہ کر خاموشی اختیار کی کہ کسی طرف واضح دلائل نہیں ہیں کہ جس سے کسی ایک کو راجح قرار دیا جائے۔ ② جمہور علماء نے اثبات کو اختیار کیا چنانچہ علامہ نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں بڑے علماء کی اکثریت اس بات کو راجح اور مختار قرار دیتی

ہے کہ آپ ﷺ نے سر کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا ہے۔

نووی رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت:

پھر وضاحت کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا کہ جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس رؤیت کا اثبات کیا ہے انہوں نے آپ ﷺ سے سنے بغیر اس کا اثبات نہیں کیا اور دوسری طرف عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے نفی پر کسی فرمانِ نبوت سے دلیل پیش نہیں کی بلکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ان ارشادات سے استدلال و اجتہاد کیا ہے: كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ...... لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ......

نووی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے استدلال کا جواب:

پہلی آیت میں بحالت دیدار کلام کی نفی ہے مگر اس سے بلا کلام دیدار کی نفی لازم نہیں آتی۔ دوسری آیت میں احاطہ کی نفی ہے اور احاطہ کی نفی سے مطلق رؤیت کی نفی نہیں ہوتی۔ بعض علماء کا قول یہ ہے کہ اس سلسلہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول معتمد و متعین ہے کیونکہ انہوں نے یہ بات آپ ﷺ سے سنے بغیر نہیں کہی اور یہ جائز نہیں کہ اتنی بڑی بات اپنے اجتہاد کی بناء پر کر دی جائے چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس معاملہ میں ان سے رجوع کیا اور پوچھا کہ کیا جناب رسول اللہ ﷺ نے رب کریم کا دیدار کیا؟ تو انہوں نے فرمایا ہاں دیدار کیا ہے۔ ابن عمر نے تسلیم کر لیا اور کسی تردد و انکار کا اظہار نہ فرمایا۔ عمر بن راشد نے کہا میرے نزدیک سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے زیادہ فاضل نہیں ہیں۔ (مگر نووی وغیرہ رحمہم اللہ کی ان باتوں کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے اگر یہ مسئلہ کسی نص سے ثابت ہوتا تو پھر اس کے متعلق اختلاف کی گنجائش نہ تھی۔ ② جس طرح عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رؤیت بصری نہ ہونے پر کوئی نص نہیں پیش کی اسی طرح ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی ثبوت میں نص نبوی پیش نہیں کی۔ ان کے ارشاد کا مدار کعب احبار کا قول ہے۔ ③ لَا تُدْرِكُهُ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ہاں معنی رؤیت کا ہے احاطہ کا نہیں ہے۔ فتدبر و تفکر۔ واللہ اعلم۔

مشائخ صوفیہ:

تو اثباتِ رؤیت کے قائل ہیں امام مالک رحمہ اللہ سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد الیٰ ربها ناظرہ کی تفسیر پوچھی گئی کہ کتنے ہی چہرے ہوں گے جو اپنے پروردگار کی طرف دیکھنے والے ہوں گے۔ امام مالک فرمانے لگے کہ معتزلہ وغیرہ اور اسی طرح کے بعض دوسرے اہل بدعت کہتے ہیں کہ آیت کی مراد یہ ہے کہ وہ لوگ اپنے پروردگار کے ثواب کو دیکھ رہے ہوں گے ذات باری تعالیٰ کی طرف دیکھنا مراد نہیں۔ امام مالک فرمانے لگے ان کی یہ بات جھوٹ محض ہے کیا ان کو اللہ تعالیٰ کا یہ قول نظر نہیں آتا۔ کلا انهم عن ربهم یومئذ لمحجوبون...... اس میں کفار کی بدبختی ذکر فرمائی گئی ہے کہ وہ اس دن اپنے پروردگار کو دیکھنے سے روک دیئے جائیں گے یعنی ان کے لئے یہ حجاب سب سے بڑا عذاب ہے جیسا کہ دیدار باری تعالیٰ ہر ثواب سے بڑھ کر ہے۔ امام مالک یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ان کی عقل کہاں چلی گئی کہ آیت کا اس قدر واضح مفہوم نہیں سمجھے کہ کافر محجوب اور مؤمن دیدار سے فیض یاب ہوں گے۔ کفار کو حجاب کے متعلق عار دلائی گئی ہے اور عار تو اس صورت میں دلائی جاتی ہے کہ اور لوگ کو وہ نعمت میسر ہو اور

ان کو محروم و مخزول کر دیا جائے اگر مؤمنوں کو بھی یہ نعمت میسر نہ ہو تو عار چہ معنی دارد۔ فتدبر

فصل کی روایات کے مشکل الفاظ کے معنی۔

نور: منور کے معنی میں ہے۔ انّٰی: یہ کیف کے معنی میں ہے۔ الفُؤَاد: دل اس کی جمع افئدۃ ہے۔ لا تدرکه: پانا۔ دیکھنا۔ احاطہ کرنا۔ سدرۃ المنتھی: سدرہ بیری کا درخت۔ منتہیٰ: اختتام یہ جبرائیل علیہ السلام کا ٹھکانہ ہے۔ دنی: قریب ہونا۔ تدلی: لٹک آنا۔ قاب بمقدار۔ فاصلہ۔ قوس: کمان۔ اجیاد: مکہ مکرمہ کے ایک پہاڑ کا نام ہے اس پر آباد محلے پر بھی بولا جاتا ہے۔ لمحجوبون: پردے میں کیا ہوا۔ روکا ہوا۔ رَفْرَف: باریک ریشمی کپڑا۔ بچھونا۔ خیمہ کا دامن، یہاں اول معنی مراد ہے۔

جنت میں جلوہ نمائی

۹/۵۵۱۴ وَعَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَا اَهْلُ الْجَنَّةِ فِيْ نَعِيْمِهِمْ اِذْ سَطَعَ لَهُمْ نُوْرٌ فَرَفَعُوْا رُؤُسَهُمْ فَاِذَا الرَّبُّ قَدْ اَشْرَفَ عَلَيْهِمْ مِنْ فَوْقِهِمْ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْجَنَّةِ قَالَ وَذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى سَلَامٌ قَوْلًا مِنْ رَبٍّ الرَّحِيْمِ قَالَ فَيَنْظُرُ اِلَيْهِمْ وَيَنْظُرُوْنَ اِلَيْهِ فَلَا يَلْتَفِتُوْنَ اِلٰى شَيْءٍ مِنَ النَّعِيْمِ مَادَامُوْا يَنْظُرُوْنَ اِلَيْهِ حَتّٰى يَحْتَجِبَ عَنْهُمْ وَيَبْقٰى نُوْرُهٗ۔ (رواه ابن ماجة)

اخرجه ابن ماجه ۶۵/۱ حديث رقم ۱۸٤۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل جنت نعمتوں میں ہوں گے کہ ان پر ایک نور چھا جائے گا وہ سر اوپر اٹھا کر دیکھیں گے تو اللہ تعالیٰ ان پر جلوہ افروز ہوگا۔ فرمائیں گے اے اہل جنت! تم پر سلامتی ہو ارشاد فرمایا کہ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سَلَامٌ قَوْلًا مِنْ رَبٍّ الرَّحِيْمِ "کہ ربِ رحیم کی طرف سے سلام کیا جائے گا" فرمایا وہ ان کی طرف دیکھے گا اور یہ اس کی طرف دیکھیں گے اور جب تک یہ اس کی طرف دیکھتے رہیں گے تو کسی اور نعمت کی طرف توجہ نہ کریں گے یہاں تک کہ ان سے حجاب فرمائے گا اور اس کا نور باقی رہ جائے گا۔ (ابن ماجہ)

تشریح ۞ حَتّٰى يَحْتَجِبَ عَنْهُمْ یہ پردہ اور پوشیدگی بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے مؤمن بندوں پر محض لطف و کرم ہی تو ہے کیونکہ ہمیشہ درگاہ میں شہود و حضور میں رکھنا کہ وہ نور ذات میں مستغرق رہیں اس کی تاب بندوں میں نہیں ہے۔ ایسا وقفہ چاہئے جس میں وہ اپنے حال میں آئیں اور جنت کے انعامات کو دیکھ کر اپنے کو تجلیات کے حقدار پائیں اور ہر بار لذت دیدار سے نیا ذوق و مزہ پائیں۔ اللّٰھم اجعلنا من الذین استحقوا رؤیتك یوم القیامة۔

بَابُ صِفَةِ النَّارِ وَاَهْلِهَا

دوزخ اور اہل دوزخ کے احوال

صفة: وصف یصف بیان کرنا۔ تعریف کرنا صفت۔ تعریف۔ خوبی۔ ہر وہ چیز جو موصوف کے ساتھ قائم ہو۔ وہ علامت جس سے اس کی پہچان ہو۔ (الصحاح)

نار: آگ۔ نار اور نور کا مادہ اشتقاق ایک ہے۔ اس کی جمع نیران۔ نار تو مونث سماعی ہے۔ نور کا لفظ مذکر و مونث دونوں طرح استعمال میں لایا جاتا ہے۔ النار سے یہاں خاص آگ یعنی نار جہنم مراد ہے۔ اعاذنا اللہ منہ۔ اھل النار سے جہنم میں جانے والے خواہ وقتی ہوں یا دائمی جہنم کو شہوات و لذات کے پردہ سے ڈھانپ دیا گیا اور جنت کو عبادات کی مشقتوں سے گھیر دیا گیا ہے۔ ورنہ دوزخ میں ایک لمحہ جانے والا اس سے نکلنے کے لئے ساری کائنات کا مالک ہو جائے تو وہ بھی دینے کو تیار ہوگا۔ مگر پس مرگ واویلا بے کار ہے۔ دنیا میں اس سے بچنے کی تدبیر کرنی ضروری ہے۔

الفصل الاول:

دوزخ کی آگ سترھواں حصہ

۱/۵۵۱۵ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَارُكُمْ جُزْءٌ مِّنْ سَبْعِیْنَ جُزْءًا مِّنْ نَارِ جَهَنَّمَ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ كَانَتْ لَكَافِیَةً قَالَ فُضِّلَتْ عَلَیْهِنَّ بِتِسْعَةٍ وَّسِتِّیْنَ جُزْءًا كُلُّهُنَّ مِثْلُ حَرِّهَا (متفق علیه واللفظ للبخاری وفی روایة مسلم) نَارُكُمُ الَّتِیْ یُوْقِدُ ابْنُ اٰدَمَ فِیْهَا عَلَیْهَا وَكُلُّهَا بَدَلَ عَلَیْهِنَّ وَكُلُّهُنَّ۔

اخرجه البخاری ۳۸۰/۶حدیث رقم ۳۲۶۵ومسلم ۲۱۸٤/٤حدیث رقم (۳۰-۲۸٤۳) والترمذی ٦۱۱/٤حدیث ۲۵۸۹، وابن ماجه ۱٤٤٤/۲حدیث ٤۳۱۸، واحمد فی المسند ۳۱۳/۲ومالك فی الموطأ ۹۹٤/۲حدیث رقم ۱من كتاب جهنم، والدارمی ٤۳۸/۲حدیث رقم ۲۸٤۷۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت وارد ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہاری آگ آتش دوزخ کا سترھواں حصہ ہے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ یہی آگ کافی ہے۔ فرمایا۔ وہ آگ ان آگوں سے انہتر درجہ تیز رکھی گئی ہے۔ ہر درجہ اس آگ کی مثل ہے۔ (بخاری)

تشریح ۞ نَارُكُمْ: جو دوزخ کی آگ اس سے ستر درجہ گرم ہے۔ ستر کے عدد سے کثرت اور مبالغہ مقصود ہے تعیین مقصود نہیں ہے اور عدد کو کثرت کے لئے استعمال کرنا تو عربی محاورہ میں کثرت سے مستعمل ہے۔

قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ: گزشتہ بات کی تاکید کے لئے فرمایا کہ تمہاری آگ سے اس آگ کا زیادہ گرم ہونا ضروری ہے۔ تاکہ مخلوق و خالق کی سزا میں فرق ہو۔ اسی وجہ سے تمام اصناف عذاب کے مقابلے میں یہاں آگ کے تذکرے کو ترجیح دی گئی۔

دوزخ کی ستر ہزار لگامیں

۲/۵۵۱٦ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُؤْتٰی بِجَهَنَّمَ یَوْمَئِذٍ لَّهَا سَبْعُوْنَ اَلْفَ زِمَامٍ مَّعَ كُلِّ زِمَامٍ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ یَجُرُّوْنَهَا۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی ۲۱۸٤/٤حدیث رقم (۲۹-۲۸٤۲) والترمذی ٦۰٤/٤حدیث رقم ۲۵۷۳۔

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس دن دوزخ لائی جائے گی اور اس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی اور ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں جو اسے کھینچیں گے۔ (مسلم)

تشریح: یُؤتٰی بِجَھَنَّمَ: دوزخ کو لا کر زمین میں ایسی جگہ رکھ دیا جائے گا کہ جن کی طرف جانے کے لئے پل صراط کے علاوہ اور کوئی راستہ نہ ہوگا۔ پل کو اس کی پشت پر قائم کیا جائے گا۔ جہنم کی لگاموں کا فائدہ یہ ہوگا تاکہ محشر کی طرف نکلنے سے اسے روکا جائے۔ اسے اسی قدر ظاہر کیا جائے جس قدر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا۔

آگ کا جوتا دوزخ کا ہلکا عذاب

۳/۵۵۱۷ وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَهْوَنَ اَهْلِ النَّارِ عَذَابًا مَنْ لَهٗ نَعْلَانِ وَشِرَاكَانِ مِنْ نَّارٍ يَغْلِىْ مِنْهُمَا دِمَاغُهٗ كَمَا يَغْلِى الْمِرْجَلُ مَا يُرٰى اَنَّ اَحَدًا اَشَدُّ مِنْهُ عَذَابًا وَاِنَّهٗ لَاَهْوَنُهُمْ عَذَابًا۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری ۱۱/۴۲۴ حدیث رقم ۶۵۶۱ و ۶۵۶۲، واخرجه مسلم ۱/۱۹۶ واخرجه الترمذی ۴/۶۱۸ حدیث رقم ۲۶۰۴ والدارمی ۲/۴۳۹ حدیث رقم ۲۸۴۸، واحمد فی المسند ۳/۷۸۔

ترجمہ: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوزخیوں میں سے سب سے ہلکے عذاب والا وہ شخص ہوگا جس کے لئے آگ کا جوتا اور تسمے ہونگے۔ جس سے اس کا دماغ کھولے گا جس طرح ہنڈیا کھولتی ہے۔ وہ یہ خیال کرے گا کہ اس سے زیادہ سخت عذاب کسی کو نہیں ہے حالانکہ وہ ان میں سے سب سے ہلکے عذاب والا ہو گا۔ (بخاری، مسلم)

تشریح: اِنَّ اَهْوَنَ اَهْلِ النَّارِ: اس روایت سے یہ بات صاف طور پر ثابت ہو رہی ہے کہ دوزخی عذاب کے لحاظ سے دوزخ میں متفاوت و مختلف ہوں گے۔

خواجہ ابوطالب کو تمام دوزخیوں میں ہلکا عذاب

۴/۵۵۱۸ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَهْوَنُ اَهْلِ النَّارِ عَذَابًا اَبُوْطَالِبٍ وَهُوَ مُنْتَعِلٌ بِنَعْلَيْنِ يَغْلِىْ مِنْهُمَا دِمَاغُهٗ۔ (رواه البخاری)

اخرجه مسلم ۱/۱۹۶ حدیث رقم (۳۶۲-۲۱۲) واحمد فی المسند ۱/۲۹۰

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دوزخیوں میں سب سے ہلکے عذاب والے خواجہ ابوطالب ہوں گے۔ وہ دو جوتے پہنے ہوں گے جن سے ان کا دماغ کھولتا ہوگا۔ (بخاری)

تشریح: خواجہ ابوطالب کے لئے عذاب میں تخفیف کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سربراہ قبیلہ کی حیثیت سے معاونت کی۔ تخفیف کے ذریعہ آپ پر کیے جانے والے احسان کا بدلہ دیا جائے گا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ کفار کے عذاب میں تخفیف تو ہو سکتی ہے مگر جہنم سے نکلنا ممکن نہیں۔

سب سے زیادہ عیش والا دوزخی

۵/۵۵۱۹ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يُؤْتٰى بِاَنْعَمِ اَهْلِ الدُّنْيَا مِنْ اَهْلِ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُصْبَغُ فِى النَّارِ صِبْغَةً ثُمَّ يُقَالُ يَا ابْنَ اٰدَمَ هَلْ رَاَيْتَ خَيْرًا قَطُّ هَلْ مَرَّبِكَ نَعِيْمٌ قَطُّ فَيَقُوْلُ لَا وَاللّٰهِ يَا رَبِّ وَيُؤْتٰى بِاَشَدِّ النَّاسِ بُؤْسًا فِى الدُّنْيَا مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَيُصْبَغُ صِبْغَةً فِى الْجَنَّةِ فَيُقَالُ لَهٗ يَا ابْنَ اٰدَمَ هَلْ رَاَيْتَ بُؤْسًا قَطُّ وَهَلْ مَرَّبِكَ شِدَّةٌ قَطُّ فَيَقُوْلُ لَا وَاللّٰهِ يَا رَبِّ مَا مَرَّبِىْ بُؤْسٌ قَطُّ وَلَا رَاَيْتُ شِدَّةً قَطُّ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم ۲۱٦۲/٤ حديث رقم (۵۵-۲۸۰۷) واحمد فى المسند ۲۰۳/۳۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن عیش والے دوزخی لایا جائے گا اور اسے آگ میں ایک مرتبہ غوطہ دیا جائے گا پھر کہا جائے گا اے انسان! کیا تو نے کبھی بھلائی دیکھی تھی؟ کیا تجھے کوئی نعمت ملی تھی؟ وہ کہے گا یارب واللہ! کبھی نہیں آئی اور دنیا میں سب سے زیادہ جنتی کو لایا جائے گا اسے جنت میں ایک غوطہ دیا جائے گا پھر اسے پوچھا جائے گا کیا تو نے کبھی تکلیف دیکھی تھی۔ تجھ پر کوئی سختی آئی تھی؟ وہ کہے گا یارب! واللہ کبھی نہیں۔ نہ مجھ پر کوئی تکلیف آئی اور نہ میں نے کبھی کوئی سختی دیکھی۔ (مسلم)

تشریح ۞ فَيُقَالُ لَهٗ يَا ابْنَ اٰدَمَ: جنتی جنت کے اصباغ سے اس قدر خوش وخرم ہوگا کہ وہ باری تعالیٰ کے ساتھ طویل گفتگو کرے گا اور اس کے بالعکس دوزخی کا کلام مختصر ہوگا۔

کمترین عذاب والے سے استفسار توبیخ

۶/۵۵۲۰ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَقُوْلُ اللّٰهُ لِاَهْوَنِ اَهْلِ النَّارِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَوْ اَنَّ لَكَ مَا فِى الْاَرْضِ مِنْ شَىْءٍ اَكُنْتَ تَفْتَدِىْ بِهٖ فَيَقُوْلُ نَعَمْ فَيَقُوْلُ اَرَدْتُّ مِنْكَ اَهْوَنَ مِنْ هٰذَا وَاَنْتَ فِىْ صُلْبِ اٰدَمَ اَنْ لَّا تُشْرِكَ بِىْ شَيْئًا فَاَبَيْتَ اِلَّا اَنْ تُشْرِكَ بِىْ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخارى ۳٦۳/٦ حديث رقم ۳۳۳٤، واخرجه مسلم ۲۱٦۰/٤ حديث (۵۱-۲۸۰۵)۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن اللہ سب سے کمترین عذاب والے دوزخی کو فرمائیں گے اگر تیرے پاس ساری زمین کی دولت ہوتی تو تو فدیہ میں دے دیتا؟ وہ کہے گا جی ہاں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میں نے تجھ سے اس سے بہت آسان چیز طلب کی تھی جب کہ تو آدم علیہ السلام کی پشت میں تھا کہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا تو تو نے میرے ساتھ شریک ٹھہرانے کے علاوہ ہر چیز سے انکار کر دیا۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ اَرَدْتُّ مِنْكَ اَهْوَنَ: مظہر کہتے ہیں یہاں ارادہ امر کے معنی میں ہے۔

ارادہ اور امر میں فرق:

ارادے کو میثاق کے معنی میں لینا زیادہ مناسب ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ ...... اور جب تیرے رب نے اولاد آدم سے اور اس کا قرینہ روایت کے الفاظ: وَاَنْتَ فِيْ صُلْبِ اٰدَمَ ...... اور اباء اور انکار سے مراد اس عہد کا توڑنا لیا جائے۔

آگ کی پکڑ مختلف ہوگی

۷/۵۵۲۱ وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنْهُمْ مَنْ تَاْخُذُهُ النَّارُ اِلٰى كَعْبَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ تَاْخُذُهُ النَّارُ اِلٰى رُكْبَتَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ تَاْخُذُهُ النَّارُ اِلٰى حُجْزَتِهٖ وَمِنْهُمْ مَنْ تَاْخُذُهُ النَّارُ اِلٰى تَرْقُوَتِهٖ ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم ۲۱۸۵/۴ حدیث رقم (۳۳-۲۸٤٥) والنسائی ۱۱۲/۸ حدیث رقم ۵۰۱۰ وابن ماجه ۲۳/۱ حدیث رقم ٦۰ واحمد فی المسند ۱۰/۵۔

ترجمہ: حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کچھ لوگوں کو آگ ان کے ٹخنوں تک پکڑے گی اور کچھ لوگوں کو آگ گھٹنوں تک پکڑے گی اور بعض لوگوں کو کمر تک پکڑے گی اور بعض کو گردن کی ہڈی تک پکڑے گی۔ (مسلم)

تشریح ۞ یہ روایت بھی دلالت کرتی ہے کہ مختلف لوگوں کا عذاب دوسروں سے کمی و زیادتی میں مختلف و متفاوت ہوگا۔

کافر کی جسامت

۸/۵۵۲۲ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَيْنَ مَنْكِبَيِ الْكَافِرِ فِي النَّارِ مَسِيْرَةُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ لِلرَّاكِبِ الْمُسْرِعِ وَفِيْ رِوَايَةٍ ضِرْسُ الْكَافِرِ مِثْلُ اُحُدٍ وَغِلَظُ جِلْدِهٖ مَسِيْرَةُ ثَلٰثٍ (رواہ مسلم وذکر حدیث ابی ہریرۃ) اِشْتَكَتِ النَّارُ اِلٰى رَبِّهَا فِيْ بَابِ تَعْجِيْلِ الصَّلٰوةِ ۔

اخرجه البخاری ٤۱۵/۱۱ حدیث رقم ٦۵۵۱ ومسلم ۲۱۸۹/٤ حدیث رقم (٤۵-۲۸۵۲) واحمد فی المسند ۳۲۸/۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دوزخ میں کافر کے کندھوں کا درمیانی فاصلہ تیز رفتار سوار کی تین دن کی مسافت کے برابر ہوگا۔ دوسری روایت میں ہے کہ کافر کی ایک ڈاڑھ احد پہاڑ کے برابر ہوگی اور اس کی جلد کی موٹائی تین دن کی مسافت کے برابر ہوگی۔ (مسلم) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت اشتکت النار والی روایت باب تعجیل الصلاۃ میں گزر چکی ہے۔

تشریح ۞ بعض روایات احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ متکبرین کو قیامت کے دن چیونٹیوں جیسی حقیر شکلوں میں اٹھایا

جائے گا جب کہ اس روایت میں ان کی جسامت وقدامت اس قدر ذکر کی گئی ہے۔

الجواب: یہ میزان محشر کی بات ہے جس میں بے شمار مختلف احوال پیش آئیں گے۔ اولاً ان کو حقیر و ذلیل شکل میں اٹھایا جائے گا اور پاؤں میں روندے جائیں گے پھر ان کے جسموں کو بڑا کر کے جہنم کے قید خانہ میں ڈال دیا جائے گا' وہاں ان کے ابدان کو اتنا بڑا بنا دیا جائے جیسا اس روایت میں مذکور ہے

الفصل الثانی:

دوزخ کی آگ کا تین ہزار سال تک جلنا

۹/۵۵۲۳ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُوْقِدَ عَلَی النَّارِ اَلْفَ سَنَةٍ حَتّٰی احْمَرَّتْ ثُمَّ اُوْقِدَ عَلَیْهَا اَلْفَ سَنَةٍ حَتّٰی ابْیَضَّتْ ثُمَّ اُوْقِدَ عَلَیْهَا اَلْفَ سَنَةٍ حَتّٰی اسْوَدَّتْ فَهِیَ سَوْدَآءُ مُظْلِمَةٌ۔ (رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی ٤/٦١٢ حديث رقم ٢٥٩٠، وابن ماجه ٢/١٤٤٥ حديث رقم ٤٣٢٠۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخ کی آگ کو ایک ہزار سال تک جلایا گیا یہاں تک کہ وہ سرخ ہوگئی۔ پھر اس کو ایک ہزار سال تک جلایا جائے گا تو وہ سفید ہوگئی پھر اس کو ایک ہزار سال تک جلایا گیا' یہاں تک کہ وہ سیاہ ہوگئی۔ چنانچہ اب وہ سیاہ اور تاریک ہے۔ (ترمذی)

تشریح ۞ اُوْقِدَ عَلَیْهَا اَلْفَ سَنَةٍ: آگ جب بہت تیز اور صاف ہوتی ہے تو سفید ہو جاتی ہے کیونکہ سرخی یہ دھوئیں کی آمیزش کی علامت ہے جیسا کثرت دھوئیں کی علامت پیلا رنگ ہے۔

ثُمَّ اُوْقِدَ عَلَیْهَا: یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ دوزخ تیار کی جا چکی ہے اور اس کی دلیل یہ آیت بھی ہے۔ اعدت للکافرین: معتزلہ اور بعض اہل بدعت دوزخ کو پیدا شدہ نہیں مانتے۔

آگ میں کافر کی بیٹھک

۱۰/۵۵۲۳ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ضِرْسُ الْکَافِرِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مِثْلُ اُحُدٍ وَفَخِذُهٗ مِثْلُ الْبَیْضَآءِ وَمَقْعَدُهٗ مِنَ النَّارِ مَسِیْرَةُ ثَلٰثٍ مِثْلُ الرَّبَذَةِ۔ (رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی فی ٤/٦٠٦ حديث رقم ٢٥٧٨۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے دن کافر کی ایک ڈاڑھ احد پہاڑ کے برابر ہوگی اور اس کی ران مقام بیضاء کے فاصلہ کے برابر موٹی ہوگی اور آگ میں اس کے بیٹھنے کی جگہ تین دن کے فاصلے کے برابر ہوگی جیسا مقام ربذہ ہے۔ (ترمذی)

تشریح ۞ مِثْلُ الرَّبَذَةِ: ربذہ مدینہ منورہ میں معروف گاؤں ہے جو مکہ کی راہ میں پڑتا ہے یہ مدینہ سے تین دن کی

مسافت پرواقع ہے۔ یہاں مضاف محذوف ہے: ای مثل بعد الربذۃ من المدینۃ۔

کافر کے چمڑے کی موٹائی

۱۱/۵۵۲۵ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ غِلَظَ جِلْدِ الْكَافِرِ اِثْنَانِ وَاَرْبَعُوْنَ ذِرَاعًا وَاِنَّ ضِرْسَهٗ مِثْلُ اُحُدٍ وَاِنَّ مَجْلِسَهٗ مِنْ جَهَنَّمَ مَا بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ۔ (رواہ الترمذی)

اخرجه الترمذی ٤/٦٠٦ حدیث رقم ٢٥٧٧۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کافر کے چمڑے کی موٹائی بیالیس ذراع ہوگی اور اس کی ڈاڑھ احد پہاڑ کے برابر اور دوزخ میں اس کے بیٹھنے کی جگہ اتنی ہوگی جتنا مکہ اور مدینہ کے درمیان مسافت ہے۔ (ترمذی)

تشریح ۞ اِنَّ مَجْلِسَهٗ مَا بَيْنَ مَكَّةَ: علامہ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں بیٹھنے کے مقامات میں تفاوت وفرق کفار کے عذابوں کے مختلف ہونے کی بناء پر ہے جس کافر کا عذاب شدید ہوگا اس کے بیٹھنے کا ٹھکانہ بھی بڑا ہوگا اور جس کا عذاب اس سے کم ہوگا اس کے بیٹھنے کی جگہ بھی کم ہوگی تمام اعضاء جسمانیہ کا قیاس بڑے چھوٹے ہونے میں جگہ پر کرلیا جائے واللہ اعلم۔ اعاذنا اللہ من جهنم۔

کافر کی زبان دو فرسخ لمبی

۱۲/۵۵۲۶ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْكَافِرَ لَيُسْحَبُ لِسَانَهٗ الْفَرْسَخَ وَالْفَرْسَخَيْنِ يَتَوَطَّاهُ النَّاسُ۔ (رواہ احمد والترمذی وقال هذا حدیث غریب)

اخرجه الترمذی ٤/٦٠٦ حدیث رقم ٢٥٨٠، واحمد فی المسند ٢/٩٢۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کافر اپنی زبان کو ایک فرسخ اور دو فرسخ نکالے گا جس کو لوگ اپنے پاؤں سے روندیں گے۔ (احمد، ترمذی نے اس کو غریب کہا ہے)

تشریح ۞ کافر کی خوفناک اور دردانگیز حالت بتلائی گئی ہے کہ وہ اپنی زبان کو نکالے گا جو دو کوس لمبی ہوگی اور اس کو اہل جہنم روندیں گے۔ یہ سزائے کفر ہے۔ اعاذنا اللہ منہ

صعود پہاڑ کی چڑھائی

۱۳/۵۵۲۷ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الصَّعُوْدُ جَبَلٌ مِّنَ النَّارِ يَتَصَعَّدُ فِيْهِ سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا وَيَهْوِيْ بِهٖ كَذٰلِكَ فِيْهِ اَبَدًا۔ (رواہ الترمذی)

اخرجه الترمذی ٤/٦٠٥ حدیث رقم ٢٥٧٦، واحمد فی المسند ٣/٧٥۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے صعود جہنم کا ایک پہاڑ ہے جس کی

چڑھائی ستر سال ہے اور اس کو وہاں سے اسی طرح گرایا جائے گا اور یہ معاملہ اس سے ہمیشہ ہوتا رہے گا۔ (ترمذی)

تشریح ۞ **الصَّعُوْدُ** : یہ دوزخ کا ایک پہاڑ ہے جس کی چڑھائی ستر سال ہے۔ وہ اس پر چڑھ کر گرے گا پھر چڑھے گا اسی طرح اس کو سزا ملتی رہے گی۔

کافر کا مشروب

۱۴/۵۵۲۸ **وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْ قَوْلِهِ كَالْمُهْلِ اَيْ كَعَكَرِ الزَّيْتِ فَاِذَا قُرِّبَ اِلٰى وَجْهِهٖ سَقَطَتْ فَرْوَةُ وَجْهِهٖ فِيْهِ۔** (رواہ الترمذی)

اخرجه الترمذی ٤/ ٦٠٨ حدیث رقم ٢٥٨٤، واخرجه احمد فی المسند ٣/ ٧٠، ٧١۔

ترجمہ : حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد: كَالْمُهْلِ کے متعلق فرمایا۔ یعنی تیل کی تلچھٹ جب وہ اس کے چہرے کے قریب کی جائے گی تو اس کے چہرے کی کھال گر جائے گی۔ (ترمذی)

تشریح ۞ كَالْمُهْلِ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشادِ گرامی کی تشریح فرمائی: اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ طَعَامُ الْاَثِيْمِ كَالْمُهْلِ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ ..... بے شک تھوہر کا درخت مجرموں کا کھانا ہے جو تلچھٹ کی طرح پیٹوں میں ابلے گا۔ مہل۔ تیل کی تلچھٹ، پیپ کو بھی کہا جاتا ہے۔

گرم پانی کافر کے سر پر ڈالا جائے گا

۱۵/۵۵۲۹ **وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْحَمِيْمَ لَيُصَبُّ عَلٰى رُؤُسِهِمْ فَيَنْفُذُ الْحَمِيْمُ حَتّٰى يَخْلُصَ اِلٰى جَوْفِهٖ فَيَسْلُتَ مَا فِيْ جَوْفِهٖ حَتّٰى يَمْرُقَ مِنْ قَدَمَيْهِ وَهُوَ الصَّهْرُ ثُمَّ يُعَادُ كَمَا كَانَ ۔** (رواہ الترمذی)

اخرجه الترمذی ٤/ ٦٠٧ حدیث رقم ٢٥٨٢، واحمد فی المسند ٢/ ٣٧٤۔

ترجمہ : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ گرم پانی ان کے سروں پر ڈالا جائے گا وہ گرم پانی ان کے اندر سرایت کرتا جائے گا یہاں تک کہ ان کے پیٹ میں پہنچے گا اور اس کے پیٹ میں جو کچھ ہے وہ سب کچھ کاٹ ڈالے گا یہاں تک کہ وہ اس کے قدموں سے نکل جائے گا اور قرآن مجید میں: یصھر بہ جو وارد ہوا ہے اس کا یہی معنی ہے پھر اس کو دوبارہ لوٹا دیا جائے گا۔ (ترمذی)

تشریح ۞ حقیقت یہ اس آیت کی وضاحت ہے: يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ۔ کہ گرم پانی ان کے سروں پر انڈیلا جائے گا وہ پانی سروں میں گھستا ہوا پیٹ میں پہنچے گا جس سے پیٹ کی تمام انتڑیاں گل کر شرمگاہ کے راستہ قدموں پر آ پڑیں گی اور صھر کا یہی معنی ہے یعنی گلا ڈالنا اور حرارت سے ادھیڑ دینا۔

ماءِ صدید کیا ہے

۱۶/۵۵۳۰ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ قَوْلِهٖ یُسْقٰی مِنْ مَّآءٍ صَدِیْدٍ یَتَجَرَّعُهٗ قَالَ یُقَرَّبُ اِلٰی فِیْهِ فَیَکْرَهُهٗ فَاِذَا اُدْنِیَ مِنْهُ شَوٰی وَجْهَهٗ وَوَقَعَتْ فَرْوَةُ رَاْسِهٖ فَاِذَا شَرِبَهٗ قَطَعَ اَمْعَآءَهٗ حَتّٰی یَخْرُجَ مِنْ دُبُرِهٖ یَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی وَسُقُوْا مَآءً حَمِیْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ وَیَقُوْلُ وَاِنْ یَّسْتَغِیْثُوْا یُغَاثُوْا بِمَآءٍ کَالْمُهْلِ یَشْوِی الْوُجُوْهَ بِئْسَ الشَّرَابُ ۔

اخرجه الترمذی ۶۰۸/۴ حدیث رقم ۲۵۸۳ واحمد فی المسند ۲۶۵/۵۔

ترجمہ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد: یُسْقٰی مِنْ مَّآءٍ صَدِیْدٍ یَّتَجَرَّعُهٗ کے بارے میں فرمایا کہ پانی کو اس کے قریب کیا جائے گا جسے وہ ناپسند کرے گا۔ جب اس کے نزدیک لایا جائے گا تو وہ اس کے چہرے کو بھون ڈالے گا اور اس کے سر کی کھال اس پانی میں آگرے گی پھر جب وہ اس کو پیئے گا تو وہ اس کی آنتوں کو کاٹ ڈالے گا یہاں تک کہ اس پانی کو اس کی شرمگاہ کے راستہ نکالا جائے گا اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَسُقُوْا مَآءً حَمِیْمًا ...... اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَاِنْ یَّسْتَغِیْثُوْا یُغَاثُوْا بِمَآءٍ کَالْمُهْلِ یَشْوِی الْوُجُوْهَ بِئْسَ الشَّرَابُ۔ اور ان کو گرم پانی پلایا جائے گا جو کہ ان کی آنتوں کو کاٹ ڈالے گا اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اور اگر پانی طلب کریں تو ان کو اس طرح کا پانی دیا جائے گا جو تل چھٹ کی مانند ہوگا جو چہروں کو بھون ڈالے گا اور وہ بہت برا مشروب ہے۔ (ترمذی)

تشریح: یہ آیت: یُسْقٰی مِنْ مَّآءٍ صَدِیْدٍ یَّتَجَرَّعُهٗ کی تفسیر ہے جب کھولتا پانی منہ کے قریب کیا جائے گا تو وہ بھاپ سے چہرے کو بھون ڈالے گا اور سر کی کھال کو گرا دے گا۔ پیٹ میں پہنچ کر پیٹ میں جو کچھ ہوگا اسے گلا کر نکال ڈالے گا اور پیاس کی بھی شدت ہوگی تو پینے سے سکون نہ چھوڑنے سے یارا ہوگا۔

آگ کے خیمے کی چار دیواری

۱۷/۵۵۳۱ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَسُرَادِقُ النَّارِ اَرْبَعَةُ جُدُرٍ کِثَفُ کُلِّ جِدَارٍ مَسِیْرَةُ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً۔ (رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی ۶۰۸/۴ حدیث رقم ۲۵۸۴ واخرجه احمد فی المسند ۲۹/۳۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آگ کے خیمے کی چار دیواریں ہوں گی اور ہر دیوار کی موٹائی چالیس سال کی مسافت کے برابر ہے۔ (ترمذی)

تشریح: سُرَادِق: وہ چیز جو کسی چیز کا احاطہ کرے مثلاً دیوار۔ یہ دراصل سراپردہ سے معرب ہے۔
جدار جمع جدر۔ دیوار۔ احاطہ آگ دوزخ کی چار دیواری ہو یا آگ کے چاروں جانب دوزخ کی چار دیواری ہے۔ حاصل ایک ہے کہ آگ ان پر محیط ہوگی۔

غساق کی شدت بدبو

۱۸/۵۵۳۲ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ اَنَّ دَلْوًا مِنْ غَسَّاقٍ يُهْرَاقُ فِي الدُّنْيَا لَاَنْتَنَ اَهْلَ الدُّنْيَا۔ (رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی ۶۰۸/۴ حدیث رقم ۲۵۸۴، واحمد فی المسند ۲۸/۳۔

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر جہنم کے غساق کا ایک ڈول دنیا میں بہا دیا جائے تو تمام دنیا اس سے بدبودار ہو جائے۔ (ترمذی)

تشریح ۞ غَسَّاق ① وہ زرد پیپ جو دوزخیوں کے زخموں سے جاری ہوگی۔ ② آنسو ③ سخت ٹھنڈا پانی۔

زقوم کا ایک قطرہ دنیا پر بھاری

۱۹/۵۵۳۳ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ اِتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ اَنَّ قَطْرَةً مِّنَ الزَّقُّوْمِ قَطَرَتْ فِيْ دَارِ الدُّنْيَا لَاَفْسَدَتْ عَلٰى اَهْلِ الْاَرْضِ مَعَايِشَهُمْ فَكَيْفَ بِمَنْ يَّكُوْنُ طَعَامَهٗ۔

(رواه الترمذی وقال هذا حديث حسن صحيح)

اخرجه الترمذی ۶۰۹/۴ حدیث رقم ۲۵۸۵ واخرجه ابن ماجه ۱۴۴۶/۲ حدیث رقم ۴۳۰۸ واحمد فی المسند ۳۰۱/۱۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی: اِتَّقُوا اللّٰهَ ...... اللہ تعالیٰ سے تقویٰ اختیار کرو جیسا اللہ سے تقویٰ اختیار کرنے کا حق ہے اور تمہاری موت حالت اسلام میں آنی چاہئے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر زقوم کا ایک قطرہ دنیا کی آبادی میں ڈال دیا جائے تو اہل زمین پر ان کی زندگی تنگ ہو جائے پس اس شخص کا کیا حال ہوگا جس کا کھانا یہ ہوگا۔ (ترمذی)

تشریح ۞ اِتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ: تقویٰ کا مطلب یہ ہے کہ واجبات کو بجالاؤ اور گناہوں سے گریز کرو۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کی تفسیر اس طرح فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو اختیار کیا جائے اس کی نافرمانی نہ کی جائے اور اس کا شکر بجالایا جائے اور ناشکری نہ کی جائے۔ اس کو یاد کرے اور کبھی بھولنے نہ پائے۔ اس کو حاکم ابن مردویہ، ابن ابی حاتم نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحت کے ساتھ روایت کیا ہے اور محدثین نے اس کی تصحیح کی ہے۔ پس اس میں کچھ بھی شک نہیں کہ یہ کمال تقویٰ کی تفسیر ہے۔ ② اصل تقویٰ کی تفسیر ہو تو پھر اس آیت کو آیت: فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ۔ اللہ تعالیٰ سے اپنی ہمت کے مطابق تقویٰ اختیار کرو۔ كذا ذكره بعض المفسرين۔

وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ یعنی مرتے دم تک مسلمانی پر قائم رہو۔ تقویٰ چونکہ جنت میں جانے اور دوزخ سے حفاظت کا سبب ہے اور ترک تقویٰ دوزخ کا راستہ ہے اسی وجہ سے آپ نے دوزخ کے بعض عذابوں کا تذکرہ کر دیا کہ اگر زقوم کا

ایک قطرہ دنیا میں ٹپکا دیا جائے تو ان پر جینا حرام ہو جائے۔ اب خود اندازہ کرلو کہ جب زقوم خوراک ہوگی تو اس شخص کا کیا حال ہوگا۔

کالحون کی تفسیر

۲۰/۵۵۳۴ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَهُمْ فِیْهَا كَالِحُوْنَ قَالَ تَشْوِیْهِ النَّارُ فَتَقَلَّصُ شَفَتُهُ الْعُلْیَا حَتّٰى تَبْلُغَ وَسَطَ رَاْسِهٖ وَتَسْتَرْخِیْ شَفَتُهُ السُّفْلٰى حَتّٰى تَضْرِبَ سُرَّتَهٗ۔

(رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی ٤/ ٦١٠ حدیث رقم ٢٥٨٧، واحمد فی المسند ٣/ ٨٨۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا کہ وہم کالحون۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آگ بھون ڈالے گی پس ان کا اوپر والا ہونٹ سکڑ کر سر کے درمیان تک پہنچ جائے گا اور نیچے والا ہونٹ لٹک کر اس کی ناف تک پہنچ جائے گا۔ (ترمذی)

تشریح ○ یہ روایت کالحون کی تفسیر ہے کہ اوپر والا ہونٹ نصف سر تک اونچا ہوا اور نچلا ہونٹ لٹک کر ناف تک پہنچے تو بدصورتی میں کیا کمی رہ گئی۔

كَالِحُوْنَ: ترش رو ہونا۔ دانتوں کا ہونٹوں سے جڑ جانا۔ قَلَّص: سایہ کا باہر جانا۔ گیلے کپڑے سے نچوڑنا۔

جہنمی کے آنسوؤں میں کشتیاں چل سکیں

۲۱/۵۵۳۵ وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَاَیُّهَا النَّاسُ ابْكُوْا فَاِنْ لَّمْ تَسْتَطِیْعُوْا فَتَبَاكَوْا فَاِنَّ اَهْلَ النَّارِ یَبْكُوْنَ فِی النَّارِ حَتّٰى تَسِیْلَ دُمُوْعُهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ كَاَنَّهَا جَدَاوِلُ حَتّٰى یَنْقَطِعَ الدُّمُوْعُ فَتَسِیْلَ الدِّمَاءُ فَتَقَرَّحَ الْعُیُوْنُ فَلَوْ اَنَّ سُفُنًا اُزْجِیَتْ فِیْهَا لَجَرَتْ رَوَاهُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ۔

اخرجه ابن ماجه ٢/ ١٤٤٦ حدیث رقم ٤٣٢٤۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو رویا کرو اگر رونہ سکو تو با تکلف اپنے آپ کو رلاؤ اس لئے کہ آگ والے آگ میں اس قدر روئیں گے کہ ان کے آنسو چہرے پر اس طرح بہیں گے کہ گویا کہ وہ پانی کی نالیاں ہیں یہاں تک کہ آنسو منقطع ہو جائیں گے پھر خون بہیں گے چنانچہ ان کی آنکھیں زخمی ہو جائیں گی اگر کشتیاں ان آنسوؤں میں بہائی جائیں تو وہ بہہ جائیں۔ (شرح السنۃ)

تشریح ○ تَسِیْلَ دُمُوْعُهُمْ: اس میں اہل نار کے تکالیف کی شدت سے رونے اور ان کے آنسوؤں کی کیفیت ذکر فرمائی۔ جب کہ خوف خدا سے تو مکھی کے پر کے برابر آنسو بخشش کا باعث بن جاتا ہے۔

دوزخیوں پر بھوک کا عذاب

۲۲/۵۵۳۶ وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُلْقٰی عَلٰی اَهْلِ النَّارِ الْجُوْعُ فَیَعْدِلُ مَاهُمْ فِیْهِ مِنَ الْعَذَابِ فَیَسْتَغِیْثُوْنَ فَیُغَاثُوْنَ بِطَعَامٍ مِنْ ضَرِیْعٍ لَّا یُسْمِنُ وَلَا یُغْنِیْ مِنْ جُوْعٍ فَیَسْتَغِیْثُوْنَ بِالطَّعَامِ فَیُغَاثُوْنَ بِطَعَامٍ ذِیْ غُصَّةٍ فَیَذْكُرُوْنَ اَنَّهُمْ كَانُوْا یُجِیْزُوْنَ الْغُصَصَ فِی الدُّنْیَا بِالشَّرَابِ فَیَسْتَغِیْثُوْنَ بِالشَّرَابِ فَیُرْفَعُ اِلَیْهِمُ الْحَمِیْمُ بِكَلَالِیْبِ الْحَدِیْدِ فَاِذَا دَنَتْ مِنْ وُجُوْهِهِمْ شَوَتْ وُجُوْهَهُمْ فَاِذَا دَخَلَتْ بُطُوْنَهُمْ قَطَّعَتْ مَا فِیْ بُطُوْنِهِمْ فَیَقُوْلُوْنَ ادْعُوْا خَزَنَةَ جَهَنَّمَ فَیَقُوْلُوْنَ اَلَمْ تَكُ تَاْتِیْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَیِّنٰتِ قَالُوْا بَلٰی قَالُوْا فَادْعُوْا وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلَالٍ قَالَ فَیَقُوْلُوْنَ ادْعُوْا مَالِكًا فَیَقُوْلُوْنَ یٰمٰلِكُ لِیَقْضِ عَلَیْنَا رَبُّكَ قَالَ فَیُجِیْبُهُمْ اِنَّكُمْ مَاكِثُوْنَ قَالَ الْاَعْمَشُ نُبِّئْتُ اَنَّ بَیْنَ دُعَائِهِمْ وَاِجَابَةِ مَالِكٍ اِیَّاهُمْ اَلْفَ عَامٍ قَالَ فَیَقُوْلُوْنَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ فَلَا اَحَدٌ خَیْرٌ مِنْ رَبِّكُمْ فَیَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَیْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّیْنَ رَبَّنَا اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ قَالَ فَیُجِیْبُهُمْ اخْسَئُوْا فِیْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ قَالَ فَعِنْدَ ذٰلِكَ یَئِسُوْا مِنْ كُلِّ خَیْرٍ وَعِنْدَ ذٰلِكَ یَاْخُذُوْنَ فِی الزَّفِیْرِ وَالْحَسْرَةِ وَالْوَیْلِ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدُالرَّحْمٰنِ وَالنَّاسُ لَا یَرْفَعُوْنَ هٰذَا الْحَدِیْثَ۔ (رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی ٤/ ٦٠٥ حدیث رقم ٢٦٨۔

ترجمہ: حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ دوزخیوں پر بھوک ڈالی جائے گی کہ وہ بھوک سب عذابوں کے برابر ہو جائے گی۔ جن میں وہ مبتلا ہیں چنانچہ وہ کھانے کے لئے فریاد کریں گے چنانچہ ان کو کھانے کے لئے ضریع دیا جائے گا جو نہ موٹا کرتا ہے نہ بھوک کے لئے کچھ مفید ہے وہ دوبارہ کھانے کی فریاد کریں گے تو ان کے گلے میں اٹک جانے والا کھانا دیا جائے گا۔ وہ یاد کریں گے کہ وہ دنیا میں گلے میں اٹکے ہوئے لقمے کو کس طرح پانی سے اتارتے تھے چنانچہ وہ پانی کے لئے فریاد کریں گے تو ان کو گرم پانی لوہے کے کانٹوں سے پیش کیا جائے گا جب ان کے چہروں کے وہ قریب ہوگا تو ان کے چہروں کو بھون ڈالے گا اور جب ان کے پیٹوں میں داخل ہوگا تو ان کے پیٹ کی انتڑیوں تک کو کاٹ ڈالے گا وہ پکاریں گے کہ جہنم کے منتظمین کو بلاؤ۔ منتظمین ان سے یہ کہیں گے: اَلَمْ تَكُ تَاْتِیْكُمْ۔ ''کیا تمہارے پاس تمہارے رسول واضح دلائل لے کر نہیں آئے؟ وہ کہیں گے کیوں نہیں! وہ کہیں گے پھر پکارے جاؤ کافروں کی پکاریں یونہی بیکار ہیں'' راوی کہتے ہیں کہ وہ کہیں گے کہ تم مالک کو آواز دو چنانچہ وہ پکار کر کہیں گے اے مالک! اپنے رب سے کہو وہ ہمارا فیصلہ کر دے تو وہ ان کو جواب دے گا بے شک تم یہیں رہنے والے ہو۔ اعمش راوی کہتے ہیں کہ مجھے یہ بتلایا گیا کہ ان کی پکار اور مالک کے جواب کے درمیان ایک ہزار سال کا فاصلہ ہوگا۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر وہ کہیں گے کہ تم اپنے رب ہی کو پکارو تمہارے رب سے بہتر کوئی نہیں چنانچہ وہ کہیں گے: رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَیْنَا شِقْوَتُنَا ... فَاِنَّا

ظٰلِمُوْنَ۔ ''اے ہمارے رب ہم پر ہمارے بدبختی غالب آگئی ہم گمراہ لوگ تھے اے ہمارے رب اس سے ہمیں نکال دے اگر ہم کفر کی طرف دوبارہ لوٹ جائیں تو پھر ہم ظالم ہوں گے'' فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کو جواب دیں گے:اِخْسَئُوْا فِیْهَا وَلَا تُکَلِّمُوْنِ۔ ''کہ ذلیل ہو کر اس میں پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو'' فرمایا کہ اس وقت وہ ہر خیر سے مایوس ہو جائیں گے اور حسرت وافسوس اور ویل وہلاکت سے دھاڑیں گے۔ عبداللہ بن عبدالرحمٰن راوی کہتے ہیں کہ لوگ اس روایت کو مرفوع قرار نہیں دیتے۔ (ترمذی)

تشریح ۞ یُلْقٰی عَلٰی اَهْلِ النَّارِ الْجُوْعُ :بھوک کی تکلیف دوزخی کے تمام عذابوں کے برابر ہوگی۔اس سے ثابت ہوا کہ بھوک کی آگ دوزخ کی آگ کے برابر ہے۔

فَیَسْتَغِیْثُوْنَ بِضَرِیْعٍ۔علاقہ حجاز کی ایک کانٹے دار گھاس ہے جس کو کوئی جانور نہیں کھاتا اور جو کھالیتا ہے وہ مرجاتا ہے۔ یہاں دوزخ کے وہ کانٹے مراد ہیں جو تلخی میں ایلوے سے بڑھ کر ہوں گے اور آگ سے بڑھ کر گرم اور مردار سے زیادہ بدبودار۔

طَعَامٍ ذِیْ غُصَّةٍ: وہ گرم آگ کے کانٹے ہڈی کی طرح گلے میں پھنس جائیں گے نہ نکلیں گے نہ نگلے جائیں گے اس میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے:اِنَّ لَدَیْنَآ اَنْکَالًا وَّجَحِیْمًا وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِیْمًا ......

فَیَذْکُرُوْنَ---وَمَا دُعٰٓؤُا الْکٰفِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ :ان کی اپنی پکار کچھ فائدہ نہ دے گی اور نہ دوسروں کو فائدہ دے گی۔ یہ آخرت کا معاملہ ہے اس میں قطعاً اس بات کی دلالت نہیں کہ دنیا میں کفار کی دعا قبول نہیں ہوتی کیونکہ شیطان یعنی جو تمام کفار کا سرغنہ ہے اس کی دعا بھی مسترد نہیں کی گئی۔

اُدْعُوْا مَالِکًا: مالک جہنم کے داروغہ کا نام ہے۔ یہ مایوسی کی مختلف کیفیات ہیں جو ان پر طاری ہوں گی۔مثلاً دوزخ کے نگرانوں کو شفاعت کے لئے درخواست کرو پھر موت کی طلب کہ دنیا میں مصائب کا خاتمہ موت سے ہوتا تھا مگر وہاں تو موت آچکی یا فرشتے ان کو کہیں گے کہ جہنم کا کارپرداز مالک ہے اسی سے رابطہ کرو۔ چنانچہ وہ مالک کو پکارنا شروع کریں گے۔اس کا جواب ہزار سال بعد نہایت مایوس کن ہوگا۔ پھر آخر میں پروردگار کی بارگاہ میں رجوع کریں گے کہ ہم بدبختی سے دوزخی بنے۔

غَلَبَتْ عَلَیْنَا شِقْوَتُنَا: شقوۃ اور شقاوۃ بدبختی کی ضد ہیں۔مطلب یہ ہے کتاب تقریر نے ہمارا بیڑا غرق کیا۔اب تو معاف کردے پھر دوبارہ ایسا نہ کریں گے۔

فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ :یہ بھی صریح جھوٹ بولیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :ولو ردوہ لعادوا لما نھوا عنہ انھم لکاذبون...... اگر بالفرض ان کو دنیا میں لوٹا دیا جائے تو وہاں پھر ان کاموں کا ارتکاب کریں گے جن سے روکا گیا ہے اور بلاشبہ یہ جھوٹے ہیں''۔

اِخْسَئُوْا فِیْهَا: دور ہو جاؤ۔ دوزخ میں پڑے رہو۔اب وہ ہر طرف سے مایوس ہو جائیں گے کہ نگرانوں کے پکارنے کا فائدہ نہ ہوا مالک سے موت مانگی وہ نہ آئی پروردگار سے عاجزی کی وہ قبول نہ ہوئی اب کہاں جائیں کس سے واویلا کریں۔

الزَّفِیْر: گدھے کی آواز کی ابتداء کو زفیر اور آخر کو شھیق کہتے ہیں جیسا کہ فرمایا لھم فیھا زفیر وشھیق الآیہ

مال عبداللہ بن عبدالرحمان کہتے ہیں کہ بعض لوگ اس روایت کو مرفوع قرار نہیں دیتے بلکہ ابوالدرداء پر موقوف مانتے ہیں مگر اس کا موقوف ہونا بھی مرفوع کے حکم میں ہے کیونکہ یہ مضامین زبان وحی سے سننے کے بغیر بیان کرنے ممکن ہی نہیں۔

میں تمہیں آگ سے ڈرا رہا ہوں

۲۳/۵۵۳۷ وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَنْذَرْتُكُمُ النَّارَ اَنْذَرْتُكُمُ النَّارَ فَمَا زَالَ يَقُوْلُهَا حَتّٰى لَوْ كَانَ فِيْ مَقَامِيْ هٰذَا سَمِعَهٗ اَهْلُ السُّوْقِ وَحَتّٰى سَقَطَتْ خَمِيْصَةٌ كَانَتْ عَلَيْهِ عِنْدَ رِجْلَيْهِ۔ (رواه الدارمی)

اخرجه الدارمی فی المسند ۲/۶۲۵ الحدیث رقم ۲۸۱۲، واحمد فی المسند ۲۶۸۔

ترجمہ: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اے لوگو! میں تمہیں آگ سے ڈرا رہا ہوں۔ اے لوگو! میں تمہیں آگ سے ڈرا رہا ہوں۔ آپ اس کو بار بار دہراتے رہے یہاں تک کہ اگر آپ میری اس جگہ میں ہوتے تو تمام بازار والے اس کو سن پاتے۔ آپ نے اس کو اس قدر دھرایا کہ آپ کی اوڑھی ہوئی چادر آپ کے قدموں پر گر پڑی۔ (دارمی)

تشریح ۞ اَنْذَرْتُكُمُ النَّارَ میں نے تمہیں دوزخ کے متعلق خبر دی اور اس سے ڈرایا ہے یہ جملہ بار بار دھرایا اور یہ اس لئے تاکہ تم اس کے عذابوں سے بچ سکو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اتقوا النار ولو بشق تمرة۔ معمولی صدقہ کے ذریعہ بھی اپنے آپ کو دوزخ سے بچاؤ۔

پانچ سو سال کا فاصلہ ایک رات میں

۲۴/۵۵۳۸ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ اَنَّ رَصَاصَةً مِّثْلَ هٰذِهٖ وَاَشَارَ اِلٰى مِثْلِ الْجُمْجُمَةِ اُرْسِلَتْ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ وَهِيَ مَسِيْرَةُ خَمْسِ مِائَةِ سَنَةٍ لَبَلَغَتِ الْاَرْضَ قَبْلَ اللَّيْلِ وَلَوْ اَنَّهَا اُرْسِلَتْ مِنْ رَّاْسِ السِّلْسِلَةِ لَسَارَتْ اَرْبَعِيْنَ خَرِيْفًا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ قَبْلَ اَنْ تَبْلُغَ اَصْلَهَا اَوْ قَعْرَهَا۔ (رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی ۴/۶۱۱ حدیث رقم ۲۵۸۸ واحمد فی المسند ۲/۱۹۷۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر شیشے کا ٹکڑا جو سر کے برابر ہو آپ نے سر کی طرف اشارہ کر کے فرمایا اس کو آسمان سے زمین کی طرف چھوڑا جائے کہ جس کا فاصلہ پانچ سو سال کا ہے تو اس شیشے کا ٹکڑا زمین پر رات سے پہلے پہنچ جائے گا اور اگر اسی ٹکڑے کو زنجیر کے ساتھ لٹکایا جائے تو وہ چالیس سال دن رات چلتا رہے گا۔ پھر بھی اس کی گہرائی میں نہ پہنچ سکے گا۔ (ترمذی)

تشریح ۞ لَوْ اَنَّ رَصَاصَةً: اگر کھوپڑی کے برابر گول اور بھاری شیشہ آسمان سے زمین کی طرف چھوڑا جائے تو اس کی گولائی اور بھاری پن رفتار میں نہایت تیزی پیدا کرنے والے ہیں۔

اَصْلَهَا اَوْ قَعْرَهَا: اور اس سے مراد جہنم کا پیندا ہے۔

السِّلْسِلَةِ: اس سے مراد وہ زنجیر ہے جس میں دوزخی کو جکڑا جائے گا اور یہ جکڑنے کی صورت یہ ہوگی کہ زنجیر کو مقعد سے

ڈال کر ناک سے نکالا جائے گا۔اس زنجیر کا تذکرہ قرآن مجید میں اس طرح فرمایا ثمہ فی سلسلة ذرعها سبعون ذراعاً فاسلکوہ الآیہ۔ پھر اس کو زنجیر میں جکڑ دو جس کی لمبائی ستر ہاتھ ہے۔

ایک اشکال: اگر وہ زنجیر ستر ہاتھ ہے تو قعر جہنم تک وہ کیسے پہنچے گی۔

الجواب: ستر کا عدد کثرت و مبالغ کے لئے ہے۔ باقی فرشتوں کے گز کو دنیا کے گز پر قیاس نہیں کرنا چاہئے۔فرشتوں کے ذراع اور انسانی ذراع میں آسمان و زمین کا فرق ہے۔جیسا کہ ثواب کا قیراط احد کے برابر ہے۔

نوف بکالی کا قول:

دونوں ہاتھوں کے درمیانی فاصلہ کے برابر ایک ذراع ہوگا اور دونوں ہاتھوں کا فاصلہ کوفہ اور مکہ کے فاصلہ سے بڑھ کر ہوگا۔

حضرت بصری رحمہ اللہ کا قول:

معلوم نہیں کہ اس سے کون سا ذراع مراد ہے۔

حاصل روایت:

آسمان و زمین کے مسافت پانچ برس ہے مگر آسمان سے چھوڑا جانے والا شیشے کا سر کے برابر گیند رات سے پہلے زمین پر آ لگے گا۔کیونکہ گول بھاری چیز جلد گر جاتی ہے۔مگر وہ زنجیر اتنی طویل ہے کہ یہی گولا اگر اس کے ایک سرے سے دوسرے سرے کی طرف پھینکا جائے تو وہ چالیس برس میں نہ پہنچے گا۔اللہ اکبر وہ زنجیر کتنی لمبی ہوگی۔اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے۔آمین۔

متکبر کا ٹھکانہ وادیٔ ھبہب

۲۵/۵۵۳۹ وَعَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ فِیْ جَهَنَّمَ لَوَادِیًا یُقَالُ لَهٗ هَبْهَبُ یَسْکُنُهٗ کُلُّ جَبَّارٍ۔ (رواہ الدارمی)

اخرجه الدارمی ۲/ ۴۲۷ حدیث رقم ۲۸۱۶۔

ترجمہ: حضرت بردہ نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جہنم میں ایک وادی ہے جس کا نام ھَبْ ھَبْ ہے اس میں ہر متکبر کو رکھا جائے گا۔ (داری)

تشریح ۞ ھَبْھَبْ: کا معنی تیزی و شتابی ہے اس وادی کا یہ نام رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں مجرم کو جلد سزا ملتی ہے اور اس کی آگ کا شعلہ تیزی سے بلند ہوتا ہے۔

الفصل الثالث:

کافروں کے اعضاء کی کلائی

۲۶/۵۵۴۰ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَعْظُمُ اَهْلُ النَّارِ فِي النَّارِ حَتّٰى اَنَّ بَيْنَ شَحْمَةِ اُذُنِ اَحَدِهِمْ اِلٰى عَاتِقِهٖ مَسِيْرَةُ سَبْعِ مِائَةِ عَامٍ وَاَنَّ غِلَظَ جِلْدِهٖ سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا وَاَنَّ ضِرْسَهٗ مِثْلُ اُحُدٍ۔ (احمد بن حنبل' مسند)

اخرجه احمد فی المسند ۲/ ۲۶۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دوزخی لوگوں کے جسم جہنم میں اتنے بڑے ہو جائیں گے یہاں تک کہ ان میں سے ایک آدمی کے کان کی لو سے کندھے تک کا فاصلہ سات سو برس کی مسافت تک ہوگا اور کافر کے چمڑے کی موٹائی ستر ہاتھ ہوگی اور اس کی داڑھ احد پہاڑ کے برابر ہوگی۔ (احمد)

تشریح ۞ اس روایت میں جہنمی کے جسم کی بڑھائی ذکر کی ہے کہ اس کی ڈاڑھ احد پہاڑ کے برابر ہوگی۔

جہنم کے سانپ بختی اونٹوں کی طرح

۲۷/۵۵۴۱ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ جَزْءٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِي النَّارِ حَيَّاتٍ كَاَمْثَالِ الْبُخْتِ تَلْسَعُ اِحْدٰهُنَّ اللَّسْعَةَ فَيَجِدُ حَمْوَتَهَا اَرْبَعِيْنَ خَرِيْفًا وَاِنَّ فِي النَّارِ عَقَارِبَ كَاَمْثَالِ الْبِغَالِ الْمُوْكَفَةِ تَلْسَعُ اِحْدٰهُنَّ اللَّسْعَةَ فَيَجِدُ حَمْوَتَهَا اَرْبَعِيْنَ خَرِيْفًا۔ (رواهما احمد)

اخرجه احمد فی المسند ۴/ ۱۹۱۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آگ میں بڑے بڑے سانپ ہیں جو کہ بختی اونٹوں کے برابر ہیں ان میں سے ایک ڈنگ مارے گا تو وہ اس کی تکلیف چالیس سال تک محسوس کرے گا اور آگ میں پالان والے خچروں جیسے بچھو ہیں ان میں سے ایک ڈسے گا تو اس کے ڈنگ کا اثر چالیس سال تک رہے گا۔ (احمد)

تشریح ۞ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ جَزْءٍ یہ مصر میں مقیم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ہیں وہاں وفات پانے والے آخری صحابی ہیں رضی اللہ عنہ وارضاہ، جزءٗ کو سکون اور تشدید دونوں سے پڑھا گیا ہے۔

الْبُخْتُ: طاقتور اونٹ کی قسم ہے۔ حَمْوَتَهَا: سخت تکلیف۔

سورج و چاند سے دوزخ کا بھڑ کانا

۲۸/۵۵۴۲ وَعَنِ الْحَسَنِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الشَّمْسُ

وَالْقَمَرُ ثَوْرَانِ مُكَوَّرَانِ فِي النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَقَالَ الْحَسَنُ وَمَا ذَنْبُهَا فَقَالَ اُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَكَتَ الْحَسَنُ ۔ (رواه البيهقي في كتاب البعث والنشور)

اخرجه ابن ماجه ۱۴۳۶/۲ حديث رقم ۴۲۹۸، واحمد في المسند ۳۴۹/۲۔

ترجمہ: حضرت حسن رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ہمیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح نقل کیا کہ سورج اور چاند قیامت کے دن دو بیل دار ٹکڑے بنا کر آگ میں ڈال دیے جائیں گے۔ حسن کہنے لگے میں نے پوچھا ان کا کیا گناہ ہے؟ تو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سنا رہا ہوں تو یہ سن کر حضرت حسن خاموش ہو گئے۔ (بیہقی)

تشریح ۞ فَقَالَ اُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم نص جلی کے مقابل قیاس کو لاتے ہو اور عمل کو دوزخ میں داخلے کا لازم کرنے والا قرار دیتے ہو۔ اللہ تعالیٰ تو جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ کذا قال الطیبی مگر ظاہر یہ ہے کہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے اعتراض نہیں کیا بلکہ حکمت کو دریافت کرنے کے لئے سوال کیا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کو جواباً فرمایا میں نے جو کچھ آپ سے سنا وہ تمہیں بیان کر دیا۔ اس سے زیادہ کا مجھے علم نہیں ہے۔

بعض علماء کا قول:

① ان کے دوزخ میں داخل کرنے میں حکمت یہ ہے تاکہ اہل دوزخ کو ان کی حرارت سے خوب عذاب پہنچے کیونکہ دیلمی نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ آفتاب و ماہتاب کا منہ عرش کی طرف ہے اور زمین کی طرف پشت ہے۔ اگر ان کا منہ دنیا کی طرف کر دیا جائے تو تمام اہل دنیا اس کی حرارت سے جل جائیں۔ ② کفار کو تنبیہ کے لئے جو کہ ان کی پوجا کرتے تھے کہ اپنے معبودوں کا حال دیکھ لو: اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ .....

بدبخت آدمی کون؟

۲۹/۵۵۴۳ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ النَّارَ اِلَّا شَقِيٌّ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَنِ الشَّقِيُّ قَالَ مَنْ لَّمْ يَعْمَلْ لِلّٰهِ بِطَاعَةٍ وَلَمْ يَتْرُكْ لَهٗ بِمَعْصِيَةٍ ۔ (رواه ابن ماجة)

اخرجه البخاري ۵۹۵/۸ حديث رقم ۴۸۵۰، ومسلم ۲۱۸۶/۴ حديث رقم (۳۶-۲۸۴۶)، واخرجه الترمذي ۵۹۸/۴ حديث رقم ۲۵۶۱، واحمد في المسند ۲۱۴/۲۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آگ میں بدبخت جائے گا۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! بدبخت کون ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ کی خاطر کوئی نیکی نہیں کی اور اس کی کسی معصیت کو ترک نہیں کیا۔ (ابن ماجہ)

تشریح ۞ شَقِيٌّ: بدبخت کا لفظ کافر و فاجر ہر دو کو شامل۔ کافر ازلی بدبخت اور وہ وقتی بدبخت ہے۔

بَابُ خَلْقِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ

جنت اور دوزخ کی تخلیق کا بیان

اہل سنت کے ہاں جنت و دوزخ پیدا کیے جا چکے ہیں قرآن مجید اور بے شمار احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں اس کا انکار صرف چند مبتدعین کے سواء اور کوئی نہیں کرتا وہ قیامت کے دن ان کے پیدا ہونے کے قائل ہیں۔ اس بات میں ان کے اوصاف میں سے بعض کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

الفصل الاول:

جنات و دوزخ کا مناظرہ

۱/۵۵۴۴ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحَاجَتِ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ فَقَالَتِ النَّارُ اُوْثِرْتُ بِالْمُتَكَبِّرِيْنَ وَالْمُتَجَبِّرِيْنَ وَقَالَتِ الْجَنَّةُ فَمَالِيْ لَايَدْخُلُنِيْ اِلَّا ضُعَفَآءُ النَّاسِ وَسَقَطُهُمْ وَغِرَّتُهُمْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِلْجَنَّةِ اِنَّمَا اَنْتِ رَحْمَتِيْ اَرْحَمُ بِكِ مَنْ اَشَاءُ مِنْ عِبَادِيْ وَقَالَ لِلنَّارِ اِنَّمَا اَنْتِ عَذَابِيْ اُعَذِّبُ بِكِ مَنْ اَشَاءُ مِنْ عِبَادِيْ وَلِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِّنْكُمَا مِلْؤُهَا فَاَمَّا النَّارُ فَلَا تَمْتَلِئُ حَتّٰى يَضَعَ اللّٰهُ رِجْلَهُ تَقُوْلُ قَطْ قَطْ فَهُنَالِكَ تَمْتَلِئُ وَيُزْوٰى بَعْضُهَا اِلٰى بَعْضٍ فَلَا يَظْلِمُ اللّٰهُ مِنْ خَلْقِهِ اَحَدًا وَاَمَّا الْجَنَّةُ فَاِنَّ اللّٰهَ يُنْشِئُ لَهَا خَلْقًا۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاري ۸/۵۹۵ حديث رقم ۴۸۵۰ و مسلم ۴/۲۱۸۶ حديث رقم (۳۶-۲۸۴۶)، واخرجه الترمذي ۴/۵۹۸ حديث رقم ۲۵۶۱، واحمد في المسند ۲/۳۱۴۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت و دوزخ کا آپس میں مناظرہ ہوا۔ دوزخ: مجھے متکبر اور جابر لوگوں کی وجہ سے فوقیت حاصل ہے۔ جنت: مجھے ان سے کیا غرض مجھ میں تو کمزور اور گرے پڑے اور سادہ لوگ داخل ہوں گے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے جنت! تو میری رحمت ہے جس کے ذریعے میں اپنے بندوں میں سے جس پر چاہوں گا اپنی رحمت کروں گا اور آگ سے فرمایا تو میرا عذاب ہے تیرے ذریعے میں جس کو چاہوں گا اپنے بندوں کو عذاب دوں گا اور مجھے تم دونوں کو بھرنا ہے۔ رہی آگ تو وہ نہیں بھرے گی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا قدم مبارک رکھیں گے تو وہ کہہ اٹھے گی بس! بس! بس! اس وقت وہ بھر جائے گی اور بعض حصے اس کے لپٹ کر ایک دوسرے سے جا ملیں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ رہی جنت تو اللہ تعالیٰ اس کو بھرنے کے لئے ایک اور مخلوق کو پیدا فرمائے گا اور ان کو جنت کے زائد حصے میں ٹھہرائے گا۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ⊙ تَحَاجَتِ الْجَنَّةُ یعنی ایک قسم کی شکایت کی یہ معاملہ ہمارے ساتھ کیوں کر اس طرح ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب دیا گیا یہ میری مشیت کا تقاضہ ہے اور میرا اختیار ہے کہ جس طرح چاہوں اسے استعمال کروں۔ میں نے تم

میں سے ایک اپنی رحمت ولطف کا مظہر بنایا تو دوسرے کو اپنے غضب وقہر کا مقام بنایا۔

فَقَالَتِ النَّارُ ------ وَسَقَطُهُمْ : عام لوگوں کے ہاں وہ اس طرح ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ...... لیکن انکی اکثریت بے علم ہے' مگر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وہ بڑی قدر ومنزلت رکھتے ہیں اور علماء وصلحاء کے ہاں بھی قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ حصر سے مراد یہاں اکثر واغلب ایسے ہوں گے ورنہ انبیاء ورسول اور بادشاہ بھی ان میں داخل ہوں گے۔ ۞ ضعفاء سے مراد فروتنی اور تواضع اختیار کرنے والے اور اپنے ہاں نفس کو حقیر و بے اعتبار قرار دینے والے۔

غِرَّتُهُمْ : غرۃ۔ بھولے بھالے۔ ناتجربہ کار دنیا کے امور سے غافل آخرت میں مشغول رہنے والے جیسا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اہل الجنۃ البلہ الحدیث جنتی بھولے بھالے ہیں یعنی دنیا کے معاملات میں سادہ ہیں البتہ آخرت میں ان سے بڑھ کر کوئی سیانا نہیں۔ کافر دنیا میں چالاک ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ...... وہ دنیا کی زندگی سب کچھ خیال کرتے ہیں حالانکہ وہ وہی آخرت سے غافل ہیں۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِلْجَنَّةِ : حاصل یہ ہے کہ جنت و دوزخ اور مؤمن وکافر اللہ تعالیٰ کے جلال و جمال کے مظہر ہیں اور کسی کو مقام فضل میں ہر ایک کی ہر ایک کے ساتھ تخصیص کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہے۔ حالانکہ اس بات کا بخوبی علم ہے کہ دونوں میں سے ایک عدل الٰہی ہے اور دوسری فضل باری تعالیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا: لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ ...... اس کے کسی معاملے کے بارے میں پوچھنے اور اعتراض کی کسے مجال ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو فرمایا میں نے تم میں سے ہر ایک کو پر کرنا ہے یعنی لوگوں سے بھر دوں گا مگر دوزخ نہ بھرے گی چنانچہ جب اس سے اللہ تعالیٰ دریافت فرمائیں گے: يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ ...... جب وہ طلب کرتی رہی گی تو معلوم ہوا کہ مقررہ دوزخیوں سے نہ بھرے گی۔

حَتّٰى يَضَعَ اللّٰهُ رِجْلَهٗ : اللہ تعالیٰ کے لئے پاؤں کا استعمال متشابہات میں سے ہے جیسا کہ ہاتھ آنکھ ساق، وجہ وغیرہ اور متشابہات کا حکم یہ ہے کہ قرآن مجید میں جس طرح آیا اسی طرح اعتقاد رکھے کہ اس کی حقیقی مراد کو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں اس کی تحقیق ودریافت کے پیچھے نہ پڑے۔ سلف کا یہی اسلم مذہب ہے۔ ۞ بعض متاخرین تاویل کی طرف گئے ہیں اور انہوں نے کہا کہ اس سے اس کی کسی مخلوق کا قدم مراد ہے۔ ۞ بعض نے اور تاویلات کی ہیں جو ذات باری تعالیٰ کے لائق ومناسب نہیں تاہم تشبیہ کا وہم ہرگز پیدا نہ ہونے دیں۔

فَلَا يَظْلِمُ اللّٰهُ : ایسا نہیں ہوسکتا کہ بلا گناہ کیے وہ کسی مخلوق کو دوزخ میں ڈالے اور جہنم بھرنے لئے ایک مخلوق پیدا کرے اور ان کو جہنم میں ڈال دے۔ یہاں ظلم سے مراد ظلم صوری ہے اگر چہ ذات باری تعالیٰ کسی بے گناہ کو دوزخ میں ڈال دے تب بھی ظلم نہیں کیونکہ اپنی ملک میں تصرف ظلم نہیں ہوتا۔ مگر وہ صورت میں جو ظلم معلوم ہو وہ بھی نہیں کرتے۔

وَاَمَّا الْجَنَّةُ : جنت کے لئے ایسی مخلوق پیدا فرمائے گا جن کو بلا کسی سابقہ عمل کے محض فضل اور رحمت سے جنت میں داخل فرمائے گا۔ کیا ٹھکانہ پروردگار کی بے پایاں رحمت کا کہ بے گناہ کے کسی کو دوزخ میں نہ ڈالا مگر بلا اطاعت جنت میں داخل فرما دیا۔

جہنم کا نعرہ هَلْ مِنْ مَّزِيْد......

۲/۵۵۳۵ وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَزَالُ جَهَنَّمُ يُلْقٰى فِيْهَا وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ حَتّٰى يَضَعَ رَبُّ الْعِزَّةِ فِيْهَا قَدَمَهُ فَيَنْزَوِىْ بَعْضُهَا اِلٰى بَعْضٍ فَتَقُوْلُ قَطْ قَطْ بِعِزَّتِكَ وَكَرَمِكَ وَلَا يَزَالُ فِى الْجَنَّةِ فَضْلٌ حَتّٰى يُنْشِئَ اللّٰهُ لَهَا خَلْقًا فَيُسْكِنَهُمْ فَضْلَ الْجَنَّةِ (متفق عليه و ذكر حديث انس) حُفَّتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ فِىْ كِتَابِ الرِّقَاقِ ـ

اخرجه البخاری ۵۹۴/۸ حدیث رقم ۴۸۴۸ ومسلم ۲۱۸۷/۴ حدیث رقم (۳۷-۲۸۴۸) واخرجه الدارمی فی السنن ۴۳۷/۲ حدیث رقم ۲۸۴۳، واحمد فی المسند ۱۳/۳ ـ

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگوں کو دوزخ میں ڈالا جاتا رہے گا اور وہ کہتی رہے گی ھل من مزید۔ کچھ اور بھی ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس پر اپنا قدم مبارک رکھیں گے تو اس کا ایک حصہ دوسرے سے قریب ہو جائے گا اور وہ کہہ اٹھے گی بس بس! تیری عزت و کرم کی قسم! بس بس اور جنت میں وسعت رہے گی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کے لئے اور ایک مخلوق پیدا فرما کر اسے جنت کے زائد حصہ میں ٹھہرائے گا۔ (بخاری، مسلم) حفت الجنۃ بالمکارہ والی روایت کتاب الرقاق میں گزری۔

تشریح ۞ وَلَا يَزَالُ فِى الْجَنَّةِ جنت پر فضل الٰہی کی بارش ہوتی رہے گی یہاں تک کہ اس کے لئے ایک مخلوق پیدا فرما کر ان کو جنت کے زائد حصہ میں ٹھہرا دیں گے۔

الفصل الثانی:

جنت و دوزخ کی پیدائش

۳/۵۵۳۶ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ الْجَنَّةَ قَالَ لِجِبْرَئِيْلَ اذْهَبْ فَانْظُرْ اِلَيْهَا فَذَهَبَ فَنَظَرَ اِلَيْهَا وَاِلٰى مَا اَعَدَّ اللّٰهُ لِاَهْلِهَا فِيْهَا ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ اَىْ رَبِّ وَعِزَّتِكَ لَا يَسْمَعُ بِهَا اَحَدٌ اِلَّا دَخَلَهَا ثُمَّ حَفَّهَا بِالْمَكَارِهِ ثُمَّ قَالَ يَا جِبْرَئِيْلُ اذْهَبْ فَانْظُرْ اِلَيْهَا قَالَ فَذَهَبَ فَنَظَرَ اِلَيْهَا ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ اَىْ رَبِّ وَعِزَّتِكَ لَقَدْ خَشِيْتُ اَنْ لَّا يَدْخُلَهَا اَحَدٌ قَالَ فَلَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ النَّارَ قَالَ يَا جِبْرَئِيْلُ اذْهَبْ فَانْظُرْ اِلَيْهَا قَالَ فَذَهَبَ فَنَظَرَ اِلَيْهَا ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ اَىْ رَبِّ وَعِزَّتِكَ لَا يَسْمَعُ بِهَا اَحَدٌ فَيَدْخُلَهَا فَحَفَّهَا بِالشَّهَوَاتِ ثُمَّ قَالَ يَا جِبْرَئِيْلُ اذْهَبْ فَانْظُرْ اِلَيْهَا قَالَ فَذَهَبَ فَنَظَرَ اِلَيْهَا فَقَالَ اَىْ رَبِّ وَعِزَّتِكَ لَقَدْ خَشِيْتُ اَنْ لَّا يَبْقٰى اَحَدٌ اِلَّا دَخَلَهَا ـ (رواه الترمذی وابوداود والنسائی)

اخرجه ابو داؤد فی السنن ۱۰۸/۵ حدیث رقم ۴۷۴۴، واخرجه الترمذی ۵۹۸/۴ حدیث رقم ۲۵۶۰، واخرجه النسائی حدیث رقم ۳۷۶۳، واخرجه احمد فی المسند ۳۳۲/۲ ـ

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا فرمایا تو جبرائیل کو فرمایا کہ جاؤ اور اسے دیکھو! انہوں نے جا کر جنت کو ملاحظہ کیا اور جو کچھ جنت کے رہنے والوں کے لئے بنایا تھا اسے دیکھا تو عرض کیا اے میرے پروردگار! تیری عزت کی قسم! کوئی شخص ایسا نہ ہوگا جو اس کے بارے میں سنے اور اس میں داخل نہ ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو مشقتوں سے ڈھانپ دیا اور فرمایا اے جبرائیل! اسے جا کر دیکھو! انہوں نے جا کر دیکھا تو واپس آ کر عرض کرنے لگے اے رب کریم! تیری عزت کی قسم! میں ڈرتا ہوں کہ مبادا اس میں کوئی بھی داخل نہ ہو۔ جب اللہ تعالیٰ نے جہنم کو پیدا کیا تو جبرئیل سے فرمایا۔ اے جبرائیل! جا کر اسے دیکھو۔ وہ گئے اور جنت کا معاینہ کیا پھر واپس آ کر عرض کرنے لگے اے میرے رب تیری عزت کی قسم! جو شخص اس کے متعلق سن پائے گا وہ اس میں داخل نہ ہوگا۔ پھر اسے خواہشات سے ڈھانپ دیا گیا۔ پھر فرمایا اے جبرائیل! جاؤ اور اسے دیکھ آؤ۔ جبرائیل گئے اور دیکھ کر واپس لوٹے تو عرض کیا اے میرے رب تیری عزت کی قسم میں تو ڈرتا ہوں کہ کوئی بھی اس میں داخلے سے بچ نہ سکے گا۔ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی)

تشریح ۞ فَذَهَبَ فَنَظَرَ: جنت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے ایسی چیزیں تیار کر رکھی ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا خیال گزرا۔

ثُمَّ جَاءَهُ: ہر شخص اس کی خوبی اور اس کے سرور کا سن کر اس میں داخلے کی کوشش کرے گا۔ مقصد یہ ہے کہ اس میں بڑی لطافت و خوبی پائی جاتی ہے جس کو ہر ایک چاہتا ہے۔

ثُمَّ حَفَّهَا بِالْمَكَارِهِ: مکارہ۔ مکرہ کی جمع ہے۔ مکرہ مشقت اور تکلیف والی چیزیں۔ یہاں تکالیف شرعیہ مراد ہیں جو کہ امر و نہی کی صورت میں نفس پر گراں بار ہیں۔ پس جنت کے گرد لگانے کا مطلب یہ ہے کہ ان کو اختیار کرنے کے بغیر جنت میں داخلہ نہیں۔

فَيَدْخُلَهَا بِالشَّهَوَاتِ: جہنم کو شہوات کی باڑ سے ڈھانپ دیا یعنی شہوات اس قدر شیریں ہیں کہ نفس انسانی اس سے باقی نہ رہے گا کہ اس کی طرف میلان اختیار نہ کرے اور اس کی وجہ سے دوزخ میں نہ پھینک دیا جائے۔ اس حدیث میں: حفت الجنة بالمكاره وحفت النار بالشهوات کی تفصیل وضاحت کی گئی ہے۔

الفصل الثالث:

خیر و شر کا جامع دن

۴/۵۵۲۷ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى لَنَا يَوْمًا الصَّلٰوةَ ثُمَّ رَقِيَ الْمِنْبَرَ فَاَشَارَ بِيَدِهٖ قِبَلَ قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ قَدْ اُرِيْتُ الْاٰنَ مُنْذُ صَلَّيْتُ لَكُمُ الصَّلٰوةَ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ مُمَثَّلَتَيْنِ فِيْ قِبَلِ هٰذِهِ الْجِدَارِ فَلَمْ اَرَ كَالْيَوْمِ فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ۔ (رواه البخاري)

اخرجه البخاري ۱/۵۱۱ حديث رقم ۴۱۹۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی پھر آپ منبر پر تشریف

فرما ہوئے اور مسجد کے قبلہ کی جانب اپنے دست اقدس سے اشارہ کر کے فرمایا۔ ابھی جب میں نے نماز پڑھی تو مجھے جنت ودوزخ اس دیوار کی جانب اپنی شکل میں دکھائی گئیں۔ میں نے آج کے دن کی طرح خیر وشر کا جمع کرنے والا دن نہیں دیکھا۔ (بخاری)

تشریح ⊙ قِبَل بہ مقابل کی معنی میں آتا ہے۔

فَلَمْ اَرَ کَالْیَوْمِ فِی الْخَیْرِ وَالشَّرِّ: یعنی میں نے جنت کو نہایت حسین پایا اور دوزخ کو حد درجہ قبیح پایا۔

ایک اشکال: جنت ودوزخ تو اتنے وسیع ہیں وہ مسجد کی دیوار پر کس طرح متمثل ہوگیا۔

الجواب: جس طرح وسیع باغ آئینہ یا پانی میں منعکس ہو جاتا ہے۔ تمثیل میں طول وعرض متمثل لہ جیسا ضروری نہیں۔ آپ نے یہ تو نہیں فرمایا کہ دیوار پر متمثل ہوا بلکہ یہ فرمایا جانب دیوار میں متمثل ہوا تو کہا جا سکتا ہے تو وہ کوئی دوسرا جہاں تھا جس کا عکس آپ کو دکھایا گیا۔ بعض روایات میں: رایت الجنة والنار فی عرض هذا الحائط کے الفاظ بھی ہیں مگر عرض کا معنی دوسری صریح روایت کے مطابق جانب والا کیا جائے گا۔

② میں نے جنت ودوزخ کو جس حال میں قبلہ والی جانب میں دیکھا۔ تو جناب قبلہ وسیع وعریض ہے پس اشکال نہیں۔

واللہ اعلم بحقیقة الحال۔

بَابُ بَدْءِ الْخَلْقِ وَذِكْرُ الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةِ وَالسَّلَامُ

ابتداء تخلیق اور تذکرہ انبیاء علیہم السلام

بدء۔ بیداء، ابتداء کرنا۔ شروع کرنا۔ خلق۔ تخلیق پیدا کرنا بنانا۔ الانبیاء۔ جمع نبی۔ وہ انسان جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات کی طرف احکام پہنچانے کے لئے مقرر ومبعوث کیا ہو۔ اس باب میں مخلوق کی ابتداء اور انبیاء علیہم السلام جو انسانوں میں سب سے اعلیٰ ہیں اور دین وملت اور کائنات وعالم کے امور کی اصلاح ودرستگی اور انتظام کا کام انہی سے لیا گیا ہے اس لئے ان کا تذکرہ فرمایا۔

ابتداء انسان:

نوع انسانی کی ابتداء سیدنا آدم علیہ السلام سے ہوئی۔ تمام ملتیں اس پر متفق ہیں بلکہ آتش پرست بھی اس بات کو مانتے ہیں کہ یہ عالم حادث ہے۔ یہ عدم سے وجود میں لایا گیا ہے۔ پہلے ذات باری تعالیٰ کے سواء کچھ نہ تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس عالم کو پیدا فرمانا چاہا تو پیدا کر دیا۔ اس سلسلہ میں آپ کا یہ ارشاد ہماری راہنمائی کر رہا ہے: کان الله ولم یکن شیء اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس تھی اور اس کے سواء اور کوئی نہ تھا۔ پھر لوح وقلم کو پیدا فرما کر دیگر مخلوق کی پیدائش سے پہلے ان کی تقدیر لکھنے کا حکم فرمایا جو لکھ دی گئی۔ پھر عرش، کرسی، آسمان، زمین، فرشتے اور جنات وانس کو پیدا کیا گیا۔ جیسا کہ احادیث میں وارد ہے اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اجسام اپنی صفات سمیت حادث ہیں۔ ② بعض کی رائے یہ ہے کہ اجسام میں سب سے پہلی پانی کی مخلوق ہے

کیونکہ اس میں تمام صور کو قبول کرنے کی صلاحیت پائی جاتی ہے۔ جب لطافت اختیار کرتا ہے تو ہوا بن جاتا ہے۔ اس کے خلاصہ اور نچوڑ سے آگ کو پیدا کیا اور دھوئیں سے آسمان بنایا اور قرآن مجید میں آسمان پر دھوئیں کا اطلاق موجود ہے۔ وھی دخان...... یہ قول اگرچہ بعض حکماء کی طرف منسوب کیا گیا مگر درحقیقت مشکوٰۃ نبوت سے اخذ کیا گیا ہے تورات کے سفر اول میں موجود ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ایک جوہر پیدا فرمایا پھر اس پر ہیبت وجلال کی نگاہ ڈالی پس وہ جوہر پگھل کر پانی بن گیا۔ اس میں سے ایک بخار دھوئیں کی طرف اٹھا جس سے آسمان پیدا ہو گئے۔ پھر اس پانی پر جھاگ ظاہر ہوئی تو اس سے زمین کو پیدا کر دیا پھر پہاڑوں کو زمین کا لنگر بنا دیا۔ لوگوں کے اقوال اس سلسلہ میں مختلف ہیں جو محض تخمینہ سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتے حالانکہ یہاں قیاس وعقل کی بس نہیں ہے صرف وحی آسمانی سے راہنمائی یا اشارات وحی سے استنباط وفہم صحیح ہے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الامور۔

الفصل الاوّل:

اہل یمن نے بشارتوں کو قبول کرلیا

۱/۵۵۳۸ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ اِنِّيْ كُنْتُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ جَآءَهُ قَوْمٌ مِّنْ بَنِيْ تَمِيْمٍ فَقَالَ اقْبَلُوْا الْبُشْرٰى يَا بَنِيْ تَمِيْمٍ قَالُوْا بَشَّرْتَنَا فَاَعْطِنَا فَدَخَلَ نَاسٌ مِّنْ اَهْلِ الْيَمَنِ فَقَالَ اقْبَلُوْا الْبُشْرٰى يَآ اَهْلَ الْيَمَنِ اِذْ لَمْ يَقْبَلْهَا بَنُوْ تَمِيْمٍ قَالُوْا قَبِلْنَا جِئْنَاكَ لِنَتَفَقَّهَ فِي الدِّيْنِ وَلِنَسْاَلَكَ عَنْ اَوَّلِ هٰذَا الْاَمْرِ مَا كَانَ قَالَ كَانَ اللّٰهُ وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ قَبْلَهٗ وَكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَاءِ ثُمَّ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَكَتَبَ فِي الذِّكْرِ كُلَّ شَيْءٍ ثُمَّ اَتَانِيْ رَجُلٌ فَقَالَ يَا عِمْرَانُ اَدْرِكْ نَاقَتَكَ فَقَدْ ذَهَبَتْ فَانْطَلَقْتُ اَطْلُبُهَا وَاَيْمُ اللّٰهِ لَوَدِدْتُ اَنَّهَا قَدْ ذَهَبَتْ وَلَمْ اَقُمْ۔ (رواہ البخاری)

اخرجه البخاري ٦/٢٨٦، حديث رقم ٣١٩١، واخرجه الترمذي ٥/٦٨٨ حديث رقم ٣٩٥١ واخرجه احمد في المسند ٤/٤٢٦۔

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ بنو تمیم کا ایک وفد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ آپ نے فرمایا تم بشارتوں کو قبول کرو۔ وہ کہنے لگے آپ نے ہمیں بشارتیں تو دے دیں ہمیں اور کچھ بھی دو۔ پھر یمن کے کچھ لوگ آئے آپ نے ان سے فرمایا جب بنو تمیم بشارتیں قبول نہیں کرتے تو تم قبول کر لو۔ انہوں نے کہا ہم قبول کرتے ہیں ہم آپ کی خدمت میں دینی علم کو حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوئے ہیں اور آپ سے یہ پوچھیں کہ تخلیق کی ابتداء کس طرح ہوئی۔ آپ نے فرمایا پہلے تو اللہ تعالیٰ کی ذات تھی اور اس سے پہلے کچھ نہ تھا۔ (وہ ازلی ابدی ذات ہے) عرش الٰہی پانی پر تھا پھر اس نے آسمان وزمین کو پیدا فرمایا اور لوح محفوظ میں ہر چیز لکھ دی۔ راوی کہتے ہیں پھر میرے پاس ایک شخص آ کر کہنے لگا: اے عمران! اپنی اونٹنی کو پکڑو وہ بھاگ گئی ہے تو میں اسے ڈھونڈنے نکلا۔ اللہ کی قسم! میری تمنا ہے کہ وہ چلی گئی ہوتی اور میں وہاں سے نہ اٹھتا۔ (بخاری)

تشریح ۞ اِقْبَلُوا الْبُشْرٰی : میری طرف سے ایسی چیز قبول کرو جس کے ساتھ جنت کی بشارت میسر آتی ہے اور دنیا وآخرت کی بھلائیاں ملتی ہیں۔یعنی عقائد واحکام دین سیکھو۔ان کے سامنے مقاصد دنیا اور متاع حقیر تھا اس لئے انہوں نے کہا۔فاعطنا۔ہم نے بشارت کو سن کر قبول کر لیا۔کچھ دنیا بھی تو دو۔ہمیں وہ چاہئے چونکہ انہوں نے دنیا فانی کو مقصود بنایا اور اس کو تفقه فی الدین پر مقدم قرار دیا تو آپ ﷺ نے ان کے اس ضعف وکمزوری کو محسوس کرتے ہوئے قبولیت بشارت کی ان سے نفی اس انداز میں فرمائی:اذ لم تقبلوها بنو تمیم۔جو ناراضی کے الفاظ تھے۔

قَدْ دَخَلَ نَاسٌ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ :اہل یمن کی نیت خالص تھی وہ دین میں تفقہ حاصل کرنا چاہتے تھے دنیا مطمع نظر نہ تھی چنانچہ ان کو بشارت اور علم وعمل،قبولیت اور مقصد کو پالینا میسر آیا اور پہلے لوگ محروم رہے بلکہ طلب عطیہ کی وجہ سے پستی میں جا پڑے۔معلوم ہوا کہ بلند ہمتی آدمی کو مراتب عالیہ تک پہنچاتی ہے جیسا کہ حکایت ابوالعباس مرسیؒ ہے کہ وہ مدینہ منورہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کی غرض سے نکلے تو ایک شخص ان کے ساتھ چل دیا ان کے لئے قبر کی چار دیواری کا دروازہ خرق عادت کے طور پر کھل گیا وہاں انہوں نے فرشتوں کو انسانی شکلوں میں پایا تو محسوس کیا کہ یہ قبولیت کی گھڑی ہے پس اللہ تعالیٰ سے دنیا وآخرت کی عفو وعافیت طلب کی پھر دوسرے ساتھی کو کہا قبولیت کا وقت ہے اللہ تعالیٰ سے مانگ لو۔تو اس نے ایک دینار مانگا۔جنت ونار کا تذکرہ بھی دعا میں نہ لایا جب واپس مدینہ پہنچے تو کسی نے ایک دینار اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔جب دونوں حضرت سید ابوالحسن شاذلیؒ کی خدمت میں گئے اور ان پر اس حالت کا انکشاف ہوا تو انہوں نے فرمایا۔اے کم ہمت!تو نے قبولیت کا وقت پایا اور دنیا کا ایک ٹکڑا مانگا تو نے ابوالعباس کی طرح عفو وعافیت کیونکر طلب نہ کی۔تاکہ دنیا وآخرت دونوں مل جائیں۔

وَلِنَسْأَلَكَ عَنْ أَوَّلِ هٰذَا الْأَمْرِ :اللہ تعالیٰ کی ذات تو ابد الآباد سے لم یزل اور لایزال ہے جو کچھ ہوا اس کے بعد ہوا وہ تو ہر چیز کا خالق ہے پس واجب الوجود کے وجود سے پہلے کسی چیز کا وجود متصور بھی نہیں۔

وَكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَاءِ :اس سے اشارہ مل گیا کہ عرش اور پانی کی پیدائش آسمان وزمین کے پیدا ہونے سے پہلے کی ہے۔عرش کے نیچے پانی کے سوا اور کوئی چیز نہ تھی۔یعنی کوئی چیز حائل نہ تھی عرش براہ راست پانی پر تھا درمیان میں آسمان وزمین نہ تھے۔اس پانی سے دریا یا سمندر کا پانی مراد نہیں ہے بلکہ وہ اور پانی تھا جو عرش کے نیچے تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا اس کا تفصیلی تذکرہ باب الایمان بالقدر میں کر دیا گیا۔

ابن الملک کا قول:

عرش پانی پر اور پانی ہوا کی پشت پر تھا اور ہوا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے قائم تھی۔﴿۲﴾ بعض نے کہا کہ عرش وپانی کی پیدائش آسمان وزمین سے پہلے ہوئی پھر آسمان وزمین سے پانی اس طرح پیدا فرمایا کہ پانی پر تجلی فرمائی جس سے وہ موجیں مارنے لگا اور مضطرب ہوا تو اس پر جھاگ ابھری تو کعبۃ اللہ والی جگہ جمع ہوئی چنانچہ اسی لئے مکہ کو ام القری کہا جاتا ہے۔پھر اس کو پھیلایا زمین کو اس کے نیچے سے اور زمین پر پہاڑ رکھ دیئے تاکہ اس کا ارتعاش زائل ہو۔سب سے پہلے جبل ابوقبیس کو پیدا کیا گیا جو کعبہ کے قریب تر ہے۔پھر پانی کے موجیں مارنے سے بخارات اٹھا جو بلند ہوا اس سے آسمان بنا دیا۔

وَكَتَبَ فِي الذِّكْرِ كُلَّ شَيْءٍ: ظاہر یہ ہے کہ یہ لکھنا پیدائش عرش سے پہلے ہو۔

ثُمَّ اَتَانِيْ رَجُلٌ: عمران دروازے پر اونٹنی باندھ کر آئے تھے وہ بھاگ کھڑی ہوئی۔ایک شخص نے اطلاع دی وہ اونٹنی کی تلاش میں نکلے بعد میں افسوس کرتے تھے کہ کاش میں وہاں سے نہ اٹھتا تو یہ حقائق سن لیتا اور مزید علوم سے فیض یاب ہوتا۔

ابتداءِ خلق سے جنت تک بیان

۲/۵۵۳۹ وَعَنْ عُمَرَ قَالَ قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰى دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَاَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ حَفِظَ ذٰلِكَ مَنْ حَفِظَهٗ وَنَسِيَهٗ مَنْ نَسِيَهٗ۔

(رواه البخاری)

اخرجه البخاری ۲۸۶/۶ حدیث رقم ۳۱۹۲، واخرجه ابو داؤد ۴۴۱/۴ حدیث ۴۲۴۰ واخرجه الترمذی ۴۱۹/۴ حدیث رقم ۲۱۹۱، واخرجه احمد فی المسند ۳۸۵/۵۔

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے مابین کھڑے ہوئے اور مخلوق کی ابتداء کے سلسلہ میں بتانا شروع فرمایا۔یہاں تک جنتیوں کے اپنے منازل میں داخل ہونے تک کے حالات ذکر فرمائے تو جس نے یاد رکھا سو یاد رکھا اور وہ بھول گیا جو بھول گیا۔ (بخاری)

تشریح ۞ اَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مبداء ومعاد ہر دو کے احوال ذکر فرمائے مطلب یہ ہے کہ آپ نے امتوں کے احوال دخول نار و جنت تک بیان فرمائے اور امت کے آئندہ حالات کا بھی تذکرہ فرمایا یہاں تک کہ جنت و پل صراط تک کا تذکرہ کیا گیا۔

حَفِظَ ذٰلِكَ مَنْ حَفِظَهٗ: کا مطلب یہ ہے کہ بعض نے یاد رکھا بعض کو وہ حالات بھول گئے۔تمام لوگ یکساں حافظے والے نہیں ہوتے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت غضب سے بڑھنے والی ہے

۳/۵۵۵۰ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى كَتَبَ كِتَابًا قَبْلَ اَنْ يَّخْلُقَ الْخَلْقَ اِنَّ رَحْمَتِيْ سَبَقَتْ غَضَبِيْ فَهُوَ مَكْتُوْبٌ عِنْدَهٗ فَوْقَ الْعَرْشِ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری ۲۸۷/۶، حدیث رقم ۳۱۹۴، ومسلم ۲۱۰۸/۴ حدیث رقم (۱۴-۲۷۵۱) واخرجه الترمذی ۵۱۳/۵ حدیث رقم ۳۵۴۳، واخرجه ابن ماجه ۱۴۳۵/۲ حدیث ۴۲۹۵ واخرجه احمد فی المسند ۴۶۶/۲۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کی پیدائش سے پہلے ایک تحریر لکھی اِنَّ رَحْمَتِيْ سَبَقَتْ غَضَبِيْ کہ میری رحمت میرے غضب سے بڑھنے والی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں عرش پر لکھا ہوا ہے۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ كَتَبَ كِتَابًا: معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کتاب لکھی اور اس کے ادراک و علم کو مخلوق سے اٹھالیا۔

تورپشتی رحمہ اللہ کا قول:

اس کتاب سے لوح محفوظ مراد ہے تو آپ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے فھو مکتوب عندہ۔لوح محفوظ میں لکھا ہے۔﴿۲﴾ تقدیر جاریہ کی دستاویز مراد ہو۔اب عندہ فوق العرش کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوح پر لکھی گئی اور تمام مخلوق سے غائب کر دی گئی ہے کسی کو اس کی حقیقت کا ادراک نہیں۔

رَحْمَتِیْ : آثار رحمت بہت ہیں اور ظہور آثار غضب اس کی بنسبت کم ہیں کبھی کبھی غضب کا کسی پر اظہار ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قَالَ عَذَابِیْٓ اُصِیْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ ۚ وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ ۔ بے شک میرا عذاب اسے میں جس کو چاہتا ہوں پہنچاتا ہوں اور میری رحمت ہر چیز پر حاوی ہے۔

فرشتوں کی پیدائش نور سے اور جنات کی نار سے

۴/۵۵۵۱ وَعَنْ عَآئِشَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خُلِقَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ نُّوْرٍ وَّخُلِقَ الْجَآنُّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ وَّخُلِقَ اٰدَمُ مِمَّا وُصِفَ لَكُمْ۔ (رواہ مسلم)

اخرجہ ۲۲۹۴/۴ حدیث رقم (۶۰-۲۹۹۶) واحمد فی المسند ۱۶۸/۶۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا اور جنات کو خالص آگ سے اور آدم کو جس چیز سے پیدا کیا گیا وہ تم سے بیان کر دی گئی ہے۔(مسلم)

تشریح ۞ نُوْرٍ : روشنی اور شعاع مگر یہاں جوہر مراد ہے۔

خُلِقَ اٰدَمُ : تخلیق آدم قرآن مجید کے بیان کے مطابق مٹی سے ہے۔فرمایا: خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ۔آدم کو مٹی سے پیدا فرمایا۔ابن عساکر نے مرفوعاً روایت کی ہے کھجور، انار اور انگور آدم علیہ السلام کے جسد سے بچی ہوئی مٹی سے بنائے گئے ہیں۔طبرانی نے ابوامامہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ حور عین کو زعفران سے بنایا اور حکیم نے ابن ابی الدنیا اور ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ اللہ تعالیٰ نے جنات کو تین قسم سے پیدا کیا۔﴿۱﴾ سانپ، بچھو، حشرات الارض۔﴿۲﴾ ہوا کی قسم سے ہے۔﴿۳﴾ چوپایوں کی طرح۔﴿۲﴾ ابدان میں بنی آدم اور ارواح شیاطین والی۔﴿۳﴾ اللہ تعالیٰ کے عرش کے سایہ میں ہوں گے کہ محشر میں اس کے سوا سایہ نہ ہوگا۔

جسد آدم اور ابلیس

۵/۵۵۵۲ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا صَوَّرَ اللّٰهُ اٰدَمَ فِي الْجَنَّةِ تَرَكَهٗ مَا شَآءَ اللّٰهُ اَنْ يَّتْرُكَهٗ فَجَعَلَ اِبْلِيْسُ يُطِيْفُ بِهٖ يَنْظُرُ مَا هُوَ فَلَمَّا رَاٰهُ اَجْوَفَ عَرَفَ اَنَّهٗ خُلِقَ خَلْقًا لَا يَتَمَالَكُ۔ (رواہ مسلم)

اخرجہ مسلم ۴/ ۲ حدیث رقم (۱۱۱-۲۶۱۱)، واحمد فی المسند ۲۲۹/۳۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے جنت میں حضرت آدم علیہ السلام کی صورت بنائی تو جب تک چاہا اسے چھوڑے رکھا۔ ابلیس اسے دیکھنے کے لئے اس کے پاس چکر لگاتا کہ وہ کیا ہے۔ جب اس نے دیکھا کہ وہ اندر سے خالی ہے تو جان لیا کہ یہ ایسی مخلوق پیدا کی ہے جس کو اپنے اوپر قابو نہ ہو گا۔ (مسلم)

لَمَّا صَوَّرَ اللّٰهُ اٰدَمَ فِي الْجَنَّةِ: اس حدیث سے ظاہراً معلوم ہو رہا ہے کہ آدم علیہ السلام کی پیدائش اور بناوٹ جنت میں کی گئی بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی پیدائش عرفات کے قریب وادی نعمان میں ہوئی۔ پھر صحیح بناء کر اور روح ڈال کر جنت میں لے جایا گیا۔ پس فی الجنہ کا لفظ حالت کے انجام کو ظاہر کر رہا ہے کہ پیدا کر کے جنت میں رکھا۔ اس طرح تضاد نہ رہا۔

تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

کہ فی الجنہ میں فی کا لفظ راوی کی بھول ہے بہر حال آدم علیہ السلام کو جب پیدا کر دیا گیا۔

فَجَعَلَ اِبْلِيْسُ يُطِيْفُ بِهٖ: ابلیس نے اندازہ لگایا کہ پیدائشی طور پر مضبوط نہیں ہے یعنی قوت و ثبات اور پختہ حالت والا نہیں بلکہ متغیر الحال اور متزلزل ارادے والا ہے۔ جس کو آفات پر پیش کیا گیا ہے۔ ② اپنے نفس پر قابو پانے والا نہیں بھوک و پیاس اس کی کمزوری بھانپ کر خوش ہوا۔ ③ غصہ کے وقت اپنے اوپر قابو نہ پا سکے گا۔

ابراہیم علیہ السلام اور ختنہ

۶/۵۵۵۳ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اخْتَتَنَ اِبْرَاهِيْمُ النَّبِيُّ وَهُوَ ابْنُ ثَمَانِيْنَ سَنَةً بِالْقَدُّوْمِ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاري ٣٣٨/٦ حديث رقم ٣٣٥٦ ومسلم ١٨٣٩/٤ حديث رقم (١٥١-٢٣٧٠) واخرجه احمد في المسند ٣٢٢/٢۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام نے اسی سال کی عمر میں مقام قدوم میں ختنہ فرمایا۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ① اخْتَتَنَ اِبْرَاهِيْمُ: نووی کہتے ہیں قدوم۔ بڑھئی کا تیشہ یا قدوم۔ بستی کا نام ہے یا کدال۔ یہ دال کی تشدید و تخفیف دونوں سے آتا ہے۔ اکثر نے آلہ معنی کیا بعض نے بستی کا نام بتلایا۔

ابراہیم علیہ السلام اور تین توریے

۷/۵۵۵۴ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكْذِبْ اِبْرَاهِيْمُ اِلَّا ثَلٰثَ كَذَبَاتٍ ثِنْتَيْنِ مِنْهُنَّ فِيْ ذَاتِ اللّٰهِ قَوْلُهٗ اِنِّيْ سَقِيْمٌ وَقَوْلُهٗ بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا وَقَالَ بَيْنَا هُوَ ذَاتَ يَوْمٍ وَسَارَةُ اِذْ اَتٰى عَلٰى جَبَّارٍ مِنَ الْجَبَابِرَةِ فَقِيْلَ لَهٗ اِنَّ هٰهُنَا رَجُلًا مَعَهُ امْرَاَةٌ مِنْ اَحْسَنِ النَّاسِ فَاَرْسَلَ اِلَيْهِ

فَسَأَلَهُ عَنْهَا مَنْ هٰذِهِ قَالَ أُخْتِيْ فَأَتٰى سَارَةَ فَقَالَ لَهَا إِنَّ هٰذَا الْجَبَّارَ إِنْ يَّعْلَمْ أَنَّكِ امْرَأَتِيْ يَغْلِبْنِيْ عَلَيْكِ فَإِنْ سَأَلَكِ فَأَخْبِرِيْهِ أَنَّكِ أُخْتِيْ فَإِنَّكِ أُخْتِيْ فِي الْإِسْلَامِ لَيْسَ عَلٰى وَجْهِ الْأَرْضِ مُؤْمِنٌ غَيْرِيْ وَغَيْرُكِ فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا فَأُتِيَ بِهَا قَامَ إِبْرَاهِيْمُ يُصَلِّيْ فَلَمَّا دَخَلَتْ عَلَيْهِ ذَهَبَ يَتَنَاوَلُهَا بِيَدِهٖ فَأُخِذَ وَيُرْوٰى فَغُطَّ حَتّٰى رَكَضَ بِرِجْلِهٖ فَقَالَ ادْعِي اللّٰهَ لِيْ وَلَا أَضُرُّكِ فَدَعَتِ اللّٰهَ فَأُطْلِقَ ثُمَّ تَنَاوَلَهَا الثَّانِيَةَ فَأُخِذَ مِثْلَهَا أَوْ أَشَدَّ فَقَالَ ادْعِي اللّٰهَ لِيْ وَلَا أَضُرُّكِ فَدَعَتِ اللّٰهَ فَأُطْلِقَ فَدَعَا بَعْضَ حَجَبَتِهٖ فَقَالَ إِنَّكَ لَمْ تَأْتِنِيْ بِإِنْسَانٍ إِنَّمَا أَتَيْتَنِيْ بِشَيْطَانٍ فَأَخْدَمَهَا هَاجَرَ فَأَتَتْهُ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّيْ فَأَوْمَأَ بِيَدِهٖ مَهْيَمْ قَالَتْ رَدَّ اللّٰهُ كَيْدَ الْكَافِرِ فِيْ نَحْرِهٖ وَأَخْدَمَ هَاجَرَ قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ تِلْكَ أُمُّكُمْ يَا بَنِيْ مَاءِ السَّمَاءِ ۔(متفق علیہ)

اخرجه البخاري ٣٨٨/٦ حديث رقم ٣٣٥٨، واخرجه مسلم ١٨٤٠/٤ حديث رقم ٢٣٧١/١٥٤، واخرجه الترمذي ٥٣٧/٤ حديث رقم ٢٤٣٤، واحمد في المسند ٢٨١/١۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابراہیم نے جھوٹ نہیں کہا سوائے تین جھوٹ کے۔ ان میں سے دو تو اللہ تعالیٰ کی ذات سے متعلق تھے۔ ① میں بیمار ہوں۔ ② یہ کام ان کے بڑے نے کیا۔ ③ ایک دن ابراہیم اور حضرت سارہ سفر ہجرت میں تھے کہ ظالموں میں سے ایک ظالم پر ان کا گزر ہوا۔ اسے اطلاع دی گئی کہ یہاں ایک ایسا شخص ہے جس کے ساتھ لوگوں میں سے حسین ترین خاتون ہے۔ اس نے آپ کو بلوایا اور سارہ کے متعلق دریافت کیا کہ یہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا یہ میری بہن ہے۔ پھر آپ سارا کے پاس آئے اور ان سے فرمایا یہ ظالم اگر معلوم کرے گا کہ تم میری بیوی ہو تو یہ تمہارے متعلق مجھ پر غلبہ کرے گا اگر وہ تم سے دریافت کرے تو اسے بتلانا کہ تم میری بہن ہو۔ کیونکہ تم میری اسلامی بہن ہو۔ روئے زمین پر میرے اور تمہارے سوا کوئی مؤمن نہیں۔ پھر اس نے سارہ کو بلوایا آپ کو وہاں پہنچا دیا گیا۔ جناب ابراہیم علیہ السلام کھڑے ہو کر نماز ادا فرمانے لگے جب آپ اس کے پاس گئیں تو وہ اپنے ہاتھ سے آپ کو پکڑنے لگا۔ وہ خود پکڑا گیا۔ روایت میں ہے کہ وہ خراٹے لینے لگا یہاں تک کہ اس کے پاؤں اکڑ گئے وہ کہنے لگا اللہ تعالیٰ سے دعا کرو تو تمہیں کچھ نقصان نہ دوں گا۔ سارہ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی وہ چھوڑ دیا گیا۔ پھر اس نے دوبارہ دست درازی کی کوشش کی تو اسی طرح پکڑا گیا بلکہ پہلے سے بھی زیادہ سخت' پھر اس نے آپ کو کہا تم میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو میں تم کو تکلیف نہ دوں گا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی وہ کھول دیا گیا۔ پھر اس نے حضرت سارہ کو تیسری مرتبہ پکڑنا چاہا تو پہلے سے بھی زیادہ سخت پکڑا گیا۔ وہ کہنے لگا میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو میں تمہیں تکلیف نہ دوں گا۔ سارہ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اسے کھول دیا گیا۔ پھر اس نے اپنے بعض سپاہیوں کو بلا کر کہا تم میرے پاس انسان نہیں بلکہ شیطان لائے ہو۔ چنانچہ اس نے بی بی ہاجرہ ان کی خادمہ کے طور پر دی۔ آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں اس وقت آپ کھڑے نماز ادا فرما رہے تھے۔ آپ نے ہاتھ سے اشارہ کیا کیسے گزری۔ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے کافر کا مکر اس کی طرف واپس لوٹا دیا اور ہاجرہ خادمہ عطا ہوئی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے آسمانی پانی کی اولاد! یہ تمہاری ماں ہے۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ **اَلَمْ یَکْذِبْ اِبْرَاھِیْمُ**: حضرات انبیاء علیہم السلام تو معصوم ہوتے ہیں وہ قطعاً جھوٹ نہیں بولتے۔ یہاں جو جھوٹ کا لفظ ان کے متعلق آیا ہے یہ سننے والوں کی نسبت سے ہے عربی زبان میں ان کو تعریضات کہا جاتا ہے۔ یہ صورت میں جھوٹ نظر آتی ہیں حقیقت میں سچی باتیں ہوتی ہیں۔ تین کا لفظ فرمایا۔ کیونکہ چوتھی بات ھذا ربی والی یہ بالکل بچپن کی بات ہے۔ (مگر قرآن مجید کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے یہ استفہام انکاری اور قوم کو زچ کرنے کے طور پر فرمایا۔ واللہ اعلم)

ثِنْتَیْنِ مِنْھُنَّ: یہ بل فعلہ کبیرھم اللہ تعالیٰ کے لئے اور اس کی رضا کے حصول کے لئے تھا اپنے کسی ذاتی مقصد کی خاطر نہ تھا بلکہ توحید و تنزیہ حق کو واضح کرنا مقصود تھا۔ تیسری بات ھذا اختی، اگرچہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی خاطر تھا اور اس میں ان کا ذاتی نفع ضمناً حاصل تھا۔

قَوْلُهٗ اِنِّیْ سَقِیْمٌ: یہ جملہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو اس وقت کہا جب انہوں نے ان کو عید میں جانے کی دعوت دی تو انہوں نے ان کے ساتھ نہ جانے کا ارادہ کیا بلکہ دل میں بت شکنی کا ارادہ کیا چنانچہ بہانے کے لئے انی سقیم کہا تاکہ وہ چھوڑ جائیں۔ یہ اگرچہ ظاہر میں جھوٹ معلوم ہوتا ہے کیونکہ وہ کسی ظاہری بیماری میں مبتلا نہ تھے مگر ان کی مراد یہ تھی۔ میں کبھی نہ کبھی بیمار ہونے والا ہوں۔ پس مبہم لفظ استعمال فرمایا۔ ۞ یہ ابہام ہے انہوں نے علامات علم نجوم سے معلوم کیا کہ وہ بیمار ہوں گے جیسا سیاق آیت بتلا رہا ہے۔ ۞ تمہارے کفر کو دیکھ کر میرا دل بیمار و بدحال ہے جیسا کہ کسی بزرگ نے کہا۔

اگر تراشائے عید خود طلبند ☆ خلیل وار جوابی بگو کہ بیمارم

وَقَوْلُهٗ بَلْ فَعَلَهٗ: جب ابراہیم علیہ السلام نے کفار کی غیر موجودگی میں ان کے بت توڑ ڈالے تو انہوں نے آپ سے پوچھا کیا تم نے یہ کام کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا ان بتوں کے بڑے نے یہ کام کیا ہے مگر ان کی غرض ان کو متنبہ کرنا تھا کہ جو اپنے کو نقصان سے نہیں بچا سکتا وہ دوسروں کو کیا نفع دے گا اور معبود کیسے بن جائے گا۔

وَقَالَ بَیْنَا ھُوَ ذَاتَ یَوْمٍ: یہ حقیقت ہے کہ سارہ کے علاوہ ان پر کوئی ایمان نہ لایا تھا۔ پس وہ ان کی دینی بہن تھیں۔ ۞ سارہ آپ کی چچا زاد بہن تھیں۔ پس ابراہیم علیہ السلام ان دونوں میں سے ایک ہوئے۔

ایک اعتراض:

حضرت لوط علیہ السلام بھی تو ان پر ایمان لا چکے تھے اور دوسری آیت: لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ۔ فی ابراھیم والذین امنوا معه سے دل کا ایمان بھی ثابت ہوتا ہے۔

ازالہ: ابراہیم علیہ السلام کی مراد یہ تھی کہ جس سرزمین میں یہ واقعہ پیش آ رہا ہے۔ اس میں ہم دونوں کے سوا کوئی مؤمن نہیں ہے۔

اعتراض: ابراہیم علیہ السلام نے ھذا اختی کیوں کہا جب کہ ظالم و جابر اور زانی کے لئے بیوی و بہن سب برابر ہیں؟

ازالہ: اس کا جواب یہ ہے کہ اس ظالم کی عادت معروف یہ تھی کہ وہ بیوی کو چھین لیتا مگر بہن کو کچھ نہ کہتا تھا۔ وہ مجوسی تھا ان کے ہاں بہن کا زیادہ حقدار بھائی ہے۔ دوسرے اس کے بعد ہیں۔ پس آپ نے اس کے دین سے اس کے خلاف دلیل حاصل کی۔ مگر اس نے ان تمام چیزوں کو بالا طاق رکھ کر سارہ پر دست درازی کی کوشش کی۔

فَاَرْسَلَ اِلَيْهَا : حضرت ابراہیم علیہ السلام سارہ کے بلاوے پر بارگاہ ایزدی میں مناجات کرنے کھڑے ہوئے تاکہ اس مصیبت سے نجات پائیں۔ نیک لوگ جب کسی پریشانی میں مبتلا ہوں تو نماز کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ...... آپ ﷺ کی عادت مالوفہ یہی تھی۔ اذا حزبه امر فزع الی الصلاۃ......۔

فَاُخِذَ: یہ صیغہ مجہول ہے۔ اس کی تفسیر تین طرح ہے۔ ① قدرت الٰہی نے ظالم کو اس بات سے روک دیا کہ وہ سارہ کو اپنے قبضہ میں لے۔ ② ظالم اپنے گناہ میں پکڑا اور عذاب کیا گیا۔ ③ ظالم بے ہوش کر دیا گیا۔ اگر اس کو مزید سے تشدید کے ساتھ پڑھا ہے وہ افسوں سحرزدہ کی طرح سراسیمہ وحیران رہ گیا۔

وَيُرْوٰى فَغُطَّ: اس کا گلا دبایا گیا اور سانس روک دیا گیا۔ ② اس کے گلے سے خراٹے کی آواز آنے لگی۔

خَتّٰی دَ تَكِصْ: جب اس نے سارہ کی عظمت اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا تقرب دیکھا تو ہاجرہ نامی لونڈی دے کر رخصت کیا۔ ابراہیم علیہ السلام کو سارہ سے اولاد نہ ہوتی تھی۔ پس سارہ نے ہاجرہ ابراہیم علیہ السلام کو دے دی کہ امید ہے کہ اس سے تمہارے ہاں بیٹا ہو۔ پس حضرت اسماعیل علیہ السلام ہاجرہ سے پیدا ہوئے۔ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر سو برس تھی۔ پھر سارہ رضی اللہ عنہا سے بھی اولاد (اسحاق) پیدا ہوئے۔

قَالَ يَا بَنِي مَاءِ السَّمَاءِ: یہ اسماعیل علیہ السلام کی اولاد یعنی عرب کو خطاب ہے۔ ماء السماء کی تعبیر پاکیزگی نسب کو ظاہر کرتی ہے۔ آسمانی پانی صفائی میں اپنی مثال آپ ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں فلاں تو آسمان کے پانی سے بھی زیادہ پاک ہے۔ ② ماء السماء سے چشمہ زمزم کی طرف اشارہ کیا کیونکہ وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لئے جاری ہوا۔ وہ پانی نہایت مقدس ومطہر ہے۔ زمین سے نکلنے والا پانی آسمان سے ہی اترتا ہے۔ ③ یہ انصار کو خطاب ہے کیونکہ وہ عامر بن حارثہ ازدی کی اولاد سے تھے اس کا لقب ماء السماء معروف تھا۔ کیونکہ اس کی قوم اس کی وساطت سے بارش طلب کرتی تھی۔ ④ تمام عرب مراد ہیں۔ اس نام کی وجہ یہ ہے کہ ان کا دارومدار بارش پر ہے۔ وہ بارش کو ہر وقت طلب کرتے ہیں بارش کا پانی جہاں جمع ہوتا وہاں وہ ڈیرے لگا کر قیام پذیر ہوتے۔ اگرچہ تمام عرب بطن ہاجرہ سے نہیں مگر ان کی اکثریت اولاد اسماعیل علیہ السلام سے ہے۔ پس شرف وعظمت کے طور پر اس طرح کہہ دیا۔

عظمتِ ابراہیمی کا اعتراف

۸/۵۵۵۵ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْنُ اَحَقُّ بِالشَّكِّ مِنَ اِبْرَاهِيْمَ اِذْ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى وَيَرْحَمُ اللّٰهُ لُوْطًا لَقَدْ كَانَ يَاْوِيْ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ وَلَوْ لَبِثْتُ فِي السِّجْنِ طُوْلَ مَا لَبِثَ يُوْسُفُ لَاَجَبْتُ الدَّاعِيَ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاري ٦/ ٤١٠ حديث رقم ٣٣٧٢، واخرجه مسلم ٤/ ١٨٣٩ حديث رقم (١٥٢-١٥١) واخرجه ابن ماجه ٢/ ١٣٣٥ حديث رقم ٤٠٢٦ واحمد في المسند ٢/ ٣٢٦۔

تَرْجَمِہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ہم ابراہیم علیہ السلام سے زیادہ شک کے حقدار ہیں جب کہ انہوں نے عرض کیا اے میرے رب! مجھے دکھا دو کہ آپ مردوں کو کیسے زندہ کریں گے اور اللہ تعالیٰ لوط پر

رحم فرمائے۔ وہ تو رکن شدید کی پناہ لینے والے تھے اور اگر میں اتنا عرصہ ٹھہرتا جتنا یوسف علیہ السلام ٹھہرے تو میں داعی کی بات کو قبول کر لیتا۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ⊙ **إِذْ قَالَ رَبِّ أَرِنِي**: ابراہیم علیہ السلام کے سوال پر فرمایا کیا تمہیں یقین نہیں تو انہوں نے عرض کیا' کیوں نہیں! لیکن یہ طلب اس پر ہے تاکہ میرا قلب مطمئن ہو جائے۔

شان نزول روایت:

جب یہ آیت قرآنی اتری تو صحابہ کرام کی ایک جماعت نے کہا کہ ابراہیم علیہ السلام نے شک کیا۔ ہمارے پیغمبر علیہ السلام نے شک نہیں کیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم ابراہیم علیہ السلام کے شک کے زیادہ لائق ہیں۔ اس عبارت کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اور ابراہیم علیہ السلام کے لئے شک کو ثابت کیا ہے حالانکہ دونوں ناممکن ہیں۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام کو شک کا پیش آنا کچھ حقیقت نہیں رکھتا وہ تو پہلے ایمان لانے والے ہوتے ہیں۔

الجواب: پس اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ابراہیم علیہ السلام کو شک ہوتا تو ہمیں بھی شک ہوتا جب ہم شک نہیں کر سکتے تو ابراہیم علیہ السلام کیسے کر سکتے ہیں۔ رہا ابراہیم علیہ السلام کا یہ سوال تو علم الیقین سے عین الیقین کی طرف ترقی کے لئے تھا اور اطمینان قلب اسی کی تعبیر ہے۔ ⊙ جب ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کے خلاف دلیل پیش کی کہ میرا رب تو زندہ کرتا اور مارتا ہے تو اس وقت اللہ تعالیٰ سے یہ بات عرض کی تاکہ ان کی دلیل مشاہداتی بن جائے۔

ایک اشکال: حضرت ابراہیم علیہ السلام کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہونا معلوم ہو رہا ہے۔

الجواب: آپ نے تواضع کی طور پر یہ بات فرمائی۔ ⊙ ممکن ہے انا سید ولد آدم کی وحی سے پہلے یہ بات فرمائی ہو۔ ان تمام روایات کی تاویل یہی ہے جن میں آپ کی سب پر عدم افضلیت کا گمان گزرتا ہے۔

وَيَرْحَمُ اللّٰهُ لُوطًا ...... : ہر چیز کے مضبوط کنارے کو کہا جاتا ہے۔ یہاں سے مراد طاقت ور جماعت ہے۔

تفصیل واقعہ:

جب قوم لوط نے ان مہمانوں کو ایذا دینے کا ارادہ کیا جب کہ وہ مہمان فرشتے تھے اور وہ نوعمر بچوں کی صورت میں آئے تھے۔ اس وقت لوط علیہ السلام نے فرمایا: لو ان لی بکم قوۃ...... کاش میں بذات خود تمہارے مقابلے اور دفاع کی طاقت رکھتا۔

او اوی الی رکن شدید: یا طاقت ور جماعت کی حمایت میں ہوتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ لوط علیہ السلام پر رحم فرمائے کہ وہ رکن شدید کی پناہ ڈھونڈتے تھے حالانکہ رکن شدید تو اللہ تعالیٰ کی عصمت کو مضبوطی سے تھامنا ہے۔ اہل عرب یہ محاورہ "رحم اللہ" اس وقت بولتے ہیں جس کسی سے کوئی کمی واقع ہوئی ہو کہ آیا وہ کام کرے یا نہ کرے تو کہتے ہیں اللہ فلاں کو بخشے اس نے ایسا کام کیا۔ انتہی

ابن الملک وملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ میرے ہاں یہ معنی نہ آداب نبوت کے خلاف ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ و مردہ کی غیبت سے منع فرماتے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ انبیاء علیہم السلام کے متعلق ایسی بات فرمائیں جو ان کے مرتبہ میں کمی کا وہم پیدا کرے یا کم ہمتی کو ظاہر کرے۔ پس معنی یہ ہے کہ بتقاضائے بشریت وہ بعض امور ضروریہ میں معاونت کے سلسلہ میں جماعت و قبیلہ کی طرف

میلان رکھتے تھے پس یہ ہمارے حق میں بھی جائز ہے کیونکہ ہمیں صاحب کمال لوگوں کی پیروی کا حکم فرمایا گیا ہے کہ جس طرح وہ اللہ تعالیٰ پر کامل اعتماد کے باوجود اسباب سے تعلق نہ توڑتے تھے ہمیں بھی اسی طرح کرنا چاہیے۔ کلام کے شروع میں رحمہ اللہ اسی لئے لائے تاکہ اس پر نقص کا اعتراض نہ کیا جاسکے یہ اسی طرح ہے جیسا کہ آپ ﷺ کے متعلق فرمایا عفا اللہ عنك لم اذنت لهم الآیہ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو معاف کرے آپ نے ان کو کیوں اجازت دی نہیں نہ دینی چاہیے تھی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

لَوْ لَبِثْتُ فِي السِّجْنِ : جب شاہ مصر کا قاصد حضرت یوسف علیہ السلام کی خدمت میں بلانے آیا اس وقت آپ بے گناہ نو برس قید برداشت کر رہے تھے۔ جب شاہ مصر نے قید سے آزادی کے لئے ان کو طلب کیا تو آپ نے نکلنے سے انکار کر دیا اور شرط لگائی کہ جب تک میرے مقدمے کا فیصلہ زنان مصریہ کے سلسلہ میں نہیں ہو جاتا جنہوں نے مجھے دیکھ کر اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے تھے ان کا کیا معاملہ ہے۔ میرے متعلق ان سے تحقیق کرو۔ پھر میں نکلوں گا۔ آپ نے فرمایا اگر قید خانہ میں اتنی مدت سے میں ہوتا اور مجھے جلدی چھڑانے آتا تو میں اس کی بات کو جلد قبول کرتا اور تحقیق حال کا منتظر نہ ہوتا اور اس طرح توقف نہ کرتا جیسا کہ یوسف علیہ السلام نے کیا۔

صبر واثبات یوسفی کا بیان:

اس میں آپ نے یوسف علیہ السلام کے صبر و ثبات اور متانت داری کی تعریف فرمائی کہ اتنا عرصہ جیل میں بے گناہ پڑنے کے باوجود اور قید و بند کے مصائب برداشت کرنے کے باوجود آپ نے رہائی میں جلدی نہ کی۔ اس سے بڑھ کر استقامت کا تصور نہیں ہے۔ اگر ان کی بجائے میں ہوتا تو جلدی سے نکل آتا اور صبر نہ کرتا یہ بات ان کو شاباش دیتے ہوئے تواضعاً فرمائی۔ یہ مدح وثناء یوسفی میں مبالغہ کا طریق ہے۔ ورنہ آپ کی استقامت تو تمام انبیاء علیہم السلام سے بڑھی ہوئی تھی اور اخلاق عالیہ میں تمام انبیاء علیہم السلام اسی طرح ہوتے ہیں۔

موسیٰ علیہ السلام اور قصہ حجر

۹/۵۵۵۶ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مُوْسٰى كَانَ رَجُلاً حَيِيًّا سِتِّيْرًا لَا يُرٰى مِنْ جِلْدِهٖ شَيْءٌ اسْتِحْيَاءً فَاٰذَاهُ مَنْ اٰذَاهُ مِنْ بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ فَقَالُوْا مَا تَسَتَّرَ هٰذَا التَّسَتُّرَ اِلَّا مِنْ عَيْبٍ بِجِلْدِهٖ اِمَّا بَرَصٌ اَوْ اُدْرَةٌ وَاِنَّ اللّٰهَ اَرَادَ اَنْ يُّبَرِّئَهٗ فَخَلَا يَوْمًا وَحْدَهٗ لِيَغْتَسِلَ فَوَضَعَ ثَوْبَهٗ عَلٰى حَجَرٍ فَفَرَّ الْحَجَرُ بِثَوْبِهٖ فَجَمَعَ مُوْسٰى فِيْ اَثَرِهٖ يَقُوْلُ ثَوْبِيْ يَا حَجَرُ ثَوْبِيْ يَا حَجَرُ حَتّٰى انْتَهٰى اِلٰى مَلَاٍ مِّنْ بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ فَرَاَوْهُ عُرْيَانًا اَحْسَنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ وَقَالُوْا وَاللّٰهِ مَا بِمُوْسٰى مِنْ بَاْسٍ وَاَخَذَ ثَوْبَهٗ وَطَفِقَ بِالْحَجَرِ ضَرْبًا فَوَاللّٰهِ اِنَّ بِالْحَجَرِ لَنَدَبًا مِّنْ اَثَرِ ضَرْبِهٖ ثَلٰثًا اَوْ اَرْبَعًا اَوْ خَمْسًا۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاري ۳۸۵/۱ حديث رقم ۲۷۸، واخرجه مسلم ۱۸٤۱/٤ حديث رقم (۱۵٦-۳۳۹) واخرجه الترمذي ۳۳٥/٥ حديث رقم ۳۲۲۱، واحمد في المسند ٥١٤/٢۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حضرت موسیٰ علیہ السلام نہایت شرمیلے پردہ دار

تھے۔ ان کے ظاہری جسم کا کوئی حصہ دیکھا نہ جاتا تھا۔ شرم کی وجہ سے تو انہیں بنی اسرائیل کے کچھ لوگوں نے یہ تکلیف پہنچائی کہ موسیٰ علیہ السلام اپنے جسم کو اسی لئے ڈھانپتے ہیں کہ ان کے جسم پر عیب یا برص یا آجد (خصیتین میں ہوا) کا مرض ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اس الزام سے بری کرنا چاہا تو وہ ایک دن تنہائی میں غسل کرنے کے لئے تشریف لے گئے اور اپنے کپڑے پتھر پر رکھ دیے۔ پتھر آپ کے کپڑے لے کر بھاگ کھڑا ہوا۔ موسیٰ علیہ السلام اس کے پیچھے یہ کہتے ہوئے دوڑے اے پتھر میرے کپڑے دے دے۔ یہاں تک کہ اسماعیلیوں کی ایک جماعت تک پہنچ گئے۔ انہوں نے آپ کو برہنہ دیکھا تو آپ مخلوق خدا میں سب سے بہتر جسم والے ہیں۔ وہ پکار اٹھے بخدا! موسیٰ علیہ السلام میں کوئی خرابی نہیں ہے موسیٰ علیہ السلام نے اپنے کپڑے لئے اور پتھر کو مارنے لگے۔ اللہ کی قسم! پتھر کو مارنے کی وجہ سے اس پر تین چار یا پانچ نشانات ہیں۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ اِنَّ مُوْسٰی کَانَ رَجُلاً حَیِیًّا سِتِّیْرًا۔۔۔۔اِمَّا بَرَصٌ اَوْ اُدْرَۃٌ: اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو ہر عیب و نقصان سے پاک رکھتے ہیں تاکہ نادان اور منکر لوگ اس بات سے ان کو متہم نہ کر سکیں اور ایسے عیبوں سے بری الذمہ ہو کر لوگوں میں معزز و مکرم ہوں۔

وَطَفِقَ بِالْحَجَرِ ضَرْبًا: جب ہر بار مارتے تو اس پر ایک نشان پڑ جاتا آپ نے غصہ کی وجہ سے مارا اور اس کو ادب سکھایا کہ تم کیوں کپڑے لے کر بھاگے۔

دو معجزے: اس میں موسیٰ علیہ السلام کے دو معجزے تھے۔ پتھر کا چلنا اور دوڑنا۔ ② اس پر ضربات کے نشانات کا پڑ جانا۔

مسئلہ: اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خلوت میں ننگے نہانا جائز ہے اگرچہ وہاں بھی ستر کا ڈھانپنا افضل ہے۔ ④ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام اور صالحین پر ابتلاء پیش آتے ہیں اور نادانوں اور جاہلوں کی بے تکی باتوں پر وہ صبر کرتے ہیں۔ ⑤ بعض نے کہا کہ یہ وہی پتھر ہے جب میدان تیہ میں قوم موسیٰ علیہ السلام کو پانی کی حاجت ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اسی پتھر پر لاٹھی مارنے کا حکم دیا اس سے اللہ تعالیٰ نے بارہ چشمے جاری فرما دیئے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔

حضرت ایوب علیہ السلام اور سونے کی ٹڈیاں

۱۰/۵۵۵۷ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَا اَيُّوْبُ يَغْتَسِلُ عُرْيَانًا فَخَرَّ عَلَيْهِ جَرَادٌ مِّنْ ذَهَبٍ فَجَعَلَ اَيُّوْبُ يَحْثِيْ فِيْ ثَوْبِهٖ فَنَادَاهُ رَبُّهٗ يَا اَيُّوْبُ اَلَمْ اَكُنْ اَغْنَيْتُكَ عَمَّا تَرٰی قَالَ بَلٰی وَعِزَّتِكَ وَلٰكِنْ لَا غِنٰی بِیْ عَنْ بَرَكَتِكَ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری ۳۸۷/۱ حدیث رقم ۲۷۹، وابن ماجه ۱۴۲۸/۲ حدیث رقم ۴۲۷۴، واحمد فی المسند ۳۱۴/۲۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک دفعہ حضرت ایوب علیہ السلام برہنہ غسل فرما رہے تھے۔ ان پر سونے کی ٹڈیاں گرنے لگیں وہ انہیں سمیٹنے لگے۔ ان کے رب نے فرمایا اے ایوب! جو تم دیکھ رہے ہو کیا میں نے تمہیں اس سے بے نیاز نہیں کر دیا۔ انہوں نے عرض کی اللہ کی قسم! کیوں نہیں! لیکن میں تیری برکت سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ بَیْنَا اَیُّوْبُ یَغْتَسِلُ احتمال یہ ہے کہ تہبند باندھے ہوئے تھے اس پر مابعد کا قول دلالت کرتا ہے یعنی حتی بحثی فی ثوبہ۔ ② احتمال ہے کہ خلوت میں برہنہ جسم نہاتے تھے جیسا کہ گزشتہ روایت میں گزرا یہ جائز ہے۔ مگر آپ ﷺ نے اس حالت میں بھی ستر کا اشارہ فرمایا کیوں کہ اللہ تعالیٰ سے حیاء سب سے زیادہ چاہئے۔ نیز آپ ﷺ کو مکارم اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا تھا اور ایوب علیہ السلام کا یہ نہانا اس طویل مرض سے غسل صحت کے طور پر تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان پر سونے کی ٹڈیاں برسائیں۔

فَخَرَّ عَلَیْهِ جَرَّادٌ :ظاہر تو یہ ہے کہ آپ ان ٹڈیوں کو ایک ہاتھ میں یا لپ بھر کر لیتے ہوں گے اور کپڑے میں رکھتے جاتے تھے جو غسل کے لئے باندھ رکھا تھا۔ ② یا اس کے بعد برسائیں۔ ③ یا پاس رکھے ہوئے کپڑے میں ڈالتے جاتے جو کہ ابھی پہنا ہوا نہ تھا۔

فَنَادَاهُ :آپ کا کرم تو بیش سے بیشتر ہے اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں۔ عن یشبع من رحمتك او من فضلك الحدیث۔ کہ آپ کی رحمت و فضل سے کون سیر ہو سکتا ہے؟ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ان ٹڈیوں کو نعمت حق تعالیٰ کی لذت کو طلب کرنے کے لئے اٹھا رہے تھے دنیا کی حرص ہرگز نہ تھی اور نہ مال میں اضافہ مقصود تھا۔ کذا ذکرہ الشیخ۔

ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

اس سے ثابت ہوا کہ حلال مال میں اس شخص کی حرص جائز ہے جو اپنے نفس پر شکر گزاری کا اعتماد رکھتا ہو اور اس جگہ خرچ کرنے والا ہو جہاں اللہ تعالیٰ کی رضا ہو۔

میری ایسی تعریف نہ کرو جس سے دوسرے پیغمبر کی تنقیص ہو

۵۵۵۸/۱۱ وَعَنْهُ قَالَ اسْتَبَّ رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَرَجُلٌ مِّنَ الْیَهُوْدِ فَقَالَ الْمُسْلِمُ وَالَّذِیْ اصْطَفٰی مُحَمَّدًا عَلَی الْعٰلَمِیْنَ فَقَالَ الْیَهُوْدِیُّ وَالَّذِیْ اصْطَفٰی مُوْسٰی عَلَی الْعٰلَمِیْنَ فَرَفَعَ الْمُسْلِمُ یَدَهٗ عِنْدَ ذٰلِكَ فَلَطَمَ وَجْهَ الْیَهُوْدِیِّ فَذَهَبَ الْیَهُوْدِیُّ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهٗ بِمَا كَانَ مِنْ اَمْرِهٖ وَاَمْرِ الْمُسْلِمِ فَدَعَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَهٗ عَنْ ذٰلِكَ فَاَخْبَرَهٗ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تُخَیِّرُوْنِیْ عَلٰی مُوْسٰی فَاِنَّ النَّاسَ یَصْعَقُوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فَاَصْعَقُ مَعَهُمْ فَاَكُوْنُ اَوَّلَ مَنْ یُّفِیْقُ فَاِذَا مُوْسٰی بَاطِشٌ بِجَانِبِ الْعَرْشِ فَلَا اَدْرِیْ كَانَ فِیْمَنْ صَعِقَ فَاَفَاقَ قَبْلِیْ اَوْ كَانَ فِیْمَنِ اسْتَثْنَی اللّٰهُ وَفِیْ رِوَایَةٍ فَلَا اَدْرِیْ اَحُوْسِبَ بِصَعْقَةِ یَوْمِ الطُّوْرِ اَوْ بُعِثَ قَبْلِیْ وَلَا اَقُوْلُ اِنَّ اَحَدًا اَفْضَلُ مِنْ یُّوْنُسَ بْنِ مَتّٰی وَفِیْ رِوَایَةِ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ لَا تُخَیِّرُوْا بَیْنَ الْاَنْبِیَآءِ (متفق علیه وفی روایة ابی هریرة) لَا تُفَضِّلُوْا بَیْنَ اَنْبِیَآءِ اللّٰهِ ۔

اخرجه البخاری فی صحیحه ٤٤١/٦ حدیث رقم ٣٤٠٨ و مسلم ١٨٤٤/٤ حدیث رقم (١٦٠-٢٣٧٣) واخرجه

ابو داؤد ۵/۵۳ حدیث رقم ۴۶۷۱، واحمد فی المسند ۲/۲۶۴۔اخرجہ مسلم فی صحیحہ ۴/۱۸۴۵ حدیث رقم (۱۶۳۔۲۳۷۴)، وابو داؤد ۵/۵۱ حدیث رقم ۴۶۶۸۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مسلمان اور یہودی کے درمیان لڑائی ہوگئی۔ مسلمان کہنے لگا مجھے قسم ہے اس ذات کی جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جہانوں میں منتخب فرمایا اور یہودی کہنے لگا مجھے اس ذات کی قسم ہے جس نے موسیٰ علیہ السلام کو تمام جہانوں میں چنا۔ اس پر مسلمان نے دست درازی کر کے یہودی کے منہ پر تھپڑ مارا۔ یہودی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنی اور مسلمان کے مابین ہونے والے معاملے کی شکایت لے کر حاضر ہوا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسلمان کو بلا کر اس سے بات دریافت کی تو اس نے آپ کو واقعہ کی اطلاع دی تو آپ نے ارشاد فرمایا مجھے موسیٰ علیہ السلام پر ہر ہر اعتبار سے فضیلت مت دو۔ کیونکہ قیامت کے دن جب سب لوگ بے ہوش ہو جائیں گے تو میں بھی ان کے ساتھ بے ہوش ہوں گا۔ تو سب سے پہلے میں ہوش میں آؤں گا۔ اچانک میری نگاہ موسیٰ علیہ السلام پر پڑے گی کہ وہ عرش کا ایک کنارہ پکڑے ہوئے ہوں گے۔ میں نہیں جانتا کہ آیا وہ بھی بے ہوش ہونے والوں میں سے تھے کہ مجھ سے پہلے ہوش میں آ گئے یا ان پر بے ہوشی طاری نہیں ہوئی اور وہ ان لوگوں سے ہیں جن کو بے ہوشی سے مستثنیٰ کیا گیا ہے۔ ایک روایت میں اس طرح ہے کہ میں نہیں جانتا کہ آیا طور والی بے ہوشی گنتی میں لائی گئی یا وہ مجھ سے پہلے اٹھائے گئے اور میں نہیں کہتا کہ کوئی شخص بھی مجھے یونس بن متی علیہ السلام سے افضل کہے۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت میں فرمایا گیا کہ انبیاء علیہم السلام کو ایک دوسرے پر فضیلت مت دو۔ (بخاری، مسلم) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے مابین فضیلت میں مقابلہ مت کرو۔

تشریح ۞ **فَلَطَمَ وَجْهَ الْيَهُوْدِيِّ** : اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا ہے: **اِنِّي اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ** ... "بے شک میں نے تمہیں لوگوں پر چن لیا ہے" تو اس سے مراد اس زمانہ کے لوگوں پر عظمت و برگزیدگی ہے۔ مگر وہ یہودی موسیٰ علیہ السلام کی برگزیدگی کو عام قرار دے رہا تھا اور آپ کی برگزیدگی کا منکر تھا۔ اس لئے انہوں نے غصہ میں آکر طمانچہ مارا۔

فَذَهَبَ الْيَهُوْدِيُّ ---فَاَكُوْنُ اَوَّلَ مَنْ يُّفِيْقُ : یعنی بے ہوشی سے افاقہ ہوگا۔ جیسا کہ اس آیت اس کا تذکرہ ہے: **فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ** ..... ۔ جب صور پھونکا جائے گا تو تمام آسمان و زمین والے بے ہوش ہو جائیں گے جیسا کہ فرشتے۔ شاید کہ موسیٰ علیہ السلام بھی ان میں سے ہوں۔

عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

① پس اگر موسیٰ علیہ السلام مجھ سے پہلے ہوش میں آئے تو یہ ان کی فضیلت ہے۔ ② اگر ان لوگوں میں سے ہیں جن کو مستثنیٰ کیا گیا ہے تو یہ بھی ایک جزئی فضیلت ہے۔ گویا جزئی فضیلت آپ پر دینے میں حرج نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس فضیلت دینے سے منع فرمایا وہ ایسی فضیلت ہے جس سے دوسرے پیغمبر کی تنقیص کا پہلو نکلتا ہو یا اس سے خصومت و جھگڑا مقصود ہو یا مطلب یہ ہے کہ اس طرح کی فضیلت نہ دو کہ جس سے مفضول کی کچھ بھی فضیلت باقی نہ رہے۔ یا آپ کی مراد نفس نبوت میں فضیلت ہے کیونکہ اس میں تمام برابر ہیں۔

فَلَا اَدْرِیْ اَحُوْسِبَ: یعنی جب موسیٰ علیہ السلام نے دیدار طلب کیا تو ذرا سی تجلی سے ان پر بے ہوشی طاری ہوگئی اور آج اسی کے بدلے ان پر بے ہوشی کو روک دیا گیا۔

اَوْ بُعِثَ قَبْلِیْ: یا بے ہوشی ہوئی مگر ان کو پہلے افاقہ ہوا۔ پس جب ان کو یہ فضیلت جزئی حاصل ہے تو مجھے ان پر فضیلت کیوں دیتے ہو۔ یہ آپ نے تواضع کے طور پر کہا۔ ② یہ موسیٰ علیہ السلام کے لئے جزئی فضیلت ہے وہ کلی فضیلت کے مخالف نہیں ہے۔ ③ یہ اس وقت کی بات ہے جب تک آپ کو وحی نہ ہوئی تھی کہ آپ سب سے افضل ہیں۔

صَعْقَة: اس سے قیامت والا صعقہ مراد نہیں ہے کہ جس سے تمام مرجائیں گے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور موسیٰ علیہ السلام اس روز کہاں ہوں۔ وہ تو اشرار خلق کے لئے ہوگا۔ ② اس صعقہ کے بعد تو بعث ہے نہ کہ افاقہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اس بات پر اتفاق ہے کہ سب سے پہلے آپ اٹھیں گے پس یہ قول اس پر صادق نہیں آسکتا کہ میں نہیں جانتا'' پس اس صعقہ سے مراد وہ صعقہ ہے جو بعث کے بعد ہوگا جس سے تمام لوگ بے ہوش ہو جائیں گے پھر اس سے افاقہ ہوگا۔ پس اسی وقت کا حال ذکر فرمایا کہ جب میں افاقہ پاؤں گا تو موسیٰ علیہ السلام کو پایہ عرش پکڑے ہوئے کھڑا پاؤں گا۔ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جس طرح صعقہ (بے ہوشی) ثانیہ میں استثناء ہے اسی طرح نفخہ اولیٰ میں بھی استثناء ہوگا۔ کذا ذکرہ المفسرون فتدبر۔

وَلَا اَقُوْلُ اِنَّ اَحَدًا اَفْضَلُ مِنْ يُّوْنُسَ: حضرت یونس علیہ السلام کے والد کا نام متی ہے۔ متی ان کی والدہ کا نام ہے کذا قال صاحب القاموس و جامع الاصول۔ حضرت یونس علیہ السلام کا تذکرہ اس لئے فرمایا کہ یہ اولوالعزم انبیاء علیہم السلام سے نہ تھے۔ قوم کی ایذاء پر بے صبر ہو کر ناراضی سے نکل گئے۔ کشتی میں بیٹھے۔ ان کا واقعہ قرآن مجید اور تفاسیر میں مذکور ہے۔ اس تمام پر مقصود یہ ہے کہ ان پر طعن کرنے کا کسی کو حق نہیں ہے۔

لَا تُفَضِّلُوْا: اس نہی کا محل یہ ہے ① فضیلت والی وحی سے پہلے کی بات ہے۔ ② اصل نبوت میں فضیلت نہ دو۔ ③ اس طرح کی فضیلت جس سے ان کی تنقیص نکلے ایسی فضیلت مت دو کیونکہ یہ کفر ہے۔

حضرت یونس علیہ السلام کی مدح سرائی

۱۲/۵۵۵۹ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ اَنْ يَّقُوْلَ اِنِّیْ خَيْرٌ مِّنْ يُّوْنُسَ بْنِ مَتّٰی (متفق علیه وفی روایة للبخاری) قَالَ مَنْ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ يُّوْنُسَ بْنِ مَتّٰی فَقَدْ كَذَبَ۔

اخرجه البخاری ۳۹۸/۶ حدیث رقم ۳۳۶۵ ومسلم ۱۸۴۶/۴ حدیث رقم (۱۶۶-۲۳۷۶) واخرجه ابو داؤد فی ۵۱/۵ حدیث رقم ٤٦٦٩، والدارمی فی سننه ۳۹۹/۲ حدیث رقم ۲۷٤٦۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی بندے کو مناسب نہیں کہ وہ اس طرح کہے کہ میں (محمد) یونس بن متی سے بہتر ہوں۔ جس نے اس طرح کہا کہ میں یونس بن متی سے بہتر ہوں اس نے جھوٹ بولا۔

تشریح ۞ مَا يَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ: اس عبارت میں دو احتمال ہیں۔ ① مجھے یونس علیہ السلام سے بہتر مت کہو۔ اس انداز سے جو

پہلے معصوم ہو چکا۔ ② کوئی اپنے کو یونس علیہ السلام سے افضل نہ کہے۔ اگرچہ وہ اولوالعزم رسل میں شامل نہیں ہیں مگر ان کے رتبے کو کوئی ولی نہیں پہنچ سکتا۔

مَنْ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ يُوْنُسَ بْنِ مَتّٰى فَقَدْ كَذَبَ :دوسرے معنی کا لحاظ کر کے کذب سے یہاں کفر مراد ہے۔ کیونکہ اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو پیغمبروں سے افضل کہے وہ کافر ہے۔ ② آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو ان سے بہتر کہنے سے بطور تواضع منع کیا۔ وہ کسر نفسی ہے اور اس روایت خلاف نہیں جس میں فرمایا انا سید ولد آدم ولا فخر الحدیث میں اولادِ آدم کا سردار ہوں اور یہ بات میں بطور فخر نہیں کہتا بلکہ تحدیث نعمت کے طور پر کہتا ہوں اور بیان واقعہ کے طور پر کہتا ہوں۔ حضرت یونس علیہ السلام کے خاص طور پر ذکر کرنے کی وجہ گزشتہ روایت میں لکھی جا چکی ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام اور مقتول لڑکا

۱۳/۵۵۶۰ وَعَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْغُلَامَ الَّذِيْ قَتَلَهُ الْخَضِرُ طُبِعَ كَافِرًا وَلَوْ عَاشَ لَاَرْهَقَ اَبَوَيْهِ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا۔ (متفق علیہ)

اخرجه مسلم فی ٤/١٨٥٠ حدیث رقم (١٧٢-٢٢٨) وابو داؤد ٥/٨٠ حدیث رقم ٤٧٠٥ والترمذی ٥/٢٨٩ حدیث رقم ٣١٥٠

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ لڑکا جس کو خضر نے قتل کیا وہ کافر پیدا ہوا تھا۔ اگر وہ زندہ رہتا تو اپنے والدین کو کفر اور سرکشی سے دوچار کر دیتا۔ (بخاری، مسلم)

تشریح: ① اِنَّ الَّذِيْ قَتَلَهُ الْخَضِرُ : تقدیر الٰہی میں تھا کہ اس کا خاتمہ کفر پر ہوگا۔ یہ اس روایت کے مخالف نہیں ہے جس میں فرمایا گیا ہے۔ کل مولود یولد علی الفطرۃ فابواہ یہودانہ۔ کیونکہ فطرت سے مراد وہ استعداد ہے جو شخص میں ودیعت کی گئی ہے یہ شقاوت پر خاتمہ کے خلاف نہیں ہے۔ حاصل یہ ہے کہ فطرت غیر سابقہ ہے۔

لَوْ عَاشَ : یعنی اس کے کفر اختیار کرنے کی بناء پر اس کی محبت میں وہ بھی کفر اختیار کر کے کافر ہو جاتے۔ حاصل یہ ہے کہ اس کے قتل کی دو علتیں تھی۔ وہ کافر پیدا ہوا اور اگر وہ زندہ رہتا تو والدین کو بھی گمراہ کرتا۔ یہاں خضر علیہ السلام کے تذکرے کا مقصد یہ ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام سے ہیں۔

خَضِر :یہاں کا لقب ہے۔ ان کا نام الیان بن ملکان ہے۔ ② بعض نے کہا یہ الیاس علیہ السلام کے بھائی ہیں۔ ③ بعض نے آدم علیہ السلام کا صلبی بیٹا قرار دیا۔ ④ بعض نے ابراہیم علیہ السلام کا ہم عصر قرار دیا۔ ⑤ یہ اولاد نوح علیہ السلام سے ہیں اور ان کے اور ان کے درمیان سات واسطے ہیں۔ ⑥ ان کے والد بادشاہوں میں سے تھے۔ واللہ اعلم۔

صحیح قول:

یہ پیغمبر ہیں ان کو بڑی عمر ملی۔ آنکھوں سے پوشیدہ ہیں۔ زندہ ہیں کیونکہ انہوں نے آب حیات پیا ہے۔ جمہور علماء وصوفیاء اسی پر ہیں۔ بہت سے لوگوں سے ان کا کلام کرنا منقول ہے۔ نیک مجالس میں حاضر ہونا مشہور ہے۔ امام بخاری، ابن المبارک

اور محدثین ان کی حیات کا انکار کرتے ہیں۔باقی مشائخ عظام کے کلام میں ان کا کثرت سے تذکرہ وارد ہوا ہے۔اس لئے شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے متعلق آتا ہے کہ مجلس میں وعظ فرما رہے تھے ان کا اوپر سے اڑتے ہوئے گزر ہوا تو انہوں نے کہا قف یا اسرائیلی واسمع کلام محمدی۔(مگر میرے نزدیک اس کلام میں تسامح ہے کیوں شیخ کسی پیغمبر علیہ السلام کو اس طرح مخاطب نہیں کر سکتے۔فتدبر)

خضر (علیہ السلام) کہنے کی وجہ

۱۴/۵۵۶۱ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا سُمِّيَ الْخَضِرُ لِاَنَّهٗ جَلَسَ عَلٰى فَرْوَةٍ بَيْضَآءَ فَاِذَا هِيَ تَهْتَزُّ مِنْ خَلْفِهٖ خَضْرَآءَ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری ٤٣٣/٦ حدیث رقم ٣٤٠٢ والترمذی ٢٩٣/٥ حدیث رقم ٣١٥١۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خضر کا نام خضر اس لئے ہے کہ وہ سفید چٹیل میدان میں بیٹھے تو وہاں آپ کے پیچھے سبزہ لہلہانے لگا۔(بخاری)

تشریح ۞ فَرْوَةٍ سفید چٹیل میدان جس پر سبزہ نہ ہو۔اس روایت میں ان کے خضر لقب کی وجہ بتلائی گئی ہے۔کہ چٹیل زمین پر بیٹھتے تو وہاں سبزہ اگ آتا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرشتہ موت

۱۵/۵۵۶۲ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَآءَ مَلَكُ الْمَوْتِ اِلٰى مُوْسَى بْنِ عِمْرَانَ فَقَالَ لَهٗ اَجِبْ رَبَّكَ قَالَ فَلَطَمَ مُوْسٰى عَيْنَ مَلَكِ الْمَوْتِ فَفَقَاَهَا قَالَ فَرَجَعَ الْمَلَكُ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى فَقَالَ اِنَّكَ اَرْسَلْتَنِيْ اِلٰى عَبْدٍ لَّكَ لَا يُرِيْدُ الْمَوْتَ وَقَدْ فَقَاَ عَيْنِيْ فَرَدَّ اللّٰهُ اِلَيْهِ عَيْنَهٗ وَقَالَ اِرْجِعْ اِلٰى عَبْدِيْ فَقُلِ الْحَيٰوةَ تُرِيْدُ فَاِنْ كُنْتَ تُرِيْدُ الْحَيٰوةَ فَضَعْ يَدَكَ عَلٰى مَتْنِ ثَوْرٍ فَمَا تَوَارَتْ يَدُكَ مِنْ شَعْرِهٖ فَاِنَّكَ تَعِيْشُ بِهَا سَنَةً قَالَ ثُمَّ مَهْ؟ قَالَ ثُمَّ تَمُوْتُ قَالَ فَالْاٰنَ مِنْ قَرِيْبٍ رَبِّ اَدْنِنِيْ مِنَ الْاَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ رَمْيَةً بِحَجَرٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ لَوْ اَنِّيْ عِنْدَهٗ لَاَرَيْتُكُمْ قَبْرَهٗ اِلٰى جَنْبِ الطَّرِيْقِ عِنْدَ الْكَثِيْبِ الْاَحْمَرِ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری ٤٤٠/٦ حدیث رقم ٣٤٠٧ ومسلم ١٨٤٢/٤ حدیث رقم (١٥٨-١٥٧/٢٣٧٢) واخرجه الترمذی ٥٦٤/٥ حدیث رقم ٣٦٤٩ والنسائی ١١٨/٤ حدیث رقم ٢٠٧٩، واحمد فی المسند ٣١٥/٢۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موت کا فرشتہ جناب موسیٰ بن عمران علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا اپنے رب کا پیغام قبول کریں تو موسیٰ علیہ السلام نے فرشتے کی آنکھ پر تھپڑ مارے جس سے اس کی آنکھ جاتی رہی۔تو وہ موت کا فرشتہ بارگاہ الٰہی میں لوٹ کر گیا اور عرض کرنے لگا کہ آپ نے مجھے اپنے ایسے بندے کی

طرف بھیجا جو موت نہیں چاہتا اور اس سے میری آنکھ پھوڑ دی ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھ کو واپس کر دیا اور فرمایا تم میرے بندے کے پاس لوٹ کر جاؤ اور کہو اگر زندگی چاہتے ہو تو اپنا ہاتھ بیل کی پشت پر رکھ دو اس ہاتھ کے نیچے جتنے بال آئیں گے اس کے بدلے ایک سال زندگی کا دیں گے۔ (چنانچہ وہ فرشتہ آیا اور اس نے اسی طرح کہا) تو آپ نے پوچھا پھر کیا ہوگا۔ فرمایا پھر آپ کی وفات ہوگی۔ تو عرض کرنے لگے پھر ابھی ہو جائے اے اللہ! مجھے مقدس سرزمین سے اتنا قریب کر دے جتنا ایک پتھر پھینکنے کا فاصلہ ہوتا ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر میں سرزمین مقدس کے پاس ہوتا تو میں تمہیں ان کی قبر سرخ ٹیلہ کے پاس راستے کے کنارے کے قریب دکھاتا۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ رَبِّ اَدْنِنِیْ مِنَ الْاَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ: ارض مقدس کے سلسلہ میں موسیٰ علیہ السلام نے یہ مناجات اس لئے کی کیونکہ انبیاء بنی اسرائیل کا وہ قبلہ اور بے شمار انبیاء علیہم السلام کا مدفن ہے۔ آپ نے بنی اسرائیل کے پریشان کرنے کی وجہ سے ان سے دوری کی آپ اللہ تعالیٰ کے گھر کے قریب ہونا چاہتے تھے۔ یہ اس لئے بھی تھا کہ آپ نہ چاہتے کہ میری قبر مشہور ہو اور اس کی وجہ سے لوگ فتنہ میں مبتلا ہوں۔

مَسْئَلَه: متبرک مقام میں دفن یا ان کے قریب دفن مستحب ہے۔ نیکوں کے قریب قبر رحمت کے اترنے کا باعث ہے۔

لَوْ اِنِّیْ عِنْدَهٗ: بعض لوگوں نے اس روایت کی صحت سے اس وجہ سے انکار کیا کہ اس میں موت والے فرشتے کی آنکھ کا جانا معلوم ہو رہا ہے۔ نیز فرشتے کو طمانچہ اور دنیوی زندگی کو پسند کرنا یہ مقام نبوت کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔

الجواب: ① موت کا فرشتہ اچانک آیا انہوں نے آدمی سمجھا جوان کو مارنا چاہتا ہے۔ آپ نے دفاع کے لئے طمانچہ مارا۔ قبض روح کا دعویٰ جھوٹا سمجھا۔ یہ اللہ کی خاطر ناراضی تھی اس لئے عتاب نہیں ہوا۔ ② بنی اسرائیل سے ارض مقدسہ کا وعدہ ہوا جوان کی بزدلی کی وجہ سے اٹھالیا گیا۔ میدان تیہ میں آپ بنی اسرائیل کے ساتھ رہنا چاہتے تھے۔ ملک الموت کے آنے کے وقت آپ کو ارض مقدس کے قرب کی ہنوز خوشخبری نہ ملی تھی۔ اس لئے آنے والے کو دشمن خیال کیا اور طمانچہ مارا۔ جب آپ کو مقصود حاصل ہو گیا اور موت کے فرشتے نے اسی انداز سے آکر بات کی جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو آپ نے موت پر فوراً رضامندی کا اظہار کیا۔ کیونکہ اب اس نے بتلایا کہ وہ فرشتہ ہے اسی غرض سے آیا ہے۔ پس انکار روایت کی کوئی وجہ نہیں۔

۱۲/۵۵۲۳ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُرِضَ عَلَيَّ الْاَنْبِيَاءُ فَاِذَا مُوْسٰى ضَرْبٌ مِّنَ الرِّجَالِ كَاَنَّهٗ مِنْ رِّجَالِ شَنُوْءَةَ وَرَاَيْتُ عِيْسَى بْنَ مَرْيَمَ فَاِذَا اَقْرَبُ مَنْ رَاَيْتُ بِهٖ شَبَهًا عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُوْدٍ وَرَاَيْتُ اِبْرَاهِيْمَ فَاِذَا اَقْرَبُ مَنْ رَاَيْتُ بِهٖ شَبَهًا صَاحِبُكُمْ يَعْنِيْ نَفْسَهٗ وَرَاَيْتُ جِبْرَئِيْلَ فَاِذَا اَقْرَبُ مَنْ رَاَيْتُ بِهٖ شَبَهًا دِحْيَةُ بْنُ خَلِيْفَةَ. (رواه مسلم)

اخرجه مسلم في صحيحه ١٥٣/١ حديث رقم (٢٧١/١٦٧)۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حضرات انبیاء علیہم السلام مجھے دکھائے گئے تو موسیٰ علیہ السلام درمیانے قد کے تھے گویا وہ قبیلہ شنوءہ کے مردوں میں سے ہیں اور میں نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو دیکھا ان سب سے قریب ترین مشابہت آدمی جن کو میں نے دیکھا ہے وہ عروہ بن مسعود ہیں اور میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا تو ان سے قریب تر مشابہت والا تمہارا صاحب یعنی میں ہوں اور میں نے جبرائیل کو دیکھا ان سے قریب ترین مشابہت والے

دحیہ کلبی بن خلیفہ ہیں۔ (مسلم)

تشریح ۞ آپ اللہ تعالیٰ کے گھر کے قریب تر ہونا چاہتے تھے۔ یہ اس لئے بھی تھا کہ آپ نہ چاہتے کہ میری قبر مشہور ہو اور اس کی وجہ سے لوگ فتنہ میں مبتلا ہوں۔

عُرِضَ عَلَیَّ الْاَنْبِیَاءُ: یہ شب معراج میں مسجد اقصیٰ کا تذکرہ ہے۔۞ یا آسمان میں ملاقات کا ذکر ہے۔ جیسا کہ آئندہ روایت اس پر دلالت کرتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو ان کی دنیاوی شکلوں کی تمثیل میں پیش کیا گیا۔

رَاَیْتُ بِهٖ شَبَهًا دِحْیَةَ بْنَ خَلِیْفَةَ: دحیہ کلبی یہ مشہور صحابی ہیں ان کا تعلق قبیلہ بنو کلب سے ہے۔ یہ نہایت خوبصورت تھے۔ جبرائیل علیہ السلام انہی کی صورت میں آتے تھے اور اس روایت میں بھی انہی کی صورت میں آئے۔

سراپائے موسوی

۵۵۶۴/۱۷ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاَیْتُ لَیْلَةَ اُسْرِیَ بِیْ مُوْسٰی رَجُلًا اٰدَمَ طُوَالًا جَعْدًا كَاَنَّهٗ مِنْ رِّجَالِ شَنُوْءَةَ وَرَاَیْتُ عِیْسٰی رَجُلًا مَرْبُوْعَ الْخَلْقِ اِلَی الْحُمْرَةِ وَالْبَیَاضِ سَبْطَ الرَّاْسِ وَرَاَیْتُ مَالِكًا خَازِنَ النَّارِ وَالدَّجَّالَ فِیْ اٰیَاتٍ اَرَاهُنَّ اللّٰهُ اِیَّاهُ فَلَا تَكُنْ فِیْ مِرْیَةٍ مِّنْ لِّقَائِهٖ (متفق علیه)

اخرجه البخاری ۳۱۴/۶ حدیث رقم ۳۲۳۹ و مسلم ۱۵۱/۱ حدیث رقم ۲۶۷/۱۶۵ و اخرجه احمد فی المسند ۲۴۵/۱۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے لیلۃ الاسراء میں دیکھا کہ موسیٰ علیہ السلام گندمی رنگ کے دراز قد مضبوط جسم والے ہیں گویا کہ وہ قبیلہ شنوءہ کے آدمیوں میں سے ہیں اور میں نے عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا جو درمیانہ جسم والے سفید و سرخ سیدھے بالوں والے ہیں اور میں نے دوزخ کے داروغہ (مالک) کو دیکھا ان علامات میں جو اللہ تعالیٰ نے صرف مجھے دکھائیں پس تو ان کی ملاقات کے متعلق شک میں نہ پڑ۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ جَعْدًا: کا لفظ عموماً گھنگھریالے بالوں کے لئے استعمال ہوتا ہے مگر اس روایت میں اس کا معنی مضبوط گٹھا ہوا جسم ہے۔

رَجُلًا اٰدَمَ طُوَالًا جَعْدًا: جعد یہ سبط کی ضد ہے۔ جعد گھنگھریالے سبط، سیدھے بال یہ جعد کی ضد ہے۔ یہاں مقصود یہ ہے کہ ان کے بال بالکل سیدھے نہ تھے بلکہ کچھ گھنگھریالہ پن لیے ہوئے تھے۔ شیخ نے فرمایا جعد عموماً طور پر بالوں کی صفت کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ بعض اوقات پر گوشت و فربہ جسم کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ یہاں یہی معنی مراد ہے۔ بعد والی روایت میں رجل الشعر کا لفظ موجود ہے جو غیر جعد کو کہتے ہیں جیسا کہ آئندہ روایت میں وارد ہے۔ ظاہر معنی یہ ہے: فلا تکن فی مریة من لقائه...... کا یہ جملہ تذکرہ موسیٰ علیہ السلام سے متعلق ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی طرف اشارہ نکلتا ہے: وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِیْ مِرْیَةٍ مِّنْ لِّقَائِهٖ وَجَعَلْنٰهُ هُدًی لِّبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ۔ تحقیق ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی پس اے مخاطب! ان کی ملاقات کے متعلق شک میں مت پڑو۔

سراپا عیسوی وابراہیمی

۱۸/۵۵۲۵ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ اُسْرِیَ بِیْ لَقِيْتُ مُوْسٰی فَنَعَتَهٗ فَاِذَا رَجُلٌ مُضْطَرِبٌ رَجِلُ الشَّعْرِ كَاَنَّهٗ مِنْ رِجَالِ شَنُوْءَةَ وَلَقِيْتُ عِيْسٰی رَبْعَةٌ اَحْمَرُ كَاَنَّمَا خَرَجَ مِنْ دِيْمَاسٍ يَعْنِی الْحَمَّامَ وَرَاَيْتُ اِبْرَاهِيْمَ وَاَنَا اَشْبَهُ وُلْدِهٖ بِهٖ قَالَ فَاُتِيْتُ بِاِنَائَيْنِ اَحَدُهُمَا لَبَنٌ وَالْاٰخَرُ فِيْهِ خَمْرٌ فَقِيْلَ لِیْ خُذْ اَيَّهُمَا شِئْتَ فَاَخَذْتُ اللَّبَنَ فَشَرِبْتُهٗ فَقِيْلَ لِیْ هُدِيْتَ الْفِطْرَةَ اَمَا اِنَّكَ لَوْ اَخَذْتَ الْخَمْرَ غَوَتْ اُمَّتُكَ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری ٦/٤٢٨ حدیث رقم ٣٣٩٤ ومسلم ١/١٥٤ حدیث رقم (١٦٨/٢٧٢) والترمذی ٥/٢٨ حدیث رقم ٣١٣٠

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا شب معراج میں میری ملاقات موسیٰ علیہ السلام سے ہوئی۔ ان کا سراپا یہ تھا۔ درمیانہ قد، سیدھے بالوں والے آدمی تھے گویا وہ شنوءہ قبیلہ کے مردوں میں سے ہیں اور میری عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی ان کا قد درمیانہ، سرخ رنگ، اس طرح محسوس ہوتا ہے گویا حمام سے ابھی نکلے ہوں۔ میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا ان کی اولاد میں میں ان کے زیادہ مشابہ ہوں۔ پھر فرمایا میرے پاس دو برتن لائے گئے جن میں سے ایک دودھ اور دوسرا شراب کا تھا۔ مجھے کہا گیا ان میں سے جس کو چاہیں پسند کرلیں میں نے دودھ کو اختیار کیا اور اسے پی لیا تو مجھے کہا گیا تم نے فطرت کی طرف راہنمائی پالی۔ اگر آپ شراب کو اختیار کرتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ فَاِذَا رَجُلٌ مُضْطَرِبٌ: مضطرب کے لفظ کی کئی تفاسیر کی گئی ہیں۔ ① بلند دراز قد ② بقول قاضی عیاضؒ جو طویل تو ہو مگر زیادہ نہیں۔ ③ کم گوشت جیسا ضرب من الرجال آیا ہے۔ ④ خوف وخشیت والا۔ باطن میں مشاہدہ حق کی وجہ سے بسا اوقات نماز میں جھوم جائے۔

رَجِلُ الشَّعْرِ: نہ بال لٹکے ہوں اور نہ گھنگھریالے ہوں بلکہ سبط وجعد کے درمیان ہوں یعنی گھنگھریالے پن ذرا سا لیے ہوئے۔

دِيْمَاسٍ بالحمام یہ عبدالرزاق کی تشریح ہے۔ اس سے اصل مقصود جسم کی تروتازگی اور رنگ کے نکھار کو ذکر کرنا ہے اور غلبہ روحانیت بارعب چہرے والے۔

رَاَيْتُ اِبْرَاهِيْمَ: ان کی صورت دیکھنی ہو تو مجھے دیکھ لو اور بس۔

اللَّبَن: کی تعبیر میں فیہ کا ذکر نہیں آیا اور خمر کے ساتھ آیا ہے بظاہر یہ تفنن کلام ہے۔ ② دودھ کی کثرت اور شراب کی قلت کی طرف اشارہ ہے۔ دونوں چیزوں سے امتحان کیا گیا تاکہ فطرت نبوت کا مظاہرہ ہو کر ملائکہ پر عظمت خوب واضح ہو۔

هُدِيْتَ الْفِطْرَةَ: دودھ دنیا میں بچے کی تربیت کا اصل ماخذ ہے۔ عالم قدس میں یہ ہدایت وفطرت کی مثال ہے۔ جس سے روحانی غذاء حاصل ہوتی ہے۔ معلوم ہوا کہ عالم قدس میں عالم سفلی کی مثالیں رکھی گئیں۔ تاکہ معانی مناسبہ اخذ کیے جا

سکیں۔خواب میں دودھ کی تعبیر علم اور دین اور ہدایت ہے۔

لَوْ اَخَذْتَ الْخَمْرَ: شراب دنیا میں ام الخبائث اور شر وفساد کا منبع ہے۔شراب وجوئے کو شرک کے سیاق میں ذکر کیا گیا ہے۔اگر حضرت محمد ﷺ اس کو استعمال فرماتے تو پھر یہ حرام نہ ہوتی اس سے امت میں ضرر ونقصان پہنچتا۔اب جب کہ حرام ہونے کے باوجود استعمال کرنے والے افراد اور جماعتوں اور مذاہب کا حال سامنے ہے۔

تنبیہ: اگر مقتدیٰ ثابت قدم رہے اور استقامت اختیار کرے تو پیروکار بھی ثابت قدم رہیں گے۔کیونکہ وہ بمنزلہ دل اور پیروکار اعضاء کی طرح ہیں

ازرق نامی جنگل اور ھرشی وادی

۱۹/۵۵۶۶ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سِرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ فَمَرَرْنَا بِوَادٍ فَقَالَ اَيُّ وَادٍ هٰذَا فَقَالُوْا وَادِي الْاَزْرَقِ قَالَ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى مُوْسٰى فَذَكَرَ مِنْ لَوْنِهٖ وَشَعْرِهٖ شَيْئًا وَاضِعًا اِصْبَعَيْهِ فِيْ اُذُنَيْهِ لَهٗ جُؤَارٌ اِلَى اللّٰهِ بِالتَّلْبِيَةِ مَارًّا بِهٰذَا الْوَادِيْ قَالَ ثُمَّ سِرْنَا حَتّٰى اَتَيْنَا عَلٰى ثَنِيَّةٍ فَقَالَ اَيُّ ثَنِيَّةٍ هٰذِهٖ قَالُوْا هَرْشٰى اَوْلِفْتٌ فَقَالَ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى يُوْنُسَ عَلٰى نَاقَةٍ حَمْرَاءَ عَلَيْهِ جُبَّةُ صُوْفٍ خِطَامُ نَاقَتِهٖ خُلْبَةٌ مَارًّا بِهٰذَا الْوَادِيْ مُلَبِّيًا۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم ۱۵۲/۱ حدیث رقم (۲۶۹۔۱۶۶) واخرجه احمد فی المسند ۲۱۵/۱۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم جناب رسول اللہ ﷺ کی معیت میں مکہ اور مدینہ کے مابین ایک جنگل سے گزرے۔آپ نے دریافت فرمایا یہ کون سا جنگل ہے؟ عرض کیا گیا یہ ازرق نامی جنگل ہے۔آپ نے فرمایا گویا میں موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں۔پھر آپ نے ان کا رنگ اور ان کے بالوں کا تذکرہ فرمایا اور فرمایا کہ وہ اپنی دو انگلیاں اپنے کانوں میں رکھے تلبیہ سے قرب الٰہی ڈھونڈتے ہوئے گویا اس جنگل سے گزر رہے ہیں۔راوی کہتے ہیں پھر ہم چلتے رہے یہاں تک کہ ہم ایک گھاٹی پر پہنچے تو آپ نے دریافت فرمایا یہ کونسی گھاٹی ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا یہ ھرشی گھاٹی ہے یا اس کا نام لفت ہے۔تو فرمایا گویا میں یونس علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں جو کہ سرخ اونٹ پر سوار ہیں اور اونی جبہ پہنے ہوئے ہیں اور آپ کے ناقہ کی مہار چھلکا کھجور کی ہے۔وہ اس وادی سے تلبیہ کہتے گزر رہے ہیں۔(مسلم)

تشریح ۞ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ: یہ سفر مکہ سے مدینہ کی طرف یا مدینہ سے مکہ کی طرف تھا۔

عَلَيْهِ جُبَّةُ صُوْفٍ: یہ جبہ بطور تواضع پہنا۔۲ زہد اختیار فرمایا۔صوفیاء نے اسی کو سنت بنایا۔

خِطَامُ نَاقَتِهٖ خُلْبَةٌ: خلبہ۔کھجور کے چھلکے کی مہار۔اس میں خبردار کیا گیا کہ حج شعائر اللہ سے ہے اور زندگی میں ایک مرتبہ لازم ہے۔حج کی طرف دل کی رغبت کرنی چاہئے۔

سوال: انبیاء علیہم السلام موت کے بعد کس طرح حج کرتے ہیں جب کہ وہ دار العمل سے دار الجزاء میں جا چکے؟

جواب: ۱ وہ شہدا سے افضل ہیں وہ اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں پس حج کرنا بعید نہیں۔اسی طرح نماز ادا کرنا اور پروردگار کا قرب حاصل کرنا (یہ جواب کمزور ہے۔کیونکہ برزخی معاملات میں قیاس نہیں چلتا۔شہداء کا حج جب ثابت نہیں تو جو

اس پر قیاس کیا گیا وہ کس طرح ثابت ہوگا۔) ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خواب کا معاملہ ہے جو معراج کے علاوہ ہے اور ان کا خواب برحق ہے۔ عبدالحق کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم صلوات اللہ وسلامہ کی حیات حقیقی برزخی اور تعبیر کے لحاظ سے دنیاوی ہے۔ عوام کی نگاہ سے یہ سلسلہ چھپا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا خواب وغیرہ دکھایا۔

معجزہ داؤد علیہ السلام

۲۰/۵۵۶۷ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خُفِّفَ عَلٰی دَاوٗدَ الْقُرْاٰنُ فَكَانَ یَاْمُرُ بِدَوَابِّهٖ فَتُسْرَجُ فَیَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ قَبْلَ اَنْ تُسْرَجَ دَوَابُّهٗ وَلَا یَاْكُلُ اِلَّا مِنْ عَمَلِ یَدَیْهِ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری ٤٥٣/٦ حدیث رقم ٣٤١٧، واحمد فی المسند ٢١٤/٢

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت داؤد علیہ السلام پر قرآن یعنی زبور کو آسان کر دیا گیا۔ آپ اپنے گھوڑے کے متعلق حکم دیتے اس پر زین کسی جاتی تو آپ گھوڑے کی زین مکمل ہونے سے پہلے قرآن پڑھ لیتے اور وہ اپنے ہاتھوں کی محنت سے رزق کھاتے (بخاری)

تشریح الْقُرْاٰن :سے یہاں زبور مراد ہے۔

یَاْمُرُ بِدَوَابِّهٖ: یہ معلوم نہیں کہ ان کے جانوروں کی تعداد کس قدر تھی اور کتنے عرصہ میں ایک زین کسی جاتی تھی؟ مگر یہ بطور معجزہ تھا۔ اللہ تعالیٰ اپنے اچھے بندوں کے لئے زمانے کو طے کرتے اور وسیع کرتے ہیں زیادہ زمانہ تھوڑا اور تھوڑا زیادہ ہو جاتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کرامت لکھی ہے کہ ایک رکاب میں پاؤں رکھتے اور دوسرے میں پاؤں رکھنے سے پہلے قرآن پڑھ لیتے اور بعض نے یہ نقل کیا کہ ملتزم سے دروازہ کعبہ تک تمام قرآن پڑھ لیتے (اس کرامت کے ثبوت کے لئے مضبوط سند چاہیے وہ ندارد ہے) فتدبر

دو عورتیں اور بصیرت سلیمانی

۲۱/۵۵۶۸ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَتِ امْرَاَتَانِ مَعَهُمَا ابْنَاهُمَا جَآءَ الذِّئْبُ فَذَهَبَ بِابْنِ اَحَدِهِمَا فَقَالَتْ صَاحِبَتُهَا اِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ وَقَالَتِ الْاُخْرٰی اِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ فَتَحَاكَمَتَا اِلٰی دَاوٗدَ فَقَضٰی بِهٖ لِلْكُبْرٰی فَخَرَجَتَا عَلٰی سُلَیْمَانَ بْنِ دَاوٗدَ فَاَخْبَرَتَاهُ فَقَالَ ائْتُوْنِیْ بِالسِّكِّیْنِ اَشُقُّهٗ بَیْنَكُمَا فَقَالَتِ الصُّغْرٰی لَا تَفْعَلْ یَرْحَمُكَ اللّٰهُ هُوَ ابْنُهَا فَقَضٰی بِهٖ لِلصُّغْرٰی۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری ٤٥٨/٦ حدیث رقم ٣٤٢٧ ومسلم ١٣٤٤/٣ حدیث رقم (٢٠-١٧٢٠) والنسائی ٢٣٦/٨ حدیث رقم ٥٤٠٢، واخرجه احمد فی المسند ٣٢٢/٢۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو عورتیں تھیں جن کے ساتھ ان کے بچے تھے۔ بھیڑیا آیا اور ایک کا بچہ لے گیا۔ دونوں نے جھگڑا کیا اور اپنا مقدمہ داؤد علیہ السلام کی خدمت میں لے گئیں۔ آپ نے بڑی کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ وہ دونوں حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس آئیں اور انہیں یہ اطلاع دی آپ نے فرمایا چھری

لاؤ میں تم دونوں کے درمیان بچے کو تقسیم کر دیتا ہوں۔ چھوٹی بولی اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت فرمائے ایسا نہ کریں یہ بڑی کا بچہ ہے۔ تب آپ نے چھوٹی کے حق میں اس کا فیصلہ کر دیا۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ⊙ **فَقَالَتْ صَاحِبَتُهَا** ان دونوں عورتوں میں اختلاف ہوا بڑی دعویدار تھی کہ بھیڑیا تیرے بیٹے کو لے گیا ہے نہ کہ میرے بچے کو۔ شاید دونوں لڑکے ہم شکل یا ہم عمر تھے۔ یا ایک چھوٹی لڑکے کی دعویدار بن بیٹھی۔ مگر وہ موجود کے ساتھ مفقود کے بدلے تسلی حاصل کرنا چاہتی تھی یا فاسد اغراض سامنے تھیں۔

فَتَحَا كَمَتَا اِلٰی دَاوٗدَ: حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس فیصلہ لے گئیں۔ آپ نے بڑی کے حق میں فیصلہ کر دیا کیونکہ قبضہ بھی اسی کا تھا۔ صاحب قبضہ کا زیادہ حق تھا۔ ② اس سے لڑکے کی مشابہت معلوم ہوتی تھی۔ جیسا شوافع کے ہاں ہے۔ ③ کسی اور دلیل ظاہری سے بڑی کے حق میں اجتہادی فیصلہ فرمایا۔ اسی وجہ سلیمان علیہ السلام کو اپنے اجتہاد سے اس کے متعلق فیصلہ کا اختیار تھا۔

اِیْتُوْنِیْ بِالسِّکِّیْنِ: دو ٹکڑے کرتا ہوں تاکہ ہر ایک نصف نصف لے لے۔ سلیمان علیہ السلام کا مقصد ان کی پڑتال تھی۔ ماں اور غیر ماں کی شفقت کا جائزہ لینا تھا۔ جب چھوٹی میں قرینہ شفقت اپنے اصل رنگ میں آ گیا اور دوسری کی سنگدلی وعداوت ظاہر ہو گئی تو اس کے لئے فیصلہ فرما دیا اور پھر بڑی نے اپنے جھوٹے پن کا اقرار بھی کر لیا۔

اعتراض: پیغمبر علیہ السلام کا فیصلہ اجتہادی بھی ہو تو اس کو توڑنے کا حق نہیں۔

الجواب: ① داؤد علیہ السلام نے بطریق جزم فیصلہ نہ کیا تھا۔ ممکن ہے کہ مجتہد کے حکم کو منسوخ کرنے کا حکم ان کی شریعت میں جائز ہو۔ ② داؤد علیہ السلام کی طرف سے وہ فیصلوں پر مقرر تھے۔ ان کا فیصلہ خود داؤد علیہ السلام کا فیصلہ تھا نیز یہ نسخ نہیں باہمی مصالحت کی صورت تھی جو داؤد علیہ السلام کی اجازت سے نافذ ہو رہی تھی۔ واللہ اعلم

سلیمان علیہ السلام اور ناتمام بچہ

۲۲/۵۵۲۹ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سُلَيْمٰنُ لَاَطُوْفَنَّ اللَّيْلَةَ عَلٰى تِسْعِيْنَ امْرَاَةً وَفِيْ رِوَايَةٍ بِمِائَةِ امْرَاَةٍ كُلُّهُنَّ تَاْتِيْ بِفَارِسٍ يُّجَاهِدُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقَالَ لَهُ الْمَلَكُ قُلْ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَلَمْ يَقُلْ وَنَسِيَ فَطَافَ عَلَيْهِنَّ فَلَمْ تَحْمِلْ مِنْهُنَّ اِلَّا امْرَاَةٌ وَّاحِدَةٌ جَاءَتْ بِشِقِّ رَجُلٍ وَّاَيْمُ الَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَوْ قَالَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ لَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فُرْسَانًا اَجْمَعُوْنَ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاري ٦/٤٥٤ حديث رقم ٢٨١٩ ومسلم ٣/١٢٧٦ حديث رقم (٢٥/١٦٥٤) والترمذي ٤/٩٢ حديث رقم ١٥٣٢ والنسائي ٧/٢٥ حديث رقم ٣٨٣١

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام فرمانے لگے آج میں اپنی نوے ازواج کے ہاں جاؤں گا اور ایک روایت میں سو بیویوں کا تذکرہ ہے۔ ان میں سے ہر ایک شہسوار جنے گی جو راہ خدا میں جہاد کرے گا۔ فرشتے نے کہا ان شاء اللہ کہہ لیں انہوں نے نہ کہا اور بھول گئے۔ پس آپ ان کے ہاں تشریف لے گئے مگر ان میں سے ایک کے سوا کوئی حاملہ نہ ہوئی اور وہ بھی ناتمام بچہ پیدا ہوا۔ اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے کہ اگر وہ ان شاء اللہ کہہ لیتے تو تمام اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہسوار مجاہد ہوتے۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ لَاَ طُوْفَنَّ اللَّيْلَةَ :میں یہ کام کروں گا اور انجام اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔کائنات کی کوئی چیز اللہ تعالیٰ کی چاہت کے بغیر وجود میں نہیں آتی ۔بندے کی چاہت اس کے چاہے بغیر کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔

فَقَالَ لَهُ الْمَلَكُ قُلْ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ :سلیمان علیہ السلام زبان سے ان شاء اللہ کہنا بھول گئے ۔کذا کتبہ الشیخ۔

ملاعلی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

دل کی نیت پر اکتفاء کیا زبان سے کہنے کو ضروری خیال نہ فرمایا۔یہ بہتر قول ہے کہ دل وزبان کی نیت کو جمع کرنا بھول گئے ۔یہ اکمل حالت تھی۔۞ کہنے کا ارادہ فرمایا مگر بھول گئے۔

فَطَافَ عَلَيْهِنَّ :۞ یہ سلیمان علیہ السلام کا امتحان تھا اس میں لغزش ہوئی تو توبہ کرلی جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔۞ جو شخص کسی کام کا ارادہ کرے تو تبرکاً اسے ان شاء اللہ کہنا مستحب ہے اور اس سے اس کام میں سہولت بھی ہو جائے گی۔قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَايْءٍ اِنِّيْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۔اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کا کام مرد بناتا ہے جس طرح ان میں کمال خواہش کے ساتھ اس پر کامل قابو بھی حاصل ہوتا ہے۔قصہ یوسف اس پر شاہد ہے۔

زکریا علیہ السلام اور لکڑی کی صنعت

۵۵۷۰/۲۳ وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ زَكَرِيَّاءُ نَجَّارًا۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم ٤/١٨٤٧ حديث (٢٣٧٩-١٦٩) وابن ماجه ٢/٧٢٧ حديث رقم ٢١٥٠ واحمد في المسند ٢/٢٩٦۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت زکریا علیہ السلام نجار تھے۔(مسلم)

تشریح ۞ كَانَ زَكَرِيَّاءُ نَجَّارًا :اپنے ہاتھ سے کما کر انبیاء علیہم السلام گزراوقات کرتے ہیں۔حضرت داؤد علیہ السلام والی روایت بھی اس کی شاہد ہے۔معلوم ہوا ہاتھ کی کمائی سنت انبیاء علیہم السلام (اکثریت کی) ہے۔

دین انبیاء ایک ہے

۵۵۷۱/۲۴ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا اَوْلَى النَّاسِ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ فِي الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ الْاَنْبِيَاءُ اِخْوَةٌ مِنْ عَلَّاتٍ وَاُمَّهَاتُهُمْ شَتّٰى وَدِيْنُهُمْ وَاحِدٌ وَلَيْسَ بَيْنَنَا نَبِيٌّ۔

(متفق عليه)

اخرجه البخاري في صحيحه ٦/٤٧٧ حديث رقم ٣٤٤٢-٣٤٤٣ ومسلم ٤/١٨٣٧ حديث رقم (١٤٥-٢٣٦٥)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو دنیا و آخرت میں سب سے نزدیک تر میں ہوں۔تمام انبیاء علیہم السلام سوتیلے بھائی ہیں اور ان کی مائیں الگ الگ ہیں مگران سب کا دین ایک ہے اور ہم دونوں کے درمیان اور کوئی نبی نہیں ہے۔(بخاری، مسلم)

تشریح ۞ اَنَا اَوْلَی النَّاسِ: آغاز وانجام کے اعتبار سے قریب تر ہیں۔ کیوں آپ کے اور ان کے درمیان کوئی اور پیغمبر نہیں ہے۔ انہوں نے آپ کی آمد کی بشارت دی گویا نبوت کی تمہید وہ تھے اور وہی آخری زمانہ میں آپ کے نائب وخلیفہ بن کر آئیں گے۔

اَلْاَنْبِیَاءُ اِخْوَۃٌ: مقصود بعثت کو باپ سے تشبیہ دی ہے یعنی ارشاد اور ہدایت مخلوقات اور شرائع کو ماں سے تشبیہ دی جس سے لوگوں کی تربیت کی جاتی ہے۔

دِیْنُھُمْ وَاحِدٌ: انبیاء علیہم السلام کا اصل دین توحید ایک ہے اور عقائد اس کے ایک ہیں۔ شرائع واعمال احوال کے لحاظ سے وقتی حکمت کے تحت مختلف ہیں۔

لَیْسَ بَیْنَنَا نَبِیٌّ: قرب واتصال معنوی میں تو تمام انبیاء علیہم السلام مشترک ہیں۔ اتصال صورت اور خصوصی مجھے عیسیٰ علیہ السلام سے ہے۔

بنی آدم اور شیطان کی چوک

۲۵/۵۵۷۲ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ بَنِيْ اٰدَمَ يَطْعَنُ الشَّيْطٰنُ فِيْ جَنْبَيْهِ بِاِصْبَعَيْهِ حِيْنَ يُوْلَدُ غَيْرَ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذَهَبَ يَطْعَنُ فَطَعَنَ فِي الْحِجَابِ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاری ۶/۳۲۷ حدیث رقم ۳۲۸۶ و مسلم فی ۴/۱۸۳۸ حدیث رقم (۱۴۷-۲۳۶۶)۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہر اولاد آدم کی کوکھ میں ولادت کے وقت شیطان اپنی انگلی مارتا ہے۔ سوائے حضرت عیسیٰ بن مریم کے، کیونکہ وہ مارنے لگا تو وہ پردے میں جا لگیں۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ يَطْعَنُ الشَّيْطٰنُ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ کی دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے محفوظ فرمایا۔ جیسا قرآن مجید میں فرمایا: وَاِنِّيْ سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَاِنِّيْٓ اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۔

ذَهَبَ يَطْعَنُ فَطَعَنَ فِي الْحِجَابِ: اس نے کچوکا لگانا چاہا تو وہ مشیمہ یعنی جھلی میں لگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بدن کو نہ پہنچا۔ باب الوسوسہ میں اس کا تذکرہ ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ اپنے سواء دیگر اولاد آدم کا تذکرہ ہے۔ آپ کو اس کے کچوکے سے محفوظ کیا گیا۔ واللہ اعلم

کامل عورتیں

۲۶/۵۵۷۳ وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَمُلَ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيْرٌ وَّلَمْ يَكْمُلْ مِنَ النِّسَاءِ اِلَّا مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَاٰسِيَةُ امْرَاَةُ فِرْعَوْنَ وَفَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَآءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلٰى سَائِرِ الطَّعَامِ (متفق علیہ وذکر حدیث انس یا خیر البریۃ و حدیث ابی ہریرۃ) اَیُّ النَّاسِ اَكْرَمُ وحدیث بن عمر الکریم ابن الکریم فی باب المفاخرۃ والعصبیۃ ۔

اخرجه البخاري في صحيحه ٤٤٦/٦ حديث رقم ٣٤١١ ومسلم في ١٨٨٦/٤ حديث رقم (٢٤٣١٧٠) واخرجه الترمذي ٢٤٢/٤ حديث رقم ١٨٣٤ واخرجه ابن ماجه ١٠٩١/٢ حديث رقم ٣٢٨٠، واخرجه في المسند ٣٩٤/٤

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مردوں میں بہت سے کامل ہوئے۔ عورتوں میں سوائے مریم بنت عمران اور فرعون کی بیوی آسیہ کے کوئی کاملہ نہ ہوئی اور تمام عورتوں پر حضرت عائشہ کی بزرگی ایسی ہے جیسا ثرید تمام کھانوں میں اعلیٰ ہے (بخاری، مسلم) اور حضرت انس کی روایت یا خیرالبریہ اور حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ای الناس اکرم اور روایت ابن عمر کریم بن الکریم باب المفاخرہ میں ذکر ہو چکی

تشریح ۞ وَلَمْ يَكْمُلْ مِنَ النِّسَآءِ: اس حدیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں عورتیں تمام عورتوں سے کامل ہیں یہاں تک کہ حضرت فاطمہ، عائشہ، خدیجہ رضی اللہ عنہما سے بھی۔

الجواب: ① عورتوں سے پہلی امت کی عورتیں مراد ہیں ان تمام سے یہ افضل ہیں۔ ② حضرت فاطمہ اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے متعلق فضیلت کی وحی اترنے سے پہلے کی بات ہے۔ ③ ان روایات کے قرینہ سے جن میں حضرت فاطمۃ الزہراء اور ازواج مطہرات کی فضیلت وارد ہے اس روایت میں استثناء ہے یعنی ان کے علاوہ سے یہ افضل ہیں۔ قرینہ والی روایات سے ایک یہ ہے: فاطمة سيدة النساء اهل الجنة۔ بعض طرق حدیث میں فضیلت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے مریم و آسیہ کا استثناء ثابت ہوتا ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اس سلسلہ کی روایات مختلف ہیں جو متعدد حیثیتیں رکھتی ہیں یا ان روایات خاصہ کے ذریعہ عمومی روایات کی تخصیص کی گئی۔

فضل عائشہ:

① عورتوں سے یا تو تمام دنیا کی عورتیں مراد ہیں۔ ② صرف وہ عورتیں جن کا تذکرہ ہوا۔ ③ جنت کی عورتیں۔ ④ ان کے زمانہ کی تمام عورتیں۔ ⑤ اس امت کی عورتیں۔ ⑥ ازواج مطہرات۔

ثرید:

گوشت کے شوربے میں روٹی کے ٹکڑے ڈالنا عرب میں یہ مرغوب ترین کھانا تھا۔ کیونکہ نہایت نرم، مقوی اور زود ہضم ہوتا ہے۔

اختلافِ علماء:

حضرت عائشہ، خدیجہ، فاطمہ رضی اللہ عنہن میں کون افضل ہے؟ اکمل نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تمام عورتوں سے افضل ہیں۔

ابن حجر کا قول:

حضرت فاطمہ، حضرت عائشہ اور خدیجہ رضی اللہ عنہا سے افضل ہیں۔ سبکی کا مختار قول یہ ہے کہ فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سب سے افضل ہیں پھر خدیجہ الکبریٰ پھر عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا۔

مؤلف کی تحقیق:

ابن شیبہ کی بعض روایات سے اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ فاطمۃ الزھراء سیدۃ نساء اہل الجنۃ ہیں مگر مریم، آسیہ، خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد اور خدیجہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ سے افضل ہیں۔

سبکیؒ نے اپنے زمانہ کے بعض علماء سے نقل کیا کہ حضرت فاطمہ، حسن و حسین جگر گوشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کی حیثیت سے خلفاء اربعہ سے بھی افضل ہیں مگر یہ جزوی فضیلت ہے۔ مطلق فضیلت کثرت ثواب، اسلام میں آثار خیر کے اعتبار سے خلفاء راشدین ہی افضل ہیں۔ کذا ذکرہ ابن حجر فی شمائل الترمذی۔ غرض یہ ہے کہ ان عورتوں میں سے ہر ایک جزوی فضیلت کے لحاظ سے ایک دوسری سے افضل ہیں۔ ہر وجہ کے لحاظ سے دوسری پر فضیلت نہیں۔ پس عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا علمی افضلیت، ان کے بستر پر آمد وحی اور امت کو ان کے علم سے کثیر فائدہ ہونے کے اعتبار سے فاطمۃ الزھراء رضی اللہ عنہا سے افضل ہیں۔ جگر گوشہ ہونے کے اعتبار سے نہیں کیونکہ یہ جزوی فضیلت فقط انہی کو حاصل ہے۔ قصیدہ امالیہ میں لکھا ہے کہ فاطمۃ الزھراء رضی اللہ عنہا بعض باتوں میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے افضل ہیں اور آسیہ و مریم اپنے زمانے کی عورتوں سے افضل ہیں اور خدیجہ الکبریٰ پہلی بیوی ہونے کے لحاظ سے افضل ہیں اسی طرح کثرت خدمت اور پیدائش اولاد کے لحاظ سے افضل ہیں۔ واللہ اعلم

الفصل الثانی:

ذاتِ باری تعالیٰ اور عماء

۲۷/۵۵۷۴ وَعَنْ اَبِیْ رَزِیْنٍ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَیْنَ کَانَ رَبُّنَا قَبْلَ اَنْ یَّخْلُقَ خَلْقَهٗ قَالَ کَانَ فِیْ عَمَاءٍ مَا تَحْتَهٗ هَوَاءٌ وَّمَا فَوْقَهٗ هَوَاءٌ وَخَلَقَ عَرْشَهٗ عَلَی الْمَآءِ۔

(رواہ الترمذی وقال یزید بن ھارون العماء ای لیس معہ شیء)

اخرجہ الترمذی ۲۶۹/۵ حدیث رقم ۳۱۰۹ و ابن ماجہ فی السنن ۶۴/۱ رقم ۱۸۲

ترجمہ: حضرت ابو رزین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ مخلوق کی تخلیق سے پہلے کہاں تھا؟ فرمایا ہلکے بادل میں تھا۔ نہ اس کے نیچے ہوا اور نہ اوپر ہوا اور اس نے اپنا عرش پانی پر پیدا فرمایا۔ (ترمذی) یزید بن ہارون راوی کہتے ہیں کہ عماء کا مطلب یہ ہے کہ اس کے ساتھ کوئی چیز نہ تھی۔

تشریح ۞ فِیْ عَمَاءٍ: ہلکا یا گہرا ملا ہوا بادل یہ لغوی معنی ہیں مگر یہاں ایک ایسا امر مراد ہے جس کی حقیقت کو پانے سے عقل عاجز و درماندہ ہے۔

مَاتَحْتَهٗ هَوَاءٌ: یہ کسی اور چیز کے نہ ہونے کا کنایہ ہے۔ حاصل وہی ہے کان اللّٰہ ولم یکن شیء۔ ۞ بعض نے کہا یہ مکانیت کے وہم سے دفع کرنے کے لئے لائے کیونکہ متعارف بادل کا وجود ہوا کے بغیر ممکن نہیں اور نہ مکان کے بغیر ممکن ہے۔

ازہری کا قول:

ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں اور کیفیت سے متعلق نہ جانتے اور نہ زبان کھولتے ہیں۔ ۞ بعض نے کہا سوال کا مقصد عرش رب کے متعلق دریافت تھی کہ وہ کہاں تھا۔ اس وجہ سے فرمایا اس نے اپنا عرش پانی پر پیدا فرمایا۔

وادیٔ بطحاء سے بادل کا گزر

۲۸/۵۵۷۵ وَعَنِ الْعَبَّاسِ ابْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ زَعَمَ اَنَّهٗ كَانَ جَالِسًا فِي الْبَطْحَاءِ فِيْ عِصَابَةٍ وَّرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ فِيْهِمْ فَمَرَّتْ سَحَابَةٌ فَنَظَرُوْا اِلَيْهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تُسَمُّوْنَ هٰذِهٖ قَالُوْا السَّحَابُ قَالَ وَالْمُزْنُ قَالُوْا وَالْمُزْنُ قَالَ وَالْعِنَانُ قَالُوْا وَالْعِنَانُ قَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَا بُعْدُ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ قَالُوْا لَا نَدْرِيْ قَالَ اِنَّ بُعْدَ مَا بَيْنَهُمَا اِمَّا وَاحِدَةٌ وَاِمَّا اثْنَتَانِ اَوْ ثَلٰثٌ وَّسَبْعُوْنَ سَنَةً وَالسَّمَآءُ الَّتِيْ فَوْقَهَا كَذٰلِكَ حَتّٰى عَدَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ثُمَّ فَوْقَ السَّمَآءِ السَّابِعَةِ بَحْرٌ بَيْنَ اَعْلَاهُ وَاَسْفَلِهٖ كَمَا بَيْنَ سَمَآءٍ اِلٰى سَمَآءٍ ثُمَّ فَوْقَ ذٰلِكَ ثَمَانِيَةُ اَوْعَالٍ بَيْنَ اَظْلَافِهِنَّ وَوَرِكِهِنَّ مِثْلُ مَا بَيْنَ سَمَآءٍ اِلٰى سَمَآءٍ ثُمَّ عَلٰى ظُهُوْرِهِنَّ وَالْعَرْشُ بَيْنَ اَسْفَلِهٖ وَاَعْلَاهُ مَا بَيْنَ سَمَآءٍ اِلٰى سَمَآءٍ ثُمَّ اللّٰهُ فَوْقَ ذٰلِكَ۔ (رواہ الترمذی وابوداود)

اخرجه ابوداود في السنن ٩٣/٥ حديث رقم ٤٧٢٣ واخرجه الترمذي في سننه ٣٨٥/٥ حديث رقم ٣٣٢٠ وابن ماجه في السنن ٦٩/١ حديث رقم ١٩٣ واحمد في المسند ٢٠٦/١

ترجمہ: حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب سے مروی ہے کہ میں بطحاء میں ایک جماعت کے ساتھ بیٹھا تھا۔ وہاں اس وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف فرما تھے۔ ایک بادل گزرا لوگوں نے اس کی طرف دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اس بادل کو کیا کہتے ہو؟ ہم نے عرض کیا سحاب۔ آپ نے فرمایا المزن۔ انہوں نے کہا المزن۔ آپ نے فرمایا العنان۔ ہم نے کہا العنان بھی۔ آپ نے فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ آسمان و زمین کے مابین کس قدر فاصلہ ہے؟ انہوں نے عرض کیا ہم نہیں جانتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کے مابین ۷۱، ۷۲، ۷۳ سال کا فاصلہ ہے اور وہ آسمان جو اس سے اوپر ہے وہ بھی اسی طرح ہے یہاں تک کہ آپ نے ساتوں آسمانوں کا تذکرہ کیا۔ اسی طرح شمار فرمایا۔ پھر ساتویں آسمان پر ایک دریا ہے جس کے اوپر اور نیچے حصہ کے درمیان اس قدر فاصلہ ہے جتنا ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک پھر اس کے اوپر آٹھ بکرے ہیں۔ جن کے کھروں اور سرین کے مابین فاصلہ اس قدر ہے جتنا ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک پھر ان کی پیٹھوں پر عرش ہے جس کے اوپر اور نیچے کے درمیان اس قدر فاصلہ ہے جتنا ایک آسمان سے دوسرے آسمان کے درمیان ہے پھر اس سے اوپر ذات باری تعالیٰ ہے۔ (ترمذی، ابوداود)

تشریح ⊙ زَعَمَ اَنَّهٗ كَانَ: اس روایت کی ظاہری عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قصہ عباس رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے پہلے کا ہے اور پاس بیٹھنے والے لوگ مسلمان نہ تھے۔ مگر فصل ثالث میں روایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اردگرد بیٹھے ہوئے لوگ مسلمان تھے۔

وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ فِيْهِمْ: اس میں احتمال ہے کہ یہ واقعہ کفار مکہ کے اسلام لانے سے پہلے کا ہو۔ ② بعد کے زمانہ کا ہو۔

فَمَرَّتْ سَحَابَةٌ: علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ ستر سے کثرت مراد تحدید مراد نہیں ہے۔ دیگر روایات سے ثابت ہے کہ آسمان دنیا اور اسی طرح دوسرے آسمانوں کا باہمی فاصلہ آٹھ سو سال کا ہے۔

ثُمَّ فَوْقَ السَّمَآءِ السَّابِعَةِ بَحْرٌ: احادیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عرش کے نیچے ایک دریا اس وقت سے پیدا کر کے جاری کیا ہے جب سے عرش بنایا ہے۔

ثُمَّ فَوْقَ ذٰلِكَ ثَمَانِيَةَ: پھر اس دریا پر آٹھ فرشتے ہیں جو پہاڑی بکروں کی مانند ہیں۔ ان کے کھروں اور سرین کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا ایک آسمان سے دوسرے آسمان کے مابین ہے۔ ان کی پشت پر عرش ہے اور عرش کے نچلے اور بالائی حصہ کا فاصلہ اتنا ہے جتنا ایک آسمان سے دوسرے آسمان کے مابین ہوتا ہے۔ پھر اپنی قدرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہیں۔

فَوْقَ: سے جہت و مکان مراد نہیں بلکہ علو مرتبہ عظمت وحکومت کے لحاظ سے وہ بالا ہے اور استقرار تمکن اور یہ تصویر وتمثیل علو وعظمت کو سمجھانے کے لئے ذکر کیے گئے ہیں۔ کیونکہ وہ سب سے فوق وراء ہے جیسا فرمایا: واللہ من ورائھم محیط...... پس معنی یہ ہے کہ وہ بڑی شان اور عظیم البرھان والا ہے۔ آپ لوگوں کو تصور سفلیات سے تصور علویات کی طرف لگائیں آسمان وزمین کے ملکوت میں فکر کی طرف متوجہ کریں تا کہ ترقی کر کے خالق کائنات کی طرف جھکیں اور بت پرستی کے سفلی مرض میں رہ کر اسفل السافلین میں غرق نہ ہو جائیں۔ بلکہ بت پرستی سے باز آجائیں۔ فافھم و باللہ التوفیق۔

بدو کے گستاخانہ جملے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا غصہ

۵۵۷۶/۲۹ وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ اَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْرَابِيٌّ فَقَالَ جُهِدَتِ الْاَنْفُسُ وَجَاعَ الْعِيَالُ وَنُهِكَتِ الْاَمْوَالُ وَهَلَكَتِ الْاَنْعَامُ فَاسْتَسْقِ اللّٰهَ لَنَا فَاِنَّا نَسْتَشْفِعُ بِكَ عَلَى اللّٰهِ وَنَسْتَشْفِعُ بِاللّٰهِ عَلَيْكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبْحَانَ اللّٰهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ فَمَا زَالَ يُسَبِّحُ حَتّٰى عُرِفَ ذٰلِكَ فِيْ وُجُوْهِ اَصْحَابِهٖ ثُمَّ قَالَ وَيْحَكَ اِنَّهٗ لَا يُسْتَشْفَعُ بِاللّٰهِ عَلٰى اَحَدٍ شَاْنُ اللّٰهِ اَعْظَمُ مِنْ ذٰلِكَ وَيْحَكَ اَتَدْرِيْ مَا اللّٰهُ اِنَّ عَرْشَهٗ عَلٰى سَمٰوٰتِهٖ لَهٰكَذَا وَقَالَ بِاَصَابِعِهٖ مِثْلَ الْقُبَّةِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَيَئِطُّ بِهٖ اَطِيْطَ الرَّحْلِ بِالرَّاكِبِ۔ (رواہ ابو داؤد)

اخرجه ابو داود ۵/ ۹۴ حديث رقم ۴۷۲۶ والنسائي ۳/ ۱۶ حديث رقم ۱۵۲۸ واحمد في المسند ۳/ ۲۵۶۔

ترجمہ: حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بدو نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ جانیں مشقت میں مبتلا ہوگئیں۔ بال بچے بھوکوں مر رہے ہیں۔ مال کا نقصان ہو رہا ہے اور مویشی ہلاک ہو رہے ہیں اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے بارش کی دعا مانگیں ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کو سفارشی بناتے ہیں اور آپ کی خدمت میں اللہ تعالیٰ کو سفارشی بناتے ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سبحان اللہ سبحان اللہ کہا اور پھر آپ مسلسل سبحان اللہ کہتے رہے یہاں تک کہ اس کا اثر صحابہ کرام کے چہروں پر نمایاں ہوگیا۔ پھر فرمایا تم پر افسوس ہے اللہ تعالیٰ کو کسی کے سامنے سفارشی نہیں بنایا جاتا۔ اس کی شان اس سے بلند و بالا ہے تم پر افسوس ہے کیا تم جانتے ہو کہ اس کا عرش آسمانوں کے اوپر ہے اور انگلیوں کے اشارے سے بتلایا کہ وہ قبہ کی طرح ان پر محیط ہے اور اس سے چرچر کی اسی طرح آواز نکلتی ہے جیسا کجاوہ سوار کی وجہ سے چرچراتا ہے۔ (ابوداؤد)

تشریح ۞ فَإِنَّا نَسْتَشْفِعُ بِكَ عَلَى اللّٰهِ: ہم اللہ تعالیٰ سے فریاد رسی کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری شفاعت کی توفیق بخشے۔

ایک وہم:

ظاہر عبارت سے قدرت میں آپ کی برابری اور مشارکت کا وہم ہوتا ہے حالانکہ ذات باری تعالیٰ تو مشارکت سے پاک ہے اور قادر مطلق ہے اور آپ کو اللہ تعالیٰ کے کاموں میں مطلق طور پر دخل نہیں جیسا کہ **لیس لك من الامر شیء**۔ یعنی آپ کو کسی کام میں کچھ دخل نہیں'' اور فرمایا **من ذالذی یشفع عنده الا باذنه** اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی اجازت کے بغیر کون سفارش کرنے والا ہے۔ اسی وجہ سے آپ کو اس کا کہنا پسند نہ آیا اور تعجب کے طور پر آپ نے سبحان اللہ سبحان اللہ کہنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ تعجب و غضب کے اثرات آپ کے چہرہ مبارک پر نمایاں ہوگئے اور صحابہ کرام نے سمجھ لیا کہ آپ اس کے اس انداز سے ناراض ہیں۔ چنانچہ وہ اللہ کے رسول کی ناراضی سے پریشان ہوئے اور ان کے چہروں کا رنگ فق ہوگیا۔ جب آپ نے ان کے خوف و پریشانی کو ملاحظہ فرمایا تو تسبیح کو روک دیا اور اس بدو کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔

وَيْحَكَ وَإِنَّهُ لَا يُسْتَشْفَعُ بِاللّٰهِ عَلَى أَحَدٍ: میاں سنو! عرش الٰہی بھی اس کی عظمت کے سامنے اس طرح عاجز ہے جس طرح پالان سوار کے سامنے عاجزی سے چرچراتا ہے۔ یہ تمثیل اس اعرابی کے ذہن کے موافق فرمائی تا کہ اس کو سمجھ آسکے۔ **اطیط**: پالان کا آواز دینا۔ حاصل یہ ہوا کہ اس کی ذات عظمت و شان والی ہے اس کو غیر کے ہاں شفیع نہیں بنایا جاتا اس میں دوسرے کی عظمت کو اس کی عظمت پر بڑھانا لازم آتا ہے۔

حملۃ العرش کی جسامت

۳۰/۵۵۷۷ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُذِنَ لِيْ أَنْ أُحَدِّثَ عَنْ مَلَكٍ مِنْ مَلٰئِكَةِ اللّٰهِ مِنْ حَمَلَةِ الْعَرْشِ إِنَّ مَابَيْنَ شَحْمَةِ أُذُنَيْهِ إِلٰى عَاتِقِهِ مَسِيْرَةُ سَبْعِمِائَةِ عَامٍ۔

(رواه ابو داؤد)

اخرجه ابوداود في السنن ۹۶/۵ حديث رقم ۴۷۲۷۔

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے اجازت دی گئی کہ عرش کو اٹھانے والے فرشتوں میں سے ایک کے متعلق بتلادوں کہ اس کے کانوں کی لو اور دونوں کندھوں کے درمیان سات سو برس کی مسافت کے برابر فاصلہ ہے۔ (ابوداؤد)

تشریح ۞ عرش الٰہی کی عظمت کو سمجھانے کے لئے فرمایا کہ اس کو اٹھانے والے فرشتوں میں سے ایک کے کانوں کی لو اور کندھوں کے درمیان کا فاصلہ سات سو سال کا ہے۔ سبحان الله ما اعظم شانه۔

جبرائیل علیہ السلام نے رب کو نہیں دیکھا

۳۱/۵۵۷۸ وَعَنْ زُرَارَةَ بْنِ اَوْفٰى اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِجِبْرَئِيْلَ هَلْ رَاَيْتَ رَبَّكَ فَانْتَفَضَ جِبْرَائِيْلُ وَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اِنَّ بَيْنِيْ وَبَيْنَهٗ سَبْعِيْنَ حِجَابًا مِنْ نُوْرٍ لَوْ دَنَوْتُ مِنْ بَعْضِهَا لَاحْتَرَقْتُ هٰكَذَا فِي الْمَصَابِيْحِ وَرَوَاهُ اَبُوْ نُعَيْمٍ فِي الْحِلْيَةِ عَنْ اَنَسٍ اِلَّا اَنَّهٗ لَمْ يَذْكُرْ فَانْتَفَضَ جِبْرَئِيْلُ۔

ابونعيم في الحلية۔

ترجمہ: حضرت زرارہ بن اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام سے دریافت کیا کیا تم نے اپنے رب کو دیکھا ہے حضرت جبرائیل کانپنے لگے اور عرض کیا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میرے اور اس کے درمیان نور کے ستر حجاب ہیں اگر میں کسی کے قریب جاؤں تو جل جاؤں گا۔ مصابیح میں اسی طرح ہے اس کو حلیہ میں ابونعیم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے مگر اس میں جبرائیل علیہ السلام کے کانپنے کا ذکر نہیں۔

تشریح ۞ زُرَارَةَ بْنِ اَوْفٰى: ثقہ تابعین میں سے ہیں بصرہ کے قاضی رہے۔ عبادت گزار، عالم، فاضل تھے۔ حدیث حضرت ابن عباس، ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے سنی۔ نماز فجر کی امامت کر رہے تھے فاذا نقر في الناقور۔ پر پہنچے تو چیخ نکلی اور جاں بحق ہو گئے۔ یہ ۷۳ھ ولید بن عبدالملک کا زمانہ تھا۔ مگر ملا علی القاری کہتے ہیں کہ مؤلف ان کو صحابہ میں شمار کرتے ہیں اور ان کی وفات کا زمانہ خلافت عثمانی کا ذکر کرتے ہیں۔

فَانْتَفَضَ جِبْرَائِيْلُ: اس سوال کی عظمت کے تصور سے جبرائیل کانپ اٹھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ دار البقاء میں رؤیت برحق ہے۔ اگر وہ محال ہوتی تو اس کا سوال نہ کیا جاتا۔ اس بارے میں اختلاف ہے کہ قیامت میں خباب اور ملائکہ کو رؤیت ہوگی یا نہیں۔ اگرچہ رؤیت موجب قربت ہے مگر جبرائیل ہیبت کی وجہ سے کانپ اٹھے۔

اِنَّ بَيْنِيْ وَبَيْنَهٗ: اس سے کمال ذات حق واضح ہوتا ہے اور مخلوق ملکی کی کمزوری معلوم ہوتی ہے اور یہ حجاب جبرائیل علیہ السلام کی نسبت سے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ محجوب مغلوب ہوتا ہے پس یہ حجاب مخلوق کے لحاظ سے ہے جس میں بڑا نقص مخلوق ہوتا ہے اور خالق ذوالجلال اپنی تمام صفات کمالیہ والا ہے۔ پس اس کے سامنے اپنی مخلوق کے لئے کوئی حاجب نہیں۔ یہاں ستر کا عدد مذکور ہے اور دوسری روایت میں ستر ہزار آیا ہے پس یہ کثرت سے کنایہ ہے۔

اسرافیل اور بارگاہِ ربی

۳۲/۵۵۷۹ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اِسْرَافِيْلَ مُنْذُ يَوْمَ خَلَقَهُ صَافًا قَدَمَيْهِ لَا يَرْفَعُ بَصَرَهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الرَّبِّ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى سَبْعُوْنَ نُوْرًا مَا مِنْهَا مِنْ نُوْرٍ يَدْنُوْا مِنْهُ اِلَّا احْتَرَقَ۔ (رواہ الترمذی وصححہ)

اخرجه البيهقي ضمن حديث طويل في شعب الايمان ۱/۱۷۶ حديث رقم ۱۵۷۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے جس دن حضرت اسرافیل کو پیدا فرمایا وہ اپنے قدموں پر کھڑے، نگاہ نہ اٹھاتے تھے۔ ان کے اور رب تعالیٰ کے درمیان ستر نور ہیں اور ہر نور ایسا ہے کہ اگر وہ اس سے قریب ہوں تو جل جائیں۔ (ترمذی)

تشریح ① لَا يَرْفَعُ بَصَرَهُ یعنی وہ ادب کی وجہ سے آسمان کی طرف نگاہ نہ اٹھاتے تھے۔ ② صور سے ادھر ادھر نگاہ نہیں اٹھاتے۔ اس سے مراد منتظر اور مستعد رہنا ہے کہ شاید ابھی حکم ہو جائے۔

آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دستِ قدرت سے بنایا

۳۳/۵۵۸۰ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ اٰدَمَ وَذُرِّيَّتَهُ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يَا رَبِّ خَلَقْتَهُمْ يَاْكُلُوْنَ وَيَشْرَبُوْنَ وَيَنْكِحُوْنَ وَيَرْكَبُوْنَ فَاجْعَلْ لَهُمُ الدُّنْيَا وَلَنَا الْاٰخِرَةَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَا اَجْعَلُ مَنْ خَلَقْتُهُ بِيَدَيَّ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ كَمَنْ قُلْتُ لَهُ كُنْ فَكَانَ۔

(رواه البيهقي في شعب الايمان)

رواه البيهقي في شعب الايمان ۱/۱۷۲ حديث رقم ۱۷۲۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم اور ان کی اولاد کو پیدا فرمایا تو فرشتوں نے عرض کیا یارب! تو نے انہیں پیدا کیا وہ کھائیں گے۔ پئیں گے، سوار ہوں نکاح کریں گے۔ تو ان کے لئے دنیا کر دے اور آخرت ہمارے لئے کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس کو میں نے اپنے دست قدرت سے بنایا اور جس میں میں نے اپنی روح پھونکی اسے اس مخلوق کی طرح نہ کروں گا جس سے میں نے کہا ہو جا تو وہ ہوگئی۔ (بیہقی شعب)

تشریح ① فَاجْعَلْ لَهُمُ الدُّنْيَا وَلَنَا الْاٰخِرَةَ: اے اللہ! یہ دنیا سے فائدہ اٹھا رہے ہیں اور ہم اس سے محروم ہیں۔ ان کے لئے فقط دنیا میں مقرر فرما اور ہمارے لئے آخرت تا کہ ہم میں ان میں برابری ہو۔ ان دونوں چیزوں کا کسی کو مل جانا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اضافہ ہے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَا اَجْعَلُ: علامہ طیبی کا قول: اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم بزرگی میں اس شخص کے برابر کیسے ہو سکتے ہو جس کو میں نے دستِ قدرت سے پیدا فرمایا کسی اور کے سپرد نہیں کیا اور اپنی طرف سے اس میں روح ڈالی اور وہ آدم ہیں اور ان کی اولاد ہے! اے فرشتو! تمہیں امر کن سے پیدا فرمایا۔

من روحی: یہ روح کی اضافت ذات باری تعالیٰ کی طرف عظمت کے لئے کی گئی ہے جیسے بیت اللہ۔

ابن الملک رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

کرامت وقربت میں بشر وفرشتہ برابر نہیں ہو سکتے بلکہ بشر کی کرامت زیادہ ہے اور اس کا مقام اعلیٰ ہے۔ یہ روایت ان دلائل میں سے ہے جو اہل سنت بشر کی ملک پر فضیلت کے لئے دیتے ہیں۔ اس کی وجہ ہماری سمجھ میں یہ ہے کہ فرشتے فطرۃً معصوم ہیں۔ پس وہ دوزخ سے محفوظ ہوئے اور نعیم سے محروم ہوئے اور بشر کو مکلف بنایا پس اطاعت اختیار کرنے اور معصیت سے گریز کی بناء پر ثواب کا حقدار بنا اور جس نے دونوں سے اعراض کیا وہ دارین میں مستحق عقاب وعذاب ٹھہرا۔

الفصل الثالث:

کامل مؤمن بعض فرشتوں سے بہتر ہے

۳۴/۵۵۸۱ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُؤْمِنُ اَكْرَمُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ بَعْضِ مَلَآئِكَتِهٖ۔ (رواه ابن ماجة)

اخرجه ابن ماجه ۲/ ۱۳۰۱ حديث رقم ۳۹٤۷۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مؤمن اللہ تعالیٰ کے نزدیک بعض فرشتوں سے زیادہ عزت والا ہے۔ (ابن ماجہ)

تشریح ⊙ اَلْمُؤْمِنُ اَكْرَمُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ بَعْضِ مَلَآئِكَتِهٖ: ① خاص فرشتوں سے یا ② عام فرشتوں سے جو کہ برگزیدہ ہیں۔

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

مؤمن سے بھی عوام اور ملائکہ سے بھی عوام مراد ہیں۔

محی السنہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

عوام مؤمن عوام ملائکہ سے افضل ہیں اور خواص مؤمن خواص ملائکہ سے افضل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ۔ وہ لوگ جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ اختیار کیے وہی بہترین مخلوق ہیں۔ اس آیت کو اہل سنت نے اس بات کی دلیل بنایا کہ انسان ملائکہ سے افضل ہے۔

تنبیہ: خواص مؤمنین:

خواص مؤمنین سے مراد انبیاء ورسل علیہم السلام ہیں اور خواص ملائکہ سے جبرائیل، اسرافیل علیہما السلام مراد ہیں اور عوام مؤمنین سے مراد کامل مؤمن یعنی اولیاء وشہداء وصالحین یہ تفصیل اس اجمال سے بہتر ہے کہ بشر ملک سے افضل ہے اور حدیث: المؤمن اعظم

حرمة من الكعبة...... ابن ماجہ میں دو اسناد سے مروی ہے۔

تخلیق آدم جمعہ کے دن عصر کے بعد

۳۵/۵۵۸۲ وَعَنْهُ قَالَ اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِىْ فَقَالَ خَلَقَ اللّٰهُ التُّرْبَةَ يَوْمَ السَّبْتِ وَخَلَقَ فِيْهَا الْجِبَالَ يَوْمَ الْاَحَدِ وَخَلَقَ الشَّجَرَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَخَلَقَ الْمَكْرُوْهَ يَوْمَ الثُّلٰثَاءِ وَخَلَقَ النُّوْرَ يَوْمَ الْاَرْبِعَاءِ وَبَثَّ فِيْهَا الدَّوَابَّ يَوْمَ الْخَمِيْسِ وَخَلَقَ اٰدَمَ بَعْدَ الْعَصْرِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فِىْ اٰخِرِ الْخَلْقِ وَاٰخِرِ سَاعَةٍ مِّنَ النَّهَارِ وَفِيْمَا بَيْنَ الْعَصْرِ وَاِلَى اللَّيْلِ۔

اخرجه مسلم ٤/ ٢١٤٩ حديث رقم (٢٧-٢٧٨٩)۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کے دن مٹی پیدا فرمائی۔ اتوار کے دن اس میں پہاڑ پیدا کیے اور سوموار کے دن اس میں درخت پیدا کیے اور منگل کے دن ناپسندیدہ چیزیں پیدا فرمائیں اور بدھ کے روز نور پیدا فرمایا۔ جمعرات کے روز میں جانور پھیلائے اور آخری مخلوق آدم علیہ السلام کو جمعہ کے دن عصر کے بعد پیدا فرمایا اور یہ دن کی آخری گھڑی تھی جو عصر سے رات تک ہے۔ (مسلم)

تشریح ۞ خَلَقَ اللّٰهُ التُّرْبَةَ: ہفتہ کے دن کا آخری حصہ مراد ہے جس کو عشیہ اور الاحد کہا جاتا ہے پس وہ اتوار ہی کے حکم میں ہے۔ پس یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے منافی نہیں: وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ......

خَلَقَ فِيْهَا الْجِبَالَ --- اَلنُّوْرَ: مسلم میں نوری ہے اور بعض نسخوں میں راء کی بجائے نون ہے ممکن ہے کہ روشنی اور مچھلی کو ایک دن میں پیدا فرمایا ہو۔

خَلَقَ اٰدَمَ: اس کا نام جمعہ اسی لئے پڑا کہ اس میں تخلیق کو جمع کر دیا۔ یہ گھڑی نہایت قبولیت والی ہے۔

بادل زمین کا ساقی

۳۶/۵۵۸۳ وَعَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا نَبِىُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ وَاَصْحَابُهٗ اِذَا اَتٰى عَلَيْهِمْ سَحَابٌ فَقَالَ نَبِىُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَا هٰذَا قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ هٰذِهِ الْعَنَانُ هٰذِهٖ رَوَايَا الْاَرْضِ يَسُوْقُهَا اللّٰهُ اِلٰى قَوْمٍ لَا يَشْكُرُوْنَهٗ وَلَا يَدْعُوْنَهٗ ثُمَّ قَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَا فَوْقَكُمْ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّهَا الرَّقِيْعُ سَقْفٌ مَّحْفُوْظٌ وَمَوْجٌ مَّكْفُوْفٌ ثُمَّ قَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَا بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهَا قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهَا خَمْسُمِائَةِ عَامٍ ثُمَّ قَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَا فَوْقَ ذٰلِكَ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ سَمَاءَانِ بُعْدُ مَا بَيْنَهُمَا خَمْسُمِائَةِ ثُمَّ قَالَ كَذٰلِكَ حَتّٰى عَدَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ مَا بَيْنَ كُلِّ سَمَائَيْنِ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ ثُمَّ قَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَا فَوْقَ ذٰلِكَ قَالُوا اللّٰهُ

وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ اِنَّ فَوْقَ ذٰلِكَ الْعَرْشَ وَبَيْنَهٗ وَبَيْنَ السَّمَآءِ بُعْدُ مَا بَيْنَ السَّمَآئَيْنِ ثُمَّ قَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَا الَّذِیْ تَحْتَكُمْ قَالُوْا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ اِنَّهَا الْاَرْضُ ثُمَّ قَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَا تَحْتَ ذٰلِكَ قَالُوْا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ اِنَّ تَحْتَهَا اَرْضًا اُخْرٰی بَيْنَهُمَا مَسِيْرَةُ خَمْسِمِائَةِ سَنَةٍ حَتّٰی عَدَّ سَبْعَ اَرَضِيْنَ بَيْنَ كُلِّ اَرْضِيْنَ مَسِيْرَةُ خَمْسِمِائَةِ سَنَةٍ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَوْ اَنَّكُمْ دَلَّيْتُمْ بِحَبْلٍ اِلَی الْاَرْضِ السُّفْلٰی لَهَبَطَ عَلَی اللّٰهِ ثُمَّ قَرَاَ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ (رواه احمد والترمذی وقال) قِرَاءَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاٰيَةَ تَدُلُّ عَلٰی اَنَّهٗ اَرَادَ لَهَبَطَ عَلٰی عِلْمِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ وَسُلْطَانِهٖ وَعِلْمُ اللّٰهِ وَقُدْرَتُهٗ وَسُلْطَانُهٗ فِیْ كُلِّ مَكَانٍ وَهُوَ عَلَی الْعَرْشِ كَمَا وَصَفَ نَفْسَهٗ فِیْ كِتَابِهٖ۔

اخرجه ابو داود ۹۳/۵ حديث رقم ۴۷۲۳ والترمذی ۳۷۶/۵ حديث رقم ۳۲۹۸ وابن ماجه ۶۹/۱ حديث رقم ۱۹۳ واحمد فی المسند ۲۰۶/۱۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام بیٹھے تھے کہ اچانک بادل آیا۔ آپ نے دریافت فرمایا کیا تم جانتے ہو یہ کیا ہے؟ عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ یہ بادل ہے جو زمین کا ساقی ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو اس قوم کی طرف لے جاتا ہے جو نہ اس کا شکر کریں اور نہ اس سے دعا مانگیں۔ پھر آپ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے اوپر کیا ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول اس کو زیادہ جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ بلندی ایک محفوظ چھت ہے اور رکی ہوئی موج ہے۔ پھر فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے اور اس کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ تو صحابہ کرام نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول کو معلوم ہوگا ارشاد فرمایا تمہارے اور آسمان کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے۔ پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ اس کے اوپر کیا ہے؟ عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی جانتے ہیں۔ فرمایا ہر دو آسمان کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے۔ اسی طرح سات آسمان گنائے اور بتلایا کہ ہر دو آسمانوں کے درمیان وہ فاصلہ ہے جو آسمان و زمین کے درمیان ہے۔ پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ ان سب کے اوپر کیا ہے؟ ہم نے عرض کیا (اللہ و رسولہ اعلم) اللہ اور اس کے رسول کو معلوم ہوگا۔ ارشاد فرمایا ان کے اوپر عرش الٰہی ہے اور اس کے اور آخری آسمان کے درمیان وہی فاصلہ ہے جو دو آسمانوں کے درمیان ہے۔ پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے نیچے کیا ہے؟ عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی جانتے ہیں۔ فرمایا اس کے نیچے دوسری زمین ہے جن کے مابین پانچ سو سال کا فاصلہ ہے یہاں تک کہ آپ نے اسی طرح سات زمینیں شمار فرمائیں اور دو زمینوں کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ بتلایا اور پھر ارشاد فرمایا اللہ کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر تم سب سے نیچے والی زمین کی طرف کوئی چیز لٹکاؤ تو وہ بھی اللہ ہی کی طرف لوٹے گی پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ ...... یعنی وہ اول ہے اور آخر ہے اور ظاہر ہے اور باطن اور وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ (احمد، ترمذی) ترمذی نے کہا کہ یہ آیت جناب رسول اللہ ﷺ نے تلاوت فرما کر یہ ظاہر فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ کا علم اور اس کی قدرت اور اس کی سلطنت ہر جگہ پر ہے اور وہ عرش پر ہے جیسا اس کی ذات کے لائق ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اس نے فرما دیا۔

تشریح: ہٰذِهِ الْعَنَانُ: یہ بادل کا نام ہے۔

رَوَايَا الْاَرْضِ: جمع راوية پانی کھینچے والا اونٹ۔ اس ابر کو زمین پر پانی برسانے میں کھیتی سینچے والے اونٹ سے تشبیہ دی ہے۔

يَسُوْقُهَا اللّٰهُ: بھیجتے اللہ تعالیٰ ہیں اور یہ اس کی نسبت ستاروں کی طرف کر کے اس کی ناشکری کرتے ہیں۔

وَلَا يَدْعُوْنَهٗ: نہ اللہ تعالیٰ کو پکارتے اور نہ اس کی عبادت کرتے ہیں بلکہ بتوں کو پوجتے اس میں ناشکروں کی شکایت ہے اللہ تعالیٰ کا کرم عمیم دیکھ کر پھر بھی اس کی طرف نہیں جھکتے۔

الرَّقِيْعُ: سے آسمان دنیا یا ہر آسمان۔

اِنَّهَا الْاَرْضُ --- بَيْنَهُمَا مَسِيْرَةُ خَمْسِ مِائَةٍ: اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ زمینوں کی باہمی مسافت بھی اس قدر ہے جس قدر آسمانوں میں باہم پائی جاتی ہے۔ پس وہ لوگ جو طبقات ارضی کو متصل مانتے ہیں اور ان کو ملا ہوا قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں زمین کو اسی لئے مفرد لایا گیا ہے اور آسمانوں کو جمع لایا گیا ہے وہ اس روایت کے خلاف ہے اور شاید زمین کو مفرد اس لئے لائے کیونکہ ہر زمین اپنے طور پر مستقل ہے دوسری زمین اور اس کے کسی معاملے سے تعلق نہیں اور آسمان میں ہر ایک کا دوسرے سے تعلق ہے۔

وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ: اگر سب سے نچلی زمین کی طرف لٹکائی جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کے علم، ملک اور قدرت میں ہے۔ جیسا کہ ترمذی نے تصریح کی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم وقدرت جس طرح آسمانوں کو محیط ہے اسی طرح زمینوں کو اور ان کے نیچے والی چیزوں کو محیط ہے۔ یہ اس فہم کے سمجھانے کے لئے ہے جو یہ سمجھ بیٹھے کہ اوپر والی چیزوں پر تو اسے قابو وقدرت ہے مگر زمین اور اس کے اندر اور نیچے والی چیزوں پر نہیں۔ اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ معراج یونس مچھلی کے پیٹ میں تھی جیسے معراج محمدی آسمانوں پر تھی۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ۔ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ سے علم الٰہی ثابت ہوا اور اس کی قدرت: هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ۔ وہ ایسا اول ہے کہ ہر چیز اس کے ہاتھ میں ہے اور ان کو عدم سے وجود دیتا ہے۔ وہ آخر ایسا ہے کہ سب فنا ہو جائے گا اور وہی باقی رہے گا اور اس کا غلبہ وتصرف وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ سے سمجھا گیا۔

ازھری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

محاورہ ہے: ظهرت علي فلان اذ اغلبته۔ پس معنی یہ ہے کہ وہ ایسا غالب ہے جو سب چیزوں پر غالب ہے اور اس پر کوئی غالب نہیں۔ وہ اپنی مخلوق میں اس طرح تصرف کرتا ہے کہ اس کو چیزوں پر پورا استیلاء وغلبہ حاصل ہے اس سے اوپر کوئی نہیں کہ جو اسے منع کرے اور اسے کسی چیز سے روک سکے اور وہ ایسا باطن ہے کہ اس کے سواء کہیں ماویٰ اور ملجا نہیں ہے۔

عِلْمِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ: قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى۔ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ۔ اگرچہ ظاہری طور پر آیت سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ وہ جہت ومکان والا ہے مگر حقیقت میں یہ کنایہ ہے اور اس سے مراد اس کی سلطنت کا ظہور اور علم وقدرت کا وضوح ہے۔

سراپا آدم کی درازی

۲۷/۵۵۸۴ وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ طُوْلُ اٰدَمَ سِتِّيْنَ ذِرَاعًا سَبْعَ اَذْرُعٍ عَرْضًا۔

اخرجه احمد فی المسند ۲/۵۳۵۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آدم علیہ السلام کے جسم مبارک کی لمبائی ساٹھ ہاتھ اور چوڑائی سات ہاتھ تھی۔

تشریح ۞ طُوْلُ اٰدَمَ: ذراع کہنی سے لے کر درمیانی انگلی کے سرتک کی لمبائی کو کہا جاتا ہے۔ شرعی گز اسی کو کہا جاتا ہے اور ① یہاں آدم علیہ السلام کا ہاتھ مراد ہے۔ ② اس وقت کے لوگوں کا ہاتھ مراد ہے۔ ظاہر یہی ہے کہ اسی وقت کے لوگوں کا ہاتھ مراد ہو کیونکہ اگر آدم علیہ السلام کا ہاتھ مراد ہو تو پھر یہ ان کے قد کا ساٹھواں حصہ ہونا چاہئے اور ان کے جسم کی طولانی کے لحاظ سے بہت چھوٹا اور مناسبت سے بعید تر ہے۔

آدم پہلے نبی اور مکلّم باللہ

۳۸/۵۵۸۵ وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّ الْاَنْبِيَاءِ كَانَ اَوَّلَ قَالَ اٰدَمُ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَنَبِيٌّ كَانَ قَالَ نَعَمْ نَبِيٌّ مُكَلَّمٌ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَمِ الْمُرْسَلُوْنَ قَالَ ثَلٰثُمِائَةٍ وَبِضْعَةَ عَشَرَ جَمًّا غَفِيْرًا وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ قَالَ اَبُوْذَرٍّ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمْ وَفَاءُ عِدَّةِ الْاَنْبِيَاءِ قَالَ مِائَةُ اَلْفٍ وَاَرْبَعَةٌ وَّعِشْرُوْنَ اَلْفًا اَلرُّسُلُ مِنْ ذٰلِكَ ثَلٰثُمِائَةٍ وَخَمْسَةَ عَشَرَ جَمًّا غَفِيْرًا۔

اخرجه احمد فی المسند ۵/۱۷۸۔

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے کہا یارسول اللہ! پہلا پیغمبر کون تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدم۔ میں نے عرض کیا کیا وہ نبی تھے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ نبی تھے جن سے اللہ نے کلام کیا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! رسولوں کی تعداد کتنی تھی؟ فرمایا تین سو اور دس سے کچھ اوپر ایک بڑی جماعت۔ حضرت ابوامامہ نے حضرت ابوذر سے جو روایت کی ہے اس میں مذکور ہے کہ میں نے عرض کیا تمام انبیاء کی تعداد کتنی تھی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک لاکھ چوبیس ہزار اور ان میں رسولوں کی تعداد تین سو پندرہ کا جم غفیر تھا۔ (احمد)

تشریح ۞ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّ الْاَنْبِيَاءِ:

نبی اور رسول میں فرق:

رسول وہ ہے جس پر کتاب اتاری جائے اور اسے اس کے پہنچانے کا حکم ہو اور نبی عام ہے خواہ اس پر کتاب اتاری جائے یا نہ اتاری جائے اور اسے حکم تبلیغ کا ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔

تعداد انبیاء:

اس روایت میں ایک لاکھ چوبیس ہزار اور دوسری روایت میں دو لاکھ چوبیس ہزار بھی وارد ہوئی ہے۔ اس سخت اختلاف کی وجہ سے تعداد انبیاء علیہم کے متعین کرنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ بلکہ اجمالی طور پر اس طرح کہنا چاہئے کہ ہم تمام انبیاء علیہم پر ایمان لاتے ہیں تا کہ ان میں سے کوئی نکل نہ جائے اور دوسرا کوئی داخل نہ ہو جائے۔

اطلاع اور آنکھوں دیکھے کا فرق

۳۹/۵۵۸۶ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْخَبَرُ كَالْمُعَايَنَةِ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَخْبَرَ مُوْسٰى بِمَا صَنَعَ قَوْمُهٗ فِي الْعِجْلِ فَلَمْ يُلْقِ الْاَلْوَاحَ فَلَمَّا عَايَنَ مَا صَنَعُوْا اَلْقَى الْاَلْوَاحَ فَانْكَسَرَتْ رَوَى الْاَحَادِيْثَ الثَّلٰثَةَ اَحْمَدُ۔

اخرجه احمد في المسند ۲۷۱/۱

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اطلاع آنکھوں دیکھنے کی طرح نہیں ہوتی۔ اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو وہ سب کچھ بتلایا جوان کی قوم نے بچھڑے کے سلسلہ میں کیا تھا مگر اس وقت تختیاں نہیں پھینکی مگر جب ان کی حرکت کا معاینہ کیا تو تختیاں ڈال دیں۔ جس سے وہ ٹوٹ گئیں۔ (احمد)

تشریح: لَيْسَ الْخَبَرُ كَالْمُعَايَنَةِ: خبر خواہ کتنی یقینی ہو مگر جو کچھ دیکھنے سے حاصل ہوتا ہے سننے سے وہ حاصل نہیں ہوتا۔ اس کی دلیل موسیٰ علیہ السلام کو خبر دی گئی کہ قوم نے بچھڑا کو پوجنا شروع کر دیا۔ تو اس کا اور خود آ کر موقعہ پر دیکھنے کا اثر الگ الگ تھا۔

اَلْقَى الْاَلْوَاحَ فَانْكَسَرَتْ: غصہ کی وجہ سے ڈالنے کی بنا پر تختیاں ٹوٹ گئیں۔ تختیوں کو ڈالنے میں اس طرف اشارہ تھا کہ ان میں تمہارا فائدہ ہے جب انہوں نے کفر و سرکشی اختیار کی تو فائدہ الواح رکھنے کا نہ رہا۔ مگر ظاہر یہ ہے کہ ٹوٹ جانے کے باوجود ان میں سے کوئی چیز ضائع نہیں ہوئی

بَابُ فَضَائِلِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل

فضائل جمع فضیلۃ (ن۔س)۔ باقی رہنا، زائد ہونا۔ فضل میں غالب آنا (ک) سے صاحب فضل ہونا۔ فضیلت خوبی اضافہ، فضل میں بلند مرتبہ۔ اس باب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوبیاں ذکر کی گئی ہیں۔ آپ کے بے شمار فضائل ہیں۔ اولین و آخرین کے علوم ان خوبیوں کا احاطہ نہیں کر سکتے اور ان کی فضیلت سوائے پروردگار کے کوئی نہیں جانتا۔ بس اسی پر اکتفاء ہے کہ آپ تمام اولاد آدم کے سردار اور ان میں سب سے اعلیٰ و افضل ہیں اور آپ کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مرتبہ ہے اور ان کے

بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کا رتبہ ہے۔ان کے بعد درجات فضیلت میں تصریح نہیں ملتی۔واللہ اعلم

الفصل الاول:

ہمارے آقا اولاد آدم کے افضل ترین طبقہ سے

۵۵۸۷/۱ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بُعِثْتُ مِنْ خَیْرِ قُرُوْنِ بَنِیْ اٰدَمَ قَرْنًا فَقَرْنًا حَتّٰی کُنْتُ مِنَ الْقَرْنِ الَّذِیْ کُنْتُ مِنْهُ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٥٦٦/٦ حدیث رقم ٣٥٥٧ واحمد فی المسند ٣٧٣/٢۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں اولاد آدم کے ہر بہتر طبقے سے مبعوث ہوا ہوں۔یہاں تک کہ وہ طبقہ جس میں میری آمد ہوئی۔(بخاری)

تشریح ۞ بُعِثْتُ مِنْ خَیْرِ قُرُوْنِ: بنی آدم کے طبقات میں سے ہر زمانہ کے بہترین طبقات یعنی فضیلت والے باپوں کی پشت میں رہا ہوں۔بہترین طبقہ سے مراد وہ کہ جن کی پشت میں آپ منتقل ہوتے آئے ہیں۔جیسے اسماعیل علیہ السلام کے بعد کنانہ اور ان کے بعد قریش اور ان کے بعد ہاشمی تھے پھر ان میں عبدالمطلب اور عبداللہ۔

حَتّٰی کُنْتُ: بہتری کا معنی فضائل شریفہ اور فضائل حمیدہ ہیں کہ تعارف میں عقلاء جن کی وجہ سے اہل کرم وجود کی طرح مدح وثناء کریں۔ایمان و دین کے لحاظ سے مراد نہیں۔

بنی ہاشم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چنا

۵۵۸۸/۲ وَعَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰی کِنَانَةَ مِنْ وُلْدِ اِسْمٰعِیْلَ وَاصْطَفٰی قُرَیْشًا مِّنْ کِنَانَةَ وَاصْطَفٰی مِنْ قُرَیْشٍ بَنِیْ هَاشِمٍ وَاصْطَفَانِیْ مِنْ بَنِیْ هَاشِمٍ (رواه مسلم وفی روایة للترمذی) اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰی مِنْ وُلْدِ اِبْرَاهِیْمَ اِسْمٰعِیْلَ وَاصْطَفٰی مِنْ وُلْدِ اِسْمٰعِیْلَ بَنِیْ کِنَانَةَ۔

اخرجه مسلم ١٧٨٢/٤ حدیث رقم (١-٢٢٧٦) واخرجه الترمذی ٥٤٤/٥ حدیث رقم ٣٦٠٥ واحمد فی المسند ١٠٧/٤۔ (١) الجامع الصغیر ١٠٥/١ حدیث رقم ١٦٨٢ (١) الجامع الصغیر ١٠٥/١ حدیث رقم ١٦٨٣۔

ترجمہ: حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد اسماعیل میں سے کنانہ کو چنا اور کنانہ کی اولاد میں سے قریش کو چنا اور قریش میں سے بنی ہاشم کو چنا اور بنی ہاشم میں سے مجھے چنا۔(مسلم) ترمذی کی روایت میں یہ ہے کہ اولاد ابراہیم میں سے اسماعیل کو اور اولاد اسماعیل میں سے بنی کنانہ کو چنا۔

تشریح ۞ قُرَیْشًا مِّنْ کِنَانَةَ: نضر بن کنانہ کی اولاد کو قریش کہا جاتا ہے۔یہ شہروں میں منتشر تھے۔ان کو قصی بن کلاب نے مکہ میں جمع کیا اور ان کا لقب قریش رکھا کیونکہ اس نے ان کو جمع کیا اسے قرشهم۔کنانہ کی اولاد میں نضر کی اولاد کا لقب

قریش پڑا اور کسی کو قریش نہ کہا گیا۔ لانہ لم یقرشوا کیونکہ وہ جمع نہ ہوئے۔ مشہور عام یہ ہے کہ یہ ایک سمندری جانور کا نام ہے جو نہایت زور آور ہوتا ہے۔ صاحب صحاح نے ذکر کیا کہ ان کا لقب قریش اس لئے پڑا کہ سمندر میں ایک مچھلی کا نام قریش ہے جو تمام مچھلیوں کو کھا جاتی ہے اور اس کو کوئی مچھلی نہ کھاتی اور نہ اس پر غالب آتی ہے۔ صاحب قاموس نے بھی یہی وجہ لکھی ہے یہ تمام قبائل پر غالب آئے اس لئے قریش کہلائے۔

وَاصْطَفَانِیْ مِنْ بَنِیْ هَاشِمٍ: آپ ﷺ عظمت والوں کا خلاصہ در خلاصہ ہیں۔ صاحب شرح السنۃ نے آپ کا نسب نامہ اس طرح لکھا ہے۔ ابوالقاسم محمد بن عبداللہ عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النصر بن کنانۃ بن خزیمۃ بن مدرکہ بن الیاس بن نضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ عدنان کے بعد آپ کا سلسلہ نسب کسی کو صحیح یاد نہیں۔ اگرچہ مؤرخین نے حضرت آدم علیہ السلام تک کا سلسلہ نسب ملایا ہے۔ مگر عدنان کے بعد والوں کے سلسلہ میں آپ نے فرمایا: کذب النسابون..... ۔

سید اولاد آدم

۳/۵۵۸۹ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَاَوَّلُ مَنْ یَنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ وَاَوَّلُ شَافِعٍ وَاَوَّلُ مُشَفَّعٍ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم في صحيحه ١٧٨٢/٤ حديث رقم (٣-٢٢٧٨) وابو داؤد ٥٤/٥ حديث رقم ٤٦٧٣ والترمذي ٤٨/٥ حديث رقم ٣٦١٥ والدارمي ٤١/١ حديث رقم ٥٢ واحمد في المسند ٢/٣۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن میں اولاد آدم کا سردار ہوں گا اور پہلا شخص ہوں گا جس کی قبر شق ہوگی اور پہلا سفارش کرنے والا اور میں پہلا وہ شخص ہوں گا جس کی سفارش قبول کی جائے گی۔

تشریح ۞ اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ: یعنی تمام صفات کمال میں بہتر اور عظمت والا ہوں گا۔ آپ تمام لوگوں کے لئے دنیا و آخرت کے سردار ہیں۔

یَوْمَ الْقِیٰمَةِ: قیامت کے دن کی قید روایت میں اس وجہ سے لگائی گئی ہے کہ اس دن آپ کی سرداری کا ظہور بلا نزاع ہوگا اور اس میں کوئی معاند نہ ہوگا۔ دنیا میں تو بہت سے لوگ سرداری کے دعویدار ہیں جیسا مشرکین مکہ کو دیکھ لیں اور قیامت کے دن تو فرشتوں پر آپ کی سرداری کھل جائے گی۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ آپ فرشتوں سے بھی افضل ہیں۔ بعض روایات میں آپ کی عظمت و بزرگی تمام مخلوق پر وارد ہے۔ رہی وہ روایات کہ جن میں لا تفضلونی علی یونس بن متی کے الفاظ ہیں تو ان کا جواب یہ ہے کہ ایسی فضیلت نہ دو کہ جس سے ان کی تنقیص ہو۔

اَوَّلُ مَنْ یَنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ: اس میں دلیل ہے کہ آپ ﷺ افضل المخلوقات اور اکمل الموجودات ہیں۔

امتیوں کی زیادہ تعداد والا

۴/۵۵۹۰ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا اَكْثَرُ الْاَنْبِيَاءِ تَبَعًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ يَّقْرَعُ بَابَ الْجَنَّةِ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم ۱۸۸/۱ حدیث رقم (۱۹۶/۳۳۱)۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں قیامت کے دن امتیوں کی تعداد کے لحاظ سے سب سے زیادہ ہوں گا اور میں وہ پہلا شخص ہوں گا جو جنت کا دروازہ کھٹکھٹائے گا۔ (مسلم)

تشریح: اَنَا اَكْثَرُ الْاَنْبِيَاءِ تَبَعًا: پہلے روایت گزری ہے کہ آپ کی امت کل اہل جنت کی دو ثلث ہے اس سے معلوم ہوا کہ تبعین کی کثرت متبوع کے افضل ہونے کی علامت ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا اس میں بڑا حصہ ہے کیونکہ ان کے پیروکار سب سے زیادہ ہیں۔ اسی طرح قراء میں امام عاصم کہ ان کا قراءت میں پیرو بہت زیادہ ہیں۔

جنت کا دروازہ کھٹکھٹانے والا

۵/۵۵۹۱ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰتِىْ بَابَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَسْتَفْتِحُ فَيَقُوْلُ الْخَازِنُ مَنْ اَنْتَ فَاَقُوْلُ مُحَمَّدٌ فَيَقُوْلُ بِكَ اُمِرْتُ اَنْ لَّا اَفْتَحَ لِاَحَدٍ قَبْلَكَ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم في صحيحه ۱۸۸/۱ حديث رقم (۳۳۳۔۱۹۶) واحمد في المسند ۱۳۶/۳۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں قیامت کے دن جنت کا دروازہ کھولنے کے لئے کھٹکھٹاؤں گا تو خازن کہے گا کہ آپ کون ہیں؟ میں کہوں گا میں محمد ہوں تو وہ کہے گا کہ مجھے آپ ہی کے بارے میں حکم ملا ہے کہ میں اور کسی کے لئے آپ سے پہلے دروازہ نہ کھولوں۔ (مسلم)

تشریح: اس سے معلوم ہوا کہ جنت کا دروازہ آپ کے لئے سب سے پہلے کھولا جائے گا یہ آپ کے سب سے افضل ہونے کی بڑی علامت اور دلیل ہے۔ داروغہ جنت کہہ رہا ہے کہ آپ کے لئے سب سے پہلے مجھے کھولنے کا حکم ہے۔ سبحان اللہ

جنت میں پہلا سفارشی

۶/۵۵۹۲ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا اَوَّلُ شَفِيْعٍ فِى الْجَنَّةِ لَمْ يُصَدَّقْ نَبِىٌّ مِّنَ الْاَنْبِيَاءِ مَا صُدِّقْتُ وَاِنَّ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ نَبِيًّا مَا صَدَّقَهٗ مِنْ اُمَّتِهٖ اِلَّا رَجُلٌ وَّاحِدٌ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم في صحيحه ۱۸۸/۱ حديث رقم (۳۳۲۔۱۹۶) واحمد في المسند ۱۴۰/۳۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں جنت میں پہلا سفارشی ہوں گا جس قدر میری تصدیق کی گئی ہے اور کسی پیغمبر کی تصدیق نہیں کی گئی۔ بعض انبیاء ایسے بھی ہوں گے جن کی تصدیق کرنے والا ان کی امت میں سے ایک شخص ہوگا۔ (مسلم)

تشریح: اس روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو فضیلتیں مذکور ہیں۔ ① جنت میں سب سے پہلے سفارشی آپ ہوں گے۔ ② آپ کی نبوت پر ایمان لانے والوں کی تعداد سب سے زیادہ ہوگی۔

نبوت کے محل کی تکمیلی اینٹ

۷/۵۵۹۳ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَثَلِیْ وَمَثَلُ الْاَنْبِیَآءِ كَمَثَلِ قَصْرٍ اُحْسِنَ بُنْیَانُهٗ تُرِكَ مِنْهُ مَوْضِعُ لَبِنَةٍ فَطَافَ بِهِ النُّظَّارُ یَتَعَجَّبُوْنَ مِنْ حُسْنِ بُنْیَانِهٖ اِلَّا مَوْضِعَ تِلْكَ اللَّبِنَةِ فَكُنْتُ اَنَا سَدَدْتُ مَوْضِعَ اللَّبِنَةِ خُتِمَ بِیَ الْبُنْیَانُ وَخُتِمَ بِیَ الرُّسُلُ وَفِیْ رِوَایَةٍ فَاَنَا اللَّبِنَةُ وَاَنَا خَاتِمُ النَّبِیِّیْنَ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری ۵۵۸/٦ حدیث رقم ۳۵۳۵ ومسلم فی صحیحه ۱۷۹۰/٤ حدیث رقم (۲۱-۲۲۸٦) واخرجه الترمذی ٥٤٧/٥ حدیث رقم ۳٦۱۳ واخرجه الدارمی ۳۷/۱ حدیث رقم ۲۰۹ واحمد فی المسند ٤۱۲/۲۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری اور دیگر انبیاء کی مثال ایک محل جیسی ہے جس کی تعمیر شاندار انداز سے کی گئی مگر اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی گئی۔ گھومنے والے اس میں دیکھ کر اس محل کی شاندار عمارت پر تعجب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کاش یہ اینٹ بھی ہوتی تو میں وہی اینٹ ہوں جس نے محل کی اس اینٹ والی جگہ کو پر کر دیا اور مجھ سے عمارت کو مکمل کر دیا گیا اور مجھ پر رسولوں کا اختتام ہوا اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ میں وہ اینٹ ہوں اور میں انبیاء کا خاتم ہوں۔ (بخاری، مسلم)

تشریح: اس روایت میں انبیاء علیہم السلام اور ان کی شریعت اور علم ہدایت کو ایک مضبوط محل سے تشبیہ دی گئی ہے۔ ایسا محل جو عمدہ بنا ہوا ہو۔ پس انبیاء تشریف لاتے رہے اور دین کا محل تیار ہوا مگر اس میں کچھ کمی باقی تھی' وہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پوری ہوئی اور نبوت کا محل تیار ہو گیا۔

معجزہ نبوت قرآن

۸/۵۵۹۴ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنَ الْاَنْبِیَآءِ مِنْ نَبِیٍّ اِلَّا قَدْ اُعْطِیَ مِنَ الْاٰیَاتِ مَا مِثْلُهٗ اٰمَنَ عَلَیْهِ الْبَشَرُ وَاِنَّمَا كَانَ الَّذِیْ اُوْتِیْتُ وَحْیًا اَوْحَى اللّٰهُ اِلَیَّ فَاَرْجُوْ اَنْ اَكُوْنَ اَكْثَرَهُمْ تَابِعًا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳/۹ حدیث رقم ٤۹۸۱ اخرجه مسلم فی صحیحه ۱۳٤/۱ حدیث رقم (۲۳۹-۱۵۲) واحمد فی المسند ۳٤۱/۲۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انبیاء کی جماعت میں کوئی نبی ایسا نہیں کہ جن کو ایسے معجزات دیئے گئے جن کو دیکھ کر لوگ ان پر ایمان لائیں اور مجھے اللہ تعالیٰ نے وحی عنایت فرمائی جو اللہ نے میری طرف بھیجی پس مجھے امید ہے کہ میں قیامت کے دن پیروکاروں کے لحاظ سے سب سے زیادہ ہوں

گا۔(بخاری، مسلم)

تشریح ۞ مَا مِنَ الْاَنْبِيَاءِ مِنْ نَبِيٍّ: ہر پیغمبر ﷺ کے ہاتھ ایسے معجزات ظاہر ہوئے کہ جن کو دیکھ کر ان پر لوگ ایمان لائیں۔مگر وہ معجزات ان کے زمانہ تک محدود ومخصوص رہے۔ان کے بعد معجزہ منقطع ہوا جیسا لاٹھی کا اژدھا بننا اور ان کے ہاتھ کا سفید ہونا۔یہ موسیٰ علیہ السلام کو عنایت ہوا جب کہ جادو کا غلبہ تھا۔معجزہ جادو پر غالب آیا بالکل اسی طرح مردوں کو زندہ کرنا، ورزاد اندھوں کا درست کرنا وغیرہ یہ عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ تھا جب کہ طب کا بڑا زور تھا اور اس معجزے نے طب پر غلبہ پایا بعض معاند لوگوں کو مقابلے سے عاجز کیا اسی طرح ہمارے نبی ﷺ کے وقت بلاغت وفصاحت کا زور تھا۔پس اللہ تعالیٰ نے ایسا قرآن اتارا جو فصاحت وبلاغت کا سب سے اعلیٰ معیار تھا۔اس کے سامنے بڑے بڑے دعویدار مغلوب ہوگئے اور ان سے کچھ بھی نہ ہو سکا۔آپ کا یہ معجزہ قیامت تک باقی رہے گا۔

پانچ خصوصیات

۹/۵۵۹۵ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُعْطِيْتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ اَحَدٌ قَبْلِيْ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ وَجُعِلَتْ لِيَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُوْرًا فَاَيُّمَا رَجُلٍ مِّنْ اُمَّتِيْ اَدْرَكَتْهُ الصَّلٰوةُ فَلْيُصَلِّ وَاُحِلَّتْ لِيَ الْمَغَانِمُ وَلَمْ تَحِلَّ لِاَحَدٍ قَبْلِيْ وَاُعْطِيْتُ الشَّفَاعَةَ وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ اِلٰى قَوْمِهٖ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ اِلَى النَّاسِ عَامَّةً۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاري ۱/ ۴۳۵ حديث رقم ۳۳۵ ومسلم ۱/ ۳۷۰ حديث رقم (۳/ ۵۲۱) والنسائي في السنن ۱/ ۲۰۹ حديث رقم ۴۳۲ (۱)احمد في المسند ۱/ ۹۸۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے پانچ ایسی چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے اور کسی کو نہ دی گئیں۔۞ ایک ماہ کی مسافت تک میرا دبدبہ (دشمن پر بیٹھا دیا گیا)۞ تمام زمین کو میرے لئے سجدہ گاہ بنا دیا گیا اور پاک بنا دیا گیا۔پس میرا امتی جہاں کہیں نماز کا وقت پائے نماز ادا کرے۔۞ میرے لئے غنائم کو حلال کر دیا گیا حالانکہ مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہ تھے۔۞ مجھے شفاعت یعنی شفاعت کبریٰ دی گئی۔۞ ہر نبی کو کسی خاص قوم کی طرف بھیجا گیا اور مجھے تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا۔(بخاری، مسلم)

تشریح ۞ جُعِلَتْ لِيَ الْاَرْضُ: حمام ومقبرہ میں نماز نہیں پڑھی جا سکتی بقیہ ہر جگہ جو پاک ہو وہاں نماز درست ہے۔جب تک یہ یقین نہ ہو کہ وہاں نجاست ڈالی گئی ہے۔پہلی امتوں میں عبادت خانہ میں ہی نماز پڑھی جا سکتی تھی اسی طرح ان امتوں میں پانی کے علاوہ سے طہارت درست نہ تھی مگر اس امت میں شرعی عذر کی موجودگی میں زمین اور جنس زمین پر تیمم درست ہے جیسا کہ فرمایا:

فَاَيُّمَا رَجُلٍ مِّنْ اُمَّتِيْ: پہلی امتوں میں حیوانات کے علاوہ بقیہ چیزوں کو بطور غنیمت حاصل کرنے کے باوجود استعمال کی اجازت نہ تھی بلکہ ایک جگہ جمع کر دیا جاتا آسمان سے آگ اترتی اور اس کو جلا ڈالتی اور حیوانات بھی جو حاصل کرتا تو وہ اسی کی ملک ہوتا۔انبیاء علیہم السلام کا حصہ نہ ہوتا تھا۔ہمارے پیغمبر ﷺ کے لئے غنیمت کا پانچواں حصہ مخصوص کیا گیا اور مال غنیمت میں سے تلوار یا

لونڈی جو پسند ہو وہ لے سکتے تھے۔ اس کو صفی کہا جاتا تھا۔

بُعِثْتُ اِلَی النَّاسِ عَامَّۃً : انسانوں کے علاوہ جنات کے لئے بھی آپ ﷺ کی بعثت تھی۔ ممکن ہے کہ اس ارشاد کے بعد جنات کے متعلق حکم ہوا ہو۔ اس لئے اس روایت میں مذکور نہ ہوا۔

چھ فضیلتیں

۱۰/۵۵۹۶ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فُضِّلْتُ عَلَى الْاَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ اُعْطِيْتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَاُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَجُعِلَتْ لِيَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُوْرًا وَاُرْسِلْتُ اِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّوْنَ ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۱/ ۳۷۱ حدیث رقم (۵۔۵۲۳) واحمد فی المسند ۲/ ۴۱۲

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انبیاء علیہم السلام پر مجھے چھ باتوں سے فضیلت دی گئی۔ ① مجھے جوامع الکلم عنایت کیے گئے۔ ② رعب سے میری نصرت کی گئی۔ ③ میرے لئے غنائم کو حلال کر دیا گیا۔ ④ میرے لئے تمام زمین کو مسجد و پاکیزہ بنا دیا گیا۔ ⑤ مجھے تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا۔ ⑥ مجھ پر انبیاء علیہم السلام کا اختتام ہوا۔ (مسلم)

تشریح : **فُضِّلْتُ عَلَى الْاَنْبِيَاءِ** : پہلی روایت میں پانچ فرمائیں۔ یہاں چھ ذکر فرمائیں درحقیقت آپ کے فضائل بے شمار ہیں بعض فضائل موقعہ کے مطابق مختلف سوالات کے جواب میں مختلف ذکر کیے گئے ہیں حصر مقصود نہیں۔

جَوَامِعُ الْكَلِمِ :

اس سے مراد ایسے کلمات جن کے الفاظ مختصر مگر ان میں معانی کا سمندر بند ہے مثلاً: **انما الاعمال بالنیات۔ ومن حسن اسلام المرء ترکه مالا یعنیه، الدین النصیحة، العدة عین، المستشار موتمن**، وغیرہ۔ ان میں سے ہر ایک بہت سے معنوں پر مشتمل ہے۔ بعض علماء نے ایسی بہت سی روایات جمع کی ہیں ② جوامع الکلم سے مراد قرآن مجید ہے کہ تھوڑے لفظوں میں بہت کچھ بند کر دیا ہے۔ پہلا معنی ظاہر ہے اور روایت کا سیاق اسی پر دلالت کرتا ہے اور **اختصر لی الکلام** بھی اسی پر دلالت کرتا ہے۔

خُتِمَ بِيَ النَّبِيُّوْنَ: یعنی وحی منقطع ہوئی، رسالت کا سلسلہ مکمل ہوا۔ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ دین کامل ہوا اور عیسیٰ علیہ السلام کی آمد اسی دین کو خوب عام کرنے کے لئے ہوگا۔

تین خصائص

۱۱/۵۵۹۷ وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بُعِثْتُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَبَيْنَا اَنَا نَائِمٌ رَاَيْتُنِيْ اُتِيْتُ بِمَفَاتِيْحِ خَزَائِنِ الْاَرْضِ فَوُضِعَتْ فِيْ يَدَيَّ ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری ۱۲۸/۶ حدیث رقم ۲۹۷۷ واخرجه مسلم فی صحیحه ۳۷۱/۱ حدیث رقم (۶-۵۲۲) والنسائی فی السنن ۳/۶ حدیث رقم ۳۰۸۷ واحمد فی المسند ۲۶٤/۲۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ① مجھے جوامع الکلم کے ساتھ مبعوث کیا گیا۔ ② رعب سے میری مدد کی گئی۔ ③ میں خواب میں تھا کہ میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ میرے پاس زمین کے خزائن کی چابیاں لا کر میرے ہاتھ میں رکھ دی گئیں۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ اُتِیْتُ بِمَفَاتِیْحِ خَزَائِنِ الْاَرْضِ: اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے اور آپ کی امت کے لئے شہروں کا فتح ہونا آسان کر دیا اور خزانوں کا نکالنا آسان بنا دیا۔ ② زمین کی کانوں کا نکالنا آسان کر دیا جو سونے چاندی اور دیگر ضروری چیزوں پر مشتمل ہوں گی۔ چنانچہ عالم اسلام کے پاس کونسا خزانہ ہے جو ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ ملا ہو۔

اُمت پر استیصال والا دشمن غالب نہ آسکے گا

۱۲/۵۵۹۸ وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ زَوٰى لِيَ الْاَرْضَ فَرَاَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا وَاِنَّ اُمَّتِيْ سَيَبْلُغُ مُلْكُهَا مَا زُوِيَ لِيْ مِنْهَا وَاُعْطِيْتُ الْكَنْزَيْنِ الْاَحْمَرَ وَالْاَبْيَضَ وَاِنِّيْ سَاَلْتُ رَبِّيْ لِاُمَّتِيْ اَنْ لَّا يُهْلِكَهَا بِسَنَةٍ عَامَّةٍ لَا يُسَلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ سِوٰى اَنْفُسِهِمْ فَيَسْتَبِيْحَ بَيْضَتَهُمْ وَاِنَّ رَبِّيْ قَالَ يَا مُحَمَّدُ اِنِّيْ قَضَيْتُ قَضَاءً فَاِنَّهُ لَا يُرَدُّ وَاِنِّيْ اَعْطَيْتُكَ لِاُمَّتِكَ اَنْ لَّا اُهْلِكَهُمْ بِسَنَةٍ عَامَّةٍ وَاَنْ لَّا اُسَلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ سِوٰى اَنْفُسِهِمْ فَيَسْتَبِيْحَ بَيْضَتَهُمْ وَلَوِ اجْتَمَعَ عَلَيْهِمْ مَنْ بِاَقْطَارِهَا حَتّٰى يَكُوْنَ بَعْضُهُمْ يُهْلِكُ بَعْضًا وَيَسْبِيْ بَعْضُهُمْ بَعْضًا۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم ۲۲۱۵/٤ حدیث رقم (۱۹-۲۸۸۹) وابو داؤد ٤/ ٤٥ حدیث رقم ٤۲٥۲ والترمذی ٤۱۰/٤ حدیث رقم حدیث رقم ۲۱۷٦ وابن ماجه ۱۳۰٤/۲ حدیث رقم ۳۹٥۲ واحمد فی المسند ۲۷۸/٥۔

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین کو سمیٹ دیا تو میں نے زمین کے مشارق و مغارب کو دیکھا اور عنقریب میری امت کی حکمرانی وہاں تک پہنچے گی جہاں تک وہ میرے لئے سمیٹی گئی۔ مجھے دو خزانے عطا فرمائے گئے یعنی سرخ و سفید اور میں نے اپنے رب تعالیٰ سے سوال کیا کہ وہ ان کو عام قحط سے ہلاک نہ فرمائے اور دشمنوں کو ان پر مسلط نہ کرے کہ جو ان کا استیصال کر دے۔ میرے رب نے فرمایا اے محمد! جب میں فیصلہ فرما لیتا ہوں تو وہ بدلا نہیں جاتا اور میں نے تمہاری امت کے لئے یہ چیز عنایت کر دی کہ ان کو قحط سے ہلاک نہ کروں گا اور یہ کہ ان پر ان کے علاوہ اور دشمن مسلط نہ کروں گا جو ان کا استیصال کر دے اگرچہ وہ دشمن ان کے لئے چاروں طرف سے جمع ہو جائیں۔ لیکن یہ ایک دوسرے کو ہلاک کریں گے اور ایک دوسرے کو قید کریں گے (مسلم)

تشریح ۞ اُعْطِيْتُ الْكَنْزَيْنِ الْاَحْمَرَ وَالْاَبْيَضَ: سرخ و سفید سے مراد ہیں کسریٰ کا وہ خزانہ جو شاہ فارس کا ہے وہاں سونا بہت زیادہ ہے اور قیصر کا خزانہ ہے وہاں چاندی بہت زیادہ ملے گی۔

وَاَنْ لَّا اُسَلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا: یعنی کافروں کو ان پر غلبہ اور تسلط نہ ہوگا یعنی وہ مسلمانوں کا تمام ملک ان سے کبھی نہ لے

ہیں گے۔

حَتّٰی یَکُوْنَ بَعْضُھُمْ یُھْلِكُ بَعْضًا: آپ کی امت کے لوگ آپس میں ایک دوسرے کو ہلاک کریں گے تقدیر میں اسی طرح لکھا گیا اور تقدیر الٰہی مقرر ہو چکی اس میں تبدیلی ہرگز نہ ہوگی۔

مسجد بنی معاویہ اور تین دُعائیں

۱۳/۵۵۹۹ وَعَنْ سَعْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِمَسْجِدِ بَنِیْ مُعَاوِيَةَ دَخَلَ فَرَكَعَ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ وَصَلَّيْنَا مَعَهٗ وَدَعَا رَبَّهٗ طَوِيْلًا ثُمَّ انْصَرَفَ فَقَالَ سَاَلْتُ رَبِّیْ ثَلَاثًا فَاَعْطَانِیْ ثِنْتَيْنِ وَمَنَعَنِیْ وَاحِدَةً سَاَلْتُ رَبِّیْ اَنْ لَّا يُهْلِكَ اُمَّتِیْ بِالسَّنَةِ فَاَعْطَانِيْهَا وَسَاَلْتُهٗ اَنْ لَّا يُهْلِكَ اُمَّتِیْ بِالْغَرَقِ فَاَعْطَانِيْهَا وَسَاَلْتُهٗ اَنْ لَّا يَجْعَلَ بَاْسَهُمْ بَيْنَهُمْ فَمَنَعَنِيْهَا۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۲۲۱۶/۴ حدیث رقم (۲۰-۲۱/۲۸۹۰) واحمد فی المسند ۱۸۲/۱۔

ترجمہ: حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر بنو معاویہ کی مسجد کے پاس سے ہوا۔ آپ نے مسجد میں داخل ہو کر دو رکعت نماز ادا کی ہم نے بھی آپ کے ساتھ نماز ادا کی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب تعالیٰ سے طویل دعا کی پھر پلٹ کر فرمایا۔ میں نے اپنے رب سے تین دعائیں کیں دو مجھے عطا کر دی گئیں اور ایک سے روک دیا گیا۔ میں نے اپنے رب سے مانگا تھا کہ میری امت کو قحط سے ہلاک نہ فرمانا تو یہ مجھے عطا کر دیا گیا۔ پھر میں نے یہ مانگا تھا کہ میری امت کو غرق نہ فرمانا یہ بھی مجھے عطا کر دیا گیا پھر میں نے یہ مانگا کہ ان کے مابین جنگ و جدال نہ ہو تو اس سے مجھے اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا۔ (مسلم)

تشریح ○ بِمَسْجِدِ بَنِیْ مُعَاوِيَةَ: بنو معاویہ انصار کا ایک قبیلہ ہے۔ مدینہ منورہ میں یہ مسجد اب بھی موجود ہے۔

وَسَاَلْتُهٗ اَنْ لَّا يَجْعَلَ بَاْسَهُمْ بَيْنَهُمْ فَمَنَعَنِيْهَا: اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کی بعض دعائیں قبول کی جاتی ہیں اور بعض جن کو اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں مسترد کر دیتے ہیں۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف تورات میں

۱۴/۵۶۰۰ وَعَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ لَقِيْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قُلْتُ اَخْبِرْنِیْ عَنْ صِفَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِی التَّوْرَاةِ قَالَ اَجَلْ وَاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمَوْصُوْفٌ فِی التَّوْرَاةِ بِبَعْضِ صِفَتِهٖ فِی الْقُرْاٰنِ يٰاَيُّهَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَحِرْزًا لِّلْاُمِّيِّيْنَ اَنْتَ عَبْدِیْ وَرَسُوْلِیْ سَمَّيْتُكَ الْمُتَوَكِّلَ لَيْسَ بِفَظٍّ وَلَا غَلِيْظٍ وَلَا سَخَّابٍ فِی الْاَسْوَاقِ وَلَا يَدْفَعُ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ وَلٰكِنْ يَّعْفُوْ وَيَغْفِرُ وَلَنْ يَّقْبِضَهُ اللّٰهُ حَتّٰی يُقِيْمَ بِهِ الْمِلَّةَ الْعَوْجَاءَ بِاَنْ يَّقُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَيَفْتَحُ بِهَا اَعْيُنًا عُمْيًا وَّاٰذَانًا صُمًّا وَّقُلُوْبًا غُلْفًا (رواه البخاری) وكذا الدارمی عن عطاء عن ابن

سلام نحوہ ذکر حدیث ابی ھریرۃ نحن الآخرون فی باب الجمعۃ۔

اخرجہ البخاری فی صحیحہ ۳۴۲/۴ حدیث رقم ۲۱۲۵ واحمد فی المسند ۱۷۴/۲۔

ترجمہ: حضرت عطاء بن یسار رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے ملا اور عرض کیا مجھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تورات میں بیان کردہ اوصاف بتلائیں۔ فرمانے لگے اللہ کی قسم! تورات میں آپ کی انہی بعض صفات کا تذکرہ ہے جو قرآن مجید میں مذکور ہیں اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے آپ کو شاہد، مبشر اور نذیر اور امی لوگوں کے لئے محافظ بنایا ہے۔ آپ میرے بندے اور رسول ہیں۔ میں نے تمہارا نام متوکل رکھا آپ سخت خو اور سخت گو نہیں۔ نہ بازار میں اونچا بولنے والے ہیں۔ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے لیکن آپ معاف اور بخشش فرمانے والے ہیں۔ اس وقت تک اللہ تعالیٰ آپ کو وصال نہیں دے گا جب تک ٹیڑھی امت کو سیدھا نہیں فرمالیتے۔ یہاں تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ پڑھیں۔ اس کے ذریعہ اندھی آنکھیں بینا، بہرے کان سننے والے اور بند دل کھل جائیں۔ (بخاری) دارمی نے عطا بن سلام سے روایت کی ہے۔ روایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نحن الآخرون باب الجمعہ میں گزری

تشریح ◎ عَنْ صِفَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي التَّوْرَاةِ: ظاہر یہ ہے کہ عبداللہ نے تورات خود پڑھی ہو۔ ② آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو۔ ③ بعض اہل کتاب جو ایمان لائے ان سے سنی ہو۔ یہ عبداللہ فضلاء صحابہ میں سے ہیں انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف کثیر روایات نقل کی ہیں۔ یہ آپ کے ارشادات لکھ لیا کرتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے وہ صفات جو قرآن کے مطابق تورات میں وارد ہوئیں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ کہ ہم نے آپ کو امت کے احوال پر شاہد بنا کر بھیجا اور فرمانبرداروں کو ثواب کی خوشخبری دینے اور گناہ گاروں کو عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا اور امیوں کی پناہ بنایا یہاں امیوں سے مراد اہل عرب ہیں جن کی اکثریت لکھنا پڑھنا نہ جانتی تھی۔ ① امی کی نسبت ام القریٰ مکہ کی طرف کی گئی ہے اور اہل عرب کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ انہی میں سے تھے اور ان کی اہل عجم کے غلبہ سے محافظت فرمائی۔ ② شیطان کی گمراہیوں اور نفسانی آفات سے حفاظت مراد لینا بھی درست ہے اور آپ کا وجود باجود کائنات کے لئے مجموعی ہلاکت سے حفاظت کا ذریعہ ہے۔ ③ قوم قریش میں آپ کا وجود عذاب کے لئے مانع تھا جب آپ ہجرت کر گئے تو ان پر مصائب ٹوٹ پڑے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ.....

وَلَا سَخَّابٍ فِي الْأَسْوَاقِ: بازاروں کی تخصیص فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ وہ عموماً شور و غوغا کے مقامات ہیں۔

الفصل الثانی:

شوق وخوف کی نماز اور تین دعائیں

۱۵/۵۶۰۱ عَنْ خَبَّابِ بْنِ الْأَرَتِّ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةً فَأَطَالَهَا قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّيْتَ صَلٰوةً لَمْ تَكُنْ تُصَلِّيْهَا قَالَ أَجَلْ إِنَّهَا صَلٰوةُ رَغْبَةٍ وَرَهْبَةٍ وَإِنِّيْ سَأَلْتُ اللّٰهَ فِيْهَا ثَلٰثًا فَأَعْطَانِي اثْنَتَيْنِ وَمَنَعَنِيْ وَاحِدَةً سَأَلْتُهُ أَنْ لَا يُهْلِكَ أُمَّتِيْ بِسَنَةٍ فَأَعْطَانِيْهَا وَسَأَلْتُهُ أَنْ لَا يُسَلِّطَ

عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ غَيْرِهِمْ فَاَعْطَانِيْهَا وَسَاَلْتُهُ اَنْ لَا يُذِيْقَ بَعْضَهُمْ بَاْسَ بَعْضٍ فَمَنَعَنِيْهَا۔

(رواہ الترمذی والنسائی)

اخرجه الدارمي في السنن ١٦/١ حديث رقم ٦۔ اخرجه النسائي في السنن ٢١٦/٣ حديث رقم ١٦٣٨ واخرجه الترمذي في السنن ٤٠٨/٤ حديث رقم ٢١٧٥ واحمد في المسند ١٠٩/٥۔

ترجمہ: حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں طویل نماز پڑھائی صحابہ کرام نے عرض کیا آپ نے پہلے کبھی اس طرح نماز نہیں پڑھائی۔ آپ نے فرمایا۔ جی ہاں! یہ شوق اور خوف کی نماز تھی۔ اس میں میں نے اللہ تعالیٰ سے تین دعائیں کیں۔ دو مجھے دے دی گئیں اور ایک سے مجھے روک دیا گیا۔ میں نے یہ مانگا کہ میری امت کو قحط سے ہلاک نہ کرنا تو یہ مجھے عطا کر دیا گیا۔ میں نے یہ مانگا کہ ان پر ان کے دشمنوں کو مسلط نہ کرنا یہ مجھے عطا کر دیا گیا میں نے مانگا کہ یہ آپس میں نہ لڑیں تو مجھے اس سے منع کر دیا گیا۔ (ترمذی، نسائی)

تشریح ۞ خباب رضی اللہ عنہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دار ارقم میں منتقل ہونے سے پہلے اسلام لائے۔ بڑے مصائب برداشت کیے۔ کوفہ میں انتقال ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنازہ پڑھایا۔

سَاَلْتُ اللّٰهَ فِيْهَا ثَلٰثًا: قبولیت کی امید اور خوف و خشیت کی وجہ سے نماز کے خشوع و خضوع میں اضافہ فرمایا۔

اُمت کی تین آفات سے حفاظت

۱۶/۵۷۰۲ وَعَنْ اَبِيْ مَالِكٍ الْاَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ اَجَارَكُمْ مِنْ ثَلَاثِ خِلَالٍ اَنْ لَّا يَدْعُوَ عَلَيْكُمْ نَبِيُّكُمْ فَتَهْلِكُوْا جَمِيْعًا وَاَنْ لَّا يَظْهَرَ اَهْلُ الْبَاطِلِ عَلٰى اَهْلِ الْحَقِّ وَاَنْ لَّا تَجْتَمِعُوْا عَلٰى ضَلٰلَةٍ۔ (رواہ ابو داؤد)

اخرجه ابو داؤد ٤٥٢/٤ حديث رقم ٤٢٥٣۔

ترجمہ: حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں تین آفات سے بچالیا ہے۔ ① تمہارا نبی تمہارے خلاف بددعا نہ کرے گا کہ تم ہلاک ہو جاؤ۔ ② اہل باطل کو اہل حق پر غالب نہ کرے گا۔ ③ تمہیں گمراہی پر جمع نہ کرے گا۔ (ابوداؤد)

تشریح ۞ وَاَنْ لَّا يَظْهَرَ اَهْلُ الْبَاطِلِ: کفار کی تعداد کتنی زیادہ اور مسلمان کتنے قلیل ہوں مگر اسلام نہ مٹے گا۔ حاکم کی روایت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول موجود ہے۔ میری امت کی ایک جماعت حق پر غالب رہے گی یہاں تک کہ قیامت قائم ہو اور ابن ماجہ کی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا کسی کی مخالفت ان کو ضرر نہ پہنچا سکے گی۔

وَاَنْ لَّا تَجْتَمِعُوْا عَلٰى ضَلٰلَةٍ: یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اجماع مجتہدین حجت ہے کیونکہ امت کے گمراہی پر جمع نہ ہونے کی دعا قبول ہو چکی۔ اجماع سے مجتہدین امت کا اجماع مراد ہے ہر کس و ناکس یا عوام کا اجماع و اتفاق حجت نہیں۔

امت پر دو تلواریں جمع نہ ہوں گی

۵۶۰۳/۱۷ وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنْ يَّجْمَعَ اللّٰهُ عَلٰى هٰذِهِ الْاُمَّةِ سَيْفَيْنِ سَيْفًا مِّنْهَا وَسَيْفًا مِنْ عَدُوِّهَا۔ (رواه ابوداود)

اخرجه ابو داؤد فی ۴۸۵/۴ حدیث رقم ۴۳۰۱ واحمد فی المسند ۵۷۵/۶۔

ترجمہ: حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اس امت پر دو تلواروں کو جمع نہ کرے گا۔ ① ایک تلوار اس امت کی اور دوسری اس کے دشمن کی۔ (ابوداود)

تشریح ۞ لَنْ يَّجْمَعَ اللّٰهُ عَلٰى هٰذِهِ الْاُمَّةِ سَيْفَيْنِ : تورپشتی کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ دو تلواریں ان میں جمع نہ ہوں گی کہ جس سے ان کی ہلاکت واستیصال ہو جائے۔ جب یہ آپس میں لڑیں گے تو کفار کو ان پر مسلط کر دیں گے تاکہ آپس کی لڑائی سے باز آئیں اور لڑائی کا رخ کفار کی طرف ہو۔ یعنی ایک ہو۔ واللہ اعلم۔

وضاحت کے لئے اپنی تعریف گناہ نہیں

۵۶۰۴/۱۸ وَعَنِ الْعَبَّاسِ اَنَّهٗ جَاءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَاَنَّهٗ سَمِعَ شَيْئًا فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ مَنْ اَنَا فَقَالُوْا اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِيْ فِيْ خَيْرِهِمْ ثُمَّ جَعَلَهُمْ فِرْقَتَيْنِ فَجَعَلَنِيْ فِيْ خَيْرِهِمْ فِرْقَةً ثُمَّ جَعَلَهُمْ قَبَائِلَ فَجَعَلَنِيْ فِيْ خَيْرِهِمْ قَبِيْلَةً ثُمَّ جَعَلَهُمْ بُيُوْتًا فَجَعَلَنِيْ فِيْ خَيْرِهِمْ بَيْتًا فَاَنَا خَيْرُهُمْ نَفْسًا وَّخَيْرُهُمْ بَيْتًا۔ (رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی ۵۴۵/۵ حدیث رقم ۳۶۰۷ واحمد فی المسند

ترجمہ: حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ محسوس ہوتا تھا کہ انہوں نے کوئی بات سن پائی تھی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے اور دریافت فرمایا میں کون ہوں؟ عرض کیا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو اس نے ان میں سے مجھے بہترین کر دیا۔ پھر ان کو دو گروہوں میں کیا تو مجھے ان میں سے بہترین کر دیا۔ پھر ان کے قبائل بنائے تو ان میں سے بہتر قبیلہ عطا فرمایا پھر ان کے خاندان بنائے تو مجھے بہتر گھر میں کر دیا۔ تو میں ان سے ذات اور خاندان کے لحاظ سے افضل ہوں۔ (ترمذی)

تشریح ۞ فَكَاَنَّهٗ سَمِعَ شَيْئًا : حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کفار کی بعض باتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سنیں کہ وہ اپنے کو آپ سے نبوت کا حقدار کہتے ہیں۔ آپ نے اپنے متعلق نسبی عظمت کو جتلانا چاہا تاکہ آپ کا نبوت کے لائق ہونا واضح ہو۔

فَاَنَا خَيْرُهُمْ نَفْسًا وَّخَيْرُهُمْ بَيْتًا : ① میں ان اعتبارات سے نبوت و کتاب کا زیادہ حقدار ہوں۔ ② اس سے یہ معلوم ہو گیا کہ نبوت والی ہستیاں صاحب نسب ہوتی ہیں اور حدیث ہرقل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ چیز انبیاء علیہم السلام کے لئے لازم

ہے۔وہ کہتے تھے کسی عظیم عرب پر قرآن کیوں نہ اترا تو بتلایا نبوت فضل الٰہی ہے اس کا استحقاق نسب پر نہیں ہے۔جیسا کہ فرمایا: الله اعلم حيث يجعل رسالته۔والله يختص برحمته من يشاء والله ذوالفضل العظيم۔وكان فضل الله عليك عظيمًا..... ۔اللہ تعالیٰ اپنی رسالت کے ساتھ جس کو چاہتے ہیں خاص کر دیتے ہیں اللہ تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا آپ پر بڑا فضل ہے''۔

آپ کے لئے ثبوت نبوت

۱۹/۵۷۰۵ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَتٰى وَجَبَتْ لَكَ النُّبُوَّةُ قَالَ وَاٰدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ۔ (رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی ۵/ ۵۴۶ حدیث رقم ۳۶۰۹۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کے لئے نبوت کب سے ثابت ہے؟ فرمایا ابھی آدم روح وجسد کے درمیان تھے۔ (ترمذی)

تشریح ۞ وَاٰدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ: ان کا پتلا زمین پر بے جان پڑا تھا۔یعنی ان کے جسم میں جان ڈالے جانے سے پہلے۔ یہ سبقت والقدم سے کنایہ ہے۔

ختم نبوت کا اعلان ارواح میں

۲۰/۵۷۰۶ وَعَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ اِنِّیْ عِنْدَ اللّٰهِ مَكْتُوْبٌ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ وَاِنَّ اٰدَمَ الْمُنْجَدِلٌ فِیْ طِيْنَتِهٖ وَسَاُخْبِرُكُمْ بِاَوَّلِ اَمْرِیْ دَعْوَةُ اِبْرَاهِيْمَ وَبِشَارَةُ عِيْسٰى وَرُؤْيَا اُمِّیَ الَّتِیْ رَاَتْ حِيْنَ وَضَعَتْنِیْ وَقَدْ خَرَجَ لَهَا نُوْرًا اَضَاءَ لَهَا مِنْهُ قُصُوْرُ الشَّامِ۔

(رواه فی شرح السنة ورواه احمد عن ابی امامة من قوله ساخبركم الی اخره)

اخرجه البغوی فی شرح السنة ۱۳/ ۲۰۷ حدیث رقم ۳۶۲۶

ترجمہ: حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ میں اللہ تعالیٰ کے ہاں اس وقت خاتم النبیین لکھا ہوا تھا جب آدم ابھی گندھی ہوئی مٹی کے درمیان تھے۔ میں تمہیں اپنے معاملے کی ابتداء بتلاتا ہوں۔ میں دعا ابراہیم علیہ السلام اور بشارت عیسیٰ علیہ السلام ہوں اور اپنی والدہ کا خواب ہوں جو انہوں نے میری ولادت کے وقت دیکھا۔ اس وقت ان کے بدن سے نور نکلا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔ (شرح السنہ۔ احمد از ابوامامہ)

تشریح ۞ اٰدَمَ الْمُنْجَدِلٌ فِیْ طِيْنَتِهٖ : طینۃ، گوندھنا، خلقت وجبلت مطلب یہ ہے کہ آدم ابھی آب وگل کے درمیان تھے اور میں اللہ تعالیٰ کے ہاں خاتم النبیین لکھا جا چکا تھا۔ آب وگل کے درمیان کا مطلب یہ ہے کہ ان کا پتلا تیار ہوا تھا ابھی روح نہ ڈالی گئی تھی۔

نبوت کے پہلے ملنے کا مطلب:

تقدیر اور علم الٰہی میں تو تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوت طے شدہ تھی اور بالفعل تو ظاہری بات ہے دنیا میں ملی اس وقت کہاں خاتم النبیین تھے۔

نمبر ۲: فرشتوں اور ارواح میں اظہار نبوت مراد ہے۔ جیسا کہ وارد ہے کہ آپ کا اسم گرامی عرش اور آسمان اور بہشت کے محل پر و اس کے بالاخانوں اور حور عین کے سینوں اور جنت کے درختوں کے پتوں پر اور طوبیٰ درخت کے پتوں فرشتوں کی آنکھوں اور ان کے آبرو پر لکھا گیا۔ بعض عارفین کہتے ہیں کہ آپ کی روح مبارک عالم ارواح میں دوسری ارواح کو تربیت دینے والی تھی جیسا بدن دوسرے ابدان کو تربیت کرنے والا تھا۔

دَعْوَةُ اِبْرَاهِيْمَ: میری نبوت اور مرتبے کی بلندی سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام کی زبان سے ظاہر ہوئی انہوں نے تعمیر کعبہ کے وقت یہ دعا فرمائی: رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ ...... اسی پر دلالت کرتی ہے۔

وَرُؤْيَا اُمِّيْ: علامہ طیبی کہتے ہیں کہ ممکن ہے کہ اس دیکھنے سے خواب میں دیکھنا یا بیداری میں دیکھنا مراد ہو۔ اول صورت میں معنی جننے کا۔ ولادت کے قریب پہنچنا ہے۔ جیسا کہ ایک روایت میں آیا ہے کہ جب حضرت آمنہ جننے کے قریب ہوئیں تو انہوں نے خواب دیکھا کہ ایک فرشتے نے آ کر ان کو کہا تم اس طرح کہو "میں اپنے بچے کو ہر حاسد کے شر سے واحد کی پناہ میں دیتی ہوں" اور جب حمل ٹھہرا تو خواب میں ایک فرشتے کو دیکھا کہ وہ کہہ رہا ہے تو جانتی کہ تو حاملہ ہوئی ہے اس ہستی سے جو اس امت کا سردار اور نبی ہوگا۔ ◈ دوسری صورت یہ کہ جاگنے کی حالت میں دیکھا ہو اور اس پر آپ کا یہ قول دلالت کر رہا ہے کہ آپ کی پیدائش کے وقت آمنہ نے دیکھا کہ ان سے ایک نور ظاہر ہوا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔ اس کی تعبیر یہ ہے کہ آپ کی نبوت کی روشنی مشرق و مغرب میں پھیلے گی۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم حمد کے جھنڈے کو لہرانے والے

۲۱/۵۶۰۷ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا سَيِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا فَخْرَ وَبِيَدِيْ لِوَاءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ وَمَا مِنْ نَبِيٍّ يَوْمَئِذٍ اٰدَمُ فَمَنْ سِوَاهُ اِلَّا تَحْتَ لِوَائِيْ وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْاَرْضُ وَلَا فَخْرَ۔ (رواه الترمذی)

اخرجه احمد في المسند ١٢٧/٤۔ اخرجه الترمذي في السنن ٥٤٨/٥ حديث رقم ٣٦١٥ وابن ماجه في السنن ١٤٤٠/٢ حديث رقم ٤٣٠٨ واحمد في المسند ٢/٣۔

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں اولاد آدم کا قیامت کے دن سردار ہوں گا۔ مگر اس پر فخر نہیں اور حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا مگر اس پر فخر نہیں اور سب سے پہلے میں وہ شخص ہوں جس سے زمین شق ہوگی اور اس پر فخر نہیں۔ (ترمذی)

تشریح ◈ اَنَا سَيِّدُ وُلْدِ: میں یہ بات بطور فخر نہیں بلکہ تحدیث نعمت اور تشکر کا انعام کے طور پر کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے

فرمایا واما بنعمة ربك فحدث اور اپنے رب کی نعمت کو بس بیان کرو" میں اس لئے کہتا تا کہ لوگ میری قدر پہچانیں اور مجھ پر ایمان لائیں اور میری تعظیم وتوقیر کریں اور ایمان کے مقتضا پر عمل کریں۔

لِوَاءُ الْحَمْدِ فِيْ يَدَيْ: میں یہ نام آوری کے لئے نہیں کہتا۔ حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا۔ آپ کو حمد سے خاص مناسبت ہے۔ آپ کا نام نامی محمد، احمد ہے اور آپ کو مقام محمود پر کھڑا کیا جائے گا اور آپ کی امت کو حمادوں لقب ملا کیونکہ وہ خوشی وغمی میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرتے ہیں۔ آپ حامد ہیں اور عرش والا محمود ہے اور حمد الٰہی کے ساتھ آپ شفاعت کا دروازہ کھلوائیں گے۔ جیسا باب شفاعت میں گزرا۔

تَحْتَ لِوَائِیْ: قیامت کے دن لواء الحمد آپ کے پاس ہوگا جس کے تحت تمام انبیاء علیہم السلام جمع ہوں گے۔ یہ ظاہر میں آپ کی عظمت کا نشان ہوگا۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم حبیب اللہ ہیں

۲۲/۵۶۰۸ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَلَسَ نَاسٌ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ حَتّٰى اِذَا دَنَا مِنْهُمْ سَمِعَهُمْ يَتَذَاكَرُوْنَ قَالَ بَعْضُهُمْ اِنَّ اللّٰهَ اتَّخَذَ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا وَقَالَ اٰخَرُ مُوْسٰى كَلَّمَهُ تَكْلِيْمًا وَقَالَ اٰخَرُ فَعِيْسٰى كَلِمَةُ اللّٰهِ وَرُوْحُهُ وَقَالَ اٰخَرُ اٰدَمُ اصْطَفَاهُ اللّٰهُ فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ قَدْ سَمِعْتُ كَلَامَكُمْ وَعَجَبَكُمْ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلُ اللّٰهِ وَهُوَ كَذٰلِكَ وَمُوْسٰى نَجِيُّ اللّٰهِ وَهُوَ كَذٰلِكَ وَعِيْسٰى رُوْحُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهُ وَهُوَ كَذٰلِكَ وَاٰدَمُ اصْطَفَاهُ اللّٰهُ وَهُوَ كَذٰلِكَ اَلَا وَاَنَا حَبِيْبُ اللّٰهِ وَلَا فَخْرَ وَاَنَا حَامِلُ لِوَاءِ الْحَمْدِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَحْتَهُ اٰدَمُ فَمَنْ دُوْنَهُ وَلَا فَخْرَ وَاَنَا اَوَّلُ شَافِعٍ وَاَوَّلُ مُشَفَّعٍ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا فَخْرَ وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ يُّحَرِّكُ حَلَقَ الْجَنَّةِ فَيَفْتَحُ اللّٰهُ لِيْ فَيُدْخِلُنِيْهَا وَمَعِيَ فُقَرَاءُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا فَخْرَ وَاَنَا اَكْرَمُ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ عَلَى اللّٰهِ وَلَا فَخْرَ۔ (رواه الترمذي والدارمي)

اخرجه الترمذي في السنن ٥٤٨/٥ حديث رقم ٣٦١٦ والدارمي في السنن ٣٩/١ حديث رقم ٤٧۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور انہیں گفتگو کرتے ہوئے سنا بات کہہ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل اللہ بنایا جب کہ دوسرا کہہ رہا تھا حضرت موسیٰ کو کلیم اللہ بنایا اور ایک کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو کلمۃ اللہ اور روح اللہ بنایا اور ایک اور نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو صفی اللہ بنایا آپ نے فرمایا میں نے تمہاری گفتگو کو سنا اور تعجب کو دیکھا۔ بے شک ابراہیم خلیل اللہ ہیں اور موسیٰ کلیم اللہ ہیں اور عیسیٰ روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں اور آدم علیہ السلام صفی اللہ ہیں وہ اسی طرح ہیں سنو میں اللہ کا حبیب ہوں مگر اس پر فخر نہیں ہے میں حمد کے جھنڈے کو قیامت کے دن اٹھانے والا ہوں۔ جس کے ماتحت آدم اور ان کی ساری اولاد ہوگی مگر یہ بات میں فخر سے نہیں کہتا اور میں پہلا شفاعت کرنے والا ہوں گا اور میں وہ پہلا شخص ہوں گا

جس کی شفاعت قبول کی جائے گی مگر میں یہ فخر سے نہیں کہتا میں وہ پہلا شخص ہوں جو جنت کے حلقات کو حرکت دے گا تو اللہ تعالیٰ اسے میرے لئے کھول دیں گے اور مجھے اس میں داخل فرمائیں گے اور میرے ساتھ فقراء مسلمین ہوں گے اور میں یہ بات فخر سے نہیں کہتا۔ پہلوں اور پچھلوں میں اللہ کے ہاں سب سے زیادہ عزت والا ہوں مگر یہ بات میں فخر سے نہیں کہتا۔ (ترمذی، دارمی)

تشریح ۞ اَنَا حَبِيْبُ اللّٰهِ وَلَا فَخْرَ: حبیب و خلیل میں فرق یہ ہے کہ حبیب وہ دوست جو محبوبیت کے مقام کو پہنچا ہو۔ خلیل وہ دوست مطلق ہے۔ انبیاء ورسل کے تمام ایمان والے اللہ تعالیٰ کی درگاہ کے پسندیدہ بندے ہیں۔ مگر یہاں گفتگو کمالات عالیہ اور درجات خاصہ میں ہے۔

ملا علی قاری کہتے ہیں:

حبیب اس دوست کو کہتے ہیں جس کی دوستی میں غرض نہ ہو۔ خلیل وہ دوست جس کی دوستی اپنی حاجت وضرورت کے لئے ہو۔ آپ ﷺ نے محبوبیت کا اعلیٰ مرتبہ عنایت فرمایا۔ اس کی دلیل یہ آیت ہے: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ...... اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے۔

اَنَا اَوَّلُ مَنْ يُّحَرِّكُ حَلَقَ الْجَنَّةِ: اپنے مراتب کے لحاظ سے فقراء مؤمنین جو انصار ومہاجرین سے ہوں وہ میرے ساتھ جنت میں داخل ہوں گے دوسرے مقام پر فرمایا: میری امت کے فقراء اغنیاء سے پانچ سو برس پہلے داخل ہوں گے۔ اس سے ثابت ہوا کہ فقیر صابر کو غنی شاکر پر مرتبہ حاصل ہے۔

فقر:

فقر فاقہ اور حاجت کا نام نہیں بلکہ فقر غیروں کو چھوڑ کر فقط اللہ تعالیٰ کی محتاجی اختیار کرنے کا نام ہے اور وہ فقط خدا کا طالب ہو اور کسی کا طالب نہ ہو۔

ثوری کہتے ہیں:

فقر یہ ہے کہ مال کے نہ ہونے پر بھی تسکین وتسلی ہو اور جب ہو تو صرف کرے۔ آپ ﷺ نے فقر نفس سے پناہ مانگی ہے اور غناء نفس سے پناہ کی تعریف کی جو فقر وغناء مولیٰ سے باز رکھے وہ نہایت برا ہے۔ فقر کی حالت بہت سے جھنجھٹ سے دور رکھتی ہے اس لئے اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء اور اولیاء کے لئے پسند فرمایا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ فقیر کافر کو دوزخ میں غنی کافر کی نسبت کم عذاب ہوگا۔ تو مؤمن کو فقر کیونکہ فائدہ مند نہ ہوگا۔

اَنَا اَكْرَمُ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ: ظاہر ہے کہ اولین وآخرین سے یہاں انبیاء علیہم السلام مراد ہیں۔

امت کے متعلق تین وعدے

۲۳/۵۶۰۹ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ وَنَحْنُ

السَّابِقُوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَاِنِّیْ قَائِلٌ قَوْلاً غَیْرَ فَخْرٍ اِبْرَاہِیْمُ خَلِیْلُ اللّٰہِ وَمُوْسٰی صَفِیُّ اللّٰہِ وَاَنَا حَبِیْبُ اللّٰہِ وَمَعِیَ لِوَاءُ الْحَمْدِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَاِنَّ اللّٰہَ وَعَدَنِیْ فِیْ اُمَّتِیْ وَاَجَارَھُمْ مِنْ ثَلٰثٍ لاَّ یَعُمُّھُمْ بِسَنَۃٍ وَلاَ یَسْتَاْصِلُھُمْ عَدُوٌّ وَلاَ یَجْمَعُھُمْ عَلٰی ضَلَالَۃٍ۔ (رواہ الدارمی)

اخرجه الدارمي في السنن ۱/ ٤۲ حديث رقم ٥٤ و احمد في المسند ۲/ ٤۳ ۲

ترجمہ: حضرت عمر بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم زمانے کے اعتبار سے آخر ہیں اور قیامت کے دن سب سے آگے بڑھنے والے ہوں گے بلاشبہ یہ بات میں فخر سے نہیں کہتا ابراہیم خلیل اللہ ہیں موسیٰ کلیم اللہ ہیں اور میں حبیب اللہ ہوں اور قیامت کے دن حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا اور بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ میری امت کے سلسلے میں وعدہ فرمایا ہے اور ان کو تین باتوں سے محفوظ فرمایا ہے۔ ① ان پر عام قحط نہیں ہوگا۔ ② دشمن ان کا استیصال نہیں کر سکے گا۔ ③ وہ گمراہی پر جمع نہیں ہوں گے۔

تشریح: اس روایت میں امت کی خصوصیات ذکر فرمائیں۔ ① آپ سب سے آخر میں مگر جنت میں سابق۔ ② میری امت پر عام قحط نہ آئے گا۔ ③ دشمن ان کا استیصال نہ کر سکے گا ④ گمراہی پر جمع نہ ہوگی پھر آپ کی خصوصیات ذکر فرمائی گئی۔ ① آپ اللہ کے حبیب ہیں۔ ② حمد کا جھنڈا قیامت کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہوگا۔

قائد الرسل محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں

۵۷۱۰/۲۴ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَنَا قَائِدُ الْمُرْسَلِیْنَ وَلاَ فَخْرَ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ وَلاَ فَخْرَ وَاَنَا اَوَّلُ شَافِعٍ وَّمُشَفَّعٍ وَلاَ فَخْرَ۔ (رواہ الدارمی)

اخرجه الدارمي في ۱/ ٤٠ حديث رقم ٤٩۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں رسولوں کا قائد ہوں اور یہ بات میں فخر سے نہیں کہتا اور میں خاتم النبیین ہوں اور میں اس پر فخر نہیں کرتا اور میں سب سے پہلا وہ شخص ہوں جو سفارش کرے گا اور اس کی سفارش قبول کی جائے گی اور میں اس پر بھی فخر نہیں کرتا۔ (دارمی)

تشریح: آپ نے بطور تحدیث نعمت اپنی عظمت ذکر فرمائی۔ ① قائد المرسلین۔ ② خاتم النبیین۔ ③ شافع و مشفع ہوں گے۔

شفاعتِ کبریٰ کا امین

۵۷۱۱/۲۵ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا اَوَّلُ النَّاسِ خُرُوْجًا اِذَا بُعِثُوْا وَاَنَا قَائِدُھُمْ اِذَا وَفَدُوْا وَاَنَا خَطِیْبُھُمْ اِذَا اَنْصَتُوْا وَاَنَا مُسْتَشْفِعُھُمْ اِذَا حُبِسُوْا وَاَنَا مُبَشِّرُھُمْ اِذَا اَیِسُوْا الْکَرَامَۃُ وَالْمَفَاتِیْحُ یَوْمَئِذٍ بِیَدِیْ وَلِوَاءُ الْحَمْدِ یَوْمَئِذٍ بِیَدِیْ وَاَنَا اَکْرَمُ وُلْدِ اٰدَمَ عَلٰی رَبِّیْ یَطُوْفُ

عَلَیَّ اَلْفُ خَادِمٍ كَاَنَّهُمْ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ اَوْ لُؤْلُؤٌ مَّنْثُوْرٌ۔ (رواہ الترمذی والدارمی وقال الترمذی هذا حديث غريب)

اخرجه الترمذی فی السنن ٥٤٦/٥ حديث ٣٦١٠ والدارمی ٣٩/١ حديث رقم ٤٨

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمام لوگوں میں اٹھائے جانے کے وقت سب سے پہلے نکلوں گا اور جب وہ اللہ کی بارگاہ میں جائیں گے تو میں ان کا قائد ہوں گا اور جب وہ خاموش ہو جائیں گے تو میں ان کا خطیب ہوں گا اور جب ان کو روک لیا جائے گا تو میں ان کی شفاعت کا طلب گار رہوں گا اور جب وہ عزت سے مایوس ہو جائیں گے تو میں ان کو خوشخبری سنانے والا ہوں گا اور اس دن چابیاں میرے ہاتھ میں ہوں گی اور اس دن حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا اور میں اولادِ آدم میں اپنے رب کے ہاں سب سے زیادہ عزت والا ہوں اور ایک ہزار خدام جو چھپے ہوئے انڈے کی طرح سفید یا بکھرے ہوئے موتیوں کی طرح ہیں وہ میرے اردگرد چکر لگائیں گے۔ (ترمذی، دارمی) ترمذی نے اس کو غریب کہا۔

تشریح ۞ اَنَا خَطِيْبُهُمْ اِذَا اَنْصَتُوْا : جب معذرت سے خاموش ہوں گے اور حیرانی سے کلام نہ کر سکیں گے تو اس میں ان کی طرف سے کلام کروں گا اور شفاعت کروں گا پس میں ہی اس وقت کلام کی ہمت کروں گا اور کوئی پیغمبر نہ کر سکے گا۔ میں اس وقت اللہ تعالیٰ کی ایسی حمد کروں گا جو اس کے لائق ہے۔ اس وقت کلام کا کسی کو اذن نہ ہوگا۔ وہ صرف میرے ساتھ خاص ہے۔ پس آپ اس ارشاد سے مستثنیٰ ہیں : هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ...... آج کا دن ایسا ہے کہ وہ نہ بات کر سکیں گے اور ان کو معذرت کی اجازت دی جائے گی۔ ② اس آیت کو خاص کفار کے حق میں مانا جائے اور یہ بھی شروع میں ہوگا ورنہ بعد میں وہ بولیں گے اور معذرت بھی پیش کریں گے۔

وَاَنَا مُبَشِّرُهُمْ اِذَا اَيِسُوْا : یعنی جب ان پر غلبہ خوف کی وجہ سے مایوسی چھا جائے گی تو وہ انبیاء علیہم السلام سے شفاعت طلب کریں گے اور وہ شفاعت نہ کر سکیں گے بلکہ عذر کریں گے تو میں اس مایوسی کا ازالہ شفاعت کر کے کروں گا۔

كَاَنَّهُمْ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ : خدام کو شتر مرغ کے انڈوں سے صفائی اور سفیدی میں تشبیہ دی ہے۔ انڈے میں زردی اور سفیدی ملی ہوتی ہے ہلکی زردی بدن کا خوبصورت رنگ ہے۔ مجمع البحار میں ہے کہ بیض مکنون سے مراد سیپ کے موتی ہیں جو ہاتھ اور نظر سے محفوظ ہوتے ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ وہ لوگوں کے ہاتھوں اور نظروں سے محفوظ ہوں گے یا موتی بکھرے ہوئے سے تشبیہ دی ہے جو بکھرے ہوئے خوبصورت نظر آتے ہیں۔

جنت کا حلہ پہن کر شفاعت کرنے والا پیغمبر

٢٦/٥٦١٣ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاُكْسٰى حُلَّةً مِّنْ حُلَلِ الْجَنَّةِ ثُمَّ اَقُوْمُ عَنْ يَّمِيْنِ الْعَرْشِ لَيْسَ اَحَدٌ مِّنَ الْخَلَائِقِ يَقُوْمُ ذٰلِكَ الْمَقَامَ غَيْرِيْ (رواہ الترمذی وفی روایۃ جامع الاصول عنه) اَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْاَرْضُ فَاُكْسٰى۔

اخرجه الترمذی فی السنن ٥٤٦/٥ حديث رقم ٣٦١١۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے جنت کے حلوں میں سے ایک جوڑا

پہنایا جائے گا۔ پھر میں عرش کے دائیں جانب کھڑا ہوں گا۔ مخلوقات میں سے کوئی شخص میرے سوا اس جگہ کھڑا نہ ہو گا۔ ترمذی۔ جامع الاصول کی روایت میں اس طرح ہے کہ میں پہلا شخص ہوں گا جس کے لئے زمین پھٹے گی پھر مجھے حلہ پہنایا جائے گا۔

تشریح ۞ ① حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے جامع الاصول نے روایت نقل کی ہے کہ بعث کے وقت مجھے سب سے پہلے حلہ پہنایا جائے گا۔ ② یہ حلہ خاص مقام محمود کی شفاعت کے موقعہ پر پہنایا جائے گا۔

میرے لئے مقام وسیلہ مانگو

۵۶۱۳/۲۷ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَلُوا اللّٰهَ لِيَ الْوَسِيْلَةَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا الْوَسِيْلَةُ قَالَ اَعْلٰى دَرَجَةٍ فِي الْجَنَّةِ لَا يَنَالُهَا اِلَّا رَجُلٌ وَاحِدٌ وَّاَرْجُوْا اَنْ اَكُوْنَ اَنَا هُوَ۔

(رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۵۴٦/۵ حديث رقم ۳٦١۲ واحمد فی المسند ۲٦۵/۲

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے لئے وسیلہ مانگو۔ صحابہ کرام نے عرض کیا وسیلہ کیا ہے؟ یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا وہ جنت کا سب سے اعلیٰ درجہ ہے جو صرف ایک آدمی کو دیا جائے گا اور مجھے امید ہے کہ میں وہی ہوں گا۔ (ترمذی)

تشریح ۞ وَمَا الْوَسِيْلَةُ قَالَ اَعْلٰى دَرَجَةٍ فِي الْجَنَّةِ: اس وسیلہ سے وہ مقام مراد ہے جس کا تذکرہ اذان میں ہے۔ امت سے دعا منگوانا۔ یہ بارگاہ الٰہی میں اظہار محتاجی ہے اور انکسار نفس ہے کہ بڑے سے بڑا بھی اس کی رحمت کا محتاج ہے۔ ② امت دعا کر کے ثواب پائے اور شفاعت کی حقدار بنے۔ ③ امت کی اس طرف راہنمائی کر دی اپنے سب سے زیادہ محبوب کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے جنت مانگے۔

وَّاَرْجُوْا اَنْ اَكُوْنَ: یہ تواضع ہے اور بارگاہ الٰہی کا پاس ادب ہے۔ ورنہ وہ مقام تو آپ ہی کے لئے متعین ہے۔

انبیاء علیہم السلام کا خطیب میں ہوں گا

۵۶۱۴/۲۸ وَعَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ كُنْتُ اِمَامَ النَّبِيِّيْنَ وَخَطِيْبَهُمْ وَصَاحِبَ شَفَاعَتِهِمْ غَيْرُ فَخْرٍ۔ (رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۵۴۷/۵ حديث رقم ۳٦١۳ واحمد فی المسند ۱۳۷/۵۔

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن میں تمام انبیاء علیہم السلام کا امام اور خطیب ہوں گا اور ان کا صاحب شفاعت ہوں گا مگر یہ فخر سے نہیں کہتا۔ (ترمذی)

تشریح ۞ اس روایت میں آپ کی تین بڑی خصوصیات ذکر فرمائی گئی ہیں۔ ① امام الانبیاء ہونا۔ ② خطیب انبیاء ہونا۔ ③ تمام امت کے لئے کا شفیع ہونا۔

میرے ولی میرے جدامجد ابراہیم علیہ السلام ہیں

۲۹/۵۶۱۵ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ وُلَاةً مِّنَ النَّبِيِّيْنَ وَاِنَّ وَلِيِّيْ اَبِيْ وَخَلِيْلُ رَبِّيْ ثُمَّ قَرَاَ اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرَاهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ (رواہ الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۲۰۸/۵ حدیث رقم ۲۹۹۵ واحمد فی المسند ۴۰۱/۱ سورة آل عمران الآية رقم ۶۸

تَرجَمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر پیغمبر کے انبیاء علیہم السلام میں سے کچھ دوست اور ولی ہیں اور میرے دوست میرے والد گرامی اور رب جلیل کے خلیل ہیں اور پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرَاهِيْمَ ۔ ابراہیم علیہ السلام کے سب سے زیادہ قریب وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان کی اتباع کی اور یہ نبی اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا کارساز ہے۔

تشریح ۞ اس روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک خصوصیت ذکر فرمائی گئی کہ میرے ولی میرے والد ماجد ابراہیم علیہ السلام ہیں۔

تکمیلِ اخلاق کا معلم

۳۰/۵۶۱۶ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ بَعَثَنِيْ لِتَمَامِ مَكَارِمِ الْاَخْلَاقِ وَكَمَالِ مَحَاسِنِ الْاَفْعَالِ۔ (رواہ فی شرح السنۃ)

اخرجه البغوی فی شرح السنة ۲۰۲/۱۳ حدیث رقم ۳۶۲۲

تَرجَمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے اعلیٰ اخلاق کی تکمیل اور اچھے افعال کے کامل کرنے کے لئے مبعوث فرمایا ہے۔ (شرح السنہ)

تشریح ۞ اس روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص صفت یہ ذکر فرمائی کہ اخلاق عالیہ کو آپ مکمل کرنے والے ہیں۔

عہد نامہ قدیم میں آپ کی صفات

۳۱/۵۶۱۷ وَعَنْ كَعْبٍ يَحْكِيْ عَنِ التَّوْرٰةِ قَالَ نَجِدُ مَكْتُوْبًا مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَبْدِيَ الْمُخْتَارُ لَا فَظٌّ وَلَا غَلِيْظٌ وَلَا سَخَّابٌ فِي الْاَسْوَاقِ وَلَا يَجْزِيْ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ وَلٰكِنْ يَعْفُوْ وَيَغْفِرُ مَوْلِدُهٗ بِمَكَّةَ وَهِجْرَتُهٗ بِطَيْبَةَ وَمُلْكُهٗ بِالشَّامِ وَاُمَّتُهُ الْحَمَّادُوْنَ يَحْمَدُوْنَ اللّٰهَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ يَحْمَدُوْنَ اللّٰهَ فِيْ كُلِّ مَنْزِلَةٍ وَيُكَبِّرُوْنَهٗ عَلٰى كُلِّ شَرَفٍ رُعَاةٌ لِّلشَّمْسِ يُصَلُّوْنَ الصَّلٰوةَ اِذَا جَاءَ وَقْتُهَا يَتَاَزَّرُوْنَ عَلٰى اَنْصَافِهِمْ وَيَتَوَضَّئُوْنَ عَلٰى اَطْرَافِهِمْ مُنَادِيْهِمْ يُنَادِيْ فِيْ جَوِّ السَّمَآءِ صَفُّهُمْ فِي الْقِتَالِ وَصَفُّهُمْ فِي الصَّلٰوةِ سَوَآءٌ لَهُمْ بِاللَّيْلِ دَوِيٌّ كَدَوِيِّ النَّحْلِ هٰذَا لَفْظُ الْمَصَابِيْحِ وَرَوَى الدَّارِمِيُّ مَعَ تَغْيِيْرٍ

يَسِير۔

اخرجه الدارمی ۱۷/۱ حديث رقم ۸

ترجمہ: حضرت کعب احبار رحمہ اللہ تورات سے حکایت کرتے ہیں کہ ہم نے تورات میں آپ ﷺ کی یہ صفات لکھی ہوئی پائیں۔ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ وہ میرے چنے ہوئے بندے ہیں وہ نہ سخت خو نہ درشت مزاج۔ وہ بازار میں شور کرنے والے نہیں اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے ہیں۔ وہ معافی اور درگزر سے کام لیتے ہیں۔ ان کی جائے ولادت مکہ اور جائے ہجرت طیبہ ہے۔ ان کی بادشاہت میں ہوگی ان کی امت حماد ہے وہ خوشی وغمی میں اللہ تعالیٰ کی تعریف کرنے والے ہیں اور وہ اُترنے کے مقام پر اللہ تعالیٰ کی حمد کے ترانے گانے والے اور ہر بلندی پر اس کی تکبیر کہنے والے ہیں۔ وہ سورج کی نگہداشت کرنے والے ہیں۔ جب نماز کا وقت آجائے تو وہ نماز ادا کرنے والے ہیں اور نصف پنڈلی پر چادر باندھنے والے اور اطراف والے اعضاء پر وہ وضو کرنے والے ہیں۔ ان کا منادی آسمان کی فضاؤں میں اذان کو بلند کرے گا۔ ان کی میدانِ جہاد کی صف اور نماز کی صف ایک جیسی ہوگی اور رات کو (تلاوت قرآن سے) ان کی گنگناہٹ شہد کی مکھیوں جیسی معلوم ہوگی۔ یہ مصابیح کے الفاظ ہیں دارمی نے ذرا فرق سے روایت نقل کی ہے۔

تشریح ۞ مُلْكُهٗ بِالشَّامِ: بادشاہی سے مراد دین ونبوت کا ظہور ہے جو کہ شام کی سرزمین میں ہوگا۔ اسلامی بادشاہتیں اس علاقہ میں چلی آرہی ہیں۔ باقی اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام جہاں کا روحانی بادشاہ بنایا ہے۔ ۞ آپ کی مدت خلافت کے تکمیل پذیر ہونے پر اسلامی بادشاہت شام میں ہوگی پھر یہ حضرت معاویہ اور بنی امیہ کے اچھے خلفاء کے متعلق پیش گوئی ہوگی۔

رُعَاةٌ لِلشَّمْسِ: ان کی امت کے لوگ طلوع وغروب اور زوال کا دھیان رکھیں گے اور عبادات میں یہ ملحوظ خاطر ہوگا۔ حاکم نے عبداللہ بن اوفی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اچھے بندے وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی یاد کے لئے سورج، چاند اور ستاروں کا خیال رکھتے ہیں۔

حجرہ شریف میں ایک قبر کی جگہ ہے

۵۶۱۸/۳۲ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ مَكْتُوْبٌ فِي التَّوْرَاةِ صِفَةُ مُحَمَّدٍ وَّعِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ يُدْفَنُ مَعَهٗ قَالَ اَبُوْ مَوْدُوْدٍ وَقَدْ بَقِيَ فِي الْبَيْتِ مَوْضِعُ قَبْرٍ۔ (رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۵/۵۴۹ حديث رقم ۳۶۱۷۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تورات میں جناب رسول اللہ ﷺ کی تعریف اس طرح ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی تدفین آپ کے ساتھ ہوگی۔ ابو مودود راوی کہتے ہیں کہ حجرۂ شریف میں ایک جگہ قبر کی باقی ہے۔ (ترمذی)

تشریح ۞ عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ يُدْفَنُ مَعَهٗ: آپ کی قبر کی قریب جگہ باقی رہنے میں یہ حکمت ہے کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کا مدفن بنے گا۔ حالانکہ کئی صحابہ کرام نے وہاں دفن ہونے کی درخواست کی مگر ایسا نہ ہو سکا۔ جو لوگ حجرہ شریف میں داخلہ کی سعادت پا چکے ہیں انہوں نے بیان کیا ہے کہ وہاں تین قبریں ہیں۔ قبلہ کی جانب آپ کی قبر مقدم ہے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی قبر ان سے کچھ متاخر

ہے کہ ان کا سر آپ کے کندھے کے مقابل ہیں اور حضرت عمر کی قبر ان سے متاخر ہے کہ ان کا سر صدیق اکبر کے کندھے کے مقابل ہے اور حضرت عمر کے پہلو میں ایک قبر کی جگہ باقی ہے۔ روایات میں وارد ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زمین میں اپنا قیام پورا کرنے کے بعد حج کریں گے اور پھر مکہ سے مدینہ کی طرف لوٹیں گے جہاں ان کا انتقال ہو جائے گا۔ لوگ ان کو اٹھا کر مدینہ میں لائیں گے اور حجرہ میں دفن کریں گے۔ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی کیا خوش نصیبی ہے کہ قیامت کے دن تک دو پیغمبروں کے درمیان میں خوش نصیب ہیں۔

الفصل الثالث:

تمام اہل زمین و آسمان پر فضیلت

۳۳/۵۷۱۹ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی فَضَّلَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ وَعَلٰى أَهْلِ السَّمَاءِ فَقَالُوْا يَا أَبَا عَبَّاسٍ بِمَ فَضَّلَهُ اللّٰهُ عَلٰى أَهْلِ السَّمَاءِ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ لِأَهْلِ السَّمَاءِ وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ إِنِّيْ إِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ قَالُوْا وَمَا فَضْلُهٗ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ قَالَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَاءُ الْآيَةَ وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ فَأَرْسَلَهٗ إِلَى الْجِنِّ وَالْإِنْسِ۔

اخرجه الدارمی ۱/۳۸ حدیث رقم ٤٦۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو انبیاء علیہم السلام پر فضیلت دی اور آسمان والوں پر (فضیلت دی) عرض کیا گیا اے ابو عباس! آسمان والوں پر کس طرح فضیلت دی؟ تو فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان والوں سے فرمایا ہے: وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ ...... ان میں سے جو یہ کہے کہ میں اس کے سوا معبود ہوں تو ہم اس کو اس کے بدلے جہنم دیں گے اور ہم ظالموں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں" اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ...... بلاشبہ ہم نے تمہارے لئے واضح فتح فرما دی ہے تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دے۔ ابن عباس نے پوچھا گیا آپ کو انبیاء علیہم السلام پر کیا فضیلت حاصل ہے۔ تو فرمانے لگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ... اور ہم نے ہر رسول کو اس کی قومی زبان میں بھیجا تا کہ وہ ان کے سامنے کھول کر بیان کرے۔ پس اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے جس کو چاہتا ہے" اور اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا: وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ ...... اور ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے" پس آپ کو جنات اور انسانوں کا رسول بنایا ہے۔ (الدارمی)

تشریح ۞ مَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ إِنِّيْ إِلٰهٌ: یعنی اللہ تعالیٰ فرشتوں کی اس طرح سخت دبدبے والے خطاب سے مخاطب فرمایا

کہ ان میں سے اگر کوئی مدعیٔ الوہیت بنے گا تو اسے سخت عذاب دوں گا۔

يَغْفِرَلَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ: اس کی اور بہت سی تاویلات ہیں مگران میں سے سب سے بہتر یہ ہے کہ بزرگی، مہربانی اور رحمت کے کلمات ہیں۔ محاورہ یہ ہے کہ جب کہ غلام کا کوئی قصور بھی نہ ہو مگر آقا اس سے راضی وخوش ہو کر کہتا ہے۔ ہم نے تیری اگلی پچھلی غلطیاں بخش دیں تو جو کچھ کرے تجھے سب کچھ معاف ہے۔ ہم مواخذہ نہ کریں گے۔

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ: اگرچہ آپ کی بعثت جن وانس سب کی طرف ہوئی ہے مگر لوگوں کا تذکرہ اشرف المخلوقات ہونے کی وجہ سے کردیا۔ آیت میں اصل مقصود تمام انسانوں عرب وعجم کی تعمیم کرنا ہے کہ آپ اگرچہ عربی ہیں مگر آپ کی بعثت تمام کائنات کے عرب وعجم، گورے اور کالے سب کے لئے ہے۔

معرفت نبوت

۳۲/۵۶۲۰ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ الْغِفَارِيِّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ عَلِمْتَ اَنَّكَ نَبِيٌّ حَتّٰى اسْتَيْقَنْتَ فَقَالَ يَا اَبَا ذَرٍّ اَتَانِيْ مَلَكَانِ وَاَنَا بِبَعْضِ بَطْحَاءِ مَكَّةَ فَوَقَعَ اَحَدُهُمَا اِلَى الْاَرْضِ وَكَانَ الْاٰخَرُ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ فَقَالَ اَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهٖ اَهُوَ هُوَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَزِنْهُ بِرَجُلٍ فَوُزِنْتُ بِهٖ فَوَزَنْتُهٗ ثُمَّ قَالَ زِنْهُ بِعَشَرَةٍ فَوُزِنْتُ بِهِمْ فَرَجَحْتُهُمْ ثُمَّ قَالَ زِنْهُ بِمِائَةٍ فَوُزِنْتُ بِهِمْ فَرَجَحْتُهُمْ ثُمَّ قَالَ زِنْهُ بِاَلْفٍ فَوُزِنْتُ بِهِمْ فَرَجَحْتُهُمْ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَنْتَثِرُوْنَ عَلَيَّ مِنْ خِفَّةِ الْمِيْزَانِ قَالَ فَقَالَ اَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهٖ لَوْوَزَنْتَهٗ بِاُمَّتِهٖ لَرَجَحَهَا۔ (رواهما الدارمی)

اخرجه الدارمی فی السنن ۱ / ۲۰ حدیث رقم ۱۴۔

ترجمہ: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ کو کس طرح معلوم ہوا کہ آپ پیغمبر ہیں؟ یہاں تک کہ آپ کو یقین ہوا؟ تو ارشاد فرمایا: اے ابوذر! میں بطحاء مکہ میں تھا کہ میرے پاس دو فرشتے آئے۔ ان میں سے ایک تو زمین پر میرے پاس آ گیا جب کہ دوسرا آسمان وزمین کے مابین رہا تو ایک نے دوسرے سے کہا کیا یہ وہی ہے؟ اس نے جواب دیا جی ہاں۔ تو اس نے کہا ان کا ایک شخص کے ساتھ وزن کرو۔ میرا وزن کیا گیا تو میرا وزن زیادہ نکلا۔ پھر اس نے کہا اس کا وزن دس آدمیوں کے ساتھ کرو چنانچہ میرا وزن کے ساتھ کیا گیا تو میرا وزن زیادہ نکلا۔ پھر اس نے کہا سو کے ساتھ وزن کرو تو سو کے ساتھ میرا وزن دس آدمیوں کیا گیا تو میرا وزن زیادہ نکلا۔ گویا ان ہزار کو میں اب بھی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں جو ترازو میں مجھ سے کم نکلے۔ اس پر ایک فرشتے نے دوسرے کو کہا اگر ان کا وزن پوری امت سے بھی کرو گے تو پھر بھی یہ بھاری نکلیں گے۔

تشریح ۞ اس روایت میں اس سوال کا جواب ہے کہ آپ نے کس طرح پہچانا کہ آپ نبی ہیں۔ تو آپ نے بیان فرمایا کہ فرشتے نے میرا وزن کیا اور میں بھاری نکلا تو اس نے کہا اگر تمام امت کے بھی تول میں رکھ دیں تب بھی یہ بھاری ہوں۔

آپ پر قربانی فرض ہے

۳۵/۵۶۲۱ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُتِبَ عَلَيَّ النَّحْرُ وَلَمْ يُكْتَبْ عَلَيْكُمْ وَاُمِرْتُ بِصَلٰوةِ الضُّحٰى وَلَمْ تُؤْمَرُوْا بِهَا۔ (رواه الدارقطنی)

اخرجه الدارقطنی فی سننه ۲۸۲/٤ حدیث رقم ٤٢ من باب الصید۔ فی المخطوطة "لغی"

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر قربانی فرض کر دی گئی اور تم پر نہیں اور مجھے چاشت کی نماز کا حکم دیا گیا ہے اور تمہیں حکم نہیں دیا گیا۔ (دارقطنی)

تشریح: اس روایت میں آپ نے اپنی دو خصوصیتیں ذکر فرمائیں۔ ① مجھ پر قربانی فرض کی گئی ہے تم پر نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا فصل لربک وانحر۔ الآیہ۔ ② نماز چاشت مجھ پر لازم کی گئی ہے تم پر نہیں کی گئی۔ معلوم ہوا کہ چاشت کی نماز میں بڑا ثواب ہے۔

بَابُ اَسْمَاءِ النَّبِيِّ ﷺ وَصِفَاتِهٖ

اسماء وصفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اسماء: یہ اسم کی جمع ہے۔ یہ وسم سے لیا جائے یا سمو سے۔ نام ونشان بھی اور اظہار بلندی کا ذریعہ بھی ہے۔ ہر دو درست ہیں یہاں آپ کے ذاتی دو ناموں کے علاوہ کئی صفاتی نام بھی ذکر کیے گئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء گرامی بہت ہیں۔ قرآن مجید اور دیگر آسمانی کتابوں اور انبیاء علیہم السلام کی زبانوں سے منقول ہیں۔ آپ کا ذاتی مشہور نام محمد ہے۔ یہ آپ کے دادا عبدالمطلب نے رکھا۔ جب ان سے دریافت کیا گیا تم نے ان کا نام اپنے والدین کے نام پر کیوں نہ رکھا حالانکہ یہ تمہاری قوم میں سے کسی کا نام نہیں تو انہوں نے فرمایا کہ یہ نام میں نے اس لئے رکھا ہے کہ تمام اہل زمین آپ کی ثناء وتعریف کریں۔ ایک روایت میں اس طرح ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ آسمان میں اللہ تعالیٰ اور زمین میں لوگ آپ کی تعریف کریں۔ ② یہ بھی منقول ہے کہ خواجہ عبدالمطلب نے خواب دیکھا تھا کہ ان کی پشت سے چاندی کی ایک زنجیر نکلی اس کا ایک سرا آسمان دوسرا مشرق اور تیسرا مغرب میں ہے۔ پھر وہ زنجیر درخت بن گئی اس کے ہر پتہ پر نور ہے اور اہل مشرق ومغرب اس درخت کے ساتھ لٹکے ہیں۔ یہ خواب لوگوں میں بیان ہوا تو انہوں نے یہ تعبیر کی کہ تمہاری پشت سے ایک شخص پیدا ہوگا تمام اہل مشرق ومغرب اس کی اتباع کریں گے۔ آسمان وزمین میں ان کی مدح وثناء کی جائے گی۔ اس وجہ سے انہوں نے آپ کا نام محمد رکھا۔ ③ حضرت آمنہ نے بھی خواب دیکھا کہ ان کو کہنے والا یہ کہہ رہا ہے کہ تمہارے رحم میں اس امت کے پیغمبر ہیں۔ جب ان کی ولادت ہو تو ان کا نام محمد رکھنا۔ ④ یہ بھی منقول ہے کہ یہ نام اس سے پہلے کسی کا نہیں ہے۔ اہل کتاب نے خبر دی تھی کہ پیغمبر آخر الزماں کا نام محمد ہوگا۔ تو چار اشخاص نے اسی تمنا سے یہی نام رکھا کہ شاید ان کو نبوت مل جائے چونکہ انہوں نے آپ کا اسم گرامی سن کر بعد میں نام رکھا اس

لئے ان کا یہ عمل بعد کا ہے۔۵ مواہب مدینہ میں لکھا ہے کہ آپ کے القاب واسماء قرآن مجید میں بہت ہیں علماء نے ان کی تعداد معین ذکر نہیں کی بعض نے ننانوے نام ذکر کیے ہیں جو اسماء الٰہیہ کے موافق بنائے۔۶ قاضی عیاضؒ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مبارک اسماء میں سے تیس اسماء اپنے حبیب کے ساتھ مخصوص فرمائے۔۷ بعض نے کہا اگر سابقہ کتب اور قرآن حدیث میں تلاش کرو تو آپ کے تین سو نام مذکور ہیں۔ایک قائل کے مطابق چار سو ہیں۔۷ قاضی ابوبکر ابن العربی نے فرمایا کہ بعض صوفیاء کے ہاں اللہ تعالیٰ کے ایک ہزار نام ہیں اور اس کے رسول ﷺ کے بھی ایک ہزار نام ہیں۔اس سے مراد اوصاف ہیں اور ہر صفت اسم مشتق ہے۔۸ علامہ سیوطیؒ نے آپ کے اسماء پر ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام الریاض الانیقہ ہے۔۹ علامہ طیبیؒ نے بائیس اسماء کا تذکرہ کر کے ان کی تشریح کی ہے۔نمبر۱۰ مصنف نے دو احادیث کے ضمن میں چند اسماء کا ذکر کیا ہے۔صفات سے یہاں آپ کا حلیہ شریف ہے۔دوسرے باب میں سیرت و شمائل اور اخلاق باطنہ کا تذکرہ ہے۔**اللّٰھم صل علی محمد بعد د اسمائك و صفاتك و بعد د كل معلوم لك و علٰی اٰله و اصحابه اجمعین۔**

الفصل الاول:

آپ کے اسماء مبارکہ

۵۶۲۲/۱ عَنْ جُبَیْرِبْنِ مُطْعِمٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ لِیْ اَسْمَاءً اَنَا مُحَمَّدٌ وَّاَنَا اَحْمَدُ وَّاَنَا الْمَاحِیَ الَّذِیْ یَمْحُوا اللّٰہُ بِیَ الْکُفْرَ وَاَنَا الْحَاشِرُ الَّذِیْ یُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰی قَدَمَیَّ وَاَنَا الْعَاقِبُ وَالْعَاقِبُ الَّذِیْ لَیْسَ بَعْدَهٗ نَبِیٌّ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری ۵۵۴/۶ حدیث رقم ۳۵۳۲ و مسلم ۱۸۲۸/۴ حدیث رقم (۱۲۴۔۲۳۵۴) والترمذی فی السنن ۱۲۴/۵ حدیث رقم ۲۸۴۰ واخرجه مالك ۱۰۰۴/۲ حدیث رقم ۱ من کتاب اسماء النبی ﷺ اخرجه الدارمی ۴۰۹/۲ حدیث رقم ۲۷۷۵ واحمد فی المسند ۴۰۷/۴۔

ترجمہ: حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب پیغمبر ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ میرے کچھ نام ہیں میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں۔میں وہ ماحی ہوں کہ جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کفر کو مٹائے گا اور میں وہ حاشر ہوں کہ میرے قدموں پر لوگوں کو جمع کیا جائے گا اور میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہوتا ہے کہ جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔(بخاری، مسلم)

تشریح ۞ اَنَا مُحَمَّدٌ وَّاَنَا اَحْمَدُ :بعض دیگر روایات میں محمود بھی آیا ہے۔یہ تینوں اسماء حمد سے مشتق ہیں۔محمود وہ ہے جس کی ذات،صفات پر دنیا و آخرت میں مدح کی جائے۔

مُحَمَّدٌ:بہت اور بے حد و شمار تعریف کیا گیا۔

اَحْمَد :اولین و آخرین جس کی مدح کریں۔اللہ تعالیٰ نے اپنے پہلے کلام میں اس کی تعریف کی ہو۔یا اس نے اپنے مولد کی بہت تعریف کی جو کسی کو معلوم نہ ہو۔جیسا کہ مقام محمود میں ہو گا اور آپ کے لئے لواء حمد کو قائم کیا جائے گا۔

عاقب:اس کا معنی پیچھے آنے والا۔یہاں یہ خاتم کے معنی میں ہے۔

نبی التوبہ آپ ہیں

۲/۵۶۲۳ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ یُسَمِّیْ لَنَا نَفْسَهٗ اَسْمَاءً فَقَالَ اَنَا مُحَمَّدٌ وَّاَحْمَدُ وَّالْمُقَفِّیْ وَالْحَاشِرُ وَ نَبِیُّ التَّوْبَةِ وَ نَبِیُّ الرَّحْمَةِ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم ۱۸۲۸/۴ حدیث رقم (۱۲۶۔۲۳۵۵) واحمد فی المسند ۳۹۵/۴۔

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اسماء گرامی بتاتے ہوئے فرمایا: میں محمد، احمد، المقفی، حاشر، نبی توبہ اور نبی رحمت ہوں۔ (مسلم)

تشریح ۞ نَبِیُّ التَّوْبَةِ: ① بہت سی مخلوق نے آپ کے دست اقدس پر توبہ کی۔ ② آپ کو نبی التوبہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ سب سے زیادہ رجوع الی اللہ رکھتے تھے۔ ③ زبان سے توبہ آپ کی امت میں تسلیم کی گئی ہے جب کہ پہلی امتوں میں توبہ قتل وسزاء کے ساتھ تھی۔

قریش مذمم کو گالیاں دیتے تھے۔

۳/۵۶۲۴ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا تَعْجَبُوْنَ کَيْفَ يَصْرِفُ اللّٰهُ عَنِّیْ شَتْمَ قُرَيْشٍ وَّلَعْنَهُمْ يَشْتِمُوْنَ مُذَمَّمًا وَيَلْعَنُوْنَ مُذَمَّمًا وَّاَنَا مُحَمَّدٌ۔ (رواہ البخاری)

اخرجه البخاری ۵۵۴/۶ حدیث رقم ۳۵۳۳ والنسائی فی السنن ۱۵۹/۶ حدیث رقم ۳۴۳۸ واحمد فی المسند ۲۴۴/۲۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم تعجب کیوں نہیں کرتے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ مجھ سے قریش کی گالی گلوچ اور لعنت کو پھیرنے والے ہیں۔ وہ مذمم کو گالیاں دیتے اور مذمم پر لعنت کرتے ہیں اور میں محمد ہوں۔ (بخاری)

تشریح ۞ کَيْفَ يَصْرِفُ اللّٰهُ عَنِّیْ شَتْمَ: قریش آپ کو محمد کی بجائے مذمم بولتے یعنی مذمت کیا ہوا اور یہی نام لے کر آپ کی مذمت کرتے تو آپ نے فرمایا وہ تو مذمم کو گالیاں دیتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی گالیوں سے کس طرح محفوظ کر دیا۔ کیونکہ محمد کہہ کر گالی بن ہی نہیں سکتی۔

آپ کی ڈاڑھی اور سر کے چند بال سفید

۴/۵۶۲۵ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ شَمِطَ مُقَدَّمُ رَاْسِهٖ وَلِحْيَتِهٖ وَکَانَ اِذَا ادَّهَنَ لَمْ يَتَبَيَّنْ وَاِذَا شَعِثَ رَاْسُهٗ تَبَيَّنَ وَکَانَ کَثِيْرَ شَعْرِ اللِّحْيَةِ فَقَالَ رَجُلٌ وَّجْهُهٗ مِثْلُ السَّيْفِ قَالَ لَا بَلْ کَانَ مِثْلَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ وَکَانَ مُسْتَدِيْرًا وَّرَاَيْتُ الْخَاتَمَ عِنْدَ کَتِفِهٖ مِثْلَ

بَيْضَةِ الْحَمَامَةِ يُشْبِهُ جَسَدَهُ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم ۱۸۲۳/٤ حديث رقم (۱۰۹۔۲۳٤٤) واخرجه الترمذی فی السنن ٥٥٨/٥ حديث رقم ٣٦٣٦ واحمد فی المسند ٩٠/٥۔

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک اور ڈاڑھی مبارک کے چند بال سفید ہوئے جب آپ تیل لگاتے تو وہ معلوم نہ ہوتے تھے اور جب آپ کے بال بکھرے ہوتے تب وہ واضح نظر آتے۔ آپ کی ڈاڑھی کے بال بہت زیادہ تھے۔ ایک آدمی کہنے لگا آپ کا چہرہ مبارک تلوار کی مانند تھا تو جابر کہنے لگے کہ میں نے اسے کہا نہیں بلکہ آپ کا چہرہ مبارک سورج اور چاند جیسا تھا اور قدرے گولائی لیے ہوئے تھے۔ میں نے آپ کے کندھے کے قریب مہر نبوت ملاحظہ کی جو کبوتر کے انڈے کی طرح رنگت میں آپ کے جسم مبارک جیسی تھی۔ (مسلم)

تشریح ۞ إِذَا ادَّهَنَ لَمْ يَتَبَيَّنَّ: کیونکہ آپ کے سفید بال کم تھے۔ تیل لگانے سے بال جمع ہو جاتے ہیں سفید بال معلوم نہ ہوتے تھے اور پراگندگی میں بالوں کے جدا ہونے کی وجہ سے وہ نظر آ جاتے۔ آپ کے سر اور ڈاڑھی میں بیس سے زائد بال سفید نہ تھے اور بعض روایات میں اس سے بھی کم منقول ہیں۔

كَانَ كَثِيْرَ شَعْرِ اللِّحْيَةِ: آپ کی ڈاڑھی گھنی تھی ہلکی نہ تھی۔ دوسری روایت میں کث اللحیہ کے لفظ بھی آئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ڈاڑھی کی درازی کے متعلق کوئی چیز ثابت نہیں البتہ صحابہ کرام کے متعلق درازی کی روایات وارد ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق وارد ہے کہ ان کی ڈاڑھی ان کے سینے کو بھرنے والی تھی۔ اسی طرح حضرت شیخ جیلانی کی ڈاڑھی لمبی اور چوڑی تھی اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق منقول ہے کہ قبضہ سے زیادہ نہ رکھتے تھے۔ غرضیکہ ڈاڑھی مٹھی سے کم جائز نہیں زیادہ کے متعلق آثار مختلف ہیں۔

كَانَ مُسْتَدِيْرًا: آپ کا چہرہ مبارک گولائی کی طرف مائل تھا۔ حدیث میں **بل مثل القمر** اور دوسری میں **كان وجهه قطعة قمر** اور ایک میں ہے کہ چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا چہرہ تھا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آپ کا چہرہ خوشی میں آئینہ کی طرح چمکتا تھا کہ جس کا عکس دیوار پر پڑتا ہو۔ ۞ مواہب مدینہ میں ہے کہ یہ تشبیہات لوگوں نے اپنے فہم کے مطابق دی ہیں ورنہ آپ کے جمال و کمال کے ساتھ کوئی چیز بھی مشابہت نہیں رکھتی۔ جیسا کسی شاعر نے کہا۔

کسے بحسن ملاحت بیار ما نرسد ☆ ترا دریں سخن انکار کار مانرسد
ہزار نقش برآیذ کلک صنع ولی ☆ یکے بخوبی نقش و نگار مانرسد

چاند وسورج کی تشبیہ سے گولائی کا وہم نہ کر لینا چاہئے دیگر روایات میں صاف ہے کہ آپ کا چہرہ اقدس نہ گول تھا نہ لانبا بلکہ مناسب درازی کے ساتھ مناسب گولائی لیے ہوئے تھا۔ **اللهم صلى على سيدنا ومولانا محمد واله وصحبه وسلم۔**

رَأَيْتُ الْخَاتَمَ عِنْدَ كَتِفِهٖ: ایک روایت میں دونوں شانوں کے درمیان کا ذکر ہے بہر صورت بائیں شانہ کے قریب تھی۔

کندھوں کے درمیان مہر نبوت

۵/۵۶۲۶ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَرْجَسٍ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَكَلْتُ مَعَهٗ خُبْزًا وَّلَحْمًا اَوْ قَالَ ثَرِيْدًا ثُمَّ دُرْتُ خَلْفَهٗ فَنَظَرْتُ اِلٰى خَاتَمِ النُّبُوَّةِ بَيْنَ كَتِفَيْهِ عِنْدَنَا غِضِ كَتِفِهِ الْيُسْرٰى جُمْعًا عَلَيْهِ خِيْلَانٌ كَاَمْثَالِ الثَّاٰلِيْلِ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم في صحيحه ۱۸۲۳/٤ حديث رقم (۱۱۲۔۲۳٤٦) واخرجه الترمذي في السنن ٥٦٢/٥ حديث رقم ۳٦٤۳ واحمد في المسند ۸۲/٥۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور آپ کے ساتھ روٹی اور گوشت کھایا یا کہا ثرید کھایا۔ پھر میں آپ کے گرد گھوما اور میں نے آپ کی مہر نبوت دیکھی جو کہ آپ کے کندھے کے درمیان بائیں کندھے کی نرم ہڈی کے پاس تھی اور شکل کے اعتبار سے مٹھی کی مانند تھی اور اس پر مسوں کی مانند تل تھے۔ (مسلم)

تشریح ۞ غِض: نرم۔ جمعًا: مٹھی۔ خیلان: جمع خال: بمعنی تل۔ ثالیل: جمع ثالول۔ پستان کے منہ کی طرح چھوٹے دانے۔

اُمّ خالد کو چادر پہنائی

۶/۵۶۲۷ وَعَنْ اُمِّ خَالِدٍ بِنْتِ خَالِدِ بْنِ سَعِيْدٍ قَالَتْ اُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثِيَابٍ فِيْهَا خَمِيْصَةٌ سَوْدَاءُ صَغِيْرَةٌ فَقَالَ ائْتُوْنِيْ بِاُمِّ خَالِدٍ فَاُتِيَ بِهَا تُحْمَلُ فَاَخَذَ الْخَمِيْصَةَ بِيَدِهٖ فَاَلْبَسَهَا قَالَ اَبْلِيْ وَاَخْلِقِيْ ثُمَّ اَبْلِيْ وَاَخْلِقِيْ وَكَانَ فِيْهَا عَلَمٌ اَخْضَرُ اَوْ اَصْفَرُ فَقَالَ يَا اُمَّ خَالِدٍ هٰذَا سَنَاهُ وَهِيَ بِالْحَبَشِيَّةِ حَسَنَةٌ قَالَتْ فَذَهَبْتُ اَلْعَبُ بِخَاتَمِ النُّبُوَّةِ فَزَبَرَنِيْ اَبِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْهَا۔ (رواہ البخاری)

اخرجه البخاري ۸۳/٦-۱ حديث رقم ۳۰۷۱ وابو داؤد في ۳۱۱/٤ حديث رقم ٤۰۲٤۔

ترجمہ: حضرت خالد بن سعید کی بیٹی ام خالد کہتی ہیں کہ ایک دن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ کپڑے آئے۔ ان میں ایک چھوٹی سیاہ چادر تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ام خالد کو میرے پاس لاؤ۔ مجھے گود میں اٹھا کر لایا گیا آپ نے وہ چادر مجھے اوڑھا دی اور یہ دعا فرمائی: اَبْلِيْ وَاَخْلِقِيْ ثُمَّ اَبْلِيْ وَاَخْلِقِيْ۔ یعنی پرانی کرو اور پھاڑو۔ یعنی پرانے ہونے تک پہننا نصیب ہو۔ اس میں سبز یا زرد رنگ کے بیل بوٹے تھے آپ نے فرمایا اے ام خالد! یہ بہت اچھے ہیں۔ سَنَاہ۔ یہ حبشی زبان میں اچھے کے معنی میں بولا جاتا ہے۔ کہتی ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر مبارک سے کھیلنے لگی تو مجھے میرے والد نے ڈانٹ پلائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے چھوڑ دو۔ (بخاری)

تشریح ۞ خَالِدُ بْنُ سَعِيْدٍ: یہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد اسلام لائے۔ انہوں نے خواب دیکھا تھا کہ ایک نور زمزم

سے نکل کر آسمان کی طرف گیا جس سے کعبہ اور پورا مکہ روشن ہو گیا۔ پھر وہ نور نجد، یثرب کی طرف گیا وہ بھی روشن ہو گئے۔ انہوں نے یہ خواب اپنے بھائی عمرو بن سعید کو سنایا تو انہوں نے کہا یہ نور عبدالمطلب سے نکلے گا۔

سَنَاهُ: حبشی زبان کا لفظ ہے اس کا معنی اچھے اور خوبصورت۔

سراپا نبوت صلی اللہ علیہ وسلم

۵۷۲۸/۷ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ بِالطَّوِيْلِ الْبَائِنِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ وَلَيْسَ بِالْاَبْيَضِ الْاَمْهَقِ وَلَا بِالْاٰدَمِ وَلَيْسَ بِالْجَعْدِ الْقَطَطِ وَلَا بِالسَّبْطِ بَعَثَهُ اللّٰهُ عَلٰى رَاْسِ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً فَاَقَامَ بِمَكَّةَ عَشْرَ سِنِيْنَ وَبِالْمَدِيْنَةِ عَشْرَ سِنِيْنَ وَتَوَفَّاهُ اللّٰهُ عَلٰى رَاْسِ سِتِّيْنَ سَنَةً وَلَيْسَ فِيْ رَاْسِهٖ وَلِحْيَتِهٖ عِشْرُوْنَ شَعْرَةً بَيْضَاءَ وَفِيْ رِوَايَةٍ يَصِفُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ رَبْعَةً مِّنَ الْقَوْمِ لَيْسَ بِالطَّوِيْلِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ اَزْهَرَ اللَّوْنِ وَقَالَ كَانَ شَعْرُ رَاْسِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى اَنْصَافِ اُذُنَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ بَيْنَ اُذُنَيْهِ وَعَاتِقِهٖ (متفق علیه وفی روایة للبخاری) قَالَ كَانَ ضَخْمَ الرَّاْسِ وَالْقَدَمَيْنِ لَمْ اَرَ بَعْدَهٗ وَلَا قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ وَكَانَ سَبْطَ الْكَفَّيْنِ وَفِيْ اُخْرٰى لَهٗ قَالَ كَانَ شَثْنَ الْقَدَمَيْنِ وَالْكَفَّيْنِ۔

اخرجه البخاری فی صحیحه ۵۶٤/٦ حدیث رقم ۳۵٤۸_۳۵٤۷ ومسلم فی صحیحه ۱۸۲٤/٤ حدیث رقم (۲۳٤۷_۱۱۳) والنسائی فی السنن ۱۳۳/۸ حدیث رقم ٥۰٦۱ واخرجه الترمذی ٥٥٨/٥ حدیث رقم ۳٦۳۷ واخرجه مالك فی الموطأ ۹۱۹/۲ حدیث رقم ۱ من کتاب صفة النبی واحمد فی المسند ۲٤۰/۳۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو بہت دراز قد اور نہ بالکل پست تھے اور آپ کا رنگ نہ خالص سفید اور نہ گہرا گندمی اور آپ کے بال مبارک خمدار اور نہ بالکل سیدھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو چالیس سال کی عمر میں اعلان نبوت کا حکم دیا مکہ میں دس سال قیام رہا اور مدینہ منورہ میں بھی دس سال۔ اللہ تعالیٰ نے ساٹھ سال کی عمر میں وفات دی۔ اس وقت آپ کے سر اور داڑھی کے بیس بال بھی سفید نہ تھے۔ ایک اور روایت میں انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ آپ قوم میں درمیانہ قد نہ بہت دراز اور نہ پست قد، آپ کی رنگت چمکدار تھی اور آپ کے بال مبارک نصف کان تک تھے اور ایک روایت کے مطابق آپ کے بال کندھوں اور کانوں کے درمیان تھے۔ (بخاری، مسلم) بخاری کی ایک روایت میں اس طرح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھاری قدم اور بھارے سر والے تھے۔ میں نے آپ جیسا حسین نہ تو آپ سے پہلے دیکھا اور نہ بعد میں، آپ کی ہتھیلی کشادہ تھی۔ بخاری کی ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ آپ بھاری قدم اور بھاری ہاتھوں والے تھے۔

تشریح: ① لَيْسَ بِالطَّوِيْلِ الْبَائِنِ: معتدل قد والے تھے مگر مائل بدرازی تھے۔ جب جماعت میں کھڑے ہوتے تو سب سے بلند نظر آتے۔ یہ عزت ورفعت اور معجزہ نبوت تھا۔

أَقَامَ بِمَكَّةَ بِالْمَدِيْنَةِ عَشْرَ سِنِيْنَ: مدینہ میں دس برس کے قیام پر اتفاق ہے البتہ مکہ میں آپ کا قیام تیرہ برس ہے اس طرح آپ کی عمر مبارک تریسٹھ برس ہوئی۔ راوی کا ساٹھ برس کہنا کسر کو ترک کرنے کی وجہ سے ہے۔ اہل عرب کے بیان عدد میں یہ عادت مالوفہ تھی۔

اِلٰی اَنْصَافِ اُذُنَیْهِ: ایک روایت میں دونوں کانوں کی لو کا ذکر ہے اور ایک میں کندھوں تک۔ یہ اختلاف روایات اختلاف احوال کی وجہ سے تھا۔ جب آپ کنگھی کرتے تو بال دراز معلوم ہوتے ورنہ چھوٹے معلوم ہوتے۔ مجمع البحار میں لکھا ہے کہ جب سفر کی وجہ سے بال کترنے میں دیر ہوتی تو بال دراز ہو جاتے اور جب کترتے تو نصف لو تک ہو جاتے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کبھی بال کترتے تھے۔ بالوں کا منڈوانا حج وغیرہ کے علاوہ آپ سے ثابت نہیں۔

كَانَ شَثْنَ الْقَدَمَيْنِ وَالْكَفَّيْنِ: آپ کے پائے مبارک پر گوشت تھا۔ جو شجاعت و ثابت قدمی کی علامت ہے۔ آپ کا سر بڑا تھا یہ اہل عرب کے ہاں قابل تعریف ہے۔ یہ سرداری، عقلمندی۔ عظمت پر دلالت کرتا ہے۔ چھوٹا سر کم عقلی کا نشان ہے۔ مردوں کے لئے یہ قوت و شجاعت کی علامت ہے ہاتھ پاؤں مضبوط ہوں۔ عورتوں کے لئے عیب ہے۔ پر گوشت جلد کی سختی مراد نہیں کیونکہ آپ کی جلد مبارک تو ریشم سے بھی زیادہ نرم تھی۔

جَعْدٌ: گھنگریالے۔ سَبْطٌ: سیدھے۔ رَبْعَةٌ: میانہ قد۔ شَثْنٌ: پر گوشت۔ بَسْطٌ: چوڑا۔

سرخ دھاری دار جوڑے میں ملبوس حسین

۸/۵۶۲۹ وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرْبُوْعًا بَعِيْدَ مَا بَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ لَهٗ شَعْرٌ بَلَغَ شَحْمَةَ اُذُنَيْهِ رَاَيْتُهٗ فِىْ حُلَّةٍ حَمْرَآءَ لَمْ اَرَ شَيْئًا قَطُّ اَحْسَنَ مِنْهُ (متفق عليه وفى رواية لمسلم) قَالَ مَارَاَيْتُ مِنْ ذِىْ لِمَّةٍ اَحْسَنَ فِىْ حُلَّةٍ حَمْرَاءَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَعْرُهٗ يَضْرِبُ مَنْكِبَيْهِ بَعِيْدُ مَا بَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ لَيْسَ بِالطَّوِيْلِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ۔

اخرجه البخاری فی صحيحه ٥٦٥/٦ حديث رقم ٣٥٥١ ومسلم فی صحيحه ١٨١٨/٤ حديث رقم (٩١۔٢٣٣٧) وابو داؤد ٣٣٧/٤ حديث رقم ٤٠٧٢ والترمذی فی السنن ٥٥٨/٥ حديث رقم ٣٦٣٥ والنسائی فی السنن ١٨٣/٨ حديث رقم ٥٢٣٢ وابن ماجه ١١٩٠/٢ حديث رقم ٣٥٩٩ والدارمی فی السنن ٤٤/١ حديث رقم ٥٧ واحمد فی المسند ٣٠٠/٤۔

ترجمہ: حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قد درمیانہ تھا۔ دونوں کندھوں میں فاصلہ تھا۔ آپ کے بال آپ کے کانوں کی لو تک تھے۔ میں نے آپ کو سرخ جوڑے میں ملبوس دیکھا۔ آپ سے زیادہ حسین میں نے کبھی کوئی نہیں دیکھا۔ (بخاری، مسلم) مسلم کی ایک روایت میں اس طرح ہے کہ میں زلفوں والا اور سرخ جوڑا پہننے والا ایسا حسین نہیں دیکھا جیسا کہ آپ کو دیکھا۔ آپ کے بال مبارک آپ کے کندھوں کو چھونے والے تھے۔ آپ کے دونوں کندھوں میں فاصلہ تھا۔ آپ کا قد نہ تو دراز تھا اور نہ پست۔

تشریح ۞ حُلَّةٍ حَمْرَآءَ: سرخ جوڑے سے مراد سرخ خطوط والا۔ اسی طرح محدثین نے سبز دھاری کی تحقیق بھی کی

ہے کہ سبز و زرد خطوط تھے نہ پورا رنگ سبز تھا و زرد تھا۔

شَعْرُهُ يَضْرِبُ : بالوں کی تین اقسام ہیں: ① جمہ ② لمہ ③ وفرہ۔ ① جمہ مطلق بال یا جب کندھے تک پہنچیں۔ ② لمہ۔ لو سے گزرنے والے بال۔ ③ وفرہ۔ کان کی لو تک کے بال۔

پُرگوشت ایڑیاں

۹/۵۶۳۰ وَعَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَلِيْعَ الْفَمِ اَشْكَلَ الْعَيْنِ مَنْهُوْشَ الْعَقِبَيْنِ قِيْلَ لِسِمَاكٍ مَا ضَلِيْعُ الْفَمِ قَالَ عَظِيْمُ الْفَمِ قِيْلَ مَا اَشْكَلُ الْعَيْنِ قَالَ طَوِيْلُ شَقِّ الْعَيْنِ قِيْلَ مَا مَنْهُوْشُ الْعَقِبَيْنِ قَالَ قَلِيْلُ لَحْمِ الْعَقِبِ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم في صحيحه ۱۸۲۰/۴ حديث رقم (۹۷۔۲۳۳۹) والترمذي في السنن ۵۶۳/۵ حديث رقم ۳۶۴۷ واحمد في المسند ۱۰۳/۵۔

ترجمہ: حضرت سماک بن حرب رحمہ اللہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کشادہ دھن تھے اور آپ کی آنکھیں سرخ ڈورے والی تھیں اور آپ کی ایڑیوں پر گوشت کم تھا۔ سماک سے دریافت کیا گیا کہ ضلیع الفم کا کیا مطلب ہے تو کہنے لگے کشادہ دھن پھر پوچھا گیا اشکل العین کا کیا مطلب ہے تو کہنے لگے گوشہ چشم کی درازی۔ پھر کہا گیا کہ منہوش العقبین کا کیا معنی ہے۔ فرمایا کم گوشت ایڑیاں۔ (مسلم)

تشریح ① **ضَلِيْعَ الْفَمِ** : کشادہ دھن ہونا اہل عرب کے ہاں خوبصورتی میں شمار ہوتا تھا۔ عورتوں کے لئے یہ عیب خیال کیا جاتا تھا۔ ② فصاحت و بلاغت مراد ہے۔

اَشْكَلَ الْعَيْنِ : علماء نے کہا کہ سماک کی اشکل العین کے لفظ کی تشریح خطاء ہے۔ درست یہی ہے کہ آپ کی آنکھوں سرخ و سفیدی ملی ہوئی تھی۔ اس پر علماء لغت کا اتفاق ہے بعض نے شکل کا معنی سیاہی میں سرخی کا ملنا کیا ہے۔ (دراز شگاف معنی خطاء ہے)۔ **مَنْهُوْشُ الْعَقِبَيْنِ** : کم گوشت ایڑھی۔

سفید ملیح رنگ

۱۰/۵۶۳۱ وَعَنْ اَبِي الطُّفَيْلِ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اَبْيَضَ مَلِيْحًا مُقَصَّدًا۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم في صحيحه ۱۸۲۰/۴ حديث رقم (۹۹۔۲۳۴۰) وابو داوٗد في السنن ۱۸۶/۵ حديث رقم ۴۸۶۴ واحمد في المسند ۴۵۴/۵۔

ترجمہ: حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ سفید ملیح اور قد درمیانہ تھا۔

تشریح ① **اَبْيَضَ** : سفید۔ **مَلِيْحًا** : نمکین یعنی آنکھوں کو بھانے والا حسن۔ **مُقَصَّدًا** : نہایت میانہ قد۔

آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے خضاب نہیں کیا

۵۲۳۲/۱۱ وَعَنْ ثَابِتٍ قَالَ سُئِلَ اَنَسٌ عَنْ خِضَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّهُ لَمْ يَبْلُغْ مَا يَخْضِبُ لَوْ شِئْتُ اَنْ اَعُدَّ شَمَطَاتِهٖ فِيْ لِحْيَتِهٖ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَوْ شِئْتُ اَنْ اَعُدَّ شَمَطَاتٍ كُنَّ فِيْ رَاْسِهٖ فَعَلْتُ قَالَ اِنَّمَا كَانَ الْبَيَاضُ فِيْ عَنْفَقَتِهٖ وَفِي الصُّدْغَيْنِ وَفِي الرَّاْسِ نُبَذٌ۔ (متفق عليه وفي رواية لمسلم)

اخرجه البخاري في صحيحه حديث رقم ۵۸۹۵ ومسلم في صحيحه ۱۸۲۱/۴ حديث رقم (۱۰۴-۲۳۴۱) واحمد في المسند ۲۲۷/۳۔

ترجمہ: حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے آپ کے خضاب کے متعلق پوچھا گیا تو وہ کہنے لگے آپ خضاب کی عمر کو نہ پہنچے تھے۔ اگر میں آپ کی ڈاڑھی مبارک کے سفید بالوں کو شمار کرنا چاہتا تو یقیناً گن لیتا اور دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ اگر میں آپ کے سر مبارک کے بالوں کو شمار کرنا چاہتا تو گن سکتا تھا۔ (بخاری، مسلم) اور مسلم کی روایت میں ہے کہ آپ کی ڈاڑھی، کن پٹیوں اور سر مبارک میں چند سفید بال تھے۔

تشریح ① اَنْ اَعُدَّ شَمَطَاتِهٖ: آپ کے سفید بال نہایت قلیل تھے اس لئے بادی النظر میں شمار نہ آتے ہیں۔ ② مراد یہ ہے کہ بڑھاپا خالص نہ تھا بلکہ اس میں سرخی تھی جیسا دوسری روایت میں ہے کان شیبه احمر کہ سفید بال سرخی لیے ہوئے تھے خالص سفید نہ تھے۔

صُدْغَيْنِ: کنپٹیاں۔ نُبَذٌ: یہ نبذ کی جمع ہے جس کا معنی چند ہے۔ عَنْفَقَتِهٖ: بچہ ڈاڑھی۔ ہونٹ کے نیچے والا ڈاڑھی کا حصہ۔

پسینہ موتی کی طرح سفید

۵۲۳۳/۱۲ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَزْهَرَ اللَّوْنِ كَانَ عَرَقَهُ اللُّؤْلُؤُ اِذَا مَشٰى تَكَفَّاَ وَمَا مَسِسْتُ دِيْبَاجَةً وَلَا حَرِيْرًا اَلْيَنَ مِنْ كَفِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا شَمِمْتُ مِسْكًا وَلَا عَنْبَرَةً اَطْيَبَ مِنْ رَائِحَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (متفق عليه)

اخرجه البخاري ۵۶۶/۶ حديث رقم ۳۵۶۱ واخرجه مسلم ۱۸۱۵/۴ حديث رقم (۸۲-۲۳۳۰) واخرجه الدارمي في السنن ۴۵/۱ حديث رقم ۶۱ واخرجه احمد في المسند ۲۲۸/۳۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ چمکدار تھا اور آپ کا پسینہ گویا موتی تھا۔ جب آپ چلتے تو طاقت سے چلتے اور میں نے کوئی موٹا اور باریک ریشم ایسا نہیں چھوا جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلیوں سے زیادہ نرم ہو اور نہ میں نے ایسا مشک و عنبر سونگھا جو آپ کی مہک سے زیادہ خوشبودار ہو۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ① اَزْهَرَ: چمکدار۔ تَكَفَّاَ: ایک دفعہ کسی چیز کو زمین پر بہا دینا۔ مراد آگے جو جھک کر چلنا۔ مِسْكًا: کستوری۔

پسینے کی خوشبو عطروں سے بڑھ کر

۱۳/۵۶۳۴ وَعَنْ اُمِّ سُلَيْمٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَاتِيْهَا فَيَقِيْلُ عِنْدَهَا فَتَبْسُطُ نِطْعًا فَيَقِيْلُ عَلَيْهِ وَكَانَ كَثِيْرَ الْعَرَقِ فَكَانَتْ تَجْمَعُ عَرَقَهٗ فَتَجْعَلُهٗ فِي الطِّيْبِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اُمَّ سُلَيْمٍ مَا هٰذَا قَالَتْ عَرَقُكَ نَجْعَلُهٗ فِيْ طِيْبِنَا وَهُوَ مِنْ اَطْيَبِ الطِّيْبِ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نَرْجُوْ بَرَكَتَهٗ لِصِبْيَانِنَا قَالَ اَصَبْتِ۔ (متفق عليه)

اخرجه البخاری ۱۱/۷۰ حدیث رقم ۶۲۸۱ و مسلم ۱۸۱۵/۴ حدیث رقم (۸۳-۲۳۳۱) واحمد فی المسند ۱۳۶/۳۔

ترجمہ: حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ ہمارے ہاں تشریف لا کر قیلولہ فرماتے تھے وہ حضور علیہ السلام کے لئے چمڑے کا بستر بچھا دیتی تھیں۔ آپ ﷺ اس پر آرام فرماتے۔ آپ کو پسینہ بہت آتا تھا وہ آپ کا پسینہ جمع کر لیتی تھیں۔ پھر اسے خوشبو میں ڈال لیتیں۔ تو آپ نے پوچھا اے ام سلیم! یہ کیا ہے؟ عرض کیا یہ آپ کا پسینہ ہے۔ ہم اس کو اپنی خوشبو میں ڈال لیتے ہیں۔ یہ بہترین خوشبو ہے اور ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے عرض کیا ہم اپنے بچوں کے لئے برکت کی امید کرتے ہیں۔ فرمایا تم ٹھیک کرتی ہو۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ اُمِّ سُلَیْم: یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ اور ابوطلحہ انصاری کی زوجہ محترمہ ہیں۔ جو نہایت عاقلہ و فاضلہ تھیں۔ یہ آپ کے محرموں میں سے تھیں۔ خواہ رضاعت یا نسب مادری کی نسبت ہے۔

پیار سے بچوں کے رخسار تھپتھپانا

۱۴/۵۶۳۵ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الْاُوْلٰى ثُمَّ خَرَجَ اِلٰى اَهْلِهٖ وَخَرَجْتُ مَعَهٗ فَاسْتَقْبَلَهٗ وِلْدَانٌ فَجَعَلَ يَمْسَحُ خَدَّيْ اَحَدِهِمْ وَاحِدًا وَاحِدًا وَاَمَّا اَنَا فَمَسَحَ خَدِّيْ فَوَجَدْتُ لِيَدِهٖ بَرْدًا اَوْ رِيْحًا كَاَنَّمَا اَخْرَجَهَا مِنْ جُوْنَةِ عَطَّارٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَذُكِرَ حَدِيْثُ جَابِرٍ سَمُّوْا بِاسْمِيْ فِيْ بَابِ الْاَسَامِيْ وَحَدِيْثُ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ نَظَرْتُ اِلٰى خَاتَمِ النُّبُوَّةِ فِيْ بَابِ اَحْكَامِ الْمِيَاهِ۔

اخرجه مسلم فی صحيحه ۱۸۱٤ حدیث رقم (۸۰-۲۳۲۹)۔

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پہلی نماز ادا کی پھر آپ گھر کی طرف روانہ ہوئے میں اس وقت آپ کے ساتھ تھا۔ آپ کے سامنے بچے آئے۔ آپ ایک ایک کر کے ان میں سے ہر ایک کے رخساروں پر ہاتھ پھیرنے لگے۔ رہا میں تو آپ نے اپنا دست مبارک میرے رخساروں پر بھی پھیرا۔ تو میں نے آپ کے ہاتھ کی ٹھنڈک اور خوشبو پائی۔ گویا آپ کا ہاتھ عطر کے ڈبے سے نکلا ہے۔ (مسلم) اور حدیث جابر سَمُّوْا بِاسْمِيْ

فِیْ بَابِ الْاَسَامِیْ وَحَدِیْثُ السَّائِبِ بْنِ یَزِیْدَ نَظَرْتُ اِلٰی خَاتَمِ النُّبُوَّۃِ باب احکام المیاہ میں بیان ہو چکی۔

تشریح ۞ خَدَّیَّ: میرے دونوں رخساروں کو چھوا۔ یہ بعض نے مفرد قرار دیا بعض نے تثنیہ۔

اَوْ رِیْحًا کَاَنَّمَا اَخْرَجَھَا: اس میں آپ کی مہک کا بیان ہے جو خوشبو لگائے بغیر آپ کے جسد اطہر اور پسینے سے ظاہر ہوتی تھی۔ آپ اکثر و بیشتر خوشبو بھی لگاتے۔ بہت خوشبو لگاتے تا کہ فرشتوں سے وحی حاصل کریں اور مسلمانوں سے بھی اسی حاجت میں ہم نشینی ہو۔

الفصل الثانی:

بے مثل سرو قد

۱۵/۵۷۳۶ عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ بِالطَّوِیْلِ وَلَا بِالْقَصِیْرِ ضَخْمَ الرَّاْسِ وَاللِّحْیَۃِ شَثْنَ الْکَفَّیْنِ وَالْقَدَمَیْنِ مُشْرَبًا حُمْرَۃً ضَخْمَ الْکَرَادِیْسِ طَوِیْلَ الْمَسْرُبَۃِ اِذَا مَشٰی تَکَفَّأَ کَاَنَّمَا یَنْحَطُّ مِنْ صَبَبٍ لَمْ اَرَ قَبْلَہٗ وَلَا بَعْدَہٗ مِثْلَہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

(رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث حسن صحیح).

اخرجہ الترمذی ۵۵۸/۵ حدیث رقم ۳۶۳۷ واخرجہ احمد فی المسند ۹۶/۱۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو بہت دراز قد تھے اور نہ پست قد آپ کا سر بڑا اور داڑھی گھنی تھی۔ اسی طرح آپ کی ہتھیلیاں بھاری اور قدم پُر گوشت تھے اور آپ کی رنگت سرخی مائل اور آپ کے جوڑ موٹے تھے اور سینہ سے ناف تک بالوں کی لمبی لکیر تھی اور جب آپ چلتے تو اس طرح قوت سے چلتے گویا آپ بلندی سے اتر رہے ہیں۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اور آپ کے بعد آپ کی مثل نہ دیکھا۔ (اسے ترمذی نے حسن صحیح کہا)

تشریح ۞ اِذَا مَشٰی تَکَفَّأَ: مقصد یہ ہے کہ آپ قوت سے چلتے اور زمین سے پاؤں قوت و ہمت کے ساتھ اٹھاتے۔
۞ آپ تواضع سے چلتے متکبرانہ چال نہ چلتے۔

مُشْرَبًا: ایک رنگ کا دوسرے سے ملنا۔ الْکَرَادِیْسِ: ہڈیوں کے دوسرے جو آپس میں ملیں۔ مَسْرُبَۃ: باریک بالوں کی لکیر جو سینہ سے ناف تک جائے۔

سراپا بزبانِ دامادِ نبی

۱۶/۵۷۳۷ وَعَنْہُ کَانَ اِذَا وَصَفَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمْ یَکُنْ بِالطَّوِیْلِ الْمُمَّغِطِ وَلَا بِالْقَصِیْرِ الْمُتَرَدِّدِ وَکَانَ رَبْعَۃً مِّنَ الْقَوْمِ وَلَمْ یَکُنْ بِالْجَعْدِ الْقَطَطِ وَلَا بِالسَّبِطِ کَانَ جَعْدًا رَجِلًا وَلَمْ یَکُنْ بِالْمُطَھَّمِ وَلَا بِالْمُکَلْثَمِ وَکَانَ فِی الْوَجْہِ تَدْوِیْرٌ اَبْیَضُ مُشْرَبٌ اَدْعَجُ الْعَیْنَیْنِ اَھْدَبُ الْاَشْفَارِ جَلِیْلُ الْمُشَاشِ وَالْکَتَدِ اَجْرَدُ ذُوْ مَسْرُبَۃٍ شَثْنُ الْکَفَّیْنِ وَالْقَدَمَیْنِ اِذَا مَشٰی تَقَلَّعَ کَاَنَّمَا یَمْشِیْ فِیْ

صَبَبٍ وَإِذَا الْتَفَتَ الْتَفَتَ مَعًا بَيْنَ كَتِفَيْهِ خَاتَمُ النُّبُوَّةِ وَهُوَ خَاتَمُ النَّبِيِّينَ أَجْوَدُ النَّاسِ صَدْرًا وَأَصْدَقُ النَّاسِ لَهْجَةً وَأَلْيَنُهُمْ عَرِيكَةً وَأَكْرَمُهُمْ عَشِيرَةً مَنْ رَآهُ بَدِيهَةً هَابَهُ وَمَنْ خَالَطَهُ مَعْرِفَةً أَحَبَّهُ يَقُولُ نَاعِتُهُ لَمْ أَرَ قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ مِثْلَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔ (رواه الترمذي)

اخرجه الترمذي في السنن ۵۵۹/۵ حديث رقم ۳۶۳۸۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سراپا بیان کرتے تو کہتے آپ نہ تو دراز قد اور نہ پستہ قد تھے آپ کا قد میانہ تھا۔ آپ کے بال نہ مڑے ہوئے تھے اور نہ بالکل سیدھے تھے۔ بلکہ آپ کے بال مبارک قدرے خمدار تھے۔ آپ نہ بہت موٹے منہ مبارک نہ گول نہ بھاری اور نہ گال پھولے ہوئے (بلکہ برابر رخسار) اور آپ کا چہرہ مبارک گولائی لیے ہوئے تھا اور رنگ مبارک سرخ و سفید تھا۔ آنکھیں سیاہ۔ پلکیں دراز تھیں۔ بھاری اور سینہ سے ناف تک بالوں کی لمبی لکیر والے تھے اور جوڑوں کی ہڈیاں ابھری ہوئی اور مونڈھوں کا درمیان حصہ پر گوشت تھا اور آپ کے جسم مبارک پر بال نہ تھے صرف ایک بالوں کی لمبی لکیر تھی جو سینہ سے ناف تک چلی گئی تھی۔ آپ کی ہتھیلیاں اور قدم مبارک پر گوشت تھے۔ جب آپ چلتے تو قوت سے چلتے گویا بلندی سے اتر رہے ہیں۔ جب دائیں بائیں کسی کی طرف متوجہ ہوتے تو پوری طرح متوجہ ہوتے اور آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت تھی۔ آپ تمام انبیاء علیہم السلام میں آخری نبی تھے۔ تمام لوگوں سے بڑھ کر سخی سب سے زیادہ سچی بات کہنے والے، نرم خو، اچھا برتاؤ کرنے والے، اچانک دیکھنے والا ڈر جاتا اور جب گھل مل جاتا تو وہ آپ سے والہانہ محبت کرنے لگتا۔ آپ کی تعریف کرنے والا یہی کہتا کہ میں نے آپ کی مثل نہ آپ سے پہلے کبھی دیکھا اور نہ بعد میں۔ (ترمذی)

تشریح ۞ **مُمَّغِط**: دراز، کشادہ۔

المتردد: مکلثم۔ **المطهم**: پر گوشت اور گول چہرہ، کمزور چہرہ۔ **مكلثم**: کم گوشت، کوتاہ چہرہ۔ بسیار گوشت۔ **ادعج العينين**: سیاہ آنکھیں۔ **اهدب الاشفار**: دراز پلکیں۔ **جليل المشاش**: دونوں کندھوں کے درمیان کا پر گوشت ہونا۔

ذُوْمَسْرُبَة: اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سوائے مسربہ کے آپ کے جسم پر کہیں بال نہ تھے مگر اور روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مسربہ کے علاوہ بھی جسم پر بال تھے جیسے سینہ، بازو، پنڈلیاں اور نیچے۔

اَجْرَدُ: کا لفظ اشعر کے مقابلہ میں ہے۔ اشعر وہ ہے کہ جس کے تمام بدن پر بال ہوں پس اجرد وہ ہوا جس کے تمام بدن پر بال نہ ہوں۔

اِذَا الْتَفَتَ: متکبرین کی طرح نظر چرا کر نہ دیکھتے تھے۔ ۞ کھڑے کھڑے گردن نہ پھیرتے تھے اور نہ دائیں بائیں جھانکتے تھے جیسے کم درجہ لوگ کیا کرتے ہیں۔ جب کسی چیز کو دیکھتے تو پورے اطمینان سے دیکھتے یا اس کی طرف سے پیٹھ پھیرتے تو اطمینان سے پھیرتے۔

اَجْوَدُ النَّاسِ: سخاوت آپ کو مرغوب تھی۔ کھانے اور ستانے کو نہ تھی۔ علامہ علیؒ نے کہا ہے کہ اجود یہ جودت سے ہے جس کا معنی فراخی اور دل کی دلیری ہے۔ کسی کی جفا سے تنگ دل نہ ہوتے تھے۔ ۞ اجود جود سے ہے جس کا معنی عطا کرنا اور دینا ہے جو بخل کی ضد ہے یعنی مال اور علوم اخلاق کسی چیز میں بخل نہ کرتے تھے پس مطلب یہ ہوا کہ آپ لوگوں میں دل کے لحاظ سے سخی

ترین تھے۔

مَنْ رَّاٰهُ بَدِيْهَةً هَابَهٗ: جو جان پہچان کے بغیر ملتا تو وہ مرعوب ہوتا آپ کے وقار کی وجہ سے اور جو آپ سے میل جول اختیار کرتا اور حسن اخلاق دیکھتا تو گرویدہ ہو جاتا۔

اَشْفَار: آنکھوں کے بال۔ مُشَاش جمع مشاشة: ہڈیوں کے ملنے کی سخت جگہ۔

خوشبو سے راستہ مہک جاتا

۵۶۳۸/۱۷ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَسْلُكْ طَرِيْقًا فَيَتْبَعُهٗ اَحَدٌ اِلَّا عَرَفَ اَنَّهٗ قَدْ سَلَكَهٗ مِنْ طِيْبِ عَرَقِهٖ اَوْ قَالَ مِنْ رِيْحِ عَرَقِهٖ۔ (رواه الدارمی)

اخرجه الدارمی فی السنن ۱/ ٤٥ حديث رقم ٦٦۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی راستے سے گزرتے تو اگر کوئی آپ کے بعد گزرتا تو وہ آپ کی خوشبو یا پسینہ کی خوشبو سے آپ کا گزرنا پہچان لیتا۔ (ترمذی)

تشریح ۞ عَرَقِهٖ: یہ اچھی یا بری بو کے لئے آتا ہے مگر اس کا اکثر اطلاق خوشبو پر ہوتا ہے۔ آپ کا گزر جس راستے سے ہوتا تو وہ معطر ہو جاتا۔ پیچھے آنے والا پہچان لیتا کہ آپ کی ذات گرامی کا ادھر سے گزر ہوا ہے۔

مِنْ طِيْبِ عَرَقِهٖ اَوْ مِنْ رِيْحِ عَرَقِهٖ: پسینہ مبارک کی خوشبو سے یہ حال ہوتا۔ راوی کو شک ہے کہ لفظ ریح کہا یا طیب مگر نتیجہ دونوں کا ایک ہے۔

معوذ بن عفراء کی زبان سے حلیہ مبارک

۵۶۳۹/۱۸ وَعَنْ اَبِيْ عُبَيْدَةَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ قَالَ قُلْتُ لِلرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ بْنِ عَفْرَاءَ صِفِيْ لَنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ يَا بُنَيَّ لَوْ رَاَيْتَهٗ رَاَيْتَ الشَّمْسَ طَالِعَةً۔ (رواه الدارمی)

اخرجه الدارمی ١/ ٤٤ حديث رقم ٦٠۔

ترجمہ: حضرت ابو عبیدہ بن محمد بن عمار بن یاسر رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ میں نے ربیع بنت معوذ بنت عفراء رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ بیان کرو تو وہ فرمانے لگے بیٹے! اگر تم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے تو طلوع ہونے والا سورج دیکھتے۔ (دارمی)

تشریح ۞ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک سورج کی طرح چمکتا تھا۔

چاند سے زیادہ حسین محبوب

۵۶۴۰/۱۹ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ لَيْلَةٍ اِضْحِيَانٍ فَجَعَلْتُ اَنْظُرُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِلَى الْقَمَرِ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ فَاِذَا هُوَ اَحْسَنُ عِنْدِيْ

مِنَ الْقَمَرِ۔ (رواہ الترمذی والدارمی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۱۰۹/۵ حدیث رقم ۲۸۱۱، والدارمی فی السنن ۴۴/۱ حدیث رقم ۵۷۔

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ چاندنی رات میں میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو میں ایک نظر سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور چاند کو دیکھنے لگا آپ پر سرخ جوڑا تھا۔ میری نظر میں آپ چاند سے بڑھ کر حسین تھے۔ (ترمذی، دارمی)

تشریح ۞ هُوَ اَحْسَنُ عِنْدِیْ مِنَ الْقَمَرِ: کیونکہ اس میں حسن ظاہری پر حسن معنوی کا اضافہ تھا اور جابر کا یہ قول حصول لذت کے لئے ہے ورنہ آپ تو تمام محبین کے ہاں چاند سے زیادہ خوبصورت تھے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی زبان سے حلیہ مبارک

۲۰/۵۷۴۱ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ مَا رَاَيْتُ شَيْئًا اَحْسَنَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِیْ مِنْ وَّجْهِهٖ وَمَا رَاَيْتُ اَحَدًا اَسْرَعَ فِیْ مَشْيِهٖ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاَنَّمَا الْاَرْضُ تُطْوٰی لَهٗ اِنَّا لَنُجْهِدُ اَنْفُسَنَا وَاِنَّهٗ لَغَيْرُ مُكْتَرِثٍ۔ (رواہ الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۵۶۳/۵ حدیث رقم ۳۶۴۸ واخرجه احمد فی المسند ۳۵۰/۲۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے کوئی چیز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین نہ دیکھی تو گویا سورج آپ کے چہرہ پر گردش کر رہا ہے اور میں نے کوئی شخص ایسا نہ دیکھا جو رفتار میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تیز ہو۔ ہم تو اپنی جانوں کو مشقت میں ڈال دیتے تھے اور آپ پرواہ نہ فرماتے تھے۔ (ترمذی)

تشریح ۞ مَا رَاَيْتُ اَحَدًا اَسْرَعَ فِیْ مَشْيِهٖ: آپ بآسانی اور بلا تکلف چلتے گویا زمین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سمٹ آئی ہے۔ یہ معجزات نبوت سے ہے۔ کہ لوگ دوڑ کر اور مشقت سے آپ کے ساتھ چلتے۔ وہ بغیر تعب و مشقت آپ کے ساتھ نہ چل سکتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ضحک تبسم تھا

۲۱/۵۷۴۲ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ فِیْ سَاقَیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُمُوْشَةٌ وَكَانَ لَا يَضْحَكُ اِلَّا تَبَسُّمًا وَكُنْتُ اِذَا نَظَرْتُ اِلَيْهِ قُلْتُ اَكْحَلُ الْعَيْنَيْنِ وَلَيْسَ بِاَكْحَلَ۔

(رواہ الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۵۶۲/۵ حدیث رقم ۳۶۴۵ واحمد فی المسند ۹۷/۵

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پنڈلیوں میں سبک پن اور نزاکت تھی اور آپ کا ضحک تبسم تھا اور میں جب آپ کے چہرہ پر نگاہ ڈالتا تو یوں محسوس ہوتا کہ آپ نے سرمہ لگا رکھا ہے حالانکہ آپ نے سرمہ نہ لگایا ہوتا تھا۔ (ترمذی)

تشریح ۞ قُلْتُ اَكْحَلُ الْعَيْنَيْنِ :آپ پیدائشی طور پر سرگیں آنکھوں والے تھے۔کسی فارسی شاعر نے کہا ہے۔

بساں سرمہ سیہ کردہ خانۂ مردم ☆ دو چشم تو کہ سیاہ اند سرمہ ناکردہ

الفصل الثالث:

آپ ﷺ کے دانتوں میں ذرا کشادگی تھی

۲۲/۵۶۴۳ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْلَجَ الثَّنِيَّتَيْنِ اِذَا تَكَلَّمَ رُئِىَ كَالنُّوْرِ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ ثَنَايَاهُ۔ (رواہ الدارمی)

اخرجه الدارمی فی السنن ٤٤/١ حدیث رقم ٥٨ والبغوی فی شرح السنة ٢٢٣/١٣ حدیث رقم ٣٦٤٤۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے دانتوں میں کشادگی تھی۔جب آپ گفتگو فرماتے تو یوں محسوس ہوتا کہ گویا سامنے والے دانتوں سے ایک نور نکل رہا ہے۔(دارمی)

تشریح ۞ اَفْلَجَ الثَّنِيَّتَيْنِ : آپ کے سامنے والے دو دانتوں میں معمولی فاصلہ تھا۔ثنیہ۔ثنایا۔سامنے کے اوپر نیچے دو دانت۔رباعیہ۔ان کے ساتھ والے اوپر نیچے دو دو دانت۔روایت کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فاصلہ اوپر نیچے کے دونوں دانتوں میں تھا۔

چہرہ اندرونی کیفیت کا آئینہ دار

۲۳/۵۶۴۴ وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سُرَّ اسْتَنَارَ وَجْهُهٗ حَتّٰى كَاَنَّ وَجْهَهٗ قِطْعَةُ قَمَرٍ وَكُنَّا نَعْرِفُ ذٰلِكَ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری ٧/...... حدیث رقم ٤٤١٨ ومسلم فی صحیحه ٢١٢٠/٤ حدیث رقم ٢٧٦٩/٥٣، واحمد فی المسند ٤٥٩/٣۔

ترجمہ: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب خوش ہوتے تو آپ کا چہرہ مبارک کھل جاتا اور اس طرح لگتا گویا وہ چاند کا روشن ٹکڑا ہے اور ہم آپ کی اندرونی کیفیت کو اس سے پہچان لیتے۔(بخاری، مسلم)

تشریح ۞ اِذَا سُرَّ :یہ آپ ﷺ کے خوش ہونے کی علامت ہوتی تھی۔آپ ﷺ کے چہرہ مبارک پر خوشی سے تازگی چھائی ہوتی۔حاصل یہ ہے کہ یہ علامت تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو معلوم تھی۔

یہودی لڑکے کا اسلام اور موت

۲۴/۵۶۴۵ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ غُلَامًا يَهُوْدِيًّا كَانَ يَخْدُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَرِضَ فَاَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُهٗ فَوَجَدَ اَبَاهُ عِنْدَ رَاْسِهٖ يَقْرَءُ التَّوْرَاةَ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ يَا يَهُوْدِيُّ اَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ الَّذِيْ اَنْزَلَ التَّوْرَاةَ عَلٰى مُوْسٰى هَلْ تَجِدُ فِي التَّوْرَاةِ نَعْتِيْ وَصِفَتِيْ وَمَخْرَجِيْ فَقَالَ لَا قَالَ الْفَتٰى بَلٰى وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا نَجِدُ لَكَ فِي التَّوْرَاةِ نَعْتَكَ وَصِفَتَكَ وَمَخْرَجَكَ وَاِنِّيْ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَصْحَابِهٖ اَقِيْمُوْا هٰذَا مِنْ عِنْدِ رَاْسِهٖ وَلُوْا اَخَاكُمْ۔ (رواہ البیھقی فی دلائل النبوۃ)

البیھقی فی دلائل النبوۃ ۲۷۲/۶۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی لڑکا آپ کی خدمت کیا کرتا تھا۔ وہ بیمار ہو گیا تو آپ ﷺ اس کی تیمارداری کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ نے اس کے والد کو دیکھا کہ وہ اس کے سرہانے تورات پڑھ رہا ہے۔ آپ نے اس یہودی کو مخاطب کر کے فرمایا اے یہودی! میں تمہیں اس اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ جس نے تورات کو موسیٰ علیہ السلام پر اتارا۔ کیا تو تورات میں میری تعریف اور صفات اور میری بعثت کو پاتا ہے؟ تو یہودی کہنے لگا نہیں۔ مگر لڑکا کہنے لگا کیوں نہیں اللہ کی قسم یا رسول اللہ! ہم آپ کی تعریف وصفت اور آپ کی بعثت کو تورات میں پاتے ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کو مخاطب ہو کر فرمایا اس شخص کو اس کے سر کے پاس سے اٹھا دو اور اپنے بھائی (کے کفن، دفن) کا انتظام کرو۔ (بیہقی دلائل النبوۃ)

تشریح: ① مَخْرَجِيْ: اس سے مراد مکہ سے مدینہ کو ہجرت کر کے آنا۔ ② بعثت۔ نعتي و صفتي: دونوں کا معنی ایک ہے نعت سے ذاتی صفت اور صفت سے ظاہری حالت مراد ہو۔

آپ ﷺ ہدیہ کائنات ہیں

۲۵/۵۶۳۲ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّمَا اَنَا رَحْمَةٌ مُهْدَاةٌ۔

(رواہ الدارمی والبیھقی فی شعب الایمان)

اخرجہ الدارمی فی السنن ۲۱/۱ حدیث رقم ۱۵ والبیھقی فی شعب الایمان ۱۴۴/۲ حدیث رقم ۱۴۴۶۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا بلاشبہ میں رحمت اور بھیجا ہوا ہدیہ ہوں۔

(دارمی، بیہقی فی شعب الایمان)

تشریح: ① اِنَّمَا اَنَا رَحْمَةٌ مُهْدَاةٌ: میں جہاں والوں کے لئے رحمت ہوں جس کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے بطور تحفہ و ہدیہ بھیجا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس نے قبول نہ کیا اور نا امید ہوا وہ نقصان میں مبتلا ہو گیا۔ اس حدیث کا مضمون اس آیت کے مشابہ ہے: وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ اور ہم نے آپ کو تمام جہان کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے' اس میں اس امت کی بھی کرامت و عظمت ہے کیونکہ تحفہ اکرام کے لئے بھیجا جاتا ہے۔

بَابُ فِيْ اَخْلَاقِهٖ وَشَمَائِلِهٖ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق وعادات کا بیان

جب ظاہری صورت وشکل کے متعلق روایات بیان کر چکے اس کو صورت وخلق کہا جاتا ہے تو اب آپ کے باطن کا تذکرہ کیا جائے گا اس کو خلق وسیرت کہا جاتا ہے۔ اس سے مراد آپ کی شجاعت ومردانگی، تحمل وصبر، سخاوت وجود، تواضع ونرمی، رحمت وشفقت، حیاء وپاکدامنی، عفت وعصمت وغیرہ ہے۔

شمائل جمع شمائل ہے اس کا معنی طبیعت، خو، عادت ہے۔

الفصل الاول:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اُف نہ کہی

۵۶۳۷/۱ عَنْ اَنَسٍ قَالَ خَدَمْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ سِنِيْنَ فَمَا قَالَ لِيْ اُفٍّ وَّلَا لِمَا صَنَعْتَ وَلَا اَلَّا صَنَعْتَ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاري في صحيحه ۱۰/۴۵۶ حديث رقم ۶۰۳۸ ومسلم في صحيحه ۴/۱۸۰۴ حديث رقم ۵۱/۲۳۰۹ واخرجه ابو داؤد ۵/۱۳۳ حديث رقم ۴۷۷۴ والترمذي ۴/۳۲۳ حديث رقم ۲۰۱۵ والدارمي في السنن ۱/۴۵ حديث رقم ۸۲۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال خدمت کی مگر آپ نے مجھے کبھی اف تک نہیں کہا اور نہ ہی یہ کہا کہ تو نے یہ کیوں نہ کیا اور نہ یہ فرمایا یہ تو نے کیونکر کیا۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ **خَدَمْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ** : مسلم کی روایت میں نو برس کا تذکرہ ہے۔ جب آپ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو ام سلیم نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ یہ آپ کی خدمت کرے گا۔ اس وقت انس کی عمر آٹھ برس یا دس برس تھی۔ انس نے آپ کی تمام مدت اقامت مدینہ میں خدمت کی۔

فَمَا قَالَ لِيْ اُفٍّ : اس دس سالہ مدت میں آپ نے ایک مرتبہ بھی مجھے اف نہیں کہا۔ یہ کلمہ کراہت اور دل کی تنگی پر دلالت کرتا ہے جب کہ اپنی طبع کے خلاف جو چیز پائی جائے۔

وَلَا اَلَّا صَنَعْتَ : اور اگر کسی کام میں خطاء ہو گئی تو آپ نے یہ بھی نہ فرمایا کہ تو نے ایسا کیوں کیا۔ اگر کبھی آپ نے فرمایا اور میں نے نہ کیا تو آپ نے کبھی نہ فرمایا کہ تو نے کیوں نہ کیا یہ دونوں چیزیں امور دنیا سے متعلق تھیں۔ کیونکہ امور دین کے سلسلہ میں نامناسب پر اعتراض کو ترک کرنا درست نہیں ہے۔ یہ بات آپ کے کامل حسن اخلاق پر دلالت کرتی ہے۔ علامہ طیبی کہتے ہیں آخر میں انس نے اپنی برخورداری بتلائی کہ میں نے کبھی ایسا کام نہ کیا جس سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی اعتراض کا موقع

ملے۔ پہلا معنی زیادہ موافق ومناسب ہے۔

سب سے بڑے اخلاق والے

۱/۵۶۲۸ وَعَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَحْسَنِ النَّاسِ خُلُقًا فَاَرْسَلَنِيْ يَوْمًا لِحَاجَةٍ فَقُلْتُ وَاللّٰهِ لَا اَذْهَبُ وَفِيْ نَفْسِيْ اَنْ اَذْهَبَ لِمَا اَمَرَنِيْ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجْتُ حَتّٰى اَمُرَّ عَلٰى صِبْيَانٍ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ فِي السُّوْقِ فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ قَبَضَ بِقَفَايَ مِنْ وَّرَائِيْ قَالَ فَنَظَرْتُ اِلَيْهِ وَهُوَ يَضْحَكُ فَقَالَ يَا اُنَيْسُ ذَهَبْتَ حَيْثُ اَمَرْتُكَ قُلْتُ نَعَمْ اَنَا اَذْهَبُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحيحه ۱۸۰۵/٤ حديث رقم (٥٤۔۲۳۱۰) و اخرجه ابو داؤد فی ۱۳۲/٥ حديث رقم ٤٧٧٣۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ اخلاق والے تھے۔ ایک دن آپ نے مجھے ایک کام بھیجا میں نے کہا اللہ کی قسم! میں نہ جاؤں گا اور میرے دل میں یہ بات تھی کہ میں اس کام کو جاؤں گا جس کا مجھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا چنانچہ میں روانہ ہوا اور میرا گزران بچوں کے پاس سے ہوا جو بازار میں کھیل رہے تھے۔ اچانک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے پیچھے سے میری گدی پکڑ لی میں نے جب آپ کی طرف مڑ کر دیکھا تو آپ ہنس رہے تھے۔ آپ نے فرمایا اے انس تم وہاں جا رہے ہو نا جہاں جانے کا میں نے تمہیں کہا۔ میں نے کہا جی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جا رہا ہوں۔ (مسلم)

تشریح ۞ وَفِيْ نَفْسِيْ اَنْ اَذْهَبَ : میرا کام کو جانے کا دل میں ارادہ تھا مگر زبان سے کہہ بیٹھا کہ نہیں جاؤں گا۔ اور یہ چیز نوعمری کی وجہ سے صادر ہوئی۔ اس سے آپ کو ایذاء نہ پہنچی اور ان کی بات کی طرف کچھ التفات نہ فرمائی اور تادیب بھی نہ فرمائی بلکہ ہنسی اور ملاعبت فرمائی۔ ظاہر یہ ہے کہ انس نکل کر ان لڑکوں کے پاس ٹھہر گئے تا کہ کھیلیں یا کھیل دیکھنے کھڑے ہو گئے۔

فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ قَبَضَ بِقَفَايَ : آپ نے گدی سے پکڑ کر نرمی سے فرمایا کیا تو اس جگہ چلا جاتا ہے جہاں میں نے کہا تو میں نے عرض کیا ہاں جاتا ہوں۔

درشت رویے کے باوجود حسن سلوک

۲/۵۶۲۹ وَعَنْهُ قَالَ كُنْتُ اَمْشِيْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُرْدٌ نَجْرَانِيٌّ غَلِيْظُ الْحَاشِيَةِ فَاَدْرَكَهٗ اَعْرَابِيٌّ فَجَبَذَهٗ بِرِدَائِهٖ جَبْذَةً شَدِيْدَةً وَرَجَعَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ نَحْرِ الْاَعْرَابِيِّ حَتّٰى نَظَرْتُ اِلٰى صَفْحَةِ عَاتِقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَثَّرَتْ بِهَا حَاشِيَةُ الْبُرْدِ مِنْ شِدَّةِ جَبْذَتِهٖ ثُمَّ قَالَ يَا مُحَمَّدُ مُرْلِيْ مِنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْ عِنْدَكَ فَالْتَفَتَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ ضَحِكَ ثُمَّ اَمَرَلَهٗ بِعَطَاءٍ۔ (متفق عليه)

اخرجه البخاری ۲۰ /۲۵ حدیث رقم ۳۱٤۹ ومسلم فی صحیحه ۲ /۷۳۰ حدیث رقم (۱۲۸۔۱۰۵۷) واخرجه ابن ماجه فی السنن ۲ /۱۱۷۷ حدیث رقم ۳۵۵۳ واحمد فی المسند ۲۲۳/٤۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل رہا تھا اس وقت آپ نے موٹے کنارے والی نجرانی چادر اوڑھ رکھی تھی تو آپ کو ایک دیہاتی نے تھام لیا اور آپ کی چادر سے پکڑ کر کھینچا اسقدر کھینچا کہ آپ اس کے سینہ کے قریب پہنچ گئے اور سخت کھینچنے کی وجہ سے میں نے آپ کی گردن پر نشان دیکھا۔ پھر کہنے لگا اے محمد! اللہ تعالیٰ کا جو مال آپ کے پاس ہے اس میں میرے لئے بھی حکم دیں۔ آپ نے اس کی طرف دیکھا پھر ہنسے اور اس کو عطیہ دینے کا حکم فرمایا۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ **قَالَ يَا مُحَمَّدُ مُرْلِيْ مِنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِي** : ایک روایت میں ہے کہ بدو نے کہا **مال الله الذی عندك** کے بعد کہا کہ وہ مال نہ تو تیرا ہے اور نہ تیرے باپ کا ہے۔ مال اللہ سے مراد مال زکوۃ ہے۔

دلالت روایت:

بدو کی بدکلامی پر آپ نہایت تحمل وحوصلے سے اس کی بات سنتے رہے اور اس کی درشتی پر درشتی نہ فرمائی۔ نمبر۲ حاکم کو چاہئے کہ وہ رعایا اور بے وقوف لوگوں کی باتیں سن کر نالاں نہ ہوں بلکہ صبر وتحمل سے کام لیں۔ نمبر۳ حفظ آبرو وعزت کے لئے مال دینا بہتر ہے۔

سب سے بڑے حسین وسخی

۲/۵۶۵۰ وَعَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْسَنَ النَّاسِ وَاَجْوَدَ النَّاسِ وَاَشْجَعَ النَّاسِ وَلَقَدْ فَزِعَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَانْطَلَقَ النَّاسُ قِبَلَ الصَّوْتِ فَاسْتَقْبَلَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ سَبَقَ النَّاسَ اِلَى الصَّوْتِ وَهُوَ يَقُوْلُ لَمْ تُرَاعُوْا لَمْ تُرَاعُوْا وَهُوَ عَلٰى فَرَسٍ لِاَبِيْ طَلْحَةَ عُرْيٍ مَا عَلَيْهِ سَرْجٌ وَفِيْ عُنُقِهِ سَيْفٌ فَقَالَ لَقَدْ وَجَدْتُهُ بَحْرًا۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۰ /٤۵۵ حدیث رقم ٦۰۳۳ ومسلم فی صحیحه ٤ /۱۸۰۲ حدیث رقم (٤۸۔۲۳۰۷) واخرجه الدارمی فی السنن ١ /٤٤ حدیث رقم ۵۹۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں میں سب سے زیادہ حسین، سب سے زیادہ سخی، سب سے بڑھ کر بہادر تھے۔ ایک رات اہل مدینہ میں گھبراہٹ پیدا ہوئی تو لوگ آواز کی طرف دوڑے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سامنے سے آتے ہوئے ملے اور آپ آواز کی طرف تمام لوگوں سے پہلے جانے والے تھے اور فرما رہے تھے مت گھبراؤ، مت گھبراؤ، اس وقت آپ حضرت ابوطلحہ کے ننگی پیٹھ والے گھوڑے پر سوار تھے جس پر زین بھی نہ تھی اور آپ نے تلوار زیب تن کر رکھی تھی۔ پھر فرمایا کہ میں نے اس گھوڑے کو رفتار میں دریا پایا۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ **قَدْ سَبَقَ النَّاسَ**: ایک روایت میں وارد ہے کہ ابوطلحہ کا وہ گھوڑا سست رفتار، سرکش، تنگ قدم تھا۔ اس کو

مندوب کہا جاتا تھا۔ اس دن کے بعد وہ معجزہ نبوت سے ایسا تیز رفتار ہوا کہ کوئی گھوڑا اس سے آگے نہ بڑھتا تھا۔ اس گھوڑے کی حالت آپ کی سواری کی وجہ سے اس طرح بدل گئی۔ نمبر۲ اس سے معلوم ہوا کہ دشمن کی خبر معلوم کرنے کے لئے انسان کا اکیلے سفر کرنا بھی جائز ہے۔ نمبر۳ عاریت کے طور پر گھوڑا لے کر اس پر سواری اور جہاد جائز ہے۔ نمبر۴ گردن میں تلوار لٹکانا مستحب ہے۔

کبھی مانگنے والے کو انکار نہ کیا

۵/۵۶۵۱ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ مَا سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا قَطُّ فَقَالَ لَا۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاری ۱۰/۴۵۵ حديث رقم ۶۰۳۴ واخرجه مسلم ۱۸۰۵/۴ حديث رقم (۵۶۔۲۳۱۱) والدارمی ۴۷/۱ حديث رقم ۷۰۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو چیز بھی مانگی گئی اس کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ نہیں کی۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ مَا سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم : یعنی دنیا کی جو چیز مانگی گئی آپ نے کبھی نہ نہیں کی۔ ابن حجر فرماتے ہیں دنیا کی چیز کے متعلق لا کا لفظ زبان پر نہ لاتے تھے اگر ہوتا تو دے دیتے اور نہ ہوتا تو وعدہ کرتے یا عذر کرتے یا دعا کرتے۔

شیخ عزالدین نے کہا ہے کہ نہ دینے کے لئے آپ نے لا کا لفظ زبان پر استعمال نہیں کیا۔ اور یہ بات اس کے خلاف نہیں کہ اگر عذر کے طور پر اگر لا کہا ہو جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا: قل ما احملکم علیه ۔ اسی مضمون کو ایک فارسی شاعر نے یوں ادا کیا ہے ۔

ما قال لا قط الا فی تشهده　　لو لا التشهد کانت لاؤه نعم

نرفت کلمہ لا بزبان او ہرگز　　مگر باشهد ان لا اله الا الله

بکریوں سے بھری وادی سخاوت فرمادی

۶/۵۶۵۲ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَنَمًا بَيْنَ جَبَلَيْنِ فَاَعْطَاهُ اِيَّاهُ فَاَتٰى قَوْمَهٗ فَقَالَ اَيْ قَوْمِ اَسْلِمُوْا فَوَاللّٰهِ اِنَّ مُحَمَّدًا لَيُعْطِي عَطَاءً مَا يَخَافُ الْفَقْرَ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۱۸۰۶/۴ حديث رقم (۵۸۔۲۳۱۲) واحمد فی المسند ۱۰۸/۳۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے دو پہاڑوں کے درمیان جگہ کو بھر دینے کے برابر بکریاں مانگیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام عنایت کر دیں۔ وہ اپنی قوم میں جا کر کہنے لگا اے میری قوم کے لوگو! مسلمان ہو جاؤ اللہ کی قسم! محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایسی عطا فرماتے ہیں کہ پیچھے فقر و افلاس کا خوف نہیں رکھتے۔ (مسلم)

تشریح ۞ اِنَّ مُحَمَّدًا لَيُعْطِي عَطَاءً : یعنی آپ دیتے ہیں کچھ نہیں رکھتے۔ بقول شاعر۔

ہر چہ آمدت بدست بداری تو بیش ازاں　　ایں جود آں کس ست کش از فقر عار نیست

اگر درختوں کی تعداد کے مطابق جانور ہوتے میں وہ بانٹ دیتا

۵۶۵۳/۷ وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ بَيْنَمَا هُوَ يَسِيْرُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقْفَلَهُ مِنْ حُنَيْنٍ فَعَلِقَتِ الْاَعْرَابُ يَسْئَلُوْنَهُ حَتّٰى اضْطَرُّوْهُ اِلٰى سَمُرَةٍ فَخَطِفَتْ رِدَائَهُ فَوَقَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَعْطُوْنِيْ رِدَائِيْ لَوْ كَانَ لِيْ عَدَدَ هٰذِهِ الْعِضَاهِ نَعَمٌ لَقَسَمْتُهُ بَيْنَكُمْ ثُمَّ لَا تَجِدُوْنِيْ بَخِيْلًا وَلَا كَذُوْبًا وَلَا جَبَانًا ۔ (رواہ البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۵/۶ حدیث رقم ۲۸۲۱ والنسائی فی السنن ۲۶۳/۶ حدیث رقم ۳۶۸۸ ومالك فی الموطأ ۴۵۷/۲ حدیث رقم ۲۲ من کتاب الجهاد واحمد فی المسند ۸۲/۴۔

ترجمہ: حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں جا رہے تھے جب کہ آپ غزوہ حنین سے واپس لوٹے تو بدوی لوگ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لپٹ گئے۔ وہ آپ سے مال مانگ رہے تھے۔ یہاں تک کہ دھکیلتے ہوئے آپ کو ایک کیکر کے خاردار درخت کی طرف لے گئے۔ وہاں آپ کی چادر کیکر کے کانٹوں میں الجھ گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے میری چادر تو دے دو۔ اگر میرے پاس ان درختوں کے برابر جانور ہوتے تو میں تم میں تقسیم کر دیتا پھر تم مجھے نہ تو کنجوس، نہ جھوٹ بولنے والا اور نہ مجھے چھوٹے دل والا پاتے۔ (بخاری)

تشریح ۞ فَعَلِقَتِ الْاَعْرَابُ يَسْئَلُوْنَهُ : غزوہ حنین میں بہت مال غنیمت آیا تو آپ نے مؤلفۃ القلوب کو خوب دیا اور اونٹ بکریاں عنایت فرمائیں۔

ثُمَّ لَا تَجِدُوْنِيْ بَخِيْلًا وَلَا كَذُوْبًا وَلَا جَبَانًا : کہ میں فقر کے ڈر سے کیوں کر دینے میں بخل کر سکتا ہوں۔

مظہر کا قول:

جب تم نے مجھے لڑائی میں درست و سچا پایا تو تم مجھے رذیل اخلاق والا بھی نہ پاؤ گے۔ اس سے ثابت ہوا کہ پہچان کرانے کیلئے اپنی اچھے اخلاق کے ساتھ تعریف درست ہے تاکہ دوسروں کو اعتماد و یقین ہو۔ اور یہ ان کے لئے ہے جو پہچان نہ رکھتا ہو۔

برکت کے لئے سرد پانی میں ہاتھ ڈالنا

۵۶۵۴/۸ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلَّى الْغَدَاةَ جَاءَ خَدَمُ الْمَدِيْنَةِ بِاٰنِيَتِهِمْ فِيْهَا الْمَاءُ فَمَا يَاْتُوْنَ بِاِنَاءٍ اِلَّا غَمَسَ يَدَهُ فِيْهَا فَرُبَّمَا جَاؤُهُ بِالْغَدَاةِ الْبَارِدَةِ فَيَغْمِسُ يَدَهُ فِيْهَا۔

(رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۱۸۱۲/۴ حدیث رقم (۷۴۔۲۳۲۴) واحمد فی المسند ۱۳۷/۳۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز فجر ادا فرما لیتے تو آپ کے پاس مدینہ منورہ کی لونڈی اور غلام اپنے برتن لے آتے۔ جن میں پانی ہوتا۔ وہ جو برتن بھی لاتے آپ اپنے دست اقدس اس میں ڈبو دیتے

تو بسا اوقات وہ لوگ آپ کے پاس شدید سردیوں میں پانی لاتے آپ ان برتنوں میں بھی اپنا دست اقدس ڈبو دیتے۔ (مسلم)

تشریح ۞ اِلاَّ غَمَسَ یَدَہٗ فِیْھَا : اس میں آپ کی کامل شفقت ومہربانی ہے اور اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ مخلوق کو فائدہ پہنچانے کے لئے اپنے اوپر تکلیف لینا مستحب ہے۔

کمالِ تواضع

۹/۵۶۵۵ وَعَنْہُ قَالَ کَانَتْ اَمَۃٌ مِنْ اِمَاءِ اَھْلِ الْمَدِیْنَۃِ تَاْخُذُ بِیَدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَتَنْطَلِقُ بِہٖ حَیْثُ شَآءَتْ۔ (رواہ البخاری)

اخرجہ البخاری فی صحیحہ ۱۰/۴۸۹ حدیث رقم ۶۰۷۲۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اہل مدینہ کی لونڈیوں میں سے کوئی لونڈی آپ کا ہاتھ پکڑ کر جہاں چاہتی آپ کو وہاں لے جاتی۔ (بخاری)

تشریح ۞ کَانَتْ اَمَۃٌ مِنْ اِمَاءِ اَھْلِ الْمَدِیْنَۃِ : اگر آپ کو اپنا حال عرض کر کے لے جانا چاہتا تو آپ نہایت تواضع وشفقت سے اس کے ساتھ چلے جاتے۔ آپ امت کے کمترین لوگوں پر بھی شفقت واحسان فرمانے والے تھے۔

مجنونی عورت سے رویہ مبارک

۱۰/۵۶۵۶ وَعَنْہُ اَنَّ امْرَاَۃً کَانَتْ فِیْ عَقْلِھَا شَیْءٌ فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ لِیْ اِلَیْکَ حَاجَۃً فَقَالَ یَا اُمَّ فُلَانٍ اُنْظُرِیْ اَیَّ السِّکَکِ شِئْتِ حَتّٰی اَقْضِیَ لَکِ حَاجَتَکِ فَخَلَا مَعَھَا فِیْ بَعْضِ الطُّرُقِ حَتّٰی فَرَغَتْ مِنْ حَاجَتِھَا۔ (رواہ مسلم)

اخرجہ مسلم فی صحیحہ ۴/۱۸۱۲ حدیث رقم (۷۶۔۲۳۲۶) وابو داوٗد فی السنن ۵/۱۶۱ حدیث رقم ۴۸۱۸ واحمد فی المسند ۳/۱۱۹۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک عورت کے دماغ میں خلل تھا۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے آپ سے کام ہے۔ آپ نے فرمایا اے ام فلاں! تو سوچ لے تو کون سی گلی پسند کرتی ہے کہ میں وہاں جا کر تیرا کام انجام دوں۔ تو آپ ﷺ کسی راستہ پر اس کے ساتھ کھڑے ہو گئے یہاں تک کہ وہ اپنے کام سے فارغ ہو گئی۔ (یعنی اس نے جو کہنا تھا کہہ لیا) (مسلم)

تشریح ۞ حَتّٰی فَرَغَتْ مِنْ حَاجَتِھَا : یعنی اس لونڈی نے اپنی تمام عرض معروض پیش کی۔ نمبر ۱ اس سے معلوم ہوا کہ کسی کوچہ میں کسی عورت سے الگ بات کرنے کا حکم گھر کی خلوت کا نہیں ہے۔ کیونکہ یہاں تو ہر طرف سے لوگوں کی آمد و جامد ہے۔ نمبر ۲ صحابہ کرام کا حسن ادب ملاحظہ ہو کہ وہ آپ سے کچھ فاصلہ پر کھڑے ہوتے تاکہ صاحب حاجت اپنی ضرورت بیان کرنے میں شرم نہ کرے۔

ناراضی کا تکیہ کلام! اسے کیا ہو گیا ہے؟

۱۱/۵۶۵۷ وَعَنْهُ قَالَ لَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاحِشًا وَلَا لَعَّانًا وَلَا سَبَّابًا كَانَ يَقُوْلُ عِنْدَ الْمَعْتِبَةِ مَالَهٗ تَرِبَ جَبِيْنُهٗ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۰/۴۵۲ حدیث رقم ۶۰۳۱ واحمد فی المسند ۳/۱۵۸۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نہ فحش گو، نہ لعنت کرنے والے اور نہ گالی گلوچ کرنے والے تھے۔ جب آپ ناراض ہوتے تو فرماتے اسے کیا ہو گیا ہے۔ اس کی پیشانی خاک آلود ہو۔ (بخاری)

تشریح ۞ لَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاحِشًا : فحش۔ حد سے گزرنے کو کہا جاتا ہے۔ عام طور پر اس استعمال کے لئے اور ان متعلقات جماع کے لیے ہوتا ہے۔ بے حیا اور فحش لوگ اس کے متعلق بدترین تعبیرات لاتے ہیں۔ مگر حیاء اور اصلاح والے ایسی عبارات سے اعراض کرتے ہیں اور کنایات پر اکتفاء کرتے ہیں۔ بلکہ بول و براز کے لئے قضائے حاجت کا لفظ لاتے ہیں۔ فحش۔ زیادتی اور کثرت زنا کے لئے بھی مستعمل ہے۔

لَعَّانًا : درگاہ رحمت سے دور کرنے کی دعا کو کہا جاتا ہے۔ غیر مستحق پر لعنت سخت گناہ ہے۔ اکثر یہ کبیرہ گناہ ہے۔ اس پر اتفاق ہے کہ کسی معین شخص پر لعنت حرام ہے اگر چہ وہ کافر ہو۔ مگر جب کہ یقیناً معلوم ہوا کہ وہ دنیا سے کافر رخصت ہوا۔ کسی عام وصف سے لعنت حرام نہیں مثلاً کفار پر لعنت، سود خور پر لعنت، ظالموں پر لعنت، جھوٹوں پر لعنت وغیرہ

اقسام لعنت:

لعنت کی دو قسمیں ہیں۔ نمبر ا اللہ کی رحمت اور جنت سے دوری اور ہمیشہ جہنم میں رہنا یہ کفار سے خاص ہے۔ نمبر ۲ اللہ کے قرب اور درجہ یقین سے دوری۔ یہ بعض گناہ گاروں اور بدکاروں کو شامل ہے۔ اس تقریر سے کئی اشکال حل ہو جاتے ہیں۔ واللہ اعلم

تَرِبَ جَبِيْنُهٗ : یہ کلمہ کنایہ ہے خواری اور ذلت سے۔ اور آپ کو جب شدید غصہ آتا تو یہ کلمہ فرماتے اور اس کی طرف مخاطب کر کے نہیں بلکہ اعراض کر کے فرماتے تھے تا کہ زیادہ شرمندہ نہ ہو اور رغمہ انفہ بھی اسی کے ہم معنی ہے اور یہ کلمات بھی دو معنی رکھتے ہیں کیونکہ اس میں بد دعا کا احتمال ہے اور دعا کا بھی احتمال ہے۔ ای سجد اللہ وجھک۔ تیرا چہرہ اللہ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو۔

مجھے بددعا دینے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا

۱۲/۵۶۵۸ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُدْعُ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ قَالَ اِنِّيْ لَمْ اُبْعَثْ لَعَّانًا وَاِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۴/۲۰۰۶ حدیث رقم (۸۷۔۲۵۹۹)۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ! مشرکین کے خلاف دعا فرمائی آپ

نے فرمایا میں بددعا کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا۔ میں تو رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ (مسلم)

تشریح ۞ اِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً: مجھے جہاں پر رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے یعنی مسلمانوں اور کافروں کے لئے جیسا کہ فرمایا: وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ آپ کا ایمان والوں کے لئے رحمت ہونا تو ظاہر ہے کافروں کے لئے رحمت کا مطلب یہ ہے کہ ان پر سے دنیا کا استیصال والا عذاب ہٹ گیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ...... بلکہ عذاب استیصال تو قیامت تک کے لئے اٹھا لیا گیا۔ پہلی امتوں میں ایسا نہ تھا وہ نافرمانی کے نتیجہ میں انبیاء علیہم السلام کی بددعا سے ہلاک کر دی گئیں۔

علامہ طیبیؒ کا قول:

اس کا مطلب یہ ہے کہ میں اس لئے آیا ہوں تاکہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کی رحمت کے قریب لاؤں۔ مجھے اس لئے نہیں بھیجا گیا کہ میں ان کو اللہ تعالیٰ سے دور کر دوں۔ پس لعنت کرنا میرے حال کے خلاف ہے۔ پس میں کیونکر ان پر لعنت کروں۔

باپردہ کنواری سے زیادہ حیادار

۱۳/۵۶۵۹ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَشَدَّ حَيَاءً مِنَ الْعَذْرَاءِ فِيْ خِدْرِهَا فَاِذَا رَاٰى شَيْئًا يَكْرَهُهُ عَرَفْنَاهُ فِيْ وَجْهِهٖ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاري في صحيحه ٥٦٦/٦ حديث رقم ٣٥٦٢ ومسلم في صحيحه ١٨٠٩/٤ حديث رقم (٦٧_٢٣٢٠) وابن ماجه في السنن ١٣٩٩/٢ حديث رقم ٤١٨٠ واحمد في المسند ٧٩/٣۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بھی بڑھ کر شرم والے تھے۔ جیسے کنواری لڑکی جو اپنے پردے میں ہو جب کوئی ناپسند چیز نظر پڑتی تو ہم چہرہ انور پر اس کا اثر پہچان لیتے۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ اَشَدَّ حَيَاءً مِّنَ الْعَذْرَاءِ: جب تک باکرہ باپردہ ہوتی ہے تو بہت حیادار ہوتی ہے بنسبت اس کے جو باہر پھرنے والی ہو۔

فَاِذَا رَاٰى شَيْئًا: ناپسند چیز کا اثر آپ کے چہرے پر نظر آجاتا تو ہم فوراً اس کا ازالہ کرتے جس سے آپ کا غصہ جاتا رہتا۔ نووی نے کہا آپ حیاداری کی وجہ سے زبان سے نہ فرماتے جب کہ کسی چیز کا ناپسند فرماتے بلکہ ناپسندیدگی کا اثر چہرہ پر نظر آجاتا۔ اس سے حیا کی فضیلت معلوم ہوتی ہے اور اس سے حیا کی طرف ترغیب دلائی جب تک کہ وہ سستی اور جور و ظلم تک نہ پہنچے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھلکھلا کر ہنستے نہ پایا

۱۴/۵۶۶۰ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَجْمِعًا قَطُّ ضَاحِكًا حَتّٰى اَرٰى مِنْهُ لَهَوَاتِهٖ وَاِنَّمَا كَانَ يَتَبَسَّمُ۔ (رواه البخاري)

اخرجه مسلم في صحيحه ٦١٦/٢ حديث رقم (١٥-٨٩٩) والبخاري في صحيحه ١٠/ حديث رقم ٦٠٩٢ واحمد في المسند ٦٦/٦۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی کھل کر ہنستا نہ دیکھا۔ یہاں تک کہ میں آپ کے حلق کے کوے کو دیکھ پاؤں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تبسم ہی فرماتے۔ (بخاری)

تشریح ۞ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کھلکھلا کر نہ ہنستے تھے۔ ایسے ہنسنے سے دل مرجاتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو ٹھہر ٹھہر کر فرماتے

۱۵/۵۷۶۱ وَعَنْهَا قَالَتْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يَسْرُدُ الْحَدِيْثَ كَسَرْدِكُمْ كَانَ يُحَدِّثُ حَدِيْثًا لَوْ عَدَّهُ الْعَادُّ لَاَحْصَاهُ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاري في صحيحه ٥٦٧/٦ حديث رقم ٣٥٦٧ ومسلم في صحيحه ١٩٤٠/٤ حديث رقم (١٦٠-٢٤٩٣) وابو داوٗد ٦٥/٤ حديث رقم ٣٦٥٥ والترمذي في السنن ٥٦٠/٥ حديث رقم ٣٦٣٩ واحمد في المسند ١١٨/٦

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری طرح جلدی جلدی بات نہ کرتے تھے۔ آپ اس طرح گفتگو فرماتے کہ اگر کوئی ان کو شمار کرنے والا شمار کرنا چاہتا تو وہ گن سکتا تھا۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ لَمْ يَكُنْ يَسْرُدُ الْحَدِيْثَ : آپ کا کلام نہایت واضح اور جدا جدا ہوتا تھا۔ ملا کر ایسا مسلسل نہ ہوتا کہ سننے والے پر مشتبہ ہو۔

گھریلو زندگی میں گھر کا کام

۱۶/۵۷۶۲ وَعَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ فِيْ بَيْتِهٖ قَالَتْ كَانَ يَكُوْنُ فِيْ مِهْنَةِ اَهْلِهٖ تَعْنِيْ خِدْمَةَ اَهْلِهٖ فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ خَرَجَ اِلَى الصَّلٰوةِ۔ (رواه البخاري)

اخرجه البخاري في صحيحه ١٦٢/٢ حديث رقم ٦٧٦ والترمذي في السنن ٥٦٤/٤ حديث رقم ٢٤٨٩ واحمد في المسند ٤٩/٦۔

ترجمہ: حضرت اسود رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں کیا کرتے تھے۔ فرمانے لگیں آپ اپنے گھر میں کام کاج میں مشغول رہتے یعنی گھر والوں کا کام کرتے تھے۔ جب نماز کا وقت آجاتا تو نماز کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ (بخاری)

تشریح ۞ اَلْاَسْوَد : یہ جلیل القدر تابعین میں سے ہیں۔ زمانہ نبوت پایا مگر حاضری میسر نہیں ہوئی۔ خلفاء اربعہ کو دیکھا۔ اکابر صحابہ کرام سے روایات کی اسی حج اور عمرے ادا کئے آخری وقت تک روزے پر پابند رہے۔ ہر دو رات میں قرآن مجید مکمل کرتے بڑے فقیہ اور راوی حدیث تھے۔

مِهْنَةِ أَهْلِهِ : اس کا معنی خدمت ہے۔ اور اس سے مراد بکری کا دودھ دوھنا، کپڑے، موزے وغیرہ کو پیوند لگانا۔ اس سے معلوم ہوا کہ گھر کے کام انبیاء ﷺ کی سنت اور صالحین کی خصلت ہے۔

آپ ﷺ آسان کام کو اختیار فرماتے

۵۷۶۳/۱۷ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا خُيِّرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَمْرَيْنِ قَطُّ إِلاَّ أَخَذَ أَيْسَرَهُمَا مَا لَمْ يَكُنْ إِثْمًا فَإِنْ كَانَ إِثْمًا كَانَ أَبْعَدَ النَّاسِ مِنْهُ وَمَا انْتَقَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهِ فِي شَيْءٍ قَطُّ إِلاَّ أَنْ يُنْتَهَكَ حُرْمَةُ اللّٰهِ فَيَنْتَقِمُ لِلّٰهِ بِهَا۔ (متفق عليه)

اخرجه البخاري في السنن ٥٦٦/٦ حديث رقم ٣٥٦٠ ومسلم في صحيحه ١٨١٣/٤ حديث رقم ٧٧-٢٣٢٧) واخرجه ابو داؤد ١٤٢/٥ حديث ٤٧٨٥ ومالك في الموطأ ٩٠٢/٢ حديث رقم من باب حسن الخلق، واحمد في المسند ٣٢/٦۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کو جب بھی دو کاموں میں اختیار دیا گیا تو آپ نے ہمیشہ ان میں سے آسان کو اختیار فرمایا بشرطیکہ وہ گناہ کا کام نہ ہوتا۔ لیکن اگر وہ گناہ کا کام ہوتا تو آپ سب سے زیادہ اس سے بچنے والے تھے۔ اور آپ ﷺ نے اپنی ذات کے لئے کسی چیز میں بدلہ نہ لیا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ کے دین کی حرمت توڑی جاتی تو اللہ تعالیٰ کی خاطر اس کا بدلہ ضرور لیتے۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ **مَا خُيِّرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ** : اس روایت کے متعلق علماء نے گفتگو کی ہے۔ اختیار عام ہے۔ نمبر ۱ خواہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو۔ نمبر ۲ مخلوق کی طرف سے ہو۔ جب دو باتوں میں اختیار دیا جائے تو کسی ایک جانب کا گناہ ہونا ممکن نہیں ہے۔ البتہ اس قدر ہو سکتا ہے کہ وہ گناہ تک لے جانے والا ہو۔ مثلاً زمین کے خزائن اور رزق کفاف میں اختیار دیا گیا۔ تو خزائن اختیار کرنے میں عبادت کے لئے فراغت نہ رہنے کا قوی احتمال ہے۔ تو گناہ سے مراد یہاں جو گناہ کی طرف منسوب ہو۔ بعینہٖ گناہ مراد نہیں جیسا کہ پہلے مذکور ہوا کیونکہ اس سے محفوظ ہونا اور معصوم ہونا ثابت ہے (کذا قال ابن حجرؒ)

صاحب مجمع البحار کا قول:

اگر کفار و منافقین کی طرف سے اختیار ہو تو اس کا گناہ ہونا واضح ہے۔ اگر مسلمانوں کی طرف سے ہو تو اس سے مراد گناہ کی طرف لے جانے والا معاملہ ہے۔ جیسا کہ مجاہدہ اور اقتصار میں اختیار۔ کیونکہ جو مجاہدہ ہلاکت کی طرف لے جائے وہ جائز نہیں۔ یا پھر اختیار اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو۔ کہ اس میں ایک یا دوسزا ہو یا اس کے اور کفار کے درمیان ہو مثلاً قتل یا جزیہ یا اختیار حق خداشی مجاہدہ اور اعتدال کے درمیان ہو۔

مَا انْتَقَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهِ فِي شَيْءٍ : ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ آپ کی ذات کے حوالے سے آپ نے اپنی ذات کے لئے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا۔ اب یہ اعتراض بالکل بے جا ہوا کہ ایذاء دینے والے کے قتل کا کیوں حکم دیا۔ کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کو بھی ایذاء دی۔ بعض نے کہا یہ اس کا حکم ہے جو کفر تک نہ پہنچائے۔ بعض نے کہا یہ واقعہ

مال کے ساتھ خاص ہے۔ عزت وحرمت مراد نہیں۔

ینتهك: غلبہ کرنا۔ یعنی جس نے احکام شریعت توڑنے میں مبالغہ سے کام لیا۔

ذات کے لئے کبھی بدلہ نہیں لیا

۱۸/۵۶۶۴ وَعَنْهَا قَالَتْ مَا ضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا قَطُّ بِيَدِهٖ وَلَا امْرَأَةً وَلَا خَادِمًا اِلَّا اَنْ يُّجَاهِدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا نِيْلَ مِنْهُ شَيْءٌ قَطُّ فَيَنْتَقِمَ مِنْ صَاحِبِهٖ اِلَّا اَنْ يُّنْتَهَكَ شَيْءٌ مِنْ مَحَارِمِ اللّٰهِ فَيَنْتَقِمَ لِلّٰهِ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم في صحيحه ١٨١٤/٤ حديث رقم (٧٩-٢٣٢٨) واخرجه ابو داؤد ١٤٢/٥ حديث رقم ٤٧٨٦ وابن ماجه في السنن ٦٣٨/١ حديث رقم ١٩٨٤۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے کسی کو نہ مارا نہ کسی بیوی کو اور نہ کسی خادم کو۔ البتہ آپ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے اور ایسا بھی نہ ہوا کہ آپ کو کسی شخص کی طرف سے کوئی اذیت و تکلیف پہنچی ہو اور آپ نے اس اذیت پہنچانے والے سے انتقام لیا ہو۔ ہاں اس صورت میں کہ اللہ تعالیٰ کی محرمات میں سے کوئی حرمت توڑ دی جاتی تو اللہ کے لئے اس کا بدلہ لیتے تھے۔ (مسلم)

تشریح ۞ مَا ضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَادِمًا: خادم میں مرد وعورت دونوں داخل ہیں۔ یہاں سواری اور خادم دونوں کا خاص طور پر اس لئے تذکرہ کیا ان کو ضرب وشتم کا اتفاق عموماً ہوتا ہے۔ علماء نے فرمایا اولاد کا حکم اس سے مختلف ہے۔ ان کو تادیب کے لئے مارنا اولیٰ ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ مار ان کی اصلاح وتادیب کے لئے ہے پس اس کا ترک اولیٰ نہ ہوا بخلاف خادم وسواری کے کہ وہاں اکثر نفس ہوتا ہے پس معافی دینا بہتر ہوا تاکہ غصہ نفسانی کو روک کر خواہش نفسانی کا شکار بننے سے بچ جائے۔

اِلَّا اَنْ يُّجَاهِدَ: آپ نے ابی بن خلف کو احد میں نیزہ مارا جس سے وہ زخمی ہو کر ہلاک ہوا۔ پھر جہاد بالکفار ہی مراد نہیں بلکہ حدود وتعزیرات کا قیام بھی اس میں شامل ہے۔

الفصل الثانی:

گھریلو نقصان پر کبھی ملامت نہ کی

۱۹/۵۶۶۵ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ خَدَمْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا ابْنُ ثَمَانِ سِنِيْنَ خَدَمْتُهٗ عَشْرَ سِنِيْنَ فَمَا لَامَنِيْ عَلٰى شَيْءٍ قَطُّ اُتِيَ فِيْهِ عَلٰى يَدَيَّ فَاِنْ لَامَنِيْ لَائِمٌ مِنْ اَهْلِهٖ قَالَ دَعُوْهُ فَاِنَّهٗ لَوْ قُضِيَ شَيْءٌ كَانَ هٰذَا لَفْظُ الْمَصَابِيْحِ۔ (رواه البيهقي في شعب الايمان مع تغير يسير)

اخرجه احمد في المسند ٢٣١/٣ والبيهقي في شعب الايمان ٢٥٨/٦ حديث رقم ٨٠٧٠۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آٹھ سال کی عمر میں دس سال تک جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت کی۔ میرے ہاتھوں کو جو نقصان ہوا اس پر آپ نے کبھی مجھے ملامت نہ کی۔ اگر گھر کا کوئی فرد مجھے ملامت کرتا تو فرماتے اس کو چھوڑ دو جو مقدر میں تھا وہی ہوا۔ یہ مصابیح کے الفاظ ہیں۔ بیہقی نے شعب میں کچھ تبدیلی کی ہے۔

تشریح ۞ لَوْ قُضِيَ شَيْءٌ كَانَ : ہر چیز کا تلف وہلاک ہونا قضاء وقدر سے ہے۔ اگر کسی کے ہاتھ سے ہوا اسی وجہ سے حدیث میں وارد ہے کہ لونڈیوں کے ہاتھ سے برتن ٹوٹ جائیں تو مت مارو کیونکہ ہر چیز کی ایک مدت ہے جب تک اس نے باقی رہنا ہے۔

زیادتی کے بدلے درگزر والے تھے

۵۶۶۶/۲۰ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاحِشًا وَلَا مُتَفَحِّشًا وَلَا سَخَّابًا فِي الْأَسْوَاقِ وَلَا يَجْزِيْ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ وَلٰكِنْ يَعْفُوْا وَيَصْفَحُ۔ (رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۳۲۴/۴ حدیث رقم ۲۰۱۶ وابن ماجه فی السنن ۱۳۹۸/۲ حدیث رقم ۴۱۷۸ واحمد فی المسند ۱۷۴/۶۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نہ تو عادت کے لحاظ سے فحش گو تھے اور نہ تکلف سے فحش گوئی کرنے والے تھے۔ اور نہ بازار میں شور مچانے والے تھے۔ آپ زیادتی کا زیادتی سے جواب نہ دیتے بلکہ معاف کرتے اور درگزر فرماتے۔ (ترمذی)

تشریح ۞ اس میں بتلایا گیا ہے کہ فحش گو نہ تھے اور تکلف سے ایسا کرنے والے نہ تھے۔ زیادتی کا بدلہ عفو ودرگزر سے دیا کرتے تھے۔

عادات شریفہ

۵۶۶۷/۲۱ وَعَنْ أَنَسٍ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُ كَانَ يَعُوْدُ الْمَرِيْضَ وَيَتْبَعُ الْجَنَازَةَ وَيُجِيْبُ دَعْوَةَ الْمَمْلُوْكِ وَيَرْكَبُ الْحِمَارَ وَلَقَدْ رَأَيْتُهُ يَوْمَ خَيْبَرَ عَلٰى حِمَارٍ خِطَامُهُ لِيْفٌ۔

(رواه ابن ماجة والبيهقی فی شعب الايمان)

اخرجه ابن ماجه فی السنن ۱۳۹۸/۲ حدیث رقم ۴۱۷۸ والبیهقی فی شعب الایمان ۲۸۹/۶ حدیث رقم ۸۱۹۰۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ ﷺ بیماروں کی عیادت فرماتے' جنائز کے ساتھ جاتے' غلام کی دعوت قبول کرتے اور دراز گوش پر سواری فرماتے۔ خیبر کے دن میں نے دیکھا کہ آپ ایک دراز گوش پر سوار تھے جس کی مہار پوست کھجور کی تھی۔ (ابن ماجہ' بیہقی شعب)

تشریح ۞ وَلَقَدْ رَأَيْتُهُ يَوْمَ خَيْبَرَ عَلٰى حِمَارٍ : آپ کی ذات گرامی میں تکلف قطعاً نہ تھا۔ تواضع نہایت درجہ تھی اس لیے سواری کے لئے عام جانوروں خچر' گدھے پر سواری کو معیوب نہ جانتے تھے جب ضرورت ہوتی سوار ہو جاتے۔

اپنے کام اپنے ہاتھ سے کرنا سنت ہے

۲۲/۵۶۶۸ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْصِفُ نَعْلَهٗ وَيَخِيْطُ ثَوْبَهٗ وَيَعْمَلُ فِيْ بَيْتِهٖ كَمَا يَعْمَلُ اَحَدُكُمْ فِيْ بَيْتِهٖ وَقَالَتْ كَانَ بَشَرًا مِّنَ الْبَشَرِ يَفْلِيْ ثَوْبَهٗ وَيَحْلُبُ شَاتَهٗ وَيَخْدُمُ نَفْسَهٗ۔ (رواه الترمذی)

اخرجه احمد فی المسند ۱۶۷۶۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا جوتا خود درست فرما لیتے اور اپنے کپڑے سی لیتے۔ اپنے گھر میں اسی طرح کے کام انجام دیتے جیسا کہ تم میں سے کوئی اپنے گھر کے کام کرتا ہے۔ وہ فرماتی ہیں آپ بشروں میں سے ایک بشر تھے۔ اپنے کپڑوں کی جوئیں خود دیکھ لیتے تھے۔ اور اپنی بکری کا دودھ خود دھو لیتے اور اپنے کام خود کرتے تھے۔

تشریح ۞ يَفْلِيْ ثَوْبَهٗ وَيَحْلُبُ شَاتَهٗ : آپ اپنے کپڑے میں جوں دیکھ لیتے۔ آپ کے کپڑوں میں کبھی نہیں پڑی کیوں کہ آپ نہایت نفاست پسند تھے۔ غریب میلے کچیلے کپڑوں والے پاس بیٹھتے آپ ان کو منع نہ فرماتے اس لئے کسی اور کے کپڑوں سے چڑھ جانا عین ممکن ہے۔ مگر وہ چڑھی ہوئی جوں اور مچھر آپ کو ایذا نہ دیتے تھے۔ امام رازی نے لکھا ہے کہ آپ پر مکھی نہ بیٹھتی تھی۔ بکری کا دودھ دوھنا تو گھریلو کام کی مثال ہے۔ آپ اپنا کام بنفس نفیس کرتے دوسرے کو کم وبیش فرماتے۔ علامہ طیبیؒ کہتے ہے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ کہنا کہ آپ آدمیوں میں سے ایک آدمی تھے۔ مابعد کی تمہید ہے کیوں کہ کفار کا اعتقاد یہ تھا کہ منصب نبوت کے لائق نہیں کہ وہ لوگوں والے گھریلو کام بھی کرے۔ عوام لوگوں کے ہاں تو پیغمبر کو بھی بادشاہوں کی طرح افعال عادیہ نہ کرنے چاہئیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ...... تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہیں اولاد آدم میں سے ایک فرد و شخص ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے نبوت و رسالت سے سرفراز فرمایا۔ آپ مخلوق کے ساتھ مخلوق کی طرح گزراوقات فرماتے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے معاملے کو درستے سے انجام دینے والے تھے۔ لوگوں کے کاموں میں ازراہ تواضع و تعلیم اعانت فرماتے اور اس بات کو عملاً دفع فرماتے کہ منصب رسالت کا یہ معنی نہیں کہ وہ انسانوں سے نکل کر کسی اور جنس میں داخل ہو گیا ہے بلکہ وہ اسی طرح کا انسان رہتا ہے۔ اب نبوت کے ساتھ اس کے کمالات بشریہ میں مزید ترقی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس اعلان کا حکم فرمایا۔ قل انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الی انما الٰھکم اله واحد الآیة۔

پڑوسی کی زبان سے آپ کی تعریف

۲۳/۵۶۶۹ وَعَنْ خَارِجَةَ بْنِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ دَخَلَ نَفَرٌ عَلٰى زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ فَقَالُوْا لَهٗ حَدِّثْنَا اَحَادِيْثَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُنْتُ جَارَهٗ فَكَانَ اِذَا نَزَلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ بَعَثَ اِلَيَّ فَكَتَبْتُهٗ لَهٗ

فَكَانَ اِذَا ذَكَرْنَا الدُّنْيَا ذَكَرَهَا مَعَنَا وَاِذَا ذَكَرْنَا الْاٰخِرَةَ ذَكَرَهَا مَعَنَا وَاِذَا ذَكَرْنَا الطَّعَامَ ذَكَرَهُ مَعَنَا فَكُلُّ هٰذَا اُحَدِّثُكُمْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (رواه الترمذی)

اخرجه البغوی فی شرح السنة ۱۳/۵؍۲ حدیث رقم ۳۶۷۹۔

ترجمہ: حضرت خارجہ بن زید بن ثابت رحمہ اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک جماعت نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ ہمیں جناب رسول اللہ ﷺ کی باتیں سنائیں تو وہ فرمانے لگے میں جناب رسول اللہ ﷺ کا پڑوسی تھا۔ جب آپ پر وحی نازل ہوتی تو مجھے بلاتے میں اسے لکھتا جب ہم دنیا کا تذکرہ کرتے تو آپ بھی ہمارے ساتھ اسی کا تذکرہ فرماتے اور جب ہم آخرت کا تذکرہ کرتے تو آپ بھی ہمارے ساتھ اسی کا تذکرہ فرماتے جب ہم کھانے کا تذکرہ کرتے تو آپ بھی ہمارے ساتھ اسی کا تذکرہ فرماتے۔ یہ تمام باتیں جناب رسول اللہ ﷺ کی ہیں جو میں تمہیں بتلا رہا ہوں۔ (ترمذی)

تشریح ۞ فَقَالُوْا لَهٗ حَدِّثْنَا اَحَادِيْثَ: ان لوگوں کی مراد حسن خلق اور مخلوقات کے ساتھ بہتر سلوک کے متعلق روایات تھیں۔

بَعَثَ اِلَیَّ فَكَتَبْتُهٗ: یہ تمہید ہے کہ مجھے ایسی باتیں اچھی طرح معلوم ہیں کیونکہ مجھے آپ کا انتہائی قرب حاصل رہا ہے۔

فَكَانَ اِذَا ذَكَرْنَا الدُّنْيَا: آپ کے حسن خلق کا اتنا اعلیٰ معیار تھا کہ جب ہم دنیاوی باتوں میں مشغول ہوتے تو آپ تالیف قلوب کے لئے موافقت فرماتے مگر موقعہ بموقعہ راہنمائی فرماتے مگر آپ کی مجلس میں کسی مکروہ و مذموم بات کا تذکرہ نہ کیا جا سکتا تھا۔ یہ روایت اس روایت کے خلاف نہیں ہے کہ جس میں فرمایا گیا۔ انه ﷺ كان يخزن لسانه الا فيما يعنيه وان مجلسه مجلس علم۔ بے شک آپ کی زبان خزینہ تھی مگر اسے لایعنی باتوں میں استعمال نہ فرماتے آپ کی مجلس علمی مجلس ہوتی تھی'' کیونکہ دنیا کی باتیں علمی، ادبی اور حکمت کے نکات سے خالی نہیں ہوتی۔ اگر ایسا نہ بھی ہو تو ایسی مجالس میں بیان جواز کے لئے بیٹھتے۔ صحابہ کرام مباحات میں کلام کرتے تاکہ اس کا جواز اور عدم جواز معلوم کر لیں۔ اور ایسا بیان تو آپ پر لازم تھا یہ مقاصد نبوت سے ہے۔

آپ کسی کے سامنے پاؤں پھیلا کر نہ بیٹھتے

۵۶۷۰/۳۴ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا صَافَحَ الرَّجُلَ يَنْزِعُ يَدَهٗ مِنْ يَدِهٖ حَتّٰى يَكُوْنَ هُوَ الَّذِيْ يَنْزِعُ يَدَهٗ وَلَا يَصْرِفُ وَجْهَهٗ عَنْ وَجْهِهٖ حَتّٰى يَكُوْنَ هُوَ الَّذِيْ يَصْرِفُ وَجْهَهٗ عَنْ وَجْهِهٖ وَلَمْ يُرَ مُقَدِّمًا رُكْبَتَيْهِ بَيْنَ يَدَيْ جَلِيْسٍ لَّهٗ۔ (رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۵٦٤/٤ حدیث رقم ۲٤۹۰ واخرجه ابن ماجه ۱۲۲٤/۲ حدیث رقم ۳۷۱٦۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب کسی شخص سے مصافحہ کرتے تو اپنا دست اقدس اس کے ہاتھ سے نہ کھینچتے یہاں تک کہ وہ اپنا ہاتھ کھینچتا اور اپنا چہرہ اس سے نہ پھیرتے یہاں تک کہ وہ اپنا چہرہ آپ سے پھیرتا اور آپ کو کبھی اس طرح نہیں دیکھا گیا کہ اپنے پاس بیٹھنے والے کے سامنے اپنے پاؤں پھیلائے ہوں۔ (ترمذی)

تشریح ۞ وَلَمْ يُرَ مُقَدِّمًا رُكْبَتَيْهِ: آپ مجلس میں برابر بیٹھتے' متکبرین کی طرح گھٹنے آگے بڑھا کر نہ بیٹھتے کہ نمایاں

ہوں یا بیٹھنے میں مجلس کے اکرام میں زانو اٹھا کر نہ بیٹھتے تا کہ مجلس والوں کو آداب کی تعلیم بھی ہو۔ نمبر ۲: رکبتین سے پاؤں مراد ہیں یعنی مجلس میں پاؤں پھیلا کر بیٹھتے اس سے دوسرے مسلمان کی خاطر داری اور تعظیم وتکریم کی تعلیم مقصود تھی۔

کل کے لئے کوئی چیز نہ بچاتے

۲۵/۵۶۷۱ وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَدَّخِرُ شَيْئًا لِغَدٍ۔ (رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۱/۴ ۵۰ حدیث رقم ۲۳۶۲۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل کے لئے کوئی چیز ذخیرہ نہ فرماتے تھے۔ (ترمذی)

تشریح: اللہ تعالیٰ کے خزانوں پر توکل واعتماد کرتے ہوئے آپ کل کے لئے جمع نہ رکھتے تھے۔ اور یہ بات آپ کی ذات شریف کے لحاظ سے تھی اور دوسری احادیث سے یہ ثابت ہے کہ اہل وعیال کے لئے ایک سال کی خوراک کا ذخیرہ رکھتے تھے کیونکہ نبوت کے صبر وتحمل کا مقام تو بہت بلند ترین ہے ان کا معاملہ ان کے صبر وتحمل کے مطابق تھا۔

طویل خاموشی والے

۲۶/۵۶۷۲ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَوِيْلَ الصَّمْتِ۔

(رواه فی شرح السنة)

اخرجه احمد فی المسند ۸۶/۵۔

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لمبی دیر تک خاموشی اختیار فرمانے والے تھے۔ (شرح السنہ)

تشریح: طَوِيْلَ الصَّمْتِ: بلاضرورت گفتگو نہ فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من كان يومن بالله واليوم الآخر فليقل خيرًا او ليصمت۔ الحدیث۔ جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے اچھی بات کہنی چاہیے یا پھر خاموشی اختیار کرے۔ (عن ابی ہریرہ بخاری مسلم) اور حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا۔ ليتنى كنت اخرس الاعن ذكر الله۔ کاش میں ذکر اللہ کے علاوہ گونگا ہوتا۔

آپ کا کلام ٹھہر ٹھہر کر

۲۷/۵۶۷۳ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ فِيْ كَلَامِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرْتِيْلٌ وَتَرْسِيْلٌ۔

(رواه ابو داؤد)

اخرجه ابو داود فی السنن ۱۷۱/۵ حدیث رقم ۴۸۳۸۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں ٹھہراؤ اور آہستگی تھی۔ (ابوداؤد)

تشریح ۞ اس روایت میں آپ کے انداز قرأت کا تذکرہ فرمایا گیا ہے کہ واضح اور جدا جدا الفاظ سے ہوتی۔

فاصلہ والا کلام فرماتے

۵۶۷۴/۲۸ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْرُدُ سَرْدَكُمْ هٰذَا وَلٰكِنَّهُ كَانَ يَتَكَلَّمُ بِكَلَامٍ بَيْنَهُ فَصْلٌ يَحْفَظُهُ مَنْ جَلَسَ اِلَيْهِ۔ (رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۵/۶۰۰ حديث رقم ۳۶۳۹ واحمد فی المسند ۶/۲۵۷۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری اس جلدی کی طرح جلدی نہ کرتے بلکہ آپ ایسا کلام فرماتے جس میں فاصلہ ہوتا اور آپ کے پاس بیٹھنے والا اسے یاد کر لیتا تھا۔ (ترمذی)

تشریح ۞ اس روایت میں آپ کے انداز کلام کو ذکر کیا۔ حبیب کی ہر ادا پیاری ہے۔

سب سے بڑھ کر تبسم والے

۵۶۷۵/۲۹ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ جَزْءٍ قَالَ مَا رَاَيْتُ اَحَدًا اَكْثَرَ تَبَسُّمًا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۵/۶۰۱ حديث رقم ۳۶۴۱ واحمد فی المسند ۴/۱۹۰۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ سے بڑھ کر تبسم کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔ (ترمذی)

تشریح ۞ اس روایت میں آپ کا مسکرانا ذکر کیا گیا ہے۔ تبسم آپ کے چہرے سے کبھی غائب نہ ہوتا تھا۔

گفتگو میں اکثر آسمان کی طرف نگاہ اٹھاتے

۵۶۷۶/۳۰ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جَلَسَ يَتَحَدَّثُ يُكْثِرُ اَنْ يَّرْفَعَ طَرْفَهُ اِلَى السَّمَآءِ۔ (رواه ابوداؤد)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۵/۱۷۱ حديث رقم ۴۸۳۷۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب گفتگو کرنے بیٹھتے تو بہت مرتبہ آسمان کی طرف نگاہ اٹھاتے۔ (ابوداؤد)

تشریح ۞ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کا ایک انداز اس میں بھی مذکور ہے کہ کلام کرتے آسمان کی طرف انتظار وحی میں نگاہیں ہوتیں۔

الفصل الثالث:

عیال پر نہایت مشفق

۳۱/۵۶۷۷ عَنْ عَمْرِوبْنِ سَعِيْدٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ مَا رَاَيْتُ اَحَدًا كَانَ اَرْحَمَ بِالْعِيَالِ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِبْرَاهِيْمُ ابْنُهٗ مُسْتَرْضِعًا فِىْ عَوَالِى الْمَدِيْنَةِ فَكَانَ يَنْطَلِقُ وَنَحْنُ مَعَهٗ فَيَدْخُلُ الْبَيْتَ وَاِنَّهٗ لَيُدَّخَنُ وَكَانَ ظِئْرُهٗ قَيْنًا فَيَاْخُذُهٗ فَيُقَبِّلُهٗ ثُمَّ يَرْجِعُ قَالَ عَمْرٌو فَلَمَّا تُوُفِّىَ اِبْرَاهِيْمُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ ابْنِىْ وَاِنَّهٗ مَاتَ فِى الثَّدْىِ وَاِنَّ لَهٗ لَظِئْرَيْنِ تُكَمِّلَانِ رِضَاعَهٗ فِى الْجَنَّةِ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فى صحيحه ١٨٠٨/٤ حديث رقم ٢٣١٦/٦٣ واحمد فى المسند ١١٢/٣۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن سعید نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر عیال پر شفقت کرنے والا کسی کو نہ پایا۔ آپ کے بیٹے ابراہیم عوالی مدینہ کے ایک گھر میں دودھ پیتے تھے۔ آپ وہاں تشریف لے جاتے اور ہم آپ کے ساتھ ہوتے تو آپ اس گھر میں داخل ہوتے اور گھر میں خوب دھواں ہوتا اور ابراہیم کی دایہ کا خاوند لوہار کا کام کرتا تھا۔ آپ ابراہیم سلام اللہ کو اٹھاتے اور چومتے پھر واپس لوٹتے عمرو کہتے ہیں کہ جب ابراہیم سلام اللہ کی وفات ہوگئی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک میرا یہ بیٹا شیر خوارگی میں فوت ہوگیا۔ اور اس کی دو دائیاں جنت میں اس کی مدت شیر خوارگی پوری کریں گی۔ (مسلم)

تشریح ۞ كَانَ ظِئْرُهٗ : وہ عورت جو کسی کے بچے کو پالتی اور دودھ پلاتی ہے اور رضائی ماں کے خاوند کو بھی ظئر کہتے ہیں۔ اس عورت کا نام ام سیف تھا اور خاوند ابوسیف تھے۔

اِنَّهٗ مَاتَ فِى الثَّدْىِ : مدت شیر خوارگی میں اس کی وفات ہوئی وہ مرتے ہی جنت میں داخل کیے گئے وہاں ان کو مدت شیر خوارگی تک دودھ پلایا جاتا رہے گا۔ یہ درجہ آپ کے بیٹے ہونے کی نسبت سے ملا۔ اس وقت ان کی عمر سولہ ماہ تھی۔ تو دو جنتی عورتوں نے ان کو تین ماہ تک دودھ پلایا۔ جس سے مدت شیر خوارگی مکمل ہوئی۔

یہودی کا ادائیگی قرض میں شدید اصرار

۳۲/۵۶۷۸ وَعَنْ عَلِىٍّ اَنَّ يَهُوْدِيًّا كَانَ يُقَالُ لَهٗ فُلَانٌ حَبْرٌ كَانَ لَهٗ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَنَانِيْرُ فَتَقَاضَى النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهٗ يَا يَهُوْدِىُّ مَا عِنْدِىْ مَا اُعْطِيْكَ قَالَ فَاِنِّىْ لَا اُفَارِقُكَ يَا مُحَمَّدُ حَتّٰى تُعْطِيَنِىْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذًا اَجْلِسُ مَعَكَ فَجَلَسَ مَعَهٗ فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ الْاٰخِرَةَ وَالْغَدَاةَ وَكَانَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَهَدَّدُوْنَهٗ وَيَتَوَعَّدُوْنَهٗ فَفَطِنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلّٰى

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا الَّذِيْ يَصْنَعُوْنَ بِهٖ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ يَهُوْدِيٌّ يَحْبِسُكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَنَعَنِيْ رَبِّيْ اَنْ اَظْلِمَ مُعَاهِدًا وَغَيْرَهٗ فَلَمَّا تَرَجَّلَ النَّهَارُ قَالَ الْيَهُوْدِيُّ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَشَطْرُ مَالِيْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمَا وَاللّٰهِ مَا فَعَلْتُ بِكَ الَّذِيْ فَعَلْتُ بِكَ اِلَّا لِاَنْظُرَ اِلٰى نَعْتِكَ فِي التَّوْرَاةِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ مَوْلِدُهٗ بِمَكَّةَ وَمُهَاجَرُهٗ بِطِيْبَةَ مُلْكُهٗ بِالشَّامِ لَيْسَ بِفَظٍّ وَلَا غَلِيْظٍ وَلَا سَخَّابٍ فِي الْاَسْوَاقِ وَلَا مُتَزَيٍّ بِالْفُحْشِ وَلَا قَوْلِ الْخَنَا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهٰذَا مَالِيْ فَاحْكُمْ فِيْهِ بِمَا اَرَاكَ اللّٰهُ وَكَانَ الْيَهُوْدِيُّ كَثِيْرَ الْمَالِ۔

رواه البيهقي في دلائل النبوة

رواه البيهقي في دلائل النبوة ٦/ ٢٨٠۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی جس کو فلاں عالم کہا جاتا تھا۔اس کا کچھ قرض دینا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ تھا۔تو اس نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تقاضا کیا تو آپ نے اسے فرمایا اے یہودی! فی الحال میرے پاس کچھ نہیں جس سے میں تمہارا قرض ادا کروں۔تو وہ کہنے لگا اے محمد! میں تو اس وقت تک آپ سے جدا نہ ہوں گا یہاں تک کہ آپ میرا قرض ادا کریں۔اس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تب میں تمہارے ساتھ ہی بیٹھوں گا۔آپ اس کے ساتھ بیٹھ گئے یہاں تک کہ ظہر،عصر،مغرب،عشاء،فجر کی نمازیں ادا فرمائیں۔آپ کے صحابہ کرام اسے ڈراتے اور دھمکاتے رہے۔یہاں تک کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو محسوس فرمالیا تو آپ نے دریافت فرمایا کہ تم کیا کر رہے ہو؟ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ایک یہودی آپ کو روکے ہوئے ہے۔تو آپ نے فرمایا مجھے رب تعالیٰ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ میں کسی عہد والے وغیرہ پر ظلم وزیادتی کروں۔جب دن چڑھ آیا تو یہودی بولا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں اور میرا آدھا مال اللہ کی راہ میں صدقہ ہے۔اور میں نے آپ کے ساتھ جو سلوک کیا اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ آپ کی وہ صفات دیکھنا چاہ رہا تھا جو تورات میں لکھی ہیں کہ محمد عبداللہ کے بیٹے ہیں۔ان کی جائے ولادت مکہ اور ہجرت کا مقام طیبہ ہے اور ان کی سلطنت شام میں ہوگی۔وہ نہ سخت دل ہیں نہ سخت زبان، نہ بازاروں میں شور مچانے والے،نہ تو بری باتوں سے متصف اور نہ سخت کلام والے،نہ برے کلام والے،میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یقیناً اللہ کے رسول ہیں۔اور یہ میرا مال حاضر ہے آپ اس میں وہ فیصلہ فرمائیں جو اللہ آپ کو دکھائے۔یہودی بڑا مالدار تھا۔(دلائل النبوۃ بیہقی)

تشریح ۞ قَالَ فَاِنِّيْ لَا اُفَارِقُكَ : اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ تمام رات اس کے ساتھ مسجد یا کسی کے مکان میں بیٹھے رہے مسجد میں ہونا زیادہ ظاہر ہے۔

مَنَعَنِيْ رَبِّيْ اَنْ اَظْلِمَ مُعَاهِدًا : یہ تخصیص کے بعد تعمیم ہے۔قرض ادا کرنے کے بغیر اس سے جدا ہو جاؤں تو یہ زیادتی ہے۔معاھد کے مقدم کرنے کی وجہ یہ تھی کہ یہ موقعہ ایسا تھا قیامت کے دن اس کا جھگڑا شدید ہے کیونکہ وہاں چھوٹنے کی دو صورتیں ہیں بدلے میں نیکیاں دی جائیں یا اس کی برائیاں اس پر ڈالی جائیں۔جیسا کہ حقوق وآداب کا حکم ہے ممکن ہے اس وقت صحابہ کرام کے پاس ادائیگی کی صورت نہ ہو یا یہودی اس پر راضی نہ ہو وہ آپ ہی سے قرض لینا چاہتا ہو کیونکہ قرضہ آپ کے

ذمہ تھا۔اور یہ ظاہر تر ہے۔

فَاحْكُمْ فِيْهِ بِمَا اَرَاكَ اللّٰهُ : یہ تمام مال آپ اپنی مرضی پر صرف کر دیں۔پہلے ایمان لاتے ہی آدھا مال وقف کیا۔جب نور ایمان دل میں جم گیا تو تمام مال دے دیا فَاحْكُمْ فِيْهِ بِمَا اَرَاكَ اللّٰهُ اور آئندہ جان بھی فدا کرے گا۔

بے فائدہ گفتگو نہ فرماتے

۳۳/۵۶۷۹ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ الذِّكْرَ وَيُقِلُّ اللَّغْوَ وَيُطِيْلُ الصَّلٰوةَ وَيُقَصِّرُ الْخُطْبَةَ وَلَا يَاْنِفُ اَنْ يَّمْشِيَ مَعَ الْاَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِيْنِ فَيَقْضِيَ لَهُ الْحَاجَةَ ۔ (رواه النسائی والدارمی)

اخرجه النسائی فی السنن ۱۰۸/۳ حدیث رقم ۱٤۱٤ والدارمی فی السنن ٤۸/۱ حدیث رقم ۷٤۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ ذکر بہت کرتے تھے اور بے فائدہ گفتگو نہ فرماتے اور طویل نماز ادا فرماتے اور خطبہ چھوٹا دیتے۔اور مساکین اور بیوگان کے ساتھ چلنے میں عار محسوس نہ فرماتے تھے۔اور ان کی ضرورت پوری کرتے۔ (نسائی،داری)

تشریح ۞ يُكْثِرُ الذِّكْرَ : آپ اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرتے جیسا دوسری روایت میں ہے کان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم یذکر الله فی کل احیانه۔

يُقِلُّ اللَّغْوَ : تعبیر ہے کہ بالکل لغویات نہ کرتے جب ہر وقت ذکر میں مشغولیت تھی اور لایعنی کے آپ قریب نہ جاتے بلکہ خاموشی اختیار فرماتے امام غزالی فرماتے ہیں کہ ذکر اللہ کے مقابلہ میں ہر چیز لغو ہے۔اس لئے ضیعف قطعة من العمر فی تالیف البسیط والوسیط والوجیز۔یہاں بھی لغو کا اطلاق اسی قسم کی باتوں پر کیا گیا ہے۔جب عام ایمان والوں کے متعلق فرمایا والذین هم عن اللغو معرضون۔تو آپ کو لغو سے کیا علاقہ۔فرمایا قلیلاً ما یؤمنون۔یعنی ان میں ایمان نہیں ہے۔پس یہاں یکثر کے حسن تقابل کے طور پر قلت کا لفظ لایا گیا۔

يُقَصِّرُ الْخُطْبَةَ : یہ عام احوال کی بات ہے۔نیز آپ صاحب جوامع الکلم تھے اس لئے ایک کلمہ کفایت کرنے والا فرماتے۔باقی جن مواقع میں طویل کلام کی ضرورت ہوتی وہاں طویل کلام فرماتے۔مقصد یہ ہے کہ خطبہ نماز کے مقابلے میں چھوٹا ہوتا۔خطبے کا چھوٹا اور مختصر ہونا اور نماز کا طویل ہونا دین میں سمجھ کی علامت ہے جیسا باب الجمعہ میں روایت گزری۔شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ نماز مؤمن کی معراج ہے اور اللہ تعالیٰ سے مناجات کی جگہ ہے۔پس اس کی طوالت مناسب ہے۔اور خطبہ لوگوں سے متعلق ہے اس میں اکتاہٹ خلق کا خطرہ ہے اور خطبہ دینے والے کا آپ کے علاوہ ریا و سمعہ میں مبتلا ہونے کا خدشہ ہے۔

کفار قرآن کو جھٹلاتے نہ کہ آپ کو

۳۴/۵۶۸۰ وَعَنْ عَلِيٍّ اَنَّ اَبَا جَهْلٍ قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّا لَا نُكَذِّبُكَ وَلٰكِنْ نُكَذِّبُ بِمَا

جِئْتَ بِهِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْهِمْ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ۔

(رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ٥/٢٤٣ حديث رقم ٣٠٦٤۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوجہل جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہنے لگا ہم آپ کو نہیں جھٹلاتے بلکہ ہم تو اسے جھٹلاتے ہیں جو کچھ آپ لے کر آئے ہیں۔ تب اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ آیت نازل ہوئی 'فانهم لا يكذبونك ولكن الظالمين بآيات الله يجحدون۔" بے شک وہ آپ کی تکذیب نہیں کرتے بلکہ ظالم لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے ہیں۔ (ترمذی)

تشریح ۞ بِمَا جِئْتَ : ابوجہل کہتا ہم تو اس چیز کی تکذیب کرتے ہیں جو آپ لائے ہیں اور آپ کی بذات خود نہیں کرتے اس کی وجہ سے آپ کی تکذیب کرتے ہیں۔ اگر یہ نہ اترتا تو ہمارے تمہارے مابین کوئی نزاع نہ تھا۔ وہ جاہل یہ نہ سمجھتا تھا جب آپ ان کے معاملے میں سچے ہیں تو دین کی بات میں کس طرح جھوٹ ہو سکتے ہیں۔ اور خصوصاً ذات باری تعالیٰ پر جھوٹ کیسے باندھ سکتے ہیں۔ حقیقت میں حسد وعناد اسے اس بات سے رکاوٹ بنا رہا کہ آپ کو یہ مرتبہ کیوں ملا ہم کیونکر ان کی بات مان لیں۔

فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ: صاحب کشاف نے اس آیت کی تفسیر میں دو وجہ ذکر کی ہیں۔ نمبر ا یہ جھٹلانے والے کافر در حقیقت اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلانے والے ہیں۔ جیسا کہ آقا اپنے مولیٰ کو کہے کہ میاں تجھے لوگ ستاتے ہیں وہ حقیقت میں مجھے ستاتے ہیں تو دیکھ میں ان سے کیا سلوک کرتا ہوں۔ نمبر ۲ یہ آپ کو نہیں جھٹلاتے اس لئے کہ آپ تو صدق وامانت میں معروف ومشہور ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے ہیں۔ (اور آپ چونکہ آیات پیش کرنے والے ہیں اس لئے یہ گویا آپ کی بھی تکذیب ہوئی) (کشاف)

بَابٌ فِيْ اَخْلَاقِهٖ وَشَمَائِلِهٖ ﷺ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق وعادات کا بیان

الفصل الاول:

عاجزی بندگی والے پیغمبر

۵۶۸۱/۳۵ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَائِشَةُ لَوْ شِئْتُ لَسَارَتْ مَعِيَ جِبَالُ الذَّهَبِ جَآءَ نِيْ مَلَكٌ وَاِنَّ حُجْزَتَهٗ لَتُسَاوِيْ الْكَعْبَةَ فَقَالَ اِنَّ رَبَّكَ يَقْرَأُ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَيَقُوْلُ اِنْ شِئْتَ نَبِيًّا عَبْدًا وَاِنْ شِئْتَ نَبِيًّا مَلِكًا فَنَظَرْتُ اِلٰى جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَاَشَارَ اِلَيَّ اَنْ

تَوَضَعْ نَفْسَكَ وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ فَالْتَفَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى جِبْرَئِيْلَ كَالْمُسْتَشِيْرِ لَهُ فَاَشَارَ جِبْرَئِيْلُ بِيَدِهٖ اَنْ تَوَاضَعْ فَقُلْتُ نَبِيًّا عَبْدًا قَالَتْ فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذٰلِكَ لَا يَاْكُلُ مُتَّكِئًا يَقُوْلُ اٰكُلُ كَمَا يَاْكُلُ الْعَبْدُ وَاَجْلِسُ كَمَا يَجْلِسُ الْعَبْدُ۔ (رواہ في شرح السنة)

اخرجه البغوى في شرح السنة ۲۴۷/۱۳ حديث رقم ۳۶۸۳۔ ۲۴۸/۱۳ حديث رقم ۳۶۸۴۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں چاہوں تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلیں۔ میرے پاس اللہ کا فرشتہ آیا جس کی کمر کعبۃ اللہ کے برابر تھی۔ اس نے مجھ سے عرض کیا آپ کا رب آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ اگر آپ پسند کریں تو بندگی والے نبی بنیں اور اگر آپ کی چاہت ہو بادشاہی والے نبی بنیں۔ میں نے جبرائیل امین کی طرف (بطور اشارہ) دیکھا تو انہوں نے مشورہ دیا کہ آپ اپنی ذات میں انکساری کو اختیار کریں۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل کی طرف دیکھا جیسے مشورہ کرتے ہیں تو جناب جبرائیل نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ آپ انکساری اختیار کریں۔ میں نے کہا کہ میں بندگی والا نبی بنوں گا" حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکیہ لگا کر نہ کھاتے تھے اور فرماتے میں ایسے کھاتا ہوں جیسے غلام بیٹھتا ہے۔ (شرح السنہ)

تشریح ۞ اَشَارَ جِبْرَئِيْلُ بِيَدِهٖ اَنْ تَوَاضَعْ : حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اشارہ کیا کہ آپ فقر و بندگی کو اختیار کریں یہ اللہ کی بارگاہ میں تواضع اور بلند قدری کا باعث ہے۔ اور بادشاہی اور غناء کومت اختیار کریں کیونکہ عموماً یہ سرکشی اور اللہ تعالیٰ کو بھول جانے کا باعث بنتی ہے۔ اور اس سے تکبر اور ناشکری پیدا ہوتی ہے۔ جو انسان کو اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں گرا دیتی ہے۔ اور یہ بات عمومی احوال کے لحاظ سے ہے ورنہ سلیمان وداؤد جیسی بادشاہی تو قابل رشک ہے۔ اکثر انبیاء اولیاء وعلماء وصلحاء نے فقر کو اختیار کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ایک ارشاد میں اس طرح دعا فرمائی اللهم احيني مسكينا وامتني مسكينا واحشرني في زمرة المساكين" اللهم اجعلنا من اهليهم واحشرنا معهم

اٰكُلُ كَمَا يَاْكُلُ الْعَبْدُ : میں اس طرح کھاتا ہوں جیسے غلام کھاتا ہے آپ عموماً دوزانو بیٹھتے یہ افضل ترین ہیئت ہے یا ایک زانو کو کھڑا کر کے دوسرے کو بچھا کر بیٹھتے یہ کھانے میں عموماً بیٹھنے کی حالت تھی یا اپنے دوزانو کو کھڑے پاؤں کے بوجھ پر بیٹھتے تھے گوٹھ مار کر بیٹھنا آپ کی عادت مبارکہ تھی

بَابُ الْمَبْعَثِ وَبَدْءِ الْوَحْيِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور نزولِ وحی کا بیان

بعث : یبعث بعثاً کا معنی اٹھانا اور بھیجنا ہے اور اس سے مراد آپ کا لوگوں کی طرف رسول و پیغمبر بنا کر بھیجنا اور مقرر کرنا

ہے۔

بدء : بدء، ابتداء کسی امر کی ابتداء کرنا اور اسے شروع کرنا اور بدو۔ ہمزہ کی بجائے واؤ کے ساتھ ظہور کے معنی میں آتا ہے۔ حاصل دونوں لفظوں کا ایک مگر پہلا زیادہ ظاہر ہے۔

الوحی : لغت میں الاشارہ الخفیۃ السریعۃ کے معنی میں ہے۔ صاحب قاموس کہتے ہیں یہ اشارہ کتابت، اعلام واطلاع، مخفی کلام، آواز دوسرے کو القاء کی جانے والی خبر کے معانی کے لئے آتا ہے۔ صاحب مشارق الانوار کہتے ہیں۔ وحی کی اصل خفیہ جلدی سے اطلاع کرنے کو کہتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے حق میں اس کی کئی اقسام ہیں۔ نمبر۱ اللہ تعالیٰ کا کلام خود سنا جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام طور پر، ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج میں ساتوں آسمانوں سے اوپر جیسا قرآن مجید میں فرمایا گیا : وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ...... فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى ......۔ اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا' پس اپنے بندے کی طرف جاہا وحی کی۔ نمبر۲ فرشتے کے ذریعہ پیغام بھیج کر اور اکثر و اغلب اسی طرح قرآن مجید اترا۔ نمبر۳ القاء فی القلب جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فَاَلْقٰى فی روعی۔ یعنی میرے دل میں القاء کیا گیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو اکثر وحی اسی طرح کی گئی۔ نمبر۴ وحی کا لفظ غیر انبیاء کے لئے بھی تو استعمال ہوا ہے۔ مگر وہاں الہام ہی کے معنی میں ہے جیسا کہ اس آیت میں فرمایا گیا : واوحیٰ ربك الی النحل...... ۔ یہاں الہام علم طبعی پیدا کر دینے کے معنی میں ہے۔ نمبر۵ الہام دل میں القاء کے معنی میں ہے واوحینا الی ام موسیٰ۔ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی طرف الہام کیا۔ نمبر۶ امر کرنے کے معنی میں جیسا کہ فرمایا۔ واذ اوحیت الی الحواریین...... ۔ یعنی جب میں نے حواریوں کو حکم دیا"

الفصل الاوّل:

اعلانِ نبوت

۱/۵۷۸۲ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بُعِثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَرْبَعِيْنَ سَنَةً فَمَكَثَ بِمَكَّةَ ثَلٰثَ عَشْرَةَ سَنَةً يُوْحٰى اِلَيْهِ ثُمَّ اُمِرَ بِالْهِجْرَةِ فَهَاجَرَ عَشْرَ سِنِيْنَ وَمَاتَ وَهُوَ ابْنُ ثَلٰثٍ وَسِتِّيْنَ سَنَةً۔

(متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۶۲/۷ حدیث رقم ۳۸۵۱ و مسلم ۱۸۲۶/۴ حدیث رقم (۱۱۷-۲۳۵۱) واخرجه الترمذی فی السنن ۵۶۵/۵ حدیث رقم ۳۶۵۲ واحمد فی المسند ۳۷۱/۱۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس سال کی عمر میں اعلان نبوت کا حکم دیا گیا۔ آپ تیرہ سال مکہ میں رہے وحی نازل ہوتی رہی۔ پھر ہجرت کا حکم دیا گیا تو اس سال وہاں مقیم رہے اور وصال کے وقت عمر مبارک تریسٹھ سال تھی۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ مَاتَ وَهُوَ ابْنُ ثَلٰثٍ وَسِتِّيْنَ سَنَةً : یہی صحیح ہے۔ بعض سے پینسٹھ بھی نقل کیا ہے جیسا روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ آرہی ہے اور بعض نے ساٹھ برس نقل کی جیسا انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔

تاویل:

ابن عباس کی روایت میں سن ولادت اور سن وفات کو شمار کر کے پینسٹھ کہا گیا ہے اور روایت انس میں کسر کو حذف کر دیا گیا جیسا کہ عرب میں رواج تھا۔

وحی اور مدت قیام

۲/۵۶۸۳ وَعَنْهُ قَالَ اَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمَکَّۃَ خَمْسَ عَشْرَۃَ سَنَۃً یَسْمَعُ الصَّوْتَ وَیَرَی الضَّوْءَ سَبْعَ سِنِیْنَ وَلَا یَرٰی شَیْئًا وَثَمَانَ سِنِیْنَ یُوْحٰی اِلَیْہِ وَاَقَامَ بِالْمَدِیْنَۃِ عَشْرًا وَتُوُفِّیَ وَھُوَ ابْنُ خَمْسٍ وَسِتِّیْنَ سَنَۃً۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاري في صحيحه ١٦٢/٧حديث رقم ٣٨٥١ومسلم ١٨٢٦/٤حديث رقم (١١٧-٢٣٥١)

واخرجه الترمذي في السنن ٥٦٥/٥ حديث رقم ٣٦٥٢ واحمد في المسند ٣٧١/١۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پندرہ مکہ میں سال مقیم رہے۔ سات سال آپ غیبی آواز سنتے اور روشنی دیکھتے مگر کوئی چیز نظر نہ آتی تھی اور آٹھ سال آپ پر وحی کی جاتی تھی اور مدینہ منورہ میں دس سال قیام فرمایا اور پینسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ اَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمَکَّۃَ خَمْسَ عَشْرَۃَ: اس روایت میں مندرجہ ذیل امور مذکور ہیں۔ نمبر۱ اقامت مکہ پندرہ سال ہے۔ نمبر۲ آواز کا سننا اور روشنی کا دیکھنا نبوت ملنے کے بعد تھا۔ نمبر۳ بعض دیگر روایات حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نبوت سے پہلے کی بات ہے اس کی وجہ عالم ملکوت سے مانوس کرنا اور بشریت کو آثار ملکیت کے برداشت کرنے اور وحی کے اٹھانے کی قوت پیدا ہو جائے۔

تخمینی عمر کی مقدار

۳/۵۶۸۴ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ تَوَفَّاہُ اللّٰہُ عَلٰی رَأْسِ سِتِّیْنَ سَنَۃً۔ (متفق علیہ)

اخرجه مسلم في صحيحه ١٨٢٧/٤حديث رقم (١٢٣-٢٣٥٢) واخرجه الترمذي في السنن ٥٦٤/٥حديث رقم ٣٦٥١ واحمد في المسند ٢٦٦/١۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ساٹھ سال کے اختتام پر وفات دی۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ اس روایت میں کسر کو حذف کر کے آپ کی عمر ساٹھ سال بتلائی گئی ہے۔

وفات کے وقت عمر

۴/۵۶۸۵ وَعَنْهُ قَالَ قُبِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ ابْنُ ثَلٰثٍ وَسِتِّيْنَ وَاَبُوْبَكْرٍ وَهُوَ ابْنُ ثَلٰثٍ وَسِتِّيْنَ وَعُمَرُ وَهُوَ ابْنُ ثَلٰثٍ وَسِتِّيْنَ۔ (رواہ مسلم قال محمد بن اسمعیل البخاری ثلث وستین اکثر)

اخرجه البخاري في صحيحه ۳۵٦/۱۰حديث رقم ۳۹۰۰ومسلم في صحيحه ۱۸۲٤/٤حديث رقم (۱۱۳۔۲۳٤۷) واخرجه مالك في الموطأ ۹۱۹/۲حديث رقم ۱من كتاب صفة النبي ۔ اخرجه مسلم في صحيحه ۱۸۲٥/٤حديث رقم (۱۱٤۔۲۳٤۸) واخرجه الترمذي ٥٦٥/٥حديث ۳٦٥۳۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت عمر مبارک تریسٹھ سال تھی اور ابوبکر رضی اللہ کی وفات کے وقت عمر تریسٹھ سال تھی اور عمر رضی اللہ عنہ کی بوقت وفات عمر تریسٹھ سال تھی۔ (مسلم) بخاری کہتے ہیں کہ تریسٹھ سال کی عمر کے سلسلہ کی روایات کثرت سے ہیں۔

تشریح ۞ وَعُمَرُ وَهُوَ ابْنُ ثَلٰثٍ وَسِتِّيْنَ : بعض نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عمر ۵۹ سال اور بعض اور اقوال نقل کیے مگر درست یہی ہے کہ آپ بروز بدھ ۲۶ ذی الحجہ ۲۳ھ ابولولو مجوسی کے ہاتھوں زخمی ہوئے اور اتوار یکم محرم ۲۴ میں وفات پائی۔ اسی حساب سے آپ کی عمر ۶۳ سال بنتی ہے آپ کی خلافت دس سال چھ ماہ ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہفتہ کی رات بقیع میں مدفون ہوئے اور اس وقت ان کی عمر ۸۲ بیاسی برس تھی۔ بعض نے اٹھاسی کہی اور بھی کئی اقوال ہیں۔ ان کی خلافت بارہ برس تھی۔ جس دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا اسی دن آپ کے ہاتھ پر بیعت خلافت ہوئی۔ یہ جمعہ کا دن اور ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سترہ رمضان جمعہ کی صبح ۴۰ میں زخمی کیے گئے۔ ابن ملجم مرادی نے آپ کو شہید کیا۔ زخم کے تین دن بعد وفات پائی آپ کو نجف میں دفن کیا گیا۔ اس وقت آپ کی عمر ۶۳ برس تھی اور بھی اقوال اس سلسلہ میں موجود ہیں۔ آپ کی خلافت چار سال نو ماہ چند دن تھی۔

قال محمد بن اسماعیل ثلاث وستین اکثر: عمر میں اس اختلاف کا مدار اقامت مکہ پر ہے جس کے متعلق روایات دس تیرہ اور پندرہ برس کی ملتی ہیں۔ تیرہ کی روایات زیادہ اور مضبوط ہے۔ صحیح روایات کے مطابق آپ کی ولادت عام الفیل میں ہوئی۔ قاضی عیاض نے اس پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔

پیدائش:

علماء نے پیدائش کی تواریخ میں اختلاف کیا ہے۔ بارہ، اٹھارہ، دس، البتہ دن سوموار اور ماہ ربیع الاول میں اتفاق ہے اگرچہ بعض نے اس میں بھی اختلاف لکھا ہے۔ غنیۃ الطالبین ملاحظہ کرلیں

وفات:

وفات کے متعلق دن تاریخ مہینہ سب میں اتفاق ہے ۱۲ ربیع الاول بروز سوموار بوقت چاشت صلوات اللہ وسلامہ علیہ الف الف مرۃ بعدد کل ذرۃ۔

خواب سے ابتداءِ وحی

۵/۵۶۸۶ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اَوَّلُ مَا بُدِئَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّادِقَةُ فِي النَّوْمِ فَكَانَ لَا يَرٰى رُؤْيَا اِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ ثُمَّ حُبِّبَ اِلَيْهِ الْخَلَاءُ وَكَانَ يَخْلُوْ بِغَارِ حِرَاءٍ فَيَتَحَنَّثُ فِيْهِ وَهُوَ التَّعَبُّدُ اللَّيَالِيَ ذَوَاتِ الْعَدَدِ قَبْلَ اَنْ يَّنْزِعَ اِلٰى اَهْلِهٖ وَيَتَزَوَّدُ لِذٰلِكَ ثُمَّ يَرْجِعُ اِلٰى خَدِيْجَةَ فَيَتَزَوَّدُ لِمِثْلِهَا حَتّٰى جَاءَهُ الْحَقُّ وَهُوَ فِيْ غَارِ حِرَاءَ فَجَاءَهُ الْمَلَكُ فَقَالَ اِقْرَاْ فَقَالَ مَا اَنَا بِقَارِئٍ قَالَ فَاَخَذَنِيْ فَغَطَّنِيْ حَتّٰى بَلَغَ مِنِّي الْجُهْدُ ثُمَّ اَرْسَلَنِيْ فَقَالَ اقْرَاْ قُلْتُ مَا اَنَا بِقَارِئٍ فَاَخَذَنِيْ فَغَطَّنِي الثَّانِيَةَ حَتّٰى بَلَغَ مِنِّي الْجُهْدُ ثُمَّ اَرْسَلَنِيْ فَقَالَ اقْرَاْ قُلْتُ مَا اَنَا بِقَارِئٍ فَاَخَذَنِيْ فَغَطَّنِي الثَّالِثَةَ حَتّٰى بَلَغَ مِنِّي الْجُهْدُ ثُمَّ اَرْسَلَنِيْ فَقَالَ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ فَرَجَعَ بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْجُفُ فُؤَادُهٗ فَدَخَلَ عَلٰى خَدِيْجَةَ فَقَالَ زَمِّلُوْنِيْ زَمِّلُوْنِيْ فَزَمَّلُوْهُ حَتّٰى ذَهَبَ عَنْهُ الرَّوْعُ فَقَالَ لِخَدِيْجَةَ وَاَخْبَرَهَا الْخَبَرَ لَقَدْ خَشِيْتُ عَلٰى نَفْسِيْ فَقَالَتْ خَدِيْجَةُ كَلَّا وَاللّٰهِ لَا يُخْزِيْكَ اللّٰهُ اَبَدًا اِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَصْدُقُ الْحَدِيْثَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَقْرِي الضَّيْفَ وَتُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ ثُمَّ انْطَلَقَتْ بِهٖ خَدِيْجَةُ اِلٰى وَرَقَةَ بْنِ نَوْفَلٍ ابْنِ عَمِّ خَدِيْجَةَ فَقَالَتْ لَهٗ يَا ابْنَ عَمِّ اسْمَعْ مِنِ ابْنِ اَخِيْكَ فَقَالَ لَهٗ وَرَقَةُ يَا ابْنَ اَخِيْ مَاذَا تَرٰى فَاَخْبَرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَبَرَ مَا رَاٰى فَقَالَ وَرَقَةُ هٰذَا النَّامُوْسُ الَّذِيْ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى مُوْسٰى يَا لَيْتَنِيْ كُنْتُ فِيْهَا جَذَعًا يَا لَيْتَنِيْ اَكُوْنُ حَيًّا اِذْ يُخْرِجُكَ قَوْمُكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَ مُخْرِجِيَّ هُمْ قَالَ نَعَمْ لَمْ يَاْتِ رَجُلٌ قَطُّ بِمِثْلِ مَا جِئْتَ بِهٖ اِلَّا عُوْدِيَ وَاِنْ يُدْرِكْنِيْ يَوْمُكَ اَنْصُرْكَ نَصْرًا مُؤَزَّرًا ثُمَّ لَمْ يَنْشَبْ وَرَقَةُ اَنْ تُوُفِّيَ وَفَتَرَ الْوَحْيُ (متفق عليه وزاد البخاری) حَتّٰى حَزِنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا بَلَغَنَا حُزْنًا غَدَا مِنْهُ مِرَارًا كَيْ يَتَرَدّٰى مِنْ رُؤُوْسِ شَوَاهِقِ الْجَبَلِ فَكُلَّمَا اَوْفٰى بِذِرْوَةِ جَبَلٍ لِكَيْ يُلْقِيَ نَفْسَهٗ مِنْهُ تَبَدّٰى لَهٗ جِبْرَائِيْلُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اِنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ حَقًّا فَيَسْكُنُ لِذٰلِكَ جَاْشُهٗ وَتَقِرُّ نَفْسُهٗ ـ

اخرجه البخاری فی صحيحه ۲۳/۱ حديث رقم ۳ ومسلم فی صحيحه ۱۳۹/۱ حديث رقم (۲۵۲-۱۶۰)

واخرجه الترمذی ۵۵۶/۵ حديث رقم ۳۶۳۲ واحمد فی المسند ۲۳۲/۶ ـ

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی میں سے سب سے پہلے جس چیز سے ابتداء ہوئی وہ خوابیں تھیں۔ آپ جو کوئی خواب دیکھتے وہ پو پھوٹنے کی طرح ظاہر ہو جاتی پھر آپ کو خلوت گزینی پسند ہوئی

اور آپ غارحراء میں خلوت اختیار کرتے تھے اور وہاں عبادت کرتے تھے۔ اورتحنث کا معنی اپنے اہل کی طرف لوٹنے سے پہلے آپ کا کئی راتیں عبادت کرنا ہے۔ اور آپ اس خلوت گزینی کے لئے توشہ لے جاتے پھر جناب خدیجہ رضی اللہ عنہا کی طرف لوٹتے اور اتنی ہی راتوں کے لئے اور توشہ لے جاتے۔ یہاں تک کہ آپ پر حق آیا جب کہ آپ غارحراء میں تھے۔ پس آپ کے پاس فرشتہ آیا اور کہنے لگا پڑھیے۔ آپ نے جواب دیا میں پڑھنا نہیں جانتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے مجھے پکڑا اور مجھے گلے سے لگا کر اتنا دبایا کہ مجھے مشقت پہنچ گئی۔ اس نے پھر مجھے چھوڑ دیا پھر کہا کہ پڑھیے! آپ نے جواب میں فرمایا میں پڑھا ہوا نہیں۔ اس نے مجھے دوبارہ پکڑ کر گلے لگایا اور اس قدر دبایا کہ مجھے اس سے مشقت پہنچی پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا پڑھیے میں نے کہا میں پڑھنا نہیں جانتا تو اس نے مجھے تیسری بار پکڑا اور گلے لگایا یہاں تک کہ اس سے مجھے مشقت پہنچی۔ پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا: اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ...... پڑھیے اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا انسان کو جمے ہوئے خون سے۔ آپ پڑھیں اور آپ کا رب بڑا معزز ہے جس نے انسان کو قلم سے علم سکھایا۔ اور انسان کو وہ سب کچھ سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا" بس یہ وحی لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس لوٹے اس وقت آپ کا دل لرز رہا تھا۔ آپ حضرت خدیجہ کے پاس آئے اور فرمایا مجھے چادر اوڑھاؤ۔ یہاں تک کہ گھبراہٹ جاتی رہی۔ آپ نے خدیجہ کو اس کی خبر دے کر فرمایا: مجھے اپنی جان کا خطرہ محسوس ہو رہا ہے۔ خدیجہ نے یہ سن کر کہا اللہ کی قسم! ہرگز ایسا نہیں اللہ تعالیٰ آپ کو ہرگز غمگین نہ کرے گا۔ کیونکہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں اور آپ کبھی بھی جھوٹ نہیں بولتے بلکہ سچی بات کرتے ہیں۔ آپ دوسروں کا بوجھ بانٹتے ہیں غرباء کو کما کر دیتے ہیں اور مہمان نواز ہیں۔ حق کی طرف لے جانے والوں کی مدد فرماتے ہیں پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدیجہ ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جو کہ خدیجہ کے چچازاد تھے۔ ان سے بولیں اے چچازاد بھائی! آپ اپنے بھتیجے سے سنیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس نے مخاطب ہو کر کہا اے میرے بھتیجے! تم کیا دیکھتے ہو؟ انہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ خبریں سنائیں جو آپ نے دیکھیں تھیں تو ورقہ نے کہا یہ وہی فرشتہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر اتارا تھا۔ بولے کاش میں اس زمانہ میں جوان ہوتا۔ اے کاش میں اس وقت زندہ ہوتا جب کہ آپ کی قوم آپ کو نکالے گی۔ اس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ لوگ مجھے نکالیں گے؟ عرض کیا جی ہاں! جو صاحب وہ پیغام لائے "جو آپ لائے ہیں ان سے دشمنی کی گئی۔ اگر مجھے آپ کا وہ زمانہ نصیب ہوا تو میں آپ کی مدد کروں گا۔ پھر کچھ ہی دنوں بعد ورقہ کی وفات ہوگئی اور وحی کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔ (بخاری، مسلم) بخاری میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غمگین ہوئے اور جو روایت ہمیں پہنچی اس میں ہے کہ آپ سخت غمگین رہے۔ بارہا صبح کے وقت گئے تا کہ اپنے کو اونچے پہاڑ کی چوٹی سے گرا دیں مگر جب بھی پہاڑ کی چوٹی پر چڑھتے تا کہ وہاں سے اپنے کو گرائیں تو حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ کے سامنے آتے اور کہتے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ اس سے اضطراب وقلق ختم ہو جاتا اور دل مطمئن ہو جاتا۔

تشریح ۞ **اَوَّلُ مَا بُدِیَٔ** : یہ سچے خوابوں کا سلسلہ چھ ماہ تک رہا۔

حقیقت خواب:

سچے خواب کی حقیقت یہ ہے کہ سونے والے کے دل یا حواس میں بعض وہ چیزیں پیدا کر دیتا ہے جو وہ عالم بیداری میں کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر ہر وقت قدرت ہے اس کے فعل کے سامنے نیند یا غیر نیند حائل نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ جیسے وہ خواب دیکھتا

ہے تو اسی طرح دن کو عالم بیداری میں سامنے پالیتا ہے۔

حُبِّبَ اِلَیْہِ الْخَلَاءُ: یہ نزول وحی اور ظہور نبوت سے پہلے ابتداء کا واقعہ ہے۔

حِرَاءٍ: مکہ کے معروف پہاڑ کا نام ہے۔حراء سے نظر ڈالیں تو کعبہ سامنے نظر پڑتا ہے۔ممکن ہے کہ اس مکان ومقام کو اختیار کرنے کی یہ وجہ ہو۔نمبر۲ بعض نے کہا عبدالمطلب نے بھی واقعہ فیل میں وہیں جا کر دعا کی۔مگر صحیح نقول میں یہ ہے کہ عبدالمطلب نے غلاف کعبہ کو مقام ملتزم میں تھام کر دعا کی۔

نووی کا قول:

خلوت گزینی اللہ تعالیٰ کے صالح وعارف بندوں کا طرز عمل ہے۔چنانچہ آپ کو بھی خلوت مرغوب ومحبوب ہوئی۔خلوت میں دل کی فراغت اور فکر اللہ تعالیٰ کی طرف خوب ہوتی ہے اور مخلوق سے انقطاع اور خشوع وخضوع،دل جمعی خوب ترین انداز سے ہوتی ہے۔

ایک اختلاف:

خلوت وعزلت یا اختلاف وجلوت میں کون افضل ہے۔زیادہ درست بات یہ ہے کہ ہر ایک اپنے مقام پر شرائط کے ساتھ اکمل افضل ہے یعنی اگر لوگوں میں رہنے کی بناء پر فساد وبگاڑ ہو تو خلوت بہتر جیسا کہ کوئی کہنا نہ سنتا و مانتا ہو۔ضد پر اترے ہوں تو انی ذاھب الی ربی کا نعرہ لگائے۔ایسے وقت خلوت افضل ہے۔اگر دین کا نقصان ہو اور لوگ تعلیم کے محتاج اور پیاسے ہوں اور تعلیم وتربیت میں فائدہ ہو تو جلوت افضل واعلیٰ ہے۔

یَتَحَنَّثُ: روز وشب عبادت مراد ہے۔رات کا تذکرہ اس لئے کیا کہ یہ خلوت سے خاص مناسبت رکھتی ہے۔متعدد کی قید سے مراد معدودے چند اور قلیل ہے۔نمبر۲ بعض نے کثیر کا احتمال لکھا ہے کیونکہ گنتی کثیر کی کی جاتی ہے۔قلیل کی نہیں۔

یَنْزِعُ: ایک روایت میں یرجع آیا ہے یعنی جب دل گھر والوں کی طرف کھنچتا تو آپ لوٹ کر ان کی خبر گیری اور ادائیگی حقوق کرتے اور پھر توشہ لے کر لوٹ جاتے۔پھر کچھ دنوں بعد لوٹتے۔حاصل یہ ہے کہ آپ ان دنوں میں اس حال میں رہے کہ گھر سے عبادت کی دلجمعی کے لئے توشہ لے جاتے اور کئی روز عبادت کرتے اور پھر لوٹتے اور توشہ لے کر واپس جاتے۔

فَتَنَبَّہْ: توشہ لینا توکل کے منافی نہیں ہے۔

خلوت کی مدت:

خلوت کی یہ مدت سال میں رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔

س: رسول اللہ ﷺ نبوت سے قبل کسی شریعت پر عمل پیرا تھے یا عقل سلیم سے جس کو اچھے جانتے وہ کرتے یا ہر شریعت کے اولیٰ وافضل پر عمل پیرا تھے۔اگر شریعت کے تابع تھے تو وہ کون سی شریعت تھی؟

ج: مختار قول یہ ہے کہ شریعت ابراہیمی پر چلنے والے تھے اس کے لئے یہ دلالت بھی ہے ایک روایت میں متحنث کی بجائے متحنف وارد ہوا ہے اور دین ابراہیم علیہ السلام کا لقب ملت حنفی ہے اور یہ ظاہر بات ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور ہدایت آپ

کے قلب منور میں ڈالا گیا تھا۔ جس سے پروردگار کی پسندیدہ باتوں پر ہی چلتا تھا اور انہی کو عمل میں لاتا تھا بغیر اس کے کہ کسی شریعت یا عقل پر چلیں۔

طریق عبادت میں اختلاف:

یہ عبادت ذکر سے تھی یا فکر سے۔ درست تر یہی ہے کہ ذکر کے ساتھ تھی فکر کے ساتھ نہ تھی۔

حَتّٰی جَاءَهُ الْحَقُّ : جبرائیل علیہ السلام نے کہا پڑھیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں پڑھنا نہیں جانتا۔ نمبر۲ فرشتے اور اس پر ہیبت مقام میں آپ کی یہ بات شاید دہشت و گھبراہٹ سے تھی۔ اس سے یہ جاننا درست نہیں ہے کہ آپ امی تھے اس لئے آپ نے یہ جواب دیا کیونکہ امی لکھا ہوا نہیں پڑھ سکتا کہ فصاحت و بلاغت کا مقتدیٰ ہو البتہ امی اور لکھنے اور لکھی ہوئی تحریر کے پڑھنے میں منافات ہے۔ چنانچہ صاحب قاموس نے کہا امی وہ ہے جو لکھنا نہ جانے اور لکھے کو نہ پڑھ سکے۔

اظہر معنی:

بعض روایات میں وارد ہے کہ جبرائیل علیہ السلام ریشم کا جواہر سے مرصع صحیفہ لائے اور آپ کے ہاتھ میں دے کر کہا پڑھو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں پڑھ نہیں سکتا اور اس کپڑے پر کچھ نہیں لکھا پاتا میں کیا پڑھوں۔ مقصود کے لئے یہ معنی نہایت ظاہر ہے۔

حَتّٰی بَلَغَ مِنِّیَ الْجُهْدُ : نمبر۱ دال کے رفع سے ہو تو معنی یہ ہوگا۔ جبرائیل کے گلے لگا کر دبانے سے میں نے بڑی مشقت اٹھائی۔ نمبر۲ دال کے فتحہ کی صورت میں معنی یہ ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے خوب دبایا اس سے میں مشقت کو پہنچا۔ یہ دبانا جبرائیل علیہ السلام کا نور ملکوتی کو وجود شریعت میں داخل کرنے کے لئے تھا۔ تاکہ وحی کا بوجھ اٹھانے کی کامل استعداد ہو جائے۔ جبرائیل نے اس طرح تین مرتبہ کہا اور پھر کہا۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ : آپ اپنی طاقت کی طرف دھیان مت کریں بلکہ اس پروردگار سے مدد مانگیں جس نے سب کو پیدا کیا اور اسے ہر چیز پر قدرت ہے۔

واضح دلیل:

اس سے واضح طور پر ثابت ہوا کہ قرآن مجید کا سب سے پہلے اترنے والا حصہ سورۂ اقراء کی ابتدائی پانچ آیات ہیں۔ جمہور سلف و خلف کا یہی مذہب ہے اور جنہوں نے کہا سب سے پہلے سورۂ مدثر اتری ہے یہ قول کچھ وزن نہیں رکھتا البتہ اس طرح کہہ سکتے ہیں کہ سورۂ اقراء اول حقیقی ہے اور سورۂ مدثر سے اولیت اضافی مراد ہے۔ یعنی انقطاع وحی کے بعد سب سے پہلے اترنے والی سورۃ المدثر ہے۔ نمبر۲ اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوئی کہ بسم اللہ الرحمان الرحیم ہر سورت کا جزء نہیں بلکہ یہ دو سورتوں کے درمیان فاصلہ کے لئے نازل ہوئی ہے۔

عَلَّمَ بِالْقَلَمِ : نمبر۱ یہاں قلم اول مراد ہے کہ جس سے لوح محفوظ کو لکھا گیا کیونکہ وہ تمام علوم اور آسمانی کتابوں کے ظہور کا سبب بنا۔ نمبر۲ یہی قلم مراد ہے جو اس قلم کی مثال ہے اس سے کیا کیا علوم و معارف لکھے جاتے ہیں۔

صاحب کشف کا قول:

یہ قلم اللہ تعالیٰ کے کمال قدرت پر دلالت کرتا ہے کہ کیا عجیب وغریب علوم اس سے لکھے جاتے ہیں انسان کے لئے ممکن نہ تھا کہ وہ اپنی قدرت وطاقت سے مکان وزمان کی جدید پیدا شدہ چیزوں کو معلوم کر سکے مگر اللہ تعالیٰ نے اس کو سکھا دیا۔ انسان سے کامل واکمل انسان یعنی آپ ﷺ کی ذات گرامی مراد ہو سکتی ہے۔ اس میں گویا اس آیت کی طرف اشارہ فرمایا۔ و علمك مالم تکن تعلم وکان فضل اللّٰہ علیك عظیمًا۔ الآیہ۔

لَقَدْ خَشِیْتُ عَلٰی نَفْسِیْ: نمبر ا انتہائی خوف کی وجہ سے مجھے اپنی جان کی ہلاکت کا خطرہ ہے یا بار نبوت کے اٹھانے سے عاجز آ جانے کا خطرہ تھا۔ نمبر ۳ قوم کے جھٹلانے اور ایذا و قتل پر صبر نہ کر سکنے کا خطرہ تھا۔ نمبر ۴ مفارقت وطن کا خطرہ تھا۔ پس خدیجہ نے تسلی دیتے ہوئے کہا آپ ایسا گمان نہ لائیں اور نہ ڈریں اللہ کی قسم! وہ آپ کو رسوا نہ کرے گا۔ اس لئے کہ آپ رشتہ داروں سے بہترین سلوک کرنے والے ہیں خواہ وہ انقطاع اختیار کرنے والے ہوں اور آپ ﷺ سے جھوٹ بولنے اور جھٹلانے والے ہوں۔ بعض روایات میں یہ اضافہ بھی موجود ہے کہ آپ امانت کو پورے طور پر ادا کرنے والے ہیں۔

تَحْمِلُ الْکَلَّ وَتَکْسِبُ الْمَعْدُوْمَ: کَلّ۔ ثقل واور گرانی کو کہتے ہیں اور عیال کے معنی میں آیا ہے کیونکہ ان کی خبر گیری گراں اور بھاری ہوتی ہے۔ پس مطلب یہ ہوا کہ آپ دوسروں کے بھاری بوجھ اٹھا کر ان کی خبر گیری کرنے والے ہیں خواہ وہ آپ کو چھوڑنے والے ہوں۔ اس میں ضعفاء و مساکین، یتامیٰ، بیواؤں اور غرباء پر خرچ کرنا بھی بھاری بوجھ میں شامل ہے۔

تَکْسِبُ: یہ معروف ومجہول دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔ نمبر ا لوگوں کو مال دیتے ہیں کہ اس سے تجارت وکسب کر کے وہ گزر کر سکیں۔ نمبر ۲ مال کو بھلائی کے مقامات پر خرچ کرتے ہو۔

الْمَعْدُوْمَ: سے بعض نے فقراء مراد لیے کیونکہ وہ بھی اسی حکم میں ہیں مطلب یہ ہوا کہ فقراء کو مال دے کر آپ کسب میں لاتے ہیں۔

تقری الضیف وتعین علی نوائب الحق: نوائب سے مراد یہ ہے کہ جو شخص کسی حادثہ کی وجہ سے درماندہ ہو جائے مثلاً قرض، مال ودیت میں پھنس گیا آپ اس کی معاونت کر کے کے اس سے چھڑاتے ہو۔

حق کی قید کا فائدہ:

یہ ہے کہ اسراف، غصب جیسے حوادث کا ارتکاب کر کے وہ درماندہ نہ ہوا ہو۔ کیونکہ ایسا آدمی مدد کا حقدار نہیں ہے۔

مسئلہ: اس سے ثابت ہوا کہ عمدہ خصائل برائی وخرابی میں پڑنے سے حفاظت کا سبب ہیں کیونکہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے انہی خصائل سے آپ ﷺ کے متصف ہونے کو ہلاکت سے حفاظت کا سبب قرار دیا ہے کہ ایسا شخص دین ودنیا میں بامراد ہوتا ہے نامراد نہیں ہوتا۔

فقاہت خدیجہ رضی اللہ عنہا:

اس میں حضرت خدیجہ کی عظیم فراست معرفت، فقاہت اور عقل مندی کا روشن ثبوت ہے اور ان کا یہ بیان اخلاق فاضلہ اور

مکارم اخلاق کے تکمیل کرنے والے کے متعلق سند کی حیثیت رکھتا ہے۔ وہ پندرہ سال سے آپ ﷺ کی رفیقہ حیات چلی آرہی ہیں۔ آپ کی زندگی کے دن ورات اس کے سامنے روشن تھے اس لئے آپ پر اول ایمان لانے والی رہی ہیں اور اس صفت میں ان کے ساتھ مشارکت کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔

مسئلہ: نمبر ا۔ بعض اوقات کسی صاحب اوصاف شخص کی منہ پر تعریف کرنا تسلی وحوصلہ دلانے کے لئے لازم ہوجاتا ہے۔ نمبر ۲ خوف زدہ کو تسلی وبشارت دینا دوسرے مسلمان کا فرض ہے اس کے سامنے سلامتی کے اسباب پیش کیے جائیں۔ نمبر ۳ آپ کا فقر اضطراری نہ تھا بلکہ اختیاری تھا جو کہ کمال سخاوت اور جود وکرم کا منشاء ہے۔ نمبر ۴ آپ کی یہ صفات خلقی اور جبلی تھیں کیونکہ اس وقت تک ابھی نبوت تو نہ ملی تھی۔ نمبر ۵ تمام انبیاء ﷩ عظیم صفات سے نبوت سے پہلے ہی متصف ہوتے ہیں۔

ثُمَّ انْطَلَقَتْ بِهٖ خَدِيْجَةُ اِلٰى وَرَقَةَ بْنَ نَوْفَلٍ ——— هٰذَا النَّامُوْسُ : ورقہ بن نوفل بن اسد خدیجہ بنت خویلد بن اسد کے چچا زاد تھے۔ انجیل کے عالم تھے بت پرستی ترک کر کے نصرانیت اختیار کی۔ انجیل کا عربی میں ترجمہ کیا۔ اس وقت بوڑھے، انہوں نے محاورہ عرب کے مطابق کہ چھوٹے کو بھتیجا کہہ کر پکارتے ہیں" کہا اے بھتیجے! آپ نے کیا دیکھا؟ تو آپ ﷺ نے تمام کیفیت ذکر کی۔ ورقہ کہنے لگا یہ تو وہی فرشتہ ہے جو موسیٰ پر آیا تھا۔

ناموس:

نمبر ا صاحب راز، نمبر ۲ اہل کتاب جبرائیل کو کہتے ہیں۔ نمبر ۳ اچھے راز دار کو ناموس اور برے راز دار کو جاسوس کہتے ہیں۔ انہوں نے جامع کتاب وشریعت پیغمبر موسیٰ علیہ السلام کا حوالہ دیا اگرچہ نصرانی ہونے کے لحاظ سے عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ مناسب تھا۔

يٰلَيْتَنِىْ اَكُوْنُ حَيًّا ——— فَتَرَ الْوَحْىُ : ایک روایت میں ہے کہ اس نے کہا ہر پیغمبر کو دشمنوں نے ایذاء دی۔ ورقہ کے ایمان لانے میں کسی کا اختلاف نہیں البتہ ان کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے۔ اگر ثبوت نبوت کے بعد کا یہ واقعہ ہے تو وہ یقیناً صحابی ہیں اور اگر ابتدائی زمانہ کا ہے پھر وہ صحابی نہیں۔ ظاہر سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔ آپ کی نبوت ثابت ہوگئی۔ مگر سلسلہ وحی تین برس کے لئے منقطع ہوگیا۔ نمبر ۲ چھ ماہ نمبر ۳ ڈھائی ماہ۔

ابن حجر کا قول:

انقطاع وحی سے مراد اقراء کے بعد نزول قرآن کا سلسلہ بند ہوا مگر جبرائیل علیہ السلام کی آمد جاری تھی۔

حکمت تاخیر وحی:

اس میں حکمت یہ تھی کہ ابتدائی وحی سے جو خوف پیدا ہوا تھا وہ انس وانتظار میں بدل گیا۔ شوق کی گھڑیاں طویل نظر آنے لگیں۔ ورست کرد لدار پیامے نہ فرستاد۔ ننوشت سلامی وکلامی نفرستاد

زاد البخاری ——— بَلَغَنَا حُزْنًا : یہ کسی دوسرے راوی کا کلام ہے فعل کو حذف کر کے مصدر منصوب لائے آپ اس قدر غمگین ہوئے آپ چاہتے تھے کہ اپنے آپ کو پہاڑ سے گرائیں اور اس کا سبب شدت فراق اور کثرت اشواق تھے جو تاخیر وحی

کی وجہ سے پیش آ رہے تھے۔

تبدّی لہ جبرائیل : جب آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے برحق رسول ہیں تو آفات سے آپ کو محفوظ رکھا جائے گا اور دین و دنیا میں خیر والا انجام ہوگا خواہ ابتلاء پیش آئیں تو آپ مطمئن ہو جاتے اور دل کو تسکین مل جاتی۔

زمانہ فترت وحی

۶/۵۶۸۷ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَدِّثُ عَنْ فَتْرَةِ الْوَحْيِ قَالَ فَبَيْنَا اَنَا اَمْشِيْ سَمِعْتُ صَوْتًا مِنَ السَّمَآءِ فَرَفَعْتُ بَصَرِيْ فَاِذَا الْمَلَكُ الَّذِيْ جَآئَنِيْ بِحِرَاءٍ قَاعِدٌ عَلٰى كُرْسِيٍّ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ فَجُئِثْتُ مِنْهُ رُعْبًا حَتّٰى هَوَيْتُ اِلَى الْاَرْضِ فَجِئْتُ اَهْلِيْ فَقُلْتُ زَمِّلُوْنِيْ زَمِّلُوْنِيْ فَزَمَّلُوْنِيْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى يٰاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ثُمَّ حَمِيَ الْوَحْيُ وَتَتَابَعَ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاري في صحيحه ۲۷/۱ الحديث رقم ٤ ومسلم في صحيحه ۱۴۳/۱ حديث رقم (۲۵۵-۱۶۱) واخرجه الترمذي في المسند ۳۹۹/۵ حديث رقم ۳۳۲۵ واحمد في المسند ۳۲۵/۳۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے وحی کے انقطاع کے سلسلہ میں بیان کرتے سنا۔ میں چلا جا رہا تھا کہ میں نے آسمان سے ایک آواز سنی میں نے نگاہ اٹھائی تو وہی فرشتہ جو میرے پاس حراء میں آیا تھا وہ آسمان و زمین کے مابین ایک کرسی پر بیٹھا تھا۔ میں رعب کی وجہ سے اس سے ڈر گیا یہاں تک کہ میں زمین کی طرف جھک گیا۔ پھر میں اپنے گھر آیا اور میں نے انہیں کہا مجھے چادر اوڑھا دو۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ یاایھا المدثر قم فانذر الآیۃ۔ اے چادر اوڑھنے والے اٹھو اور ڈراؤ اور اپنے رب کی بڑائی بیان کرو اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو اور گندگی سے دور رہو پھر وحی کا سلسلہ تیز ہوا اور مسلسل ہو گیا۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ وَعَنْ جَابِرٍ ـــ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ : اپنے رب کو تعظیم کے ساتھ خاص کر غیروں کو اس طرح نہ جانو اور جب اوروں کی طرف سے کوئی پریشانی پیش آئے تو اللہ اکبر کہو یعنی اسی کو بڑائی کے لائق قرار دو' منقول ہے کہ جب یہ آیات نازل ہوئیں تو آپ نے اللہ اکبر کہا پس یہ سن کر خدیجہ نے بھی تکبیر کہی اور خوش ہوئیں اور یقین کیا کہ یہ وحی ہے۔ (مدارک)

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ : پڑ کپڑوں کو پاک رکھو۔ بعض نے کہا کہ کپڑوں سے صفات نفس مراد ہیں۔ اور پاک رکھنا یہ رذائل سے نفس کو بچا کر رکھنے سے کنایہ ہے۔

وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ : شرک اور گناہ کے ترک کرنے پر مداومت اختیار کرو۔ راوی نے یہاں تک اقتصار کیا مگر اگلی آیت اس کا تتمہ ہے ولا تمنن تستکثر ولربك فاصبر۔ کثرت مال چاہنے کے لئے احسان نہ کرو اپنے رب کی بات پر جے رہو۔

ثُمَّ حَمِيَ الْوَحْيُ وَتَتَابَعَ : صاحب مدارک نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اس طرح روایت نقل کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں حراء پہاڑ پر تھا۔ مجھے آواز دی گئی۔ یا محمد انك رسول اللّٰه! اے محمد ﷺ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ میں نے اپنے دائیں اور اپنے بائیں دیکھا تو میں نے کسی کو نہ پایا۔ پھر میں نے اوپر نگاہ اٹھائی تو میں نے دیکھا کہ آواز

دینے والا فرشتہ ایک تخت پر آسمان وزمین کے مابین بیٹھا ہے۔ میں ڈرا اور گھبرایا اور میں گھر کی طرف خدیجہ کے ہاں لوٹا اور میں نے ان کو کہا اے خدیجہ! مجھے کپڑا اوڑھا دو۔ مجھے کپڑا اوڑھا دو! پھر جبرائیل امین آئے اور یہ آیات پڑھیں یاایہا المدثر......۔

کیفیت وحی

۵۶۸۸/۷ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ الْحَارِثَ بْنَ هِشَامٍ سَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ کَیْفَ یَاتِیْكَ الْوَحْیُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اَحْیَانًا یَاتِیْنِیْ مِثْلَ صَلْصَلَةِ الْجَرَسِ وَهُوَ اَشَدُّ عَلَیَّ فَیُفْصِمُ عَنِّیْ وَقَدْ وَعَیْتُ عَنْهُ مَا قَالَ وَاَحْیَانًا یَتَمَثَّلُ لِیَ الْمَلَكُ رَجُلًا فَیُکَلِّمُنِیْ فَاَعِیْ مَا یَقُوْلُ قَالَتْ عَائِشَةُ وَلَقَدْ رَاَیْتُهٗ یَنْزِلُ عَلَیْهِ الْوَحْیُ فِی الْیَوْمِ الشَّدِیْدِ الْبَرْدِ فَیُفْصِمُ عَنْهُ وَاِنَّ جَبِیْنَهٗ لَیَتَفَصَّدُ عَرَقًا۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه حدیث رقم ۲ و مسلم فی صحیحه ۱۸۱۶/۴ حدیث رقم (۸۷۔۲۳۳۳) والترمذی فی السنن ۵۵۷/۵ حدیث رقم ۳۶۳۴ والنسائی ۱۴۶/۲ حدیث رقم ۹۳۳ واحمد فی المسند ۱۵۸/۶۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حارث بن ہشام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ پر وحی کیسے آتی ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کبھی تو میرے پاس گھنٹی کی آواز آتی ہے۔ وہ مجھ پر بہت گراں ہوتی ہے۔ وہ مجھ سے ختم ہوتی ہے اس حال میں کہ میں اسے جو کہا گیا یاد کر چکا ہوتا ہوں۔ اور کبھی فرشتہ میرے سامنے مرد کی شکل میں آتا ہے اور وہ مجھ سے بات کرتا ہے پس میں اس کی بات یاد کر لیتا ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ پر سخت ٹھنڈے دن میں وحی نازل ہوتی تو اس کے اختتام پر آپ کی پیشانی پسینہ سے شرابور ہوتی تھی۔ (بخاری، مسلم)

وَهُوَ اَشَدُّ عَلَیَّ: مقصود کے سمجھنے میں نہایت مشکل ہوتی اس لئے کہ اس کلام سے مقصود سمجھنا جو گھنٹی کی آواز کی طرح ہوتی نہایت مشکل ہوتا کیونکہ کسی شخص سے براہ راست گفتگو کو سمجھنے سے گونج جیسی آواز کو سمجھنا نہایت دشوار ہے۔

فَیُفْصِمُ عَنِّیْ وَقَدْ وَعَیْتُ عَنْهُ مَا قَالَ وَاَحْیَانًا یَتَمَثَّلُ لِیَ الْمَلَكُ رَجُلًا فَیُکَلِّمُنِیْ فَاَعِیْ مَا یَقُوْلُ: علماء فرماتے ہیں کہ استفادہ اور استفاضہ کے لئے جو کلام کیا جائے تو اس میں سننے اور سنانے والے کے درمیان مناسبت شرط ہے۔ یہاں یہ دو صورتوں میں تھا۔ نمبرا جبرائیل کی روحانیت اور ملکیت آپ پر غالب آتی اور آپ کو بشریت سے غائب کرتی تھی یہ پہلی قسم ہے۔ نمبر۲ کبھی آپ کی بشریت جبرائیل پر غالب آتی تھی۔ اور جبرائیل وصف بشریت میں متصف ہوتے اور صورت انسانی میں وحی لے کر آتے اور یہ قسمیں اس تقدیر پر ہے کہ صلصلہ وحی کی اور قسم ہو جیسا کہ حدیث کی ظاہر عبارت سے معلوم ہوتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ صلصلہ جبرائیل کی آواز تھی اور اس آواز کے پہلے آنے میں حکمت یہ تھی تا کہ آپ کو وحی کی طرف متوجہ کیا جائے۔ اور وحی کو سننے کے لئے آپ کی سماعت بالکل خالی ہو اور اس میں غیر وحی کی بالکل گنجائش نہ رہے۔ اور اس کے سخت تر ہونے کی وجہ یہ تھی کہ آپ کو اپنی فکر و توجہ کو بیک وقت اس کی طرف مبذول کرنا پڑتا۔ (فتح الباری)

وَلَقَدْ رَاَیْتُهٗ: ظاہر یہ ہے کہ یہ بات قسم اول میں ہوتی تھی اور عین ممکن ہے کہ دوسری قسم میں بھی یہ بات پیش آتی ہو۔

وحی کے شدید بوجھ کا تذکرہ

۸/۵۶۸۹ وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ كُرِبَ لِذٰلِكَ وَتَرَبَّدَ وَجْهُهُ وَفِيْ رِوَايَةٍ نَكَسَ رَأْسَهُ وَنَكَسَ أَصْحَابُهُ رُءُوسَهُمْ فَلَمَّا أُتْلِيَ عَنْهُ رَفَعَ رَأْسَهُ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم في صحيحه ۱۸۱۷/٤ حديث رقم (۸۸۔۲۳۳٤)

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی نازل ہوتی تو آپ کو اس سے ایسی تکلیف ہوتی جس سے دم گھٹنے لگتا اور چہرہ مبارک پر زردی آ جاتی اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ آپ اپنا سر جھکاتے اور صحابہ کرام بھی اپنے سروں کو نیچا کر لیتے پس جب وحی مکمل کر دی جاتی تو آپ اپنا سر اوپر اٹھاتے۔ (مسلم)

تشریح ۞ إِذَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ كُرِبَ : مطلب یہ ہے کہ وحی کے معاملے میں شدید اہتمام کی وجہ سے آپ کی کیفیت اس شخص جیسی ہوتی جس کو غم نے گھیر لیا ہو۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ لا تحرك به لسانك لتعجل به ان علينا جمعه وقرآنه۔ الآية۔ آپ اپنی زبان کو وحی میں جلدی کرتے ہوئے مت ہلائیں۔ بے شک ہمارے ذمہ اس کا جمع کرنا اور پڑھانا ہے۔ نمبر۲ وحی میں شدت اور وعید وجہ سے آپ کو غم ہوتا۔ پس امت پر شفقت فرماتے ہوئے غم کرتے کہ کہیں یہ وعید کے مستحق نہ ٹھہریں۔

وَتَرَبَّدَ وَجْهُهُ ـــــ رَفَعَ رَأْسَهُ : یعنی آپ بھی سر اٹھاتے اور صحابہ کرام بھی۔ صحابہ کرام کے سر جھکانے کی وجہ یا تو یہ تھی کہ پوری مجلس پر اثرات نزول وحی غالب آتے تو رعب کی وجہ سے صحابہ کرام سر جھکاتے۔ نمبر۲ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر جھکانے کی وجہ سے آپ کی اتباع وموافقت میں سر جھکاتے۔ واللہ اعلم

صفاء پر پہلی دعوت عام

۹/۵۶۹۰ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى صَعِدَ الصَّفَا فَجَعَلَ يُنَادِيْ يَا بَنِيْ فِهْرٍ يَا بَنِيْ عَدِيٍّ لِبُطُوْنِ قُرَيْشٍ حَتّٰى اجْتَمَعُوْا فَجَعَلَ الرَّجُلُ إِذَا لَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يَخْرُجَ أَرْسَلَ رَسُوْلًا لِيَنْظُرَ مَا هُوَ فَجَاءَ أَبُوْ لَهَبٍ وَقُرَيْشٌ فَقَالَ أَرَءَيْتُمْ إِنْ أَخْبَرْتُكُمْ إِنَّ خَيْلًا تَخْرُجُ مِنْ صَفْحِ هٰذَا الْجَبَلِ وَفِيْ رِوَايَةٍ أَنَّ خَيْلًا تَخْرُجُ بِالْوَادِيْ تُرِيْدُ أَنْ تُغِيْرَ عَلَيْكُمْ أَكُنْتُمْ مُصَدِّقِيَّ قَالُوْا نَعَمْ مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ إِلَّا صِدْقًا قَالَ فَإِنِّيْ نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ قَالَ أَبُوْ لَهَبٍ تَبًّا لَكَ أَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا فَنَزَلَتْ تَبَّتْ يَدَا أَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاري ۸/۵۰۱ حديث رقم ٤۷۷۰ ومسلم في صحيحه ۱۹۳/۱ حديث رقم (۳۵۵۔۲۰۸) والترمذي في السنن ٤۲۰/۵ حديث رقم ۳۳۶۳ والدارمي في السنن ۲۹۵/۲ حديث رقم ۲۷۳۲ واحمد في المسند ۳۰۷/۱۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب آیت وانذر عشیرتک الاقربین الآیۃ۔ اتری تو آپ گھر سے باہر تشریف لائے یہاں تک کہ صفا پر چڑھ کر اس طرح آواز دینے لگے۔ اے بنی فہر! اے بنی عدی یعنی بطون قریش کو ایک ایک کر کے آواز دی وہ تمام آواز پر جمع ہو گئے۔ چنانچہ جو نہ پہنچ سکتا تھا اس نے اپنا قاصد بھیجا تا کہ معاملے کی حقیقت معلوم کرے۔ ابولہب اور قریش آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ تمہارا کیا خیال ہے اگر میں یہ کہوں کہ ایک گھڑ سوار دستہ اس پہاڑ کے دامن سے نکلا چاہتا ہے اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ ایک گھڑ سوار دستہ وادی سے نکل کر تم پر شبخون مارنا چاہتا ہے تو کیا تم میری بات کو مان لو گے؟ انہوں نے جواب دیا جی ہاں۔ اس لئے کہ ہم نے آج تک آپ سے سچائی ہی کا تجربہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا میں تمہارے لئے سخت عذاب سے پہلے نذیر بن کر آیا ہوں۔ (یہ سنکر) ابولہب کہنے لگا تَبًّا لَّكَ۔ تیرے لئے ہلاکت ہو! کیا تو نے اسی خاطر ہمیں اکٹھا کیا۔ پس یہ سورت اتری: تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَّتَبَّ..... کہ ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ خود بھی ہلاک ہوا۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَّتَبَّ: تمبرا یدا کا لفظ زائد ہے مراد یہ ہے کہ ابولہب ہلاک ہوا۔ نمبر۲ دونوں ہاتھوں سے اس کی ذات مراد ہے۔ اور اکثر کام دونوں ہاتھوں سے کیے جاتے ہیں۔ اس لئے ہلاکت کی نسبت بھی ہاتھوں کی طرف کر دی۔ اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدَاكَ ...... بعض روایات میں وارد ہے کہ ابولہب نے اپنے دونوں ہاتھوں میں پتھر لئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھینکے۔

قریش کی بدسلوکی کا بدترین نمونہ

۵۶۹۱/۱۰ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ عِنْدَ الْكَعْبَةِ وَجَمْعُ قُرَيْشٍ فِيْ مَجَالِسِهِمْ إِذْ قَالَ قَائِلٌ أَيُّكُمْ يَقُوْمُ إِلٰى جَزُوْرِ اٰلِ فُلَانٍ فَيَعْمِدُ إِلٰى فَرْثِهَا وَدَمِهَا وَسَلَاهَا ثُمَّ يُمْهِلُهُ حَتّٰى إِذَا سَجَدَ وَضَعَهُ بَيْنَ كَتِفَيْهِ فَانْبَعَثَ أَشْقَاهُمْ فَلَمَّا سَجَدَ وَضَعَهُ بَيْنَ كَتِفَيْهِ وَثَبَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدًا فَضَحِكُوْا حَتّٰى مَالَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنَ الضَّحِكِ فَانْطَلَقَ مُنْطَلِقٌ إِلٰى فَاطِمَةَ فَأَقْبَلَتْ تَسْعٰى وَثَبَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدًا حَتّٰى أَلْقَتْهُ عَنْهُ وَأَقْبَلَتْ عَلَيْهِمْ تَسُبُّهُمْ فَلَمَّا قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلٰوةَ قَالَ اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ ثَلَاثًا وَكَانَ إِذَا دَعَا دَعَا ثَلَاثًا وَإِذَا سَأَلَ سَأَلَ ثَلَاثًا اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِعَمْرِو بْنِ هِشَامٍ وَعُتْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ وَشَيْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ وَوَلِيْدِ بْنِ عُتْبَةَ وَأُمَيَّةَ ابْنِ خَلَفٍ وَعُقْبَةَ ابْنِ أَبِيْ مُعَيْطٍ وَعُمَارَةَ بْنِ الْوَلِيْدِ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَوَاللّٰهِ لَقَدْ رَأَيْتُهُمْ صَرْعٰى يَوْمَ بَدْرٍ ثُمَّ سُحِبُوْا إِلَى الْقَلِيْبِ قَلِيْبِ بَدْرٍ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَأُتْبِعَ أَصْحَابُ الْقَلِيْبِ لَعْنَةً۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاري في صحيحه ۳۴۹/۱ حديث رقم ۲۴۰ ومسلم في صحيحه ۱۴۱۸/۳ حديث رقم (۱۰۷-۱۷۹۴)

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اسی دوران کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ شریف کے پاس نماز

میں مصروف تے قریش کے لٹھ و جنگجو اپنے اپنے ٹھکانوں پر تھے۔ جب کہ ایک شخص کہنے لگا تم میں سے کون آل فلاں کے ذبح شدہ اونٹوں کی طرف جائے گا اور پھر وہاں سے اوجھڑی، گوبر اور خون اٹھالائے گا۔ پھر وہ انتظار کرے یہاں تک کہ جب آپ سجدہ میں جائیں تو آپ کے کندھوں کے درمیان رکھ دے۔ چنانچہ ایک بدبخت (ایک اوجھڑی اٹھالایا) اس نے اوجھڑی کو آپ کے کندھوں کے درمیان رکھ دیا جب کہ آپ سجدہ میں تھے۔ آپ سجدہ کی حالت میں پڑے رہے وہ اس منظر کو دیکھ کر ہنسی سے ایک دوسرے پر گرے جا رہے تھے۔ کسی جانے والے نے جا کر فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اطلاع دی وہ دوڑتی ہوئی آئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک سجدہ میں رہے یہاں تک کہ حضرت فاطمہ نے اس اوجھڑی کو کھینچ کر آپ سے ہٹا دیا اور کفار کو خوب کوسا۔ جب آپ نماز سے فراغت حاصل کر چکے تو یہ بددعا فرمائی اے اللہ ان قریشیوں کو سمجھ لے۔ یہ تین بار فرمایا آپ کا طریق مبارک یہ تھا کہ جب آپ دعا کرتے تو تین مرتبہ سوال کرتے تھے۔ پھر نام لے کر اس طرح بددعا فرمائی۔ اے اللہ! ابوجہل اور عتبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ اور شیبہ بن ربیعہ، امیہ بن خلف، عقبہ بن ابی معیط، عمارہ بن ولید کو پکڑ۔ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! میں نے ان سب کو بدر کے دن ہلاک شدہ حالت میں دیکھا۔ پھر ان کو گھسیٹ کر بدر کے کنوئیں میں ڈال دیا گیا۔ پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قلیب بدر والوں کے پیچھے لعنت لگا دی گئی۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ **اِذَا قَالَ قَائِلٌ** : اس سے مراد ابوجہل ہے اور بخاری کی روایت میں یہ اضافہ موجود ہے کہ اس نے کہا الا تنظرون الی هذا المرائی۔ کیا تم اس ریاکار کو نہیں دیکھتے۔

فَانْطَلَقَ مُنْطَلِقٌ اِلٰی فَاطِمَةَ-----اَلْقَتْهُ عَنْهُ : اس وقت فاطمہ k نوعمر تھیں۔ ان کی پیدائش آپ کی عمر کے اکتالیسویں برس ہوئی تھی۔ حضرت فاطمہ نے ان کو خوب کوسا اس سے ان کی عالی ہمتی ظاہر ہوتی ہے نوعمر ہونے کے باوجود ان کے منہ پر سب باتیں ماریں ان کو بات کی مجال نہ تھی۔

فَلَمَّا قَضٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ -------عُمَارَةَ بْنَ الْوَلِیْدِ : یہ ایذاء دینے والے مشرکین کے سرغنے تھے۔ آپ نے ان کی ایذاء پر بہت صبر و تحمل اختیار فرمایا۔ بالآخر وہ بدبخت اپنے برے عملوں کی سزا کا شکار بنے۔ عدل الٰہی کی لاٹھی ان پر برسی۔

لطف حق گرچہ مواسات کند ☆ لیک چوں از حد بشد رسوا کند

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَاُتْبِعَ اَصْحَابُ الْقَلِیْبِ لَعْنَةً : قلیب بدر کے کنارے کھڑے ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے خطاب فرمایا کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کے وعدے کو سچا پایا کیا تم نے بھی اس وعدے کو سچا پایا۔ اس کا تفصیلی مضمون کتاب الجہاد میں ہے۔ قدر بدر میں ڈالا جانا اکثریت کے لحاظ سے ہے۔ ورنہ عمارہ بن الولید تنہا مرا اسی طرح عقبہ بن ابی معیط بدر سے واپسی پر مرا، امیہ بن خلف کی لاش بہت سوج گئی تھی اس لئے قلیب میں نہ ڈالا گیا۔ (کذا فی کتب السیرۃ)

ایک اشکال:

آپ نماز میں کیوں کر مشغول رہے جب کہ آپ کی پشت اور کپڑوں پر نجاست پہنچ چکی تھی؟

ــ : یہ واقعہ مشرک کے ذبیحہ کی حرمت اور مذبوحہ جانور کے خون کی حرمت سے پہلے کا ہے۔ جیسا کہ حرمت سے پہلے

شراب کپڑوں کو لگ جاتی تو اس میں نماز پڑھی جاسکتی تھی۔ نمبر۲ یہ شدید مجبوری کی حالت تھی اور اوجھڑی کے اٹھائے بغیر سجدے سے سر اٹھانا ممکن نہیں تھا۔

سلا یا: وہ پوست جس میں بچہ ہوتا ہے۔ انسانی جھلی کو مشیمہ کہتے ہیں۔ قلیب: وہ کنواں جس کی منڈیر نہ ہو۔

طائف والے دن کی پریشانی

۵۶۹۳/۱۱ وَعَنْ عَآئِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ اَتٰی عَلَیْكَ یَوْمٌ كَانَ اَشَدَّ مِنْ یَوْمِ اُحُدٍ فَقَالَ لَقَدْ لَقِیْتُ مِنْ قَوْمِكِ وَكَانَ اَشَدَّ مَا لَقِیْتُ مِنْهُمْ یَوْمَ الْعَقَبَةِ اِذَا عَرَضْتُ نَفْسِیْ عَلٰی ابْنِ عَبْدِ یَالَیْلَ بْنِ كُلَالٍ فَلَمْ یُجِبْنِیْ اِلٰی مَا اَرَدْتُّ فَانْطَلَقْتُ وَاَنَا مَهْمُوْمٌ عَلٰی وَجْهِیْ فَلَمْ اَسْتَفِقْ اِلَّا بِقَرْنِ الثَّعَالِبِ فَرَفَعْتُ رَاْسِیْ فَاِذَا اَنَا بِسَحَابَةٍ قَدْ اَظَلَّتْنِیْ فَنَظَرْتُ فَاِذَا فِیْهَا جِبْرِیْلُ فَنَادَانِیْ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ وَمَا رَدُّوْا عَلَیْكَ وَقَدْ بَعَثَ اِلَیْكَ مَلَكَ الْجِبَالِ لِتَاْمُرَهٗ بِمَا شِئْتَ بِهِمْ قَالَ فَنَادَانِیْ مَلَكُ الْجِبَالِ فَسَلَّمَ عَلَیَّ ثُمَّ قَالَ یَا مُحَمَّدُ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ اَنَا مَلَكُ الْجِبَالِ وَقَدْ بَعَثَنِیْ رَبُّكَ اِلَیْكَ لِتَاْمُرَنِیْ بِاَمْرِكَ اِنْ شِئْتَ اَنْ اُطْبِقَ عَلَیْهِمُ الْاَخْشَبَیْنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَلْ اَرْجُوْ اَنْ یُّخْرِجَ اللّٰهُ مِنْ اَصْلَابِهِمْ مَنْ یَّعْبُدُ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَلَا یُشْرِكُ بِهٖ شَیْئًا۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۱۲/۶ حدیث رقم ۳۲۳۱ ومسلم فی صحیحه ۱۴۲۰/۳ حدیث رقم (۱۱۱-۱۷۹۵)

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ پر احد سے بڑھ کر بھی سخت دن گزرا ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا مجھے تمہاری قوم کی طرف سے بڑے مصائب پہنچے۔ احد سے زیادہ سخت دن جس کے مصائب مجھے برداشت کرنے پڑے وہ عقبہ (طائف) کا دن تھا۔ جب کہ میں نے اپنے کو ابن عبد یالیل بن کلال کے پاس پیش کیا۔ اور اس نے میری مرضی کے مطابق جواب نہ دیا۔ میں غم سے نڈھال تھا میں سیدھا چلتا گیا یہاں تک کہ قرن ثعالب کے مقام پر مجھے غم سے کچھ افاقہ ہوا۔ میں نے اچانک سر اٹھایا تو ایک بادل تھا جس نے مجھے ڈھانپ لیا۔ میں نے غور سے دیکھا تو اس میں جبرائیل علیہ السلام تھے۔ انہوں نے مجھے آواز دی اور کہنے لگے بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری قوم کا کلام سن لیا ہے اور ان کا جواب بھی سنا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے چنانچہ اس فرشتے نے مجھے سلام کیا پھر وہ کہنے لگا اے محمد! بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری قوم کی بات سنی ہے۔ میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں۔ آپ کے رب نے مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے تاکہ آپ مجھے جو حکم دیں میں وہ پورا کر ڈالوں۔ اگر آپ چاہتے ہیں تو میں اخشب کے دونوں پہاڑوں کو باہم ملا دوں اور ان کو اس میں پیس ڈالوں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ایسا نہ کرو) بلکہ میں تو امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے ایسے لوگ نکالیں گے جو اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کرنے والے ہوں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے۔ (مسلم، بخاری)

تشریح ⊙ هَلْ اَتٰی عَلَیْكَ یَوْمٌ: غزوہ احد کے موقع پر آپ کو شدید تکالیف کا سامنا ہوا۔ منیٰ کا وہ مقام جہاں جمرہ کا

واقعہ ہے اسی مقام کی نسبت سے جمرۃ العقبہ کہلاتا ہے۔ موسم حج میں آپ نے قبائل کو جمرہ عقبہ کے پاس دعوت دی اور موسم حج کے ان مجامع میں تشریف لے جا کر آپ دعوت دیتے اور اسلام کی طرف بلاتے اچھے کاموں کی ترغیب اور برائیوں کے خوفناک انجام سے خبردار کرتے تھے۔ وہاں سے آپ طائف کی طرف عبد یالیل وغیرہ سرداران طائف کو دعوت دینے تشریف لے گئے۔

اِذَا عَرَضْتُ نَفْسِي عَلٰي ابْنِ عَبْدِيَا لَيْلَ بْنِ كُلَالٍ ـــــــ اَنْ اُطْبِقَ عَلَيْهِمُ الْاَخْشَبَيْنِ: جب عبد یالیل کو دعوت دی تو اس نے قبول نہ کی بلکہ اپنے جاہلوں اور نادانوں کو آپ ﷺ کی ایذا پر آمادہ کیا۔ انہوں نے پتھراؤ سے آپ کو خون آلود کر دیا۔ میں حیران تھا کہ کدھر جاؤں۔ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کے فرشتے کو بھیجا اس نے عرض کیا اگر آپ حکم فرمائیں تو میں مکہ کے دو پہاڑوں اخشبین کو ملا کر ان سب کو اس میں پیس ڈالوں تو آپ نے اس کے جواب میں فرمایا۔ امید ہے

زور اغیار واز دیوار سنگ یار می بارد ☆ بلائے دردمنداں از در و دیوار می بارد

یوم احد کے مصائب

۱۲/۵۶۹۳ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُسِرَتْ رُبَاعِيَتُهُ يَوْمَ اُحُدٍ وَشُجَّ فِي رَاْسِهٖ فَجَعَلَ يَسْلُتُ الدَّمَ عَنْهُ وَيَقُوْلُ كَيْفَ يُفْلِحُ قَوْمٌ شَجُّوْا رَاْسَ نَبِيِّهِمْ وَكَسَرُوْا رَبَاعِيَتَهٗ۔

(رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ احد کے دن جناب رسول اللہ ﷺ کے رباعیہ دانتوں میں سے نچلا دایاں دانت شہید کر دیا گیا اور آپ کے سر مبارک میں زخم آیا تو آپ اپنے چہرہ مبارک سے خون پونچھ رہے تھے اور زبان پر یہ الفاظ تھے: كَيْفَ يُفْلِحُ قَوْمٌ شَجُّوْا رَاْسَ نَبِيِّهِمْ ...... وہ قوم کیوں کر کامیاب ہوگی جنہوں نے اپنے پیغمبر کے سر کو زخمی کر دیا اور ان کے رباعیہ کو توڑ ڈالا۔ (مسلم)

تشریح ۞ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُسِرَتْ رُبَاعِيَتُهُ: وہ چار دانت جو ثنایا اور انیاب کے درمیان ہوتے ہیں یہ دو اوپر اور دو نیچے ہوتے ہیں آپ کا نیچے والا دایاں دانت ٹوٹا۔ اور نیچے والا ہونٹ بھی زخمی ہوا۔ دانت جڑ سے نہیں اکھڑا بلکہ کچھ حصہ ٹوٹا۔ یہ عتبہ بن ابی وقاص کے پتھر سے ہوا بعد میں یہ اسلام لایا اس کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے۔ یہ سعد رضی اللہ عنہ کا بھائی ہے۔ اس کی اولاد میں جب کوئی بچہ بالغ ہوتا تو اس کا آگے کا دانت گر پڑتا۔ آپ کے سر کو زخم پہنچا۔ بعض روایات میں پیشانی زخمی ہوئی۔ پہاڑ کا ایک پتھر زخمی کرنے والے کو لگا اور ہلاک ہو گیا۔ کفار نے میدان میں گڑھے کھود رکھے تھے۔ آپ ایک گڑھے میں گر پڑے طلحہ بن عبید اللہ نے آپ کو سہارا دے کر نکالا۔ تو آپ نے فرمایا طلحہ نے اپنے لئے جنت کو واجب کر لیا۔ خود کی کڑیاں سر مبارک اور رخسار میں گھس گئیں۔ ابو عبیدہ نے ایک کڑی کو کھینچا تو ان کا دانت اکھڑ گیا۔ مالک بن سنان نے خون چوسا تو آپ نے فرمایا جس نے خون چوسا اس نے اپنے لئے جنت واجب کر لی۔ آپ چہرے سے خون پونچھتے جاتے اور فرماتے جاتے كيف يفلح قوم۔ حضرت علی سپر میں پانی لائے۔ حضرت فاطمہ نے نمدے کا ٹکڑا جلا کر اس کی راکھ زخم میں بھر دی۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ بشریت کے تقاضائے سے جب طبع میں تبدیلی رونما ہوئی تو یہ آیت نازل ہوئی: لَيْسَ لَكَ

مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ۔ بعض روایات میں ہے کہ آپ خون کو پونچھتے جارہے تھے تاکہ زمین پر نہ ٹپکے اور فرمارہے تھے اگر اس کا ایک قطرہ زمین پر گرا تو عذاب اتر پڑے گا۔ اور یہ دعا فرمارہے تھے: اللّٰھم اغفر لقومی فانھم لا یعلمون۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ احد کے روز آپ کو ستر ضربات پہنچیں جن میں تین تلوار سے تھیں مگر تلوار کے زخم سے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو محفوظ رکھا۔

قریش کے حق میں بددعا

۵۶۹۴/۳۰وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰى قَوْمٍ فَعَلُوْا بِنَبِيِّهٖ يُشِيْرُ اِلٰى رَبَاعِيَتِهٖ اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰى رَجُلٍ يَقْتُلُهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَبِيْلِ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۷۳/۱۰حدیث رقم ۵۷۲۲ومسلم فی صحیحه ۱٤۱۷/۳حدیث رقم (۱۰٤-۱۷۹۱)، واخرجه الترمذی فی ۲۱۱/۵حدیث رقم ۳۰۰۲ وابن ماجه فی السنن ۱۱٤۷/۲حدیث رقم ۳٤٦٤ واحمد فی المسند ۲۸۸/۳۔اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۷۲/۷حدیث رقم ٤۰۷۳ومسلم فی صحیحه ۱٤۱۷/۳حدیث رقم (۱۰٦-۱۷۹۳) واحمد فی المسند ۳۱۷/۲۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اشتد غضب اللّٰہ الحدیث۔ اس قوم پر اللہ تعالیٰ کا سخت غضب اترے جنہوں نے اپنے پیغمبر کے ساتھ یہ سلوک کیا اور آپ اپنے رباعیہ کی طرف اشارہ فرما رہے تھے اور اسی طرح اس قوم پر بھی اللہ تعالیٰ کا شدید غضب اترتا ہے جس کو اللہ کا رسول راہ جہاد میں قتل کرے۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ اشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ: جس شخص کو اللہ کا رسول خود اپنے ہاتھوں سے قتل کرے وہ سخت عذاب کا حقدار ہے۔ قتل کا لفظ بول کر قصاص وحد والے کو مستثنیٰ کیا اس کا حکم یہ نہیں۔ رسول سے مراد آپ کی ذات گرامی ہو۔ نمبر۲ ہر پیغمبر مراد ہے۔ بلاشبہ ان کا مقتول دوزخی ہے۔

الفصل الثالث:

فترت کے بعد نزول وحی

۵۶۹۵/۱۳عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِیْ كَثِيْرٍ قَالَ سَاَلْتُ اَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَوَّلِ مَا نَزَلَ مِنَ الْقُرْاٰنِ قَالَ يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُلْتُ يَقُوْلُوْنَ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ قَالَ اَبُوْ سَلَمَةَ سَاَلْتُ جَابِرًا عَنْ ذٰلِكَ وَقُلْتُ لَهٗ مِثْلَ الَّذِیْ قُلْتَ لِیْ فَقَالَ لِیْ جَابِرٌ لَا اُحَدِّثُكَ اِلَّا بِمَا حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ جَاوَرْتُ بِحِرَاءَ شَهْرًا فَلَمَّا قَضَيْتُ جِوَارِیْ هَبَطْتُ فَنُوْدِيْتُ عَنْ يَمِيْنِیْ فَلَمْ اَرَ شَيْئًا وَنَظَرْتُ عَنْ

شِمَالِیْ فَلَمْ اَرَشَیْئًا وَنَظَرْتُ عَنْ خَلْفِیْ فَلَمْ اَرَشَیْئًا فَرَفَعْتُ رَاْسِیْ فَرَاَیْتُ شَیْئًا فَاَتَیْتُ خَدِیْجَةَ فَقُلْتُ دَثِّرُوْنِیْ فَدَثَّرُوْنِیْ وَصَبُّوْا عَلَیَّ مَاءً بَارِدًا فَنَزَلَتْ یٰاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ وَثِیَابَكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ وَذٰلِكَ قَبْلَ اَنْ تُفْرَضَ الصَّلٰوةُ (متفق علیہ)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۶۷۶/۸ حدیث رقم ۴۹۲۲ ومسلم فی صحیحه ۱۴۴/۱ حدیث رقم (۲۵۷-۱۶۱) واحمد فی المسند ۳۰۶/۳۔

ترجمہ: حضرت یحییٰ بن ابی کثیر کہتے ہیں کہ میں نے ابوسلمہ بن عبدالرحمان سے قرآن مجید کی پہلی نازل ہونے والی وحی کے متعلق دریافت کیا فرمانے لگے وہ یایہا المدثر ہے میں نے کہا لوگ تو کہتے ہیں کہ وہ اقراء باسم ربک ہے۔ وہ کہنے لگے میں نے بھی سوال حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کیا اور انہوں نے بھی جواب دیا پھر میں نے وہی سوال کیا جوتم نے کیا ہے۔ تو وہ مجھے فرمانے لگے میں تو تمہیں وہی بات بتلا رہا ہوں جو ہمیں جناب رسول اللہ ﷺ نے بتلائی۔ فرمانے لگے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے حراء میں ایک ماہ اعتکاف کیا پس جب میں نے اعتکاف مکمل کرلیا تو میں نیچے اتر آیا۔ پھر مجھے آواز آئی میں نے اپنے دائیں دیکھا تو کچھ نظر نہ آیا اور میں نے اپنے بائیں دیکھا تو کچھ نہ دیکھ پایا اور میں نے اپنے پیچھے دیکھا تو جب بھی کچھ نہ پایا۔ پھر میں نے اپنا سر اٹھایا تو ایک چیز دیکھی پس میں حضرت خدیجہ کے پاس آیا اور کہا دثرونی کہ مجھے کپڑا اوڑھا دو۔ مجھے کپڑا اوڑھا دو اور مجھ پر ٹھنڈا پانی ڈالو۔ پھر یہ آیت اتری۔ یایہا المدثر...... اے کپڑا اوڑھنے والے اٹھو اور ڈراؤ اور اپنے رب کی بڑائی بیان کرو۔ اپنے کپڑے پاک رکھو اور گندگی سے دور رہو" اور یہ پانچ نمازوں کی فرضیت سے پہلے کی بات ہے (بخاری، مسلم)

تشریح ⊙ اَوَّلِ مَا نَزَلَ مِنَ الْقُرْاٰنِ: راوی کو نسیان کی وجہ سے یاد نہیں رہا سب سے پہلے اترنے والی سورۂ علق کی آیات ہیں اور انقطاع وحی کے بعد سب سے پہلے سورۃ المدثر اتری۔ گویا اس کی اولیت اضافی ہے۔ نمبر۲ راوی نے اختصار سے کام لیا اور پورا قصہ نہ ذکر کیا۔ اقراء کا قصہ چھوڑ دیا۔

قُلْتُ یَقُوْلُوْنَ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ قَالَ اَبُوْ سَلَمَةَ سَاَلْتُ جَابِرًا عَنْ ذٰلِكَ وَقُلْتُ لَهٗ مِثْلَ الَّذِیْ قُلْتَ لِیْ فَقَالَ لِیْ جَابِرٌ لَا اُحَدِّثُكَ اِلَّا بِمَا حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ جَاوَرْتُ بِحِرَاءٍ شَهْرًا فَلَمَّا قَضَیْتُ جِوَارِیْ هَبَطْتُ فَنُوْدِیْتُ عَنْ یَمِیْنِیْ فَلَمْ اَرَشَیْئًا وَنَظَرْتُ عَنْ شِمَالِیْ فَلَمْ اَرَشَیْئًا وَنَظَرْتُ عَنْ خَلْفِیْ فَلَمْ اَرَشَیْئًا فَرَفَعْتُ رَاْسِیْ فَرَاَیْتُ شَیْئًا: پہلے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت گزری کہ انہوں نے فترت وحی کی بات آپ سے پوچھی اور سنی۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا میں جا رہا تھا کہ میں نے ایک آواز سنی اوپر نظر اٹھائی تو اچانک میری نگاہ اسی فرشتہ پر پڑی جو حرا میں میرے پاس آیا تھا۔ پس وہ روایت صاف دلالت کررہی ہے کہ جابر کی مراد اولیت اضافی ہے یا انقطاع وحی کے بعد اترنے والی سورۃ یا کامل اترنے والی یہ پہلی سورت ہے۔

بَابُ عَلَامَاتِ النُّبُوَّةِ

نبوت کی علامتوں کا بیان

علامات یہ علامت کی جمع ہے۔علامت، معلم اور علم اس نشان کو کہتے ہیں جو کسی راستہ (کی نشانی کے لئے) کے سرے پر لگایا جائے۔ یہاں علامت نبوت سے مراد وہ نشانی جو آپ کی نبوت پر دلالت کرنے والی ہو مثلاً صفات عالیہ، اخلاق فاضلہ، شمائل طیبہ، فضائل عالیہ، افعال واحوال رفیعہ جو کسی صحیح العقل کے لئے آپ کی نبوت پر استدلال کا ذریعہ بنتے ہیں۔ معجزات نبوت بھی علامات ہی ہیں۔ مگر مؤلف نے دوالگ الگ باب لاکر علامات کو الگ ذکر کردیا۔ تاکہ یہ مستقل دلیل نبوت معلوم ہوں۔

شق صدر کا اولین واقعہ

۱/۵۶۹۶ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَاهُ جِبْرِيْلُ وَهُوَ يَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ فَاَخَذَهُ فَصَرَعَهُ فَشَقَّ عَنْ قَلْبِهِ فَاسْتَخْرَجَ مِنْهُ عَلَقَةً فَقَالَ هٰذَا حَظُّ الشَّيْطَانِ مِنْكَ ثُمَّ غَسَلَهُ فِيْ طَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ لَامَهُ وَاَعَادَهُ فِيْ مَكَانِهِ وَجَاءَ الْغِلْمَانُ يَسْعَوْنَ اِلٰى اُمِّهِ يَعْنِيْ ظِئْرَهُ فَقَالُوْا اِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ قُتِلَ فَاسْتَقْبَلُوْهُ وَهُوَ مُنْتَقِعُ اللَّوْنِ قَالَ اَنَسٌ فَكُنْتُ اَرٰى اَثَرَ الْمَخِيْطِ فِيْ صَدْرِهٖ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم في صحيحه ١٤٧/١ حديث رقم (٢٦١-١٦٢) واخرجه الترمذي في السنن ٥٥٣/٥ حديث رقم ٣٦٢٤۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جبرائیل امین جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے جب کہ آپ بچوں کے ساتھ کھیلنے میں مشغول تھے۔ انہوں نے آپ کو پکڑا پھر لٹا دیا اور دل والی جگہ کو چیرا اور اس میں سے خون کی ایک پھٹکی نکال لی پھر کہا یہ آپ میں شیطان کا حصہ ہے پھر دل کو سونے کے تھال میں زمزم کے پانی سے دھویا پھر اسے سی دیا۔ اور اس کی جگہ واپس رکھ دیا۔ چند بچے آپ کی ماں یعنی رضاعی والدہ کے ہاں دوڑتے ہوئے آئے اور کہنے لگے محمد کو قتل کردیا گیا ہے۔ سب گھر والے آپ کی طرف دوڑتے ہوئے آئے آپ کا رنگ بدلا ہوا تھا۔ حضرت انس کا بیان ہے کہ میں دھاگے کا اثر سینہ مبارک میں دیکھا کرتا تھا۔ (مسلم)

هُوَ يَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ : یعنی آپ دایہ حلیمہ کے ہاں دوسروں بچوں میں تھے۔ جامع الاصول میں اس طرح ہے۔ استخرجه وتخرج منه علقة عن قلبه کے بعد استخرجه کا لفظ زیادہ ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ آپ کو دل کی جانب سے چیرا اور دل کو نکالا پھر اس سے سیاہ جما ہوا خون نکالا جو مفاسد اور گناہوں کی جڑ ہے۔

ثُمَّ غَسَلَهُ : سونے کے تھال میں رکھ کر زمزم کے پانی سے دھویا۔ دنیا میں سونا منع ہے جنت میں سونے کے مکان وظروف واشجار ہوں گے اور اس موقعہ پر شب معراج میں جو واقعہ ہوا اس کا تعلق عالم غیب سے ہے۔ سونے کا استعمال جبرائیل

علیہ السلام نے کیا نہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور یہ آپ کے بچپن کی بات ہے جب کہ ابھی تکلیفی زندگی نہ تھی۔

مسئلہ: زمزم کا پانی سب سے افضل ہے اگر اس سے افضل پانی ہوتا تو وہ لایا جاتا۔ باقی وہ پانی جو معجزانہ طور پر آپ کی انگلیوں سے جوش مار کر نکلا وہ تمام پانیوں سے افضل ہے کیونکہ اس کو آپ کے دست اقدس سے قرب کا درجہ حاصل تھا۔ زمزم کا پانی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ایڑیاں رگڑنے یا جبرائیل علیہ السلام کے پر مارنے سے نکلا۔

وَاَعَادَهٗ فِیْ وَجَآ الْغِلْمَانُ یَسْعَوْنَ اِلٰی اُمِّهٖ یَعْنِیْ ظِئْرَهٗ فَقَالُوْٓا اِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ قُتِلَ فَاسْتَقْبَلُوْهُ وَهُوَ مُنْتَقِعُ اللَّوْنِ قَالَ اَنَسٌ فَكُنْتُ اَرٰی اَثَرَ الْمِخْیَطِ فِیْ صَدْرِهٖ: اس قسم کی روایات کو بلا تاویل تسلیم کرنا چاہیے انکار کی کوئی وجہ نہیں ہے کیونکہ صادق و مصدوق پیغمبر کی خبر میں اشتباہ کی گنجائش نہیں۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ اس کی وجہ سے آپ میلانات بچپن سے بھی پاک اور روشن دل کر دیے گئے تاکہ قبولیت وحی کے لئے دل کی تربیت کی جائے اور غافل کرنے والے وساوس اور طمع شیطانی سے محفوظ کر دیے گئے۔ جبرائیل علیہ السلام کا یہ قول اسی پر دلالت کرتا ہے۔ هذا حظ الشیطان منك۔

شق صدر کا واقعہ کتنی مرتبہ:

سینہ کا چاک کرنا چار مرتبہ پیش آیا۔ بچپن میں جب کہ آپ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے۔ نمبر۲ دس برس کی عمر میں۔ نمبر۳ جب نبوت ملی۔ نمبر۴ معراج کی رات۔ اس میں اختلاف ہے کہ آیا یہ معاملہ دیگر انبیاء علیہم السلام کے ساتھ بھی پیش آیا یا نہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تابوت سکینہ کے متعلق منقول ہے کہ اس میں ایک تھال تھا جس میں تمام انبیاء علیہم السلام کے دل دھوئے گئے تھے۔

نبوت سے پہلے سلام کرنے والا پتھر

۵۶۹۷/۲ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ لَاَعْرِفُ حَجَرًا بِمَكَّةَ كَانَ یُسَلِّمُ عَلَیَّ قَبْلَ اَنْ اُبْعَثَ اِنِّیْ لَاَعْرِفُهُ الْاٰنَ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۱۷۸۲/٤ حدیث رقم (۲-۲۲۷۷) واخرجه الترمذی فی السنن ۵۵۲/۵ حدیث رقم ۳٦۲٤ واخرجه الدارمی ۲٤/۱ حدیث رقم ۲۰۔

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں مکہ میں اس پتھر کو اچھی طرح پہچانتا ہوں جو نبوت سے پہلے مجھے سلام کیا کرتا تھا۔ میں اسے اب بھی پہچانتا ہوں۔ (مسلم)

تشریح ۞ اِنِّیْ لَاَعْرِفُ حَجَرًا: نمبر۱ وہ پتھر حجر اسود تھا۔ نمبر۲ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر اور مسجد کے درمیان زقاق الحجر میں حجر متکلم کے نام سے پتھر معروف ہے ممکن ہے کہ وہی ہو۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب جبرائیل علیہ السلام میرے پاس پیغام رسالت لے آئے تو پھر میں جس پتھر کے پاس سے گزرتا وہ کہتا: السلام علیک یا رسول اللہ۔

شق قمر کے معجزہ کے ظہور

۳/۵۶۹۸ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ إِنَّ أَهْلَ مَكَّةَ سَأَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُرِيَهُمْ آيَةً فَأَرَاهُمُ الْقَمَرَ شِقَّتَيْنِ حَتّٰى رَأَوْا حِرَاءً بَيْنَهُمَا۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۶۳۱/۶ حدیث رقم ۳۶۳۷ ومسلم فی صحیحه ۲۱۵۹/۴ حدیث رقم (۴۶۔۲۸۰۲) واخرجه الترمذی فی السنن ۵۵۳/۵ حدیث رقم ۳۶۲۴ واحمد فی المسند ۲۰۷/۳۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مکہ والوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ کوئی معجزہ دکھائیں تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو چاند دو ٹکڑے کر کے دکھا دیا۔ یہاں تک کہ انہوں نے حراء کو ان کے درمیان میں دیکھا۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ اس روایت میں معجزہ شق قمر کا ذکر ہے جو مکہ کے قیام کے دوران منیٰ میں پیش آیا۔

مکہ میں شق قمر ہوا

۴/۵۶۹۹ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ انْشَقَّ الْقَمَرُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِرْقَتَيْنِ فِرْقَةً فَوْقَ الْجَبَلِ وَفِرْقَةً دُوْنَهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِشْهَدُوْا ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۶۳۱/۶ حدیث رقم ۳۶۳۶ ومسلم فی صحیحه ۲۱۵۸/۴ حدیث رقم (۴۴۔۲۸۰۰) واحمد فی المسند ۳۷۷/۱۔

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ حیات میں چاند دو حصوں میں پھٹ گیا۔ ایک حصہ پہاڑ کے اوپر اور دوسرا اس سے نیچے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اس پر گواہ رہو۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ اس روایت میں بھی اس معجزے کا تذکرہ ہے۔

اِشْهَدُوْا : حاضر ہو جاؤ یا گواہی دو۔ شق قمر کا یہ معجزہ صحابہ و تابعین کی بہت بڑی جماعت سے منقول ہے۔ اور ان سے یہ واقعہ محدثین کی بڑی جماعت نے نقل کیا ہے۔ ابن سبکی نے شرح مختصر ابن حاجب میں نقل کیا شق قمر کی خبر میرے نزدیک تو متواتر ہے اور صحیحین کی روایات کئی طرق سے آئی ہے۔ (کذا فی المواهب)

مفسرین کا اجماع:

● قرآن مجید کی آیت ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ﴾ یہی انشقاق قمر مراد ہے۔ قیامت میں جو انشقاق قمر واقع ہوگا وہ مراد نہیں ہے۔ آیت ﴿وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ﴾ بھی اسی پر دلالت کرتا ہے۔ بعض اہل بدعت وفلاسفہ نے اس کا یہ کہہ کر انکار کیا ہے کہ فلکیات میں خرق والتیام محال ہے۔ وہ جہلاء یہ نہیں دیکھتے کہ افلاک کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور وہ مکمل طور پر اس کی قدرت کے تابع ہیں۔ ان کو جس طرح چاہے اور جب چاہے کرنے پر قدرت رکھتا ہے قیامت کے

دن ان کو لپیٹ دے گا یا جہنم میں ڈال دے گا۔

ایک فضول بہانہ:

اگر یہ واقعہ ہوتا تو عوام وخواص اس کو نقل کرتے اور تمام اہل زمین دیکھنے میں شریک ہوتے صرف دیکھنا اہل مکہ کے لئے خاص نہ ہوتا اور تاریخ تواتر سے نقل کرتی۔

جواب: بعض خاص گروہ نے اس کا مطالبہ کیا پس انہی کو دکھایا گیا۔ تمام اہل مکہ نے نہ مطالبہ کیا نہ ان کو دکھایا گیا۔ نمبر ۲ یہ رات کا وقت تھا اور اس کا زمانہ ایک لحظہ سے زیادہ نہ تھا۔ اس وقت لوگ اپنے اپنے کاموں یا سونے میں مصروف تھے۔ نمبر ۳ ممکن ہے کہ چاند اس وقت ایسی منازل میں ہو جب کہ وہ پوری دنیا میں نظر نہیں آتا۔ اس لئے بعض اہل آفاق کو نظر آیا دوسروں کو نہیں جیسا کہ خسوف قمر بعض ممالک میں نظر آتا ہے دوسروں میں نہیں۔ نمبر ۴ ان سب احتمالات کے باوجود آفاق کے کئی مسافروں نے اس کو دیکھا ان کی اخبار کتب سیر وتواریخ میں موجود ہیں۔ اگر کافر نقل نہ کریں تو وہ ان کا قصور ہے۔ ہند کے علامہ مالی بار کا راجہ اسی کو دیکھ کر اسلام لایا۔ (تاریخ ہند ملاحظہ کرو)۔

ابوجہل کا خبیث ارادہ اور تکمیل سے فرار

۵/۵۷۰۰ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ اَبُوْ جَهْلٍ هَلْ یُعَفِّرُ مُحَمَّدٌ وَجْهَهٗ بَیْنَ اَظْهُرِکُمْ فَقِیْلَ نَعَمْ فَقَالَ وَاللَّاتِ وَالْعُزّٰی لَئِنْ رَاَیْتُهٗ یَفْعَلُ ذٰلِكَ لَاَطَاَنَّ عَلٰی رَقَبَتِهٖ فَاَتٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ یُصَلِّیْ زَعَمَ لِیَطَاَ عَلٰی رَقَبَتِهٖ فَمَا فَجِئَهُمْ مِنْهُ اِلَّا وَهُوَ یَنْکُصُ عَلٰی عَقِبَیْهِ وَیَتَّقِیْ بِیَدَیْهِ فَقِیْلَ لَهٗ مَالَكَ فَقَالَ اِنَّ بَیْنِیْ وَبَیْنَهٗ لَخَنْدَقًا مِنْ نَارٍ وَهَوْلًا وَاَجْنِحَةً فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَوْ دَنَا مِنِّیْ لَاخْتَطَفَتْهُ الْمَلٰٓئِکَةُ عُضْوًا عُضْوًا۔ (رواہ مسلم)

اخرجہ مسلم فی صحیحہ ۴/۲۱۵۴ حدیث رقم (۳۸-۲۷۹۷)۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ابوجہل کہنے لگا کیا محمد تمہارے سامنے اپنا چہرہ گرد آلود کرتے ہیں۔ تو انہوں نے جواب دیا ہاں۔ تو وہ کہنے لگا لات وعزیٰ کی قسم! اگر میں نے ان کو ایسا کرتے دیکھا تو ان کی گردن روند ڈالوں گا۔ پھر وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا جب آپ نماز میں مشغول تھے اور اس نے ارادہ کیا کہ وہ آپ کی گردن کو روندے۔ تو کفار کو اس بات نے گھبراہٹ میں ڈال دیا کہ انہوں نے اسے اپنی ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹتے اور اپنے ہاتھوں سے بچاؤ کرتے پایا۔ لوگوں نے کہا تجھے کیا ہوا تو وہ کہنے لگا میں نے دیکھا کہ میرے اور آپ کے درمیان آگ کی خندق اور خوف وہیبت اور پر ہیں تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر وہ مجھ سے قریب ہوتا تو اس کو فرشتے اچک کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتے۔ (مسلم)

تشریح: اس روایت میں ابوجہل کی ایک قبیح حرکت کو بیان کیا گیا کہ آپ سجدہ میں تھے اس نے پتھر اٹھا کر مارنا چاہا تو فرشتے درمیان میں حائل ہوئے اگر وہ آگے بڑھتا تو فرشتے اس کی تکہ بوٹی اڑا دیتے۔

اسلام کے متعلق پیشنگوئیاں

۶/۵۷۰۱ وَعَنْ عَدِيِّ ابْنِ حَاتِمٍ قَالَ بَيْنَا اَنَا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ اَتَاهُ رَجُلٌ فَشَكَا اِلَيْهِ الْفَاقَةَ ثُمَّ اَتَاهُ الْاٰخَرُ فَشَكٰى اِلَيْهِ قَطْعَ السَّبِيْلِ فَقَالَ يَا عَدِيُّ هَلْ رَاَيْتَ الْحِيْرَةَ فَاِنْ طَالَتْ بِكَ حَيٰوةٌ فَلَتَرَيَنَّ الظَّعِيْنَةَ تَرْتَحِلُ مِنَ الْحِيْرَةِ حَتّٰى تَطُوْفَ بِالْكَعْبَةِ لَا تَخَافُ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ وَلَئِنْ طَالَتْ بِكَ حَيٰوةٌ لَتُفْتَحَنَّ كُنُوْزُ كِسْرٰى وَلَئِنْ طَالَتْ بِكَ حَيٰوةٌ لَتَرَيَنَّ الرَّجُلَ يُخْرِجُ مِلْأَ كَفِّهٖ مِنْ ذَهَبٍ اَوْ فِضَّةٍ يَطْلُبُ مَنْ يَّقْبَلُهٗ فَلَا يَجِدُ اَحَدًا يَّقْبَلُهٗ مِنْهُ وَلَيَلْقَيَنَّ اللّٰهَ اَحَدُكُمْ يَوْمَ يَلْقَاهُ وَلَيْسَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهٗ تَرْجُمَانٌ يُّتَرْجِمُ لَهٗ فَلَيَقُوْلَنَّ اَلَمْ اَبْعَثْ اِلَيْكَ رَسُوْلًا فَيُبَلِّغَكَ فَيَقُوْلُ بَلٰى فَيَقُوْلُ اَلَمْ اُعْطِكَ مَالًا وَاُفْضِلْ عَلَيْكَ فَيَقُوْلُ بَلٰى فَيَنْظُرُ عَنْ يَّمِيْنِهٖ فَلَا يَرٰى اِلَّا جَهَنَّمَ وَيَنْظُرُ عَنْ يَّسَارِهٖ فَلَا يَرٰى اِلَّا جَهَنَّمَ اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ قَالَ عَدِيٌّ فَرَاَيْتُ الظَّعِيْنَةَ تَرْتَحِلُ مِنَ الْحِيْرَةِ حَتّٰى تَطُوْفَ بِالْكَعْبَةِ لَا تَخَافُ اِلَّا اللّٰهَ وَكُنْتُ فِيْمَنِ افْتَتَحَ كُنُوْزَ كِسْرَى بْنِ هُرْمُزَ وَلَئِنْ طَالَتْ بِكُمْ حَيٰوةٌ لَتَرَوُنَّ مَا قَالَ النَّبِيُّ اَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخْرِجُ مِلْأَ كَفِّهٖ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحيحه ۶/ ۱۰۶ حديث رقم ۳۵۹۵ واحمد فی المسند ۴/ ۲۵۷۔

ترجمہ: حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ کی خدمت میں ایک شخص آیا اور اس نے آپ سے فاقہ کی شکایت کی پھر دوسرا آدمی آپ کی خدمت میں آیا اور اس نے ڈکیتی کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا کیا تم نے حیرہ دیکھا ہے۔ اگر تمہاری زندگی طویل ہوئی تو تم ایک ہودج نشین عورت کو دیکھو گے کہ وہ حیرہ سے چل کر مکہ جائے گی اور بیت اللہ کا طواف کرے گی اور اللہ تعالیٰ کے سوا اسے کسی چیز کا ڈر نہ ہوگا۔ اور اگر تمہاری زندگی طویل ہوئی تو تم کسریٰ کے خزانے فتح کرو گے۔ اور اگر تمہاری زندگی نے تمہارا ساتھ دیا تو تم دیکھو گے کہ آدمی لپ بھر سونا یا چاندی لے کر نکلے گا اور ایسے آدمی کو تلاش کرے گا جو اسے قبول کرے تو ایسا ایک شخص بھی نہ ملے گا جو اسے قبول کرے۔ اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے روز تم میں سے ہر ایک اپنے رب کو اس طرح ملے گا کہ اس کے اور رب کے درمیان کوئی ترجمان نہ ہوگا۔ جو اس کی نمائندگی کرے۔ اللہ تعالیٰ پوچھیں گے کیا میں نے تیری طرف رسول نہیں بھیجا جو تجھے تبلیغ کرے؟ بندے کہے گا جی ہاں! پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ کیا میں نے تجھے مال نہیں دیا اور تجھ پر فضل نہیں فرمایا۔ تو بندہ کہے گا جی ہاں۔ بندہ اپنے دائیں سوائے دوزخ کے کچھ نہ دیکھے گا۔ اور بندہ اپنے بائیں طرف دیکھے گا تو وہ سوائے دوزخ کے کچھ نہ دیکھے گا۔ آگ سے بچو اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ذریعہ ہو۔ پس جو یہ نہ پائے وہ اچھی بات کے ذریعہ بچے۔ حضرت عدی کہتے ہیں کہ میں نے ہودج نشین عورت کو دیکھ لیا کہ وہ حیرہ سے چل کر بیت اللہ کا طواف کرتی ہے۔ اور اس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا ڈر نہیں اور میں خود ان لوگوں میں شامل تھا جنہوں نے کسریٰ بن ھرمز کے خزائن کو فتح کیا۔ اور اگر تمہاری زندگی نے مہلت دی تو وہ بھی دیکھ لو گے جو جناب ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی لپ بھر سونا یا چاندی لے کر نکلے گا۔ (بخاری)

تشریح ⊙ **هَلْ رَأَيْتَ الْحِيرَةَ** : کوفہ کے گردونواح میں واقع ساسانیوں کا مشہور شہر تھا۔ جس کو عرب علاقوں پر قبضہ کے لئے بنایا گیا تھا۔

فَإِنْ طَالَتْ بِكَ الحيوةُ ـــــ أَتُخَافُ أَحَدًا إِلَّا اللّٰهَ : یہ بات آپ نے اس شخص کے جواب میں فرمائی جو فقر وفاقہ کی شکایت کررہا تھا۔ دونوں میں مخاطب عدی بن حاتم ہیں کیونکہ یہ خود موجود تھے اور دوسرے حضرات بھی اس بشارت کو دوسرے حضرات نے بھی سنا اس شکایت والے کا جواب بھی ہوگیا۔ پھر فرمایا دنیا کی فراخی آخرت کی تنگی کا باعث ہے اور اگر مال کو مصارف خیر میں صرف کرے گا تو پھر باعث ندامت نہ ہوگا۔

وَلَئِنْ طَالَتْ بِكَ الحيوةُ ----- يَنْظُرُ عَنْ يَسَارِهِ : ایک وقت آئے گا کہ فقیر محتاج نہ ملے گا کیونکہ سونا وچاندی تو دفع حاجت کے لئے ہیں جب حاجت نہ ہوگی تو سونا چاندی کس کام۔ علماء نے کہا کہ یہ آخر کا زمانہ نزول مسیح کے وقت میں ہو گا۔ جیسا کہ نزول عیسیٰ کی روایات میں گزرا ہے۔ نمبر۲ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ میں ایسے حالات گزرے۔ مقام منصب نبوت کے مطابق آپ نے خوشخبری سنائی کہ مال ومعیشت میں وسعت ہوگی تو دوسری طرف قیامت کے دن کی مشقت ذکر کردی تاکہ خوف ورجاء دونوں جمع ہوجائیں۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے جب بندے کی ملاقات ہوگی درمیان میں کلام کو نقل کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔ بندہ براہ راست پیش ہوگا اور بلاواسطہ کلام کرے گا۔

أَلَمْ أُعْطِكَ : یہ استفہام تقریری ہے کہ میں نے تجھے مال وکمال دیا قدرت وطاقت سے نوازا۔ مال کو مستحقین پر خرچ کر سکتا اور اپنے تصرف میں لاسکتا تھا۔ بندہ اقرار کرے گا اب سامنے دوزخ کے سوا کچھ نہ ہوگا۔ فلا یری الا الجھنم یہ احاطہ دوزخ سے کنایہ ہے کہ وہ گھیرے گی اور اس میں سے گزرنے کے علاوہ چارہ نہ ہوگا۔ جیسا کہ فرمایا: **وان منكم الا واردها كان على ربك حتما مقضيا۔ ثم ننجي الذين اتقوا......** پھر اس ارشاد میں یہ بھی فرمایا۔

اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ : حضرت عدی کی وفات زمانہ عمر بن عبدالعزیز میں ۶۷ھ، ۶۸ھ، ۶۹ھ میں واقع ہوئی۔ انہوں امن چمن بھی دیکھا اور کنوز کسریٰ کی فتوحات میں خود شامل تھے۔ گویا جو زبان وحی سے بیان ہوا وہ سورج کی طرح سچ ثابت ہوا۔

تکالیف میں صبر کی تلقین

۵۷۰۲/۷ وَعَنْ خَبَّابِ بْنِ الْأَرَتِّ قَالَ شَكَوْنَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُتَوَسِّدٌ بُرْدَةً فِي ظِلِّ الْكَعْبَةِ وَلَقَدْ لَقِيْنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ شِدَّةً فَقُلْتُ أَلَا تَدْعُوا اللّٰهَ فَقَعَدَ وَهُوَ مُحْمَرٌّ وَجْهُهُ وَقَالَ كَانَ الرَّجُلُ فِيْمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ يُحْفَرُ لَهُ فِي الْأَرْضِ فَيُجْعَلُ فِيْهِ فَيُجَاءُ بِمِنْشَارٍ فَيُوْضَعُ فَوْقَ رَأْسِهِ فَيُشَقُّ بِاثْنَيْنِ فَمَا يَصُدُّهُ ذٰلِكَ عَنْ دِيْنِهِ وَيُمْشَطُ بِأَمْشَاطِ الْحَدِيْدِ مَا دُوْنَ لَحْمِهِ مِنْ عَظْمٍ وَعَصَبٍ وَمَا يَصُدُّهُ ذٰلِكَ عَنْ دِيْنِهِ وَاللّٰهِ لَيُتِمَّنَّ هٰذَا الْأَمْرُ حَتّٰى يَسِيْرَ الرَّاكِبُ مِنْ صَنْعَاءَ إِلٰى حَضْرَمَوْتَ لَا يَخَافُ إِلَّا اللّٰهَ أَوِ الذِّئْبَ عَلٰى غَنَمِهٖ وَلٰكِنَّكُمْ تَسْتَعْجِلُوْنَ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٦١٩/٦ حدیث رقم ٣٦١٢ واحمد فی المسند ٣٩٥/٦۔

ترجمہ: حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں تکالیف کی شکایت کی۔اس وقت آپ بیت اللہ کے سایہ چادر سے تکیہ لگائے ہوئے تھے۔ہمیں مشرکین کی طرف سے بڑی تکلیف پہنچائی گئی تھی۔ہم نے عرض کیا حضرت آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیوں نہیں فرماتے؟ تو آپ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔اس وقت چہرہ مبارک سرخ تھا۔آپ نے فرمایا تم میں سے ایک شخص کے لئے زمین میں گڑھا کھودا جاتا تھا اور اسے اس گڑھے میں دبا دیا جاتا تھا پھر آرا لایا جاتا اور اس کے سر پر رکھ کر دو حصوں میں چیر دیا جاتا تھا مگر یہ بات بھی اسے دین سے نہ روک سکتی تھی۔اور اس کے جسم میں کنگھیاں کاڑ کر انہیں ہڈیوں تک پہنچا کر کنگھی کی جاتی تھی۔مگر یہ سختی اسے دین سے باز کرنے والی نہ تھی۔اللہ کی قسم! یہ دین پورا ہو کر رہے گا۔یہاں تک کہ ایک سوار صنعاء سے حضر موت تک چلے گا اور اسے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا خطرہ، ڈر نہ ہوگا یا بھیڑیے سے کہ وہ اس کی بکریوں پر حملہ آور ہو۔مگر تم لوگ جلد بازی کرتے ہو۔(بخاری)

تشریح ۞ **فَقَعَدَ وَهُوَ مُحْمَرٌّ وَجْهُهُ** : نمبر۱ کافروں کے ظلم کی داستان سن کر آپ پر یہ حالت طاری ہوئی۔نمبر۲ مسلمانوں کی شکایت اور بے صبری کی وجہ سے یہ غصہ کی حالت طاری ہوئی یہ بات زیادہ ظاہر ہے۔

يَسِيْرُ الرَّاكِبُ مِنْ صَنْعَاءَ : یمن کا ایک شہر ہے جہاں بے شمار درخت اور پانی ہے جیسا کہ دمشق صاحب قاموس نے صنعاء کو دمشق کی بستی قرار دیا۔گویا شام کا صنعاء مراد ہے۔حضر موت یہ یمن کا ایک شہر ہے۔جس کو جنت الاولیاء کہا جاتا ہے۔اس علاقہ میں بہت سے صلحاء وانبیاء ہوئے بعض نے کہا بنی اسرائیل کے پیغمبر جرجیس علیہ السلام کو نبوت یہیں ملی۔

لَا يَخَافُ : اس سے اصل امن کا بیان مقصود ہے۔لوگ آپس کے ظلم سے حفاظت میں ہوں گے۔بلکہ بھیڑیے کا بکریوں پر حملہ کرنے کا خطرہ نہ ہوگا۔حالانکہ یہ عادت کے بالکل خلاف ہے۔یہ آخری زمانہ ہوگا۔زمانہ فاروقی میں بھی ایسے واقعات شاہد ہیں۔

ملا علی القاری کا قول:

ایک نسخہ میں والذئب ہے اس میں احتمال ہے کہ واؤ اَوْ کے معنی میں ہو یا واؤ جمع کی ہو یا شک راوی ہو۔بہر تقدیر یہ حصول امن میں مبالغہ ہے۔اس سے مقصود زوال خوف اور ازالہ ظلم ہے۔

وَلٰكِنَّكُمْ تَسْتَعْجِلُوْنَ : مشرکین کی ایذائیں ختم ہو جائیں گی۔صبر سے کام لو اور دین پر ثابت قدمی اختیار کرو۔گزشتہ زمانہ کے مسلمانوں نے اپنی قوت یقینی سے اس سے بڑے بڑے ظلم برداشت کیے۔گویا صبر و ثابت قدمی کی ترغیب دی گئی ہے۔

امّ حرام کے لئے ایک بشارت

۸/۵۷۰۳ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ عَلٰى اُمِّ حَرَامٍ بِنْتِ مِلْحَانَ وَكَانَتْ تَحْتَ عُبَادَةَ ابْنِ الصَّامِتِ فَدَخَلَ عَلَيْهَا يَوْمًا فَاَطْعَمَتْهُ ثُمَّ جَلَسَتْ تَفْلِيْ رَاْسَهٗ فَنَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ قَالَتْ فَقُلْتُ مَا يُضْحِكُكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ

اُنَاسٌ مِنْ اُمَّتِیْ عُرِضُوْا عَلَیَّ غُزَاةً فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ یَرْكَبُوْنَ ثَبَجَ هٰذَا الْبَحْرِ مُلُوْكًا عَلَی الْاَسِرَّةِ اَوْ مِثْلَ الْمُلُوْكِ عَلَی الْاَسِرَّةِ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ یَّجْعَلَنِیْ مِنْهُمْ فَدَعَا لَهَا ثُمَّ وَضَعَ رَاْسَهٗ فَنَامَ ثُمَّ اسْتَیْقَظَ وَهُوَ یَضْحَكُ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا یُضْحِكُكَ قَالَ اُنَاسٌ مِنْ اُمَّتِیْ عُرِضُوْا عَلَیَّ غُزَاةً فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ كَمَا قَالَ فِی الْاُوْلٰی فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ یَّجْعَلَنِیْ مِنْهُمْ قَالَ اَنْتِ مِنَ الْاَوَّلِیْنَ فَرَكِبَتْ اُمُّ حَرَامٍ الْبَحْرَ فِیْ زَمَنِ مُعَاوِیَةَ فَصُرِعَتْ عَنْ دَابَّتِهَا حِیْنَ خَرَجَتْ مِنَ الْبَحْرِ فَهَلَكَتْ۔

(متفق علیہ)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۶/ ۱۰ حدیث رقم ۲۷۸۸ ومسلم فی صحیح

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے۔ وہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ تھیں۔ ایک دن آپ ان کے ہاں تشریف لے گئے تو انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ کھانے کے لئے پیش کیا۔ پھر بیٹھ کر آپ کے سر مبارک سے جوئیں تلاش کرنے لگیں۔ چنانچہ آپ سو گئے پھر ہنستے ہوئے بیدار ہوئے۔ وہ کہنے لگیں یا رسول اللہ! آپ کو کس چیز نے ہنسایا ہے؟ آپ نے فرمایا میری امت کے کچھ لوگ مجھ پر پیش کیے گئے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں غزوہ کرنے والے تھے۔ وہ سمندر کے وسط میں سمندر کی سطح پر اس طرح سوار ہوں گے جیسے تختوں پر بادشاہ ہوتے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں شامل فرما دے۔ آپ نے میرے لئے دعا فرمائی۔ پھر اپنا سر تکیے پر رکھا اور خیند فرمانے لگے۔ پھر آپ جاگے اس حال میں کہ آپ ہنس رہے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کو کیا چیز ہنسا رہی ہے؟ آپ نے فرمایا میری امت کے کچھ لوگ مجھ پر پیش کیے گئے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں غزوہ کرنے والے تھے۔ جیسا کہ آپ نے پہلی مرتبہ فرمایا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں شامل فرما دے۔ آپ نے فرمایا تم پہلوں میں سے ہو۔ چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ام حرام رضی اللہ عنہا سمندر میں سوار ہوئیں۔ سمندر سے جب نکلیں تو اپنی سواری سے گر کر فوت ہو گئیں۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ یَدْخُلُ عَلٰی اُمِّ حَرَامٍ ------- مُلُوْكًا عَلَی الْاَسِرَّةِ: ام حرام یہ ام سلیم کی بہن ہیں۔ یہ دونوں عورتیں نسب ننہال جدیا دودھ کی نسبت سے خالہ تھیں۔

امام نووی رحمہ اللہ کا قول:

ام حرام کا آپ سے کس اعتبار سے رشتہ محرمیت تھا۔ اس میں اختلاف ہے۔ یہ اسلام لائیں اور اپنے خاوند کے ساتھ حالت جہاد میں ان کی وفات ہوئی۔ یہ خلافت عثمانی میں غزوہ روم کی بات ہے۔ یہ حضرت عبادہ بن صامت کی زوجہ ہیں۔ آپ کے جسم مبارک پر جوئیں نہ تھیں مگر دوسروں کے کپڑوں سے چڑھنے کا احتمال تھا۔ اس لئے یہ تلاش کر کے ان کو ختم کرتیں اور آپ کے بالوں سے غبار کو صاف کرتیں۔ او یہ شک راوی کے لئے ہے۔ دونوں میں سے ہر ایک میں کشتی پر سمندر کے سفر کو تخت پر بیٹھنے کی طرح قرار دیا گیا ہے۔ اس سے اس طرف اشارہ کر دیا کہ وہ اپنے نفوس کو مشقت میں ڈال کر اس عظیم خوش خبری کے حقدار ہوں

کے اور بڑی امنگ سے حاصل کریں گے جیسا بادشاہ امنگ سے تخت حاصل کرتا ہے۔

فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ : یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ جو جماعت دوسری مرتبہ دکھائی گئی ہے وہ پہلی سے الگ ہے مطلب یہ ہے ہمیشہ سمندر میں جہاد کریں گے۔ اور تو پہلے گروہ میں سے ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلوں کا مرتبہ پچھلے لشکر والوں سے زیادہ ہوگا۔

فَرَكِبَتْ أُمُّ حَرَامٍ : ظاہر عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ معاملہ حضرت امیر معاویہ کے زمانہ میں پیش آیا اور اکثریت اس طرف ہے کہ یہ خلافت عثمان رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے البتہ قیادت امیر معاویہ میں پیش آیا۔ پس زمان معاویہ سے مراد امارت معاویہ ہے، پس اس بات کے یہ خلاف نہیں کہ ام حرام کی وفات خلافت عثمانی میں پیش آئی۔ جیسا اوپر مذکور ہوا۔

ضماد بن ثعلبہ ازدی کا اسلام

۹/۵۷۰۴ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّ ضِمَادًا قَدِمَ مَكَّةَ وَكَانَ مِنْ اَزْدِ شَنُوْءَةَ وَكَانَ يَرْقِيْ مِنْ هٰذَا الرِّيْحِ فَسَمِعَ سُفَهَاءَ اَهْلِ مَكَّةَ اِنَّ يَقُوْلُوْنَ مُحَمَّدًا مَجْنُوْنٌ فَقَالَ لَوْ اِنِّيْ رَاَيْتُ هٰذَا الرَّجُلَ لَعَلَّ اللّٰهُ يَشْفِيَهُ عَلٰى يَدَيَّ قَالَ فَلَقِيَهُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اِنِّيْ اَرْقِيْ مِنْ هٰذَا الرِّيْحِ فَهَلْ لَكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ مَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَمَّا بَعْدُ فَقَالَ اَعِدْ عَلَيَّ كَلِمَاتِكَ هٰؤُلَاءِ فَاَعَادَهُنَّ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ فَقَالَ لَقَدْ سَمِعْتُ قَوْلَ الْكَهَنَةِ وَقَوْلَ السَّحَرَةِ وَقَوْلَ الشُّعَرَآءِ فَمَا سَمِعْتُ مِثْلَ كَلِمَاتِكَ هٰؤُلَاءِ وَلَقَدْ بَلَغْنَ قَامُوْسَ الْبَحْرِ هَاتِ يَدَكَ اُبَايِعُكَ عَلَى الْاِسْلَامِ قَالَ فَبَايَعَهٗ (رواہ مسلم وفی بعض نسخ المصابیح بلغنا ناعوس البحر وذکر حدیث ابی ھریرۃ وجابر بن سمرۃ) يَهْلِكُ كِسْرٰى وَالْاٰخَرُ لَتَفْتَحَنَّ عِصَابَةٌ فِيْ بَابِ الْمَلَاحِمِ۔

اخرجہ مسلم فی صحیحہ ۲/۵۹۳ حدیث رقم (۴۶-۸۶۸) واحمد فی المسند ۱/۳۰۲۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ضماد قبیلہ ازدشنوءہ سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ مکہ میں آئے۔ یہ اس قسم کی ہواء (جن وغیرہ کا اثر) کا دم کرتے تھے۔ انہوں نے مکہ کے بیوقوف لوگوں کو یہ کہتے سنا کہ محمد دیوانہ ہیں تو وہ کہنے لگے میں انہیں دیکھ لیتا ہوں۔ شاید اللہ تعالیٰ ان کو میرے ہاتھ سے شفاء دے دے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں آپ کی خدمت میں گیا اور آپ سے ملاقات کی۔ میں نے کہا اے محمد! میں اس ریح (جن) کا علاج کرتا ہوں۔ کیا یہ آپ کو ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان الحمد للہ الحدیث۔ بے شک تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ ہم اس کی حمد وثناء کرتے اور اسی سے مدد مانگتے ہیں۔ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے اس کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جس کو وہ گمراہ کردے اس کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اکیلے اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اما بعد۔ اس ارشاد کے بعد ضماد کہنے لگا ان کلمات کو دوبارہ دہرائیں۔ تو آپ نے انہی کلمات کو اس کے سامنے تین مرتبہ دہرایا وہ کہنے لگا میں نے کاہنوں کی باتیں اور شعراء کا کلام سنا مگر میں نے ان باتوں کی مثل کلام نہیں سنا۔ یہ تو سمندر کی تہہ میں پہنچنے والی ہیں۔ اپنا ہاتھ دیجئے میں اسلام پر آپ کی بیعت کرتا ہوں۔ پس اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کر لی۔ (مسلم)

تشریح ۞ اِنَّ ضِمَادًا قَدِم-----اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُه' : بعض نے ضماد کی بجائے ضمام کہا ہے۔ شنوءۃ یہ یمن کا ایک قبیلہ ہے۔ اور ازد یہ اوس کا ایک قبیلہ ہے۔ نبوت سے پہلے بھی ضماد کو آپ سے واقفیت تھی۔ یہ طبیب اور افسوں کرنے والا آدمی تھا۔ یہ جنات کا دم بھی کرتا۔ جن کو نظر آنے کی وجہ سے ریح کہتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی ملاقات ہوئی تو آپ کے خطبہ کو سن کر مسلمان ہو گیا۔

اَمَّا بَعْدُ : خطبہ شہادتین کے بعد لایا جاتا ہے جیسا کتاب الجمعہ میں مذکور ہوا۔ آپ نے خطبہ پر اکتفاء کیا اور جواب میں صراحت نہ کی تا کہ ضماد کو معلوم ہو کہ یہ شخص عقلمند ہے جنوں، آسیب کا شکار نہیں اس کو مجنون کہنا حماقت ہے۔

فَقَالَ اَعِدْ عَلَیَّ ------ قَالَ فَبَایَعَهٗ : نووی اور قاضی عیاض سے ناعوس کو ناموس کے معنی میں درست قرار دیا تو پشتی نے ناموس کو تصحیف قرار دیا۔

الفصل الثالث:

دربار ہرقل میں ابوسفیان کا بیان

۱۰/۵۷۰۵ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ سُفْیَانَ بْنُ حَرْبٍ مِنْ فِیْهِ اِلٰی فِیَّ قَالَ انْطَلَقْتُ فِی الْمُدَّةِ الَّتِیْ كَانَتْ بَیْنِیْ وَبَیْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَبَیْنَا اَنَا بِالشَّامِ اِذْ جِیْءَ بِكِتَابٍ مِّنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلٰی هِرَقْلَ قَالَ وَكَانَ دِحْیَةُ الْكَلْبِیُّ جَاءَ بِهٖ فَدَفَعَهٗ اِلٰی عَظِیْمِ بُصْرٰی فَدَفَعَهٗ عَظِیْمُ بُصْرٰی اِلٰی هِرَقْلَ فَقَالَ هِرَقْلُ هَلْ هٰهُنَا اَحَدٌ مِّنْ قَوْمِ هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِیْ یَزْعَمُ اَنَّهٗ نَبِیٌّ قَالُوْا نَعَمْ فَدُعِیْتُ فِیْ نَفَرٍ مِّنْ قُرَیْشٍ فَدَخَلْنَا عَلٰی هِرَقْلَ فَاُجْلِسْنَا بَیْنَ یَدَیْهِ فَقَالَ اَیُّكُمْ اَقْرَبُ نَسَبًا مِّنْ هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِیْ یَزْعَمُ اَنَّهٗ نَبِیٌّ قَالَ اَبُوْ سُفْیَانَ فَقُلْتُ اَنَا فَاَجْلَسُوْنِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَاَجْلَسُوْا اَصْحَابِیْ خَلْفِیْ ثُمَّ دَعَا بِتَرْجُمَانِهٖ فَقَالَ قُلْ لَّهُمْ اِنِّیْ سَائِلٌ هٰذَا عَنْ هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِیْ یَزْعَمُ اَنَّهٗ نَبِیٌّ فَاِنْ كَذَبَنِیْ فَكَذِّبُوْهُ قَالَ اَبُوْ سُفْیَانَ وَاَیْمُ اللّٰهِ لَوْ لَا مَخَافَةُ اَنْ یُّؤْثَرَ عَلَیَّ الْكَذِبُ لَكَذَبْتُهٗ ثُمَّ قَالَ لِتَرْجُمَانِهٖ سَلْهُ كَیْفَ حَسَبُهٗ فِیْكُمْ قَالَ قُلْتُ هُوَ فِیْنَا ذُوْ حَسَبٍ قَالَ فَهَلْ كَانَ مِنْ اٰبَائِهٖ مِنْ مَّلِكٍ قُلْتُ لَا قَالَ فَهَلْ كُنْتُمْ تَتَّهِمُوْنَهٗ بِالْكَذِبِ قَبْلَ اَنْ یَّقُوْلَ مَا قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ وَمَنْ یَّتْبَعُهٗ اَشْرَافُ النَّاسِ اَمْ ضُعَفَاؤُهُمْ قَالَ قُلْتُ بَلْ ضُعَفَاؤُهُمْ قَالَ اَیَزِیْدُوْنَ اَمْ یَنْقُصُوْنَ قَالَ قُلْتُ لَا بَلْ یَزِیْدُوْنَ قَالَ

هل يرتد احد منهم عن دينه بعد ان يدخل فيه سخطة له قال قلت لا قال فهل قاتلتموه قلت نعم
قال فكيف كان قتالكم اياه قال قلت يكون الحرب بيننا وبينه سجالا يصيب منا ونصيب منه
قال فهل يغدر قلت لا ونحن منه في هذه المدة لا ندري ما هو صانع فيها قال والله ما امكنني
من كلمة ادخل فيها شيئا غير هذه قال فهل قال هذا القول احد قبله قلت لا ثم قال لترجمانه قل
له اني سالتك عن حسبه فيكم فزعمت انه فيكم ذو حسب وكذلك الرسل تبعث في احساب
قومها وسالتك هل كان في آبائه ملك فزعمت ان لا فقلت لو كان من آبائه ملك قلت رجل
يطلب ملك آبائه وسالتك عن اتباعه اضعفاؤهم ام اشرافهم فقلت بل ضعفاؤهم وهم اتباع
الرسل وسالتك هل كنتم تتهمونه بالكذب قبل ان يقول ما قال فزعمت ان لا فعرفت انه لم
يكن ليدع الكذب على الناس ثم يذهب فيكذب على الله وسالتك هل يرتد احد منهم عن دينه
بعد ان يدخل فيه سخطة له فزعمت ان لا وكذلك الايمان اذا خالط بشاشته القلوب وسالتك
هل يزيدون ام ينقصون فزعمت انهم يزيدون وكذلك الايمان حتى يتم وسالتك هل قاتلتموه
فزعمت انكم قاتلتموه فتكون الحرب بينكم وبينه سجالا ينال منكم وتنالون منه وكذلك
الرسل تبتلى ثم تكون لها العاقبة وسالتك هل يغدر فزعمت انه لا يغدر وكذلك الرسل لا تغدر
وسالتك هل قال هذا القول احد قبله فزعمت ان لا فقلت لو كان قال هذا القول احد قبله قلت
رجل ائتم بقول قيل قبله قال ثم قال بما يامركم قلنا يامرنا بالصلوة والزكوة والصلة والعفاف
قال ان يك ما تقول حقا فانه نبي وقد كنت اعلم انه خارج ولم اك اظنه منكم ولو اني اعلم اني
اخلص اليه لاحببت لقاءه ولو كنت عنده لغسلت عن قدميه وليبلغن ملكه ما تحت قدمي ثم
دعا بكتاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فقراه۔

(متفق علیه وقد سبق تمام الحدیث فی باب الكتاب الی الكفار)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱/ ۳۰ حدیث رقم ۶ ومسلم فی صحیحه ۱۳۹۳/۳ حدیث رقم (۱۷۷۳-۷۴)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے ابوسفیان نے من وعن خبر دی کہ میں اس صلح کے زمانہ میں جو کہ میرے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین تھی۔ اس وقت میں شام میں تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک ہرقل کے پاس لایا گیا۔ ابوسفیان کہتے ہیں کہ یہ خط دحیہ کلبی لائے تھے اور انہوں نے بصریٰ کے حاکم کو دیا پھر بصریٰ کے حاکم نے ہرقل تک پہنچایا۔ ہرقل نے کہا کیا اس مدعی نبوت کی قوم کا کوئی شخص موجود ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں۔ قریش کی ایک جماعت کے ساتھ مجھے بلایا گیا۔ تو ہم ہرقل کے پاس گئے۔ ہمیں اس کے سامنے بٹھا دیا گیا۔ پھر اس نے پوچھا کہ جن صاحب نے دعویٰ نبوت کیا ہے اس کا سب سے قریبی شخص کون ہے؟ ابوسفیان کہتے ہیں میں نے کہا کہ میں ہوں۔ تو مجھے اس کے سامنے

بٹھا دیا گیا اور میرے ساتھیوں کو میرے پیچھے بٹھا دیا پھر اپنے مترجم کو بلا کر کہا کہ ان لوگوں سے یہ کہہ دو کہ میں اس مدعی نبوت کے سلسلہ میں چند سوالات کروں گا۔ اگر یہ شخص مجھ سے جھوٹ کہے تو تم اس کی تکذیب کر دینا۔ ابوسفیان کہتے ہیں کہ اگر مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ میرے متعلق جھوٹ مشہور کیا جائے گا تو میں اس میں ضرور جھوٹ بولتا۔ پھر ہرقل نے گفتگو کا آغاز اس طرح کیا۔

ترجمان۔ اس نبی کا خاندان تم میں کیسا ہے؟

ابوسفیان۔ وہ ہم میں حسب ونسب والے ہیں۔

ترجمان۔ کیا ان کے باپ دادا میں کوئی بادشاہ تھا؟

ابوسفیان۔ نہیں۔

ترجمان۔ کیا دعویٰ نبوت سے پہلے تم اس پر جھوٹ بولنے کی تہمت لگاتے تھے؟

ابوسفیان۔ نہیں۔

ترجمان۔ ان کے پیروکار سردار لوگ ہیں یا کمزور لوگ؟

ابوسفیان۔ میں نے کہا کمزور لوگ۔

ترجمان۔ کیا ان میں اضافہ ہو رہا ہے یا کم ہو رہے ہیں؟

ابوسفیان۔ ان کی تعداد بڑھ رہی ہے۔

ترجمان۔ کیا اس دین میں داخلہ کے بعد کوئی ان میں سے ناراض ہو کر مرتد بھی ہوا۔

ابوسفیان۔ نہیں۔ ان میں سے کوئی مرتد نہیں ہوا؟

ترجمان۔ کیا تم نے ان سے لڑائی لڑی ہے؟

ابوسفیان۔ جی ہاں!

ترجمان۔ اس کے ساتھ لڑائی کا کیا نتیجہ نکلا؟

ابوسفیان۔ ہمارے اور ان کے مابین جنگ ایک ڈول کی طرح ہے۔ کبھی ہماری طرف کبھی ان کی طرف۔ کبھی وہ ہم پر غالب کبھی ہم ان پر غالب۔

ترجمان۔ کیا وہ بدعہدی کرتے ہیں؟

ابوسفیان۔ نہیں۔ ہم آج کل ان سے صلح میں ہیں ہم نہیں جانتے کہ وہ اس میں کیا کرنے والے ہیں۔ ابوسفیان کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! اس بات کے علاوہ مجھے اور کسی بات کے شامل کرنے کا موقعہ نہیں ملا۔

ترجمان۔ کیا اس سے پہلے تم میں سے کسی نے یہ بات کہی تھی۔

ابوسفیان۔ نہیں۔

(اس گفتگو کے بعد) بادشاہ نے اپنے ترجمان سے کہا کہ ان سے یہ کہو کہ میں نے تم سے ان کے نسب کے بارے میں دریافت کیا تو تم نے بتلایا کہ وہ تم میں عالی نسب ہیں۔ اسی طرح انبیاء کرام اپنی قوم کے اعلیٰ نسب میں بھیجے جاتے ہیں۔ اور میں نے تم سے سوال کیا کہ کیا اس کے باپ، دادا میں سے کوئی بادشاہ ہوا تو تم نے جواب میں کہا نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اگر

ان کے باپ دادا میں کوئی بادشاہ ہوتا تو میں کہتا کہ یہ اپنے باپ دادا کی ملک کا طالب شخص ہے۔ پھر میں نے تم سے اس کے پیروکاروں کے متعلق پوچھا کہ وہ کمزور لوگ ہیں یا بڑے لوگ تو تم نے کہا کہ وہ کمزور لوگ ہیں۔ یہی کمزور لوگ انبیاء علیہم السلام کے پیروکار رہے ہیں۔ اور میں نے تم سے پوچھا کہ آیا تم دعویٰ نبوت سے پہلے اس پر جھوٹ کا الزام لگاتے تھے۔ تم نے کہا کہ نہیں۔ میں نے پہچان لیا کہ یہ ناممکن ہے کہ وہ لوگوں کے سلسلہ میں تو جھوٹ نہ بولیں اور پھر اللہ تعالیٰ کے متعلق جھوٹ بولنے لگ جائیں۔ پھر میں نے تم سے سوال کیا کہ کیا ان کے دین میں داخلہ کے بعد کوئی دین سے پھر بھی جاتا ہے تو تم نے کہا نہیں۔ ایمان کا حال اسی طرح ہے کہ اس کی لذت وفرحت دل میں گھل مل جاتی ہے۔ پھر میں نے تم سے سوال کیا کہ کیا مسلمان بڑھ رہے ہیں یا کم ہو رہے ہیں' تم نے جواب دیا کہ وہ بڑھ رہے ہیں۔ ایمان کا یہی حال ہے یہاں تک کہ اس کا معاملہ پورا ہو۔ اور میں نے تم سے سوال کیا کہ کیا تم نے ان سے کبھی جنگ کی ہے تو تم نے کہا کہ تم نے ان سے جنگ کی ہے تو جنگ تمہارے اور ان کے مابین ایک ڈول ہے جو کبھی تم ان سے اور کبھی وہ تم سے لیتے ہیں۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام کی آزمائش کی جاتی ہے۔ انجام کار انہی کے حق میں ہوتا ہے۔ اور میں نے تم سے سوال کیا کہ کیا وہ عہد شکنی کرتے ہیں' تو تم نے کہا کہ نہیں کرتے۔ اسی طرح انبیاء کرام عہد شکنی نہیں کرتے۔ اور میں نے تم سے یہ سوال کیا کہ کیا ان سے پہلے تم میں سے کسی نے یہ دعویٰ کیا ہے تو تم نے کہا نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اگر یہ بات ان سے پہلے کسی نے کہی ہوتی تو میں کہہ دیتا کہ یہ ایسے شخص ہیں جو اپنے سے پہلے شخص کی پیروی کر رہے ہیں۔

ترجمان۔ وہ تمہیں کیا حکم دیتے ہیں۔

ابوسفیان۔ وہ ہمیں صلہ رحمی، پاکدامنی کا حکم دیتے ہیں۔ تو ہرقل کہنے لگا اگر یہ سچ ہے جو تم نے کہا ہے تو وہ نبی مبعوث ہیں۔ میں تو جانتا تھا کہ وہ ظاہر ہونے والے ہیں۔ مگر میرا خیال یہ نہ تھا کہ وہ تم میں سے ہیں۔ اگر میں یہ جانتا کہ میں ان تک پہنچ سکوں گا تو میں ان سے ملنا پسند کرتا اور اگر میں ان کے پاس ہوتا تو میں ان کے قدم دھوتا۔ اور ضرور بضرور ان کا ملک اس جگہ تک پہنچے گا جو سرزمین میرے قدموں کے نیچے ہیں۔ پھر اس نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط منگوایا اور اس نے پڑھا (بخاری، مسلم)

مکمل روایت باب الکتاب الی الکفار میں گزری ہے۔

تشریح ۞ **مِنْ فِيْهِ اِلٰى فِيَّ**: اس سے مراد یہ ہے بلاواسطہ بالمشافہ یہ روایت اس سے پہنچی ہے۔ کذا قال الطیبیؒ۔ زیادہ ظاہر معنی یہ ہے کہ وہاں ان کے پاس میرے سوا اور کوئی موجود نہ تھا۔ حدثنی کا لفظ اس پر دلالت کرتا ہے۔

اِنْطَلَقْتُ فِي الْمُدَّةِ: اس مدت سے صلح حدیبیہ والا زمانہ مراد ہے۔ جو ۶ھ کی بات ہے۔ وہ معاہدہ دس سال کے لئے ہوا۔ مگر قریش کے حلیف بنوبکر کی شرارت اور قریش کی سازش سے بنوخزاعہ کے قتل کا معاملہ پیش آیا جو فتح مکہ ۸ھ کا باعث بنا۔

فَبَيْنَا اَنَا بِالشَّامِ: ہرقل یہ روم کے بادشاہ کا نام ہے۔ جس کا لقب قیصر تھا۔ دینار پر شاخ اور گرجا گھروں کی اسی نے ابتداء کی۔ بصریٰ کا حکمران ہرقل کے خصوصی گورنروں سے تھا۔ بصریٰ یہ شام کے ایک شہر کا نام ہے۔

فَدَفَعَهٗ عَظِيْمُ بُصْرٰى اِلٰى هِرَقْلَ---اَجْلِسُوْا اَصْحَابِيْ خَلْفِيْ: قیصر نے آپ کے قریبی نسب شخص کو طلب کیا کیونکہ وہ اس کے احوال سے بخوبی واقفیت رکھتا ہوگا۔ اور یہ بات بعید تر ہے کہ وہ اس نبی اکرم کے بارے میں جھوٹ

بولے۔ میرے ساتھیوں کو میرے پیچھے بٹھایا تا کہ اگر میں جھوٹ بولوں تو وہ شرم سے مجھے جھٹلا دیں۔ یا اسی لئے پیچھے بٹھایا تا کہ یہ ان کو سر یا ہاتھ کے اشارہ سے کسی بات کو بیان کرنے سے منع نہ کریں۔ اگر مجھے اپنے لوگوں کی تکذیب کا خطرہ نہ ہوتا تو بغض وعداوت کی وجہ سے میں آپ کے متعلق ضرور جھوٹ بولتا۔

دَعَا بِتَرْ جُمَانِهٖ ۔۔۔ مَنْ یَّتْبَعُهٗ اَشْرَافُ النَّاسِ اَمْ ضُعَفَاءُ هُمْ : حسب وہ چیز جس کو آدمی بڑا خیال کرے اور اپنے لئے بطور فخر بیان کرے مثلاً شرف وفضل وغیرہ۔ اور باپوں کی عظمت وغیرہ یہ نسب کو بھی شامل ہے۔ یہاں بنو ہاشم مراد ہیں۔ جو قریش کا افضل ترین قبیلہ تھا۔ بخاری کے الفاظ یہ ہیں۔ کیف نسبہ فیکم۔

اَشْرَاف : سے یہاں متکبر ومالدار ہیں ورنہ شرفاء تو اولاد ہاشم حمزہ، جعفر، علی، عباس رضی اللہ عنہم وغیرہ اکابر قریش ،ابوبکر، عمر، عثمان، ابوسلمہ ہیں یہ سب ہرقل کے سوال سے پہلے اسلام لا چکے تھے۔ ابواسحاق کی روایت اس طرح ہے کہ آپ کی متابعت ضعفاء، مساکین اور نوعمر لوگوں نے کی ہے۔ نسب وشرف والوں نے بیعت نہیں کی۔ اور یہ اکثر واغلب پر محمول ہے۔

قَالَ وَاللّٰهِ مَا اَمْكَنَنِیْ : یعنی میں ان تمام باتوں میں کوئی ایسی بات نہ کہہ سکا جس سے آپ کی طرف عیب ونقصان کی نسبت کر سکوں سوائے اس ایک جملہ کے کہ معلوم نہیں اس صلح کے انجام پر وہ کیا کرنے والا ہے۔ غدر یا وفا۔

قَالَ فَهَلْ قَالَ هٰذَا الْقَوْلَ اَحَدٌ : اس سے کہا انبیاء معروفین کے علاوہ وہ خود قوم قریش میں سے کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔

ثُمَّ قَالَ لِتَرْ جُمَانِهٖ : جب ہرقل سوالات سے فارغ ہوا تو اس نے نقل وعقل اور عرف کے لحاظ سے ان کا مفہوم بیان کیا۔

سَاَلْتُكَ عَنْ اَتْبَاعِهٖ :امراء جاہ وتکبر کی وجہ سے انبیاء کی پیروی نہیں کرتے۔ ضعفاء ان کی اتباع میں سبقت کرتے ہیں۔

هَلْ كُنْتُمْ تَتَّهِمُوْنَهٗ بِالْكِذْبِ : ہر شخص اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کو برا جانتا ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ لوگوں پر جھوٹ نہ باندھے اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے۔

هَلْ یَزِیْدُوْنَ : دین کا معاملہ اسی طرح پورا ہوتا ہے اس میں نماز، روزہ، زکوۃ وغیرہ ہے۔ اس لئے آخری زمانہ میں۔ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی اتری۔

هَلْ قَاتَلْتُمُوْهُ ۔۔۔ وَلَمْ اَكُ اَظُنُّهٗ مِنْكُمْ : یعنی میرے خیال میں یہ بات نہ تھی کہ وہ نسل اسماعیل علیہ السلام سے ہوگا بلکہ میں تو اسے اولاد واسحاق سے خیال کرتا تھا۔ کیونکہ ابراہیم علیہ السلام کے بعد اکثر انبیاء علیہم السلام اولاد اسحاق سے ہوئے ہیں۔ ہرقل کا یہ قول پہلی کتابوں کی معلومات کی وجہ سے تھا کہ اگر وہ باتیں سچی ہیں جو تم کہتے ہو تو بلاشبہ وہ پیغمبر ہے۔ ہرقل کہانت ونجوم کا بھی ماہر تھا۔ جیسا بخاری میں آیا ہے۔ ہرقل کہنے لگا میں نے دیکھا ہے ختان کے بادشاہ کو۔ پھر اس نے پوچھا کہ اس امت میں کوئی ختنہ کرتا ہے۔ لوگوں نے کہا عرب ختنہ کرتے ہیں۔ ہرقل نے آپ کی حقیقت علامات سے معلوم کر لی مگر بادشاہت کے چلے جانے کے سبب ایمان نہ لایا۔ اسے اس معرفت کا کوئی فائدہ نہ ہوا۔ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام سے جنگ کی۔ اور اس نے اپنی فوجوں کے ساتھ پوری قوت سے مسلمانوں کا مقابلہ کیا۔ بالآخر شکست خوردہ مر گیا۔ اس کی مملکت کا بڑا حصہ فتح ہو گیا۔ پھر اس کا بیٹا حکمران ہوا اور اس کے مرنے کے بعد رومیوں کی حکومت ختم ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے رومیوں پر مسلمانوں کو شوکت وغلبہ عنایت فرمایا۔ رومیوں میں بہت سے مسلمان ہو گئے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے سلطنت عنایت فرمائی۔ یہ عثمانی ترک رومی لوگ ہی ہیں جنہوں

نے ساڑھے تین سو سال عالم اسلام اور سرزمین حجاز کی خدمات انجام دیں۔ جزاھم اللہ خیر الجزاء ونصرھم علی جمیع الاعداء۔

اصل بات یہ ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جس کو گمراہ کرے اس کو ہدایت نہیں مل سکتی۔ ہرقل سعادت ازلیہ سے محروم ہونے کی بناء پر ایمان نہ لایا۔ جاہ و مال کی طمع میں کفر ہی میں موت آگئی۔ فیا للشقاوۃ۔

لَوْ کُنْتُ عِنْدَہٗ: اس ہرقل نے آپ کی تعظیم وتکریم کی اس وجہ سے اس کی سلطنت باقی رہی اور اس کی اولاد کو ملی۔ البتہ خسرو پرویز نے آپ کے خط کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اللہ تعالیٰ نے اس کے ملک کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور اس کی اولاد کو منتشر کر دیا۔ اس کا تمام ملک اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ سیف الدین نے کہا کہ مجھے مغرب کے بادشاہ نے کسی انگریز حکمران کی طرف کسی کام سے بھیجا۔ اس نے وہ کام کر دیا اور مجھے ٹھہرنے کا کہا۔ میں نے انکار کر دیا۔ پھر اس نے کہا میں تجھے عمدہ تحفہ دینا چاہتا ہوں۔ پھر اس نے صندوق سے ایک سونے کا ڈبہ نکالا پھر اس میں سے اس نے ایک خط نکالا جس کے اکثر حروف ختم ہو چکے تھے اور وہ کہنے لگا یہ تمہارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خط ہے جو میرے دادا قیصر کو بھیجا گیا تھا اور اس کی میراث میں اب تک چلا آرہا ہے۔ ہمارے دادا نے وصیت کی تھی کہ جب تک یہ خط تمہارے پاس رہے گا تمہارا ملک تمہارے ہاتھوں سے نہ چھنے گا۔ ہم اس کی حفاظت کرتے ہیں تاکہ ہمارا ملک قائم رہے۔ (ذکرہ کمال الدین)

فقد سبق تمام ...... : بخاری کی روایت میں وارد ہے کہ ہرقل نے رومی سرداروں کو اپنے مکان میں جمع کیا اور اس کے دروازے بند کرنے کا حکم دیا۔ اور اس نے ان سے مخاطب ہو کر کہا اے میرے گروہ! اگر تم مقصود میں کامیابی چاہتے ہو تو نبی آخر الزمان پر ایمان لے آؤ۔ تمام سردار اچھلے اور اس طرح بھاگے جیسے گدھے بھاگتے ہیں۔ تو ہرقل نے ان کی وحشت کو بھانپ لیا اور کہنے لگا میں تو تمہارا امتحان کرنا چاہتا تھا کہ تم اپنے دین پر کس قدر مضبوط ہو۔ پس میں نے جانچ لیا۔ انہوں نے ہرقل کو سجدہ کیا اور اس سے راضی ہو گئے۔ ہرقل کا آخری حال یہی تھا کہ وہ کفر پر مرا۔ مسند احمد میں مذکور ہے کہ اس نے تبوک میں آپ کی جانب ایک خط لکھا کہ میں آپ پر ایمان رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا جھوٹ بولتا ہے۔ وہ اپنی نصرانیت پر قائم ہے۔

ایک نکتہ:

واقعہ ہرقل سے معلوم ہوا کہ علم وعقل مندی ایمان لانے کے لئے کافی نہیں ہے جب تک کہ توفیق الٰہی ساتھ نہ دے۔ چنانچہ یہود بے بہبود کا بھی یہی حال تھا۔ نمبر ۲ حب دنیا و جاہ حق کو پانے میں رکاوٹ ہیں۔ واللہ اعلم۔

بَابُ فِی الْمِعْرَاجِ

معراج

معراج، آلہ عروج و بلندی، عروج کا معنی اوپر چڑھنا ہے گویا معراج کا معنی سیڑھی ہے۔ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک سیڑھی رکھی گئی اس پر چڑھ کر آسمانوں پر تشریف لے گئے۔ ایک روایت یہ ہے۔ یہ وہی سیڑھی ہے جس سے ملائکہ اوپر چڑھتے ہیں۔

تاریخ معراج:

علماء کی اکثریت اس پر ہے کہ معراج ۱۲ نبوت ماہ ربیع الاول میں ہوئی۔ نمبر ۲ بعض نے ۲۷ رمضان عام مشہور ۲۷ رجب کو ہوئی۔ اہل مدینہ کا عمل اسی قول پر ہے۔ نمبر ۳ بعض کے ہاں ۶،۵ نبوت میں ہوئی۔

اقسام معراج

اسراء:

مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کے سفر کو کہا جاتا ہے۔

معراج:

مسجد اقصیٰ سے آسمانوں تک کے سفر کو کہا جاتا ہے۔ اسراء تو نص قرآنی مجید سے ثابت ہے۔ اس کا منکر کافر ہے۔ معراج احادیث مشہورہ سے ثابت ہے۔ اس کا منکر گمراہ اور مبتدع ہے۔

حقیقت معراج:

اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔ نمبر ا خواب میں یا بیداری میں پھر معراج ایک مرتبہ یا کئی بار۔ ایک بار جاگتے اور کئی بار سوتے میں ہوئی۔ سونے کی حالت میں جو پیش آیا وہ جاگنے کی حالت میں پیش آنے کی تمہید تھی۔ تا کہ اس عالم سے ایک انس پیدا ہو جائے جیسا سچے خوابوں میں ہوتا تھا کہ رات کو خواب آتے صبح کو ان کی تعبیر سامنے آتی۔ نمبر ا بدن کے ساتھ جاگنے کی حالت میں بیت المقدس تک اور وہاں سے آسمان تک روح کے ساتھ۔ نمبر ۲ اہل سنت کا تحقیقی قول یہ ہے کہ جاگنے کی حالت میں مکہ سے مسجد اقصیٰ اور وہاں سے آسمانوں تک کا سفر بدن کے ساتھ جاگنے کی حالت میں ہوا۔ جیسا کہ احادیث صحیحہ میں مذکور ہے۔ جمہور فقہاء متکلمین اور صوفیہ صافیہ کا یہی مذہب ہے۔ اگر یہ خواب کا واقعہ ہوتا تو کفار کے شور و غوغا کی چنداں حاجت نہ تھی۔ جسمانی معراج آپ کی خصوصیات میں سے ہے۔ کسی اور پیغمبر ﷺ کے متعلق کسی صحیح روایت سے اس طرح کی معراج ثابت نہیں اگر عقل پرست نہیں مانتے تو تمام اطوار نبوت اور معجزات جو انکی عقل میں نہ آئیں تو کیا انکے نہ ماننے سے تمام ایمانیات کو چھوڑ دیا جائیگا۔ حاشا وکلا۔ ایسے محروم الایمان اور محروم القسمت قابل خطاب ہی نہیں۔ معراج کی روایت کو تمیں سے زیادہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے روایت کیا سب سے زیادہ تفصیلی روایت یہی مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ سے ہے جو فصل اول کی پہلی روایت ہے۔ واللہ اعلم۔

الفصل الاول:

روایت مالک بسلسلہ معراج

۱/۵۷۰۲ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ صَعْصَعَةَ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حَدَّثَهُمْ عَنْ لَيْلَةِ اُسْرِىَ بِهٖ قَالَ بَيْنَمَا اَنَا فِى الْحَطِيْمِ وَرُبَّمَا قَالَ فِى الْحِجْرِ مُضْطَجِعًا اِذْ اَتَانِىْ اٰتٍ فَشَقَّ مَا بَيْنَ هٰذِهٖ اِلٰى هٰذِهٖ يَعْنِىْ مِنْ ثُغْرَةِ نَحْرِهٖ اِلٰى شِعْرَتِهٖ فَاسْتَخْرَجَ قَلْبِىْ ثُمَّ اُتِيْتُ بِطَسْتٍ مِّنْ ذَهَبٍ مَمْلُوْءٍ اِيْمَانًا فَغَسَلَ قَلْبِىْ ثُمَّ حُشِىَ ثُمَّ اُعِيْدَ وَفِىْ رِوَايَةٍ ثُمَّ غُسِلَ الْبَطْنُ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ مُلِئَ اِيْمَانًا وَحِكْمَةً ثُمَّ اُتِيْتُ بِدَابَّةٍ دُوْنَ الْبَغْلِ وَفَوْقَ الْحِمَارِ اَبْيَضَ يُقَالُ لَهُ الْبُرَاقُ يَضَعُ خَطْوَهٗ عِنْدَ اَقْصٰى طَرْفِهٖ فَحُمِلْتُ عَلَيْهِ فَانْطَلَقَ بِىْ جِبْرَئِيْلُ حَتّٰى اَتَى السَّمَآءَ الدُّنْيَا فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرَئِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِئُ جَآءَ فَفُتِحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَاِذَا فِيْهَا اٰدَمُ فَقَالَ هٰذَا اَبُوْكَ اٰدَمُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ السَّلَامَ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْاِبْنِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَبِىْ حَتّٰى اَتَى السَّمَآءَ الثَّانِيَةَ فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرَئِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِئُ جَآءَ فَفُتِحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ اِذَا يَحْيٰى وَعِيْسٰى وَهُمَا ابْنَا خَالَةٍ قَالَ هٰذَا يَحْيٰى وَهٰذَا عِيْسٰى فَسَلِّمْ عَلَيْهِمَا فَسَلَّمْتُ فَرَدَّا ثُمَّ قَالَا مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَبِىْ اِلَى السَّمَآءِ الثَّالِثَةِ فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرَئِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِئُ جَآءَ فَفُتِحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ اِذَا يُوْسُفُ قَالَ هٰذَا يُوْسُفُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَبِىْ حَتّٰى اَتَى السَّمَآءَ الرَّابِعَةَ فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرَئِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِئُ جَآءَ فَفُتِحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَاِذَا اِدْرِيْسُ فَقَالَ هٰذَا اِدْرِيْسُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَبِىْ حَتّٰى اَتَى السَّمَآءَ الْخَامِسَةَ فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرَئِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِئُ فَفُتِحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَاِذَا هَارُوْنُ قَالَ هٰذَا هَارُوْنُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَبِىْ حَتّٰى اَتَى السَّمَآءَ السَّادِسَةَ فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرَئِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِئُ جَآءَ فَفُتِحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَاِذَا مُوْسٰى قَالَ هٰذَا مُوْسٰى فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ فَلَمَّا جَاوَزْتُ بَكٰى قِيْلَ لَهٗ مَا يُبْكِيْكَ قَالَ اَبْكِىْ لِاَنَّ غُلَامًا بُعِثَ بَعْدِىْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِهٖ اَكْثَرُ مِمَّنْ يَّدْخُلُهَا مِنْ اُمَّتِىْ ثُمَّ صَعِدَبِىْ اِلَى السَّمَآءِ السَّابِعَةِ فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرَئِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ بُعِثَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ

مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَآءَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَاِذَا اِبْرَاهِيْمُ قَالَ هٰذَا اَبُوْكَ اِبْرَاهِيْمُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ السَّلَامَ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْاِبْنِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ رُفِعْتُ اِلٰى سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى فَاِذَا نَبِقُهَا مِثْلُ قِلَالِ هَجَرٍ وَاِذَا وَرَقُهَا مِثْلُ اٰذَانِ الْفِيَلَةِ قَالَ هٰذَا سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰى فَاِذَا اَرْبَعَةُ اَنْهَارٍ نَهْرَانِ بَاطِنَانِ وَنَهْرَانِ ظَاهِرَانِ قُلْتُ مَا هٰذَانِ يَا جِبْرَئِيْلُ قَالَ اَمَّا الْبَاطِنَانِ فَنَهْرَانِ فِي الْجَنَّةِ وَاَمَّا الظَّاهِرَانِ فَالنِّيْلُ وَالْفُرَاتُ ثُمَّ رُفِعَ لِيَ الْبَيْتُ الْمَعْمُوْرُ ثُمَّ اُتِيْتُ بِاِنَاءٍ مِّنْ خَمْرٍ وَّاِنَاءٍ مِّنْ لَّبَنٍ وَّاِنَاءٍ مِّنْ عَسَلٍ فَاَخَذْتُ اللَّبَنَ فَقَالَ هِيَ الْفِطْرَةُ اَنْتَ عَلَيْهَا وَاُمَّتُكَ ثُمَّ فُرِضَتْ عَلَيَّ الصَّلٰوةُ خَمْسِيْنَ صَلٰوةً كُلَّ يَوْمٍ فَرَجَعْتُ فَمَرَرْتُ عَلٰى مُوْسٰى فَقَالَ بِمَ اُمِرْتَ قُلْتُ اُمِرْتُ بِخَمْسِيْنَ صَلٰوةً كُلَّ يَوْمٍ قَالَ اِنَّ اُمَّتَكَ لَا تَسْتَطِيْعُ خَمْسِيْنَ صَلٰوةً كُلَّ يَوْمٍ وَّاِنِّيْ وَاللّٰهِ قَدْ جَرَّبْتُ النَّاسَ قَبْلَكَ وَعَالَجْتُ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ اَشَدَّ الْمُعَالَجَةِ فَارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسَلْهُ التَّخْفِيْفَ لِاُمَّتِكَ فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ عَنِّيْ عَشْرًا فَرَجَعْتُ اِلٰى مُوْسٰى فَقَالَ مِثْلَهٗ فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ عَنِّيْ عَشْرًا فَرَجَعْتُ اِلٰى مُوْسٰى فَقَالَ مِثْلَهٗ فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ عَنِّيْ عَشْرًا فَرَجَعْتُ اِلٰى مُوْسٰى فَقَالَ مِثْلَهٗ فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ عَنِّيْ عَشْرًا فَاُمِرْتُ بِعَشْرِ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ فَرَجَعْتُ اِلٰى مُوْسٰى فَقَالَ مِثْلَهٗ فَرَجَعْتُ فَاُمِرْتُ بِخَمْسِ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ فَرَجَعْتُ اِلٰى مُوْسٰى فَقَالَ بِمَا اُمِرْتَ قُلْتُ اُمِرْتُ بِخَمْسِ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ قَالَ اِنَّ اُمَّتَكَ لَا تَسْتَطِيْعُ خَمْسَ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ وَّاِنِّيْ قَدْ جَرَّبْتُ النَّاسَ قَبْلَكَ وَعَالَجْتُ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ اَشَدَّ الْمُعَالَجَةِ فَارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسَلْهُ التَّخْفِيْفَ لِاُمَّتِكَ قَالَ سَاَلْتُ رَبِّيْ حَتّٰى اسْتَحْيَيْتُ وَلٰكِنِّيْ اَرْضٰى وَاُسَلِّمُ قَالَ فَلَمَّا جَاوَزْتُ نَادٰى مُنَادٍ اَمْضَيْتُ فَرِيْضَتِيْ وَخَفَّفْتُ عَنْ عِبَادِيْ ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاري في صحيحه ۲۰۱/۷حديث رقم ۳۸۸۷ومسلم في صحيحه ۱۵۱/۱حديث رقم (۲۶۵-۱۶۴) واخرجه النسائي في السنن ۲۱۷/۱ حديث رقم ۴۴۸ واحمد في المسند ۲۰۷/۴۔

ترجمہ: حضرت قتادہ نے انس بن مالکؓ سے اور انہوں نے حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے مجھے اس رات سے متعلق خبر دی جس میں آپ کو معراج کرائی گئی۔'' کہ میں حطیم میں پڑا تھا اور بسا اوقات حجر کا لفظ بولا'' کہ میرے پاس ایک آنے والا آیا اور اس نے یہاں سے یہاں تک چیر دیا یعنی گلے کی گرہ سے لے کر آپ کے عانہ کے بالوں تک پھر اس سے انہوں نے میرا دل نکالا۔ پھر میرے پاس سونے کا ایک تھال لایا گیا جو ایمان سے بھرا ہوا تھا۔ پس میرے دل کو دھو کر پھر اسے (ایمان سے) بھر دیا گیا۔ پھر اپنی جگہ لوٹا دیا گیا۔ ایک روایت میں اس طرح ہے کہ پھر زمزم کے پانی سے میرے پیٹ کو دھویا گیا پھر اسے ایمان وحکمت سے بھر دیا گیا'' پھر میرے پاس ایک جانور لایا گیا جو خچر سے چھوٹا اور گدھے سے بڑا سفید رنگ کا تھا جس کو براق کہا جاتا ہے۔ وہ اپنی منتہائے نظر پر ایک قدم رکھتا۔ مجھے اس پر سوار کیا گیا پھر مجھے جبرائیل علیہ السلام لے چلے یہاں تک کہ وہ آسمان دنیا تک پہنچے انہوں نے دروازہ کھلنے کا کہا تو پوچھا گیا کون؟ تو انہوں نے جواب دیا جبرائیل۔ ان سے پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہیں؟ کہا گیا کہ محمد ﷺ ہیں

۔کہا گیا کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ کہا گیا جی ہاں جواب ملا ان کو خوش آمدید ہو۔ان کا آنا خوب ہے۔پس دروازہ کھول دیا گیا۔جب میں داخل ہوا تو وہاں آدم علیہ السلام موجود تھے تو جبرائیل نے کہا یہ تمہارے باپ آدم علیہ السلام ہیں ان کو سلام کرو پس میں نے ان کو سلام کیا تو انہوں نے سلام کا جواب دیا پھر فرمایا نیک فرزند اور صالح نبی کو مرحبا ہو۔پھر جبرائیل علیہ السلام مجھے اوپر لے گئے۔یہاں تک کہ وہ دوسرے آسمان تک پہنچے تو دروازہ کھلوایا گیا۔پوچھا گیا کون ہیں؟ جبرائیل نے جواب دیا میں جبرائیل ہوں۔پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔پوچھا گیا کیا ان کو بلایا گیا ہے۔جواب دیا جی ہاں۔کہا گیا تمہیں خوش آمدید ہو۔آپ کا آنا اچھا ہو۔پھر دروازہ کھولا گیا۔جب میں داخل ہوا تو وہاں یحییٰ و عیسیٰ خالہ زاد بھائیوں کو پایا۔جبرائیل نے کہا یہ یحییٰ اور یہ عیسیٰ علیہما السلام ہیں ان کو سلام کرو تو میں نے ان کو سلام کیا ان دونوں نے جواب دیا پھر کہنے لگے نیک بھائی اور نبی صالح کو خوش آمدید ہو۔پھر جبرائیل علیہ السلام مجھے تیسرے آسمان کی طرف لے گئے اور دروازہ کھلوایا گیا۔پوچھا گیا کون؟ جواب دیا جبرائیل۔پوچھا گیا تمہاری معیت میں کون ہے؟ جواب دیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کیا ان کو بلایا گیا ہے۔جواب دیا جی ہاں۔کہا گیا تمہارا آنا خوب ہے۔پھر دروازہ کھول دیا گیا جب میں اندر داخل ہوا تو وہاں یوسف علیہ السلام کو پایا۔جبرائیل نے کہا یہ یوسف ہیں۔ان کو سلام کرو۔میں نے سلام کیا انہوں نے جواب دیا اور کہا نیک بھائی اور نیک نبی کی آمد خوب ہے۔پھر مجھے اوپر لے گئے یہاں تک کہ چوتھے آسمان تک پہنچے۔دروازہ کھلنے کا کہا گیا پوچھا گیا کون؟ جواب دیا جبرائیل۔پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون؟ جواب دیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔پوچھا گیا کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ جواب دیا جی ہاں۔کہا گیا آپ کی آمد خوب ہو پھر دروازہ کھولا گیا۔جب ہم اندر داخل ہوئے تو وہاں ادریس علیہ السلام تھے۔جبرائیل نے کہا یہ ادریس ہیں ان کو سلام کریں۔میں نے ان کو سلام کیا انہوں نے جواب دیا۔نیک بھائی اور نیک نبی کو خوش آمدید ہو۔پھر مجھے اوپر لے جایا گیا یہاں تک کہ پانچویں آسمان تک پہنچے۔دروازہ کھلنے کا کہا گیا۔تو پوچھا گیا کون؟ جواب دیا میں جبرائیل ہوں۔پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہے۔جواب دیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔پوچھا گیا کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ جواب دیا جی ہاں بلایا گیا ہے۔تو کہا ان کی آمد خوب ہے۔پھر دروازہ کھولا گیا جب میں اندر گیا تو وہاں ہارون علیہ السلام کو پایا۔جبرائیل نے کہا یہ ہارون علیہ السلام ہیں ان کو سلام کیجئے۔انہوں نے کہا نیک بھائی اور صالح نبی کو خوش آمدید ہو۔پھر مجھے اوپر لے جایا گیا یہاں تک کہ چھٹے آسمان تک پہنچے دروازہ کھلوایا گیا۔پوچھا گیا کون؟ جواب دیا میں جبرائیل ہوں۔پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون؟ جواب دیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔کہا گیا کیا ان کو بلایا گیا ہے۔جواب دیا جی ہاں۔کہا گیا خوش آمدید ہو آپ کا آنا اچھا ہوا۔پھر دروازہ کھولا گیا تو وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پایا۔جبرائیل نے کہا یہ موسیٰ علیہ السلام ہیں ان کو سلام کرو۔میں نے ان کو سلام کیا انہوں نے جواب دیا پھر انہوں نے کہا صالح بھائی اور صالح نبی کو خوش آمدید ہو۔جب وہاں سے آگے بڑھے تو وہ رونے لگے۔ان سے پوچھا آپ کو کیا چیز رلا رہی ہے؟ فرمایا کہ ایک جوان کو میرے بعد پیغمبر بنائے گئے۔اور ان کی امت میری امت سے زیادہ جنت میں جائے گی۔پھر مجھے ساتویں آسمان کی طرف اٹھایا گیا جبرائیل نے دروازہ کھلوانے کے لئے کہا۔پوچھا گیا کون ہیں؟ جواب ملا جبرائیل۔پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون؟ جواب دیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔کہا گیا۔کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ جواب دیا جی ہاں۔کہا گیا تمہارا آنا اچھا ہوا۔پھر جب میں وہاں داخل ہوا تو اچانک میں نے ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا۔جبرائیل نے کہا یہ آپ کے والد ابراہیم علیہ السلام ہیں تو میں نے ان کو سلام کیا انہوں نے جواب دیا پھر کہا اے صالح نبی اور صالح فرزند کی آمد خوب ہو۔پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ تک اٹھایا گیا تو اس کے بیر مقام ہجر کے مٹکوں کی طرح تھے اور اس کے

پتے ہاتھی کے کانوں کی طرح۔ جبرائیل نے کہا یہ سدرۃ المنتہیٰ ہے اچانک میں نے دیکھا کہ چار نہریں تھیں جس میں دو خفیہ اور دو ظاہر تھیں۔ میں نے پوچھا جبرائیل یہ کیا ہے؟ عرض کیا خفیہ نہریں تو جنت کی دو نہریں ہیں اور ظاہری نہریں نیل وفرات ہیں۔ پھر میرے سامنے بیت المعمور لایا گیا۔ پھر میرے پاس شراب، دودھ اور شہد کے برتن پیش کیے گئے۔ تو میں نے دودھ قبول کیا تو جبرائیل نے کہا یہ وہی فطرت ہے جس پر آپ اور آپ کی امت ہے۔ پھر مجھ پر ہر دن میں پچاس نمازیں فرض کی گئیں۔ پس میں لوٹا تو میرا گزر موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے ہوا۔ تو انہوں نے پوچھا آپ کو کیا حکم ہوا؟ میں نے کہا ہر روز پچاس نمازوں کا حکم ملا ہے۔ انہوں نے کہا آپ کی امت ہر روز پچاس نمازوں کی طاقت نہ رکھے گی۔ اللہ کی قسم! بے شک میں نے آپ سے پہلے لوگوں کی آزمائش کی اور بنی اسرائیل کو خوب آزمایا۔ پس آپ بارگاہ الٰہی میں جا کر اللہ تعالیٰ سے امت کے لئے تخفیف کا سوال کریں۔ چنانچہ میں واپس لوٹا تو مجھ سے دس نمازیں کم کر دی گئیں۔ پھر میں جناب موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹا تو انہوں نے اسی طرح کی بات کہی پس میں دوبارہ بارگاہ الٰہی میں لوٹا تو اس نے دس مزید معاف فرمائیں۔ میں پھر جناب موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹا تو انہوں نے پہلے والی بات کہی تو پھر لوٹ کر گیا تو اللہ تعالیٰ نے دس اور معاف فرمادیں۔ میں پھر موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹا تو انہوں نے اسی طرح کی بات کہی تو میں پھر لوٹ گیا پھر اللہ تعالیٰ نے مجھ سے دس اور معاف کر دیں۔ میں دوبارہ موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹا انہوں نے پھر وہی کہا۔ تو میں پھر لوٹا پس مجھے ہر روز پانچ نمازوں کا حکم دیا گیا۔ میں پھر جناب موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹا تو انہوں نے پوچھا آپ کو کیا حکم ملا؟ میں نے کہا ہر دن پانچ نمازیں انہوں نے کہا آپ کی امت ہر روز پانچ نمازوں کی طاقت نہ رکھ سکے گی۔ میں نے آپ سے پہلے لوگوں کی آزمائش کر لی ہے۔ اور بنی اسرائیل کو میں نے خوب آزمایا ہے۔ آپ پھر بارگاہ الٰہی میں لوٹ کر تخفیف کا سوال کریں۔ آپ نے کہا میں نے اپنے رب سے اتنی بار سوال کر لیا ہے کہ اب سوال کرتے حیاء آتی ہے لیکن میں اس پر راضی ہو کر اس کو تسلیم کرتا ہوں۔ پھر جب میں آگے بڑھا تو ایک منادی نے آواز دی میں نے اپنے فریضہ کو مقرر جاری کر دیا اور اپنے بندوں سے تخفیف کر دی۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ **اَنَا فِی الْحَطِیْمِ ---- فَشَقَّ مَا بَیْنَ ھٰذِہٖ** : حجر و حطیم دونوں ہی صحن کعبہ میں واقع ہیں اس لئے کبھی وہ کہا دوسرے وقت دوسرا۔ شق صدر کا یہ معاملہ اس کے علاوہ ہے جو بچپن یا جوانی میں پیش آیا۔ اس کی حکمت یہ ہے تاکہ قلب شریف میں کمال معرفت وعلم بھر دیا جائے جس سے ان انوار کو برداشت کرنے کی قوت پیدا ہو۔ پھر دل کو نکال کر سونے کے تشت میں رکھا گیا یہ تمثیل ہے یا ایمان کو اسی طرح صورت دی گئی جس طرح قیامت میں تولنے کے لئے دی جائے گی۔

ثُمَّ اُتِیْتُ بِدَابَّۃٍ : صحیح تر یہ ہے کہ یہ براق تمام انبیاء علیہم السلام کی سواری کے لئے مقرر تھا۔ نمبر ۲ ہر نبی کا اس کے مقام و مرتبہ کے مناسب براق ہے جیسا کہ ہر ایک کا حوض آخرت میں ان کے مقام کے مطابق ہوگا۔ پس یہ براق آپ کے ساتھ خاص تھا۔ شیخ متقیؒ فرماتے ہیں براق ہی کہنا اور لکھنا چاہئے اس کا آسمان تک پہنچنا ایک قدم میں تھا کیونکہ اس کا قدم اس کی حد نگاہ پر تھا دوسروں نے کہا آسمانوں پر اس کا سفر سات قدم ہوا۔

فَحُمِلْتُ عَلَیْہِ ---- وَمَنْ مَّعَکَ : آپ کا براق پر سوار ہونا مدد الٰہیہ سے تھا اور جبرائیل آپ کو اپنی قوت کے ساتھ اس کی سواری میں معاونت کرنے والے تھے۔ جبرائیل کو آپ کی خدمت کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ ایک روایت میں ہے جبرائیل نے

رکاب اور میکائیل نے بھاگ تھام کر آپ کو سوار کیا۔اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے آسمان تک کا سفر براق پر تھا۔اس سے ان لوگوں نے استدلال جو اسراء کو براق کو کسی الگ رات میں ہونے کے قائل ہیں۔مگر دیگر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بیت المقدس سے آگے براق نہ تھی بلکہ سیڑھی جس پر آپ نے آسمان کا سفر کیا۔پس اس روایت کو مختصر مانا جائے تا کہ تطبیق ہو جائے۔ایک روایت میں واضح موجود ہے کہ آپ نے براق کو بیت المقدس میں اسی حلقہ سے باندھا جس سے انبیاء علیہم السلام باندھتے تھے

فَانْطَلَقَ بِیْ جِبْرَئِیْلُ حَتّٰی اَتَی السَّمَآءَ الدُّنْیَا : نمبر۱اس سے معلوم ہوا کہ آسمان میں واقعی دروازے ہیں اور ان پر نگران مقرر ہیں۔بعض نے کہا وہ دروازے بیت المقدس کے مقابل ہیں۔نمبر۲اس سے معلوم ہوا کہ دروازے پر اجازت طلب کرتے وقت اپنا نام بتلانا چاہئے۔نمبر۳جبرائیل نے انبیاء علیہم السلام کو تواضع وتعلیم کے لئے پہلے سلام کا حکم دیا۔کیونکہ آپ کا مرتبہ عالی تھا۔نمبر۴آنے والے کو چاہئے کہ کھڑے اور بیٹھنے والوں کو سلام کرے جیسا کہ آپ نے کیا

فَسَلَّمْتُ عَلَیْهِ : نمبر۱نیک نصیبی ایک عظیم مرتبہ ہے۔تمام انبیاء علیہم السلام نے آدم سمیت آپ کی تعریف کی۔نیک بختی تمام خصائل خیر کو جامع ہے۔اسی لئے صالح کی تعریف یہ ہے کہ جو حقوق اللہ اور حقوق العباد کو پورا کرے۔اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام کے لئے اس صفت کو ذکر کیا ہے۔کل من الصالحین و کلا جعلنا صالحین

فَاِذَا اِدْرِیْسُ : پہلے پر آدم۔دوسرے پر عیسیٰ ویحیٰی۔تیسرے پر یوسف اور چوتھے پر ادریس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔اور پانچویں پر ہارون اور چھٹے پر موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔

فَلَمَّا جَاوَزْتُ بَکٰی : حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ رونا حسد کی وجہ سے نہ تھا کیونکہ انبیاء علیہم السلام حسد سے پاک ہیں بلکہ رونا اس بناء پر تھا کہ ان کی امت نے اوامر ونواہی میں بعض اوامر کی خلاف ورزی کر کے اپنے کو ثواب کے کئی درجات سے محروم کیا اور ان کے محروم ہونے کی وجہ سے وہ ثواب اتباع موسیٰ علیہ السلام کو نہیں ملا بخلاف آپ کے صحابہ کرام کے کہ انہوں نے اوامر ونواہی میں آپ کی کامل اتباع کی جس سے امت کی اتباع کا ثواب ہمارے پیغمبر کو کامل طور پر ملا۔نمبر۲آپ اپنی امت کے حال پر شفقت کے طور پر روئے کہ انہوں نے ان کی متابعت سے پورا فائدہ نہ اٹھایا جیسا کہ اس امت نے چھوٹی عمروں کے باوجود اپنے پیغمبر سے فائدہ اٹھایا اور وہ لمبی عمروں کے باوجود اس امت کی کثرت کو نہ پہنچ سکے۔اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کے دلوں میں اپنی امتوں کے لئے خاص شفقت رکھی جوان کو دوسری امتوں پر اتنی نہیں ہوتی۔پس موسیٰ علیہ السلام امت پر شفقت ورحمت کے طور پر روئے تا کہ ایسی اضافہ رحمت کی گھڑی میں ان کو مزید رحمت مل جائے۔شاید اس ساعت کی برکت سے ان کی امت کو کچھ اور مل جائے۔موسیٰ علیہ السلام کا یہ فعل آپ کی خوشدلی کے لئے تھا۔کہ پہلوں کو لمبی عمروں کے باوجود یہ مرتبہ نہیں ملا۔اور پہلی امتیں زیادہ عمروں کے باوجود اتنی جنت میں نہ جائیں گی جتنی اس نوجوان کی امت جنت میں جائے گی۔نمبر۴آپ کو غلام کہا جو جوان کے لئے بولا جاتا ہے اس کہنے کی وجہ سے ممکن ہے یہ ہو کہ آپ کی عمر دیگر انبیاء علیہم السلام کے ان کے زمانہ کے لحاظ سے بھی کم تھی اور برزخی زمانہ کو ملا کر تو اور کم تھی۔

ثُمَّ صَعِدَبِیْ اِلَی السَّمَآءِ السَّابِعَةِ : حافظ سیوطیؒ نے کہا کہ اشکال ہوا ہے کہ ابدان انبیاء علیہم السلام تو قبور میں ہیں ان کو آسمان پر دکھایا گیا۔

ف: نمبر ا یہ ان کی ارواح کے مثالی اجسام تھے۔ نمبر ۲ اللہ تعالیٰ کی اپنی قدرت سے بدن سمیت لے گیا یہ آپ کے اعزاز کے لئے کیا گیا۔

حکمت تخصیص:

انبیاء علیہم السلام کے لئے ایک ایک آسمان کو مخصوص کرنا کس بناء پر تھا پھر الگ الگ ملاقات میں کیا حکمت تھی؟

الجواب: یہ تفاوت درجات کو ظاہر کرنے کے لئے کیا گیا۔ ابوحمزہ کہتے ہیں حضرت آدم علیہ السلام کی ملاقات پہلے آسمان پر اس لئے کرائی کہ وہ پہلے پیغمبر اور پہلے باپ ہیں اس لئے اول آسمان پر ہونا ان کا مناسب تھا۔ نمبر ۲ عیسیٰ و یحییٰ علیہما السلام کو دوسرے آسمان پر اس لئے رکھا گیا کہ ان کا زمانہ نبوت ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب تر تھا۔ نمبر ۳ یوسف علیہ السلام تیسرے آسمان پر تھے کیونکہ ان کا زمانہ عیسیٰ علیہ السلام کے قریب ہے اور آپ کی امت ان کی صورت میں جنت میں جائے گی۔ حضرت ادریس علیہ السلام چوتھے آسمان پر تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بلند مقام دیا۔ فرمایا ورفعناہ مکانا علیا۔ چوتھا آسمان ساتوں میں درمیانہ اور معتدل ہے گویا یہ معتدل درجے والے ہیں۔ نمبر ۵ حضرت ہارون علیہ السلام کو پانچویں آسمان پر دکھایا گیا کیونکہ وہ اپنے بھائی موسیٰ علیہ السلام کے قریب تر تھے۔ نمبر ۶ موسیٰ علیہ السلام چھٹے آسمان پر کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو شرف کلام بخشا۔ نمبر ۷ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ساتویں آسمان پر دکھایا گیا کیونکہ ان کا مرتبہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بڑھ کر ہے۔

ثُمَّ رُفِعْتُ اِلٰی سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى: یہ ساتویں آسمان میں ایک درخت کا نام ہے جس کی جڑ چھٹے آسمان میں ہے۔ سدرہ۔ بیری کو کہتے ہیں۔ المنتہیٰ کہنے کی وجہ یہ ہے مخلوق کے علوم کی انتہاء اس پر ہوتی ہے۔ اس سے آگے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی نہیں گزرا۔ کسی شاعر نے خوب کہا۔ چناں گرم در تیہ قربت براند ۔۔۔۔ کہ در سدرہ جبرئیل از و باز ماند

فِیلَة: یہ فیل کی جمع ہے جیسا دیک، دیک کی جمع ہے۔ یہ مشابہت دینا عوام کو سمجھانے کے لئے ہے ورنہ وہ پتے تو حصر کی حد سے زیادہ بڑے ہیں۔ جبرائیل نے عرض کیا یہ سدرۃ المنتہیٰ ہے۔ اس سے مقصود آپ کو یہ خوشخبری سنانا تھا کہ آپ مخلوق کے علوم کے منتہیٰ پر پہنچ چکے ہیں نمبر ۲ آپ کی مصاحبت سے مفارقت کا عذر پیش کرنا تھا۔ اچانک آپ کو چار نہریں دکھائی دیں جن میں دو مخفی اور دو ظاہر تھیں۔ جبرائیل نے کہا مخفی نہریں جنت کی ہیں بقول مخفی ایک سلسبیل اور دوسری کوثر ہے۔ ان کو مخفی کہنے کی وجہ فقط جنت میں ان کے جاری ہونے کی وجہ سے ہے اس سے باہر نکل نہیں پاتیں۔ دو ظاہر نہریں نیل و فرات ہیں ظاہر یہ ہے کہ نیل سے نیل مصر اور فرات سے فرات کوفہ مراد ہے۔ اس لئے کہ حدیث میں وارد ہے کہ وہ سدرہ کی جڑ سے نکل کر زمین پر بہتی ہیں۔ نمبر ۲ یہ پانی کے شیریں اور لطیف ہونے میں مشابہت دی گئی ہے۔ نمبر ۳ اسماء میں مشابہت کی قسم سے ہے کہ جس طرح یہاں دو دریاؤں کے یہ نام ہیں اسی طرح وہاں بھی اسی طرح کے دو نام ہیں۔

ثُمَّ رُفِعَ لِیَ الْبَیْتُ الْمَعْمُوْرُ: یہ آسمان پر بیت اللہ کی محاذات پر فرشتوں کا کعبہ ہے۔

ثُمَّ اُتِیْتُ بِاِنَاءٍ: دودھ کی تعبیر اس جہاں میں علم اور دین اسلام ہے۔ خواب میں دودھ دیکھا جائے یہ اس شخص کے لئے خوشخبری ہے کہ وہ علم سے فائدہ پائے گا۔ دودھ میں لطافت شیرینی اور زود ہضم ہونے کی صفات ہیں۔ انسان کی ابتدائی غذا یہی ہے۔ شراب شر و فساد کی جڑ ہے اور یہ ام الخبائث ہے۔ شراب کی تعبیر بگاڑ فساد ہے۔ شہد۔ اگر چہ شیریں اور شفاء بخش ہے مگر دودھ

خصوصیات میں اس سے بڑھ کر ہے۔ بعض روایات میں دو کا تذکرہ ہے۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے یہ پیش کرنا سدرۃ المنتہیٰ کے پاس تھا۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ یہ بیت المقدس میں تھا۔ ممکن ہے دو مرتبہ ایسا ہوا ہو۔ واللہ اعلم

ثُمَّ فُرِضَتْ عَلَيَّ الصَّلٰوةُ خَمْسِيْنَ صَلٰوة : ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے گزرنے پر انہوں نے فرمایا (جیسا ترمذی میں ہے) اپنی امت کو میری طرف سے سلام دینا اور ان کو بتلا دینا کہ جنت کی مٹی زرخیز اور پانی شیریں ہے اور وہ چٹیل میدان ہے اس کے درخت سبحان اللہ۔ الحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ہیں۔

فَمَرَرْتُ عَلٰى مُوْسٰى : علامہ خطابی کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بار بار بھیجا اور آپ نے لوٹ کر تخفیف چاہی جو کر دی گئی۔ حضرت کلیم اللہ نے معلوم کر لیا تھا کہ پہلا حکم واجب قطعی نہیں ہے ورنہ تکرار کا کوئی معنی نہیں ہے۔ بار بار عرض کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ پہلا حکم غیر واجب ہے کیونکہ واجب تخفیف کو قبول نہیں کرتا۔ (کذا ذکرہ الطیبی) بندہ عرض کرتا ہے کہ جو واجب نہیں اس میں تخفیف چاہنے کا کوئی مطلب نہیں ہے۔ پس وہی بات درست ہے جو بعض علماء نے کہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے پچاس فرض کیں پھر پانچ پانچ منسوخ کیں جیسا دوسرے احکام میں نسخ ہوا۔

واقعہ معراج بزبان انس

۲/۵۷۰۷ وَعَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُتِيْتُ بِالْبُرَاقِ وَهُوَ دَابَّةٌ اَبْيَضُ طَوِيْلٌ فَوْقَ الْحِمَارِ دُوْنَ الْبَغْلِ يَقَعُ حَافِرُهٗ عِنْدَ مُنْتَهٰى طَرْفِهٖ فَرَكِبْتُهٗ حَتّٰى اَتَيْتُ بَيْتَ الْمَقْدِسِ فَرَبَطْتُهٗ بِالْحَلْقَةِ الَّتِيْ تَرْبِطُ بِهَا الْاَنْبِيَاءُ قَالَ ثُمَّ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَصَلَّيْتُ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجْتُ فَجَاءَنِيْ جِبْرَئِيْلُ بِاِنَاءٍ مِّنْ خَمْرٍ وَاِنَاءٍ مِّنْ لَبَنٍ فَاخْتَرْتُ اللَّبَنَ فَقَالَ جِبْرَئِيْلُ اخْتَرْتَ الْفِطْرَةَ ثُمَّ عُرِجَ بِنَا اِلَى السَّمَاءِ وَسَاقَ مِثْلَ مَعْنَاهُ قَالَ فَاِذَا اَنَا بِاٰدَمَ فَرَحَّبَ بِيْ وَدَعَا لِيْ بِخَيْرٍ وَّقَالَ فِي السَّمَاءِ الثَّالِثَةِ فَاِذَا اَنَا بِيُوْسُفَ اِذَا هُوَ قَدْ اُعْطِيَ شَطْرَ الْحُسْنِ فَرَحَّبَ بِيْ وَدَعَا لِيْ بِخَيْرٍ وَّلَمْ يَذْكُرْ بُكَاءَ مُوْسٰى وَقَالَ فِي السَّمَاءِ السَّابِعَةِ فَاِذَا اَنَا بِاِبْرَاهِيْمَ مُسْنِدًا ظَهْرَهٗ اِلَى الْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ وَاِذَا هُوَ يَدْخُلُهٗ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ لَا يَعُوْدُوْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ ذَهَبَ بِيْ اِلَى السِّدْرَةِ الْمُنْتَهٰى فَاِذَا وَرَقُهَا كَاٰذَانِ الْفِيَلَةِ وَاِذَا ثَمَرُهَا كَالْقِلَالِ فَلَمَّا غَشِيَهَا مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ مَا غَشِيَ تَغَيَّرَتْ فَمَا اَحَدٌ مِّنْ خَلْقِ اللّٰهِ يَسْتَطِيْعُ اَنْ يَّنْعَتَهَا مِنْ حُسْنِهَا وَاَوْحٰى اِلَيَّ مَا اَوْحٰى فَفَرَضَ عَلَيَّ خَمْسِيْنَ صَلٰوةً فِيْ كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ فَنَزَلْتُ اِلٰى مُوْسٰى فَقَالَ مَا فَرَضَ رَبُّكَ عَلٰى اُمَّتِكَ قُلْتُ خَمْسِيْنَ صَلٰوةً فِيْ كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسَلْهُ التَّخْفِيْفَ فَاِنَّ اُمَّتَكَ لَا تُطِيْقُ ذٰلِكَ فَاِنِّيْ بَلَوْتُ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ وَخَبَرْتُهُمْ قَالَ فَرَجَعْتُ اِلٰى رَبِّيْ فَقُلْتُ يَا رَبِّ خَفِّفْ عَلٰى اُمَّتِيْ فَحَطَّ عَنِّيْ خَمْسًا فَرَجَعْتُ اِلٰى مُوْسٰى فَقُلْتُ حَطَّ عَنِّيْ خَمْسًا قَالَ اِنَّ اُمَّتَكَ لَا تُطِيْقُ ذٰلِكَ فَارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسَلْهُ التَّخْفِيْفَ قَالَ فَلَمْ اَزَلْ اَرْجِعُ بَيْنَ

رَبِّیْ وَبَیْنَ مُوْسٰی حَتّٰی قَالَ یَا مُحَمَّدُ اِنَّھُنَّ خَمْسُ صَلَوَاتٍ کُلَّ یَوْمٍ وَّلَیْلَۃٍ لِکُلِّ صَلٰوۃٍ عَشْرٌ فَذٰلِکَ خَمْسُوْنَ صَلٰوۃً مَّنْ ھَمَّ بِحَسَنَۃٍ فَلَمْ یَعْمَلْھَا کُتِبَتْ لَہٗ حَسَنَۃً فَاِنْ عَمِلَھَا کُتِبَتْ لَہٗ عَشْرًا وَمَنْ ھَمَّ بِسَیِّئَۃٍ فَلَمْ یَعْمَلْھَا لَمْ تُکْتَبْ لَہٗ شَیْئًا فَاِنْ عَمِلَھَا کُتِبَتْ لَہٗ سَیِّئَۃً وَاحِدَۃً قَالَ فَنَزَلْتُ حَتّٰی انْتَھَیْتُ اِلٰی مُوْسٰی فَاَخْبَرْتُہٗ فَقَالَ ارْجِعْ اِلٰی رَبِّکَ فَسَلْہُ التَّخْفِیْفَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ قَدْ رَجَعْتُ اِلٰی رَبِّیْ حَتّٰی اسْتَحْیَیْتُ مِنْہُ۔ (رواہ مسلم)

اخرجہ مسلم فی صحیحہ ۱/۱٤٥ حدیث رقم (۲٥۹۔۱٦۲) واحمد فی المسند ۳۹۲/٥۔

ترجمہ: حضرت ثابت بنانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس براق لایا گیا جو سفید لمبا جانور ہے قد میں گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا ہے۔ اس کی ٹاپ حد نگاہ پر پڑتی ہے۔ میں اس پر سوار ہوا یہاں تک کہ میں بیت المقدس میں آیا تو میں نے اسے اسی حلقہ کے ساتھ باندھا جس کے ساتھ انبیاء علیہم السلام باندھتے تھے۔ راوی کہتے ہیں پھر میں مسجد حرام میں داخل ہوا پس میں نے دو رکعت نماز ادا کی پھر میں نکلا تو جبرائیل میرے پاس ایک برتن شراب کا اور ایک دودھ کا لائے۔ تو میں نے دودھ کو چن لیا تو جبرائیل نے کہا آپ نے فطرت کو اختیار کیا پھر ہمیں آسمان کی طرف چڑھایا گیا اور پچھلی روایت کے ہم معنی روایت کی ہے کہ ہم حضرت آدم علیہ السلام کے پاس تھے انہوں نے مجھے مرحبا کہا اور دعائے خیر دی پھر تیسرے آسمان میں پہنچے تو اچانک میں یوسف علیہ السلام کے پاس تھا جن کو کائنات کا آدھا حسن دیا گیا ہے انہوں نے مجھے مرحبا کہا اور میرے لئے دعائے خیر کی۔ اور اس روایت میں موسیٰ علیہ السلام کے رونے کا تذکرہ نہیں۔ (اور اس سے زائد بات یہ ہے) کہ جب ساتویں آسمان پر پہنچے تو ہم جناب ابراہیم علیہ السلام کے پاس تھے جو بیت المعمور سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ اس میں ہر رات ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں جن کو پھر کبھی وہاں آنے کا موقعہ نہیں ملتا۔ پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ کی طرف لے جایا گیا تو اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کی طرح اور اس کے پھل مٹکوں کی طرح تھے۔ جب اس کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے جس چیز نے ڈھانپا تھا ڈھانپا تو وہ پہلی حالت سے بدل گئی۔ اس کے حسن کی کوئی مخلوق تعریف نہیں کر سکتی۔ اور اللہ تعالیٰ نے میری طرف جو وحی کرنا تھا وہ وحی کی گئی اور مجھ پر پچاس نمازیں دن رات میں فرض کی گئیں۔ پھر میں موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا تو آپ نے پوچھا کہ آپ کے رب نے آپ کی امت پر کیا کیا فرض کیا؟ میں نے کہا پچاس نمازیں جو ہر دن رات میں لازم ہوں گی۔ انہوں نے کہا لوٹ کر جاؤ اور تخفیف کی درخواست کرو۔ بے شک آپ کی امت اس کی طاقت نہ پا سکے گی۔ اس لئے کہ میں نے بنی اسرائیل کو آزمایا ان پر تجربہ کر لیا ہے۔ پس میں اپنے رب کی بارگاہ میں لوٹا اور میں نے عرض کی اے میرے رب! میری امت پر تخفیف فرما۔ تو اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں کم کر دیں۔ پھر میں موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹا اور میں نے کہا مجھ سے پانچ کم کر دی گئیں۔ انہوں نے کہا کہ آپ کی امت اس کی بھی طاقت نہ رکھ سکے گی۔ پس آپ لوٹ کر تخفیف کا سوال کریں۔ فرمایا کہ میں اپنے رب کی بارگاہ اور موسیٰ علیہ السلام کے مابین آتا جاتا رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ ہر دن رات میں پانچ نمازیں ہیں اور ہر نماز کا ثواب پچاس گناہ ہے تو یہ پچاس نمازیں ہوئیں۔ جو شخص کسی نیکی کا ارادہ کرے گا پھر اس کو نہ انجام دے تو اس کے لئے ایک نیکی لکھ دی جائے گی اور اگر وہ کرے تو اس کی دس نیکیاں لکھی جائیں گی۔ اور جو شخص گناہ کا ارادہ کرے پھر گناہ کا ارتکاب نہ کرے تو اس کے لئے

کچھ نہ لکھا جائے گا اور پھر اگر وہ ارتکاب معصیت کرے تو اس کا ایک گناہ ہی لکھا جائے گا۔فرمایا پھر میں موسیٰ علیہ السلام کی طرف اترا میں نے انہیں یہ خبر دی تو انہوں نے کہا اپنے رب کی بارگاہ میں واپس جا کر کمی کا سوال کریں۔تب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے کہا میں اپنے رب کی بارگاہ میں اتنی بار لوٹ چکا کہ اب لوٹنے پر شرم آتی ہے۔(مسلم)

تشریح ○ **ثُمَّ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَصَلَّيْتُ فِيْهِ** : بیت المقدس تک اسراء میں تمام علماء کا اجماع ہے یہ تو نص قطعی سے ثابت ہے۔اس کے بعد والے حصہ پر معتزلہ اور عقل پرستوں کو اس لئے کہ خرق والتیام محال ہے **لا حول ولا قوة الا بالله**۔اس روایت میں خمر، دودھ کے برتن اور اس مقام پر پیش کرنے کا تذکرہ ہے۔

مسجد اقصی : مسجد والی زمین مراد ہے مسجد وہاں نہ تھی۔دو رکعت نماز پڑھی اس سے مراد پڑھائی۔اور محاورہ میں ایسا استعمال موجود ہے۔اختصار کے لئے یا نسیان سے امامت والی بات رہ گئی ہے۔جیسا کہ پہلی روایت میں مسجد کا تذکرہ نہیں ہے۔اس روایت میں اختصار کے لئے شہد کا ذکر نہیں کیا۔

ثُمَّ عُرِجَ بِنَا : نووی وسیوطی نے معروف قرار دے کر فاعل جبرائیل یا رب جلیل کو بنایا۔معنی یہ ہے پھر اللہ تعالیٰ مجھے اور جبرائیل کو اوپر لے گیا۔نمبر۲ اس کو مجہول بھی پڑھا گیا۔اس کا معنی یہ ہوگا کہ پھر ہمیں چڑھایا گیا۔

اِذَا هُوَ قَدْ اُعْطِيَ شَطْرَ الْحُسْنِ : ظاہر تر یہ ہے کہ ان کے زمانے کا حسن مراد ہے۔نمبر۲ ہمارے مشائخ متاخرین نے کہا ہمارے حضرت یوسف علیہ السلام سے احسن تھے۔کیونکہ ان کے متعلق منقول نہیں ہے کہ ان کے چہرے کی چمک کا عکس دیوار پر پڑتا تھا۔جب آپ کے متعلق بعض نے نقل کیا ہے۔نمبر۳ آپ کا پورا جمال ظاہر نہ کیا گیا ورنہ وہ دیکھ نہ سکتے۔کذا قال بعض محققین: بعض نے اس طرح معنی کیا ہے یوسف کو میرے حسن سے آدھا حسن دیا گیا ہے یا آپ کے حسن کی بنسبت وہ آدھا حسن رکھتے تھے۔کذا ذکرہ القاری۔شیخ کے کلام کا خلاصہ یہ ہے فی الجملہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام سب سے زیادہ حسن رکھتے تھے۔چنانچہ ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں "میں ایک ایسے شخص کے پاس پہنچا جو کہ احسن خلق اللہ جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے زیادہ حسن رکھتا تھا۔جیسا چاند ستاروں کے بالمقابل۔پھر ترمذی نے حضرت انس سے اس طرح روایت نقل کی ہے اللہ تعالیٰ نے ہر پیغمبر کو خوب رو خوش آواز بنایا۔تمہارا پیغمبر سب سے زیادہ خوب رو اور خوش آواز ہے۔پس ممکن ہے کہ حدیث معراج آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کے لئے ہو۔جیسا بعض نے کہا کہ کلام کرنے والا عموم خطاب میں داخل نہیں ہوتا۔

ابن حجر رحمہ اللہ کا قول:

ایمان رسالت کی تکمیل یہ ہے کہ مسلمان کا یہ اعتقاد ہو کہ کسی آدمی میں حسن ولطافت اسقدر جمع نہیں ہوا جس قدر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں جمع ہوا۔جیسا کہ باطنی سیرت میں جو فضل وکمال جمع ہوئے وہ اور کسی کے لئے جمع نہ ہوئے تو ظاہر باطن کا آئینہ ہے۔

ایک ضابطہ:

مرتبہ الوہیت کے علاوہ فضل وکمال کی ہر قسم آپ کے لئے ثابت ہے۔کوئی ان سے کامل تر تو درکنار برابر بھی نہیں ہو سکتا۔کسی شاعر نے کہا۔

کسے بحسن و ملاحت بیار ما نرسد ☆ ترا دریں سخن انکار کار ما نرسد

ہزار نقد بازار کائنات آرند ☆ یکے بسکہ صاحب عیار ما نرسد

اور اسی حقیقت کو دوسرے انداز میں ایک اور شاعر نے یوں بیان کیا ہے۔

یا صاحب الجمال ویا سید البشر ☆ من وجهك المنير لقد نور القمر

لا يمكن الثناء كما كان حقه ☆ بعد از خدا بزرگ توئی قصه مختصر

اس بیری کو فرشتوں کے بازوؤں کے انوار نے ڈھانپ رکھا تھا۔ نمبر ۲ سونے کی ٹڈیوں نے ڈھانپا تھا۔ نمبر ۳ رنگ برنگ کی چیزوں نے ڈھانپ رکھا تھا جن کی حقیقت معلوم نہیں۔ یہ قول ظاہر تر ہے۔

وَاَوْحٰی اِلَیَّ مَا اَوْحٰی: اس وحی کو بھیجنے والے اور رسول کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ احتیاط اسی میں ہے کہ اسے مجمل و مبہم رکھیں اور تفسیر کے پیچھے نہ پڑیں۔

خَمْسِیْنَ صَلٰوۃً: ایک نسخہ میں فی کل یوم ولیلۃ بھی آیا ہے۔

فَحُطَّ عَنِّیْ خَمْسًا: تقدیر عبارت خمسا خمسا ہے۔ یعنی پانچ پانچ کم ہوں۔ عشر والی روایت میں اختصار ہے۔ اس پر آپ کا یہ قول دلالت کرتا ہے۔ ثم رجعت الی موسی قلت حط عنی خمسا۔

کُتِبَتْ لَهٗ عَشْرًا: متصل عمل کے ساتھ قصد قلب کو ملانے کی وجہ سے ثواب دس گناہ ہوا جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا...... یہ تو کم سے کم ہے باقی مضاعفت کی کوئی حد نہیں سات سو گنا تک بڑھا دیتے ہیں۔ بلکہ اخلاص والے کے لئے اس سے بھی زیادہ اضافہ کرنے والے ہیں۔

مَنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ: برائی کا عزم تھا پھر اسے اللہ تعالیٰ کی خاطر ترک کر دیا تو بلاشبہ اس میں ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔ اگر برائی کی تو ایک برائی لکھی گئی۔ کیونکہ برائی کا بدلہ کیت میں نہیں بڑھایا جاتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ من جاء بالسيئة فلا يجزى الا مثلها وهم لا يظلمون۔ الآيہ۔ اس میں اشارہ کر دیا کہ یہ عدل ہے جیسا کہ مضاعفت فضل ہے۔

واقعہ معراج بروایت ابوذر غفاری

۳/۵۷۰۸ وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ اَبُوْذَرٍّ يُحَدِّثُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فُرِجَ عَنِّيْ سَقْفُ بَيْتِيْ وَاَنَا بِمَكَّةَ فَنَزَلَ جِبْرَئِيْلُ فَفَرَجَ صَدْرِيْ ثُمَّ غَسَلَهٗ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ جَاءَ بِطَسْتٍ مِّنْ ذَهَبٍ مُمْتَلِئٍ حِكْمَةً وَّاِيْمَانًا فَاَفْرَغَهٗ فِيْ صَدْرِيْ ثُمَّ اَطْبَقَهٗ ثُمَّ اَخَذَ بِيَدِيْ فَعُرِجَ بِيْ اِلَى السَّمَاءِ فَلَمَّا جِئْتُ اِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا قَالَ جِبْرَئِيْلُ لِخَازِنِ السَّمَاءِ افْتَحْ قَالَ مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا جِبْرَئِيْلُ قَالَ هَلْ مَعَكَ اَحَدٌ قَالَ نَعَمْ مَعِيَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ فَلَمَّا فَتَحَ عَلَوْنَا السَّمَاءَ الدُّنْيَا اِذَا رَجُلٌ قَاعِدٌ عَلٰى يَمِيْنِهٖ اَسْوِدَةٌ وَّعَلٰى يَسَارِهٖ اَسْوِدَةٌ اِذَا نَظَرَ قِبَلَ يَمِيْنِهٖ ضَحِكَ وَاِذَا نَظَرَ قِبَلَ شِمَالِهٖ بَكٰى فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْاِبْنِ الصَّالِحِ قُلْتُ لِجِبْرَئِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا اٰدَمُ وَهٰذِهِ الْاَسْوِدَةُ عَنْ يَمِيْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ نَسَمُ بَنِيْهِ فَاَهْلُ الْيَمِيْنِ مِنْهُمْ اَهْلُ الْجَنَّةِ

وَالْاَسْوِدَةُ الَّتِیْ عَنْ شِمَالِهٖ اَهْلُ النَّارِ فَاِذَا نَظَرَ عَنْ يَمِيْنِهٖ ضَحِكَ وَاِذَا نَظَرَ قِبَلَ شِمَالِهٖ بَكٰى حَتّٰى عُرِجَ بِیْ اِلَى السَّمَآءِ الثَّانِيَةِ فَقَالَ لِخَازِنِهَا افْتَحْ فَقَالَ لَهٗ خَازِنُهَا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُ قَالَ اَنَسٌ فَذَكَرَ اَنَّهٗ وَجَدَ فِی السَّمٰوٰتِ اٰدَمَ وَاِدْرِيْسَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰى وَاِبْرَاهِيْمَ فِی السَّمَآءِ السَّادِسَةِ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَاَخْبَرَنِیْ ابْنُ حَزْمٍ اِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَاَبَا حَبَّةَ الْاَنْصَارِیَّ كَانَا يَقُوْلَانِ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ عُرِجَ بِیْ حَتّٰى ظَهَرْتُ لِمُسْتَوًى اَسْمَعُ فِيْهِ صَرِيْفَ الْاَقْلَامِ وَقَالَ ابْنُ حَزْمٍ وَاَنَسٌ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفَرَضَ اللّٰهُ عَلٰى اُمَّتِیْ خَمْسِيْنَ صَلٰوةً فَرَجَعْتُ بِذٰلِكَ حَتّٰى مَرَرْتُ عَلٰى مُوْسٰى فَقَالَ مَا فَرَضَ اللّٰهُ لَكَ عَلٰى اُمَّتِكَ قُلْتُ فَرَضَ خَمْسِيْنَ صَلٰوةً قَالَ فَارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَاِنَّ اُمَّتَكَ لَا تُطِيْقُ فَرَاجَعْتُ فَوَضَعَ شَطْرَهَا فَرَجَعْتُ اِلٰى مُوْسٰى فَقُلْتُ وَضَعَ شَطْرَهَا فَقَالَ رَاجِعْ رَبَّكَ فَاِنَّ اُمَّتَكَ لَا تُطِيْقُ ذٰلِكَ فَرَجَعْتُ فَرَاجَعْتُ فَوَضَعَ شَطْرَهَا فَرَجَعْتُ اِلَيْهِ فَقَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَاِنَّ اُمَّتَكَ لَا تُطِيْقُ ذٰلِكَ فَرَاجَعْتُهٗ فَقَالَ هِیَ خَمْسٌ وَهِیَ خَمْسُوْنَ لَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ فَرَجَعْتُ اِلٰى مُوْسٰى فَقَالَ رَاجِعْ رَبَّكَ فَقُلْتُ اسْتَحْيَيْتُ مِنْ رَبِّیْ ثُمَّ انْطَلَقَ بِیْ حَتَّى انْتَهٰى بِیْ اِلٰى سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى وَغَشِيَهَا اَلْوَانٌ لَا اَدْرِیْ مَا هِیَ ثُمَّ اُدْخِلْتُ الْجَنَّةَ فَاِذَا فِيْهَا جَنَابِذُ اللُّؤْلُؤِ وَاِذَا تُرَابُهَا الْمِسْكُ۔

(متفق علیہ)

اخرجه البخاری ۱/۴۵۸ حدیث رقم ۳۴۹ ومسلم فی صحیحه ۱/۱۴۸ حدیث رقم (۲۶۳-۱۶۳) واحمد فی المسند ۵/۱۲۲

ترجمہ: ابن شہاب حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب ابوذر رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے گھر کی چھت کھولی گئی جب کہ میں مکہ میں تھا۔ پھر جبرائیل نازل ہوئے۔ انہوں نے میرا سینہ کھولا پھر اسے آب زمزم سے دھویا۔ پھر سونے کا ایک طشت لایا گیا جو ایمان وحکمت سے بھرا تھا۔ پھر اسے میرے سینے میں ڈال کر اسے سی دیا۔ پھر میرا ہاتھ پکڑ کر آسمان کی طرف لے گئے۔ جب میں آسمان دنیا تک پہنچا تو جبرائیل نے آسمان کے خازن کو کہا کھولو۔ اس نے کہا کون؟ جواب دیا جبرائیل۔ پوچھا گیا کہ تمہارے ساتھ کوئی ہے؟ کہا ہاں میرے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس نے پوچھا کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ جواب دیا گیا جی ہاں۔ جب دروازہ کھولا تو ہم آسمان دنیا میں داخل ہوئے۔ وہاں ایک صاحب تشریف فرما تھے جن کے دائیں جانب کچھ جماعتیں تھیں اور ان کے بائیں جانب کچھ جماعتیں تھیں۔ وہ جب اپنے دائیں جانب دیکھتے تو ہنستے اور جب بائیں جانب دیکھتے تو روتے تھے۔ انہوں نے کہا۔ نبی نیک اور نیک بیٹا خوب آئے۔ میں نے جبرائیل سے پوچھا یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا یہ آدم علیہ السلام ہیں اور یہ دائیں بائیں کی جماعتیں ان کی اولاد کی روحیں ہیں۔ دائیں جانب والے جنتی اور بائیں جانب والے دوزخی ہیں۔ جب وہ اپنے دائیں دیکھتے ہیں تو ہنستے ہیں اور جب بائیں دیکھتے ہیں تو روتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ مجھے دوسرے آسمان تک لے گئے پھر اس کے خزانچی سے کہا کھولو۔ ان سے خازن نے اسی طرح کہا جیسا کہ پہلے آسمان کے خازن نے کہا تھا۔ حضرت انس کا بیان

ہے کہ آپ نے آسمانوں میں حضرت آدم، ادریس، موسیٰ وعیسیٰ، ابراہیم علیہم السلام کو پایا۔ مگر راوی کو پختہ یاد نہ رہا کہ ان کے مقامات کیسے تھے۔ البتہ انہوں نے اس بات کا تذکرہ کیا ہے کہ انہوں نے پہلے آسمان میں آدم علیہ السلام اور چھٹے آسمان پر ابراہیم علیہ السلام کو پایا۔ ابن شہاب کہتا ہے کہ مجھے ابن حزم نے یہ بتلایا کہ ابن عباس اور ابوحبہ انصاری رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے چڑھایا گیا یہاں تک کہ میں ایک ایسے میدان میں پہنچا جس میں میں اقلام کی سرسراہٹ سنتا تھا۔ ابن حزم اور انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ نے میری امت پر پچاس نمازیں فرض کیں تو میں یہ لے کر واپس ہوا۔ یہاں تک کہ میرا گزر موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے ہوا، تو انہوں نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ آپ پر کیا فرض کیا؟ میں نے کہا پچاس نمازیں فرض کیں۔ انہوں نے کہا اپنے رب کی طرف پلٹ جائیں کیونکہ آپ کی امت اس کی طاقت نہ رکھے گی۔ تو انہوں نے مجھے واپس کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کا کچھ حصہ معاف کر دیا۔ میں پھر موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹا تو میں نے کہا کہ اس نے کچھ حصہ معاف فرما دیا ہے۔ تو انہوں نے کہا آپ اپنے رب کی طرف واپس لوٹ جائیں کیونکہ آپ کی امت اس کی طاقت نہ رکھ سکے گی۔ پھر میں واپس لوٹا تو کچھ اور معاف فرما دیں۔ میں پھر موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹا تو انہوں نے کہا اپنے رب کی طرف لوٹ جائیں کیونکہ آپ کی امت اس کی طاقت بھی نہ رکھ سکے گی۔ میں پھر واپس گیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا نمازیں پانچ ہیں اور اصل کے لحاظ سے پچاس ہیں۔ ہمارے ہاں فیصلہ میں تبدیلی نہیں کی جاتی۔ پس میں موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹا تو انہوں نے کہا اپنے رب کی طرف واپس لوٹیں تو میں نے کہا مجھے اپنے رب سے حیا آتی ہے۔ پھر مجھے لے جایا گیا یہاں تک کہ میں سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچا۔ اس پر مختلف رنگ چھا گئے۔ میں نہیں جانتا کہ وہ کیا تھے۔ پھر مجھے جنت میں داخل کیا گیا۔ تو اس میں عمارات موتیوں سے بنی ہوئی تھی اور اس کی مٹی مشک کی تھی۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ فُرِجَ عَنِّیْ سَقْفُ بَیْتِیْ وَاَنَا بِمَکَّةَ: فرج۔ مجہول پڑھا گیا ہے۔ چیرنے (ور کھولنے، زائل کرنے کے معنی میں آتا ہے۔

مقام اسراء:

حطیم، حجر، شعب ابی طالب، بیت ام ہانی یہ مشہور تر ہے۔

ابن حجر کا تقریبی قول:

آپ ام ہانی کے گھر میں سوئے ہوئے تھے۔ اس کو اپنا گھر اس لئے فرمایا آپ نے وہاں رات گزاری اور سکونت اختیار فرمائی۔ وہ شعب ابی طالب میں واقع ہے۔ فرشتہ آیا اور ان کے گھر کی چھت کھول کر آپ کو کعبہ میں لایا۔ وہاں آپ نیند کے اثرات کی وجہ سے لیٹ گئے۔ پھر حطیم سے آپ کو مسجد حرام کے دروازے کی طرف نکالا۔ اور براق پر سوار کر کے مسجد اقصیٰ کی طرف لے گئے۔ (فتح الباری)

فَنَزَلَ جِبْرَئِیْلُ فَفَرَجَ صَدْرِیْ: پہلی روایت میں قلب اطہر کا کیا دھویا پھر علم دین سے پُر کیا گیا مگر یہاں معلوم ہوتا ہے کہ پہلے آب زمزم سے دھو چکے پھر ایمان وحکمت سے پُر طشت لا کر سینہ میں ڈال دیا گیا۔

فَعُرِجَ بِیْ اِلَی السَّمَآءِ الدُّنْیَا : یہاں نہ مسجد اقصیٰ نہ براق نہ سیڑھی کسی چیز کا تذکرہ نہیں۔ کیونکہ اسراء کو شب معراج کے علاوہ میں مانتے ہیں۔ قاضی کہتے ہیں کفار کی ارواح سجین میں محبوس ہیں اور ابرار کی علیین میں آرام کرتی ہیں۔ آسمان میں کیسے چلی گئیں۔ ممکن ہے کہ ارواح آدم پر پیش کی جاتی ہوں اور وہ پیشی کا وقت ہو۔ نمبر۲ وہ ارواح ہوں جو ابدان میں ابھی ڈالی نہیں گئیں۔ اور ان کی جگہ آدم علیہ السلام کے دائیں بائیں ہو اور ان کا انجام انہیں بتلایا گیا ہو۔ واللہ اعلم۔

عُرِجَ بِیْ اِلَی السَّمَآءِ الثَّانِیَةِ: یہ روایت حضرت انس سے شریک کی روایت کی طرح ہے اور باقی روایات اس سے مختلف ہیں۔ وہ یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام ساتویں آسمان میں ہیں۔ اگر معراج کئی ہوں تو اشکال نہیں ورنہ نہایت قوی روایت میں ابراہیم علیہ السلام کو بیت المعمور سے تکیہ لگائے پایا گیا۔ اور وہ بلا اختلاف ساتویں آسمان میں ہیں۔ اس روایت میں منازل انبیاء کا ذکر نہیں راجح روایات میں ان کا ذکر موجود ہے۔ اسی طرح آسمان کی تعیین اور انبیاء کے دیکھنے میں اختلاف ہے۔ ممکن ہے دونوں آسمانوں میں دیکھا ہو۔

حَتّٰی ظَهَرْتُ لِمُسْتَوًی : چڑھنے سے یہاں قائم ہونا مراد ہے۔ جہاں بلندی کا وہ مرتبہ ملا کر اوامر الٰہی اور مخلوق میں ان کا چلانا مجھ پر ظاہر ہوا۔ یہ مقام اور کسی کو مخلوق میں سے نہیں ملا۔ اقلام کی کیفیت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ قلم سے یہی ظاہری قلم مراد لینا اور حقیقت کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا چاہئے۔ بے جا تاویلات کی حاجت نہیں۔

قَالَ ابْنُ حَزْمٍ وَاَنَسٌ : پچاس کا پانچواں تو دس ہے البتہ پچاس کا دسواں حصہ پانچ ہے۔ جیسا کہ اختلاف ہے۔

فَرَجَعْتُ اِلٰی مُوْسٰی----هِیَ خَمْسٌ وَّهِیَ خَمْسُوْنَ : پھر آخری مراجعت میں یہ فرمایا گیا کہ میں نے پانچ و پچاس میں مساوات باعتبار ثواب کر دی ہے یہ بات میرے ہاں نہ بدلے گی۔ یا پچاس کو پانچ کر دیا ہے اور اس میں تبدیلی نہیں۔ میرے لئے بار بار عرض کرنا اور لوٹنا اور سلام رخصت کے بعد پھر آنا باعث شرم اور مانع تھے۔

ثُمَّ اُدْخِلْتُ الْجَنَّةَ: مسلم کی روایت میں اس طرح ہے کہ میں جنت کی سیر کر رہا تھا کہ اچانک وہاں ایک عمارت پر میری نظر پڑی اس کے دونوں کناروں پر موتیوں کے قبے تھے۔ جنت کی مٹی خوشبودار یعنی مشک جیسی خوشبو والی۔ نمبر۲ حقیقت میں مشک بہت خوشبودار ہے کہ اس کی لپٹ پانچ سو سال کی مسافت تک جاتی ہے۔

واقعہ معراج بزبان ابن مسعود

۵۷۰۹/۳ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ لَمَّا اُسْرِیَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ انْتُهِیَ بِهٖ اِلٰی سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی وَهِیَ فِی السَّمَآءِ السَّادِسَةِ اِلَیْهَا یَنْتَهِیْ مَا یُعْرَجُ بِهٖ مِنَ الْاَرْضِ فَیُقْبَضُ مِنْهَا وَاِلَیْهَا یَنْتَهِیْ مَا یُهْبَطُ بِهٖ مِنْ فَوْقِهَا فَیُقْبَضُ مِنْهَا قَالَ اِذْ یَغْشَی السِّدْرَةَ مَا یَغْشٰی قَالَ فَرَاشٌ مِّنْ ذَهَبٍ قَالَ فَاُعْطِیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثًا اُعْطِیَ الصَّلَوٰاتِ الْخَمْسَ وَاُعْطِیَ خَوَاتِیْمَ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ وَغُفِرَ لِمَنْ لَّا یُشْرِكُ بِاللّٰهِ مِنْ اُمَّتِهٖ شَیْئًا نِ الْمُقْحِمَاتُ ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه البخاري في صحيحه ٣٧٤/٦ حديث رقم ٣٣٤٢ ومسلم في صحيحه ١٥٧/١ حديث رقم (٢٧٩ـ١٧٣)

واحمد فی المسند ۱/۳۸۷۔

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب جناب رسول اللہ ﷺ کو معراج کرائی گئی تو آپ کو سدرۃ المنتہیٰ پر لے جایا گیا۔ یہ چھٹے آسمان میں ہے جو چیزیں زمین سے اوپر اٹھائی اور بلند کی جاتی ہیں وہ وہاں تک ہی پہنچتی ہیں پھر وہاں سے وہ قبض کر لی جاتی ہیں اور اوپر سے جو چیزیں اتاری جاتی ہیں وہ وہاں تک پہنچتی ہیں۔ پھر وہاں سے قبض کر کے آگے لے جائی جاتی ہیں۔ فرمایا اس وقت سدرہ کو جس چیز نے ڈھانپا تھا۔ ڈھانپ لیا۔ فرمایا وہ سونے کی تتلیاں تھیں پھر آپ کو تین چیزیں دی گئیں۔ نمبر ۱ پانچ نمازیں دی گئیں۔ نمبر ۲ سورۂ بقرہ کی آخری آیات دی گئیں۔ نمبر ۳ آپ کی امت میں سے جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے اس کے گناہ بخشے گئے۔

تشریح ۞ **اُنْتُهِيَ بِهِ اِلٰى سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى** : ایک شارح نے سدرہ کو چھٹے آسمان میں کہا۔ مگر صحیح یہ ہے کہ وہ ساتویں میں ہے۔ جنت اور آسمانوں پر سایہ کر رہا ہے۔ نووی نے دونوں روایات میں تطبیق یہ دی ہے کہ جڑ چھٹے آسمان اور شاخیں ساتویں میں ہیں۔ قاضی نے کہا یہ ساتویں آسمان پر ہے۔ خلیل نحوی کا بھی یہی قول ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کو دربان فرشتے لے لیتے ہیں۔ یعنی مخلوق کے علوم و عروج ملائکہ کا آخری نقطہ ہے۔ اس وجہ سے سدرۃ المنتہیٰ کہلاتی ہے۔ آپ ایسی جگہ لے جائے گئے جہاں مخلوق میں سے کوئی نہیں گیا۔ اس بیری کو ایسی چیز نے ڈھانپ رکھا تھا جس کی حقیقت اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ بعض روایات حدیث میں آیا ہے کہ اس کے ہر پتے پر ایک فرشتہ کھڑا تسبیح کر رہا ہے۔ سبز جانداروں کی ایک جماعت ہے۔ اس کی تعبیر ارواح انبیاء و اولیاء سے کی جاتی ہے۔ یہ انوار کو ان پروانوں سے تشبیہ دے کر سمجھایا۔ اس سے فرشتوں کی ان انوار سے الفت و محبت دیکھیں کہ وہ ان انوار سے تتلیوں کی طرح محبت کرتے ہیں۔ ایک روایت میں سونے کی ٹڈی سے تشبیہ دی ہے یہ ان کے حسن و خوبی کی تمثیل ہے۔ ممکن ہے کہ حقیقی سونے کی ہوں۔ اللہ تعالیٰ کو پوری قدرت ہے۔

اُعْطِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اس رات آپ کو بے حد و حساب چیزوں سے نوازا گیا۔ ان میں تین چیزیں۔ نمبر ۱ علم و عمل۔ نمبر ۲ انوار و اسرار نمبر ۳ فیوض و برکات۔ اور ان کے علاوہ ان چیزوں کا بھی ذکر کیا۔ پانچ نمازوں کی فرضیت اور سورۂ بقرہ کی آخری آیات یعنی امن الرسول سے سورۃ کے آخر تک۔ ان کے دیئے جانے کا مطلب دعاؤں کی قبولیت کا ملنا ہے۔

سوال: یہ بات مسلم کی اس روایت کے مخالف ہے کہ ایک دن جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔ جبرائیل نے سر اٹھایا اور کہا آج آسمان سے ایک ایسا فرشتہ اترا ہے جو آج تک کبھی نہ اترا تھا۔ اس نے سلام کیا اور کہا تمہیں دو نوروں کی بشارت ہو۔ پہلا سورۂ فاتحہ اور دوسرا نور سورۂ بقرہ کی۔ آخری آیات تم میں سے جو شخص ان کو پڑھے گا وہ ثواب و قبولیت سے نوازا جائے گا۔

جواب: ان میں کوئی اختلاف نہیں۔ آسمان میں فاوحی الی عبدہ ما اوحی جو دیا وہ اجمال تھا ان میں صرف نمازوں کا ذکر دیا کیونکہ وہ اعلیٰ ہیں۔ پھر فرشتے کو بشارت کے لئے اتارا کہ تمہیں ایسی افضل چیز ملی جو اور کسی پیغمبر کو نہیں ملی ہے۔

اشکال ثانی:

سورۂ بقرہ تو بالاتفاق مدنی ہے اور معراج بالاتفاق مکی زندگی میں ہوا۔

الجواب: بعض آیات کا مکی ہونا پوری سورت کے مدنی ہونے کے خلاف ہیں۔ دوسرا دیئے جانے کا مطلب قبولیت کی گئی ہے۔ اور دونوں آیات میں لفظ غفرانک۔

غُفِرَ لِمَنْ لَا یُشْرِكُ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس رات بغیر عذاب دیئے بخشش کا وعدہ کیا گیا۔ جیسا کہ اس آیت میں فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ۔ بے شک اللہ تعالیٰ مشرک کو نہ بخشے گا اور بخش دے گا اس کے علاوہ کو جس کے لئے چاہے گا۔ اس سے کسی کو یہ خیال نہ ہو کہ مرتکب کبیرہ کو عذاب نہیں ہوگا کیونکہ دیگر نصوص اور اجماع اہل سنت سے گناہ گاروں کے لئے عذاب کا ثبوت ہے۔ اس روایت میں مذکور نہ ہونا نہ ہونے کی علامت نہیں۔

معراج بزبان ابوہریرہ

۵/۵۷۱۰ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ رَاَیْتُنِیْ فِی الْحِجْرِ وَقُرَیْشٌ تَسْاَلُنِیْ عَنْ مَسْرَایَ فَسَاَلَتْنِیْ عَنْ اَشْیَآءَ مِنْ بَیْتِ الْمَقْدِسِ لَمْ اُثْبِتْهَا فَكُرِبْتُ كَرْبًا مَا كُرِبْتُ مِثْلَهٗ فَرَفَعَهُ اللّٰهُ لِیْ اَنْظُرُ اِلَیْهِ یَسْاَلُوْنِیْ عَنْ شَیْءٍ اِلَّا اَنْبَاْتُهُمْ وَقَدْ رَاَیْتُنِیْ فِیْ جَمَاعَةٍ مِّنَ الْاَنْبِیَاءِ فَاِذَا مُوْسٰی قَائِمٌ یُّصَلِّیْ فَاِذَا رَجُلٌ ضَرْبٌ جَعْدٌ كَاَنَّهٗ مِنْ رِّجَالِ شَنُوْءَةَ وَاِذَا عِیْسٰی قَائِمٌ یُّصَلِّیْ اَقْرَبُ النَّاسِ بِهٖ شَبَهًا عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُوْدٍ الثَّقَفِیُّ وَاِذَا اِبْرَاهِیْمُ قَائِمٌ یُّصَلِّیْ اَشْبَهُ النَّاسِ بِهٖ صَاحِبُكُمْ یَعْنِیْ نَفْسَهٗ فَحَانَتِ الصَّلٰوةُ فَاَمَمْتُهُمْ فَلَمَّا فَرَغْتُ مِنَ الصَّلٰوةِ قَالَ لِیْ قَائِلٌ یَا مُحَمَّدُ هٰذَا مَالِكٌ خَازِنُ النَّارِ فَسَلِّمْ عَلَیْهِ فَالْتَفَتُّ اِلَیْهِ فَبَدَاَنِیْ بِالسَّلَامِ۔ (رواه مسلم وهذا الباب خال عن الفصل الثانی)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۴۲۸/۶ حدیث رقم ۳۳۹۴ ومسلم فی صحیحه ۱۵۶/۱ حدیث رقم (۲۷۸-۱۷۲) والترمذی فی السنن ۲۸۰/۵ حدیث رقم ۳۱۳۰۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے کو مقام حجر میں دیکھا۔ قریش مجھ سے میرے سفر معراج کے متعلق سوالات کر رہے تھے۔ تو انہوں نے مجھ سے بیت المقدس کی ایسی چیزوں کے متعلق سوالات کیے جو مجھے یاد نہ رہی تھیں۔ تو میں اتنا غمگین ہوا کہ میں اتنا غمگین کبھی نہ ہوا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسے میرے سامنے کر دیا۔ میں اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ جس چیز کے متعلق پوچھتے میں ان کو بتا دیتا۔ اور میں نے اپنے کو انبیاء علیہم السلام کی جماعت میں دیکھا۔ تو موسیٰ علیہ السلام کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ وہ درمیانے قد گھنگریالے بالوں والے ہیں۔ گویا کہ وہ شنوءہ کے لوگوں سے ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام کھڑے نماز پڑھ رہے تھے تو ان سے مشابہ عروہ بن مسعود ثقفی ہیں۔ اور ابراہیم علیہ السلام کھڑے نماز ادا فرما رہے تھے۔ ان کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہ تمہارا یہ صاحب یعنی میں ہوں۔ پھر نماز کا وقت ہو گیا تو میں نے ان کی امامت کی جب میں نماز سے فارغ ہو گیا تو مجھے کسی کہنے والے نے کہا اے محمد! یہ دوزخ کے خازن مالک ہیں۔ انہیں سلام کیجئے۔ میں نے ان کی طرف توجہ کی تو انہوں نے مجھے سلام کرکے ابتداء کی (مسلم)

وَقَدْ رَاَیْتُنِیْ فِیْ جَمَاعَةٍ: میں نے اسراء کی رات میں اپنے کو انبیاء علیہم السلام کی ایک جماعت میں دیکھا اس پر سابقہ

روایات اور آئندہ روایت کا مضمون دلالت کرتا ہے۔ یہ آسمان کے علاوہ ہے۔ یہ بیت المقدس میں ہے اس پر سب متفق ہیں۔ ان کے دیکھنے سے متعلق اقوال مندرجہ ذیل ہیں۔

نمبر ا آسمان میں عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ ارواح کو دیکھا کیونکہ ان کا رفع آسمانی روح مع الجسد ہے۔ نمبر ۲ بعض نے ادریس علیہ السلام کو مستثنیٰ کیا ہے۔ جنہوں نے آپ کے پیچھے نماز ادا کی۔ اس میں یہ احتمال ہے۔ نمبر ا ارواح نے مثالی اجسام میں نماز ادا کی۔ نمبر ۲ بدنوں نے ارواح سمیت پڑھی۔ کیونکہ وہ اپنے پروردگار کے ہاں عالم برزخ میں زندہ ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے زمین پر ان کے اجساد کو کھانا حرام کیا ہے۔ اور وہ مثالی ابدان ارواح کی طرح لطیف ہیں کثیف نہیں ہیں۔ اس لئے عالم ملک وملکوت میں ان کے ظاہر ہونے میں قدرت باری تعالیٰ کے لئے کوئی چیز بعید نہیں ہے۔ بیت المقدس کی یہ نماز آسمان پر جانے سے پہلے ہے۔ ظاہر تر یہی بات ہے۔

فَإِذَا مُوْسٰى قَائِمٌ يُصَلِّىْ : اس سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ انبیاء علیہم السلام بیت المقدس میں نماز کے وقت ارواح وابدان کے ساتھ تھے کیونکہ نماز کی حقیقت یہ ہے کہ کچھ اقوال وافعال کو جوارح سے کیا جائے۔ اجسام مثالیہ لطیف ہونے کے ساتھ ساتھ تمام حرکات وسکنات بدن عنصری کی رکھتے ہیں۔ اس سے نماز کا افضل واعظم العبادات ہونا لازم ہوا اور اشارہ ملا کہ اس وقت بندہ اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ قرب میں ہوتا ہے۔ اور وہ عشاق و نہایت محبوب ہے۔

اَقْرَبُ النَّاسِ بِهٖ شِبْهًا------وَاِذَا اِبْرَاهِيْمُ قَائِمٌ يُصَلِّىْ اَشْبَهُ النَّاسِ بِهٖ صَاحِبُكُمْ يَعْنِىْ نَفْسَهٗ: یعنی نفسہ یہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا کلام ہے یا کسی اور راوی کا ہے۔

نماز پڑھنے میں احتمال:

یہ بیت المقدس کی طرف جانے کے دوران ہو۔ یا نفس مسجد کے موقعہ پر ہو یہ زیادہ قوی ہے۔ پھر نماز کا وقت آیا یعنی جب سب نماز کے لئے تیار ہو کر کھڑے ہو گئے اس سے تحیۃ المسجد یا معراج کی کوئی خاص نماز مراد ہو۔ وہ جہاں دار التکلیف نہیں پھر نماز کیونکر۔

ح ت : یہ نماز تو آپ کی مقتدائیت اور عظمت تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے سامنے ثابت کرنے کے لئے پڑھوائی گئی۔ یہاں نماز کے بعد وہ آپ کے استقبال میں آسمانوں کی طرف تشریف لے گئے۔ نمبر ۲ دیگر انبیاء علیہم السلام سوائے عیسیٰ علیہ السلام وادریس علیہ السلام کے اپنے مثالی اجسام کے ساتھ تھے۔ نمبر ۳ سدرۃ المنتہٰی سے واپسی پر یہ نماز پڑھی ہو مگر اس کی تائید کسی روایت سے نہیں ملتی۔ اجسام مثالیہ کا متعدد ہونا اس میں کوئی اشکال نہیں۔ اللہ تعالیٰ کو اس بات پر پوری قدرت ہے۔

هٰذَا مَالِكٌ : مالک نے شوق ومحبت میں آپ کو پہلے سلام کر دیا۔ یہ ملاقات آسمان میں ہوئی دوسری روایات میں صراحت ہے۔ یہ روایت مختصر ہے ممکن ہے کہ بیت المقدس میں بھی مالک سے ملاقات ہو۔ جیسا کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے مگر کسی اور روایت میں یہ مذکور نہیں ہے۔ واللہ اعلم

الفصل الثالث:

جابر کی زبان سے واقعہ معراج

۶/۵۷۱۱ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَمَّا كَذَّبَنِيْ قُرَيْشٌ قُمْتُ فِي الْحِجْرِ فَجَلَّى اللّٰهُ لِيْ بَيْتَ الْمُقَدَّسِ فَطَفِقْتُ اُخْبِرُهُمْ عَنْ اٰيَاتِهٖ وَاَنَا اَنْظُرُ اِلَيْهِ۔ (متفق عليه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۹۶/۷ حدیث رقم ۳۸۸۶ ومسلم فی صحیحه ۱۵۶/۱ حدیث رقم (۲۷۶۔۱۷۰)

والترمذی فی السنن ۲۸۱/۵ حدیث رقم ۳۱۳۳ واحمد فی المسند ۳۷۸/۳۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جب قریش نے مجھے جھٹلایا تو میں مقام حجر (حطیم) میں کھڑا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر بیت المقدس ظاہر فرما دیا۔ تو میں انہیں وہاں کی خبر دینے لگا حالانکہ میں انہیں دیکھ رہا تھا۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ فَجَلَّى اللّٰهُ لِيْ بَيْتَ الْمُقَدَّسِ : اللہ تعالیٰ نے میرے اور بیت المقدس کے درمیان پردے کو دور کر دیا اور اس طرح ظاہر فرمایا کہ میں اسے بلا اشتباہ دیکھ رہا تھا۔ ممکن ہے کہ بیت المقدس اٹھا کر سامنے کر دیا ہو۔ جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا مسجد یعنی بیت المقدس کو لا کر دار عقیل کے پاس گویا رکھ دیا گیا۔ یہ اعجاز کے اعتبار سے کامل تر ہے۔ جیسا کہ پلک جھپک میں تخت بلقیس کو سلیمان علیہ السلام کے سامنے رکھ دیا گیا تھا۔

فَطَفِقْتُ اُخْبِرُهُمْ : میں قریش کو بیت المقدس کے نشانات بتا رہا تھا۔ حالانکہ میں نے تو اس کی ایک طرف دیکھی تھی۔

انداز مؤلف:

معراج کی روایات میں رؤیت باری والی روایت کو ذکر نہیں کیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ کے اقوال اس سلسلے میں مختلف ہیں۔ مختار قول اثبات رؤیت کا ہے۔ بعض نے کہا دل سے دیکھا۔ مگر دل کے جاننے اور دیکھنے میں فرق ہے اس کی رؤیت باری تعالیٰ میں گزر چکی۔ آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين والسلام على سيد المرسلين۔

بَابُ فِي الْمُعْجِزَاتِ

یہ باب ہے معجزات کے بیان میں

معجزہ کا لغوی معنی:

معجزہ کے بارے میں دو احتمال ہیں پہلا یہ کہ یہ عجز سے مشتق ہے جو کہ قدرت کی ضد ہے اور عجز کا معنی ہے عاجز ہونا اور معجزہ کو بھی معجزہ اس لئے کہتے ہیں کہ لوگ اس کی مثل لانے سے عاجز ہوتے ہیں۔ دوسرا احتمال جو شیخ عبدالحق نے لکھا ہے یہ ہے کہ یہ اعجاز سے مشتق ہے اور اعجاز کا معنی ہے کسی کو عاجز کر دینا' معجزہ کو معجزہ بھی اس لئے کہتے ہیں کہ یہ لوگوں کو اپنی مثل لانے سے عاجز کر دیتا ہے۔

معجزہ کا اصطلاحی معنی:

معجزہ کا اصطلاحی معنی ہے وہ خارق عادت یعنی خلاف عادت کام جو دعوائے نبوت کے بعد نبی کے ہاتھ پر ظاہر ہو۔

معجزہ اور ارہاص میں فرق:

معجزہ اور ارحاص میں فرق یہ ہے کہ معجزہ تو اس خلاف عادت کام کو کہا جاتا ہے جو دعوائے نبوت کے بعد کسی نبی کے ہاتھ پر ظاہر ہو اور جو خلاف عادت کام دعوائے نبوت سے پہلے کسی نبی سے ظاہر ہوا سے ارہاص کہا جاتا ہے خواہ یہ خلاف عادت کام نبی کی ولادت کے قریب ظاہر ہو یا ولادت کے بعد دعوائے نبوت سے پہلے ظاہر ہو۔

ارہاص کا لغوی معنی اور اس کی وجہ تسمیہ:

ارہاص کا لغوی معنی ہے کسی عمارت کو مٹی' پتھر وغیرہ سے مضبوط کرنا۔ دعوائے نبوت سے پہلے کے خلاف عادت کاموں کو بھی ارحاص اس لئے کہا جاتا ہے کہ ان کے ذریعے سے گویا عمارت نبوت کو پختہ اور مضبوط کیا جاتا ہے۔

خوارق عادت کی اقسام:

جو کام خارق عادت رونما ہوتے ہیں وہ پانچ قسم کے ہیں۔

نمبر ۱: وہ خارق عادت کام کسی فاسق' فاجر سے ظاہر ہوگا۔

نمبر ۲: وہ خارق عادت کام کسی عام مسلمان سے ظاہر ہوگا۔

نمبر ۳: وہ خارق عادت کام کسی ولی سے ظاہر ہوگا۔

۴: وہ خارق عادت کام کسی نبی سے دعوائے نبوت سے پہلے ظاہر ہوگا۔

نمبر ۵: وہ خارق عادت کام کسی نبی سے دعوائے نبوت کے بعد ظاہر ہوگا۔

پہلی قسم کو استدراج کہا جاتا ہے دوسری قسم کو معونت' تیسری قسم کو کرامت' چوتھی قسم کو ارہاص اور پانچویں قسم کو معجزہ کہا جاتا ہے۔

فائدہ: معجزہ کی تعریف میں دعوائے نبوت کے بعد کی قید سے چاروں قسمیں خارج ہو گئیں۔ البتہ ارہاص کو بھی توسعاً معجزہ کہہ دیا جاتا ہے اگرچہ ان میں اصطلاحی طور پر فرق ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔

معجزہ اور سحر میں فرق: سحر اور شعبدہ خارق عادت نہیں ہوتا بلکہ یہ اسباب ظاہری کی وجہ سے ہوتا ہے جیسا کہ دوائی کی وجہ سے شفاء ہو جانا خارق عادت نہیں بلکہ اسباب عادیہ کی وجہ سے ہے جو بھی ان اسباب کو اختیار کرے گا سحر اس کے ہاتھ پر ظاہر ہو جائے گا جبکہ معجزہ کا ظہور اسباب عادیہ سے ہٹ کر ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ معجزہ اور سحر میں دو طرح سے فرق ہے۔

نمبر ۱: معجزہ قدرت الٰہیہ کا فعل اور ایک آیت ربانیہ ہوتا ہے اور سحر ساحر کا اپنا بنایا ہوا کھیل ہوتا ہے۔

نمبر ۲: معجزہ نبی کے اپنے ارادے کے تابع نہیں ہوتا کہ جب چاہے دکھا سکے اور سحر ساحر کے اپنے ارادے کے تابع ہوتا ہے اور وہ جب چاہے اس کو دکھا سکتا ہے۔

الفصل الاول:

غارِ ثور میں پناہ لینے کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ

۵۷۱۳/ا عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ اَبَابَكْرٍ الصِّدِّيْقَ قَالَ نَظَرْتُ اِلٰى اَقْدَامِ الْمُشْرِكِيْنَ عَلٰى رُؤُسِنَا وَنَحْنُ فِى الْغَارِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ اَنَّ اَحَدَهُمْ نَظَرَ اِلٰى قَدَمِهٖ اَبْصَرَنَا فَقَالَ يَا اَبَابَكْرٍ مَا ظَنُّكَ بِاثْنَيْنِ اللّٰهُ ثَالِثُهُمَا۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاري في صحيحه ۸/۷ حديث رقم ۳۶۵۳ ومسلم في صحيحه ۱۸۵۴/۴ حديث رقم ۱/(۲۳۸۱) والترمذي في السنن ۲۶۰/۵ حديث رقم ۳۰۹۶ و احمد في المسند ۴/۱۔

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے (ہجرت کا واقعہ بیان کرتے ہوئے غار ثور میں چھپنے کا حال بیان کیا اور) فرمایا کہ جب ہم غار میں (چھپے) ہوئے تھے تو میں نے مشرکین کے قدموں کو اپنے سامنے دیکھا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر ان میں سے کسی ایک کی نظر بھی اپنے قدموں پر پڑ گئی تو وہ ہمیں دیکھ لے گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے ابوبکر! تمہارا کیا خیال ہے ان دونوں شخصوں کے بارے میں جن کا تیسرا (ساتھی) خدا ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہمراہ ہجرت کی غرض سے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تو مکہ کی مشرقی جنوبی سمت تقریباً ساڑھے تین سو میل کے فاصلے پر واقع جبل ثور کے بالائی حصہ کی غار میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین راتیں قیام فرمایا۔ اور اس غار کی کیفیت یہ تھی کہ اگر کوئی شخص اس کے کنارے پر کھڑا ہو جاتا تو غار کے اندر والے شخص کو اس کے قدم نظر آتے تھے اگر وہ شخص اپنے پاؤں کی جگہ کی طرف دیکھ لیتا تو اس کو اندر والا شخص نظر آ جاتا تھا۔ چنانچہ جب کفار مکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبرؓ کو تلاش کرتے ہوئے اس غار تک پہنچ گئے حضرت صدیق اکبرؓ نے جب ان کے قدم غار کے دہانے پر دیکھے تو وہ گھبرا

گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اگر یہ اپنے قدموں کی جگہ کی طرف دیکھ لیں تو وہ ضرور ہمیں دیکھ لیں گے تو نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کو تسلی دی اور فرمایا کہ اے ابوبکرؓ! تمہارا ان دو شخصوں کے بارے میں کیا خیال ہے جن کا تیسرا ساتھی خود خدا ہو یعنی جن کے ساتھ خدا کی مدد و نصرت ہوتی ہے ان کو کوئی گزند نہیں پہنچا سکتا۔

چنانچہ حق تعالیٰ شانہ نے اس طرح حفاظت فرمائی کہ باوجود اس کے کہ کفار کو یہ یقین تھا کہ حضور اکرم ﷺ اور حضرت صدیق اکبرؓ اندر موجود ہیں اس لئے کہ ان کے نشانات قدم غار تک پہنچے ہوئے تھے لیکن حق تعالیٰ شانہ نے ان کی ہمت کو پھیر دیا اور غار کے دھانے پر کفار کو عجیب حیرت ہوئی کہ آگے نشانات قدم نہیں ملتے تھے۔ اور علامہ طیبیؒ نے روایت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان کے لئے بددعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ان کو اندھا کر دے چنانچہ حق تعالیٰ نے ان سے سمجھ بوجھ کو سلب کر لیا اور عین موقع پر پہنچ کر بھی حضور اکرم ﷺ اور حضرت صدیق اکبرؓ کو تلاش نہ کر سکے۔

حافظ ابن قیم نے اپنی کتاب (الفوائد ص ۹۳) میں اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے یہ بھی لکھا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے وہاں اسی وقت ایک درخت پیدا فرما دیا جو پہلے سے نہ تھا تا کہ آپ ﷺ کو چھپا لے اور جو آپ ﷺ کا پیچھا کرنے والے تھے ان کو راستہ کا پتہ نہ چلے ادھر ایک مکڑی آئی اور اس نے اپنے لعاب دہن سے غار کے منہ پر جالا بنا لیا اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے دو کبوتر بھیج دیئے جنہوں نے آ کر اس میں گھونسلا رکھ دیا اس طرح اللہ تعالیٰ نے معجزانہ طور پر آپ کی حفاظت فرمائی۔

غارِ ثور سے نکلنے کے بعد حضور ﷺ کا معجزہ

۲/۵۷۱۴ وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهُ قَالَ لِاَبِيْ بَكْرٍ يَا اَبَا بَكْرٍ حَدِّثْنِيْ كَيْفَ صَنَعْتُمَا حِيْنَ سَرَيْتَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَسْرَيْنَا لَيْلَتَنَا مِنَ الْغَدِ حَتّٰى قَامَ قَائِمُ الظَّهِيْرَةِ وَخَلَا الطَّرِيْقُ لَا يَمُرُّ فِيْهِ اَحَدٌ فَرُفِعَتْ لَنَا صَخْرَةٌ طَوِيْلَةٌ لَهَا ظِلٌّ لَمْ يَاْتِ عَلَيْهَا الشَّمْسُ فَنَزَلْنَا عِنْدَهَا وَسَوَّيْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَانًا بِيَدِيْ يَنَامُ عَلَيْهِ وَبَسَطْتُ عَلَيْهِ فَرْوَةً وَقُلْتُ نَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاَنَا اَنْفُضُ مَا حَوْلَكَ فَنَامَ وَخَرَجْتُ اَنْفُضُ مَا حَوْلَهُ فَاِذَا اَنَا بِرَاعٍ مُقْبِلٍ قُلْتُ اَفِيْ غَنَمِكَ لَبَنٌ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ اَفَتَحْلِبُ قَالَ نَعَمْ فَاَخَذَ شَاةً فَحَلَبَ فِيْ قَعْبٍ كُثْبَةً مِّنْ لَبَنٍ وَمَعِيَ اِدَاوَةٌ حَمَلْتُهَا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْتَوِيْ فِيْهَا يَشْرَبُ وَيَتَوَضَّاُ فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَرِهْتُ اَنْ اُوْقِظَهُ فَوَافَقْتُهُ حَتّٰى اسْتَيْقَظَ فَصَبَبْتُ مِنَ الْمَاءِ عَلَى اللَّبَنِ حَتّٰى بَرَدَ اَسْفَلُهُ فَقُلْتُ اِشْرَبْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَشَرِبَ حَتّٰى رَضِيْتُ ثُمَّ قَالَ اَلَمْ يَاْنِ لِلرَّحِيْلِ قُلْتُ بَلٰى فَارْتَحَلْنَا بَعْدَ مَا مَالَتِ الشَّمْسُ وَاتَّبَعَنَا سُرَاقَةُ بْنُ مَالِكٍ فَقُلْتُ اُتِيْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَدَعَا عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَارْتَطَمَتْ بِهٖ فَرَسُهٗ اِلٰى بَطْنِهَا فِيْ جَلَدٍ مِّنَ الْاَرْضِ فَقَالَ اِنِّيْ اَرٰكُمَا دَعَوْتُمَا عَلَيَّ فَادْعُوْا لِيْ فَاللّٰهُ لَكُمَا اَنْ اَرُدَّ عَنْكُمَا الطَّلَبَ فَدَعَالَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَجَا

فَجَعَلَ لَا يَلْقَى اَحَدًا اِلَّا قَالَ كُفِيتُمْ مَا هٰهُنَا فَلَا يَلْقَى اَحَدًا اِلَّا رَدَّهُ ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاري في صحيحه ٦٢٢/٦ حديث رقم ٣٦١٥ و مسلم في صحيحه ٢٣٠٩/٤ حديث رقم (٢٠٠٩/٧٥) و احمد في المسند ٢/١

ترجمہ: حضرت براء بن عازبؓ اپنے والد (عازبؓ) سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا۔ اے ابوبکرؓ! مجھے بتاؤ جب تم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (بغرض ہجرت مکہ سے مدینہ کی طرف) چلے تھے تو تم نے کیا کیا تھا؟ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ ہم ساری رات چلے اور دوسرے دن بھی یہاں تک کہ دوپہر ہوگئی اور آفتاب ٹھہر گیا اور راستہ (آنے جانے والوں سے) خالی ہوگیا تو ہمیں ایک چٹان نظر آئی جس کے نیچے سایہ تھا اور سورج اس پر نہ آیا تھا ہم اس کے پاس اتر پڑے اور میں نے حضور ﷺ کے لئے اپنے ہاتھوں سے ایک جگہ صاف و ہموار کی تاکہ رسول اللہ ﷺ اس پر سو جائیں پھر میں نے پوستین بچھائی اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! آپ سو جائیں میں ادھرادھر دیکھتا رہوں گا آپ ﷺ سو گئے اور میں وہاں سے اٹھا تاکہ ادھرادھر دیکھتا رہوں (اور آپ ﷺ کی حفاظت کرتا رہوں) اچانک میں نے ایک چرواہا دیکھا جو ادھر چلا آرہا تھا میں نے اس سے کہا کیا تیری بکریوں میں دودھ ہے؟ اس نے کہا ہاں ہے۔ میں نے کہا کیا تو دودھ نکالے گا؟ اس نے کہا ہاں۔ پھر اس نے ایک بکری پکڑی اور لکڑی کے پیالے میں تھوڑا سا دودھ نکالا میرے پاس ایک چھاگل تھی جس میں میں نے حضور ﷺ کے لئے پانی بھر رکھا تھا جس سے آپ ﷺ پیتے بھی تھے اور اس سے وضو بھی فرماتے تھے میں واپس حضور ﷺ کے پاس آیا میں نے آپ ﷺ کو جگانا مناسب نہیں سمجھا چنانچہ میں نے آپ کی موافقت کی یہاں تک کہ حضور ﷺ (خود) بیدار ہوئے میں نے دودھ میں تھوڑا سا پانی ملایا یہاں تک کہ وہ دودھ نیچے تک ٹھنڈا ہوگیا میں نے عرض کیا نوش فرمایئے یارسول اللہ ﷺ! تو آپ ﷺ نے نوش فرمایا یہاں تک کہ میں راضی ہوگیا پھر آپ ﷺ نے فرمایا کیا کوچ کا وقت نہیں آیا؟ میں نے عرض کیا کیوں نہیں۔ چنانچہ سورج ڈھلنے کے بعد ہم نے کوچ کیا اور ہمارے پیچھے سراقہ بن مالک آگیا۔ میں نے عرض کیا کہ دشمن ہمیں پکڑنے آگیا آپ نے فرمایا غم نہ کرو خدا ہمارے ساتھ ہے پھر حضور ﷺ نے اس کے لئے بددعا کی پس اس کا گھوڑا اس کو لے کر پیٹ تک زمین میں دھنس گیا سراقہ نے کہا میں جانتا ہوں تم دونوں نے میرے لئے بددعا کی ہے تم میرے لئے دعا کرو بس خدا کی قسم! میں تم سے تلاش کرنے والوں کو پھیر دوں گا پھر حضور ﷺ نے اس کے لئے دعا فرمائی پس اس نے نجات پائی پھر سراقہ جس سے بھی ملتا اس کو کہتا تمہارے لئے میرا تجسس کافی ہے۔ اسے جو شخص بھی ملا اس کو اس نے یہی کہہ کر واپس کر دیا۔ (متفق علیہ)

تشریح ۞ اس طویل حدیث میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے غار ثور میں پہنچنے کے بعد کے حالات بیان فرمائے ہیں ۔اس حدیث میں ایک لفظ آیا تھا ''فوافقت'' اس کو دو طرح سے ضبط کیا گیا ہے ایک یہ کہ ف پہلے اور ق بعد میں' اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ میں نے حضور ﷺ کی موافقت کی اور میں بھی سو گیا دوسرا یہ کہ ق پہلے اور ف بعد میں ہو' اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ میں نے آپ ﷺ کو سوتا دیکھ کر توقف کیا یعنی آپ ﷺ کو جگانے سے میں رک گیا یہاں تک آپ ﷺ خود بیدار ہو گئے۔

یہاں یہ اشکال ہوسکتا ہے کہ چرواہا تو بکریوں کا مالک نہیں تھا اس نے مالک کی اجازت کے بغیر یہ دودھ حضرت ابوبکرؓ کو دیا

پھر بھی دودھ حضرت ابوبکرؓ نے حضور ﷺ کو پیش کر دیا۔ اس کے مختلف جواب ہو سکتے ہیں:۔

نمبر ۱: یہ بکریاں حضرت ابوبکرؓ کے کسی دوست کی تھیں اور ان کو اپنے دوست پر اعتماد تھا کہ جب اس کو اطلاع ہوگی تو وہ بخوشی اس پر راضی ہوگا گویا دلالۃً اجازت تھی۔

نمبر ۲: اہل مکہ کی عادت تھی کہ انہوں نے اپنے چرواہوں کو اس کی اجازت دی ہوئی تھی کہ مسافروں اور بھوکوں کو دودھ دے دیا کریں۔

نمبر ۳: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے یہ دودھ خریدا ہو۔

حضرت ابوبکرؓ کا اس دودھ میں پانی ملا کر حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کرنا اہل عرب کی عادت کی وجہ سے تھا اس لئے کہ اہل عرب کی عادت تھی کہ وہ دودھ کی حرارت ختم کرنے کے لئے اس میں ٹھنڈا پانی ڈالتے تھے۔

سراقہ بن مالک کا قصہ: قریش نے یہ اعلان کیا تھا کہ جو شخص محمد (ﷺ) یا ابوبکر صدیقؓ کو قتل کر دے گا یا گرفتار کر کے لائے گا اس کو ہر ایک کے بدلہ میں علیحدہ علیحدہ سو اونٹ انعام دیا جائے گا۔ سراقہ بن مالک بن جعشم راوی ہے کہ میں اپنی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص نے آکر یہ بیان کیا کہ میں نے چند اشخاص کو ساحل کے راستے سے جاتے ہوئے دیکھا ہے میرا گمان ہے کہ محمد ﷺ اور ان کے رفقاء ہیں سراقہ کہتے ہیں کہ میں نے دل میں سمجھ لیا کہ وہ وہی ہیں لیکن اس کو یہ کہہ کر ٹال دیا کہ یہ محمد ﷺ اور ان کے رفقاء نہیں ہیں بلکہ اور لوگ ہوں گے مبادا کہ یہ شخص یا کوئی اور بن کر قریش کا انعام حاصل نہ کر لے۔ اس کے تھوڑی دیر بعد مجلس سے اٹھا اور باندی سے کہا کہ گھوڑے کو فلاں ٹیلے کے پیچھے لے جا کر کھڑا کر دے اور میں اپنا نیزہ لے کر گھر کی پشت کی طرف سے نکلا اور گھوڑے پر سوار ہو کر سرپٹ دوڑاتا ہوا چلا۔ جب سراقہ آپ ﷺ کے قریب پہنچ گیا تو ابوبکرؓ نے دیکھا اور گھبرا کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اب ہم پکڑے گئے۔ یہ شخص ہماری تلاش میں آرہا ہے آپ نے فرمایا ہرگز نہیں لاتحزن ان اللہ معنا تو غمگین نہ ہو تحقیق اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ اور سراقہ کے لئے بددعا فرمائی اسی وقت سراقہ کا گھوڑا پیٹ تک پتھریلی زمین میں دھنس گیا سراقہ نے عرض کیا کہ مجھے یقین ہے کہ تم دونوں کی بددعا سے ایسا ہوا ہے آپ دونوں حضرات اللہ سے میرے لئے دعا کیجئے خدا کی قسم! میں آپ سے عہد کرتا ہوں کہ جو شخص آپ کو تلاش کرتا ہوا ملے گا اس کو واپس کر دوں گا۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی اسی وقت زمین نے گھوڑا چھوڑ دیا میں سمجھ گیا کہ اللہ تعالیٰ اب آپ کو ضرور غلبہ عطا فرمائے گا اور قریش نے جو آپ کے قتل یا گرفتاری کے لئے سو اونٹ کے انعام کا اعلان کیا تھا اس کی میں نے آپ کو اطلاع کی اور جو زادِ راہ میرے ساتھ تھا وہ آپ کے سامنے پیش کیا آپ ﷺ نے اس کو قبول نہیں فرمایا البتہ یہ فرمایا کہ ہمارا حال کسی پر ظاہر نہ کرنا۔

مزید احتیاط کی غرض سے میں نے آپ ﷺ سے درخواست کی کہ آپ ایک تحریر امن اور معافی کی مجھ کو لکھوا دیں آپ کے حکم سے عامر بن فہیرہ نے ایک چمڑے کے ٹکڑے پر معافی کی سند لکھ کر مجھ کو عطا کی اور روانہ ہوئے اور میں امان نامہ لے کر واپس ہوا جو شخص آپ کے تعاقب میں ملتا تھا اس کو واپس کر دیتا تھا اور یہ کہہ دیتا تھا کہ تمہارے جانے کی ضرورت نہیں میں دیکھ آیا ہوں۔

فائدہ: نبی کریم ﷺ کا یہ معجزہ موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ کے مشابہ ہے جس طرح قارون موسیٰ علیہ السلام کی بددعا سے زمین میں دھنسا اسی طرح آپ کی بددعا سے سراقہ کا گھوڑا زمین میں دھنسا۔ اس حدیث سے بہت سے قواعد مستنبط ہوتے ہیں مثلاً

نمبر ۱: حضور ﷺ سے معجزہ کا ظہور۔

نمبر۲: حضرت ابو بکرؓ کی فضیلت۔
نمبر۳: حضرت ابو بکرؓ کا حضور ﷺ کی خدمت کرنا۔
نمبر۴: سفر میں حضور ﷺ کی ضروریات کا خیال رکھتے ہوئے پانی کی چھاگل وغیرہ رکھنا۔
نمبر۵: اللہ تعالیٰ پر کامل اعتماد کرنا۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام کا عجیب واقعہ

۳/۵۷۱۵ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ سَمِعَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ بِمَقْدَمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِيْ اَرْضٍ يَخْتَرِفُ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّيْ سَائِلُكَ عَنْ ثَلٰثٍ لَا يَعْلَمُهُنَّ اِلَّا نَبِيٌّ فَمَا اَوَّلُ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ وَمَا اَوَّلُ طَعَامِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَمَا يَنْزِعُ الْوَلَدَ اِلٰى اَبِيْهِ اَوْ اِلٰى اُمِّهٖ قَالَ اَخْبَرَنِيْ بِهِنَّ جِبْرَئِيْلُ اٰنِفًا اَمَّا اَوَّلُ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ فَنَارٌ تَحْشُرُ النَّاسَ مِنَ الْمَشْرِقِ اِلَى الْمَغْرِبِ وَاَمَّا اَوَّلُ طَعَامٍ يَاْكُلُهٗ اَهْلُ الْجَنَّةِ فَزِيَادَةُ كَبِدِ حُوْتٍ وَاِذَا سَبَقَ مَاءُ الرَّجُلِ مَاءَ الْمَرْاَةِ نَزَعَ الْوَلَدَ وَاِذَا سَبَقَ مَاءُ الْمَرْاَةِ نَزَعَتْ قَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ الْيَهُوْدَ قَوْمٌ بُهْتٌ وَاِنَّهُمْ اِنْ يَّعْلَمُوْا بِاِسْلَامِيْ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَسْئَلَهُمْ يَبْهَتُوْنِيْ فَجَاءَتِ الْيَهُوْدُ فَقَالَ اَیُّ رَجُلٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ فِيْكُمْ قَالُوْا خَيْرُنَا وَابْنُ خَيْرِنَا وَسَيِّدُنَا وَابْنُ سَيِّدِنَا قَالَ اَرَاَيْتُمْ اِنْ اَسْلَمَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ قَالُوْا اَعَاذَهُ اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ فَخَرَجَ عَبْدُ اللّٰهِ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالُوْا شَرُّنَا وَابْنُ شَرِّنَا فَانْتَقَصُوْهُ قَالَ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُ اَخَافُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۶۲/۶ حدیث رقم ۳۳۲۹ واخرجه احمد فی المسند ۱۰۸/۳۔

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن سلام نے حضور ﷺ کے (مدینہ) آنے کی (اطلاع) سنی جبکہ وہ ایک جگہ (درختوں سے) پھل اکٹھے کر رہے تھے تو وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں آپ سے تین باتوں کے بارے میں استفسار کروں گا جن کو نبی کے سوا کوئی نہیں جانتا (پہلا سوال یہ) کہ قیامت کی پہلی نشانی کیا ہوگی؟ (دوسرا سوال یہ) کہ جنتیوں کا پہلا کھانا کیا ہوگا (تیسرا سوال یہ) کہ وہ کونسی چیز ہے جو بیٹے کو باپ یا ماں کی (مشابہت کی طرف) کھینچتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ابھی ابھی جبرائیل نے مجھے ان باتوں کے بارے میں خبر دی ہے قیامت کی پہلی علامت وہ آگ ہوگی جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف جمع کرے گی۔ اور پہلا کھانا جو اہل جنت کھائیں گے وہ مچھلی کے کلیجے کا زائد حصہ ہوگا اور جب مرد کا پانی عورت کے پانی پر سبقت لے جائے (یعنی غالب آ جائے) تو باپ بچے کو کھینچ لیتا ہے اور جب عورت کا پانی مرد کے پانی پر سبقت لے جائے (یعنی غالب آ جائے) تو ماں بچے کو کھینچ لیتی ہے (یہ سن کر) عبداللہ بن سلام نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۔ یارسول اللہ ﷺ! بے شک یہود بہتان و افتراء باندھنے والی قوم ہے اگر ان کو میرے اسلام قبول

کرنے کے بارے میں علم ہو گیا قبل اس کے کہ آپ ان سے میرے متعلق سوال کریں تو وہ مجھ پر بہتان باندھیں گے پس یہودی آئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عبداللہ بن سلام تم میں کیسا شخص ہے انہوں نے کہا وہ ہم سے بہتر ہے اور ہمارے بہترین آدمی کا بیٹا ہے اور ہمارا سردار ہے اور ہمارے سردار کا بیٹا ہے تو آپ نے فرمایا ذرا بتلاؤ اگر عبداللہ بن سلام اسلام قبول کرلے انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ اس کو اس سے محفوظ رکھے تو عبداللہ بن سلام باہر نکلے اور کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ (یہ سن کر) یہود نے کہا کہ (یہ) ہم میں سے بدترین ہے اور ہمیں سے بدترین آدمی کا بیٹا ہے پس ان پر عیب لگانے لگے۔ (عبداللہ بن سلام) نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! مجھے اسی کا ڈر تھا (بخاری)

تشریح ۞ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ تورات کے بڑے زبردست عالم تھے۔ آپ ﷺ حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے آپ کا اصل نام حصین تھا۔ عبداللہ بن سلام اپنے اسلام لانے کا واقعہ اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو میں اپنے باغ میں پھل توڑ رہا تھا جب میں نے آپ کی آمد کی خبر سنی تو سب کام چھوڑ کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت عبداللہ بن سلام چونکہ تورات میں حضور ﷺ کی صفات اور حلیہ مبارک پڑھ چکے تھے اور نبی برحق کے ظہور کے منتظر تھے اس لئے اطلاع ملتے ہی تحقیق حال کے لئے خدمت میں حاضر ہوئے اور آکر تین سوال کئے اور فرمایا کہ نبی کے سوا ان کے جواب کوئی نہیں دے سکتا۔ اور ان سوالات سے اصل مقصد آپ ﷺ کی نبوت ورسالت کی تصدیق حاصل کرنا تھا جب آپ ﷺ نے ان تینوں سوالوں کے جواب دے دیئے تو ان کو اطمینان ہو گیا اور انہوں نے اسلام قبول کرلیا اور ساتھ یہ عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! قبل اس کے کہ یہود کو میرے اسلام قبول کرنے کا علم ہو آپ ان سے میرے متعلق دریافت فرمائیں کیونکہ یہود بڑی بہتان باندھنے والی قوم ہے۔ حضور ﷺ نے ان کو ایک کوٹھڑی میں بٹھا کر یہود کو بلایا اور ان سے حضرت عبداللہ بن سلام کے بارے میں دریافت کیا کہ وہ تم میں کس طرح کے آدمی ہیں تو انہوں نے آپ کی تعریف کی آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر وہ ایمان لے آئے تو انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس سے بچائے وہ کبھی بھی مسلمان نہیں ہو سکتا۔ تو عبداللہ بن سلام باہر تشریف لائے اور یہ کلمات ان کی زبان پر تھے "اشھدان لا ......" یہ سنتے ہی یہود نے ان پر بہتان باندھنا شروع کر دیا تو عبداللہ بن سلام نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ مجھے اسی بات کا خوف تھا۔

"اِذَا سَبَقَ مَاءُ الرَّجُلِ" کے دو معنی لکھے ہیں چنانچہ ملا علی قاری نے سبق بمعنی غلب وعلا بیان فرمایا ہے مطلب یہ کہ مرد اور عورت میں سے جس کا پانی غالب آجائے بچہ اس کے مشابہ ہوتا ہے اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے سبق بمعنی پیش مشہود بیان فرمایا ہے کہ مرد اور عورت میں سے جس کا پانی رحم میں پہلے پہنچ جائے بچہ اس کے مشابہ ہوتا ہے اس کے بعد شیخ عبدالحق نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس حدیث میں اولاد کے والدین کے ساتھ مشابہت کا سبب پانی کا سبقت کرنا معلوم ہوتا ہے جبکہ باب الغسل میں جو حدیث بیان کی گئی ہے اس میں اس کا سبب غلبہ اور سبقت دونوں کو بتایا گیا ہے اس لئے اس حدیث میں سبق بمعنی غلبہ اور سبقت دونوں مراد لئے جاسکتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن سلام کے قبولِ اسلام میں حضور ﷺ کا معجزہ:

حضرت عبداللہ بن سلام ؓ نے جب یہ تین سوال کئے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ جبرائیل امین ابھی ابھی مجھے ان کے جواب بتلا کر گئے ہیں ان تینوں چیزوں کے جوابات گویا کہ معجزہ ہیں اور اسی مناسبت سے یہ حدیث اس باب میں ذکر کی گئی ہے۔

واقعہ غزوہ بدر

۵۷۱۶/۴ وَعَنْهُ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاوَرَ حِيْنَ بَلَغَنَا اِقْبَالُ اَبِيْ سُفْيَانَ وَقَامَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ اَمَرْتَنَا اَنْ نُخِيْضَهَا الْبَحْرَ لَاَ خَضْنَاهَا وَلَوْ اَمَرْتَنَا اَنْ نَضْرِبَ اَكْبَادَهَا اِلٰى بَرْكِ الْغِمَادِ لَفَعَلْنَا قَالَ فَنَدَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ فَانْطَلَقُوْا حَتّٰى نَزَلُوْا بَدْرًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ وَيَضَعُ يَدَهٗ عَلَى الْاَرْضِ هٰهُنَا وَهٰهُنَا قَالَ فَمَا مَاطَ اَحَدُهُمْ عَنْ مَوْضِعِ يَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(رواه مسلم)

أخرجه مسلم في صحيحه ۱۴۰۳/۳ حديث رقم (۸۳۔۱۷۷۹) وابو داؤد في السنن ۱۳۰/۳ حديث رقم ۲۶۸۱ والنسائي في السنن ۱۰۸/٤ حديث رقم ۲۰۷٤ و احمد في المسند ۲۱۹/۳۔

ترجمہ: انہیں (حضرت انس ؓ) سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے مشورہ فرمایا جب ہمیں ابوسفیان کے (شام سے واپس) آنے کی خبر پہنچی۔ حضرت سعد بن عبادہ کھڑے ہوئے اور کہا یا رسول اللہ ﷺ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر آپ ہمیں حکم دیں جانوروں کو دریا میں ڈالنے کا تو ہم ان کو ڈال دیں گے اگر آپ ہمیں حکم دیں کہ ہم ان کے جگر برک غماد تک ماریں تو ہم ایسا کر گزریں گے۔ حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو تیار کیا پھر چلے یہاں تک کہ بدر کے مقام پر پہنچ گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ جگہ فلاں شخص کی نعش کی ہے اور یہ فلاں کی۔ آپ زمین پر اپنا ہاتھ رکھتے حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ جو بھی مرا ان میں سے وہ حضور ﷺ کے ہاتھ رکھنے کی جگہ سے متجاوز نہیں ہوا۔

(مسلم)

تشریح ۞ یہ غزوہ غزوات اسلام میں سب سے بڑا غزوہ ہے اس لئے کہ اسلام کی عزت وشوکت کی ابتداء اور کفر وشرک کی ذلت ورسوائی کا آغاز اسی غزوہ سے ہوا۔

شروع رمضان المبارک ۲ھ میں رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر ملی کہ ابوسفیان قریش کے قافلۂ تجارت کو شام سے مکہ واپس لا رہا ہے جو مال واسباب سے بھرا ہوا ہے اور قافلے کے ساتھ صرف چالیس آدمی ہیں آپ نے مسلمانوں کو جمع کیا اور اس کی خبر دی اور فرمایا یہ قریش کا کاروانِ تجارت ہے جو مال واسباب سے بھرا ہوا ہے تم اس کی طرف خروج کرو۔ عجب نہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ تم کو وہ قافلہ غنیمت میں عطا فرما دیں۔

چونکہ جنگ وجدال اور قتل وقتال کا وہم وگمان بھی نہ تھا اس لئے بلا کسی جنگی تیاری اور اہتمام کے نکل کھڑے ہوئے۔ ابو

سفیان کو خطرہ لاحق تھا اس لئے جب ابوسفیان حجاز کے قریب پہنچا تو ہر راہگیر اور مسافر سے آپ ﷺ کے حالات دریافت کرتا یہاں تک کہ بعض مسافروں سے اس کو حضور ﷺ کے خروج کی اطلاع ملی۔ جونہی اس کو یہ اطلاع ملی تو اس نے دو کام کئے ایک یہ کہ عام راستہ چھوڑ کر ساحلی راستہ اختیار کیا اور دوسرا کام یہ کیا کہ ضمضم غفاری کو اجرت دے کر مکہ روانہ کیا اور کہلا بھیجا کہ قریش کو اطلاع کر دو کہ جس قدر جلد ممکن ہو اپنے قافلہ کی خبر لیں اور اپنے سرمایہ کو بچانے کی کوشش کریں۔

حضور ﷺ ۱۲ رمضان المبارک کو مدینہ سے روانہ ہوئے تین سو تیرہ چودہ یا پندرہ آدمی آپ کے ہمراہ تھے بے سروسامانی کا یہ عالم تھا کہ اتنی جماعت کے پاس صرف دو گھوڑے اور ستر اونٹ تھے اور ایک ایک اونٹ دو دو تین تین آدمیوں کے درمیان مشترک تھا اور یہ حضرات ان پر باری باری سوار ہوتے تھے۔ بئر ابی عتبہ پر پہنچ کر تمام جماعت کا معاینہ فرمایا اور جو کم عمر تھے ان کو واپس فرما دیا مقام صفراء کے قریب پہنچ کر دو صحابہ کو قافلہ ابی سفیان کے تجسس کے لئے آگے روانہ کیا۔

ادھر ضمضم غفاری ابوسفیان کا پیام لے کر مکہ پہنچا کہ تمہارے قافلہ کو خطرہ ہے اس خبر کا پہنچنا تھا کہ تمام مکہ میں ہل چل مچ گئی اس لئے کہ قریش میں کوئی مرد اور عورت ایسا نہ تھا کہ جس نے اپنی پوری پونجی اور سرمایہ اس میں شریک نہ کر دیا ہو اس لئے اس خبر کے سنتے ہی تمام مکہ میں جوش پھیل گیا ابوجہل کعبہ پر چڑھ گیا اور اہل مکہ کو پکارنے لگا اور لوگوں کو جمع کر کے قافلہ کی مدد کے لئے نکل کھڑا ہوا لوگوں نے اسے کہا کہ ابوسفیان ساحلی راستہ اختیار کر کے بخیر و عافیت آرہا ہے اس لئے اب جانے کا کوئی فائدہ نہیں اور خواہ مخواہ مسلمانوں سے لڑنے کی ضرورت نہیں مگر چونکہ اس کے زوال کا وقت قریب آگیا تھا اس لئے لوگوں کے سمجھانے کے باوجود وہ باز نہ آیا۔

ادھر روحاء سے چل کر جب آپ مقام صفراء پر پہنچے تو وہ دو صحابی جن کو ابوسفیان کے تجسس کے لئے بھیجا گیا تھا وہ واپس آگئے اور انہوں نے ابوسفیان کے نکل جانے اور قریش کی روانگی کی اطلاع دی اس وقت آپ ﷺ نے مہاجرین و انصار کو مشورہ کے لئے جمع کیا اور قریش کی اس شان کے ساتھ روانگی کی خبر دی۔ حضرت ابوبکرؓ سنتے ہی کھڑے ہو گئے اور اپنی جانثاری کا اظہار کیا ان کے بعد حضرت عمرؓ نے کھڑے ہو کر نہایت خوبصورتی کے ساتھ جانثاری کا اظہار کیا پھر حضرت مقداد بن اسود نے جانثارانہ تقریر فرمائی تو اس وقت رسول اللہ ﷺ کا چہرا انور فرط مسرت سے چمک اٹھا آپ ﷺ نے مقداد کے لئے دعاء خیر فرمائی۔ اس شافی و کافی جواب کے باوجود آپ ﷺ نے پھر فرمایا اے لوگو! مجھ کو مشورہ دو۔ سردار انصار حضرت سعد بن معاذؓ "حضور ﷺ کا بلیغ اشارہ سمجھ گئے اور فوراً عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! شاید آپ کا روئے سخن انصار کی طرف ہے آپؐ نے فرمایا ہاں۔

چونکہ انصار نے آپ سے صرف بیعت عقبہ میں اس کا عہد کیا تھا کہ جو دشمن آپ ﷺ پر حملہ آور ہوگا اس وقت ہم آپ ﷺ کے معاون اور مددگار رہوں گے مدینہ سے باہر جا کر آپ ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے کا وعدہ نہ تھا اس لئے آپ ﷺ بار بار انصار کی طرف دیکھتے تھے سعد بن معاذ نے آپ کے اس اشارہ کو سمجھ کر وہ جواب دیا جو اس روایت میں مذکور ہے۔

برک غماد ایک مقام کا نام ہے جو مدینہ سے بہت دور یمن میں واقع تھا یا بحر کے پرلے کنارہ پر یا اس کی آبادیوں کے بالکل آخری کنارہ پر تھا۔ سواریوں کے جگر مارنے کا مطلب ہے سواریوں کو تیز ہانکنا اور اس میں لفظی مشابہت یہ ہے کہ جب کوئی سوار گھوڑے پر سوار ہو کر اس کو تیز ہانکتا ہے تو اس کے پاؤں مسلسل گھوڑے کی اس جگہ پر لگتے ہیں جہاں جگر ہوتا ہے حضرت سعد کا فرمانے کا مطلب یہ تھا کہ اگر آپ ﷺ ہمیں برک غماد جو کہ انتہائی دور دراز علاقہ ہے وہاں پہنچنے کا حکم دیں تو ہم تعمیل ارشاد میں

تیزی کے ساتھ سواریاں بھگاتے ہوئے وہاں تک بھی پہنچ جائیں گے۔

غزوۂ بدر میں حضور ﷺ کا معجزہ

رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کے یہ جانثارانہ جوابات سن کر مسرور ہوئے اور فرمایا اللہ کے نام پر چلو اور تم کو بشارت ہو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ ابوجہل یا ابوسفیان کی دو جماعتوں میں سے کسی ایک جماعت پر ضرور فتح و نصرت عطا فرمائیں گے اور مجھ کو قوم کفار کے پچھاڑے جانے کی جگہیں دکھلا دی گئی ہیں کہ فلاں شخص فلاں جگہ اور فلاں شخص فلاں جگہ پچھاڑا جائے گا آپ ﷺ نے ان سب کے نام لے کر اور ایک ایک جگہ ہاتھ رکھ کر اپنے صحابہ کو آگاہ فرمایا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب جنگ شروع ہوئی اور مجاہدین نے کافروں کو قتل کرنا شروع کیا تو آپ ﷺ نے جس کافر کے لئے جو جگہ ارشاد فرمائی تھی وہ اسی جگہ مارا گیا اور اس کی لاش اس جگہ سے ذرہ بھر بھی ادھر ادھر نہیں گری۔

غزوۂ بدر میں حضور ﷺ کا اپنے رب کے سامنے الحاح وزاری کرنا

۵/۵۷۱۷ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَهُوَ فِيْ قُبَّةٍ يَوْمَ بَدْرٍ اَللّٰهُمَّ اَنْشُدُكَ عَهْدَكَ وَوَعْدَكَ اَللّٰهُمَّ اِنْ تَشَاْ لَا تُعْبَدْ بَعْدَ الْيَوْمِ فَاَخَذَ اَبُوْبَكْرٍ بِيَدِهٖ فَقَالَ حَسْبُكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَلْحَحْتَ عَلٰى رَبِّكَ فَخَرَجَ وَهُوَ يَثِبُ فِي الدِّرْعِ وَهُوَ يَقُوْلُ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ۔

(رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۹۹/۶ حدیث رقم ۲۹۱۵ و احمد فی المسند ۳۲۹/۱

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ بدر کے دن خیمے میں یہ دعا ارشاد فرما رہے تھے۔ اے اللہ! میں تجھ سے تیرے عہد اور وعدے کا ایفاء چاہتا ہوں۔ اے اللہ! اگر تو چاہتا ہے کہ آج کے بعد تیری عبادت نہ ہو۔ پس حضرت ابوبکرؓ نے آپ کا ہاتھ پکڑا اور عرض کیا بس اتنا کافی ہے یارسول اللہ ﷺ! آپ نے اپنے رب کے سامنے بہت الحاح وزاری کر لی پس آپ زرہ پہنے ہوئے خیمہ سے باہر تشریف لائے اور یہ فرما رہے تھے "**سیھزم الجمع ویولون الدبر**" یہ جماعت شکست کھائے گی اور یہ سب پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔ (بخاری)

تشریح ۞ حضور ﷺ نے جب اپنے اصحاب اور احباب کی قلت اور بے سروسامانی کو اور دشمنوں کی کثرت اور قوت کو دیکھا تو نماز کے لئے کھڑے ہوگئے اور دو رکعت نماز پڑھی اور دعا میں مشغول ہوگئے اور یہ دعا مانگنے لگے: **اَللّٰهُمَّ اَنْشُدُكَ عَهْدَكَ** ...... اور محویت کا یہ عالم تھا کہ کندھے سے رداء مبارک گر پڑتی تھی دیر تک ہاتھ پھیلائے یہ دعا مانگتے رہے کہ اے اللہ! اگر یہ جماعت ہلاک ہوگئی تو پھر زمین پر تیری پرستش نہ ہوگی حضرت ابوبکرؓ نے چادر اٹھا کر آپ کے کندھے پر ڈال دی اور آپ کا ہاتھ پکڑ لیا اور عرض کیا۔ بس کافی ہے بتحقیق آپ ﷺ نے اللہ کے حضور بہت الحاح وزاری کی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو آپ کی اس بیتابانہ اور مضطربانہ الحاح وزاری سے یقین آگیا کہ آپ ﷺ کی دعا ضرور قبول ہوگی۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ:

شبہ یہ ہے کہ جب حق تعالیٰ کی طرف سے فتح و نصرت کا آپ ﷺ سے وعدہ تھا اور آپ جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتے تو حضور ﷺ اس درجہ مضطرب کیوں تھے؟

جواب: اس شبہ کے مختلف جواب ہو سکتے ہیں مثلاً:

نمبر۱: حضور ﷺ کو نعوذ باللہ ایفاء عہد میں تردد نہ تھا بلکہ آپ کا الحاح کے ساتھ دعا کرنا حکم خداوندی کی تعمیل میں تھا کہ بندہ کو ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے مدد و نصرت مانگنی چاہئے اور حصول مقصود کے لئے انہیں کی طرح الحاح وزاری کرنا چاہئے خواہ مقصد کا حاصل ہونا یقینی ہو۔

نمبر۲: جو شخص جتنا اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کا عالم اور عارف ہوگا اس میں اتنی ہی خشیت ہوگی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "انما یخشی اللّٰہ من عبادہ العلماء" اور خشیت و خوف انبیاء میں بدرجہ کمال پایا جاتا ہے۔ اس لئے یہ ہو سکتا ہے کہ حضور ﷺ نے محض اس خوف کے پیش نظر دعا کی ہو کہ میرا کوئی عمل فتح و نصرت کی راہ میں رکاوٹ نہ بن جائے۔

نمبر۳: یہ بھی ممکن ہے کہ حق تعالیٰ نے مدد و نصرت کا وعدہ تو فرمایا تھا لیکن اس کے لئے کوئی وقت متعین نہیں فرمایا تھا۔ اور حضور ﷺ تاخیر سے ڈرتے تھے اس لئے دعا مانگی کہ یہ ایفاء وعدہ آج ہی ہو موخر نہ ہو۔

نمبر۴: حق تعالیٰ کی ذات اقدس بے نیاز ہے جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ﴾ اور ان کا ذہن اس آیت: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ﴾ کی طرف اس لئے ہو سکتا ہے کہ حضور ﷺ کے ذہن میں اللہ تعالیٰ کی صفت بے نیازی کا غلبہ ہو گیا ہو اور اسی وجہ سے آپ ﷺ نے الحاح وزاری سے دعا کی۔

نمبر۵: حق تعالیٰ کے وعدہ پر کامل اعتماد کے باوجود الحاح وزاری کے ساتھ دعا کرنے کا ایک مقصد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ صحابہ اور مجاہدین اسلام کے دل کو تقویت دینا چاہتے تھے کیونکہ صحابہؓ جانتے تھے کہ آپ ﷺ کی دعا یقینی قبول ہوگی۔

فائدہ: جب اللہ تعالیٰ کا یہ حتمی وعدہ نازل ہوا کہ دشمنوں کو شکست ہوگی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوں گے تو آپ ﷺ فرط مسرت سے یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے باہر تشریف لائے اور مسلمانوں کو فتح کی خوشخبری سنائی یہ ایک معجزہ تھا کہ مسلمانوں کی فتح کی بات جو اس وقت اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے علم میں نہیں تھی آپ ﷺ نے مسلمانوں کو اس کی اطلاع دے دی۔

غزوۂ بدر میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کا شریک ہونا

۶/۵۷۱۸ وَعَنْهُ اِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ يَوْمَ بَدْرٍ هٰذَا جِبْرَئِيْلُ اٰخِذٌ بِرَاْسِ فَرَسِهٖ عَلَيْهِ اَدَاةُ الْحَرْبِ۔

أخرجه البخاري في صحيحه ۳۱۲/۷ حديث رقم ۳۹۹۵

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بدر والے دن فرمایا یہ جبرائیل امین ہیں جنہوں نے اپنے گھوڑے کا سر (یعنی باگ) پکڑی ہوئی ہے ان پر لڑائی کے ہتھیار ہیں (بخاری)

تشریح ۞ ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ دعا مانگتے مانگتے آپ ﷺ پر نیند طاری ہو گئی۔ تھوڑی دیر بعد آپ ﷺ

بیدار ہوئے اور ابوبکرؓ سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا۔ اے ابوبکر! تجھ کو بشارت ہو تیرے پاس اللہ کی مدد آ گئی یہ جبرائیل امین گھوڑے کی باگ پکڑے ہوئے ہیں ان کے دانتوں پر غبار ہے۔

یہ حضور ﷺ کا معجزہ تھا کہ حضرت جبرائیل امین مسلمانوں کی مدد و نصرت کے لئے آسمانوں سے تشریف لائے۔

فائدہ: بدر ایک کنویں کا نام ہے جو کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان مدینہ سے چار منزل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ غزوہ بدر ۱۷ رمضان ۲ھ جمعہ کے روز واقع ہوا ہے۔

غزوۂ بدر میں آسمانی مدد کا ایک واقعہ

۵۷۱۹/۷ وَعَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ يَشْتَدُّ فِيْ اَثَرِ رَجُلٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اَمَامَهٗ اِذَا سَمِعَ ضَرْبَةً بِالسَّوْطِ فَوْقَهٗ وَصَوْتَ الْفَارِسِ يَقُوْلُ اَقْدِمْ حَيْزُوْمُ اِذَا نَظَرَ اِلَى الْمُشْرِكِ اَمَامَهٗ خَرَّ مُسْتَلْقِيًا فَنَظَرَ اِلَيْهِ فَاِذَا هُوَ قَدْ خُطِمَ اَنْفُهٗ وَشُقَّ وَجْهُهٗ كَضَرْبَةِ السَّوْطِ فَاخْضَرَّ ذٰلِكَ اَجْمَعُ فَجَاءَ الْاَنْصَارِيُّ فَحَدَّثَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ صَدَقْتَ ذٰلِكَ مِنْ مَدَدِ السَّمَاءِ الثَّالِثَةِ فَقَتَلُوْا يَوْمَئِذٍ سَبْعِيْنَ وَاَسَرُوْا سَبْعِيْنَ۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم في صحيحه ۱۳۸۴/۳ حديث رقم (۵۸-۱۷۶۳)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا اس اثناء میں کہ اس دن (جنگ بدر کے دن) مسلمانوں میں سے ایک شخص ایک مشرک کے پیچھے دوڑ رہا تھا اچانک اس نے اس کافر پر چابک مارنے کی آواز سنی اور ایک گھڑسوار کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا حیزوم آگے بڑھ پھر اس مسلمان کی نظر اپنے آگے (بھاگتے ہوئے) مشرک پر پڑی کہ وہ زمین پر چت پڑا ہوا ہے پس اس نے دیکھا کہ اس کی ناک پر نشان پڑا ہوا ہے اور اس کا منہ پھٹا ہوا ہے یہ ساری جگہ (کوڑے کی وجہ سے) نیلی ہوگئی تھی۔ پس وہ انصاری آپ ﷺ کے پاس آیا اور واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ تم نے سچ کہا یہ تیسرے آسمان کی امدادی فوج کا فرشتہ تھا۔ پس اس دن ستر (کافر) قتل ہوئے اور ستر قیدی ہوئے۔ (مسلم)

تشریح: اس حدیث میں کافروں کے خلاف مسلمانوں کی آسمانی مدد کا ایک واقعہ مذکور ہے کہ ایک مسلمان کافر کا تعاقب کر رہا تھا تو اس نے چابک مارنے کی آواز سنی اور ساتھ ہی ایک گھڑسوار کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا اقدم حیزوم اس مسلمان نے جب اس کافر کو دیکھا تو اس کے منہ اور ناک پر کوڑے لگنے کے نشانات پڑے ہوئے تھے اور جہاں جہاں کوڑا لگا تھا وہ جگہ نیلی ہوگئی تھی۔

اَقْدِمْ حَيْزُوْمُ: لفظ اقدم میں دو احتمال ہیں پہلا یہ کہ باب افعال سے امر کا صیغہ ہے یعنی ہمزہ مفتوح اور قاف ساکن ہے اس کا معنی ہے دشمن کو للکارنا' خوفزدہ کرنا۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ مجرد سے امر کا صیغہ ہے یعنی ہمزہ اور دال مضموم اور قاف ساکن ہے اس کا معنی ہے آگے بڑھنا۔ حیزوم یا تو حضرت جبرائیل کے گھوڑے کا نام ہے یا کسی اور فرشتے کے گھوڑے کا نام ہے۔

اس صحابی نے یہ ساری روئیداد حضور ﷺ کے سامنے بیان کی تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ تیسرے آسمان کی فوجی

ملک کا فرشتہ تھا۔

یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ یہ تو اس صحابہ کی کرامت تھی کہ انہوں نے ایک فرشتے کے ہاتھوں کافر کو قتل ہوتے دیکھا اور اس فرشتے کی آواز سنی تو اس حدیث کو باب المعجزات میں کیوں بیان کیا گیا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ صحابی جو کہ نبی کریم ﷺ کے اس کی کرامت متبوع یعنی نبی کریم ﷺ کے معجزہ ہی کی ایک صورت ہے خصوصاً جب کہ وہ کرامت آپ ﷺ کی موجودگی میں رونما ہوئی ہے اس مناسبت سے اس حدیث کو باب المعجزات میں ذکر کر دیا۔ نیز یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ اس میں آپ ﷺ کا معجزہ ہے وہ اس طرح کہ جب اس صحابیؓ نے یہ واقعہ آپ کی خدمت اقدس میں بیان کیا تو آپؐ نے اس کی تصدیق فرمائی اور یہ فرمایا کہ یہ تیسرے آسمان کا فرشتہ تھا تو آپ کا تصدیق کرنا اور یہ اطلاع دینا کہ یہ تیسرے آسمان کا فرشتہ تھا یہ آپ ﷺ کا معجزہ تھا اس لئے اس حدیث کو اس باب میں ذکر کرنا بالکل درست اور برمحل ہے۔

جبرئیل علیہ السلام و میکائیل علیہ السلام کا شریکِ قتال ہونا

۸/۵۷۲۰ وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ رَاَیْتُ عَنْ یَمِیْنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَعَنْ شِمَالِهٖ یَوْمَ اُحُدٍ رَجُلَیْنِ عَلَیْهِمَا ثِیَابٌ بِیْضٌ یُقَاتِلَانِ کَاَشَدِّ الْقِتَالِ مَا رَاَیْتُهُمَا قَبْلُ وَلَا بَعْدُ یَعْنِیْ جِبْرِیْلُ وَمِیْکَائِیْلُ. (متفق علیہ)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۵۳/۷ حدیث رقم ۴۰۵۴ و مسلم فی صحیحه ۱۸۰۲/۴ حدیث رقم (۴۶-۲۳۰۶)

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے احد والے دن حضور ﷺ کے دائیں طرف اور بائیں طرف دو آدمیوں کو دیکھا جو سفید کپڑوں میں (ملبوس) تھے وہ بہت سخت (کافروں سے) قتال کر رہے تھے میں نے ان کو نہ اس سے پہلے دیکھا اور نہ بعد میں یعنی وہ جبرائیل اور میکائیل تھے۔ (متفق علیہ)

تشریح ۞ غزوہ احد میں حضرت سعد نے جبرئیل و میکائیل کو حضور ﷺ کے دائیں بائیں سفید لباس میں ملبوس قتال کرتے ہوئے دیکھا باقی رہی یہ بات کہ ان کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ یہ جبرائیل و میکائیل ہیں؟ تو ہوسکتا ہے کہ انہوں نے طریقہ قتال سے سمجھا ہو کہ جنگ میں کبھی کوئی انسان اتنا تیز رفتار ہو کر نہیں لڑسکتا اور یہ بھی ممکن ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ سے سنا ہو کہ یہ دونوں اجنبی جبرائیل اور میکائیل تھے۔ نیز ان دونوں فرشتوں کا آپ ﷺ کے دائیں بائیں ہو کر قتال کرنا آپ کی حفاظت اور حمایت کے لئے تھا جو کہ بلاشبہ آپ ﷺ کا معجزہ ہے۔

ابورافع یہودی کے قتل کا واقعہ

۹/۵۷۲۱ وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ بَعَثَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَهْطًا اِلٰی اَبِیْ رَافِعٍ فَدَخَلَ عَلَیْهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَتِیْكٍ بَیْتَهٗ لَیْلًا وَهُوَ نَائِمٌ فَقَتَلَهٗ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَتِیْكٍ فَوَضَعْتُ السَّیْفَ فِیْ بَطْنِهٖ حَتّٰی اَخَذَ فِیْ ظَهْرِهٖ فَعَرَفْتُ اَنِّیْ قَتَلْتُهٗ فَجَعَلْتُ اَفْتَحُ الْاَبْوَابَ حَتّٰی انْتَهَیْتُ اِلٰی دَرَجَةٍ فَوَضَعْتُ رِجْلِیْ فَوَقَعْتُ

فِي لَيْلَةٍ مُقْمِرَةٍ فَانْكَسَرَتْ سَاقِي فَعَصَبْتُهَا بِعِمَامَةٍ فَانْطَلَقْتُ إِلَى أَصْحَابِ فَانْتَهَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَدَّثْتُهُ فَقَالَ ابْسُطْ رِجْلَكَ فَبَسَطْتُ رِجْلِي فَمَسَحَهَا فَكَأَنَّمَا لَمْ أَشْتَكِهَا قَطُّ۔

(رواه البخاري)

اخرجه البخاري في صحيحه ٦/٥٥١ حديث رقم ٣٠٢٢

ترجمہ: حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت ابورافع کی طرف بھیجی۔ پس حضرت عبداللہ بن عتیک رات کو اس کے گھر داخل ہوئے جبکہ وہ سو رہا تھا پس انہوں نے اس کو قتل کر دیا۔ عبداللہ بن عتیک فرماتے ہیں کہ میں نے اس کے پیٹ پر تلوار رکھی یہاں تک کہ اس کی پشت کی طرف سے نکل گئی پس جب مجھے معلوم ہو گیا کہ میں نے اس کو قتل کر دیا ہے تو میں نے دروازے کھولنا شروع کئے یہاں تک کہ میں سیڑھی تک پہنچ گیا۔ پس (جونہی) میں نے اپنا پاؤں رکھا تو میں چاندنی رات میں گر پڑا اور میری پنڈلی ٹوٹ گئی میں نے اپنی پگڑی سے پنڈلی کو باندھ لیا پھر میں اپنے ساتھیوں کی طرف چلا۔ پس جب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا اور واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا اپنا پاؤں پھیلاؤ۔ میں نے اپنا پاؤں پھیلا دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ہاتھ مبارک پھیرا (میرا پاؤں اس طرح اچھا ہو گیا) گویا کہ کبھی زخمی نہیں ہوا (بخاری)

تشریح: ابورافع ایک بڑا مالدار یہودی تاجر تھا۔ ابورافع اس کی کنیت تھی عبداللہ بن ابی الحقیق اس کا نام تھا اس کو سلام بن ابی الحقیق بھی کہا جاتا تھا خیبر کے قریب ایک قلعہ میں رہتا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت دشمن تھا اور طرح طرح سے آپ کو ایذاء اور تکلیف پہنچاتا تھا یہی شخص غزوہ احزاب میں قریش مکہ کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکا کر لایا اور ان کی بہت زیادہ مالی امداد کی اور ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی عداوت میں پیسہ خرچ کرتا رہتا تھا۔

چنانچہ اس کی انہیں ایذاء رسانیوں سے تنگ آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خلاف کاروائی کا ارادہ فرمایا اور عبداللہ بن عتیک اور دیگر انصاری صحابہ کو اس کے قتل کے لئے روانہ فرمایا اور ان سب کا تعلق قبیلہ اوس سے تھا۔ اور حضرت عبداللہ بن عتیک کو ان کا امیر مقرر فرمایا اور یہ تاکید فرمائی کہ کسی بچے اور عورت کو ہرگز قتل نہ کیا جائے۔

نصف جمادی الثانیہ ۳ھ کو عبداللہ بن عتیک اپنے رفقاء کے ہمراہ خیبر کی طرف روانہ ہوئے حضرت براء بن عازب سے مروی ہے کہ غروب آفتاب کے بعد جب لوگ اپنے جانور چراگاہ سے واپس لا چکے تھے تب یہ لوگ خیبر پہنچے ابورافع کا قلعہ جب قریب آ گیا تو عبداللہ بن عتیک نے اپنے رفقاء سے کہا تم یہیں بیٹھو میں قلعہ کے اندر جانے کی تدبیر نکالتا ہوں جب بالکل دروازے کے قریب پہنچ گئے تو کپڑا ڈھانک کر اس طرح بیٹھ گئے جیسے کوئی قضا حاجت کرتا ہو دربان نے یہ سمجھ کر کہ یہ ہمارا ہی آدمی ہے یہ آواز دی کہ اے اللہ کے بندے! اگر اندر آنا ہے تو جلدی آ جا میں دروازہ بند کرتا ہوں تو یہ فوراً اندر داخل ہو گئے اور ایک طرف چھپ کر بیٹھ گئے۔

ابورافع بالاخانہ پر رہتا تھا اور شب کو قصہ گوئی ہوتی تھی جب قصہ گوئی ختم ہوگئی اور لوگ اپنے گھر واپس چلے گئے تو دربان نے دروازے بند کر کے چابیوں کا حلقہ ایک کھونٹی پر لٹکا دیا۔

جب سب سو گئے تو یہ اٹھے اور کھونٹی سے کنجیوں کا حلقہ اتار کر دروازہ کھولا اور بالاخانہ پر پہنچ گئے اور جو دروازہ کھولتے تھے

اس کواندر سے بند کردیتے تھے تاکہ لوگوں کو اگر ان کی خبر ہو بھی جائے تو یہ اس وقت تک اپنا کام کر چکے ہوں۔

جب وہ بالاخانہ پر پہنچ گئے تو وہاں اندھیرا تھا اور ابورافع اپنے اہل وعیال میں سورہا تھا ان کو معلوم نہ تھا کہ ابورافع کہاں ہے اور کدھر ہے؟ انہوں نے آواز دی اے ابورافع! ابورافع نے کہا کون ہے؟ تو انہوں نے اسی جانب ڈرتے ڈرتے تلوار کا وار کیا مگر وار خالی گیا ابورافع نے چیخ ماری انہوں نے تھوڑی دیر بعد آواز بدلکر ہمدردانہ لہجے میں کہا اے ابورافع! یہ آواز کیسی تھی؟ ابو رافع نے کہا ابھی مجھ پر کسی شخص نے تلوار کا وار کیا ہے یہ سنتے ہی انہوں نے تلوار کا دوسرا وار کیا جس سے اس کو کاری ضرب لگی پھر انہوں نے تلوار کی دھار اس کے پیٹ پر رکھ کر دبائی کہ پشت تک پہنچ گئی جس سے یہ سمجھ گئے کہ اس کا کام تمام ہو گیا اور یہ واپس چلے اور ایک ایک دروازہ کھولتے جاتے تھے جب سیڑھی سے اترنے لگے تو یہ خیال ہوا کہ زمین قریب آ گئی اترنے میں گر پڑے اور پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی چاندنی رات تھی عمامہ کھول کر ٹانگ کو باندھا اور اپنے ساتھیوں کے پاس آئے اور کہا تم چلو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت سناؤ میں یہیں بیٹھتا ہوں اس کی موت اور قتل کا اعلان سن کر آؤں گا چنانچہ جب صبح ہوئی اور مرغ نے بانگ دی تو خبر دینے والے نے قلعہ کی فصیل سے اس کی موت کا اعلان کیا تب یہ وہاں سے چلے اور ساتھیوں سے آملے اور کہا تیز چلو اللہ نے ابورافع کو ہلاک کر دیا۔

عبداللہ بن عتیک کی ٹوٹی ہوئی ٹانگ دست مبارک پھیرنے سے درست ہونے کا معجزہ:

وہاں سے چل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خوشخبری سنائی اور جو واقعہ ہوا تھا وہ سب بیان کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی ٹانگ پھیلا' انہوں نے اپنی ٹانگ پھیلا دی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک اس پر پھیرا ایسا معلوم ہوا گویا کہ کبھی شکایت ہی پیش نہ آئی تھی۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا کہ محض دست مبارک پھیرنے سے ٹوٹی ہوئی ٹانگ جڑ گئی اور تکلیف مکمل طور پر ختم ہوگئی۔

غزوۂ خندق کے موقع پر کھانے میں برکت کا معجزہ

۱۰/۵۷۲۳ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ اِنَّا يَوْمَ الْخَنْدَقِ نَحْفِرُ فَعَرَضَتْ كُدْيَةٌ شَدِيْدَةٌ فَجَاؤُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا هٰذِهٖ كُدْيَةٌ عَرَضَتْ فِي الْخَنْدَقِ فَقَالَ اَنَا نَازِلٌ ثُمَّ قَامَ وَبَطْنُهٗ مَعْصُوْبٌ بِحَجَرٍ وَلَبِثْنَا ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ لَا نَذُوْقُ ذَوَاقًا فَاَخَذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمِعْوَلَ فَضَرَبَ فَعَادَ كَثِيْبًا اَهْيَلَ فَانْكَفَاْتُ اِلٰى امْرَاَتِيْ فَقُلْتُ هَلْ عِنْدَكِ شَيْءٌ فَاِنِّيْ رَاَيْتُ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمَصًا شَدِيْدًا فَاَخْرَجَتْ جِرَابًا فِيْهِ صَاعٌ مِّنْ شَعِيْرٍ وَلَنَا بُهَيْمَةٌ دَاجِنٌ فَذَبَحْتُهَا وَطَحَنَتِ الشَّعِيْرَ حَتّٰى جَعَلْنَا اللَّحْمَ فِي الْبُرْمَةِ ثُمَّ جِئْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَارَرْتُهٗ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ذَبَحْنَا بُهَيْمَةً لَّنَا وَطَحَنْتُ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ فَتَعَالَ اَنْتَ وَنَفَرٌ مَّعَكَ فَصَاحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَهْلَ الْخَنْدَقِ اِنَّ جَابِرًا صَنَعَ سُوْرًا فَحَيَّ هَلًا بِكُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُنْزِلُنَّ

بُرْمَتَكُمْ وَلَا تَخْبِزُنَّ عَجِينَكُمْ حَتَّى اَجِيْءَ وَجَاءَ فَاَخْرَجْتُ لَهُ عَجِيْنًا فَبَصَقَ فِيْهِ وَبَارَكَ ثُمَّ عَمَدَ اِلٰى بُرْمَتِنَا فَبَصَقَ وَبَارَكَ ثُمَّ قَالَ اُدْعِيْ خَابِزَةً فَلْتَخْبِزْ مَعَكِ وَاقْدَحِيْ مِنْ بُرْمَتِكُمْ وَلَا تُنْزِلُوْا هَا وَهُمْ اَلْفٌ فَاُقْسِمُ بِاللّٰهِ لَاَكَلُوْا حَتّٰى تَرَكُوْهُ وَانْحَرَفُوْا وَاِنَّ بُرْمَتَنَا لَتَغِطُّ كَمَا هِيَ وَاِنَّ عَجِيْنَنَا لَيُخْبَزُ كَمَا هُوَ۔

(متفق علیہ)

أخرجه البخاري صحيحه ۳۹۵/۷ حديث رقم ۴۱۰۱ و ۴۱۰۲ واخرجه مسلم في صحيحه ۱۶۱۰/۳ حديث رقم (۱۴۱-۲۰۳۹) واخرجه الدارمي في السنن ۳۳/۱ حديث رقم ۴۲

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ بے شک ہم خندق کے دن (یعنی غزوہ خندق کے موقعہ پر) خندق کھود رہے تھے کہ ایک سخت پتھر نکل آیا پس صحابہ حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا یہ پتھر خندق میں نکل آیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا میں خود اتر کر دیکھتا ہوں پھر آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ کے بطن مبارک پر پتھر بندھا ہوا تھا اور ہم نے تین دن اس طرح بسر کئے کہ ہم نے کوئی چیز نہیں چکھی تھی۔ آنحضرت ﷺ نے کدال پکڑی اور پتھر پر ایسی ضرب لگائی کہ وہ ریت کی مانند ہو کر بکھر گیا حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں فوراً لوٹ کر اپنی بیوی کے پاس آیا اور میں نے کہا تمہارے پاس کھانے کے لئے کچھ ہے۔ کیونکہ میں نے آپ ﷺ پر بھوک کا اثر دیکھا ہے اس نے ایک تھیلا نکالا اس میں ایک صاع جو تھے اور ہمارے پاس ایک پلا ہوا بکری کا بچہ تھا پس میں نے اس کو ذبح کیا اور اس نے جو پیسے یہاں تک کہ ہم نے گوشت ہانڈی میں ڈالا پھر میں حضور ﷺ کے پاس آیا اور میں نے چپکے سے آپ ﷺ کے کان میں کہا یا رسول اللہ ﷺ! ہم نے ایک چھوٹا سا بکری کا بچہ ذبح کیا ہے اور بیوی نے ایک صاع جو کا آٹا پیسا ہے۔ پس آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھ چند لوگ تشریف لے آئیں (یہ سن کر) آنحضرت ﷺ نے اعلان فرما دیا اے خندق والو! جابرؓ نے تم سب کی دعوت کی ہے لہٰذا تم سب جلدی سے چلو۔ پھر آپ ﷺ نے (مجھ سے) فرمایا جب تک میں نہ آؤں اپنی ہانڈی چولہے سے نہ اتارنا اور نہ آٹے کی روٹی پکانا آپ ﷺ تشریف لائے میں نے گوندھا ہوا آٹا پیش کر دیا آپ ﷺ نے اس میں لعاب مبارک ڈالا اور برکت کی دعا فرمائی۔ پھر ہماری ہانڈی کی طرف متوجہ ہوئے اور اس میں لعاب ڈالا اور برکت کی دعا فرمائی پھر فرمایا اب ایک عورت بلالاؤ جو تمہارے ساتھ روٹیاں پکاتی رہے اور اپنی ہانڈی سے گوشت نکال نکال کر دیتی رہے مگر ہانڈی چولہے سے مت اتارنا اس وقت کھانے والے ہزار تھے خدا کی قسم! سب نے وہ کھانا کھایا یہاں تک کہ سب لوگ کھا کر واپس ہو گئے اور ہماری ہانڈی جیسی تھی ویسی کی ویسی ہی بھری رہی اور آٹا بھی اتنا کا اتنا ہی پڑا رہا۔

(متفق علیہ)

تشریح: اس حدیث مبارک میں غزوہ خندق کے موقع پر کھانے میں برکت کا واقعہ ذکر کیا گیا ہے کہ کھانے کی تھوڑی سی مقدار جو صرف چند آدمیوں کے لئے کفایت کر سکتی تھی آنحضرت ﷺ کی برکت سے وہ ایک ہزار لوگوں کے لئے کافی ہو گئی مزید برآں یہ کہ وہ کھانا جوں کا توں باقی رہا اس میں کمی نہیں ہوئی۔ یہ سب آپ کی ذات وصفات کی برکت تھی۔ احادیث و سیرت کی کتابوں میں ایسے بہت سے واقعات مذکور ہیں کہ کھانے کی قلیل مقدار بڑھ گئی ہاتھ کی انگلیوں سے پانی کے چشمے بہہ پڑے کھانے سے تسبیح کی آواز آئی وغیرہ۔ اس موضوع پر امام بیہقی کی کتاب دلائل النبوۃ بہت عمدہ اور جامع ہے۔

اس حدیث میں لفظ سور استعمال ہوا ہے یہ فارسی زبان کا لفظ ہے فارسی زبان میں سور شادی کے کھانے کے لئے استعمال ہوتا ہے یہاں اس سے مراد ضیافت کا کھانا ہے اور بہت سے مواقع پر آپ کی زبان مبارک سے عنبر عربی الفاظ ادا ہوئے ہیں۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی شہادت کی پیشینگوئی

۵۷۲۳/۱۱وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَمَّارٍ حِيْنَ يَحْفِرُ الْخَنْدَقَ فَجَعَلَ يَمْسَحُ رَأْسَهٗ وَيَقُوْلُ بُؤْسَ ابْنِ سُمَيَّةَ تَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۲۲۳۵/۴ حدیث رقم (۷۰-۲۹۱۵) واخرجه الترمذی فی السنن ۶۲۸/۵ حدیث رقم ۳۸۰۰۔

ترجمہ: حضرت ابوقتادہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمارؓ سے فرمایا جبکہ وہ خندق کھود رہے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سر سے (مٹی) جھاڑ رہے تھے اور یہ فرماتے جارہے تھے ہائے سمیہ کے بیٹے کی سختی! تمہیں ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔ (مسلم)

تشریح ☼ غزوہ خندق کے موقع پر جب مسلمان مدینہ کی حفاظت کے لئے خندق کھود رہے تھے تو انہیں میں حضرت عمارؓ بھی شامل تھے وہ بہت محنت کے ساتھ کام میں مصروف تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی یہ محنت اور جانفشانی ملاحظہ فرمارہے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ منکشف ہوا کہ حضرت عمارؓ کو ایک باغی گروہ شہید کرے گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عمارؓ پر بہت ترس آرہا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ الفاظ ادا ہوگئے کہ تمہیں ایک دن سخت پریشانی کا سامنا کرنا پڑے گا اور تم باغیوں کے ہاتھوں شہید کردیئے جاؤ گے۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا اور ان کے خاندان کا تعارف:

حضرت عمار بن یاسر اصل میں قحطانی الاصل تھے ان کے والد حضرت یاسر اپنے ایک گمشدہ بھائی کی تلاش میں مکہ آئے اور دو بھائی حارث اور مالک آپ کے ہمراہ تھے۔ حارث اور مالک تو یمن واپس چلے گئے اور یاسر مکہ ہی میں رہ پڑے اور ابوحذیفہ مخزومی سے حلیفانہ تعلقات پیدا کرلئے ابوحذیفہ نے اپنی کنیز سمیہ بنت خیاط سے آپ کی شادی کرائی جس سے حضرت عمار پیدا ہوئے۔ یاسر اور عمار ابوحذیفہ کے مرتے تک ابوحذیفہ ہی کے ساتھ رہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسلام ظاہر فرمایا یاسر اور سمیہ اور عمار اور ان کے بھائی عبداللہ بن یاسر سب کے سب مشرف باسلام ہوگئے۔

مکہ میں عمار بن یاسرؓ کا چونکہ کوئی قبیلہ نہ تھا جو ان کا حامی و مددگار ہوتا اس لئے قریش نے ان کو بہت سخت تکلیفیں دیں ان حضرات کو عین دوپہر کے وقت لوہے کی زرہیں پہنا کر دھوپ میں کھڑا کردیتے۔ ایک روز سامنے سے ابوجہل آگیا اور حضرت سمیہؓ کی شرمگاہ میں ایک برچھی ماری جس سے وہ شہید ہوگئیں۔ طبقات ابن سعد میں بسند صحیح مجاہد سے منقول ہے کہ اسلام میں سب سے پہلی شہید حضرت سمیہ ہیں جو بہت بوڑھی اور ضعیف تھیں جب ابوجہل جنگ بدر میں مارا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار سے مخاطب ہو کر یہ فرمایا قتل اللّٰہ قاتل امك اللہ نے تیری اماں کے قاتل کو ہلاک کردیا اور حضرت یاسرؓ کا انہیں مصائب اور شدائد میں حضرت سمیہؓ سے پہلے انتقال ہوا۔

حدیث کا مصداق:

حضرت عمار بن یاسرؓ جنگ صفین میں حضرت علیؓ کے ساتھ تھے ان کو اس گروہ نے شہید کیا جو حضرت معاویہ کے ساتھ تھا اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ سے مراد وہ گروہ ہے جو حضرت علیؓ کے مقابلہ میں تھا۔

علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمارؓ شہید ہوئے تو حضرت عمرو بن عاصؓ حضرت معاویہؓ کے پاس آئے اور کہا کہ یہ تو غضب ہو گیا کہ عمار بن یاسرؓ ہمارے ہاتھ سے مارا گیا حضرت معاویہ نے فرمایا کہ اس میں پریشانی کی کیا بات ہے۔ حضرت عمرو بن عاصؓ نے کہا کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو فرماتے سنا ہے آپ ﷺ نے حضرت عمارؓ سے فرمایا تھا کہ اے عمار! تجھے ایک باغی گروہ قتل کرے گا چونکہ عمار ہمارے ہاتھ سے شہید ہوئے اسلئے اس حدیث کی رو سے ہم الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ قرار پائے حضرت معاویہؓ نے فرمایا کہ عمارؓ کو ہم نے شہید نہیں کیا حضرت علیؓ نے شہید کرایا ہے اسلئے کہ وہی ان کو مقابلے پر اپنے ساتھ لائے تھے۔

بعض روایات میں ہے کہ حضرت معاویہؓ نے حضرت عمرو بن عاصؓ سے فرمایا کہ تم عجیب آدمی ہو ایک ادنیٰ سے آدمی کی وجہ سے تم ہمارا ساتھ چھوڑنا چاہتے ہو اور یہ بھی منقول ہے حضرت معاویہؓ اس حدیث میں تاویل کرتے تھے کہ باغیہ بغاوت سے نہیں ہے بلکہ بغی سے ہے بمعنی تلاش کرنا گویا باغیہ طالبہ کے معنی میں ہے مطلب یہ ہے کہ ہم خونِ عثمان کا مطالبہ کرنے والے ہیں حالانکہ یہ صریح تحریف ہے۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ اکمل الدین کو دیکھا کہ وہ فرماتے ہیں یہ دونوں باتیں حضرت معاویہ پر افتراء اور بہتان ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ اس روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی حق پر تھے اور حضرت معاویہ اور ان کی جماعت غلطی پر تھی لیکن یہ اجتہادی غلطی تھی جس پر ان کو ایک ثواب ملے گا۔

تنبیہ: اس طرح کی روایات دیکھ کر حضرت معاویہؓ پر زبان طعن دراز کرنا ہرگز جائز نہیں۔ حافظ ذہبیؒ نے کتاب الکبائر میں حضرات صحابہ کرام کو برا کہنا بھی کبیرہ گناہوں میں شمار فرمایا ہے فضائل صحابہ کے بارے میں بہت سی روایات ہیں اور کئی روایات میں صحابہ کو برا بھلا کہنے پر سخت وعیدات وارد ہوئی ہیں چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جو شخص میرے کسی دوست سے دشمنی کرے میں اس سے جنگ کا اعلان کرتا ہوں اور فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ میرے صحابہ کو برا مت کہو کیونکہ قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! تم میں سے کوئی شخص اگر احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو ان میں سے کسی کے ایک مد اور اس کے آدھے کے برابر بھی نہیں ہو سکتا ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ ان کو میرے بعد (برا کہنے اور طعن وتشنیع کا) نشانہ مت بنالینا جس نے ان سے محبت کی تو اس نے مجھ سے محبت کرنے کی وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھنے کی وجہ سے بغض رکھا اور جس نے ان کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ کو تکلیف دی اور جس نے اللہ کو تکلیف دی عنقریب اللہ اس کی گرفت فرمائے گا پھر خصوصاً امیر معاویہؓ کے فضائل ومناقب اور ان کے بارے میں بشارتیں احادیث میں بکثرت آئی ہیں۔ اس لئے اہلسنت کا مسلک یہ ہے کہ مشاجرات صحابہ میں اپنی زبان کو قابو میں رکھنا چاہئے اس بارے میں رائے زنی کرنا یا اس سے بڑھ کر طعنہ زنی کرنا انتہائی خطرناک بات ہے جس میں سوء خاتمہ کا شدید خطرہ ہے چنانچہ بعض حضرات

فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو صحابہ کے خون سے محفوظ رکھا ہے تو ہمیں اپنی زبانوں کو بھی ان کی عزتوں کے بارے میں محفوظ رکھنا چاہئے اللہ تعالیٰ صحابہ کے بارے میں فرماتے ہیں: ﴿وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُوْرِهِمْ مِنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَى سُرُرٍ مُتَقَابِلِيْنَ﴾ اللہ تعالیٰ تو ان کی صفائی بیان کریں اور یہ ہماری کم بختی ہے کہ ہم ان پر طعن وتشنیع کر کے اپنی زبانوں کو گندا کریں۔ اعاذنا الله ووفقنا لما يحب ويرضى۔

غزوۂ احزاب کے بعد مدینہ پر حملہ نہ ہونے کی پیشنگوئی

۵۷۲۴/۲۴ وَعَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ أُجْلِيَ الْأَحْزَابُ عَنْهُ الْآنَ نَغْزُوْهُمْ وَلَا يَغْزُوْنَنَا نَحْنُ نَسِيْرُ إِلَيْهِمْ۔ (رواه البخاري)

أخرجه البخاري في صحيحه ٤٠٥/٧ حديث رقم ٤١٠٩ و احمد في المسند ٢٦٢/٤۔

ترجمہ: حضرت سلیمان بن صرد سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت ارشاد فرمایا جبکہ کفار کے گروہ متفرق ہو کر چلے گئے کہ اب ہم ان پر چڑھائی کریں گے وہ ہم سے جنگ نہ کریں گے ہم ان کی طرف پیش قدمی کریں گے۔ (بخاری)

تشریح ۞ بنونضیر کی جلاوطنی کے بعد حیی بن اخطب ایک وفد کے ساتھ مکہ گیا اور قریش کو اس پر آمادہ کیا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر چڑھائی کرو ہم تمہاری پوری امداد کریں گے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا (نعوذ باللہ) خاتمہ ہو جائے بعدازاں غطفان میں پہنچا اور ان کو بھی اسی بات پر آمادہ کیا اس طرح قریش اور غطفان کے دس ہزار آدمیوں کی جمعیت ابوسفیان کی سرکردگی میں مدینہ روانہ ہوئی ادھر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے صحابہؓ سے مشورہ کیا آخرکار حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورہ پر مدینہ کے گرد خندق کھودنے کا فیصلہ ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس کی حدود قائم فرمائیں اور خط کھینچ کر دس دس آدمیوں پر دس دس گز زمین تقسیم فرمائی اور چھ دن میں خندق مکمل ہوئی کفار کا دس ہزار کا لشکر مدینہ کے قریب آ پہنچا اور انہوں نے مدینہ کا محاصرہ کر لیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم تین ہزار مسلمانوں کی جمعیت لے کر مقابلہ کے لئے کوہ سلع کے قریب جا کر ٹھہرے خندقیں دونوں فریقوں کے درمیان حائل تھیں دو ہفتے اسی طرح گزر گئے مگر دست بدست لڑائی اور مقابلہ کی نوبت نہ آئی صرف طرفین سے تیراندازی ہوتی رہی جب محاصرے نے طول پکڑا تو صحابہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا مانگی: **اللّٰهم استر عوراتنا وآمن روعاتنا**۔ اے اللہ ہمارے عیبوں کو چھپا اور ہمارے خوف کو دور کر اور صحیح بخاری میں یہ دعا منقول ہے: **اللّٰهم منزل الكتاب ومجرى السحاب وهازم الاحزاب اهزمهم وانصرنا عليهم**۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور کافروں پر ایک سخت ہوا مسلط فرمائی کہ جس سے ان کے تمام خیمے اکھڑ گئے رسیاں طنابیں ٹوٹ گئیں ہانڈیاں الٹ گئیں گرد وغبار اڑ اڑ کر آنکھوں میں بھرنے لگا جس سے کفار کا تمام لشکر سراسیمہ ہو گیا جب قریش واپس چلے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ اب ہم ان پر حملہ آور ہوں گے یہ کافر ہم پر حملہ آور نہ ہو سکیں گے ہم ہی ان پر حملہ کرنے کے لئے چلیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اس کے بعد کفار کا لشکر مدینہ پر حملہ آور نہیں ہوا بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ اور دوسرے مقامات پر کفار کے خلاف لشکرکشی فرمائی اور فتحیاب ہوئے۔

غزوۂ بنی قریظہ میں حضرت جبرائیل علیہ السلام و دیگر ملائکہ کی شرکت

۱۳/۵۷۲۵ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا رَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْخَنْدَقِ وَوَضَعَ السِّلَاحَ وَاغْتَسَلَ اَتَاهُ جِبْرَئِيْلُ وَهُوَ يَنْفُضُ رَاْسَهُ مِنَ الْغُبَارِ فَقَالَ قَدْ وَضَعْتَ السِّلَاحَ وَاللّٰهِ مَاوَضَعْتُهُ اُخْرُجْ اِلَيْهِمْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَيْنَ فَاَشَارَ اِلٰى بَنِيْ قُرَيْظَةَ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْهِمْ (متفق عليه وفي رواية للبخاري) قَالَ اَنَسٌ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلَى الْغُبَارِ سَاطِعًا فِيْ زُقَاقِ بَنِيْ غَنْمٍ مَوْكِبَ جِبْرَئِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ حِيْنَ سَارَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى بَنِيْ قُرَيْظَةَ ـ

اخرجه البخاري في صحيحه ٤٠٧/٧ حديث رقم ٤١١٧ و مسلم في صحيحه ١٣٨٩/٣ حديث رقم (١٧٦٩-٦٥)۔ و احمد في المسند ٢٦٣/٣۔

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ غزوہ خندق سے واپس تشریف لائے اور ہتھیار اتارے اور غسل (کا ارادہ) فرما ہی رہے تھے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اس حال میں کہ وہ اپنے سر سے گرد جھاڑ رہے تھے انہوں نے عرض کیا کہ آپ ﷺ نے تو ہتھیار اتار دیئے اللہ کی قسم میں نے نہیں اتارے۔ ان کی طرف نکلئے۔ آپ ﷺ نے استفسار فرمایا کس طرف؟ تو انہوں نے بنو قریظہ کی طرف اشارہ فرمایا پس آپ ﷺ ان کی طرف نکلے (متفق علیہ) بخاری کی روایت میں ہے حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ وہ غبار جو حضرت جبرائیل کی سواری سے کوچہ بنی غنم میں اٹھا تھا گویا کہ اس وقت میں اس غبار کو اٹھتے ہوئے دیکھ رہا ہوں جبکہ رسول اللہ ﷺ بنو قریظہ کی طرف جا رہے تھے۔

تشریح ۞ بنو قریظہ یہودیوں کا ایک قبیلہ تھا جو مدینہ سے تین چار کوس کے فاصلے پر رہتا تھا ان کے اور حضور ﷺ کے مابین پہلے سے امن معاہدہ تھا جب قریش دس ہزار کا لشکر لے کر مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے آئے تو بنو قریظہ رسول اللہ ﷺ سے عہد توڑ کر قریش کے ساتھ مل گئے اللہ عزوجل نے جب احزاب کو شکست دی تو بنو قریظہ قلعوں میں گھس گئے جبرائیل امین فرشتوں کی ایک کثیر جماعت کے ساتھ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے ہتھیار اتار دیئے ہم نے نہیں اتارے ان کی طرف چلئے آپ ﷺ نے پوچھا کن کی طرف تو حضرت جبرائیل نے بنو قریظہ کی طرف اشارہ کیا آپ ﷺ نے فرمایا میرے اصحاب ابھی تھکے ہوئے ہیں جبرائیل امین نے کہا آپ ﷺ اس کا خیال نہ کریں روانہ ہو جائیں میں ابھی جا کر ان کو متزلزل کئے دیتا ہوں یہ کہہ کر جبرائیل امین فرشتوں کی جماعت کے ساتھ بنو قریظہ کی طرف روانہ ہو گئے کوچہ بنی غنم تمام گرد و غبار سے بھر گیا حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ وہ غبار جو حضرت جبرائیل علیہ السلام کی سواری سے کوچہ بنی غنم میں اٹھا تھا وہ اب تک میری نظروں میں ہے گویا کہ اس وقت میں اس غبار کو اٹھتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر انگشتانِ مبارک سے پانی جاری ہونے کا معجزہ

۱۴/۵۷۲۶ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ عَطِشَ النَّاسُ یَوْمَ الْحُدَیْبِیَّةِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَیْنَ یَدَیْهِ رَكْوَةٌ فَتَوَضَّأَ مِنْهَا ثُمَّ اَقْبَلَ النَّاسُ نَحْوَهُ قَالُوْا لَیْسَ عِنْدَنَا مَاءٌ نَتَوَضَّأُ بِهٖ وَ نَشْرَبُ اِلَّا مَا فِیْ رَكْوَتِكَ فَوَضَعَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَدَهٗ فِی الرَّكْوَةِ فَجَعَلَ الْمَاءُ یَفُوْرُ مِنْ بَیْنِ اَصَابِعِهٖ كَاَمْثَالِ الْعُیُوْنِ قَالَ فَشَرِبْنَا وَتَوَضَّأْنَا قِیْلَ لِجَابِرٍ كَمْ كُنْتُمْ قَالَ لَوْ كُنَّا مِائَةَ اَلْفٍ لَكَفَانَا كُنَّا خَمْسَ عَشْرَةَ مِائَةً۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۴۴۱/۷ حدیث رقم ۴۱۵۲ ومسلم فی صحیحه ۱۴۸۴/۳ حدیث رقم (۷۳-۱۸۵۶) واحمد فی المسند ۳۲۹/۳۔

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حدیبیہ والے دن لوگوں کو پیاس لگی اور رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک لوٹا تھا جس سے آپ ﷺ وضو فرما رہے تھے پھر لوگ آپ کی طرف آئے اور عرض کیا ہمارے پاس پانی نہیں ہے کہ جس سے ہم وضو کر سکیں اور جس کو پی سکیں سوائے اس تھوڑے سے پانی کے جو آپ ﷺ کے لوٹے میں ہے پس آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ لوٹے میں رکھ دیا تو پانی آپ ﷺ کی انگلیوں کے درمیان سے چشموں کی طرح پھوٹنے لگا راوی کہتے ہیں کہ ہم نے پیا بھی اور وضو بھی کیا حضرت جابرؓ سے پوچھا گیا کہ آپ لوگ کتنے لوگ تھے انہوں نے جواب دیا کہ اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو وہ پانی ہمیں کافی ہو جاتا ہم پندرہ سو تھے۔ (متفق علیہ)

تشریح ۞ حدیبیہ ایک کنواں ہے جس کے متصل ایک گاؤں آباد ہے جو اسی نام سے مشہور ہے یہ گاؤں مکہ معظمہ سے ۹ میل کے فاصلہ پر ہے۔ صلح حدیبیہ کا مفصل واقعہ احادیث در سیرت کی کتابوں میں مذکور ہے اس حدیث میں صلح حدیبیہ کے موقع پر رونما ہونے والے ایک معجزہ کا ذکر ہے۔

ہر نبی و رسول کی ذات وصفات امن و برکت کا سرچشمہ ہوتی ہے مگر نبی کریم ﷺ جس طرح اور کمالات میں انبیاء کرام سے افضل ہیں اسی طرح آپ سے جس قدر یمن و برکات کے معجزات صادر ہوئے ہیں وہ کسی اور سے صادر نہیں ہوئے چنانچہ حدیبیہ کے مقام پر صحابہ کو پینے اور وضو کرنے کے لئے پانی کی قلت کا سامنا تھا انہوں نے حضور ﷺ سے اپنی اس مشکل کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے اپنے وضو سے بچے ہوئے پانی میں دست مبارک ڈالا اور انگلیوں سے چشموں کی طرح پانی پھوٹ پڑا اور پندرہ سو کے لشکر نے اس سے وضو کیا اور سیراب ہوئے کسی نے حضرت جابرؓ سے اس موقع پر صحابہ کی تعداد پوچھی تو حضرت جابرؓ نے طنز کے طور پر جواب دیا کہ اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو وہ پانی ہم سب کے لئے کافی ہو جاتا۔ طنز جواب اس لئے دیا کہ یہ مقام معجزہ ہے یہ سوال اس مقام کے مناسب نہ تھا۔

آبِ دہن سے بئر حدیبیہ کا بھر جانا

۱۵/۵۷۲۷ وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعَ عَشْرَةَ مِائَةً یَوْمَ

الْحُدَيْبِيَةِ وَالْحُدَيْبِيَةُ بِئْرٌ فَنَزَحْنَاهَا فَلَمْ نَتْرُكْ فِيهَا قَطْرَةً فَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَاهَا فَجَلَسَ عَلٰى شَفِيْرِهَا ثُمَّ دَعَا بِاِنَاءٍ مِّنْ مَاءٍ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ مَضْمَضَ وَدَعَا ثُمَّ صَبَّهٗ فِيْهَا ثُمَّ قَالَ دَعُوْهَا سَاعَةً فَاَرْوَوْا اَنْفُسَهُمْ وَرِكَابَهُمْ حَتّٰى ارْتَحَلُوْا۔ (رواہ البخاری)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۴۴۱/۷ حدیث رقم ۴۱۵۱ و احمد فی المسند ۲۹۰/۴۔

ترجمہ: حضرت براء بن عازب سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم چودہ سو آدمی حدیبیہ والے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور حدیبیہ ایک کنواں تھا پس ہم نے اس سے (سارا پانی) کھینچ لیا اور ایک قطرہ بھی نہ چھوڑا یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لائے اور اس کی منڈیر پر بیٹھ گئے پھر پانی کا برتن منگوایا پس وضو فرمایا پھر کلی کی اور دعا فرمائی پھر وہ اس کنویں میں ڈال دی پھر ارشاد فرمایا اس کو ایک ساعت کے لئے چھوڑ دو۔ (جب پانی بھر گیا) تو وہ خود بھی سیراب ہوئے اور اپنے جانوروں کو بھی سیراب کیا یہاں تک کہ وہاں سے کوچ کیا۔ (بخاری)

حضرت براء کی اس حدیث میں صلح حدیبیہ کے موقع کا دوسرا معجزہ بیان کیا گیا ہے کہ حدیبیہ کنویں میں جتنا پانی تھا وہ نکال کر استعمال کر لیا گیا اور کنویں میں پانی بالکل نہ رہا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور اس کی منڈیر پر بیٹھ کر وضو فرمایا اور دعا فرمائی اور وضوء کا بچا ہوا پانی اس میں ڈال دیا تو وہ پانی سے بھر گیا۔ بظاہر حضرت جابر کا بیان کردہ واقعہ اس واقعہ سے پہلے کا ہے اور حدیبیہ میں یہ معجزہ دو بار ہوا ہے۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر صحابہ کی تعداد:

صلح حدیبیہ کے موقع پر صحابہ کی تعداد کتنی تھی اس میں روایات مختلف ہیں حضرت جابر کی روایت میں پندرہ سو ہے جبکہ حضرت براء بن عازب کی روایت میں چودہ سو مذکور ہے۔

محدثین نے ان دونوں روایتوں میں تعارض کو اس طرح دور فرمایا ہے کہ اہل حدیبیہ کی حقیقی تعداد چودہ سو تھی حضرت جابرؓ نے پندرہ سو تعداد اپنے گمان اور اندازے کے مطابق بیان کی ہے۔

علامہ سیوطی نے ان میں تطبیق اس طرح دی ہے کہ اصل تعداد چودہ سو سے زائد اور پندرہ سو سے کم تھی حضرت جابرؓ نے کسر کو سو کے برابر کر کے پندرہ سو بیان کر دی اور حضرت براء نے کسر حذف کر کے تعداد چودہ سو ذکر کر دی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے پانی کے مشکیزہ میں برکت پڑ جانا

۵۷۲۸/۶ وَعَنْ عَوْفٍ عَنْ اَبِيْ رَجَاءٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ كُنَّا فِيْ سَفَرٍ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاشْتَكٰى اِلَيْهِ النَّاسُ مِنَ الْعَطَشِ فَنَزَلَ فَدَعَا فُلَانًا كَانَ يُسَمِّيْهِ اَبُوْ رَجَاءٍ وَنَسِيَهٗ عَوْفٌ وَدَعَا عَلِيًّا فَقَالَ اِذْهَبَا فَابْتَغِيَا الْمَاءَ فَانْطَلَقَا فَتَلَقَّيَا امْرَاَةً بَيْنَ مَزَادَتَيْنِ اَوْ سَطِيْحَتَيْنِ مِنْ مَاءٍ فَجَاءَا بِهَا اِلَى النَّبِيِّ فَاسْتَنْزَلُوْهَا عَنْ بَعِيْرِهَا وَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاِنَاءٍ فَفَرَّغَ فِيْهِ مِنْ اَفْوَاهِ الْمَزَادَتَيْنِ وَنُوْدِيَ فِي النَّاسِ اِسْقُوْا فَاسْتَقَوْا قَالَ فَشَرِبْنَا عِطَاشًا اَرْبَعِيْنَ رَجُلًا حَتّٰى رَوِيْنَا فَمَلَاْنَا كُلَّ قِرْبَةٍ

مَعَنَا وَاَدَاوَةٍ وَّاَيْمُ اللّٰهِ لَقَدْ اُقْلِعَ عَنْهَا وَاِنَّهُ لَيُخَيَّلُ اِلَيْنَا اَنَّهَا اَشَدُّ مِلْئَةً مِنْهَا حِيْنَ ابْتُدِئَ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٤٤٧/١ حدیث رقم ٣٤٤ ومسلم فی صحیحه ٤٧٤/١ حدیث رقم (٦٨٢،٣١٢)

ترجمہ: حضرت عوف (تابعی) حضرت ابورجاء (تابعی) سے وہ حضرت عمران بن حصینؓ (صحابی) سے روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے لوگوں نے آپ سے پیاس کی شکایت کی پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ اترے پھر فلاں شخص کو بلایا ابورجاء نے تو اس (فلاں شخص) کا نام بیان کیا تھا لیکن عوف اس کو بھول گئے اور حضرت علیؓ کو بھی بلایا اور فرمایا تم دونوں جاؤ پانی تلاش کر کے لاؤ پس وہ دونوں گئے اور انہوں نے ایک عورت کو اونٹ پر پانی کے دو مشکیزوں کے درمیان یا پانی کے دو سطحوں کے درمیان بیٹھا ہوا پایا۔ پس وہ اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے انہوں نے اس عورت کو اونٹ سے اتارا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک برتن منگوایا اور مشکیزوں کے دھانوں سے اس میں پانی انڈیلنے کا حکم دیا اور لوگوں میں اعلان کیا گیا کہ پانی پیو اور پلاؤ راوی کہتے ہیں کہ ہم نے پیا یہاں تک کہ ہم سیر ہو گئے ہم چالیس آدمی تھے ہم نے اپنے تمام برتن اور مشکیزے بھر لیے قسم ہے اللہ تعالیٰ کی جب ہمیں پانی سے روک دیا گیا تو ہم نے محسوس کیا کہ وہ چھاگل پہلے سے زیادہ بھری ہوئی ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح ۞ حضرت عمران بن حصینؓ سفر کے دوران حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک معجزہ کو بیان فرما رہے ہیں کہ لوگوں کے پاس پانی ختم ہو گیا تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کی شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ اور ایک دوسرے صحابی کو جن کا نام راویٔ حدیث بھول گئے ان دونوں حضرات کو پانی تلاش کرنے کے لئے بھیجا یہ دونوں حضرات ایک عورت کو پکڑ کر لائے جو دو مشکیزوں کو اونٹ پر لاد کر لے جا رہی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن منگوایا اور مشکیزوں سے پانی انڈیلنے کا حکم فرمایا اور اعلان کروایا کہ خود بھی پانی پیو اور جانوروں وغیرہ کو بھی پلاؤ۔ راوی حدیث حضرت عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں کہ ہم چالیس آدمی تھے اور سب پیاسے تھے تو ہم نے خوب سیر ہو کر پانی پیا اور جتنے مشکیزے اور برتن ساتھ تھے وہ بھی بھر لئے جب ہم پانی پی کر فارغ ہوئے تو وہ مشکیزہ پہلے سے زیادہ بھرا ہوا محسوس ہوتا تھا دوسری روایات میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو کچھ غلہ زادِ راہ دیا۔ یہ عورت جب اپنے خاندان میں پہنچی تو لوگوں کو سارا واقعہ بیان کیا اور کہا کہ وہ شخص یا تو بہت بڑا جادوگر ہے یا نبی برحق ہے۔

۵۷۲۹/۷ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ سِرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى نَزَلْنَا وَادِيًا اَفْيَحَ فَذَهَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْضِيْ حَاجَتَهٗ فَلَمْ يَرَ شَيْئًا يَسْتَتِرُبِهٖ وَاِذَا شَجَرَتَيْنِ بِشَاطِئِ الْوَادِيْ فَانْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى اِحْدٰهُمَا فَاَخَذَ بِغُصْنٍ مِّنْ اَغْصَانِهَا فَقَالَ انْقَادِيْ عَلَيَّ بِاِذْنِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَانْقَادَتْ مَعَهٗ كَالْبَعِيْرِ الْمَخْشُوْشِ الَّذِيْ يُصَانِعُ قَائِدَهٗ حَتّٰى اَتَى الشَّجَرَةَ الْاُخْرٰى فَاَخَذَ بِغُصْنٍ مِّنْ اَغْصَانِهَا فَقَالَ انْقَادِيْ عَلَيَّ بِاِذْنِ اللّٰهِ فَانْقَادَتْ مَعَهٗ كَذٰلِكَ حَتّٰى اِذَا كَانَ بِالْمَنْصَفِ مِمَّا بَيْنَهُمَا قَالَ الْتَئِمَا عَلَيَّ بِاِذْنِ اللّٰهِ فَالْتَاَمَتَا فَجَلَسْتُ اُحَدِّثُ نَفْسِيْ فَحَانَتْ مِنِّيْ لَفْتَةٌ فَاِذَا اَنَا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُقْبِلًا وَاِذَا الشَّجَرَتَيْنِ قَدِ افْتَرَقَتَا فَقَامَتْ كُلُّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُمَا عَلٰى سَاقٍ۔ (رواه مسلم)

أخرجه مسلم في صحيحه ٤/٢٣٠٦ حديث رقم ٣٠١٢۔

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (سفر میں) جا رہے تھے یہاں تک ہم نے ایک وسیع وعریض وادی میں پڑاؤ ڈالا نبی کریم ﷺ قضا حاجت کے لئے تشریف لے گئے پس آپ کو کوئی ایسی چیز نظر نہ آئی جس کے ذریعے آپ ﷺ پردہ کرتے اچانک (آپ ﷺ نے) وادی کے کنارے پر دو درختوں (کو دیکھا) پس ان میں سے ایک کی طرف گئے اور اس کی ایک ٹہنی کو پکڑ کر فرمایا اللہ تعالیٰ کے حکم سے میری اطاعت کرو۔ درخت آپ ﷺ کا حکم پا کر آپ ﷺ کے ہمراہ اس طرح چلا آیا جیسے کوئی اونٹ اپنی نکیل کھینچنے والے کے ساتھ ساتھ چلتا ہے اس کے بعد دوسرے درخت کے پاس تشریف لائے اور اس کی ایک ٹہنی پکڑ کر فرمایا اللہ تعالیٰ کے حکم سے میری اطاعت کر پس وہ بھی آپ ﷺ کا حکم مان کر اسی طرح چلا آیا یہاں تک کہ جب آپ ﷺ ان دونوں کے درمیان آئے ان دونوں کو ملا کر جمع کیا اور فرمایا اللہ کے حکم سے تم دونوں جڑ جاؤ تو وہ دونوں آپ ﷺ کے آس پاس جڑ گئے میں وہاں سے تیزی سے کھسک گیا کہ کہیں رسول اللہ ﷺ میرا قریب ہونا محسوس نہ فرمالیں پس میں دور چلا گیا اور میں بیٹھ کر دل میں باتیں کرنے لگا پس میں تھوڑی ہی دیر ذرا غافل ہوا ہوں گا کہ اچانک رسول اللہ ﷺ سامنے سے تشریف لا رہے تھے اور وہ دونوں الگ الگ ہو کر اپنے اپنے تنوں پر پہلے کی طرح کھڑے تھے۔ (مسلم)

محض پھونک مبارک مارنے سے زخم کا درست ہونا

۵۷۳۰/۱۸ وَعَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ عُبَيْدٍ قَالَ رَاَيْتُ اَثَرَ ضَرْبَةٍ فِيْ سَاقِ سَلَمَةَ ابْنِ الْاَكْوَعِ فَقُلْتُ يَا اَبَا مُسْلِمٍ مَا هٰذِهِ الضَّرْبَةُ قَالَ ضَرْبَةٌ اَصَابَتْنِيْ يَوْمَ خَيْبَرَ فَقَالَ النَّاسُ اُصِيْبَ سَلَمَةُ فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَفَثَ فِيْهِ ثَلٰثَ نَفَثَاتٍ فَمَا اشْتَكَيْتُهَا حَتَّى السَّاعَةَ۔ (رواه البخاري)

أخرجه البخاري في صحيحه ٧/٤٧٥ حديث رقم ٤٢٠٦ وأخرجه ابو داؤد في السنن ٤/٢١٩ حديث رقم ٣٨٩٤

ترجمہ: حضرت یزید بن ابی عبید روایت فرماتے ہیں کہ میں نے سلمہ بن اکوع کی پنڈلی میں ایک زخم کا نشان دیکھا تو میں نے کہا اے ابو مسلم! یہ زخم کیسا ہے؟ وہ فرمانے لگے یہ اس زخم کا نشان ہے جو مجھے جنگ خیبر میں لگا تھا لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ سلمہ (اس زخم کی وجہ سے) کام آ گئے وہ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے اس میں تین بار پھونک ماری۔ اس وقت سے آج تک مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ (بخاری)

تشریح: حضرت یزید بن ابی عبید نے حضرت سلمہ کی پنڈلی پر زخم کا نشان دیکھ کر اس کی وجہ دریافت فرمائی تو حضرت سلمہؓ نے جواب دیا کہ جنگ خیبر میں یہ زخم لگا تھا اور زخم اتنا سخت اور گہرا تھا کہ لوگوں نے کہنا شروع کر دیا تھا کہ سلمہ مر جائیں گے لیکن میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضور ﷺ نے اس زخم میں تین مرتبہ پھونکا زخم ایسا ٹھیک ہوا کہ آج تک مجھے اس میں تکلیف نہیں ہوئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے تین صحابہ رضی اللہ عنہم کی شہادت کی اطلاع پہنچنے سے پہلے خبر دینا

۵۷۳۱/۱۹وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ نَعَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْدًا وَجَعْفَرًا وَابْنَ رَوَاحَةَ لِلنَّاسِ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ خَبَرُهُمْ فَقَالَ اَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدٌ فَاُصِيْبَ ثُمَّ اَخَذَ جَعْفَرٌ فَاُصِيْبَ ثُمَّ اَخَذَ ابْنُ رَوَاحَةَ فَاُصِيْبَ وَعَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ حَتّٰى اَخَذَ الرَّايَةَ سَيْفٌ مِنْ سُيُوْفِ اللّٰهِ يَعْنِيْ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيْدِ حَتّٰى فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ۔

(رواہ البخاری)

أخرجه البخاري في صحيحه ٥١٢/٧ حديث رقم ٤٢٦٢

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو حضرت زید حضرت جعفرؓ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کی شہادت کی خبر ان کی باقاعدہ خبر آنے سے پہلے دی چنانچہ فرمایا کہ علم زیدؓ نے تھا وہ شہید ہو گئے پھر جعفرؓ نے پکڑا پس وہ بھی شہید ہو گئے پھر ابن رواحہ نے تھا پس وہ بھی شہید ہو گئے (اور اس وقت) آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے (پھر فرمایا) یہاں تک کہ جھنڈا اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے یعنی خالد بن ولیدؓ نے پکڑا یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے ان کو فتح عطا فرمائی۔ (بخاری)

تشریح ⊙ یہ واقعہ جنگ موتہ کا ہے۔ موتہ ایک مقام کا نام ہے جو ملک شام میں علاقہ بلقاء میں واقع ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سلاطین و امراء کے نام دعوت اسلام کے خطوط روانہ فرمائے تو شرحبیل بن عمرو غسانی کے نام بھی ایک خط روانہ فرمایا۔ شرحبیل قیصر کی طرف سے شام کا امیر تھا حضرت حارث بن عمروؓ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خط لے کر مقام موتہ میں پہنچے تو شرحبیل نے ان کو قتل کروا دیا اس وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین ہزار کا لشکر جمادی الاولیٰ ۸ ھ میں موتہ کی طرف روانہ فرمایا۔

حضرت زید بن حارثہؓ کو امیر لشکر مقرر فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ اگر زید قتل ہو جائیں تو جعفر بن ابی طالب امیر لشکر ہوں گے اور اگر جعفر بھی قتل ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ سردار لشکر ہوں گے اور اگر عبداللہ بھی قتل ہو جائیں تو مسلمان جس کو چاہیں اپنا امیر بنالیں اسی وجہ سے اس غزوہ کو غزوہ جیش الامراء کہا جاتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید کو سفید رنگ کا علم دیا اور بہت سی نصیحتیں فرما کر روانہ کیا بلکہ ثنیۃ الوداع تک خود بنفس نفیس تشریف لائے۔

شرحبیل کو جب اس لشکر کی روانگی کا علم ہوا تو ایک لاکھ سے زیادہ لشکر مسلمانوں کے مقابلے کے لئے جمع کیا اور ایک لاکھ فوج لے کر ہرقل خود شرحبیل کی مدد کے لئے بلقاء میں پہنچا جب مسلمانوں کو اس دو لاکھ لشکر کی اطلاع ملی تو انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہئے' رائے یہ ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کا انتظار کیا جائے لیکن حضرت عبداللہ بن رواحہ نے فرمایا ہمارا لڑنا محض اسلام کی وجہ سے ہے پس سب اٹھو یا تو کفار پر غلبہ حاصل ہوگا یا شہادت کی نعمت نصیب ہوگی چنانچہ موتہ کے مقام پر دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے اور حضرت زید پاپیادہ جھنڈا لے کر آگے بڑھے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے ان کے بعد حضرت جعفرؓ نے علم ہاتھ میں لیا اور آگے بڑھے دشمنوں نے ہر طرف سے گھیر لیا اور گھوڑا زخمی ہو گیا تو گھوڑے سے اترے اور لڑتے لڑتے جب دایاں ہاتھ کٹ گیا تو علم بائیں ہاتھ میں پکڑ لیا جب وہ بھی کٹ گیا تو جھنڈا گود میں لے لیا یہاں تک کہ شہید ہو گئے جب حضرت جعفر کی لاش تلاش کی گئی تو ان کے جسم پر نوے سے زائد تیر اور تلوار کے زخم تھے اور سب سامنے کی

طرف تھے پشت کی جانب کوئی زخم نہ تھا حضرت جعفر کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہ نے علم ہاتھ میں لیا اور لڑتے لڑتے یہ بھی شہید ہوگئے تو حضرت ثابت بن اخرم رضی اللہ عنہ نے علم ہاتھ میں لے لیا اور مسلمانوں سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ اپنے میں سے کسی شخص کو امیر بنالو پھر یہ جھنڈا حضرت خالدؓ بن ولید کو پکڑا دیا حضرت خالد نے کچھ تامل کے بعد امارت کو قبول کرلیا اور مردانگی اور شجاعت کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کیا اور اس موقع پر آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے نو تلواریں ٹوٹیں۔ ابن سعد ابو عامر راوی ہیں کہ جب حضرت خالدؓ نے رومیوں پر حملہ کیا تو ان کو ایسی فاش شکست دی کہ میں نے ایسی شکست کبھی نہ دیکھی مسلمان جہاں چاہتے تھے وہیں اپنی تلوار رکھتے تھے۔ جس روز اور جس وقت مقام موتہ میں غازیان اسلام کی شہادت کا یہ حادثہ پیش آرہا تھا تو حق تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور شام کے درمیان تمام حجابات اٹھا دیئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کو مسجد میں جمع کرکے میدان کارزار کی ساری صورت حال بتائی اور فرمایا کہ جھنڈا زید نے پکڑا وہ شہید ہوگئے پھر جعفر نے پکڑا وہ بھی شہید ہوگئے پھر عبداللہ بن رواحہ نے پکڑا وہ بھی شہید ہوگئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کہہ رہے تھے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے پھر فرمایا کہ اب ان کے بعد اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار یعنی خالد بن ولید نے اسلام کا جھنڈا سنبھالا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح دی۔

یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا کہ ایک ماہ کی مسافت کے فاصلہ پر مدینہ میں بیٹھے اس واقعہ کی خبر دے دی۔

غزوہ حنین میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کافروں کی طرف کنکریاں پھینکنا

۲۰/۵۷۳۲ وَعَنْ عَبَّاسٍ قَالَ شَهِدْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ حُنَيْنٍ فَلَمَّا الْتَقَى الْمُسْلِمُوْنَ وَالْكُفَّارُ وَلَّى الْمُسْلِمُوْنَ مُدْبِرِيْنَ فَطَفِقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْكُضُ بَغْلَتَهٗ قِبَلَ الْكُفَّارِ وَاَنَا اٰخِذٌ بِلِجَامِ بَغْلَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكُفُّهَا اِرَادَةَ اَنْ لَّا تُسْرِعَ وَاَبُوْ سُفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ اٰخِذٌ بِرِكَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَیْ عَبَّاسُ نَادِ اَصْحَابَ السَّمُرَةِ فَقَالَ عَبَّاسٌ وَكَانَ رَجُلًا صَيِّتًا فَقُلْتُ بِاَعْلٰى صَوْتِيْ اَيْنَ اَصْحَابُ السَّمُرَةِ فَقَالَ وَاللّٰهِ لَكَاَنَّ عَطْفَتَهُمْ حِيْنَ سَمِعُوْا صَوْتِيْ عَطْفَةُ الْبَقَرِ عَلٰى اَوْلَادِهَا فَقَالُوْا يَا لَبَّيْكَ يَا لَبَّيْكَ قَالَ فَاقْتَتَلُوْا وَالْكُفَّارَ وَالدَّعْوَةُ فِي الْاَنْصَارِ يَقُوْلُوْنَ يَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ يَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ قَالَ ثُمَّ قُصِرَتِ الدَّعْوَةُ عَلٰى بَنِي الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ فَنَظَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ هُوَ عَلٰى بَغْلَتِهٖ كَالْمُتَطَاوِلِ عَلَيْهَا اِلٰى قِتَالِهِمْ فَقَالَ هٰذَا حِيْنَ حَمِيَ الْوَطِيْسُ ثُمَّ اَخَذَ حَصَيَاتٍ فَرَمٰى بِهِنَّ وُجُوْهَ الْكُفَّارِ ثُمَّ قَالَ اِنْهَزَمُوْا وَرَبِّ مُحَمَّدٍ فَوَاللّٰهِ مَا هُوَ اِلَّا اَنْ رَمَاهُمْ بِحَصَيَاتِهٖ فَمَا زِلْتُ اَرٰى حَدَّهُمْ كَلِيْلًا وَاَمْرَهُمْ مُدْبِرًا۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم في صحيحه ۳/۱۳۹۸ حديث رقم (۷۶-۱۷۷۵) واخرجه احمد في المسند ۱/۲۰۷

ترجمہ: حضرت عباسؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں غزوہ حنین میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک تھا جب مسلمان اور کافر آمنے سامنے ہوئے تو مسلمان پشت پھیر کر بھاگ گئے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خچر کو ایڑھ لگانے لگے کافروں کی

طرف (بڑھنے لگے) اور میں آپ ﷺ کے خچر کی لگام پکڑے ہوئے تھا میں اس کو روک رہا تھا اس خیال سے کہ کہیں یہ تیزی سے (دشمنوں میں) میں نہ گھس جائے ابوسفیان بن الحارث حضور ﷺ کی رکاب کو تھامے ہوئے تھے آپ ﷺ نے فرمایا اے عباس! اصحاب سمرہ کو ندا دو حضرت عباسؓ نے جو کہ بلند آواز آدمی تھے فرمایا کہ میں نے اپنی بلند آواز سے پکارا کہاں ہیں اصحاب السمرۃ؟ حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم جب انہوں نے میری آواز سنی تو وہ اس طرح لوٹے جیسا کہ گائیں اپنے بچوں کی طرف (فرط محبت سے) لوٹتی ہیں پس انہوں نے کہا ہم حاضر ہیں ہم حاضر ہیں۔ حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ پس مسلمان کافروں سے بھڑ گئے اور انصار نے اپنی جماعتوں کو یوں پکارنا شروع کیا اے انصار کے گروہ! اے انصاری جماعت تو پھر یہ پکارنا صرف قبیلہ بنو حارث بن الخزرج پر موقوف ہو گیا (یعنی صرف اولاد حارث کو پکارا جانے لگا اس لئے کہ انصار میں یہ سب سے بڑا قبیلہ تھا) رسول اللہ ﷺ اپنے خچر پر سوار ہو کر گردن اونچی کر کے لڑائی دیکھ رہے تھے پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ وقت جنگ گرم ہونے کا ہے پھر آپ ﷺ نے چند کنکریاں ہاتھ میں لیں اور ان کو کافروں کے منہ پر پھینک مارا اس کے بعد فرمایا محمد ﷺ کے رب کی قسم! کافروں نے شکست کھائی۔ حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم! یہ شکست کافروں کو آپ ﷺ کی کنکریاں پھینکنے کی وجہ سے ہوئی۔ میں دیکھ رہا تھا کہ کافروں کی تلواروں کی تیزی ماند پڑ گئی تھی اور وہ ذلیل و رسوا ہو گئے تھے۔ (مسلم)

تشریح ۞ حنین مکہ اور طائف کے درمیان ایک مقام کا نام ہے جہاں قبائل ہوازن و ثقیف آباد تھے یہ قبائل نہایت جنگجو اور ماہر تیر انداز تھے فتح مکہ سے ان کو یہ خیال پیدا ہوا کہ کہیں آپ ﷺ ہم پر حملہ نہ کر دیں اس لئے ان کا سردار مالک بن عوف نصری بیس ہزار کا لشکر لے کر آپ ﷺ پر حملہ کرنے کے لئے چلا۔

جب آپ ﷺ کو ان حالات کی اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ ۸ شوال ۸ھ کو بارہ ہزار آدمیوں کے ساتھ مکہ سے روانہ ہوئے اور حنین کا قصد فرمایا دس ہزار تو وہی جانثار تھے جو مدینہ سے آپ ﷺ کے ہمراہ آئے تھے اور بعض غیر مسلم بھی ساتھ تھے ایک شخص کی زبان سے یہ لفظ نکلا کہ آج ہم قلت کی وجہ سے مغلوب نہ ہوں گے لشکر اسلام تین شنبہ کی شام کے وقت وادی حنین میں پہنچا قبائل ہوازن و ثقیف دونوں جانب کمین گاہوں میں چھپے بیٹھے تھے مالک بن عوف نے ان کو پہلے سے یہ ہدایت کر دی تھی کہ جب لشکر اسلام ادھر سے آئے تو بیس ہزار آدمی تلواروں کے ساتھ ایک دم ان پر ہلہ بول دیں چنانچہ صبح کی تاریکی میں جب لشکر اسلام اس درہ سے گزرنے لگا تو بیس ہزار تلواروں سے دفعۃً حملہ کر دیا گیا جس سے مسلمانوں کا لشکر سراسیمہ اور منتشر ہو گیا اصل بات یہ ہوئی کہ فتح مکہ کے موقعہ پر جو لوگ نئے نئے مسلمان ہوئے تھے ان کو اس صورت حال کی بالکل توقع نہ تھی چنانچہ وہ گھبرا کر پیچھے بھاگے ان کو دیکھ کر مہاجرین و انصار بھی منتشر ہو گئے اور محفوظ جگہیں تلاش کرنے لگے جس سے محسوس ہونے لگا کہ مسلمانوں کو ہزیمت ہو گئی ہے صرف دس بارہ شیدایانِ نبوت آپ ﷺ کے پہلو میں رہ گئے جن میں حضرت ابوبکر حضرت عمرؓ حضرت علیؓ حضرت عباسؓ حضرت فضل بن عباسؓ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم اور چند اور حضرات شامل تھے حضرت عباسؓ نے آپ ﷺ کے خچر کی لگام تھامی ہوئی تھی اور حضرت ابوسفیان بن حارث جن کا اصل نام مغیرہ بن حارث بن عبدالمطلب تھا اور جو آپ ﷺ کے چچازاد بھائی تھے انہوں نے آپ ﷺ کی سواری کی رکاب پکڑی ہوئی تھی۔

حضور ﷺ نے حضرت عباسؓ کو جو کہ جہیر الصوت تھے فرمایا کہ لوگوں کو بلاؤ چنانچہ انہوں نے بلند آواز سے پکارا: یا

اصحاب السمرۃ یعنی اے کیکر کے درخت کے نیچے بیعت کرنے والو! تم کہاں ہو؟ آواز کا کانوں میں پہنچنا تھا کہ ایک دم سب پلٹ کر واپس آئے اور پروانہ وار شمع رسالت کے گرد جمع ہوگئے آپ ﷺ نے مشرکین پر حملہ کا حکم دیا جب گھمسان کی لڑائی شروع ہوگئی اور میدان کارزار گرم ہوگیا تو آپ ﷺ نے ایک مشت کنکر لے کر کافروں کی طرف پھینکی اور فرمایا شاہت الوجوہ برے ہوئے یہ چہرے کنکر پھینکنے کے بعد فرمایا قسم ہے رب محمد ﷺ کی! انہوں نے شکست کھائی کوئی کافر ایسا نہ رہا کہ جس کی آنکھ میں دو کنکر نہ پہنچا ہو ایک لمحہ نہ گزرا تھا کہ دشمنوں کے قدم اکھڑ گئے بہت سے بھاگ گئے اور بہت سے اسیر کر لئے گئے۔

فائدہ: جس خچر پر آپ ﷺ غزوہ حنین میں سوار تھے اس کا نام دلدل تھا جو فروہ بن لفافہ نامی کافر نے آپ ﷺ کو ہدیہ میں دیا تھا اس سے معلوم ہوا کہ کافر کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے۔ جبکہ دوسری روایات میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے کئی موقعوں پر کافروں کے ہدیے قبول نہیں کئے تو بعض حضرات نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ کافر کا ہدیہ قبول کرنا پہلے ناجائز تھا پھر بعد میں یہ حکم منسوخ ہوگیا اور ناسخ یہ واقعہ ہے کہ آپ ﷺ نے فروہ بن لفافہ کافر کا ہدیہ قبول کیا تھا۔

لیکن یہ قول محل نظر ہے اس لئے کہ نسخ کے لئے ضروری ہے کہ ناسخ کا متاخر ہونا یقینی طور پر معلوم ہو اور یہاں پر یقینی طور پر معلوم نہیں کہ قبول ہدیہ کا واقعہ رد ہدیہ کے واقعات سے مقدم ہے یا مؤخر اس لئے نسخ کا قول کرنا درست نہیں بلکہ اکثر حضرات یہ فرماتے ہیں کہ جہاں قبول ہدیہ میں اس کے مسلمان ہونے کی امید تھی یا اس میں مسلمانوں کا فائدہ تھا وہاں تو ہدیہ قبول فرمایا اور جہاں کوئی ایسی بات نہ تھی وہاں ہدیہ رد فرما دیا۔

اہل سمرہ سے مراد:

اہل سمرہ سے مراد وہ صحابہ ہیں کہ جنہوں نے حدیبیہ کے مقام پر کیکر کے درخت کے نیچے آپ ﷺ کے دست مبارک پر جانثاری کی بیعت کی تھی اس بیعت کو بیعت رضوان بھی کہا جاتا ہے۔

غزوہ حنین میں حضور ﷺ کے دو معجزے:

غزوہ حنین کے موقع پر حضور ﷺ سے دو معجزے رونما ہوئے ایک یہ کہ آپ ﷺ نے ایک مٹھی کنکریوں کی کافروں کی طرف پھینکی اور معجزانہ طور پر وہ تمام کافروں کی آنکھوں میں پہنچ گئے اور دوسرا معجزہ یہ ظاہر ہوا کہ آپ ﷺ نے پہلے ہی ان کی شکست کی خوشخبری سنادی۔

غزوہ حنین میں حضور ﷺ کا استقلال اور پامردی

۵۷۳۳/۲۱ وَعَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِلْبَرَاءِ یَا اَبَا عُمَارَۃَ فَرَرْتُمْ یَوْمَ حُنَیْنٍ قَالَ لَا وَاللّٰہِ مَا وَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلٰکِنْ خَرَجَ شُبَّانُ اَصْحَابِہٖ لَیْسَ عَلَیْہِمْ کَثِیْرُ سِلَاحٍ فَلَقُوْا قَوْمًا رُمَاۃً لَا یَکَادُ یَسْقُطُ لَہُمْ سَہْمٌ فَرَشَقُوْہُمْ رَشْقًا مَا یَکَادُوْنَ یُخْطِئُوْنَ فَاَقْبَلُوْا ہُنَاکَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی بَغْلَتِہِ الْبَیْضَاءِ وَاَبُوْسُفْیَانَ ابْنُ

الْحَارِثِ يَقُودُهُ فَنَزَلَ وَاسْتَنْصَرَ وَقَالَ اَنَا النَّبِيُّ لَاكَذِبَ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ ثُمَّ صَفَّهُمْ ۔ (رواه مسلم وللبخاری معناه وفی رواية لهما قال البراء كنا والله اذا احمر البأس نتقی به وان الشجاع منا للذی يحاذی به يعنی النبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)

أخرجه البخاری فی صحيحه ۲۷/۸حديث رقم ٤٣١٥ومسلم فی صحيحه ۱٤۰۰/۳حديث رقم ۱۷۷٦-۷۸۰)۔

ترجمہ: ابواسحاق (تابعی) سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت براء بن عازبؓ سے کہا کہ اے ابو عمارہ! تم غزوہ حنین میں (جنگ سے) بھاگ گئے تھے انہوں نے کہا کہ نہیں اللہ کی قسم! حضور ﷺ نے پشت نہیں پھیری لیکن (یہ ہوا تھا) کہ آپ ﷺ کے کچھ نوجوان صحابہ بھی (جنگ کے لئے) نکل پڑے تھے جن کے پاس زیادہ ہتھیار نہیں تھے پس ان کا ایک ایسی تیرانداز قوم سے آمنا سامنا ہوگیا جن کا کوئی تیر (خالی) نہیں گرتا تھا پس انہوں نے ان پر بے خطا تیراندازی کی پس اس وقت وہ حضور ﷺ کے پاس آگئے اور حضور ﷺ اپنے سفید خچر پر سوار تھے اور ابوسفیان بن الحارث (خچر کی لگام پکڑے) آگے تھے آپ ﷺ خچر سے نیچے اترے اور اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی اور فرمایا۔ میں نبی (برحق) ہوں اس میں کوئی جھوٹ نہیں میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں پھر آپ ﷺ نے صحابہ کی (دوبارہ) صف بندی فرمائی۔ اس کو امام مسلم نے روایت کیا ہے اور امام بخاری نے بھی اسی کے ہم معنی روایت بیان فرمائی ہے۔ ان دونوں کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت براء بن عازب نے کہا کہ اللہ کی قسم! جب جنگ بہت سخت ہو جاتی تو ہم حضور ﷺ کے پاس آکر پناہ لیتے تھے اور ہم میں سے سب سے بہادر وہ شخص شمار کیا جاتا تھا جو حضور ﷺ کے برابر کھڑا ہوتا تھا۔

تشریح ۞ ایک شخص نے حضرت براء بن عازبؓ سے جب یہ سوال کیا کہ کیا تم لوگ جنگ حنین میں بھاگ گئے تھے تو۔ اس سوال میں آپؐ کی ذات گرامی بھی ہوسکتی تھی اس لئے سب سے پہلے حضرت براء نے آپ ﷺ کی ذات کا دفاع کرتے ہوئے نہایت زوردار انداز میں اسکی تردید کی کہ آپؐ نے نہ تو حقیقۃً پشت پھیری اور نہ ہی ان لوگوں کی طرح میدان جنگ سے ہٹ جو پناہ گاہ کی تلاش میں دشمن کے سامنے سے ہٹ گئے تھے بلکہ نہایت جرأت اور استقامت کے ساتھ اپنی جگہ پر کھڑے رہے۔

اس کے بعد حضرت براءؓ نے واقعہ کی اصل صورتحال بتلائی کہ مسلمانوں کے لشکر میں کچھ نوجوان صحابہ بھی شریک تھے جن کے پاس ہتھیار زیادہ نہ تھے جب ان کا مقابلہ ایک ایسی ماہر تیرانداز قوم سے ہوا کہ جن کا نشانہ خطا نہ جاتا تھا تو وہ اس خیال سے پیچھے ہٹ گئے کہ یہاں بیکار جانیں گنوانے کی بجائے آپ ﷺ کے قریب پہنچ کر اور آپ ﷺ کی مدد سے نیا محاذ بنائیں اور دوبارہ حملہ کرنے کے لئے پیچھے ہٹنا فرار ہرگز نہیں کہا جاسکتا۔

تعارض: حضرت براء کی حدیث اور حضرت عباسؓ کی گزشتہ حدیث میں بظاہر دو باتوں میں تعارض ہے پہلا تعارض تو یہ ہے کہ حضرت عباسؓ کی روایت میں الفاظ یہ ہیں: ولی المسلمون مدبرین یعنی مسلمان پشت پھیر کر بھاگ گئے اور حضرت براء کی روایت میں ہے فاقبلوا هنالك الى رسول الله ﷺ۔ یعنی وہ ہٹ کر حضور ﷺ کے پاس آگئے تو دونوں تعبیروں میں تضاد معلوم ہوتا ہے۔

جواب: اس تضاد کا جواب یہ ہے کہ پہلے تو ایسا ہی معلوم ہوا کہ مسلمان دشمنوں کی تیراندازی سے گھبرا کر بھاگ رہے ہیں لیکن

جب آپ ﷺ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور حضرت عباسؓ نے آپ ﷺ کے حکم سے ان کو پکارا تو وہ آپ ﷺ کی طرف متوجہ ہو گئے اور آپ ﷺ کے پاس آ کر جمع ہو گئے۔ حاصل یہ کہ حضرت عباسؓ کی روایت میں ابتدائی حالت کا ذکر ہے اور حضرت براء کی روایت میں بعد کی حالت کا ذکر ہے۔

دوسرا تضاد یہ ہے کہ حضرت عباسؓ کی روایت میں ہے کہ خچر کی لگام انہوں نے پکڑی ہوئی تھی اور رکاب حضرت ابوسفیان نے جبکہ اس روایت میں ہے کہ لگام حضرت ابوسفیان بن الحارث نے پکڑی ہوئی تھی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ کبھی لگام حضرت ابوسفیان پکڑتے تھے اور رکاب حضرت عباسؓ اور کبھی رکاب حضرت ابو سفیان کے ہاتھ میں ہوتی تھی اور لگام حضرت عباسؓ کے پاس یعنی باری باری یہ حضرات یہ کام انجام دے رہے تھے اس لئے کوئی تضاد نہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی موقعہ ایسا آ گیا تھا کہ لگام پکڑنا دونوں کے لئے ضروری ہو گیا تھا۔

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ ...... میں نبی ہوں اس میں کوئی جھوٹ نہیں میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں آپ ﷺ نے یہ کلام میدان جنگ میں ارشاد فرمایا اور میدان جنگ میں دشمن پر رعب ڈالنے کے لئے اپنی تعریف کرنا اپنی ذات وحیثیت بیان کرنا جائز ہے اس لئے کہ بہت سے ایسے کام ہیں جن کی عام حالات میں شرعاً اجازت نہیں ہوتی لیکن میدان جنگ میں دشمن پر رعب ڈالنے کے لئے ان کی اجازت ہوتی ہے مثلاً سفید بالوں کو سیاہ خضاب لگانا اور دشمن کے سامنے اکڑ اکڑ کر چلنا وغیرہ۔

اس کلام میں آپ ﷺ نے اپنی نسبت اپنے دادا حضرت عبدالمطلب کی طرف کی ہے اپنے والد حضرت عبداللہ کی طرف نہیں کی اس لئے کہ حضرت عبدالمطلب عزت و بزرگی میں زیادہ مشہور تھے۔

حضور ﷺ کا شعر کہنا:

اس کلام میں کذب اور مطلب کی با پر جزم ہے یہاں یہ اعتراض ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ تو شعر نہیں کہتے تھے بلکہ قرآن نے تو شعر گوئی کو آپ کے لئے نامناسب قرار دیا ہے جیسا کہ سورہ یٰسین میں ہے وما علمناه الشعر وماینبغی له

اس کا جواب یہ ہے کہ ہر کلام موزوں کو شعر نہیں کہا جاتا بلکہ شعر کے لئے دو باتوں کا پایا جانا ضروری ہے ایک یہ کہ وہ کلام خاص اوزان پر ہو اور دوسرا یہ کہ وہ بالقصد ادا کیا گیا ہو۔ اگر ان میں سے کوئی ایک بات نہ پائی جائے تو وہ اصطلاحاً شعر نہیں کہلائے گا لہٰذا جو کلام موزوں آپ ﷺ کی زبان مبارک سے نکلے ہیں وہ بلا قصد نکلے ہیں اس لئے ان کو اصطلاحاً شعر نہیں کہا جائے گا۔

حضرت براء فرماتے ہیں کہ دشمن کا حملہ اتنا سخت تھا کہ کوئی بھی اپنی جگہ پر جم کر نہ رہ سکا صرف آپ ﷺ کی ذات تھی جو اپنی جگہ پر قائم تھی اور اس موقعہ پر سب سے بہادر وہ آدمی شمار ہوتا تھا جو حضور ﷺ کے پاس پہنچ جاتا تھا اس سے آپ ﷺ کی بے پناہ شجاعت، بہادری اور اللہ تعالیٰ پر کامل اعتماد کا اظہار ہوتا ہے۔

اس حدیث میں آپ ﷺ کا یہ معجزہ بیان ہوا ہے کہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور کافروں کی طرف کنکریاں پھینکیں جس سے ان کو شکست فاش ہوئی۔

غزوہ حنین میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تین معجزے

۲۲/۵۷۳۴ وَعَنْ سَلَمَةَ ابْنِ الْاَكْوَعِ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُنَيْنًا فَوَلّٰى صَحَابَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا غَشُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ عَنِ الْبَغْلَةِ ثُمَّ قَبَضَ قَبْضَةً مِّنْ تُرَابٍ مِّنَ الْاَرْضِ ثُمَّ اسْتَقْبَلَ بِهٖ وُجُوْهَهُمْ فَقَالَ شَاهَتِ الْوُجُوْهُ فَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْهُمْ اِنْسَانًا اِلَّا مَلَاَ عَيْنَيْهِ تُرَابًا بِتِلْكَ الْقَبْضَةِ فَوَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ فَهَزَمَهُمُ اللّٰهُ وَقَسَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَنَائِمَهُمْ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم في صحيحه ۳/۱۴۰۲ حديث رقم (۸۱-۱۷۷۷)

ترجمہ: حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ حنین میں شریک ہوئے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے (بعض) صحابہ بھاگنے لگے پس جب کافروں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیر لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خچر سے اترے اور زمین سے مٹی کی ایک مٹھی لی پھر اس خاک کو کافروں کے منہ پر دے مارا اور فرمایا شاهت الوجوه برے ہوئے ان کے منہ یا خراب ہوں ان کے منہ پس اللہ تعالیٰ نے ان میں سے جن انسانوں کو پیدا کیا تھا (یعنی خدا کی مخلوق میں سے جو کافر وہاں موجود تھے) ہر ایک کی آنکھ اس مٹی سے بھر گئی پس پشت پھیر کر بھاگ گئے اللہ تعالیٰ نے ان کو شکست دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے درمیان ان کی غنیمت تقسیم فرمائی۔ (مسلم)

تشریح: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹی کی مٹھی بھر کر کافروں کی طرف پھینکی جو ان کی آنکھوں میں پڑ گئی اور دشمن کو اس کی وجہ سے شکست ہوگئی تو درحقیقت یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تین معجزے ہیں۔

پہلا معجزہ یہ کہ جو مٹی کی مٹھی پھینکی وہ سب کافروں کی آنکھوں میں پہنچ گئی حالانکہ سب کافر تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نہیں تھے۔

دوسرا معجزہ یہ کہ یہ تھوڑی سی مٹی تھی لیکن سب کافروں کی آنکھیں بھر گئیں حالانکہ کافروں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔

تیسرا معجزہ یہ کہ محض کنکریاں اور مٹی پھینکنے سے کافروں کو شکست ہوگئی۔

ایک مدعی ایمان شخص کے بارے میں جہنمی ہونے کی پیشینگوئی

۲۳/۵۷۳۵ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ شَهِدْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُنَيْنًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِرَجُلٍ مِّمَّنْ مَّعَهٗ يَدَّعِيْ الْاِسْلَامَ هٰذَا مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَلَمَّا حَضَرَ الْقِتَالُ قَاتَلَ الرَّجُلُ مِنْ اَشَدِّ الْقِتَالِ وَكَثُرَتْ بِهِ الْجِرَاحُ فَجَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ الَّذِيْ تُحَدِّثُ اَنَّهٗ مِنْ اَهْلِ النَّارِ قَدْ قَاتَلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مِنْ اَشَدِّ الْقِتَالِ فَكَثُرَتْ بِهِ الْجِرَاحُ اَمَا اِنَّهٗ مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَكَادَ بَعْضُ النَّاسِ يَرْتَابُ فَبَيْنَمَا هُوَ عَلٰى ذٰلِكَ اِذَا وَجَدَ الرَّجُلُ اَلَمَ الْجِرَاحِ فَاَهْوٰى بِيَدِهٖ اِلٰى كِنَانَتِهٖ فَانْتَزَعَ سَهْمًا فَانْتَحَرَ بِهَا فَاشْتَدَّ رِجَالٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا يَا

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَدَقَ اللّٰهُ حَدِيْثَكَ قَدِ انْتَحَرَ بِهَا فُلَانٌ وَقَتَلَ نَفْسَهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَشْهَدُ اَنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ يَا بِلَالُ قُمْ فَاَذِّنْ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا مُؤْمِنٌ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيُؤَيِّدُ هٰذَا الدِّيْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٤٧١/٧ حدیث رقم ٤٢٠٣ ومسلم فی صحیحه ١٠٥/١ حدیث رقم (١٧٨-١١١) والدارمی ٣١٤/٢ حدیث رقم ٢٥١٧ و احمد فی المسند ٣٠٩/٢

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ہم غزوہ حنین میں حضور ﷺ کے ساتھ حاضر تھے تو آپ ﷺ نے ایک ایسے شخص کے بارے میں فرمایا جو اسلام کا دعویدار تھا کہ یہ شخص جہنمی ہے پس جب جنگ شروع ہوئی تو یہ آدمی بڑی سخت لڑائی لڑا اور اس کو بہت سے زخم آئے پس ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ذرا دیکھئے یہ شخص کہ جس کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ جہنمی ہے اس نے بہت سخت قتال کیا اور اس کو بہت سے زخم آئے ہیں (تو آپ ﷺ نے فرمایا) سنو وہ شخص جہنمی ہے پس کچھ لوگوں کو شک سا ہونے لگا پس یکا یک اس شخص نے زخموں کی تکلیف سے بے چین ہو کر اپنا ہاتھ ترکش کی طرف بڑھایا اور ایک تیر نکال کر اپنے سینے میں پیوست کر لیا (یعنی خودکشی کر لی) بہت سے لوگ حضور ﷺ کی طرف دوڑ پڑے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ نے آپ کا فرمایا ہوا سچ کر دیا۔ فلاں نے اپنا سینہ چیر لیا اور خودکشی کر لی تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ اکبر میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ اے بلال! اٹھو اور اعلان کر دو کہ جنت میں صرف مؤمن داخل ہوگا اور بے شک اللہ تعالیٰ اس دین کو فاجر آدمی کے ذریعے بھی تقویت دیتے ہیں۔ (بخاری)

تشریح ۞ حضور ﷺ نے ایک ایسے شخص کے بارے میں یہ پیشین گوئی دی کہ یہ کافر ہے جو بظاہر مسلمان تھا اور جنگ میں بڑی بے جگری سے لڑا اور زخموں سے چور ہو گیا اس کی یہ حالت دیکھ کر کچھ ضعیف الایمان لوگوں کو آپ ﷺ کے فرمان میں تردد ہونے لگا کہ ایسا شخص جو اسلام کے لئے اتنی دلیری سے لڑ رہا ہے اور اپنی جان کی پرواہ بھی نہیں کر رہا تو یہ کیسے دوزخی ہو سکتا ہے لیکن رسالت مآب ﷺ کی زبان مبارک سے نکلا ہوا ایک لفظ بھی غلط نہیں ہو سکتا چنانچہ اس شخص نے زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے خودکشی کر لی اور خودکشی کرنے والا دوزخی ہوتا ہے اس طرح آپ ﷺ کا فرمان سچا ثابت ہوا۔

اس واقعہ کے بارے میں روایات میں تھوڑا سا اختلاف ہے کہ یہ کس غزوہ کا ہے چنانچہ اس روایت میں اس واقعہ کی نسبت غزوہ حنین کی طرف ہے اور مواہب الدنیہ میں اس کا ذکر غزوہ خیبر کے موقع پر ہوا ہے چنانچہ صحیح بخاری میں بھی یہی منقول ہے اس لئے یہ ہو سکتا ہے کہ اس طرح کا واقعہ دونوں موقعوں پر پیش آیا ہو۔

اس شخص کا نام جس کا یہ واقعہ ہے قزمان تھا آیا یہ شخص مؤمن تھا یا منافق تو اس میں مختلف رائیں ہیں۔ بعض حضرات کے نزدیک وہ مؤمن تھا اس کو دوزخی اس لئے کہا گیا کہ اس نے خودکشی کی اور خودکشی معصیت ہے۔ یعنی وہ اپنی معصیت کی وجہ سے دوزخ میں تو جائے گا لیکن سزا بھگت کر پھر جنت میں داخل ہوگا اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ شخص منافق تھا چنانچہ غزوہ احد سے بھی غائب رہا۔

پھر بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے تیر اپنے سینے میں پیوست کر لیا تھا جس کی وجہ سے وہ مر گیا اور بعض روایات میں آتا ہے کہ اس نے اپنی تلوار کی نوک زمین پر رکھی اور اس کی دھار اپنے پستانوں کے درمیان رکھ دی پھر اس پر زور دیا اور خودکشی

کر لی۔ تو ہو سکتا ہے کہ پہلے اس نے تیر کے ذریعے اپنے آپ کو ختم کرنے کی کوشش کی ہو جب تیر سے فوری طور پر نہ مر سکا تو تلوار کے ذریعے خود کشی کر لی۔

خودکشی کرنے والے کا حکم:

خودکشی کرنا فعل حرام ہے اور اس کا مرتکب دوزخی ہے اور احادیث میں اس پر سخت وعیدات وارد ہوئی ہیں لیکن اگر خودکشی کرنے والا مؤمن ہے اور اس کے دل میں تصدیق ایمانی ہے تو وہ اپنے خودکشی والے گناہ کی وجہ سے جہنم میں تو جائے گا لیکن سزا بھگت کر آخر کار جنت میں جائے گا جیسا کہ کسی مسلمان کو عمداً قتل کرنے والے کی سزا قرآن کریم میں دخول جہنم بیان کی ہے تو خودکشی بھی اسی طرح کا فعل ہے۔

واضح رہے کہ عمداً مسلمان کو قتل کرنے کی سزا قرآن میں خلود نار مذکور ہے لیکن علماء نے اس میں مختلف تاویلیں کی ہیں اس لیے کہ دوسری آیات واحادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قتل عمد کی سزا خلود نار نہیں۔ خلود نار کی سزا صرف شرک وکفر پر ہے یعنی جو آدمی مشرک یا کافر ہونے کی حالت میں مر جائے تو وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان اللّٰہ لایغفر ان یشرک بہ و یغفر مادون ذلک لمن یشاء۔

بعض اہل ظاہر کہتے ہیں کہ خودکشی کی سزا بھی خلود نار ہے لیکن یہ قول شاذ ہے اہلسنت والجماعت کا یہ نظریہ نہیں ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کا اثر

۲۳/۵۷۳۲ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سُحِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اِنَّهٗ لَيُخَيَّلُ اِلَيْهِ اَنَّهٗ فَعَلَ الشَّيْءَ وَمَا فَعَلَهٗ حَتّٰى اِذَا كَانَ ذَاتَ يَوْمٍ عِنْدِيْ دَعَا اللّٰهَ وَدَعَاهُ ثُمَّ قَالَ اَشَعَرْتِ يَا عَائِشَةُ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَفْتَانِيْ فِيْمَا اسْتَفْتَيْتُهٗ جَاءَنِيْ رَجُلَانِ جَلَسَ اَحَدُهُمَا عِنْدَ رَاْسِيْ وَالْاٰخَرُ عِنْدَ رِجْلِيْ ثُمَّ قَالَ اَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهٖ مَا وَجْعُ الرَّجُلِ قَالَ مَطْبُوْبٌ قَالَ وَمَنْ طَبَّهٗ قَالَ لَبِيْدُ بْنُ الْاَعْصَمِ الْيَهُوْدِيُّ قَالَ فِيْمَا ذَا قَالَ فِيْ مُشْطٍ وَمُشَاطَةٍ وَجُفِّ طَلْعَةٍ ذَكَرٍ قَالَ فَاَيْنَ هُوَ قَالَ فِيْ بِئْرِ ذَرْوَانَ فَذَهَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اُنَاسٍ مِّنْ اَصْحَابِهٖ اِلَى الْبِئْرِ فَقَالَ هٰذِهِ الْبِئْرُ الَّتِيْ اُرِيْتُهَا وَكَانَ مَاءَهَا نُقَاعَةُ الْحِنَّاءِ وَكَانَ نَخْلَهَا رُءُوْسُ الشَّيَاطِيْنِ فَاسْتَخْرَجَهٗ۔ (متفق علیہ)

أخرجه البخاري في صحيحه ٦/٣٣٤ حديث رقم ٣٢٦٨ ومسلم في صحيحه ٤/١٧١٩ حديث رقم (٤٣-٢١٨٩)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا گیا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خیال ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (فلاں) کام کر لیا ہے حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کام نہ کیا ہوتا تھا یہاں تک کہ ایک دن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ سے دعا کی اور پھر دعا کی پھر مجھ سے فرمایا اے عائشہ! کیا تجھے معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ بات بتلا دی جو میں نے دریافت کی تھی میرے پاس دو آدمی آئے ان میں سے ایک میرے سر کی طرف بیٹھ گیا

اور دوسرا پاؤں کی طرف پھران میں سے ایک نے دوسرے سے کہا اس شخص کو کیا تکلیف ہے؟ تو دوسرے نے کہا اس پر جادو ہے تو اس نے کہا کہ کس نے جادو کیا ہے؟ کہا لبید بن اعصم یہودی نے اس نے کہا کس چیز میں؟ دوسرے نے کہا کنگھی میں اور کنگھی سے جھڑنے والے بالوں میں اور کھجور کے خوشے کے خول میں پہلے نے کہا یہ کہاں ہے؟ دوسرے نے جواب دیا ذروان کنویں میں پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ میں سے کچھ لوگوں کے ساتھ اس کنویں پر گئے اور فرمایا یہ وہی کنواں ہے جو مجھے دکھایا گیا ہے گویا کہ اس کا پانی مہندی کی طرح سرخ تھا اور اس کی کھجور کے خوشے گویا شیطانوں کے سر تھے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چیزوں کو کنویں سے نکلوایا۔ (بخاری)

تشریح ⊙ ذی الحجہ ۶ ھ کو جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صلح حدیبیہ کے بعد مدینہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہودیوں کی طرف سے جادو کیا گیا۔

واقعہ یوں ہوا کہ لبید بن اعصم یہودی نے ایک تانت میں گیارہ گرہیں لگا کر اس کو ایک کنگھی کے دندانوں میں پھنسایا پھر اس کو کھجور کے خوشہ میں ڈال کر ذروان کنویں میں رکھ دیا اس جادو کا اثر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس طرح ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نسیان کا غلبہ ہو گیا مثلاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیال میں یہ بات آتی کہ میں نے فلاں کام کر لیا حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کام نہیں کیا ہوتا تھا اسی طرح کوئی کام نہیں کیا ہوتا تھا لیکن یہ خیال ہوتا کہ وہ کام کر لیا ہے اور بعض روایات میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی بیوی سے ہمبستری کا ارادہ کرتے لیکن ہمبستری پر قادر نہیں ہوتے تھے جب یہ صورت حال ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے بار بار دعا کی اور مسلسل التجاء کرتے رہے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول ہوئی اور دو فرشتے خواب میں نظر آئے اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری صورتحال بتلا دی جب سحر اور اس کی جگہ کا انکشاف ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ اور حضرت عمارؓ کو یہ چیزیں نکالنے کے لئے بھیجا اور بعض روایات میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی تشریف لے گئے چنانچہ وہ چیزیں وہاں سے نکالی گئیں ادھر حضرت جبرائیل علیہ السلام معوذتین لے کر نازل ہوئے جن کی گیارہ آیتیں ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر گرہ پر ایک آیت پڑھ کر ایک ایک گرہ کھولتے رہے یہاں تک کہ سب گرہیں کھل گئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بوجھ سا اتر گیا۔

یہ جادو کس نے کیا تھا؟ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ لبید بن اعصم نے خود کیا تھا جبکہ بعض حضرات فرماتے ہیں لبید کی بیٹیوں نے جادو کیا تھا اور اس روایت میں لبید سے مراد اس کی بیٹیاں ہیں ان حضرات نے یہ مراد سورہ فلق کے ان الفاظ: وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ کی بنیاد پر بیان کی ہے کیونکہ نفاثات سے مراد پھونکنے والیاں ہیں البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ واقعہ تو ایک ہی ہو مگر الگ الگ دو صورتوں میں ایک ساتھ پیش آیا ہو گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ثواب کو بڑھانے کے لئے آپ علیہ السلام کو دونوں سحر کے اثرات میں مبتلا کیا گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس جادو کا اثر کتنے دن رہا؟ تو اس میں روایات مختلف ہیں بعض روایات میں چالیس دن کا ذکر ہے اور بعض روایات میں ہے کہ چھ ماہ تک اس کا اثر رہا اور ایک قول کے مطابق یہ اثر پورا سال رہا البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ اثر کی شدت چالیس دن تک رہی پھر کچھ علامتیں چھ ماہ تک باقی رہیں اور باقی کچھ ہلکا سا اثر پورے سال تک رہا۔

فائدہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کا اثر ہونا نبوت کے منافی نہیں کیونکہ جادو بھی دیگر بیماریوں کی طرح ایک جسمانی مرض ہے جس طرح دیگر امراض کا اثر انداز ہونا منافی نبوت نہیں اسی طرح سحر کا اثر انداز ہونا بھی منافی نبوت نہیں۔

فرقہ خوارج کے ظہور کے متعلق پیشینگوئی

۵۷۲۷/۲۵ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ بَیْنَمَا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ یَقْسِمُ قَسْمًا اَتَاہُ ذُوالْخُوَیْصِرَۃِ وَھُوَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِیْ تَمِیْمٍ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِعْدِلْ فَقَالَ وَیْلَکَ فَمَنْ یَّعْدِلُ اِذَا لَمْ اَعْدِلْ قَدْ خِبْتَ وَخَسِرْتَ اِنْ لَّمْ اَکُنْ اَعْدِلُ فَقَالَ عُمَرُ ائْذَنْ لِیْ اَنْ اَضْرِبَ عُنُقَہٗ فَقَالَ دَعْہُ فَاِنَّ لَہٗ اَصْحَابًا یَحْقِرُ اَحَدُکُمْ صَلٰوتَہٗ مَعَ صَلٰوتِھِمْ وَصِیَامَہٗ مَعَ صِیَامِھِمْ یَقْرَؤُوْنَ الْقُرْاٰنَ لَا یُجَاوِزُ تَرَاقِیَھُمْ یَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّیْنِ کَمَا یَمْرُقُ السَّھْمُ مِنَ الرَّمِیَّۃِ یَنْظُرُ اِلٰی نَصْلِہٖ اِلٰی رُصَافِہٖ اِلٰی نَضِیِّہٖ وَھُوَ قِدْحُہٗ اِلٰی قُذَذِہٖ فَلَا یُوْجَدُ فِیْہِ شَیْءٌ قَدْ سَبَقَ الْفَرْثَ وَالدَّمَ اٰیَتُھُمْ رَجُلٌ اَسْوَدُ اِحْدٰی عَضُدَیْہِ مِثْلَ ثَدْیِ الْمَرْاَۃِ اَوْ مِثْلَ الْبَضْعَۃِ تَدَرْدَرُ وَیَخْرُجُوْنَ عَلٰی خَیْرِ فِرْقَۃٍ مِّنَ النَّاسِ قَالَ اَبُوْسَعِیْدٍ اَشْھَدُ اَنِّیْ سَمِعْتُ ھٰذَا الْحَدِیْثَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَشْھَدُ اَنَّ عَلِیَّ ابْنَ اَبِیْ طَالِبٍ قَاتَلَھُمْ وَاَنَا مَعَہٗ فَاَمَرَ بِذٰلِکَ الرَّجُلِ فَالْتُمِسَ فَاُتِیَ بِہٖ حَتّٰی نَظَرْتُ اِلَیْہِ عَلٰی نَعْتِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الَّذِیْ نَعَتَہٗ وَفِیْ رِوَایَۃٍ اَقْبَلَ رَجُلٌ غَائِرُ الْعَیْنَیْنِ نَاتِئُ الْجَبْھَۃِ کَثُّ اللِّحْیَۃِ مُشْرِفُ الْوَجْنَتَیْنِ مَحْلُوْقُ الرَّاْسِ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ اتَّقِ اللّٰہَ فَقَالَ فَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ اِذَا عَصَیْتُہٗ فَیَاْمَنُنِیَ اللّٰہُ عَلٰی اَھْلِ الْاَرْضِ وَلَا تَاْمَنُوْنِیْ فَسَاَلَ رَجُلٌ قَتْلَہٗ فَمَنَعَہٗ فَلَمَّا وَلّٰی قَالَ اِنَّ مِنْ ضِئْضِئِ ھٰذَا قَوْمًا یَقْرَؤُوْنَ الْقُرْاٰنَ لَا یُجَاوِزُ حَنَاجِرَھُمْ یَمْرُقُوْنَ مِنَ الْاِسْلَامِ مُرُوْقَ السَّھْمِ مِنَ الرَّمِیَّۃِ فَیَقْتُلُوْنَ اَھْلَ الْاِسْلَامِ وَیَدَعُوْنَ اَھْلَ الْاَوْثَانِ لَئِنْ اَدْرَکْتُھُمْ لَاَقْتُلَنَّھُمْ قَتْلَ عَادٍ۔ (متفق علیہ)

أخرجه البخاري في صحيحه ٦١٧/٦ حديث رقم ٣٦١٠ ومسلم في صحيحه ٧٤٤/١ حديث رقم (١٤٣-١٠٦٤) وأخرجه ابن ماجه في السنن ٦١/١ حديث رقم ١٧١ وأخرجه احمد في المسند ٥٦/٣

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب ہم نبی کریم ﷺ کے پاس تھے اور آپ ﷺ مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے تو آپ ﷺ کے پاس ذوالخویصرہ آیا جو کہ بنی تمیم کا ایک شخص تھا پس اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! انصاف کیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تجھ پر افسوس ہے میں انصاف نہ کروں گا تو کون کرے گا؟ بے شک اگر میں انصاف نہ کروں تو تو محروم رہے گا اور گھاٹے میں رہے گا حضرت عمرؓ نے عرض کیا مجھے اجازت دیں میں اس کی گردن اڑا دوں آپ ﷺ نے فرمایا اس کو چھوڑ دے اس لئے کہ اس کے کچھ ساتھی ہوں گے جن کی نمازوں کے مقابلے میں تم اپنی نمازوں کو اور ان کے روزوں کے مقابلے میں تم اپنے روزوں کو حقیر سمجھو گے وہ قرآن پاک پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہ جائے گا وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسا کہ تیر شکار سے نکل کر پار ہو جاتا ہے چاہے اس کے پیکان کو دیکھو چاہے اس کے اصاف کو دیکھو چاہے اس کے نضی کو دیکھو جو اس کے اوپر کا حصہ ہوتا ہے چاہے اس کے پروں کو دیکھو کہیں بھی کچھ نہیں پایا جاتا حالانکہ وہ تیر نجاست اور خون میں سے گزر کر نکلا ہے ان کے سردار کی علامت یہ ہے کہ وہ کالا آدمی ہوگا

جس کا ایک بازو عورت کے پستان کی طرح یا گوشت کے ٹکڑے کی طرح ہلتا ہوگا وہ لوگوں کی اچھی جماعت کے خلاف بغاوت کریں گے حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ حدیث میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علی بن ابی طالب نے ان سے قتال کیا اور میں آپ ؓ کے ساتھ تھا۔ آپ ؓ نے اس شخص کو تلاش کرنے کا حکم دیا پس اس کو لایا گیا میں نے اس کو اسی صفت پر دیکھا جو حضور ﷺ نے بیان فرمائی تھی اور ایک روایت میں ہے کہ ایک آدمی جو گھسی ہوئی آنکھوں والا ابھری ہوئی پیشانی والا گھنی داڑھی والا اٹھے ہوئے رخساروں والا سر منڈا ہوا تھا آیا اور کہنے لگا اے محمد ﷺ! اللہ سے ڈریئے تو آپ ﷺ نے فرمایا پس کون اللہ کی اطاعت کرے گا اگر میں اس کی نافرمانی کروں اللہ تعالیٰ تو مجھے اہل زمین کے بارے میں امین جانتا ہے لیکن تو مجھے امین نہیں سمجھتا پس ایک آدمی نے اس کو قتل کرنے کی اجازت مانگی لیکن آپ ﷺ نے منع فرمادیا پس جب وہ واپس چلا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا بے شک اس کی نسل میں سے ایک ایسی قوم ہوگی جو قرآن پڑھے گی لیکن قرآن ان کے حلق سے آگے نہیں اترے گا یہ اسلام سے ایسے نکلیں گے جیسا کہ تیر شکار سے گزر کر نکلتا ہے پس یہ مسلمانوں سے جنگ کریں گے اور بت پرستوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیں گے اگر میں نے ان کو پالیا تو میں ان کو قوم عاد کی طرح قتل کروں گا۔ (متفق علیہ)

تشریح ۞ نبی کریم ﷺ غزوہ حنین سے حاصل ہونے والا مال غنیمت جعرانہ میں تقسیم فرما رہے تھے۔ مال غنیمت میں چھ ہزار قیدی چوبیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی تھی۔ جعرانہ پہنچ کر آپ ﷺ نے دس دن سے زیادہ ہوازن کا انتظار کیا کہ شاید وہ اپنے عزیز و اقارب، بچوں اور عورتوں کو چھڑانے آئیں لیکن جب ان بارہ روز کے انتظار کے بعد بھی کوئی نہ آیا تب آپ ﷺ نے مال غنیمت غانمین میں تقسیم فرمایا۔ فتح مکہ میں جو معززین قریش اسلام میں داخل ہوئے اور ابھی تک مذبذب الاعتقاد تھے ایمان دلوں میں راسخ نہ ہوا تھا جن کو قرآن کی اصطلاح میں مؤلفۃ القلوب کہا گیا ہے آپ ﷺ نے تقسیم غنائم کے وقت ان کو بہت انعامات دیئے، کسی کو سو اور کسی دو سو اور کسی کو تین سو اونٹ دیئے الغرض جو کچھ دیا گیا وہ اشراف قریش کو دیا گیا انصار کو کچھ نہ ملا اس لئے انصار کے بعض نوجوانوں کی زبان سے یہ لفظ نکلے کہ رسول اللہ ﷺ نے قریش کو تو دیا اور ہم کو چھوڑ دیا حالانکہ ہماری تلواریں اب تک ان کے خون سے ٹپکتی ہیں۔ حضور ﷺ تک جب یہ خبر پہنچی تو آپ نے انصار کو جمع فرمایا اور ان کے سامنے تقریر فرمائی آخر میں ارشاد فرمایا کہ تم اس پر راضی نہیں کہ لوگ تو اونٹ اور بکری لے کر اپنے گھر واپس ہوں اور تم اللہ کے رسول کو اپنے ساتھ لے کر جاؤ۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر ہجرت امر تقدیری نہ ہوتا تو میں بھی انصار میں سے ہوتا یہ فرمانا تھا کہ انصار جان نثار چیخ اٹھے اور روتے روتے داڑھیاں تر ہوگئیں اور کہا ہم اس تقسیم پر دل و جان سے راضی ہیں کہ اللہ کا رسول ہمارے حصہ میں آیا اس کے بعد مجمع برخواست ہوگیا یہ تو مخلصین کی حالت تھی جبکہ دوسری طرف بنی تمیم قبیلے کا ایک شخص جو کہ منافق تھا اور ذوالخویصرہ اس کا نام تھا اس نے آکر آپ ﷺ سے کہا کہ یارسول اللہ ﷺ! انصاف کے ساتھ تقسیم کیجئے یعنی سب کو برابر برابر دیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں انصاف نہیں کروں گا تو کون انصاف کرے گا یعنی انصاف صرف اسی میں منحصر نہیں کہ سب کو برابر برابر دیا جائے بلکہ انصاف کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ بقدر ضرورت و حاجت دیا جائے جس کی حاجت زیادہ ہو اس کو زیادہ دیا جائے اور جس کی حاجت و ضرورت کم ہے اس کو کم دیا جائے پھر آپ ﷺ نے اس شخص سے فرمایا کہ مجھے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا گیا ہے تاکہ لوگوں میں انصاف کروں اگر کسی کو میرے انصاف

پر اعتراض ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس کے مقدر میں مایوسی اور محرومی ہے اسی طرح اگر تجھے میرے انصاف پر اعتماد نہیں تو تو خود اپنے گمان میں محروم اور خسارے میں ہے۔

تنقیح: اس شخص کی یہ گستاخانہ گفتگو سن کر حضرت عمرؓ نے اس کو قتل کرنے کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے منع فرمادیا جبکہ بعد میں آپ ﷺ نے اپنے اس عزم کا اظہار فرمایا کہ اگر میں نے اس کے تابعداروں کی جماعت کو پایا تو میں ان کو ضرور قتل کروں گا تو بظاہر دونوں باتوں میں تعارض ہے۔

جواب: حضور ﷺ نے ان کے قتل کرنے کی خواہش کا اظہار اس موقع کے لئے فرمایا کہ جب ان کی جماعت بن جائے گی اور ہتھیار بند ہو کر امام عادل کے خلاف بغاوت کریں گے اور ایسے موقع پر وہ واقعۃً مباح الدم ہوں گے لیکن جس وقت حضرت عمرؓ نے اس کو قتل کرنے کی اجازت مانگی تھی اس وقت ان میں سے کوئی بات نہیں پائی جاتی تھی اس لئے منع فرمادیا اور بعض شارحین نے اس کی وجہ یہ بھی بیان فرمائی ہے کہ حضرت عمرؓ کو قتل کی اجازت نہ دینا آپ ﷺ کے حسن اخلاق کی وجہ سے تھا اس لئے کہ آپ ﷺ اپنی ذات کے لئے کسی سے انتقام نہ لیتے تھے وگرنہ جس طرح کے الفاظ اس منافق نے آپ ﷺ کے سامنے بولے ہیں مثلاً آپ ﷺ سے کہا کہ عدل وانصاف سے کام لو۔ دوسری روایت میں ہے اس نے کہا اللہ سے ڈرو ایک اور روایت میں ہے کہ اس نے یہ کہا کہ اے محمد ﷺ! تمہاری اس مال غنیمت کی تقسیم میں عدل وانصاف نہیں ہے۔ اس طرح کے الفاظ اگر آج کوئی شخص شان رسالت میں کہے تو مرتد ہے اور واجب القتل ہے۔

یَحْقِرُ اَحَدُکُمْ ...... یعنی یہ لوگ بظاہر بڑے دیندار نمازی اور متبع سنت نظر آئیں گے اور اس طریقے سے لوگوں کے سامنے نمازیں روزے اور دیگر عبادتیں ادا کریں گے کہ لوگ اپنی عبادتوں کو ان کے مقابلے میں حقیر سمجھیں گے اور قرآن کو خوب بنا بنا کر پڑھیں گے کہ لوگ ان سے متاثر ہوں گے اس طرح سے یہ لوگ اپنی عظمت اور برتری کا سکہ لوگوں کے دلوں میں جما کر اپنی علیحدہ سے ایک جماعت بنائیں گے اور دین سے یا امام برحق کی اقتداء سے اس طرح نکل جائیں گے کہ جس طرح تیر شکار سے نکلتا ہے اور اس پر خون یا نجاست کا اثر کہیں دکھائی نہیں دیتا حالانکہ وہ تیر خون ونجاست سے گزر کر آیا ہے یہ لوگ بھی دین سے اسی طرح نکلیں گے کہ دین کے ساتھ وابستگی مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی کا کوئی اثر ان پر نہ دکھائی دے گا۔

یَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّیْنَ ...... اس جملے سے ان علماء نے استدلال کیا ہے کہ جو خوارج کی تکفیر کرتے ہیں لیکن علامہ خطابی نے فرمایا کہ دین سے نکلنے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ دین اسلام سے ہی بالکل خارج ہو جائیں گے بلکہ اس کا مطلب ہے کہ وہ امام وقت کی اطاعت سے نکل جائیں گے۔

مَحْلُوْقُ الرَّاسِ: دوسری روایت میں اس منافق کی ظاہری صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ شخص سر منڈا ہوا تھا یعنی اس کی ظاہری حالت بھی عام صحابہ کرام سے مختلف تھی اس لئے کہ عام طور پر صحابہ کرام سر پر بال رکھتے تھے صرف حج کے موقع پر جبکہ سر منڈوانا ضروری ہوتا ہے اس وقت بال منڈواتے تھے البتہ حضرت علیؓ کی عادت شریفہ سر منڈوانے کی تھی وہ اس احتیاط کے پیش نظر تھی کہ کہیں غسل میں بالوں کی وجہ سے پانی سر تک پہنچنے سے نہ رہ جائے۔

لَاَ قْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ عَادٍ: قوم عاد کے ساتھ تشبیہ صرف اجتماعی ہلاکت اور استیصال میں ہے کہ جس طرح قوم عاد ساری کی ساری ہلاک ہوگئی ان میں سے کوئی نہ بچ سکا میں بھی ان کو اسی طرح قتل کروں گا کہ ان میں سے کوئی بھی باقی نہ رہے گا ورنہ تو قوم عاد قتل

نہیں کی گئی تھی بلکہ سخت آندھی اور طوفان کے ذریعہ ان کو ہلاک کیا گیا تھا۔

حضور ﷺ کی دعا کی بدولت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا قبول اسلام

۲۶/۵۷۳۸ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ کُنْتُ اَدْعُوْا اُمِّیْ اِلَی الْاِ سْلَامِ وَهِیَ مُشْرِکَةٌ فَدَ عَوْتُهَا یَوْمًا فَاَسْمَعَتْنِیْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا اَکْرَهُ فَاَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اَبْکِیْ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ یَهْدِیَ اُمَّ اَبِیْ هُرَیْرَةَ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اهْدِ اُمَّ اَبِیْ هُرَیْرَةَ فَخَرَجْتُ مُسْتَبْشِرًا بِدَعْوَةِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا صِرْتُ اِلَی الْبَابِ فَاِذَا هُوَ مُجَافٌ فَسَمِعَتْ اُمِّیْ خَشْفَ قَدَ مَیَّ فَقَالَتْ مَکَا نَکَ یَا اَبَا هُرَیْرَةَ وَسَمِعْتُ خَضْخَضَةَ الْمَآءِ فَاغْتَسَلَتْ فَلَبِسَتْ دِرْعَهَا وَعَجِلَتْ عَنْ خِمَارِهَا فَفَتَحَتِ الْبَابَ ثُمَّ قَالَتْ یَا اَبَا هُرَیْرَةَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ فَرَجَعْتُ اِلَی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اَبْکِیْ مِنَ الْفَرَحِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَقَالَ خَیْرًا۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۱۹۳۸/٤ حدیث رقم (۱۵۸-۲٤۹۱) و احمد فی المسند ۳۲۰/۲

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میری والدہ مشرکہ تھیں میں ان کو اسلام کی دعوت دیتا تھا پس ایک دن میں نے جب ان کو دعوت دی تو انہوں نے حضور ﷺ کی شان میں ایسی بات کہی جو مجھے ناپسند تھی میں روتا ہوا حضور ﷺ کے پاس آیا پس میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کو ہدایت عطا ہو جائے آپ ﷺ نے فرمایا اے اللہ! ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کو ہدایت عطا کر پس میں حضور ﷺ کی دعا کی وجہ سے خوشی خوشی واپس لوٹا جب میں دروازے پر پہنچا تو وہ بند تھا میری والدہ نے میرے قدموں کی چاپ سن کر فرمایا اے ابوہریرہ! وہیں ٹھہر جاؤ میں نے پانی گرنے کی آواز سنی پس میری والدہ نے غسل کیا کپڑے پہنے اور جلدی میں دوپٹہ پہننا بھول گئیں اور دروازہ کھولا پھر مجھ سے فرمایا اے ابوہریرہ! میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتی ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول اور اس کے بندے ہیں پس میں حضور ﷺ کے پاس واپس لوٹا اس حال میں کہ میں خوشی سے رو رہا تھا پس آپ ﷺ نے اللہ کی تعریف کی اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ (مسلم)

تشریح: اس حدیث میں حضور ﷺ کا یہ معجزہ بیان ہوا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی والدہ جو کہ کفر پر سختی سے کاربند تھیں اور آپ ﷺ سے نفرت کا اظہار بھی کرتی تھیں لیکن آپ ﷺ کی دعا کی برکت سے وہ مشرف با اسلام ہو گئیں۔

قَالَ خَیْرًا : اچھا فرمایا۔ خیر سے کیا مراد ہے؟ تو اس کا ایک مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے یہ خوشخبری سن کر دعا و بشارت پر مشتمل کوئی اچھا جملہ ارشاد فرمایا یا یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم اپنی والدہ کے قبول اسلام کی وجہ سے اجر و انعام پاؤ گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ کی وجہ سے ہر حدیث کا یاد رہنا

۵۷۳۹/۲۷ وَعَنْهُ قَالَ اِنَّكُمْ تَقُوْلُوْنَ اَكْثَرَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ الْمَوْعِدُ وَاِنَّ اِخْوَانِيْ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ كَانَ يَشْغَلُهُمُ الصَّفْقُ بِالْاَسْوَاقِ وَاِنَّ اِخْوَتِيْ مِنَ الْاَنْصَارِ كَانَ يَشْغَلُهُمْ عَمَلُ اَمْوَالِهِمْ وَكُنْتُ امْرَءًا مِسْكِيْنًا اَلْزَمُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى مِلْئِ بَطْنِيْ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا لَنْ يَّبْسُطَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ ثَوْبَهٗ حَتّٰى اَقْضِيَ مَقَالَتِيْ هٰذِهٖ ثُمَّ يَجْمَعَهٗ اِلٰى صَدْرِهٖ فَيَنْسٰى مِنْ مَقَالَتِيْ شَيْئًا اَبَدًا فَبَسَطْتُ نَمِرَةً لَيْسَ عَلَيَّ ثَوْبٌ غَيْرُهَا حَتّٰى قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَالَتَهٗ ثُمَّ جَمَعْتُهَا اِلٰى صَدْرِيْ فَوَالَّذِيْ بَعَثَهٗ بِالْحَقِّ مَا نَسِيْتُ مِنْ مَقَالَتِهٖ ذٰلِكَ اِلٰى يَوْمِيْ هٰذَا۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاري في صحيحه ۲۱۳/۱ حديث رقم ۱۱۸ ومسلم في صحيحه ۱۹۳۹/٤ حديث رقم (۱۵۹-۲٤۹۲) واخرجه الترمذي في السنن ٦٤۲/٥ حديث رقم ۳۸۳٤

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے (تابعین) سے فرمایا کہ تم کہتے ہو کہ ابوہریرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ حدیثیں بیان کرتا ہے تو اللہ کا وعدہ برحق ہے (تو بات یہ ہے کہ) میرے مہاجر بھائیوں کو بازار میں کاروبار نے مصروف کر دیا تھا اور میرے انصاری بھائیوں کو مالی کاموں نے مصروف کر دیا تھا میں ایک مسکین شخص تھا بس پیٹ بھر کر کھانے پر قناعت کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہتا تھا ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم میں سے اگر کوئی شخص اپنا کپڑا پھیلائے اور اس وقت تک پھیلائے رکھے جب تک میں اپنی بات پوری کرلوں پھر وہ اس کو اپنے سینے سے لگالے تو وہ ہرگز میری بات نہیں بھولے گا پس میں نے اپنی چادر پھیلا دی اس کے علاوہ میرے پاس کوئی اور کپڑا نہ تھا یہاں تک کہ آپؐ نے اپنی بات مکمل فرمائی پھر میں نے اس کو جمع کر کے اپنے سینے سے لگا لیا پس قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو حق دے کر مبعوث کیا اس دن سے لے کر آج کے اس دن تک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بات نہیں بھولا۔ (متفق علیه)

تشریح ❁ حضرت ابوہریرہؓ ان صحابہ میں سے ہیں کہ جن سے بکثرت احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مروی ہیں کثرت روایت کی وجہ سے کچھ لوگوں کو آپ رضی اللہ عنہ پر شک بھی ہوتا چنانچہ بعض موقعوں پر آپ رضی اللہ عنہ کا امتحان بھی لیا گیا جس میں آپ رضی اللہ عنہ سو فیصد کامیاب رہے اس شک کو دور کرنے کے لئے آپؓ نے اپنے شاگردوں یا متاخرین صحابہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تمہیں اس بات پر تعجب ہوتا ہے کہ ابوہریرہؓ بکثرت احادیث بیان کرتا ہے پھر آپؓ نے اس کی دو وجہیں ارشاد فرمائیں۔

پہلی وجہ یہ کہ میں آپ کی خدمت اقدس میں ہر وقت حاضر رہتا تھا جبکہ مہاجرین صحابہ زیادہ تر تجارت پیشہ تھے وہ اپنے کاروبار کی مصروفیت کی وجہ سے ہر وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر نہیں ہو سکتے تھے ایسے ہی انصار صحابہ کھیتی باڑی زمین و باغات کی مصروفیات میں مشغول رہتے تھے جبکہ میں ایک مسکین آدمی تھا نہ کاروبار تھا نہ ہی زراعت وغیرہ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہنے کا زیادہ موقعہ ملا اس لئے زیادہ سے زیادہ ارشادات نبویہ سننے کا موقعہ ملا۔

دوسری وجہ کثرت روایات کی یہ بیان کی کہ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو آدمی کپڑا پھیلا دے اور میری دعا سے فارغ ہونے تک پھیلائے رکھے پھر اس کو اپنے سینے سے لگا لے تو اس کو میری کوئی بات نہیں بھولے گی چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ نے ایسا ہی کیا تو خود فرماتے ہیں کہ اسکے بعد جو بات بھی میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی وہ آج تک میرے دماغ میں محفوظ ہے کبھی بھولی نہیں۔

وَاللّٰهُ الْمَوْعِدُ: اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ قیامت کے بارے میں برحق ہے ایک دن ضرور اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونا ہے اس لئے اگر میں احادیث رسول میں اپنی طرف سے کمی بیشی کروں گا یا اپنی طرف سے احادیث بیان کروں گا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے اس کا جوابدہ ہوں گا۔

حضرت جریر رضی اللہ عنہ کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا

۵۷۴۰/۲۸ وَعَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا تُرِيْحُنِيْ مِنْ ذِي الْخَلَصَةِ فَقُلْتُ بَلٰى وَكُنْتُ لَا اَثْبُتُ عَلَى الْخَيْلِ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَرَبَ يَدَهُ عَلٰى صَدْرِيْ حَتّٰى رَاَيْتُ اَثَرَ يَدِهٖ فِيْ صَدْرِيْ وَقَالَ اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا قَالَ فَمَا وَقَعْتُ عَنْ فَرَسِيْ بَعْدُ فَانْطَلَقَ فِيْ مِائَةٍ وَّخَمْسِيْنَ فَارِسًا اَحْمَسَ فَحَرَّقَهَا بِالنَّارِ وَكَسَرَهَا۔

(متفق علیه)

اخرجه البخاري في صحيحه ۱۵۴/۶ حديث رقم ۳۰۲۰ ومسلم في صحيحه ۱۹۲۵/۴ حديث رقم (۱۳۶-۲۴۷۶) واخرجه الترمذي في السنن ۶۴۵/۵ حديث رقم ۳۸۴۲

ترجمہ: حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا کیا تم ذی الخلصہ (تو ڑ کر) مجھے آرام نہیں پہنچاؤ گے؟ میں نے عرض کیا کیوں نہیں۔ میں گھوڑے پر اچھی طرح ثابت نہیں رہ سکتا تھا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ میرے سینے پر مارا یہاں تک کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کا اثر اپنے سینے میں محسوس کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ! اس کو ثابت رکھ اور اس کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا۔ حضرت جریرؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں کبھی گھوڑے سے نہیں گرا پس یہ احمس کے ڈیڑھ سو سواروں کو لے کر چلے اور ذی الخلصہ کو آگ لگا دی اور اس کو توڑ دیا۔ (متفق علیہ)

تشریح: ذوالخلصہ یا ذوالخلصہ یعنی خ ل صاد پر یا فتحہ پڑھیں یا ضمہ۔ یہ قبیلہ خثعم کا بت خانہ تھا اس کو کعبہ یمانیہ بھی کہا جاتا ہے اس میں خلصہ نامی ایک بت رکھا ہوا تھا جس کی مناسبت سے اس بت خانے کو ذوالخلصہ کہا جاتا تھا اس بت کی بڑے پیمانے پر عبادت کی جاتی تھی جس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت زیادہ رنج اور تکلیف تھی اس لئے آپ نے حضرت جریرؓ کو اس بت خانے کو توڑنے پر مامور فرمایا۔ چنانچہ حضرت جریرؓ ڈیڑھ سو گھڑ سواروں کو ساتھ لے کر اس بت خانے کو توڑنے کے لئے تشریف لے گئے۔

لفظ احمس حماسہ سے ہے جس کا معنی ہے شجاعت و بہادری۔ قریش کے بعض قبیلے شجاعت و بہادری میں لاثانی تھے اس لئے

ان کو احمس کہا جاتا تھا۔

فَانْطَلَقَ فِی مِائَةٍ وَّخَمْسِیْنَ ...... یہ الفاظ حضرت جریر کے ہیں یا ان سے روایت کرنے والے کسی راوی کے ہیں؟ تو اس میں شارحین کی دونوں ہی رائیں ہیں بعض یہ کہتے ہیں کہ حضرت جریرؓ کے اپنے الفاظ ہیں انہوں نے التفات کیا ہے یعنی متکلم کا صیغہ چھوڑ کر غائب کا صیغہ استعمال کیا ہے اور کلام میں بکثرت ایسا ہو جاتا ہے اور بعض کی رائے یہ ہے کہ یہ حضرت جریرؓ کے اپنے الفاظ نہیں بلکہ ان سے روایت کرنے والے راوی کے الفاظ ہیں۔

ایک مرتد کے انجام بد کی پیشینگوئی

۲۹/۵۷۴۱ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ اِنَّ رَجُلاً کَانَ یَکْتُبُ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَارْتَدَّ عَنِ الْاِسْلَامِ وَلَحِقَ بِالْمُشْرِکِیْنَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْاَرْضَ لَا تَقْبَلُہٗ فَاَخْبَرَنِیْ اَبُوْطَلْحَةَ اَنَّہٗ اَتَی الْاَرْضَ الَّتِیْ مَاتَ فِیْھَا فَوَجَدَہٗ مَنْبُوْذًا فَقَالَ مَا شَانُ ھٰذَا فَقَالُوْا دَفَنَّاہُ مِرَارًا فَلَمْ تَقْبَلْہُ الْاَرْضُ۔

(متفق علیہ)

أخرجه البخاري في صحيحه ٦٢٤/٦ حديث رقم ٣٦١٧ وأخرجه مسلم في صحيحه ٢١٤٥/٤ حديث رقم (١٤-٢٧٨١) و احمد في المسند ١٢١/٣۔

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے لئے (وحی) لکھتا تھا پس وہ اسلام سے مرتد ہو کر مشرکین کے ساتھ جا ملا تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ زمین اس کو قبول نہیں کرے گی پس مجھے ابوطلحہ نے خبر دی کہ وہ اس زمین پر گئے تھے جس پر وہ مرا تھا پس انہوں نے اس کو زمین سے باہر پڑا ہوا پایا انہوں نے (لوگوں سے) پوچھا اس کو کیا ہوا؟ تو انہوں نے کہا کہ ہم نے اس کو کئی دفعہ دفن کیا لیکن زمین نے اس کو قبول نہیں کیا۔ (متفق علیہ)

تشریح ۞ یہ شخص پہلے نصرانی تھا پھر اسلام قبول کر کے مسلمان ہو گیا چونکہ پڑھنا لکھنا جانتا تھا اس لئے اس کو کتابت وحی کا کام سونپ دیا گیا لیکن یہ مرتد ہو کر مشرکوں کے ساتھ مل گیا آپ ﷺ کو اس کی وجہ سے رنج ہوا اور زبان مبارک سے یہ نکلا کہ زمین اس کو اپنے اندر قبول نہیں کرے گی چنانچہ ایسا ہی ہوا جب یہ شخص مرا اور اس کو دفن کیا گیا تو اگلے روز اس کی لاش باہر پڑی ہوئی ملی لوگوں کو شک ہوا کہ شاید یہ مسلمانوں کی حرکت ہے پھر انہوں نے بڑی محنت کے ساتھ بہت گہری قبر کھودی اور اس کو دفن کر دیا لیکن اگلی صبح پھر اس کی لاش باہر پڑی ہوئی ملی اب ان کو محسوس ہوا کہ یہ کسی انسان کا کام نہیں اس لئے انہوں نے اس کی لاش کو ایسے ہی چھوڑ دیا۔

یہود کے عذاب قبر کے بارے میں آپ ﷺ کا اطلاع فرمانا

۳۰/۵۷۴۲ وَعَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ قَالَ خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَدْ وَجَبَتِ الشَّمْسُ فَسَمِعَ صَوْتًا فَقَالَ یَھُوْدُ تُعَذَّبُ فِیْ قُبُوْرِھَا۔ (متفق علیہ)

أخرجه البخاري في صحيحه ٢٨٤/٣ حديث رقم ١٣٧٥ ومسلم في صحيحه ٢٢٠٠/٤ حديث رقم

(۲۸۶۹-۶۹) واخرجه النسائی فی السنن ۱۰۲/٤ حدیث رقم ۲۰۵۹ و احمد فی المسند ٤١٧/٥۔

ترجمہ: حضرت ابوایوب انصاریؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ باہر تشریف لائے جب کہ سورج غروب ہو چکا تھا پس آپ ﷺ نے ایک آواز سنی آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہود کو ان کی قبروں میں عذاب دیا جا رہا ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح ۞ اس حدیث سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں۔

نمبر۱: عذاب قبر کا ثبوت۔

نمبر۲: آپ ﷺ کے سامنے معجزانہ طور پر قبر میں یہودیوں کی حالت کا منکشف ہونا۔

فَسَمِعَ صَوْتًا: یہ آواز کس کی تھی اس میں شراح حدیث کی تین رائیں ہیں۔

نمبر۱: یہ آواز ان فرشتوں کی تھی جو یہود کو عذاب دے رہے تھے۔

نمبر۲: یہ آواز ان یہودیوں کی تھی جن کو قبر میں عذاب ہو رہا تھا۔

نمبر۳: یہ آواز وقوع عذاب یعنی مار دھاڑ کی تھی۔

لیکن الفاظ حدیث سے دوسرے احتمال کی تائید ہوتی ہے کہ یہ آواز یہود کی تھی۔

آندھی کے چلنے سے آپ ﷺ کا منافق کی موت کی خبر دینا

۳۱/۵۷۴۳ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ سَفَرٍ فَلَمَّا كَانَ قُرْبَ الْمَدِيْنَةِ هَاجَتْ رِيْحٌ تَكَادُ اَنْ تَدْفِنَ الرَّاكِبَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُعِثَتْ هٰذِهِ الرِّيْحُ لِمَوْتِ مُنَافِقٍ فَقَدِمَ الْمَدِيْنَةَ فَاِذَا عَظِيْمٌ مِنَ الْمُنَافِقِيْنَ قَدْ مَاتَ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ٢١٤٥/٤ حدیث رقم ٢٧٠٨٢/١٥ و احمد فی المسند ٣١٥/٣۔

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ ایک سفر سے واپس تشریف لا رہے تھے پس جب مدینہ کے قریب پہنچے تو ایسی تیز آندھی چلی کہ قریب تھا کہ سوار کو زمین میں دفن کر دے گی رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ ہوا منافق کے مرنے کی وجہ سے بھیجی گئی ہے پس آپ ﷺ مدینے پہنچے تو منافقین کا ایک بڑا سردار مر چکا تھا۔ (مسلم)

تشریح ۞ نبی کریم ﷺ کسی جنگ کے سفر سے واپس تشریف لا رہے تھے جب مدینہ کے قریب پہنچے تو سخت آندھی چلی اور آندھی اتنی شدید تھی کہ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ کوئی سوار زمین پر قائم نہ رہ سکے گا آنحضرت ﷺ نے فرمایا یہ آندھی کسی منافق کے مرنے کی وجہ سے آئی ہے چنانچہ ایسے ہی ہوا جب مدینہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ منافقین کا ایک بڑا سردار مر گیا ہے۔ منافق کی موت پر آندھی چلنے سے قدرت کا اس پریشانی اور وحشت کی طرف اشارہ تھا جو منافق کو مرتے وقت لاحق ہوتی ہے نیز اس بات کی طرف بھی اشارہ تھا کہ ایسے لوگوں کی حالت آخرت میں ایسی ہوگی۔

باقی اس بات میں اختلاف ہے کہ یہ منافق کون تھا اور یہ واقعہ کون سے سفر سے واپسی کا ہے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اس منافق کا نام رفاعہ بن زید تھا اور بعض کے نزدیک اس کا نام رافع تھا اسی طرح بعض حضرات کے نزدیک یہ غزوہ تبوک سے

واپسی کا واقعہ ہے اور بعض کے نزدیک غزوہ بنی مصطلق سے واپسی کا ہے واللہ اعلم۔

مدینہ کی ہر گلی کوچے کی حفاظت پر فرشتوں کا مامور ہونا

۵۷۴۳/۳۲ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى قَدِمْنَا عُسْفَانَ فَأَقَامَ بِهَا لَيَالِيَ فَقَالَ النَّاسُ مَا نَحْنُ هٰهُنَا فِي شَيْءٍ وَإِنَّ عِيَالَنَا لَخُلُوفٌ مَا نَأْمَنُ عَلَيْهِمْ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ مَا فِي الْمَدِينَةِ شِعْبٌ وَلَا نَقْبٌ إِلَّا عَلَيْهِ مَلَكَانِ يَحْرُسَانِهَا حَتّٰى تَقْدَمُوا إِلَيْهَا ثُمَّ قَالَ ارْتَحِلُوا فَارْتَحَلْنَا وَأَقْبَلْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ فَوَالَّذِي يُحْلَفُ بِهٖ مَا وَضَعْنَا رِحَالَنَا حِينَ دَخَلْنَا الْمَدِينَةَ حَتّٰى أَغَارَ عَلَيْنَا بَنُو عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ غَطَفَانَ وَمَا يَهِيجُهُمْ قَبْلَ ذٰلِكَ شَيْءٌ۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم في صحيحه ۱۰۰۱/۲ حديث رقم (۴۷۵-۱۳۷۴) و احمد في المسند ۳۳۱/۲

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ (ایک سفر میں) نکلے یہاں تک کہ جب ہم عسفان میں پہنچ گئے تو آپ ﷺ نے چند راتیں یہاں قیام فرمایا (بعض ضعیف الاعتقاد یا منافق) لوگوں نے کہا ہم یہاں بیکار کیوں پڑے ہوئے ہیں حالانکہ ہمارے اہل و عیال پیچھے ہیں جن کے بارے میں ہم بے خوف نہیں ہیں پس یہ بات نبی کریم ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! مدینہ میں کوئی راستہ کوئی کوچہ ایسا نہیں ہے جس پر دو فرشتے پہرہ نہ دیتے ہوں یہاں تک کہ تم وہاں (مدینہ میں) پہنچ جاؤ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کوچ کرو پس ہم نے کوچ کیا اور ہم مدینہ پہنچے پس قسم ہے اس ذات کی جس کی قسم کھائی جاتی ہے جب ہم مدینہ پہنچے ہم نے کجاوے اتارے بھی نہ تھے کہ بنو عبداللہ بن غطفان نے ہم پر حملہ کر دیا حالانکہ اس سے پہلے کسی بات نے انہیں جنگ پر نہ ابھارا تھا۔ (مسلم)

تشریح ۞ حضور ﷺ نے مقام عسفان پر چند راتیں قیام فرمایا تو کچھ منافق یا ضعیف الاعتقاد لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ ہم یہاں بے کار پڑے ہوئے ہیں حالانکہ پیچھے مدینہ میں ہمارے بال بچے اکیلے ہیں جن کے بارے میں ہمیں خطرہ ہے کہ کہیں کوئی دشمن ان پر حملہ نہ کر دے تو نبی کریم ﷺ نے ان کی بات سن کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدینہ کی ہر گلی کوچے کی حفاظت کے لئے دو دو پہرے دار فرشتے مقرر ہیں اس لئے جب تک تم سفر میں ہو فرشتے ان کی حفاظت پر مامور ہیں خوف کھانے اور گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ راوی حدیث فرماتے ہیں کہ جب ہم مدینہ پہنچے ابھی کجاوے اتارے بھی نہیں تھے کہ بنو عبداللہ بن غطفان قبیلے نے ہم پر حملہ کر دیا اس سے آنحضرت ﷺ کا فرمان سچ ثابت ہو گیا کیونکہ جب تک ہم مدینہ سے باہر تھے اس وقت تک فرشتے حفاظت کر رہے تھے حالانکہ دشمن کے لئے حملہ کرنے کا اچھا موقع وہ تھا جب ہم مدینہ سے باہر تھے لیکن چونکہ مدینہ کی حفاظت فرشتے کر رہے تھے وہ دشمنوں کے جارحانہ عزائم اور اقدام میں رکاوٹ تھے اس لئے دشمن ہمارے اہل و عیال کو نقصان نہ پہنچا سکا۔

شعب شین کے کسرہ کے ساتھ اس کا لغوی معنی ہے پہاڑ کے درمیان کا راستہ اور نقب نون پر زبر اور قاف ساکن اس کا لغوی معنی ہے دو پہاڑوں کے درمیان گزرنے والا راستہ لیکن مراد یہاں وہ راستے ہے جس کے دونوں طرف مکان ہوں یعنی گلی کوچے جیسا کہ دوسری حدیث میں آیا ہے کہ طاعون اور دجال مدینے کے نقاب (یعنی گلی کوچے) میں داخل نہیں ہو سکتے اس لئے کہ ان پر فرشتے مامور ہیں۔

قحط سالی کے وقت حضور ﷺ کی دُعا سے بارانِ رحمت کا نزول

۳۳/۵۷۴۵ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ اَصَابَتِ النَّاسَ سَنَةٌ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَيْنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ فِیْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ قَامَ اَعْرَابِیٌّ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلَكَ الْمَالُ وَجَاعَ الْعِيَالُ فَادْعُ اللّٰهَ لَنَا فَرَفَعَ يَدَيْهِ وَمَا نَرٰی فِی السَّمَآءِ قَزَعَةً فَوَ الَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ مَا وَضَعَهَا حَتّٰی ثَارَ السَّحَابُ اَمْثَالَ الْجِبَالِ ثُمَّ لَمْ يَنْزِلْ عَنْ مِنْبَرِهٖ حَتّٰی رَاَيْتُ الْمَطَرَ يَتَحَادَرُ عَلٰی لِحْيَتِهٖ فَمُطِرْنَا يَوْمَنَا ذٰلِكَ وَمِنَ الْغَدِ وَمِنْ بَعْدِ الْغَدِ حَتَّی الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰی وَقَامَ ذٰلِكَ الْاَعْرَابِیُّ اَوْغَيْرُهٗ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَهَدَّمَ الْبِنَآءُ وَغَرِقَ الْمَالُ فَادْعُ اللّٰهَ لَنَا فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا فَمَا يُشِيْرُ اِلٰی نَاحِيَةٍ مِّنَ السَّحَابِ اِلَّا انْفَرَجَتْ وَصَارَتِ الْمَدِيْنَةُ مِثْلَ الْجَوْبَةِ وَسَالَ الْوَادِیْ قَنَاةُ شَهْرًا وَلَمْ يَجِیْءُ اَحَدٌ مِنْ نَاحِيَةٍ اِلَّا حَدَّثَ بِالْجَوْدِ وَفِیْ رِوَايَةٍ قَالَ اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا اَللّٰهُمَّ عَلَی الْاٰكَامِ وَالظِّرَابِ بُطُوْنِ الْاَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ قَالَ فَاَقْلَعَتْ وَخَرَجْنَا نَمْشِیْ فِی الشَّمْسِ۔

(متفق عليه)

أخرجه البخاري في صحيحه ٤١٣/٢ حديث رقم ٩٣٣ ومسلم في صحيحه ٦١٢/٢ حديث رقم (٨٩٧/٨) واخرجه النسائي ١٦٦/٣ حديث رقم ١٥٢٨ و احمد في المسند ٢٥٦/٣

ترجمہ: حضرت انس فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں (ایک مرتبہ) لوگوں کو قحط پہنچا پس آپ ﷺ جمعہ کے دن خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک آدمی کھڑا ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! مال مویشی ہلاک ہو گئے اور اہل وعیال بھوک سے بلبلا رہے ہیں آپ ﷺ ہمارے لئے اللہ سے دعا کریں آپ ﷺ نے (دعا کے لئے) ہاتھ اٹھائے ہمیں آسمان میں ایک ٹکڑا بھی بادل کا نظر نہیں آ رہا تھا پس قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! حضور ﷺ نے ابھی ہاتھ نہیں چھوڑے تھے یہاں تک کہ پہاڑوں کی طرح بادل اٹھے پھر آپ ﷺ اپنے منبر سے نیچے تشریف نہیں لائے تھے یہاں تک کہ میں نے دیکھا بارش آپ ﷺ کی داڑھی سے ٹپکنے لگی بارش ہم پر اس دن برسی دوسرے روز تیسرے روز یہاں تک کہ اگلے جمعہ تک برسی اور وہی دیہاتی کھڑا ہوا یا کوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! عمارتیں گر گئیں مال مویشی ڈوب گئے پس اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے دعا کریں پس آپ ﷺ نے ہاتھ بلند کئے اور دعا کی اے اللہ ہمارے اطراف میں (برسا) ہم پر (آبادی پر) نہ برسا آپ ﷺ جس طرف اشارہ کرتے تھے بادل اس جگہ سے کھل جاتا تھا یہاں تک کہ مدینہ ایک

گول گڑھے کی طرح ہوگیا اور قنات نامی نالا ایک ماہ تک بہتا رہا اطراف مدینہ سے جو شخص بھی آیا اس نے بارش کی خبر دی ایک روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی یا اللہ! ہمارے اطراف میں بارش برسے ہماری آبادی پر نہ برسے۔ اے اللہ! ٹیلوں پر پہاڑوں پر نالوں کے اندر اور درختوں کے اگنے کی جگہ پر برسا۔ راوی کہتے ہیں کہ بادل بالکل کھل گیا اور ہم نکلے اس حال میں کہ ہم دھوپ میں چل رہے تھے۔ (متفق علیہ)

تشریح ☼ دیہاتی نے دربار رسالت میں جب بارش کے لئے دعا کی درخواست کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر سے اترنے سے پہلے ہی موسلا دھار بارش شروع ہوگئی یہاں تک کہ بارش کا پانی ریش مبارک سے ٹپکنے لگا۔

اس روایت میں یَتَحَادَرُ کا لفظ آیا ہے جس کا معنی یَنْزِلُ و یَقْطُرُ یعنی اترنا اور ٹپکنا لیکن یہاں یہ یتساقط کے معنی میں ہے جس کا مطلب ہے کہ بارش آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ریش مبارک پر پڑ رہی تھی۔

مشکوٰۃ کے کئی نسخوں میں عَلٰی لِحْیَتِهٖ کے الفاظ ہیں جس کے مطابق ترجمہ کیا گیا ہے یعنی بارش کا پانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک پر پڑ رہا تھا حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے ترجمہ میں عَنْ لِحْیَتِهٖ ہے جس کا معنی ہے کہ بارش کا پانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی سے ٹپک رہا تھا۔

امام نوویؒ نے اس حدیث کی تشریح فرماتے ہوئے لکھا ہے کہ جب بارش کی کثرت سے نقصان ہونے لگے تو اس طرح دعا کرنا مستحب ہے کہ الٰہی! ہمارے مکانوں پر بارش نہ برسا لیکن انقطاع بارش کے لئے نماز استسقاء کی طرح صحراء میں جمع ہو کر نماز پڑھنا مشروع نہیں۔

کھجور کے خشک تنے کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب سے محروم ہونے پر رونا

۵۷۴۶/۳۳ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا خَطَبَ اسْتَنَدَ اِلٰى جِذْعِ نَخْلَةٍ مِّنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ فَلَمَّا صُنِعَ لَهُ الْمِنْبَرُ فَاسْتَوٰى عَلَيْهِ صَاحَتِ النَّخْلَةُ الَّتِيْ كَانَ يَخْطُبُ عِنْدَهَا حَتّٰى كَادَتْ اَنْ تَنْشَقَّ فَنَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اَخَذَهَا فَضَمَّهَا اِلَيْهِ فَجَعَلَتْ تَئِنُّ اَنِيْنَ الصَّبِيِّ الَّذِيْ يُسَكَّتُ حَتَّى اسْتَقَرَّتْ قَالَ بَكَتْ عَلٰى مَا كَانَتْ تَسْمَعُ مِنَ الذِّكْرِ۔ (رواہ البخاری)

أخرجه البخاري في صحيحه ۲۹۷/۲ حديث رقم ۹۱۸ والدارمي في السنن ۳۰/۱ حديث رقم ۳۳۔

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ ارشاد فرماتے تو کھجور کے ایک خشک تنے کے ساتھ ٹیک لگاتے جو کہ مسجد کے ستونوں میں سے ایک تھا پس جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے منبر بنایا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر تشریف فرما ہوئے تو وہ تنا چلانے لگا جس کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرماتے تھے یہاں تک کہ قریب تھا کہ وہ پھٹ جاتا پس نبی کریم (منبر سے) اترے اس کو پکڑ کر اپنے ساتھ چمٹایا تو وہ ستون اس بچے کی طرح رونے لگا جس کو چپ کرایا جاتا ہے یہاں تک کہ اس کو قرار آگیا آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ اس ذکر (سے محروم ہونے پر) رو رہا ہے جو وہ سنا کرتا تھا۔ (بخاری)

تشریح ☼ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے معجزات میں سے ایک بڑا معجزہ ہے کہ ایک بے جان خشک کھجور کا تنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی

جدائی پر رونے لگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے رونے کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ یہ قریب سے میرا خطبہ سنتا تھا اس کو میرا جو قرب حاصل تھا اس سے محروم ہونے پر رونے لگا۔

اس واقعہ کو بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے نقل کیا جس کی وجہ سے اس میں کوئی شک وشبہ نہیں رہ جاتا اور بعض محدثین نے تو اس روایت کو متواتر کیا ہے۔ حضرت حسن بصری یہ روایت بیان کرتے تو بے اختیار رونے لگتے اور فرماتے کہ لوگو! کھجور کا بے جان خشک تنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت وشوق میں روتا تھا تمہیں تو محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس تنے سے زیادہ بے قرار ہونا چاہیے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا کی وجہ سے ایک متکبر کا دائیں ہاتھ کی توانائی سے محروم ہونا

۳۵/۵۷۴۷ وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ اَنَّ رَجُلًا اَكَلَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشِمَالِهٖ فَقَالَ كُلْ بِيَمِيْنِكَ قَالَ لَا اَسْتَطِيْعُ قَالَ لَا اسْتَطَعْتَ مَامَنَعَهٗ اِلَّا الْكِبْرُ قَالَ فَمَا رَفَعَهَا اِلٰى فِيْهِ۔

(رواه مسلم)

أخرجه مسلم في ۱۵۹۹/۳ حديث رقم (۱۰۷-۲۰۲۱)۔

ترجمہ: حضرت سلمہ بن اکوع سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بائیں ہاتھ سے کھانا کھایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دائیں ہاتھ سے کھاؤ اس نے کہا کہ میں اس کی استطاعت نہیں رکھتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو طاقت نہ رکھے وہ تکبر کی وجہ سے (دائیں ہاتھ کے ساتھ کھانے سے) رکا تھا۔ پس وہ اپنا ہاتھ منہ تک بھی نہ لے جا سکتا تھا (مسلم)

تشریح ۞ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت بددعا دینے کی قطعاً نہ تھی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دائیں ہاتھ سے کھانے کی نصیحت کی اور اس نے بجائے اس پر عمل کرنے کے محض تکبر کی وجہ سے غلط تاویل کی اور جھوٹ بولا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بددعا دی جس کا اثر یہ ہوا کہ وہ دایاں ہاتھ منہ تک بھی نہ اٹھا سکتا تھا۔

مَامَنَعَهٗ اِلَّا الْكِبْرُ: یہ الفاظ راوی کے ہیں کہ اس شخص کا دائیں ہاتھ سے نہ کھانا تکبر کی وجہ سے تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کی برکت سے سست رفتار گھوڑے کا تیز رفتار ہونا

۳۶/۵۷۴۸ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ فَزِعُوْا مَرَّةً فَرَكِبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَسًا لِاَبِيْ طَلْحَةَ بَطِيْئًا وَكَانَ يَقْطِفُ فَلَمَّا رَجَعَ قَالَ وَجَدْنَا فَرَسَكُمْ هٰذَا بَحْرًا فَكَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ لَا يُجَارٰى وَفِيْ رِوَايَةٍ فَمَا سُبِقَ بَعْدَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ۔ (رواه البخاري)

أخرجه البخاري في ۷۰/۶ حديث رقم ۲۸۶۷ ومسلم في صحيحه ۱۸۰۲/۴ حديث رقم (۴۹-۲۳۰۷) وأخرجه ابن ماجه في السنن ۹۲۶/۲ حديث رقم ۲۷۷۲ وأحمد في المسند ۱۴۷/۳۔

ترجمہ: حضرت انس سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ (رات کو) اہل مدینہ ڈر گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوطلحہ کے گھوڑے پر (بغیر زین کے) سوار ہوئے جو کہ سست تھا اور مٹھنا (یعنی تیز رفتار نہ) تھا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے تو فرمایا ہم نے تمہارے اس گھوڑے کو دریا (کی طرح تیز رو) پایا پس اس کے بعد کوئی گھوڑا اس کے ساتھ بھی نہ چل سکتا تھا اور ایک

روایت میں ہے کہ کوئی گھوڑا اس سے آگے نہ بڑھ سکتا تھا۔ (بخاری)

تشریح اس حدیث سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں۔

نمبرا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت اور بہادری کہ ایسے خطرناک وقت میں اکیلے ہی واقعہ کی صورتحال معلوم کرنے کے لئے تشریف لے گئے۔

نمبر۲: ایک سست رفتار گھوڑا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ایسا تیز رفتار ہو گیا کہ کوئی گھوڑا اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے حضرت جابرؓ کے والد کے قرض کی ادائیگی

۵۷۳۹/۳۷ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ تُوُفِّيَ اَبِيْ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ فَعَرَضْتُ عَلٰى غُرَمَائِهٖ اَنْ يَّاْخُذُوا التَّمْرَ بِمَا عَلَيْهِ فَاَبَوْا فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ قَدْ عَلِمْتَ اَنَّ وَالِدِيْ قَدِ اسْتُشْهِدَ يَوْمَ اُحُدٍ وَتَرَكَ دَيْنًا كَثِيْرًا وَاِنِّيْ اُحِبُّ اَنْ يَّرَاكَ الْغُرَمَاءُ فَقَالَ لِيَ اذْهَبْ فَبَيْدِرْ كُلَّ تَمْرٍ عَلٰى نَاحِيَةٍ فَفَعَلْتُ ثُمَّ دَعَوْتُهٗ فَلَمَّا نَظَرُوْا اِلَيْهِ كَاَنَّهُمْ اُغْرُوْا بِيْ تِلْكَ السَّاعَةَ فَلَمَّا رَاٰى مَا يَصْنَعُوْنَ طَافَ حَوْلَ اَعْظَمِهَا بَيْدَرًا ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ جَلَسَ عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ ادْعُ لِيْ اَصْحَابَكَ فَمَا زَالَ يَكِيْلُ لَهُمْ حَتّٰى اَدَّى اللّٰهُ عَنْ وَالِدِيْ اَمَانَتَهٗ وَاَنَا اَرْضٰى اَنْ يُّؤَدِّيَ اللّٰهُ اَمَانَةَ وَالِدِيْ وَلَا اَرْجِعُ اِلٰى اِخْوَاتِيْ بِتَمْرَةٍ فَسَلَّمَ اللّٰهُ الْبَيَادِرَ كُلَّهَا وَحَتّٰى اِنِّيْ اَنْظُرُ اِلَى الْبَيْدَرِ الَّذِيْ كَانَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاَنَّهَا لَمْ تَنْقُصْ تَمْرَةً وَّاحِدَةً۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی ۶/۲۰۷ حدیث رقم ۲۸۶۷ ومسلم فی صحیحه ۴/۲۱۸۰ حدیث رقم (۴۹-۲۳۰۷) واخرجه ابن ماجه فی السنن ۲/۹۲۶ حدیث رقم ۲۷۷۲ و احمد فی المسند ۳/۱۴۷۔

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جب میرے والد کا انتقال ہوا تو ان پر قرضہ تھا پس میں نے قرض خواہوں کے سامنے یہ بات پیش کی کہ وہ قرض کے بدلے کھجوریں لے لیں لیکن انہوں نے انکار کر دیا تو میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہی ہے کہ میرے والد جنگ احد میں شہید ہو گئے اور انہوں نے بہت سا قرضہ (واجب الادا) چھوڑا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ قرض خواہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو (میرے پاس) دیکھ لیں (اور کچھ رعایت کریں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا کہ جاؤ اور ہر قسم کی کھجور کی علیحدہ علیحدہ ڈھیری بناؤ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا پس جب قرض خواہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو انہوں نے اس وقت ایسا رویہ اختیار کیا جیسے وہ مجھ پر غالب آ جائیں گے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا یہ رویہ دیکھا تو کچھ کہے بغیر کھجور کی بڑی ڈھیری کے گرد تین چکر لگائے پھر اس کے پاس بیٹھ گئے پھر فرمایا میرے سامنے اپنے ساتھیوں (یعنی قرض خواہوں) کو بلاؤ۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیل کر کے ان کو دیتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرے والد کا سارا قرضہ ادا کر دیا میں تو اس پر راضی تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے والد کا قرض اتروا دیں اور میں اپنی بہنوں کے پاس ایک کھجور بھی نہ لے جاؤں لیکن اللہ تعالیٰ نے سارے کے سارے ڈھیر محفوظ کر دیئے اور میں اس ڈھیر کو دیکھ رہا تھا جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے گویا کہ اس میں سے ایک کھجور بھی کم نہیں ہوئی (بخاری)

تشریح ۞ حضرت جابرؓ کے والد حضرت عبداللہ بہت زیادہ سخی تھے لوگ ان کے پاس امانتیں رکھواتے تو وہ ان سے اجازت لے کر غرباء میں تقسیم فرما دیتے اور امانت والوں سے کہتے کہ جب تمہیں ضرورت ہو تم اپنی امانت لے لینا اس طرح جب ان کی شہادت ہوئی تو ان پر لوگوں کا بہت زیادہ قرض تھا۔

قرض خواہوں نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت جابرؓ کے پاس دیکھا تو وہ سمجھے کہ شاید حضور صلی اللہ علیہ وسلم سارا یا کچھ قرضہ معاف کرنے کا فرمائیں گے یا صبر کرنے کا فرمائیں گے تو انہوں نے حضرت جابرؓ پر سختی شروع کر دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے اس طرز عمل کا علم ہو گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈھیر کے گرد تین چکر لگائے اور حکم دیا کہ قرض خواہوں کو بلاؤ اور ان کو ان کا حصہ دیتے رہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ان کھجوروں میں ایسی برکت ہوئی کہ سارا قرضہ بھی ادا ہو گیا اور ساری کھجوریں بھی باقی رہ گئیں حالانکہ حضرت جابرؓ کی خواہش تھی کہ قرض سارا ادا ہو جائے چاہے بہنوں کے لئے ایک کھجور بھی نہ رہے۔

۵۷۵۰/۳۸ وَعَنْهُ قَالَ اِنَّ اُمَّ مَالِكٍ كَانَتْ تُهْدِیْ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ عُكَّةٍ لَهَا سَمْنًا فَیَاْتِیْهَا بَنُوْهَا فَیَسْاَلُوْنَ الْاُدْمَ وَلَیْسَ عِنْدَ هُمْ شَیْءٌ فَتَعْمِدُ اِلَی الَّذِیْ كَانَتْ تُهْدِیْ فِیْهِ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَتَجِدُ فِیْهِ سَمْنًا فَمَا زَالَ یُقِیْمُ لَهَا اُدْمَ بَیْتِهَا حَتّٰی عَصَرَتْهُ فَاَتَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عَصَرْتِیْهَا قَالَتْ نَعَمْ قَالَ لَوْ تَرَكْتِیْهَا مَا زَالَ قَائِمًا۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم في صحيحه ١٧٨٤/٤ حديث رقم ٢٢٨٠/٨ و أحمد في المسند ٣٤٠/٣۔

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ام مالک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک کپی میں گھی ہدیۃً پیش کرتی تھیں۔ پس ان کے بیٹے آتے اور کھانے کے لئے سالن مانگتے اور ان کے پاس کچھ نہ ہوتا تو وہ اس کپی کی طرف متوجہ ہوتیں جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے گھی ہدیہ کرتی تھیں تو اس میں گھی پاتیں پس ام مالک کے گھر کا سالن یہی گھی ہوتا تھا یہاں تک کہ انہوں نے اس کو نچوڑ لیا۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تو نے اس کو نچوڑ لیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تو اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیتی (نہ نچوڑتی) تو (اس میں گھی) ہمیشہ باقی رہتا۔ (مسلم)

غزوہ خندق کے موقعہ پر برکت طعام کا دوسرا معجزہ

۵۷۵۱/۳۹ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ لِاُمِّ سُلَیْمٍ لَقَدْ سَمِعْتُ صَوْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ضَعِیْفًا اَعْرِفُ فِیْهِ الْجُوْعَ فَهَلْ عِنْدَكِ مِنْ شَیْءٍ فَقَالَتْ نَعَمْ فَاَخْرَجَتْ اَقْرَاصًا مِنْ شَعِیْرٍ ثُمَّ اَخْرَجَتْ خِمَارًا لَهَا فَلَفَّتِ الْخُبْزَ بِبَعْضِهٖ ثُمَّ دَسَّتْهُ تَحْتَ یَدِیْ وَلَاثَتْنِیْ بِبَعْضِهٖ ثُمَّ اَرْسَلَتْنِیْ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَذَهَبْتُ بِهٖ فَوَجَدْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الْمَسْجِدِ وَمَعَهُ النَّاسُ فَسَلَّمْتُ عَلَیْهِمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَرْسَلَكَ اَبُوْ طَلْحَةَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ بِطَعَامٍ قُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِمَنْ مَعَهٗ قُوْمُوْا فَانْطَلَقَ وَانْطَلَقْتُ بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ حَتّٰی جِئْتُ اَبَا طَلْحَةَ فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ یَا اُمَّ سُلَیْمٍ قَدْ جَآءَ رَسُوْلُ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاسِ وَلَيْسَ عِنْدَنَا مَا نُطْعِمُهُمْ فَقَالَتْ اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ فَانْطَلَقَ اَبُوْطَلْحَةَ حَتّٰى لَقِيَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْ طَلْحَةَ مَعَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلُمِّيْ يَا اُمَّ سُلَيْمٍ مَا عِنْدَكِ فَاَتَتْ بِذٰلِكَ الْخُبْزِ فَاَمَرَبِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَفُتَّ وَعَصَرَتْ اُمُّ سُلَيْمٍ عُكَّةً فَاَدَمَتْهُ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهِ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَقُوْلَ ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ فَاَذِنَ لَهُمْ فَاَكَلُوْا حَتّٰى شَبِعُوْا ثُمَّ خَرَجُوْا ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ ثُمَّ لِعَشَرَةٍ فَاَكَلَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ وَشَبِعُوْا وَالْقَوْمُ سَبْعُوْنَ اَوْ ثَمَانُوْنَ رَجُلًا (متفق علیه وفی روایة لمسلم انه) قَالَ ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ فَدَخَلُوْا فَقَالَ كُلُوْا وَسَمُّوا اللّٰهَ فَاَكَلُوْا حَتّٰى فَعَلَ ذٰلِكَ بِثَمَانِيْنَ رَجُلًا ثُمَّ اَكَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَهْلُ الْبَيْتِ وَتَرَكَ سُؤْرًا وَفِيْ رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيِّ قَالَ اَدْخِلْ عَلَيَّ عَشَرَةً حَتّٰى عَدَّ اَرْبَعِيْنَ ثُمَّ اَكَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلْتُ اَنْظُرُ هَلْ نَقَصَ مِنْهَا شَيْءٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ ثُمَّ اَخَذَ مَا بَقِيَ فَجَمَعَهٗ ثُمَّ دَعَا فِيْهِ بِالْبَرَكَةِ فَعَادَ كَمَا كَانَ فَقَالَ دُوْنَكُمْ هٰذَا۔

اخرجه البخاری فی صحیحه ٥٨٦/٦ حدیث رقم ٣٥٧٨ ومسلم فی صحیحه ١٦١٢/٣ حدیث رقم (١٤٢-٢٠٤٠) واخرجه الدارمی فی السنن ٣٤/١ حدیث رقم ٤٣ ومالك فی الموطأ ٩٢٧/٢ حدیث رقم ١٠ من کتاب صفة النبی ﷺ۔

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ حضرت ابوطلحہ نے ام سلیمؓ سے کہا کہ میں نے حضور ﷺ کی کمزور آواز سنی ہے مجھے اس میں بھوک محسوس ہوئی ہے۔ کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں۔ پھر انہوں نے جو کی چند روٹیاں نکالیں پھر اپنا دوپٹہ لیا اور کچھ میں روٹیاں لپیٹ کر میرے ہاتھ کے نیچے چھپایا اور کچھ کو میرے سر پر لپیٹ دیا پھر مجھے حضور ﷺ کے پاس بھیجا میں وہ حضور ﷺ کے پاس لے گیا میں نے حضور ﷺ کو مسجد میں پایا اور آپ ﷺ کے ساتھ کچھ لوگ بھی تھے میں نے ان کو سلام کیا حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ ابوطلحہ نے کچھ بھیجا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں آپ ﷺ نے فرمایا کھانے کے ساتھ؟ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ آپ ﷺ ان لوگوں سے فرمایا جو آپ ﷺ کے ساتھ تھے کہ کھڑے ہو جاؤ۔ پس آپ ﷺ چل پڑے اور میں ان کے آگے چل پڑا یہاں تک کہ میں ابوطلحہ کے پاس آ گیا اور ان کو (حضور ﷺ کی تشریف آوری کی) خبر دی ابوطلحہ نے ام سلیم سے کہا کہ حضور ﷺ لوگوں کے ساتھ تشریف لا رہے ہیں اور ہمارے پاس ان کو کھلانے کے لئے کچھ نہیں انہوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول ﷺ زیادہ جانتے ہیں ابوطلحہ چلے یہاں تک کہ حضور ﷺ سے ملے پس حضور ﷺ تشریف لائے اور ابوطلحہ آپ ﷺ کے ساتھ تھے آپ ﷺ نے فرمایا اے ام سلیم! لاؤ تمہارے پاس کیا چیز ہے پس وہ وہی روٹیاں لے آئیں۔ حضور ﷺ نے حکم دیا پس ان کو ریزہ ریزہ کیا گیا اور ام سلیم نے کپی کو نچوڑا جو سالن ہو گیا پھر رسول اللہ ﷺ نے پڑھا جو کچھ اللہ نے چاہا پھر فرمایا کہ دس آدمیوں کو اجازت دو پس ان کو اجازت دی گئی انہوں نے سیر ہو کر کھایا پھر وہ نکل گئے پھر فرمایا کہ دس آدمیوں کو اجازت دو پھر دس کو پس سب کے سب لوگوں نے کھا لیا اور وہ سیر ہو گئے اور وہ لوگ ستر یا اسی آدمی تھے۔ (متفق علیہ) مسلم کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے

فرمایا کہ دس آدمیوں کو اجازت دو پس جب وہ داخل ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کھاؤ اور اللہ کا نام لو پس انہوں نے کھایا یہاں تک اسی آدمیوں کے ساتھ اس طرح کیا پھر آپ ﷺ اور گھر والوں نے کھانا کھایا اور جھوٹا کھانا باقی رہ گیا۔ بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ میرے پاس دس آدمیوں کو لاؤ اس طرح چالیس کو شمار کیا اور ان کے بعد خود نبی کریم ﷺ نے تناول فرمایا میں دیکھ رہا تھا کیا کھانے میں کچھ کم ہوا ہے۔ مسلم کی ایک روایت ہے کہ پھر آپ ﷺ نے باقی کھانے کو لیا اور اس کو جمع کیا پھر اس میں برکت کی دعا کی تو وہ پہلے کی طرح ہو گیا اور آپ ﷺ نے فرمایا اس کو رکھ لو۔

تشریح ۞ حضرت انسؓ نے جو یہ واقعہ بیان کیا ہے یہ بھی غزوہ خندق کے موقعہ کا ہے جیسا کہ برکت طعام کا ایک واقعہ حضرت جابرؓ کا پہلے بھی گزر چکا ہے وہ بھی غزوہ خندق کا ہے۔

اس روایت میں یہ آیا کہ حضرت انسؓ جب روٹیاں لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے تو اس مسجد سے مراد مسجد نبوی نہیں بلکہ وہ مسجد مراد ہے جو آپ ﷺ نے غزوۂ خندق کے موقعہ پر مدینہ کے محاصرے کے وقت نماز پڑھنے کے لئے بنائی تھی۔

اَرْسَلَكَ اَبُوْ طَلْحَةَ : تمہیں ابوطلحہ نے بھیجا ہے۔ آپ ﷺ کو اس بات کا علم وحی کے ذریعہ ہو گیا تھا دوبارہ سوال کیا کہ کیا کھانے کے ساتھ بھیجا ہے۔ یہ الگ سے سوال کرنا اس وجہ سے تھا کہ اس کا علم بذریعہ وحی بعد میں ہوا نیز آنحضرت ﷺ کے اس سوال پر کہ کیا تمہیں ابوطلحہ نے بھیجا ہے حضرت انسؓ کا جی ہاں کہنا یہ اس بات کے منافی نہیں کہ ان کو تو حضرت ام سلیمؓ نے بھیجا تھا اس لئے کہ اصل حکم تو حضرت ابوطلحہ کا تھا جس کی وجہ سے ام سلیمؓ نے ان کو بھیجا تھا یا حضور ﷺ نے ام سلیم کا ذکر اس لئے نہ کیا ہو کہ وہ عورت ہیں اور عورت کا مردوں کے مجمع میں ذکر کرنا باعث شرم ہے۔

قُوْمُوْا : جب آپ ﷺ کو معلوم ہو گیا تھا کہ ابوطلحہ نے کھانا بھیجا ہے پھر بھی آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا کہ ابوطلحہ کے گھر چلو تو اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ آپ ﷺ کو علم ہو گیا تھا کہ وہ روٹیاں تھوڑی ہیں جو چند ایک آدمیوں کے لئے ہی کافی ہو سکتی ہیں آپ ﷺ نے اس کو پسند نہ فرمایا کہ چند لوگ تو سیر ہو کر کھالیں اور باقی بھوکے رہ جائیں نیز آپ ﷺ کا ارادہ معجزہ کے اظہار کا تھا تاکہ بہت سے لوگ یہ تھوڑا سا کھانا سیر ہو کر کھالیں اور ابوطلحہ کے گھر میں بھی خیر و برکت ہو۔

اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ : حضرت ام سلیمؓ نے یہ جملہ حضرت ابوطلحہ کی تسلی کے لئے فرمایا کہ جب حضور ﷺ کو کھانے کی مقدار کا علم ہے جو کہ بمشکل دو تین آدمیوں کے لئے پورا ہو سکتا ہے پھر بھی آپ ﷺ کئی لوگوں کو ساتھ لا رہے ہیں تو اس میں کوئی مصلحت اور حکمت ہو گی جس کا علم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ہے ہمیں گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ اس جملے سے حضرت ام سلیم کی عظمت، عقلمندی اور قوت یقین کا اظہار ہوتا ہے۔

ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ...... : حضور ﷺ نے اس کھانے میں برکت کی دعا فرمائی اور ایک روایت میں دعا کے لئے یہ الفاظ منقول ہیں: بسم اللّٰه اللهم اعظم فيها البركة اللہ کے نام سے شروع اے اللہ اس میں زیادہ برکت نازل فرما۔

اِئْذَنْ لِعَشْرَةٍ : سب کو اکٹھے نہیں بلایا بلکہ دس دس کر کے بلایا اس لئے کہ برتن اتنا ہی بڑا تھا کہ جس میں دس آدمی کھا سکتے تھے یا پھر مکان میں صرف دس آدمیوں کی گنجائش تھی۔

وَالْقَوْمُ سَبْعُوْنَ اَوْ ثَمَانُوْنَ : کھانے والے صحابہ کی تعداد کتنی تھی۔ تو حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت میں شک کے ساتھ ہے کہ یہ ستر تھے یا اسی۔ لیکن دوسری روایت جزم کے ساتھ ہے کہ یہ حضرات اسی تھے۔

البتہ بعض روایات اسی سے اوپر کا بھی ذکر ہے۔ چنانچہ امام احمد کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ جب یہ پوچھا گیا کہ کتنے لوگ تھے تو انہوں نے کہا اسی سے اوپر تھے لیکن امام احمدؒ کی روایت اور اس روایت میں جس میں بالجزم اسی کا ذکر ہے کوئی تعارض نہیں ہے اس لئے کہ تعداد اسی سے کچھ اوپر تھی جس روایت میں صرف اسی کا ذکر ہے اس میں کسر کو حذف کیا گیا ہے۔

امام احمدؒ ہی کی ایک روایت میں ہے کہ جب چالیس آدمیوں نے کھانا کھالیا تو کھانا ویسے کا ویسا ہی رہا یعنی اس میں کوئی کمی نہیں ہوئی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تعداد صرف چالیس تھی تو اس کا جواب بعض حضرات نے یہ دیا ہے کہ یہ واقعہ متعدد بار ہوا ہے ایک دفعہ تعداد اسی یا اسی سے کچھ اوپر تھی اور دوسری مرتبہ تعداد چالیس تھی لیکن تعدد واقعہ والی بات درست نہیں بلکہ واقعہ ایک مرتبہ ہی کا ہے البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ پہلے چالیس آدمیوں نے دس دس کر کے کھایا پھر دوسرے چالیس کو بعد میں کھلایا کیونکہ وہ پیچھے رہ گئے تھے یا ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد میں بلایا تھا۔

اور بخاری کی یہ جو روایت ہے کہ جس میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس آدمیوں کے بعد کھانا کھایا تو اس کی وضاحت یہ ہے کہ پہلے چالیس آدمیوں نے جب کھانا کھالیا تو دوسرے چالیس کے آنے سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نوش فرمالیا پھر جب باقی چالیس بھی آگئے تو پھر انہوں نے کھانا کھایا۔

انگشتانِ مبارک سے پانی کا جاری ہونا

۵۷۵۴/۴۰ وَعَنْهُ قَالَ اُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاِنَاءٍ وَهُوَ بِالزَّوْرَاءِ فَوَضَعَ يَدَهُ فِي الْاِنَاءِ فَجَعَلَ الْمَاءُ يَنْبُعُ مِنْ بَيْنِ اَصَابِعِهِ فَتَوَضَّأَ الْقَوْمُ قَالَ قَتَادَةُ قُلْتُ لِاَنَسٍ كَمْ كُنْتُمْ قَالَ ثَلٰثَ مِائَةٍ اَوْ زُهَاءَ ثَلٰثِ مِائَةٍ (متفق علیه)

أخرجه البخاري في صحيحه ٥٨٠/٦ حديث رقم ٣٥٧٢ ومسلم في صحيحه ١٧٨٣/٤ حديث رقم (٢٢٧٩/٦) واخرجه الترمذي في السنن ٥٥٦/٥ حديث رقم ٣٦٣١ و احمد في المسند ١٤٣/٣۔

ترجمہ: حضرت انسؓ ہی سے روایت ہے انہوں نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پانی کا ایک برتن لایا گیا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مقام زوراء میں تھے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن میں اپنا ہاتھ رکھا تو پانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کے درمیان سے (فوارہ کی طرح) ابلنے لگ گیا۔ حضرت قتادہؒ (تابعی) نے کہا کہ میں نے حضرت انسؓ سے پوچھا کہ آپ کتنے آدمی تھے انہوں نے فرمایا تین سو یا تقریباً تین سو۔ (متفق علیہ)

تشریح ۞ فَجَعَلَ الْمَاءُ يَنْبُعُ : یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب برتن میں دست مبارک رکھا تو پانی فوارے کی طرح ابلنے لگ گیا اس جملے کی وضاحت میں دو قول ہیں ایک یہ کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس برتن میں ہاتھ رکھا تو اس برتن میں پانی زیادہ ہو گیا اور ایسا محسوس ہونے لگا کہ پانی انگلیوں کے درمیان بہہ رہا ہے جبکہ دوسرا قول جو کہ امام مزنیؒ کا ہے اور اکثر علماء کا رجحان بھی اسی طرف ہے کہ پانی خود انگلیوں سے نکلنا شروع ہو گیا چنانچہ اس کی تائید ایک دوسری روایت سے بھی ہوتی ہے جس کے الفاظ ہیں:

فرایت الماء ینبع من اصابعہ یعنی میں نے دیکھا کہ پانی انگلیوں سے جاری ہو گیا۔

زوراء: زاء کے فتحہ کے ساتھ یہ ایک جگہ ہے جو کہ مدینہ کے بازار کے ساتھ ہے اور بعض حضرات کے نزدیک یہ مدینہ کے قریب کوئی جگہ ہے۔

۲۱/۵۷۵۳ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كُنَّا نَعُدُّ الْاٰيَاتِ بَرَكَةً وَاَنْتُمْ تَعُدُّوْنَهَا تَخْوِيْفًا كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَقَلَّ الْمَاءُ فَقَالَ اُطْلُبُوْا فَضْلَةً مِّنْ مَاءٍ فَجَاؤُا بِاِنَاءٍ فِيْهِ مَاءٌ قَلِيْلٌ فَاَدْخَلَ يَدَهٗ فِي الْاِنَاءِ ثُمَّ قَالَ حَيَّ عَلَى الطَّهُوْرِ الْمُبَارَكِ وَالْبَرَكَةُ مِنَ اللّٰهِ وَلَقَدْ رَاَيْتُ الْمَاءَ يَنْبُعُ مِنْ بَيْنِ اَصَابِعِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَقَدْ كُنَّا نَسْمَعُ تَسْبِيْحَ الطَّعَامِ وَهُوَ يُؤْكَلُ۔

(رواه البخاري)

أخرجه البخاري في صحيحه ٥٨٧/٦ حديث رقم ٣٥٧٩ والترمذي في السنن ٥٥٧/٥ حديث رقم ٣٦٣٣ والدارمي ٢٨/١ حديث رقم ٢٩

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ ہم آیات کو برکت (کا سبب) شمار کرتے تھے اور تم ان کو (منکرین کو) ڈرانے کا سبب سمجھتے ہو۔ ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے تو پانی کم ہو گیا آپ ﷺ نے فرمایا بچا ہوا پانی (اگر ہو تو) اس کو تلاش کرو۔ پس صحابہؓ آپ کے پاس ایک برتن لائے جس میں تھوڑا سا پانی تھا آپ ﷺ نے اس برتن میں ہاتھ داخل کیا پھر فرمایا بابرکت پانی (حاصل کرنے کے لئے) اور برکت اللہ کی طرف سے ہے البتہ تحقیق میں نے پانی کو حضور ﷺ کی انگلیوں کے درمیان سے پھوٹتے ہوئے دیکھا اور البتہ ہم کھانا کھاتے وقت کھانے کی تسبیح سنتے تھے۔ (بخاری)

تشریح ۞ اس حدیث میں حضور ﷺ کے دو معجزوں کا ذکر ہے پہلا معجزہ یہ کہ جب سفر میں پانی کی قلت ہوئی تو آپ نے تھوڑا سا پانی منگوایا اس میں دست مبارک رکھا تو انگلیوں کے درمیان سے پانی بہنے لگ گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ بابرکت پانی کی طرف آؤ اور برکت اللہ کی طرف سے نازل ہوتی ہے نہ کہ کسی اور کی طرف سے پانی انگلیوں کے درمیان سے ہی نکلا تھا جیسا کہ ظاہر الفاظ کا بھی یہی تقاضا ہے اور جمہور علماء کے نزدیک بھی یہی صحیح ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ہے کہ انہوں نے پتھر پر لاٹھی ماری تو اس سے چشمے پھوٹ پڑے اسی طرح آپ ﷺ کی انگلیوں سے پانی رواں ہو گیا ایک قول یہ ہے کہ پانی انگلیوں سے نہیں نکلا بلکہ برتن میں پانی زیادہ ہو گیا لیکن یہ قول محض ایک تاویل ہے جو کہ قابل التفات نہیں معلوم نہیں کہ حدیث میں اس تاویل کی ضرورت کیوں پیش آئی۔

باقی رہی یہ بات کہ معجزہ کے لئے تھوڑے سے پانی منگوانے کی کیا ضرورت تھی اس کی کیا حکمت تھی حالانکہ معجزہ تو پانی بالکل نہ ہونے کی صورت میں بھی ظاہر ہو سکتا تھا تو اس کی حکمت اور راز اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں۔

البتہ یہ بات تمام معجزات میں قدر مشترک ہے کہ ان میں اسباب کا تھوڑا بہت دخل ہوتا ہے ان کو من کل الوجوہ خلاف عادت نہیں کہا جا سکتا۔

دوسرا معجزہ حضرت ابن مسعودؓ نے یہ بیان فرمایا کہ ہم کھانا کھاتے وقت سامنے موجود کھانے کی تسبیح سنتے تھے اسی طرح

حضرت انسؓ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے سنگریزوں کی ایک مٹھی لی تو وہ کنکر آپ ﷺ کے دست مبارک میں تسبیح پڑھنے لگ گئے یہاں تک کہ ہم نے خود ان کی تسبیح سنی ہے۔

اس روایت کے شروع میں لفظ آیات آیا ہے آیات سے کیا مراد ہے تو شیخ عبدالحق نے علامہ طیبی سے یہ نقل کیا ہے کہ آیات سے مراد آیات قرآنی بھی ہو سکتی ہیں اور آیات سے مراد معجزات بھی ہو سکتے ہیں جو آپ ﷺ کے دست مبارک پر ظاہر ہوتے تھے لیکن معجزات مراد لینا سیاق کلام کے زیادہ موافق ہے لیکن ملا علی قاری نے فرمایا کہ یہاں آیات سے مراد صرف معجزات اور کرامات ہی ہیں آیات قرآنی مراد لینا یہاں نامناسب ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کے فرمانے کا مقصد یہ ہے کہ یہ آیات اگرچہ کافروں کو ڈرانے کے لئے ہیں لیکن اہل ایمان جو آیات کی حقانیت کے معتقد ہیں ان کے لئے باعث برکت اور زیادتی ایمان کا ذریعہ ہیں۔

پانی میں برکت کا ایک اور معجزہ

۴۲/۵۷۵۴ وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّكُمْ تَسِيْرُوْنَ عَشِيَّتَكُمْ وَلَيْلَتَكُمْ وَتَاْتُوْنَ الْمَاءَ وَاِنْشَاءَ اللّٰهُ غَدًا فَانْطَلَقَ النَّاسُ لَا يَلْوِیْ اَحَدٌ عَلٰى اَحَدٍ قَالَ اَبُوْ قَتَادَةَ فَبَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسِيْرُ حَتّٰى ابْهَارَّ اللَّيْلُ فَمَالَ عَنِ الطَّرِيْقِ فَوَضَعَ رَأْسَهٗ ثُمَّ قَالَ احْفَظُوْا عَلَيْنَا صَلٰوتَنَا فَكَانَ اَوَّلَ مَنِ اسْتَيْقَظَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالشَّمْسُ فِیْ ظَهْرِهٖ ثُمَّ قَالَ ارْكَبُوْا فَرَكِبْنَا فَسِرْنَا حَتّٰى اِذَا ارْتَفَعَتِ الشَّمْسُ وَنَزَلَ ثُمَّ دَعَا بِمِيْضَاْةٍ كَانَتْ مَعِیْ فِيْهَا شَیْءٌ مِنْ مَّاءٍ فَتَوَضَّاَ مِنْهَا وُضُوْءًا دُوْنَ وُضُوْءٍ قَالَ وَبَقِیَ فِيْهَا شَیْءٌ مِنْ مَّاءٍ ثُمَّ قَالَ احْفَظْ عَلَيْنَا مِيْضَاْتَكَ فَسَيَكُوْنُ لَهَا نَبَاٌ ثُمَّ اَذَّنَ بِلَالٌ بِالصَّلٰوةِ فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ صَلَّى الْغَدَاةَ وَرَكِبَ وَرَكِبْنَا مَعَهٗ فَانْتَهَيْنَا اِلَى النَّاسِ حِيْنَ امْتَدَّ النَّهَارُ وَحَمِیَ كُلُّ شَیْءٍ وَهُمْ يَقُوْلُوْنَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلَكْنَا وَعَطِشْنَا فَقَالَ لَا هُلْكَ عَلَيْكُمْ وَدَعَا بِالْمِيْضَاْةِ فَجَعَلَ يَصُبُّ وَاَبُوْ قَتَادَةَ يَسْقِيْهِمْ فَلَمْ يَعْدُ اَنْ رَاَى النَّاسُ مَاءً فِی الْمِيْضَاْةِ تَكَابُّوْا عَلَيْهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْسِنُوا الْمَلَاَ كُلُّكُمْ سَيَرْوٰى قَالَ فَفَعَلُوْا فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُبُّ وَاَسْقِيْهِمْ حَتّٰى مَا بَقِیَ غَيْرِیْ وَغَيْرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ صَبَّ فَقَالَ لِیْ اشْرَبْ فَقُلْتُ لَا اَشْرَبُ حَتّٰى تَشْرَبَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ اِنَّ سَاقِیَ الْقَوْمِ اٰخِرُهُمْ قَالَ فَشَرِبْتُ وَشَرِبَ قَالَ فَاَتَى النَّاسُ الْمَاءَ جَامِّيْنَ رِوَاءً (رواه مسلم هكذا في صحيحه كذا في كتاب الحميدي وجامع الاصول وزاد في المصابيح بعد قوله) اٰخِرُهُمْ لَفْظَةَ شُرْبًا۔

اخرجه مسلم في صحيحه ۴۷۲/۱ حديث رقم (۳۱۱ـ۶۸۱) واخرجه الترمذي في السنن ۲۷۱/۱ حديث رقم

۱۸۹٤ واخرجه ابن ماجه ۱۱۳٥/۲ حديث رقم ۳٤۳٤ واخرجه الدارمي ۱٦٤/۲ حديث رقم ۲۱۳٥ و احمد في المسند ۳٥٤/٤

ترجمہ: حضرت ابوقتادہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا پس آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم اس رات کے اول حصہ میں اور آخری حصہ میں سفر کرو گے اور تم کو کل انشاء اللہ پانی مل جائے گا پس لوگ چلنا شروع ہو گئے کسی کو کسی کا دھیان نہیں تھا۔ ابوقتادہؓ کہتے ہیں حضور ﷺ بھی چلے جا رہے تھے کہ جب آدھی رات ہوگئی تو آپ ﷺ راستے سے ہٹ گئے اور سر رکھ کر سو گئے پھر فرمایا کہ ہماری نماز (کے وقت) کا خیال رکھنا۔ پس آپ ﷺ سب سے پہلے بیدار ہوئے جبکہ دھوپ آپ کی پشت پر پڑنے لگی پھر آپ ﷺ نے فرمایا سوار ہو جاؤ۔ پس ہم سوار ہو کر چل پڑے یہاں تک کہ جب سورج بلند ہو گیا تو آپ ﷺ سواری سے اترے پھر وضو کا برتن منگوایا جو میرے پاس تھا جس میں تھوڑا سا پانی بچ گیا پھر فرمایا کہ اس پانی کی حفاظت کرنا عنقریب اس پانی سے ایک بڑی بات ظہور پذیر ہونے والی ہے۔ پھر حضرت بلالؓ نے نماز کے لئے اذان دی۔ آپ ﷺ نے دو رکعت نماز پڑھی پھر صبح کی نماز پڑھی پھر آپ ﷺ سواری پر سوار ہوئے ہم بھی ساتھ سوار ہو گئے پس ہم ان لوگوں تک پہنچ گئے (جو ہم سے آگے جا کر اترے تھے) اس وقت تک دن چڑھ آیا تھا اور ہر چیز (گرمی کی وجہ سے) تپ گئی تھی اور لوگوں نے کہنا شروع کر دیا یا رسول اللہ ﷺ ہم ہلاک ہو گئے اور ہم پیاسے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا تم پر ہلاکت نہیں ہے پھر آپ ﷺ نے پانی کا برتن منگوایا اور اس سے پانی ڈالنا شروع کیا اور ابوقتادہ نے ان کو پلانا شروع کر دیا جب لوگوں نے برتن سے پانی گرتے دیکھا تو سب ٹوٹ پڑے اور ایک دوسرے پر گرنے لگے آپ ﷺ نے فرمایا مخلوق کے ساتھ بھلائی اور نیکی کرو (یعنی ازدحام کر کے لوگوں کو تکلیف نہ دو) تم سب کے سب اس پانی سے سیراب ہو گے۔ ابوقتادہؓ کا بیان ہے کہ لوگوں نے ایسا ہی کیا (یعنی اخلاق سے کام لیا) پھر حضور ﷺ نے ڈالنا اور میں نے پلانا شروع کیا یہاں تک کہ میرے اور حضور ﷺ کے علاوہ کوئی نہ رہا پھر آپ ﷺ نے ڈالا اور مجھے فرمایا کہ پیو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! جب تک آپ ﷺ نہ پئیں گے اس وقت تک میں نہ پیوں گا آپ ﷺ نے فرمایا جماعت کو پلانے والا بعد میں پیتا ہے ابوقتادہؓ کہتے ہیں کہ میں نے بھی پیا اور رسول اللہ ﷺ نے بھی پس لوگ پانی کی جگہ پر اس حال میں پہنچے کہ وہ سب سیراب ہو چکے تھے۔ اس کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں اسی طرح روایت کیا ہے اور یہی روایت حمیدی کی کتاب اور جامع الاصول میں بھی ہے البتہ مصابیح میں حضور ﷺ کے فرمان اٰخِرُهُمْ کے بعد لفظ شُرْبًا کا اضافہ ہے۔

تشریح ۞ جب صحابہؓ نے پیاس کی شکایت کی اور عرض کیا کہ ہم پیاس اور گرمی کی شدت سے ہلاک ہو جائیں گے تو آپ ﷺ نے ان کو تسلی دی کہ گھبراؤ نہیں اللہ تعالیٰ تمہاری سیرابی کے لئے ضرور انتظام فرمائے گا چنانچہ اس معجزے کا ظہور ہوا جس کا اس روایت میں ذکر ہے۔

اس حدیث سے چند باتیں ثابت ہوتی ہیں:

نمبرا: نبی کریم ﷺ جب بیدار ہوئے تو فوراً اس جگہ نماز کی قضا نہیں کی بلکہ اس جگہ سے آپ ﷺ تشریف لے گئے اس سے یہ معلوم ہوا کہ جس جگہ پر خدا کے حکم کی تعمیل میں تاخیر ہوا یا کسی ممنوع کام کا ارتکاب ہوا ہو چاہے غیر ارادی طور پر ہوا ہو اس جگہ سے جلد نکل جانا چاہئے۔

البتہ یہ بھی ممکن ہے کہ آپ ﷺ کا اس جگہ سے کوچ کرنا اس وجہ سے ہو کہ وہاں پانی نہ تھا یا اس لئے کہ یہ وقت مکروہ تھا جس پر راوی کا قول فرکبنا دلالت کر رہا ہے۔

نمبر۲: آپ ﷺ نے پہلے دو رکعتیں پڑھیں جو کہ فجر کی سنتیں تھیں اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی وجہ سے نماز فجر قضا ہو جائے اور زوال شمس سے پہلے اس کو ادا کیا جائے تو فجر کی سنتیں بھی پڑھی جائیں۔

اس مسئلہ کی تھوڑی سی وضاحت یہ ہے کہ اگر فجر کے فرض قضا ہو جائیں تو زوال سے پہلے تو سنتیں بھی ساتھ پڑھی جائیں گی اور زوال کے بعد اگر فجر کی قضا کی جائے تو پھر سنتوں کی قضا نہیں ہے اور اگر صرف فجر کی سنتیں فوت ہو جائیں تو ان کی قضا نہیں ہے لیکن امام محمدؒ کے قول کے مطابق طلوع آفتاب کے بعد زوال سے پہلے سنتیں پڑھ لینی چاہئیں۔

غزوۂ تبوک میں تھوڑے سے کھانا میں ظہورِ برکت کا معجزہ

۵۷۵۵/۳۳ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ لَمَّا كَانَ یَوْمُ غَزْوَةِ تَبُوْكَ اَصَابَ النَّاسَ مَجَاعَةٌ فَقَالَ عُمَرُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُدْعُهُمْ بِفَضْلِ اَزْوَادِهِمْ ثُمَّ اُدْعُ اللّٰهَ لَهُمْ عَلَیْهَا بِالْبَرَكَةِ فَقَالَ نَعَمْ فَدَعَا بِنَطْعٍ فَبُسِطَ ثُمَّ دَعَا بِفَضْلِ اَزْوَادِهِمْ فَجَعَلَ الرَّجُلُ یَجِیْئُ بِكَفِّ ذُرَةٍ وَیَجِیْئُ الْاٰخَرُ بِكَفِّ تَمْرٍ وَیَجِیْئُ الْاٰخَرُ بِكِسْرَةٍ حَتّٰی اجْتَمَعَ عَلَی النَّطْعِ شَیْئٌ یَسِیْرٌ فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَرَكَةِ ثُمَّ قَالَ خُذُوْا فِیْ اَوْعِیَتِكُمْ فَاَخَذُوْا فِیْ اَوْعِیَتِهِمْ حَتّٰی مَا تَرَكُوْا فِی الْعَسْكَرِ وِعَاءً اِلَّا مَلَؤُهُ قَالَ فَاَكَلُوْا حَتّٰی شَبِعُوْا وَفَضَلَتْ فَضْلَةٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَا یَلْقَی اللّٰهَ بِهِمَا عَبْدٌ غَیْرَ شَاكٍّ فَیُحْجَبَ عَنِ الْجَنَّةِ۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم في صحيحه ٥٦/١ حديث رقم (٤٥-٢٧) و احمد في المسند ١١/٣

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ غزوہ تبوک کے دن لوگوں کو شدید بھوک لگی حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ان کا باقی بچا ہوا زادِ راہ منگوا کر اللہ سے ان کے لئے اس میں برکت کی دعا فرما دیں آپ ﷺ نے فرمایا ٹھیک ہے پس ایک چمڑے کا دسترخوان منگوایا پس وہ بچھایا گیا پھر آپ ﷺ نے ان کا باقی بچا ہوا توشہ منگوایا پس ایک آدمی مٹھی بھر لوبیا لے کر آیا۔ دوسرا مٹھی بھر کھجوریں کوئی آدمی روٹی کا ٹکڑا لے کر آیا یہاں تک کہ دسترخوان پر تھوڑا سا سامان جمع ہو گیا حضور ﷺ نے اس میں برکت کی دعا فرمائی پھر فرمایا اپنے برتنوں میں بھرو۔ پس لوگوں نے اپنے برتنوں میں بھرنا شروع کر دیا یہاں تک کہ لشکر میں کوئی برتن ایسا نہ رہا جس کو بھرا نہ گیا ہو۔ راویؓ کہتے ہیں کہ پھر انہوں نے کھایا یہاں تک کہ وہ سیر ہو گئے پھر بھی بہت سارا بچ گیا آپ ﷺ نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک میں اللہ کا رسول ہوں کوئی ایسا بندہ جو یہ دو گواہیاں دے اور اس کو ان میں شک نہ ہو وہ اللہ تعالیٰ سے ملے (ایسا نہیں ہو سکتا کہ) اس کو جنت سے روک دیا جائے۔ (مسلم)

معجم طبرانی میں عمران بن حصینؓ سے مروی ہے کہ نصاریٰ عرب نے ہرقل شاہ روم کے پاس یہ لکھ کر بھیجا کہ محمد ﷺ کا انتقال

ہو گیا ہے اور لوگ قحط میں مبتلا ہیں عرب پر حملہ کے لئے اس سے بہتر موقع اور کوئی نہیں ہوسکتا ہرقل نے فوراً تیاری کا حکم دیا اور چالیس ہزار رومیوں کا لشکر جرار لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مقابلہ کے لئے تیار ہو گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شام کے کچھ تاجروں سے جو مدینہ میں تجارت کے لئے آتے تھے ہرقل کے حملے کی اطلاع ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً تیاری کا حکم دیا تا کہ دشمنوں کی سرحد (تبوک) پر پہنچ کر ان کا مقابلہ کیا جا سکے۔ تبوک ایک جگہ کا نام ہے جو مدینہ منورہ سے تقریباً ۴۶۵ میل کے فاصلے پر واقع ہے یہ بہت بڑی مسافت تھی اور موسم بھی گرمی کا تھا قحط اور گرانی فقر وفاقہ کا وقت تھا ایسے نازک وقت میں مؤمنین مخلصین دل و جان سے تیار ہو گئے اور اپنی حیثیت سے بڑھ کر ہر ایک نے اس غزوہ کے لئے چندہ دیا چنانچہ پنجشنبہ رجب ۹ھ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم لشکر لے کر تبوک کی طرف روانہ ہوئے تبوک پہنچ کر لشکر کو خوراک کی قلت کا سامنا ہوا تو حضرت عمرؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ جن لوگوں کے پاس توشہ ہے اس کو جمع کر کے اس میں برکت کی دعا فرما دیں تا کہ خوراک کی قلت ختم ہو جائے جبکہ دوسری روایت میں اس واقعہ کی تفصیل اس طرح ہے کہ جب لوگوں کو خوراک کی قلت کا سامنا کرنا پڑا تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لی کہ ہم اونٹ ذبح کر کے کھالیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت مرحمت فرما دی جب حضرت عمرؓ کو اس کا علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر اونٹ ذبح کر کے کھاتے رہے تو سواری کے لئے جانور کم ہو جائیں گے اور سفر کی مشقت اٹھانا پڑے گی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح فرمائیں کہ باقی بچے ہوئے زادِ راہ کو جمع کر کے اس میں برکت کی دعا فرما دیں چنانچہ ایسا ہوا اور خوراک کی قلت کا مسئلہ بالکل ختم ہو گیا۔

تبوک پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس روز قیام فرمایا مگر کوئی مقابلہ پر نہیں آیا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آنا بے کار نہیں گیا بلکہ دشمن مرعوب ہو گئے اور آس پاس کے قبائل نے حاضر ہو کر سر تسلیم خم کیا۔

اس حدیث کے آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو آدمی یقین و اعتقاد کے ساتھ توحید و رسالت کی گواہی دے اور اسی حالت میں اس کا انتقال ہو جائے تو ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کہ اس کو جنت میں جانے سے روک دیا جائے وہ بالضرور جنت میں جائے گا اگرچہ اپنی بداعمالیوں کی سزا بھگت کر جائے۔

ام المؤمنین زینبؓ کے نکاح کے موقعہ پر امّ سلیم کی طرف سے کھانے میں برکت کا معجزہ

۵۷۵۲/۴۴ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرُوْسًا بِزَيْنَبَ فَعَمِدَتْ اُمِّيْ اُمُّ سُلَيْمٍ اِلٰى تَمْرٍ وَسَمْنٍ وَاَقِطٍ فَصَنَعَتْ حَيْسًا فَجَعَلَتْهُ فِيْ تَوْرٍ فَقَالَتْ يَا اَنَسُ اِذْهَبْ بِهٰذَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْ بَعَثَتْ بِهٰذَا اِلَيْكَ اُمِّيْ وَهِيَ تُقْرِئُكَ السَّلَامَ وَتَقُوْلُ اِنَّ هٰذَا لَكَ مِنَّا قَلِيْلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَذَهَبْتُ فَقُلْتُ فَقَالَ ضَعْهُ ثُمَّ قَالَ اِذْهَبْ فَادْعُ لِيْ فُلَانًا وَفُلَانًا وَفُلَانًا رِجَالًا سَمَّاهُمْ وَادْعُ لِيْ مَنْ لَقِيْتَ فَدَعَوْتُ مَنْ سَمّٰى وَمَنْ لَقِيْتُ فَرَجَعْتُ فَاِذَا الْبَيْتُ غَاصٌّ بِاَهْلِهٖ قِيْلَ لِاَنَسٍ عَدَدُكُمْ كَمْ كَانُوْا قَالَ زُهَاءَ ثَلٰثِمِائَةٍ فَرَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَعَ يَدَهٗ عَلٰى تِلْكَ الْحَيْسَةِ وَتَكَلَّمَ بِمَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ جَعَلَ يَدْعُوْا عَشَرَةً عَشَرَةً يَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَقُوْلُ لَهُمْ اُذْكُرُوا اسْمَ

اللّٰهِ وَلْيَأْكُلْ كُلُّ رَجُلٍ مِمَّا يَلِيْهِ قَالَ فَأَكَلُوْا حَتّٰى شَبِعُوْا فَخَرَجَتْ طَائِفَةٌ وَدَخَلَتْ طَائِفَةٌ حَتّٰى أَكَلُوْا كُلُّهُمْ قَالَ لِيْ يَا أَنَسُ ارْفَعْ فَرَفَعْتُ فَمَا أَدْرِيْ حِيْنَ وَضَعْتُ كَانَ أَكْثَرَ أَمْ حِيْنَ رَفَعْتُ۔ (متفق علیہ)

أخرجه البخاري في صحيحه ۹/۲۲۶ حديث رقم ۵۱۶۳ ومسلم في صحيحه ۲/۱۰۵۱ حديث رقم (۹۴-۱۴۲۸) واخرجه الترمذي في السنن ۵/۳۳۳ حديث رقم ۳۲۱۸ واخرجه النسائي في السنن ۶/۱۳۶ حديث رقم ۳۳۸۷۔

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ کا حضرت زینبؓ کے ساتھ نکاح ہوا تو میری والدہ ام سلیمؓ نے کھجور گھی اور پنیر لے کر ایک حلوہ تیار کیا اور اس کو ایک پیالے میں رکھا اور مجھے کہا کہ اے انس! یہ حضور ﷺ کی خدمت میں لے جاؤ اور ان سے عرض کرنا کہ یا رسول اللہ! یہ میری والدہ نے آپ ﷺ کی طرف بھیجا ہے اور وہ آپ ﷺ کو سلام کہہ رہی تھیں اور یہ بھی کہہ رہی تھیں کہ یہ ہماری طرف سے ایک حقیر سا ہدیہ ہے (اس کو قبول فرمالیں) پس میں گیا اور میں نے کہا (یعنی جو کچھ میری والدہ نے کہا تھا) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اس کو رکھ دو پھر فرمایا جاؤ فلاں فلاں اور فلاں آدمیوں کو بلا لاؤ جن کے نام حضور ﷺ نے لیے تھے (لیکن حضرت انس نام بھول گئے) اور ان کو بھی میرے پاس بلا لاؤ جو تجھے ملیں پس میں ان کو بلا لایا جن کا حضور ﷺ نے نام لیا تھا اور جن سے میں ملا تھا پس جب میں واپس لوٹا تو گھر لوگوں سے بھرا ہوا تھا حضرت انسؓ سے کہا گیا کہ تمہاری تعداد کتنی تھی تو آپ ؓ نے جواب دیا تین سو کے قریب ہوگی میں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ اس حلوے پر رکھا اور وہ کچھ پڑھا جو اللہ نے چاہا پھر دس دس کو بلانا شروع کیا جو اس سے کھاتے اور آپ ﷺ ان سے فرماتے کہ اللہ کا نام لو اور ہر ایک اپنی طرف سے کھائے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ انہوں نے کھایا یہاں تک کہ وہ سیر ہو گئے پس ایک جماعت نکلتی اور دوسری داخل ہوتی یہاں تک کہ ان سب نے کھایا آپ ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا اے انس اس کو اٹھاؤ۔ پس میں نے اٹھایا تو مجھے معلوم نہیں کہ جب میں نے رکھا تھا اس وقت زیادہ تھا یا اس وقت جب میں نے اس کو اٹھایا (متفق علیہ)

تشریح ◎ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت زینب کے نکاح کا ولیمہ ام سلیم کے بھیجے ہوئے اس حلوے سے کیا گیا جس کو تین سو کے قریب لوگوں نے نوش کیا جبکہ حضرت انسؓ ہی کی دوسری روایت میں ہے کہ حضرت زینب کے ولیمہ کے موقعہ پر آپ ﷺ نے بکری ذبح فرمائی اور ولیمہ میں ایک ہزار لوگوں کو گوشت' روٹی پیش کی گئی جس کو انہوں نے سیر ہو کر کھایا تو بظاہر ان دونوں روایتوں میں تعارض ہے۔ اس کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں بعض حضرات نے کہا کہ ایک دن یہ حلوے والا واقعہ ہوا اور دوسرے دن روٹی اور گوشت کھلانے کا واقعہ ہوا۔ بعض حضرات نے کہا کہ یہ حلوہ آپ ﷺ کی خدمت میں اس وقت پہنچا جب آپ ولیمہ کا کھانا یعنی روٹی اور گوشت کھلانے کے لئے جا رہے تھے یعنی ولیمہ میں دونوں چیزیں لوگوں کو کھلائیں لیکن یہ دونوں جواب رکیک ہیں اچھا جواب وہ ہے جو ملا علی قاریؒ نے دیا ہے کہ حضرت ام سلیمؓ نے جو حلوہ بھیجا تھا وہ تو ہدیہ تھا آپ ﷺ نے اکیلے نوش کرنے کی بجائے وہ تقریباً تین سو لوگوں کو بھی کھلایا یہ ولیمہ نہیں تھا بلکہ ولیمہ تو اسی شام یا اگلے دن بکری ذبح کر کے کیا تھا اس لئے ان دونوں روایتوں میں کوئی تضاد نہیں۔

سَمَّاهُمْ: حضور ﷺ نے تین آدمیوں کا نام لے کر فرمایا کہ ان کو بلا لاؤ لیکن حضرت انسؓ یہ واقعہ بیان کرتے وقت ان حضرات

کے نام بھول گئے تو انہوں نے بوقت روایت فلاں فلاں کہہ دیا: رِجَالاً سَمَّاهُمْ کے الفاظ خود حضرت انسؓ کے ہیں اور فُلَانًا وَفُلَانًا وَفُلَانًا کے الفاظ اس سے بدل ہیں یا اعنی فعل محذوف کا مفعول بہ ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے تھکے ماندے اونٹ کا چست اور تیز رفتار ہونا

۵۷۵۷/۳۵ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا عَلٰى نَاضِحٍ قَدْ اَعْيٰى فَلَا يَكَادُ يَسِيْرُ فَتَلَاحَقَ بِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا لِبَعِيْرِكَ قُلْتُ قَدْ عَيِيَ فَتَخَلَّفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَزَجَرَهُ فَدَعَا لَهُ فَمَا زَالَ بَيْنَ يَدَيِ الْاِبِلِ قُدَّامَهَا يَسِيْرُ فَقَالَ لِيْ كَيْفَ تَرٰى بَعِيْرَكَ قُلْتُ بِخَيْرٍ قَدْ اَصَابَتْهُ بَرَكَتُكَ قَالَ اَفَتَبِيْعُنِيْهِ بِوُقِيَّةٍ فَبِعْتُهُ عَلٰى اَنَّ لِيْ فَقَارَ ظَهْرِهٖ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ غَدَوْتُ عَلَيْهِ بِالْبَعِيْرِ فَاَعْطَانِيْ ثَمَنَهٗ وَرَدَّهٗ عَلَيَّ۔ (متفق علیہ)

أخرجه البخاري في صحيحه ٤/٢٢٠ حديث رقم ٢٠٩٧ وأخرجه مسلم في صحيحه ١٢٢١/٣ حديث رقم (٧١٥-١١٠)

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ میں ایک غزوہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اور میں ایک پانی کھینچنے والے اونٹ پر سوار تھا جو کہ تھکا ہوا تھا اور چل نہیں سکتا تھا پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے آملے اور فرمایا تمہارے اونٹ کو کیا ہو گیا؟ میں نے عرض کیا کہ یہ تھک گیا ہے پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے جا کر اس کو ہانکا اور اس کے لئے دعا کی اس کے بعد وہ ہمیشہ دوسرے اونٹوں سے آگے رہتا تھا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا اب تیرا اونٹ کیسا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اب خوب چلتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چالیس درہم کے بدلے کیا اس کو بیچو گے؟ میں نے اس کو اس شرط کے ساتھ بیچا کہ مدینے تک میں اس پر سوار ہوں گا پس جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پہنچ گئے تو میں صبح کو اونٹ لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی قیمت بھی دی اور وہ اونٹ بھی واپس کر دیا (متفق علیہ)

تشریح ۞ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میرا اونٹ تھکا ہوا تھا اور اور باقی اونٹوں کی بنسبت بہت آہستہ چل رہا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے قریب آکر وجہ دریافت فرمائی تو میں نے عرض کیا کہ یہ تھکا ہوا ہے اس لئے آہستہ چل رہا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ہانکا اور دعا فرمائی تو ایسا چست اور تیز رفتار ہو گیا کہ سب اونٹوں سے آگے چلنے لگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد میں دریافت فرمایا کہ اب تمہارا اونٹ کیسا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ آپ کی دعا کی برکت سے ٹھیک ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا چالیس درہم کے بدلے اس کو بیچو گے تو میں نے اس شرط کے ساتھ یہ اونٹ آپ کو فروخت کر دیا کہ مدینہ تک میں اس پر سواری کروں گا۔

یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ یہ تو بیع فاسد ہے کیونکہ اس میں حضرت جابرؓ نے اپنے لئے یہ شرط لگائی ہے کہ مدینہ تک میں اس پر سواری کروں گا اور عقد میں ایسی شرط لگانا کہ جس میں بائع یا مشتری کا فائدہ ہو شرط فاسد ہے جس کی وجہ سے عقد فاسد ہو جاتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: نهى رسول الله ﷺ عن بيع و شرط۔

اس شبہ کے بھی مختلف جواب دیئے گئے ہیں مثلاً یہ حدیث منسوخ ہے اور ناسخ اوپر ذکر کردہ حدیث ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ مفسد عقد وہ شرط ہوتی ہے جو عقد کرتے وقت لگائی جائے اگر عقد کے بعد یا پہلے شرط لگائی جائے تو اس کی وجہ سے عقد فاسد نہیں ہوتا یہاں حضرت جابرؓ نے یہ شرط عقد میں نہیں لگائی تھی اس لئے اس کی وجہ سے عقد فاسد نہیں ہوگا۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ حضور ﷺ کا مقصد اونٹ خریدنا نہیں تھا بلکہ حضرت جابرؓ کو نوازنا مقصود تھا چونکہ اصل مقصود بیع تھی ہی نہیں اس لئے اس شرط کی وجہ سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

غزوہ تبوک کے سفر میں حضور ﷺ کے تین معجزے

۵۷۵۸/۴۶ وَعَنْ اَبِیْ حُمَیْدٍ السَّاعِدِیِّ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ تَبُوْكَ فَاَتَيْنَا وَادِیَ الْقُرٰی عَلٰی حَدِیْقَةٍ لِامْرَاَةٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اخْرُصُوْهَا فَخَرَصْنَاهَا وَخَرَصَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشَرَةَ اَوْسُقٍ وَقَالَ اَحْصِيْهَا حَتّٰی نَرْجِعَ اِلَيْكِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَانْطَلَقْنَا حَتّٰی قَدِمْنَا تَبُوْكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَتَهُبُّ عَلَيْكُمُ اللَّيْلَةَ رِيْحٌ شَدِيْدَةٌ فَلَا يَقُمْ فِيْهَا اَحَدٌ فَمَنْ كَانَ لَهٗ بَعِيْرٌ فَلْيَشُدَّ عِقَالَهٗ فَهَبَّتْ رِيْحٌ شَدِيْدَةٌ فَقَامَ رَجُلٌ فَحَمَلَتْهُ الرِّيْحُ حَتّٰی اَلْقَتْهُ بِجَبَلَیْ طَیِّءٍ ثُمَّ اَقْبَلْنَا حَتّٰی قَدِمْنَا وَادِیَ الْقُرٰی فَسَاَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَرْاَةَ عَنْ حَدِیْقَتِهَا كَمْ بَلَغَ ثَمَرُهَا فَقَالَتْ عَشَرَةَ اَوْسُقٍ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاری فی ۳۴۳/۳ حدیث رقم ۱۴۸۱ ومسلم فی صحیحه ۱۷۸۵/٤ حدیث رقم (۱۱-۱۳۹۲)
واخرجه احمد فی المسند ٤۲٤/۵۔

ترجمہ: حضرت ابوحمید ساعدیؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ غزوہ تبوک کے لئے روانہ ہوئے پس جب ہم وادی القریٰ (ایک بستی کا نام ہے) میں ایک عورت کے باغ میں پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ (اس کے پھلوں کا) اندازہ لگاؤ اور حضور ﷺ نے اس کا اندازہ دس وسق لگایا اور اس عورت سے فرمایا کہ اس کا (حقیقی وزن) یاد رکھنا یہاں تک کہ ہم ان شاء اللہ واپس لوٹ آئیں گے۔ ہم چلے یہاں تک کہ ہم تبوک میں پہنچ گئے حضور ﷺ نے فرمایا رات کو سخت آندھی چلے گی پس کوئی آدمی اس میں کھڑا نہ ہو اور جس کے پاس اونٹ ہے وہ اس کی رسی کو باندھ دے پس تیز آندھی چلی ایک آدمی کھڑا ہوا تو ہوا نے اس کو اٹھا کر قبیلہ طے کے دو پہاڑوں کے درمیان ڈال دیا۔ پھر ہم واپس آئے یہاں تک کہ جب وادی القریٰ میں پہنچے تو آپ ﷺ نے عورت سے اس کے باغ کے بارے میں پوچھا کہ اس کا پھل کتنا ہوا تو اس نے کہا دس وسق (متفق علیہ)

تشریح ۞ ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اور ایک صاع کی مقدار تقریباً ساڑھے تین سیر ہے اور آج کل کے حساب سے ایک صاع تقریباً تین کلو ایک سو چورا سی گرام کا ہوتا ہے اس طرح ایک وسق کا وزن تقریباً ایک سو اکیانوے کلوگرام بنتا ہے اور دس وسق کا وزن ایک ہزار نو سو دس کلوگرام بنتا ہے۔

طے ایک مشہور قبیلے کے سردار کا نام تھا جو کہ یمن میں آباد تھا اسی سردار کے نام پر قبیلے کا نام طے رکھ دیا گیا اور مشہور سخی حاتم طائی بھی اسی قبیلے سے تعلق رکھتا تھا۔ اس حدیث میں حضور ﷺ کے تین معجزے بیان کیے گئے ہیں۔

نمبر۱: درختوں پر لگے ہوئے پھلوں کا آپ ﷺ نے وزن بالکل درست بتایا۔

نمبر۲: رات کو آندھی آنے کی اطلاع دی جبکہ اس وقت آندھی کے کوئی آثار نہیں تھے۔

نمبر۳: جس شخص نے آپ ﷺ کی ہدایت پر عمل نہیں کیا ہوا نے اس کو اٹھا کر دور پھینک دیا۔

۵۷۵۹/۲۷ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكُمْ سَتَفْتَحُوْنَ مِصْرَوَهِیَ اَرْضٌ يُسَمّٰی فِيْهَا الْقِيْرَاطُ فَاِذَا فَتَحْتُمُوْهَا فَاَحْسِنُوْا اِلٰی اَهْلِهَا فَاِنَّ لَهَا ذِمَّةً وَرَحِمًا اَوْ قَالَ ذِمَّةً وَصِهْرًا فَاِذَا رَاَيْتُمْ رَجُلَيْنِ يَخْتَصِمَانِ فِیْ مَوْضِعِ لَبِنَةٍ فَاخْرُجْ مِنْهَا قَالَ فَرَاَيْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ شُرَحْبِيْلَ بْنِ حَسَنَةَ وَاَخَاهُ رَبِيْعَةَ يَخْتَصِمَانِ فِیْ مَوْضِعِ لَبِنَةٍ فَخَرَجْتُ مِنْهَا۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحيحه ۱۹۷۰/۴ حديث رقم (۲۲۷-۲۵۴۳) و احمد فی المسند ۱۷۴/۵

ترجمہ: حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عنقریب تم ضرور مصر فتح کرو گے یہ ایسی زمین ہے جہاں قیراط بولا جاتا ہے پس جب تم اس کو فتح کر لو تو اس کے لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اس لئے کہ ان کے لئے امان اور قرابت ہے یا یہ فرمایا کہ ان کے لئے امان اور سسرالی رشتہ ہے پھر جب تم دیکھو دو آدمیوں کو کہ وہ ایک اینٹ کی جگہ کے بارے میں جھگڑا کر رہے ہیں تو تم وہاں سے نکل آنا حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عبدالرحمان بن شرحبیل بن حسنہ اور ان کے بھائی ربیعہ کو ایک اینٹ کی جگہ کے بارے میں جھگڑا کرتے دیکھا پس میں وہاں سے نکل آیا۔ (مسلم)

تشریح: قیراط کا وزن پانچ جو کے برابر ہوتا ہے مصر میں اس وقت قیراط سکہ رائج الوقت تھا حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہاں قیراط بولا جاتا ہے ایک تو آپ ﷺ نے مصر کے سکے کا تعارف کرایا دوسرے آپ ﷺ نے مصریوں کی خست طبع کی طرف اشارہ فرمایا کہ ان کی زبان پر قیراط کا لفظ رہتا ہے اس سے یہ شبہ بھی دور ہو گیا کہ قیراط تو مصر کے علاوہ اور علاقوں میں بھی چلتا تھا مصر کے ساتھ تو خاص نہیں تھا اس کا جواب یہ ہے کہ قیراط کا ذکر آپ ﷺ نے ان کی خست طبع بیان کرنے کے لئے کیا ہے اس لئے کہ مصر میں قبطی کافر تھے جن کی فطرت میں خست اور دناءت تھی۔

قیراط کا وزن مختلف علاقوں میں مختلف تھا چنانچہ مکہ اور اس کے علاقوں میں قیراط ایک دینار کے چوبیسویں حصے کے برابر ہوتا تھا اور عراق میں ایک قیراط دینار کے بیسویں حصے کے برابر ہوتا تھا۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب تم مصر فتح کر لو تو وہاں کے لوگوں کے ساتھ ان کی خست طبع کے باوجود اچھا سلوک کرنا پھر اچھا سلوک کرنے کی دو وجہیں ارشاد فرمائیں پہلی یہ کہ ان کے ساتھ قرابت ہے وہ اس طرح کہ آپ ﷺ کے صاحب زادے حضرت ابراہیم حضرت ماریہ کے بطن سے تھے اور حضرت ماریہ قبطی اور مصر کی رہنے والی تھیں اور دوسری وجہ یہ ارشاد فرمائی کہ ان کے ساتھ سسرالی رشتہ ہے وہ اس طرح کہ حضورؐ کے جد امجد حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ حضرت ہاجرہ مصری النسل تھیں۔

فَإِنَّ لَهَا ذِمَّةً وَرَحِمًا أَوْ قَالَ ذِمَّةً وَصِهْرًا کے الفاظ ارشاد فرمائے تھے اگر ذِمَّةً وَصِهْرًا کے الفاظ کو ملحوظ رکھا جائے تو ذِمَّةً کا تعلق حضرت ہاجرہ سے ہوگا اور صِهْرًا کا تعلق حضرت ماریہ سے ہوگا۔

فَإِذَا رَأَيْتُمْ ...... یعنی جب تم دیکھو کہ دو آدمی ایک اینٹ کی جگہ پر جھگڑ رہے ہیں تو تم وہاں نہ رہو چنانچہ جب حضرت ابو ذرؓ نے یہ صورتحال وہاں دیکھی تو آپ مصر سے نکل آئے درحقیقت آنحضرت ﷺ کو بذریعہ وحی اس بات کا علم ہوگیا تھا کہ مصریوں کا اس حد تک خست طبع کا مظاہرہ کرنا کہ ایک اینٹ جگہ پر بھی جھگڑ پڑیں گے یہ علامت ہوگی کہ اس کے پیچھے فتنوں کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو جائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ مصریوں نے حضرت عثمان کے خلاف بغاوت کی۔ مدینہ پر چڑھائی کر کے حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا اسی طرح جب حضرت علیؓ نے اپنی خلافت میں حضرت محمد بن ابی بکر کو مصر کا حاکم مقرر کیا تو انہوں نے ان کو بھی شہید کر دیا۔

روایت میں حضور ﷺ نے پہلے رأیتم یعنی جمع کا صیغہ استعمال فرمایا پھر فاخرج واحد کا صیغہ استعمال فرمایا حالانکہ بظاہر مقام کا تقاضا یہ ہے کہ یہاں بھی جمع کا صیغہ آنا چاہئے تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ خطاب خاص صرف حضرت ابو ذرؓ ہی کو ہے کمال محبت و شفقت کی بنیاد پر یا یہ کہا جا سکتا ہے یہ خطاب عمومی ہے یعنی اس کا مخاطب ہر ایک شخص ہے گویا یہ کل واحد کی تاویل میں ہے۔

حضور ﷺ کا منافقین کے انجام بد کی اطلاع دینا

۵۷۶۰/۲۸ وَعَنْ حُذَيْفَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي أَصْحَابِي وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ فِي أُمَّتِي اثْنَا عَشَرَ مُنَافِقًا لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يَجِدُونَ رِيْحَهَا حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ ثَمَانِيَةٌ مِنْهُمْ تَكْفِيهِمُ الدُّبَيْلَةُ سِرَاجٌ مِنْ نَارٍ يَظْهَرُ فِي أَكْتَافِهِمْ حَتّٰى تَنْجُمَ فِي صُدُوْرِهِمْ (رواه مسلم) وَسَنَذْكُرُ حَدِيْثَ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ لَأُعْطِيَنَّ هٰذِهِ الرَّايَةَ غَدًا فِي مَنَاقِبِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَحَدِيْثَ جَابِرٍ مَنْ يَّصْعَدُ الثَّنِيَّةَ فِي جَامِعِ الْمَنَاقِبِ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى۔

أخرجه مسلم في صحيحه ٢١٤٣/٤ حديث رقم (١٠-٢٧٧٩) و احمد في المسند ٣٢٠/٤۔

ترجمہ: حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے وہ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے صحابہ میں اور ایک روایت میں ہے کہ میری امت میں بارہ منافق ہوں گے جو جنت میں داخل نہ ہوں گے اور نہ اس کی خوشبو سونگھیں گے یہاں تک اونٹ سوئی کے سوراخ میں داخل ہو جائے ان میں سے آٹھ کو تو دبیلہ کافی ہو جائے گا دبیلہ آگ کا ایک شعلہ ہوگا جو ان کے کندھوں میں پیدا ہوگا اور سینوں تک پہنچ جائے گا۔ (مسلم) عنقریب ہم حضرت سہل بن سعد کی حدیث لَأُعْطِيَنَّ هٰذِهِ الرَّايَةَ...... مناقب علی میں ذکر کریں گے اور حضرت جابرؓ کی حدیث مَنْ يَّصْعَدُ الثَّنِيَّةَ ...... کو جامع المناقب میں بیان کریں گے ان شاء اللہ۔

تشریح ۞ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ ...... جس طرح اونٹ کا سوئی کے ناکے میں سے گزرنا محال ہے اسی طرح ان بارہ

منافقوں کا جنت میں داخل ہونا یا اس کی خوشبو سونگھنا بھی محال ہے۔

فِیْ اَصْحَابِیْ وَفِیْ رِوَایَةٍ قَالَ فِیْ اُمَّتِیْ: میری امت میں بارہ منافق ہوں گے امت سے امت دعوت مراد ہے یعنی انسانیت عامہ جو آپ ﷺ کی دعوت اسلام کی مخاطب ہے اور جن کو اسلام کی طرف بلانے کے لئے آپ ﷺ کو مبعوث کیا گیا لہٰذا امت کے لفظ میں منافق بھی داخل ہیں کیونکہ وہ بھی آپ ﷺ کی دعوت اسلام کے مخاطب ہیں۔

فِیْ اَصْحَابِیْ کے لفظ میں تاویل کی جائے گی کہ آپ ﷺ نے منافقین کو بھی صحابہ کہا ہے یہ محض ان کی ظاہری حالت کی وجہ سے ہے کیونکہ وہ ظاہری طور پر صحابہ کے ساتھ رہتے تھے اگرچہ دل میں نفاق تھا اس لئے ان کو مجازاً اصحابہ کہہ دیا چونکہ یہ ظاہری لحاظ سے مسلمان ہی شمار ہوتے تھے اس بناء پر یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ امت سے مراد امت اجابت ہے حضور ﷺ نے اپنے بعض بعض صحابہ کو منافقین کے نام بھی بتلائے تھے تاکہ وہ ان کے شر سے محفوظ رہیں انہیں میں حضرت حذیفہ بھی ہیں۔

حضرت حذیفہ کی ایک روایت میں ہے کہ وہ منافق چودہ تھے لیکن پھر دو نے توبہ کر لی اور باقی بارہ نفاق ہی پر مرے اس طرح آنحضرت ﷺ کی خبر سچی ثابت ہوئی۔

دبیلہ دبل کی تصغیر ہے اس کا معنی ہے وہ پھوڑا جو انسان کے پیٹ میں پیدا ہوتا ہے اور اکثر اس کی وجہ سے انسان ہلاک ہو جاتا ہے اور قاموس میں دبیل بمعنی طاعون ہے اور حادثے اور سختی کے معنی میں بھی آتا ہے۔

سِرَاجٌ مِّنْ نَّارٍ ...... دبیلہ کی یہ تفسیر بظاہر حضرت حذیفہ کی ہے نہ کہ حضور ﷺ سے منقول ہے نیز دوسری روایت میں آتا ہے کہ حضرت حذیفہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھے ان منافقین کے نام بتلا دیئے تھے اور یہ بھی بتلایا تھا کہ وہ کس طرح مریں گے۔ چنانچہ وہ اسی طرح مرے جس طرح حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا۔

الفصل الثانی:

بحیرہ راہب کا آنحضرت ﷺ کو پہچان لینا

۵۷۶۱/۳۹ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ خَرَجَ اَبُوْ طَالِبٍ اِلَی الشَّامِ وَخَرَجَ مَعَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ اَشْیَاخٍ مِّنْ قُرَیْشٍ فَلَمَّا اَشْرَفُوْا عَلَی الرَّاهِبِ هَبَطُوْا فَحَلُّوْا رِحَالَهُمْ فَخَرَجَ اِلَیْهِمُ الرَّاهِبُ وَكَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ یَمُرُّوْنَ بِهٖ فَلَا یَخْرُجُ اِلَیْهِمْ قَالَ فَهُمْ یَحُلُّوْنَ رِحَالَهُمْ فَجَعَلَ یَتَخَلَّلُهُمُ الرَّاهِبُ حَتّٰی جَآءَ فَاَخَذَ بِیَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هٰذَا سَیِّدُ الْعٰلَمِیْنَ هٰذَا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ یَبْعَثُهُ اللّٰهُ رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ فَقَالَ لَهٗ اَشْیَاخٌ مِّنْ قُرَیْشٍ مَا عِلْمُكَ فَقَالَ اِنَّكُمْ حِیْنَ اَشْرَفْتُمْ مِنَ الْعَقَبَةِ لَمْ یَبْقَ شَجَرٌ وَلَا حَجَرٌ اِلَّا خَرَّسَاجِدًا وَلَا یَسْجُدَانِ اِلَّا لِنَبِیٍّ وَاِنِّیْ اَعْرِفُهٗ بِخَاتَمِ النُّبُوَّةِ اَسْفَلَ مِنْ غُضْرُوْفِ كَتِفِهٖ مِثْلَ التُّفَّاحَةِ ثُمَّ رَجَعَ فَصَنَعَ لَهُمْ طَعَامًا فَلَمَّا اَتَاهُمْ بِهٖ وَكَانَ هُوَ فِیْ رِعْیَةِ الْاِبِلِ فَقَالَ اَرْسِلُوْا اِلَیْهِ فَاَقْبَلَ وَعَلَیْهِ غَمَامَةٌ تُظِلُّهٗ فَلَمَّا دَنَا مِنَ الْقَوْمِ وَجَدَهُمْ قَدْ سَبَقُوْهُ اِلٰی فَیْءِ شَجَرَةٍ فَلَمَّا جَلَسَ

مَالَ فَیْءُ الشَّجَرَةِ عَلَيْهِ فَقَالَ انْظُرُوْا إِلَى فَيْءِ الشَّجَرَةِ مَالَ عَلَيْهِ فَقَالَ أَنْشُدُكُمُ اللّٰهَ أَيُّكُمْ وَلِيُّهُ قَالُوْا أَبُوْ طَالِبٍ فَلَمْ يَزَلْ يُنَاشِدُهُ حَتّٰى رَدَّهُ أَبُوْ طَالِبٍ وَبَعَثَ مَعَهُ أَبُوْ بَكْرٍ بِلَالًا وَزَوَّدَهُ الرَّاهِبُ مِنَ الْكَعْكِ وَالزَّيْتِ۔ (رواہ الترمذی)

أخرجه الترمذي في السنن ۵/ ۵۵ حديث رقم ۳۶۲۰۔

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ ابوطالب ایک بار قریش کے چند سرداروں کے ساتھ شام کی طرف نکلے اور حضور ﷺ بھی آپ کے ساتھ تھے پس جب وہ راہب کے پاس اترے اور اپنے کجاوے کھولے تو وہ راہب ان کی طرف نکلا حالانکہ وہ اس سے پہلے بھی اس راہب کے پاس سے گزرتے تھے لیکن وہ کبھی ان کے لئے باہر نہیں نکلا راوی کہتے ہیں کہ پس جب وہ اپنے کجاوے اتار رہے تھے تو وہ راہب ان کے درمیان کسی کو تلاش کرنے لگا یہاں تک کہ وہ آیا اور اس نے آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا یہ سید العالمین (یعنی تمام جہانوں کے سردار) ہیں یہ رب العالمین کے رسول ہیں ان کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے اس کو قریش کے سرداروں نے کہا آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ اس نے کہا کہ بے شک جب تم گھاٹی سے اتر رہے تھے تو کوئی درخت اور پتھر ایسا نہ تھا جو ان کو سجدہ نہ کر رہا ہو۔ اور یہ شجر و حجر صرف نبی کو سجدہ کرتے ہیں اور میں نے ان کو مہر نبوت کے ذریعے پہچانا ہے جو ان کے کندھوں کی ہڈیوں کے نیچے سیب کی طرح ہے پھر وہ واپس گیا اور ان کے لئے کھانا تیار کروایا پس جب وہ ان کے پاس کھانا لے کر آیا تو آپ ﷺ اس وقت اونٹوں کو چرانے کے لئے تشریف لے گئے تھے اس راہب نے کہا کہ ان کو بلالو۔ آپ ﷺ تشریف لائے آپ ﷺ پر ایک بادل نے سایہ کیا ہوا تھا پس جب لوگوں کے قریب پہنچے تو ان کو پایا کہ وہ درخت کے سایے میں پہلے قبضہ کر چکے ہیں پس جب آپ ﷺ بیٹھے تو درخت آپ کی طرف جھک گیا اس راہب نے کہا کہ دیکھو درخت کا سایہ آپ ﷺ کی طرف جھک گیا ہے پھر اس نے کہا میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ اس کا سرپرست کون ہے؟ انہوں نے کہا ابوطالب۔ پس وہ راہب ابوطالب کو قسمیں دیتا رہا کہ ان کو واپس مکہ بھیج دو یہاں تک کہ ابوطالب نے آپ ﷺ کو واپس بھیج دیا اور حضرت ابوبکرؓ نے آپ ﷺ کے ساتھ حضرت بلالؓ کو بھیجا اور اس راہب نے روٹی اور زیتون کا تیل زادِ راہ کے لئے دیا (ترمذی)

تشریح ☼ آپ ﷺ کا سن مبارک جب بارہ سال کو پہنچ گیا تھا کہ ابوطالب نے قریش کے قافلہ تجارت کے ساتھ شام کا ارادہ کیا مصائب سفر کے خیال سے ابوطالب کا ارادہ آپ ﷺ کو ہمراہ لے جانے کا نہ تھا لیکن عین روانگی کے وقت آپ ﷺ کے چہرے پر حزن و ملال کے آثار دیکھے اس لئے آپ ﷺ کو اپنے ہمراہ لے لیا اور روانہ ہوئے جب بصریٰ شہر کے قریب پہنچے تو وہاں ایک نصرانی راہب رہتا تھا جس کا نام جرجیس تھا اور بحیرا راہب کے نام سے مشہور تھا اور نبی آخر الزمان کی جو علامتیں آسمانی کتابوں میں مذکور تھیں ان سے بخوبی واقف تھا چنانچہ مکہ کا یہ قافلہ جب بحیرا راہب کے صومعہ کے پاس جا کر اترا تو اس نے حضور ﷺ کی صورت مبارک دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہ وہی نبی ہیں کہ جن کی کتب سابقہ میں خبر دی گئی ہے اور آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑ لیا۔

اور اس روایت میں یہ واقعہ اس طرح ہے کہ یہ قافلہ جب ملک شام پہنچا تو جس جگہ جا کر اترا وہیں یہ راہب رہتا تھا اس سے پہلے بھی بارہا اس راہب پر گزر ہوتا تھا مگر وہ کبھی ان کی طرف التفات نہیں کرتا تھا اس مرتبہ قریش کا کاروانِ تجارت جب

وہاں جا کر اترا تو راہب خلاف معمول اپنے عبادت خانے سے نکل کر ان میں آیا اور متجسسانہ نظروں سے ایک ایک کو دیکھنے لگا یہاں تک کہ حضور ﷺ کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا: هٰذَا سَيِّدُ الْعٰلَمِيْنَ ...... سرداران قریش نے اس راہب سے پوچھا کہ تمہیں کیسے معلوم ہوا؟ راہب نے کہا جس وقت آپ سب گھاٹی سے نکلے تو کوئی شجر وحجر ایسا باقی نہ رہا جس نے ان کو سجدہ نہ کیا ہو اور یہ شجر وحجر صرف نبی ہی کو سجدہ کرتے ہیں الی آخر القصہ۔ آخر میں اس راہب نے حضرت ابوطالب کو قسمیں دے کر کہا کہ ان کو واپس بھیج دو اس لئے کہ رومی اگر ان کو دیکھ لیں گے تو آپ ﷺ کی صفات اور علامات سے آپ ﷺ کو پہچان کر قتل کر ڈالیں گے۔ اثناء کلام میں اچانک جو راہب کی نظر پڑی تو دیکھا کہ روم کے سات آدمی کسی کی تلاش میں اس طرف آ رہے ہیں راہب نے پوچھا تم کس لئے نکلے ہو؟ رومیوں نے کہا کہ ہم اس نبی کی تلاش میں نکلے ہیں جس کی تورات وانجیل میں بشارت مذکور ہے کہ وہ اس مہینہ میں سفر کے لئے نکلنے والا ہے ہر طرف ہم نے اپنے آدمی بھیجے ہیں راہب نے کہا اچھا یہ تو بتاؤ کہ جس شے کا خداوند ذوالجلال نے ارادہ فرمالیا کیا اس کو کوئی روک سکتا ہے؟ رومیوں نے کہا نہیں۔ اس کے بعد رومیوں نے بحیرا راہب سے عہد کیا کہ ہم اب اس نبی کے درپے نہ ہوں گے۔

فَلَمَّا جَلَسَ مَالَ فِي الشَّجَرَةِ: حضور اکرم ﷺ جب درخت کے نیچے تشریف فرما ہوئے تو درخت کا سایہ آپ ﷺ کی طرف مائل ہو گیا جب آپ ﷺ راستے میں تشریف لا رہے تھے اس وقت بادل نے آپ ﷺ پر سایہ کیا ہوا تھا جب درخت کے نیچے آئے تو درخت نے آپ ﷺ پر سایہ کیا درخت کا سایہ کرنا یا اس وجہ سے تھا کہ بادل کا سایہ آپ ﷺ پر نہیں رہا تھا اس لئے درخت نے سایہ کر دیا یا بادل کا سایہ بھی آپ ﷺ پر تھا اس کے باوجود درخت کا آپ ﷺ پر سایہ کرنا آپ کی امتیازی شان اجاگر کرنے اور آپ ﷺ کے اعزاز کو ظاہر کرنے کے لئے تھا بہرحال یہ آپ ﷺ کا معجزہ تھا کہ درخت نے آپ پر سایہ کیا لیکن علماء فرماتے ہیں کہ یہ صورت ہمیشہ نہیں رہتی تھی بلکہ اس کا ظہور ضرورت کے وقت ہی ہوتا تھا۔

فَقَالَ انْظُرُوْا: راہب نے لوگوں سے کہا کہ دیکھو درخت نے ان پر سایہ کیا ہے اور اصل میں راہب کا مطلب تھا کہ ان معجزات کو دل کی آنکھوں سے دیکھو لیکن جن کے دلوں پر قفل پڑے ہوں ان کے لئے بڑی سے بڑی علامت کی بھی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ ان چیزوں سے عبرت وہی شخص حاصل کر سکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت حاصل ہو۔

وَزَوَّدَهُ الرَّاهِبُ مِنَ الْكَعْكِ: كَعْكِ سوئی روٹی کو کہا جاتا ہے اور بعض حضرات نے کہا کہ کعک اس روٹی کو کہا جاتا ہے جو آٹے، دودھ اور شکر کو ملا کر بنائی گئی ہو۔

امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے۔ حاکم فرماتے ہیں کہ یہ روایت بخاری ومسلم کی شرط پر ہے۔ امام بیہقی فرماتے ہیں کہ یہ قصہ اہل مغازی کے نزدیک مشہور ہے شیخ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ اس قصہ کے متعدد شواہد ہیں جو اس کی صحت کا حکم کرتے ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی الاصابہ میں فرماتے ہیں کہ اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں اور صحیح بخاری کے راوی ہیں۔

اس روایت میں صرف ابوبکرؓ اور بلالؓ کو ساتھ بھیجنے کا ذکر بعض رواۃ کی غلطی سے درج ہو گیا ہے اس لئے کہ خود حضور ﷺ کی عمر اس وقت بارہ سال تھی اور حضرت ابوبکر حضور ﷺ سے دو یا اڑھائی سال چھوٹے تھے حضرت بلالؓ تو شاید اس وقت پیدا بھی نہ ہوئے ہوں لہٰذا یہ کہا جائے گا کہ صرف حضرت ابوبکر اور حضرت بلال کو ساتھ بھیجنے کا ذکر اس روایت میں مدرج ہے اور ایک کلمہ

کے مدرج ہو جانے سے تمام روایت کو ضعیف نہیں کہا جا سکتا۔

بظاہر اس غلطی کا منشاء ایک دوسری روایت معلوم ہوتی ہے وہ یہ کہ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیس سال کی عمر میں شام کا ایک سفر فرمایا اس سفر میں حضرت ابوبکرؓ ساتھ تھے ان کی عمر اس وقت اٹھارہ سال تھی اس سفر میں بھی بحیرا راہب سے ملاقات ہوئی راوی کو اسی روایت سے اشتباہ ہوا اور دونوں قصوں کے متقارب ہونے کی وجہ سے غلطی سے ابوبکرؓ کا ذکر کر دیا۔

شجر و حجر کا آپ ﷺ کو سلام پیش کرنا

۵۷۶۲/۵۰ وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ فَخَرَجْنَا فِيْ بَعْضِ نَوَاحِيْهَا فَمَا اسْتَقْبَلَهُ جَبَلٌ وَلَا شَجَرٌ اِلَّا وَهُوَ يَقُوْلُ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔

(رواه الترمذی والدارمی)

أخرجه الترمذي في السنن ۵۵۳/۵ حديث رقم ۳۶۲۶ والدارمي في السنن ۲۵/۱ حديث رقم ۲۱۔

ترجمہ: حضرت علی بن ابی طالبؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ مکہ میں تھا جب ہم آپ ﷺ کے ساتھ مکہ کے گرد و نواح میں گئے تو جو پہاڑ یا درخت سامنے آتا وہ یہ کہتا السلام علیک یا رسول اللہ ﷺ۔ (ترمذی، دارمی)

تشریح: حضور اکرم ﷺ جس پہاڑ یا درخت کے پاس سے گزرتے تو وہ آپ ﷺ کو سلام پیش کرتا اور حضرت علیؓ خود یہ آواز سنتے تو اس طرح اس حدیث میں معجزہ اور کرامت دونوں کا بیان ہے یعنی شجر و حجر کا آپ ﷺ کو سلام کرنا آپ ﷺ کا معجزہ ہے اور حضرت علیؓ کا اس سلام کو سننا حضرت علیؓ کی کرامت ہے البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے خود حضرت علیؓ کو اس کی خبر دی ہو۔

واقعہ معراج میں براق کے متعلق حضور ﷺ کا معجزہ

۵۷۶۳/۵۱ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُتِيَ بِالْبُرَاقِ لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِهٖ مُلْجَمًا مُسْرَجًا فَاسْتَصْعَبَ عَلَيْهِ فَقَالَ لَهٗ جِبْرَئِيْلُ اَبِمُحَمَّدٍ تَفْعَلُ هٰذَا فَمَا رَكِبَكَ اَحَدٌ اَكْرَمُ عَلَى اللّٰهِ مِنْهُ قَالَ فَارْفَضَّ عَرَقًا۔ (رواه الترمذی وقال هذا حديث غريب)

أخرجه الترمذي في السنن ۲۸۱/۵ حديث رقم ۳۱۳۱ و احمد في المسند ۱۶۴/۳۔

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کے پاس براق لایا گیا جس رات آپ کو معراج کرائی گئی جس کی زین کسی ہوئی تھی اور لگام چڑھی ہوئی تھی (جب اس پر سوار ہونے لگے تو وہ شوخیاں کرنے لگا) پس اس پر چڑھنا دشوار ہو گیا حضرت جبرائیل نے کہا کہ کیا تو محمد ﷺ کے ساتھ شوخیاں کرتا ہے۔ تجھ پر آج تک ان سے بہتر شخص خدا کی نظر میں کوئی سوار نہیں ہوا۔ راوی کا بیان ہے کہ یہ سن کر براق پسینہ پسینہ ہو گیا۔ روایت کیا اس کو ترمذیؒ نے اور فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح: شب معراج میں سواری کے لئے آپ ﷺ کے پاس براق لایا گیا براق ایک بہشتی جانور کا نام ہے جو خچر سے کچھ چھوٹا اور حمار سے کچھ بڑا سفید رنگ برق رفتار تھا جس کا ایک قدم منتہائے بصر پر پڑتا تھا حضور ﷺ جب اس پر سوار ہونے

لگے تو وہ شوخی کرنے لگا براق کا شوخی کرنا خوشی کی وجہ سے تھا لیکن حضرت جبرائیل سمجھے کہ یہ شوخی کی وجہ سے یہ حرکت کر رہا ہے انہوں نے براق کو مخاطب کر کے فرمایا اے براق! ایسی شوخی ہے؟ تیری پشت پر آج تک حضور ﷺ سے زیادہ کوئی اللہ کا مکرم اور محترم بندہ سوار نہیں ہوا۔ جب براق کو حضرت جبرائیل کے اس گمان کا احساس ہوا تو وہ مارے شرم کے پسینہ پسینہ ہو گیا۔

فَمَا رَكِبَكَ اَحَدٌ ...... روایت کے ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ براق پر حضور ﷺ کے علاوہ دیگر انبیاء بھی سوار ہو چکے تھے جس کی مفصل تحقیق باب المعراج میں گزر چکی ہے۔

شبِ معراج کا ایک اور معجزہ

۵۷۲۴/۵۲ وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا انْتَهَيْنَا اِلٰى بَيْتِ الْمَقْدِسِ قَالَ جِبْرَئِيْلُ بِاِصْبَعِهٖ فَخَرَقَ بِهَا الْحَجَرَ فَشَدَّ بِهِ الْبُرَاقَ۔ (رواہ الترمذی)

أخرجه احمد في المسند ۳/ ۱٦٤۔

ترجمہ: حضرت بریدہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ (شب معراج میں) جب ہم بیت المقدس پہنچے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے انگلی کے اشارے سے پتھر میں سوراخ کیا اور اس کے ساتھ براق کو باندھ دیا۔ (ترمذی)

تشریح ۞ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے براق کو اس حلقہ سے باندھ دیا کہ جس سے انبیاء کرام اپنی سواریوں کو باندھتے تھے۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ براق کو نبی کریم ﷺ نے باندھا تھا اور اس روایت میں ہے کہ جبرائیل امین نے ایک پتھر میں انگلی سے سوراخ کر کے اسی سے براق کو باندھ دیا عجب نہیں کہ براق باندھنے میں دونوں حضرات شریک ہوں بعض حضرات نے یہ جواب دیا ہے کہ حضرت انسؓ کی روایت میں یہ ذکر ہے کہ آپ ﷺ نے اس حلقہ کے ساتھ براق کو باندھ دیا لیکن وہ سوراخ مرور زمانہ کی وجہ سے بند ہو گیا تھا حضرت جبرائیل امین نے اس کو انگلی سے کھول دیا اور اس کا ذکر حضرت بریدہ کی روایت میں ہے یعنی سوراخ حضرت جبرائیل نے کھولا تھا اور اس کے ساتھ براق کو حضور ﷺ نے باندھا تھا اس لئے ان میں کوئی تضاد نہیں۔

ایک لڑکے کا شیطانی اثرات سے نجات پانے کا عجیب معجزہ

۵۷۲۵/۵۳ وَعَنْ يَعْلَى بْنِ مُرَّةَ الثَّقَفِيِّ قَالَ ثَلٰثَةُ اَشْيَاءَ رَاَيْتُهَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَا نَحْنُ نَسِيْرُ مَعَهٗ اِذْ مَرَرْنَا بِبَعِيْرٍ يُسْنٰى عَلَيْهِ فَلَمَّا رَاٰهُ الْبَعِيْرُ جَرْجَرَ فَوَضَعَ جِرَانَهٗ فَوَقَفَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَيْنَ صَاحِبُ هٰذَا الْبَعِيْرِ فَجَاءَهٗ فَقَالَ بِعْنِيْهِ فَقَالَ بَلْ نَهَبُهٗ لَكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَاِنَّهٗ لِاَهْلِ بَيْتٍ مَا لَهُمْ مَعِيْشَةٌ غَيْرُهٗ قَالَ اَمَا اِذَا ذَكَرْتَ هٰذَا مِنْ اَمْرِهٖ فَاِنَّهٗ شَكٰى كَثْرَةَ الْعَمَلِ وَقِلَّةَ الْعَلَفِ فَاَحْسِنُوْا اِلَيْهِ ثُمَّ سِرْنَا حَتّٰى نَزَلْنَا مَنْزِلًا فَنَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَتْ

شَجَرَةٌ تَشُقُّ الْاَرْضَ حَتّٰى غَشِيَتْهُ ثُمَّ رَجَعَتْ اِلٰى مَكَانِهَا فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ذَكَرْتُ لَهٗ فَقَالَ هِيَ شَجَرَةٌ اِسْتَاذَنَتْ رَبَّهَا فِيْ اَنْ تُسَلِّمَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَذِنَ لَهَا قَالَ ثُمَّ سِرْنَا فَمَرَرْنَا بِمَآءٍ فَاَتَتْهُ امْرَاَةٌ بِابْنٍ لَهَا بِهٖ جِنَّةٌ فَاَخَذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَنْخِرِهٖ ثُمَّ قَالَ اخْرُجْ فَاِنِّيْ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ سِرْنَا فَلَمَّا رَجَعْنَا مَرَرْنَا بِذٰلِكَ الْمَاءِ فَسَاَلَهَا عَنِ الصَّبِيِّ فَقَالَتْ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا رَاَيْنَا مِنْهُ رَيْبًا بَعْدَكَ ۔

رواه فی شرح السنة

احمد فی المسند ٤ / ١٧٠

ترجمہ: حضرت یعلی بن مرۃ ثقفیؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے تین چیزیں (معجزات) دیکھے وہ اس طرح کہ ہم آپ ﷺ کے ساتھ چلے جا رہے تھے اچانک ہمارا گزر ایک ایسے اونٹ کے پاس سے ہوا جس پر پانی کھینچا جاتا تھا پس جب اس اونٹ نے آپ ﷺ کو دیکھا تو وہ بڑبڑایا اور اپنی گردن (زمین پر) رکھ دی حضور ﷺ اس کے پاس ٹھہر گئے اور فرمایا اس اونٹ کا مالک کہاں ہے؟ وہ آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ اونٹ مجھے بیچ دو اس نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ہم یہ آپ ﷺ کو بطور ہدیہ دیتے ہیں (اگرچہ) یہ ایسے گھر والوں کا ہے جن کا ذریعہ معاش اس کے علاوہ کوئی اور نہیں ہے آپ ﷺ نے فرمایا جب حالت یہ ہے جو تو نے بیان کی (تو میں اسے لینا نہیں چاہتا) اونٹ نے کام کی زیادتی اور چارے کی کمی کی شکایت کی ہے پس تم اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ پھر ہم چل پڑے یہاں تک کہ ہم ایک جگہ اترے پس نبی اکرم ﷺ سو گئے ایک درخت زمین چیرتا ہوا آیا اور آپ ﷺ کو ڈھانپ لیا جب حضور ﷺ بیدار ہوئے تو میں نے حضور ﷺ کے سامنے اس کا تذکرہ کیا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس درخت نے اپنے رب سے اجازت مانگی تھی کہ رسول اللہ ﷺ کو سلام کرے اللہ تعالیٰ نے اس کو اجازت دی تھی (اس لئے یہ زمین پھاڑ کر میرے پاس سلام کرنے آیا تھا) راوی کہتے ہیں کہ ہم پھر چل پڑے پس ہم ایک پانی کے پاس سے گزرے (یعنی ایسی آبادی سے جہاں پانی تھا) ایک عورت آپ ﷺ کی خدمت میں اپنا بیٹا لے کر حاضر ہوئی جس کو جنوں کا اثر تھا حضور ﷺ نے اس لڑکے کی ناک پکڑی پھر فرمایا نکل میں محمد ﷺ اللہ کا رسول ہوں پھر ہم چل پڑے پس جب ہم واپس آئے اور اس پانی کے پاس سے گزرے تو آپ ﷺ نے اس عورت سے بچے کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق دے کر بھیجا؟ آپ ﷺ کے بعد ہم نے اس میں کوئی قابل تشویش بات نہیں دیکھی۔ (شرح السنہ)

۵۷۲۶/۵۴ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّ امْرَاَةً جَاءَتْ بِابْنٍ لَهَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ ابْنِيْ بِهٖ جُنُوْنٌ وَاِنَّهٗ لَيَاْخُذُهٗ عِنْدَ غَدَائِنَا وَعَشَائِنَا فَمَسَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدْرَهٗ وَدَعَا فَثَعَّ ثَعَّةً وَخَرَجَ مِنْ جَوْفِهٖ مِثْلُ الْجَرْوِ الْاَسْوَدِ يَسْعٰى ۔ (رواه الدارمی)

أخرجه الدارمی فی السنن ١ / ٢٤ حديث رقم ١٩ وأخرجه احمد فی المسند ١ / ٢٥٤ ۔

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے وہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک عورت اپنے بیٹے کو حضورؐ کے پاس لے کر آئی اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میرے اس بیٹے کو جنون ہے جس کا دورہ اس کو صبح شام پڑتا ہے۔ رسول اللہؐ نے اس لڑکے کے سینے پر ہاتھ پھیرا اور دعا فرمائی اس لڑکے کو قے ہوئی اور اس کے پیٹ سے کالے پلے جیسی کوئی چیز دوڑتی ہوئی نکلی۔

حضور ﷺ کے حکم پر درخت کا حاضر ہونا اور واپس چلے جانا

۵۵/۵۷۶۷ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ جَآءَ جِبْرَئِيْلُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ جَالِسٌ حَزِيْنٌ قَدْ تَخَضَّبَ بِالدَّمِ مِنْ فِعْلِ اَهْلِ مَكَّةَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ تُحِبُّ اَنْ نُرِيَكَ اٰيَةً قَالَ نَعَمْ فَنَظَرَ اِلٰى شَجَرَةٍ مِنْ وَّرَائِهٖ فَقَالَ اُدْعُ بِهَا فَدَعَا بِهَا فَجَاءَ تْ فَقَامَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ مُرْهَا فَلْتَرْجِعْ فَاَمَرَهَا فَرَجَعَتْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَسْبِيْ حَسْبِيْ ۔ (رواہ الدارمی)

أخرجه الدارمي في السنن ۲٦/۱ حديث رقم ۲۳ و احمد في المسند ۱۱۳/۳

حضرت انسؓ سے روایت ہے وہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے پاس آئے جبکہ آپ ﷺ غمگین بیٹھے تھے اور خون میں لتھڑے ہوئے تھے جو اہل مکہ کی ایذا رسانیوں کی وجہ سے تھا انہوں نے آ کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ پسند کریں گے کہ ہم آپ ﷺ کو ایک نشانی (معجزہ) دکھائیں آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس درخت کو دیکھا جو ان کے پیچھے تھا اور عرض کیا کہ اس (درخت) کو بلائیں حضور ﷺ نے اس کو بلایا وہ آیا اور آپ ﷺ کے سامنے کھڑا ہو گیا حضرت جبرائیل نے کہا کہ اس کو حکم دیں کہ واپس چلا جا۔ آپ ﷺ نے اس کو حکم دیا تو وہ درخت واپس چلا گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا مجھے کافی ہے مجھے کافی ہے۔ (دارمی)

تشریح ۞ اس حدیث میں جو واقعہ مذکور ہے وہ غزوہ احد کا ہے جو کہ شوال ۳ھ میں برپا ہوا تھا اس غزوہ میں اولاً مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی لیکن کچھ مسلمان تیر اندازوں کے حضور ﷺ کے حکم کے خلاف اپنی جگہ چھوڑ دینے کی وجہ سے یہ جیتی ہوئی جنگ شکست میں تبدیل ہو گئی اور حضور اکرم ﷺ کے دندان مبارک شہید ہو گئے اور رخسار پر بھی زخم آیا حضرت انسؓ راوی ہیں کہ احد کے دن رسول اللہ ﷺ اپنے چہرہ انور سے خون پونچھتے جاتے تھے اور یہ کہتے جاتے تھے وہ قوم کیسے فلاں پا سکتی ہے جس نے اپنے پیغمبر کا چہرہ خون آلود کیا اور وہ ان کو ان کے رب کی طرف بلاتا ہے۔

حضور ﷺ اس وقت غمگین تھے تو حضرت جبرائیل آپ ﷺ کی تسلی کے لئے تشریف لائے اور معجزہ کا ظہور ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے کافی ہے مجھے کافی ہے یعنی اس معجزہ کی صورت میں حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنا مقام و مرتبہ دیکھ کر اپنے زخموں کا احساس ختم ہو گیا اور آپ ﷺ کو تسلی ہو گئی اس روایت سے دو باتیں ثابت ہوئیں۔

① معجزات و کرامات یقین و اعتماد میں زیادتی اور غم و تکلیف کے رفع کرنے میں موثر کردار ادا کرتے ہیں۔
② اللہ تعالیٰ کے راستے میں مخالفین کی طرف سے جتنی تکلیفیں اور مشقتیں آئیں ان پر صبر کرنا چاہیے اس لئے کہ جتنی مشقت برداشت کی جاتی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر اتنا ہی اجر و ثواب ملتا ہے۔

ایک کیکر کا توحید ورسالت کی گواہی دینا

۵۶/۵۷۶۸ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَاَقْبَلَ اَعْرَابِيٌّ فَلَمَّا دَنَا قَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ قَالَ وَمَنْ يَّشْهَدُ عَلٰى مَا تَقُوْلُ قَالَ هٰذِهِ السَّلَمَةُ فَدَعَا هَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِشَاطِئِ الْوَادِيْ فَاَقْبَلَتْ تَخُدُّ الْاَرْضَ حَتّٰى قَامَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ فَاسْتَشْهَدَهَا ثَلَاثًا فَشَهِدَتْ ثَلَاثًا اَنَّهٗ كَمَا قَالَ ثُمَّ رَجَعَتْ اِلٰى مَنْبَتِهَا ۔ (رواه الدارمی)

أخرجه الدارمي في السنن ۱/ ۲٦ حديث رقم ۱٦۔

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے ایک دیہاتی آیا پس جب وہ قریب ہوا تو حضور ﷺ نے فرمایا کیا تو گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور بے شک محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں؟ اعرابی نے کہا آپ کی اس بات پر کوئی گواہی دینے والا (انسانوں کے علاوہ) ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ کیکر کا درخت۔ پس آپ ﷺ نے اس کو بلایا آپ ﷺ اس وقت وادی کے کنارے پر تھے وہ درخت زمین چیرتا ہوا آیا یہاں تک کہ وہ آپ ﷺ کے سامنے کھڑا ہو گیا آپ ﷺ نے اس سے تین بار گواہی طلب کی اس نے تین بار ہی گواہی دی کہ حقیقت میں ایسا ہی ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا پھر وہ درخت اپنی جگہ پر چلا گیا۔ (دارمی)

آپ ﷺ کی رسالت کی تصدیق کے لیے کھجور کے خوشے کا آپؐ کے پاس آنا

۵۷/۵۷۶۹ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَآءَ اَعْرَابِيٌّ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بِمَا اَعْرِفُ اَنَّكَ نَبِيٌّ قَالَ اِنْ دَعَوْتُ هٰذَا الْعِذْقَ مِنْ هٰذِهِ النَّخْلَةِ يَشْهَدُ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَدَعَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يَنْزِلُ مِنَ النَّخْلَةِ حَتّٰى سَقَطَ اِلَى النَّبِيِّ ثُمَّ قَالَ ارْجِعْ فَعَادَ فَاَسْلَمَ الْاَعْرَابِيُّ۔

(رواه الترمذی وصححه)

أخرجه الترمذي في السنن ۵/ ۵۵٤ حديث رقم ۳٦۲۸۔

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے وہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی حضور ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ مجھے کیسے معلوم ہوگا کہ آپ ﷺ نبی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اگر میں اس کھجور کے خوشے کو بلاؤں وہ گواہی دے کہ میں اللہ کا رسول ہوں (تو کیا تم مان لو گے؟) پس آپ ﷺ نے اس کو بلایا وہ خوشہ کھجور سے اترنے لگا اور رسول اللہ ﷺ کے قریب زمین پر آ کر گرا پھر آپ ﷺ نے فرمایا واپس چلا جا۔ چنانچہ وہ خوشہ واپس چلا گیا (یہ دیکھ کر) وہ اعرابی مسلمان ہو گیا۔

(ترمذی)

ایک بھیڑیے کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق کرنا

۵۷۷۰/۵۸ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ جَآءَ ذِئْبٌ اِلٰی رَاعِیْ غَنَمٍ فَاَخَذَ مِنْهَا شَاةً فَطَلَبَهُ الرَّاعِیْ حَتّٰی انْتَزَعَهَا مِنْهُ قَالَ فَصَعِدَ الذِّئْبُ عَلٰی تَلٍّ فَاَقْعٰی وَاسْتَذْفَرَ وَقَالَ قَدْ عَمَدْتُّ اِلٰی رِزْقٍ رَزَقَنِیْهِ اللّٰهُ اَخَذْتُهٗ ثُمَّ انْتَزَعْتَهٗ مِنِّیْ فَقَالَ الرَّجُلُ تَاللّٰهِ اِنْ رَاَیْتُ كَالْیَوْمِ ذِئْبٌ یَتَكَلَّمُ فَقَالَ الذِّئْبُ اَعْجَبُ مِنْ هٰذَا رَجُلٌ فِی النَّخَلَاتِ بَیْنَ الْحَرَّتَیْنِ یُخْبِرُكُمْ بِمَا مَضٰی وَمَا هُوَ كَائِنٌ بَعْدَكُمْ فَقَالَ فَكَانَ الرَّجُلُ یَهُوْدِیًّا فَجَآءَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهٗ وَاَسْلَمَ فَصَدَّقَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهَا اَمَارَاتٌ بَیْنَ یَدَیِ السَّاعَةِ قَدْ اَوْشَكَ الرَّجُلُ اَنْ یَّخْرُجَ فَلَا یَرْجِعُ حَتّٰی یُحَدِّثَهٗ نَعْلَاهُ وَسَوْطُهٗ بِمَا اَحْدَثَ اَهْلُهٗ بَعْدَهٗ ۔ (رواہ فی شرح السنۃ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے وہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک بھیڑیا بکریوں کے چرواہے کے پاس آیا اور اس ریوڑ سے ایک بکری کو پکڑ کر لے گیا چرواہے نے اس کا پیچھا کیا یہاں تک کہ بکری کو اس سے چھین لیا حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ وہ بھیڑیا ایک ٹیلے پر چڑھ گیا اور (اپنی حالت پر) بیٹھ گیا (یعنی سرین کے بل بیٹھ اور دونوں پاؤں کھڑے کر کے اپنی دم ان دونوں پاؤں کے درمیان داخل کر لی) اور چیخ کر کہا میں نے اس رزق کا ارادہ کیا جو اللہ نے مجھے دیا میں نے اس پر قبضہ کیا تھا لیکن تو نے مجھ سے وہ چھین لیا آدمی نے کہا خدا کی قسم! میں نے آج کے دن کی طرح کوئی بھیڑیا نہیں دیکھا جو (انسانوں) کی طرح بولتا ہو۔ بھیڑیے نے کہا اس سے بھی زیادہ عجیب اس شخص کا حال ہے جو ان کھجور کے درختوں میں ہے جو درخت دو سنگستانوں کے درمیان ہیں جو تمہیں گزری ہوئی باتوں کی اور ان باتوں کی جو تمہارے بعد ہونے والی ہیں (ان) کی خبر دیتا ہے راوی کہتے ہیں کہ وہ آدمی یہودی تھا پس وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی خبر دی اور اسلام قبول کر لیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے (اس واقعہ کی) تصدیق فرمائی۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ واقعہ اور اسی قسم کی دوسری علامات قیامت سے پہلے کی نشانیاں ہیں قریب ہے وہ وقت کہ آدمی باہر جائے اور اس کے واپس ہونے پر اس کی جوتیاں اور اس کا کوڑا وہ تمام باتیں بیان کرے جو اس کی عدم موجودگی میں گھر والوں نے کیں۔

(شرح السنۃ)

تشریح: علامہ تورپشتی نے اس چرواہے کا نام رہبان بن اوس خزاعی لکھا اس کو مکلم الذئب کہا جاتا تھا اس روایت میں ہے کہ یہ شخص یہودی تھا بعض حضرات نے اعتراض کیا ہے کہ تورپشتی نے اس کا نام اہبان بن اوس لکھا ہے جس کا تعلق قبیلہ خزاعہ سے تھا حالانکہ قبیلہ خزاعہ یہودی نہیں تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ چرواہا ہبان بن اوس خزاعی تھا لیکن اس نے اپنے قبیلے کے برخلاف یہودی مذہب قبول کر لیا تھا اس لئے تورپشتی کے قول کو رد نہیں کیا جا سکتا۔

حرتین: یہ تثنیہ ہے حرۃ کا حاء کا فتحہ اور راء مشدد ہے جس کا معنی ہے کالی پتھریلی زمین مراد اس سے مدینہ منورہ ہے اس لئے کہ اس کے مشرقی اور مغربی جانب زمین کالی پتھریلی ہے۔

یُخْبِرُكُمْ ...... یعنی نبی گزشتہ اقوال کی بھی خبر دیتا ہے اور آئندہ ہونے والے اہم واقعات وحوادث کی بھی خبر دیتا ہے۔

کھانے میں برکت کا نزول

۵۷۷۱/۵۹ وَعَنْ اَبِی الْعَلَاءِ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَتَدَاوَلُ مِنْ قَصْعَةٍ مِنْ غُدْوَةٍ حَتَّى اللَّيْلَ يَقُوْمُ عَشَرَةٌ وَيَقْعُدُ عَشَرَةٌ قُلْنَا فَمَا كَانَتْ تُمَدُّ قَالَ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ تَعْجَبُ مَا كَانَتْ تُمَدُّ اِلَّا مِنْ هٰهُنَا وَاَشَارَ بِيَدِهٖ اِلَى السَّمَاءِ۔ (رواہ الترمذی والدارمی)

أخرجه احمد فی المسند ۳۰۶/۲ ۔ أخرجه الترمذی فی السنن ۵۵۳/۵ حدیث رقم ۳۶۲۵ واخرجه الدارمی فی السنن ۲۷/۱ حدیث رقم ۲۷۔

ترجمہ: حضرت ابو علاء حضرت سمرۃ بن جندبؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے (حضرت سمرۃؓ بن جندب نے) فرمایا کہ ہم لوگ ایک بڑے پیالے میں سے صبح سے شام تک باری باری (دس دس آدمی) رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کھاتے تھے دس کھا کر کھڑے ہوتے اور دس بیٹھتے ہم نے کہا (اس پیالے کی) کہاں سے مدد کی جاتی تھی؟ انہوں نے فرمایا تمہیں کس چیز سے تعجب ہو رہا ہے۔ اس کی وہاں سے مدد کی جاتی تھی اور اپنے ہاتھ سے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔

(ترمذی' داری)

تشریح ۞ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ تَعْجَبُ ...... حضرت سمرۃ نے جب یہ معجزہ بیان کیا کہ ایک پیالے سے بہت سے لوگ صبح سے شام تک کھاتے تھے تو اس پر موجود حاضرین نے سوال کیا کہ پیالے میں اتنا اضافہ کیسے ہو جاتا تھا؟ تو حضرت سمرۃؓ نے فرمایا تم کس وجہ سے اس میں تعجب کر رہے ہو یہ برکت آسمان سے نازل ہوتی تھی۔

سوال کرنے والے تو بہت سے لوگ تھے لیکن جواب دیتے ہوئے حضرت سمرۃؓ نے واحد کا صیغہ استعمال کیا ہے یا تو خطاب صرف ابو العلاء کو ہے اس لئے کہ ان کی حیثیت جلیل القدر تابعی ہونے کی وجہ سے سب سے نمایاں تھی یا یہ خطاب عام ہے یعنی ہر اس شخص کو ہے کہ جو اس حدیث کو پڑھے یا سنے۔

مَا كَانَتْ تُمَدُّ ...... اس سے اللہ تعالیٰ کے اس قول: ﴿وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ﴾ کی طرف اشارہ ہے یہ قول کس کا ہے؟ ظاہر یہ ہے کہ یہ حضرت سمرۃ کا قول ہے اور سوال کرنے والے حضرت ابو العلاء ہیں ایک ضعیف قول یہ ہے کہ یہ آپ ﷺ کا قول ہے اور سائل صحابہ تھے۔

غزوۂ بدر میں شریک مجاہدین کے لئے قبولیت دعا کا معجزہ

۵۷۷۲/۶۰ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمَ بَدْرٍ فِي ثَلٰثِمِائَةٍ وَخَمْسَةَ عَشَرَ قَالَ اَللّٰهُمَّ اِنَّهُمْ حُفَاةٌ فَاحْمِلْهُمْ اَللّٰهُمَّ اِنَّهُمْ عُرَاةٌ فَاكْسُهُمْ اَللّٰهُمَّ اِنَّهُمْ جِيَاعٌ فَاَشْبِعْهُمْ فَفَتَحَ اللّٰهُ لَهٗ فَانْقَلَبُوْا وَمَا مِنْهُمْ رَجُلٌ اِلَّا وَقَدْ رَجَعَ بِجَمَلٍ اَوْ جَمَلَيْنِ وَاكْتَسَوْا وَشَبِعُوْا۔ (رواہ ابوداود)

أخرجه ابو داؤد ۱۸۰/۳ حدیث رقم ۲۷۴۷۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ بدر کے دن تین سو پندرہ آدمیوں کو لے کر نکلے اور یہ دعا

کہ اے اللہ! یہ ننگے پاؤں ہیں انہیں سواری عطا فرما اے اللہ! یہ ننگے بدن ہیں انہیں کپڑے پہنا۔ اے اللہ یہ بھوکے ہیں انہیں پیٹ بھر کے کھانا کھلا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کو فتح بخشی وہ اس حال میں واپس ہوئے کہ ان میں سے کوئی شخص ایسا نہ تھا جو ایک یا دو اونٹ کے ساتھ واپس نہ ہوا ہو اور انہوں نے کپڑے بھی پہنے اور پیٹ بھر کر کھانا بھی کھایا۔ (ابوداؤد)

تشریح ۞ غزوہ بدر میں مجاہدین کی تعداد کتنی تھی؟ اس میں تین قول ہیں حضرت عبداللہ بن عمرو کی اس روایت میں بدریین کی تعداد تین سو پندرہ بیان کی گئی ہے اور معجم طبرانی میں حضرت ابوایوب انصاریؓ سے تعداد تین سو چودہ منقول ہے اور مسند احمد مسند بزار اور معجم طبرانی میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے بدریین کی تعداد تین سو تیرہ مروی ہے اور سب سے زیادہ مشہور یہی تین سو تیرہ والی روایت ہے جن میں سے ستر مہاجرین تھے اور دو سو چھتیس انصار تھے اور یہ لشکر انتہائی بے سروسامانی کی حالت میں تھا لیکن حضور ﷺ کی دعا کی برکت سے ان کو سواری کے لئے اونٹ بھی ملے پہننے کے لئے کپڑے اور کھانا کے لئے غذائی سامان ملا۔ دعا کا اتنا جلدی شرف قبولیت پانا آپ ﷺ کا ہی معجزہ تھا اور یہ آپ ﷺ اور صحابہ کرام کے صبر کا بدلہ تھا جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: "اِنَّ الصَّبْرَ عَلٰی مَا یَکْرَہُ فِیْہِ خَیْرٌ کَثِیْرٌ" اور یہ تو صبر کا صرف دنیاوی فائدہ تھا جبکہ اصل فائدہ اور نفع آخرت کا ہے جو باقی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ والآخرۃ خیر وابقی۔

فراخی اور آسائش کے وقت اعتدال کی ہدایت

۵۷۷۳/۶۱ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّكُمْ مَنْصُوْرُوْنَ وَمُصِيْبُوْنَ وَمَفْتُوْحٌ لَّكُمْ فَمَنْ اَدْرَكَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَلْيَتَّقِ اللّٰهَ وَلْيَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَلْيَنْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔ (رواہ ابوداؤد)

أخرجه الترمذي في السنن ٤/٥٤٤ حديث رقم ٢٢٥٧ و احمد في المسند ١/٣٨٩۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری مدد کی جائے گی (خدا کی طرف سے) اور تم (مال غنیمت) پاؤ گے اور تمہارے لئے (بہت سے شہر) فتح کئے جائیں گے پس جو شخص تم میں سے ان چیزوں کو پائے اسے چاہئے کہ وہ خدا سے ڈرے اور لوگوں کو نیکی کی ہدایت کرے اور بری باتوں سے روکے۔ (ابوداؤد)

تشریح ۞ جب انسان فتح و کامرانی، حکومت و اقتدار، مال و دولت سے سرفراز ہوتا ہے تو وہ اپنے منصب و مقصد سے غافل ہو جاتا ہے غرور و تکبر، ظلم و ناانصافی کی راہ پر چل کر اللہ تعالیٰ کے غضب کا حقدار بن جاتا ہے جبکہ ایک مسلمان کی شان یہ ہونی چاہئے کہ دنیاوی فراخی کے باوجود وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات سے غافل نہ ہو۔ چنانچہ حضور ﷺ نے صحابہ کو اسی کی تعلیم دی کہ جب تمہیں دنیا کی حکمرانی ملے اور مال و دولت کی فراوانی حاصل ہو جائے تو تمام دینی دنیوی مشاغل میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا، لوگوں کو نیکی کی ہدایت کرنا اور برائی سے روکنا گویا کہ آپ ﷺ نے قرآن کریم کے اس ارشاد کی طرف صحابہ کو متوجہ کیا ہے جس میں حکمرانی کے اصل مستحق لوگوں کے اوصاف بیان کئے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ﴾

یعنی یہ (سچے مسلمان) لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم ان کو دنیا میں حکومت اور امارت دے دیں تو یہ لوگ نماز کی پابندی کریں گے اور

دوسروں کو نیکی کی تلقین کریں گے اور برے کاموں سے روکیں گے۔

زہر آلود گوشت کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر کی اطلاع دینا

۵۷۷۳/۶۲ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ يَهُوْدِيَّةً مِّنْ اَهْلِ خَيْبَرَ سَمَّتْ شَاةً مَصْلِيَّةً ثُمَّ اَهْدَتْهَا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الذِّرَاعَ فَاَكَلَ مِنْهَا وَاَكَلَ رَهْطٌ مِّنْ اَصْحَابِهٖ مَعَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِرْفَعُوْا اَيْدِيَكُمْ وَاَرْسَلَ اِلَى الْيَهُوْدِيَّةِ فَدَعَاهَا فَقَالَ سَمَمْتِ هٰذِهِ الشَّاةَ فَقَالَتْ مَنْ اَخْبَرَكَ قَالَ اَخْبَرَتْنِيْ هٰذِهٖ فِيْ يَدِيْ لِلذِّرَاعِ قَالَتْ نَعَمْ قُلْتُ اِنْ كَانَ نَبِيًّا فَلَنْ تَضُرَّهٗ وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ نَبِيًّا اِسْتَرَحْنَا مِنْهُ فَعَفَا عَنْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَلَمْ يُعَاقِبْهَا وَتُوُفِّيَ اَصْحَابُهُ الَّذِيْنَ اَكَلُوْا مِنَ الشَّاةِ وَاحْتَجَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى كَاهِلِهٖ مِنْ اَجْلِ الَّذِيْ اَكَلَ مِنَ الشَّاةِ حَجَمَهٗ اَبُوْ هِنْدٍ بِالْقَرْنِ وَالشَّفْرَةِ وَهُوَ مَوْلًى لِبَنِيْ بَيَاضَةَ مِنَ الْاَنْصَارِ۔ (رواہ ابوداؤد والدارمی)

اخرجه البخاري في صحيحه ٢٣٠/٥ حديث رقم ٢٦١٧ ومسلم في صحيحه ١٧٢١/٤ حديث رقم (٤٥-٢١٩٠)

واخرجه ابو داؤد في السنن ٦٤٩/٤ حديث رقم ٤٥١٠ والدارمي في السنن ٤٦/١ حديث رقم ٦٨۔

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ اہل خیبر میں سے ایک یہودی عورت نے بھونی ہوئی بکری میں زہر ملایا پھر وہ بکری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ میں پیش کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دستی لے کر کھانا شروع کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی ایک جماعت بھی کھانے لگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے ہاتھ کھینچ لو اور اس یہودی عورت کی طرف پیغام بھیج کر اس کو بلایا اور اس کو فرمایا کیا تو نے اس بکری میں زہر ملایا تھا؟ اس نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس نے بتلایا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اس دستی نے بتایا ہے جو میرے ہاتھ میں ہے۔ اس نے کہا جی ہاں (میں نے زہر ملایا ہے) میں نے سوچا کہ اگر وہ نبی ہیں تو یہ زہر ان کو ہرگز نقصان نہیں پہنچا سکتا اور اگر وہ نبی نہیں ہیں تو ہم اس سے نجات پالیں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو معاف کر دیا اور اس کو کوئی سزا نہیں دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ صحابہ جنہوں نے بکری میں سے کھایا تھا ان کا انتقال ہو گیا اور اس گوشت کے کھانے کے سبب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مونڈھوں کے درمیان سینگیاں کھنچوائیں اور ابو ہند نے سینگیاں کھینچیں جو انصار میں سے بنی بیاضہ کا آزاد کردہ غلام تھا۔ (ابوداؤد ودارمی)

تشریح ۞ اس یہودی عورت کا نام زینب بنت حارث تھا جو کہ سلام بن مشکم کی بیوی تھی اس عورت نے لوگوں سے معلومات حاصل کیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دستی کا گوشت زیادہ پسند ہے اس کے پاس ایک بکری کا بچہ تھا اس کو ذبح کر کے اس کو بھونا اور اس میں ایسا زہر ملایا جس سے انسان فوراً ہلاک ہو جاتا ہے اور دستی اور شانے میں زیادہ زہر ملایا اور یہ گوشت لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چند صحابہ نے یہ گوشت کھایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ہاتھ فوراً کھینچ لیا اور صحابہ کو بھی کھانے سے منع کر دیا لیکن صحابی حضرت بشر بن براء بن معرور اس وقت تک ایک لقمہ کھا چکے تھے اس لئے اس زہر کے اثر سے ان کا انتقال ہو گیا۔

اس عورت کو بلا کر پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ میں نے یہ سوچ کر زہر ملایا تھا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں تو زہر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا اگر نبی نہیں ہیں تو ہماری آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جان چھوٹ جائے گی۔

اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں پہلا یہ کہ وہ یہ کہنا چاہتی تھی کہ انبیاء پر زہر اس طرح اثر انداز نہیں ہوتا کہ ان کی زندگی ہی ختم ہو جائے یا یہ مطلب ہے کہ دعوت اسلام کی تکمیل سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کی توقع نہیں کی جا سکتی۔

پہلے احتمال پر اس روایت کی وجہ سے خلجان ہوتا ہے جس میں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اس زہر کے اثر سے ہوئی ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خیبر میں دیا گیا تھا لیکن محققین کے نزدیک یہ روایت صحیح نہیں ہے بلکہ ایک روایت سے بھی اس کی تردید ہوتی ہے چنانچہ روایت میں ہے کہ کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مرض الوفات میں پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں وہ زہر اثر کر رہا ہے جو خیبر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا تھا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا مجھے اس کے علاوہ کوئی تکلیف نہیں پہنچ سکتی جو میرے مقدر میں لکھی ہوئی ہے اور جو اللہ تعالیٰ چاہیں اس روایت سے معلوم ہوا کہ وہ روایت درست نہیں ہے جس میں زہر سے وفات ہونے کا ذکر ہے۔

اس عورت کو معاف کر دیا گیا تھا یا اس کو سزا دی گئی تھی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عورت کو معاف کر دیا گیا تھا اور اسی طرح سلیمان تیمی نے اپنی کتاب المغازی میں یہ نقل کیا ہے کہ اس کو معاف کر دیا گیا تھا اور وہ مسلمان ہو گئی تھی چنانچہ ان کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: وَاِنْ كُنْتَ كَاذِبًا اَرَحْتُ النَّاسَ مِنْكَ وَقَدِ اسْتَبَانَ لِيْ اَنَّكَ صَادِقٌ وَاَنَا اُشْهِدُكَ وَمَنْ حَضَرَ عَلٰى دِيْنِكَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

طیبی فرماتے ہیں کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عورت کو معاف کر دیا گیا تھا جبکہ دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو قتل کر دیا گیا تھا ان دونوں روایتوں میں تطبیق اس طرح دی جا سکتی ہے کہ اولاً تو اس کو معاف کر دیا تھا اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات کے لئے کسی سے بدلہ نہیں لیتے تھے لیکن جب اس زہر کی وجہ سے بشر بن براء بن معرور شہید ہو گئے تو پھر اس عورت کو ان کے بدلے میں قتل کر دیا گیا۔

غزوۂ حنین میں حصولِ غنیمت کی پیشینگوئی

۵۷۷۵/۲۳ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ الْحَنْظَلِيَّةِ اَنَّهُمْ سَارُوْا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ حُنَيْنٍ فَاَطْنَبُوا السَّيْرَ حَتّٰى كَانَ عَشِيَّةٌ فَجَاءَ فَارِسٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ طَلَعْتُ عَلٰى جَبَلِ كَذَا وَكَذَا فَاِذَا اَنَا بِهَوَازِنَ عَلٰى بَكْرَةِ اَبِيْهِمْ بِظُعُنِهِمْ وَنَعَمِهِمْ اِجْتَمَعُوْا اِلٰى حُنَيْنٍ فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ تِلْكَ غَنِيْمَةُ الْمُسْلِمِيْنَ غَدًا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ قَالَ مَنْ يَّحْرُسُنَا اللَّيْلَةَ قَالَ اَنَسُ بْنُ اَبِيْ مَرْثَدٍ الْغَنَوِيُّ اَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِرْكَبْ فَرَكِبَ فَرَسًا لَّهٗ فَقَالَ اسْتَقْبِلْ هٰذَا الشِّعْبَ حَتّٰى تَكُوْنَ فِيْ اَعْلَاهُ فَلَمَّا اَصْبَحْنَا خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى مُصَلَّاهُ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قَالَ هَلْ حَسَسْتُمْ فَارِسَكُمْ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا حَسَسْنَا فَثُوِّبَ بِالصَّلٰوةِ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّيْ يَلْتَفِتُ اِلَى الشِّعْبِ حَتّٰى اِذَا قَضَى الصَّلٰوةَ قَالَ اَبْشِرُوْا فَقَدْ جَاءَ

فَارِسُكُمْ فَجَعَلْنَا نَنْظُرُ اِلٰى خِلَالِ الشَّجَرِ فِي الشِّعْبِ فَاِذَا هُوَ قَدْ جَاءَ حَتّٰى وَقَفَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّيْ انْطَلَقْتُ حَتّٰى كُنْتُ فِيْ اَعْلٰى هٰذَا الشِّعْبِ حَيْثُ اَمَرَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اَصْبَحْتُ طَلَعْتُ الشِّعْبَيْنِ كِلَيْهِمَا فَلَمْ اَرَ اَحَدًا فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ هَلْ نَزَلْتَ اللَّيْلَةَ قَالَ لَا اِلَّا مُصَلِّيًا اَوْ قَاضِيَ حَاجَةٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا عَلَيْكَ اَنْ لَّا تَعْمَلَ بَعْدَهَا ۔ (رواہ ابوداود)

اخرجه ابو داؤد في السنن ۳/ ۲۰۲ حديث رقم ۲۵۰۱

ترجمہ: حضرت سہل بن حنظلہ سے روایت ہے کہ صحابہ غزوہ حنین کے دن حضور ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے اور لمبا سفر طے کیا یہاں تک کہ شام ہوگئی ایک گھڑسوار آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں ایسے ایسے پہاڑ پر چڑھا تھا (پہاڑ کی کیفیت بیان کی میں نے دیکھا کہ قبیلہ ہوازن اپنے باپ کے اونٹ پر آیا ہے (یہ ایک محاورہ ہے جس سے مراد تمام قبیلہ ہوتا ہے) ان کے ساتھ عورتیں اور اونٹ بھی ہیں یہ سب حنین میں جمع ہیں حضور ﷺ مسکرائے اور فرمایا یہ سب کل مسلمانوں کا مال غنیمت ہوگا ان شاء اللہ۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا آج کی رات ہماری حفاظت کون کرے گا؟ حضرت انس بن ابو مرثد غنوی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں (یہ خدمت انجام دوں گا) آپ ﷺ نے فرمایا سوار ہو جا حضرت انسؓ اپنے گھوڑے پر سوار ہو گئے رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا تم اس پہاڑی راستے پر جاؤ۔ یہاں تک کہ پہاڑ کی بلندی تک پہنچ جاؤ جب صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نماز پڑھنے کی جگہ پر تشریف لائے اور دو رکعتیں پڑھیں پھر فرمایا کیا تم نے اپنے سوار کی آہٹ محسوس کی ہے تو ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہم نے اس کی آہٹ یا آواز نہیں سنی پس نماز فجر کی تکبیر کہی گئی اور رسول اللہ ﷺ کن آنکھیوں سے پہاڑی راستے کی طرف نماز کے اندر دیکھ رہے تھے جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہو گئے تو فرمایا خوش ہو جاؤ کہ تمہارا سوار آ رہا ہے ہم نے درختوں کے درمیان سے پہاڑ کے درے کی طرف دیکھا کہ سوار چلا آ رہا ہے سوار نے حضور ﷺ کے سامنے حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں یہاں سے روانہ ہوا یہاں تک کہ درے کی اس بلندی پر پہنچا جہاں جانے کا حضور ﷺ نے مجھے حکم دیا تھا جب صبح ہوئی تو پہاڑ کے درے میں آیا اور وہاں میں نے کسی کو نہ پایا رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کیا تم رات کو گھوڑے سے اترے تھے انہوں نے کہا صرف نماز کے لئے یا قضا حاجت کے لئے اترا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کوئی حرج نہیں تو اس کے بعد کوئی عمل نہ کرے۔ (ابوداؤد)

تشریح ۞ **عَلٰى بَكْرَةِ اَبِيْهِمْ**: یہ جملہ ضرب المثل ہے جو اس قوم کے لئے استعمال ہوتا ہے جو سب کے سب آ جائیں ان میں سے کوئی فرد بھی باقی نہ رہے اس ضرب المثل کے پس منظر کے بارے میں مختلف اقوال ہیں مثلاً:

نمبر ۱: عرب میں ایک قوم تھی جو ایک جگہ سے دوسری جگہ کوچ کرتی تھی اور جو کوئی اونٹ ملتا اس پر سوار ہو جاتے وہ اونٹ ان کے والد تھے اس لئے کہا جاتا کہ عَلٰى بَكْرَةِ اَبِيْهِمْ وہ لوگ اپنے باپ کے اونٹوں پر آ گئے۔

نمبر ۲: قاضی نے کہا ہے کہ یہاں علی بمعنی مع ہے اور اس کا پس منظر یہ ہے کہ عرب میں سے ایک قوم کو اپنی جگہ سے کوچ کرنے کی ضرورت پیش آئی تو انہوں نے اپنا سارا سامان ساتھ لیا پیچھے کچھ نہ چھوڑا یہاں تک کہ ایک اونٹ ان کے باپ کا تھا وہ بھی ساتھ لے لیا اس دن سے کہا جانے لگا جاؤا علی بکرۃ ابیہم یعنی وہ قوم اپنے باپ کے اونٹ کو بھی لے کر آ گئے۔ اب یہ ایسے لوگوں

کے لئے استعمال ہوتا ہے جو کسی جگہ سے کوچ کریں اور تمام مال اسباب ساتھ لے آئیں اور پیچھے کچھ نہ چھوڑیں خواہ ان کے پاس اونٹ ہو یا نہ ہو۔

نمبر۳: بعض حضرات نے کہا کہ ایک شخص اپنی اولاد کو اونٹ پر لئے پھرتا تھا اس پر یہ ضرب المثل مشہور ہوگئی۔

فَلَا عَلَيْكَ اَنْ لَّا تَعْمَلَ بَعْدَهَا: عمل سے مراد یا تو نوافل ہیں کہ تمہارے نامہ اعمال میں اس رات کی خدمت کے عوض اتنا اجر و ثواب جمع ہو گیا کہ رفع درجات کے لئے مزید تسبیح نوافل وغیرہ کی ضرورت نہیں یا عمل سے مراد جہاد ہے کہ اس رات تم نے مجاہدین کی حفاظت و نگرانی جس طرح کی ہے اس کے بعد اگر تم جہاد نہ کرو تو کوئی حرج نہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی کھجوروں میں حضور ﷺ کی دعا کی بدولت برکت کا نزول

۵۷۷۶/۴۲ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَمَرَاتٍ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُدْعُ اللّٰهَ فِيْهِنَّ بِالْبَرَكَةِ فَضَمَّهُنَّ ثُمَّ دَعَا لِیْ فِيْهِنَّ بِالْبَرَكَةِ قَالَ خُذْهُنَّ فَاجْعَلْهُنَّ فِیْ مِزْوَدِكَ كُلَّمَا اَرَدْتَ اَنْ تَاْخُذَ مِنْهُ شَيْئًا فَاَدْخِلْ فِيْهِ يَدَكَ فَخُذْهُ وَلَا تَنْثُرْهُ نَثْرًا فَقَدْ حَمَلْتُ مِنْ ذٰلِكَ التَّمْرِ كَذَا وَكَذَا مِنْ وَسْقٍ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَكُنَّا نَاْكُلُ مِنْهُ وَنُطْعِمُ وَكَانَ لَا يُفَارِقُ حَقْوِیْ حَتّٰى كَانَ يَوْمُ قُتِلَ عُثْمَانُ فَاِنَّهٗ اِنْقَطَعَ۔ (رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۶۴۳/۵ حدیث رقم ۳۸۳۹ و احمد فی المسند ۳۵۲/۲

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے پاس کچھ کھجوریں لے کر حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ان میں اللہ تعالیٰ سے برکت کی دعا فرما دیں۔ حضور ﷺ نے وہ کھجوریں اپنے ہاتھ میں لیں اور ان میں میرے لئے برکت کی دعا کی پھر فرمایا کہ یہ لے لو اور اپنے توشہ دان میں رکھ لو جب بھی تمہارا ارادہ ان میں سے لینے کا ہو تو اپنا ہاتھ اس میں داخل کر کے لینا توشہ دان کو خالی کر کے کبھی نہ جھاڑنا۔ حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ میں نے ان کھجوروں میں سے اتنے اتنے وسق خدا کی راہ میں خرچ کر دیئے اور ہم خود بھی اس میں سے کھجوریں کھاتے اور دوسروں کو بھی کھلاتے اور یہ توشہ دان کبھی میرے پاس سے الگ نہ ہوتا تھا یہاں تک کہ حضرت عثمانؓ کے شہید ہونے کا دن تھا تو وہ توشہ دان ضائع ہو گیا۔ (ترمذی)

تشریح ۞ اس روایت کے آخری الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ فتنہ وفساد آپس کی رنجش اور جھگڑے خیر و برکت سے مانع ہیں جیسا کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ لیلۃ القدر کی تعیین کے بارے میں بتلانے کے لئے باہر تشریف لائے لیکن باہر دو آدمی آپس میں کسی بات میں جھگڑ رہے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کے جھگڑنے کی وجہ سے لیلۃ القدر کی تعیین اٹھالی گئی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن ان حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے درد و الم کا اظہار اس شعر میں کیا تھا چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔

للناس هم ولی الیوم همان بینهم ☆ هم الجراب وهم الشیخ عثمانا

یعنی لوگوں کو تو ایک غم ہے اور مجھے دو غم ہیں ایک غم توشہ دان کے گم ہونے کا اور دوسرا حضرت عثمانؓ کی شہادت کا۔

الفصل الثالث:

دارالندوہ میں قریش کا اجتماع اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا مشورہ

۵۷۷۶/۶۵ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ تَشَاوَرَتْ قُرَيْشٌ لَيْلَةً بِمَكَّةَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ إِذَا أَصْبَحَ فَأَثْبِتُوهُ بِالْوَثَاقِ يُرِيْدُوْنَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ بَلِ اقْتُلُوْهُ وَقَالَ بَعْضُهُمْ بَلْ أَخْرِجُوْهُ فَأَطْلَعَ اللّٰهُ نَبِيَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى ذٰلِكَ فَبَاتَ عَلِيٌّ عَلٰى فِرَاشِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ اللَّيْلَةَ وَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى لَحِقَ بِالْغَارِ وَبَاتَ الْمُشْرِكُوْنَ يَحْرُسُوْنَ عَلِيًّا يَحْسَبُوْنَهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا أَصْبَحُوْا ثَارُوْا إِلَيْهِ فَلَمَّا رَأَوْا عَلِيًّا رَدَّ اللّٰهُ مَكْرَهُمْ فَقَالُوْا أَيْنَ صَاحِبُكَ هٰذَا قَالَ لَا أَدْرِيْ فَاقْتَصُّوْا أَثَرَهُ فَلَمَّا بَلَغُوا الْجَبَلَ اخْتَلَطَ عَلَيْهِمْ فَصَعِدُوا الْجَبَلَ فَمَرُّوْا بِالْغَارِ فَرَأَوْا عَلٰى بَابِهِ نَسْجَ الْعَنْكَبُوْتِ فَقَالُوْا لَوْ دَخَلَ هٰهُنَا لَمْ يَكُنْ نَسْجُ الْعَنْكَبُوْتِ عَلٰى بَابِهِ فَمَكَثَ فِيْهِ ثَلٰثَ لَيَالٍ۔ (رواہ احمد)

أخرجه أحمد في المسند ۱/ ۳۴۸۔

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے وہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک رات میں قریش نے مکہ میں مشورہ کیا ان میں سے بعض نے کہا کہ صبح ہوتے ہی اسے (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو) رسی سے مضبوط باندھ دو بعض نے کہا کہ بلکہ اس کو قتل کر دو اور ان میں سے بعض نے کہا کہ اس کو جلا وطن کر دو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو (کفار کے) اس مشورہ سے آگاہ کر دیا وہ رات حضرت علیؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر گزاری اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے نکل کر غار ثور میں جا چھپے اور کفار رات بھر حضرت علیؓ کی نگرانی کرتے رہے وہ ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سمجھتے رہے۔ پس جب صبح کو انہوں نے حملہ کیا لیکن جب انہوں نے حضرت علیؓ کو دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے مکر کو انہیں پر لوٹا دیا۔ انہوں نے پوچھا تمہارا دوست کہاں ہے؟ حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ مجھے معلوم نہیں یہ سن کر کفار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نشان قدم پر تلاش میں دوڑ پڑے پس جب جبل ثور پر پہنچے تو نشان قدم مشتبہ ہو گئے پھر وہ پہاڑ کے اوپر گئے اور غار ثور کے دروازے پر پہنچے اور دروازہ پر مکڑی کا جالا دیکھ کر کہا کہ اگر وہ یہاں داخل ہوتے تو مکڑی کا جالا دروازہ پر نہ ہوتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم تین رات تک اس غار کے اندر رہے۔ (احمد)

تشریح ○ قریش نے جب یہ دیکھا کہ صحابہ رفتہ رفتہ ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی آج کل میں جانے والے ہیں تو مشورہ کے لئے دارالندوہ میں حسب ذیل سرداران قریش جمع ہوئے عتبہ بن ربیعہ شیبہ بن ربیعہ ابو سفیان بن حرب طعیمہ بن عدی جبیر بن مطعم حارث بن عامر نضر بن حارث ابوالبختری بن ہشام زمعہ بن الاسود حکیم بن حزام ابوجہل بن ہشام نبیہ بن حجاج منبہ بن حجاج امیہ بن خلف وغیرہ ابلیس لعین ایک بوڑھے شخص کی شکل میں نمودار ہوا اور دروازہ پر کھڑا ہو گیا لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ کون ہیں؟ کہا میں نجد کا ایک شیخ ہوں تمہاری گفتگو سننا چاہتا ہوں اگر ممکن ہوا تو اپنی رائے اور مشورہ سے تمہاری امداد کروں گا۔

لوگوں نے اندر آنے کی اجازت دے دی اور گفتگو شروع ہوگئی۔ ابوالبختری نے کہا کہ آپ ﷺ کو کسی بند کوٹھڑی میں قید کر دیا جائے۔ شیخ نجدی نے کہا یہ رائے درست نہیں اس لئے کہ اس کے اصحاب اگر کہیں سن پائیں تو تم پر ٹوٹ پڑیں گے اور ان کو چھڑا کرلے جائیں گے۔ کسی نے کہا آپ ﷺ کو جلاوطن کر دیا جائے شیخ نجدی نے کہا کہ یہ رائے تو بالکل ہی غلط ہے کیا تم کو اس کے کلام کی خوبی شیرینی اور دل آویزی اور دلوں پر اس کا چھا جانا معلوم نہیں اگر ان کو یہاں سے نکال دیا گیا تو ممکن ہے کہ دوسرے شہر والے ان کا کلام سن کر ان پر ایمان لے آئیں اور پھر سب مل کر ہم پر حملہ آور ہوں۔

ابوجہل نے کہا میری رائے یہ ہے کہ نہ تو ان کو قید کیا جائے اور نہ جلاوطن کیا جائے بلکہ ہر قبیلہ میں سے ایک ایک نوجوان منتخب کیا جائے اور پھر سب مل کر دفعۃً محمد ﷺ کو قتل کر ڈالیں اس طرح ان کا خون سب قبائل پر تقسیم ہو جائے گا اور بنی عبد مناف تمام قبائل سے نہ لڑ سکیں گے مجبوراً خون بہا اور دیت پر معاملہ ختم ہو جائے گا۔

شیخ نجدی نے کہا بخدا! رائے تو بس یہ ہے اور حاضرین جلسہ نے بھی اس رائے کو بہت پسند کیا اور یہ بھی طے پایا کہ یہ کام اسی شب انجام دیا جائے گا ادھر جلسہ برخاست ہوا اور ادھر جبرائیل امین وحی لے کر پہنچے۔ ﴿وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ......﴾ (اور یاد کریں اس وقت کو جب کافر تدبیریں کر رہے تھے کہ آپ ﷺ کو قید کر دیں یا قتل کر ڈالیں یا نکال دیں اور طرح طرح کے فریب کرتے تھے اور تدبیر کرتا ہے اللہ اور اللہ بہترین تدبیر فرمانے والے ہیں) اور تمام واقعہ سے آپ ﷺ کو مطلع کیا اور من جانب اللہ آپ ﷺ کو ہجرت مدینہ کی اجازت کا پیغام پہنچایا اور یہ دعا تلقین کی گئی: قل رب ادخلني مدخل صدق واخرجني مخرج صدق واجعل لي من لدنك سلطانا نصيرا (اور یہ دعا مانگیے کہ اے پروردگار! مجھ کو سچا پہنچانا پہنچایئے اور سچا نکالنا مجھ کو نکالیے اور اپنے پاس سے مجھ کو ایک حکومت اور نصرت عطا فرمایئے)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے جبرائیل امین سے دریافت فرمایا کہ میرے ساتھ کون ہجرت کرے گا؟ جبرائیل امین نے کہا ابوبکر صدیقؓ۔

صحیح بخاری میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ عین دوپہر کے وقت ابوبکر صدیقؓ کے گھر تشریف لائے اور فرمایا کہ مجھ کو ہجرت کی اجازت ہوگئی ہے ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں! کیا اس ناچیز کو بھی ہم رکاب ہونے کا شرف حاصل ہو سکے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔

ابن اسحاق کی روایت ہے کہ ابوبکر یہ سن کر رو پڑے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس سے پہلے مجھے گمان نہ تھا کہ فرط مسرت سے بھی کوئی رونے لگتا ہے ابوبکر صدیقؓ نے پہلے ہی سے ہجرت کے لئے دو اونٹنیاں تیار کر رکھی تھیں جن کو چار مہینے سے ببول کے پتے کھلا رہے تھے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں! ان میں سے جس ایک کو پسند فرمائیں وہ میری طرف سے آپ کے لئے ہدیہ ہے آپ ﷺ نے فرمایا میں بغیر قیمت کے نہ لوں گا۔

معجم طبرانی میں حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ بہتر ہے کہ اگر آپ ﷺ قیمتاً لینا چاہیں قیمتاً لے لیں۔

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جبرائیل امین نے آکر قریش کے مشورہ کی اطلاع دی اور یہ مشورہ دیا کہ آپ یہ رات اپنے کاشانہ مبارک میں نہ گزاریں۔

چنانچہ جب رات کا وقت آیا اور تاریکی چھا گئی تو قریش نے حسب قرارداد آ کر آپ ﷺ کے مکان کو گھیر لیا کہ جب آپ ﷺ سو جائیں تو آپ ﷺ پر حملہ کریں آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ میری سبز چادر اوڑھ کر میرے بستر پر لیٹ جاؤ اور دوست تم کو کوئی کسی قسم کی گزند نہ پہنچا سکے گا قریش اگرچہ آپ ﷺ کے دشمن تھے لیکن آپ ﷺ کو صادق و امین سمجھتے تھے اور امانتیں آپ ﷺ ہی کے پاس رکھتے تھے آپ ﷺ نے وہ سب امانتیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کیں کہ صبح کو یہ امانتیں لوگوں تک پہنچا دینا۔

ابو جہل لعین باہر کھڑا ہنس ہنس کر لوگوں سے یہ کہہ رہا تھا کہ محمد ﷺ کا زعم یہ ہے کہ اگر تم ان کا اتباع کرو تو دنیا میں عرب و عجم کے بادشاہ بنو گے اور مرنے کے بعد تم کو بہشت بریں ملے گی اور ان پر ایمان نہ لاؤ گے تو دنیا میں ان کے پیروؤں کے ہاتھ قتل ہو جاؤ گے اور مرنے کے بعد جہنم میں جلو گے۔

نبی کریم ﷺ گھر میں سے ایک مشت خاک لئے ہوئے برآمد ہوئے اور فرمایا کہ ہاں میں یہی کہتا ہوں اور تو بھی ایک انہی میں سے ہے کہ دنیا میں میرے اصحاب کے ہاتھ سے قتل ہوگا اور مرنے کے بعد جہنم میں جلے گا اور اس مشت خاک پر سورہ یٰسین کی شروع کی آیتیں فاغشینٰهم فهم لا یبصرون تک پڑھ کر ان کے سروں پر ڈال دی اللہ نے ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا اور آپ ﷺ ان کے سامنے سے گزر گئے اور کسی کو نظر نہ آئے۔ آپ ﷺ ان کے سامنے سے نکل کر ابوبکر صدیقؓ کے مکان پر تشریف لے گئے اور ابوبکرؓ کو ساتھ لے کر جبل ثور کا راستہ لیا اور وہاں جا کر ایک غار میں چھپ گئے اسی اثنا میں ایک شخص آپ ﷺ کے مکان کے پاس سے گزرا تو قریش کی جماعت سے دریافت کیا کہ تم کیوں کھڑے ہو اور کس کے منتظر ہو؟ کہا کہ ہم محمد ﷺ کے منتظر ہیں کہ وہ برآمد ہوں تو ہم ان کو قتل کر دیں اس شخص نے کہا اللہ تم کو ناکام کرے! محمد ﷺ تمہارے سروں پر خاک ڈال کر گزر بھی چکے ہیں جب صبح ہوئی اور حضرت علیؓ آپ کے بستر سے اٹھے تو یہ کہنے لگے کہ واللہ! اس شخص نے ہم سے سچ کہا تھا اور نہایت ندامت کے ساتھ حضرت علیؓ سے پوچھا کہ محمد (ﷺ) کہاں ہیں؟ حضرت علیؓ نے کہا مجھ کو علم نہیں۔

حضرت ابوبکرؓ کی بڑی صاحبزادی حضرت اسماء نے سفر کے لئے ناشتہ تیار کیا عجلت میں بجائے رسی کے اپنا پٹکا پھاڑ کر ناشتہ دان باندھا اسی روز سے حضرت اسماء ذات النطاقین کے نام سے موسوم ہوئیں ابن سعد کی روایت میں یہ ہے کہ ایک ٹکڑے سے توشہ دان باندھا اور دوسرے سے مشکیزہ کا منہ بند کیا اور عبداللہ بن ابی بکر جو حضرت ابوبکرؓ کے فرزند تھے اور جوان تھے وہ دن بھر مکہ میں رہتے اور رات کو آ کر قریش کی خبریں بیان کرتے اور عامر بن فہیرہ ابوبکر صدیقؓ کے آزاد کردہ غلام بکریاں چرایا کرتے تھے عشاء کے وقت آ کر آپ ﷺ اور ابوبکرؓ کو بکریوں کا دودھ پلا جاتے تھے۔

اور عبداللہ بن اریقط کو رہبری کے لئے اجرت پر مقرر کیا کہ وہ غیر معروف راستے سے لے جائے عبداللہ بن اریقط اگرچہ مذہبا کافر اور مشرک تھا لیکن حضور ﷺ اور ابوبکرؓ نے اس پر اعتماد کیا تھا اور اونٹنیاں اس کے سپرد کر دیں کہ دونوں کو تیسرے دن جبل ثور پر لے کر حاضر ہو جائے اور مدینہ لے کر روانہ ہو جائے۔

الغرض گھر سے نکل کر رات ہی میں دونوں حضرات غار ثور کی طرف روانہ ہوئے۔ جب غار کی طرف روانہ ہوئے تو صدیق اکبرؓ کبھی آپ کے آگے چلتے کبھی پیچھے کبھی دائیں اور کبھی بائیں۔ حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کہ ابوبکرؓ یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! جب خیال آتا ہے کہ کہیں کوئی پیچھے سے تلاش میں نہ آ رہا ہو تو میں پیچھے چلتا ہوں اور جب یہ خیال

آتا ہے کہ کہیں کوئی گھات میں نہ بیٹھا ہو تو آگے چلتا ہوں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اے ابوبکرؓ! کیا اس سے تمہارا یہ مقصد ہے کہ تم قتل ہو جاؤ اور میں بچ جاؤں؟ ابوبکرؓ نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ ﷺ! جب غار پر پہنچے تو عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ذرا ٹھہریئے میں اندر جا کر آپ ﷺ کے لئے غار کو صاف کر لوں۔

ادھر جب کافروں کو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ جا چکے ہیں تو اسی وقت آپ ﷺ کی تلاش میں ہر طرف دوڑے ڈھونڈتے ڈھونڈتے غار تک پہنچے تو غار کے دروازہ پر مکڑی کا جال دیکھ کر کہنے لگے کہ اس میں جاتے تو غار کے منہ پر مکڑی کا جال باقی نہ رہ سکتا اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ کے حکم سے آپ ﷺ کے چہرے کے سامنے ایک درخت اگ گیا اور ایک جنگلی کبوتر کے جوڑے نے آ کر انڈے دیئے۔

حضرت ابوبکرؓ بیان فرماتے ہیں کہ جب میں اور رسول اللہ ﷺ غار میں تھے اور قریش ہمیں تلاش کرتے کرتے غار کے منہ پر آ کھڑے ہوئے تو اس وقت میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ان میں سے اگر کسی کی نظر اپنے قدموں پر پڑ جائے تو یقیناً ہم کو دیکھ لے گا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ماظنك يا ابي بكر باثنين الله ثالثهما۔

تین روز تک آپ ﷺ اسی غار میں چھپے رہے تین روز کے بعد عبداللہ بن ارلقط دوئلی حسب وعدہ صبح کے وقت دو اونٹنیاں لے کر غار پر حاضر ہوا۔ متعارف اور مشہور راستہ چھوڑ کر غیر معروف راستہ سے ساحل کی طرف سے آپ ﷺ کو لے کر چلا۔

جب وہ بنی مدلج کے علاقوں میں پہنچے تو پیچھے سے سراقہ بن مالک آ پہنچا جو قریش مکہ کی طرف سے آپ ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ یا دونوں میں سے کسی ایک کو زندہ یا مردہ پکڑ کر لانے کے عوض بھاری انعام کے لالچ میں ان دونوں کا تعاقب کر رہا تھا جب وہ ان دونوں کے قریب پہنچا تو اچانک اس کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور وہ زمین پر گر پڑا اور پھر اٹھ کر گھوڑے پر سوار ہوا اور اتنا قریب پہنچ گیا کہ آپ ﷺ کی گفتگو اس کو سنائی دی اور عین اس وقت کہ وہ دھاوا بولنا چاہتا تھا اس کے گھوڑے کے دونوں پاؤں رانوں تک زمین میں دھنس گئے اور سراقہ الٹے منہ زمین پر گر پڑا اب اس کو تنبیہ ہوئی اور وہ گڑگڑا کر معافی مانگنے لگا اور تائب ہو کر حضور ﷺ کی خدمت میں زادِ راہ پیش کرنے لگا لیکن حضور ﷺ نے قبول نہ فرمایا البتہ اس کو معاف کرتے ہوئے یہ حکم دیا کہ ہمارے بارے میں کسی کو کچھ نہ بتانا چنانچہ سراقہ وہاں سے واپس لوٹا اور راستہ میں جو بھی کافر آپ ﷺ کے تعاقب میں آتا ہوا ملتا اس کو مختلف تدبیروں سے واپس کر دیتا اس طرح یہ دونوں حضرات بخیر و عافیت مدینہ پہنچ گئے۔

خیبر کے یہودیوں کے بارے میں ایک معجزہ

۵۷۷۸/۲۶ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ لَمَّا فُتِحَتْ خَیْبَرُ اُهْدِیَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ شَاةٌ فِیْهَا سَمٌّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِجْمَعُوْا لِیْ مَنْ کَانَ هٰهُنَا مِنَ الْیَهُوْدِ فَجُمِعُوْا لَهٗ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ سَائِلُکُمْ عَنْ شَیْءٍ فَهَلْ اَنْتُمْ مُصَدِّقِیَّ عَنْهُ قَالُوْا نَعَمْ یَا اَبَا الْقَاسِمِ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَبُوْکُمْ قَالُوْا فُلَانٌ قَالَ کَذَبْتُمْ بَلْ اَبُوْکُمْ فُلَانٌ قَالُوْا صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ قَالَ فَهَلْ اَنْتُمْ مُصَدِّقِیَّ عَنْ شَیْءٍ اِنْ سَاَلْتُکُمْ عَنْهُ قَالُوْا نَعَمْ یَا

اَبُو الْقَاسِمِ وَاِنْ كَذَّبْنَاكَ عَرَفْتَ كَمَا عَرَفْتَهُ فِيْ اَبِيْنَا فَقَالَ لَهُمْ مَنْ اَهْلُ النَّارِ قَالُوْا نَكُوْنُ فِيْهَا يَسِيْرًا ثُمَّ تَخْلُفُوْنَا فِيْهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اخْسَئُوْا فِيْهَا وَاللّٰهِ لَا نَخْلُفُكُمْ فِيْهَا اَبَدًا ثُمَّ قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُصَدِّقِيَّ عَنْ شَيْءٍ اِنْ سَاَلْتُكُمْ عَنْهُ فَقَالُوْا نَعَمْ يَا اَبَا الْقَاسِمِ قَالَ هَلْ جَعَلْتُمْ فِيْ هٰذِهِ الشَّاةِ سَمًّا قَالُوْا نَعَمْ قَالَ فَمَا حَمَلَكُمْ عَلٰى ذٰلِكَ قَالُوْا اَرَدْنَا اِنْ كُنْتَ كَاذِبًا اَنْ نَسْتَرِيْحَ مِنْكَ وَاِنْ كُنْتَ صَادِقًا لَمْ يَضُرَّكَ۔ (رواه البخاري)

أخرجه البخاري في صحيحه ٢٧٢/٦ حديث رقم ٣١٦٩ وأخرجه الدارمي في السنن ٤٧/١ حديث رقم ٦٩ و احمد في المسند ٤٥١/٢۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب خیبر فتح ہوا تو رسول اللہ ﷺ کو ایک بکری ہدیہ میں دی گئی جس میں زہر تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس ان یہودیوں کو جمع کرو جو یہاں ہیں پس ان کو جمع کیا گیا ان سے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں تم سے ایک چیز کے بارے میں سوال کرنے والا ہوں کیا تم میری تصدیق کرو گے انہوں نے کہا جی ہاں اے ابوالقاسم! ان سے رسول اللہ ﷺ نے پوچھا تمہارا باپ کون ہے؟ (یعنی تمہارا جد اعلیٰ جس کو قبیلے کا باپ کہا جاتا ہے اس کا کیا نام ہے) انہوں نے کہا فلاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم نے جھوٹ بولا بلکہ تمہارا باپ فلاں ہے انہوں نے کہا کہ آپ ﷺ نے سچ فرمایا اور بجا فرمایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم میری کسی چیز کے بارے میں تصدیق کرو گے اگر میں تم سے اس کے بارے میں سوال کروں؟ انہوں نے کہا جی ہاں اے ابوالقاسم! اس لئے کہ اگر ہم نے جھوٹ بولا تو آپ ﷺ پہچان لیں گے جیسا کہ آپ ﷺ نے جھوٹ کو ہمارے باپ کے بارے میں پہچان لیا آپ ﷺ نے ان سے فرمایا دوزخی کون ہے انہوں نے کہا دوزخ میں تھوڑے دن ہم رہیں گے اور پھر تم ہمارے جانشین ہو گے حضور ﷺ نے فرمایا ارے کم بختو! پرے رہو تم جھوٹے ہو خدا کی قسم! ہم کبھی بھی دوزخ میں تمہارے جانشین نہ ہوں گے پھر آپ ﷺ نے فرمایا اگر میں تم سے ایک اور بات دریافت کروں تو کیا تم میرے بیان کی تصدیق کرو گے؟ انہوں نے کہا جی ہاں اے ابوالقاسم! آپ ﷺ نے دریافت کیا کیا تم نے اس بکری میں زہر ملایا ہے۔ انہوں نے کہا ہاں۔ آپ ﷺ نے پوچھا تم نے زہر کس خیال سے ملایا تھا؟ انہوں نے کہا ہمارا خیال تھا کہ آپ ﷺ دعویٰ نبوت میں جھوٹے ہیں تو ہمیں آپ ﷺ سے نجات مل جائے گی اور اگر آپ ﷺ (دعویٰ نبوت میں) سچے ہیں تو یہ زہر آپ ﷺ کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ (بخاری)

تشریح ۞ حضور ﷺ نے جب ان سے ان کے جد اعلیٰ کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے آزمانے کے لئے جھوٹ بولا کہ آیا آپ ﷺ کو اس کا علم ہوتا ہے یا نہیں۔ پھر جب حضور ﷺ نے دوزخیوں کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ ہم چند دن جہنم میں رہیں گے پھر تم ہمارے نائب ہو گے اور قرآن کریم نے ان کے اس دعویٰ کو یوں نقل کیا ہے: لن تمسنا النار الا ایاما معدودات۔ پھر جب بکری میں زہر ملانے کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ ہمارا مقصود آپ کا امتحان لینا تھا کہ اگر آپ ﷺ جھوٹے ہوئے تو ہمیں آپ ﷺ سے نجات مل جائے گی اگر آپ ﷺ سچے ہوئے تو ہم آپ ﷺ کی اتباع کریں گے لیکن یہود کی ضد اور ہٹ دھرمی دیکھیں کہ انہوں نے اپنے معیار کے مطابق حضور ﷺ کے دعویٰ نبوت کی صداقت کو جانچا لیکن پھر بھی ایمان نہ لائے اور اپنے ہی قول کے مطابق جھوٹے ہو گئے۔

فائدہ: یہود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ابو القاسم کہہ کر پکارتے تھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نام نہیں لیتے تھے اس لئے کہ انہیں کی کتابوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام محمد مشہور و معروف تھا جو خود ان کی کتابوں کی رو سے نبی آخر الزمان کی صداقت کی علامت تھا۔

قیامت تک ہونے والے حوادث وواقعات کی خبر دینے کا معجزہ

۵۷۷۹/۶۷ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ اَخْطَبَ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا الْفَجْرَ وَصَعِدَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَخَطَبَنَا حَتّٰى حَضَرَتِ الظُّهْرُ فَنَزَلَ فَصَلّٰى ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتّٰى حَضَرَتِ الْعَصْرُ ثُمَّ نَزَلَ فَصَلّٰى ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ حَتّٰى غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَاَخْبَرَنَا بِمَا هُوَ كَائِنٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَاَعْلَمُنَا اَحْفَظُنَا۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم في صحيحه ٢٢١٧/٤ حديث رقم ٢٨٩٢ و احمد في المسند ٣٤١/٥۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن اخطب انصاریؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک دن فجر کی نماز پڑھائی اور منبر پر تشریف فرما ہو کر ہمیں خطبہ دیا یہاں تک کہ ظہر کا وقت گیا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے نیچے تشریف لائے اور نماز ظہر پڑھی پھر منبر پر تشریف لے گئے اور ہمیں خطبہ دیا یہاں تک کہ عصر کا وقت ہو گیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے نیچے تشریف لائے اور نماز پڑھی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں قیامت تک ہونے والے واقعات کی خبر دی ہم میں سے آج وہ عقلمند ترین شخص ہے جس نے ان باتوں کو یاد رکھا۔ (مسلم)

تشریح: یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم الشان معجزہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک پیش آنے والے واقعات قبل از وقت بیان فرما دیئے۔

حضرت عمرو بن اخطب کا تعارف:

حضرت عمرو بن اخطب انصاری صحابی ہیں جو ابو زید اعرج کی کنیت سے مشہور ہیں اکثر غزوات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم رکابی کا شرف حاصل ہوا تقریباً تیرہ غزوات میں شریک ہوئے۔ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور انہیں خوبصورتی کی دعا دی اس دعا کی برکت اس طرح حاصل ہوئی کہ سو سال سے اوپر ان کی عمر ہوئی لیکن چہرہ مبارک گلاب کی طرح تروتازہ رہتا تھا اور ان کی داڑھی مبارک کے چند بال ہی سفید ہوئے۔

درخت کا جنات کی آمد کی اطلاع دینا

۵۷۸۰/۶۸ وَعَنْ مَعْنِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ سَمِعْتُ اَبِيْ قَالَ سَاَلْتُ مَسْرُوْقًا مَنْ اٰذَنَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجِنِّ لَيْلَةَ اسْتَمَعُوا الْقُرْاٰنَ فَقَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْكَ يَعْنِيْ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ اَنَّهٗ قَالَ اٰذَنَتْ بِهِمْ شَجَرَةٌ ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاري في صحيحه ١٧١/٧ حديث رقم ٣٨٥٩ و مسلم في صحيحه ٣٣٢/١ حديث رقم (١٥٣-٤٥٠)

ترجمہ: حضرت معن بن عبدالرحمان سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا انہوں نے فرمایا کہ میں نے مسروق سے پوچھا کہ نبی کریم ﷺ کو کس نے اس رات جنوں کی خبر دی تھی جب انہوں نے قرآن مجید سنا تھا؟ مسروق نے بتایا کہ مجھے تیرے باپ یعنی عبداللہ بن مسعودؓ نے بیان کیا کہ آپ ﷺ کو جنوں کے آنے کی خبر درخت نے دی تھی۔ (متفق علیہ)

تشریح ۞ یعنی ایک درخت نے حضور ﷺ کو اطلاع دی کہ یا رسول اللہ ﷺ! جنات ایمان لانے اور قرآن سننے کے لئے آئے ہوئے ہیں حضور ﷺ باہر تشریف لے گئے جنات کو دیکھا اور ان کو قرآن پڑھایا۔

غزوہ بدر میں کافروں کی ہلاکت کی جگہوں کے بارے میں خبر دینا

۵۷۸۱/۶۹ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كُنَّا مَعَ عُمَرَ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ فَتَرَائَيْنَا الْهِلَالَ وَكُنْتُ رَجُلاً حَدِيْدَ الْبَصَرِ فَرَاَيْتُهُ وَلَيْسَ اَحَدٌ يَزْعَمُ اَنَّهُ رَاٰهُ غَيْرِيْ فَجَعَلْتُ اَقُوْلُ لِعُمَرَ اَمَا تَرَاهُ فَجَعَلَ لَا يَرَاهُ قَالَ يَقُوْلُ عُمَرُ سَاَرَاهُ وَاَنَا مُسْتَلْقٍ عَلٰى فِرَاشِيْ ثُمَّ اَنْشَاَ يُحَدِّثُنَا عَنْ اَهْلِ بَدْرٍ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُرِيْنَا مَصَارِعَ اَهْلِ بَدْرٍ بِالْاَمْسِ يَقُوْلُ هٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ غَدًا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ وَهٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ غَدًا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ قَالَ عُمَرُ وَالَّذِيْ بَعَثَهُ بِالْحَقِّ مَا اَخْطَؤُا الْحُدُوْدَ الَّتِيْ حَدَّهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ فَجُعِلُوْا فِيْ بِئْرٍ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ فَانْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى انْتَهٰى اِلَيْهِمْ فَقَالَ يَا فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ هَلْ وَجَدْتُّمْ مَا وَعَدَكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ حَقًّا فَاِنِّيْ قَدْ وَجَدْتُّ مَا وَعَدَنِيَ اللّٰهُ حَقًّا فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ تُكَلِّمُ اَجْسَادًا لَا اَرْوَاحَ فِيْهَا فَقَالَ مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ لِمَا اَقُوْلُ مِنْهُمْ غَيْرَ اَنَّهُمْ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ اَنْ يَّرُدُّوْا عَلَيَّ شَيْئًا۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم في صحيحه ۲۲۰۲/٤ حديث رقم (۷٦-۲۸۷۳) وأخرجه النسائي في السنن ۱۰۹/٤ حديث رقم ۲۰۷٤ و احمد في المسند ۲٦/۱۔

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ہم حضرت عمر بن الخطابؓ کے ساتھ مکہ و مدینہ کے درمیان ٹھہرے ہوئے تھے کہ ہم نے چاند دیکھنے کی کوشش کی۔ میں تمام لوگوں میں تیز نظر تھا میں نے چاند دیکھ لیا اور ہم میں سے کوئی شخص ایسا نہ تھا جسے میرے سوا چاند نظر آیا ہو میں نے حضرت عمرؓ کو چاند دکھانا شروع کیا اور کہا کیا آپ چاند نہیں دیکھتے؟! (وہ کیا ہے) لیکن انہیں نظر نہ آیا انہوں نے کہا میں جب بستر پر لیٹوں گا اسے دیکھ لوں گا۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے بدر کے واقعات بیان کرنا شروع کئے اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے جنگ سے ایک روز پہلے ہمیں وہ تمام مقامات دکھا دیئے تھے جہاں مشرک قتل کیے جائیں گے (یعنی جہاں جہاں ان کی لاشیں پڑی ہوں گی) چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا کل ان شاء اللہ یہاں فلاں شخص مرا پڑا ہوگا اور کل ان شاء اللہ یہاں فلاں کافر کی لاش پڑی ہوگی اور کل ان شاء اللہ اس جگہ فلاں مشرک مردہ پڑا ہوگا حضرت عمرؓ کا بیان ہے قسم ہے اس ذات کی جس نے حضور ﷺ کو حق دے کر بھیجا! جو مقامات رسول اللہ ﷺ نے مقرر فرمائے تھے

ان سے ذرا بھی تجاوز نہیں ہوا۔ پھران کافروں کو ایک کنویں کے اندر ایک کے اوپر ایک ڈال دیا گیا پھر رسول اللہ ﷺ نے کنویں پر پہنچ کر فرمایا اے فلاں بن فلاں اے فلاں بن فلاں! کیا تم نے وہ چیز حق اور درست پالی جس کا تم سے خدا اور اس کے رسول ﷺ نے وعدہ کیا تھا؟ میں نے تو اس چیز کو حق اور درست پایا جس کا میرے خدا نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کیسے جسموں سے باتیں کر رہے ہیں کہ جن میں تو روح ہی نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا جو کچھ کہہ رہا ہوں اسے وہ تم سے زیادہ سنتے ہیں لیکن وہ جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔ (مسلم)

تشریح ۞ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ چونکہ میں تو سریع البصر تھا اس لئے میں نے چاند دیکھ لیا حضرت عمرؓ کو چاند نظر نہیں آیا میں نے کوشش کی کہ ان کو بھی نظر آ جائے لیکن انکو چاند نظر نہیں آیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا چاند دیکھنے کے لئے اتنی مشقت اٹھانے کی ضرورت نہیں کچھ دیر بعد یا ایک دن بعد جب یہ روشن ہو جائے گا تو اس وقت میں بستر پر لیٹ کر بھی دیکھ لوں گا۔
اس سے معلوم ہوا کہ غیر ضروری کاموں میں غور و خوض نہ کرنا چاہئے اور اپنے اوقات کو لایعنی کاموں میں صرف کرنے سے بچنا چاہئے۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضور ﷺ کی پیشنگوئی

۵۷۸۲/۷۰ وَعَنْ اُنَيْسَةَ بِنْتِ زَيْدِ ابْنِ اَرْقَمَ عَنْ اَبِيْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلٰى زَيْدٍ يَعُوْدُهُ مِنْ مَرَضٍ كَانَ بِهٖ قَالَ لَيْسَ عَلَيْكَ مِنْ مَرَضِكَ بَاْسٌ وَلٰكِنْ كَيْفَ لَكَ اِذَا عُمِّرْتَ بَعْدِيْ فَعَمِيْتَ قَالَ اَحْتَسِبُ وَاَصْبِرُ قَالَ اِذَنْ تَدْخُلَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ قَالَ فَعَمِيَ بَعْدَ مَا مَاتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ رَدَّ اللّٰهُ عَلَيْهِ بَصَرَهٗ ثُمَّ مَاتَ۔

أخرجه البيهقي في دلائل النبوة ٤٧٩/٦۔

ترجمہ: حضرت انیسہ بنت زید بن ارقم اپنے والد سے نقل کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ان کی عیادت کے لئے تشریف لائے جبکہ وہ بیمار تھے اور فرمایا تمہیں اس بیماری سے خوف زدہ نہیں ہونا چاہئے لیکن اس وقت تیرا کیا حال ہوگا جب میرے بعد تیری عمر دراز ہو جائے گی اور تو نابینا ہو جائے گا؟ حضرت زید نے عرض کیا کہ میں اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھوں گا اور صبر کروں گا آپ ﷺ نے فرمایا تب تو جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوگا۔ راوی کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد زید بن ارقم کی بینائی جاتی رہی پھر (کچھ عرصہ کے بعد) اللہ تعالیٰ نے پھر سے ان کو بینائی عطا فرما دی اور اس کے بعد وہ انتقال کر گئے۔

تشریح ۞ حضور ﷺ نے حضرت زیدؓ سے یہ فرمایا کہ تم میرے بعد نابینا ہو جاؤ گے لیکن یہ نہیں بتایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دوبارہ بینائی عطا کریں گے تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ غم اور مشقت برداشت کر کے اجر عظیم کے مستحق ہو جائیں اگر ان کو پہلے سے معلوم ہو جاتا کہ مجھے بینائی دوبارہ مل جائے گی تو ان کی اتنی پریشانی نہ ہوتی اور صبر کا کامل درجہ نصیب نہ ہوتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غلط بات منسوب کرنے والے کا انجام

۱/۵۷۸۳ وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَقَوَّلَ عَلَيَّ مَا لَمْ اَقُلْ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ وَذٰلِكَ اَنَّهٗ بَعَثَ رَجُلًا فَكَذَبَ عَلَيْهِ فَدَعَا عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوُجِدَ مَيِّتًا وَقَدِ انْشَقَّ بَطْنُهٗ وَلَمْ تَقْبَلْهُ الْاَرْضُ ۔ (رواهما البيهقي في دلائل النبوة)

أخرجه البيهقي في دلائل النبوة ۲۴۵/۶ ـ في المخطوطة "اقعدار"۔

ترجمہ: حضرت اسامہ بن زید سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص میری طرف ایسی بات منسوب کرے جو میں نے نہیں کہی تو اسے چاہئے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے اور یہ اس وقت ارشاد فرمایا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو کسی شخص یا جماعت کے پاس بھیجا تھا اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کوئی جھوٹی بات بنا کر کہہ دی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے بددعا فرمائی پھر وہ مردہ پایا گیا اس حال میں کہ اس کا پیٹ پھٹا ہوا تھا اور زمین نے اس کو قبول نہیں کیا تھا (ان دونوں روایتوں کو بیہقی نے دلائل النبوہ میں بیان کیا ہے)

تشریح: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایسی بات منسوب کرنا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد نہ فرمائی ہو وضع حدیث کہلاتا ہے۔ امام الحرمین کے والد کے نزدیک وضع حدیث کفر ہے جس کی وجہ سے انسان کافر ہو جاتا ہے اور یہ روایت اس کی مؤید ہے اس لئے کہ اس شخص کو زمین کا قبول نہ کرنا اس کے ہمیشہ کے لئے دوزخی ہونے کی علامت ہے باقی اس مسئلہ کی تفصیل کتاب العلم میں گزر چکی ہے۔

کھانے میں برکت کا واقعہ

۲/۵۷۸۴ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَهٗ رَجُلٌ يَسْتَطْعِمُهٗ فَاَطْعَمَهٗ شَطْرَ وَسْقِ شَعِيْرٍ فَمَا زَالَ الرَّجُلُ يَاْكُلُ مِنْهُ وَامْرَاَتُهٗ وَضَيْفُهُمَا حَتّٰى كَالَهٗ فَفَنِيَ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوْ لَمْ تَكِلْهُ لَاَكَلْتُمْ مِنْهُ وَلَقَامَ لَكُمْ ۔ (رواه مسلم)

أخرجه مسلم في صحيحه ۱۷۸۴/۴ حديث رقم ۲۲۸۱/۳ و احمد في المسند ۳۳۷/۳

ترجمہ: حضرت جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی آیا اور کھانا مانگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو آدھا وسق جو دیئے جن میں سے وہ شخص اس کی بیوی اور ان کے مہمان ہمیشہ کھاتے رہے یہاں تک کہ ایک بار اس نے ان کو کیل کرلیا تو وہ ختم ہوگئے وہ شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا (اور سارا قصہ بیان کیا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر ان کو تم کیل نہ کرتے تو تم لوگ اس میں سے ہمیشہ کھاتے رہتے اور وہ جو تمہارے پاس باقی رہتے۔ (مسلم)

مشتبہ کھانے کا حلق سے نہ اُترنا

۳/۵۷۸۵ وَعَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْجَنَازَةِ فَرَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْقَبْرِ يُوْصِي الْحَافِرَ يَقُوْلُ اَوْسِعْ مِنْ قِبَلِ رِجْلَيْهِ اَوْسِعْ مِنْ قِبَلِ رَأْسِهٖ فَلَمَّا رَجَعَ اِسْتَقْبَلَهٗ دَاعِيْ امْرَاَتِهٖ فَاَجَابَ وَنَحْنُ مَعَهٗ فَجِيْئَ بِالطَّعَامِ فَوَضَعَ يَدَهٗ ثُمَّ وَضَعَ الْقَوْمُ فَاَكَلُوْا فَنَظَرْنَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلُوْكُ لُقْمَةً فِيْ فِيْهِ ثُمَّ قَالَ اَجِدُ لَحْمَ شَاةٍ اُخِذَتْ بِغَيْرِ اِذْنِ اَهْلِهَا فَاَرْسَلَتِ الْمَرْاَةُ تَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اَرْسَلْتُ اِلَى النَّقِيْعِ وَهُوَ مَوْضِعٌ يُبَاعُ فِيْهِ الْغَنَمُ لِيُشْتَرٰى لِيْ شَاةٌ فَلَمْ تُوْجَدْ فَاَرْسَلْتُ اِلٰى جَارٍ لِيْ قَدِ اشْتَرٰى شَاةً اَنْ يُرْسِلَ بِهَا اِلَيَّ بِثَمَنِهَا فَلَمْ يُوْجَدْ فَاَرْسَلْتُ اِلَى امْرَاَتِهٖ فَاَرْسَلَتْ اِلَيَّ بِهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَطْعِمِيْ هٰذَا الطَّعَامَ الْاُسَارٰى۔ (رواه ابوداؤد والبيهقي في دلائل النبوة)

أخرجه البيهقي في دلائل النبوة ٤٧٩/٦ ـ ٢٤٥/٦، في المخطوطة "المقدار" أخرجه مسلم في صحيحه ١٧٨٤/٤ حديث رقم ٢٢٨١/٣ و احمد في المسند ٣٣٧/٣ ـ أخرجه ابو داؤد في السنن ٦٢٧/٣ حديث رقم ٣٣٣٢

ترجمہ: حضرت عاصم بن کلیب اپنے والد سے اور وہ انصار میں سے ایک آدمی سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازے میں نکلے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے پاس تھے قبر کھودنے والے کو ہدایت فرما رہے تھے کہ پاؤں کی طرف سے کشادہ کرو سر کی جانب سے کشادہ کرو۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے تو میت کی بیوی کی طرف سے ایک دعوت دینے والا شخص آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت کو قبول فرمالیا اور ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے پس کھانا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لایا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھایا اور دوسرے لوگوں نے بھی کھانے کی طرف ہاتھ بڑھایا اور کھانا شروع کر دیا ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف منہ میں لقمہ کو چبا رہے ہیں (یعنی نگلتے نہیں) پھر فرمایا میں اس کو ایسی بکری کا گوشت پاتا ہوں جو مالک کی اجازت کے بغیر (ہگا) لی گئی ہے اس عورت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک آدمی بھیجا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے نقیع (ایک جگہ کا نام ہے جہاں بکریاں فروخت ہوتی تھیں) کی طرف ایک آدمی بکری خریدنے کے لئے بھیجا تھا لیکن وہاں بکری نہ ملی پھر میں نے اپنے ہمسائے کے ہاں آدمی بھیجا جس نے ایک بکری خریدی تھی کہ وہ اسی قیمت پر مجھے فروخت کر دے جس قیمت پر اس نے خریدی ہے لیکن وہ ہمسایہ (گھر پر) نہ ملا پھر میں نے اس کی بیوی کے پاس آدمی بھیجا اس نے وہ بکری میرے پاس بھیج دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ (سن کر) ارشاد فرمایا یہ کھانا قیدیوں کو کھلا دو۔ (ابوداؤد، بیہقی)

تشریح ۞ فَاَجَابَ وَنَحْنُ مَعَهٗ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دعوت کو قبول فرمایا اس روایت پر ان فقہی روایات کے ذریعے اعتراض ہوتا ہے کہ جن میں میت کے گھر کھانا کھانے سے منع کیا گیا ہے چنانچہ بزازیہ اور خلاصہ میں ہے کہ میت کے گھر پہلے دن تیسرے دن یا ہفتہ کے بعد کھانا کھانا مکروہ ہے نیز خلاصہ ہی میں ہے کہ میت کے گھر تیسرے دن ضیافت کرنا مباح نہیں ہے۔ علامہ زیلعی تحریر فرماتے ہیں کہ تین دن کے لئے سوگ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے بشرطیکہ ممنوعات کا ارتکاب نہ کیا جائے مثلاً دریاں بچھونے وغیرہ بچھانا اور اہل میت کی طرف سے کھانے کا اہتمام کرنا اور علامہ ابن الہمام فرماتے ہیں کہ اہل میت کی طرف سے ضیافت کرنا مکروہ ہے اور بدعت سیئہ ہے اور ان حضرات نے اس کی علت یہ بیان کی ہے کہ دعوت سرور اور خوشی کے موقع پر مشروع ہے نہ کہ مصیبت کے موقع پر۔

اسی طرح امام احمدؒ اور ابن ماجہؒ نے سند صحیح کے ساتھ حضرت جریر بن عبداللہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ ہم اہل میت کے ہاں جمع ہونے اور ان کے ہاں کھانا کھانے کو نوحہ میں سے شمار کرتے ہیں۔

حضرت عاصم کی اس روایت اور فقہاء کی عبارات میں تطبیق دینے کے لئے یہ کہا جائے گا کہ فقہاء کی عبارات ایک خاص صورت پر محمول ہیں یعنی فقہاء نے اس وقت منع کیا ہے جبکہ لوگ محض رسمی طور پر یا ظاہرداری کی غرض سے میت کے گھر جمع ہوں اور اہل میت مجبور ہو کر شرما شرمی میں کھانے کا انتظام کریں یا یہ کھانا ترکہ میں سے کھلایا جائے اور ورثاء میں کچھ نابالغ ہوں یا غائب ہوں جن کی رضا مندی کے بغیر کھلایا جائے یا مثلاً کھانا کھلانا تفاخر، ریاء وغیرہ کی غرض سے ہو۔

نیز قاضی خان کا قول بھی انہیں صورتوں پر محمول ہے۔ جس میں انہوں نے فرمایا ہے کہ غمی کے ایام میں ضیافت کرنا مکروہ ہے اس لئے کہ ضیافت تو خوشی کے موقعوں پر کی جاتی ہے غمی کے موقعوں پر خوشی کے کام کرنا مکروہ ہے۔ البتہ اگر میت کے ایصال ثواب کے لئے فقراء کو کھانا کھلایا جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

اگر کوئی شخص مرتے ہوئے یہ وصیت کرے کہ تین دن تک لوگوں کو کھانا کھلایا جائے تو ایک صحیح روایت کے مطابق یہ وصیت باطل ہے لیکن بعض حضرات نے کہا ہے کہ یہ وصیت ایک تہائی کی حد تک نافذ العمل ہوگی بظاہر یہی درست معلوم ہوتا ہے۔

یہ ساری تفصیل ملا علی قاریؒ کی بیان کردہ ہے اور آج کل جو کھانوں کا رواج ہے ان میں مذکورہ بالا کوئی نہ کوئی وجہ ضرور پائی جاتی ہے اس لئے وہ کھانے مکروہ ہیں۔

باقی اس حدیث میں حضور ﷺ کے کھانے کا جو ذکر ہے اس کی وجہ وہی ہو سکتی ہے جو قاضی خان نے بیان کی ہے کہ فقراء کو کھانا کھلانا اچھا ہے حضور ﷺ کو کھانا کھلانا تو بطور ہدیہ کے تھا اور آپ ﷺ کے ساتھ دوسرے لوگوں کو کھانا کھلانا بطور صدقہ کے تھا تاکہ اس کا ثواب میت کو پہنچے۔

البتہ فقہاء نے یہ بھی لکھا ہے کہ جو لوگ تجہیز و تکفین اور تدفین میں شریک ہوں ان کو کھانا کھلانا جائز ہے اور یہ سب حضرات چونکہ تجہیز و تکفین اور تدفین میں شریک تھے اس لئے ان کے لئے کھانا کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں تھا چونکہ فقہاء نے اس قسم کے کھانے کو کراہت سے مستثنیٰ قرار دیا ہے اس لئے اب فقہاء کے اقوال اور اس روایت میں کوئی تضاد نہ رہا۔

وَهُوَ مَوْضِعٌ بِبَقِيعٍ ...... یہ نقیع کی تفسیر ہے جو کہ مدرج ہے بعض راویوں نے روایت کے دوران اس کی وضاحت کر دی یہ ایک جگہ ہے جو مدینہ سے بیس کوس کے فاصلے پر وادی عقیق کی طرف واقع ہے۔

اَطْعِمِيْ هٰذَا الطَّعَامَ: یہ کھانا قیدیوں کو کھلا دو چونکہ یہ بکری مالک کی اجازت کے بغیر لی گئی تھی جو غصب کے حکم میں ہے اور مغصوبہ چیز میں جب تغیر فاحش ہو جائے تو غاصب اس کا مالک بن جاتا ہے لیکن جب تک اس کے ثمن اور قیمت ادا نہ کر دی جائے تو اس کی ملک خبیث ہوتی ہے جس کو صدقہ کرنا ضروری ہوتا ہے اور قیدی فقیر ہوتے ہیں اس لئے ان کو کھلانے کا حکم دیا واللہ اعلم۔

امّ معبد رضی اللہ عنہا کی لاغر بکری میں دودھ بھر جانے کا معجزہ

۴/۵۷۸۶ وَعَنْ حِزَامِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ حُبَيْشِ بْنِ خَالِدٍ وَهُوَ اَخُ اُمِّ مَعْبَدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ أُخْرِجَ مِنْ مَكَّةَ خَرَجَ مُهَاجِرًا إِلَى الْمَدِيْنَةِ هُوَ وَأَبُوْبَكْرٍ وَمَوْلٰى أَبِيْ بَكْرٍ عَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ وَدَلِيْلُهُمَا عَبْدُ اللّٰهِ اللَّيْثِيُّ مَرُّوْا عَلٰى خَيْمَتَيْ أُمِّ مَعْبَدٍ فَسَأَلُوْهَا لَحْمًا وَتَمْرًا لِيَشْتَرُوْا مِنْهَا فَلَمْ يُصِيْبُوْا عِنْدَهَا شَيْئًا مِنْ ذٰلِكَ وَكَانَ الْقَوْمُ مُرْمِلِيْنَ مُسْنِتِيْنَ فَنَظَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى شَاةٍ فِيْ كَسْرِ الْخَيْمَةِ فَقَالَ مَا هٰذِهِ الشَّاةُ يَا أُمَّ مَعْبَدٍ قَالَتْ شَاةٌ خَلَّفَهَا الْجَهْدُ عَنِ الْغَنَمِ قَالَ هَلْ بِهَا مِنْ لَبَنٍ قَالَتْ هِيَ أَجْهَدُ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ أَتَأْذَنِيْنَ لِيْ أَنْ أَحْلُبَهَا قَالَتْ بِأَبِيْ أَنْتَ وَأُمِّيْ إِنْ رَأَيْتَ بِهَا حَلْبًا فَاحْلُبْهَا فَدَعَا بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَسَحَ بِيَدِهِ ضَرْعَهَا وَسَمَّى اللّٰهَ تَعَالٰى وَدَعَا لَهَا فِيْ شَاتِهَا فَتَفَاجَّتْ عَلَيْهِ وَدَرَّتْ وَاجْتَرَّتْ فَدَعَا بِإِنَاءٍ يُرْبِضُ الرَّهْطَ فَحَلَبَ فِيْهِ ثَجًّا حَتّٰى عَلَاهُ الْبَهَاءُ ثُمَّ سَقَاهَا حَتّٰى رَوِيَتْ وَسَقٰى أَصْحَابَهُ حَتّٰى رَوُوْا ثُمَّ شَرِبَ آخِرُهُمْ ثُمَّ حَلَبَ فِيْهِ ثَانِيًا بَعْدَ بَدْءٍ حَتّٰى مَلَأَ الْإِنَاءَ ثُمَّ غَادَرَهُ عِنْدَهَا وَبَايَعَهَا وَارْتَحَلُوْا عَنْهَا ۔

أخرجه البغوي في شرح السنة ١٣/٢٦١ حديث رقم ٣٧٠٤

ترجمہ: حضرت حزام بن ہشام اپنے والد سے اور وہ حزام کے دادا حبیش بن خالد (جو کہ ام معبد کے بھائی ہیں) سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ چھوڑنے کا حکم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکرؓ اور ابوبکر کے غلام عامر بن فہیرہ اور ان کے رہنما عبداللہ اللیثی مدینہ کی طرف ہجرت کے ارادہ سے چلے ان کا گزر ام معبد کے دو خیموں کے پاس سے ہوا انہوں نے ان سے گوشت اور کھجوروں کے بارے میں پوچھا تا کہ ان سے خرید لی جائیں لیکن ان کو وہاں ان میں سے کوئی چیز نہ ملی (اس زمانے میں) لوگ فاقہ زدہ اور قحط کے مارے ہوئے تھے اچانک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر ایک بکری پر پڑی جو خیمے کی ایک جانب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اس بکری کو کیا ہوا اے ام معبد! انہوں نے جواب دیا کہ دبلی ہونے کی وجہ سے یہ بکری ریوڑ میں نہیں جاتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا یہ دودھ دیتی ہے؟ ام معبد نے کہا جس مصیبت میں یہ مبتلا ہے اس میں یہ دودھ کہاں سے دے گی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم مجھے اجازت دیتی ہو کہ میں اس کا دودھ دوہ لوں؟ ام معبد نے کہا میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے تھنوں میں دودھ نظر آئے تو شوق سے نکال لیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری منگوائی اس کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا اور بسم اللہ پڑھی اور برکت کی دعا کی۔ بکری نے اپنے پاؤں دودھ کے لئے پھیلا دیئے اور جگالی کرنے لگی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا بڑا برتن منگوایا جو بہت سے لوگوں کو سیراب کر دے اور اس میں دودھ دوہا جو لبالب بھر گیا اور اس کے اوپر جھاگ آ گئے پھر وہ دودھ ام معبد کو پلایا یہاں تک کہ وہ سیر ہو گئی اور اپنے ساتھیوں کو پلایا یہاں تک کہ وہ بھی سیر ہو گئے پھر سب سے آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیا پھر تھوڑی دیر بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ دودھ نکالا یہاں تک کہ برتن لبریز ہو گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ دودھ ام معبد کے پاس چھوڑ دیا اور ام معبد کو بیعت کیا (یعنی مسلمان کیا) اور وہ وہاں سے روانہ ہو گئے روایت کیا اس کو شرح السنۃ میں اور ابن عبدالبر نے الاستیعاب میں اور ابن جوزی نے کتاب الوفاء میں اور حدیث میں قصہ ہے۔

تشریح ۞ غار سے نکل کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کا راستہ لیا راستہ میں ام معبد کے خیمہ پر گزر ہوا ان کا اصلی نام عاتکہ

بنت خالد خزاعیہ ہے یہ ایک نہایت شریف مہمان نواز اور بڑے مضبوط اعصاب کی مالک تھیں خیمہ کے دالان میں بیٹھی رہتی تھیں مسافروں اور راہگیروں کے کھانے پینے کی ضروریات پوری کرتی تھیں۔

وفی الحدیث قصہ: یعنی اس حدیث میں لمبا قصہ ہے جس کا مختصر حاصل یہ ہے کہ جب شام کو ان کے شوہر ابو معبد بکریاں چرا کر جنگل سے واپس آئے تو دیکھا کہ ایک بڑا برتن دودھ سے بھرا رکھا ہے بہت تعجب سے دریافت کیا اے ام معبد! یہ دودھ کہاں سے آیا اس بکری میں تو دودھ کا نام تک نہیں تھا۔ ام معبد نے کہا کہ آج یہاں سے ایک مرد مبارک گزرا خدا کی قسم! یہ سب اسی کی برکت ہے اور تمام واقعہ بیان کیا۔ ابو معبد نے کہا ذرا ان کا کچھ حال تو بیان کرو۔ ام معبد نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک اور خداداد عظمت و جلال ہیبت و وقار کا نقشہ کھینچ دیا جو بالتفصیل مستدرک میں مذکور ہے۔

ابو معبد نے کہا میں سمجھ گیا واللہ! یہ وہی قریش والے آدمی ہیں جن کے اوصاف میں مکہ میں سن چکا ہوں میں بھی ضرور ان کی خدمت میں حاضر ہوں گا اور ان کی صحبت سے سرفراز ہوں گا ادھر تو یہ واقعہ پیش آیا۔ ادھر ایک مسلمان جن ابو قبیس پہاڑ پر چڑھا اور یہ اشعار پڑھے جس کی آواز تو سنائی دیتی تھی مگر اشعار پڑھنے والا نظر نہیں آتا تھا ان میں سے دو شعر یہ ہیں۔

جزى الله رب الناس خير جزآئه ☆ رفيقين حلا خيمتي ام معبد

هما نزلا ها بالهدى فاهتدت به ☆ فقد فاز من امسى رفيق محمد

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جو تمام لوگوں کا رب ہے ان دو رفیقوں کو جزائے خیر دے جو ام معبد کے خیمہ میں اترے۔

دونوں ہدایت لے کر اترے پس ام معبد نے ہدایت قبول کی اور مراد کو پہنچا جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اس سفر میں رفیق رہا۔ (یعنی ابو بکر رضی اللہ عنہ)۔

ابواب المعجزات کا خلاصہ

معجزہ کی ضرورت:

معجزہ اس امر خارق للعادۃ کو کہتے ہیں کہ جو مدعی نبوت کے ہاتھ پر ظاہر ہو اور کل عالم اس کے معارضہ اور مقابلہ یعنی اس کے مثل لانے سے عاجز ہو تا کہ منکرین اور مخالفین پر یہ بات واضح ہو جائے کہ یہ شخص برگزیدہ خدا ہے کہ جس کے دشمنوں کے عاجز کرنے کے لئے خدا نے غیب سے یہ کرشمہ قدرت ظاہر فرمایا ہے اور لوگوں پر یہ امر منکشف ہو جائے کہ تائید غیبی اس کی پشت پر ہے یہ شخص کوئی ساحر اور کاہن نہیں کہ کوئی اس کا معارضہ اور مقابلہ کر سکے۔

حق تعالیٰ شانہ نے بندوں کی ہدایت کے لئے انسانوں اور آدمیوں میں سے نبی اور رسول بھیجے تا کہ ان برگزیدہ ہستیوں کے واسطے سے بندوں تک اپنے احکام پہنچائے۔

رسول اور نبی چونکہ انسان ہی ہوتے تھے اور ان کی ظاہری صورت اور دوسرے انسانوں کی صورت میں کوئی فرق نہیں ہوتا تھا اس لئے حق تعالیٰ نے ان کو معجزات عطا فرمائے جو ان کی صداقت کی دلیل اور برہان ہوں۔

نبی چونکہ اپنے دعویٰ نبوت میں یہ کہتا ہے کہ میں فرستادہ خداوند ہوں اس کا سفیر ہوں اور اس کے احکام و ہدایات لے کر آیا

ہوں اور ہر دعویٰ کے لئے اسی کے مناسب دلیل ضروری ہوتی ہے اس لئے اس دعویٰ کی صداقت ثابت کرنے کے لئے غیبی طور پر ایسے امور کا ظہور ضروری ہے کہ جس کے مثل لانے سے مخلوق بالکل مجبور اور معذور ہو تا کہ مخلوق ان خارق عادت امور کو مدعی نبوت کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہوا دیکھ کر یہ یقین کر لے کہ یہ تائید ربانی اور کرشمہ ایزدانی ہے اور یہ محض اللہ تعالیٰ کا فعل ہے نہ کہ رسول کا فعل اور نہ رسول کے ارادہ اور اختیار کو اس میں کوئی دخل ہے۔

تعداد معجزات:

امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات ایک ہزار تک پہنچے ہیں امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ ایک ہزار دو سو تک پہنچے ہیں اور بعض علماء نے آپ کے معجزات کی تعداد تین ہزار ذکر فرمائی ہے اور ائمہ حدیث نے معجزات نبوی پر مستقل کتابیں لکھی ہیں جیسے دلائل النبوۃ امام بیہقی اور امام ابو نعیم کی۔

اور شیخ جلال الدین سیوطی نے خصائص کبریٰ کے نام سے ایک مستقل کتاب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں لکھی ہے جس میں ایک ہزار معجزات ہیں۔

حق یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات شمار سے متجاوز ہیں اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر قول اور ہر فعل اور ہر حال عجیب و غریب مصالح اور اسرار و حکم پر مشتمل ہونے کی وجہ سے خارق للعادت ہے اور معجزہ ہے علماء نصاریٰ نے عہد قدیم کے معجزات کی تعداد ۷۶ لکھی ہے اور حضرت مسیح کے معجزات حمل کے وقت سے لے کر آسمان پر جانے تک ۲۷ گنوائے ہیں اور پھر آپ کے حواریین کے بیس معجزات شمار کئے ہیں لیکن ان واقعات کے لکھنے والوں کے پاس ان معجزات کی نہ کوئی سلسلہ سند موجود ہے اور نہ ان کے راویوں کے اور نہ ناقلوں کی عدالت اور ثقاہت کی کوئی دلیل ہے۔ بخلاف معجزات محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے کہ وہ ہزاروں کی تعداد میں ہیں اور متصل اسانید کے ساتھ مروی ہیں۔

معجزات کا بالاختصار تذکرہ

معجزات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مختلف نوعیت کے ہیں۔ ان کا مختصر ابیان مندرجہ ذیل ہے۔

نمبر ۱ پیشنگوئیاں:

صحیحین میں حضرت حذیفہ بن الیمانؓ سے مروی ہے کہ ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وعظ میں قیامت تک پیش آنے والے امور کا ذکر فرمایا۔ یاد رکھا جس نے یاد رکھا اور بھول گیا جو بھول گیا اور میرے اصحاب کو بھی اس کی خبر ہے ان میں سے بعض چیزیں ایسی ہیں جو میں بھول گیا مگر ان کو دیکھتا ہوں تو یاد آ جاتی ہیں یعنی وقوع کے بعد پہچان لیتا ہوں کہ یہ وہی بات ہے کہ جو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمائی تھی جس طرح کسی شخص کی صورت یاد ہو اور وہ غائب ہو جائے پھر جب اسے دیکھتا ہے تو پہچان لیتا ہے کہ یہ وہی فلاں شخص ہے۔

نہایت اختصار کے ساتھ ان چیزوں کو بیان کیا جاتا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبل از وقوع بیان فرمائیں۔

نمبر ۱: خلافت راشدہ کی خبر دی۔

نمبر۲: خلافت راشدہ کی مدت کی خبر دی کہ وہ تیس سال ہوگی۔

نمبر۳: شیخین کی خلافت کی خبر دی کہ میرے بعد ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء کرنا۔

نمبر۴: اسلامی سلطنت کی وسعت اور فتوحات عظیمہ کی خبر دی اور فرمایا کہ میری امت کی سلطنت اتنی وسیع ہوگی جتنی مجھ کو سمیٹ کر دکھائی گئی۔

نمبر۵: قیصر وکسریٰ کی ہلاکت وبربادی کی خبر دی۔

نمبر۵: فتح یمن، فتح شام، فتح عراق ومصر، فتح بیت المقدس وقسطنطنیہ کی پیشین گوئی فرمائی۔

نمبر۷: جنگ بدر کے موقع پر جنگ شروع ہونے سے ایک روز قبل نام بنام مقتولین بدر کی خبر دی اور یہ فرمایا کہ فلاں شخص فلاں جگہ قتل ہوکر گرے گا چنانچہ جو جگہ جس کے لئے فرمائی تھی وہ وہیں گرا۔

نمبر۸: ابی بن خلف کے قتل کی خبر دی کہ میں ہی اس کو قتل کروں گا۔

نمبر۹: غزوہ خندق کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ آج کے بعد قریش ہم پر حملہ آور ہونے کی جرأت نہ کریں گے بلکہ ہم ہی ان پر چڑھائی کریں گے۔

نمبر۱۰: نجاشی کی وفات کی خبر دی۔

نمبر۱۱: غزوہ موتہ میں جو امیر لشکر ہوئے حضور ﷺ نے عین وقت پر تفصیل وترتیب کے ساتھ ان کی شہادت کی خبر دی۔

نمبر۱۲: مرض الوفات میں آپ ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کو یہ خبر دی کہ میری وفات کے بعد میرے اہل وعیال میں سے سب سے پہلے تو آکر مجھ سے ملے گی۔

نمبر۱۳: حضور ﷺ نے اپنی ازواج سے فرمایا تھا کہ تم میں سے جو سب سے زیادہ خیرات کرنے والی ہوگی وہ جلد تر مجھ سے ملے گی۔ چنانچہ حضرت زینب بنت جحشؓ جو کہ سب سے زیادہ خیرات کرنے والی تھیں سب بیویوں سے پہلے ان کا انتقال ہوا۔

نمبر۱۴: حضرت عثمانؓ وعلیؓ کی شہادت کی خبر دی۔

نمبر۱۵: جنگ جمل وصفین کی خبر دی۔

نمبر۱۶: حضرت حسن ؓ کے متعلق فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھ پر مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں میں صلح کرائے گا۔

نمبر۱۸: عبداللہ بن عباسؓ کے ابوالخلفاء ہونے کی خبر دی۔

نمبر۱۹: عالم مدینہ کی خبر یعنی امام مالک کے ظہور کی خبر۔

نمبر۲۰: عالم مکہ کی خبر۔ یعنی امام شافعیؒ کے ظہور کی خبر۔

نمبر۲۱: عالم فارس کی خبر۔ یعنی امام ابوحنیفہؒ کے ظہور کی خبر۔

نمبر۲۲: خروج خوارج کی خبر۔

نمبر۲۳: ظہور روافض کی خبر۔

نمبر۲۴: قدریہ مرجیہ کے ظہور کی خبر۔

نمبر۲۵: خروج دجالین یعنی مدعیان نبوت کے خروج کی خبر۔

نمبر ۲۶: منکرین حدیث کے خروج کی خبر۔

نمبر ۲۷: اسود عنسی مدعی نبوت کے قتل کی خبر۔

نمبر ۲۸: حضرت عباسؓ جو مال ام فضل کے پاس چھوڑ آئے تھے اس کی خبر۔

نمبر ۲۹: شیرویہ کے ہاتھ سے پرویز کے مارے جانے کی خبر۔

نمبر ۳۰: فتن' زلزل' علامات قیامت' خروج دجال' طلوع شمس از مغرب خروج دابۃ الارض اور خروج نار کی خبر۔

نمبر ۳۱: حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی باغی گروہ کے ہاتھوں شہادت کی خبر۔

معجزاتِ تیمن و برکت

ہر نبی و رسول کی ذات و صفات تیمن و برکت کا سرچشمہ ہوتی ہے مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح اور کمالات میں انبیاء کرام سے افضل ہیں اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جس قدر تیمن و برکات کے معجزات صادر ہوئے وہ کسی اور سے صادر نہیں ہوئے مختصر یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے تھوڑے سے کھانے کا اور تھوڑے سے پانی کا ایک لشکر عظیم کے سیری اور سیرابی کے لئے کافی ہو جانا جس کا متعدد مواضع میں مشاہدہ کیا گیا۔ مثلاً

نمبرا: غزوہ خندق کے روز حضرت جابرؓ کے مکان میں صرف ایک سیر جو کے آٹے سے بہت سے آدمیوں کو پیٹ بھر کر کھانا کھلایا۔

نمبر ۲: حضرت ابوطلحہ کے مکان پر بھی جنہوں نے صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی تھی اور دو تین آدمیوں کا کھانا پکایا تھا اس تھوڑے سے کھانے سے آپ نے تمام ساتھیوں کو بخوبی پیٹ بھر کر کھانا کھلایا۔

نمبر ۳: ایک دفعہ ایک صاع جَو اور ایک بکری کے بچہ کے گوشت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی آدمیوں کو شکم سیر کر دیا۔

نمبر ۴: حدیبیہ کے کنویں میں پانی نہیں رہا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وضو کا بچا ہوا پانی اس میں ڈالا تو اس میں پانی چشمہ کی طرح جوش مارنے لگا پندرہ سو آدمیوں نے پانی پیا اور اپنے جانوروں کو پلایا۔

نمبر ۵: تبوک کے چشمہ میں پانی سوکھ گیا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وضو کا پانی اس میں ڈال دیا تو اس چشمہ کا پانی اتنا چڑھ آیا کہ ہزار ہا کی تعداد میں اہل لشکر نے خوب سیراب ہو کر پیا۔

نمبر ۶: ایک دفعہ تمام لشکر پیاس سے بیتاب ہو گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چھوٹے سے پیالے میں اپنا دست مبارک رکھ دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے پانی پھوٹنے لگا جس سے تمام لشکر نے پانی بھی پیا اور وضو بھی کیا۔

نمبر ۷: ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دودھ کا پیالہ لایا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہؓ کو حکم دیا کہ سب اہل صفہ کو بلا لاؤ جو ستر یا اسی آدمی تھے سب کے سب ایک پیالہ دودھ سے سیراب ہو گئے اور دودھ کا پیالہ اسی طرح باقی رہا۔

نمبر ۸: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت زینب سے نکاح کیا تو حضرت انسؓ کی والدہ ام سلیم نے تھوڑا سا حلوہ پکا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے صحابہ کو مدعو کر لیا اور حکم دیا کہ دس دس آدمی بیٹھ جائیں اور کھانا شروع کریں تقریباً تین سو آدمی سیر ہو گئے اور حلوہ پہلے سے بھی زیادہ تھا۔

نمبر ۹: ام معبدؓ کی بکری کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا تو اس بیمار اور لاغر بکری کے تھن دودھ سے بھر گئے۔

استجابتِ دُعا

من جملہ معجزات کے ایک قسم معجزہ کی یہ ہے کہ آپ ﷺ نے جس کے حق میں جو دعا فرمائی وہ قبول ہوئی اس قسم کے معجزات کو معجزات اللسانی بھی کہتے ہیں سیف زبانی اصطلاحی طور پر اس کو کہا جاتا ہے کہ جس کی زبان سے جو کچھ نکل جائے ویسا ہی ہو جائے یہ خدا کے برگزیدہ اور موید من اللہ ہونے کی علامت ہے کہ خدا تعالیٰ ان کی زبان سے جو کہلوا دیتا ہے وہ جوں کا توں ہو کر رہتا ہے اور آپ ﷺ کی زبانِ درخشاں کا کیا کہنا جو فرما دیا وہ پتھر کی لکیر ہو گیا اور جس شخص کی نسبت جو کلمہ آپ ﷺ کی زبان سے نکل گیا وہ بالکل ویسے کا ویسا ہو کر رہا۔

نمبر ا: حضرت انسؓ کے لئے برکت مال اور اولاد کی دعا فرمائی جو بہت مفلس تھے آپ ﷺ کی دعا سے بڑے دولتمند ہو گئے۔

نمبر ۲: عبدالرحمان بن عوفؓ آپ ﷺ کی دعا سے اس قدر مالدار ہو گئے کہ لاکھوں کے مالک ہو گئے۔

نمبر ۳: حضرت سعدؓ کے لئے حضور ﷺ نے دعا کی کہ اے اللہ! سعد کو مستجاب الدعوات بنا دے۔ چنانچہ سعدؓ جو دعا کرتے تھے وہ قبول ہوتی تھی۔

نمبر ۴: سراقہ نے بوقت ہجرت آپ ﷺ کا تعاقب کیا اور آپ ﷺ کے نزدیک پہنچ گیا آپ ﷺ نے دعا کی کہ اے اللہ! اس کا گھوڑا زمین میں دھنس جائے اسی وقت فی الفور گھٹنوں تک دھنس گیا پھر جب اس نے ایمان قبول کیا تو آپ ﷺ نے دعا کی اسی وقت گھوڑا زمین سے نکل آیا۔

نمبر ۵: حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے لئے بچپن میں آپ ﷺ نے علم وحکمت کی دعا کی جس کا اثر یہ ہوا کہ علم وحکمت کے چشمے آپ کی زبان سے جاری ہو گئے۔

نمبر ۶: حضرت ابو ہریرہؓ کے لئے حافظہ کی دعا کی جس کا اثر یہ ہوا کہ اس کے بعد ابو ہریرہؓ نے جو سنا اس میں سے کوئی چیز نہ بھولے۔

نمبر ۷: ابو ہریرہؓ کی والدہ کے لئے ہدایت کی دعا فرمائی اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت نصیب فرمائی۔

نمبر ۸: ایک مرتبہ آپ ﷺ کسی کے گھر تشریف لے گئے اور سب پر ایک چادر ڈال کر دعا کی اس دعا پر دروازہ کی دہلیز نے اور گھر کی دیواروں نے آمین کہی اور تین مرتبہ کہی۔

نمبر ۹: قریش نے جب آپ ﷺ کی سخت مخالفت کی تو آپ ﷺ نے ان کے حق میں بددعا کی کہ اے اللہ! ان پر قحط نازل فرما چنانچہ آپ ﷺ کی دعا سے قریش پر قحط نازل ہوا۔

نمبر ۱۰: مدینہ منورہ میں قحط پڑا جمعہ کے خطبہ میں ایک شخص نے کھڑے ہو کر درخواست کی یا رسول اللہ ﷺ بارش کے لئے دعا فرمائیے آپ ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی اسی وقت پانی برسنا شروع ہو گیا۔

معجزات شفاء امراض:

نمبر ا: خیبر میں حضرت علی المرتضیٰؓ کی آنکھیں دکھنے آ گئیں۔ آپ ﷺ نے اپنا لعاب مبارک ان پر لگایا فوراً اسی وقت صحیح سلامت

ہوگئیں اور پھر کبھی دکھتے نہیں آئیں۔

نمبر۲: قتادہ بن النعمانؓ کی آنکھ نکل کر گر پڑی آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے اس آنکھ کے ڈھیلہ کو اپنی جگہ پر رکھ دیا تو وہ آنکھ ایسی صحیح وسلامت اور خوشنما ہوگئی کہ ویسی دوسری آنکھ بھی نہ تھی۔

نمبر۳: عبداللہ بن عتیکؓ جب ابورافع کو قتل کر کے واپس آنے لگے تو زینہ سے اترتے ہوئے گر پڑے اور ٹانگ ٹوٹ گئی آپ ﷺ نے اس پر اپنا دست مبارک پھیرا فوراً ایسی اچھی ہوگئی گویا کہ کبھی ٹوٹی ہی نہ تھی۔

نمبر۴: غار ثور میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کو سانپ نے ڈس لیا تھا تو آپ ﷺ نے لعاب دہن لگا دیا اسی وقت شفاء ہوگئی۔

نمبر۵: ایک نابینا آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ ﷺ نے اس کو ایک خاص دعا بتلائی اور فرمایا کہ وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھو اور میرے وسیلہ سے یہ دعا مانگو اللہ تعالیٰ تمہاری حاجت پوری کرے گا۔ اس نابینا نے اسی طرح دعا مانگی عثمان بن حنیف کہتے ہیں کہ ہم ابھی اس مجلس سے اٹھے نہ تھے کہ وہ نابینا بینا ہوگیا۔

نمبر۶: حبیب بن ابی فدیک کے باپ کی آنکھوں میں پھلی پڑ گئی اور وہ نابینا ہوگئے آپ ﷺ نے ان کی آنکھوں پر پڑھ کر دم کیا اسی وقت آنکھیں اچھی ہوگئیں۔

نمبر۷: حجۃ الوداع میں ایک عورت اپنے ایک بچے کو لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی جو گونگا تھا اور عرض کیا کہ یہ بچہ بولتا نہیں آپ ﷺ نے پانی منگوایا اور ہاتھ دھویا اور کلی کی اور یہ فرمایا کہ یہ پانی اس بچے کو پلاؤ اور کچھ اس پر چھڑک دو۔ دوسرے سال وہ عورت آئی تو وہ بچہ بالکل اچھا ہوگیا تھا اور بولنے لگ گیا تھا۔

نمبر۸: محمد بن حاطبؓ بچپن میں ماں کی گود سے آگ میں گر پڑے اور کچھ جل گئے آپ ﷺ نے اس پر اپنا لعاب دہن لگا دیا فوراً اچھے ہوگئے۔

نمبر۹: ایک عورت اپنا بچہ لے کر حاضر خدمت ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس پر جنوں کا اثر ہے آپ ﷺ نے اس کا ناک پکڑ کر فرمایا نکل میں محمد اللہ کا رسول ہوں تو وہ بچہ بالکل تندرست ہوگیا۔

نمبر۱۰: ابوہریرہؓ نے اپنے حافظہ کی شکایت کی کہ آپ ﷺ سے جو سنتا ہوں وہ بھول جاتا ہوں آپ ﷺ نے فرمایا اپنی چادر پھیلاؤ پھر آپ ﷺ نے اس میں اپنی دونوں لپوں سے کچھ ڈالا اور فرمایا کہ اس کو اپنے سینے سے لگالو۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ایسا ہی کیا اس کے بعد میں کوئی بات نہیں بھولا۔

غرض یہ کہ شفاء امراض کے متعلق اور بھی حضور ﷺ کے بہت سے معجزات ہیں جن پر آپ ﷺ نے پڑھ کر دم کیا یا لعاب دہن لگایا یا ہاتھ پھیر دیا وہ فوراً اچھا ہوگیا۔

نباتات' جمادات' حیوانات کے متعلق معجزات:

آپ ﷺ کے بعض معجزات اس قسم کے بھی ہیں کہ جن میں نباتات' جمادات' حیوانات نے از خود آپ ﷺ کے احترام یا حفاظت میں آپ ﷺ کے لئے یا آپ ﷺ کے کسی صحابی کے لئے حصہ لیا ہے اور ظاہری طور پر وہاں آپ ﷺ کا کوئی عمل نہ تھا۔ مثلاً مکڑی کا غار ثور پر جالا بننا' شہد کی مکھیوں کا حضرت عاصمؓ کے جسم کی حفاظت کرنا' کنکریوں کا تسبیح پڑھنا اور

درخت کا آپ ﷺ پر سایہ کرنا وغیرہ۔

نبی کریم ﷺ کو معجزۂ عظیم کا عطا کیا جانا:

حقیقت یہ ہے کہ سید الانبیاء والمرسلین علیہ السلام کے معجزات جملہ انبیاء ورسل کے معجزات سے بے حد وعدد زیادہ ہیں۔ نیز خوب واضح اور ظاہر ہیں بلکہ بعض معجزات تو ایسے مرحمت فرمائے گئے جو کسی بھی نبی کے حصے میں نہ آئے۔ نیز جتنے انبیاء کرام کو عطا کئے گئے ان کی مثل یا ان سے بھی بڑھ کر ہمارے پیارے رسول حضرت محمد ﷺ سے ظاہر ہوئے اور ان کی وجوہ کثرت میں سے ایک معجزہ قرآن کریم ایسا ہے جو تمام کا تمام معجزات سے مرصع ہے۔ قرآن کریم کے اعجاز میں چھوٹی سے چھوٹی سورہ بھی معجزہ ہے اور محققین کے نزدیک سب سے چھوٹی سورت ہونے کا اعزاز اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ کو حاصل ہے۔

برہانِ نبوت ونشانِ رسالت:

یہ تو اس باب کے ابتداء ہی میں ذکر کر دیا تھا کہ معجزہ، خرق عادت پر بولا جاتا ہے۔ جو نبوت ورسالت کے مدعی کی ذات سے ظہور پذیر ہوتا ہے۔ جس کا مقصد تحدی یعنی برابر کرنا کسی بھی کام میں نیز مخالف کو عاجز کر کے اس پر غالب آنا، تحقیق یہی ہے کہ معجزہ میں تحدی شرط نہیں۔ رسول اللہ ﷺ سے بکثرت معجزات کا ظہور ہوا جن میں تحدی نام کی کسی شے کا وجود تک نہ تھا۔ تاہم کہتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ اس کی شان تحدی ہو اس تقدیر پر نبوت ورسالت کے دعویدار سے تحدی کے وقوع کی قید کافی ہے۔

اور یہ بات تو اچھی طرح شہرت رکھتی ہے کہ جو کچھ مدعی نبوت سے ظاہر ہو وہ معجزہ ہے اور جو کسی غیر نبی سے خرق عادت چیز واقع ہو اگر صاحب ایمان وتقویٰ کامل ہے اور اسے معرفت واستقامت حاصل ہے تو اسے ولایت سے تعبیر کرتے ہیں۔ اگر یہ واقعتہً شامل ہے تو اسی کا نام کرامت ہے اور اگر معجزہ ایماندار اور صالح سے صادر ہو تو اسے معونت کہا جاتا ہے۔ جب کسی فاسق وفاجر، بے دین یا کافر سے خرق عادت کوئی چیز ظاہر ہو تو اسے استدراج سے موسوم کرتے ہیں مگر یہ کہ توبہ اور اسلام پر منتج ہو۔ علم الکلام میں معجزات کے سلسلہ میں بکثرت ابحاث پائی گئیں ہیں۔ یہاں اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ جہاں تک یہاں ضرورت کا تعلق ہے۔ ان شاء اللہ العزیز ہمارا بیان بقدر ضرورت مفید ثابت ہوگا۔

جملہ انبیاء ورسل علیہم السلام صاحب معجزات ہیں اور کوئی نبی بغیر معجزہ کے نہیں آیا اور ہمارے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے معجزات ان تمام سے زیادہ واقع ہوئے ہیں۔ جو نہایت روشن منور واظہر اور مشہور ترین ہیں۔

آپ کے کلام میں معجزات کی عبارات دلائل وآیات سے مرصع ہیں جو کثیر ہیں۔ نیز آپ کی نبوت ورسالت پر توریت وانجیل اور صحائف انبیاء ومرسلین علیہم السلام میں بکثرت دلائل اور بشارات موجود ہیں اور ان عجائب وغرائب امور کا جو آپ کی ولادت باسعادت اور بعثت کے وقت ظاہر ہوئے۔ جیسے آثار کفریہ کا مٹنا، مشرکانہ معبودوں کا ذلیل ہونا۔ مثلاً واقعہ اصحاب فیل، فارس کی آگ کا ٹھنڈا ہونا، محلات کسریٰ کے میناروں کا گرنا، ساوی کا سمندر خشک ہو جانا، بت پرستوں کا خواب دیکھنا، غائبانہ آوازوں اور نداؤں کو سننا، جو آپ ﷺ کی نبوت ورسالت اور آپ ﷺ کے اوصاف

حمیدہ کی علامات ہیں، مشہور ترین خبریں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش مبارکہ کے وقت نیز زمانہ دودھ پینے سے لے کر اعلانِ بعثت و نبوت تک اور بعد از بعثت غالب و فاتح ہونے تک جن عجائبات جلیلہ کا ظہور ہوتا رہا وہ بھی منقول ہو چکا ہے۔

جب کہ سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم بظاہر اتنا مال و دولت نہ رکھتے تھے۔ جس کی تقسیم سے لوگوں کے دلوں کو مائل کیا جاتا ہے اور مال و دولت کے حصوں کی خاطر لوگ آپ کے گرویدہ ہو جاتے۔ نہ ہی بظاہر آپ کے پاس کوئی طاقتور فورس، لشکر تھا کہ لوگوں پر تسلط اور غلبہ پایا جاتا۔ جس دین حق کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم لائے اور لوگوں کے سامنے رکھا اس کو غالب کرنے کے لیے کوئی لاؤ لشکر اور فوج نہیں تھی نہ مال و زر اور سونے چاندی کے انبار تھے اور جن لوگوں میں آپ مبعوث ہوئے وہ بھی بت پرستی اور زمانہ جاہلیت کے رسم و رواج میں سرمست متفق و مجتمع تھے اور جاہلیت کے باعث ان میں نہایت تعصب، غیظ و غضب، فسق و فجور، قتل و غارت گری میں انتہاء غلو اور انہماک رکھتے تھے۔ اچھائی، خیر خواہی، بھلائی جیسے امور خیر کا نام تک نہ تھا اور وہ اپنے افعال رذیلہ و اعمال قبیحہ پر غور بھی نہیں کرتے تھے اور نہ ہی وہ کسی عذاب و عتاب اور سزا و گرفت کا تصور رکھتے تھے۔ ملامت و ندامت اور پشیمانی نام کی کوئی بات ان میں نہیں پائی جاتی تھی۔

ایسے گھمبیر اور بدترین معاشرے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے احوال و افعال کی ایسی اصلاح فرمائی کہ ان کے دل باہمی محبت و الفت، اخوت و مودت سے لبریز کر دیئے سب کو ایک ہی کلمہ پر جمع کر دیا۔ یہاں تک کہ ان کی آراء اور مشورے متفق و مشترک ہو گئے۔ حتیٰ کہ وہ لوگ دل و جان سے آپ کے مطیع اور فرماں بردار بن گئے۔ مختلف ہونے کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد و نصرت سے یک دل ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال جہاں آراء پر عاشق و فریفتہ ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و عشق اور پیار میں اپنے گھر، بار، وطن، جائیداد، احباب و رفقاء حتیٰ کہ اولاد اور ماں باپ کو چھوڑ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ہو گئے۔ اپنی قوم، خاندان قبیلے تک سے منہ موڑ لیا۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت و صیانت اور نصرت کے لیے اپنے تن، من، دھن جان و دل قربان کرنے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعزاز میں اپنی جانوں کو تلواروں کے سامنے کر دیا۔ اس پر طرفہ تماشہ یہ کہ وہ بے سرو سامان تھے۔ ان کو نہ مال و دولت دیا گیا اور نہ ہی عہدوں اور مناصب کا لالچ دیا اور نہ ہی ان علاقوں اور ممالک کو جن کی فتوحات کے لیے آپ اس جہان میں جلوہ افروز ہوئے ان کا مالک اور ان پر نصرت و اختیار کی تحریص دلائی، بلکہ فتوحات میں از خود تصرف و اختیار روا رکھتے۔ غنی کو فقر کی رغبت دلاتے امراء کو متواضع اور درویشی کا درس دیتے کیا ایسے جملہ امور اور باتیں ایسے ماحول میں کسی شخص میں جمع ہو سکتی ہیں؟ اور ایسے ان کا اتفاق ہو سکتا ہے؟ وہ باختیار عقلی اور تدبیر فکری بہ تکلف ان تمام کو انجام دے سکتا ہے؟ اور ان کا حل نکال سکتا ہے؟

نیز یہ کہ آپ یتیمی میں پروان چڑھے۔ نہ مال، نہ دولت، نہ معاون و مددگار۔ صرف اکیلی جان، یکتا و تنہا تھے۔

سلام اس پر کہ جس کے گھر میں چاندی تھی نہ سونا تھا ☆ سلام اس پر کہ ٹوٹا بوریا جس کا بچھونا تھا

مگر کیا کہیے اس ذات اقدس وحدہ لاشریک کے جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی عزت، قدرت، تمکنت، مدد، نصرت، قوت، شوکت، جاہ و حشمت عطا فرمائی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سبھی پر غالب رہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیارات کی مضبوطی سے نوازا۔ قسم ہے اس ذات کریم کی جو ساری خدائی کا مالک و مختار ہے۔ جس نے نبی اکرم رسول اعظم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہر ایک کو مسخر فرما دیا ایسا کہ انہی کا ہو کر رہ گیا مخلوق کی گرویدگی کا یہ عالم کسی اور کو نصیب نہ ہو سکا۔ یہ تمام باتیں ظاہر

دہاہر ہیں کہ عقلمند تسلیم کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کسی کو شک کی گنجائش تک نہیں۔ یقین کامل سے واضح ہو جاتا ہے۔ یہ عطائے الٰہی اور فیض ربانی ہے۔ قوت بشری کے ساتھ یہاں تک رسائی ممکن نہیں تھی اور نہ ہی خالق وقادر کی عطا کے سوا کوئی بشر ان پر قادر ہو سکتا ہے۔

لباس آدمی پہنا جہاں نے آدمی جانا ☆ مزمل بن کے آئے ہیں تجلی بن کے نکلیں گے

بَابُ الْكَرَامَات

کرامات کا بیان

کرامت کا معنی:

لغوی تشریح: کَرَامَاتُ جمع ہے کَرَامَتُ کی جو اسم ہے اکرام وتکریم کا۔اس کا لغوی معنی ہے عزت دار ہونا' سخی ہونا لیکن اصطلاح میں کرامت اس امر خارق للعادت کو کہا جاتا ہے جو کسی اللہ کے ولی کے ہاتھ پر ظاہر ہو بغیر دعویٰ نبوت کے اور بغیر مقابلہ کفار کے یعنی اس امر خارق کے ظہور سے مقصود نہ تو دعویٰ نبوت کا اثبات ہوتا ہے اور نہ ہی کفار کا معارضہ ومقابلہ اس لئے کہ وہ امر خارق للعادت جو دعویٰ نبوت کے اثبات کے لئے رونما ہوتا ہے اس کو معجزہ کہا جاتا ہے۔

ولی کے اوصاف

اللہ کا ولی وہ شخص کہلاتا ہے جو مندرجہ ذیل اوصاف کا حامل ہو:

نمبر①: حق تعالیٰ کی ذات وصفات کا بقدر طاقت بشریہ عارف ہو۔

نمبر②: اوامر کو بالدوام بجالاتا ہو اور منہیات سے بچتا ہو۔

نمبر③: اتباع سنت کا پابند ہو۔

نمبر④: دنیاوی لذات وخواہشات میں منہمک نہ ہو۔

کرامت کے متعلق مذاہب

اہلسنت والجماعت کے ہاں کرامت حق ہے چنانچہ عقائد کی مشہور کتاب شرح العقائد النسفیہ میں ہے کرامات الاولیاء حق۔ یعنی اولیاء کے ہاتھ پر کرامات کا ظہور حق ہے لیکن معتزلہ نے انکار کیا ہے۔

کرامت کا اثبات:

کرامات کا اثبات اور وقوع عقلاً اور نقلاً دونوں طرح سے ثابت ہے۔ عقلاً تو اس طرح کہ جو قادر مطلق ذات اپنے انبیاء

کی صداقت کو ظاہر کرنے کے لئے خارق عادت امور کو ظاہر کرسکتی ہے وہ ولی کی عظمت اور برتری ظاہر کرنے کے لئے بھی خارق عادت امور کو ظاہر کرنے پر قادر ہے اور جہاں تک نقلاً اثبات کا تعلق ہے تو قرآن واحادیث رسول میں اس کا ثبوت صراحۃً مذکور ہے اور اس باب کی احادیث تو اس کا بین ثبوت ہیں نیز صحابہ کرام تابعین اور بعد کے حضرات سے کرامتوں کے ظہور کی روایات اس کثرت سے منقول ہیں کہ وہ حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔ روایات کی اگر کثرت کے باوجود کوئی کورچشم اور ضد وتعصب میں حد سے گزرنے والا ہی اس کا انکار کرسکتا ہے ورنہ اگر کوئی کھلے دل ودماغ کے ساتھ دیکھے تو اس میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

خصوصاً شیخ طریقت حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ سے تو بے حد وحساب کرامات کا ظہور ہوا ان کے زمانے کے بعض مشائخ کا یہ قول منقول ہے کہ ان کی کرامات رشتہ مروارید کی طرح تھیں جو پے در پے صادر ہوتی تھیں۔

کرامت کا صدور اختیاری ہوتا ہے یا غیر اختیاری؟

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ کرامت کے صدور میں ولی کے ارادہ واختیار کو کوئی دخل نہیں ہوتا وہ ولی کے ارادہ کے بغیر ہی ان سے صادر ہوتی ہے اسی طرح بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ جو چیزیں بطور معجزہ کے نبی کے ہاتھ پر ظاہر ہو چکی ہیں کرامت ان چیزوں میں رونما نہیں ہوسکتی۔

لیکن تحقیقی بات یہ ہے کہ معجزہ کا صدور دونوں طرح ممکن ہے یعنی ولی کے ارادہ واختیار سے بھی ہوسکتا ہے اور ارادہ واختیار کے بغیر بھی۔ اسی طرح کرامت کا ظہور ان چیزوں میں بھی ہوسکتا ہے جو بطور معجزہ کے ظاہر ہو چکی ہیں اور ان کے علاوہ اور صورتوں میں بھی۔ واللہ اعلم

الفصل الاول:

دو صحابیوں ﷺ کے لئے عصا روشن ہونے کی کرامت

۱/۵۷۸۷ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ اُسَيْدَ بْنَ حُضَيْرٍ وَعَبَّادَ بْنِ بِشْرٍ تَحَدَّثَا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَاجَةٍ لَهُمَا حَتّٰى ذَهَبَ سَاعَةٌ مِنَ اللَّيْلِ سَاعَةٌ فِي لَيْلَةٍ شَدِيْدَةِ الظُّلْمَةِ ثُمَّ خَرَجَا مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْقَلِبَانِ وَبِيَدِ كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا عُصَيَّةٌ فَاَضَاءَتْ عَصَا اَحَدِهِمَا لَهُمَا حَتّٰى مَشَيَا فِي ضَوْءِ هَا حَتّٰى اِذَا افْتَرَقَتْ بِهِمَا الطَّرِيْقُ اَضَاءَتْ لِلْاٰخَرِ عَصَاهُ فَمَشٰى كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا فِي ضَوْءِ عَصَاهُ حَتّٰى بَلَغَ اَهْلَهُ۔ (رواه البخاري)

اخرجه البخاري في صحيحه ۱۲۴۱۷ حديث رقم ۳۸۰۵ و احمد في المسند ۱۳۷/۳

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ اسید بن حضیر اور عباد بن بشرؓ ایک روز بڑی رات تک اپنی کسی حاجت کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے گفتگو کرتے رہے یہ رات نہایت تاریک تھی پھر دونوں حضور ﷺ کے پاس سے نکل کر اپنے گھروں کو روانہ ہوئے اور ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں لاٹھی تھی پھر ان میں سے ایک کی لاٹھی روشن ہوگئی وہ دونوں اس کی روشنی

میں چلنے لگے یہاں تک کہ جب ان کا راستہ علیحدہ علیحدہ ہوا تو دوسرے کی لاٹھی بھی روشن ہوگئی پس ان میں سے ہر ایک اپنے عصا کی روشنی میں چلا یہاں تک کہ اپنے گھر والوں کے پاس پہنچ گیا۔ (بخاری)

تشریح ۞ اس روایت میں یہ ہے کہ ان میں سے ایک کا عصا روشن ہوگیا اور جب وہ علیحدہ ہوئے تو دوسرے کا عصا بھی روشن ہوگیا جبکہ بخاری ہی کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب یہ دونوں صحابی حضورﷺ کے پاس سے مشورہ کر کے نکلے تو ان کے آگے دو چراغ تھے اور جب ان کا راستہ مختلف ہوا تو ہر ایک کے ساتھ ایک ایک چراغ ہوگیا یہاں تک کہ وہ اپنے گھر پہنچ گئے۔

والد جابر کا اپنے بارے میں اولاً مقتول ہونے کی خبر دینا جو کہ پوری ہوئی

۲/۵۷۸۸ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ لَمَّا حَضَرَ اُحُدٌ دَعَانِیْ اَبِیْ مِنَ اللَّیْلِ فَقَالَ مَا اُرَانِیْ اِلَّا مَقْتُوْلاً فِیْ اَوَّلِ مَنْ یُّقْتَلُ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاِنِّیْ لَا اَتْرُكُ بَعْدِیْ اَعَزَّ عَلَیَّ مِنْكَ غَیْرَ نَفْسِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاِنِّیْ لَا اَتْرُكُ بَعْدِیْ اَعَزَّ عَلَیَّ مِنْكَ غَیْرَ نَفْسِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاِنَّ عَلَیَّ دَیْنًا فَاقْضِ وَاسْتَوْصِ بِاَخَوَاتِكَ خَیْرًا فَاَصْبَحْنَا فَكَانَ اَوَّلَ قَتِیْلٍ وَدَفَنْتُهٗ مَعَ اٰخَرَ فِیْ قَبْرٍ۔ (رواه البخاری)

أخرجه البخاري في صحيحه ۳/ ۲۱۴ حديث رقم ۱۳۵۱

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب غزوہ احد پیش آیا تو میرے والد نے رات کو مجھے بلایا اور کہا کہ میرا خیال ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں جنگ کے اندر سب سے پہلا مقتول میں ہوں گا رسول اللہ ﷺ کے بعد میں تجھے سب سے زیادہ عزیز رکھتا ہوں مجھ پر قرض ہے اسے ادا کر دینا اپنی بہنوں کے ساتھ بھلائی کی وصیت قبول کرو۔ چنانچہ صبح (جب جنگ) ہوئی تو سب سے پہلے میرے والد شہید ہوئے اور میں نے ان کو ایک دوسرے شہید کے ساتھ قبر میں دفن کیا۔ (بخاری)

تشریح ۞ وَاسْتَوْصِ بِاَخَوَاتِكَ: یعنی میں تمہیں اپنی بہنوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں لہٰذا ان کے ساتھ میرے مرنے کے بعد اچھا سلوک کرنا حضرت جابرؓ کی نو بہنیں تھیں۔

وَدَفَنْتُهٗ مَعَ اٰخَرَ: حضرت جابرؓ نے اپنے والد کو دوسرے شخص کے ساتھ دفن کیا جن کا نام عمرو بن الجموح تھا جو ان کے والد کے دوست اور ان کے بہنوئی تھے۔

ابن الملک فرماتے ہیں کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک قبر میں دو آدمیوں کو دفن کرنا جائز ہے۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں ظاہر یہ ہے کہ بوقت ضرورت ایسا کرنا جائز ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کھانے میں برکت کی کرامت

۳/۵۷۸۹ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَكْرٍ قَالَ اِنَّ اَصْحَابَ الصُّفَّةِ كَانُوْا اُنَاسًا فُقَرَاءَ وَاِنَّ النَّبِیَّ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ عِنْدَهُ طَعَامُ اثْنَيْنِ فَلْيَذْهَبْ بِثَالِثٍ وَمَنْ كَانَ عِنْدَهُ طَعَامُ اَرْبَعَةٍ فَلْيَذْهَبْ بِخَامِسٍ اَوْسَادِسٍ وَاَنَّ اَبَا بَكْرٍ جَاءَ بِثَلٰثَةٍ وَانْطَلَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَشْرَةٍ وَاَنَّ اَبَا بَكْرٍ تَعَشّٰى عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لَبِثَ حَتّٰى صُلِّيَتِ الْعِشَاءُ ثُمَّ رَجَعَ فَلَبِثَ حَتّٰى تَعَشَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ بَعْدَ مَا مَضٰى مِنَ اللَّيْلِ مَا شَاءَ اللّٰهُ قَالَتْ لَهُ امْرَاَتُهُ مَا حَبَسَكَ عَنْ اَضْيَافِكَ قَالَ اَوَمَا عَشَّيْتِهِمْ قَالَتْ اَبَوْا حَتّٰى تَجِيْءَ فَغَضِبَ وَقَالَ وَاللّٰهِ لَا اَطْعَمُهُ اَبَدًا فَحَلَفَتِ الْمَرْاَةُ اَنْ لَا تَطْعَمَهُ وَحَلَفَ الْاَضْيَافُ اَنْ لَا يَطْعَمُوْهُ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ كَانَ هٰذَا مِنَ الشَّيْطٰنِ فَدَعَا بِالطَّعَامِ فَاَكَلَ وَاَكَلُوْا فَجَعَلُوْا لَا يَرْفَعُوْنَ لُقْمَةً اِلَّا رَبَتْ مِنْ اَسْفَلِهَا اَكْثَرَ مِنْهَا فَقَالَ لِامْرَاَتِهٖ يَا اُخْتَ بَنِيْ فِرَاسٍ مَا هٰذَا قَالَتْ وَقُرَّةِ عَيْنِيْ اِنَّهَا الْاٰنَ لَاَكْثَرُ مِنْهَا قَبْلَ ذٰلِكَ بِثَلٰثِ مِرَارٍ فَاَكَلُوْا وَبَعَثَ بِهَا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذُكِرَ اَنَّهُ اَكَلَ مِنْهَا (متفق عليه وذكر حديث عبد الله بن مسعود) كُنَّا نَسْمَعُ تَسْبِيْحَ الطَّعَامِ فِي الْمُعْجِزَاتِ۔

أخرجه البخاري في صحيحه ٥٨٧/٦حديث رقم ٣٥٨١ومسلم في صحيحه (١٦٢٧/٣)حديث رقم.(١٧٦-٢٠٥٧) وأخرجه الترمذي في السنن ٢٢٥/٤ حديث رقم ١٨٢٠ وابن ماجه ١٠٨٤/٢حديث رقم ٣٢٥٥ والدارمي في السنن ١٣٦/٢حديث رقم,٢٠٤٤ و احمد في المسند ١٩٨/١

ترجمہ: حضرت عبدالرحمان بن ابوبکرؓ سے روایت ہے کہ اصحاب صفہ مفلس وغریب لوگ تھے (ایک دن) نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس کے پاس دو کا کھانا ہے وہ تیسرے کو لے جائے اور جس کے پاس چار کا کھانا ہے وہ پانچ یا چھ کو لے جائے اور ابوبکر تین کو لے گئے اور حضور ﷺ دس کو لے گئے ۔حضرت ابوبکرؓ نے رات کا کھانا حضور ﷺ کے ہاں کھایا اور آپ ﷺ ہی کی خدمت میں ٹھہرے رہے یہاں تک کہ عشاء کی نماز پڑھی گئی پھر (نماز پڑھ کر بھی) آپ ﷺ کے ساتھ ٹھہرے رہے یہاں تک کہ آپ ﷺ نے رات کا کھانا کھایا پھر رات کا کافی حصہ گزرنے کے بعد (گھر واپس لوٹے) ان سے ان کی بیوی نے کہا کس چیز نے آپ کو اپنے مہمانوں سے روکے رکھا؟ (آپ کے مہمان آپ کے انتظار میں ہیں) حضرت ابوبکرؓ نے کہا کیا تم نے ابھی تک ان کو کھانا نہیں کھلایا ان کی بیوی نے کہا کہ انہوں نے کھانے سے انکار کر دیا یہاں تک کہ آپ آ جائیں حضرت ابوبکر غضب ناک ہو گئے اور کہا اللہ کی قسم! میں اس کھانے کو کبھی نہیں کھاؤں گا ان کی بیوی نے بھی قسم کھالی کہ وہ بھی کھانا نہیں کھائیں گی اور مہمانوں نے بھی قسم کھالی کہ وہ بھی کھانا نہ کھائیں گے (اس کے بعد) حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا (یہ غصہ اور قسم کھانا) شیطان کی طرف سے تھا آپ نے کھانا منگوایا اور کھایا اور مہمانوں نے بھی کھایا جب بھی وہ کوئی لقمہ اٹھاتے تو اس کی جگہ کھانا اور بڑھ جاتا حضرت ابوبکرؓ نے اپنی اہلیہ سے فرمایا اے بنوفراس کی بہن! یہ کیا بات ہے انہوں نے کہا اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک کی قسم! یہ اب پہلے سے تین گنا زیادہ ہے پس ان سب نے کھایا اور حضور ﷺ کے پاس بھی بھیجا بیان کیا جاتا ہے کہ حضور ﷺ نے بھی اس میں سے نوش فرمایا۔ (متفق علیہ)۔حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث كُنَّا نَسْمَعُ تَسْبِيْحَ الطَّعَامِ باب المعجزات میں گزر چکی ہے۔

تشریح ۞ صفہ ایک سایہ دار جگہ تھی جو مسجد نبوی اور حجرہ نبوی کے درمیان تھی اس جگہ میں وہ لوگ رہتے تھے جن کے کوئی اہل وعیال نہ تھے اور نہ کوئی مال ومتاع ان کو اضیاف المسلمین کہا جاتا تھا تو کلاً علی اللہ اس چبوترے پر پڑے رہتے ان کی تعداد عام طور پر ستر رہتی تھی لیکن کبھی اس سے زیادہ اور کبھی کم بھی ہو جاتی تھی ان میں مشہور صحابی مندرجہ ذیل ہیں جن کو حافظ ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں ذکر کیا ہے حضرت ابوذر غفاری، حضرت عمار بن یاسر، حضرت سلمان الفارسی، حضرت صہیب، حضرت بلال، حضرت ابوہریرہ، حضرت خباب بن الارت، حضرت حذیفہ بن الیمان، حضرت ابوسعید خدری، حضرت بشیر بن الخصاصیہ، حضرت ابومویہبہ (جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے) رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

اسی طرح ان میں وہ لوگ بھی شامل ہو جاتے جو باہر سے مدینہ میں آتے لیکن مدینہ میں ان کے واقف یا رشتہ دار وغیرہ نہ ہوتے۔

فَلْيَذْهَبْ بِخَامِسٍ اَوْسَادِسٍ: یعنی جس شخص کے پاس چار آدمیوں کا کھانا ہو وہ پانچ یا چھ کو لے جائے "او" میں مختلف احتمال ہیں مثلاً:

نمبر۱: ہوسکتا ہے کہ یہاں او تنویع کے لئے ہو یعنی جو آدمی سمجھتا ہے کہ میرے گھر کے چار افراد ہیں اور ان کا کھانا پانچ کو پورا ہوسکتا ہے تو وہ اصحاب صفہ میں سے ایک کو لے جائے اور جو آدمی یہ سمجھتا ہے کہ چار کا کھانا چھ کے لئے کافی ہوسکتا ہے تو اصحاب صفہ میں سے دو آدمیوں کو لے جائے۔

نمبر۲: ہوسکتا ہے کہ او شک کے لئے ہو۔ یعنی راوی کو شک ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خامس فرمایا تھا یا سادس۔

نمبر۳: ہوسکتا ہے کہ او بل کے معنی میں ہو اور مبالغہ کے لئے ہو اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمانا چاہتے ہیں کہ جس شخص کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو وہ تیسرے کو لے جائے اور جس کے پاس چار کا کھانا ہو پانچویں بلکہ چھٹے شخص کو ساتھ لے جائے۔

فَلَبِثَ حَتّٰى تَعَشَّى النَّبِيُّ ﷺ۔ حضرت ابوبکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں کھانا تناول فرمانے تک ٹھہرے رہے یہ جملہ بظاہر تکرار معلوم ہو رہا ہے اس لئے کہ پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانے کا ذکر آچکا ہے۔

اس کے دو جواب ہوسکتے ہیں پہلا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانا تناول فرمانے کا دوبارہ ذکر واقعہ کو از سرنو بیان کرنے کے لئے ہے۔ دوسرا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ پہلے صرف حضرت ابوبکرؓ کے کھانا کھانے کا ذکر ہے ممکن ہے کہ انہوں نے اپنی بیٹی حضرت عائشہؓ کے پاس کھانا کھایا ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت اس کھانے میں شریک نہ ہوئے ہوں نماز کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اکیلے یا مہمانوں کے ساتھ کھانا تناول فرمایا ہو۔

فدعا بالطعام: حضرت ابوبکر صدیق نے پہلے کھانا نہ کھانے کی قسم کھائی جس پر ان کے گھر والوں نے اور مہمانوں نے بھی کھانا نہ کھانے کی قسم کھائی لیکن جب حضرت ابوبکرؓ کا غصہ ختم ہوا تو اپنی قسم پر پشیمان ہوئے اور فوراً اس حدیث کی طرف آپ کا دھیان گیا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "**من حلف علي يمين فرأى غيرها خيراً منها فليأت الذي هو خير وليكفر عن يمينه**" یعنی جو شخص کوئی قسم کھائے پھر اس کے غیر میں بھلائی دیکھے تو وہ بھلائی والا کام کرے اور قسم کا کفارہ ادا کرے۔ چنانچہ اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیق نے کھانا کھا کر قسم توڑ دی اور کفارہ ادا کر دیا۔

اور باقی لوگوں کی یمین مشروط تھی کہ اگر آپ نہیں کھائیں گے تو ہم بھی نہیں کھائیں گے اس لئے ان حضرات پر کفارہ واجب نہیں تھا۔

یَا اُخْتَ بَنِیْ فِرَاسٍ: فرط حیرت کی وجہ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی اہلیہ کو ان کے آبائی قبیلہ کی طرف منسوب کر کے خطاب کیا حضرت ابوبکرؓ کی اہلیہ کی کنیت ام رومان تھی جو حضرت عائشہؓ کی والدہ تھیں ان کا تعلق بنی فراس بن سلم بن نضر بن کنانہ سے تھا۔

وَقُرَّةُ عَیْنِیْ: قسم ہے اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک کی۔ اس سے کون مراد ہے بعض حضرات کے نزدیک اس سے مراد حضرت ابوبکرؓ ہیں۔ انہوں نے اپنے شوہر کے حیرت بھرے خطاب کے جواب میں والہانہ انداز میں یہ کہا اور بعض حضرات اس کے قائل ہیں کہ اس سے مراد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

یہ جملہ ایک عربی محاورہ ہے جو محبوب کی آمد اور اس کے دیدار سے حاصل ہونے والی خوشی اور ٹھنڈک کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ "قر" ق پر اگر ضمہ ہو تو اس کا معنی ہے ٹھنڈک اور اگر ق کے فتحہ کے ساتھ ہو تو اس کا معنی ہے قرار چونکہ محبوب کو دیکھنے سے آنکھوں کو ٹھنڈک اور قرار حاصل ہوتا ہے اس لئے ایسے موقعہ پر یہ جملہ بولا جاتا ہے۔

"قرۃ" پر اعراب کیا ہے؟ اس نسخہ میں تو اس پر جر ہے جبکہ ایک دوسرے نسخہ میں اس پر نصب ہے لیکن یہ منصوب بنزع الخافض ہے۔ ابن الملک فرماتے ہیں کہ جر تو اس وجہ سے ہے کہ اس کے شروع میں واؤ قسمیہ داخل ہے اور نصب منادی مضاف ہونے کی وجہ سے ہے اور حرف نداء محذوف ہے۔

الفصل الثانی:

نجاشی کی قبر پر نور کا ظاہر ہونا

۴/۵۷۹۰ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا مَاتَ النَّجَاشِیُّ کُنَّا نَتَحَدَّثُ اِنَّهٗ لَا یَزَالُ یُرٰی عَلٰی قَبْرِهٖ نُوْرٌ۔

(رواہ ابو داود)

اخرجہ ابو داؤد ۳/۴۳۱ حدیث رقم ۲۵۲۳۔

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ جب نجاشی (شاہ حبشہ) کا انتقال ہوا تو ہم آپس میں (اسی قسم کی) باتیں کیا کرتے تھے کہ نجاشی کی قبر پر ہمیشہ نور دکھائی دیتا ہے۔ (ابوداؤد)

تشریح ۞ نجاشی جیم کی تخفیف اور یاء کے جزم کے ساتھ شاہ حبشہ کا لقب ہے یعنی حبشہ کے ہر بادشاہ کو نجاشی کہا جاتا ہے یہ وہی نجاشی ہے کہ جس کی طرف مسلمانوں نے ۵ ھ نبوی میں ہجرت کی اس کا نام اصحمہ تھا۔ حضرت جعفرؓ کے ہاتھ پر عیسائیت سے تائب ہو کر اسلام قبول کیا اور رجب ۹ ھ میں اس نے وفات پائی۔ جس روز اس کا انتقال ہوا اسی روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں اس کی وفات کی خبر دی اور عیدگاہ میں صحابہ کے ہمراہ جا کر نجاشی کی نماز جنازہ پڑھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرما رہی ہیں کہ مدینہ میں یہ بات مشہور تھی کہ نجاشی کی قبر پر نور نظر آتا ہے جن لوگوں کا حبشہ آنا جانا رہتا

تھا وہ لوگ مدینہ میں آ کر یہ بتلاتے تھے اور یہ بات حد تواتر تک پہنچی ہوئی تھی اس لئے اس میں جھوٹ کا احتمال نہیں۔

نور سے کیا مراد ہے؟ اس میں کئی احتمال ہیں مثلاً ہوسکتا ہے کہ وہ نور چراغ یا چاند یا سورج کی روشنی کی طرح محسوس ہوتا ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نور سے مراد نورانیت وتازگی ہو جو قبر کی زیارت کرنے والوں کے دل کو حاصل ہوتی تھی۔

اس روایت سے غائبانہ نماز جنازہ کا ثبوت ملتا ہے جبکہ فقہاء نے اس کو جائز قرار نہیں دیا اس لئے کہ نماز جنازہ کے جواز کے لئے میت کا سامنے موجود ہونا شرط ہے اس لئے اس روایت کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں مثلاً یہ نجاشی کی خصوصیت تھی کہ ان کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی گئی اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے صحابہ دور دراز علاقوں میں فوت یا شہید ہوئے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کی غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھی۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ نماز جنازہ غائبانہ نہ تھی بلکہ اللہ تعالیٰ نے سارے پردے ہٹا دیئے تھے اور نجاشی کی میت کو سامنے منکشف کردیا تھا چنانچہ بعض صحابہ سے مروی ہے کہ ہم نے نجاشی کی میت کو سامنے دیکھا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کے لئے پردہ غیب سے صحابہ رضی اللہ عنہم کو ہدایت

۵/۵۷۹۱ وَعَنْهَا قَالَتْ لَمَّا اَرَادُوْا غُسْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا لَا نَدْرِيْ اَنُجَرِّدُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ثِيَابِهٖ كَمَا نُجَرِّدُ مَوْتَانَا اَمْ نَغْسِلُهٗ وَعَلَيْهِ ثِيَابُهٗ فَلَمَّا اخْتَلَفُوْا اَلْقَى اللّٰهُ عَلَيْهِمُ النَّوْمَ حَتّٰى مَا مِنْهُمْ رَجُلٌ اِلَّا وَذَقْنُهٗ فِيْ صَدْرِهٖ ثُمَّ كَلَّمَهُمْ مُكَلِّمٌ مِّنْ نَاحِيَةِ الْبَيْتِ لَا يَدْرُوْنَ مَنْ هُوَ اغْسِلُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ ثِيَابُهٗ فَقَامُوْا فَغَسَلُوْهُ وَعَلَيْهِ قَمِيْصُهٗ يَصُبُّوْنَ الْمَاءَ فَوْقَ الْقَمِيْصِ وَيُدَلِّكُوْنَهٗ بِالْقَمِيْصِ ۔ (رواه البيهقى فى دلائل النبوة)

أخرجه ابو داؤد فى السنن ٢/٤، ٥ حديث رقم ٣١٤١ و احمد فى المسند ٦/٢٦٧ و رواه البيهقى فى دلائل النبوة ٧/٢٤٢۔

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دینے کا ارادہ کیا تو لوگوں نے کہا ہمیں معلوم نہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اسی طرح برہنہ کریں جس طرح ہم اپنے مردوں کو کرتے ہیں یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کپڑوں کے اندر سے غسل دیں۔ جب اس پر اختلاف بڑھا تو خداوند تعالیٰ نے ان لوگوں پر نیند مسلط کردی یہاں تک کہ کوئی شخص وہاں ایسا نہ تھا جس کی ٹھوڑی سینہ پر نہ ہو (یعنی سب پر نیند کی غفلت طاری ہوگئی تھی) پھر ان سے ایک کہنے والے نے گھر کے ایک گوشے سے کہا جس کو وہ لوگ جانتے نہ تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کپڑے کے اندر ہی سے غسل دو۔ چنانچہ وہ سب لوگ یہ سن کر کھڑے ہوگئے اور آپؐ کے بدن مبارک کو کپڑوں کے اندر اس طرح غسل دیا کہ اس وقت جسد اطہر پر جو کرتا تھا اسی پر پانی ڈالتے تھے اور قمیص ہی سے بدن کو ملتے جاتے تھے (بیہقی)

تشریح ⊙ صدیق اکبرؓ کی بیعت سے فارغ ہونے کے بعد لوگ تجہیز و تکفین میں مشغول ہوئے جب غسل کا ارادہ کیا تو یہ سوال پیدا ہوا کہ کپڑے اتارے جائیں یا نہیں۔ ہنوز ابھی کوئی تصفیہ نہیں ہوا تھا کہ یکلخت سب پر ایک غنودگی طاری ہوگئی اور غیبی طور پر یہ آواز سنائی دی کہ اللہ کے رسول کو برہنہ نہ کرو کپڑوں ہی میں غسل دو چنانچہ پیراہن مبارک ہی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہلایا گیا۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ بروایت صحیح کفن دیتے وقت یہ قمیص اتار لی گئی تھی اور یہ روایت ضعیف ہے کہ تکفین کے وقت بھی اس

کرتے کو اتارا نہیں گیا تھا بلکہ اس کو کفن کے نیچے ہی رہنے دیا گیا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کی کرامت

۶/۵۷۹۲ وَعَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ اَنَّ سَفِيْنَةَ مَوْلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْطَأَ الْجَيْشَ بِاَرْضِ الرُّوْمِ اَوْ اُسِرَ فَانْطَلَقَ هَارِبًا يَلْتَمِسُ الْجَيْشَ فَاِذَا هُوَ بِالْاَسَدِ فَقَالَ يَا اَبَا الْحَارِثِ اَنَا مَوْلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ مِنْ اَمْرِيْ كَيْتَ وَكَيْتَ فَاَقْبَلَ الْاَسَدُ لَهٗ بَصْبَصَةٌ حَتّٰى قَامَ اِلٰى جَنْبِهٖ كُلَّمَا سَمِعَ صَوْتًا اَهْوٰى اِلَيْهِ ثُمَّ اَقْبَلَ يَمْشِيْ اِلٰى جَنْبِهٖ حَتّٰى بَلَغَ الْجَيْشَ ثُمَّ رَجَعَ الْاَسَدُ۔

(رواه في شرح السنة)

أخرجه البغوي في شرح السنة ۱۳/۳۱۳ حديث ۳۷۳۲۔

ترجمہ: حضرت ابن المنکدر تابعیؒ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام سفینہ ارض روم میں لشکر کا راستہ بھول گئے یا ان کو قید کر لیا گیا پھر وہ (کافروں کی قید سے چھوٹ کر) لشکر کو تلاش کرتے ہوئے بھاگے اچانک ان کا سامنا ایک شیر سے ہو گیا انہوں نے شیر سے کہا اے ابوالحارث! (شیر کی کنیت) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آزاد کردہ غلام ہوں اور میرے ساتھ ایسا ایسا واقعہ پیش آیا ہے شیر دم ہلاتا ہوا آگے بڑھا اور ان کے پہلو میں آ کھڑا ہوا شیر جب کوئی خطرناک آواز سنتا فوراً اس طرف متوجہ ہو جاتا (یعنی اس کے ضرر کو دفع کرنے کے لئے اور پھر واپس آ جاتا) اور سفینہ کے پہلو میں ان کے ساتھ ساتھ چلتا یہاں تک کہ سفینہ اپنے لشکر میں پہنچ گئے اور شیر واپس چلا گیا (رواہ فی شرح السنۃ)

تشریح: حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے یا حضرت ام سلمہ کے آزاد کردہ غلام اور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آزادی کے بعد بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گزاری میں مصروف رہے اس روایت میں راوی کو شک ہے کہ یا تو وہ لشکر سے بچھڑ گئے تھے یا دشمن نے ان کو قید کر لیا تھا پھر یہ دشمن سے بھاگ کر لشکر کی تلاش میں نکلے تو شیر سے ان کا آمنا سامنا ہو گیا شیر نے ان پر حملہ کرنا چاہا تو انہوں نے اس سے مخاطب ہو کر کہا اے شیر! میں سفینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں فوراً شیر نے سر جھکا لیا اور ان کے آگے ہو کر ان کو راستہ بتانے لگا۔

ان کے نام میں سخت اختلاف ہے۔ ان کے نام میں اکیس قول مروی ہیں سفینہ ان کا لقب تھا ایک سفر میں گرمی سے پریشان ہو کر بہت سے لوگوں نے اپنے نیزے تلوار ڈھالیں وغیرہ پھینک دیئے لیکن انہوں نے وہ سارا سامان اپنے اوپر لاد لیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر بوجھ لادا ہوا دیکھ کر فرمایا کہ تم سفینہ (کشتی) ہو اس دن سے ان کا یہ لقب پڑ گیا جو کوئی ان سے ان کا اصلی نام دریافت کرتا تو یہ کہتے کہ میں ہرگز نہ بتاؤں گا میرا نام وہی ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھا ہے۔ صحیح بخاری کے علاوہ دیگر کتب صحاح میں ان سے احادیث مروی ہیں یہ قاری الاصل تھے۔

قبر مبارک کے ذریعہ بارش طلب کرنا

۷/۵۷۹۳ وَعَنْ اَبِي الْجَوْزَاءِ قَالَ قُحِطَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ قَحْطًا شَدِيْدًا فَشَكَوْا اِلٰى عَائِشَةَ فَقَالَتْ

اُنْظُرُوْا قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاجْعَلُوْا مِنْهُ كُوًى إِلَى السَّمَاءِ حَتّٰى لَا يَكُوْنَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ السَّمَاءِ سَقْفٌ فَفَعَلُوْا فَمُطِرُوْا مَطَرًا حَتّٰى نَبَتَ الْعُشْبُ وَسَمِنَتِ الْإِبِلُ حَتّٰى تَفَتَّقَتْ مِنَ الشَّحْمِ فَسُمِّيَ عَامَ الْفَتْقِ۔ (رواه الدارمي)

أخرجه الدارمي في السنن ١/ ٥٦ حديث رقم ٩٢

ترجمہ: حضرت ابوالجوزاء تابعی سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مدینہ والے سخت قحط میں مبتلا ہو گئے۔ انہوں نے حضرت عائشہؓ کی خدمت میں شکایت کی انہوں نے فرمایا کہ تم نبی کریم ﷺ کی قبر کی طرف دھیان دو اور حجرہ قبر کی چھت میں کئی روشندان کھول دو یہاں تک کہ قبر اور آسمان کے درمیان کوئی چھت (یعنی رکاوٹ) نہ رہے چنانچہ ان لوگوں نے ایسے ہی کیا تو ان پر خوب بارش ہوئی یہاں تک کہ گھاس اگ آئی اور اونٹ فربہ ہو گئے اور چربی کی وجہ سے ان کی کوکھیں پھول گئیں اور اس سال کا نام سال فتق (یعنی ارزانی والا سال) رکھ دیا گیا۔ (دارمی)

تشریح حضرت عائشہؓ نے حکم دیا کہ قبر مبارک کے اوپر جو حجرہ کی چھت ہے اس میں روشندان یا سوراخ کر دو قبر مبارک اور آسمان کے درمیان کوئی حجاب نہ رہے تو تمہارے اوپر بارش برس جائے گی مطلب اس کا یہ ہے کہ جب آسمان اور قبر کے درمیان کوئی حائل نہیں رہے گا اور آسمان قبر مبارک کو دیکھے گا تو وہ روئے گا اور آسمان کا رونا بارش برسانا ہے آسمان کا رونا اس آیت کریمہ: فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ سے سمجھ میں آتا ہے وہ اس طرح کہ آیت میں ہے کہ آسمان وزمین اللہ کے مبغوض و نافرمان لوگوں پر نہیں روتے اس سے معلوم ہوا کہ آسمان اللہ کے محبوب لوگوں پر روتا ہے یا حجرہ کی چھت میں سوراخ یا روشندان کھولنے سے مقصود قبر مبارک سے وسیلہ حاصل کرنا ہے۔ حیاتِ مبارکہ میں تو آپ ﷺ کی ذات کے وسیلہ سے بارش طلب کی جاتی تھی لیکن جب آپ ﷺ اس دنیا سے پردہ فرما گئے تو آپ ﷺ کی قبر سے وسیلہ حاصل کیا جاتا ہے اور سوراخ یا روشندان کھولنے کا حکم اس لئے دیا تاکہ رحمت حق جوش میں آئے اور دعا قبول ہو۔

کوی: کوی ک کے فتحہ اور ضمہ کے ساتھ جمع ہے کوۃ کی (واحد میں بھی کاف کا فتحہ اور ضمہ دونوں وجہیں جائز ہیں) اس کا معنی ہے وہ سوراخ یا روشندان جو گھر کی دیوار یا چھت میں کھولا جائے۔

فتق: فتق کے لغوی معنی مختلف بیان کئے گئے ہیں بعض نے اس کا معنی پھٹ جانا بیان کیا ہے بعض نے پھیل جانا اور بعض نے پھول جانا بیان کیا ہے مطلب یہ ہے کہ بارش کی وجہ سے قحط ختم ہوا ہر طرف گھاس اور ہریالی ہو گئی جس کو کھا کر اونٹ اور دوسرے جانور فربہ ہو گئے اور موٹاپے کی وجہ سے ان کی کوکھیں پھول گئیں۔

حضرت عائشہؓ کے حکم سے حجرہ مبارک میں سوراخ کرنا اور پھر اس کے نتیجہ میں بارش کا نازل ہونا حضرت عائشہؓ کی کرامت تھی جو درحقیقت حضور ﷺ کا معجزہ ہے اس لئے کہ اولیاء کی کرامات انبیاء کے معجزات میں شمار ہوتے ہیں۔

واقعہ حرہ میں سعید ابن المسیب رضی اللہ عنہ کی کرامت

۵۷۹۳/۸ وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ قَالَ لَمَّا كَانَ اَيَّامُ الْحَرَّةِ لَمْ يُؤَذَّنْ فِيْ مَسْجِدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثًا وَلَمْ يُقَمْ وَلَمْ يَبْرَحْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ الْمَسْجِدَ وَكَانَ لَا يَعْرِفُ وَقْتَ الصَّلٰوةِ اِلَّا بِهَمْهَمَةٍ يَسْمَعُهَا مِنْ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (رواہ الدارمی)

أخرجه الدارمی ۱/۵٦ حدیث رقم ۹۳۔

ترجمہ: حضرت سعید بن عبدالعزیزؒ (تابعی) سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب حرہ کا واقعہ پیش آیا تو تین روز تک مسجد نبوی میں نہ اذان کہی گئی اور نہ تکبیر پڑھی گئی سعید بن المسیب ان ایام میں مسجد نبوی کے اندر تھے (اور وہیں رہے باہر نہ نکلے) ان ایام میں وہ نماز کا وقت صرف اس آواز سے معلوم کرتے تھے جو حضور ﷺ کی قبر مبارک سے آتی تھی۔ (داری)

تشریح ۞ حضرت سعید بن المسیب قریشی مخزومی سید التابعین جلیل الشان عظیم القدر اکبر ائمہ دین وافاضل امت میں سے ہیں فقہائے سبعہ میں صف اول میں تھے خود ان کا اپنا بیان ہے کہ مجھ کو حضور ﷺ اور خلفاء راشدین کے تمام فیصلے یاد ہیں۔ حدیث کے زبردست حافظ تھے اور خزانۃ الحدیث حضرت ابو ہریرہؓ کے خاص شاگرد تھے انہوں نے اپنی صغرسنی میں فاروق اعظمؓ کو دیکھا تھا اور ان کی کچھ باتیں یاد تھیں ان کی وفات ۹۰ھ کے بعد ہوئی ان سے تمام کتب صحاح میں احادیث مروی ہیں۔

واقعہ حرہ: حرہ مدینہ سے باہر وہ زمین کا ٹکڑا ہے جہاں کالے پتھر اور سنگریزے ہیں یزید بن معاویہ نے اہل مدینہ پر حملہ کیا اور اتنا شدید حملہ تھا کہ مدینہ کو سخت تباہی، قتل وغارت سے دوچار ہونا پڑا تین دن تک مسجد نبوی میں اذان وتکبیر نہ ہوئی حضرت سعید بن المسیب اس حملہ کے دوران مسجد نبوی ہی میں رہے ان کو نماز کے اوقات کا علم اس آواز سے ہوتا تھا جو پانچوں نمازوں کے اوقات میں روضہ مبارک سے آتی تھی۔

یزید نے مدینہ پر حملہ چونکہ حرہ کی طرف سے کیا تھا اس لئے اس واقعہ کو واقعہ حرہ سے یاد کیا جاتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی کرامت

۹/۵۷۹۵ وَعَنْ اَبِيْ خَلْدَةَ قَالَ قُلْتُ لِاَبِي الْعَالِيَةِ سَمِعَ اَنَسٌ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَدَمَهُ عَشْرَ سِنِيْنَ وَدَعَا لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ لَهُ بُسْتَانٌ يَحْمِلُ فِيْ كُلِّ سَنَةٍ الْفَاكِهَةَ مَرَّتَيْنِ وَكَانَ فِيْهَا رَيْحَانٌ يَجِيْءُ مِنْهُ رِيْحُ الْمِسْكِ۔ (رواہ الترمذی وقال هذا حديث حسن غريب)

أخرجه الترمذی فی السنن ٥/٦٤١ حدیث رقم ۳۸۳۳۔

ترجمہ: ابو خلدہ (تابعی) سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو العالیہ (تابعی) سے پوچھا کیا حضرت انسؓ نے رسول اللہ ﷺ سے حدیثیں سنی ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ حضرت انسؓ نے دس سال تک حضور ﷺ کی خدمت کی ہے اور نبی کریم ﷺ نے ان کو (عمر اور مال میں برکت کی) دعا دی تھی حضرت انسؓ کا ایک باغ تھا جو سال میں دو مرتبہ پھل دیتا تھا اور اس میں پھول تھے ان سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔ (روایت کیا ہے اس کو ترمذی نے اور کہا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے)

تشریح ۞ دراصل حضرت انسؓ کے بارے میں لوگوں کو تردد تھا کہ آیا انہوں نے آپ ﷺ سے براہ راست احادیث سنی ہیں یا کسی واسطے سے (اگرچہ مراسیل صحابہ بھی حجت ہیں) اسی پس منظر میں ابو خلدہ نے ابو العالیہ سے یہ سوال کیا تو حضرت

ابو العالیہ نے اس سوال کا جواب اس طرح دیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی شان ان کے سامنے بیان کی کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال یا آٹھ سال خدمت کی اور اسی خدمت کے نتیجہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مال اور عمر میں برکت کی دعا دی جس کا اثر یہ ہوا کہ ان کی عمر ایک سو تین سال یا ایک قول کے مطابق ننانوے سال ہوئی اور ان کی اولاد کی تعداد ایک سو بیس سے متجاوز تھی اور ان کا باغ سال میں دو مرتبہ پھل دیتا اور ان کے باغ کے پھلوں سے مشک کی خوشبو آتی۔

تو جس شخص کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اتنا قرب اور اتنا ساتھ نصیب ہوا ہو تو اس کے براہِ راست روایات بیان کرنے میں کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟

الفصل الثالث:

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی کرامت

۱۰/۵۷۹۲ وَعَنْ عُرْوَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ اَنَّ سَعِيْدَ بْنَ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ خَاصَمَتْهُ اَرْوَى بِنْتُ اَوْسٍ اِلَى مَرْوَانَ ابْنِ الْحَكَمِ وَادَّعَتْ اَنَّهُ اَخَذَ شَيْئًا مِنْ اَرْضِهَا فَقَالَ سَعِيْدٌ اَنَا كُنْتُ اٰخُذُ مِنْ اَرْضِهَا شَيْئًا بَعْدَ الَّذِىْ سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا ذَا سَمِعْتَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ اَخَذَ شِبْرًا مِنَ الْاَرْضِ ظُلْمًا طُوِّقَهُ اللّٰهُ اِلَى سَبْعِ اَرَضِيْنَ فَقَالَ لَهُ مَرْوَانُ لَا اَسْئَلُكَ بَيِّنَةً بَعْدَ هٰذَا فَقَالَ سَعِيْدٌ اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَتْ كَاذِبَةً فَاَعْمِ بَصَرَهَا وَاقْتُلْهَا فِىْ اَرْضِهَا فَقَالَ فَمَا مَاتَتْ حَتّٰى ذَهَبَ بَصَرُهَا وَبَيْنَمَا هِىَ تَمْشِىْ فِىْ اَرْضِهَا اِذْ وَقَعَتْ فِىْ حُفْرَةٍ فَمَاتَتْ (متفق عليه وفى رواية لمسلم عن محمد بن زيد بن) عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بِمَعْنَاهُ وَاَنَّهُ رَاٰهَا عَمْيَاءَ تَلْتَمِسُ الْجُدُرَ تَقُوْلُ اَصَابَتْنِىْ دَعْوَةُ سَعِيْدٍ وَاَنَّهَا مَرَّتْ عَلٰى بِئْرٍ فِى الدَّارِ الَّتِىْ خَاصَمَتْهُ فِيْهَا فَوَقَعَتْ فِيْهَا فَكَانَتْ قَبْرَهَا۔

أخرجه البخاري في صحيحه ٦/٢٣٨ حديث رقم ٣١٩٨ وأخرجه مسلم ٣/١٢٣١ حديث رقم (١٣٥-١٦١٠) وأخرجه احمد في المسند ١/١٨٧

تخریج: صحیح مسلم "کتاب المساقاۃ" باب تحریم الظلم وغصب الارض وغیرھا" ح: ۱۶۱۰ حضرت عروہ بن زبیر سے روایت ہے کہ سعید بن زید بن عمرو بن نفیل سے اروی بنت اوس نے ایک زمین کے بارے میں جھگڑا کیا (اور مقدمہ) مروان بن حکم کے پاس لے گئی۔ اروی نے دعویٰ کیا کہ انہوں نے اس کی زمین کا کچھ حصہ دبا لیا ہے سعید نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سننے کے بعد میں (کیسے) اس کی زمین لے سکتا ہوں۔ مروان نے کہا آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا سنا ہے؟ حضرت سعید نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص کسی سے ایک بالشت بھر زمین بھی زبردستی لے گا اس زمین کے ساتوں طبقے (قیامت کے دن) اس کے گلے میں طوق بنا کر ڈالے جائیں گے مروان نے کہا کہ اس کے بعد میں آپ سے کوئی گواہ طلب نہیں کروں گا حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے اللہ! اگر یہ جھوٹی ہے تو اس کو اندھا کر دے

اور اس کو اسی زمین میں موت دے (جس کا یہ دعویٰ کرتی ہے) حضرت عروہ کا بیان ہے کہ مرنے سے پہلے وہ عورت اندھی ہوگئی ایک روز اسی زمین پر جارہی تھی کہ وہ ایک گڑھے میں گر گئی اور مرگئی۔ (متفق علیہ) اور مسلم کی ایک روایت میں محمد بن زید بن عبداللہ بن عمر سے بھی اسی کے ہم معنی روایت منقول ہے اس میں اس طرح ہے کہ محمد بن زید نے اس عورت کو اندھا دیکھا جبکہ وہ دیوار کو ٹٹولتی ہوئی چلتی تھی اور یہ کہتی جاتی تھی کہ مجھے سعیدؓ کی بددعا لگ گئی ہے پھر ایک دن اسی متنازعہ زمین کے گھر کے کنویں میں گر پڑی اور وہی اس کی قبر بن گئی۔

تشریح ۞ حضرت سعید بن زید عدوی قریشی عشرہ مبشرہ میں سے ہیں یعنی ان دس صحابہ میں سے ہیں کہ جن کو حضور ﷺ نے دنیا ہی میں جنت کی بشارت دی تھی۔ قدیم الاسلام تھے اور غزوہ بدر کے علاوہ تمام غزوات میں نبی کریم ﷺ کے ہم رکاب رہے حضرت عمرؓ کے بہنوئی تھے حضرت عمرؓ کی ہمشیرہ حضرت فاطمہؓ ان کے نکاح میں تھیں بہت زیادہ عابد زاہد اور مستجاب الدعوات تھے۔

اروی بنت اوس جس کے متعلق جامع الاصول میں یہ لکھا ہے کہ اس کے متعلق یہ معلوم نہیں کہ یہ صحابیہ تھی یا تابعیہ۔ اس نے حضرت سعید کے خلاف زمین کے متعلق مروان بن حکم کی عدالت میں مقدمہ دائر کیا حالانکہ وہ زمین حضرت سعیدؓ کی اپنی تھی۔ مروان بن حکم جو کہ حضرت معاویہ کی طرف سے گورنر تھا اس کے سامنے حضرت سعیدؓ نے فرمایا کہ اس حدیث رسول ﷺ سننے کے بعد میں کیسے ناجائز زمین ہتھیا سکتا ہوں کہ جس میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے ظلماً کسی کی ایک بالشت بھی زمین لی تو اس زمین کے ساتوں طبقے طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈالے جائیں گے تو مروان نے کہا کہ اس حدیث کے بعد میں آپ رضی اللہ عنہ سے کسی گواہ کا مطالبہ نہیں کروں گا۔

مروان کی اس بات کا ایک مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ مروان یہ کہنا چاہتا تھا کہ آپ کی اندرون خانہ زندگی سے میں واقف ہوں آپ رضی اللہ عنہ کسی پر ظلم نہیں کر سکتے خصوصاً اس حدیث کے بعد تو اس بات میں کوئی شک نہیں رہا اس لئے آپؓ سے مزید کسی دلیل کا مطالبہ نہیں کروں گا۔

یا مروان یہ کہنا چاہتا تھا کہ آپؓ سے یہ حدیث سننے کے بعد اس روایت کی تصدیق کے لئے مزید دوسرے شخص کی روایت کی ضرورت نہیں اس لئے کہ آپؓ اپنی عدالت کی وجہ سے دو یا دو سے زیادہ راویوں کے قائمقام ہیں۔

علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ وہ عورت مدعی تھی اور حضرت سعیدؓ مدعا علیہ تھے جب حضرت سعیدؓ نے اس کا دعویٰ ماننے سے انکار کیا تو اس عورت کے ذمہ گواہ پیش کرنا تھے لیکن جب وہ گواہ پیش نہ کر سکی تو حضرت سعیدؓ کے ذمہ قسم تھی لیکن مروان نے ان کی اس روایت کو قسم کے قائم مقام قرار دے دیا۔

لیکن باب الدعویٰ میں مروان کا یہ فعل شرعی اصول کے مطابق نہیں ہے صحیح بات وہ ہے جو علامہ کرمانیؒ نے بیان فرمائی ہے کہ حضرت سعیدؓ اس عورت کے حق میں زمین سے دستبردار ہو گئے تو گویا مروان کو فیصلہ کرنے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی لیکن یہ ضرور دعا کی کہ اگر یہ عورت جھوٹی ہے تو یہ نابینا ہو جائے اور یہ زمین ہی اس کی قبر بنے چونکہ یہ عورت جھوٹی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت سعیدؓ کی دعا قبول فرمائی چنانچہ وہ عورت مرنے سے پہلے اندھی ہوگئی اور اسی زمین کے کسی گہرے گڑھے یا کنویں میں گر کر مرگئی۔ لوگوں نے اس کو نکالنے کی ضرورت محسوس نہیں کی اس لئے وہ کنواں ہی اس کی قبر بن گیا۔

سینکڑوں میل دور امیر لشکر تک آواز پہنچنے کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کرامت

۱۱/۵۷۹۷ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ بَعَثَ جَیْشًا وَاَمَّرَ عَلَیْھِمْ رَجُلاً یُدْعٰی سَارِیَةَ فَبَیْنَمَا عُمَرُ یَخْطُبُ فَجَعَلَ یَصِیْحُ یَا سَارِیَ الْجَبَلِ فَقَدِمَ رَسُوْلٌ مِّنَ الْجَیْشِ فَقَالَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ لَقِیْنَا عَدُوَّنَا فَھَزَمُوْنَا فَاِذَا بِصَائِحٍ یَصِیْحُ یَا سَارِیَ الْجَبَلَ فَاَسْنَدْنَا ظُھُوْرَنَا اِلَی الْجَبَلِ فَھَزَمَھُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی۔

(رواہ البیھقی فی دلائل النبوۃ)

أخرجه البيهقي في دلائل النبوة ٦/ ٣٧٠

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک لشکر روانہ کیا اوران پر ایک شخص کو امیر مقرر کیا جس کو ساریہ کہا جاتا تھا (ایک دن) جبکہ حضرت عمرؓ خطبہ ارشاد فرمارہے تھے کہ انہوں نے پکار پکار کر کہنا شروع کیا اے ساریہ پہاڑ کی طرف (اس واقعہ کے چند دن بعد) لشکر سے ایک قاصد آیا اور عرض کیا اے امیر المومنین! ہمارے دشمن نے ہم پر حملہ کیا اور ہمیں شکست دی اچانک ہم نے ایک پکارنے والے کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا اے ساریہ پہاڑ کی جانب چنانچہ ہم نے پہاڑ کو اپنی پشت پناہ قرار دیا اور پھر خداوند تعالیٰ نے دشمنوں کو شکست دی۔ (رواہ البیہقی فی دلائل النبوۃ)

تشریح ☼ حضرت عمرؓ نے ایک لشکر حضرت ساریہ کی سرکردگی میں ایران کے صوبہ ہمدان کے جنوب میں واقع نہاوند مقام کی طرف بھیجا۔ ایک مرتبہ آپ خطبہ ارشاد فرمارہے تھے جہاں پر اکابر صحابہ مثلاً حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ وغیرہ اور تابعین موجود تھے تو حضرت عمرؓ نے زور زور سے پکارنا شروع کیا اے ساریہ! پہاڑ کی طرف جاؤ اور بعض روایتوں میں آتا ہے کہ جب لوگوں نے حضرت عمرؓ کو اس طرح پکارتے ہوئے سنا تو ان سے دریافت کیا کہ ساریہ تو سینکڑوں میل دور ہیں آپؓ ان کو کیوں پکار رہے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے دیکھا کہ مسلمان جنگ میں مصروف ہیں اور ان کے لئے پہاڑ کو اپنی پشت پناہ بنا لینا ضروری ہے تو بے اختیار میری زبان سے یہ الفاظ نکل پڑے جب حضرت ساریہ کا قاصد ان کا خط لے کر پہنچا تو اس خط میں بھی اسی روز یعنی بروز جمعہ عین خطبہ جمعہ کے وقت اس واقعہ کا ذکر تھا۔

اس واقعہ میں حضرت عمرؓ کی بہت سی کرامات کا ظہور ہوا مثلاً میدان جنگ کا ان کے سامنے منکشف ہونا حضرت عمرؓ کی آواز میدان جنگ تک پہنچنا اور ہر ایک کو سنائی دینا اور ان کی برکت سے مسلمانوں کی مدد و نصرت ہونا اور ان کا فتحیاب ہونا۔

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ کی کرامت

۱۲/۵۷۹۸ وَعَنْ نُبَیْھَةَ بْنِ وَھْبٍ اَنَّ کَعْبًا دَخَلَ عَائِشَةَ فَذَکَرُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ کَعْبٌ مَا مِنْ یَوْمٍ یَطْلُعُ اِلَّا نَزَلَ سَبْعُوْنَ اَلْفًا مِّنَ الْمَلٰٓئِکَةِ حَتّٰی یَحُفُّوْا بِقَبْرِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَضْرِبُوْنَ بِاَجْنِحَتِھِمْ وَیُصَلُّوْنَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی اِذَا اَمْسَوْا عَرَجُوْا وَھَبَطَ مِثْلُھُمْ فَصَنَعُوْا مِثْلَ ذٰلِکَ حَتّٰی اِذَا انْشَقَّتْ عَنْہُ الْاَرْضُ خَرَجَ فِیْ سَبْعِیْنَ اَلْفًا مِّنَ

اَلْمَلٰئِكَةُ يَزِفُّوْنَهُ۔ (رواه الدارمی)

اخرجه الدارمي في السنن ٥٧/١ حديث رقم ٩٤

ترجمہ: حضرت نبیہ بن وہبؒ سے روایت ہے کہ حضرت کعبؒ، حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے (اس مجلس میں) رسول اللہ ﷺ کا ذکر ہوا تو حضرت کعبؒ نے فرمایا کہ کوئی دن ایسا نہیں گزرتا کہ فجر طلوع ہوتے ہی ستر ہزار فرشتے آسمان سے اترتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی قبر کو گھیر لیتے ہیں اور اپنے پروں کو قبر شریف پر مارتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھتے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب شام ہوتی ہے تو وہ فرشتے آسمان پر چلے جاتے ہیں اور ان کی مثل (ستر ہزار) فرشتے نازل ہوتے ہیں اور ان کی مثل کام کرتے ہیں یہاں تک کہ جب (قیامت کے دن) قبر شریف شق ہوگی تو ستر ہزار فرشتے آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے پاس لے چلیں گے (دارمی)

تشریح ❁ روضہ مبارک پر فرشتوں کے نزول کا علم حضرت کعب کو یا تو کتب سابقہ سے ہوا یا ان کو اپنے سے پہلے لوگوں سے اس کا علم ہوا یا بطور کرامت فرشتوں کا نزول ان کے سامنے منکشف ہوا اور انہوں نے اس کی خبر دی اور یہ وجہ زیادہ درست معلوم ہوتی ہے۔

حضرت کعب احبار حمیر قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے ان کا لقب ابو اسحاق تھا۔ آپ ﷺ کا زمانہ پایا لیکن زیارت سے مشرف نہیں ہوئے حضرت عمر بن الخطاب کے دور خلافت میں اسلام قبول کیا حضرت عثمان کے دور خلافت میں مقام حمص میں ۳۲ھ کو انتقال فرمایا۔

خلاصۃ الکرامات:

اولیاء سے کرامات کا صدور اہلسنت والجماعت کے ہاں برحق ہے صحابہ کرامؓ اور ان کے بعد کے حضرات سے کرامات اس تواتر سے ثابت ہیں کہ ان کا انکار کرنا ممکن نہیں اور قرآن پاک سے بھی اس کا ثبوت ہے مثلاً حضرت مریم علیہا السلام کا بغیر مرد کے حاملہ ہونا اور حضرت سلیمان کے وزیر کا آنکھ جھپکنے کی بقدر وقت میں بلقیس کا تخت حاضر کر دینا۔ صحابہ کرامؓ کی کچھ کرامات صاحب مشکوٰۃ نے ذکر کی ہیں جن کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

نمبر۱...... حضرت اسید بن حضیر اور حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہما کی کرامت:

یہ دونوں جلیل القدر صحابیؓ اپنے کسی ضروری کام کے سلسلہ میں رات گئے تک حضورؐ کے ساتھ محو گفتگو رہے جب تاریکی زیادہ ہو گئی تو یہ اپنے گھر کیلئے روانہ ہوئے اور ان دونوں حضرات کے پاس ایک ایک عصا تھا ان میں سے ایک کا عصا چراغ کی طرح روشن ہو گیا جب ان دونوں کے راستے مختلف ہوئے تو دوسرے کا عصا بھی روشن ہو گیا اس طرح یہ روشنی گھر پہنچنے تک انکے ساتھ رہی۔

نمبر۲...... حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد کی کرامت:

حضرت جابرؓ اپنے والد کے بارے میں نقل کرتے ہیں کہ غزوہ احد میں رات کو میرے والد نے مجھے بلا کر کہا کہ مجھے اپنے بارے میں یہ گمان ہے کہ کل میں سب سے پہلے شہید ہوں گا میرے ذمہ قرض ہے اس کو ادا کر دینا اور اپنی بہنوں کا خیال رکھنا

حضرت جابرؓ کے والد نے اپنے بارے میں جس طرح ارشاد فرمایا تھا ایسے ہی ہوا یعنی میدان جنگ میں سب سے پہلے ان کے والد ہی شہید ہوئے۔

نمبر۳......کھانے میں برکت کی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی کرامت:

حضرت ابوبکر صدیقؓ فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق اصحاب صفہ میں سے تین آدمیوں کو کھانا کھلانے کے لئے گھر لے گئے لیکن خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانا کھایا اور نماز پڑھی اور دیر سے گھر تشریف لائے اہلیہ نے تاخیر کی وجہ دریافت کی اور یہ بتلایا کہ مہمان آپ کے انتظار میں تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی تاخیر کیوں کر دی انہوں نے فرمایا کہ مہمانوں کو کھانا کیوں نہیں کھلایا انہوں نے جوابا کہا کہ مہمانوں نے اکیلے کھانے سے انکار کر دیا ہے تو حضرت صدیق اکبرؓ کو غصہ آ گیا اور قسم کھائی کہ میں یہ کھانا نہیں کھاؤں گا اس پر گھر والوں اور مہمانوں نے بھی کھانا نہ کھانے کی قسم کھالی۔ جب حضرت صدیق اکبرؓ کا غصہ ختم ہوا تو ندامت ہوئی اور کھانا منگوا کر کھایا اور سب لوگوں نے بھی کھایا لیکن کھانے میں اتنی برکت ہوئی کہ ایک لقمہ اٹھاتے تو کھانا اس سے زیادہ ہو جاتا یہ حضرت صدیق اکبرؓ کی کرامت تھی۔

نمبر۴......نجاشی کی قبر پر نور کا ظاہر ہونا:

نجاشی حضرت جعفر طیارؓ کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا تھا جب انتقال ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں ان کی نماز جنازہ پڑھائی جو لوگ حبشہ آتے جاتے تھے وہ بیان کرتے تھے کہ نجاشی کی قبر پر ایک نور دکھائی دیتا ہے یہ ان کی کرامت تھی۔

نمبر۵......نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کے وقت کرامت کا ظہور:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد صحابہ کا اس بارے میں اختلاف ہوا کہ آیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کپڑے اتار کر غسل دیا جائے یا بغیر کپڑے اتارے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اس اختلاف کو دور کرنے کے لئے ان پر نیند طاری فرما دی پھر ان کو ایک آواز سنائی دی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قمیص کے اوپر سے ہی غسل دیا جائے یہ صحابہؓ کی کرامت تھی کہ غیب سے ان کی اس بارے میں رہنمائی ہوئی۔

نمبر۶......حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کی کرامت:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت سفینہ لشکر سے بچھڑ گئے یا قید ہو گئے لیکن وہاں سے بھاگ آئے اور لشکر کی تلاش میں تھے کہ اچانک ان کے سامنے ایک شیر آ گیا انہوں نے جب اپنا تعارف کرایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آزاد کردہ غلام ہوں تو وہ شیر آپؓ کا تابع فرمان بن گیا اور آپؓ کا محافظ اور راہنما بن کر آپؓ کو لشکر تک پہنچا دیا۔ یہ حضرت سفینہؓ کی کرامت تھی کہ ایک درندہ آپ کا محافظ اور رہبر بن گیا۔

نمبر۷......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مشورہ سے بارش کا نزول:

ایک مرتبہ اہل مدینہ شدید قحط سے دوچار ہو گئے انہوں نے حضرت عائشہؓ سے شکایت کی تو انہوں نے مشورہ دیا کہ قبر

مبارک کے اوپر حجرہ کی چھت میں روشندان کھول دو یہاں تک کہ قبر مبارک اور آسمان کے درمیان کوئی حجاب نہ رہے اس مشورہ پر عمل کیا گیا تو اتنی بارش ہوئی کہ قحط کا نام ونشان ختم ہو گیا۔ یہ حضرت عائشہؓ کی کرامت تھی۔

نمبر۸......حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ کی کرامت:

یزید نے جب مدینہ پر حملہ کیا تو تین دن تک مسجد نبوی میں نہ اذان ہوئی اور نہ تکبیر اور حضرت سعید بن المسیب مسجد نبوی میں موجود تھے لیکن مسجد سے باہر نہیں جا سکتے تھے اس لئے ان کو نماز کے اوقات کا علم کسی اور طریقے سے نہیں ہوتا تھا البتہ ہر نماز کے وقت روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مبہم سی آواز آتی تھی جس سے حضرت سعید بن المسیبؒ کو نماز کے اوقات کا علم ہوتا۔ یہ حضرت سعید بن المسیبؒ کی کرامت تھی۔

نمبر۹......خادم رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت انس رضی اللہ عنہ کی کرامت:

حضرت انسؓ نے دس سال تک سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مال، عمر، اولاد میں برکت کی دعا دی چنانچہ اس دعا کی برکت سے ان کی عمر ایک سو تین سال یا ننانوے سال ہوئی اور ان کی اولاد کی تعداد ایک سو بیس سے متجاوز تھی اور ان کا باغ ایک سال میں دو مرتبہ پھل دیتا تھا اور اس کے پھلوں سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔

نمبر۱۰......حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی کرامت:

قدیم الاسلام صحابی حضرت سعید بن زیدؓ کے خلاف اروی نامی ایک عورت نے مروان بن حکم کے دربار میں جھوٹا دعویٰ کیا کہ انہوں نے میری زمین چھین لی ہے تو حضرت سعیدؓ نے اپنی صفائی میں یہ کہا کہ اس حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سننے کے بعد میں کس طرح کسی کی زمین چھین سکتا ہوں مروان نے حدیث پوچھی تو آپؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو آدمی ایک بالشت زمین بھی ظلماً لے لے تو اس کے ساتوں طبقے طوق بنا کر قیامت کے روز اس کے گلے میں ڈالے جائیں گے۔ یہ حدیث سن کر مروان نے کہا کہ یہ حدیث سننے کے بعد آپ کی سچائی کے لئے مجھے کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں لیکن آپؓ نے وہ اپنی ذاتی زمین اس عورت کو دے دی لیکن یہ دعا بھی کی کہ اے اللہ اگر یہ عورت جھوٹی ہے تو یہ اندھی ہو جائے اور اسی زمین میں اس کی موت آئے چنانچہ ان کی یہ دعا قبول ہوئی اور یہ عورت مرنے سے پہلے اندھی ہو گئی اور اسی زمین کے کنوئیں میں یا کسی گڑھے میں گر کر مر گئی۔ لوگوں نے اس کی لاش نکال کر دفنانے کی ضرورت محسوس نہیں کی اس طرح یہ گڑھا ہی اس کی قبر بن گیا۔

نمبر۱۱......حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کرامت:

حضرت عمرؓ نے ایک لشکر حضرت ساریہ کی زیر قیادت ایران کے ایک شہر نہاوند کی طرف روانہ کیا۔ حضرت عمرؓ خطبہ جمعہ ارشاد فرما رہے تھے کہ دوران خطبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پکارا شروع کیا یاساریۃ الجبل سینکڑوں میل دور یہ آواز ان تک پہنچ گئی اور انہوں نے حضرت عمرؓ کی اس ہدایت پر عمل کیا تو ان کو فتح نصیب ہوئی یہ حضرت عمرؓ کی کرامت تھی کہ سینکڑوں میل دور ان کی آواز پہنچ گئی۔

نمبر۱۲.....حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ کی کرامت:

حضرت کعبؓ نے حضرت عائشہؓ کی مجلس میں یہ بتایا کہ ہر صبح اور ہر شام ستر ہزار فرشتے روضہ رسول پر نازل ہوتے ہیں قبر مبارک کو ڈھانپ لیتے ہیں اور صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک درود شریف پڑھتے رہتے ہیں اور جب حشر برپا ہوگا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ستر ہزار فرشتوں کے جلو میں اپنے رب تک پہنچیں گے یہ حضرت کعب کی کرامت تھی کہ ان کو فرشتوں کے نزول کا انکشاف ہوگیا تھا۔

صحابہ کرام کی مزید کرامات جن کو صاحب مشکوۃ نے بیان نہیں کیا' مندرجہ ذیل ہیں:

علاء بن الحضرمی کے لشکر کو بادل کا سیراب کرنا اور بغیر کشتی کے خلیج عبور کرنا:

حضرت ابو ہریرہؓ بیان فرماتے ہیں کہ علاء بن حضرمی بحرین کی طرف ایک لشکر لے کر روانہ ہوئے جس میں میں خود بھی شریک تھا ہمارا راستہ ایک ایسے بے آب جنگل سے تھا جس میں ہمیں سخت پیاس لگی یہاں تک کہ ہم کو موت کا خطرہ ہونے لگا پانی کا کہیں ایک قطرہ نہ ملا تو علاء بن الحضرمی نے نیچے اتر کر دو رکعت نماز ادا کی اور دعا مانگی اے حلیم' اے علیم' اے علی' اے عظیم ہم کو سیراب فرما دے بس فوراً ایک ذرا سا بادل ایک طرف سے اٹھا جو دیکھنے میں پرندے کے ایک بازو کی طرح تھا پھر وہ گرجا اور ہمارے اوپر ایسا برسا کہ ہم نے اپنے پانی کے سب برتن بھر لئے اور اپنی سواریوں کو اچھی طرح پانی پلایا اس کے بعد ہم چلے تو ایک ایسی خلیج میں ہمارا گزر ہوا کہ ایسا پانی ہم نے نہ کبھی پہلے عبور کیا تھا نہ اس کے بعد عبور کیا کسی کشتی کا وہاں پتہ تک نہ مل سکا انہوں نے پھر اتر کر دعا کی پھر اپنے گھوڑے کی باگ پکڑی اور کہا بسم اللہ پڑھ کر دریا پار ہو جاؤ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ہم پانی کے اوپر اوپر گزر گئے خدا کی قسم! نہ ہمارا قدم' نہ کسی اونٹ کا خف' نہ کسی جانور کا کھر تک ذرا تر ہوا اور پورا لشکر چار ہزار آدمیوں کا تھا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے خط کی وجہ سے دریائے نیل کا جاری ہونا:

جب مصر فتح ہوگیا تو لوگ حضرت عمرو بن العاص گورنر مصر کے پاس آئے اور جب عجم کے بونہ کا دن منانے کا وقت آیا تو انہوں نے کہا اے امیر جب یہاں قحط پڑتا ہے تو یہاں کی روایات کے مطابق وہ بونہ کی رسم ان ہی کے دستور کے مطابق ادا کئے بغیر نہیں جاتا۔ حضرت عمروؓ نے دریافت کیا وہ رسم کیا ہے؟ انہوں نے کہا جب مہینے کی ۱۲ تاریخ ہو جاتی ہے تو ہم ایک باکرہ لڑکی کے والدین کو راضی کر کے اس کو زیورات ولباس سے خوب آراستہ کرتے ہیں پھر اس کو دریائے نیل میں ڈال دیتے ہیں یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ مکروہ رسم اسلام برداشت نہیں کر سکتا اور جو اسلام سے پہلے رسوم بد ہو چکیں وہ سب ختم ہوئیں آخر جب رسم بونہ کے منانے کا دن آیا تو دریائے نیل میں نہ تھوڑا پانی رہا نہ بہت یہاں تک کہ لوگوں نے یہاں سے جلاوطن ہونے کا ارادہ کر لیا اس پر حضرت عمروؓ نے حضرت عمر فاروقؓ کو یہ قصہ لکھ کر بھیجا انہوں نے اس مضمون کا خط جواباً ارسال فرمایا کہ تم نے جو کیا وہ بالکل درست کیا میں تمہارے پاس ایک خط بھیج رہا ہوں میرے اس خط کو تم دریائے نیل میں ڈال دینا جب وہ خط حضرت عمروؓ کے پاس پہنچا دیکھا تو اس میں یہ مضمون تھا یہ خط ہے اللہ کے ایک بندے عمرؓ کی طرف سے دریائے نیل کے نام۔ وہ شخص تمام مسلمانوں کا امیر مقرر ہوا ہے۔ اما بعد۔ اے دریائے نیل اگر تو پہلے سے اپنے ارادے سے چڑھا کرتا تھا تو مت چڑھ ہم کو تیری کوئی ضرورت

نہیں اور اگر ایک اللہ واحد قہار کے ارادہ سے چڑھا کرتا تھا اور وہی تجھ کو جاری کیا کرتا تھا تو ہم اللہ سے یہ دعا کرتے ہیں کہ وہ تجھ کو پھر جاری کر دے چنانچہ حسب حکم یہ خط دریائے نیل میں ڈال دیا گیا تو ایک ہی شب میں دریائے نیل میں سولہ سولہ گز پانی آ گیا اور وہ دن ہے اور آج کا دن اللہ تعالیٰ نے اس دستور کو مصریوں سے ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا۔

ابو مسلم پر آگ کا ٹھنڈا اور سلامتی والا ہونا:

حضرت شرحبیل بن مسلم سے روایت ہے کہ اسود بن قیس یمن کی طرف چلا اور یہ بڑا ظالم شخص تھا اس نے ابو مسلمؒ کو پکڑ کر بلایا یہ آئے تو اس کمبخت نے کہا کیا تم اس کی گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ ابو مسلم نے کہا (ایسی خرافات) میں سنتا بھی نہیں (جواب تو کیا دوں) پھر اس نے کہا کہ اچھا تو یہ گواہی دیتا ہے کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں؟ انہوںؒ نے کہا بے شک میں اس کی گواہی دیتا ہوں پھر مکرر یہ بات مزے لے کر فرماتے رہے آخر اس نے ایک بڑی جگہ ان کے لئے بنوا کر اس میں آگ روشن کی پھر حکم دیا کہ ابو مسلم کو اس میں جھونک دو عجیب بات ہے کہ ابو مسلم جب اس آگ میں ڈالے گئے تو ان پر اس کا اثر ذرا سا بھی نہ ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اس آگ کو اس وقت جب وہ اس میں ڈالے گئے بجھا دیا پھر اسے مشورہ دیا گیا کہ ان کو شہر سے نکال دو تاکہ تمہارے دوسرے ہم مذہبوں کو یہ شخص خراب نہ کرے چنانچہ ان کو نکال دیا گیا۔ ابو مسلم جب مدینہ آئے تو اس وقت آپ ﷺ کی وفات ہو چکی تھی اور حضرت ابو بکرؓ خلیفہ تھے وہ مسجد شریف کے پاس آئے اور سواری بٹھا کر سب سے پہلے مسجد میں گئے اور ایک ستون کے پیچھے آ کر نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہو گئے ان کو حضرت عمرؓ نے دیکھ لیا تو اٹھ کر ان سے پوچھا کہ تم کہاں کے باشندے ہو؟ وہ بولے یمن کا۔ اس پر انہوں نے سوال کیا جس شخص کو اسود عنسی نے جلا دیا تھا تم کو ان کی کچھ خیر و خبر ہے؟ انہوں نے کہا وہ عبداللہ بن ثوب ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خدا کی قسم! سچ بتاؤ وہ تم ہی تو نہ تھے انہوں نے کہا جی ہاں میں ہی تھا پھر کیا تھا مارے خوشی کے انہوں نے اپنے سینے سے لگا لیا اور رو پڑے پھر ان کو اپنے اور ابو بکرؓ کے درمیان لے کر بیٹھ گئے اور فرمایا اللہ کا شکر ہے جس نے اس وقت تک مجھ کو موت نہ دی جب تک کہ امت محمدیہ ﷺ میں بھی ایک شخص ایسا نہ دکھلا دیا جس کے ساتھ راہ خدا میں وہی سلوک ہوا جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے ساتھ ہوا تھا۔

تمیم داری کا آگ کو دھکیل کر گھاٹی میں داخل کر دینا:

حضرت معاویہ بن حرمل بیان کرتے ہیں کہ مقام حرہ میں آگ نمودار ہوئی تو حضرت عمرؓ نے تمیم داری کے پاس آ کر حکم دیا کہ دیکھو یہ آگ لگ رہی ہے اسکی طرف جا کر اسکو ہٹا دو انہوں نے عرض کیا اے امیر المومنین! میری ہستی کیا ہے اور میں اس قابل کہاں ہوں؟ وہ اصرار فرماتے ہی رہے آخر انکے ساتھ اٹھ کر چل دیئے اور میں بھی ساتھ ساتھ ہولیا' وہ دونوں آگ کی طرف بڑھتے رہے تو تمیم داری اس آگ کو دھکے دے رہے تھے آخر وہ آگ ایک گھاٹی میں جا گھسی اور تمیم داری تھے کہ اسکے پیچھے لگے رہے اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جو شخص کسی بات کو بچشم خود دیکھ لے وہ اسکے برابر نہیں ہو سکتا جو خود مشاہدہ نہ کرے تین بار یہ کلمات فرمائے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا زہر پینا اور ان کو کوئی نقصان نہ پہنچنا:

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ شکل و شمائل میں حضرت عمرؓ سے مشابہ تھے جب وہ مقام حیرہ میں پہنچے تو لوگوں نے ان سے کہا خبردار رہیے کہیں عجم کے لوگ آپ کو زہر نہ پلا دیں یہ سن کر انہوں نے فرمایا وہ زہر میرے پاس لاؤ (چنانچہ زہر لایا گیا) انہوں

نے اس کو اپنے ہاتھ میں لیا اور بسم اللہ پڑھ کر پی لیا لیکن ان کو ذرا بھی نقصان نہ پہنچا۔

حضرت خالدؓ کے ہاتھ میں شراب کا شہد بن جانا:

خیثمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت خالدؓ کے سامنے ایک شخص پکڑ کر لایا گیا جس کے ساتھ شراب کا مشکیزہ تھا آپؓ نے دعا کی اے اللہ! تو اس کو شہد بنا دے وہ شراب شہد بن گئی۔

بعض شہداء کا آسمان پر اٹھالیا جانا:

عروہؓ بیر معونہ کے واقعہ کو نقل کرتے ہیں کہ جب اس میں شہادت کا بازار گرم ہوا تو عامر بن طفیلؓ نے ایک شہید کی طرف اشارہ کر کے پوچھا یہ کون صاحب ہیں؟ اس پر عمرو بن امیہؓ نے بتایا کہ یہ عامر بن فہیرہ ہیں انہوں نے کہا میں نے اس لئے دریافت کیا تھا کہ شہادت کے بعد میں نے بچشم خود معائنہ کیا کہ ان کا جسۂ مبارک آسمان کی طرف اتنی دیر تک اٹھایا گیا کہ وہ زمین و آسمان کے درمیان مجھ کو نظر آتا رہا تھوڑی دیر کے بعد وہ زمین پر لا کر رکھ دیا گیا اسی قسم کا واقعہ جو حضرت عبداللہ حضرت جابرؓ کے والد کے متعلق ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم ان پر گریہ وزاری نہ کرو فرشتے اپنے بازوؤں کا ان پر اس وقت تک سایہ کیے رہے یہاں تک کہ وہ آسمان پر اٹھائے گئے۔

حضرت عارف باللہ ڈاکٹر عبدالحیٔ عارفی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان کہ اصل کرامت تو اتباعِ سنت ہی ہے:

مادی کشف وکرامت سے بہتر روحانی کشف وکرامات ہیں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ روحانی کشف وکرامات حاصل ہوتے ہیں اتباعِ سنت سے' صرف اتباع ہی ایسی چیز ہے کہ انسان روحانی طور پر صاحب کرامت ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ان اعمال میں اتنی کشش وجاذبیت ہے جو عنداللہ مقبول ہے۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔'' آپ فرما دیجئے اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو اور دعویٰ کرتے ہو: ﴿فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ﴾ [آل عمران ۳۱] میری پیروی کرو۔ فرمایا جو میری اتباع کرے گا وہ صحیح راستے پر ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں پھر آپ کی اتباع کا صلہ اور اجر کیا ہے' وہ یہ ہے کہ ہم ایسے لوگوں سے محبت کریں گے' بہت سے اعمال ہیں' جن پر بڑے بڑے ثواب حسنات اور درجات ملتے ہیں۔ یعنی تمام اعمال کا بدلہ اللہ تعالیٰ ثواب سے دیتے ہیں۔ لیکن اتباع سنت ایسی چیز ہے اس کا صلہ' بدلہ اور جزا صرف اپنی محبت ہی سے دیتے ہیں۔ یہ محبت کتنی بڑی چیز ہے اس سے بڑھ کر کوئی چیز ہے؟ اس سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں۔

ہاں! اور یاد رکھیے کہ جو لوگ کشف وکرامات کی خاطر دعائیں مانگنے میں لگ جاتے ہیں وہ سمجھ لیں کہ:

ہوا میں اُڑنا شرط نہیں...... پانی پر چلنا شرط نہیں..... کوئی کرامت کے واقعات کا پیش آ جانا شرط نہیں۔

بلکہ ولی اس کو کہتے ہیں جو خود کو گناہوں سے بچالیتا ہو' قرآن مجید نے ان الفاظ میں کہہ دیا:

﴿وَمَا لَھُمْ اَلَّا یُعَذِّبَھُمُ اللّٰہُ وَھُمْ یَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا کَانُوْٓا اَوْلِیَآءَہٗ اِنْ اَوْلِیَآؤُہٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ﴾ [انفال: ۳۴]

''.....اس کے ولی وہ ہوتے ہیں جو متقی ہوتے ہیں''۔ (ماخوذ از بیانات حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ)

بَابُ وَفَاةِ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا بیان

مشکوۃ کے اکثر نسخوں میں "باب" بغیر ترجمہ کے منقول ہے صرف ایک نسخہ میں باب وفاۃ النبی ﷺ کے الفاظ ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ باب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی متعلق احادیث کے بیان میں ہے اور زیادہ مناسب بھی یہی معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ مشکوۃ کے مؤلف کی عادت یہ ہے کہ جہاں پر پچھلے باب سے متعلق احادیث نقل کرنا مقصود ہوں تو وہاں تو صرف باب کا لفظ بغیر ترجمہ کے ذکر فرماتے ہیں اور یہاں اس باب کی احادیث کا پچھلے باب یعنی باب الکرامات کے ساتھ کوئی تعلق نہیں بلکہ اس باب کی احادیث وفات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ہیں اس لئے یہ دوسرا نسخہ زیادہ مناسب ہے۔

چونکہ مؤلف کی یہ عادت مبارکہ ہے کہ جہاں پر پچھلے باب سے متعلق احادیث بیان کرنا چاہتے ہیں تو وہاں باب کا لفظ بغیر ترجمہ کے ذکر کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اس باب کے بعد جو اگلا باب ہے وہ بغیر ترجمہ کے ہے اس لئے کہ اس میں بھی وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق احادیث بیان کی گئی ہیں۔

تو معلوم ہوا کہ زیادہ صحیح یہی نسخہ ہے کہ جس میں باب وفاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عنوان ہے۔

علالت کی ابتداء:

ماہ صفر کے اخیر عشرہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار شب کو اٹھے اور اپنے غلام ابومویہبہ کو جگایا اور فرمایا کہ مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ اہل بقیع کے لئے استغفار کروں وہاں سے واپس تشریف لائے تو دفعۃً مزاج ناساز ہو گیا سر میں درد اور بخار کی شکایت پیدا ہو گئی۔

مرض الوفات کی ابتدا کس دن سے ہوئی؟ تو اس میں بہت سے اقوال ہیں ایک قول یہ ہے کہ ہجرت کے گیارہویں سال صفر کے آخر میں جبکہ مہینہ ختم ہونے میں ایک یا دو راتیں باقی تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی علالت شروع ہو گئی ایک روایت میں مرض کی ابتداء ربیع الاول میں ہوئی علامہ ابن الجوزیؒ نے اپنی مشہور تصنیف الوفاء میں لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض کا آغاز ماہ صفر کی اس تاریخ کو ہوا جبکہ مہینہ ختم ہونے میں ایک یا دو راتیں باقی تھیں (یعنی صفر کے آخری عشرہ میں) اور وصال ۱۲ ربیع الاول کو ہوا سلیمان تیمی جو ایک قابل اعتماد اور ثقہ راوی ہیں انہوں نے بالجزم فرمایا کہ مرض کا آغاز ۲۲ صفر بروز بدھ ہوا اور انتقال پر ملال ۱۲ ربیع الاول بروز بدھ کو ہوا۔

مرض میں شدت:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو بخار سر درد لاحق ہوا تھا وہ بڑھتا ہی گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی وجہ سے بے چین رہتے اور بستر پر کروٹیں بدلتے رہتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت ارشاد فرمایا کہ ہم (انبیاء) کو اتنی سخت بیماری سے دوچار ہونا پڑتا ہے اتنا کوئی اور اس میں مبتلا نہیں ہوتا لیکن اجر و ثواب بھی ہمیں زیادہ ملتا ہے۔

آپ ﷺ میں جب تک طاقت رہی اس وقت تک آپ ﷺ برابر مسجد میں تشریف لاتے رہے اور نماز پڑھاتے رہے سب سے آخری نماز جو آپ ﷺ نے پڑھائی وہ پنجشنبہ کی مغرب کی نماز تھی جس کے چار روز بعد بروز دوشنبہ آپ ﷺ کا وصال ہو گیا جب عشاء کا وقت آیا تو دریافت فرمایا کیا لوگ نماز پڑھ چکے ہیں عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ لوگ آپ ﷺ کے منتظر ہیں آپ ﷺ نے کئی بار اٹھنے کا قصد فرمایا مگر شدت مرض کی وجہ سے بے ہوش ہو جاتے تھے اخیر میں فرمایا کہ ابو بکرؓ کو میری طرف سے حکم دو کہ وہ نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ابو بکرؓ بہت رقیق القلب ہیں لیکن آپ ﷺ نے تاکید اور اصرار کے ساتھ فرمایا کہ ابو بکرؓ کو حکم دو کہ وہی نماز پڑھائیں چنانچہ حضرت ابو بکرؓ نماز پڑھانے لگے بعض حضرات نے کہا کہ آپ ﷺ نے سترہ نمازیں نہیں پڑھائیں اور اس شدت مرض کی حالت میں بھی آپ ﷺ نے چالیس غلام آزاد فرمائے۔

آخری وصیتیں:

نبی کریمؐ نے اپنے مرض الوفات میں بار بار جن چیزوں کا حکم دیا وہ تھیں: الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم یعنی نمازوں کا اہتمام کرنا اس میں غفلت اور سستی نہ کرنا اور اپنے غلام اور باندیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اور ان کے ساتھ نرم برتاؤ کرنا۔

ایک مرتبہ جب ابو بکر صدیقؓ نماز پڑھا رہے تھے تو آپ ﷺ مسجد میں تشریف لے گئے نماز ادا کرنے کے بعد آپ ﷺ نے خطبہ دیا جس میں یہ ارشاد فرمایا کہ اے مسلمانو! میں تم کو رخصت کرتا ہوں اور تم کو اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں اور اللہ تعالیٰ بہترین کارساز ہے میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ تقویٰ اور نیک کاری کو لازم پکڑو اس لئے کہ میں دنیا چھوڑ کر تم سے جدا ہو رہا ہوں۔

مرض الوفات کے اہم واقعات:

نمبر ۱: مرض الوفات میں بہت سے واقعات ہوئے انہیں میں سے اہم واقعہ یہ ہوا کہ بروز جمعرات آپ ﷺ کا ارادہ ایک وصیت لکھوانے کا ہوا اور حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ سے فرمایا کہ بکری کے شانے کی ہڈی لاؤ (شانے کی ہڈی چوڑی ہوتی ہے اس پر آسانی سے لکھا جا سکتا ہے) کوئی تختہ لاؤ تاکہ ابو بکرؓ کے لئے وصیت لکھ دوں حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ نے اٹھنا چاہا تاکہ ہڈی یا تختہ لے آئیں لیکن آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ رہنے دو اس کی حاجت نہیں خدا تعالیٰ اور مومنین ابو بکر کے حق میں اختلاف نہیں کریں گے یعنی حضرت ابو بکرؓ کی خلافت بالاجماع پر سب متفق ہو جائیں گے۔

نمبر ۲: ایک روایت میں یہ منقول ہے کہ حضرت عباسؓ نے حضرت علیؓ سے کہا کہ میں عبدالمطلب کے بیٹوں کے چہروں میں موت کی علامت اور نشانیاں پہچانتا ہوں اس لئے مجھے ڈر ہے کہ نبی کریم ﷺ اس مرض سے جانبر نہ ہو سکیں گے تم ان سے اس امر یعنی خلافت کو طلب کرو حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ آپ جانتے ہیں کہ اگر میں حضور ﷺ سے خلافت طلب کروں اور وہ مجھے نہ دیں تو کیا پھر بھی لوگ مجھے خلافت سونپ دیں گے؟ یعنی حضور ﷺ کے منع کرنے کے بعد لوگ ہرگز مجھے خلافت نہ دیں گے اس لئے میں آپ ﷺ سے ہرگز اس کا مطالبہ نہیں کروں گا۔

نمبر ۳: مرض الوفات میں آپ ﷺ کے پاس سات دینار تھے آپ ﷺ نے وہ دینار صدقہ کر دیئے تاکہ اپنے پیچھے کچھ مال وغیرہ

نہ چھوڑیں۔

یوم الوصال:

یہ جان گداز اور روح فرسا واقعہ جس نے دنیا کو نبوت و رسالت کے فیوض و برکات اور وحی ربانی کے انوار و تجلیات سے محروم کر دیا بروز دوشنبہ دو پہر کے وقت ۱۲ ربیع الاول کو پیش آیا۔

اس میں تو کسی کو اختلاف نہیں کہ آپ ﷺ کی وفات ربیع الاول میں بروز دوشنبہ (پیر) کو ہوئی اختلاف دو باتوں میں ہے ایک یہ کہ کس وقت وفات ہوئی دوسرا یہ کہ ربیع الاول کی کون سی تاریخ تھی۔

مغازی ابن اسحق میں ہے کہ چاشت کے وقت آپ ﷺ کا وصال ہوا اور مغازی موسیٰ بن عقبہ میں زہری اور عروہ بن زبیر سے مروی ہے کہ زوال کے وقت وصال ہوا یہی روایت زیادہ صحیح ہے اور یہ اختلاف بھی معمولی سا ہے اس لئے کہ چاشت اور زوال میں زیادہ فاصلہ نہیں۔

البتہ تاریخ وفات میں اختلاف شدید ہے۔ مشہور قول کی بنا پر وفات ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی جبکہ موسیٰ بن عقبہ اور لیث بن سعد اور خوارزمی نے یکم ربیع الاول کو تاریخ وفات بتلایا ہے اور کلبی اور ابو مخنف نے دو ربیع الاول تاریخ وصال قرار دی ہے حافظ عسقلانی نے شرح بخاری میں اسی قول کو راجح قرار دیا ہے اور اس قول کی ایک وجہ بھی ہے وہ یہ کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال حضور ﷺ کے انتقال کے ٹھیک چھ ماہ بعد ہوا اور ان کا انتقال ۲ رمضان کو ہوا تو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کا انتقال ۲ ربیع الاول کو ہوا لیکن ۱۲ ربیع الاول کا قول زیادہ مشہور ہے۔

جب آپ ﷺ کا وصال ہوا تو بعض لوگوں کو تردد ہوا کہ آپ ﷺ کی روح مبارک پرواز کر گئی ہے یا نہیں تو حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا جو پہلے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے عقد میں تھیں ان کی شہادت کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں پھر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے نکاح کیا انہوں نے حضور ﷺ کے شانوں کے درمیان اپنا ہاتھ رکھا اور کہا کہ حضور ﷺ کا انتقال ہو چکا ہے اس لئے کہ آپ کے شانوں کے درمیان جو مہر نبوت تھی وہ اٹھالی گئی ہے۔

اسی طرح ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ وفات کے دن میں نے اپنا ہاتھ حضور ﷺ کے سینہ پر رکھ کر دیکھا تو میرے ہاتھ میں کئی ہفتے تک مشک کی خوشبو رہی حالانکہ میں کھانے کے وقت اسی طرح وضو وغیرہ کے وقت ہاتھ دھوتی تھی لیکن یہ خوشبو ہاتھ سے نہ جاتی تھی۔

شواہد النبوۃ میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک بار ان کی قوت حافظہ اور جودت فہم کا سبب دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کے جسد مبارک کو غسل دیتے وقت جو پانی آپ ﷺ کی پلکوں میں جمع ہو گیا تھا وہ میں نے اپنی زبان سے اٹھا کر پی لیا تھا اسی کی برکت سے قوت حافظہ و فہم نصیب ہوئی۔

غسل تجہیز و تکفین:

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بیعت سے فارغ ہونے کے بعد لوگ تجہیز و تکفین میں مشغول ہوئے جب غسل کا ارادہ کیا تو یہ سوال پیدا ہوا

کہ کپڑے اتارے جائیں یا نہیں ابھی کوئی فیصلہ نہیں ہوا تھا کہ یکلخت سب پر ایک غنودگی طاری ہوگئی اور غیبی طور پر یہ آواز سنائی دی کہ اللہ کے رسول کو برہنہ کرو کپڑوں ہی میں غسل دو۔ چنانچہ پیراہن مبارک ہی میں آپ ﷺ کو نہلایا گیا۔

حضرت علیؓ غسل دے رہے تھے اور حضرت عباسؓ اور ان کے دونوں بیٹے فضل اور قثم کروٹیں بدلتے تھے اور حضرت اسامہ اور شقران پانی ڈال رہے تھے۔

غسل کے بعد سحول کے بنے ہوئے تین کپڑوں میں آپ ﷺ کو کفن دیا گیا جن میں قمیص اور عمامہ نہ تھا چنانچہ حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ کو تین سوتی کپڑوں میں کفن دیا گیا ان میں کرتا اور عمامہ نہیں تھا بعض حضرات نے حضرت عائشہؓ کی اس روایت کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ کرتا اور عمامہ ان تین کپڑوں میں نہیں تھا بلکہ ان تین کے علاوہ تھے لیکن یہ مطلب قرین قیاس نہیں مختار یہی ہے کہ حضرت عائشہؓ کے فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ کفن صرف تین کپڑوں میں دیا گیا جن میں قمیص اور عمامہ نہیں تھا اور امام نوویؒ نے لکھا ہے کہ جمہور علماء کے نزدیک یہی مطلب مختار ہے اور اسی بناء پر حنفیہ کے نزدیک تین کپڑوں یعنی ازار قمیص اور لفافہ میں کفن دینا مستحب ہے۔

نمازِ جنازہ:

سنن ابن ماجہ میں عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ منگل کے روز جب آپ ﷺ کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہوئے تو جنازہ شریف کو قبر کے کنارہ پر رکھ دیا گیا ایک ایک گروہ حجرہ میں آتا اور ہر ایک تنہا نماز جنازہ پڑھ کر باہر واپس آ جاتا تھا کوئی کسی کی امامت نہیں کرتا تھا الگ الگ بغیر امام کے نماز پڑھ کے واپس آ جاتے تھے اس طرح پہلے مردوں نے نماز جنازہ پڑھی پھر عورتوں نے اور پھر بچوں نے۔

تدفین:

تجہیز و تکفین کے بعد یہ سوال پیدا ہوا کہ آپ ﷺ کو کہاں دفن کیا جائے صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ میں نے آپ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ پیغمبر اسی جگہ دفن ہوتے ہیں جہاں ان کی روح قبض ہوتی ہے۔ چنانچہ اسی جگہ آپ ﷺ کا بستر ہٹا کر قبر کھودنا تجویز ہوا لیکن اس میں باہم اختلاف ہوا کہ کس قسم کی قبر کھودی جائے مہاجرین نے کہا مکہ کے دستور کے مطابق بغلی قبر کھودی جائے انصار نے کہا کہ مدینہ کے طریقہ پر لحد تیار کی جائے ابوعبیدہ بغلی قبر اور ابوطلحہ لحد کھودنے میں ماہر تھے یہ طے پایا کہ دونوں کو بلانے کے لئے آدمی بھیجا جائے جو شخص پہلے آ جائے وہ اپنا کام کرے چنانچہ ابوطلحہ پہلے آ پہنچے اور آپ ﷺ کے لئے لحد تیار کی۔

دوشنبہ (پیر) کو دوپہر کے وقت آپ ﷺ کا وصال ہوا یہ وہی دن اور وہی وقت تھا کہ جب آپ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ میں داخل ہوئے تھے چہار شنبہ (بدھ) شب میں آپ دفن ہوئے جمہور کا یہی قول ہے اور بعض روایات اس بارے میں صریح ہیں جن میں تاویل کی گنجائش نہیں بعض کہتے ہیں کہ سہ شنبہ (منگل) کو سورج ڈھلنے کے بعد تدفین عمل میں آئی۔

حضرت علیؓ حضرت عباسؓ اور ان کے دونوں صاحب زادے فضلؓ اور قثمؓ نے آپ ﷺ کو قبر میں اتارا۔ جب آپ ﷺ کو قبر میں اتارنے لگے تو آپ ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت شقرانؓ نے لحد میں آپ ﷺ کے نیچے آپ ﷺ کی چادر مبارک بچھادی

اور کہا کہ مجھے یہ گوارہ نہیں کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی دوسرا شخص اس چادر کو اوڑھے لیکن ایک روایت کے مطابق صحابہ نے شقران کی اس بات کو پسند نہیں کیا اور مٹی ڈالنے سے پہلے وہ چادر نکال لی گئی تھی اسی لئے تمام علماء نے قبر میں میت کے نیچے کسی طرح کی چادر وغیرہ بچھانے کو مکروہ قرار دیا ہے۔

آپ ﷺ کی لحد مبارک نو کچی اینٹیں کھڑی کر کے بند کی گئی اور قبر مبارک مسنم یعنی اونٹ کی کوہان کی طرح بنائی گئی پھر اس پر سنگریزے بچھا کر پانی چھڑک دیا گیا اسی وجہ سے چاروں ائمہ کے نزدیک قبر کو مسنم بنانا مستحب ہے۔

الفصل الاول:

دین کی تعلیم کے لئے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کی مدینہ آمد

۱/۵۷۹۹ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ اَوَّلُ مَنْ قَدِمَ عَلَيْنَا مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُصْعَبُ ابْنُ عُمَيْرٍ وَابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ فَجَعَلَا يُقْرِءَانِنَا الْقُرْاٰنَ ثُمَّ جَاءَ عَمَّارٌ وَبِلَالٌ وَسَعْدٌ ثُمَّ جَاءَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِيْ عِشْرِيْنَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا رَاَيْتُ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ فَرِحُوْا بِشَيْءٍ فَرَحَهُمْ بِهٖ حَتّٰى رَاَيْتُ الْوَلَائِدَ وَالصِّبْيَانَ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ جَاءَ فَمَا جَاءَ حَتّٰى قَرَاْتُ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى فِيْ سُوَرٍ مِثْلِهَا مِنَ الْمُفَصَّلِ۔ (رواہ البخاری)

اخرجه البخاری ۶۹۹/۸ حدیث رقم ۴۹۴۱ و احمد فی المسند ۲۸۴/۴۔

ترجمہ: حضرت براء بن عازب سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے جو لوگ سب سے پہلے (مدینہ میں ہجرت سے پہلے) ہمارے (انصار) کے پاس آئے وہ مصعب بن عمیرؓ اور ابن ام مکتومؓ تھے اور ان دونوں نے ہمیں قرآن پڑھانا شروع کیا پھر حضرت عمار حضرت بلالؓ اور حضرت سعد تشریف لائے پھر عمر بن خطاب بیس صحابہ کے ساتھ تشریف لائے اس کے بعد نبی اکرم ﷺ تشریف لائے مدینہ والوں کو میں نے آپ ﷺ کی تشریف آوری پر جس قدر خوش دیکھا اس قدر مسرور کسی چیز سے نہیں دیکھا یہاں تک کہ میں نے چھوٹے لڑکوں اور لڑکیوں کو یہ کہتے ہوئے پایا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے آپ ﷺ کے تشریف لانے سے پہلے میں نے سورہ "سبح اسم ربك الاعلٰى" اور اسی قسم کی اور اوساط مفصل سورتیں سیکھ لی تھیں۔ (بخاری)

تشریح: ۱۱ھ میں جب موسم حج آیا تو خزرج کے کچھ لوگ مکہ آئے آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور اسلام کی دعوت دی اور قرآن پاک کی ان کے سامنے تلاوت کی ان لوگوں نے آپ ﷺ کو دیکھتے ہی پہچان لیا اور آپس میں ایک دوسرے سے مخاطب ہو کر کہنے لگے واللہ یہ وہی نبی ہیں جن کا یہود ذکر کیا کرتے ہیں۔ دیکھو کہیں ایسا نہ ہو کہ اس فضیلت اور سعادت میں یہود ہم سے سبقت لے جائیں اور اسی مجلس سے اٹھنے سے پہلے اسلام لے آئے جب یہ لوگ بیعت کر کے مدینہ منورہ واپس ہونے لگے تو عبداللہ بن ام مکتوم اور مصعب بن عمیرؓ کو تعلیم قرآن اور احکام اسلام سکھانے کے لئے (ان حضرات کے مطالبہ پر)

ان کے ہمراہ کیا گیا اور مدینہ پہنچ کر اسعد بن زرارہؓ کے مکان پر قیام کیا۔ مصعب بن عمیرؓ لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے اور مسلمانان مدینہ کو نماز پڑھاتے۔

ان کے بعد حضرت عمارؓ حضرت بلالؓ اور حضرت سعدؓ مدینہ پہنچے ان کے بعد حضرت عمرؓ بیس صحابہ کے ساتھ تشریف لائے ان کے بعد حضور ﷺ تشریف لائے۔

حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ جب آپ ﷺ مدینہ تشریف لائے اس وقت میں سورۃ الاعلیٰ اور دیگر اوساط مفصل سورتیں پڑھ چکا تھا اس سے معلوم ہوا کہ یہ سورۃ مکی ہے کیونکہ یہ آپ ﷺ کے بغرض ہجرت مدینہ پہنچنے سے پہلے نازل ہوئی لیکن اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس سورت کی آیات: قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى میں صدقۂ فطر اور وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى میں نماز عید کا حکم دیا گیا ہے اور صدقۂ فطر اور نماز عید کا وجوب ۲ھ میں ہوا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورت مدنی ہے۔

بعض حضرات نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اس سورت کی باقی آیتیں تو مکی ہیں لیکن یہ دو آیتیں مدنی ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ نہ تو یہ اعتراض درست ہے اور نہ ہی اس کا یہ جواب اس لئے کہ صحیح ترین روایات کی بناء پر یہ مکمل سورت مکی ہے قد افلح من...... ان آیات میں بدنی اور مالی عبادات کی ترغیب دی گئی ہے اصل مراد یعنی صدقۂ فطر اور نماز عید کو واضح نہیں کیا گیا۔ ۲ ہجری میں مدینہ آکر جب صدقۂ فطر اور نماز عید کو واجب قرار دیا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس وقت ان دونوں آیتوں کی مراد بیان فرمائی کہ ان آیات میں صدقۂ فطر اور نماز عید کی ترغیب دی گئی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اس سے بعض حضرات نے یہ سمجھا ہو کہ یہ سورت ابھی نازل ہوئی اور وہ اس کے مدنی ہونے کے قائل ہو گئے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جودتِ فہم

۲/۵۸۰۰ وَعَنْ اَبِي سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ اِنَّ عَبْدًا خَيَّرَهُ اللّٰهُ بَيْنَ اَنْ يُؤْتِيَهٗ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا مَا شَآءَ وَبَيْنَ مَا عِنْدَهٗ فَاخْتَارَ مَا عِنْدَهٗ فَبَكٰى اَبُوْ بَكْرٍ قَالَ فَدَيْنَاكَ بِاٰبَائِنَا وَاُمَّهَاتِنَا فَعَجِبْنَا لَهٗ فَقَالَ النَّاسُ اُنْظُرُوْا اِلٰى هٰذَا الشَّيْخِ يُخْبِرُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَبْدٍ خَيَّرَهُ اللّٰهُ بَيْنَ اَنْ يُؤْتِيَهٗ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا عِنْدَهٗ وَهُوَ يَقُوْلُ فَدَيْنَاكَ بِاٰبَائِنَا وَاُمَّهَاتِنَا فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ الْمُخَيَّرُ وَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ اَعْلَمَنَا۔ (متفق علیہ)

أخرجه البخاري في صحيحه ۲۲۷/۷ حديث رقم ۳۹۰٤ ومسلم في صحيحه ۱۸۰٤/٤ حديث رقم ۲۳۸۲/۲ واخرجه الترمذي في السنن ٥/٦٨ ٥ حديث رقم ۳٦٦۰۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (مرض وفات کے ایام میں) منبر پر تشریف فرما ہو کر ارشاد فرمایا خداوند تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو اس کا اختیار دیا ہے کہ وہ یا تو اس دنیا کی بہار کا انتخاب کرے جو اللہ دینا چاہے (یا جو بندہ لینا پسند کرے) یا ان نعمتوں کا انتخاب کرے جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں پس بندے نے ان نعمتوں کو پسند کر لیا جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں حضرت ابوبکرؓ یہ سن کر رو پڑے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہم اپنے ماں باپ سمیت قربان ہو

جائیں ہم لوگ (صحابہ) ابوبکرؓ کے اس کلام کو سن کر تعجب کرنے لگے (کہ وہ ایسا کیوں کہہ رہے ہیں) چنانچہ بعض لوگوں نے کہا کہ اس بوڑھے کو دیکھو رسول اللہ ﷺ ایک بندے کا حال بیان کر رہے ہیں جسے خدا نے دنیا کی نعمتوں اور آخرت کے درمیان اختیار دیا ہے اور وہ یہ کہہ رہا ہے کہ ہم اور ہمارے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہو جائیں (لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ) جس بندے کو اللہ کی طرف سے اختیار دیا گیا تھا وہ رسول اللہ ﷺ ہی تھے بے شک ابوبکرؓ ہم میں سے سب سے زیادہ دانا تھے۔ (متفق علیہ)

تشریح: یہ آپ ﷺ کا آخری خطبہ تھا اور صحیح مسلم میں ہے کہ یہ خطبہ وفات سے پانچ شب یعنی چار روز پہلے ارشاد فرمایا تھا حافظ عسقلانی فرماتے ہیں اس حساب سے یہ خطبہ جمعرات کے روز ارشاد فرمایا۔ ظہر کی نماز کے وقت جب طبیعت کو کچھ سکون ہوا اور مرض کی شدت میں کچھ افاقہ ہوا تو یہ ارشاد فرمایا کہ سات مشکیں پانی کی میرے سر پر ڈال دو شاید کچھ سکون ہو اور میں لوگوں کو وصیت کر سکوں چنانچہ حسب حکم آپ ﷺ پر پانی کی سات مشکیں ڈالی گئیں اس طرح غسل سے آپ ﷺ کو ایک گونہ سکون ہوا اور آپ ﷺ حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ کے سہارے سے مسجد میں تشریف لائے اور نماز پڑھائی اور یہ ظہر کی نماز تھی۔

الغرض آپ ﷺ نماز سے فارغ ہو کر منبر پر رونق افروز ہوئے حق جل شانہ کی حمد وثنا کے بعد سب سے پہلے اصحاب احد کا ذکر فرمایا اور ان کے لئے دعا مغفرت کی پھر مہاجرین کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم زیادہ ہو گے اور انصار کم ہوں گے دیکھو انصار نے مجھے ٹھکانہ دیا ان میں سے جو محسن اور نیکوکار ہو اس کے ساتھ احسان کرنا اور ان میں سے جو غلطی کر گزرے تم اس سے درگزر کرنا۔

پھر فرمایا اے لوگو! اللہ نے اپنے ایک بندہ کو اختیار دیا ہے کہ خواہ دنیا کی نعمتوں کو اختیار کرے یا خدا کے پاس کی نعمتوں یعنی آخرت کو اختیار کرے لیکن اس بندہ نے خدا کے پاس کی نعمتوں کو یعنی آخرت کو اختیار کر لیا۔ حضرت ابوبکرؓ یہ سن کر رو پڑے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ پر ہم اپنے ماں باپ سمیت قربان ہو جائیں۔ ابوبکرؓ چونکہ سب سے زیادہ علم والے تھے اس لئے سمجھ گئے کہ اس بندہ سے حضور ﷺ ہی مراد ہیں آپ ﷺ کے رخصت ہونے کا وقت قریب آ گیا ہے اور اب آپ ﷺ چند دن ہی رہیں گے یا تو حضرت ابوبکرؓ نے یہ بات آپ ﷺ کی بیماری کی وجہ سے بھانپ لی تھی یا آپؓ جانتے تھے کہ دنیا کی نعمتیں تو عارضی اور فانی ہیں اور آخرت کی نعمتیں ابدی اور سرمدی ہیں اور اللہ کے نیک بندے دنیا کی فانی نعمتوں کو پسند نہیں کرتے بلکہ وہ تو آخرت کی دائمی نعمتوں کے مشتاق ہوتے ہیں اور یہی ان کا مقام تسلیم و رضا ہوتا ہے جو ان کے قرب الٰہی کو ظاہر کرتا ہے سید الانبیاء جو تمام اولیاء و مقربین کے ہادی ہیں ان کے لئے تو یہ دنیاوی نعمتیں بالکل شایان شان نہیں ہیں اس لئے وہ اس حقیقت تک پہنچ گئے کہ نبی کریم ﷺ خود اپنی ذات کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں۔

آٹھ سال بعد شہداء احد کی نماز جنازہ اور الوداعی خطاب

۳/۵۸۰۱ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى قَتْلٰى اُحُدٍ بَعْدَ ثَمَانِ سِنِيْنَ كَالْمُوَدِّعِ لِلْاَحْيَاءِ وَالْاَمْوَاتِ ثُمَّ طَلَعَ الْمِنْبَرَ فَقَالَ اِنِّيْ بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ فَرَطٌ وَاَنَا عَلَيْكُمْ شَهِيْدٌ وَاِنَّ مَوْعِدَكُمُ الْحَوْضُ وَاِنِّيْ لَاَ نْظُرُ اِلَيْهِ وَاَنَا فِيْ مَقَامِيْ هٰذَا وَاِنِّيْ قَدْ اُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحَ خَزَائِنِ

الْاَرْضِ وَاِنِّیْ لَسْتُ اَخْشٰی عَلَیْکُمْ اَنْ تُشْرِکُوْا بَعْدِیْ وَلٰکِنِّیْ اَخْشٰی عَلَیْکُمُ الدُّنْیَا اَنْ تَنَافَسُوْا فِیْهَا وَزَادَ بَعْضُهُمْ فَتَقْتَتِلُوْا فَتَهْلِکُوْا کَمَا هَلَكَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ۔ (متفق علیہ)

أخرجه البخاري في صحيحه ۲۴۸/۷حديث رقم ۴۰۴۲ واخرجه مسلم في صحيحه ۱۷۹۵/۴حديث رقم (۳۰-۲۲۹۶) واخرجه النسائي في السنن ۶۱/۴حديث رقم ۱۹۵۴ و احمد في المسند ۱۴۸/۴

ترجمہ: حضرت عقبہؓ بن عامر سے روایت ہے وہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے احد کے شہداء پر آٹھ برس کے بعد نماز پڑھی (یعنی ان کے دفن ہونے کے آٹھ برس بعد) گویا کہ آپ ﷺ زندوں اور مردوں کو رخصت کر رہے ہیں اس کے بعد آپ ﷺ منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا میں تمہارے آگے تمہارا امیر منزل ہوں اور میں تمہارا گواہ ہوں اور تم سے ملاقات کا مقام حوض کوثر ہے (یعنی حوض کوثر پر تم سے ملاقات ہوگی) اور اپنی اس جگہ پر کھڑا ہوا میں اب بھی حوض کوثر دیکھ رہا ہوں اور بے شک مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں دی گئیں ہیں اور میں اس سے نہیں ڈرتا کہ تم سب میرے بعد مشرک ہو جاؤ گے بلکہ اس سے ڈرتا ہوں کہ تم دنیا کی طرف رغبت کرو گے اور بعض راویوں نے اس روایت میں یہ الفاظ بھی زائد کئے ہیں کہ پھر تم آپس میں قتال کرو گے اور ہلاک ہو جاؤ گے جیسے تم میں سے پہلے لوگ ہلاک ہوئے تھے (متفق علیہ)

تشریح ۞ حجۃ الوداع کے خطبہ میں آپ ﷺ نے اعلان فرمایا کہ شاید اب اس کے بعد تم سے ملنا نہ ہو اور شاید پھر تمہارے ساتھ حج نہ کرسکوں اور پھر غدیر خم کے خطبہ میں فرمایا کہ میں بشر ہوں اور بشر کے لئے خلود و دوام نہیں۔ شاید عنقریب میرے رب کا قاصد مجھے بلانے اور لینے کے لئے آجائے اسی بناء پر حجۃ الوداع سے واپسی کے بعد ایک دن آپ جنت البقیع میں تشریف لائے اور آٹھ سال کے بعد شہداء احد پر نماز جنازہ پڑھی جیسا کہ کوئی کسی سے رخصت ہوتا ہے بقیع سے واپس آکر مسجد میں منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور خطبہ دیا کہ میں تم سے پہلے جا رہا ہوں تا کہ تمہارے لئے حوض کوثر وغیرہ کا انتظام کروں۔ الی آخر الخطبۃ۔

شہداء کی نماز جنازہ کا حکم:

شہداء کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی یا نہیں اس میں حنفیہ اور شافعیہ کا اختلاف ہے حنفیہ کے نزدیک شہداء کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور ان حضرات کے نزدیک اس روایت میں صلی رسول اللہ..... صلاۃ اپنے معروف معنی یعنی نماز جنازہ کے معنی میں ہے اور شافعیہ کے نزدیک صلاۃ بمعنی دعا و استغفار ہے۔

باقی رہی یہ بات کہ تدفین کے وقت شہداء احد پر نماز جنازہ پڑھی گئی تھی یا نہیں تو صحیح بخاری میں جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شہداء احد کی نماز جنازہ نہیں پڑھی تھی لیکن کل علماء سیر اس پر متفق ہیں کہ آپ ﷺ نے شہداء احد کے نماز جنازہ پڑھی اور متعدد روایات حدیث بھی اسی کی مؤید اور مساعد ہیں۔ حافظ علاء الدین مغلطائی نے اپنی سیرت میں اس پر اجماع نقل کیا ہے اس لئے راجح یہی ہے کہ آپ ﷺ نے تدفین کے وقت نماز جنازہ پڑھی تھی آٹھ سال بعد ان کی قبروں پر دوبارہ نماز جنازہ پڑھنا یا تو آپ ﷺ کی خصوصیت تھی یا شہداء احد کی خصوصیت تھی۔ اصل بات یہ تھی کہ ان کے ساتھ اس دنیاوی تعلق کا وہ سلسلہ اب ختم ہونے والا تھا جو دعا و استغفار اور ایصال ثواب کی صورت میں زندگی بھر جاری رہا۔ اس لئے آپ ﷺ نے ان کے

لئے دوبارہ نماز جنازہ پڑھی۔

اِنِّی بَیْنَ اَیْدِیْکُمْ فَرَطٌ: فرط (ف اور ر) کے فتح کے ساتھ اس شخص کو کہا جاتا ہے جو قافلے سے پہلے منزل پر پہنچ کر قافلے کی رہائش اور طعام وغیرہ کا انتظام کرے اس کو میر کاروان بھی کہا جاتا ہے حضور ﷺ یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ میں تم لوگوں سے پہلے عالم آخرت میں جا رہا ہوں تا کہ تمہاری شفاعت و بخشش کا سبب پیدا کرسکوں یا قیامت کے دن تمہاری شفاعت کے لئے تیار رہوں۔

وَاَنَا عَلَیْکُمْ شَہِیْدٌ: شہید یا تو باخبر کے معنی میں ہے کہ تمہارے اعمال میرے سامنے پیش ہوتے رہیں گے اور میں تمہارے اعمال سے باخبر رہوں گا جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے کہ ہر ہفتہ میں دو مرتبہ نبی کریم ﷺ کے سامنے امت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں یا شہید بمعنی گواہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے سامنے میں تمہارے قبول اسلام اور اطاعت کی گواہی دوں گا۔

وَاِنَّ مَوْعِدَکُمُ الْحَوْضُ: وعدہ سے مراد یا تو شفاعت کا وعدہ ہے یعنی جب مومن اور منافق نیک و بد علیحدہ علیحدہ کر دیئے جائیں گے تو حوض کوثر پر شفاعت کا وعدہ پورا ہوگا۔ یعنی حوض کوثر پر میری شفاعت کی وجہ سے سیراب ہونے کا موقع ملے گا یا وعدہ سے مراد زیارت وملاقات کا وعدہ ہے یعنی زیارت وملاقات کا وعدہ پورا ہونے کی جگہ حوض کوثر ہے۔

وَاِنِّی لَاَنْظُرُ اِلَیْہِ: یعنی جب آپ ﷺ صحابہ کرام سے مخاطب تھے اس وقت تمام حجاب ہٹا دیئے گئے اور حوض کوثر آپ ﷺ کے سامنے کر دیا گیا جس کو آپ ﷺ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔

وَاِنِّی قَدْ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ: زمین کے خزانوں کی چابیاں ملنے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مجاہدین اسلام کے ہاتھ پر بڑے بڑے شہر اور علاقے فتح کرائیں گے اور وہاں کے لوگ مسلمان ہوں گے تو ان علاقوں کے تمام خزانے مسلمانوں کے قبضہ اور تصرف میں آجائیں گے۔

وَلٰکِنِّیْ اَخْشٰی عَلَیْکُمُ الدُّنْیَا ...... یعنی مجھے اس کا تو خوف نہیں کہ تم پہلے کی طرح کفر وشرک میں مبتلا ہو جاؤ گے بلکہ مجھے اس کا ڈر ہے کہ تم دنیا میں بہت زیادہ دلچسپی لینے لگ جاؤ اور ضرورت سے زیادہ تم اس کی طرف توجہ دینے لگو حالانکہ اصل زندگی آخرت کی زندگی ہے وہاں نعمتیں لازوال وبے مثال ہیں انہیں نعمتوں اور دائمی خوشیوں کے حصول کے لئے تمہیں رغبت کرنی چاہئے جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے: وَفِیْ ذٰلِکَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ یعنی اہل ایمان کو انہیں دائمی اور سرمدی نعمتوں کے بارے میں رغبت کرنی چاہئے۔

امام نووی فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں حضور ﷺ نے تین پیشین گوئیاں ارشاد فرمائی ہیں جو بالکل سچ ثابت ہوئیں۔

نمبر ۱: میری امت زمین کے خزانوں کی مالک بنے گی چنانچہ جب روم وفارس فتح ہوئے تو خزائن مال غنیمت بے حد وحساب مسلمانوں کے قبضے میں آیا۔

نمبر ۲: میری امت مجموعی طور پر مرتد نہیں ہوگی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو کفر وارتداد سے بچا لیا۔

نمبر ۳: میری امت دنیا میں زیادہ دلچسپی لینے لگے گی اور حصول دنیا میں ایک دوسرے سے لڑیں گے چنانچہ یہ ایک کھلی حقیقت ہے جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

حیاتِ طیبہ کے آخر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حاصل ہونے والی سعادتیں

۴/۵۸۰۲ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنَّ مِنْ نِعَمِ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیَّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُوُفِّيَ فِيْ بَيْتِيْ وَفِيْ يَوْمِيْ وَبَيْنَ سَحْرِيْ وَنَحْرِيْ وَاِنَّ اللّٰهَ جَمَعَ بَيْنَ رِيْقِيْ وَرِيْقِهٖ عِنْدَ مَوْتِهٖ وَدَخَلَ عَلَيَّ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ وَبِيَدِهٖ سِوَاكٌ وَاَنَا مُسْنِدَةٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَاَيْتُهٗ يَنْظُرُ اِلَيْهِ وَعَرَفْتُ اَنَّهٗ يُحِبُّ السِّوَاكَ فَقُلْتُ اٰخُذُهٗ لَكَ فَاَشَارَ بِرَاْسِهٖ اَنْ نَعَمْ فَتَنَاوَلْتُهٗ فَاشْتَدَّ عَلَيْهِ وَقُلْتُ اُلَيِّنُهٗ لَكَ فَاَشَارَ بِرَاْسِهٖ اَنْ نَعَمْ فَلَيَّنْتُهٗ فَاَمَرَّهٗ وَبَيْنَ يَدَيْهِ رَكْوَةٌ فِيْهَا مَاءٌ فَجَعَلَ يُدْخِلُ يَدَيْهِ فِي الْمَاءِ فَيَمْسَحُ بِهِمَا وَجْهَهٗ وَيَقُوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِنَّ لِلْمَوْتِ سَكَرَاتٍ ثُمَّ نَصَبَ يَدَهٗ فَجَعَلَ يَقُوْلُ فِي الرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى حَتّٰى قُبِضَ وَمَالَتْ يَدُهٗ۔ (رواہ البخاری)

أخرجه البخاري في صحيحه ١٤٤/٨ حديث رقم ٤٤٤٩ ومسلم في صحيحه ١٨٩٣/٤ حديث رقم (٢٤٤٣-٨٤) و احمد في المسند ٤٨/٦

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ خدا تعالیٰ کی ان نعمتوں میں سے جو میرے لئے مخصوص کی گئیں ایک یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے گھر میں اور میری باری کے دن میں وفات پائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے اور ہنسلی کے درمیان وفات پائی (اور ایک نعمت خاص خدا کی طرف سے یہ ہوئی) کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت میرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب کو جمع کر دیا (جس کا واقعہ یہ ہوا کہ) عبدالرحمان بن ابوبکرؓ میرے پاس آئے اس وقت ان کے ہاتھ میں مسواک تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے سینے سے تکیہ لگائے بیٹھے تھے میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبدالرحمان یا مسواک کی طرف دیکھ رہے ہیں میں جانتی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کو بہت پسند کرتے ہیں میں نے عرض کیا کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے میں عبدالرحمان سے مسواک لے لوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کے اشارہ سے ظاہر کیا کہ ہاں لے لو۔ میں نے عبدالرحمان سے مسواک لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مسواک کا چبانا دشوار معلوم ہوا (اس لئے کہ وہ سخت تھی) میں نے عرض کیا کیا میں اس کو نرم کردوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر کے اشارہ سے اس کی اجازت دے دی چنانچہ میں نے مسواک کو نرم کردیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے دانتوں پر پھیرا (اس طرح میرا لعاب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب کے ساتھ مل گیا) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پانی کا ایک برتن رکھا ہوا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں ہاتھ ڈالتے اور ان ہاتھوں کو چہرے پر پھیر لیتے اور فرماتے تھے لا الہ الا اللہ بے شک موت کے وقت سختیاں ہیں (یعنی موت کے وقت انسان پر سکرات کی حالت طاری ہوتی ہے) اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور یہ فرمانا شروع کیا مجھے رفیق اعلیٰ سے ملا دیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے رہے یہاں تک کہ روح قبض کی گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ نیچے گر گیا۔ (بخاری)

تشریح ⊙ ماہ صفر کے آخر عشرہ میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سر میں درد اور بخار کی شکایت ہوئی تو یہ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی باری کا دن تھا اور بدھ کا روز تھا اسی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم باری باری ازواج مطہرات کے یہاں تشریف لے جاتے رہے جب مرض میں شدت ہوئی تو ازواج مطہرات سے اجازت لے کر حضرت عائشہؓ کے یہاں تشریف لے آئے وہ

شنبہ (پیر) کو حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں منتقل ہوئے اور آئندہ دوشنبہ کو حضرت عائشہ ہی کے حجرہ میں رحلت فرمائی اور عالم آخرت کی طرف روانہ ہوئے تیرہ یا چودہ دن علیل رہے جس میں سے آخری ہفتہ کی تیمارداری عائشہ صدیقہؓ کے حصہ میں آئی۔

اسی سعادت کا حضرت عائشہؓ اس حدیث میں ذکر فرما رہی ہیں کہ آپ ﷺ کی وفات میرے حجرہ میں اور میری نوبت (باری) کے دن اور میرے سینے اور ہنسلی کے درمیان ہوئی یعنی جب آپ ﷺ کی وفات ہوئی تو آپ میرے سینے اور گردن سے ٹیک لگائے ہوئے تھے اور ایک روایت میں بین سحری و نحری کی جگہ "بین حاقنتی وذاقنتی" کے الفاظ ہیں یعنی حضور ﷺ کا سر مبارک میری ہنسلی اور ٹھوڑی کے درمیان تھا۔

اس حدیث کا اس روایت کے ساتھ تضاد لازم آتا ہے جس کو حاکم اور ابن سعد نے طرق کثیرہ سے نقل ہے جس میں ہے کہ سر مبارک حضرت علیؓ کی گود میں تھا لیکن اس روایت کا ہر طریق کسی نہ کسی خرابی سے خالی نہیں اس لئے یہ اس روایت کے معارض نہیں ہوسکتی اگر اس روایت کو صحیح بھی مان لیں تو تطبیق کی صورت یہ ہوگی کہ حضرت علیؓ کی گود میں سر مبارک ہونے کا واقعہ وفات سے پہلے کا ہے۔

دوسری سعادت حضرت عائشہ کو یہ حاصل ہوئی کہ حضرت عائشہؓ نے مسواک چبا کر حضور ﷺ کو دی جو آپ ﷺ نے اپنے دانتوں پر پھیری اس طرح حضرت عائشہؓ اور آپ ﷺ کا لعاب مبارک مل گیا یا تو حضرت عائشہؓ یہ فرمانا چاہتی ہیں کہ یہ نعمت مجھے ہمیشہ حاصل رہی ہے لیکن عین وفات کے وقت جبکہ برکتوں اور سعادتوں کے نزول کی انتہا تھی اس وقت لعاب دہن کی برکت کا حصول میرے لئے بہت بڑی نعمت تھی یا یہ فرمانا چاہتی ہیں کہ لعاب دہن کی برکت مجھے اسی موقعہ پر حاصل ہوئی۔

ملا علی قاریؒ نے مشائخ طریقت سے نقل کیا ہے کہ جو شخص مسواک پر مواظبت کرے تو مرتے وقت اس کی زبان پر کلمہ شہادت جاری ہو جاتا ہے اور افیون کھانے والے کی زبان پر جاری نہ ہوگا۔

آپ ﷺ کے پاس پانی کا ایک پیالہ رکھا ہوا تھا چونکہ اس وقت مزاج میں حرارت کا بہت غلبہ تھا اس لئے ہاتھ تر کر کے چہرہ پر پھیر لیتے تاکہ کچھ سکون حاصل ہو اور ساتھ اس میں اللہ تعالیٰ کے سامنے عجز وانکساری اور عبدیت کا اظہار بھی ہے۔

آپ ﷺ کے اس عمل سے معلوم ہوا کہ سکرات الموت کے وقت انسان کو یہ عمل کرنا چاہئے اگر مریض خود قادر نہ ہو تو تیمارداروں کو چاہئے کہ وہ پانی میں ہاتھ بھگو کر مریض کے چہرے پر پھیریں یا حلق میں پانی ٹپکائیں تاکہ سنت پر بھی عمل ہو جائے اور کرب میں بھی تخفیف ہو بلکہ اگر حاجت سخت ہو تو پھر یہ عمل یعنی پانی ٹپکانا واجب ہو جاتا ہے۔

اِنَّ لِلْمَوْتِ سَكَرَاتٍ: سکرات جمع ہے سکرۃ کی بمعنی سختی۔ سکرات الموت سے مراد وہ تنگی اور سختی ہے جو اندرونی سوزش و تپش اور مزاج وطبیعت کی تلخی کی وجہ سے لاحق ہوتی ہے انبیاء اولیاء اور ارباب کمال بھی اس سختی سے مستثنیٰ نہیں ہیں اس لئے ایسی حالت سے خدا کی پناہ مانگنی چاہئے اور اللہ تعالیٰ سے اس وقت آسانی کی دعا کرنی چاہئے جیسا کہ شمائل ترمذی میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو وقت نزع میں اس حال میں دیکھا کہ آپ ﷺ کے پاس پانی کا پیالہ تھا اور وہ اس میں ہاتھ ڈالتے تھے اور اپنے چہرہ پر پھیرتے تھے اور یہ دعا کرتے تھے: "اللهم اعني على منكرات الموت" اور ایک روایت میں "على سكرات الموت" کے الفاظ ہیں۔

الرفيق الاعلى: رفیق اعلیٰ سے کون مراد ہے؟ اس میں کئی احتمال ہیں۔

نمبر۱: رفیق اعلیٰ سے مراد حظیرۃ القدس ہے جو انبیاء و مرسلین کا مسکن ہے۔
نمبر۲: رفیق اعلیٰ سے مراد انبیاء ہیں جو اعلیٰ علیین میں ہیں جیسا کہ دوسری روایت میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں: "مع النبیین والصدقین والشہداء والصالحین وحسن اولئك رفیقا"۔
نمبر۳: رفیق اعلیٰ سے مراد ملاء اعلیٰ اور عالم ملکوت یعنی آسمان پر رہنے والے فرشتے وغیرہ ہیں۔
نمبر۴: رفیق اعلیٰ سے مراد خود حق تعالیٰ شانہ ہیں چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے مشتاق ہیں اور آپ ﷺ کو اختیار دیتے ہیں کہ چاہے آپ ﷺ دنیا میں (کچھ دن اور) رہ لیں چاہے آخرت (یعنی بارگاہ الٰہی میں آنا) قبول کرلیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: اخترت الرفیق الاعلی۔ واللہ اعلم۔ میں تو رفیق اعلیٰ یعنی بارگاہ الٰہی کو پسند کرتا ہوں۔

انبیاء علیہم السلام کو موت سے پہلے اختیار

۵۸۰۳/۵ وَعَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ نَبِيٍّ يَمْرَضُ اِلَّا خُيِّرَ بَيْنَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَكَانَ فِي شَكْوَاهُ الَّذِيْ قُبِضَ اَخَذَتْهُ بُحَّةٌ شَدِيْدَةٌ فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ فَعَلِمْتُ اَنَّهُ خُيِّرَ۔ (متفق علیہ)

أخرجه البخاري في صحيحه ٢٥٥/٨ حديث رقم ٤٥٨٦ ومسلم في صحيحه ١٨٩٣/٤ حديث رقم (٨٦-٢٤٤٤) ومالك في الموطأ ٢٣٨/١ حديث رقم ٤٦ من كتاب الجنائز واحمد في المسند ١٧٦/٦

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہر نبی کو مرض وفات میں دنیا و آخرت کے درمیان اختیار دیا جاتا ہے (یعنی اگر وہ چاہے تو ایک مدت تک دنیا میں اور قیام کرے یا عالم آخرت کی طرف متوجہ ہو جائے) اور آپ کی آخری بیماری میں جس میں آپ ﷺ کا انتقال ہوا تھا اور آپ ﷺ کی آواز بھاری ہوگئی تھی (یعنی بلغم یا سانس کی وجہ سے) میں نے اس حالت میں آپ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اے اللہ! مجھے ان لوگوں میں شامل فرما دے جن پر تو نے اپنا فضل کیا یعنی انبیاء صدیقین شہداء اور صالحین۔ ان الفاظ سے میں سمجھ گئی کہ آپ ﷺ کو (دنیا اور آخرت کی زندگی میں) اختیار دیا گیا ہے اور آپ ﷺ نے آخرت کی زندگی کو چن لیا ہے)۔ (متفق علیہ)

وفات نبی ﷺ پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حزن وملال

۵۸۰۴/۶ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ لَمَّا ثَقُلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَ يَتَغَشَّاهُ الْكَرْبُ فَقَالَتْ فَاطِمَةُ وَاكَرْبَ اَبَاهُ فَقَالَ لَهَا لَيْسَ عَلٰى اَبِيْكِ كَرْبٌ بَعْدَ الْيَوْمِ فَلَمَّا مَاتَ قَالَتْ يَا اَبَتَاهُ اَجَابَ رَبًّا دَعَاهُ يَا اَبَتَاهُ مَنْ جَنَّةُ الْفِرْدَوْسِ مَاْوَاهُ يَا اَبَتَاهُ اِلٰى جِبْرِيْلَ نَنْعَاهُ فَلَمَّا دُفِنَ قَالَتْ فَاطِمَةُ يَا اَنَسُ اَطَابَتْ اَنْفُسُكُمْ اَنْ تَحْثُوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التُّرَابَ۔

أخرجه البخاري ۱٤۹/۸ حديث رقم ٤٤٦٢ وابن ماجه في السنن ۵۲۲/۱ حديث رقم ۱۶۳۰ والدارمي في السنن ٤۱/۱ حديث رقم ۸۷ و احمد في المسند ۱٤۱/۳

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے وہ بیان فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی علالت کی سختی (اس حد تک پہنچ گئی کہ) مرض کی شدت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر غشی طاری کر دی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا۔ آہ! میرے باپ پر کس قدر سختی و تکلیف ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر ارشاد فرمایا آج کے دن کے بعد تیرے باپ پر کوئی سختی اور شدت نہیں ہوگی (یعنی یہ شدت اور تکلیف بیماری کی وجہ سے ہے جب اس جسم سے تعلق ختم ہو جائے گا اور صرف روحانی تعلق باقی رہ جائے گا تو راحت ہی راحت ہوگی) پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا ابا جان خدا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی خدا کی دعوت قبول کر لی اور اپنے رب کے پاس چلے گئے ابا جان! اے وہ ذات جس کا ٹھکانہ جنت الفردوس ہے اے ابا جان! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کی خبر ہم جبرائیل کو پہنچاتے ہیں پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کیا گیا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا اے انسؓ (اور اے صحابہؓ) تمہیں یہ کس طرح گوارا ہوا کہ تم خدا کے رسول پر مٹی ڈال دو (بخاری)

یہ دو شعر بھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب ہیں جو انہوں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال پر ملال کے وقت ارشاد فرمائے تھے۔

مَاذَا عَلٰى مَنْ شَمَّ تُرْبَةَ اَحْمَدَ ☆ اِنْ لَمْ يَشُمَّ مَدَى الزَّمَانِ غَوَالِيَا

صُبَّتْ عَلَيَّ مُصَائِبٌ لَوْ اَنَّهَا ☆ صُبَّتْ عَلَى الْاَيَّامِ صِرْنَ لَيَالِيَا

الفصل الثانی:

مدینہ جب غم واندوہ میں ڈوب گیا

۵۸۰۵/۷ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ لَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ لَعِبَتِ الْحَبَشَةُ بِحِرَابِهِمْ فَرَحًا لِقُدُوْمِهٖ (رواه ابوداود في رواية الدارمي) قَالَ مَا رَاَيْتُ يَوْمًا قَطُّ كَانَ اَحْسَنَ وَلَا اَضْوَءَ مِنْ يَوْمٍ دَخَلَ عَلَيْنَا فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا رَاَيْتُ يَوْمًا كَانَ اَقْبَحَ وَلَا اَظْلَمَ مِنْ يَوْمٍ مَاتَ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (وفي رواية الترمذي) قَالَ لَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الَّذِيْ دَخَلَ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ اَضَاءَ مِنْهَا كُلُّ شَيْءٍ فَلَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ اَظْلَمَ مِنْهَا كُلُّ شَيْءٍ وَمَا نَفَضْنَا اَيْدِيَنَا عَنِ التُّرَابِ وَاِنَّا لَفِيْ دَفْنِهٖ حَتّٰى اَنْكَرْنَا قُلُوْبَنَا۔

أخرجه ابو داؤد في السنن ۲۲۱/۵ حديث رقم ٤۹۲۳ والترمذي في السنن ٤۹/۵ حديث رقم ۳۶۱۸ واخرجه ابن ماجه في السنن ۵۲۲/۱ حديث رقم ۱۶۳۱ والدارمي ٤۱/۱ حديث رقم ۸۸ و احمد في المسند ۱۶۱/۳

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو حبشیوں نے نیزوں کے کھیل دکھائے (یعنی تمام مسلمانوں کی طرح انہوں نے اس طرح اظہار مسرت کیا) (ابوداود۔ داری کی روایت میں ہے کہ حضرت

انسؓ نے فرمایا میں نے کوئی دن اس دن سے زیادہ حسین اور روشن نہیں دیکھا جس روز کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تھے اور اس دن سے برا دن اور ظالم دن میں نے کوئی نہ دیکھا جس روز رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی۔ ترمذی کی روایت میں ہے کہ حضرت انسؓ نے فرمایا جب وہ دن آیا جس روز کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تو آپ ﷺ کی تشریف آوری سے ہر چیز روشن ہوگئی تھی پھر جب وہ دن آیا کہ حضور ﷺ نے وفات پائی تو تمام چیزوں پر تاریکی چھاگئی تھی اور آپ ﷺ کے دفن کے بعد ہم نے ابھی (مٹی بھرے) ہاتھوں کو جھاڑا بھی نہ تھا کہ ہم نے اپنے دلوں کو ایک دوسرے سے ناآشنا پایا۔

تشریح ۞ حَتّٰی اَنْکَرْنَا قُلُوْبَنَا: اس کا مطلب یہ ہے کہ جب آفتاب رسالت غروب ہوا تو ہمارے دلوں پر تاریکی چھا گئی اور جو کیفیات وانوارات حضور ﷺ کے دیدار اور مصاحبت کی وجہ سے دلوں پر طاری ہوتے تھے ہمیں واضح طور پر محسوس ہوا کہ اب وہ باقی نہیں رہے۔

محل تدفین کے بارے میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی رہنمائی

۸/۵۸۰۲ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِخْتَلَفُوْا فِيْ دَفْنِهٖ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا قَالَ مَا قَبَضَ اللّٰهُ نَبِيًّا اِلَّا فِي الْمَوْضِعِ الَّذِيْ يُحِبُّ اَنْ يُّدْفَنَ فِيْهِ اِدْفِنُوْهُ فِيْ مَوْضِعِ فِرَاشِهٖ۔ (رواہ الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۳/۳۳۸ حدیث رقم ۱۰۱۸ ومالک فی الموطأ ۱/۲۳۱ حدیث رقم ۲۷ من کتاب الجنائز

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے وہ بیان فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی تو آپ ﷺ کے دفن کی جگہ میں اختلاف واقع ہوا ابوبکرؓ نے فرمایا کہ اس معاملہ میں میں نے رسول اللہ ﷺ سے کچھ سنا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ جس نبی کی روح قبض کرتا ہے وہاں کرتا ہے جہاں وہ اپنا دفن ہونا پسند کرتا ہے اس لئے آپ ﷺ کو آپ ﷺ کے بستر کی جگہ ہی دفن کرنا چاہئے۔ (ترمذی)

تشریح ۞ تجہیز وتکفین کے بعد سوال پیدا ہوا تدفین کا۔ اس میں صحابہؓ کی آراء مختلف تھیں بعض حضرات فرماتے تھے کہ آپ ﷺ کو مدینہ میں جنت البقیع میں دفن کیا جائے اور بعض حضرات کا خیال تھا کہ آپ ﷺ کو مکہ میں دفن کیا جائے جبکہ بعض حضرات کی رائے یہ تھی کہ آپ ﷺ کو بیت المقدس میں دفن کرنا زیادہ بہتر ہے اس لئے کہ بیت المقدس مسکن الانبیاء ہے وہاں انبیاء کی قبور ہیں لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب حدیث سنائی تو سب کا اتفاق ہوگیا کہ آپ ﷺ کو محل وفات ہی میں دفن کیا جائے۔

یا صحابہ کا اختلاف خود تدفین کے بارے میں تھا کہ آیا آپ ﷺ کو دفن کیا جائے یا نہ؟ چنانچہ ترمذی ہی کی ایک روایت میں ہے صحابہؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے پوچھا کہ آپ ﷺ کو دفن کیا جائے یا نہیں تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا جس جگہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی روح قبض کی ہے اسی جگہ دفن کیا جائے صحابہ سمجھ گئے کہ ابوبکرؓ جو کچھ فرما رہے ہیں وہ سچ اور حق ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ کو آپ ﷺ کے بستر کی جگہ دفن کیا گیا۔

فائدہ: ہر نبی کا مدفن ان کا محل وفات ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بہتر یہ ہے کہ محل وفات میں ان کو دفن کیا جائے اور اگر کسی عارض کی وجہ سے دوسری جگہ دفن ہوں تو یہ اور بات ہے۔

الفصل الثالث:

آپ ﷺ کا آخری کلام اَللّٰهُمَّ الرَّفِيْقَ الْاَعْلٰى

۹/۵۸۰۷ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ وَهُوَ صَحِيْحٌ اِنَّهُ لَنْ يُقْبَضَ نَبِيٌّ حَتّٰى يُرٰى مَقْعَدَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ ثُمَّ يُخَيَّرُ قَالَتْ عَائِشَةُ فَلَمَّا نَزَلَ بِهٖ وَرَأْسُهٗ عَلٰى فَخِذِيْ غُشِيَ عَلَيْهِ ثُمَّ اَفَاقَ فَاَشْخَصَ بَصَرَهٗ اِلَى السَّقْفِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ الرَّفِيْقَ الْاَعْلٰى قُلْتُ اِذَنْ لَا يَخْتَارُنَا قَالَتْ وَعَرَفْتُ اَنَّهُ الْحَدِيْثُ الَّذِيْ كَانَ يُحَدِّثُنَا بِهٖ وَهُوَ صَحِيْحٌ فِيْ قَوْلِهٖ اِنَّهُ لَنْ يُقْبَضَ نَبِيٌّ قَطُّ حَتّٰى يُرٰى مَقْعَدَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ ثُمَّ يُخَيَّرُ قَالَتْ عَائِشَةُ فَكَانَ اٰخِرُ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَ بِهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْلَهٗ اَللّٰهُمَّ الرَّفِيْقَ الْاَعْلٰى۔ (متفق علیہ)

أخرجه البخاري في صحيحه ۱۱/۲۵۷ حديث رقم ۶۵۰۹ ومسلم في صحيحه ۴/۱۸۹۴ حديث رقم (۸۷-۲۴۴۴)۔

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے وہ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تندرستی کی حالت میں فرمایا کہ کسی نبی کی روح اس وقت تک قبض نہیں کی جاتی جب تک کہ اس کا ٹھکانہ جنت میں اس کو دکھا نہ دیا جائے پھر اس کو اختیار دیا جاتا ہے (یعنی خواہ وہ دنیا میں رہے یا عالم آخرت میں چلا جائے) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب حضور ﷺ کی وفات کا وقت قریب آیا اس وقت آپ کا سر مبارک میری ران پر تھا کہ آپ ﷺ پر غشی طاری ہوگئی پھر آپ ﷺ کو ہوش آیا اور آپ ﷺ نے چھت کی طرف دیکھا اور فرمایا: اَللّٰهُمَّ الرَّفِيْقَ الْاَعْلٰى ۔ اے اللہ! میں رفیق اعلیٰ کو پسند کرتا ہوں میں نے کہا کہ آپ ﷺ ہمیں اختیار نہیں کریں گے حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کے الفاظ سن کر مجھے آپ ﷺ کی وہ بات یاد آگئی جو آپ ﷺ نے تندرستی کی حالت میں ہم سے بیان کی تھی کہ کسی نبی کی روح اس وقت تک قبض نہیں کی جاتی جب تک کہ اس کا ٹھکانہ جنت میں نہ دکھا دیا جائے اور پھر اسے اس کا اختیار دیا جاتا ہے کہ خواہ وہ دنیا میں قیام کرے یا وہ عالم آخرت کو چلا جائے۔ حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کا آخری کلام: اَللّٰهُمَّ الرَّفِيْقَ الْاَعْلٰى کے الفاظ تھے۔

(متفق علیہ)

تشریح ۞ علامہ سُبکی نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے جب کہ آپ ﷺ زمانہ شیرخواری میں حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے پاس تھے جو الفاظ آپ کی زبان مبارک سے ادا ہوئے وہ اللہ اکبر کے الفاظ تھے بلکہ ایک روایت میں تو یہ ہے کہ جب حق تعالیٰ نے تمام ارواح کو جمع کر کے عہد الست لیا اور یہ فرمایا الست بربکم تو سب سے پہلے نبی کریم ﷺ نے بلیٰ کہہ کر حق تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار کیا۔

اس طرح سب سے آخری کلام جو آپ ﷺ کی زبان سے ادا ہوا وہ اَللّٰهُمَّ الرَّفِيْقَ الْاَعْلٰى تھا۔

بوقت وفات زہر آلود کھانے کے اثرات کا عود کر آنا

۱۰/۵۸۰۸ وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِيْهَا مَرَضِهِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ يَاعَائِشَةُ مَا اَزَالُ اَجِدُ اَلَمَ الطَّعَامِ الَّذِيْ اَكَلْتُ بِخَيْبَرَ وَهٰذَا اَوَانُ وَجَدْتُ اِنْقِطَاعَ اَبْهَرِيْ مِنْ ذٰلِكَ السَّمِّ۔ (رواه البخاری)

أخرجه البخاري في صحيحه ۱۳۱/۸ حديث رقم ۴۴۲۸ وابو داؤد في السنن ۶۵۱/۴ حديث رقم ۴۵۱۲ والدارمي في السنن ۴۶/۱ حديث رقم ۶۷ واحمد في المسند ۱۸/۶

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے وہ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی مرض وفات میں یہ فرمایا کرتے تھے کہ اے عائشہؓ میں ہمیشہ اس کھانے کی تکلیف محسوس کرتا تھا جو میں نے خیبر میں کھایا تھا (یعنی زہر آلود بکری کا گوشت) اب یہ وقت ہے کہ میں محسوس کر رہا ہوں اس زہر کے اثر سے میری رگ جان کٹ جائے گی (بخاری)

تشریح ۞ یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت تھی کہ اپنے نبی ﷺ کو درجہ شہادت تک پہنچانا چاہتے تھے فتح خیبر کے موقع پر جب ایک یہودی عورت نے بکری کے گوشت میں زہر ملا کر کھانا پیش کیا جس کا واقعہ پہلے کتاب المعجزات میں گزر چکا ہے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت فرمائی اور فوراً ہلاکت سے آپ ﷺ محفوظ ہو گئے لیکن اس کے اثرات باقی رہے اور مرض الوفات میں یہ اثرات عود کر آئے اور آپ ﷺ کی وفات کا ذریعہ بن گئے اس طرح آپ ﷺ کو درجہ شہادت بھی عطا ہو گیا جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ کی وفات اس سانپ کے زہر سے ہوئی جس نے آپ ؓ کو مدتوں پہلے بوقت ہجرت غار ثور میں ڈسا تھا۔

واقعہ قرطاس

۱۱/۵۸۰۹ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا حُضِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي الْبَيْتِ رِجَالٌ فِيْهِمْ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلُمُّوْا اَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَهُ فَقَالَ عُمَرُ قَدْ غَلَبَ عَلَيْهِ الْوَجْعُ عِنْدَكُمُ الْقُرْاٰنُ حَسْبُكُمْ كِتَابُ اللّٰهِ فَاخْتَلَفَ اَهْلُ الْبَيْتِ وَاخْتَصَمُوْا فَمِنْهُمْ مَنْ يَقُوْلُ قَرِّبُوْا يَكْتُبْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُوْلُ مَا قَالَ عُمَرُ فَلَمَّا اَكْثَرُوا اللَّغَطَ وَالْاِخْتِلَافَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُوْمُوْا عَنِّيْ قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ فَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ اِنَّ الرَّزِيَّةَ كُلَّ الرَّزِيَّةِ مَا حَالَ بَيْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ اَنْ يَكْتُبَ لَهُمْ ذٰلِكَ الْكِتٰبَ لِاخْتِلَافِهِمْ وَلَغَطِهِمْ وَفِيْ رِوَايَةِ سُلَيْمَانَ بْنِ اَبِيْ مُسْلِمٍ الْاَحْوَالِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَوْمَ الْخَمِيْسِ وَمَا يَوْمُ الْخَمِيْسِ ثُمَّ بَكٰى حَتّٰى بَلَّ دَمْعُهُ الْحَصٰى قُلْتُ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ وَمَا يَوْمُ الْخَمِيْسِ قَالَ اشْتَدَّ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعُهُ فَقَالَ ائْتُوْنِيْ بِكَتِفٍ اَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوْا بَعْدَهُ اَبَدًا فَتَنَازَعُوْا وَلَا يَنْبَغِيْ عِنْدَ نَبِيٍّ تَنَازُعٌ فَقَالُوْا مَا شَانُهُ اَهَجَرَ اسْتَفْهِمُوْهُ فَذَهَبُوْا

يَرُدُّوْنَ عَلَيْهِ فَقَالَ دَعُوْنِيْ ذَرُوْنِيْ فَالَّذِيْ اَنَا فِيْهِ خَيْرٌ مِّمَّا تَدْعُوْنَنِيْ اِلَيْهِ فَاَمَرَهُمْ بِثَلٰثٍ فَقَالَ اَخْرِجُوا الْمُشْرِكِيْنَ مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ وَاَجِيْزُوا الْوَفْدَ بِنَحْوِ مَاكُنْتُ اُجِيْزُهُمْ وَسَكَتَ عَنِ الثَّالِثَةِ اَوْ قَالَهَا فَنَسِيْتُهَا قَالَ سُفْيَانُ هٰذَا مِنْ قَوْلِ سُلَيْمَانَ۔ (متفق علیہ)

أخرجه البخاري في صحيحه ۱۳۲/۸ حديث رقم ٤٤٣٢ ومسلم في صحيحه ۱۲۵۷/۳ حديث رقم (۲۰-۱۶۳۷) و احمد في المسند ۲۲۲/۱

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے وہ بیان فرماتے ہیں کہ جب موت کا فرشتہ حاضر ہوا (یہ واقعہ وفات سے تین دن پہلے کا ہے) اس وقت گھر میں بہت سے آدمی تھے جن میں عمر بن الخطابؓ بھی تھے نبی کریم ﷺ نے فرمایا آؤ تمہارے لئے ایک تحریر لکھ دوں تا کہ اس کے بعد (یعنی اس کی موجودگی میں) تم گمراہ نہ ہو۔ حضرت عمرؓ نے لوگوں سے کہا کہ حضور ﷺ پر مرض اور تکلیف کا غلبہ ہے اور تمہارے پاس قرآن پاک موجود ہے اللہ کی کتاب تمہیں کافی ہے جو لوگ اس وقت گھر میں موجود تھے ان میں اختلاف رائے پیدا ہو گیا بعض نے کہا لکھنے کا سامان حضور ﷺ کے قریب لے آؤ تا کہ رسول اللہ ﷺ تمہارے لئے لکھ دیں اور بعض نے وہی بات کہی جو حضرت عمرؓ کہہ رہے تھے جب بہت شور اور اختلاف بڑھ گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے پاس سے اٹھ جاؤ عبید اللہ راوی کہتے ہیں کہ ابن عباسؓ نے کہا کہ پوری مصیبت تھی وہ حالت جو رسول اللہ ﷺ اور اس تحریر کے درمیان حائل ہوگئی جو آپ ﷺ لکھنا چاہتے تھے اور یہ حالت آپس کے اختلاف اور شور وشغب کی وجہ سے پیدا ہوئی سلیمان ابن ابی مسلم احول کی روایت میں ہے کہ ابن عباسؓ نے کہا جمعرات کا دن آ گیا تھا' جمعرات کا دن یہ کہہ کر ابن عباسؓ رو پڑے اور اتنا روئے کہ ان کے آنسوؤں نے ان سنگریزوں کو جو وہاں پڑے تھے تر کر دیا میں نے کہا اے ابن عباسؓ! جمعرات کا دن کیا ہے؟ ابن عباسؓ نے کہا کہ حضور اکرم ﷺ کی بیماری نے اس روز جب شدت اختیار کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس شانے کی ہڈی لاؤ تا کہ میں تمہارے لئے ایک تحریر لکھ دوں کہ پھر تم کبھی گمراہ نہ ہو۔ لوگوں نے نزاع واختلاف کیا حالانکہ نبی ﷺ کے پاس نزاع یا اختلاف مناسب نہیں بعض صحابہؓ نے کہا حضور ﷺ کا کیا حال ہے کہ آپ ﷺ دنیا کو چھوڑ رہے ہیں حضور ﷺ سے دریافت کرو (آپ ﷺ کا کیا منشاء ہے) چنانچہ بعض صحابہؓ نے آپ ﷺ سے دریافت کرنا شروع کیا آپ ﷺ نے فرمایا مجھے چھوڑ دو مجھے رہنے دو جس حالت میں میں ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو اس کے بعد آپ ﷺ نے تین باتوں کا حکم دیا ایک یہ کہ مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکال دو دوسرا یہ کہ ایلچیوں اور قاصدوں کا اسی طرح احترام کرو جس طرح میں کرتا تھا اور تیسری بات ابن عباسؓ نے نہیں بتائی یا یہ فرمایا کہ میں وہ بھول گیا ہوں سفیان کا بیان ہے کہ یہ آخری قول سلیمان بن ابی مسلم کا ہے (متفق علیہ)

تشریح: وفات سے چار یوم پیشتر بروز پنجشنبہ (جمعرات) جب مرض میں شدت ہوئی تو جو لوگ حجرہ نبوی میں حاضر تھے ان سے فرمایا کاغذ قلم دوات لے آؤ تا کہ تمہارے لئے ایک وصیت نامہ لکھوا دوں اس کے بعد تم گمراہ نہ ہو گے یہ سن کر اہل مجلس اختلاف کرنے لگے حضرت عمرؓ نے کہا کہ آپ ﷺ بیمار ہیں درد کی شدت ہے ایسی حالت میں تکلیف دینا مناسب نہیں۔ کتاب اللہ ہمارے پاس ہے (جو ہمیں گمراہی سے بچانے کے لئے) کافی ہے بعض حضرات نے حضرت عمرؓ کی تائید کی اور بعض

نے کہا کہ دوات قلم لاکر لکھوا لینا چاہئے اور یہ کہا: اھجر استفھموا! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیماری کی شدت اور غفلت اور بے ہوشی کی حالت میں معاذ اللہ کوئی لغو اور ہذیان کی بات کہی ہے خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر لو یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اور دل خطا اور غلطی سے معصوم اور مامون ہے معاذ اللہ اوروں کی طرح نہیں کہ جو بیماری کی حالت میں واہی تباہی بولنے لگتے ہیں حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اپنی زبان مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اس زبان سے کسی حالت میں سوائے حق کے کچھ نہیں نکلتا۔

مجلس میں جب اختلاف زیادہ ہوا اور شور وشغب ہونے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس سے اٹھ جاؤ مجھ کو میرے حال پر چھوڑ دو۔ میں جس حالت میں ہوں وہ بہتر ہے اس سے کہ جس کی طرف تم مجھ کو بلا رہے ہو۔ بعد ازاں باوجود اس تکلیف کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو تین چیزوں کی زبانی وصیت فرمائی۔

نمبر ۱: مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دو یعنی جزیرہ عرب میں کوئی مشرک رہنے نہ پائے۔

نمبر ۲: وفود کو رخصت کے وقت جائزہ یعنی ہدیہ وتحفہ دیا کرو جس طرح میں ان کو جائزہ دیا کرتا تھا۔

نمبر ۳: تیسری بات سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا یا راوی بھول گیا۔

یہ تو واقعہ قرطاس کا مختصر سا خلاصہ ہے اب چند اہم باتیں اس واقعہ کے متعلق تحریر کی جاتی ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیا لکھوانا چاہتے تھے؟

بعض حضرات کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ میں سے کسی ایک کو خلافت کے لئے نامزد کرنا چاہتے تھے تاکہ خلافت کے بارے میں مسلمانوں میں آپس میں اختلاف نہ ہو۔ بعض حضرات نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شریعت کے اہم احکام اور مسائل کی تدوین وترتیب اور ان کی تلخیص کر کے لکھوانا چاہتے تھے تاکہ علماء امت میں آپس میں اختلاف نہ ہو۔

ملا علی قاریؒ نے یہ دونوں قول نقل کر کے ان کی تردید بھی کی ہے مثلاً پہلے قول کے بارے میں فرمایا کہ یہ حقیقت سے بہت دور ہے اس لئے کہ خلافت کے لئے اگر کسی کو نامزد کرنا تھا تو اس کے لئے نوشتہ لکھنے کی کیا ضرورت تھی زبانی بھی یہ وصیت فرما سکتے تھے اور ایسا ہوا بھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں امامت حضرت ابوبکرؓ کے سپرد کر کے عملی طور پر خلافت کے لئے ان کو نامزد کر دیا پھر زبانی طور پر بھی ارشاد فرمایا کہ یابی اللہ والمومنون الا ابا بکر یعنی خلافت کے لئے اللہ تعالیٰ اور مومنین ابوبکر کے علاوہ کسی کو قبول نہیں کریں گے۔

البتہ اگر یہ بات کہی جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم امام مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک خلافت کے اہل لوگوں کے نام لکھوانا چاہتے تھے تو یہ بات قرین قیاس ہے لیکن مشیت خداوندی اس بارے میں یہ تھی کہ خلافت کا معاملہ مبہم اور پوشیدہ رہے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کام کا صدور نہ ہو سکا۔

اور جہاں تک دوسری بات کا تعلق ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم احکام ومسائل مرتب ومدون کر کے لکھوانا چاہتے تھے تاکہ بعد میں اختلاف نہ ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ جہاں تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کا تعلق ہے تو اس زمانہ میں تو شرعی احکام میں اختلاف ونزاع تھا ہی نہیں اس لئے اس کو رفع کرنے کے لئے نوشتہ کی ضرورت نہیں تھی اور جہاں تک تعلق ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے بعد صحابہ اور دیگر حضرات کے درمیان مسائل میں فقہی آراء کا تو یہ اختلاف تو شرعاً محمود ہے اور احادیث میں اس اختلاف کی خبر دی

گئی ہے چنانچہ ایک حدیث میں ہے: اختلاف امتی رحمة ایک دوسری روایت میں ہے: اصحابی کالنجوم بایهم اقتدیتم اهتدیتم ایک روایت میں ارشاد ہے: علیکم بالسواد الاعظم۔

نیز یہ کیسے ممکن تھا کہ جو احکام و مسائل تیس سالہ دورِ نبوی میں پھیلے ہوئے تھے ان کو زندگی کے آخری عرصہ میں اتنی قلیل مدت کے اندر اس انداز سے مرتب فرماتے کہ بعد کے لوگوں کے لئے اس میں اختلاف رائے کی گنجائش باقی نہ رہتی۔

البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ پچھلے زمانے کے وہ احکامات لکھوانا چاہتے تھے جو قرآن و حدیث میں موجود نہ تھے یا فرقہ ناجیہ اور فرقہ ضالہ خوارج روافض وغیرہ کی علامات اور نشانیاں تفصیل سے بیان کرنا چاہتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ منظور نہ تھا اس لئے آپ ﷺ یہ لکھوا نہ سکے۔

بعض حضرات نے کہا کہ جن باتوں کی آپ ﷺ نے زبانی وصیت فرمائی تھی انہی کے لکھوانے کے لئے کاغذ قلم دوات منگوائی تھی۔

سفیان بن عیینہؒ نے بعض ثقہ اہل علم سے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ یہ چاہتے تھے کہ خلافت کے منصب کے لئے حضرت ابو بکرؓ کو نامزد کر دیں اور اس کے بارے میں ایک تحریر لکھ دیں لیکن بعد میں آپ ﷺ نے اس اعتماد پر لکھنے کا ارادہ ترک فرما دیا کہ تقدیر الٰہی کا فیصلہ خود بخود سامنے آ جائے گا اور عام مسلمان بھی اس فیصلہ سے انحراف نہیں کریں گے (یہ حدیث مفصلاً آگے آ رہی ہے)۔

خلاصہ کلام:

آپ ﷺ جو کچھ لکھوانا چاہتے تھے اس میں مندرجہ ذیل احتمالات ہیں:

نمبر ۱: کسی صحابی کو منصب خلافت کے لئے نامزد کرنا چاہتے تھے۔

نمبر ۲: دینی احکام و مسائل مرتب و مدون کر کے لکھوانا چاہتے تھے۔

نمبر ۳: امام مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے تک خلافت و امارت کے مستحق لوگوں کے نام لکھوانا چاہتے تھے۔

نمبر ۴: پہلے زمانوں کے وہ احکام جو قرآن و حدیث میں نہیں تھے وہ لکھوانا چاہتے تھے۔

نمبر ۵: فرقہ ناجیہ اور فرقہ ضالہ کی تفصیلی علامات و عواقب لکھوانا چاہتے تھے۔

نمبر ۶: جن باتوں کی بعد میں زبانی وصیت فرمائی تھی ان کو تحریراً لکھوانا چاہتے تھے۔

نمبر ۷: حضرت ابو بکر صدیقؓ کی منصب خلافت کے لئے نامزدگی تحریراً لکھوانا چاہتے تھے۔

پہلے دونوں اقوال کو ملا علی قاریؒ نے رد کیا ہے جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لکھنے کی مخالفت کیوں کی:

نمبر ۱: حضرت عمرؓ نے یہ سمجھا کہ آپ ﷺ انہیں احکام میں سے جو آپ ﷺ پہلے بیان کر چکے ہیں بعض کو اہمیت کے پیش نظر لکھوانا چاہتے ہیں تاکہ لوگ ان میں سستی کر کے گمراہ نہ ہوں۔

نمبر۲: حضرت عمرؓ نے اپنی فہم وفراست سے یہ معلوم کر لیا تھا کہ آپ ﷺ کا یہ حکم وجوب وجزم کے طور پر نہ تھا بلکہ صحابہؓ کی مصلحت کے پیش نظر تھا جس پر عمل کرنے میں صحابہ کو آزادی تھی چنانچہ آپ ﷺ کا عام معمول بھی یہی تھا کہ جب آپ ﷺ کسی معاملہ میں ایسا حکم دیتے جو واجب نہ ہوتا تو صحابہ کرام کو اس میں اظہار رائے کی آزادی ہوتی اور جو حکم بطور وجوب ہوتا اس کو صحابہؓ کی صوابدید پر نہیں چھوڑا جاتا تھا۔

نمبر۳: حضرت عمرؓ کو یہ احساس ہوا کہ آپ ﷺ جو کچھ لکھوانا چاہتے ہیں ہو سکتا ہے وہ کوئی ایسا حکم ہو جس کی تعمیل صحابہؓ کے لئے مشکل ہو جائے اور پھر اس کی وجہ سے پوری امت کسی فتنہ وآزمائش سے دوچار ہو جائے۔ حضرت عمرؓ نے اپنے الفاظ میں اس خطرہ کی طرف اشارہ فرمایا کہ حضور ﷺ کو ترک تحریر کا ارادہ کر لینا چاہئے چنانچہ حضور ﷺ نے بھی اس اشارہ کو سمجھ کر لکھنے کا ارادہ ترک فرما دیا۔

اس کی مثال وہ واقعہ ہے کہ جس میں یہ آیا کہ حضور ﷺ نے حضرت ابوہریرہؓ سے فرمایا کہ جاؤ لوگوں کو یہ بشارت سنا دو کہ جس شخص نے لا الہ الا اللہ کہا وہ جنت میں داخل ہوگا جب حضرت ابوہریرہؓ یہ بشارت سنانے کے لئے سب سے پہلے حضرت عمرؓ کے پاس پہنچے اور یہ بشارت ان کو سنائی تو نہ صرف یہ کہ حضرت عمرؓ نے ان کو دوسرے لوگوں کو یہ بشارت سنانے سے منع کر دیا بلکہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ خدشہ ظاہر کیا کہ اگر عام لوگوں کو یہ بشارت سنائی گئی تو وہ لوگ بھروسہ کر کے بیٹھ جائیں گے اور عمل کرنے میں سستی کرنے لگیں گے چنانچہ حضور ﷺ نے آپ ﷺ کا مشورہ قبول فرمایا اور عام لوگوں تک یہ بشارت پہنچانے سے آپ ﷺ نے منع کر دیا۔

نمبر۴: یہ واقعہ بھی حضرت عمرؓ کے موافقات میں سے ہے بہت سے مواقع پر حضرت عمرؓ کی رائے حضور اکرم ﷺ کی رائے گرامی کے خلاف تھی لیکن قرآن حضرت عمرؓ کی رائے کی تائید میں نازل ہوا اس صورت میں مخالفت کا الزام ہی اٹھ جائے گا کیونکہ ایسے موقعوں پر حضرت عمر کا اتفاق بصورت اختلاف ہوتا تھا۔

نمبر۵: حضرت عمرؓ کے فہم میں یہ بات آگئی تھی کہ آپ ﷺ کوئی ایسا نوشتہ مرتب فرمانا چاہتے ہیں جس میں دینی احکام ومسائل بطریق اتمام بیان ہوں گے اس صورت میں اجتہاد کا جواز ختم ہو جائے گا اور اہل علم واستنباط پر اجتہاد کا دروازہ بالکل بند ہو جائے گا لہٰذا انہوں نے حضور ﷺ کو تکلیف سے بچانے اور ارباب اجتہاد کو ان کی فضیلت سے محروم ہونے سے بچانے کے لئے لکھنے کی مخالفت کی اور آپ ﷺ نے بھی ان کی بات کو رد نہیں کیا بلکہ خود ارادہ ترک تحریر کر کے گویا حضرت عمرؓ اور ان کے موافقین کی تائید وتصویب فرمائی۔

شیعہ کا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر اعتراض اور اس کا جواب:

واقعہ قرطاس کے متعلق حضرات شیعہ فاروق اعظم پر یہ طعن کرتے ہیں کہ آخری وقت میں پیغمبر خدا کو وصیت لکھنے سے منع کیا اور کاغذ نہ لکھنے دیا اس طرح آپ ﷺ کی نافرمانی اور حکم عدولی کی۔

جواب یہ ہے کہ اس حکم کے مخاطب خاص حضرت عمرؓ نہ تھے بلکہ تمام حاضرین حجرہ سے کاغذ قلم دوات لانے کو فرمایا تھا اور ظاہر ہے کہ حجرہ نبوی کے حاضرین اکثر حضرات اہل بیت ہی تھے جن میں حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ بھی تھے اگر حضرت عمرؓ کاغذ

وقلم نہیں لائے تو حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کو کس نے منع کیا تھا جب حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ بھی کاغذ وقلم نہ لائے تو معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ وعباسؓ کی بھی یہی رائے تھی جو حضرت عمرؓ کی تھی کہ ایسی تکلیف اور بیماری کی شدت میں حضور ﷺ کو تکلیف نہ دی جائے پس اگر یہ حکم وجوب اور فرضیت کے لئے تھا تو تمام حاضرین گنہگار اور فرمان نبوی کے مخالف ہوئے۔ حضرت عمرؓ کی کیا خصوصیت کہ خاص انہیں ہی مورد طعن بنایا جائے۔

نیز اس گفتگو کے بعد آپ ﷺ پانچ روز اس عالم میں تشریف فرما رہے نہ تو حضور ﷺ نے دوبارہ کاغذ وقلم وغیرہ حاضر کرنے کا حکم دیا اور نہ حضرات اہل بیت اور نہ دیگر اصحابؓ میں سے کسی نے اس بارے میں کچھ عرض کیا۔ معلوم ہوا کہ یہ امر واجب نہ تھا ورنہ حضور ﷺ خود ضرور لکھواتے: قولہ تعالیٰ: یاایھاالرسول بلغ ماانزل الیك و ان لم تفعل فما بلغت رسالتہ اور حضرت علیؓ وعباسؓ وغیرہ حضرات ان پانچ دنوں میں کسی نہ کسی وقت کاغذ وقلم وغیرہ لا کر اس وجوبی امر کی تعمیل کر لیتے حضرت عمرؓ حجرہ نبوی کے دربان و پاسبان تو نہ تھے کہ کوئی شخص بغیر حضرت عمرؓ کی اجازت کے کاغذ وقلم لا کر لکھوا نہ سکے۔

حضرت عمرؓ کی یہ گزارش ایسی تھی جیسے حضرت علیؓ کو رسول اللہ ﷺ نے صلح حدیبیہ میں صلح نامہ میں سے لفظ رسول اللہ مٹانے کو کہا مگر حضرت علیؓ نے نہ مانا۔ پس حضرت علیؓ کا یہ حکم نہ ماننا صورۃً اگرچہ معصیت ہو مگر درحقیقت کمال محبت اور کمال عظمت ہے جس پر ہزاروں طاعتیں قربان ہیں۔

اور حضرت عمرؓ کا یہ فرمانا کہ حسبنا کتاب اللہ ہمیں قرآن کافی ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہمیں حدیث کی حاجت نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ دین مکمل ہو چکا ہے جس میں تمام ضروری امور بتلا دیئے گئے ہیں اب دین کا کوئی تازہ حکم باقی نہیں رہا غالباً آپ ﷺ کو بمقتضائے شفقت یہ اندیشہ ہے کہ ہم آپ ﷺ کے بعد گمراہ نہ ہو جائیں یعنی ہمارے دین میں خلل نہ واقع ہو جائے۔ حضرت عمرؓ نے از راہ شفقت ومحبت عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ اس بیماری میں تکلیف نہ برداشت فرمائیں کتاب اللہ ہم کو گمراہی سے بچانے کے لئے کافی ہے پس حضرت عمرؓ کی یہ گزارش عین محبت اور عین خیرخواہی ہے معاذ اللہ نافرمانی اور حکم عدولی نہیں۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ حضرت علیؓ کی خلافت لکھوانا منظور تھی تو حضرات شیعہ کے نزدیک اس کی ضرورت نہ تھی اس لئے کہ اس واقعہ سے پہلے ہزاروں لوگوں کی موجودگی میں غدیر خم کے میدان میں حضرت علیؓ کی ولایت کا خطبہ ارشاد فرمایا تھا اور حضرت علیؓ کو ہر مومن ومومنہ کا مولا بنا دیا تھا اور یہ قصہ تمام دنیا میں مشہور ہو گیا تھا پس اس شہرت اور تواتر اور اعلان عام کے بعد ایک خانگی نوشتہ کی جو ایک مختصر سے حجرہ میں چند اہل بیت کے سامنے ہو کیا ضرورت ہے۔

اب روایت کے الفاظ کی مراد بیان کی جاتی ہے۔

فَاخْتَلَفَ اَهْلُ الْبَيْتِ: اہل بیت سے مراد وہ لوگ ہیں جو اس وقت گھر میں موجود تھے نہ کہ اہل بیت سے نبی کریم ﷺ کے اہل بیت مراد ہیں۔

اِنَّ الرَّزِيَّةَ كُلَّ الرَّزِيَّةِ: حضرت ابن عباسؓ اس بات پر افسوس کا اظہار کر رہے ہیں کہ حضور ﷺ نے صحابہ کے اختلاف اور شور وشغب کی وجہ سے اپنے ارادہ تحریر کو ترک کر دیا اگر صحابہ اختلاف نہ کرتے تو ہو سکتا ہے کہ حضور ﷺ کوئی ایسی تحریر لکھوا دیتے جو امت کے لئے ہمیشہ ہدایت وراستی کا ذریعہ بنتی گویا حضرت ابن عباسؓ کا گمان اس طرف تھا کہ حضور ﷺ کے پاس لکھنے کا سامان

لایا جاتا۔

ثُمَّ بَكٰى حَتّٰى بَلَّ: حضرت ابن عباسؓ کے رونے کا سبب یا تو یہ تھا کہ اس دن کے ذکر سے ان کو آپ ﷺ کی وفات کا سانحہ یاد آ گیا یا رونے کا سبب یہ تھا کہ ان کے خیال کے مطابق حضور ﷺ کوئی ایسا نوشتہ لکھنا چاہتے تھے جو امت میں باعث خیر و برکت ہوتا یہ سوچ کر کہ امت خیر کثیر سے محروم ہو گئی آپؓ رونے لگے۔

لَا تَضِلُّوْا بَعْدَهٗ اَبَدًا: آپ ﷺ کے کلام کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ دین و شریعت کے احکام و مسائل لکھوانا چاہتے تھے نہ کہ خلافت کے بارے میں کوئی وصیت کرنے کا ارادہ تھا۔

وَلَا يَنْبَغِىْ عِنْدَ نَبِيٍّ تَنَازُعٌ: یہ حضرت ابن عباسؓ کا اپنا جملہ ہے جو انہوں نے روایت کے درمیان ارشاد فرمایا جبکہ بعض حضرات کہتے ہیں کہ اصل یہ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے جو آپ ﷺ نے کسی اور موقع پر ارشاد فرمایا تھا لیکن ابن عباسؓ نے بطور استدلال یہاں نقل کر دیا۔

اَهَجَرَ اسْتَفْهِمُوْهُ: ہجر کے دو معنی ہیں پہلا معنی ہے ترک کرنا چھوڑ دینا دوسرا معنی ہے بیماری وغیرہ کی وجہ سے ہذیان ولغویات کہنا نیز اس کلام کے بارے میں دو احتمال ہیں کہ اس کا قائل کون ہے یا تو حضرت عمرؓ نے یہ ارشاد فرمایا یا یہ جملہ ان لوگوں کا ہے جو کتابت کے قائل تھے۔

اگر حضرت عمرؓ کا یہ فرمان ہو تو ہجر ترک کے معنی میں ہے حضرت عمرؓ یہ فرمانا چاہتے ہیں ابھی چونکہ بیماری کی شدت ہے اس لئے ابھی لکھوانے کی زحمت نہ دی جائے کیا حضور ﷺ اس دنیا کو چھوڑ کر جا رہے ہیں آپ ﷺ سے پوچھ لو۔ اگر آپ ﷺ ابھی رحلت فرما رہے ہیں تو پھر آپ ﷺ سے لکھوا لیا جائے ورنہ ابھی زحمت دینے کی ضرورت نہیں۔

اگر یہ مقولہ ان لوگوں کا ہو جن کی رائے حضرت عمرؓ کے خلاف تھی تو ہجر بمعنی ہذیان ہوگا حضرت عمرؓ کی رائے یہ تھی کہ حضور ﷺ کو لکھنے کی تکلیف نہ دی جائے اور بعض لوگ جن کی رائے یہ تھی کہ دوات و قلم لا کر لکھوا لیا جائے ان لوگوں نے حضرت عمرؓ کے جواب میں یہ کہا: **اَهَجَرَ اسْتَفْهِمُوْهُ** اور مطلب یہ تھا کہ جب حضور ﷺ حکم دے رہے ہیں تو کیوں نہ لکھوا لیا جائے معاذ اللہ۔ حضور ﷺ کی زبان مبارک سے کسی ہذیان یا لغویات کا نکلنا ناممکن ہے اسی وجہ سے ان لوگوں نے اہجر بطور استفہام انکاری الزاما کہا خود اس کے قائل نہ تھے اور جن روایتوں میں یہ جملہ بدوں حرف استفہام آیا ہے وہ بھی استفہام پر محمول ہے اور حرف استفہام مقدر ہے۔

فَالَّذِىْ اَنَا فِيْهِ خَيْرٌ: جس حالت میں میں ہوں وہ بہتر ہے اس سے جس کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو یعنی میں اللہ تعالیٰ کے دیدار کے شوق اور ذات حق کے تفکر میں مستغرق ہوں اور تم اپنے لفظی اختلاف و نزاع کے ذریعے میری توجہ ہٹا کر اپنی طرف متوجہ کر رہے ہو حالانکہ میری حالت بہتر ہے اس لئے تم میرے پاس سے اٹھ جاؤ۔

اَخْرِجُوا الْمُشْرِكِيْنَ مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ: اس کی وضاحت باب اخراج الیہود من جزیرۃ العرب میں بیان ہو چکی ہے نیز جزیرۃ العرب کی تشریح باب الوسوسۃ میں گزر چکی ہے۔

وَاَجِيْزُوا الْوَفْدَ: یعنی دوسرے قبائل و ممالک کے قاصد اور ایلچی جب تمہارے پاس آئیں تو تم ان کی تعظیم و تکریم خاطر و مدارات اسی انداز سے کرنا جس طرح میں کرتا تھا۔ اس حکم میں کئی حکمتیں ہیں مثلاً اس طریقے سے اسلامی اخلاق اور معاملات کی عظمت کا

اظہار ہوتا ہے دوسری حکمت یہ کہ ان ایلچیوں اور قاصدوں کو اطمینان وخوشی حاصل ہوگی اور تیسرا فائدہ یہ ہے کہ ان کے ساتھ حسن سلوک دیکھ کر مولفۃ القلوب کا اسلام اور مسلمانوں کی طرف رجحان زیادہ ہوگا۔

علماء کرام نے لکھا ہے کہ یہ حکم ہر قاصد وایلچی کے بارے میں ہے خواہ مسلمان ہو یا غیر مسلم بعض حضرات نے اجیزوا کا یہ معنی لکھا ہے کہ وفود کو رخصت کے وقت جائزہ یعنی ہدیہ وتحفہ دیا کرو جس طرح میں ان کو جائزہ دیا کرتا تھا۔

وَسَكَتَ عَنِ الثَّالِثَةِ ......وہ تیسری بات کیا تھی؟ بعض حضرات کہتے ہیں کہ تیسری بات یہ تھی کہ قرآن پر عمل کرنا یا جیش اسامہؓ کو روانہ کرنا یا میرے بعد میری قبر کو بت اور سجدہ گاہ نہ بنانا یا یہ کہ نماز کی پابندی کرنا اور غلاموں کا خیال رکھنا۔

قَالَ سُفْيَانُ هٰذَا مِنْ قَوْلِ سُلَيْمَانَ :ملا علی قاریؒ نے علامہ نووی شارح صحیح مسلم کے حوالہ سے یہ نقل کیا ہے کہ سفیان بن عیینہ نے نسیتھا (میں بھول گیا) کی نسبت سلیمان بن ابو مسلم کی طرف کی ہے یہ صحیح نہیں ہے صحیح بات یہ ہے کہ "سکت" کا فاعل حضرت ابن عباسؓ ہیں "نسیتھا" کا فاعل حضرت سعید بن جبیرؒ ہیں جو حضرت ابن عباسؓ سے یہ روایت نقل کر رہے ہیں مطلب یہ کہ حضرت سعید بن جبیرؒ یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے تیسری بات سے سکوت اختیار کیا تھا یا آپ نے تیسری بات ارشاد فرمائی تھی لیکن میں بھول گیا۔

اور شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے فرمایا ہے کہ "سکت" کا فاعل حضور ﷺ ہیں اور "نسیتھا" کا فاعل ابن عباسؓ ہیں مطلب یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ یہ فرما رہے ہیں کہ حضور ﷺ نے تیسری بات سے خاموشی اختیار فرمالی یا تیسری بات ارشاد تو فرمائی تھی لیکن میں بھول گیا۔

نزولِ وحی کے منقطع ہوجانے پر ام ایمن رضی اللہ عنہا کی گریہ وزاری

۱۲/۵۸۱۰ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ لِعُمَرَ بَعْدَ وَفَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْطَلِقْ بِنَا اِلٰى اُمِّ اَيْمَنَ نَزُوْرُهَا كَمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزُوْرُهَا فَلَمَّا انْتَهَيْنَا اِلَيْهَا بَكَتْ فَقَالَا لَهَا مَا يُبْكِيْكِ اَمَا تَعْلَمِيْنَ اَنَّ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اِنِّىْ لَا اَبْكِىْ اِنِّىْ لَا اَعْلَمُ اَنَّ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلٰكِنْ اَبْكِىْ اَنَّ الْوَحْىَ قَدِ انْقَطَعَ مِنَ السَّمَاءِ وَهَيَّجَتْهُمَا عَلَى الْبُكَاءِ فَجَعَلَا يَبْكِيَانِ مَعَهَا. (رواہ مسلم)

اخرجہ مسلم فی صحیحہ ۱۹۰۷/۴ حدیث رقم (۱۰۳ـ۲۴۵۴) واخرجہ ابن ماجہ فی السنن ۵۲۳/۱ حدیث رقم ۱۶۳۵۔

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے انتقال کے بعد ایک روز حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمر فاروقؓ سے فرمایا آؤ ام ایمنؓ کے پاس چلیں اور ان سے ملاقات کریں جیسا کہ حضور ﷺ ان سے ملاقات فرمایا کرتے تھے جب ہم تینوں ان کے ہاں پہنچے تو وہ رو پڑیں حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ نے کہا (ام ایمن) کیوں روتی ہو؟ تم کو معلوم نہیں کہ خدا کے پاس جو کچھ رسول اللہ ﷺ کے لئے ہے وہ بہتر ہی بہتر ہے۔ ام ایمنؓ نے کہا کہ اس لئے نہیں روتی کہ مجھے اس کا علم نہیں ہے کہ خدا کے پاس رسول اللہ ﷺ کے لئے جو کچھ ہے وہ خیر ہی خیر ہے۔ بلکہ میں تو اس لئے روتی ہوں

کہ آسمان سے وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا ام ایمنؓ کے ان الفاظ نے ان حضرات پر رقت طاری کر دی اور وہ بھی ان کے ساتھ خوب روئے (مسلم)

تشریح ۞ حضرت ام ایمن کا اصل نام برکتہ تھا یہ آپ ﷺ کے والد گرامی حضرت عبداللہ کی باندی تھیں ان کے انتقال کے بعد بطور وراثت آپ ﷺ کی ملکیت میں آئیں آپ ﷺ نے ان کو آزاد فرما دیا اور حضرت زیدؓ سے ان کا نکاح کرا دیا وہ بھی حضور ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے جو پہلے حضرت خدیجہؓ کی ملکیت میں تھے حضور ﷺ نے حضرت خدیجہ سے ان کو مانگا تو انہوں نے آپ ﷺ کی خدمت کے لئے بطور ہدیہ آپ ﷺ کو سونپ دیا ام ایمنؓ سے حضرت زید کے صاحبزادے حضرت اسامہؓ پیدا ہوئے ام ایمن نسلاً حبشی تھیں اور صحابیات میں بہت اونچا مقام رکھتی تھیں اور نبی کریم ﷺ بھی ان کی بہت تکریم واحترام فرماتے تھے مجاہدین کو پانی پلانا' زخمیوں کی دوا دارو ان کی دیکھ بھال کرنا یہ ان کا محبوب مشغلہ تھا حاصل یہ کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کی محبت میں سرشار تھیں۔ان کا انتقال حضرت عمرؓ کی شہادت کے بیس دن بعد ہوا۔

نبی کریم ﷺ کا مسجد نبوی کے منبر پر آخری خطبہ

۵۸۱۱/۳ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ وَالْخُدْرِیِّ قَالَ خَرَجَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ مَرَضِہِ الَّذِیْ مَاتَ فِیْہِ وَنَحْنُ فِی الْمَسْجِدِ عَاصِبًا رَاْسَہٗ بِخِرْقَۃٍ حَتّٰی اَھْوٰی نَحْوَا الْمِنْبَرِ فَاسْتَوٰی عَلَیْہِ وَاتَّبَعْنَاہُ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنِّیْ لَاَ نْظُرُ اِلَی الْحَوْضِ مِنْ مَقَامِیْ ھٰذَا ثُمَّ قَالَ اِنَّ عَبْدًا عُرِضَتْ عَلَیْہِ الدُّنْیَا وَزِیْنَتُھَا فَاخْتَارَ الْاٰخِرَۃَ قَالَ فَلَمْ یَفْطِنْ لَھَا اَحَدٌ غَیْرُ اَبِیْ بَکْرٍ فَذَرَفَتْ عَیْنَاہُ فَبَکٰی ثُمَّ قَالَ بَلْ نَفْدِیْکَ بِاٰبَائِنَا وَاُمَّھَاتِنَا وَاَنْفُسِنَا وَاَمْوَالِنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ ثُمَّ ھَبَطَ فَمَا قَامَ عَلَیْہِ حَتَّی السَّاعَۃَ۔

(رواہ الدارمی)

أخرجہ الترمذی فی السنن ۵/۶۷۰ حدیث رقم ۳۶۵۹ والدارمی فی السنن ۱/۴۹ حدیث رقم ۷۷ و احمد فی المسند ۳/۹۱

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی اس علالت میں جس میں آپ ﷺ نے وفات پائی گھر سے باہر تشریف لائے ہم لوگ اس وقت مسجد میں تھے آپ ﷺ اپنے سر پر کپڑا باندھے ہوئے تھے حضور ﷺ نے مسجد میں داخل ہو کر منبر کا رخ کیا اور پھر منبر پر بیٹھ گئے اور ہم بھی بیٹھ گئے آپ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔میں منبر پر بیٹھے ہوئے حوض کوثر کو دیکھ رہا ہوں پھر فرمایا خدا کے ایک بندے کے سامنے دنیا اور اس کی زینت پیش کی گئی لیکن اس نے آخرت کو اختیار کر لیا ابو سعید کا بیان ہے کہ آپ ﷺ کے اس ارشاد کو ابوبکرؓ کے سوا کوئی نہ سمجھا (یہ بات سن کر) ابوبکرؓ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور وہ رونا شروع ہو گئے پھر انہوں نے عرض کیا ہم آپ ﷺ پر اپنے آباء اپنی جانوں اور اپنے مالوں کو قربان کر دیں گے راوی کہتے ہیں کہ پھر رسول اللہ ﷺ منبر سے نیچے اترے اور پھر اس وقت تک منبر پر تشریف فرما نہیں ہوئے۔(دارمی)

تشریح ۞ آپ ﷺ حضرت عباسؓ و حضرت علیؓ کے سہارے سے مسجد میں تشریف لے گئے اور نماز پڑھائی یہ ظہر کی نماز تھی بعد ازاں آپ ﷺ نے خطبہ دیا اور یہ آپ ﷺ کا آخری خطبہ تھا۔یہ صحیح بخاری کی روایت ہے اور صحیح مسلم میں ہے کہ یہ خطبہ

وفات سے پانچ شب یعنی چار روز پہلے تھا حافظ عسقلانی فرماتے ہیں اس حساب سے یہ خطبہ جمعرات کے روز ارشاد فرمایا۔

اس روایت میں ہے کہ اللہ کے ایک بندے کے سامنے دنیا اور اس کی زیب و زینت پیش کی گئی لیکن اس نے آخرت کو اختیار کیا جبکہ ایک روایت میں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار دیا جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں مزید رہنا چاہیں تو رہ سکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ دنیا کے خزانے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سونپ دیں گے اور پہاڑ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سونے، چاندی کا بنا دیں گے اور آخرت کے ثواب و درجات میں کوئی کمی نہ آئے گی اور اگر چاہیں تو ہمارے پاس آ جائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر جھکا لیا گویا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں غور و فکر کر رہے ہوں ایک اور روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں میں سے کوئی غلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھے انہوں نے جب اس دنیاوی فراخی کو سنا تو عرض کیا یا رسول اللہ! چند دن رہنا اختیار فرمالیں تا کہ ہمیں بھی کچھ دنیاوی آسائش و آرام میسر آ جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے مشیت الٰہی پوچھنا چاہتے ہوں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس بلانا چاہتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کی فانی اور زوال پذیر نعمتوں کو ترک کر کے آخرت کی دائمی اور باقی رہنے والی نعمتوں کو اختیار کیا اور فرمایا کہ میں وہاں آنا چاہتا ہوں۔

بعض عارفین کا مقولہ:

بعض عارفین نے کہا کہ اگر کسی شخص کو دو پیالوں میں سے ایک کو لینے کا اختیار دیا جائے اور ان میں سے ایک مٹی کا ہو لیکن پائیدار ہو اور دوسرا سونے کا لیکن فانی ہو تو عقل مند وہ شخص کہلائے گا جو اس پیالے کو اختیار کرے جو پائیدار ہو اگرچہ مٹی کا ہو اسی طرح ایک پیالہ سونے کا ہو لیکن پائیدار ہو اور دوسرا پیالہ مٹی کا ہو اور غیر پائیدار فانی ہو تو عقل کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اس کو اختیار کرے جو سونے کا ہے اور پائیدار ہے پس آخرت کی نعمتیں گویا سونا ہیں اور پائیدار ہیں اور دنیاوی نعمتیں مٹی ہیں اور فانی ہیں اس لئے عقلمند وہ شخص ہے جو دنیا کے مقابلے میں آخرت کو ترجیح دے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: والآخرة خیر وابقٰی۔

حَتّٰی السَّاعَةُ: السَّاعَةُ بمعنی الی الآن ہے یعنی اب تک اور بعض نے کہا کہ السَّاعَةُ بمعنی القیامۃ ہے مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی میں اس کے بعد منبر پر تشریف فرما نہیں ہوئے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سرگوشی کے بعد رونا اور پھر ہنسنا

۱۲/۵۸۱۲ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ قَالَ نُعِيَتْ إِلَىَّ نَفْسِيْ فَبَكَتْ قَالَ لَا تَبْكِيْ فَإِنَّكِ أَوَّلُ أَهْلِيْ لَاحِقٌ بِيْ فَضَحِكَتْ فَرَاٰهَا بَعْضُ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَ يَا فَاطِمَةُ رَأَيْنَاكِ بَكَيْتِ ثُمَّ ضَحِكْتِ قَالَتْ إِنَّهُ أَخْبَرَنِيْ أَنَّهُ قَدْ نُعِيَتْ إِلَيْهِ نَفْسُهُ فَبَكَيْتُ فَقَالَ لِيْ لَا تَبْكِيْ فَإِنَّكِ أَوَّلُ أَهْلِيْ لَاحِقٌ بِيْ فَضَحِكْتُ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَجَاءَ أَهْلُ الْيَمَنِ هُمْ أَرَقُّ أَفْئِدَةً وَالْإِيْمَانُ يَمَانٍ وَالْحِكْمَةُ يَمَانِيَةٌ۔ (رواه الدارمی)

أخرجه الدارمي في السنن ١/٥١ حديث رقم ٧٩

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب سورۃ اذا جاء نصر اللہ والفتح نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ ؓ کو بلایا اور ان سے فرمایا مجھے میری موت کی خبر دی گئی ہے حضرت فاطمہ ؓ یہ سن کر رو پڑیں حضور ﷺ نے فرمایا اے فاطمہ! رو نہیں۔ میرے اہل بیت میں تو ہی سب سے پہلے مجھ سے آ کر ملے گی یہ سن کر حضرت فاطمہ ؓ ہنسنے لگیں حضرت فاطمہ ؓ کو ہنستا ہوا دیکھ کر نبی کریم ﷺ کی بعض بیویوں نے حضرت فاطمہ ؓ سے پوچھا پہلے ہم نے آپ ؓ کو روتے دیکھا پھر ہنستے ہوئے (اس کی کیا وجہ ہے) حضرت فاطمہ ؓ نے جواب دیا کہ حضور ﷺ نے مجھے آگاہ کیا تھا کہ آپ ﷺ کو آپ ﷺ کی موت کی خبر دی گئی ہے یہ سن کر میں رونے لگی آپ ﷺ نے فرمایا رو نہیں میرے اہل بیت میں تو ہی سب سے پہلے مجھ سے ملے گی یہ سن کر میں ہنسنے لگی اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب اللہ کی مدد آ گئی اور مکہ فتح ہو گیا اور یمن کے لوگ آ گئے جو نہایت نرم دل ہیں اور ایمان یمنی ہے اور حکمت بھی یمنی ہے (دارمی)

تشریح ○ مرض الوفات میں آپ ﷺ نے حضرت فاطمہ ؓ کو بلایا اور سرگوشی کی حضرت فاطمہ ؓ رو پڑیں اس کے بعد کچھ اور سرگوشی کی تو ہنس پڑیں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہم نے آپ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت فاطمہ ؓ سے اس کا سبب دریافت کیا تو آپ ؓ نے فرمایا پہلے آپ ﷺ نے مجھے اپنے انتقال کی خبر دی تو میں غم کی وجہ سے رونے لگی پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میرے اہل بیت میں سب سے پہلے مجھے ملو گی تو میں خوشی میں ہنس پڑی۔

نُعِيَتْ: یعنی مجھے میری موت کی خبر دی گئی ہے حضور ﷺ کو اپنی وفات کی کیسے خبر ہوئی تو اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب سورۂ نصر نازل ہوئی تو اس سے آپ ﷺ نے سمجھ لیا کہ آخرت کی طرف رحلت کا وقت قریب ہے اس لئے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے مدد و نصرت اور فتح و فوز مندی کی اور دین میں لوگوں کے فوج در فوج داخل ہونے کی خبر دی ہے اور اس کے ساتھ تسبیح و تقدیس اور استغفار کا حکم دیا ہے اس کا مطلب یہی ہے کہ آپ ﷺ کی بعثت کا جو مقصد تھا وہ پورا ہو گیا اب آپ ﷺ کو تسبیح و استغفار کے ذریعے آخرت کی تیاری اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔

ایک روایت میں ہے آپ ﷺ نے حضرت فاطمہ ؓ سے فرمایا کہ جبرائیل مجھ سے ہر سال رمضان میں قرآن پاک کا ایک مرتبہ دور کیا کرتے تھے اس سال دو مرتبہ دور کیا ہے میرا خیال ہے کہ اسی بیماری میں میری وفات ہو گی۔

فَاِنَّكِ اَوَّلُ اَهْلِيْ لَاحِقٌ بِيْ: حضرت فاطمہ ؓ کے ہنسنے کا سبب کیا تھا تو اس روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے گھر والوں میں تو سب سے پہلے مجھ سے آ ملے گی یہ سن کر حضرت فاطمہ ؓ ہنس پڑی چنانچہ آپ ﷺ کے سانحہ ارتحال کے چھ ماہ بعد حضرت فاطمہ ؓ اس دنیا سے رخصت ہوئیں چھ ماہ والا یہ قول زیادہ صحیح ہے جبکہ اس بارے میں اور بھی اقوال ہیں مثلاً ایک قول کے مطابق حضرت فاطمہ ؓ کا انتقال حضور ﷺ کے انتقال کے آٹھ ماہ بعد ہوا ایک قول کے مطابق تین ماہ بعد ہوا ایک قول کے مطابق دو ماہ بعد اور ایک قول کے مطابق ستر دن بعد حضرت فاطمہ ؓ کا انتقال ہوا۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت فاطمہ ؓ سے یہ فرمایا تھا کہ تم بہشت کی تمام عورتوں کی سردار ہو گی یہ سن کر حضرت فاطمہ ؓ ہنس پڑیں۔

فَرَاٰهَا بَعْضُ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ: علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ بعض ازواج سے مراد حضرت عائشہؓ ہیں فقلن جمع کا لفظ تعظیم کے طور

پر ذکر کیا گیا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس واقعہ کے وقت حضرت عائشہؓ کے ساتھ کچھ اور ازواج النبی ﷺ بھی ہوں پھر انہوں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے اس بارے میں سوال کیا ہو اور حدیث کے ظاہری الفاظ سے اس کی تائید ہوتی ہے جیسا کہ **بعض** ازواج النبیؐ اور فقلن کے الفاظ۔ چونکہ یہ جمع کے الفاظ ہیں اس لئے بظاہر یہی ہے کہ اس موقعہ پر حضرت عائشہؓ کے ساتھ اور ازواج مطہرات بھی تھیں۔ ایک روایت میں ہے کہ جب ازواج النبی ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے رونے اور پھر ہنسنے کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے بتانے سے انکار کر دیا اور یہ کہا کہ یہ میرے اور نبی کریم ﷺ کے درمیان راز ہے لیکن آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپؓ نے یہ بات بتلادی۔

وَجَاءَ اَهْلُ الْيَمَنِ: یہاں اہل یمن سے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور ان کی قوم کی طرف اشارہ ہے جو مسلمان ہو کر تشریف لائے تھے جَاءَ اَهْلُ الْيَمَنِ کا عطف ہے جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ پر اور یہ جملہ تفسیر اور وضاحت ہے ورأیت الناس یدخلون ..... کی یعنی جن لوگوں کے جوق درجوق دین اسلام میں داخل ہونے کی اطلاع دی گئی ہے ان سے اہل یمن مراد ہیں اور وہ آچکے ہیں اور ان کو آپ ﷺ نے دین میں داخل ہوتے ہوئے دیکھ لیا ہے۔

هم ارق افئدة: اس میں آپ ﷺ نے اہل یمن کی مدح و توصیف فرمائی کہ وہ نہایت نرم دل ہیں یعنی ان کے دل احکام کو جلدی قبول کر لیتے ہیں اور وعظ و نصیحت ان میں بہت زیادہ موثر ہوتی ہے اور وہ قساوت قلبی سے بالکل محفوظ ہیں۔

وَالْاِيْمَانُ يَمَانٍ: ایمان تو یمنی ہے اس میں لفظ یمان اصل میں یمنی تھا یائے نسبت حذف کر کے اس کے عوض الف بڑھا دیا ایمان کے یمنی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ایمان کا آغاز مکہ سے ہوا اور مکہ تہامہ کی سرزمین میں ہے اور تہامہ یمن میں ہے اسی وجہ سے بیت اللہ شریف کو الکعبۃ الیمانیۃ بھی کہا جاتا ہے۔

بعض حضرات نے کہا کہ آپ ﷺ نے یہ بات اس وقت ارشاد فرمائی تھی جبکہ آپ ﷺ تبوک میں تھے اور وہاں مکہ و مدینہ یمن کی سمت میں ہیں تو آپ ﷺ نے اشارہ تو یمن کی طرف کیا لیکن اصل مراد مکہ اور مدینہ تھے لیکن سیاق حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے یہ ارشاد مرض الوفات کے وقت فرمایا تھا البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ جملہ تو آپ ﷺ نے تبوک کے مقام پر ہی ارشاد فرمایا تھا لیکن اس روایت میں چونکہ اہل یمن کا ذکر ہے تو راوی نے یہ ارشاد اس حدیث کے ساتھ ذکر کر دیا۔

ابو عبید کا قول یہ ہے کہ یمن سے مراد انصار مدینہ ہیں کیونکہ ان کا اصل وطن یمن تھا بہرحال مقصود اس حدیث کا یمنی لوگوں کے کامل الایمان ہونے کی خبر دینا ہے لیکن اس سے دوسرے لوگوں کے ایمان کی نفی نہیں ہوتی لہٰذا اس روایت کا الایمان فی اهل الحجاز والی روایت کے ساتھ تضاد لازم نہیں آتا۔ نیز الایمان یمان میں وہ کلمہ گو اہل یمن مراد ہیں جو اس زمانہ میں موجود تھے نہ کہ تمام زمانوں کے یمن سے تعلق رکھنے والے۔

وَالْحِكْمَةُ يَمَانِيَةٌ: حکمت کا معنی علامہ طیبیؒ نے یہ بیان کیا ہے کہ حکمت ہر اس کلمہ صالحہ کو کہا جاتا ہے جو اپنے قائل کو ہلاکت و نقصان کی جگہ گرنے سے بچائے اور بعض حضرات نے حکمت کا یہ معنی بیان کیا ہے کہ حکمت عبارت ہے خوب علم و عمل حاصل کرنے سے حکمت کی مدح و عظمت میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ومن یؤت الحکمة فقد اوتی خیرا کثیرا حضرت انس رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے: اَلْحِكْمَةُ تَزِيْدُ الشَّرِيْفَ شَرَفًا وَتَرْفَعُ الْعَبْدَ الْمَمْلُوْكَ حَتّٰى تُجْلِسَهُ مجالس الملوك حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حکمت کے دس اجزاء ہیں ان میں سے نو تو عزلت یعنی گوشہ نشینی میں ہیں اور ایک سکوت یعنی

چپ رہنے میں ہے۔

حکمت کے یمنی ہونے کا وہی مطلب ہے جو اوپر ایمان کے یمنی ہونے کا بیان کیا گیا ہے دراصل ان الفاظ کے ذریعہ آپ ﷺ نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے ان سوالات کی طرف اشارہ فرمایا ہے جو انہوں نے احوال مبداء ومعاد اور ابتدائے آفرینش کے حقائق ومعارف کے متعلق آپ ﷺ سے کئے تھے اور یہ روایت جس میں یہ سوالات اور ان کے جواب مذکور ہیں کتاب بدء الخلق میں گزر چکی ہے آپ ﷺ ان کی توصیف فرما رہے ہیں کہ علم وحکمت جو حقائق اشیاء اور ان کے احوال وخواص کی معرفت سے عبارت ہے اہل یمن کا ان کے ساتھ خصوصی تعلق ہے کیونکہ ان لوگوں میں تحقیق وجستجو کی خاص صفت پائی جاتی ہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارے میں وصیت کرنے کا ارادہ کرنا

۱۵/۵۸۱۳ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ وَارَأْسَاهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاكِ لَوْ كَانَ وَاَنَا حَيٌّ فَاَسْتَغْفِرُ لَكِ وَاَدْعُوْ لَكِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ وَاثُكْلِيَاهُ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَ ظُنُّكَ تُحِبُّ مَوْتِيْ فَلَوْ كَانَ ذٰلِكَ لَظَلِلْتَ اٰخِرَ يَوْمِكَ مُعَرِّسًا بِبَعْضِ اَزْوَاجِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلْ اَنَا وَارَاْسَاهُ لَقَدْ هَمَمْتُ اَوْ اَرَدْتُ اَنْ اُرْسِلَ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ وَابْنِهٖ وَاَعْهَدَ اَنْ يَّقُوْلَ الْقَائِلُوْنَ اَوْ يَتَمَنَّى الْمُتَمَنُّوْنَ ثُمَّ قُلْتُ يَاْبَى اللّٰهُ وَيَدْفَعُ الْمُؤْمِنُوْنَ اَوْيَدْفَعُ اللّٰهُ وَيَاْبَى الْمُؤْمِنُوْنَ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۰/۱۲۳ حدیث رقم ٥٦٦٦

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ سر درد کی وجہ سے حضور ﷺ کے سامنے کہا آہ میرا سر (دکھتا ہے) آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ (یعنی موت) اگر واقع ہوئی اور میں زندہ ہوا تو تیرے لئے دعائے مغفرت کروں گا اور تیرے لئے (رفع درجات کی) دعا کروں گا حضرت عائشہؓ نے عرض کیا آہ مصیبت وہلاکت خدا کی قسم! میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ چاہتے ہیں کہ میں مرجاؤں اگر ایسا ہوا (یعنی میں مرگئی) تو آپ ﷺ اس دن کے آخر ہی میں اپنی کسی بیوی کے ساتھ شب باشی فرمائیں گے آپ ﷺ نے فرمایا (اے عائشہ اپنے سر درد اور موت کا ذکر چھوڑو) بلکہ میرے درد سر اور میری موت میں مشغول ہو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے قصد کیا تھا یا میں نے اس کا ارادہ کیا تھا کہ کسی شخص کو بھیج کر ابوبکرؓ اور ان کے بیٹے کو بلواؤں اور ان کے لئے (خلافت کی) کی وصیت کردوں تا کہ پھر کہنے والے کچھ نہ کہہ سکیں یا آرزو کرنے والے (اپنے لئے یا کسی اور کے لئے) آرزو نہ کرسکیں پھر میں نے اپنے دل میں کہا کہ خداوند تعالیٰ ابوبکرؓ کے علاوہ کسی اور کی خلافت سے انکار کردیں گے اور مسلمان بھی اس کی خلافت کی مخالفت کریں گے یا آپ ﷺ نے یوں فرمایا کہ خود اللہ تعالیٰ مدافعت کریں گے اور مسلمان بھی انکار کردیں گے (بخاری)

تشریح ۞ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ جب بقیع سے تشریف لائے تو میرے سر میں درد تھا تو اس حالت میں میری زبان سے یہ لفظ نکلا: وارأساہ! ہائے میرا سر! بعض نے کہا کہ سر سے پوری ذات مراد ہے یعنی حضرت عائشہؓ فرمانا چاہتی ہیں کہ شاید اس تکلیف میں میں مرجاؤں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میری زندگی میں تمہاری موت آگئی تو میں

تمہارے گناہوں کی معافی کے لئے استغفار کروں گا اور درجات کی بلندی کے لئے دعا کروں گا حضرت عائشہؓ نے کہا واثکلیاہ! ہائے میری مصیبت! پھر آپؓ نے بطور ناز کے فرمایا کہ گویا آپ ﷺ میری موت چاہتے ہیں اگر میں اس جہاں سے رخصت ہو گئی تو آپ ﷺ اسی روز میرے ہی گھر میں کسی اور زوجہ کے ساتھ آرام کرنے والے ہوں گے' مطلب یہ کہ میرے مرنے کے بعد آپ مجھے بھول جائیں گے اور دوسری بیویوں کے ساتھ مشغول ہو جائیں گے۔

لفظ ثکل (ثا پر زبر ہے یا پیش) اس کے اصل معنی اولاد یا کسی دوسرے کے مرنے کے ہیں لیکن یہ محاورتی لفظ ہے جو اہل عرب پریشانی واضطراب کے وقت بولتے ہیں اگرچہ اس کا حقیقی معنی مراد نہ ہو۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا بل انا وارأساہ یعنی میرے سر میں شدید درد ہے شاید یہی درد میری موت کا پیش خیمہ ہو اس لئے تمہیں میرے سر درد اور میرے بارے میں سوچنا چاہئے تمہیں ابھی بہت عرصہ زندہ رہنا ہے اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کو بذریعہ وحی اس کا علم ہو گیا تھا کہ اس درد کی وجہ سے آپ ﷺ کی وفات ہو گی اور حضرت عائشہؓ کا درد عارضی ہے اور ان کی زندگی ابھی بہت باقی ہے مرض میں یکسانیت اس محبت کی غماز ہے جو آپ ﷺ اور حضرت عائشہؓ کے درمیان تھی۔

جب آپ ﷺ نے اپنی وفات کا ذکر کیا تو ساتھ ہی اپنے بعد خلافت کے لئے حضرت ابوبکرؓ کا ذکر کیا تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ امت کی دینی و دنیوی قیادت کون سنبھالے گا نیز اس میں حضرت عائشہؓ کے دل کو خوش کرنا اور ان کو بشارت دینا بھی مطلوب ہے کہ ان کے والد کو یہ نعمت غیر مترقبہ حاصل ہونے والی ہے۔

حاصل یہ کہ آپ ﷺ نے اس بیماری کی حالت میں یہ فرمایا کہ میرا ارادہ ہوا تھا کہ ابوبکرؓ اور ان کے فرزند (عبدالرحمان جو کہ حضرت عائشہؓ کے حقیقی بھائی تھے) کو بلانے کے لئے کسی کو بھیج دوں اور ان کو وصیت کر دوں اور ان کو اپنا ولی عہد بنا دوں تا کہ کہنے والے کچھ نہ کہہ سکیں اور تمنا کرنے والے کچھ تمنا نہ کر سکیں لیکن پھر میں نے اپنا یہ ارادہ فسخ کر دیا اور یہ سوچا کہ وصیت کی ضرورت نہیں اللہ تعالیٰ انکار کرے گا کہ سوائے ابوبکرؓ کے کوئی اور خلیفہ ہو اور اہل ایمان بھی سوائے ابوبکرؓ کے اور کسی کی خلافت کو قبول نہ کریں گے اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں "معاذاللہ ان یختلف الناس علی ابی بکر" اللہ کی پناہ کہ لوگ ابوبکرؓ کی خلافت میں اختلاف کریں۔

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی دلی منشاء یہ تھی کہ آپ ﷺ کے بعد ابوبکرؓ خلیفہ ہوں لیکن قضاء وقدر اور اجماع پر چھوڑ دیا کہ قضاء وقدر سے یہی ہوگا کہ خلیفہ ابوبکرؓ ہوں گے اور مسلمانوں کے اہل حل وعقد کے اجماع واتفاق سے ان کی خلافت منعقد ہوگی اور سب مسلمان انہی کی خلافت پر متفق ہوں گے۔

نیز آپ ﷺ نے امامت صغریٰ یعنی نمازوں کی امامت حضرت ابوبکرؓ کے سپرد فرما کر اس طرف اشارہ فرما دیا کہ امامت کبریٰ یعنی خلافت ونیابت کے اہل و مستحق بھی آپؓ ہی ہیں چنانچہ صحابہ کرام نے بھی اس امامت سے صدیق اکبرؓ کی خلافت پر استدلال کیا اور ابن عساکر نے حضرت علیؓ کا قول نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ حضور ﷺ نے ابوبکرؓ کو امامت کا حکم دیا اور ہم موجود تھے غائب نہ تھے تندرست تھے اور بیمار نہ تھے پس جس شخص کو رسول اللہ ﷺ نے دین کے بارہ میں ہمارا امام بنانا پسند کیا ہم اس کو دنیا کے معاملہ میں اپنا امام بنانا کیوں نہ پسند کریں یہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کی بہت بڑی دلیل ہے نیز آپ ﷺ کے اس فرمان یَاْبَی الْمُؤْمِنُوْنَ میں منکرین خلافت صدیق اکبرؓ کی تکفیر کی طرف اشارہ ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرض الوفات کا آغاز

۱۶/۵۸۱۴ وَعَنْهَا قَالَتْ رَجَعَ إِلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ مِنْ جَنَازَةٍ مِنَ الْبَقِيْعِ فَوَجَدَنِيْ وَأَنَا أَجِدُ صُدَاعًا وَأَنَا أَقُوْلُ وَارَأْسَاهُ قَالَ بَلْ أَنَا يَا عَائِشَةُ وَارَأْسَاهُ قَالَ وَمَا ضَرَّكِ لَوْ مُتِّ قَبْلِيْ فَغَسَّلْتُكِ وَكَفَّنْتُكِ وَصَلَّيْتُ عَلَيْكِ وَدَفَنْتُكِ قُلْتُ لَكَأَنِّيْ بِكَ وَاللّٰهِ لَوْ فَعَلْتَ ذٰلِكَ لَرَجَعْتَ إِلٰى بَيْتِيْ فَعَرَّسْتَ فِيْهِ بِبَعْضِ نِسَائِكَ فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ بُدِئَ فِيْ وَجْعِهِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ۔ (رواه البخاري)

أخرجه الدارمي ۱/۱ ۵حديث رقم ۸۰

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ ایک روز بقیع قبرستان میں ایک جنازہ کو دفن کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور مجھے اس حال میں پایا کہ میں سر درد کی تکلیف میں مبتلا تھی اور یہ کہہ رہی تھی آہ میرا سر۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا کیا نقصان ہے؟ اگر تم مجھ سے پہلے مرجاؤ تو میں تمہیں غسل دوں گا تمہارا جنازہ پڑھوں گا اور میں تمہیں دفن کروں گا میں نے عرض کیا گویا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابھی سے دیکھ رہی ہوں قسم ہے خدا کی! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا (یعنی تجہیز و تکفین وغیرہ سے فراغت کے بعد) آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر واپس آتے ہی اپنی کسی بیوی کے ساتھ شب باش ہو جائیں یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے پھر اسی وقت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس علالت کا سلسلہ شروع ہو گیا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی۔ (دارمی)

تشریح: اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ اگر عائشہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں رحلت فرماتیں تو ان کو سعادت حاصل ہوتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنے دست مبارک سے ان کو غسل دیتے ان کی نماز جنازہ پڑھاتے اور اپنے ہاتھوں سے تدفین فرماتے لیکن چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال پرملال پہلے ہو گیا اس لئے حضرت عائشہؓ یہ سعادت حاصل نہ کر سکیں۔

وفات نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت خضر علیہ السلام کی طرف سے تسلیہ و تعزیہ

۱۷/۵۸۱۵ وَعَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ رَجُلًا مِنْ قُرَيْشٍ دَخَلَ عَلٰى أَبِيْهِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ فَقَالَ أَلَا أُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَلٰى حَدِّثْنَا عَنْ أَبِي الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا مَرِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَاهُ جِبْرَئِيْلُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّ اللّٰهَ أَرْسَلَنِيْ إِلَيْكَ تَكْرِيْمًا لَكَ وَتَشْرِيْفًا لَكَ خَاصَّةً لَكَ يَسْأَلُكَ عَمَّا هُوَ أَعْلَمُ بِهِ مِنْكَ يَقُوْلُ كَيْفَ تَجِدُكَ قَالَ أَجِدُنِيْ يَا جِبْرَئِيْلُ مَغْمُوْمًا وَأَجِدُنِيْ يَا جِبْرَئِيْلُ مَكْرُوْبًا ثُمَّ جَاءَهُ الْيَوْمَ الثَّانِيْ فَقَالَ لَهُ ذٰلِكَ فَرَدَّ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا رَدَّ أَوَّلَ يَوْمٍ ثُمَّ جَاءَهُ الْيَوْمَ الثَّالِثَ فَقَالَ لَهُ كَمَا قَالَ أَوَّلَ يَوْمٍ وَرَدَّ عَلَيْهِ وَجَاءَ مَعَهُ مَلَكٌ يُقَالُ لَهُ إِسْمٰعِيْلُ عَلٰى مِائَةِ أَلْفِ مَلَكٍ كُلُّ مَلَكٍ عَلٰى مِائَةِ

اَلْفِ مَلَكٍ فَاسْتَاْذَنَ عَلَيْهِ فَسَاَلَهٗ عَنْهُ كَمَا رَدَّ عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ جِبْرَئِيْلُ هٰذَا مَلَكُ الْمَوْتِ يَسْتَاْذِنُ عَلَيْكَ مَا اسْتَاْذَنَ عَلٰى اٰدَمِيٍّ قَبْلَكَ وَلَا يَسْتَاْذِنُ عَلٰى اٰدَمِيٍّ بَعْدَكَ فَقَالَ ائْذَنْ لَهٗ فَاَذِنَ لَهٗ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ يَا مُحَمَّدُ اِنَّ اللّٰهَ اَرْسَلَنِيْ اِلَيْكَ فَاِنْ اَمَرْتَنِيْ اَنْ اَقْبِضَ رُوْحَكَ قَبَضْتُ وَاِنْ اَمَرْتَنِيْ اَنْ اَتْرُكَهٗ تَرَكْتُهٗ فَقَالَ وَتَفْعَلُ يَا مَلَكُ الْمَوْتِ قَالَ نَعَمْ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاُمِرْتُ اَنْ اُطِيْعَكَ قَالَ فَنَظَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى جِبْرَئِيْلَ يَا مُحَمَّدُ اِنَّ اللّٰهَ قَدِ اشْتَاقَ اِلٰى لِقَائِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَلَكِ الْمَوْتِ امْضِ لِمَا اُمِرْتَ بِهٖ فَقَبَضَ رُوْحَهٗ فَلَمَّا تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَاءَتِ التَّعْزِيَةُ سَمِعُوْا صَوْتًا مِنْ نَاحِيَةِ الْبَيْتِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اِنَّ فِي اللّٰهِ عَزَاءً مِنْ كُلِّ مُصِيْبَةٍ وَخَلَفًا مِنْ كُلِّ هَالِكٍ وَدَرَكًا مِنْ فَائِتٍ فَبِاللّٰهِ فَاتَّقُوْا وَاِيَّاهُ فَارْجُوْا فَاِنَّمَا الْمُصَابُ مَنْ حُرِمَ الثَّوَابَ فَقَالَ عَلِيٌّ اَتَدْرُوْنَ مَنْ هٰذَا هُوَ الْخَضِرُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

(رواه البيهقي في دلائل النبوة)

رواه البيهقي في دلائل النبوة ۷/۲۶۷

ترجمہ: حضرت جعفر صادق بن محمد اپنے والد (حضرت امام محمد باقر) سے نقل کرتے ہیں کہ ایک قریشی شخص ان کے والد علی بن حسین یعنی امام زین العابدینؒ کے پاس آیا تو امام زین العابدین نے اس سے کہا کیا تمہارے سامنے رسول اللہ ﷺ کی حدیث نہ بیان کروں؟ اس شخص نے عرض کیا جی ہاں کیوں نہیں! ہمارے سامنے ابو القاسم ﷺ کی حدیث بیان کریں۔ حضرت علی بن حسینؒ نے فرمایا جب حضور ﷺ بیمار ہوئے تو جبرائیل آپ ﷺ کی خدمت میں آئے اور کہا اے محمد ﷺ خدا نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے آپ ﷺ کی تعظیم و تکریم کے لئے خصوصیت کے ساتھ اور وہ آپ ﷺ سے اس بات کو دریافت کرتا ہے جس کو وہ آپ ﷺ سے زیادہ جانتا ہے وہ آپ ﷺ سے دریافت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ اپنے آپ کو کیسے پاتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا جبرائیل میں اپنے آپ کو مضطرب و پریشان پاتا ہوں اور اے جبرائیل میں اپنے آپ کو رنجیدہ و غمگین پاتا ہوں دوسرے دن حضرت جبرائیل پھر آپ ﷺ کے پاس آئے اور وہی الفاظ کہے جو پہلے دن کہے تھے اور حضور ﷺ نے بھی وہی جواب دیا جو پہلے ان کو دیا تھا تیسرے دن پھر جبرائیل علیہ السلام آئے اور وہی سوال کیا جو پہلے ان سے کیا تھا اور آپ ﷺ نے بھی وہی جواب دیا جو پہلے دن دیا تھا آج جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ ایک فرشتہ اور تھا جس کا نام اسماعیل تھا جو ایک لاکھ فرشتوں کا افسر تھا جن میں سے ہر ایک فرشتہ ایک ایک لاکھ فرشتوں کا افسر تھا اسماعیل فرشتے نے حاضری کی اجازت طلب کی حضور ﷺ نے جبرائیل سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو حضرت جبرائیل نے عرض کیا کہ یہ موت کا فرشتہ ہے جو حاضری کی اجازت چاہتا ہے اور آج سے پہلے نہ تو اس نے کسی سے اجازت طلب کی ہے اور نہ اس کے بعد کسی آدمی سے اجازت طلب کرے گا آپ ﷺ نے فرمایا اس کو حاضری کی اجازت دے دو۔ چنانچہ حضرت جبرائیل نے ان کو اجازت دے دی اس نے حاضر ہو کر سلام کیا پھر عرض کیا اے محمد ﷺ خدا نے مجھے آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجا ہے اگر آپ ﷺ حکم دیں گے تو میں آپ ﷺ کی روح کو قبض کر لوں گا اور اگر منع فرمائیں گے تو روح کو آپ ﷺ کے جسم میں چھوڑ دوں گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیا تو میری مرضی کے مطابق عمل کرے گا؟ اس نے عرض کیا جی ہاں۔ مجھے

بھی حکم دیا گیا ہے کہ جو کچھ آپ ﷺ فرمائیں میں اس کی اطاعت کروں۔ راوی کا بیان ہے یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے جبرائیل کی طرف دیکھا۔ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا اے محمد ﷺ خداوند تعالیٰ آپ ﷺ کی ملاقات کا مشتاق ہے نبی کریم ﷺ نے فرشتہ موت کو حکم دیا کہ جس کام کا تجھے حکم دیا گیا ہے وہ کر گزر چنانچہ ملک الموت نے آپ ﷺ کی روح قبض کر لی جب آپ ﷺ نے وفات پائی اور ایک شخص تعزیت کے لئے آیا تو مکان کے گوشے سے ایک آواز سنائی دی جو گھر والوں کو مخاطب کر کے کہہ رہی تھی اے نبی کے اہل بیت تم پر سلامتی ہو اور خدا کی رحمت اور اس کی برکتیں نازل ہوں خدا کی کتاب یا خدا کے دین میں ہر مصیبت کے اندر تسکین وتسلی کا سامان موجود ہے اور حق تعالیٰ ہر ہلاک ہونے والی چیز کا بدلہ دینے والا ہے اور ہر فوت ہونے والی چیز کا تدارک کرنے والا ہے۔ (جب یہ صورت حال ہے) تو خدا کی مدد سے تقویٰ اختیار کرو۔ اور اسی سے امید رکھو حقیقت میں مصیبت زدہ وہ شخص ہے جو ثواب سے محروم کر دیا گیا۔ حضرت علیؓ نے اس خطاب کو سن کر فرمایا کیا تم جانتے ہو یہ تسکین دینے والا شخص کون ہے؟ یہ حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔ (بیہقی)

تشریح ⊛ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے جب حضور ﷺ کی طبیعت گرامی معلوم کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں پریشان و غمگین ہوں آپ ﷺ کا پریشان ہونا دین اور امت کی فکر کی وجہ سے تھا یعنی میرے بعد میری امت کا یا دین کا کیا بنے گا؟

حضرت جبرائیل کے ساتھ اسماعیل نامی ایک فرشتہ آیا علماء کرام فرماتے ہیں کہ یہ اسماعیل فرشتہ پہلے آسمان کا داروغہ ہے اس روایت میں ملک الموت حضرت عزرائیل کا ذکر نہیں ہے اس کی مختلف وجوہ ہو سکتی ہیں۔

نمبر ا: حضرت عزرائیل کا آنا بالکل ظاہر بات تھی اس لئے ان کے آنے کا ذکر نہیں کیا گیا۔

نمبر ۲: حضرت عزرائیل حضرت جبرائیل اور اسماعیل کے ساتھ نہ آئے تھے بلکہ یہ عین اس وقت آئے تھے جب حضرت جبرائیل نے ان کی حاضری کی اطلاع دی اور حاضر ہونے کی اجازت چاہی تھی۔

نمبر ۳: یہ روایت مختصر ہے دوسری روایت میں حضرت عزرائیل کا ذکر ہے جس کو علامہ سیوطیؒ نے بیہقی کے حوالہ سے نقل کیا ہے وہ روایت اس طرح ہے کہ جب تیسرا دن ہوا تو جبرائیل امین آئے اور ان کے ساتھ ملک الموت بھی تھے اور ان دونوں کے ساتھ ایک فرشتہ تھا جو ہوا میں تھا جس کا نام اسماعیل تھا جس کے ماتحت ستر ہزار ایسے فرشتے تھے کہ ان میں سے ہر فرشتہ ستر ہزار فرشتوں کا امیر تھا۔

باقی رہا یہ سوال کہ نبی کریم ﷺ کی جو گفتگو ان فرشتوں کے ساتھ ہوئی اس کا دوسرے لوگوں کو کیسے علم ہوا؟ تو اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ جب ان فرشتوں کے آنے کے بعد ان سے آپ ﷺ کی گفتگو ہوئی تو آپ ﷺ کو تھوڑا سا وقت مل گیا تھا اس تھوڑے سے وقت میں حضور ﷺ نے اس کی اطلاع صحابہ کو دے دی پھر اس کے بعد آپ ﷺ کا انتقال ہوا۔

یا بعض صحابہ کرامؓ جو وہاں موجود تھے بطور کرامت یہ ساری گفتگو ان کے سامنے منکشف ہو گئی انہیں میں سے کسی شخص نے امام زین العابدین کے سامنے یہ واقعہ بیان کر دیا جس کو امام زین العابدین نے رجل من قریش کہہ کر بیان کیا ہے۔

مؤلف فرماتے ہیں کہ ہمارے دل میں یہ بات آتی ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام ایک قریشی کی شکل میں متشکل ہو کر آئے اور انہوں نے امام زین العابدین کو یہ واقعہ بیان کیا اسی لئے امام نے بھی لفظ مبہم کے ساتھ ان کا ذکر کیا ہے۔

فائدہ: ایک روایت میں امرت بہ کے بعد یہ الفاظ منقول ہیں قال جبرائیل علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام یارسول

اللہ هذا آخر موطئ الارض انما کنت حاجتی فی الدنیا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے موت کے وقت سب سے زیادہ جو وصیت فرمائی وہ یہ تھی: الصلوٰۃ وماملکت ایمانکم (یعنی نماز اور اپنے مملوک غلام باندیوں کا خیال رکھو)۔

ان فی اللہ عزاء: اس عبارت کے کئی معنی بیان کئے گئے ہیں۔

نمبر ا فی اللہ بحذف المضاف اصل میں تھا فی کتاب اللہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ہر مصیبت اور غم کے موقعہ پر تسلی اور صبر کی تلقین ہے گویا اس میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی طرف اشارہ ہے:

وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَا اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

گویا اس میں عزا بمعنی تعزیہ ہے۔

نمبر ۲: فی اللہ اصل میں فی دین اللہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے دین میں ہر مصیبت و غم پر صبر کی تلقین ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا الصبر عند الصدمۃ الاولی۔

نمبر ۳: بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہاں صنعت تجرید سے کام لیا گیا ہے جیسا کہ عربی میں کہا جاتا ہے: رأیت فی زید اسدا (میں نے زید میں شیر دیکھا) مطلب یہ کہ میں نے زید کو شیر کی طرح بہادر اور طاقتور دیکھا: ان فی اللہ عزا یعنی اللہ تعالیٰ میں تسلی کا سامان ہے مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ ہر پریشانی اور غم میں صبر اور تسلی دینے والا ہے۔

خَلَفًا مِّنْ كُلِّ هَالِكٍ وَدَرْكًا مِّنْ فَائِتٍ: اس کا ایک مطلب تو یہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر ہلاک ہونے والی چیز اور ہر نقصان کی تلافی اور تدارک کرنے والے ہیں اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ کی کتاب یا اللہ کے دین میں ایسی ہدایات و تعلیمات ہیں کہ جن پر عمل کر کے انسان ہر نقصان کو اپنے حق میں نعم البدل یعنی اخروی ثواب میں بدل سکتا ہے یعنی انسان صبر کر کے ہر مصیبت کو اپنے حق میں باعث ثواب بنا سکتا ہے جیسا کہ کسی صاحب حال بزرگ کا شعر ہے۔

لکل شیء اذا فارقتہ خلف ☆ ولیس اللہ ان فارقت من عوض

یعنی جس چیز کو تو چھوڑے گا اس کا بدل مل سکتا ہے لیکن اگر خدا کو چھوڑ دو گے تو کوئی دوسرا اس جیسا رحیم ورزاق نہیں مل سکتا۔

فَبِاللّٰهِ فَاتَّقُوْا: پس تقویٰ اختیار کرو یعنی اس مصیبت کے وقت جزع فزع سے بچو گویا اس میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرف اشارہ ہے: واصبر وما صبرك الا باللہ اور بعض روایات میں فثقوا یعنی ثاء پر زبر اور قاف تخفیف کے ساتھ مفعوم یعنی اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرو گویا اس میں اشارہ ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان وتوکل علی الحی الذی لا یموت کی طرف۔

فَاِنَّمَا الْمُصَابُ مَنْ حُرِمَ الثَّوَابَ: یعنی دنیا کی کوئی مصیبت خواہ کتنی بڑی ہو کوئی مصیبت نہیں اس لئے کہ ہر مصیبت اور تکلیف پر آخرت میں ثواب ملے گا حقیقی مصیبت یہ ہے کہ انسان پر کوئی مصیبت آئے اور وہ اس پر صبر نہ کرے اور ثواب سے محروم ہو جائے۔

فَقَالَ عَلِيٌّ: علی سے کون مراد ہیں سیاق کلام سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ علی سے مراد امیر المومنین حضرت علیؓ ہیں ایک احتمال یہ بھی ہے کہ علی سے مراد علی بن حسین یعنی امام زین العابدینؒ ہیں۔ لیکن حصن حصین میں مستدرک کے رمز سے ایک روایت لائی گئی ہے

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ علی سے مراد حضرت علیؓ ہیں چنانچہ روایت میں ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کی وفات ہوئی تو صحابہ اور اہل بیت سے ملائکہ نے تعزیت کی اور تعزیت کے وہی الفاظ کہے جو پہلے ذکر کر دیئے گئے ہیں ایک اور روایت میں ہے ایک سفید ریش، خوش شکل اور صحت مند آدمی لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے اندر آئے اور روئے پھر صحابہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا ان فی اللہ عزاء پس حضرت علیؓ اور حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ یہ خضر ہیں معلوم ہوا کہ اس زیر بحث روایت میں علی سے مراد حضرت علیؓ ہیں۔

باب

یہ باب پہلے باب یعنی باب وفاۃ النبی ﷺ کے متممات ولواحق میں سے ہے۔

الفصل الاول:

آپ ﷺ کا کوئی مالی وصیت نہ کرنا

۵۸۱۲/۱ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِيْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا وَّلَا شَاةً وَّلَا بَعِيْرًا وَّلَا اَوْصٰى بِشَيْءٍ۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم في صحيحه ۱۲۵۶/۳ حديث رقم (۱۸-۱۶۳۵) وابن ماجه في السنن ۹۰۰/۲ حديث رقم ۲۶۹۵ و احمد في المسند ۴۴/۶

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے (اپنی وفات کے بعد) نہ تو کوئی دینار چھوڑا نہ درہم نہ کوئی بکری چھوڑی اور نہ کوئی اونٹ اور نہ کسی چیز کی وصیت کی (مسلم)

تشریح ۞ آپ ﷺ کی تمام زندگی درویشانہ اور فقیرانہ تھی دو دو مہینے تک گھر میں تو انہیں چڑھتا تھا پانی اور کھجور پر گزر رہتا کچے حجروں میں زندگی بسر فرماتے تھے کمبل پوش تھے اور بوریے اور ٹاٹ پر بیٹھتے تھے آپ ﷺ کے پاس کوئی مال و جائیداد وغیرہ کچھ تھا ہی نہیں کہ جس کی وصیت کر کے جاتے، بنو نضیر کی زمین، خیبر کی زمین اور فدک کی نصف زمین یہ ساری زمینیں آپ ﷺ کی ملکیت نہیں تھیں بلکہ وہ وقف تھیں جن کی آمدنی سے اہل و عیال کا نفقہ ادا کرتے باقی کو مصالح مسلمین میں خرچ فرما دیتے۔

بعض سیرت نگاروں نے جو یہ لکھا ہے کہ آپ ﷺ کے پاس بہت سے اونٹ، دس اونٹنیاں تھیں جن کو مدینہ کے نواح میں رکھا جاتا تھا اور رات کو ان اونٹنیوں کا دودھ نکال کر لایا جاتا تھا اور آپ کے پاس سات بکریاں تھیں جن کا دودھ آپ ﷺ گھر میں استعمال فرماتے تھے اولاً یہ روایت مسلم کی اس روایت کے ہم پلہ نہیں کہ جس میں یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کوئی دینار، کوئی درہم نہ اونٹ، نہ بکری چھوڑی اس لئے یہ روایت مسلم کی روایت کے معارض نہیں ہو سکتی نیز اگر اس روایت کو صحیح بھی مان لیں تو اس روایت میں جو اونٹ اور بکریاں بیان کی گئی ہیں وہ حضور ﷺ کی ملکیت نہیں تھیں بلکہ صدقہ کی تھیں جن کا دودھ اصحاب صفہ اور دیگر مفلس لوگ پیا کرتے تھے۔

وَلَا اَوْصٰی بِشَیْءٍ: یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی مالی وصیت نہیں فرمائی لہٰذا جن احادیث میں کتاب اللہ کو مضبوطی سے پکڑنے ایلچیوں قاصدوں کو جائزہ دینے نماز کا اہتمام اور غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کرنے وغیرہ کی وصیت ہے وہ اس روایت کے منافی نہیں ہیں۔

حضرات شیعہ یہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی اور خلیفہ تھے حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کے لئے خلافت یا مال کی وصیت نہیں فرمائی کہ فلاں شخص میرے بعد خلیفہ ہوگا اور نہ صراحۃً کسی شخص کو خلافت کے لئے نامزد کیا نہ ابوبکرؓ کو اور نہ علیؓ کو البتہ صدیق اکبرؓ کی خلافت کے متعلق اشارات فرمائے اور تمام زندگی ابوبکرؓ کے ساتھ وہ معاملہ رکھا جو بادشاہ کا ولی عہد کے ساتھ ہوتا ہے۔

چنانچہ صحیحین میں ہے حضرت عائشہؓ کے سامنے یہ ذکر کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو اپنا وصی بنایا تھا حضرت عائشہؓ نے حیرت سے فرمایا کہ کون کہتا ہے آخر وقت میں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے سینے سے لگائی بیٹھی تھی اسی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا مجھے معلوم نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کے متعلق کب وصیت کی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متروکات

۲/۵۸۱۷ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ اَخِیْ جُوَیْرِیَۃَ قَالَ مَا تَرَکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عِنْدَ مَوْتِہٖ دِیْنَارًا وَّلَا دِرْھَمًا وَّلَا عَبْدًا وَّلَا اَمَۃً وَّلَا شَیْئًا اِلَّا بَغْلَتَہُ الْبَیْضَآءَ وَسِلَاحَہٗ وَاَرْضًا جَعَلَھَا صَدَقَۃً۔ (رواہ البخاری)

أخرجه البخاري في صحيحه ٣٥٦/٥ حديث رقم ٢٧٣٩ وأخرجه النسائي في السنن ٢٢٩/٦ حديث رقم ٣٥٩٤۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن حارث سے جو کہ حضرت جویریہؓ کے بھائی ہیں روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت نہ کوئی دینار چھوڑا نہ درہم نہ غلام چھوڑا نہ باندی اور نہ کوئی چیز مگر ایک سفید خچر اور ہتھیار اور زمین جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں صدقہ کر دیا تھا۔ (بخاری)

تشریح ۞ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس دنیا سے رحلت فرمائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت میں کوئی روپیہ پیسہ غلام باندی وغیرہ کچھ نہیں تھا اور جن روایتوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں اور باندیوں کا ذکر ہے تو ان سے مراد وہ ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں مر گئے تھے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کر دیا تھا وفات کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی غلام یا باندی نہیں تھی۔

بوقت انتقال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چند چیزیں تھیں نمبر ۱ سفید خچر جس کو دلدل کہا جاتا تھا جو مقوقس شاہ سکندریہ نے بطور ہدیہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا تھا۔ نمبر ۲ ہتھیار یعنی وہ اسلحہ تلوار نیزے زرہ خود برچھا وغیرہ جو خاص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے استعمال میں رہتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت میں صرف ایک زرہ تھی جو بوقت وفات ایک یہودی کے پاس رہن رکھی ہوئی تھی۔ نمبر ۳ کچھ زمین تھی جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کر دیا تھا۔

فائدہ: اس حدیث میں جو یہ ہے کہ ان چند چیزوں کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی چیز نہ تھی یہ حصر اضافی ہے مراد یہ ہے کہ کوئی ایسی چیز نہ تھی جو مال و جائیداد میں شمار ہوتی ہے معمولی چیزیں مثلاً استعمال کے کپڑے معمولی گھر کے استعمال کا سامان ان

کی نفی نہیں ہے چنانچہ ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ استعمال کے کپڑے بھی تھے۔

جَعَلَهَا صَدَقَةً : جَعَلَهَا کی ضمیر مؤنث کا مرجع کیا ہے اور اس جملے کا کیا مطلب ہے۔ اس میں شارحین کی مختلف آراء ہیں۔
علامہ کرمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جَعَلَهَا کی ضمیر مؤنث مذکورہ تینوں چیزوں (یعنی خچر، ہتھیار اور زمین) کی طرف راجع ہے نہ کہ صرف زمین کی طرف۔ یعنی یہ تمام چیزیں جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا نورث ما ترکناہ صدقۃ ہماری یعنی جماعت انبیاء کی میراث جاری نہیں ہوتی جو کچھ ہم چھوڑیں وہ صدقہ ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جعلھا کی ضمیر مؤنث صرف ارضا کی طرف راجع ہے اور زمین کو صدقہ کرنے کا مطلب زمین کی منفعت کو صدقہ کرنا ہے گویا صدقہ بمعنی وقف ہے مطلب یہ ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس زمین کو اپنی زندگی میں صدقہ جاریہ بنا دیا تھا اس طرح جب تک وہ زمین باقی رہے گی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صدقہ کا ثواب ملتا رہے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا متروکہ مال صدقہ ہے

۳/۵۸۱۸ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقْتَسِمُ وَرَثَتِیْ دِيْنَارًا مَا تَرَكْتُ بَعْدَ نَفَقَةِ نِسَائِیْ وَمَؤُنَةِ عَامِلِیْ فَهُوَ صَدَقَةٌ (متفق علیہ)

أخرجه البخاري في صحيحه ٦/٥٠٤ حديث رقم ٢٧٧٦ ومسلم في صحيحه ٣/١٣٨٢ حديث رقم (٥٥-١٧٦٠) وأبو داؤد في السنن ٣/٣٧٩ حديث رقم ٢٩٧٤ ومالك في الموطأ ٢/٩٩٣ حديث رقم ٢٨ من كتاب الكلام و احمد في المسند ٢/٤٦٤

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (میرے مرنے کے بعد) میرے وارث دینار تقسیم نہ کریں گے میری ازواج کے مصارف اور عامل کی اجرت کے بعد جو چیز چھوڑوں وہ صدقہ ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح ۞ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ میرے وارث دینار تقسیم نہ کریں گے یہ خبر ہے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ خبر دے رہے ہیں کہ چونکہ میرے مرنے کے بعد میری ملکیت میں کوئی دینار ہی نہ ہوگا اس لئے میرے وارث کوئی دینار تقسیم نہ کر سکیں گے اور اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ یہ صورۃ تو اخبار ہو لیکن معناً انشاء یعنی نہی ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ میں جو کچھ چھوڑ کر جاؤں وہ ورثاء آپس میں تقسیم نہ کریں آگے اس ممانعت کی علت بیان کی ہے کہ میری ازواج کے مصارف اور عاملوں کی اجرت کے بعد جو کچھ بچے گا وہ صدقہ ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تین زمینیں تھیں:

نمبر ۱ جائیداد مدینہ: مدینہ کی جائیداد سے بنو نضیر کی زمین مراد ہے جو حق تعالیٰ شانہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور فئی عطا فرمائی تھی جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے اور یہ زمین برابر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضہ میں رہی اس زمین کی آمدنی سے اپنے اہل وعیال کا سالانہ خرچ دے دیتے اور جو بچتا اس سے ہتھیار اور گھوڑے اور سامان جہاد خریدتے۔

نمبر ۲ خیبر کی زمین: جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سہم میں ملی تھی۔

نمبر۳: فدک کی نصف زمین جو فتح خیبر کے بعد آپ ﷺ کو اہل خیبر سے صلحاً حاصل ہوئی تھی۔

یہ زمینیں رسول اللہ ﷺ کی کہی جاتی تھیں اور تاحیات آپ ﷺ کے قبضہ میں رہیں حق جل شانہ کی طرف سے آپ ﷺ کو اختیار تھا کہ جس طرح چاہیں تصرف کریں مگر آپ ﷺ ان زمینوں کی آمدنی سے صرف بقدر نفقہ اہل وعیال لیتے تھے اور باقی کل آمدن اسلام اور مسلمانوں کی ضرورتوں اور مصلحتوں میں خرچ فرماتے تھے اپنی عیش وعشرت کے لئے معاذ اللہ ایک پیسہ بھی خرچ نہ فرماتے تھے آپ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ اس کے متولی ہوئے اور ان کے بعد حضرت عمرؓ اور اس آمدنی کو اسی طریقے سے خرچ فرماتے تھے جس طریقے سے نبی کریم ﷺ خرچ فرماتے تھے ان کے بعد ان زمینوں کی تولیت حضرت عثمانؓ کے پاس آئی انہوں نے اپنے اقارب میں سے مروان وغیرہ کو یہ زمینیں دے دیں اور وہ اس پر قابض رہے یہاں تک کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے مروان وغیرہ کے ورثاء سے واپس لے کر حسب سابق مصارف کے لئے مخصوص کر دیا۔

بَعْدَ نَفَقَةِ نِسَائِیْ: ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا حکم عام عورتوں کی طرح نہیں ہے کیونکہ عام عورتوں کا حکم یہ ہے کہ خاوند کے انتقال کے بعد عورت کا نفقہ خاوند کے ذمہ نہیں رہتا جبکہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا نفقہ آپ ﷺ کے ترکہ کے ساتھ متعلق رہا کیونکہ ان کو آپ ﷺ کی وفات کے بعد کسی اور شخص سے نکاح کرنا جائز نہیں تھا گویا وہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی آپ ﷺ کے حق میں محبوس تھیں اس لئے ان کا نفقہ اور مصارف بدستور آپ ﷺ کے ترکہ میں سے ادا کئے جاتے رہے۔

مَؤُنَةِ عَامِلِیْ: عامل سے مراد وہ حضرات ہیں جو آپ ﷺ کی وفات کے بعد مسند خلافت پر براجمان ہوں گے۔

اس حدیث کا خلاصہ یہ نکلا کہ آپ ﷺ یہ فرما رہے ہیں کہ میرے ترکہ میں سے میری بیویوں کو نفقہ دیا جائے اور میرے خلفاء اس کو اپنے مصارف میں خرچ کریں اس کے بعد جو کچھ بچ جائے اس کو فقراء اور مستحقین پر خرچ کیا جائے۔

فائدہ: حضرت عثمانؓ جب خلیفہ ہوئے تو وہ اپنی ذاتی آمدنی کی وجہ سے اس جائیداد کی آمدن کو اپنی ذاتی ضروریات میں خرچ نہیں کرتے تھے۔

انبیاء علیہم السلام کے ترکہ میں میراث کا جاری نہ ہونا

۳/۵۸۱۹ وَعَنْ اَبِیْ بَکْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ۔

(متفق علیه)

أخرجه البخاري في صحيحه ۵/۱۲ حديث رقم ۶۷۲۶ ومسلم في صحيحه ۱۳۸۳/۳ حديث رقم (۵۶-۱۷۶۱) واخرجه ابو داؤد في السنن ۳۸۱/۳ حديث رقم ۲۹۷۶ ومالك في الموطأ ۹۹۳/۲ حديث رقم ۲۷ من كتاب الكلام و احمد في المسند ۱۱۴/۶، ۵ في المخطوطة (حذف)

ترجمہ: حضرت ابوبکرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہمارے مال میں میراث جاری نہیں ہوتی ہم جو کچھ چھوڑیں وہ صدقہ ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح: اس حدیث کا پس منظر کچھ یوں ہے بنو نضیر خیبر اور فدک کی جو زمینیں تھیں ان میں آپ ﷺ کا تصرف مالکانہ

تھا مگر درحقیقت متولیانہ تھا یہ زمینیں اللہ تعالیٰ کی تھیں وقف تھیں اور آپ ﷺ بحکم خداوندی اس کے متولی تھے اس کے حکم کے مطابق خرچ کرتے تھے چونکہ خداوندذوالجلال کی طرف سے یہ حکم تھا کہ ان زمینوں کی آمدنی سے اپنے اہل وعیال کا سالانہ نفقہ بھی دے دیا کریں اس لئے آپ ﷺ بنی نضیر کی جائیداد سے ازواج مطہرات کا سالانہ نفقہ دے دیا کرتے تھے۔

حضرات اہل بیت کو آپ ﷺ کی وفات کے بعد یہ خیال ہوا کہ یہ زمینیں رسول اللہ ﷺ کی ملکیت اور ذاتی جائیداد تھیں اس لئے بطور وراثت اہل بیت پر تقسیم ہونی چاہئیں چنانچہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے خیبر اور فدک اور بنی نضیر کی جائیدادوں سے ابوبکر صدیقؓ سے اپنا حصہ طلب کیا۔ صدیق اکبرؓ نے عرض کیا کہ میں نے خود رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا ہے کہ ہم گروہ انبیاء نہ کسی کے مال کے وارث ہوتے ہیں اور نہ ہمارا کوئی وارث بنتا ہے ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ سب فی سبیل اللہ صدقہ اور خیرات ہے البتہ جو نفقہ اور خرچ ان میں مقرر ہے وہ بدستور اسی طرح رہے گا اور جس جس کام میں نبی کریم ﷺ خرچ کرتے تھے ابوبکرؓ بھی اس میں اسی طرح خرچ کرے گا اور آل رسول ﷺ اس مال میں سے اسی طرح کھائیں گے جس طرح نبی کریم ﷺ کے زمانے میں کھاتے تھے اور خدا کی قسم رسول اللہ ﷺ کی قرابت کے ساتھ سلوک اور احسان مجھے اپنی قرابت کے سلوک اور احسان سے کہیں زیادہ محبوب ہے۔

صدیق اکبرؓ کا یہ جواب حضرت سیدہؓ کو ناگوار خاطر گزرا اور رنجیدہ ہوئیں آپ ﷺ کے اس صریح ارشاد کے باوجود حضرت سیدہؓ کے رنج وملال کی کوئی یقینی وجہ سمجھ میں نہ آئی۔

صدیق اکبرؓ نے عمل تو اسی پر کیا جو نبی کریم ﷺ سے سنا تھا کہ کسی کو اس جائیداد میں سے بطور وراثت کچھ نہ دیا نیز یہ بھی منقول ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے یہ بات صرف حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نہیں کہی تھی بلکہ ازواج مطہرات سے بھی کہی تھی جنہوں نے میراث کا مطالبہ کیا تھا اور حضرت ابوبکرؓ نے یہ فیصلہ تنہا اپنی مرضی سے نہیں کیا بلکہ انہوں نے بڑے بڑے صحابہ کو بلا کر مشورہ کیا اور جب سب صحابہؓ نے یہ کہا کہ آپ ﷺ کی وراثت قائم نہیں ہوسکتی کیونکہ ہم نے خود آپ ﷺ سے ایسا ہی سنا ہے تو حضرت ابوبکرؓ نے مذکورہ فیصلہ دیا۔

مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ: انبیاء کرام جو کچھ مال و جائیداد چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے اس لئے کہ جو کچھ انبیاء کے پاس ہوتا ہے وہ بظاہر تو ان کا ہوتا ہے لیکن حقیقت میں امانت یا وقف یا صدقہ کے طور پر ان کے پاس ہوتا ہے اس لئے کہ انبیاء دراصل فقراء میں سے ہوتے ہیں اور صوفیہ نے فقیر کی تعریف یہ بیان کی ہے کہ فقیر وہ شخص ہوتا ہے کہ جو کسی چیز کا مالک نہ ہو چونکہ انبیاء کسی چیز کے مالک نہیں ہوتے اس لئے ان کے مال میں میراث جاری نہیں ہوتی بلکہ وہ صدقہ یا وقف ہوتا ہے جس کا مصرف فقراء مساکین ہوتے ہیں۔

بعض حضرات نے انبیاء کا وارث نہ ہونے کی یہ وجہ لکھی ہے تاکہ انبیاء کی وفات کے بعد وراثت ملنے کی امید میں کوئی وارث ان کے مرنے سے خوش نہ ہو۔

کامیاب اور ناکام اُمت کی پہچان

۵/۵۸۲۰ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اِذَا اَرَادَ رَحْمَةَ اُمَّةٍ مِنْ

عِبَادِهٖ قَبَضَ نَبِيَّهَا قَبْلَهَا فَجَعَلَهٗ لَهَا فَرَطًا وَسَلَفًا بَيْنَ يَدَيْهَا وَاِذَا اَرَادَ هَلَكَةَ اُمَّةٍ عَذَّبَهَا وَنَبِيُّهَا حَيٌّ فَاَهْلَكَهَا وَهُوَ يَنْظُرُ فَاَقَرَّ عَيْنَهٗ بِهَلَكِهَا حِيْنَ كَذَّبُوْهُ وَعَصَوْا اَمْرَهٗ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۱۷۹۱/٤ حدیث رقم ۲۸۸۸/۲٤۔

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس قوم پر اپنی مہربانی کا ارادہ کرتا ہے اس کے نبی کو اس قوم سے پہلے وفات دیتا ہے پھر اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس امت کا میر منزل اور پیش رو قرار دیتا ہے اور جب خداوند تعالیٰ کسی قوم کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے نبی کی زندگی اور موجودگی میں ہی اس کو عذاب میں مبتلا کرتا ہے وہ نبی اس قوم کو عذاب میں گرفتار دیکھتا ہے اور خوش ہو کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرتا ہے جبکہ وہ قوم اپنے نبی کو جھٹلاتی ہے اور اس کے احکام کی نافرمانی کرتی ہے۔ (مسلم)

وفات کے بعد بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت میں کمی نہ ہونے کی خبر

۶/۵۸۲۱ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَيَاْتِيَنَّ عَلٰى اَحَدِكُمْ يَوْمٌ وَلَا يَرَانِیْ ثُمَّ لَاَنْ لَّا يَرَانِیْ اَحَبُّ اِلَيْهِ مِنْ اَهْلِهٖ وَمَالِهٖ مَعَهُمْ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۱۸۳٦/٤ حدیث رقم (۱٤۲-۲۳٦٤) و احمد فی المسند ٤۱۷/۲

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے وہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے تم پر ایک دن ایسا آئے گا کہ تم مجھ کو نہ دیکھو گے پھر تم کو میرا دیکھنا اس قدر محبوب ہوگا کہ تم کو اپنے اہل وعیال اور مال بھی اتنے محبوب نہ ہوں گے۔ (مسلم)

تشریح ۞ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ میرے اس دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد بھی میری امت کی میرے ساتھ جو عقیدت ہے اس میں کوئی کمی نہ آئے گی بلکہ وہ اپنے اہل وعیال' مال ومتاع کے ساتھ تعلق ومحبت سے کہیں زیادہ میرے دیدار و ملاقات کو محبوب رکھیں گے خواہ خواب میں ہو یا بیداری میں۔ چنانچہ یہی کیفیت ہے ان مشتاقان جمال کی جو ذات رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال وکمال میں مستغرق رہتے ہیں اور یہی حالت ان کے لئے سرمایۂ افتخار اور سرمایۂ حیات بنی رہتی ہے۔

البتہ ایک احتمال یہ بھی ہے کہ اس حدیث کا تعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کے ساتھ ہو مطلب یہ ہے کہ میرے صحابہ کو میرے ساتھ اتنی محبت ہے کہ اگر وہ ایک دن میرا دیدار نہ کریں تو ان کو چین وسکون نہیں آتا ان کو اپنے اہل وعیال' مال ومتاع کے ساتھ رہنے اور ان کو دیکھنے سے کہیں زیادہ میرا دیدار محبوب ہے۔

لیکن پہلا احتمال سیاق کلام کے لحاظ سے زیادہ قرین قیاس ہے۔

بَابُ مَنَاقِبِ قُرَيْشٍ وَذِكْرِ الْقَبَائِلِ

یہ باب ہے قریش کے مناقب اور قبائل کے ذکر کے بیان میں

مناقب جمع ہے منقبت کی اس کا معنی ہے قابلیت' خوبی' فضیلت' مناقب الانسان یعنی انسان کے عمدہ خصائل اور ستودہ اخلاق۔

لفظ قریش آنحضرت ﷺ کے جد امجد فہر بن مالک کا لقب تھا بعض کہتے ہیں کہ قریش نام ہے اور فہر لقب ہے ان کی اولاد کو قریش کہا جاتا ہے اور جو شخص فہر کی اولاد سے نہ ہو اس کو کنانی کہتے ہیں اور بعض علماء کہتے ہیں کہ قریش نضر بن کنانہ کی اولاد کا نام ہے حافظ علائی فرماتے ہیں کہ یہی صحیح ہے اور محققین کا قول ہے کہ قریش نضر بن کنانہ کی اولاد کو کہتے ہیں اور بعض احادیث مرفوعہ بھی اسی کی مؤید ہیں امام شافعیؒ سے بھی یہی منقول ہے کہ قریش نضر بن کنانہ کی اولاد کا نام ہے۔

بعض حفاظ حدیث فرماتے ہیں کہ فہر کے باپ مالک بن نضر نے سوائے فہر کے کوئی اولاد نہیں چھوڑی اس لئے جو شخص فہر کی اولاد سے ہے وہ نضر کی اولاد سے بھی ہے لہٰذا قریش کی تعیین میں جو اقوال مختلف تھے وہ سب بحمد اللہ متفق ہو گئے۔

قریش ایک بحری جانور کا نام ہے جو اپنی قوت کی وجہ سے سب جانوروں پر غالب رہتا ہے وہ جس جانور کو چاہتا ہے کھا لیتا ہے مگر اس کو کوئی نہیں کھا سکتا اسی طرح قریش بھی اپنی شجاعت اور بہادری کی وجہ سے سب پر غالب رہتے تھے کسی سے مغلوب نہیں ہوتے تھے اس لئے قریش کے نام سے موسوم ہوئے۔

حافظ بدرالدین عینیؒ نے قریش کو قریش کہنے کی پندرہ وجہ تسمیہ بیان کی ہیں ان کی تفصیل عمدۃ القاری شرح بخاری میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

قبائل جمع ہے قبیلہ کی قبیلہ کا معنی ہے ایک باپ کی اولاد یہاں ذکر القبائل سے عرب کے مختلف قبیلوں کی خصوصیات بیان کرنا مقصود ہے خواہ ان کا تعلق مدح سے ہو یا مذمت سے۔

الفصل الاول:

لوگ قریش کے تابع ہیں

۵۸۲۲/۱ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ النَّاسُ تَبَعٌ لِقُرَيْشٍ فِیْ هٰذَا الشَّاْنِ مُسْلِمُهُمْ تَبَعٌ لِمُسْلِمِهِمْ وَكَافِرُهُمْ تَبَعٌ لِكَافِرِهِمْ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٦/٥٢٦ حدیث رقم ٣٤٩٥ ومسلم فی صحیحه ١٤٥١/٣ حدیث رقم (٢-١٨١٨) و احمد فی المسند ١٠١/١١۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا امر دین وخلافت میں لوگ قریش کے تابع ہیں یعنی مسلمان مسلمان قریش کے اور کافر کافر قریش کے تابع ہیں۔ (متفق علیہ)

تشریح ○ اس حدیث کے مختلف مفہوم بیان کیے گئے ہیں۔

نمبرا: ہذا الشان سے مراد دین وشریعت ہے لوگ دین کے معاملہ میں قریش کے تابع ہیں یعنی دین کو قبول کرنے اور اس کی مخالفت کرنے میں لوگ قریش کے تابع ہیں چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب دین اسلام کا ظہور ہوا تو سب سے پہلے قریش میں سے کچھ لوگ مسلمان ہوئے ان کی اتباع میں دوسرے لوگوں نے بھی اسلام قبول کیا اور قریش کے اکثر لوگوں نے اسلام کی مخالفت کی تو اکثر عرب لوگ اسلام کے مخالف رہے لیکن فتح مکہ کے بعد جب تمام قریش مشرف باسلام ہوئے تو دوسرے قبائل بھی فوج درفوج اسلام میں داخل ہوئے گویا وہ قریش کے انتظار میں تھے اور اسی کیفیت کا بیان سورۃ اذا جاء نصر اللہ...... میں ہے۔

نمبر۲: ہذا الشان سے مراد قیادت وسیادت ہے یعنی قیادت وسیادت میں لوگ قریش کے تابع ہیں لیکن یہ قیادت وسیادت باعث فضیلت اس وقت بنے گی جبکہ حالت اسلام میں حاصل ہو ورنہ محض قیادت وسیادت قریش کو حالت کفر میں بھی حاصل تھی چنانچہ قبیلہ قریش تمام قبائل کے سردار کی حیثیت رکھتا تھا نیز اس وقت کے مذہبی معاملات میں بھی قریش ہی مقتداء اور پیشواء سمجھے جاتے تھے چنانچہ تولیت بیت اللہ سقایہ وغیرہ سب مناصب قریش کے پاس تھے۔

نمبر۳: ہذا الشان سے مراد خلافت اور امامت اکبری ہے یعنی خلافت قریش کا حق ہے باقی لوگوں کو ان کی قیادت تسلیم کر کے ان کی اتباع کرنی چاہیے۔

اس پر شبہ ہوتا ہے کہ کئی صدیاں بیت چکی ہیں کہ قریش تو موجود ہیں لیکن وہ خلیفہ نہیں ہوئے تو یہ پیشین گوئی میں تخلف ہو گیا۔

اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ یہ حدیث پیشین گوئی پر محمول نہیں بلکہ اس کا مقصد صرف قریش کے لئے خلافت کا استحقاق بیان کرنا ہے یعنی خلافت قریش کا حق ہے اب اگر لوگ اس حکم رسول ﷺ پر عمل نہیں کرتے تو یہ اس ارشاد گرامی کے اثبات کے منافی نہیں ہے اس لئے کہ کسی حکم کے اثبات کے لئے عملاً اس کا رونما ہونا ضروری نہیں ہوتا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر اس کو پیشین گوئی تسلیم کر لیا جائے تو یہ مقید ہے ایک قید اور شرط کے ساتھ وہ قید ہے: ما

اقاموا الدین یعنی خلافت قریش کے لئے رہے گی جب تک وہ دین پر عمل پیرا رہیں گے اور عدل و انصاف سے کام لیں گے۔

۲/۵۸۲۳ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ النَّاسُ تَبَعٌ لِقُرَیْشٍ فِی الْخَیْرِ وَالشَّرِّ۔

(رواہ مسلم)

اخرجه مسلم في صحيحه ۲/۱۴۵۱ حديث رقم (۳-۱۸۱۹) و احمد في المسند ۳/۳۷۹

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لوگ خیر اور شر میں قریش کے تابع ہیں۔ (مسلم)

تشریح ۞ اس روایت میں خیر سے مراد اسلام اور شر سے مراد کفر ہے باقی اس حدیث کا مطلب وہی ہے جو پچھلی حدیث کا بیان کیا گیا ہے۔

البتہ ان دونوں حدیثوں کے دو مطلب اور بھی بیان کئے گئے ہیں۔

نمبر۱: چونکہ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اس فرمان کے بعد کوئی قریشی کافر نہیں رہا سب نے اسلام قبول کر لیا تو اب اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اسلام نے ان کے شرف و فضل کو کم نہیں کیا جو ان کو جاہلیت میں حاصل تھا لہٰذا جیسے وہ کفر میں سردار تھے اسلام لانے کے بعد بھی وہ سردار ہی ہیں۔

نمبر۲: بعض حضرات نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ قریش اگر راہ راست پر رہیں گے تو ان پر انہیں میں سے نیک اور رحمدل حکمران مقرر کئے جائیں گے اور اگر وہ بے راہ روی اختیار کریں گے تو ان پر انہیں میں سے برے لوگ مسلط کئے جائیں گے جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے اعمالکم عمالکم۔

خلافت قریش کا حق ہے

۳/۵۸۲۴ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَزَالُ هٰذَا الْاَمْرُ فِیْ قُرَیْشٍ مَا بَقِیَ مِنْهُمُ اثْنَانِ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاري في صحيحه ۶/۵۳۳ حديث رقم ۳۵۰۱ ومسلم في صحيحه ۳/۱۴۵۲ حديث رقم (۴-۱۸۲۰)۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہمیشہ یہ امر (خلافت یا دین) قریش کے پاس رہے گا جب تک کہ ان میں سے دو آدمی بھی باقی رہیں گے۔ (متفق علیہ)

تشریح ۞ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے اور اس جیسی دوسری احادیث سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ قریش ہی خلافت کے مستحق ہیں غیر قریش کے لئے خلافت کا فیصلہ کرنا اور اس کو خلیفہ بنانا جائز نہیں۔ اسی پر صحابہ اور بعد کے لوگوں کا اجماع ہے اہلسنت والجماعت کے اجماعی عقائد سے منحرف اہل بدعت نے اس مسئلہ خلافت میں جو اختلاف کیا ہے یہ اجماع ہی ان تغلیط کے لئے کافی ہے۔

مَا بَقِیَ مِنْهُمُ اثْنَانِ : یہ بات آپ ﷺ نے قریش کے لئے خلافت کے استحقاق کی مزید اہمیت بیان کرنے کے لئے ارشاد فرمائی ہے کہ اگر قریش میں سے دو آدمی بھی باقی ہوں تو وہی خلافت کے حقدار ہوں گے ان میں سے ایک خلیفہ ہوگا اور دوسرا اس کا

مطلع یا شان سے مراد غیر قریش ہیں یعنی ایک قریش میں سے ہو اور دو غیر قریش میں سے تو خلافت کا حقدار قریشی ہوگا۔

قریش کی خلافت اقامتِ دین کے ساتھ مشروط ہے

۴/۵۸۲۵ وَعَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ هٰذَا الْاَمْرَ فِيْ قُرَيْشٍ لَا يُعَادِيْهِمْ اَحَدٌ اِلَّا كَبَّهُ اللّٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ مَا اَقَامُوا الدِّيْنَ۔ (رواه البخاری)

أخرجه البخاري في صحيحه ٥٣٢/٦ حديث رقم ٣٥٠٠ والدارمي في السنن ٣١٥/٢ حديث رقم ٢٥٢١

ترجمہ: حضرت معاویہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ یہ امر (یعنی خلافت یا دین) ہمیشہ قریش میں رہے گا جب تک کہ قریشی لوگ دین کو قائم رکھیں گے جو شخص ان سے (اس معاملے میں) عداوت اور دشمنی کرے گا خدا اسے منہ کے بل گرا دے گا (یعنی ذلیل وخوار کر دے گا) (بخاری)

تشریح: مَا اَقَامُوا الدِّيْنَ: دین سے مراد کیا ہے اس میں دو احتمال ہیں۔

نمبرا: دین سے مراد دین اسلام اور شریعت ہے مطلب یہ ہے کہ جب تک قریش دین اسلام کی سربلندی اور ترویج و اشاعت میں لگے رہیں گے وہ خلافت کے مستحق رہیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کی خلافت کو قائم رکھیں گے اس لئے کہ خلافت سے مقصود اعلاء دین اور ترویج دین ہے جب وہ خلافت کے مقصود اصلی سے ہٹ جائیں گے تو وہ واجب العزل ہوں گے اور خلافت کے حقدار نہیں رہیں گے۔

نمبر۲: بعض حضرات نے کہا کہ دین سے مراد نماز ہے جیسا کہ بعض روایات میں الدین کی جگہ الصلوٰۃ ہے نیز بہت سے مواقع پر نماز پر دین اور ایمان کا اطلاق ہوا ہے گویا اس حدیث میں قریش کو نماز کی ترغیب دی گئی ہے کہ وہ خلافت کے مستحق رہیں گے جب تک کہ وہ نماز کا اہتمام اور پابندی کرتے رہیں گے اگر وہ نماز کے اہتمام اور پابندی کو ترک کر دیں گے تو خلافت ان کے پاس نہیں رہے گی اور دوسرے لوگ ان پر مسلط ہو جائیں گے۔

بارہ خلفاء جو قریش میں سے ہوں گے

۵/۵۸۲۶ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَزَالُ الْاِسْلَامُ عَزِيْزًا اِلٰى اِثْنَيْ عَشَرَ خَلِيْفَةً كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَا يَزَالُ اَمْرُ النَّاسِ مَاضِيًا مَا وَلِيَهُمُ اثْنَا عَشَرَ رَجُلًا كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَا يَزَالُ الدِّيْنُ قَائِمًا حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ اَوْ يَكُوْنَ عَلَيْهِمُ اثْنَا عَشَرَ خَلِيْفَةً كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاري في صحيحه ٢١١/١٣ حديث رقم ٧٢٢٢ ومسلم في صحيحه ١٤٥٣/٣ حديث رقم (٧-١٨٢١) و احمد في المسند ١٠١/٥۔

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اسلام بارہ خلفاء تک قوی اور غالب رہے گا اور یہ تمام قریش میں سے ہوں گے اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ لوگوں کا کام (یعنی دین وخلافت) برابر جاری رہے گا جب تک بارہ آدمی حکمرانی کریں گے یہ سب خاندان قریش سے ہوں گے اور ایک روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا قیامت تک ہمیشہ دین قائم واستوار رہے گا اور لوگوں پر بارہ خلیفہ ہوں گے جو سب کے سب قریش سے ہوں گے (متفق علیہ)

تشریح اس حدیث سے جو بات بظاہر نکلتی ہے وہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے بعد متصلاً یکے بعد دیگرے بارہ خلفاء ہوں اور ان کے زمانہ خلافت میں احکام اسلام نافذ العمل ہوں گے اسلام کی شان وشوکت عروج پر ہوگی اور وہ بذات خود بھی عادل اور متبع شریعت ہوں گے لیکن جب ہم تاریخی حقائق وواقعات کو دیکھتے ہیں تو ہمیں اس زمانے میں دین اسلام کی یہ حالت نظر نہیں آتی چنانچہ جب منصب خلافت پر بنی مروان بن حکم آئے تو ان کی ظالمانہ اور مفسدانہ کارروائیوں کی وجہ سے اسلام اور مسلمانوں کو شدید نقصان پہنچا اور خود بھی اپنی سیرت وکردار کے لحاظ سے دین ومذہب سے مناسبت نہیں رکھتے تھے۔

نیز ایک صحیح حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "**الخلافة بعدی ثلاثون سنة ثم یصیر بعدها ملکا عضوضا**" یعنی میرے بعد تیس سال تک تو خلافت رہے گی پھر اس کے بعد ظلم وزیادتی پر مبنی بادشاہت آ جائے گی چنانچہ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضور ﷺ کے بعد تیس سال تک تو خلافت رہی اس کے بعد کو خلافت نہیں بلکہ بادشاہت کہا جائے گا۔

اس اعتراض کے پیش نظر اس حدیث کے مختلف مطالب بیان کئے گئے ہیں۔

نمبرا: قاضی عیاض مالکی اس حدیث کی توجیہ میں یہ فرماتے ہیں کہ بارہ خلفاء سے مراد وہ لوگ ہیں جو آنحضرت ﷺ کے بعد خلافت وامارت کی مسند پر براجمان ہوئے اور ان کے دور اقتدار میں مسلمانوں کے ظاہری حالات ومعاملات بہتر رہے اور نظام حکومت مستحکم ومتوازن رہا اگرچہ ان میں سے بعض ظالم تھے لیکن باہمی نزاع اور جھگڑوں کا ظہور ولید بن یزید بن عبدالملک بن مروان کے دور اقتدار میں ہوا یہ بارھواں شخص ہے یہ اپنے چچا ہشام بن عبدالملک کے بعد برسر اقتدار آیا اور چار سال تک لوگ اس کی حکومت پر متفق رہے لیکن پھر لوگ اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور اس کو قتل کر دیا اس کے بعد سے فتنہ وفساد کا نہ بند ہونے والا دروازہ کھل گیا حاصل اس قول کا یہ ہے کہ وہ بارہ مثالی حاکم ہوں گے اور ان پر امت کا اتفاق واجماع ہوگا اور اس کی تائید ان الفاظ سے بھی ہوتی ہے جو اس روایت کے بعض طرق میں منقول ہے۔ وہ الفاظ یہ ہیں **کلهم یجتمع علیه امر الناس** یعنی ان کی بیعت پر تمام لوگوں کا اتفاق ہوگا اگرچہ کراہت کے ساتھ ہو اور ان بارہ ائمہ کی مدح وثناء دین عدالت اور حقانیت کے اعتبار سے نہیں بلکہ سیاسی اور حکومتی معاملات میں استحکام وتوازن کی وجہ سے ہے لیکن سیاق حدیث سے یہ بات مناسبت نہیں رکھتی اس لئے کہ روایات میں یہ الفاظ ہیں: **لایزال الاسلام عزیزا** اور **لایزال الدین قائما** اس سے معلوم ہوا کہ ان کے زمانہ میں اسلام اور دین کا بول بالا ہوگا اور ان کے عدل وانصاف کی وجہ سے اسلام کی سربلندی ہوگی۔

اور حدیث **الخلافة بعدی ثلاثون سنة**...... میں خلافت سے خلافت نبوت مراد ہے اور اس زیر بحث روایت میں خلافت سے مراد خلافت امارت اور بادشاہت ہے اس لئے ان میں کوئی تضاد نہیں۔

نمبر۲: بارہ خلفاء سے مراد وہ لوگ ہیں جو عدل وانصاف، راست بازی اور اخلاق حسنہ کی وجہ سے خلافت وامارت کے مستحق اور اہل ہوں گے لیکن ان کا حضور ﷺ کے بعد مسلسل آنا ضروری نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ یہ بارہ کی تعداد قیامت تک پوری ہوگی جن میں خلفاء راشدین، حضرت معاویہ، عمر بن عبدالعزیزؒ اور آخر میں حضرت امام مہدی ہوں گے تورپشتی کے نزدیک یہ قول سب

سے زیادہ مناسب اور راجح ہے۔

نمبر۳: بارہ خلفاء سے مراد وہ خلفاء اور امراء ہیں جو امام مہدی کے بعد مسند اقتدار پر رونق افروز ہوں گے جن کے زمانہ اقتدار میں دین اسلام کو عروج نصیب ہوگا ایک دوسری روایت میں ہے کہ امام مہدی کے بعد جو پانچ آدمی یکے بعد دیگرے برسر اقتدار آئیں گے وہ بڑے نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم یعنی حضرت حسنؓ کی اولاد میں سے ہوں گے اور ان کے بعد حکومت کی باگ ڈور یکے بعد دیگرے جن پانچ آدمیوں کے ہاتھ میں آئے گی وہ چھوٹے نواسہ رسول یعنی حضرت حسینؓ کی اولاد میں سے ہوں گے پھر ان میں سے آخری شخص جس کو اپنا ولی عہد مقرر کرے گا وہ امام حسن کی اولاد میں سے ہوگا اور اس کا بیٹا اس کا جانشین بنے گا اس طرح بارہ کا عدد پورا ہو جائے گا ان میں سے ہر ایک خلیفہ ہادی' مہدی اور عادل اور رعایا پرور ہوگا اگر یہ روایت درست ہے تو یہ توجیہ انتہائی معقول ہے۔ ابن عباسؓ نے امام مہدی کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کے وجود سے ہر غم اور مصیبت کو دور کر دے گا اور ان کے عدل و انصاف کی وجہ سے ہر ظلم اور زیادتی کو ختم کر دے گا اور ان کے بعد بارہ آدمی ڈیڑھ سو سال تک حکمران ہوں گے۔

نمبر۴: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بارہ خلیفہ ایک ہی وقت اور زمانے میں ہوں گے ہر ایک خلیفہ کی مؤید ایک جماعت ہوگی جیسا کہ دوسری روایت میں ہے کہ میرے بعد خلیفہ ہوں گے اور بہت ہوں گے گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کے ذریعے عجیب فتنوں کی خبر دینا مقصود ہے کہ اس زمانے سے پہلے تک تو اسلام کی سربلندی ہوگی اور اتحاد و اتفاق ہوگا لیکن اس کے بعد فتنوں کا آغاز ہو جائے گا اور ایک ایک وقت میں بارہ بارہ خلیفہ ہوں گے۔

پہلی تین توجیہات اور اس توجیہ میں فرق یہ ہے کہ پہلی تین توجیہات کے مطابق دین اور اسلام کی سربلندی ان بارہ خلفاء کے زمانے میں ہوگی ان کے بعد فتنے ہوں گے جبکہ اس توجیہ کے مطابق ان بارہ خلفاء سے پہلے پہلے اتفاق و اتحاد ہوگا ان کے زمانے میں انتشار و اختلاف اور فتنے برپا ہوں گے۔

روافض نے بارہ خلفاء سے اپنے بارہ امام مراد لئے ہیں جن میں خلافت کی اہلیت ہوگی خواہ وہ حقیقتاً خلیفہ بنیں یا نہ بنیں۔ ان کے مطابق وہ بارہ امام یہ ہیں۔ حضرت علیؓ حضرت حسنؓ حضرت حسینؓ حضرت زین العابدینؒ حضرت محمد باقر حضرت جعفر صادقؒ حضرت موسیٰ کاظم حضرت علی رضا حضرت محمد تقی حضرت علی نقی حضرت حسین عسکری پھر حضرت محمد مہدی۔

قبیلہ غفار' اسلم اور عصیہ کا ذکر

۶/۵۸۲۷ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غِفَارٌ غَفَرَ اللّٰهُ لَهَا وَاَسْلَمُ سَالَمَهَا اللّٰهُ عُصَيَّةُ عَصَتِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ۔ (متفق علیہ)

أخرجه البخاري في صحيحه ٥٤٢/٦ حديث رقم ٣٥١٣ والترمذي في السنن ٦٨٨/٥ حديث رقم ٣٩٤٨ والدارمي ٣١٦/٢ حديث رقم ٢٥٢٥ و احمد في المسند ١٥٣/٢

تشریح: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قبیلہ غفار اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرے اور قبیلہ اسلم اللہ تعالیٰ ان کو سلامت رکھے اور قبیلہ عصیہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی

کی۔ (متفق علیہ)

تشریح ۞ قبیلہ غفار: حضرت ابوذرؓ کا تعلق اسی قبیلہ سے تھا یہ عرب کا مشہور قبیلہ ہے جب ابوذر غفاریؓ مشرف باسلام ہوئے تو نصف قبیلہ حضرت ابوذرؓ کی دعوت پر مسلمان ہو گیا یہ قبیلہ زمانہ جاہلیت میں حاجیوں کا سامان چرایا کرتا تھا اسی وجہ سے عام لوگوں کے نزدیک یہ قبیلہ اچھی قدر و منزلت کا حامل نہیں تھا لیکن جب انہوں نے اسلام قبول کر لیا تو آپ ﷺ ان کے لئے دعا فرما رہے ہیں کہ اے اللہ ان سے اس بدنامی کے داغ کو دھو دے اور ان کی مغفرت و بخشش فرما۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ غفر اللہ لها جملہ دعائیہ نہ ہو بلکہ جملہ خبریہ ہو اس وقت مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے اس قبیلے کو ایمان قبول کرنے کی وجہ سے بخش دیا۔

قبیلہ اسلم: اس قبیلے کے متعلق آپ ﷺ نے یہ فرمایا واسلم سالمہا اللہ اس جملے میں بھی دو احتمال ہیں یہ جملہ انشائیہ دعائیہ ہو اس وقت مطلب یہ ہوگا کہ یہ قبیلہ بغیر جنگ و جدال کے مسلمان ہو گیا اس لئے اللہ کو اس قبیلے کو سلامت رکھے یا یہ جملہ خبریہ ہے اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے اس قبیلے کو مسلمانوں کے خون اور ان کے خلاف لڑائی سے محفوظ رکھا ہے۔

قبیلہ عصیہ: ماہ صفر ۴ھ کو ستر صحابہ کرام کو جو قراء کہلاتے تھے ابو البراء نامی ایک شخص کے ساتھ تعلیم دین کے لئے بھیجا گیا جب یہ لوگ بیر معونہ پر پہنچے تو اس قبیلہ نے رعل اور زکوان کے ساتھ ان قراء صحابہ کو شہید کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ کو جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ کو اس قدر صدمہ ہوا کہ تمام عمر کبھی اتنا صدمہ نہیں ہوا اور ایک مہینہ تک صبح کی قنوت میں ان لوگوں کے حق میں بددعا فرماتے رہے اور صحابہ کو اس واقعہ کی خبر دی کہ تمہارے اصحاب اور احباب شہید ہو گئے اور انہوں نے حق تعالیٰ سے یہ درخواست کی تھی کہ ہمارے بھائیوں کو یہ پیغام پہنچا دیں کہ ہم اپنے رب سے جا ملے اور ہم ان سے راضی ہیں اور ہمارا رب ہم سے راضی ہے۔

چونکہ عصیہ نے مسلمانوں کو قتل کیا تھا تو اس لئے ان کے بارے میں فرمایا: عصت اللہ ورسولہ یعنی اس قبیلے نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی ہے یہ جملہ قطعاً اخبار ہے لیکن آپ ﷺ نے یہ ارشاد چونکہ بطور شکایت کے فرمایا تھا اس لئے اس کو بددعا لازم ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ اس ظلم عظیم کی وجہ سے دنیا و آخرت میں رسوا ہوں نہ یہ کہ وہ خدا اور رسول ﷺ کی نافرمانی کرتے رہیں۔

چند عرب قبیلوں کی منقبت وفضیلت

۵۸۲۸/۷ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قُرَیْشٌ وَالْاَنْصَارُ وَجُهَیْنَةُ وَمُزَیْنَةُ وَاَسْلَمُ وَغِفَارٌ وَاَشْجَعُ مَوَالِیَّ لَیْسَ لَهُمْ مَوْلًی دُوْنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (متفق علیہ)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۵۴۲/۶ حدیث رقم ۳۵۱۲ ومسلم فی صحیحه ۱۹۵۴/۴ حدیث رقم (۱۸۸-۲۵۱۹).
والدارمی فی السنن ۳۱۵/۲ حدیث رقم ۲۸۵۳

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا قریش انصار جہینہ مزینہ اسلم غفار اور اشجع میرے مددگار اور دوست ہیں اور ان کا مددگار دوست خدا اور اس کے پیغمبر کے سوا کوئی نہیں۔ (متفق علیہ)

تشریح ۞ موالی: موالی جمع ہے مولی کی اور اس کی اضافت ہے یا متکلم کی طرف یعنی یہ قبائل میرے مددگار اور دوست

ہیں ایک روایت میں موالی یعنی لام کے نیچے کسرہ یا تنوین ہے یا متکلم کی طرف اضافت کے بغیر اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ یہ قبائل آپس میں ایک دوسرے کے مددگار اور دوست ہیں۔

اسلم، غفار، اشجع تو ابو قبیلہ کے نام ہیں جن کی طرف ان قبائل کی نسبت ہے مراد یہاں ان کی مومن اولاد ہے۔

سبقت اسلام کی وجہ سے بعض قبائل کا دوسرے بعض پر فضیلت لے جانا

۸/۵۸۲۹ وَعَنْ اَبِیْ بَكْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْلَمُ وَغِفَارٌ وَمُزَيْنَةُ وَجُهَيْنَةُ خَيْرٌ مِّنْ بَنِیْ تَمِيْمٍ وَمِنْ بَنِیْ عَامِرٍ وَالْحَلِيْفَيْنِ مِنْ بَنِیْ اَسَدٍ وَغَطْفَانَ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاري في صحيحه ٥٤٢/٦ حديث رقم ٣٥٢٣ ومسلم في صحيحه ١٩٥٦/٤ حديث رقم (١٩٤۔٢٥٢٢) والترمذي في السنن ٦٨٩/٥ حديث رقم ٣٩٥٢ والدارمي ٣١٦/٢ حديث رقم ٢٨٥٤ و احمد في المسند ٤٢٢/٢۔

ترجمہ: حضرت ابو بکرہؓ سے روایت ہے وہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قبیلہ اسلم، غفار، مزینہ، جہینہ بہتر ہیں بنو تمیم اور بنو عامر سے اور دو حلیف قبیلوں یعنی بنی اسد اور غطفان سے بھی بہتر ہیں۔ (متفق علیہ)

تشریح ۞ قبیلہ اسلم، غفار، مزینہ اور جہینہ، بنو تمیم وغیرہ سے افضل ہیں قبولیت اسلام میں سبقت کرنے کی وجہ سے اور اچھے اعمال کے اظہار کی وجہ سے۔

عرب کا عام دستور تھا کہ دشمن کے خلاف ایک دوسرے سے مدد و نصرت کا عہد و پیمان کرتے تھے ایسے دو یا دو سے زائد قبیلے جو آپس میں مدد و تعاون کا عہد کریں ان کو ایک دوسرے کا حلیف کہا جاتا ہے چنانچہ غطفان اور بنو اسد نے بھی ایک دوسرے سے اسی طرح کا عہد کیا ہوا تھا اس لئے یہ دونوں ایک دوسرے کے حلیف تھے۔

بنو تمیم کی تین فضیلتیں

۹/۵۸۳۰ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ مَازِلْتُ اُحِبُّ بَنِیْ تَمِيْمٍ مُنْذُ ثَلٰثٍ سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِيْهِمْ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ هُمْ اَشَدُّ اُمَّتِیْ عَلَى الدَّجَّالِ قَالَ وَجَاءَتْ صَدَقَاتُهُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهٖ صَدَقَاتُ قَوْمِنَا وَكَانَتْ سَبِيَّةٌ مِّنْهُمْ عِنْدَ عَائِشَةَ فَقَالَ اَعْتِقِيْهَا فَاِنَّهَا مِنْ وُّلْدِ اِسْمٰعِيْلَ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاري في صحيحه ١٧٠/٥ حديث رقم ٢٥٤٣ ومسلم في صحيحه ١٩٥٧/٤ حديث رقم (١٩٨۔٢٥٢٥)۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے وہ بیان فرماتے ہیں کہ میں بنو تمیم کو اس وقت سے ہمیشہ عزیز و محبوب رکھتا ہوں جب سے میں نے ان تین خوبیوں کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ بنو تمیم میری امت میں سے دجال پر سب سے زیادہ بھاری اور سخت ثابت ہوں گے ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ قبیلہ بنو تمیم کے صدقات (یعنی زکوٰۃ وغیرہ آئے) آپ ﷺ نے دیکھ کر فرمایا یہ ہماری قوم کے صدقات ہیں اور قبیلہ بنی تمیم کی ایک باندی حضرت عائشہؓ کے پاس تھی آپ ﷺ نے عائشہؓ سے فرمایا اس کو آزاد کر دو یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہے (متفق علیہ)

تشریح: اس حدیث میں بنو تمیم کی تین فضیلتوں کا ذکر ہے:

نمبر۱ هُمْ أَشَدُّ أُمَّتِي عَلَى الدَّجَّالِ یعنی جب دجال کا فتنہ عظیمہ رونما ہوگا تو قبیلہ بنو تمیم کے لوگ سب سے زیادہ اس فتنہ کی سرکوبی کی کوشش کریں گے۔

نمبر۲ هٰذِهٖ صَدَقَاتُ قَوْمِنَا: آپ ﷺ نے ان کی اپنی طرف نسبت فرماتے ہوئے ان کو اپنی قوم ہونے کا اعزاز بخشا۔

نمبر۳ فَإِنَّهَا مِنْ وُلْدِ إِسْمٰعِيْلَ: یہ باندی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہے یعنی یہ عرب ہے اور حضرت حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں یہ فضیلت اگرچہ سب عربوں میں مشترک ہے لیکن بنو تمیم کی فضیلت اور اہمیت بیان کرنے کے لئے آپ ﷺ نے خاص طور پر ان کا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہونا بیان فرمایا۔

الفصل الثانی:

قریش کی فضیلت

۱۰/۵۸۳۱ وَعَنْ سَعْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ يُّرِدْ هَوَانَ قُرَيْشٍ اَهَانَهُ اللّٰهُ۔ (رواه الترمذی)

أخرجه الترمذی فی السنن ٦٧٦/٥ حدیث رقم ٣٩٠٥ و احمد فی المسند ١٧١/١۔

ترجمہ: حضرت سعد نبی کریم ﷺ سے روایت فرماتے ہیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص قریش کی ذلت و خواری کا آرزومند ہوگا خدا اسے ذلیل و خوار کردے گا۔ (ترمذی)

تشریح: اس حدیث میں قریش کی تعظیم و تکریم کا حکم دیا گیا ہے یعنی یہ لوگ ہر حال میں قابل تعظیم ہیں کوئی ان کو ذلیل کرنے کا ارادہ کرے گا تو خدا اس کو ذلیل و رسوا کردیں گے خواہ وہ امامت کے مرتبہ پر فائز ہوں یا نہ ہوں اس لئے کہ اگر وہ امامت کے مرتبہ پر فائز ہیں تو امام و خلیفہ ہونے کی وجہ سے قابل تعظیم ہیں اور اگر وہ نہیں تو بھی قابل تعظیم ہیں کیونکہ ان کی آنحضرت ﷺ کی طرف نسبت ہے۔

قریش کے حق میں دعا

۱۱/۵۸۳۲ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اَذَقْتَ اَوَّلَ قُرَيْشٍ نَكَالاً فَاَذِقْ اٰخِرَهُمْ نَوَالاً۔ (رواه الترمذی)

أخرجه الترمذی فی السنن ٦٧٢/٥ حدیث رقم ٣٩٠٨ و احمد فی المسند ٢٤٢/١۔

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اے اللہ تو نے قریش کو ابتداء میں عذاب کا مزہ چکھایا اب انہیں اپنی بخشش و عطا کا مزہ چکھا۔ (ترمذی)

تشریح: آپ ﷺ نے قریش کے بارے میں دعا فرمائی کہ اے اللہ جب قریش اسلام اور اہل اسلام کے دشمن تھے تو آپ نے ان کو عذاب کا مزہ چکھایا یعنی (بدر و احزاب میں) لیکن اب وہ اسلام لے آئے ہیں اور اسلام و اہل اسلام کے معاون و

مددگار ہیں اس لئے اب ان پر اپنی بخشش و انعامات کی بارش فرما دے۔

قبیلہ اسد اور قبیلہ اشعری کی فضیلت و منقبت

۱۲/۵۸۲۳ وَعَنْ اَبِیْ عَامِرٍ الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَ الْحَیُّ الْاَسْدُ وَالْاَشْعَرُوْنَ لَایَفِرُّوْنَ فِی الْقِتَالِ وَلَا یَغُلُّوْنَ وَهُمْ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْهُمْ۔ (رواه الترمذي وقال هذا حديث غريب)

أخرجه الترمذي في السنن ٦٨٧/٥ حديث رقم ٣٩٤٧ و احمد في المسند ١٢٩/٤۔

ترجمہ: حضرت ابو عامر اشعریؓ سے روایت ہے وہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا قبیلہ اسد اور قبیلہ اشعری بہت اچھے قبیلے ہیں یہ دونوں قبیلے میدان جنگ سے نہیں بھاگتے اور مال غنیمت میں خیانت نہیں کرتے۔ وہ مجھ سے ہیں (یعنی میرے طریقے کے پیرو ہیں) اور میں ان سے ہوں (یعنی میں ان کا دوست ہوں) (ترمذی)

تشریح: اسد یعنی سین کے جزم کے ساتھ یہ یمن کے ایک قبیلے کے جد اعلیٰ ہیں جن کی طرف نسبت کی وجہ سے اس قبیلے کو بنو اسد کہا جاتا ہے اس قبیلے کو ازد و ازد شنوءہ بھی کہا جاتا ہے تمام انصار مدینہ کا نسبی تعلق اسی قبیلے کے ساتھ ہے۔

اشعر یہ لقب ہے عمرو بن حارثہ اسدی کا یہ بھی یمن کے ایک قبیلے کے مورث اعلیٰ ہیں جن کی طرف نسبت کی وجہ سے اس قبیلے کو اشعری کہا جاتا ہے اور اس قبیلے کے لوگوں کو اشعریون یا اشعرون (یعنی یاء نسبت کے حذف و اثبات کے ساتھ) کہا جاتا ہے اور حضرت ابو موسیٰ اشعری بھی اسی قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔

هم منی: اس کا ایک مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ وہ میرے پیروکار اور میرے اسوہ کے متبع ہیں یا یہ مطلب ہے کہ وہ میرے معاون اور دوست ہیں۔

انا منهم: میں بھی ان میں سے ہوں یعنی ان کا معاون و دوست ہوں اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ وہ متقی و پرہیزگار ہیں اس لئے کہ قرآن پاک میں ہے وَاِنْ اَوْلِیَآؤُہٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ یعنی ان کے دوست متقی لوگ ہیں۔

۱۳/۵۸۲۴ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْاَزْدُ اَزْدُ اللّٰهِ فِی الْاَرْضِ وَیُرِیْدُ النَّاسُ اَنْ یَّضَعُوْهُمْ وَیَاْبَی اللّٰهُ اِلَّا اَنْ یَّرْفَعَهُمْ وَلَیَاْتِیَنَّ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ یَقُوْلُ الرَّجُلُ یَا لَیْتَ اَبِیْ کَانَ اَزْدِیًّا وَیَالَیْتَ اُمِّیْ کَانَتْ اَزْدِیَّةً رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ۔

أخرجه الترمذي في السنن ٦٨٣/٥ حديث رقم ٣٩٣٧۔

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قبیلہ ازد زمین پر اللہ کے ازد ہیں لوگ انہیں ذلیل و خوار کرنا چاہتے ہیں لیکن اللہ ان کی خواہش کے برخلاف ان کے درجات کو بلند کرتا رہتا ہے اور ایک زمانہ لوگوں پر ایسا آئے گا کہ آدمی یہ تمنا کرے گا کہ کاش میرا باپ اور کاش میری ماں قبیلہ ازد سے ہوتے۔ (ترمذی)

تشریح: اَزْدُ اللّٰهِ: ازد کی نسبت اللہ کی طرف کی گئی یا تو

نمبر ۱: اس وجہ سے کہ یہ قبیلہ اسی نسبت کے ساتھ مشہور و معروف تھا۔

نمبر ۲: یا یہ نسبت بزرگی و شرف کی وجہ سے ہے جیسا کہ کہا جاتا "ناقۃ اللہ......" یعنی یہ لوگ اللہ اور رسول ﷺ اور دین کے

معاون ہیں گویا کہ یہ اللہ کا لشکر ہیں۔

نمبر۳: بعض نے کہا کہ ازد اللہ اسد اللہ کے معنی میں ہے کہ یہ لوگ اللہ کے شیر ہیں کیونکہ یہ لوگ میدان جنگ میں آگے بڑھتے ہیں دشمن سے ڈر کر پیچھے نہیں ہٹتے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کے درجات اتنے بلند کرے گا کہ لوگ تمنا کریں گے کہ کاش ہمارا اس قبیلے کے ساتھ نسبی تعلق ہوتا۔

قبیلہ ثقیف' بنی حنیفہ' بنی امیہ سے آنحضرت ﷺ کا ناراض ہونا

۵۸۳۵/۱۴ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ مَاتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَكْرَهُ ثَلٰثَةَ اَحْيَاءٍ ثَقِيْفٍ وَبَنِيْ حَنِيْفَةَ وَبَنِيْ اُمَيَّةَ۔ (رواه الترمذي وقال هذا حديث غريب)

أخرجه الترمذي في السنن ٦٨٥/٥ حديث رقم ٣٩٤٣۔

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس حال میں وفات پائی کہ آپ ﷺ قبیلہ ثقیف' بنی حنیفہ اور بنی امیہ سے ناخوش اور ناراض تھے (ترمذی)

تشریح ۞ قبیلہ ثقیف وہ قبیلہ ہے جس میں مشہور ظالم و جابر بادشاہ حجاج بن یوسف پیدا ہوا بنی حنیفہ مسیلمہ کذاب مدعی نبوت کا قبیلہ تھا اور بنو امیہ میں سے عبیداللہ بن زیاد قاتل سیدنا حسین ؓ ہے ان تین قبیلوں کو ناپسند کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ان سے اسلام اور مسلمانوں کو بہت زیادہ نقصان پہنچا اور آنحضرت ﷺ کو اس کی اطلاع معجزانہ طور پر پہلے ہی ہوگئی تھی اس لئے آپ ﷺ نے ان کے بارے میں اظہار ناراضگی فرمایا۔

بنو امیہ میں سے عبیداللہ بن زیاد یزید کی طرف سے کوفہ اور بصرہ کا گورنر تھا یہ ایسا خبیث الفطرت اور بد طینت انسان تھا کہ قصر امارت میں خوشنودی حاصل کرنے کے لئے میدان کربلا میں اہل بیت کا قتل عام کیا روایت میں ہے کہ جب حضرت حسین ؓ کا سر مبارک اس کے سامنے لایا گیا تو اس نے سر ایک طشت میں رکھوا کر سر مبارک پر چھڑی سے ضربیں ماریں اور آپ ؓ کی شان میں گستاخانہ کلمات کہے۔ لیکن اس کا انجام بد اس طرح ہوا کہ ایک جنگ میں یہ مارا گیا اور دشمن نے اس کی لاش جلا دی اس کا سر اس کی فوج لے آئی اور اس کا سر مسجد کے چبوترے پر رکھ دیا جہاں اس کے حامی اور فوجی بیٹھے ہوئے تھے عمارہ بن عمیر جو اس واقعہ کے راوی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں بھی وہاں پہنچ گیا وہاں اس کے ساتھیوں نے چلانا شروع کیا وہ آ گیا وہ آ گیا میں نے دیکھا کہ ایک سانپ اس سر کی طرف چلا آ رہا ہے سر کے پاس پہنچ کر وہ اس کی ناک میں داخل ہو گیا تھوڑی دیر اندر رہا پھر وہاں سے نکل کر غائب ہو گیا تھوڑی دیر بعد پھر شور اٹھا کہ وہ سانپ آ گیا اتنے میں وہ سانپ پھر ناک میں گھس گیا کچھ دیر بعد وہاں سے نکل کر چل پڑا اور غائب ہو گیا اس طرح دو تین بار ہوا۔

یہاں بنو امیہ میں صرف عبیداللہ بن زیاد کا ذکر ہے یزید کا ذکر بھی کرنا چاہئے تھا اس لئے کہ عبیداللہ نے جو کچھ ظلم کیا ہے وہ یزید کے حکم اور اس کی رضامندی سے کیا ہے لیکن مؤلف فرماتے ہیں یزید اور عبیداللہ کو کیا کہیں باقی بنو امیہ نے بھی دولت و اقتدار کی خاطر کتنا کچھ مسلمانوں اور دین کو نقصان پہنچایا وہ سب پر عیاں ہے ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ بندر مسجد نبوی میں منبر رسول پر کھیل تماشہ کر رہے ہیں اور ایک دوسرے پر بازی لے جا رہے ہیں تو اس کی تعبیر آپ ﷺ

نے بنوامیہ سے لی۔

قبیلہ ثقیف کے ایک کذاب اور ایک مفسد کے متعلق پیشگوئی

۱۵/۵۸۳۶ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ ثَقِيْفٍ كَذَّابٌ وَمُبِيْرٌ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عِصْمَةَ يُقَالُ الْكَذَّابُ هُوَ الْمُخْتَارُ بْنُ اَبِيْ عُبَيْدٍ وَالْمُبِيْرُ هُوَ الْحَجَّاجُ بْنُ يُوْسُفَ وَقَالَ هِشَامُ بْنُ حَسَّانٍ اَحْصَوْا مَا قَتَلَ الْحَجَّاجُ صَبْرًا فَبَلَغَ مِائَةَ اَلْفٍ وَعِشْرِيْنَ اَلْفًا (رواه الترمذی وروای مسلم فی الصحیح) حِيْنَ قَتَلَ الْحَجَّاجُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ قَالَتْ اَسْمَاءُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا اِنَّ فِيْ ثَقِيْفٍ كَذَّابًا وَمُبِيْرًا فَاَمَّا الْكَذَّابُ فَرَاَيْنَاهُ وَاَمَّا الْمُبِيْرُ فَلَا اَخَالُكَ اِلَّا اِيَّاهُ وَسَيَجِيْءُ تَمَامُ الْحَدِيْثِ فِي الْفَصْلِ الثَّالِثِ۔

اخرجه الترمذی فی السنن ٦٨٦/٥ حدیث رقم ٣٩٤٤ و احمد فی المسند ٢٦/٢۔اخرجه مسلم فی صحیحه ١٩٧١/٤ حدیث رقم (٢٢٩-٢٥٤٥) و احمد فی المسند ٨٧/٢

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے وہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قبیلہ ثقیف میں ایک انتہا درجے کا جھوٹا ہوگا اور ایک مفسد و سفاک۔ عبداللہ بن عصمہ راوی کا بیان ہے کہ اس حدیث میں جس جھوٹے کا ذکر ہے اس سے مراد مختار بن ابی عبید ہے اور جس مفسد و سفاک کا ذکر ہے اس سے حجاج بن یوسف مراد ہے اور ہشام بن حسان نے کہا کہ حجاج بن یوسف نے جس قدر لوگوں کو قید کر کے مارا ہے ان کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار ہے۔ (ترمذی) مسلم کی روایت میں ہے کہ جب حجاج نے عبداللہ بن زبیر کو شہید کیا تو حضرت اسماء نے فرمایا ہم سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ قبیلہ ثقیف میں ایک بڑا جھوٹا پیدا ہوگا اور ایک بڑا مفسد و سفاک۔ چنانچہ بڑے جھوٹے کو تو ہم دیکھ چکے ہیں اب رہا مفسد و سفاک وہ میرے خیال میں تو ہی ہے (اے حجاج)

تشریح ۞ عبیداللہ بن عصمہ جو تابعی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں علماء کے نزدیک کذاب سے مراد مختار بن ابی عبید ہے اور مفسد سے مراد حجاج بن یوسف ہے۔

مختار بن ابی عبید کا تذکرہ:

مختار بن ابی عبید بن مسعود ثقفی کے والد جلیل القدر صحابی حضرت ابو عبید بن مسعود ہیں۔ مختار ہجرت کے پہلے سال پیدا ہوا لیکن صحبت اور روایت کا شرف حاصل نہیں ہوا یعنی یہ صحابی نہیں ہے اور نہ آنحضرت ﷺ سے حدیث روایت کی ہے ابتداء میں یہ علم وفضل تقویٰ و نیکی کے ساتھ مشہور تھا لیکن اس کا باطن ظاہر کے برعکس خبث سے بھرا تھا محض دنیاوی اقتدار و مال و دولت کے حصول کے لئے اس نے نیکی اور تقویٰ کا لبادہ اوڑھا تھا اس نے عبداللہ بن زبیر سے جدائی اختیار کر کے امارت و خلافت کی کوشش کی اور اس سے ایسی خباثتیں ظاہر ہوئیں کہ جن سے اہل اسلام کو نقصان ہوا اس نے کمزور عقیدہ اور جاہل لوگوں کو اپنا گرویدہ کیا اور اس کے معتقدین کا حلقہ بڑھتا گیا اور اس سے خلاف اسلام عقائد و اعمال رونما ہوتے رہے اور اس نے خلافت اسلامیہ پر

تسلط حاصل کرنے کا منصوبہ بنایا اور کوفہ پر قبضہ کر لیا اس شخص نے نبوت کا دعویٰ بھی کیا اور یہ کہا کہ میرے پاس جبرائیل وحی لے کر اترتے ہیں۔ لیکن پھر اچانک اس نے اپنا رخ بدلا اور اہل بیت کی محبت کا دم بھرنے لگا اور صحیح عقائد و اعمال کا حامل نظر آنے لگا اور اہل بیت سے اتنی محبت کا اظہار کیا کہ امام حسینؓ کی شہادت کے بعد یزیدیوں کے خلاف کھلم کھلا لڑنے لگا اور بہت سے لوگوں کو حضرت حسینؓ کے قصاص میں موت کے گھاٹ اتارا۔ لیکن یہ سب کچھ دنیا حاصل کرنے اور امارت طلب کرنے کے لیے تھا ۶۷ھ ہجری میں مصعب بن زبیر کی امارت میں کوفہ میں مارا گیا۔

حجاج بن یوسف کا تذکرہ:

حجاج مبالغہ کا صیغہ ہے حاج سے جس کا مادہ حجت ہے حجاج کا معنی ہے حجت و دلیل لانے والا۔ یہ عبدالملک بن مروان کا انتہائی معتمد اور بہی خواہ تھا عبدالملک نے اس کو عراق اور خراسان کا گورنر مقرر کیا تھا۔ عبدالملک کے بعد ولید بن عبدالملک کے زمانہ میں بھی یہ انہیں علاقوں کا گورنر رہا یہ انتہائی سفاک اور درندہ صفت انسان تھا بہت سے صحابہ اور تابعین کو شہید کرایا ہشام بن حسان جو فقیہ اور بڑے درجے کے محدث ہیں وہ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں کو حجاج نے قید کر کے بغیر جنگ کے قتل کرایا ان کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار ہے اور جن لوگوں کو جنگ میں قتل کیا وہ ان کے علاوہ ہیں۔ اس کی قید اور جیل سے ایک ہی وقت میں پچاس ہزار آدمی نکلے تھے اور اس کی جیل کی چھت نہیں تھی یعنی قیدی قید کے ساتھ ساتھ گرمی' سردی' دھوپ' بارش وغیرہ کی تکلیف بھی برداشت کرتے تھے۔ اس کے ظلم و جبر کے واقعات تاریخ کے اوراق میں کثرت سے پھیلے ہوئے ہیں یہ واسط شہر میں شوال کے مہینے میں ۹۵ ہجری میں مرا۔

۱۶/۵۸۳۷ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحْرَقَتْنَا نِبَالُ ثَقِیْفٍ فَادْعُ اللّٰہَ عَلَیْھِمْ قَالَ اَللّٰھُمَّ اھْدِ ثَقِیْفًا۔ (رواہ الترمذی)

اخرجہ الترمذی فی السنن ۶۸۵/۵ حدیث رقم ۳۹۴۲ و احمد فی المسند ۳۴۳/۳۔

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ثقیف کے تیروں نے ہمیں بھون ڈالا۔ ان کے لئے خدا سے بددعا کیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ قبیلہ ثقیف کو ہدایت دے۔ (ترمذی)

قبیلہ حمیر کے لئے دعا مبارک

۱۷/۵۸۳۸ وَعَنْ عَبْدِالرَّزَّاقِ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ مِیْنَآ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ کُنَّا عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَجَآءَ ہُ رَجُلٌ اَحْسِبُہٗ مِنْ قَیْسٍ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ الْعَنْ حِمْیَرًا فَاَعْرَضَ عَنْہُ ثُمَّ جَآءَ ہٗ مِنَ الشِّقِّ الْاٰخَرِ فَاَعْرَضَ عَنْہُ ثُمَّ جَآءَ ہٗ مِنَ الشِّقِّ الْاٰخَرِ فَاَعْرَضَ عَنْہُ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَحِمَ اللّٰہُ حِمْیَرًا اَفْوَاھُھُمْ سَلَامٌ وَاَیْدِیْھِمْ طَعَامٌ وَھُمْ اَھْلُ اَمْنٍ وَاِیْمَانٍ۔

(رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث غریب لا نعرفہ الا من حدیث عبدالرزاق ویروی عن میناء ھذا الحدیث مناکیر)

اخرجہ الترمذی فی السنن ۶۸۴/۵ حدیث رقم ۳۹۳۹ و احمد فی المسند ۲۷۸/۲

ترجمہ: حضرت عبدالرزاق بن ہمام اپنے والد سے وہ مینا اور وہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص جو میرے خیال میں قبیلہ قیس سے تھا حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حمیر پر لعنت فرمایئے (یعنی بددعا کیجئے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر منہ پھیر لیا پھر وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آ کھڑا ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اس کی طرف سے منہ پھیر لیا وہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آ گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اس سے منہ پھیر لیا اور فرمایا اللہ تعالیٰ حمیر پر رحمت نازل فرمائے ان کے منہ سلام ہیں (یعنی وہ بہت سلام کرتے ہیں) اور ان کے ہاتھ کھانا ہیں (یعنی وہ بہت کھانا دیتے ہیں) اور وہ امن وایمان والے ہیں (ترمذی) فرمایا امام ترمذی نے کہ حدیث غریب ہے اسکو ہم عبدالرزاق کے واسطے سے ہی جانتے ہیں اور میناء سے بہت سی منکر روایت نقل کی جاتی ہیں۔

تشریح: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ حمیر کے لئے رحمت کی دعا فرمائی اور ان کی دو خوبیوں کا ذکر فرمایا۔

نمبر۱: ان کے منہ سلام ہیں۔ یعنی وہ لوگ ایک دوسرے کو بکثرت سلام کرتے ہیں۔

نمبر۲: ان کے ہاتھ کھانا ہیں یعنی وہ لوگ دوسرے کو کھانا کھلانے اور کھانا دینے میں بہت آگے ہیں۔

پہلی خوبی میں ان کی صفت عجز وانکساری کا ذکر ہے اور دوسری خوبی میں ان کی صفت سخاوت کا بیان ہے گویا ان میں عجز و سخاوت کمال درجے کی پائی جاتی ہے اور عجز وسخاوت بزرگی اور حقوق العباد کی ادائیگی کی بنیادی علامات ہیں۔

قبیلہ دوس میں سے حضرت ابوہریرہؓ کی مدح

۵۸۳۹/۱۸ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّنْ اَنْتَ قُلْتُ مِنْ دَوْسٍ قَالَ مَا كُنْتُ اَرٰى اَنَّ فِيْ دَوْسٍ اَحَدًا فِيْهِ خَيْرٌ۔ (رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۵/۶۹۳ حدیث رقم ۳۸۳۸۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ تو کس قبیلے سے ہے میں نے عرض کیا قبیلہ دوس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں خیال نہیں کرتا تھا کہ دوس میں سے کوئی ایسا شخص ہے جس میں کوئی بھلائی ہو (ترمذی)

تشریح: اس حدیث میں ایک طرف تو حضرت ابوہریرہؓ کی مدح ہے کہ ان میں خیر اور بھلائی پائی جاتی ہے دوسری طرف باقی قبیلہ دوس کی مذمت ہے کہ اگر ان میں حضرت ابوہریرہؓ نہ ہوتے تو اس قبیلہ میں کوئی خیر وبرکت نہ ہوتی۔

اہل عرب سے بغض ودشمنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی ہے

۵۸۴۰/۱۹ وَعَنْ سَلْمَانَ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُبْغِضْنِيْ فَتُفَارِقَ دِيْنَكَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ اُبْغِضُكَ وَبِكَ هَدَانَا اللّٰهُ قَالَ تُبْغِضُ الْعَرَبَ فَتُبْغِضُنِيْ۔

(رواه الترمذی وقال هذا حديث حسن غريب)

اخرجه الترمذی فی السنن ۵/۶۸۰ حدیث رقم ۳۹۲۷ واحمد فی المسند ۵/۴۴۰۔

ترجمہ: حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے ایک روز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو مجھ سے دشمنی نہ رکھنا ورنہ تو دین سے جدا ہو جائے گا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں کیونکر آپ ﷺ سے دشمنی رکھ سکتا ہوں حالانکہ آپ ﷺ ہی کے ذریعے خدا نے ہمیں ہدایت دی ہے: ''اگر تو عرب سے دشمنی رکھے گا تو گویا مجھ سے دشمنی رکھے گا''۔

(ترمذی)

تشریح ۞ اس فرمان عالی کا مطلب یہ ہے کہ میں بھی اہل عرب میں شامل ہوں اس لئے اگر تم اہل عرب سے بغض و عداوت رکھو گے تو یہ میرے ساتھ بغض و عداوت کو مستلزم ہے اس لئے فرمایا کہ تم میرے ساتھ دشمنی نہ رکھنا۔ حاصل یہ کہ عرب کے ساتھ بغض کبھی سید الانبیاء کے ساتھ بغض کا سبب بن جاتا ہے اس لئے عرب کے ساتھ بغض و دشمنی سے ہر حال میں بچنا چاہئے تاکہ انسان اس وبال عظیم سے بچ جائے۔

باقی حضرت سلمان فارسیؓ سے خصوصی طور پر یہ بات اس لئے ارشاد فرمائی کہ وہ عجمی اور فارسی الاصل تھے ہو سکتا ہے کہ ان کے کلام سے اہل عرب یا بعض عربیوں کے بارے میں کوئی بے ادبی کا اظہار ہوا ہو اگرچہ ایسے جلیل القدر صحابیؓ سے حقیقتاً بے ادبی یا بغض کا اظہار ناممکن ہے حضرت سلمانؓ کو آپ ﷺ یہ نصیحت فرما رہے ہیں کہ ایسی بات یا ایسے عمل سے بچنا چاہئے جن سے اہل عرب کے ساتھ بغض و عداوت کا شائبہ ہو کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ حقیقی بغض تک پہنچا دے جو میرے ساتھ بغض رکھنے کے مترادف ہوگا۔

عرب کے ساتھ خیانت باعث محرومی شفاعت ہے

۲۰/۵۸۴۱ وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ غَشَّ الْعَرَبَ لَمْ يَدْخُلْ فِيْ شَفَاعَتِيْ وَلَمْ تَنَلْهُ مَوَدَّتِيْ (رواه الترمذي وقال هذا حديث غريب لا نعرفه الا من حديث حصين بن عمير وليس هو عند اهل الحديث بذلك القوي)۔ (رواه الترمذي)

اخرجه الترمذي في السنن ۵/۶۸۰ حديث رقم ۳۹۲۸ و احمد في المسند ۱/۷۲

ترجمہ: حضرت عثمان بن عفانؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص عرب کے ساتھ خیانت کرے گا وہ میری شفاعت میں داخل نہ ہوگا اور نہ اسے میری دوستی کا شرف حاصل ہوگا (ترمذی)

تشریح ۞ امام ترمذیؒ نے فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے اس کو ہم حصین بن عمرو کے طریق سے ہی پہچانتے ہیں محدثین کے نزدیک یہ حدیث اتنی قوی نہیں ہے۔

اس روایت میں غش کا لفظ ہے غش یہ ضد ہے نصح اور خیر خواہی کی غش میں کئی باتیں داخل ہیں مثلاً دھوکہ دینا' کینہ رکھنا' خلاف باطن بات کہنا یا ایسی بات کہنا کہ مصلحت و خیر خواہی اس کے خلاف میں ہو۔

اہل عرب کے ساتھ غش کا کیا معنی ہے تو علامہ مناویؒ نے فیض القدیر میں فرمایا کہ اہل عرب کے ساتھ غش اور خیانت یہ ہے کہ ان کو ہدایت سے روکا جائے یا ان کو ایسے کاموں پر ابھارا جائے کہ جس سے وہ نبی کریم ﷺ سے دور ہو جائیں اس لئے کہ اس طرح کرنے سے وہ عرب اور نبی کریم ﷺ کے درمیان قطع رحمی کا مرتکب ہوگا اس لئے آپ ﷺ کی محبت اور شفاعت سے محروم

ہو جائے گا۔

لَمْ يَدْخُلْ فِي شَفَاعَتِيْ :شفاعت سے مراد شفاعت صغریٰ ہے نہ کہ شفاعت کبریٰ۔

لَمْ تَنَلْهُ مَوَدَّتِيْ :اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں پہلا یہ کہ اس کو میری محبت نصیب نہیں ہوگی دوسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ اس کو میرے ساتھ محبت کرنا نصیب نہ ہوگا لیکن دونوں صورتوں میں کمال محبت کی نفی ہے۔

وقال هذا حديث غريب :امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے مؤلف فرماتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ امام ترمذی کے اس طریق میں یہ روایت ضعیف ہو لیکن اولاً تو فضائل میں ضعیف روایت قابل التفات ہوتی ہے ثانیاً یہ کہ اس روایت کے مؤیدات بہت ہیں جس کی وجہ سے اس کو تواتر معنوی حاصل ہے۔ مثلاً امام حاکم نے حضرت انسؓ سے یہ روایت نقل کی ہے۔

حب العرب ايمان و بغضهم نفاق :یعنی عرب کے ساتھ دوستی ایمان ہے اور ان کے ساتھ بغض وعداوت رکھنا نفاق ہے۔

امام طبرانی نے معجم اوسط میں حضرت انسؓ سے یہ حدیث نقل کی ہے۔

حب قريش ايمان و بغضهم كفر وحب العرب ايمان و بغضهم كفر فمن احب العرب فقد احبني ومن ابغض العرب فقد ابغضني۔ یعنی قریش کے ساتھ محبت ایمان اور ان کے ساتھ بغض کفر اور عرب کے ساتھ محبت ایمان اور ان کے ساتھ بغض کفر ہے جس شخص نے عرب سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان سے عداوت رکھی گویا اس نے مجھ سے عداوت رکھی۔

حاکم نے مستدرک میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً نقل کیا ہے۔

احبوا الفقراء وجالسوهم واحبوا العرب من قلبك وليردك من الناس ما تعلم من نفسك۔

یعنی محبت کرو فقراء سے اور ان کے ساتھ بیٹھو اور عرب کے ساتھ محبت کرو دل سے اور تجھے لوگوں کے عیب تلاش کرنے سے روک دیں وہ عیوب جو تو اپنے بارے میں جانتا ہے۔

اور اس تیسری حدیث کو امام احمدؒ نے بھی اپنی مسند میں بیان کیا ہے اور کم از کم یہ روایت حسن ہے۔

عرب کی ہلاکت قربِ قیامت کی نشانی ہے

۲۱/۵۸۴۳ وَعَنْ أُمِّ الْحَرِيْرِ مَوْلَاةِ طَلْحَةَ بْنِ مَالِكٍ قَالَتْ سَمِعْتُ مَوْلَايَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنِ اقْتِرَابِ السَّاعَةِ هَلَاكُ الْعَرَبِ۔ (رواه الترمذي)

أخرجه الترمذي في السنن ۶۸۱/۵ حديث رقم ۳۹۲۹۔

ترجمہ: حضرت طلحہ بن مالک کی آزاد کردہ باندی ام حریرؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے آقا (طلحہ بن مالک) کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا قرب قیامت (کی علامتوں میں سے ایک علامت) عرب کا ہلاک ہونا ہے (ترمذی)

تشریح ۞ عرب سے مراد یا تو ان میں سے مسلمان ہیں یا جنس عرب مراد ہے اور اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ باقی لوگ عرب کے تابع ہیں اور قیامت بدکار لوگوں پر ہی قائم ہوگی یعنی جبکہ زمین میں کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ رہے گا۔

خلافت وحکومت قریش کا حق ہے

۲۲/۵۸۴۳ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُلْكُ فِیْ قُرَيْشٍ وَالْقَضَاءُ فِی الْاَنْصَارِ وَالْاَذَانُ فِی الْحَبْشَةِ وَالْاَمَانَةُ فِی الْاَزْدِ يَعْنِی الْيَمَنَ وَفِیْ رِوَايَةٍ مَوْقُوْفًا۔

(رواه الترمذی وقال هذا اصح)

اخرجه الترمذی فی السنن ۶۸۳/۵ حدیث رقم ۳۹۳۶ و احمد فی المسند ۳۶۴/۲۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ خلافت وحکومت قریش میں ہے اور فقاہت وقضاء انصار میں اور اذان قوم حبشہ میں اور امانت ازد میں ہے یعنی یمن کے قبیلہ ازد میں۔

ایک روایت میں یہ موقوفاً ہے امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ روایت جو موقوفاً نقل کی گئی ہے زیادہ صحیح ہے۔

تشریح ۞ اَلْمُلْكُ فِیْ قُرَيْشٍ: خلافت وحکومت قریش کا حق ہے اس بارے میں وضاحت باب کے شروع میں گزر چکی ہے۔

اَلْقَضَاءُ فِی الْاَنْصَارِ: بعض حضرات نے کہا کہ قضاء سے حکم جزئی مراد ہے اور یہ بات آپ ﷺ نے ان کی تطییب قلب کے لئے ارشاد فرمائی ہے اس لئے کہ انہوں نے مسلمانوں کو ٹھکانہ دیا اور ان کی مدد کی اور انہیں کی وجہ سے دین اسلام کو مضبوطی حاصل ہوئی بعض حضرات نے کہا کہ قضاء سے مراد نقابت ہے اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے انصار میں سے بارہ آدمیوں کو نقیب مقرر فرمایا تھا چنانچہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا موسیٰ علیہ السلام کے بنی اسرائیل میں سے بارہ نقیب تھے اسی طرح میں بھی جبرائیل کے اشارے سے تم میں سے بارہ نقیب منتخب کرتا ہوں اور ان بارہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم اپنی اپنی قوم کے کفیل اور ذمہ دار ہو جیسے حوارئین عیسیٰ علیہ السلام کے کفیل تھے۔

اور بعض حضرات نے فرمایا کہ قضاء اپنے حقیقی معنی میں ہے انصار میں قضاء کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ اچھے طریقے سے یہ کام سرانجام دے سکتے ہیں جب کہ آگے ارشاد ہے کہ اذان حبشیوں میں ہے یعنی یہ لوگ اذان کی خدمت اچھے انداز اور احساس ذمہ داری کے ساتھ سرانجام دے سکتے ہیں چنانچہ حضرت بلالؓ مؤذنوں کے سردار تھے اور وہ حبشی تھے۔

وَالْاَمَانَةُ فِی الْاَزْدِ: ظاہر کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ازد سے مراد تمام اہل یمن ہیں یعنی یہ لوگ امانت کی ذمہ داری نہایت حسن وخوبی کے ساتھ ادا کر سکتے ہیں اس لئے کہ نرم دل امن وایمان والے لوگ ہیں ایک احتمال یہ بھی ہے کہ ازد سے مراد یمن کا مخصوص قبیلہ ہو جو ازد شنوءہ کے نام سے مشہور ہے۔

حاصل اس حدیث کا یہ ہے کہ یہ مناصب یعنی خلافت وقضاء امانت اور اذان ان قبائل کے زیادہ لائق ہیں اس لئے ان کاموں کے لئے ان کو ترجیح دی جائے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ:

۲۳/۵۸۴۴ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مُطِيْعٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ

يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ لَا يُقْتَلُ قُرَشِيٌّ صَبْرًا بَعْدَ هٰذَا الْيَوْمِ إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ۔ (رواه مسلم)

أخرجه مسلم في صحيحه ١٤٠٩/٣ حديث رقم (٨٨-١٧٨٢) والدارمي ٢٦٠/٢ حديث رقم ٢٣٨٦ و أحمد في المسند ٤١٢/٣

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مطیع اپنے والد حضرت مطیع سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فتح مکہ کے دن یہ فرماتے ہوئے سنا کہ آج کے بعد سے قیامت تک کسی قریشی کو حبس وقید کر کے نہ مارا جائے گا (مسلم)

تشریح ۞ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے امام نوویؒ شارح مسلم فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ یہ پیشین گوئی دے رہے ہیں تمام قریش اسلام قبول کرلیں گے اور اسلام ان میں ایسا راسخ اور مضبوط ہو جائے گا کہ ان میں سے کوئی شخص مرتد نہیں ہوگا جب کوئی مرتد نہیں ہوگا تو کسی کو قید کر کے قتل بھی نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ مرتد کی سزا شریعت میں یہ ہے کہ اس کو تین دن تک حبس وقید میں رکھا جائے اگر پھر بھی وہ اسلام کی طرف نہ لوٹے تو اس کو قتل کر دیا جائے البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ کسی کو ظلماً یا کسی اور وجہ سے قید کر کے قتل کر دیا جائے۔

حاصل یہ کہ قریش کو دین اسلام سے مرتد ہونے کی وجہ سے قتل نہیں کیا جائے گا اور اس کی تائید ایک دوسری روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں ہے: ان الشيطان قد ايس من جزيرة العرب۔

ملا علی قاریؒ نے علامہ طیبیؒ کا قول نقل کر کے اس کو رد کیا ہے علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں نفی نہی کے معنی میں ہے یعنی حضور ﷺ درحقیقت قریش کو قید وحبس کر کے قتل کرنے سے منع فرما رہے ہیں۔

فوائد: اس روایت کو صحابی رسول ﷺ حضرت مطیع نقل فرما رہے ہیں ان کا اصل نام عاصی یا عاص تھا لیکن نبی کریم ﷺ نے اس کو تبدیل کر کے مطیع نام رکھ دیا۔

سلطان جابر یعنی حجاج کے سامنے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا کلمہ حق کہنا

۲۴/۵۸۲۵ وَعَنْ أَبِي نَوْفَلٍ مُعَاوِيَةَ بْنِ مُسْلِمٍ قَالَ رَأَيْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ عَلٰى عَقَبَةِ الْمَدِيْنَةِ قَالَ فَجَعَلَتْ قُرَيْشٌ تَمُرُّ عَلَيْهِ وَالنَّاسُ حَتّٰى مَرَّ عَلَيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ فَوَقَفَ عَلَيْهِ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَبَا خُبَيْبٍ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَبَا خُبَيْبٍ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَبَا خُبَيْبٍ أَمَا وَاللّٰهِ لَقَدْ كُنْتُ أَنْهَاكَ عَنْ هٰذَا أَمَا وَاللّٰهِ لَقَدْ كُنْتُ أَنْهَاكَ عَنْ هٰذَا أَمَا وَاللّٰهِ إِنْ كُنْتَ مَا عَلِمْتُ صَوَّامًا قَوَّامًا وَصُوْلًا لِلرَّحِمِ أَمَا وَاللّٰهِ لَأُمَّةٌ أَنْتَ شَرُّهَا لَأُمَّةُ سَوْءٍ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَأُمَّةٌ خَيْرٌ ثُمَّ نَفَذَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ فَبَلَغَ الْحَجَّاجَ مَوْقِفُ عَبْدِاللّٰهِ وَقَوْلُهُ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ فَأُنْزِلَ عَنْ جِذْعِهِ فَأُلْقِيَ فِيْ قُبُوْرِ الْيَهُوْدِ ثُمَّ أَرْسَلَ إِلٰى أُمِّهِ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِيْ بَكْرٍ فَأَبَتْ أَنْ تَأْتِيَهُ فَأَعَادَ عَلَيْهَا الرَّسُوْلَ لَتَأْتِيَنِّيْ أَوْ لَأَبْعَثَنَّ إِلَيْكِ مَنْ يَسْحَبُكِ بِقُرُوْنِكِ قَالَ فَأَبَتْ وَقَالَتْ وَاللّٰهِ لَا آتِيْكَ حَتّٰى تَبْعَثَ إِلَيَّ مَنْ يَسْحَبُنِيْ بِقُرُوْنِيْ قَالَ فَقَالَ أَرُوْنِيْ سِبْتَيَّ فَأَخَذَ نَعْلَيْهِ ثُمَّ انْطَلَقَ يَتَوَذَّفُ حَتّٰى دَخَلَ عَلَيْهَا فَقَالَ كَيْفَ رَأَيْتِنِيْ صَنَعْتُ بِعَدُوِّ اللّٰهِ قَالَتْ رَأَيْتُكَ أَفْسَدْتَ عَلَيْهِ دُنْيَاهُ وَأَفْسَدَ عَلَيْكَ آخِرَتَكَ بَلَغَنِيْ أَنَّكَ تَقُوْلُ لَهُ يَا ابْنَ ذَاتِ النِّطَاقَيْنِ أَنَا وَاللّٰهِ

ذَاتُ النِّطَاقَيْنِ اَمَّا اَحَدُهُمَا فَكُنْتُ بِهٖ اَرْفَعُ طَعَامَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَطَعَامَ اَبِىْ بَكْرٍ مِنَ الدَّوَابِّ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَنِطَاقُ الْمَرْاَةِ الَّتِىْ لَا تَسْتَغْنِىْ عَنْهُ اَمَا اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا اَنَّ فِىْ ثَقِيْفٍ كَذَّابًا وَمُبِيْرًا فَاَمَّا الْكَذَّابُ فَرَاَيْنَاهُ وَاَمَّا الْمُبِيْرُ فَلَا اَخَالُكَ اِلَّا اِيَّاهُ قَالَ فَقَامَ فَلَمْ يُرَاجِعْهَا ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۴/۱۹۷۱ حدیث رقم (۲۲۹-۲۵۴۵)

ترجمہ: حضرت ابونوفل معاویہ بن مسلم فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن زبیرؓ کی نعش مدینہ کے راستے پر واقع مکہ کی گھاٹی میں سولی پر لٹکے ہوئے دیکھی قریش اور دوسرے لوگوں نے اس نعش کے پاس سے گزرنا شروع کیا یہاں تک کہ عبداللہ بن عمرؓ اس کے پاس آ کر ٹھہر گئے اور کہا السلام علیک اے ابوخبیب (عبداللہ بن زبیرؓ کی کنیت ہے) السلام علیک اے ابوخبیب السلام علیک اے ابوخبیب سنو خدا کی قسم میں تمہیں اس کام سے منع کرتا تھا آگاہ ہو خدا کی قسم میں جانتا تھا کہ تم بہت زیادہ روزے رکھنے والے بہت شب بیدار اور رشتہ داروں سے بہت احسان وسلوک کرنے والے ہو۔ آگاہ ہو خدا کی قسم وہ جماعت جس کے خیال میں تم برے ہو البتہ وہ بری جماعت ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ (جو جماعت تم کو برا خیال کرتی ہے) کیا وہ اچھی جماعت ہے؟ پھر عبداللہ بن عمرؓ چلے گئے حجاج بن یوسف کو عبداللہ بن عمرؓ کے کھڑے ہونے اور بات کرنے کی خبر پہنچی اس نے آدمی بھیجا اور نعش کو سولی سے اتروا کر یہود کے قبرستان میں ڈلوا دیا پھر اس نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی والدہ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کو آدمی بھیج کر بلایا لیکن انہوں نے اس کے پاس آنے سے انکار کر دیا حجاج نے ان کے پاس دوبارہ آدمی بھیجا اور حکم دیا کہ تو فوراً آجا ورنہ پھر ایک ایسے شخص کو بھیجوں گا جو تیری چوٹی پکڑ کر کھینچ لائے گا۔ راوی کا بیان ہے کہ حضرت اسماء نے پھر انکار کیا اور کہلا بھیجا کہ خدا کی قسم میں تیرے پاس ہرگز نہ آؤں گی اگرچہ تو اس شخص کو بھیج دے جو میری چوٹی پکڑ کر کھینچ کر لے جائے یہ سن کر حجاج نے کہا میری جوتیاں لاؤ پھر اس نے جوتیاں پہنیں اور اکڑتا اتراتا ہوا چلا یہاں تک کہ اسماء بنت ابی بکرؓ کے پاس پہنچا اور کہا تو نے مجھے اس دشمن خدا (یعنی ابن زبیر) کے ساتھ سلوک کرنے میں کیسا پایا حضرت اسماءؓ نے فرمایا میں نے یہ دیکھا کہ تو نے اس کی دنیا تباہ و برباد کی اور اس نے تیری آخرت کو تباہ کر دیا اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ تو اسے ذات النطاقین (دو کمر بند والی عورت) کا بیٹا کہا کرتا تھا خدا کی قسم وہ دو کمر بندوں والی عورت میں ہی ہوں میرا ایک کمر بند تو وہ تھا جس سے میں حضور ﷺ اور ابوبکرؓ کا کھانا باندھ کر لٹکا دیتی تھی تاکہ وہ جانوروں سے محفوظ رہے اور میرا دوسرا کمر بند وہ کمر بند ہے جس سے کوئی عورت بے پرواہ نہیں ہو سکتی۔ سنو بے شک رسول اللہ ﷺ نے حدیث بیان کی ہے کہ قبیلہ ثقیف میں ایک بڑا مفسد اور ایک جلاد ہوگا اس بڑے مفسد کو تو ہم دیکھ چکے اب رہا وہ جلاد بس خیال یہ ہے کہ وہ تو ہی ہے ابونوفل راوی کا بیان ہے کہ حضرت اسماءؓ کے یہ الفاظ سن کر حجاج اٹھ کھڑا ہوا اور انہیں کوئی جواب نہ دیا۔ (مسلم)

تشریح ۞ عَقَبَةُ الْمَدِيْنَةِ: مدینہ کی گھاٹی سے مراد مکہ کی وہ گھاٹی ہے جو مکہ سے مدینہ جانے والے راستے پر واقع تھی اس سے مراد مدینہ کی گھاٹی نہیں ہے اس لئے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ مکہ میں تھے اور حجاج ظالم نے ان کو وہیں شہید کیا تھا اور سولی پر لٹکایا تھا اسی لئے کہ ان کی قبر مکہ کی گھاٹی کے قریب حجون جگہ میں بنائی گئی لیکن اب قبر متعین طور پر کسی کو معلوم نہیں ہے اور تقریباً

یہی حال صحابہ کرام کی ان قبروں کا ہے جو مکہ میں ہیں صحیح طور پر تعیین کے ساتھ معلوم نہیں ہیں۔ باقی حضرت خدیجہ کی قبر پر قبہ بنا کر اس کو جو متعین کیا گیا ہے وہ بھی حتمی اور یقینی نہیں ہے بلکہ کسی بزرگ کے خواب کی بنیاد پر اس کو متعین کیا گیا ہے۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَبَا خُبَیْبٍ: ابوخبیب حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی کنیت تھی خبیب ان کا بڑا بیٹا تھا حضرت ابن زبیر کی دو کنیت اور بھی مشہور ہیں ابوبکر اور ابوبکیر۔ حضرت ابن عمرؓ نے ان کی نعش کے پاس آ کر تین بار سلام کیا اس سے معلوم ہوا کہ میت کو تین بار سلام کرنا مستحب ہے اگر چہ دفن سے پہلے ہو۔

لَقَدْ کُنْتُ اَنْهَاکَ: حضرت ابن عمرؓ بطور افسوس اور اظہار غم کے لئے فرما رہے ہیں کہ میں نے تمہیں اس دعویٰ خلافت و امارت سے منع کیا تھا لیکن تم نے میری بات نہ مانی اور حق پر ڈٹے رہے اور اپنے انجام کو پہنچے۔

اصل واقعہ یوں ہے کہ حضرت معاویہؓ کے بعد جب ان کا بیٹا یزید تخت نشین ہوا تو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اس کی بیعت سے انکار کر دیا اور مکہ میں اپنی خلافت کے لئے بیعت لینا شروع کر دی چونکہ صحابی رسولؐ تھے اس لئے بہت سے لوگ ان کی بیعت کے لئے تیار ہو گئے چنانچہ بہت بڑا ان کا حلقہ اثر بن گیا یزید کے بعد مروان تخت نشین ہوا تو بھی ابن زبیرؓ اپنی خلافت پر ڈٹے رہے۔ مروان کے بعد عبدالملک حکمران بنا تو اس کی بیعت سے بھی انکار کر دیا پھر عبدالملک نے حجاج کو ابن زبیر کے خلاف ایک لشکر دے کر مکہ بھیجا۔ حضرت ابن زبیرؓ نے اپنی مٹھی بھر جانثاروں کی جماعت کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا لیکن یہ شہید ہو گئے ظالم حجاج نے ان کا سر تن سے جدا کر کے مدینہ بھیج دیا اور جسم کو سولی پر لٹکا دیا پھر وہاں سے اتروا کر یہودیوں کے قبرستان میں ڈلوا دیا۔ ہو سکتا ہے اس وقت یہودیوں کے دفن کی کوئی علیحدہ جگہ ہو اگر چہ اب وہ جگہ معلوم نہیں ہے لیکن پھر بعد میں ابن زبیر کی نعش کو وہاں سے اٹھا کر جنت المعلیٰ میں دفن کر دیا گیا۔

یزید نے بھی اپنی بیعت سے انکار پر اہل مدینہ کے خلاف ایک لشکر بھیجا تھا جس نے مدینہ میں آ کر قتل و غارت، ظلم و فساد کا بازار گرم کیا تھا یہی وہ لشکر تھا جو حضرت ابن زبیر کے خلاف لڑنے کے لئے مکہ میں آیا۔

اِنْ کُنْتَ مَا عَلِمْتَ صَوَّامًا: ابن عمرؓ نے بھرے مجمع میں ابن زبیرؓ کے اوصاف و محامد بیان کئے ایک تو اس سے حضرت ابن عمرؓ کی جرأت اور حوصلہ مندی کا اظہار ہے کہ باوجودیکہ آپؓ کو معلوم تھا کہ آپؓ کی یہ ساری گفتگو حجاج تک پہنچ جائے گی لیکن انہوں نے اس کی پرواہ نہ کی اور حق بات بلاخوف و خطر کہہ دی۔

دوسری بات یہ کہ حجاج ابن زبیر کو عدو اللہ اللہ کا دشمن اور ظالم کہا کرتا تھا اور لوگوں کے سامنے ان کی برائیاں کرتا تھا لیکن ابن عمرؓ نے لوگوں کے سامنے ان کی خوبیاں اور محاسن بیان کر کے ان کے خلاف حجاج کے پروپیگنڈہ کی تردید کر دی اور عام لوگوں پر واضح کر دیا کہ ابن زبیرؓ بہت بڑے عابد زاہد اور بلند مرتبہ مسلمان تھے۔ چنانچہ بیان کیا جاتا ہے کہ ابن زبیر زیادہ روزے رکھا کرتے تھے ایسا بھی ہوتا کہ پندرہ پندرہ دن تک روزے رکھتے اور پوری پوری رات نوافل و تلاوت اور ذکر اللہ میں مشغول رہتے تھے صلہ رحمی اور قرابتداری میں امتیازی شہرت رکھتے تھے۔

لَاُمَّةٌ اَنْتَ شَرُّهَا: یعنی جو گروہ آپ کو شریر فسادی سمجھتا ہے وہ گروہ خود ہی فسادی شریر اور راہ حق سے ہٹا ہوا ہے ایک روایت میں لامة عهیر کے الفاظ ہیں لیکن مقصود وہی ان کی برائی اور کج روی بیان کرنا ہے لیکن بطور طنز و تعریض کے جیسا کہ کسی فسادی شخص کو کہا جائے آپ کتنے اچھے انسان ہیں کہ دنیا میں فساد پھیلاتے پھرتے ہیں اسی طرح یہاں پر بھی ہے کہ وہ گروہ کتنا اچھا ہے کہ جو

آپ جیسے دیندار، متقی صحبت رسول ﷺ سے فیضیاب شخص کو ظالم کہتا ہے۔

سِبتی: یہ تثنیہ ہے سبتہ اور مضاف ہے یاء متکلم کی طرف۔ سبتہ ایسی جوتی کو کہا جاتا ہے جو ایسی دباغت کئے ہوئے چمڑے سے بنائی گئی ہو جس پر سے بال صاف کر دیئے گئے ہوں۔

ذَاتِ النِّطَاقَیْنِ: یہ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کا لقب ہے جو آنحضرت ﷺ نے ان کو دیا تھا واقعہ اس کا یہ ہے کہ حضرت اسماء نے سفر ہجرت کے لئے ناشتہ تیار کیا اور عجلت میں کوئی تسمہ رسی نہ پانے کی وجہ سے اپنے نطاق یعنی پٹکے کو پھاڑ کر ناشتہ دان باندھا اسی روز سے حضرت اسماء ذات النطاقین کے نام سے موسوم ہوئیں۔ ابن سعد کی روایت میں یہ ہے کہ ایک ٹکڑے سے توشہ دان باندھا اور دوسرے سے مشکیزہ کا منہ بند کیا۔

نطاق کمر بند کو کہا جاتا ہے عرب کی عورتوں کی عادت تھی کہ وہ اپنے تہہ بند کے اوپر کمر پٹہ استعمال کیا کرتی تھیں تاکہ کام کاج کرتے وقت تہہ بند کھلنے کا امکان نہ رہے۔

نادان حجاج حضرت اسماء کے اس لقب کو ان کی حقارت پر محمول کرتا تھا کہ ان کو ایسا نام دیا گیا جو عام طور پر گھروں میں کام کاج کرنے والی عورتوں اور باہر نکلنے والی خادماؤں کی علامت ہے۔

حالانکہ یہ لقب حضرت اسماء کے لئے باعث فخر تھا کیونکہ یہ لقب ان کو حضور ﷺ کی خدمت کرنے کے صلہ میں ملا تھا جس پر تمام نعمتیں قربان کی جاسکتی ہیں۔

وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَنِطَاقُ الْمَرْاَۃِ اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ گھر کی خدمت اور اپنے گھر میں کام کاج کرنا کوئی باعث عار نہیں ہوتا بلکہ یہ تو عورت کے لئے باعث فخر و قابل تحسین ہوتا ہے اور جو عورت گھر کا کام کاج کرتی ہے وہ نطاق اور کمر بند سے بے نیاز نہیں ہوسکتی۔ اس لئے کہ نطاق کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ تہہ بند مضبوط بندھا رہے اور اس کے کھلنے کا خوف نہ ہو۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ عرب کی عورتوں میں یہ رواج تھا کہ وہ اپنے پیٹ کو بڑھنے سے بچانے کے لئے نطاق اور کمر بند باندھتی تھیں تاکہ پیٹ کی ہیئت درست رہے بلکہ مالدار عورتیں تو سونے، چاندی سے مزین کمر بند باندھتی تھیں گویا حضرت اسماء یہ بیان کرنا چاہتی ہیں کہ دوسرا نطاق میں اس مقصد کے لئے باندھتی تھی اور یہ ایسا مقصد ہے کہ کوئی عورت اس سے بے پرواہ نہیں ہوسکتی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا خلافت کے لئے حکومت کے خلاف خروج سے انکار کرنا

۵۸۴۲/۴۵ وَعَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ اَتَاہُ رَجُلَانِ فِیْ فِتْنَۃِ ابْنِ الزُّبَیْرِ فَقَالَا اِنَّ النَّاسَ صَنَعُوْا مَا تَرٰی وَاَنْتَ ابْنُ عُمَرَ وَصَاحِبُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَمَا یَمْنَعُکَ اَنْ تَخْرُجَ فَقَالَ یَمْنَعُنِیْ اَنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَیَّ دَمَ اَخِی الْمُسْلِمِ فَقَالَا اَلَمْ یَقُلِ اللّٰہُ تَعَالٰی وَقَاتِلُوْھُمْ حَتّٰی لَا تَکُوْنَ فِتْنَۃٌ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ قَدْ قَاتَلْنَا حَتّٰی لَمْ تَکُنْ فِتْنَۃٌ وَّکَانَ الدِّیْنُ لِلّٰہِ وَاَنْتُمْ تُرِیْدُوْنَ اَنْ تُقَاتِلُوْا حَتّٰی تَکُوْنَ فِتْنَۃٌ وَّیَکُوْنَ الدِّیْنُ لِغَیْرِ اللّٰہِ۔ (رواہ البخاری)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۱۸۳/۸ حدیث رقم ۴۵۱۳

ترجمہ: حضرت نافع رحمہ اللہ (جو حضرت ابن عمرؓ کے آزاد کردہ غلام ہیں) سے روایت ہے کہ عبداللہ بن زبیرؓ کے فتنے کے ایام میں دو شخص عبداللہ بن عمرؓ کے پاس آئے کہ لوگوں نے جو کچھ کیا وہ آپ دیکھ رہے ہیں (یعنی خلافت کے معاملہ جو اختلاف وقوع میں آیا ہے وہ آپ کے سامنے ہے) اور آپ حضرت عمرؓ کے بیٹے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں پھر کون سی چیز مانع ہے کہ آپ خلافت کا دعویٰ نہ کریں؟ عبداللہ بن عمرؓ نے یہ سن کر کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمان بھائی کا خون بہانا میرے لئے حرام قرار دیا ہے ان لوگوں نے کہا کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ وقاتلوهم حتى لا تكون فتنة (یعنی لڑو تم لوگوں سے یہاں تک کہ فتنہ ختم ہو جائے) عبداللہ بن عمرؓ نے کہا ہم نے لوگوں سے قتال کیا (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کے زمانہ میں) یہاں تک کہ فتنہ ختم ہو گیا (یعنی کفر کا خاتمہ ہو گیا اور خالص دین الٰہی رہ گیا) اور تم اب یہ چاہتے ہو کہ لڑو تاکہ فتنہ پھیل جائے اور غیر اللہ کا دین قائم ہو جائے۔ (بخاری)

تشریح ۞ حضرت ابن عمرؓ کا موقف یہ تھا کہ حکومت و خلافت مسلمانوں کے پاس ہے اگرچہ یہ امراء اور ان کے گورنر ظالم و جابر ہیں لیکن بہرحال مسلمان ہیں اگر ان سے حکومت چھیننے کے لئے قتال کیا جائے تو دونوں طرف مسلمان ہوں گے نقصان سراسر اسلام اور مسلمانوں کا ہوگا مسلمانوں کی قوت کمزور ہو جائے گی جس سے دشمنان اسلام کو مسلمانوں پر حملہ کرنے کا موقع مل جائے گا اور ابن عمر ابن زبیرؓ کے حق میں بھی یہی مناسب سمجھتے تھے کہ ان امراء کے خلاف خروج نہ کیا جائے ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا جائے جیسا کہ پچھلی روایت میں حضرت ابن عمرؓ کے الفاظ ہیں لقد انهاك عن مثل هذا۔

قبیلہ دوس کے لئے ہدایت کی دعا

۲۶/۵۸۴۷ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ جَآءَ الطُّفَیْلُ ابْنُ عَمْرٍو الدَّوْسِیُّ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ دَوْسًا قَدْ هَلَکَتْ وَعَصَتْ وَاَبَتْ فَادْعُ اللّٰهَ عَلَیْهِمْ فَظَنَّ النَّاسُ اَنَّهٗ یَدْعُوْا عَلَیْهِمْ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اهْدِ دَوْسًا وَّاْتِ بِهِمْ ۔ (متفق علیہ)

أخرجه البخاري في صحيحه ١٠١/٨ حديث رقم ٤٣٩٢ ومسلم في صحيحه ١٩٥٧/٤ حديث رقم

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ وہ بیان فرماتے ہیں کہ طفیل بن عمرو دوسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ قبیلہ دوس ہلاک ہوا اور اس نے نافرمانی کی اور اطاعت سے انکار کر دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لئے بددعا کر دیں لوگوں کا خیال یہی تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے بددعا کریں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ قبیلہ دوس کو راہ راست دکھا اور ان کو مدینہ کی جانب لا (متفق علیہ)

تشریح ۞ حضرت طفیل شریف النسب ہونے کے علاوہ بہت بڑے شاعر اور بہت بڑے زیرک اور فہیم و مہمان نواز تھے قریش سے حلیفانہ تعلقات رکھتے تھے۔

جب آپ مکہ آئے تو قریش نے ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بدظن کرنے کی کوشش کی تاکہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام نہ سن سکیں حضرت طفیلؓ فرماتے ہیں کہ اتفاقاً ایک روز مسجد حرام کی طرف گیا دیکھتا کیا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے بیت اللہ کے سامنے نماز پڑھ رہے ہیں طفیل کہتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب جا کر کھڑا ہوا۔ بلا اختیار کلام اللہ میں نے سن لیا نہایت اچھا اور بھلا

معلوم ہوا۔ چنانچہ میں حضور ﷺ کے ساتھ دولت کدہ پر پہنچا اور عرض کیا کہ اپنا دین مجھ پر پیش کریں آپ ﷺ نے اسلام پیش کیا اور میرے سامنے قرآن پاک کی تلاوت فرمائی خدا کی قسم میں نے قرآن کریم سے بہتر کبھی کوئی کلام سنا ہی نہیں اور اسلام سے زیادہ معتدل اور متوسط کسی دین کو نہیں پایا اور اسی وقت مسلمان ہو گیا۔

اور آپ ﷺ سے عرض کیا اے اللہ کے نبی ﷺ میں اپنی قوم کا سردار ہوں یہ ارادہ ہے کہ واپسی کے بعد اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دوں۔ آپ ﷺ اللہ سے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے کوئی نشانی عطا فرمائے کہ جو اس بارے میں میری معین اور مددگار ہو۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی: اللهم اجعل له...... اے اللہ اس کے لئے کوئی نشانی پیدا فرما۔

چنانچہ جب میں اپنی بستی کے قریب پہنچا تو میری آنکھوں کے مابین چراغ کے مانند ایک نور پیدا ہو گیا میں نے اللہ سے دعا کی اے اللہ اس نور کو بجائے چہرہ کے کسی اور جگہ منتقل فرما دے میری قوم کے لوگ کہیں اس کو مثلہ نہ سمجھیں اور یہ خیال نہ کریں کہ آبائی مذہب چھوڑنے کی وجہ سے اس کی صورت بدل گئی وہ نور اسی وقت میرے کوڑے کی طرف منتقل ہو گیا اور وہ کوڑا مثل ایک قندیل اور لالٹین کے بن گیا۔

جب صبح ہوئی تو اول اپنے باپ کو اسلام کی دعوت دی پھر بیوی کو دونوں نے کپڑے پاک کئے اور غسل کیا اور مشرف با سلام ہوئے لیکن والدہ نے اسلام قبول نہ کیا بعد ازاں قبیلہ دوس کو اسلام کی طرف بلایا مگر دوس نے اسلام قبول کرنے میں تامل کیا۔ میں دوبارہ مکہ مکرمہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے اللہ کے نبی ﷺ۔ دوس نے اسلام کی دعوت قبول نہیں کی آپ ﷺ ان پر بددعا کر دیجئے آپ ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر یہ دعا فرمائی: **اللهم اهد دوسا و آئت بهم**

اور طفیلؓ سے فرمایا جاؤ نرمی سے اسلام کی طرف بلاؤ۔ آپ ﷺ کی ہدایت کے مطابق لوگوں کو اسلام کی طرف بلاتا رہا ۵ھ تک ستر یا اسی گھرانے اسلام کے حلقہ بگوش بن گئے ان سب کو ۷ھ میں اپنے ساتھ لے کر مدینہ منورہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

چونکہ حضرت طفیلؓ کو خدا کی طرف سے بطور نشانی نور عطا ہوا تھا اس لئے آپ ﷺ نے ان کو ذوالنور کا لقب دیا۔

وَآتِ بِهِمْ: اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں نمبرا نبی کریم ﷺ ان کے لئے دعا فرما رہے ہیں اے اللہ ان کو ایمان کی دولت سے نواز کر ہجرت مدینہ کی توفیق بھی عطا فرما۔ نمبر۲ یا نبی کریم ﷺ یہ دعا فرما رہے ہیں کہ اللہ ان کو ایمان نصیب فرما اور سیّۃ المسلمین یعنی مسلمانوں کے طریقہ کے قریب فرما اور ان کے قلوب کو قبول دین کی طرف متوجہ فرما۔

عرب سے محبت کرنے کی وجہ

۵۸۲۸/۲۷ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحِبُّوا الْعَرَبَ لِثَلٰثٍ لِاَنِّيْ عَرَبِيٌّ وَالْقُرْاٰنُ عَرَبِيٌّ وَكَلَامُ اَهْلِ الْجَنَّةِ عَرَبِيٌّ ۔ (رواه البيهقي في شعب الايمان)

اخرجه رواه البيهقي في شعب الايمان ۲/ ۲۳۰ حديث رقم ۱۶۰۰ ! الحاكم في المستدرك ۴/ ۸۷۔

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے وہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عرب سے محبت کرو تین باتوں کے سبب سے ایک تو یہ کہ میں عرب میں سے ہوں دوسرے یہ کہ قرآن عربی زبان میں ہے تیسرے یہ کہ جنتیوں

کی زبان عربی ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں عرب سے محبت کرنے کی تین وجہ ذکر فرمائی ہیں۔نمبر۱عرب سے محبت کرو اس لئے کہ میں عرب میں سے ہوں۔نمبر۲عرب سے محبت کرو اس لئے کہ قرآن عربی زبان میں ہے۔نمبر۳عرب سے محبت کرو اس لئے کہ اہل جنت کی زبان عربی ہوگی۔اس سے معلوم ہوا کہ دوزخیوں کی زبان غیر عرب ہوگی۔

عرب سے محبت کرنے کی یہ تین وجوہ تو اعلیٰ اور اہم ہیں اس کے علاوہ بھی ان کے ساتھ محبت کی وجوہ ہیں مثلاً انہوں نے سب سے پہلے شریعت کو سیکھا اس کی حفاظت کی اور ہم تک اس کو پہنچایا اسلام کا آغاز عرب سے ہوا۔عرب نے اپنی جان ومال کی قربانی دے کر جہاد کیا اور دنیا کو فتح کر کے تمام اطراف میں اسلام کو پھیلایا وہ نبی برحق حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں نیز قبر میں سوال وجواب عربی زبان میں ہوگا حاصل یہ کہ عرب کو دنیا وآخرت میں فضیلت حاصل ہے اس لئے ان سے محبت کی جائے اور ان کے ساتھ بغض وعداوت سے اپنے دلوں کو صاف رکھا جائے۔

خلاصۃ الباب:

اس باب میں مندرجہ ذیل امور کا بیان ہے:

نمبر۱مناقب قریش:

قریش کے مناقب میں مختلف احادیث مختلف الفاظ کے ساتھ بیان کی گئی ہیں مثلاً:

لوگ قریش کے تابع ہیں:

پہلی حدیث میں فرمایا کہ لوگ قریش کے تابع ہیں مسلمان مسلمان قریش کے تابع ہیں اور کافر لوگ کافر قریشیوں کے تابع ہیں یعنی سب سے پہلے قریش میں سے کچھ لوگوں نے اسلام قبول کیا اور قبائل قریش کے انتظار میں رہے کہ جب قبیلہ قریش اسلام قبول کرے گا تو ہم بھی اسلام قبول کر لیں۔چنانچہ ایسا ہی ہوا قبیلہ قریش کے اسلام قبول کرنے کے بعد دوسرے قبائل بھی فوج درفوج اسلام میں داخل ہوئے۔

حدیث نمبر۲ میں فرمایا گیا کہ لوگ خیر اور شر میں قریش کے تابع ہیں۔

خلافت قریش کے ساتھ منسلک:

حدیث نمبر۳ میں فرمایا گیا کہ خلافت قریش میں رہے گی جب تک کہ ان میں سے دو شخص بھی باقی ہیں یعنی جب تک دو آدمی بھی قریش میں سے باقی ہیں حکومت قریش کے حصے میں ہی رہے گی۔

حدیث نمبر۴ میں ہے یہ امر خلافت قریش میں رہے گا جو بھی ان سے عداوت اور دشمنی رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کو الٹا لٹکا دے گا یعنی ذلت ورسوائی سے دوچار ہوگا۔

حدیث نمبر۲۲ میں ہے کہ ملک وبادشاہت قریش کے لئے ہے اور قضاء انصار کے لئے اور اذان حبشہ کے لوگوں کے لئے

ہےاور امانت قبیلہ ازد میں ہے۔

اس طرح کی احادیث اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ خلافت قریش کے ساتھ مخصوص ہے قریشی کے ہوتے ہوئے غیر قریشی کو خلافت سونپنا جائز نہیں اور اسی پر صحابہ اور بعد کے حضرات کا اجماع منعقد ہوا۔ قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں خلیفہ کے لئے قریشی ہونے کی شرط تمام علماء کے نزدیک ضروری ہے اور حضرت ابوبکر و حضرت عمرؓ نے سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار کے خلاف یہی حدیث پیش فرمائی اور کسی نے بھی ان پر انکار نہیں کیا اور علماء نے اس مسئلہ کو مسائل اجماعیہ میں شمار کیا ہے اسلاف میں سے کسی کا کوئی قول یا فعل اس کے خلاف مروی نہیں ہے۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ کے تلامذہ نے انہیں احادیث کی وجہ سے امام شافعی کی فضیلت پر استدلال کیا ہے اس لئے کہ امام شافعی قریشی تھے۔

حدیث نمبر۵ میں ہے کہ اسلام کو بارہ خلفاء تک قوت و غلبہ حاصل رہے گا اور یہ سب خلفاء قریش میں سے ہوں گے اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ لوگوں کے دینی و مذہبی امور میں استقامت' ملی و ملکی معاملات میں استحکام اور عام نظم و نسق میں عدل و انصاف اور حق و راستی پر مبنی نظام کار کا سلسلہ اس وقت تک قائم رہے گا جب تک کہ ان کے حاکم بارہ شخص ہوں گے جن کا تعلق قریش سے ہوگا ایک اور روایت میں ہے کہ دین برابر قائم رہے گا یہاں تک کہ قیامت آئے اور ان لوگوں پر بارہ خلیفہ کی حکومت قائم ہو جو قریش میں سے ہوں گے۔

حدیث نمبر۱۰ میں فرمایا ہے کہ جو آدمی قریش کو ذلیل و خوار کرنا چاہے گا اللہ تعالیٰ اسی شخص کو ذلیل و خوار کر دیں گے۔

قریش کے لئے انعام و اکرام کی دعا:

حدیث نمبر۱۱ میں نبی کریم ﷺ نے قریش کے لئے یہ دعا فرمائی کہ اے اللہ تو نے شروع شروع میں قریش کو غزوہ بدر غزوہ احزاب کے موقعہ پر تباہی کا مزہ چکھایا اس لئے کہ وہ تیرے اور تیرے رسول کے مخالف تھے لیکن اب وہ اسلام کی نعمت سے سرفراز ہوگئے ہیں اس لئے اب ان کو اپنے کرم و نوازش سے نواز دے۔

نمبر۲.....قبیلہ غفار' اسلم' مزینہ' جہینہ کے مناقب:

حدیث نمبر۶ میں قبیلہ غفار کو دعا دی کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے یہ قبیلہ زمانہ جاہلیت میں حاجیوں کا سامان چرانے کی وجہ سے بدنام تھا اور اچھی نظر سے نہیں دیکھا جاتا تھا ان کے لئے آپ ﷺ نے دعا فرمائی کہ چونکہ یہ اب مسلمان ہوگئے ہیں اس لئے اے اللہ ان کے اس گناہ کو معاف فرما۔

قبیلہ اسلم کے بارے میں فرمایا کہ قبیلہ اسلم کو اللہ تعالیٰ سلامت رکھے چونکہ اس قبیلے نے نبی کریم ﷺ سے جنگ نہیں کی تھی بغیر لڑے اسلام قبول کر لیا تھا اس لئے ان کے لئے سلامتی کی دعا فرمائی۔

حدیث نمبر۷ میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا قریش کے مسلمان یعنی اہل مکہ' انصار یعنی اہل مدینہ قبیلہ جہینہ کے مسلمان' قبیلہ اسلم کے مسلمان' قبیلہ غفار کے مسلمان اور قبیلہ اشجع کے مسلمان میرے دوست اور مددگار ہیں یا یہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست اور مدد کرنے والے ہیں ان کا مددگار اور دوست اللہ اور اللہ کے رسول کے سوا کوئی نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۸ میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا قبیلہ اسلم غفار مزینہ اور جھینہ یہ سب قبیلے بنوتمیم سے اور دو حلیف قبیلوں یعنی بنو اسد اور غطفان سے بہتر ہے اس لئے کہ ان قبیلوں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا اور اپنے اچھے طور طریقوں کا مظاہرہ کیا۔

نمبر۳...... بنوتمیم کی تین خصوصیتیں:

حدیث نمبر ۹ میں حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں بنوتمیم کو اس وقت سے ہمیشہ عزیز اور دوست رکھتا ہوں جب سے میں نے ان کی تین خاص خوبیوں کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے سنا۔

نمبر۱: ان کی پہلی خوبی نبی کریم ﷺ نے یہ بیان فرمائی کہ میری امت میں سے بنوتمیم ہی وہ لوگ ہوں گے جو دجال کے مقابلہ پر سب سے مضبوط ہوں گے۔

نمبر۲: نبی کریم ﷺ کو ایک مرتبہ بنوتمیم کی طرف سے صدقات وصول ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ صدقات ہماری قوم کی طرف سے ہیں یعنی انہیں اپنی قوم فرمایا۔

نمبر۳: ایک لونڈی بنی تمیم سے تعلق رکھتی تھی وہ حضرت عائشہؓ کی ملکیت میں تھی تو نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ اس لونڈی کو آزاد کر دو کیونکہ یہ حضرت اسماعیل کی اولاد میں سے ہے۔

نمبر۴ قبیلہ اسد اور قبیلہ اشعر کی منقبت:

حدیث نمبر ۱۲ میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ قبیلہ اسد اور قبیلہ اشعر بہت اچھے قبیلے ہیں یہ دونوں قبیلے نہ کفار کے مقابلہ پر جنگ سے بھاگتے ہیں اور نہ مال غنیمت میں خیانت کرتے ہیں وہ مجھ سے ہیں یعنی میری سنت پر چلنے والے ہیں یا یہ قبیلے میرے دوست اور مددگار ہیں اور میں ان سے ہوں یعنی ان کا مددگار ہوں۔

نمبر۵...... قبیلہ ازد کے فضائل:

حدیث نمبر ۱۳ میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ قبیلہ ازد کے لوگ روئے زمین پر اللہ کے ازد یعنی اللہ کا لشکر اور اس کے دین کے معاون و مددگار ہیں لوگ اس قبیلے کو ذلیل و خوار کرنا چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کے برخلاف اس قبیلے کے لوگوں کو عزت و بلندی عطا کرنا چاہتے ہیں یقیناً لوگوں پر وہ زمانہ آنے والا ہے جب آدمی یہ کہتا نظر آئے گا کہ کاش میرا باپ ازدی ہوتا اور کاش میری ماں قبیلہ ازد سے ہوتی۔

حدیث نمبر ۲۲ میں ہے کہ امانت ازد یعنی ازد شنوءہ میں ہے جو یمن کا ایک قبیلہ ہے۔

نمبر۶ قبیلہ ثقیف، بنی حنیفہ، بنی امیہ کا ذکر:

حدیث نمبر ۱۴ میں ہے کہ نبی کریم ﷺ تین قبیلوں سے ناخوش ہی اس دنیا سے رخصت ہو گئے وہ قبیلے یہ ہیں ثقیف، بنوحنیفہ، بنو امیہ۔

قبیلہ ثقیف سے ناخوش ہونے کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ اس میں سے حجاج بن یوسف نے پیدا ہونا تھا اور اس ظالم نے بہت سے صحابہ و تابعین کو شہید کرایا۔

بنوحنیفہ سے ناخوش ہونے کی وجہ یہ تھی کہ مسیلمہ کذاب کا تعلق اسی قبیلے سے تھا اور یہ شخص بہت بڑا فتنہ اور جھوٹا مدعی نبوت تھا۔
بنوامیہ میں سے عبیداللہ بن زیاد پیدا ہوا اور یہی وہ شخص ہے جس نے حضرت امام حسینؓ کو شہید کیا اور یہ یزید کی طرف سے کوفہ وبصرہ کا گورنر تھا یزید اور عبیداللہ کے علاوہ باقی بنوامیہ نے بھی زیادتیوں میں کوئی کمی نہ اٹھا رکھی تھی نیز نبی کریم ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ بندر منبر نبوی پر بازی یعنی تماشہ کر رہے ہیں اس کی تعبیر بنی امیہ سے منسلک ہے۔

حدیث نمبر ۱۷ میں ہے کہ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ قبیلہ ثقیف کے تیروں نے ہمیں مار ڈالا ان کے لئے بددعا کریں آپ ﷺ نے فرمایا اے میرے رب قبیلہ ثقیف کو ہدایت وتوفیق اسلام عطا فرما۔

نمبر ۷ قبیلہ ثقیف میں ایک جلاد اور ایک کذاب کے پیدا ہونے کی پیشین گوئی:

حدیث نمبر ۱۵ میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قبیلہ ثقیف میں انتہاء درجہ کا ایک جھوٹا شخص پیدا ہوگا اور ایک انتہا درجے کا مفسد اور ہلاکو۔

علماء فرماتے ہیں کہ کذاب سے مراد مختار بن عبید ہے اور مبیر سے مراد حجاج بن یوسف ہے چنانچہ فصل ثالث میں حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کی تفصیلی روایت ہے کہ جس میں یہ ہے کہ حجاج نے ان کے بیٹے حضرت عبداللہ بن زبیر کو شہید کرایا اور لاش کو سولی پر لٹکا دیا۔ حضرت اسماءؓ کو اپنے پاس بلانے کے لئے کئی مرتبہ آدمی بھیجا لیکن وہ تشریف نہ لائیں تو حجاج خود ان کے پاس آیا او رکہنے لگا کہ جو کچھ میں نے اللہ کے دشمن (نعوذ باللہ) یعنی ابن زبیرؓ کے ساتھ کیا ہے اس کے بارے میں کیا خیال ہے تو انہوں نے فرمایا کہ تو نے اس کی دنیا برباد کی اور اس نے تیری آخرت برباد کردی پھر اپنے ذات النطاقین لقب پڑنے کی وجہ بیان فرمائی۔ آخر میں ارشاد فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ قبیلہ ثقیف میں ایک کذاب ہوگا اور ایک جلاد۔ کذاب تو ہم نے دیکھ لیا یعنی مختار بن عبید۔ رہا مفسد اور ہلاکو میرا خیال یہ ہے کہ وہ تو ہی ہے یہ سن کر حجاج وہاں سے چلا گیا اور کوئی جواب نہ دیا۔

نمبر ۸...... قبیلہ حمیر کی فضیلت:

حدیث نمبر ۱۷ میں ہے کہ قبیلہ قیس کے ایک آدمی نے آکر نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ قبیلہ حمیر پر بددعا کردیں اور یہ درخواست کئی بار کی لیکن نبی کریم ﷺ ہر بار اس سے منہ پھیر لیتے۔ آخر نبی کریم ﷺ نے یہ دعا کی اللہ تعالیٰ قبیلہ حمیر پر رحم کر۔ اور ان کی کوئی خوبیاں بیان کیں۔ نمبر ۱ ان کے منہ سلام ہیں یعنی وہ بکثرت ایک دوسرے کو سلام کہتے ہیں۔ نمبر ۲ ان کے ہاتھ طعام ہیں یعنی وہ بکثرت اپنے ہاتھوں سے لوگوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ نمبر ۳ وہ اہل امن وایمان ہیں یعنی یہ لوگ کامل وپختہ ایمان کے حامل ہیں اور ہر قسم کی آفات ومصائب سے محفوظ ہیں۔

نمبر ۹......قبیلہ دوس کا ذکر:

حدیث نمبر ۱۸ میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوہریرہؓ سے پوچھا کہ تم کس قبیلہ سے ہو انہوں نے عرض کیا یمن کے مشہور قبیلہ ازد کی شاخ دوس سے تعلق رکھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے حیرت کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ مجھے گمان بھی نہ تھا کہ قبیلہ دوس میں کوئی ایسا شخص بھی ہوسکتا ہے جس میں نیکی اور بھلائی ہو گویا آپ ﷺ نے حضرت ابوہریرہؓ کی تعریف فرمائی اور ان کے قبیلہ

دوس کی مذمت فرمائی کہ سوائے ابو ہریرہؓ کے اس قبیلے میں کوئی بھلائی نہیں۔

قبیلہ دوس کے لئے ہدایت کی دعا:

حدیث نمبر ۲۶ میں ہے کہ حضرت طفیل بن عمرو دوسی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ مجھے یقین ہے کہ قبیلہ دوس ہلاک ہوگیا یعنی اس قبیلہ کے لوگوں نے قبول اسلام اور اطاعت دین سے انکار کر کے خود کو ہلاکت وتباہی کا مستوجب بنالیا لہٰذا آپ ﷺ اس قبیلے کے لئے بددعاء کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ان پر عذاب مسلط کر دے لوگوں نے یہ سن کر خیال کیا کہ آنحضرت ﷺ اس قبیلے کے لئے بددعا کریں گے لیکن آپ ﷺ نے دعا فرمائی الٰہی قبیلہ دوس کو راہ راست دکھا اور اس قبیلے کے لوگوں کو مدینہ کی جانب لا یعنی ان کو قبول اسلام کے بعد ہجرت کی بھی توفیق عطا فرمایا یہ کہ ان کو اہل اسلام کے طور طریقوں کی طرف مائل فرما اور ان کے دلوں کو قبول اسلام کی طرف پھیر دے۔

نمبر ۱۰...... فضائل عرب:

اس باب کی بعض احادیث میں عرب کے مختلف فضائل بیان کئے گئے ہیں مثلاً عرب سے دشمنی نبی کریم ﷺ سے دشمنی ہے۔

حدیث نمبر ۱۹ میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت سلمان فارسیؓ سے فرمایا کہ تم مجھ سے دشمنی نہ رکھنا ورنہ تم اپنے دین سے جدا ہو جاؤ گے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میں آپ ﷺ سے دشمنی رکھوں حالانکہ آپ ﷺ کے ذریعہ سے ہی اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلام اور اعمال صالحہ کی ہدایت دی آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم عرب سے دشمنی رکھو گے تو گویا مجھ سے دشمنی رکھو گے۔

عرب سے دغابازی کرنے والا شفاعت سے محروم ہوگا:

حدیث نمبر ۱۹ میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اہل عرب سے فریب ودغابازی کرے گا وہ میری شفاعت میں داخل نہیں ہوگا اور نہ اس کو میری دوستی کی سعادت حاصل ہوگی۔

عرب سے محبت ایمان کی اور ان سے بغض کفر ونفاق کی علامت ہے:

حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ اہل عرب سے دوستی رکھنا ایمان ہے اور ان سے دشمنی نفاق ہے۔

طبرانی نے حضرت انسؓ سے نقل کیا ہے کہ قریش سے محبت کرنا ایمان ہے اور ان کے ساتھ بغض وعداوت رکھنا کفر ہے عرب سے دوستی رکھنا ایمان ہے اور ان سے بغض رکھنا کفر ہے جس نے عرب سے محبت کی درحقیقت اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے عرب سے بغض رکھا گویا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔

حضرت سہل بن سعدؓ کی روایت ہے قریش سے محبت کرو جس نے قریش سے محبت کی اللہ تعالیٰ اس سے محبت کریں گے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ فقراء ومساکین سے محبت رکھو اور ان میں بیٹھا کرو اور اہل عرب سے دلی محبت رکھو اور چاہیے کہ وہ برائیاں جو تم اپنے اندر پاتے ہو وہ تمہیں دوسروں کی عیب گیری سے روک دیں۔

عرب کے متعلق ایک پیشنگوئی:

حدیث نمبر ۲۱ میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کی علامتوں میں سے ایک علامت اہل عرب کا ہلاک ہونا ہے یعنی جب عرب دنیا سے اٹھ جائیں گے تو سمجھو تو قیامت آ کھڑی ہوئی ہے۔

عرب سے تین وجوہ سے محبت کرنے کا حکم:

حدیث نمبر ۲۷ میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ عرب سے تین وجہ سے محبت کرو ایک تو اس وجہ سے کہ میں عرب میں سے ہوں (اور ظاہر ہے کہ جو چیز حبیب کی طرف منسوب ہوتی ہے اس کو محبوب ہونا چاہئے) دوسرے اس وجہ سے کہ قرآن عربی زبان میں ہے اور تیسرے اس وجہ سے کہ جنتیوں کی زبان عربی ہوگی۔

مناقب کا معنی

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ مناقب جمع ہے منقبۃ کی۔ منقبت کا معنی ہے فضیلت اور ایسی اچھی خصلت کہ جس کے سبب سے انسان کو شرف اور بلندی مرتبہ حاصل ہو خواہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک خواہ مخلوق کے ہاں۔ لیکن مخلوق کے ہاں عزت وشرف بے فائدہ اور فانی ہے جب تک کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مرتبہ ومقام حاصل نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ومعزز وہی شخص کہلائے گا جس کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہو یا وہ ان طریقوں اور سنتوں پر چلتا ہو کہ جن سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔

صحابی کی تعریف:

صحابہ جمع ہے صحابی کی۔ علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ محدثین اور بعض اصولیین کے نزدیک صحابی وہ شخص کہلاتا ہے کہ جس نے حالت اسلام میں نبی کریم ﷺ کو دیکھا ہو۔ مؤلف فرماتے ہیں کہ صحابی اس شخص کو کہا جاتا ہے کہ جس نے حالت بیداری میں مسلمان ہونے کی حالت میں حضور انور ﷺ کو دیکھا ہو یا دیکھنے کی صلاحیت نہ ہونے کی وجہ سے دیکھ تو نہ سکا ہو لیکن آپ ﷺ کی صحبت میں رہا ہو جیسے حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ اور ایمان ہی کی حالت میں اس کا انتقال ہوا ہو اگرچہ درمیان میں ارتداد کا ارتکاب کرلیا ہو جیسا کہ اشعث بن قیسؓ کے بارے میں کہا جاتا ہے۔

صحابی کا صحابی ہونا کیسے معلوم ہوگا:

کسی مسلمان کے بارے میں صحابی ہونے کا قول یا تو تواتر سے ثابت ہوگا جیسا کہ حضرات شیخینؓ یعنی حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کا صحابی رسول ہونا تواتر سے ثابت ہے یا خبر مشہور سے معلوم ہوگا یا کسی صحابیؓ کے دوسرے شخص کو صحابیؓ کہنے سے معلوم ہوگا یا صحابیؓ خود اپنے بارے میں کہے کہ میں صحابی ہوں اگر کہنے والا عادل ہو ویسے اہلسنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ الصحابۃ کلھم عدول صحابہؓ کی ساری کی ساری جماعت عادل ہے۔ اسی پر کتاب اللہ سنت رسول اللہ ﷺ اور اجماع امت واضح طور پر دلالت کرتے ہیں۔

فائدہ: بعض حضرات نے صحابی ہونے کے لئے آنحضرت ﷺ کے ساتھ طول صحبت کی شرط لگائی ہے کہ صحابی بننے کے لئے

ضروری ہے کہ ایک طویل عرصے تک آنحضرت ﷺ کی خدمت میں رہا ہو اور آپ ﷺ کی خدمت میں رہ کر دین سیکھا ہو اور غزوات میں شریک ہوا ہو اور طول صحبت کی مدت چھ ماہ بیان کی ہے لیکن اس قول کی کوئی دلیل معلوم نہیں۔ واللہ اعلم

لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جس نے آنحضرت کی لمبی صحبت اٹھائی ہے اور آپ ﷺ کے ساتھ غزوات میں بھی شریک رہا اس کا مرتبہ بہر حال ان حضرات سے زیادہ ہے کہ جن کو طویل صحبت میسر نہ آئی اور نہ وہ جہاد میں آپ ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے اور آپ ﷺ کو صرف دور سے ایک نظر دیکھا اور آپ ﷺ سے ہم کلامی کا شرف حاصل نہیں ہوا یا آپ ﷺ کو بچپن میں دیکھا تو اگرچہ صحابی ہونے کا شرف تو ان کو حاصل ہوگا لیکن وہ فضیلت جو طویل الصحبت صحابی کو حاصل ہے وہ ان کو حاصل نہیں ہو سکتی۔

صحابہ میں افضلیت کی ترتیب:

شرح السنۃ میں ہے کہ ابو منصور بغدادی فرماتے ہیں کہ ہمارے علماء کا اس پر اجماع ہے کہ خلفاء اربعہ بحسب ترتیب خلافت تمام صحابہ سے افضل ہیں یعنی سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ پھر حضرت عمر فاروقؓ پھر حضرت عثمانؓ اور پھر حضرت علیؓ ان کے بعد باقی عشرہ مبشرہ پھر غزوہ احد میں شریک ہونے والے حضرات پھر بیعۃ الرضوان میں شرکت کرنے والے پھر انصارؓ میں سے وہ صحابہ کہ جن کو بیعت عقبتین کی فضیلت حاصل ہوئی پھر وہ صحابہؓ جن کو قبلتین یعنی کعبہ اور بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا شرف حاصل ہوا جن کو سابقون اولون کے لقب سے ملقب کیا جاتا ہے۔

فائدہ: علماء کی اس بارے میں مختلف آراء ہیں کہ ازواج مطہرات میں سے حضرت عائشہؓ افضل ہیں یا حضرت خدیجہؓ۔ پھر اس میں بھی مختلف آراء ہیں کہ حضرت فاطمہؓ افضل ہیں یا حضرت عائشہؓ۔

مشاجرات صحابہ کے بارے میں اہلسنت والجماعت کی رائے:

حضرت معاویہؓ عادل، فاضل اور اخیار صحابہؓ میں سے ہیں۔ صحابہ کی جو آپس میں جنگیں ہوئیں ہیں ان کو مشاجرات صحابہ کا نام دیا جاتا ہے ان معاملات میں ہر ایک نے اپنے اجتہاد سے کام لیا اور اپنے صواب پر ہونے کا اعتقاد تھا اس لئے اس طرح کے واقعات سے وہ عادل ہونے سے نہیں نکلیں گے۔

تفسیر مظہری میں فرمایا کہ جن اخیار امت کے متعلق اللہ تعالیٰ نے غفران و مغفرت کا یہ اعلان فرما دیا ہے اگر ان سے کوئی لغزش یا گناہ ہوا بھی ہے تو یہ آیت: لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ اس کی معافی کا اعلان ہے پھر ان کے ایسے معاملات کو جو مستحسن نہیں ہیں غور و فکر اور بحث و مباحثہ کا میدان بنانا بدبختی اور بظاہر اس آیت کی مخالفت ہے یہ آیت روافض کے قول کی واضح تردید ہے جو ابوبکرؓ اور عمرؓ اور دوسرے صحابہؓ پر کفر و نفاق کے الزام لگاتے ہیں۔

تمام صحابہ کی تعظیم و تکریم ان سے محبت رکھنا ان کی مدح و ثنا کرنا واجب ہے اور ان کے آپس میں جو اختلافات اور مشاجرات پیش آئے ان کے معاملے میں سکوت کرنا کسی کو مورد الزام نہ بنانا لازم ہے عقائد اسلامیہ کی تمام کتابوں میں اس اجماعی عقیدہ کی تصریحات موجود ہیں۔

یہ جائز نہیں کہ کسی بھی صحابیؓ کی طرف قطعی اور یقینی طور پر غلطی منسوب کی جائے اس لئے کہ ان سب حضرات نے اپنے اپنے طرز عمل میں اجتہاد سے کام لیا تھا اور سب کا مقصد اللہ کی خوشنودی تھی یہ سب حضرات ہمارے پیشوا ہیں اور ہمیں حکم ہے کہ ان کے باہمی اختلافات سے کف لسان کریں اور ہمیشہ ان کا ذکر بہترین طریقے پر کریں کیونکہ صحابیت بڑی حرمت کی چیز ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو برا کہنے سے منع فرمایا ہے اور یہ خبر دی ہے کہ اللہ نے انہیں معاف کر رکھا ہے اور ان سے راضی ہے۔

الفصل الاول:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا بھلا کہنے سے ممانعت

۱/۵۸۳۹ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ فَلَوْ اَنَّ اَحَدَكُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ اَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيْفَهٗ (متفق عليه)

أخرجه البخاري في صحيحه ۲۱/۷ حديث رقم ۳۶۷۳ وأخرجه مسلم في صحيحه ۱۹۶۷/۴ حديث رقم (۲۲۲-۲۵۴۱) وابو داؤد في السنن ۴۵/۵ حديث رقم ۴۶۵۸ والترمذي ۶۵۳/۵ حديث رقم ۳۸۶۱ و احمد في المسند ۱۱/۳۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے صحابہ کو برا نہ کہو اس لئے کہ اگر کوئی تم میں سے احد پہاڑ کے برابر سونا (خدا کی راہ میں) خرچ کرے تو صحابی کے ایک مد یا آدھے مد کے ثواب کے برابر بھی اس کا ثواب نہ ہوگا۔ (متفق علیہ)

تشریح ۞ لَا تَسُبُّوْا: یہ مخاطب کا صیغہ ہے اس میں خطاب کس کو ہے اس میں مختلف احتمالات ہیں۔

نمبرا: لَا تَسُبُّوْا کا خطاب صحابہ کو ہے اس لئے کہ اس حدیث کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت خالد بن ولیدؓ اور حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ کے درمیان کسی بات پر تکرار ہو گیا تو حضرت خالدؓ نے حضرت عبدالرحمان کو کوئی سخت کلمہ کہہ دیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ بات پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے صحابہ کو گالی مت دو گویا اصحابی سے مخصوص لوگ مراد ہیں یعنی وہ لوگ جن کو مخاطبین پر قبولیت اسلام میں سبقت حاصل ہے۔

نمبر۲: بعض حضرات نے کہا کہ یہ خطاب صحابہ ہی کو ہے لیکن ان سے ان کی شان کے خلاف الفاظ صادر ہونے کی وجہ سے ان کو غیر صحابہ کی طرح خطاب فرمایا یہ احتمال علامہ سیوطیؒ نے ذکر فرمایا ہے۔

نمبر۳: یہ بھی ممکن ہے کہ یہ خطاب ساری امت کو ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نور نبوت سے پتہ چل گیا ہو کہ ایک فرقہ بدبختوں کا ایسا پیدا ہونے والا ہے جو صحابہ کرام کو برا بھلا کہے گا۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کو برا کہنے والے کا حکم:

علامہ نوویؒ شرح مسلم میں فرماتے ہیں کہ صحابہ کو برا بھلا کہنا حرام اور اکبر الفواحش ہے ہمارا اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اس کو تعزیر لگائی جائے اور بعض مالکیہ فرماتے ہیں کہ ایسے شخص کو قتل کر دیا جائے۔ قاضی عیاض شرح الشفاء میں فرماتے ہیں کہ

صحابہ میں سے کسی ایک کو بھی نازیبا الفاظ کہنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔

ہمارے بعض علماء نے اس کی تصریح کی ہے کہ شیخین کو برا کہنے والے کو قتل کیا جائے گا علامہ ابن نجیم مصری کی کتاب الاشباہ والنظائر کی کتاب السیر میں ہے کہ ہر کافر جو اپنے کفر سے توبہ کر لے اس کی توبہ دنیا و آخرت میں مقبول ہے یعنی دنیاوی احکام کے لحاظ سے اس کو مسلمان سمجھ کر مسلمانوں والا سلوک کیا جائے گا اور آخرت میں اس کو حالت کفر کے معاصی اور کفر کی سزا نہیں دی جائے گی لیکن چند لوگ ایسے ہیں کہ اگر ان کو توبہ سے پہلے پکڑ لیا جائے تو ان کی معافی نہیں ہے۔ ان میں سے ایک وہ شخص ہے جو نبی اکرم ﷺ کو (نعوذ باللہ) برا بھلا کہے یا شیخین دونوں کو یا ان میں سے کسی ایک کو برا کہے اسی طرح وہ شخص جو جادو کی وجہ سے یا زندقہ کی وجہ سے کافر قرار پائے اگرچہ ان کاموں کا ارتکاب کرنے والی کوئی عورت ہو۔

نیز علامہ ابن نجیمؒ نے یہ بھی فرمایا کہ شیخین کو گالی دینے والا اور (نعوذ باللہ) ان پر لعنت کرنے والا شخص کافر ہے اور جو شخص صرف حضرت علیؓ کی حضرات شیخین پر فضیلت کا قائل ہے وہ مبتدع، گمراہ اور اہلسنت والجماعت کے متفقہ عقیدہ سے ہٹا ہوا ہے۔

مناقب کردری میں ہے کہ جو شخص شیخین کی خلافت کا منکر ہو یا ان سے بغض رکھتا ہو تو وہ شخص کافر ہے لیکن جہاں تک قلبی محبت کا تعلق ہے تو اگر کسی شخص کو حضرت علیؓ سے بنسبت شیخین کے زیادہ قلبی محبت ہو تو یہ کوئی قابل مواخذہ اور قابل اعتراض بات نہیں ہے اس لئے کہ یہ غیر اختیاری فعل ہے۔

باقی رہی یہ بات کہ صرف شیخین کی خلافت کے انکار پر کفر کا حکم کیوں ہے تو اس کی ایک وجہ تو وہ فضائل ومناقب ہو سکتے ہیں کہ جو احادیث میں خاص ان دو حضرات کے لئے بیان کئے گئے دوسرا کوئی شخص ان میں ان کا سہیم وشریک نہیں ہو سکتا یا اس کی وجہ یہ ہے کہ ان دو حضرات کی خلافت پر جس طرح کا اجماع ہوا ہے کہ اس وقت کوئی بھی اس کے خلاف نہ تھا اس طرح کا اجماع دوسرے حضرات کی خلافت پر نہیں ہوا تھا بلکہ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کی خلافت میں کئی فرقوں نے بغاوت وخروج کا مظاہرہ کیا۔

(فَلَوْ اَنَّ اَحَدَكُمْ ......) امام برقانی نے اس کے ساتھ کل یوم کے لفظ کا بھی اضافہ کیا ہے کہ اگر تم میں سے کوئی شخص روزانہ احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے۔

(مَا بَلَغَ مُدَّ اَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ) یعنی صحابہ گندم یا جو وغیرہ کا ایک مد یا آدھا مد خرچ کریں تو وہ ثواب میں پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرنے سے بھی بڑھ جائے گا۔

مد میم کے ضمہ کے ساتھ صاع کے چوتھائی حصے کو کہتے ہیں اور نصیف بمعنی نصف ہے جیسا کہ عشیر بمعنی عشر ہے اور بعض حضرات نے کہا کہ نصیف ایک پیمانہ ہے جس میں نصف مد سما سکتا ہے قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ نصیف نصف کے معنی میں ہے اور یہاں مراد مد کا نصف ہے جبکہ کچھ حضرات کے نزدیک نصیف ایک پیمانہ ہے جو مد سے کم ہوتا ہے بہر حال حدیث کا حاصل یہ ہے کہ تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو وہ اس اجر وثواب کو نہیں پا سکتا جو صحابہ میں سے کسی شخص کو ایک مد جو یا گندم یا آدھا مد جو وغیرہ راہ خدا میں خرچ کرنے پر حاصل ہوتا ہے باقی ان کو یہ فضیلت اور کم مقدار خرچ پر اجر عظیم حاصل ہونے کی کیا وجہ ہے بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اس فضیلت کی وجہ وہ اخلاص صدق نیت اور کمال رضا ہے جو صرف ان حضرات ہی کا حصہ تھا۔

علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ ان کو یہ فضیلت اس وجہ سے حاصل ہوئی ہے کہ انہوں نے ایسے وقت میں خرچ کیا جبکہ اسلام اور مسلمانوں کو ضرورت تھی اور خود یہ حضرات بھی حاجت مند تھے ایسے کڑے وقت میں ان حضرات نے اپنی ذات پر اسلام اور دوسرے مسلمان بھائیوں کو ترجیح دی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿لَا يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا مِن بَعْدُ وَقَاتَلُوا وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ﴾

"تم میں سے جو لوگ فتح مکہ سے پہلے (فی سبیل اللہ) خرچ کر چکے تھے اور لڑ چکے برابر نہیں وہ لوگ درجہ میں ان لوگوں سے بڑے ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے بعد میں خرچ کیا اور لڑے اور (ویسے تو) اللہ تعالیٰ نے بھلائی (یعنی جنت) کا وعدہ سب سے کر رکھا ہے"۔

ایسے ہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يؤثرون على انفسهم ولو كان بهم خصاصة

یہ تو صرف ان کے انفاق فی سبیل اللہ کی وجہ سے رفع درجات کا حال ہے باقی جہاد دیگر عبادات کا جہاں تک تعلق ہے ان کے ثواب میں بھی کوئی ان کے برابر نہیں پہنچ سکتا۔

سب صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق مزید احادیث:

نمبر ا: علی بن حرب الطائی اور خیثمہ بن سلیمان حضرت ابن عمرؓ سے یہ روایت نقل فرماتے ہیں۔

قال لاتسبوا اصحاب محمد فلمقام احدهم ساعة خير من عمل احدكم عمره

یعنی نبی کریم کے صحابہؓ کو برا نہ کہو ان کا ایک لمحے کا قیام (یعنی عبادت کے لئے کھڑا ہونا) تمہارے زندگی بھر کے عمل سے بہتر ہے۔

نمبر ۲: خطیب بغدادی نے اپنی جامع میں یہ حدیث نقل کی ہے۔

انه قال اذا ظهرت الفتن او قال البدع و سب اصحابی فليظهر العالم علمه فمن لم يفعل ذلك فعليه لعنة الله والملائكة والناس اجمعين ولا يقبل الله له صرفا ولا عدلا۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب فتنے یا بدعتیں ظاہر ہوں اور میرے صحابہ کو برا بھلا کہنا بھی ظاہر ہو جائے تو عالم کو چاہئے کہ وہ اپنے علم کو ظاہر کرے اور جس نے ایسا نہ کیا تو اس پر اللہ تعالیٰ فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے اللہ تعالیٰ اس کا نہ فرض قبول فرمائیں گے اور نہ ہی نفل۔

نمبر ۳: محاملی اور طبرانی اور حاکمؒ نے عویم بن ساعدہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔

ان الله اختارنی واختارلی اصحابا وجعل لی فيهم وزراء و انصارا و اصهارا فمن سبهم فعليه لعنة الله والملائكة والناس اجمعين ولا يقبل الله منه يوم القيامة صرفا ولا عدلا۔

اللہ تعالیٰ نے مجھے منتخب کیا اور میرے لئے ساتھیوں کا انتخاب کیا اور میرے لئے ان میں سے وزیر مددگار رشتہ دار

بنائے۔ پس جو شخص ان کو برا کہے گا اس پر اللہ تعالیٰ فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو اور قیامت کے دن اس کا نہ فرض قبول ہوگا اور نہ نفل۔

نمبر ۴: عقیلی نے ضعفاء میں حضرت انسؓ کی روایت نقل کی ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

ان اللہ اختارنی واختارلی اصحابا و انصارا و سیأتی قوم یسبونھم ویستنقصونھم فلا تجالسوھم ولا تشاربوھم ولا تواکلوھم ولا تناکحوھم۔

بے شک اللہ نے مجھے منتخب کیا اور میرے لئے ساتھیوں اور مددگاروں کا انتخاب کیا اور عنقریب ایک ایسی قوم آئے گی جو ان کو برا بھلا کہے گی اور ان کی توہین کرے گی پس تم ان کے ساتھ نہ بیٹھو اور نہ ان کے ساتھ کھاؤ پیو اور نہ ان سے نکاح کرو۔

نمبر ۵: امام احمد، ابی داؤد، امام ترمذی رحمہم اللہ نے ابن مسعودؓ سے یہ روایت نقل کی ہے۔ کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لایبلغنی احد عن احد من اصحابی شیئا فانی احب ان اخرج الیکم وانا سلیم الصدر۔

مجھ سے کوئی میرے کسی صحابہ کی شکایت نہ کرے اس لئے کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ جب میں تم سے رخصت ہوں تو میرا سینہ (یعنی دل) صحابہ کے بارے میں صاف ہو۔

خلافت صدیق اکبرؓ کے منکر کا حکم:

قدوۃ المحققین، سند المحدثین شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے لکھا ہے کہ بلاشبہ فرقہ امامیہ حضرت صدیق اکبرؓ کی خلافت کا منکر ہے اور فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جو شخص خلافت صدیق اکبر کا منکر ہے وہ اجماع قطعی کا منکر ہونے کی وجہ سے کافر ہے چنانچہ فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:

الرافضی اذا کان یسب الشیخین ویلعنھما العیاذ باللہ فھو کافر وان کان یفضل علیا کرم اللہ تعالٰی وجھہ علی ابی بکرؓ لا یکون کافرا لکنہ مبتدع ولو قذف عائشۃ بالزنا کفر باللہ۔

رافضی اگر حضرات شیخین کو برا بھلا کہے اور نعوذ باللہ ان پر لعنت کرے تو وہ کافر ہے اور جو صرف حضرت علیؑ کو حضرت ابو بکرؓ پر فضیلت دے تو وہ کافر نہیں ہے لیکن وہ بدعتی ہے اور اگر نعوذ باللہ تہمت عائشہ کا قائل ہے تو اس نے اللہ (کی کتاب) کا انکار کیا (اس لئے وہ کافر ہے)

اسی طرح عالمگیریہ میں دوسری جگہ پر ہے:

من انکر امامۃ ابی بکر الصدیق فھو کافر علی قول بعضھم وقال بعضھم وھو مبتدع ولیس بکافر والصحیح انہ کافر کذلک من انکر خلافۃ عمر فی اصح الاقوال ویجب اکفار الروافض فی قولھم برجعۃ الاموات الی الدنیا وتناسخ الارواح الی ان قالوا ھؤلاء القوم خارجون عن ملۃ الاسلام واحکامھم احکام المرتدین۔

جو شخص خلافت ابوبکر کا منکر ہو تو وہ بعض کے نزدیک کافر ہے اور بعضوں نے کہا کہ وہ بدعتی ہے کافر نہیں ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ

کافر ہے ایسے ہی وہ شخص جو خلافت حضرت عمرؓ کا منکر ہو۔ اور علماء کے قول میں روافض کو کافر کہنا واجب ہے اس لئے کہ یہ رجعت اموات اور تناسخ کے قائل ہیں یہاں تک کہ علماء نے اس کی تصریح کی ہے کہ یہ قوم اسلام سے خارج ہے اور ان کے احکام مثل مرتدوں کے ہیں۔

روافض کے کفر کے دلائل:

نمبرا: صحابہ کرام بالخصوص خلفاء ثلاثہ کے فضائل میں انگنت اور بے شمار احادیث ہیں یہ سب اگرچہ خبر واحد ہیں لیکن تعدد طرق اور کثرت رواۃ کے لحاظ سے یہ احادیث متواتر بالمعنی ہیں اس لئے ان احادیث کے مدلول کا انکار کرنا کفر ہے اور ان احادیث کا کسی مجتہد نے انکار نہیں کیا بلکہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا تو مسلک یہ ہے کہ ان کے نزدیک خبر واحد بلکہ قول صحابیؓ بھی قیاس پر مقدم ہے چہ جائیکہ کوئی شخص ان احادیث کا سرے سے انکار ہی کر دے جن کو تواتر معنوی کا درجہ حاصل ہے۔

نمبر۲: اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں مختلف مقامات پر صحابہ کے لئے اپنی رضا مندی کا اظہار فرمایا ہے چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہے۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ

البتہ تحقیق خدا ان لوگوں سے بہت خوش ہے جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ

مہاجرین اور انصار اور ان لوگوں میں سے جنہوں نے احسان کے ساتھ ان کی پیروی کی سابقین اولین۔ اللہ تعالیٰ ان سے خوش ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے۔

اس طرح کی بہت سی آیات ہیں کہ جن میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ سے راضی ہونے کا اعلان تاکیدی الفاظ کے ساتھ فرمایا پس جن کے لئے اللہ تعالیٰ اپنی رضا مندی کا اعلان کریں اور یہ روافض ان پر لعنت کریں بلکہ ان کو غاصب اور کافر جانیں تو یہ قرآن مجید کی ان آیات کی واضح مخالفت ہے اور قرآن پاک کی مخالفت کفر ہے۔

نمبر۳: خلفاء ثلاثہ کی خلافت قرآن کریم سے ثابت ہے چنانچہ حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ......

اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ کرتے ہیں ان کو زمین میں خلافت دے گا۔

تفسیر مدارک وغیرہ میں ہے کہ یہ آیت خلفاء راشدین کی خلافت کی صحت پر واضح ترین دلیل ہے اس لئے کہ خلیفہ بنائے جانے کے قابل ان لوگوں کو قرار دیا گیا ہے جو ایمان اور عمل صالح کے ساتھ متصف ہوں اور یہ دونوں وصف ان حضرات میں بدرجہ اتم پائے جاتے تھے۔ لہٰذا خلفاء کی خلافت کی صحت کا منکر اس آیت قرآنیہ کا منکر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

چنانچہ اس کے بعد حق تعالیٰ کا ارشاد ہے ومن کفر بعد ذلک فاولئک هم الفاسقون یعنی جنہوں نے کفر کیا یعنی اللہ کے وعدہ کو سچ نہ مانا پس وہ فاسق ہیں یعنی کافر ہیں اس لئے کہ قرآن پاک کے عرف میں فاسق سے مراد فاسق کامل یعنی کافر ہوتا

ہے جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے۔

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ

یہاں بھی فاسق سے مراد کافر ہے۔

نمبر۴: حق تعالیٰ شانہ نے قرآن پاک میں صحابہ کرامؓ کو صادق قرار دیا ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

﴿لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ﴾

ان فقراء مہاجرین کے لئے جو گھروں اور مال واسباب سے نکالے گئے وہ تلاش کرتے ہیں اللہ کے فضل اور اس کی رضامندی کو اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں یہی لوگ سچے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو صادق کا لقب عطا فرمایا اور صحابہ کرام حضرت صدیق اکبرؓ کو یا خلیفۃ رسول اللہ کہہ کر پکارتے تھے اور شیعہ ان کو نعوذ باللہ کاذب کہتے ہیں قرآن جن کو صادق کہہ رہا ہے شیعہ ان کو کاذب کہتے ہیں یہ قرآن کی صریح مخالفت اور اس کی تردید ہے جو بلاشبہ کفر ہے۔

نمبر۵: قرآن نے جابجا صحابہ کرامؓ کو مفلحون فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد ہے اولئك هم المفلحون اور شیعہ کہتے ہیں اولئك هم الخاسرون یہ قرآن پاک کی تصریح تکذیب نہیں تو اور کیا ہے۔

نمبر۶: قرآن پاک میں صحابہ کی بہت جگہ پر مدح وثناء کی گئی ہے مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا﴾

محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے رسول ہیں اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں مہربان ہیں اے مخاطب تو ان کو دیکھے گا رکوع کرتے ہوئے اور سجدے کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے فضل ورضا کو تلاش کرتے ہوئے۔ ان کی نشانیاں بوجہ سجدہ کرنے کے ان کے چہروں پر نمایاں ہیں یہ ان کے اوصاف تورات میں بھی ہے اور انجیل میں ان کا یہ وصف ہے کہ جیسے کھیتی اس نے اپنی سوئی نکالی پھر اس نے اس کو قوی کیا پھر وہ اور موٹی ہوئی پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی کہ کسانوں کو بھلی معلوم ہونے لگی تاکہ ان سے کافروں کو غصہ دلائے اور اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور اچھے اعمال کئے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے۔

اس آیت میں بھرپور طریقے سے صحابہ کی مدح وتوصیف ہے پس ان لوگوں کے بارے میں کیا خیال ہے کہ جو اس آیت کے برعکس صحابہ کو برا بھلا کہتے ہیں (نعوذ باللہ) ان پر لعنت بھیجتے ہیں۔

ان آیتوں میں صحابہ کا ایک وصف یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ آپس میں محبت والفت رکھتے ہیں اور کفار کے خلاف سخت

ہیں تو جو کوئی یہ کہتا ہے کہ صحابہؓ کی آپس میں دشمنی تھی تو وہ شخص اس آیت رحماء بینھم کا منکر ہے۔

اسی طرح جو شخص صحابہ پر غصہ کرے اور بغض رکھے تو قرآن پاک کی اس آیت لیغیظ بھم الکفار کے سبب کافر قرار پایا اس آیت کا مطلب یہی ہے کہ کافر لوگ ہی صحابہؓ پر غصہ کرتے ہیں۔

یہ مضمون قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے اپنی کتاب مالا بد منہ میں لکھا ہے اور اس کے بعد یہ بھی لکھا ہے کہ صحابہ کرامؓ حاملان وحی اور ترجمان قرآن ہیں تو صحابہ کے انکار کے ساتھ قرآن وغیرہ دوسری ایمانیات متواترات پر ایمان لانا ممکن ہی نہیں ہے۔ اور آخری آیت وعد اللہ الذین آمنوا...... میں ان لوگوں کی تردید ہے جو یہ کہتے ہیں کہ صحابہ کرام نبی اکرم ﷺ کی حیات میں تو نیک وصالح تھے لیکن آپ ﷺ کی وفات کے بعد (نعوذ باللہ) مرتد ہو گئے تھے ان کی تردید اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے اور یہ وعدہ انہیں سے ہو سکتا ہے جو مرتے دم تک ایمان اور عمل صالح پر قائم رہے ہیں ورنہ تو (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ کی طرف جہل کی نسبت کرنا لازم آئے گی کہ (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمالیا جو مرتد ہونے والے تھے گویا اللہ تعالیٰ کو وعدہ کرتے وقت ان کے انجام کا علم نہ تھا۔

نمبر ۶: قرآن پاک کا ارشاد ہے۔

قل للمخلفین من الاعراب ستدعون الی قوم اولی باس شدید تقاتلونھم او یسلمون فان تطیعوا یؤتکم اللہ اجرا حسنا وان تتولوا کما تولیتم من قبل یعذبکم عذابا الیما

آپ ﷺ ان دیہاتیوں میں سے پیچھے رہ جانے والوں سے فرما دیجئے کہ عنقریب تم لوگ ایسے لوگوں سے (لڑنے کے لئے) بلائے جاؤ گے جو سخت طاقت والے ہوں گے کہ یا تو ان سے لڑتے رہو یا وہ اسلام قبول کرلیں سو اگر تم اطاعت کرو گے تو تم کو اچھا بدلہ دے گا اور اگر تم نے اعراض کیا جیسا کہ تم نے پہلے بھی اعراض کیا تھا تو خدا تمہیں دردناک عذاب دے گا۔

باتفاق اہلسنت والجماعت دیہاتیوں کو دعوت جہاد دینے والے حضرت ابوبکرؓ تھے اور شیعہ بھی اس کا انکار نہیں کر سکتے تو یہ آیت ان کی خلافت کی واضح دلیل ہے اور جن لوگوں نے ان کی دعوت کو قبول نہ کیا ان کو عذاب الیم کی خبر سنائی گئی ہے چنانچہ ابن ابی حاتم، ابن قتیبہ، شیخ ابوالحسن اور امام ابوالعباس وغیرہ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے خلافت صدیق اکبرؓ ثابت ہوتی ہے اور ان کی دعوت جہاد سے روگردانی کرنے والے کو دردناک عذاب کی وعید سنائی۔ تو جو شخص ان پر لعنت کرے اور ان کو کفر کی طرف منسوب کرے اس کا کیا حال ہوگا۔

نمبر ۷: صحابہ کرام کا جنتی ہونا نصوص قطعیہ سے ثابت ہے چنانچہ ارشاد خداوندی ہے۔

﴿لَا یَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ اُولٰٓئِکَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا وَکُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الْحُسْنٰی﴾

تم میں سے جو لوگ فتح مکہ سے پہلے خرچ کر چکے اور لڑ چکے برابر نہیں ہو سکتے، وہ لوگ درجہ میں ان لوگوں سے بڑھ کر ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے بعد میں خرچ کیا اور لڑے اور اللہ تعالیٰ نے بھلائی یعنی جنت کا وعدہ سب سے کر رکھا ہے۔

لہٰذا صحابہ کرام کو کافر کہنا ان نصوص قطعیہ کا انکار ہے کہ جن میں ان کا جنتی ہونا بیان کیا گیا ہے۔

نمبر۸: قرآن پاک کے ایسے مضامین اور آیتوں کا انکار کرنا کہ جن میں تاویل کا احتمال نہ ہو کفر ہے اور انکار کی بہت سی صورتیں ہیں ایک صورت صریح انکار ہے بغیر کسی تاویل کے جیسا کہ مشرکین قرآن پاک کو ماننے سے انکار کرتے تھے اور ایک صورت انکار کی انکار غیر صریح ہے یعنی قرآن کا ایسا مطلب مراد لینا اور ایسی تاویل کرنا کہ جس کے بطلان پر اہل حق کا اجماع ہو جیسا کہ مانعین زکوٰۃ حضرت صدیق اکبرؓ کے دور خلافت میں یہ کہتے تھے کہ قرآن میں زکوٰۃ کا حکم تو ہے لیکن یہ حکم صرف نبی اکرم ﷺ کے زمانے تک تھی اس لئے آپ ﷺ کے انتقال کے بعد اب زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔

اور انکار کی یہ دونوں صورتیں موجب کفر ہیں اور شیعہ کا قرآن وحدیث کا انکار کرنا اس دوسری قسم کا ہے لہٰذا وہ بھی کافر ہیں۔

نمبر۹: تکفیر صحابہؓ اور قذف عائشہ صدیقہؓ بڑے موجبات کفر ہیں یعنی ان عقائد کی وجہ سے انسان کافر ہو جاتا ہے اور شیعہ تکفیر صحابہؓ اور قذف صدیقہؓ کے نہ صرف قائل ہیں بلکہ ان کو رفع درجات کا سبب اور نیکی سمجھتے ہیں حالانکہ معصیت کو حلال سمجھنے سے ہی انسان کافر ہو جاتا ہے چہ جائیکہ وہ اس معصیت کو رفع درجات کا ذریعہ سمجھے۔

نمبر۱۰: اللہ تعالیٰ حضرت ابوبکرؓ کی شان میں فرماتے ہیں۔

ثانی اثنین اذھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا

دو میں سے دوسرے کا جب وہ دونوں غار میں تھے اور کہتے تھے (نبی کریم ﷺ) اپنے ساتھی سے (ابوبکرؓ سے) گھبراؤ مت بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہیں۔

اللہ تعالیٰ خود حضرت ابوبکرؓ کی نبی کریم ﷺ کے ساتھ معیت' جانثاری' کو بیان فرما رہے ہیں اور یہ شیعہ ان کو برا کہتے ہیں۔

نمبر۱۱: اللہ تعالیٰ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہیں:

وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنكُمْ وَالسَّعَةِ

یعنی وہ لوگ جو تم میں سے فضیلت والے اور دنیاوی اسباب کے لحاظ سے وسعت والے ہیں وہ قرابتداروں' مساکین اور اللہ کے راستہ میں ہجرت کرنے والوں کو دینے میں کمی نہ کریں۔

اولوا الفضل سے مراد باتفاق اہلسنت حضرت صدیق اکبرؓ ہیں جیسا کہ اس آیت کے شان نزول سے ظاہر ہے حضرت صدیقہ کائنات پر تہمت لگانے والے منافقین کے ساتھ کچھ مخلص صحابہ بھی غلط فہمی اور غلط پروپیگنڈہ کی وجہ سے شریک ہو گئے تھے ان میں سے ایک حضرت مسطح بھی تھے جن کا خرچ حضرت ابوبکرؓ اٹھاتے تھے برات نازل ہونے کے بعد حضرت ابوبکرؓ کو رنج ہوا کہ جس شخص پر میں اتنے احسانات کرتا تھا اسی نے میری بیٹی پر تہمت لگائی تو حضرت ابوبکرؓ نے وہ خرچہ صدقہ جو حضرت مسطح کو دیتے تھے دینا بند کر دیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

تو حق تعالیٰ حضرت صدیق اکبرؓ کو اولوا الفضل فرما رہے ہیں اور جو شخص ان کے فضل وبزرگی کا منکر ہے وہ گویا قرآن پاک کا منکر ہے جو کہ موجب کفر ہے۔

نمبر۱۴: قرآن پاک کی سورۃ الیل میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَكّٰی وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰی اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰی وَلَسَوْفَ یَرْضٰی﴾

اور ضرور اس آگ سے وہ پرہیزگار شخص بچا رہے گا جو اپنا مال اس غرض سے دیتا ہے تا کہ وہ پاک ہو جائے۔

یہ آیت بھی حضرت صدیق اکبرؓ کی شان میں نازل ہوئی ہے چنانچہ ماہرانِ تفسیر پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ اتقی سے مراد حضرت صدیق اکبرؓ ہیں نہ کہ حضرت علیؓ جیسا کہ اس کے شانِ نزول سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے پس جن کو اللہ تعالیٰ نے اتقی فرمایا وہ مستحق رحمت ورضوان ہیں یا (نعوذ باللہ) مستحق لعنت وخذلان۔

اب اسی موضوع کے متعلق احادیث رسول ﷺ کو بیان کیا جاتا ہے۔

عن عويم بن ساعدة انه ﷺ قال: ان الله اختارني واختارلي اصحابا فجعل لي منهم وزرآء و انصارا و اصهارا فمن سبهم فعليه لعنة الله والملائكة والناس اجمعين ولا يقبل الله منه صرفا ولا عدلا۔

حضرت عویم بن ساعدہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرا انتخاب فرمایا اور میرے لئے ساتھیوں کا انتخاب فرمایا پس ان میں سے میرے لئے وزیر معین ومددگار اور رشتہ دار بنائے جو ان کو برا بھلا کہے اس پر خدا کی فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو اللہ تعالیٰ اس کا نہ کوئی فرض قبول کریں گے اور نہ کوئی نفل۔

یہ روایت محاملی اور طبرانی اور حاکم نے بیان فرمائی ہے۔

عن علي عن النبي ﷺ قال: سياتي من بعدي قوم يقال لهم الرافضة فان ادركتهم فاقتلهم فانهم مشركون قال: قلت يارسول الله ما العلامة فيهم قال يفرطونك بماليس فيك ويطعنون على السلف۔

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد ایک قوم آئے گی جس کو رافضی کہا جائے گا اگر تم ان کو پالو تو ان کو قتل کر دینا اس لئے کہ وہ مشرک ہیں' حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ان کی کیا علامت ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ تجھ کو ایسی باتوں کے ذریعے بلند کریں گے جو تجھ میں نہ ہوں گی اور سلف (صحابہؓ) پر لعن طعن کریں گے۔ (دار قطنی نے اس کو روایت کیا ہے)

دار قطنی کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ

وذلك انهم يسبون ابا بكر و عمر ومن سب اصحابي فعليه لعنة الله والملائكة والناس۔

"وہ ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو گالیاں دیں گے اور جس شخص نے میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو گالی دی اس پر اللہ کی فرشتوں کی اور لوگوں کی لعنت ہے"۔

اسی طرح یہ منقول ہے حضرت انسؓ سے' حضرت عیاض انصاری سے' حضرت حسن بن علی' حضرت ابن عمر' حضرت ابن عباس' حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء' حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے۔

نمبر۳: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

من ابغضهم فقد ابغضني ومن آذاهم فقد آذاني ومن آذاني فقد آذى الله۔

جس نے دشمن رکھا صحابہ کو پس اس نے دشمن رکھا مجھ کو۔ اور جس نے ایذاء دی صحابہ کو اس نے مجھے ایذاء دی اور جس نے مجھے ایذاء دی پس تحقیق اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذاء دی۔

نمبر۴: ابن عساکر نے روایت بیان کی ہے۔

ان رسول الله ﷺ قال: حب ابي بكر و عمر ايمان و بغضهما كفر۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابوبکرؓ وعمرؓ سے محبت کرنا ایمان ہے اور ان سے بغض رکھنا کفر ہے۔

نمبر۵: عبداللہ بن احمد نے حضرت انسؓ سے مرفوعاً نقل کیا ہے۔

اني لارجو لامتي في حبهم لابي بكر و عمر ما ارجو لهم في قول لااله الا الله۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ میں اپنی امت کے لئے ان کی اس محبت کے عوض کہ جو وہ ابوبکرؓ وعمرؓ سے رکھتے ہیں امید رکھتا ہوں جو ان کے لئے حکم لاالہ الا اللہ کے عوض مقرر ہے۔

ان احادیث صحیحہ میں غور کرنے سے روافض کا کفر ثابت ہوتا ہے نیز ان کے ساتھ بغض کا حکم ان کے ساتھ محبت کے حکم سے معلوم ہو جائے گا کیونکہ بغض ومحبت آپس میں ضد اور نقیض ہیں اور صحابہ کے ساتھ محبت کرنا ایمان ہے تو معلوم ہوا کہ ان سے بغض رکھنا کفر ہے۔

اسی طرح کسی مسلمان کو کافر کہنا کفر ہے جیسا کہ حدیث صحیح میں ہے کہ جو کوئی کسی کو کافر کہے یا عدو اللہ (اللہ کا دشمن) کہے حالانکہ وہ ایسا نہ ہو تو کفر کہنے والے کی طرف لوٹ آتا ہے اور صحابہ کرام کا مومن ہونا قطعی ہے لہٰذا جو ان کو کافر کہے گا تو کفر خود اس پر لوٹ آئے گا۔

اسی مضمون کے لئے اقوال علماء وسلف بیان کئے جاتے ہیں۔

نمبر۱: امام ابوزرعہ جو کہ امام مسلمؒ کے اجل شیوخ میں سے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ جو شخص رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی کو ناقص کہے تو وہ بلاشبہ زندیق ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ قرآن حق ہے اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم حق ہے اور جو کچھ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لائے ہیں وہ بھی حق ہے اور یہ سب کا سب ہم تک صحابہؓ کے واسطہ سے پہنچا ہے لہٰذا جو ان پر عیب لگاتا ہے گویا وہ اس نے کتاب و سنت کو باطل کرنے اور ان کو غیر قابل اعتبار قرار دینے کی کوشش کی ہے اس لئے ایسے شخص پر بڑا عیب لگے گا اور اس کو زندیق و گمراہ کہنا بالکل درست ہے۔

نمبر۲: سہل بن عبداللہ تستری نے کہا کہ جس شخص نے صحابہ کی توقیر وعزت نہیں کی درحقیقت وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان ہی نہیں لایا۔

نمبر۳: محیط میں امام محمدؒ کا قول ہے کہ رافضیوں کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ وہ خلافت صدیق اکبرؓ کے منکر ہیں اسی طرح یہ قول کتاب الاصل میں بھی مذکور ہے۔

نمبر۴: خلاصہ میں ہے: **من انكر خلافة الصديق فهو كافر** یعنی جس نے حضرت صدیق اکبرؓ کی خلافت [illegible] وہ

کافر ہے۔

نمبر۵: مرغینانی میں ہے کہ صاحب اہواء اور بدعتیوں کے پیچھے نماز مکروہ ہے اور رافضیوں کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔

نمبر۶: قاضی عیاضؒ شرح الشفاء میں فرماتے ہیں کہ حضرت مالک بن انسؓ وغیرہ حضرات سے منقول ہے من ابغض الصحابة وسبهم فليس له في فئ المسلمين حق۔ یعنی جو صحابہ کے ساتھ بغض رکھے اور ان کو برا بھلا کہے تو اس کا مسلمانوں کے مال غنیمت میں کوئی حق نہیں ہے۔

نیز یہ بھی فرمایا: من غاظه اصحاب محمد ﷺ فهو كافر قال الله تعالى ليغيظ بهم الكفار۔ یعنی جس شخص نے صحابہ سے غیظ اور بغض رکھا پس وہ کافر ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے تا کہ ان کے ذریعے کفار کو غصہ دلائیں۔ قاضی ابوبکر باقلانی نے بھی اسی کی مثل فرمایا ہے۔

نمبر۷: امام بیہقیؒ نے امام اعظم امام ابوحنیفہؒ سے بھی اسی کی مثل نقل کیا ہے اور ظاہر یہ ہے کہ فقہاء حنفیہ نے شیعہ کو کافر کہنے کا قول امام صاحبؒ سے ہی اخذ کیا ہے اور امام صاحب روافض کے حالات سے زیادہ واقف تھے اس لئے کہ امام صاحب بھی کوفہ میں رہتے تھے اور کوفہ روافض کا منبع ہے جب امام صاحبؒ کے ہاں امامت صدیق اکبرؓ کا منکر کافر ہے تو (نعوذ باللہ) ان پر لعنت کرنے والا تو بطریق اولیٰ کافر ہوگا الا یہ کہ یہ کہا جائے کہ امامت صدیق کے منکر کا کافر ہونا مخالفت اجماع کی وجہ سے اور اجماع کا منکر کافر ہوتا ہے جیسا کہ اصولیین کے نزدیک یہ بات مشہور ہے۔

نمبر۸: امام مالکؒ نے صحابہ رسول ﷺ میں سے کسی صحابیؓ کو مثلاً حضرت ابو ہریرہؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ وغیرہ کو برا بھلا کہنے والے کے متعلق لکھا ہے۔ فان قال: كانوا على ضلال او كفر قتل۔ یعنی اگر کوئی یہ کہے کہ صحابہ (نعوذ باللہ) گمراہی پر تھے یا کفر پر تھے تو اس کو قتل کیا جائے گا۔

نمبر۹: امام احمدؒ کے قول سے بھی ان کا مرتد ہونا مفہوم ہوتا ہے۔

آخر میں مؤلف فرماتے ہیں کہ روافض کی تکفیر کے دلائل بے شمار ہیں لیکن ہم نے ان میں سے کچھ پر اکتفاء کیا تطویل کے خوف سے تمام دلائل کا استقصاء نہیں کیا اور ان دلائل کو ذکر کرنے کا مقصد صرف مسلمانوں کی بھلائی اور خیر خواہی ہے کہ ان کے دلوں میں صحابہؓ کی عظمت اور خبیث فرقہ یعنی روافض کی برائی اور نفرت بیٹھ جائے اور سادہ لوح مسلمان ان کی ریشہ دوانیوں سے بچ جائے اور اپنے عقائد کو خراب نہ کریں اور ان سے میل ملاپ اور رشتہ داری وغیرہ سے پرہیز کریں اور شاید صحابہؓ کے فضائل دیکھ کر کسی شیعہ کو اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب فرمادیں اور وہ گستاخی صحابہ سے تائب ہو کر عظمت صحابہ کا قائل ہو جائے۔ اللهم اهدنا الصراط المستقيم آمين يارب العالمين۔

آخر میں ایک غلط فہمی اور اشکال کو ذکر کر کے اس کو رد کیا جاتا ہے۔

اشکال: سلف نے تصریح کی ہے کہ اہل قبلہ کی تکفیر نہ کرنی چاہئے چنانچہ صاحب مواقف شیخ ابوالحسن اشعری اور امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ اہل قبلہ کو کافر کہنا مناسب نہیں ہے اسی طرح صاحب جامع الاصول نے شیعوں کو اسلامی فرقوں میں شمار کیا ہے اور شرح عقائد نسفیہ میں اس کو مشکل جانا ہے کہ سب شیخین کی وجہ سے کسی کو کافر کہا جائے خلاصہ یہ کہ شیعہ کو کافر کہنا سلف اہلسنت کے موافق نہیں ہے۔

جواب: درحقیقت ان حضرات پر معاملہ مشتبہ ہوگیا تھا اس لئے ان سے ایسی باتوں کا صدور ہوا ان حضرات نے صرف ان کے اہل قبلہ ہونے کی طرف اور کلمہ پڑھنے کی طرف التفات کیا ان کے تفصیلی عقائد پر نظر نہیں کی۔ جیسا کہ حضرت ابن مسعود کے سامنے نماز میں اطباق یدین کا مسئلہ مشتبہ ہوگیا تھا حضرت علیؓ پر امہات الاولاد باندیوں کی بیع اور زندیقوں کو آگ میں جلانے کا مسئلہ مشتبہ ہوگیا تھا اسی طرح حضرت عمر فاروقؓ کو جنبی کے تیمم کے مسئلہ میں اشتباہ ہوگیا تھا ایسے ہی حضرت صدیق اکبرؓ کی خلافت کے آغاز میں جب مانعین زکوٰۃ نے زکوٰۃ دینے سے انکار کردیا تو حضرت صدیق نے ان سے قتال کرنے کا فیصلہ کیا تو حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ نے ان کے کلمہ گو ہونے ہی کی بنیاد پر ان سے قتال نہ کرنے کو کہا اور حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد گرامی سنایا۔ امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لاالہ الا اللہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ان لوگوں سے قتال کروں یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کہیں۔ تو جب یہ لوگ کلمہ گو ہیں تو ان سے قتال نہ کیا جائے لیکن حضرت صدیق نے جواب دیا کہ جو شخص نماز اور روزہ میں فرق کرے گا میں اس سے قتال کروں گا۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھ لیا کہ اس مسئلہ میں اللہ تعالیٰ نے ابوبکرؓ کو شرح صدر عطا فرمادیا ہے لہٰذا حق وہی ہے جو ابوبکرؓ فرمارہے ہیں۔

یہ احتمال بھی ہے کہ ان سلف کے زمانے میں رافضیوں کے ایسے عقائد نہ ہوں جیسے کہ اب ہیں چنانچہ ملا علی قاری کا قول اسی پر دلالت کرتا ہے: قلت وهذا في حق الرافضة والخارجة في زماننا فانهم يعتقدون كفر اكثر اكابر الصحابة فضلا عن سائر اهل السنة والجماعة فهم كفرة بالاجماع بلانزاع۔ یعنی یہ بات ہمارے زمانے کے رافضیوں اور خارجیوں کے بارے میں ہے اس لئے کہ وہ اکثر کبار صحابہ کی تکفیر کا اعتقاد رکھتے ہیں تمام اہلسنت والجماعت کے برعکس پس وہ باجماع کافر ہیں بغیر نزاع کے۔

لیکن اس اعتراض کا بہترین جواب جو دل کو زیادہ لگتا ہے وہ یہ ہے کہ بے شک سلف نے اہل قبلہ کی تکفیر سے منع کیا ہے لیکن اہل قبلہ سے مراد وہ لوگ نہیں جو صرف اس قبلہ کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھ لیں خانہ کعبہ کو اپنا قبلہ مان لیں بلکہ اہل قبلہ متکلمین کی ایک اصطلاح ہے۔ یہاں اس کا لغوی معنی مراد نہیں ہے اصطلاحی معنی مراد ہے اصطلاح متکلمین میں اہل قبلہ ان لوگوں کو کہتے ہیں جو تمام ضروریات دین کی تصدیق کریں اور کسی امر ضروری کے منکر نہ ہوں اگر کوئی شخص خانہ کعبہ کو اپنا قبلہ مانتا ہے اور اس طرف منہ کر کے نمازیں پڑھتا ہے لیکن کسی امر ضروری کا انکار بھی کرتا ہے تو وہ اصطلاح متکلمین میں اہل قبلہ سے نہیں ہے۔ اس کو کافر کہا جائے گا۔

حاصل یہ ہے کہ صرف زبان سے کلمہ پڑھ لینا یا قبلہ کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھ لینا یا اجماعی نظریات کے خلاف تاویلیں کرنا یہ کفر سے نہیں بچا سکتا جبکہ اس کے ساتھ کسی امر ضروری کا انکار کیا جارہا ہو اس کی واضح شہادت یہ ہے کہ مسیلمہ کذاب کی جماعت اذانوں میں اشهد ان لااله الا الله اور اشهد ان محمدا رسول الله کہتی تھی اور وہ لوگ قبلہ کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھتے تھے اس کے باوجود ان سے جہاد کیا گیا جس میں ایک رائے کے مطابق ان کے اٹھائیس ہزار آدمی مارے گئے اور بارہ سو صحابہ شہید ہوئے کسی نے یہ سوال نہیں اٹھایا یہ تو کلمہ گو ہیں اہل قبلہ ہیں ان کے ساتھ قتال کر کے اتنا نقصان کیوں کیا جارہا ہے۔

اسی طرح مانعین زکوٰۃ کو کافر سمجھا گیا ان کے ساتھ جہاد کیا گیا حالانکہ وہ بھی کلمہ گو تھے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے

نمازیں پڑھتے تھے لیکن چونکہ انہوں نے ایک امر ضروری یعنی زکوٰۃ کا انکار کیا تھا اس بنا پر ان کو مرتد سمجھا گیا۔

نیز فرق اسلامیہ ان جماعتوں کو کہا جاتا ہے جو مسلمان ہونے کا دعویٰ کریں اور اپنے آپ کو اسلام کی طرف منسوب کریں واقع میں مسلمان ہوں یا نہ ہوں لہٰذا جن اسلاف نے شیعوں کو فرق اسلامیہ میں شمار کیا ہے وہ اس پس منظر میں شمار کیا ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کا موجود ہونا باعثِ امن اور اس دنیا سے چلے جانا باعثِ فساد ہے

۲/۵۸۵۰ وَعَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ رَفَعَ یَعْنِی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَاْسَهٗ اِلَی السَّمَاءِ وَكَانَ كَثِیْرًا مَا یَرْفَعُ رَاْسَهٗ اِلَی السَّمَاءِ فَقَالَ النُّجُوْمُ اَمَنَةٌ لِلسَّمَاءِ فَاِذَا ذَهَبَتِ النُّجُوْمُ اَتَی السَّمَاءَ مَا تُوْعَدُ وَاَنَا اَمَنَةٌ لِاَصْحَابِیْ فَاِذَا ذَهَبْتُ اَتَی اَصْحَابِیْ مَا یُوْعَدُوْنَ وَاَصْحَابِیْ اَمَنَةٌ لِاُمَّتِیْ فَاِذَا ذَهَبَ اَصْحَابِیْ اَتَی اُمَّتِیْ مَا یُوْعَدُوْنَ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۱۹۶۱/٤ حدیث رقم (۲۰۷-۲۵۳۱) (فی المخطوطة (الوحی)).

ترجمہ: حضرت ابو بردہؓ اپنے والد حضرت ابو موسیٰ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنا سر مبارک آسمان کی طرف اٹھایا اور آپ ﷺ اکثر (وحی کے انتظار میں) اپنا سر آسمان کی طرف اٹھا کر دیکھا کرتے تھے اور فرمایا ستارے آسمان کے لئے امن کا سبب ہیں جس وقت یہ ستارے (یعنی چاند سورج وغیرہ) جاتے رہیں گے تو آسمان کے لئے وہ چیز آئے گی جس کا وعدہ کیا گیا ہے (یعنی آسمان کا پھٹنا اور لپیٹنا) اور میں اپنے اصحاب کے لئے امن کا سبب ہوں جب میں چلا جاؤں گا تو میرے اصحاب پر وہ چیز نازل ہوگی جس کا وعدہ کیا گیا ہے (یعنی فتنہ وفساد) اور میرے اصحاب میری امت کے لئے امن کا سبب ہیں جب میرے صحابہ چلے جائیں گے تو میری امت پر وہ چیز نازل ہوگی جس کا وعدہ کیا گیا ہے (یعنی خیر کا خاتمہ اور شر کی اشاعت) (مسلم)

تشریح: حاصل اس حدیث کا یہ ہے کہ صحابہ کا وجود امت کے لئے باعث امن وسلامتی ہے۔ جب صحابہ اس دنیا سے رخصت ہو جائیں گے خیر ختم ہو جائے گی اور شر کا دور دورہ ہوگا اور قیامت انہیں شریر لوگوں پر قائم ہوگی نہایہ میں فرمایا گیا ہے کہ اس جملہ میں اس طرف اشارہ ہے کہ شر کا آنا اہل خیر کے جانے کے بعد ہی ہوگا اس لئے کہ شر وفساد پھیلتا ہے بے جا اختلافات کی وجہ سے جب تک نبی اقدس ﷺ حیات تھے تو صحابہؓ میں جب بھی کوئی اختلاف ہوتا تو آپ ﷺ اس کو رفع فرما دیتے جب آپ ﷺ کا انتقال ہو گیا تو آراء میں اختلاف ہوا لیکن صحابہ کرام ایسے موقعوں پر نبی اکرم ﷺ کے قول' فعل یا دلالت حال سے استدلال کر کے رہنمائی حاصل کر لیتے اس طرح وہ شر سے محفوظ ہو گئے لیکن ان کے اس دنیا سے جانے کے بعد انوارات کم ہو گئے اور تاریکیاں پھیل گئیں اس لئے خیر دھیرے دھیرے ختم ہو گئی اور شر کا راج ہونے لگا۔

نبی اکرم ﷺ نے آسمان کے ساتھ تشبیہ دی ہے کہ جب تک آسمان پر سورج' چاند تارے رہتے ہیں تو تاریکی دور رہتی ہے جونہی یہ چیزیں غروب ہوتی ہیں تو تاریکی چھا جاتی ہے اسی طرح صحابہ بھی گویا سورج' چاند' تاروں کی مانند ہیں جب تک اس دنیا میں رہے تو روشنیاں پھیلاتے رہے ظلمت وتاریکی قریب بھی نہ آئی لیکن ان کے جانے کے بعد اندھیرے پھیل گئے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو تاروں سے تشبیہ دی ہے جیسا کہ ایک دوسری روایت میں ہے۔

اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِمْ اقْتَدَیْتُمْ اهْتَدَیْتُمْ ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ اور قرون ثلاثہ (صحابہؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ) کی فضیلت

۳/۵۸۵۱ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَاْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ فَیَغْزُوْ فِئَامٌ مِّنَ النَّاسِ فَیَقُوْلُوْنَ هَلْ فِیْکُمْ مَنْ صَاحَبَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَیَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَیُفْتَحُ لَهُمْ ثُمَّ یَاْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ فَیَغْزُوْا فِئَامٌ مِّنَ النَّاسِ فَیُقَالُ هَلْ فِیْکُمْ مَنْ صَاحَبَ اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَیَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَیُفْتَحُ لَهُمْ ثُمَّ یَاْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ فَیَغْزُوْا فِئَامٌ مِّنَ النَّاسِ فَیُقَالُ هَلْ فِیْکُمْ مَنْ صَاحَبَ مَنْ صَاحَبَ اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَیَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَیُفْتَحُ لَهُمْ (متفق علیه وفی روایة لمسلم) قَالَ یَاْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ یُبْعَثُ مِنْهُمُ الْبَعْثُ فَیَقُوْلُوْنَ انْظُرُوْا هَلْ تَجِدُوْنَ فِیْکُمْ اَحَدًا مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَیُوْجَدُ الرَّجُلُ فَیُفْتَحُ لَهُمْ ثُمَّ یُبْعَثُ الْبَعْثُ الثَّانِیْ فَیَقُوْلُوْنَ هَلْ فِیْهِمْ مَنْ رَاٰی اَصْحَابَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَیُفْتَحُ لَهُمْ بِهٖ ثُمَّ یُبْعَثُ الْبَعْثُ الثَّالِثُ فَیُقَالُ انْظُرُوْا هَلْ تَرَوْنَ فِیْهِمْ مَنْ رَاٰی مَنْ رَاٰی اَصْحَابَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ یَکُوْنُ الْبَعْثُ الرَّابِعُ فَیُقَالُ انْظُرُوْا هَلْ تَرَوْنَ فِیْهِمْ اَحَدًا رَاٰی مَنْ رَاٰی اَحَدًا رَاٰی اَصْحَابَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَیُوْجَدُ الرَّجُلُ فَیُفْتَحُ لَهٗ ۔

أخرجه البخاري في صحيحه ۳/۷ حديث رقم ۳۶۴۹ ومسلم في صحيحه ۱۹۶۲/٤ حديث رقم (۲۰۹-۲۵۳۲) و احمد في المسند ۷/۳

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ لوگوں کی ایک جماعت جہاد کرے گی اور پھر وہ پوچھیں گے کیا تم میں سے کوئی شخص ایسا بھی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہا ہو۔ لوگ کہیں گے ہاں ہے چنانچہ ان لوگوں کے لئے (شہر یا قلعہ) فتح کیا جائے گا (یعنی صحابہ کی برکت سے) پھر لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ وہ جہاد کریں گے اور پس پوچھا جائے گا کہ کیا تم میں سے وہ شخص ہے جس نے صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہو وہ کہیں گے ہاں پس ان کے لئے دروازے کھول دیئے جائیں گے پھر لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ وہ جہاد کریں گے پس ان سے پوچھا جائے گا کہ کیا تم میں وہ شخص ہے جس نے صحابی رسول کو دیکھنے والے کو دیکھا ہو (یعنی تبع تابعی) لوگ کہیں گے ہاں پس ان کے لئے (شہر وغیرہ کے دروازے) کھول دیئے جائیں گے۔ (متفق علیہ)

تشریح: مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ ان میں سے ایک لشکر کو بھیجا جائے گا پس وہ کہیں گے دیکھو کیا تم اپنے اندر کوئی صحابی رسول پاتے ہو پس ایک شخص ملے گا پس (اس کی برکت سے) ان کو فتح ہوگی پھر دوسرا لشکر بھیجا جائے گا پس وہ کہیں گے کیا تم میں وہ شخص ہے جس نے صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہو پس (ایسا شخص) مل جائے گا

پس (اس کی برکت سے) فتح ہوگی پھر ایک تیسری جماعت بھیجی جائے گی اور کہا جائے گا تلاش کرو کیا تم میں وہ آدمی نظر آتا ہے جس نے اس کو دیکھا ہو جس نے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے (یعنی تبع تابعی) پھر چوتھا لشکر ہوگا پس کہا جائے گا تلاش کرو کیا تم ان میں کسی ایسے شخص کو دیکھتے ہو جس نے اس کو دیکھا ہو جس نے اصحاب رسول کے دیکھنے والے کو دیکھا ہے پس ایک آدمی ملے گا اور اس کے سبب فتح نصیب ہوگی۔ (مسلم)

اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبل از وقوع قرون ثلاثہ کے بارے میں خبر دی ہے اور ان تین قرون کی فضیلت بھی ثابت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک صحابی' تابعی یا تبع تابعی کی برکت سے پورے لشکر کو فتح و کامرانی سے سرفراز فرمائیں گے۔

مسلم کی اس دوسری روایت میں چار قرون کا ذکر ہے یعنی صحابہ' تابعین' اتباع' تبع اتباع۔ صحیح بخاری کی ایک روایت میں بھی خیر القرون کے چار درجوں کا ذکر ہے لیکن اکثر روایتوں میں صرف تین پر ہی اکتفاء کیا گیا ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت عائشہؓ سے مرفوعاً روایت ہے۔

خیر الناس القرن الذی انا فیہ ثم الثانی ثم الثالث

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) بہترین لوگ وہ ہیں جو میرے زمانہ میں پھر دوسرے زمانہ کے اور پھر تیسرے زمانہ کے لوگ''۔

اور طبرانی نے ابن مسعود سے مرفوعاً روایت کی ہے۔

خیر الناس قرنی ثم الثانی ثم الثالث ثم تجیٔ قوم لا خیر فیھم (طبرانی)

''بہترین لوگ وہ ہیں' جو میرے زمانہ میں ہیں پھر دوسرے زمانہ کے لوگ پھر تیسرے زمانہ کے لوگ اور پھر جو قوم آئے گا اس سے (پہلے زمانے جیسے) بہترین لوگ نہیں ہوں گے''۔

اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ پہلے تین قرون میں تو اہل علم وصلاح' اہل تقویٰ وطہارت لوگوں کی کثرت تھی فساد و بگاڑ ان قرون میں بہت کم تھا جبکہ چوتھے قرن میں اہل خیر نادر تھے اس لئے اکثر روایات میں صرف پہلے تین قرون کو بیان کیا گیا۔

قرون مشہود لہا بالخیر کا ذکر

۳/۵۸۵۴ وَعَنْ عِمْرَانَ ابْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ اُمَّتِيْ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ اِنَّ بَعْدَ هُمْ قَوْمٌ يَشْهَدُوْنَ وَلَا يُسْتَشْهَدُوْنَ وَيَخُوْنُوْنَ وَلَا يُؤْتَمَنُوْنَ وَيَنْذِرُوْنَ وَلَا يَفُوْنَ وَيَظْهَرُ فِيْهِمُ السِّمَنُ وَفِيْ رِوَايَةٍ وَيَحْلِفُوْنَ وَلَا يُسْتَحْلَفُوْنَ (متفق علیه وفی روایة لمسلم) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ ثُمَّ يَخْلُفُ قَوْمٌ يُحِبُّوْنَ السَّمَانَةَ.

أخرجه البخاري في صحيحه ۳/۷ حديث رقم ۲۶۵۰ ومسلم في صحيحه ۱۹۶٤/٤ حديث رقم (۲۱٤-۲۵۳۵) وابو داود في السنن ٤٤/٥ حديث رقم ٤٦٥٧ والترمذي في السنن ٤٥٢/٥ حديث رقم ۳۸۵۹۔ أخرجه مسلم في صحيحه ۱۹۶۳/٤ حديث رقم (۲۱۳-۲۵۳٤) أحمد في مسند ۳۷۸/۱ والبخاري في صحيحه ۳/۷ حديث رقم ۳٦۵۱

مسلم ۱۹۶۳/۴ حدیث رقم (۲۱۲-۲۵۳۲) والترمذی ۶۵۲/۵ حدیث رقم ۳۸۵۹ | الترمذی فی سنۃ ۴۷۵/۴ حدیث رقم ۲۳۰۲ والحاکم فی المستدرک ۴۷۱/۳۔

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین ؓ سے روایت ہے وہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا میری امت کے بہترین لوگ میرے قرن کے لوگ ہیں پھر وہ لوگ بہترین ہیں جو ان سے متصل ہیں پھر وہ لوگ بہتر ہیں جو ان سے متصل ہیں پھر ان (تین قرنوں) کے بعد ایسے لوگ ہوں گے جو بغیر طلب کے گواہی دیں گے اور وہ خیانت کریں گے اور ان کی امانت و دیانت پر بھروسہ نہیں کیا جائے گا وہ نذر مانیں گے لیکن اس کو پورا نہیں کریں گے اور ان میں موٹاپا پیدا ہوگا اور ایک روایت میں ہے کہ وہ بغیر قسم دلائے قسم کھائیں گے (متفق علیہ) مسلم کی روایت میں حضرت ابوہریرہ ؓ سے منقول ہے پھر ان کے بعد ایک ایسی جماعت ہوگی جو موٹاپے کو پسند کرے گی۔

تشریح ۞ اس حدیث میں بھی ان تین قرنوں کا ذکر ہے کہ جن کے خیر ہونے کی آنحضرت ﷺ نے خبر دی ہے ان میں سے پہلا قرن حضور ﷺ نے اپنا قرن قرار دیا ہے جس میں صحابہ کرام ؓ تھے اور اس قرن کی مدت بعثت سے لے کر آخری صحابی کے انتقال تک یعنی ۱۲۰ھ تک ہے اور دوسرا قرن تابعین کا ہے جو ۱۰۰ھ سے شروع ہو کر ۱۷۰ھ تک ہے اور تیسرا قرن تبع تابعین کا ہے جو ۲۲۰ھ تک ہے۔

قرن کی وضاحت:

قرن ایک عہد کو کہا جاتا ہے جس کی تعداد بعض حضرات کے نزدیک چالیس سال ہے اور بعض کے نزدیک اسی سال اور بعض کے نزدیک سو سال مقرر ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ قرن کا محدود زمانہ نہیں بلکہ ایک عہد یا زمانہ مراد ہے جس میں تقریباً ایک عمر کے لوگ زیادہ تعداد میں موجود ہوں۔

پھر تیسرے قرن کے اختتام پر بدعتوں اور عجیب و غریب باتوں کا ظہور ہوا معتزلہ نے اپنی زبانیں کھولنا شروع کیں فلاسفہ نے سر اٹھایا، علماء خلق قرآن کے مسئلہ میں آزمائے گئے حالات میں بہت زیادہ تغیر رونما ہوا اور نیکی تقویٰ طہارت میں کمی آنا شروع ہوگئی چنانچہ اس زمانہ کے فساد و بگاڑ کو بیان کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا ثم ان بعدھم قوم یشھدون...... لوگ بغیر گواہی طلب کرنے کے گواہیاں دیتے پھریں گے علامہ نووی ؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ طلب سے پہلے گواہی دینا قابل مذمت ہے جبکہ ایک دوسری روایت میں ہے خیر الشھود من یاتی بالشھادۃ قبل ان یسأل یعنی بہترین گواہ وہ شخص ہے جو سوال اور طلب سے پہلے ہی گواہی دے دے تو ان دونوں روایتوں میں بظاہر تعارض ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ بغیر طلب کے گواہی دینے میں جلدی کرنا اس وقت مذموم ہے جبکہ گواہ کا علم ہو اور محمود اس وقت ہے کہ جب صاحب حق کو گواہ کا علم نہیں۔ صاحب حق کو اس کا حق دلوانے کی غرض سے بغیر طلب کے گواہی دے۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ مذموم وہ صورت ہے کہ جس میں گواہ گواہی کا اہل نہ ہو یا جھوٹی گواہی دے۔ بعض حضرات نے کہا کہ بغیر طلب کے گواہی دینا ان معاملات میں مذموم ہے جن کا تعلق حقوق العباد سے ہے اور مدح ان معاملات میں ہے کہ جن کا تعلق حقوق اللہ سے ہے لیکن حقوق العباد میں گواہی چھپانا اس وقت جائز ہے جبکہ کوئی مصلحت نہ ہو۔

بعض حضرات کے نزدیک شہادت بمعنی قسم ہے کہ یہ لوگ بغیر قسم کے مطالبہ کے قسمیں کھائیں گے جیسا کہ قسم کھانے کا عام رواج ہے بات بات پر بلاوجہ قسم کھائی جاتی ہے۔

وَيَخُونُوْنَ وَلَا يُؤْ تَمَنُوْنَ ......: دوسری صفت یہ بیان فرمائی کہ وہ خیانت کریں گے ان کی دیانت وامانت پر اعتماد نہیں کیا جائے گا علامہ نووی فرماتے ہیں کہ یہ صیغے جمع کے ذکر کر کے اس طرف اشارہ ہے کہ ان سے خیانتیں اس کثرت سے ظاہر ہوں گی کہ ان پر اعتماد بالکل ختم ہو جائے گا بخلاف اس شخص کے کہ جس سے کبھی کوئی معمولی سی خیانت ظاہر ہو جائے تو وہ اس خیانت کی وجہ سے قابل اعتماد ہونے سے نہیں نکلتا۔

وَيَنْذِرُوْنَ وَلَا يَفُوْنَ: تیسری صفت یہ بیان فرمائی کہ وہ لوگ نذریں اور منتیں مانیں گے لیکن ان کو پورا نہیں کریں گے اور نہ ان کو ان کے چھوڑنے کی پرواہ ہوگی جبکہ ان کے برعکس نیک لوگوں کی عادت اللہ جل شانہ یہ بیان فرماتے ہیں۔

﴿يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا﴾

وَيَظْهَرُ فِيْهِمُ السِّمَنُ: یہ چوتھی صفت ہے کہ ان میں موٹاپا پیدا ہوگا لفظ سمن سین اور میم کے فتحہ کے ساتھ بمعنی فربہی اور موٹاپا۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہاں فربہی سے مراد احوال کے اعتبار فربہی ہے یعنی وہ لوگ تکبر کریں گے اور اپنے بارے میں ایسے فضل وشرف کا دعویٰ کریں گے جو ان میں موجود نہیں ہوگا بعض نے کہا اس سے مراد مال جمع کرنا اور تن پروری ہے علامہ تورپشتی فرماتے ہیں کہ سمن کنایہ ہے غفلت اور قلت اہتمام سے دین کے معاملات میں اس لئے کہ اکثر وہ لوگ جن پر موٹاپا غالب ہوتا ہے ان میں نفس کو مشکلات وریاضات میں ڈالنے کی عادت نہیں ہوتی بلکہ یہ لوگ سونے اور حظ نفس کے زیادہ عادی ہوتے ہیں۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ علماء کے نزدیک وہ موٹاپا مذموم ہے جو بالقصد ہو اور جو خلقی اور طبعی موٹاپا ہے وہ اس میں داخل نہیں ہے۔ اس سے اس روایت کی بھی وضاحت ہوگئی کہ جس میں ہے

إِنَّ اللّٰهَ يَبْغَضُ الْحَبْرَ السَّمِيْنَ

اللہ تعالیٰ فربہ عالم کو ناپسند کرتے ہیں تو یہاں السمین سے مراد وہ شخص ہے جو بالقصد موٹا ہو نہ کہ قدرتی طور پر فربہ مراد ہے۔

الفصل الثانی:

صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین، تبع تابعین رحمہم اللہ کی تکریم کا حکم

۵/۵۸۵۳ عَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْرِمُوْا اَصْحَابِيْ فَاِنَّهُمْ خِيَارُكُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ يَظْهَرُ الْكِذْبُ حَتّٰى اِنَّ الرَّجُلَ لَيَحْلِفُ وَلَا يُسْتَحْلَفُ وَيَشْهَدُ وَلَا يُسْتَشْهَدُ اَلَا مَنْ سَرَّهٗ بُحْبُوْحَةُ الْجَنَّةِ فَلْيَلْزِمِ الْجَمَاعَةَ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ مَعَ الْفَذِّ وَهُوَ مِنَ الْاِثْنَيْنِ اَبْعَدُ

وَلَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ فَإِنَّ الشَّيْطٰنَ ثَالِثُهُمْ وَمَنْ سَرَّتْهُ حَسَنَتُهُ وَسَاءَتْهُ سَيِّئَتُهُ فَهُوَ مُؤْمِنٌ (رواه النسائي واسناده صحيح ورجاله الصحيح الا براهيم ابن الحسن الخثعمي فانه لم يخرج عنه الشيخان وهو ثقة ثبت)

أخرجه الترمذي في السنن بنحوه ٤/٤٠٤ حديث رقم ٢١٦٥ و احمد في المسند ٢٦/١ ! الحاكم في المستدرك ١١٤/١ و احمد في المسند ٢٥٢/٥ وابن ماجه حبان ٢٠٦/١ حديث رقم ١٧٦ ! ذكره السيوطي في الجامع الصغير ٢٩/٢ حديث رقم ٨٧٥١ !۔

ترجمہ: حضرت عمرؓ سے روایت ہے وہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا میرے اصحاب کی تعظیم وتکریم کرو۔ اس لئے کہ وہ تمہارے بزرگ ترین آدمی ہیں پھر وہ لوگ بہتر اور قابل عزت ہیں جو ان کے قریب ہیں اور پھر وہ لوگ بہتر اور لائق تکریم ہیں جو ان سے متصل ہیں اس کے بعد جھوٹ پھیل جائے گا یہاں تک کہ ایک شخص قسم کھائے گا اور اس سے قسم کھانے کا مطالبہ نہ ہوگا اور وہ گواہی دے گا اور اس سے گواہی کی طلب نہ ہوگی آگاہ رہو کہ (تم میں سے) جو شخص جنت کے بالکل درمیان میں رہنے کی خواہش رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ وہ جماعت کو لازم پکڑے اس لئے کہ شیطان اس شخص کے ساتھ ہے جو جماعت سے علیحدہ اور تنہا ہو اور شیطان دو شخصوں سے بھی (جو متحد ہوں) دور رہتا ہے اور مرد غیر عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ رہے اس لئے کہ ان کے ساتھ تیسرا شیطان ہوتا ہے اور جس شخص کو اس کی نیکی خوش کرے اور گناہ اس کو غمگین کر دے تو وہ مومن ہے۔ روایت کیا ہے اس کو نسائی نے اور اس کی اسناد صحیح ہے اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں سوائے ابراہیم بن الحسن الخثعمی کے اس سے شیخین نے روایت بیان نہیں کی اور یہ ثقہ ثبت ہے۔

تشریح ۞ نبی اقدس ﷺ نے اکرموا یعنی امر کا صیغہ استعمال فرمایا اور خطاب امت کو ہے کہ اے امت میرے یاروں کی تعظیم کرو ان کی زندگی میں بھی اور ان کے مرنے کے بعد بھی اس لئے کہ صحابہؓ وہ حضرات ہیں جنہوں نے آنحضرت ﷺ کی صحبت اٹھائی اور براہ راست آپ ﷺ سے علم وعمل سیکھا ہے اور صحبت مبارکہ میں رہ کر اپنی اصلاح کرائی رذائل سے پاک ہو کر فضائل ومحاسن سے مزین ہوئے اور جن لوگوں نے زیادہ عرصہ تک صحبت نہیں اٹھائی صرف تھوڑے سے عرصہ تک جمال باکمال سے مستفید ہوئے شیخ ابوطالب مکیؒ فرماتے ہیں کہ جمال مصطفیٰ پر ایک نظر پڑنے سے ایسا کچھ حاصل ہوتا تھا کہ جو مدتوں چلوں خلوتوں اور ریاضتوں سے حاصل نہیں ہو سکتا اور ان حضرات کو آنحضرت ﷺ سے بالمشافہ ملاقات کی وجہ سے جو عیانی ایمان اور یقین شہودی حاصل ہوا ہے اس میں ان کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہو سکتا۔

ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ : یعنی تبع تابعین یہ تین گروہ بہترین امت اور سرداران ملت ہیں اور ان کے زمانوں میں اور ان زمانوں کے لوگوں میں صدق ودیانت عفت وامانت تھی اگرچہ ان زمانوں میں نافرمان وعاصی لوگ بھی تھے اور برگزیدہ لوگوں سے بھی غلطیوں کا صدور ممکن ہے کیونکہ وہ معصوم نہ تھے لیکن غالب نیکی اور تقوی وطہارت ہی تھی لیکن ان کے بعد معاملہ برعکس ہو گیا دین ودنیا کے بارے میں جھوٹ خیانت عام ہو گئی بدعتوں اور نفسانی خواہشات کا نہ تھمنے والا سیلاب امڈ پڑا نئے نئے فرقے اور گروہ رونما ہوئے اور زور پکڑنے لگے جیسے معتزلہ مرجیہ قدریہ وغیرہ اگرچہ ان فرق باطلہ کا آغاز ان خیر کے زمانوں میں ہو گیا تھا لیکن ان کو ترقی بعد کے زمانوں میں ملی۔

مَنْ سَرَّهُ بُحْبُوحَةُ الْجَنَّةِ: جماعت سے مراد اہلسنت والجماعت ہیں یعنی اس چیز کو لازم پکڑو جس پر جمہور یعنی صحابہؓ تابعینؒ اور سلف صالحینؒ ہیں ان کی اتباع کرو۔ اتباع کے حکم میں ان کے ساتھ محبت اور ان کے اکرام کا حکم بھی شامل ہے۔

مَنْ سَرَّتْهُ ...... یہ مومن کامل کی علامت بیان فرمائی ہے کہ مومن کامل وہ شخص ہے کہ نیکی کرنے پر اس کا دل خوش ہو اور اگر کوئی گناہ' معصیت سرزد ہو جائے تو وہ غمگین ہو جائے اور اس کا نفس اس کو ملامت کرے اور جب تک توبہ نہ کرے اس کو چین نہ آئے اور اس کے برعکس منافق کا حال یہ ہے کہ اس کے نزدیک نیکی و بدی برابر ہوتی ہیں کیونکہ اس کا قیامت پر ایمان نہیں ہوتا ہے۔

رواہ: درحقیقت یہاں جگہ خالی ہے کسی کتاب کا حوالہ نہیں ہے لیکن حاشیہ میں نسائی کے ساتھ اس کو ملا دیا گیا ہے امام جزریؒ نے پوری حدیث ذکر کی ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم' تابعین رحمہم اللہ کے جہنم سے بری ہونے کی بشارت

۵۸۵۴/۶ وَعَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَمَسُّ النَّارُ مُسْلِمًا رَاٰنِيْ اَوْرَاٰى مَنْ رَاٰنِيْ۔

(رواه الترمذی)

أخرجه الترمذي في السنن ٦٥١/٥ حديث رقم ٣٨٥٨ | ذكره السيوطي في الجامع الصغير ٣٢٧/٢ حديث رقم ٥٣٠٥

ترجمہ: حضرت جابرؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس مسلمان کو جس نے مجھے دیکھا ہو یا اس شخص کو دیکھا ہو جس نے مجھے دیکھا ہو جہنم کی آگ نہ چھوئے گی۔ (ترمذی)

تشریح ۞ اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے یہ بشارت دی ہے کہ صحابہ اور تابعین کو جہنم کی آگ تک نہ چھوئے گی بشرطیکہ ان کا انتقال ایمان کی حالت پر ہوا ہو ویسے تو ہر مسلمان جس کا ایمان کی حالت میں انتقال ہو وہ انشاء اللہ جنت میں جائے گا اگرچہ گناہوں کے بسبب کچھ دن عذاب جھیل کر ہی جائے لیکن یہ جنتی ہونے کی مخصوص بشارت کہ دنیا میں ہی ان کا جنتی ہونا بیان فرما دیا جیسا کہ صحابہ و تابعین کے بارے میں عمومی بشارت دی ہے اسی طرح عشرہ مبشرہ کے جنتی ہونے کی بشارت دی ہے تو یہ ان لوگوں کے ساتھ ہی خاص ہے۔

جب حضور ﷺ نے صحابہؓ تابعینؒ کے بارے میں یہ بشارت دی تو آپ ﷺ کو وہ لوگ یاد آئے جو آپ ﷺ کی زیارت سے مشرف نہ ہو سکیں گے اور نہ ہی آپ ﷺ کے صحابہ کی زیارت کر سکیں گے تو آپ ﷺ نے ان کی تسلی کے لئے فرمایا: طُوْبٰى لِمَنْ رَاٰنِيْ وَاٰمَنَ بِيْ مَرَّةً وَطُوْبٰى لِمَنْ لَّمْ يَرَنِيْ وَاٰمَنَ بِيْ سَبْعَ مَرَّاتٍ۔ یعنی خوشحالی ہے ان لوگوں کے لئے جنہوں نے مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لائے ایک مرتبہ اور خوشحالی ہے ان لوگوں کے لئے جنہوں نے مجھے نہیں دیکھا اور مجھ پر ایمان لائے سات مرتبہ۔

نیز بسا اوقات مفضول میں کچھ ایسی خصوصیات ہوتی ہیں جو فاضل میں نہیں پائی جاتیں جیسا کہ یہاں پر ہے کہ بعد کے لوگوں کا ایمان بالکلیہ ایمان بالغیب ہے جبکہ صحابہ کا ایمان معجزات کے مشاہدہ کی وجہ سے ایک گونہ ایمان بالشاہدہ ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم سے محبت درحقیقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے

۵۸۵۵/۷ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰہَ اَللّٰہَ فِیْ اَصْحَابِیْ اَللّٰہَ اَللّٰہَ فِیْ اَصْحَابِیْ لَا تَتَّخِذُوْھُمْ غَرَضًا مِنْ بَعْدِیْ فَمَنْ اَحَبَّھُمْ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّھُمْ وَمَنْ اَبْغَضَھُمْ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَھُمْ وَمَنْ اٰذَاھُمْ فَقَدْ اٰذَانِیْ وَمَنْ اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰذَی اللّٰہَ وَمَنْ اٰذَی اللّٰہَ فَیُوْشِکُ اَنْ یَّاْخُذَہٗ۔

(رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث غریب)

أخرجه الترمذي في السنن ٦٥٣/٥ حديث رقم ٣٨٦٢ و احمد في المسند ٨٧/٤۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا خدا سے ڈرو خدا سے ڈرو میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے معاملہ میں (پھر فرمایا) خدا سے ڈرو۔ خدا سے ڈرو میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے معاملہ میں۔ میرے بعد تم انہیں نشانہ مطاعن نہ بنانا۔ جو شخص ان سے محبت کرتا ہے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کرتا ہے اور جو ان سے دشمنی رکھتا ہے مجھ سے دشمنی کے سبب ان کو دشمن رکھتا ہے اور جس نے ان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا پہنچائی اس نے گویا خدا کو ایذا پہنچائی اور جس نے خدا کو اذیت پہنچائی عنقریب خدا اس کو پکڑے گا۔ (ترمذی)

تشریح اس حدیث میں اللہ اللہ کلمہ تحذیر ہے اصل میں تھا اتقوا اللہ ' اتقوا اللہ اور یہ دو مرتبہ فرمایا تاکید اور مبالغہ کے لئے۔ مطلب یہ ہے کہ ان کے حق میں کوئی ایسی بات نہ کہو جو ان کی عزت وعظمت کے خلاف ہو بلکہ ہمیشہ ان کی تعظیم وتکریم کرو۔

فَمَنْ اَحَبَّھُمْ ...... علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ جو ان سے محبت کرتا ہے وہ اس وجہ سے کہ میں ان سے محبت کرتا ہوں دوسرا یہ کہ جو ان سے محبت کرتا ہے وہ درحقیقت مجھ سے محبت کرنے کی وجہ سے کرتا ہے اور یہی مطلب بعد والے کلام کے لحاظ سے زیادہ بہتر ہے۔

حاصل یہ کہ صحابہ سے محبت کرنا مجھ سے محبت کرنے کی وجہ سے ہے اور صحابہ سے دشمنی کرنا مجھ سے دشمنی کرنے کی وجہ سے ہے۔ لہٰذا جو شخص صحابہ سے دشمنی کرتا ہے تو اس کو قتل کرنا واجب ہونا چاہئے جیسا کہ مالکیہ کا مذہب ہے چنانچہ یہ کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ جب کسی کو کسی سے محبت ہوتی ہے تو وہ محبوب کے متعلقین سے بھی محبت کرتا ہے لہٰذا جس کو اللہ سے محبت ہے وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی محبت کرے گا اور جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے وہ رسول خدا کے صحابہ سے بھی محبت کرے گا۔

فَیُوْشِکُ اَنْ یَّاْخُذَہٗ: یعنی جو اللہ تعالیٰ کو ایذاء پہنچائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو عذاب کا مزہ چکھائیں گے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور شاید یہ حدیث اس آیت کریمہ سے مستفاد ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَیْرِ مَا اکْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُھْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِیْنًا﴾

"بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر دنیا وآخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے اور جو لوگ ایمان والے مردوں کو اور ایمان لانے والی عورتوں کو بدون اس کے

کہ انہوں نے کچھ کیا ہو ایذا پہنچاتے ہیں تو وہ لوگ بہتان اور صریح گناہ کا بار لیتے ہیں''۔

صحابہ رضی اللہ عنہم امت کے لئے بمنزلہ نمک کے ہیں کھانے میں

۸/۵۸۵۶ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَثَلُ اَصْحَابِیْ فِیْ اُمَّتِیْ کَالْمِلْحِ فِی الطَّعَامِ لَا یَصْلُحُ الطَّعَامُ اِلَّا بِالْمِلْحِ قَالَ الْحَسَنُ فَقَدْ ذَھَبَ مِلْحُنَا فَکَیْفَ نَصْلُحُ۔ (رواہ فی شرح السنۃ)

أخرجه البغوی فی شرح السنة ۷٦/۱٤ حدیث رقم ۳۸٦۳۔

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے اصحاب کھانے میں نمک کی مانند ہیں کھانا اس وقت تک خوشذائقہ نہیں ہوتا جب تک کہ اس میں نمک نہ ڈالا جائے۔ حسن بصری نے یہ حدیث سن کر فرمایا ہمارا نمک جاتا رہا پھر اپنے کھانے کو کس طرح خوشذائقہ بنائیں۔ (شرح السنۃ)

تشریح ⊛ اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کو کھانے میں نمک کے ساتھ تشبیہ دی ہے کہ جس طرح کھانا بغیر نمک کے خوش ذائقہ نہیں ہوتا اسی طرح امت بھی صحابہ کے بغیر بدمزہ رہ جائے گی۔

حضرت حسن بصریؒ نے یہ حدیث سن کر افسوس کا اظہار فرمایا اگرچہ اس وقت صحابہ موجود تھے لیکن کچھ صحابہ کا انتقال ہو چکا تھا اس لئے کہ حضرت حسن بصری کا انتقال ۱۰۰ھ میں ہوا ہے تو گویا حضرت حسن بصری کچھ صحابہ کے اس دنیا سے رخصت ہو جانے پر افسوس کر رہے ہیں۔

صحابہ کے اس دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد بھی ہم ان کے ارشادات روایات' اخلاق و کردار' تعلیمات وغیرہ سے اپنی زندگیوں کو خوشگوار بنا سکتے ہیں کیونکہ اصل مقصود تو یہی چیزیں ہوتی ہیں نہ کہ ذات۔

اس حدیث کو جس طرح علامہ بغوی نے شرح السنۃ میں بیان فرمایا ہے اسی طرح ابو یعلی نے اپنی کتاب مسند ابی یعلی میں حضرت انسؓ سے مرفوعاً بیان فرمایا ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کو قیادت و امارت حشر میں بھی حاصل ہوگی

۹/۵۸۵۷ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ بُرَیْدَۃَ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ اَصْحَابِیْ یَمُوْتُ بِاَرْضٍ اِلَّا بُعِثَ قَائِدًا وَّنُوْرًا لَّھُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ۔

(رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث غریب وذکر حدیث ابن مسعود لا یبلغنی احد فی باب حفظ اللسان)

أخرجه الترمذی فی السنن ٦٥٤/٥ حدیث رقم ۳۸٦٥۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن بریدہؓ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے اصحاب میں سے جو شخص جس زمین میں مرے گا وہاں سے اس حال میں اٹھایا جائے گا کہ وہ اس زمین کے لوگوں کو جنت کی طرف کھینچ کر لے جانے والا ہوگا اور قیامت کے دن لوگوں کے لئے نور ہوگا۔ (ترمذی)

تشریح ⊛ حدیث کا مطلب تو واضح ہے صرف آخری جملہ کا مطلب بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کی

حدیث لایبلغنی احد..... باب فی حفظ اللسان میں بیان کی گئی ہے اس میں صحابہ کرام کا بیان بھی ہے اور صاحب مصابیح نے اس کو اسی باب میں ذکر کیا ہے لیکن صاحب مشکوٰۃ نے اس حدیث کو باب فی حفظ اللسان میں مناسبت کی وجہ سے ذکر کر دیا یہاں ذکر نہیں کیا۔

الفصل الثالث:

صحابہ رضی اللہ عنہم کو برا کہنے والا مستحق لعنت ہے

۱۰/۵۸۵۸ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَيْتُمُ الَّذِيْنَ يَسُبُّوْنَ اَصْحَابِيْ فَقُوْلُوْا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلٰى شَرِّكُمْ۔ (رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۶۵۳/۵ حدیث رقم ۳۸۶۶

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے اصحاب کو برا کہتے ہیں تو تم کہو کہ خدا کی لعنت ہو تمہارے اس برے فعل پر۔ (ترمذی)

تشریح ۞ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلٰى شَرِّكُمْ: اس حدیث میں لعنت ان کے برے فعل پر ہے براہ راست ان پر لعنت نہیں کی۔ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ ان کی لعنت لوٹ کر انہیں پر پڑتی ہے کیونکہ وہی اہل شر ہیں اور تعریض وتوریہ کے ذریعے مقصود زیادہ اچھے طریقے سے حاصل ہو جاتا ہے۔

اس مضمون کی چند حدیثیں اور بھی مروی ہیں۔

نمبرا: ابن عدی نے حضرت عائشہؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔

اِنَّ اَشْرَارَ اُمَّتِيْ اَجْرَؤُهُمْ عَلٰى اَصْحَابِيْ

بے شک میری امت میں سے بدترین وہ شخص ہے جو میرے صحابہ کے خلاف زیادہ جرأت کرتا ہے۔

نمبر۲: ایک دوسری روایت مرفوع میں ہے۔

يَكُوْنُ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ يُسَمَّوْنَ الرَّافِضَةُ يَرْفُضُوْنَ الْاِسْلَامَ فَاقْتُلُوْهُمْ فَاِنَّهُمْ مُشْرِكُوْنَ

آخری زمانے میں ایک قوم ہوگی جن کا نام رافضی رکھا جائے گا وہ چھوڑ دیں گے اسلام کو پس ان کو قتل کرو اس لئے کہ وہ مشرک ہیں۔

نمبر۳: اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

وَيَنْتَحِلُوْنَ حُبَّ اَهْلِ الْبَيْتِ وَلَيْسُوْا كَذٰلِكَ وَاٰيَةُ اَنَّهُمْ يَسُبُّوْنَ اَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ

یعنی وہ دعویٰ کریں گے اہل بیت سے محبت کا حالانکہ وہ ایسے نہ ہوں گے اور اس کی علامت یہ ہے کہ وہ ابوبکرؓ وعمرؓ کو برا کہیں گے۔ (اس کو صواعق محرقہ میں روایت کیا گیا ہے)

باقی رافضیوں کے صحابہ کو برا کہنے میں اور خوارج کے اہل بیت کو برا کہنے میں اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت ہو سکتی ہے کہ چونکہ

ان حضرات کا نامہ اعمال موت کی وجہ سے بند ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ ان حضرات کے نامہ اعمال میں ہمیشہ ثواب لکھا جاتا رہے اور درجات عالیہ ان کو نصیب ہوں اسلئے روافض وخوارج کو اس کام پر لگا دیا۔

تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نجوم ہدایت ہیں

۵۸۵۹/۱۱وَعَنْ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ سَأَلْتُ رَبِّىْ عَنْ اِخْتِلَافِ اَصْحَابِىْ مِنْ بَعْدِىْ فَاَوْحٰى اِلَىَّ يَا مُحَمَّدُ اِنَّ اَصْحَابَكَ عِنْدِىْ بِمَنْزِلَةِ النُّجُوْمِ فِى السَّمَاءِ بَعْضُهَا اَقْوٰى مِنْ بَعْضٍ وَلِكُلٍّ نُوْرٌ فَمَنْ اَخَذَ بِشَىْءٍ مِمَّا هُمْ عَلَيْهِ مِنِ اخْتِلَافِهِمْ فَهُوَ عِنْدِىْ عَلٰى هُدًى قَالَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصْحَابِىْ كَالنُّجُوْمِ فَبِاَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ۔

رواہ رزین

ترجمہ: حضرت عمر بن الخطاب ؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے اپنے پروردگار سے اپنی وفات کے بعد صحابہؓ کے درمیان اختلاف کے بارے میں دریافت کیا (یعنی ان میں جو اختلاف ہوگا اس میں کیا مصلحت ہے) خداوند تعالیٰ نے مجھے وحی کے ذریعے آگاہ کیا کہ اے محمد! تیرے اصحاب میرے نزدیک آسمان میں ستاروں کے مانند ہیں۔ بعض ان میں سے بعض سے قوی ہیں یعنی زیادہ روشن ہیں۔ بعض سے لیکن بہرحال سب روشن ہیں پس جس شخص نے ان کے اختلاف میں سے کچھ لیا میرے نزدیک وہ ہدایت پر ہے حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے تم جس کی اقتداء کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ (رزین)

تشریح ۞ اِنَّ اَصْحَابَكَ عِنْدِىْ بِمَنْزِلَةِ النُّجُوْمِ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آسمان میں ستاروں کی مانند ہیں یعنی جس طرح ستاروں کے ذریعے انسان بر و بحر میں درست راستہ معلوم کر لیتا ہے اور گمراہ ہونے سے بچ جاتا ہے۔ اسی طرح صحابہ کرام بھی راہ حق کی طرف رہنمائی کرنے والے ہیں ان کی اتباع کرنے والا کبھی گمراہ نہیں ہو سکتا۔

نیز اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ ائمہ دین کا اختلاف امت کے لئے رحمت ہے علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ اس اختلاف سے مراد فروعات میں اختلاف ہے نہ کہ اصول میں جیسا کہ اس پر فَهُوَ عِنْدِىْ عَلٰى هُدًى کے الفاظ دلالت کرتے ہیں۔

سید جمال الدین فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں وہ اختلاف مراد ہے جو ذاتی اور دنیوی غرض کی وجہ سے نہ ہو۔ جیسا کہ صحابہ کرام کا خلافت وامارت کے مسئلے پر اختلاف ہوا لیکن یہ اختلاف نفسانی اور دنیوی غرض سے نہ تھا۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ خلافت کے بارے میں صحابہ کا اختلاف بظاہر فروع میں اختلاف کے قبیل سے تھا کہ ہر ایک نے اجتہاد کیا نہ کہ دنیوی غرض اور نفسانی حظ کی وجہ سے تھا جیسا کہ بادشاہوں میں تخت کے لئے اختلافات ہوتے ہیں۔

اَصْحَابِىْ كَالنُّجُوْمِ: اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ ہر صحابی علم وفقہ کا اپنے مرتبہ کے مطابق نور رکھتا ہے اور کوئی صحابی بھی اس معنی سے خالی نہیں کہ بالفرور ہر ایک کے پاس دین وشریعت کا علم ہے اگرچہ مراتب میں تفاوت ہے۔

اس حدیث یعنی اصحابی کالنجوم میں علماء نے کلام کیا ہے چنانچہ ابن حجر نے اس بارے میں طویل بحث کی ہے اور یہ ذکر کیا ہے

کہ یہ حدیث ضعیف واہی یعنی انتہائی کمزور ہے بلکہ ابن حزم نے تو اس کو موضوع باطل قرار دیا ہے لیکن امام بیہقی سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ حدیث مسلم یعنی النجوم امنۃ السماء۔۔۔ سے اس حدیث کے بعض معنی مفہوم ہوتے ہیں۔

خلاصة باب مناقب الصحابة رضی اللہ عنہم

اس باب کی احادیث سے صحابہ کرامؓ کے مندرجہ ذیل فضائل مفہوم ہوتے ہیں۔

نمبرا: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا کہنے والا مستحق لعنت ہے:

صحابہ کرام کے ادب و احترام کا حکم اوران کی شان میں ادنیٰ سی گستاخی سے منع مختلف احادیث میں وارد ہوا ہے چنانچہ اس باب کی پہلی حدیث میں ارشاد ہے کہ میرے صحابہ کو برا نہ کہو۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر سونا اللہ کی راہ میں خرچ کرے تو اس کا ثواب میرے صحابہ کے ایک مد یا آدھے مد کے ثواب کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتا۔

اسی طرح حدیث نمبر ۲ میں ہے کہ میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو (اور مکرر فرمایا) پھر فرمایا کہ ان کو میرے بعد (برا کہنے اور طعن و تشنیع کا) نشانہ مت بنالینا جس نے ان سے محبت کی تو میری وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھنے کی وجہ سے بغض رکھا اور جس نے ان کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ کو تکلیف دی (یعنی تکلیف دینے والا کام کی) اور جس نے اللہ کو تکلیف دی قریب ہے کہ اللہ اس کی گرفت فرمائے گا۔

اس حدیث میں اور اس طرح کی دوسری احادیث میں اس دشمن کا حال بد بیان کیا گیا ہے جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو نشانہ بنایا اور ان کے حق میں بدگوئی کی اور ان پر بہتان باندھے اور ان پر عیب لگائے ان کو کافر بنایا اور ان کے بارے میں کسی طرح بھی جرأت اور جسارت اختیار کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جو فرمایا کہ جس نے ان سے محبت کی میری محبت کی وجہ سے کی اور جس نے ان سے بغض رکھا مجھ سے بغض رکھنے کی وجہ سے بغض رکھا ہے یہ ان حضرات کے فضائل و مناقب کی وجہ سے ہے کیونکہ حضرات صحابہؓ سے محبت اسی لئے کی جاتی ہے کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور تعظیم و توقیر سے پیش آئے اور جان و مال سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غمخواری کی' لہٰذا جو شخص ان سے محبت کرے گا وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والا ہوگا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی محبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا عنوان ہے اور حضرات صحابہؓ کے فضائل وہی شخص پہچان سکتا ہے جو ان کے احوال اور ان کی سیرت اور ان کے آثار کے بارے میں غور و فکر کرے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ان سے ظاہر ہوئے مثلاً ایمان کی طرف سبقت کرنا' کافروں سے جہاد کرنا' دین کو پھیلانا' شعار اسلام کو ظاہر کرنا' اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ بلند کرنا اور فرائض و سنن کی تعلیم دینا۔ اگر یہ حضرات نہ ہوتے تو ہم تک کوئی چیز بھی دین کی نہ پہنچتی' نہ اصول نہ فروع اور نہ ہم فرائض میں سے کوئی فرض جانتے اور نہ سنتوں میں سے کسی سنت کو پہچانتے اور احادیث میں سے کسی چیز کا اہتمام نہ ہوتا۔

لہٰذا جو شخص صحابہؓ پر طعن کرے یا ان کو برا کہے وہ دین سے نکل گیا اور مسلمانوں کی ملت سے خارج ہوگیا کیونکہ ان

حضرات پر طعن کرنا صرف اسی وجہ سے ہو سکتا ہے کہ ان کے بارے میں برائیوں کا اعتقاد رکھا جائے اور ان کی طرف سے دلوں میں کینہ پوشیدہ ہو اور اللہ جل شانہ نے اپنی کتاب میں جو ان کی تعریف فرمائی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے جو ان کی تعریف کی اور ان کے فضائل و مناقب بیان کئے اور ان کی محبت کا حکم دیا ان سب کا انکار کیا جائے۔

ان حضرات پر طعن کرنا اور ان کو برا کہنا دین سے خارج ہونے کا سبب اس لئے بھی ہے کہ قرآن و حدیث جو کچھ ہم تک پہنچا ہے یہ حضرات اس کا سب سے زیادہ عمدہ اور بہترین واسطہ ہیں جو شخص واسطہ پر طعن کرے وہ اس چیز میں بھی طعن کرنے والا بنے گا جو واسطہ کے ذریعہ پہنچی ہے نقل کرنیوالے کی حیثیت خراب کرنا خود اس چیز کی حیثیت خراب کرنا ہے جس نے اسے نقل کیا ہے۔

اور یہ بالکل ظاہر ہے جو شخص غور و فکر کرے اور نفاق سے اور زندیقیت اور بے دینی سے اس کا عقیدہ پاک اور صاف ہو وہ اس بات کو بالکل صحیح طریقہ پر سمجھ لے گا جو اخبار و آثار اس بارے میں وارد ہوئے ہیں وہ ان باتوں کی تصدیق کے لئے بالکل کافی ہیں۔

نمبر۲: صحابہ رضی اللہ عنہم کا وجود امت کے لئے امن و سلامتی کا ذریعہ ہے:

حدیث نمبر۲ میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے آسمان کی طرف سر اٹھایا اور آپ ﷺ اکثر وحی کے انتظار میں آسمان کی طرف سر اٹھا کر دیکھتے تھے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ستارے آسمان کے لئے امن و سلامتی کا باعث ہیں جس وقت یہ ستارے جاتے رہیں گے تو آسمان کے لئے وہ چیز آجائے گی جو موعود و مقدر ہے یعنی قیامت کے دن آسمانوں کا پھٹ جانا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو کر روئی کے گالوں کی طرح اڑنا جیسا کہ قرآن میں ہے: اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ۔ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ۔ پھر فرمایا کہ میں اپنے صحابہ کے لئے امن و سلامتی کا باعث ہوں جب میں اس دنیا سے چلا جاؤں گا تو میرے صحابہؓ پر وہ چیز آپڑے گی جو موعود اور مقدر ہے یعنی مراد فتنہ و فساد اختلافات و نزاعات' باہمی جنگ و جدل اور بعض اعرابی قبائل کا مرتد ہو جانا۔

پھر ارشاد فرمایا کہ میرے صحابہؓ میری امت کے لئے امن و سلامتی کا باعث ہیں جب میرے صحابہؓ اس دنیا سے رخصت ہو جائیں گے تو میری امت پر وہ چیز آپڑے گی جو موعود و مقدر ہے یعنی بداعتقادی و بدعملی کے فتنوں کا امنڈ پڑنا' بدعات کا زور ہو جانا' مسلمانوں پر دینی و ملی سانحات و حوادث کا واقع ہونا اہل خیر و برکت کا اس دنیا سے اٹھ جانا اہل شر کا باقی رہنا اور ان اہل شر پر قیامت قائم ہونا وغیرہ۔

لہٰذا جب تک صحابہ دنیا میں موجود رہے امت ان فتنوں' بدعتوں اور دین میں نئی نئی خرافات سے محفوظ رہی۔

نمبر۳ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی برکت سے علاقوں کا فتح ہونا:

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ لوگ جہاد کے لئے نکلیں گے تو لوگ آپس میں ایک دوسرے سے پوچھیں گے کیا تم میں کوئی صحابی رسولؐ ہے تلاش سے معلوم ہوگا کہ ایک صحابی رسول لشکر میں موجود ہیں تو ان کی برکت و شوکت سے دشمنوں کے مقابلہ پر ان کو فتح حاصل ہوگی اسی طرح تابعین' اور تبع تابعین کے بارے میں ہے کہ ان کے لشکر میں موجود ہونے

سے دشمن پر فتح وکامرانی حاصل ہوگی۔

نمبر۴ بہترین لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کے بہترین لوگ میرے قرن کے لوگ یعنی صحابہ ہیں پھر وہ لوگ جو ان سے متصل ہیں یعنی تابعی اور پھر وہ لوگ جو ان سے متصل ہیں اور پھر ان قرنوں کے بعد جن لوگوں کا زمانہ آئے گا ان میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جو خود بخود گواہی دیں گے اور کوئی ان سے گواہی نہ چاہے گا جو خیانت کریں گے اور ان کی دیانت پر اعتماد نہ کیا جائے گا اور نذریں مانیں گے لیکن ان کو پورا نہ کریں گے اور ان میں موٹاپا پیدا ہوگا۔

نمبر۵ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعظیم وتکریم لازم ہے:

حضرت عمرؓ کی روایت ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے صحابہ کی تعظیم وتکریم کرو کیونکہ وہ تمہارے برگزیدہ اور بزرگ ترین لوگ ہیں پھر وہ لوگ جو ان کے قریب ہیں یعنی تابعین اور پھر وہ لوگ جو ان تابعین کے قریب ہیں یعنی تبع تابعین پھر اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانے میں ہونے والے فتنہ وفساد کا ذکر کیا جو پچھلی روایت میں بیان ہو چکا ہے۔

نمبر۶ کسی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جہنم کی آگ نہ چھوئے گی:

حضرت جابرؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل فرمایا ہے کہ جس مسلمان نے مجھے دیکھا ہو اس کو آگ نہ چھوئے گی اسی طرح جس مسلمان نے کسی صحابی کو دیکھا اس کو بھی آگ نہ چھوئے گی یعنی نہ صحابی جہنم میں جائے گا اور نہ تابعی۔

ہمارا مسلک یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم معصوم تو نہیں لیکن گناہوں سے محفوظ ہیں اور جن سے کوئی خطاء سرزد ہوئی اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمتیں تھیں ایک یہ کہ ان سے خطائیں سرزد ہوئیں تو ان پر دینی احکام وحدود وغیرہ نازل ہوئیں اور ان کا عملاً اجراء ہوا تو ان تمام معاملات میں امت کو رہنمائی ملی پھر انہوں نے اس طریقے سے توبہ کی کہ باقی امت اس کی مثل لانے سے عاجز ہے۔

نمبر۷ صحابہ رضی اللہ عنہم امت کے لئے بمنزلہ نمک کے ہیں کھانے میں:

حضرت انسؓ سے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم منقول ہے کہ میری امت کے درمیان میرے صحابہ کی مثال کھانے میں نمک کی سی ہے کھانا اس وقت تک اچھا اور خوش ذائقہ نہیں ہوتا جب تک کہ اس میں نمک نہ ہو۔ حاصل یہ کہ امت کے درمیان صحابہ کا وجود امت کے بناؤ سنگھار کا ضامن ہے۔ صحابہ کے اس دنیا سے رخصت ہونے کے بعد ان کے اقوال وافعال، ارشادات وہدایات، حالات وسانحات زندگی، اخلاق واوصاف امت کی رہنمائی کے لئے کافی ہیں۔

نمبر۸: قیامت کے دن جو صحابی جہاں سے اٹھے گا وہاں کے لوگوں کو جنت میں لے جائے گا:

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے صحابہ میں سے جو شخص جس زمین میں مرے گا وہاں اپنی قبر سے قیامت کے دن اس حال میں اٹھایا جائے گا کہ اس زمین کے لوگوں کو جنت کی طرف کھینچ کر لے جائے گا اور

ان کے لئے جنت کا راستہ دکھانے والا نور ہوگا۔

گویا صحابہ کا وجود اس دنیا میں باعث رحمت و برکت ہے اور آخرت میں بھی ان کا وجود باعث سعادت وخیر ہوگا۔

نمبر ۹: صحابہ رضی اللہ عنہم کو برا کہنے والا مستحق لعنت ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل فرمایا کہ جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو برا کہتے ہیں تو تم کہو اللہ کی لعنت ہو تمہاری بری حرکت پر۔

صحابہ جو اہل خیر ہیں اور پوری امت کے محسن ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ایسی محسن جماعت کو جو بدبخت اور ناشکرے لوگ برا کہیں تو تم ان پر لعنت بھیجو کیونکہ وہ اسی کے مستحق ہیں ایک روایت میں ہے کہ میری امت میں سے برے لوگ وہ ہیں جو میرے صحابہ کے بارے میں گستاخ ہیں۔

نمبر ۱۰ اصحابہ رضی اللہ عنہم تمام نجوم ہدایت ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے پروردگار سے اپنے صحابہ کے درمیان اختلاف کے بارے میں پوچھا جو (شریعت کے فروعی مسائل میں) میرے بعد واقع ہوگا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم حقیقت یہ ہے کہ تمہارے صحابہ میرے نزدیک ایسے ہیں جیسے آسمان پر ستارے جس طرح ان ستاروں میں سے اگرچہ بعض زیادہ قوی یعنی زیادہ روشن ہیں لیکن نور (روشنی) ان میں سے ہر ایک میں ہے اسی طرح صحابہ میں سے ہر ایک اپنے اپنے مرتبہ اور اپنی اپنی استعداد کے مطابق نور ہدایت رکھتا ہے پس جس شخص نے (علمی وفقہی مسائل میں) ان اختلاف میں سے جس چیز کو بھی اختیار کرلیا میرے نزدیک وہ ہدایت پر ہے۔

نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں (پس تم ان کی پیروی کرو) ان میں سے تم جس کی بھی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔

اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ میں جو اختلافات ہوئے ہیں وہ امت کے لئے رحمت ہی رحمت ہیں۔ ان اختلافات کی وجہ سے صحابہ کو مطعون کرنا اپنے ایمان کو خطرے میں ڈالنے کے مترادف ہے۔

بَابُ مَنَاقِبِ اَبِیْ بَکْرٍ رضی اللہ عنہ

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مناقب (وفضائل) کا بیان

الفصل الاول:

۵۸۲۰/۱وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ مِنْ اَمَنِّ النَّاسِ عَلَیَّ فِیْ

صُحْبَتِهٖ وَمَالِهٖ اَبُوْ بَكْرٍ وَعِنْدَ الْبُخَارِيِّ اَبَابَكْرٍ وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيْلاً لَا تَّخَذْتُ اَبَابَكْرٍ خَلِيْلاً وَلٰكِنْ اُخُوَّةُ الْاِسْلَامِ وَمَوَدَّتُهٗ لَا تَبْقَيَنَّ فِي الْمَسْجِدِ خَوْخَةٌ اِلَّا خَوْخَةَ اَبِيْ بَكْرٍ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيْلاً غَيْرَ رَبِّيْ لَا تَّخَذْتُ اَبَا بَكْرٍ خَلِيْلًا ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاري في صحيحه ١٢/٧ حديث رقم ٣٦٥٤ ومسلم في صحيحه ١٨٥٥/٤ حديث رقم ٢٣٨٢/٢ والدارمي ٥١/١ ٤ حديث رقم ٢١٩٠ و احمد في المسند ١/ ٢٧٠

ترجمہ: ''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''وقت اور مال صرف کے لحاظ سے لوگوں میں سب سے زیادہ احسان مجھ پر ابوبکر کا ہے۔ اگر میں کسی شخص کو اپنا خلیل یعنی سچا جانی دوست بناتا تو یقیناً ابوبکر کو ایسا دوست بناتا تاہم اسلامی اخوت ومحبت اپنی جگہ (بلندتر) ہے۔ مسجد نبوی میں کھلنے والے تمام کھڑکی دروازے بند کر دیے جائیں سوائے ابوبکرؓ کے دروازے کے'' اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ (آپ ﷺ نے فرمایا) اگر میں اللہ کے سوا کسی کو اپنا خلیل بناتا تو یقیناً ابوبکر ہی کو خلیل بناتا''۔ (بخاری ومسلم)

۲/۵۸۷۱ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيْلاً لَا تَّخَذْتُ اَبَا بَكْرٍ خَلِيْلاً وَلٰكِنَّهٗ اَخِيْ وَصَاحِبِيْ وَقَدِ اتَّخَذَ اللّٰهُ صَاحِبَكُمْ خَلِيْلاً (رواه مسلم)

أخرجه مسلم في صحيحه ١٨٥٥/٤ حديث رقم ٢٣٨٣/٢ واخرجه الترمذي في السنن ٥٦٦/٥ حديث رقم ٣٦٥٥ وابن ماجه ٣٦/١ حديث رقم ٩٣ و احمد في المسند ٤/٤

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اگر میں کسی کو ''خلیل'' بناتا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ''خلیل'' بناتا۔ لیکن وہ میرے بھائی اور میرے رفیق وساتھی ہیں اور تمہارے ساتھی کو (یعنی مجھ کو) اللہ نے اپنا خلیل بنالیا ہے''۔ (مسلم)

۳/۵۸۷۲ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَرَضِهٖ اُدْعِيْ لِيْ اَبَا بَكْرٍ اَبَاكِ وَاَخَاكِ حَتّٰى اَكْتُبَ كِتَابًا فَاِنِّيْ اَخَافُ اَنْ يَّتَمَنّٰى مُتَمَنٍّ وَيَقُوْلُ قَائِلٌ اَنَا وَلَا وَيَاْبَى اللّٰهُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلَّا اَبَا بَكْرٍ (رواه مسلم وفي كتاب الحميدي) اَنَا اَوْلٰى بَدَلَ اَنَا وَلَا۔

أخرجه مسلم في صحيحه ١٨٥٧/٤ حديث رقم (٢٣٨٧/١١) وابو داؤد في السنن ٤٧/٥ حديث رقم ٤٦٦٠ و احمد في المسند ٣٢٢/٤۔

ترجمہ: ''ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرض وفات میں (ایک دن) مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اپنے باپ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور اپنے بھائی (عبدالرحمنؓ) کو میرے پاس بلاؤ کہ میں ایک تحریر لکھ دوں۔ کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ (اگر میں نے ابوبکر کی خلافت کے بارے میں نہ لکھوایا تو) کہیں خلافت کا کوئی آرزومند آرزو نہ کرے اور کوئی کہنے والا یہ نہ کہے کہ (خلافت کا مستحق) میں ہوں حالانکہ (ابوبکر کی موجودگی میں کوئی بھی شخص خلافت کا مستحق نہیں ہوسکتا) ابوبکر کے علاوہ کسی کی خلافت کو نہ اللہ چاہے گا اور نہ اہل ایمان تسلیم کریں گے'' (مسلم)

خلافت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک واضح اشارہ

۵۸۶۳/۳ وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ اَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِمْرَاَةٌ فَكَلَّمَتْهُ فِي شَيْءٍ فَاَمَرَهَا اَنْ تَرْجِعَ اِلَيْهِ قَالَتْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ اِنْ جِئْتُ وَلَمْ اَجِدْكَ كَاَنَّهَا تُرِيْدُ الْمَوْتَ قَالَ فَاِنْ لَّمْ تَجِدِيْنِي فَأْتِيْ اَبَابَكْرٍ۔ (متفق علیہ)

أخرجه البخاري في صحيحه ۱۷/۷ حديث رقم ۳۶۵۹ ومسلم في صحيحه ۱۸۵۶/٤ حديث رقم (۱۰-۲۳۸۶) وأخرجه الترمذي في السنن ٥/٥۷٤ حديث رقم ۳۶۷۶۔

ترجمہ: حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی اور کسی معاملے میں گفتگو کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا پھر کسی وقت آنا۔ اس عورت نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بتا دیجئے اگر میں آؤں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پاؤں (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو جائے تو کیا کروں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تو مجھے نہ پائے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس چلی جانا۔ (متفق علیہ)

تشریح ۞ بظاہر یہ عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرض الوفات میں آئی تھی اور اس روایت میں اس طرف واضح اشارہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوں گے لیکن یہ نص قطعی نہیں ہے اگرچہ اس سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی منقبت اور فضیلت معلوم ہو رہی ہے۔

اور جمہور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ کسی کی خلافت پر نص قطعی نہیں ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی صحت کی دلیل صحابہ کرام کا اجماع ہے البتہ شیخ ابن الہمام نے مسائرہ میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر نص موجود ہے اور پھر انہوں نے اس کو ثابت بھی کیا ہے۔ واللہ اعلم

لیکن حقیقت یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحۃً کسی کو خلیفہ نامزد نہیں کیا البتہ یہ ضرور ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ وہی سلوک اور معاملہ کرتے تھے جو ایک ولی عہد کے ساتھ کیا جاتا ہے اور ان کی خلافت کے بارے میں ایسے واضح اشارات فرمائے کہ جو کسی آنکھوں سے محروم شخص پر ہی پوشیدہ ہو سکتے ہیں۔

اسماعیل نے اپنی معجم میں یہ روایت نقل کی ہے کہ سہل بن ابی خثمہ فرماتے ہیں کہ ایک اعرابی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ اونٹ ادھار پر فروخت کئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس دیہاتی سے فرمایا کہ جا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھو کہ اگر میں آؤں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس وقت انتقال ہو چکا ہو تو یہ قیمت کون ادا کرے گا۔ یہ شخص گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجھے یہ قیمت ابوبکر رضی اللہ عنہ ادا کر دے گا اس نے آ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ جواب بتلایا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پھر جاؤ اور یہ پوچھو کہ اگر میں ایسے وقت میں آؤں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا بھی انتقال ہو چکا ہو تو یہ قیمت کون دے گا اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر یہ سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ قیمت تجھ کو عمر ادا کر دے گا وہ شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب ان کو بتلایا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو فرمایا کہ پھر جاؤ اور یہ پوچھو کہ اگر میں ایسے وقت آؤں کہ عمر بھی اس دنیا سے رخصت ہو چکا ہو تو پھر کون قیمت ادا کرے گا اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عثمان رضی اللہ عنہ تجھے قیمت ادا کرے

گا۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پھراس کوفرمایا کہ یہ پوچھو کہ اگر میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد آؤں تو کون قیمت ادا کرے گا اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ابوبکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنہم مرجائیں تو ہو سکے تو تم بھی مرجانا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک مردوں میں سب سے محبوب ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے

۵۸۶۴/۵ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَهُ عَلٰى جَيْشِ ذَاتِ السَّلَاسِلِ قَالَ فَاَتَيْتُهُ فَقُلْتُ اَيُّ النَّاسِ اَحَبُّ اِلَيْكَ قَالَ عَائِشَةُ قُلْتُ مِنَ الرِّجَالِ قَالَ اَبُوْهَا قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ عُمَرُ فَعَدَّ رِجَالاً فَسَكَتُّ مَخَافَةَ اَنْ يَّجْعَلَنِيْ فِيْ اٰخِرِهِمْ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاري في صحيحه ۷۴/۸ حديث رقم ۴۳۵۹ ومسلم في صحيحه ۱۸۵۶/۴ حديث رقم (۸-۲۳۸۴) وابن ماجه في السنن ۳۸/۱ حديث رقم ۱۰۱

ترجمہ: حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک لشکر کا امیر مقرر کر کے ذات السلاسل کے مقام پر بھیجا پھر جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے دریافت کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ کس سے محبت ہے فرمایا عائشہ رضی اللہ عنہا سے پھر میں نے پوچھا اور مردوں میں کس سے زیادہ محبت ہے فرمایا عائشہ رضی اللہ عنہا کے والد سے میں نے عرض کیا پھر کس سے فرمایا عمر رضی اللہ عنہ سے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اسی طرح چند آدمیوں کو شمار کیا پھر میں اس خیال سے خاموش ہو گیا کہ کہیں میرا نام بالکل آخر میں نہ آئے (متفق علیہ)

تشریح ۞ ماہ جمادی الثانیہ ۸ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر ملی کہ قبیلہ بنی قضاعہ کی ایک جماعت مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی سرکوبی کے لئے حضرت عمرو بن العاص کو مقام ذات السلاسل کی طرف روانہ کیا یہ مقام مدینہ منورہ سے دس منزل پر ہے تین سو آدمی اور تیس گھوڑ سوار ان کے ساتھ کئے جب اس مقام کے قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ کافروں کی جمعیت بہت زیادہ ہے اس لئے توقف کیا اور رافع بن مکیث رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ کیا کہ مدد کے لئے کچھ اور آدمی بھیجیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کو دو سو آدمیوں کے ساتھ روانہ فرمایا جن میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے اور یہ تاکید فرمائی کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے جا ملو اور آپس میں متفق رہنا اور باہم اختلاف نہ کرنا۔ جب ابوعبیدہ وہاں پہنچے اور نماز کا وقت آیا تو ابوعبیدہ نے امامت کرانی چاہی حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا کہ امیر لشکر تو میں ہوں اور تم تو میری مدد کے لئے آئے ہو۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم اپنی جماعت کے امیر ہو اور میں اپنی جماعت کا امیر ہوں بعد ازاں ابو عبیدہ نے یہ کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چلتے وقت مجھ کو آخری حکم یہ دیا تھا کہ ایک دوسرے کی اطاعت کرنا اور اختلاف نہ کرنا۔ لہٰذا میں تمہاری اطاعت کروں گا اگرچہ تم میری مخالفت کرو۔ اس طرح حضرت ابوعبیدہ نے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کی امارت اور امامت کو قبول کر لیا چنانچہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ امامت کراتے تھے اور ابوعبیدہ ان کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے پھر سب نے مل کر بنو قضاعہ پر حملہ کیا کفار مرعوب ہو کر بھاگ گئے اور منتشر ہو گئے۔

اس وقت حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے خیال میں یہ بات آئی کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک مرتبہ میں سب سے مقدم ہوں اس لئے مجھے امیر لشکر بنا کر بھیجا تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں دریافت فرمایا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو

ایسا جواب دیا کہ ان کی طمع ختم ہوگئی۔

اَیُّ النَّاسِ اَحَبُّ اِلَیْکَ: اس میں الناس میں دو احتمال ہیں یا تو اس سے مراد آپ ﷺ کے زمانے کے تمام لوگ ہیں یا اس سے مراد صرف وہ لوگ ہیں جو لشکر میں شریک تھے۔ نبی کریم ﷺ کے جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں الناس سے مراد آپ ﷺ کے زمانہ کے تمام لوگ ہیں۔

فضیلت ابوبکر رضی اللہ عنہ بزبانِ حضرت علی رضی اللہ عنہ

۵۸۲۵/۶ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِیَّةِ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ اَیُّ النَّاسِ خَیْرٌ بَعْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَبُوْبَکْرٍ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ عُمَرُ وَخَشِیْتُ اَنْ یَّقُوْلَ عُثْمَانُ قُلْتُ ثُمَّ اَنْتَ قَالَ مَا اَنَا اِلَّا رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۲۰/۷ حدیث رقم ۳۶۷۱ وابو داؤد ۲۶/۵ حدیث رقم ۴۶۲۹۔

ترجمہ: حضرت محمد بن الحنفیہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد (حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے پوچھا کہ نبی کریم ﷺ کے بعد کون شخص سب سے زیادہ بہتر ہے تو انہوں نے فرمایا ابوبکر رضی اللہ عنہ میں نے پوچھا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد کون شخص بہتر ہے فرمایا عمرؓ۔ حضرت عمرؓ کے بعد میں نے اس خیال سے سوال نہ کیا کہ کہیں وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نام نہ لے دیں بلکہ میں نے (سوال کا انداز بدل کر) پوچھا کہ پھر آپ بہتر ہیں انہوں نے فرمایا میں تو مسلمانوں میں سے ایک فرد ہوں (بخاری)

تشریح: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آخر میں فرمایا کہ میں تو مسلمانوں میں سے ایک (عام سا) آدمی ہوں درحقیقت یہ انہوں نے کسر نفسی اور تواضع کے طور پر جواب دیا ورنہ اس وقت جبکہ ان سے یہ سوال پوچھا جا رہا تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی سب سے افضل تھے کیونکہ یہ واقعہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد کا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی حیات ہی میں افضلیتِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مسلم تھی

۵۸۲۶/۷ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ کُنَّا فِیْ زَمَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا نَعْدِلُ بِاَبِیْ بَکْرٍ اَحَدًا ثُمَّ عُمَرَ ثُمَّ عُثْمَانَ ثُمَّ نَتْرُکُ اَصْحَابَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا نُفَاضِلُ بَیْنَهُمْ (رواه البخاری وفی روایة لابی داود قال) کُنَّا نَقُوْلُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَیٌّ اَفْضَلُ اُمَّةِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَهٗ اَبُوْبَکْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ عُثْمَانُ رِضْوَانُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِمْ اَجْمَعِیْنَ۔

اخرجه البخاری فی صحیحه ۵۳/۷ حدیث رقم ۳۶۹۷ واخرجه ابو داؤد فی السنن ۲۶/۵ حدیث رقم ۴۶۲۸ والترمذی فی السنن ۵۸۸/۵ حدیث رقم ۳۷۰۷

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے تھے (یعنی ان سے افضل و بہتر کسی کو قرار نہیں دیتے تھے) اور ان کے بعد عمر رضی اللہ عنہ کو اور پھر عثمان رضی اللہ عنہ کو

اور حضرت عثمان کے بعد ہم صحابہ کو ان کے حال پر چھوڑ دیتے تھے اور ان کے درمیان کسی کو فضیلت نہ دیتے تھے (بخاری)

تشریح ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہی میں یہ کہا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کی امت میں نبی کریم ﷺ کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ بہتر ہیں پھر عمرؓ اور پھر عثمان رضی اللہ عنہ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جو یہ فرمار ہے ہیں کہ ان تین حضرات یعنی حضرت ابوبکرؓ عمرؓ عثمان رضی اللہ عنہم کے بعد ہم باقی صحابہ میں تفاضل نہ برتتے تھے بلکہ سب کو ایک ہی مرتبہ پر سمجھتے تھے اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک طرح کی حیثیت اور خصوصیت رکھنے والے صحابہ میں ہم تفاضل نہ کرتے تھے ورنہ تو اہل بدرؓ اہل احدؓ اہل بیعت الرضوان اور صحابہ میں سے علماء دوسرے حضرات سے بلاشبہ افضل تھے۔

باقی اہل بیت نبی ﷺ کی حیثیت مخصوص تھی ان کی حیثیت باقی صحابہ کرامؓ سے بالکل جداگانہ تھی اور وہ اپنی اسی امتیازی حیثیت کی وجہ سے مخصوص فضیلت کے حامل تھے جو دوسروں کو حاصل نہ تھی اور ان کی یہ فضیلت ظاہر و باہر ہے لہٰذا یہاں یہ اعتراض نہیں ہوسکتا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علیؓ حضرات حسنینؓ آنحضرت ﷺ کے دونوں چچا حضرت حمزہؓ حضرت عباس رضی اللہ عنہم کو بیان کیوں نہیں کیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر نہ کرنے کی بعض حضرات نے یہ وجہ بیان کی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ صرف ان صحابہ کرام کو ذکر کرنا چاہتے ہیں جو اہل الرائے اور اصحاب مشورہ تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس وقت نوجوان تھے جو ان اہل الرائےؓ عمر رسیدہ لوگوں میں شامل نہ تھے اس لئے ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ان کا ذکر نہیں کیا ورنہ درحقیقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد افضلیت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہی حاصل ہے اور کوئی بھی اس کا منکر نہیں۔

کوئی کم عقل یہ سمجھ سکتا تھا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر کسی ذاتی رنجش یا تعصب کی وجہ سے نہیں کیا ہم ذیل میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کی چند ایک روایات ذکر کرتے ہیں کہ جس میں انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مدح و توصیف بیان کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کی آپس میں کوئی رنجش یا کوئی خلش نہیں تھی۔

چنانچہ امام احمدؒ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے بعد ہم زمانہ نبوی ہی میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سب سے افضل و بہتر سمجھتے تھے اور ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو۔ رہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بات تو حقیقت یہ ہے کہ ان کو وہ تین عظیم الشان خصوصیتیں حاصل ہیں کہ اگر ان میں سے مجھے کوئی ایک بھی حاصل ہو جاتی تو میں اس کو دنیا و مافیہا سے بہتر جانتا۔

نمبر ۱: نبی کریم ﷺ نے اپنی عزیز ترین بیٹی خاتون جنت حضرت فاطمہؓ کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کیا اور آپ ﷺ کی نسل انہیں سے آگے چلی۔

نمبر ۲: آنحضرت ﷺ نے مسجد نبوی میں کھلنے والے دروازے سوائے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دروازے کے بند کروا دیے۔

نمبر ۳: غزوہ خیبر کے دن نبی کریم ﷺ نے ان کو اپنا نیزہ عطا فرمایا۔

اور نسائی کی ایک روایت اس طرح ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے مذکورہ بالا حدیث بیان فرمائی اور اس کے بعد یہ بھی ارشاد فرمایا کہ علی رضی اللہ عنہ کی شان مت پوچھو اور نہ کسی

کو ان پر قیاس کر دان کی تو یہ فضیلت تھی کہ ان کے علاوہ باقی تمام دروازے بند کرا دیئے گئے۔

خلاصہ یہ کہ صحابہ کے درمیان تفاضل بلاشبہ ثابت ہے جیسے اہل بدر اہل احد اہل بیعت رضوان اور علماء صحابہ کو دیگر حضرات پر فضیلت حاصل ہے۔

الفصل الثانی:

بزبان نبی ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مالی قربانی کا اعتراف

۸/۵۸٦۷ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا لِاَحَدٍ عِنْدَنَا یَدٌ اِلَّا وَقَدْ کَافَیْنَاهُ مَا خَلَا اَبَا بَکْرٍ فَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا یَدًا یُکَافِیْهِ اللّٰهُ بِهَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَمَا نَفَعَنِیْ مَالُ اَحَدٍ قَطُّ مَا نَفَعَنِیْ مَالُ اَبُوْبَکْرٍ وَلَوْ کُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِیْلًا لَاتَّخَذْتُ اَبَا بَکْرٍ خَلِیْلًا اَلَا وَاِنَّ صَاحِبَکُمْ خَلِیْلُ اللّٰهِ۔

(رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۵/٦٦٦ حدیث رقم ۳٦٦۱ و احمد فی المسند ۲/۲۵۳

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کسی نے ہمیں کچھ دیا ہے ہم نے اسے اس کا بدلہ دے دیا ہے سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کہ انہوں نے ہمارے ساتھ ایسی نیکی اور بخشش کی ہے جس کا بدلہ قیامت کے دن خدا ہی دے گا اور کسی شخص کے مال نے مجھے اتنا فائدہ نہیں پہنچایا جتنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مال نے پہنچایا ہے اگر میں کسی کو اپنا خلیل و خالص دوست بنانا چاہتا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنا دوست بناتا یاد رکھو تمہارے لئے صاحب (یعنی خود نبی کریم ﷺ) خدا کے خلیل ہیں۔ (ترمذی)

تشریح ۞ آنحضرت ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ جب کوئی آپ ﷺ کو ہدیہ پیش کرتا تو آپ ﷺ اس کو قبول فرما لیتے اور اسی وقت یا بعد میں کسی وقت اسے اتنا ہی یا زیادہ کسی شکل میں عطا فرما کر مکافات فرما دیتے۔ زیر تشریح حدیث میں ید" سے مراد ہر وہ چیز ہے جس سے فائدہ حاصل کیا جا سکے یعنی مال و دولت' جان اور آل و اولاد وغیرہ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنا سب کچھ راہ خدا کے لئے وقف کر رکھا تھا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس حدیث میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اس قربانی کی طرف اشارہ ہو جو آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال کو کافروں سے خرید کر اللہ اور اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے راہ خدا میں آزاد کر دینے کی صورت میں کی تھی۔ اور جس کی طرف قرآن پاک نے اشارہ فرمایا۔

﴿وَسَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَی الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَکّٰی﴾

ایک موقعہ پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنا سب کچھ لا کر خدمت اقدس میں پیش کر دیا اپنے لئے اور اپنے گھر والوں کے لئے کچھ بھی نہ چھوڑا اور کملی کو کانٹے لگا کر جسم پر لپیٹا یعنی کملی پہننے کے لئے بٹن وغیرہ کوئی چیز نہ چھوڑی اسی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ کا لقب ذوالخلال یعنی کانٹے والا مشہور ہو گیا۔

حاصل یہ کہ اس حدیث میں آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سوا جس کسی نے بھی ہمارے ساتھ حسن سلوک

کیا ہم نے دنیا ہی میں اس کی مکافات کر دی لیکن ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جو حسن سلوک کیا اس کی مکافات آخرت میں اللہ تعالیٰ ہی فرمائے گا۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے نواسے حضرت عروہؒ کا بیان ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جب اسلام قبول کیا تو ان کے پاس چالیس ہزار درہم تھے وہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے مطابق دین کی خدمت میں خرچ ہو گئے سات ایسے غلاموں کو خرید کر آزاد کیا جنہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا اور ان کے کافر و مشرک مالک اسلام قبول کرنے ہی کے جرم میں ان کو ستاتے اور مظالم کے پہاڑ توڑتے تھے انہیں میں حضرت بلالؓ و حضرت عامرؓ بن فہیرہ تھے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کر دیا تھا کہ میں اور میرا سارا مال گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک ہے جس طرح چاہیں استعمال فرمائیں چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض وفات میں اپنے آخری خطاب میں بھی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی اس خصوصیت اور امتیاز کا ذکر فرمایا تھا۔

فضیلت ابو بکر رضی اللہ عنہ بزبان عمر فاروق رضی اللہ عنہ

۵۸۶۸/۹ وَعَنْ عُمَرَ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ سَيِّدُنَا وَخَيْرُنَا وَاَحَبُّنَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(رواه الترمذي)

أخرجه الترمذي في السنن ٥/٦٠٦ حديث رقم ٣٦٥٦۔

ترجمہ: حضرت عمرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ ہمارے سردار ہیں ہم سب سے افضل ہیں اور ہم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک زیادہ محبوب ہیں۔ (ترمذی)

تشریح: حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ (حسب و نسب کے لحاظ) سے ہمارے سردار ہیں اور (عمل اور نیکیوں کے لحاظ سے) ہم سے افضل ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ہم سب سے افضل ہیں۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو حوضِ کوثر پر بھی صحبت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حاصل ہوگی

۵۸۶۹/۱۰ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاَبِيْ بَكْرٍ اَنْتَ صَاحِبِيْ فِي الْغَارِ وَصَاحِبِيْ عَلَى الْحَوْضِ۔ (رواه الترمذي)

أخرجه الترمذي في السنن ٥/٦٢٧ حديث رقم ٣٦٧٠

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک روز) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم میرے یار غار ہو (یعنی ہجرت کے وقت غار ثور میں میرے ساتھ تھے) اور حوض کوثر پر میرے صاحب ہو۔ (ترمذی)

تشریح: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ معظمہ سے ہجرت فرمائی تو تین دن تک مکہ مکرمہ کے قریب ثور پہاڑ کے ایک غار میں روپوش رہے تھے اس غار میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ہجرت کے اس سفر میں اور خاص کر اس غار میں

حضور ﷺ کے ساتھ رہنا جس میں آخری حد تک کے خطرات تھے وفاداری اور فدائیت کا بے مثال عمل تھا اسی لئے آنحضرت ﷺ نے خاص طور سے اس کو یاد رکھا اور قرآن مجید میں بھی اس کا ذکر فرمایا گیا ہے: ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا۔ اور مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ صاحبہ سے اس آیت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی مراد ہیں اس لئے علماء نے فرمایا کہ جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صحبت یعنی صحابیت کا انکار کرے وہ کافر ہے اس لئے کہ اس نے اس واضح نص کا انکار کیا ہے بخلاف دوسرے حضرات مثلاً حضرت عمر، عثمان، علی وغیرہ رضی اللہ عنہم کی صحبت کہ ان کا انکار کرنے والا کافر نہیں اگرچہ اعلیٰ درجے کا گمراہ پرلے درجے کا فاسق و بدعتی ہے۔

خلافت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایک اور واضح دلیل

۵۸۷۰/۱۱وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْبَغِيْ لِقَوْمٍ فِيْهِمْ اَبُوْبَكْرٍ اَنْ يَؤُمَّهُمْ غَيْرُهُ ۔ (رواه الترمذي وقال هذا حديث غريب)

أخرجه الترمذي في السنن ۵/۵۷۳ حديث رقم ۳۶۷۳۔

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس جماعت میں ابوبکر رضی اللہ عنہ موجود ہوں تو مناسب نہیں کہ ان کے علاوہ کوئی شخص امام بنے۔ (ترمذی)

یہ حدیث کسی تشریح کی محتاج نہیں ہے اس کا صریح مقتضیٰ اور مفاد یہ ہے کہ امت میں جب تک ابوبکر رضی اللہ عنہ رہیں اہل ایمان انہیں کو اپنا امام بنائیں ان کے سوا کسی کو امام بنانا صحیح نہ ہوگا بلاشبہ یہ بھی رسول اللہ ﷺ کے ان ارشادات میں سے ہے جن کے ذریعے حضور ﷺ نے اپنے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی طرف اشارہ فرمایا۔

تشریح ۞ اسی لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ حضور ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امامت کا حکم دیا اور ہم موجود تھے غائب نہ تھے تندرست تھے بیمار نہ تھے پس جس شخص کو رسول اللہ ﷺ نے دین کے بارے میں ہمارا امام بنانا پسند کیا ہے ہم اس کو دنیا کے معاملہ میں اپنا امام بنانا کیوں نہ پسند کریں۔ حاصل یہ کہ فاضل کی موجودگی میں مفضول کو امامت و خلافت سونپنا غیر موزوں ہے اور اسی طرح یہ مسئلہ بھی ثابت ہو گیا کہ لوگوں کی امامت کا استحقاق اسی شخص کو حاصل ہے جو سب سے افضل ہو۔

راہِ خدا میں خرچ کرنے کی ایک بے نظیر مثال

۵۸۷۱/۲وَعَنْ عُمَرَ قَالَ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَتَصَدَّقَ وَوَافَقَ ذٰلِكَ عِنْدِيْ مَالاً فَقُلْتُ اَلْيَوْمَ اَسْبِقُ اَبَا بَكْرٍ اِنْ سَبَقْتُهُ يَوْمًا قَالَ فَجِئْتُ بِنِصْفِ مَالِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَبْقَيْتَ لِاَهْلِكَ فَقُلْتُ مِثْلَهُ وَاَتٰى اَبُوْ بَكْرٍ بِكُلِّ مَا عِنْدَهُ فَقَالَ يَا اَبَا بَكْرٍ مَا اَبْقَيْتَ لِاَهْلِكَ فَقَالَ اَبْقَيْتُ لَهُمُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ قُلْتُ لَا اَسْبِقُهُ اِلٰى شَيْءٍ اَبَدًا ۔ (رواه الترمذي وابوداود)

أخرجه ابو داؤد في السنن ۲/۳۱۲ حديث رقم ۱۶۷۸ والترمذي في السنن ۵/۵۷۴ حديث رقم ۳۶۷۵ وأحمد

الدارمی فی السنن ۱/ ۴۸۰ حدیث رقم ۱۶۶۰

ترجمہ: حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک روز ہمیں خدا کے راستے میں صدقہ وخیرات کا حکم کیا حسن اتفاق سے اس وقت میرے پاس کافی مال تھا میں نے اپنے دل میں کہا اگر ابوبکر رضی اللہ عنہ سے سبقت لے جانا کسی دن میرے لئے ممکن ہوگا تو آج کے دن ہی ممکن ہے اور میں کافی مال خرچ کر کے سبقت لے جاؤں گا چنانچہ میں اپنا آدھا مال لے کر حاضر خدمت ہوا رسول اللہ ﷺ نے پوچھا گھر والوں کے لئے تو نے کتنا چھوڑا میں نے عرض کیا آدھا مال۔ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ جو کچھ ان کے پاس تھا سب لے آئے رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا ابوبکر رضی اللہ عنہ گھر والوں کے لئے کیا چھوڑ آئے عرض کیا ان کے لئے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کو چھوڑ آیا ہوں میں نے دل میں کہا میں ابوبکر رضی اللہ عنہ پر کبھی سبقت نہ لے جا سکوں گا۔ (ترمذی، ابوداؤد)

تشریح: ہوسکتا ہے کہ حضرت عمرؓ جو اپنی کل دولت کا نصف لائے تھے وہ مقدار میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لائے ہوئے سے زیادہ ہو مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ عمل اور حال کہ انہوں نے گھر والوں کے لئے کچھ بھی نہ چھوڑا بس اللہ اور رسول ﷺ پر ایمان اور ان کی رضا جوئی کو سب کچھ سمجھ کر اس پر قناعت کر لی بلاشبہ یہ مقام بہت بلند ہے اور تاریخ ایسی قربانی اور جانثاری کی مثال لانے سے عاجز ہے۔

اگر تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا کل مال حضرت عمرؓ کے لائے ہوئے مال سے زیادہ تھا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت واضح اور مسلم ہے اور اگر ان کا مال حضرت عمرؓ کے مال سے کم بھی تھا تو بھی ان کی افضلیت مسلم ہے کیونکہ انہوں نے اپنا سارا مال پیش کر دیا تھا جیسا کہ ایک حدیث میں ہے: افضل الصدقة جهد المقل یعنی بہترین صدقہ کم مال والے کا ایثار کر کے نکالنا ہے۔

فقال ابقيت لهم الله ورسوله: یعنی گھر والوں کے لئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو چھوڑ آیا ہوں یعنی ان کے لئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور رضا کو کافی سمجھتا ہوں اور یہ دنیاوی مال واسباب اس رضا کے سامنے ہیچ ہیں۔

یا یہ مطلب ہے کہ ان کی ضروریات کے لئے خدا کے فضل اور صفت رزاقیت اور نبی کریم ﷺ کی امداد واعانت پر اعتماد کیا ہے۔

آخر میں حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں سمجھ گیا تھا کہ آج جبکہ سبقت لے جانے کے اسباب تھے تو سبقت حاصل نہ کر سکا آئندہ کبھی بھی میں ابوبکر رضی اللہ عنہ پر سبقت حاصل نہ کر سکوں گا ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان دونوں حضرات سے فرمایا: مابینکما کما بین کلمتیکما یعنی تمہارے درمیان فضل وکمال میں اتنا ہی فرق ہے جتنا تمہاری کلام میں ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا لقب عتیق پڑنے کی وجہ

۵۸۷۲/۱۳ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ دَخَلَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَنْتَ عَتِيْقُ اللّٰهِ مِنَ النَّارِ فَيَوْمَئِذٍ سُمِّيَ عَتِيْقًا۔ (رواه الترمذی)

أخرجه الترمذی فی السنن ۵/ ۵۷۶ حدیث رقم ۳۶۷۹ وابن ماجه فی السنن ۱/ ۴۹ حدیث رقم ۱۲۷

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے رسول اللہ ﷺ نے ان

سے فرمایا تو دوزخ کی آگ سے آزاد کیا ہوا ہے اس روز سے ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام عتیق ہوگیا۔ (ترمذی)

تشریح ۞ عتیق کے مختلف معانی ہیں مثلاً عتیق بمعنی حسن و جمال، عتیق بمعنی کرم و نجابت اور خیریت۔ عتیق بمعنی آزاد و بری۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میں یہ تمام صفات پائی جاتی تھیں لیکن اس روایت میں آپ کا لقب عتیق پڑنے کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کو "عتیق الله من النار" فرمایا چونکہ حدیث میں اس کی صراحت آچکی ہے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لقب عتیق بمعنی آزاد یعنی جہنم سے آزاد ہوگا دوسرے وجہ تسمیہ کا اعتبار نہیں ہوگا اسی طرح ایک روایت میں ہے: قال من اراد ان ینظر الی عتیق من النار فلینظر الی ابی بکر یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو آدمی یہ چاہے کہ جہنم سے بخشے ہوئے شخص کو دیکھ لے تو اس کو چاہئے کہ وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے۔

قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے پہلے ابوبکر رضی اللہ عنہ قبر سے اٹھیں گے

۵۸۷۳/۴ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْاَرْضُ ثُمَّ اَبُوْبَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ اٰتِی اَهْلَ الْبَقِيْعِ فَيُحْشَرُوْنَ مَعِیْ ثُمَّ اَنْتَظِرُ اَهْلَ مَكَّةَ حَتّٰی اُحْشَرَ بَيْنَ الْحَرَمَيْنِ۔ (رواه الترمذی)

أخرجه الترمذی فی السنن ۵۸۱/۵ حدیث رقم ۳۶۹۲

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (قیامت کے دن) سب سے پہلے میری قبر شق ہوگی اور سب سے پہلے میں قبر کے اندر سے اٹھوں گا پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ (کی قبر شق ہوگی) پھر عمرؓ (کی قبر شق ہوگی) پھر میں بقیع قبرستان کے مدفونوں کے پاس آؤں گا اور انہیں میرے ساتھ اٹھایا جائے گا پھر میں مکہ والوں کا انتظار کروں گا یہاں تک کہ حرم مکہ اور حرم مدینہ کے درمیان میں ان کے ساتھ جمع کیا جاؤں گا (ترمذی)

تشریح ۞ حاصل یہ کہ سب سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر سے باہر تشریف لائیں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب امت سے پہلے یا مطلقاً اولیاء سے پہلے ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی قبر سے اٹھیں گے اس کے بعد حضرت عمرؓ اپنی قبر سے باہر آئیں گے فرمایا کہ اس کے بعد میں جنت البقیع یعنی مدینہ کے قبرستان میں آؤں گا اور اہل بقیع اپنی قبروں سے اٹھیں گے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اہل مکہ کا بقیع میں انتظار کریں گے یہاں تک کہ سب جمع ہو جائیں پھر محشر کی طرف روانہ ہوں گے جو ارض شام میں ہوگا اور تمام مخلوق وہاں جمع ہوگی۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت سے شیخینؓ کی فضیلت معلوم ہوتی ہے اس لئے بہتر یہ تھا کہ یہ حدیث باب مناقب الشیخین میں ذکر کی جاتی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ امت محمدیہ میں سے سب سے پہلے جنت میں داخل ہونگے

۵۸۷۴/۵ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَانِیْ جِبْرِيْلُ فَاَخَذَ بِيَدِیْ فَاَرَانِیْ بَابَ الْجَنَّةِ الَّذِیْ يَدْخُلُ مِنْهُ اُمَّتِیْ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدِدْتُ

اِنِّیْ كُنْتُ مَعَكَ حَتّٰی اَنْظُرَ اِلَیْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَمَا اِنَّكَ یَا اَبَا بَكْرٍ اَوَّلُ مَنْ یَّدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِیْ۔ (رواہ ابوداؤد)

اخرجہ ابوداؤد فی السنن ۵/ ۴۰۶ حدیث رقم ۴۶۵۲۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے وہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ (ایک روز) جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا (یہ واقعہ شب معراج کا ہے) اور مجھے جنت کا وہ دروازہ دکھایا جس سے میری امت جنت میں داخل ہوگی ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں چاہتا ہوں کہ کاش میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ ہوتا تاکہ وہ دروازہ دیکھ لیتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابوبکر رضی اللہ عنہ آگاہ رہو کہ میری امت میں سب سے پہلا شخص تو ہوگا جو جنت میں داخل ہوگا۔

تشریح: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تمنا ظاہر کی کہ یا رسول اللہ ﷺ کاش کہ میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ ہوتا اور جنت کا دروازہ دیکھ لیتا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تو میری امت میں سے سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگا اور تو اس کا دروازہ دیکھ لے گا اس میں اس بات پر دلیل ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تمام امت میں سے افضل ہیں ورنہ ان کو دخول جنت میں سب پر سبقت حاصل نہ ہوتی نیز اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ایمان کے اعتبار سے بھی تمام امت پر سبقت حاصل ہے اسی لئے ان کو سب سے پہلے جنت میں داخلہ نصیب ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ۔

علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جنت کا دروازہ دیکھنے کی تمنا کا اظہار کیا اور تمنا ایسی چیز کی ہوتی ہے جو ممکن الحصول نہ ہو تو نبی کریم ﷺ نے ان کو تسلی دی کہ تم صرف جنت کے دروازہ دیکھنے کی تمنا کرتے ہو تمہیں تو اس سے بھی اعلیٰ اور ارفع فضیلت حاصل ہونے والی ہے یعنی جنت میں سب سے پہلے داخل ہونا۔

الفصل الثالث:

عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دو عمل ان کے تمام اعمال سے بھاری ہیں

۶/۵۸۷۵ وَعَنْ عُمَرَ ذُكِرَ عِنْدَهُ اَبُوْبَكْرٍ فَبَكٰی وَقَالَ وَدِدْتُ اَنَّ عَمَلِیْ كُلَّهُ مِثْلُ عَمَلِهِ یَوْمًا وَاحِدًا مِنْ اَیَّامِهِ وَلَیْلَةً وَاحِدَةً مِنْ لَیَالِیْهِ اَمَّا لَیْلَتُهُ فَلَیْلَةٌ سَارَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلَی الْغَارِ فَلَمَّا انْتَهَیَا اِلَیْهِ قَالَ وَاللّٰهِ لَا تَدْخُلُهُ حَتّٰی اَدْخُلَ قَبْلَكَ فَاِنْ كَانَ فِیْهِ شَیْءٌ اَصَابَنِیْ دُوْنَكَ فَدَخَلَ فَكَسَحَهُ وَوَجَدَ فِیْ جَانِبِهِ ثُقْبًا فَشَقَّ اِزَارَهُ وَسَدَّهَا بِهِ وَبَقِیَ مِنْهَا اثْنَانِ فَاَلْقَمَهُمَا رِجْلَیْهِ ثُمَّ قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُدْخُلْ فَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَوَضَعَ رَاْسَهُ فِیْ حَجْرِهِ فَنَامَ فَلُدِغَ اَبُوْبَكْرٍ فِیْ رِجْلِهِ مِنَ الْجُحْرِ وَلَمْ یَتَحَرَّكْ مَخَافَةَ اَنْ یَّنْتَبِهَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَقَطَتْ دُمُوْعُهٗ عَلٰى وَجْهِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَالَكَ يَا اَبَا بَكْرٍ قَالَ لُدِغْتُ فِدَاكَ اَبِيْ وَاُمِّيْ فَتَفَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَهَبَ مَا يَجِدُهٗ ثُمَّ انْتَقَضَ عَلَيْهِ وَكَانَ سَبَبَ مَوْتِهٖ وَاَمَّا يَوْمُهٗ فَلَمَّا قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ارْتَدَّتِ الْعَرَبُ وَقَالُوْا لَا نُؤَدِّيْ زَكٰوةً فَقَالَ لَوْ مَنَعُوْنِيْ عِقَالًا لَجَاهَدْتُهُمْ عَلَيْهِ وَقُلْتُ يَا خَلِيْفَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ تَاَلَّفِ النَّاسَ وَارْفُقْ بِهِمْ فَقَالَ لِيْ اَجَبَّارٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَخَوَّارٌ فِي الْاِسْلَامِ اِنَّهٗ قَدِ انْقَطَعَ الْوَحْيُ وَتَمَّ الدِّيْنُ اَيَنْقُصُ وَاَنَا حَيٌّ - (رواہ رزین)

ترجمہ: حضرت عمرؓ کے بارے میں روایت کیا گیا ہے کہ ایک روز ان کے سامنے ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا گیا وہ ان کا ذکر سن کر رو پڑے اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں ابوبکر رضی اللہ عنہ نے صرف ایک دن اور ایک رات کے اندر جو اعمال کئے ہیں کاش اس دن اور اس رات کے اعمال کی مانند میری ساری زندگی کے اعمال ہوتے (یعنی ان کے ایک دن اور ایک رات کے اعمال کے برابر میری ساری زندگی کے اعمال ہوتے) ان کی ایک رات کا عمل تو یہ ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہجرت کی رات روانہ ہو کر غار ثور میں پہنچے اور رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا خدا کی قسم آپ ﷺ اس وقت تک غار میں قدم نہ رکھیں جب تک میں اس کے اندر داخل نہ ہو کر دیکھ لوں کہ اس میں کوئی (موذی) چیز تو نہیں ہے اگر کوئی ایسی چیز ہوگی تو اس کا ضرر مجھے ہی پہنچے اور آپ ﷺ محفوظ رہیں۔ چنانچہ ابوبکر رضی اللہ عنہ غار کے اندر داخل ہوئے اور اسے صاف کیا پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ کو سوراخ نظر آئے ایک میں تو انہوں نے اپنے تہہ بند میں سے چیتھڑا پھاڑ کر بھر دیا اور دو سوراخوں میں انہوں نے اپنی ایڑھیاں داخل کر دیں اور اس کے بعد رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا اندر تشریف لے آئیں۔ رسول اللہ ﷺ غار کے اندر آ گئے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی گود میں سر رکھ کر سو گئے اس سوراخ کے اندر سے سانپ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاؤں میں ڈس لیا لیکن وہ اسی طرح بیٹھے رہے اور اس خیال سے حرکت نہ کی کہ کہیں رسول اللہ ﷺ کی آنکھ نہ کھل جائے لیکن شدت تکلیف سے ان کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے جو رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک پر پڑے رسول اللہ ﷺ کی آنکھ کھل گئی اور آپ ﷺ نے پوچھا ابوبکر رضی اللہ عنہ کیا ہوا؟ انہوں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں مجھے ڈس لیا گیا ہے رسول اللہ ﷺ نے اپنا لعاب دہن ان کے پاؤں کے زخم پر لگا دیا اور ان کی تکلیف جاتی رہی۔ اس واقعہ کے عرصہ دراز کے بعد سانپ کے زہر نے پھر رجوع کیا اور یہی زہر آپؓ کی موت کا سبب بنا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایک دن کا عمل یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی تو عرب کے لوگ مرتد ہو گئے اور انہوں نے اعلان کیا کہ ہم زکوٰۃ ادا نہ کریں گے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر لوگ مجھے اونٹ کی رسی دینے سے بھی انکار کریں گے (جو شرعاً ان پر واجب ہو) تو میں ان سے جہاد کروں گا میں نے کہا اے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ لوگوں کے ساتھ الفت و محبت سے پیش آئیں اور ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کریں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ زمانہ جاہلیت میں تو تم بڑے سخت تھے اسلام میں آ کر تم کم ہمت ہو گئے ہو۔ وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے اور دین کامل ہو چکا ہے کیا دین میری زندگی میں ناقص ہو سکتا ہے (ہرگز نہیں) (رزین)

تشریح ۞ (و نام) نبی کریم ﷺ غار میں داخل ہوئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی گود میں سر رکھ کر سو گئے ملا علی قاریؒ فرماتے

ہیں کہ عالم کا سونا بھی عبادت ہے اور ظالم کا سونا بھی عبادت ہے لیکن دو مختلف جہتوں سے۔ عالم کا سونا عبادت اس وجہ سے ہے کہ وہ یہ سونا اس کے لئے طاعت وعبادت میں ممد ومعاون ہوگا اور ظالم کا سونا عبادت اس لئے ہے کہ جب تک وہ سویا رہے گا اس وقت تک مخلوق خدا اس کی ایذاءرسانیوں سے محفوظ رہے گی۔

ثُمَّ انْتَقَضَ عَلَيْهِ وَكَانَ سَبَبَ ...... یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات اسی سانپ کے زہر کی وجہ سے ہوئی گویا آپ کو بھی درجہ شہادت نصیب ہوا جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات بھی اسی زہر کی وجہ سے ہوئی جو غزوہ خیبر کے موقعہ پر بکری میں ملا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا تھا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مماثلت موت میں ان کی آپس میں گہری محبت والفت کا پتہ دیتی ہے۔

لَوْ مَنَعُوْنِي عِقَالاً :عقال کے کیا معنی ہیں؟ اس میں دو رائے ہیں۔ نمبرا عقال کا معنی ہے وہ رسی جس سے اونٹ کو باندھا جاتا ہے دراصل جو اونٹ صدقہ اور زکوۃ میں دیا جاتا تھا ساتھ اس کی رسی بھی دی جاتی تھی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ان کو وہ رسی بھی معاف نہیں کروں گا جو زکوۃ میں اونٹ کے ساتھ دی جاتی ہے یا مراد تنبیہ دینا ہے کہ اگر ان پر معمولی سے معمولی چیز بھی زکوۃ میں واجب ہوگی مثلا رسی وہ بھی زکوۃ میں وصول کروں گا اور اس معمولی سی زکوۃ نہ دینے پر بھی ان سے قتال کروں گا۔

نمبر۲: عقال کے دوسرے معنی اونٹ یا بکری کے بچے کے بھی ہیں اگر یہ معنی لئے جائیں تو مطلب یہ ہوگا کہ زکوۃ کی ادائیگی سے انکار کرنے والے یہ لوگ اگر اونٹ یا بکری کا بچہ دینے سے بھی انکار کریں گے جس کا ادا کرنا ان پر واجب تھا تو میں ان سے جہاد کروں گا زکوۃ دین کا رکن ہے اس کا انکار موجب کفر ہے اگر کسی قوم یا علاقہ کے لوگ اجتماعی طور پر زکوۃ کی ادائیگی سے انکار کردیں تو وہ مرتد اور واجب القتال ہیں۔

قَدِ انْقَطَعَ الْوَحْيُ ...... دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بہت سے محاذ کھل گئے تھے جیش اسامہ کو بھی روانہ کرنا تھا۔ مسیلمہ کذاب جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ہی میں نبوت کا دعوی کردیا تھا اب وہ فوجی قوت جمع کر رہا تھا اس لئے اس کا قلع قمع کرنا ضروری تھا ادھر حجاز کے بعض علاقوں کے لوگوں نے جو نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے زکوۃ کی ادائیگی سے اجتماعی طور پر انکار کردیا تھا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بیک وقت ان تمام فتنوں کی سرکوبی کے لئے لشکر کشی کا ارادہ کیا جس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ اس وقت کی ساری فوجی قوت محاذوں پر چلی جاتی اور مرکز اسلام مدینہ منورہ کا حال یہ ہوجاتا کہ اگر کوئی دشمن حملہ کردیتا یا آس پاس کے منافقین کوئی فتنہ برپا کردیتے تو اس کی مدافعت اور اس پر قابو پانے کے لئے فوجی طاقت نہ ہوتی۔

اس لئے حضرت عمرؓ اور روایات میں ہے کہ ان کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بھی رائے تھی کہ صورت حال کی نزاکت کے پیش نظر اس وقت زکوۃ کی ادائیگی سے انکار کرنے والوں کے خلاف جہاد اور لشکر کشی نہ کی جائے بلکہ تالیف والفت سے کام لیا جائے لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نہایت غصہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جھنجھوڑا اور ان کو اس مداہنت اور سستی پر تنبیہ کی اور دینی شجاعت وحمیت کو ان میں اجاگر کیا۔

خلاصۃ باب مناقب ابی بکر رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اصل نام عبداللہ ہے اور ابوقحافہ عثمان کے بیٹے ہیں پورا نسب یوں ہے عبداللہ بن ابوقحافہ عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ۔

ساتویں پشت میں جا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ نسب سے آپ کا نسب مل جاتا ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وہ پہلے مرد ہیں جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے پہلے تصدیق کی۔ اور ایمان واسلام کو قبول کیا حیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا کوئی غزوہ اور اہم واقعہ نہیں ہے جس میں ان کو شرکت' رفاقت اور ہمراہی کا شرف حاصل نہ ہوا ہو۔ یہ واحد شخص ہیں جو نہ تو اپنے زمانہ جاہلیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا رہے اور نہ زمانہ اسلام میں کبھی جدا ہوئے۔ جو خود بھی صحابی ہو اس کے ماں باپ بھی صحابی ہوں اس کی اولاد بھی صحابی ہو اور اولاد کی اولاد بھی صحابی ہو یہ عظیم تر خصوصیت اگر کسی کو حاصل ہے تو وہ صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نہ صرف سیرت وباطن کے اعتبار سے تمام صحابہ میں بے مثال تھے بلکہ ان کا سراپا اور ظاہری جمال بھی مثالی تھا سفید رنگت' ہلکا جسم' ابھری ہوئی پیشانی' خفیف رخسار اور خوبصورت آنکھیں ان سب نے مل کر ان کی شخصیت کو بڑی دل آویز اور پرکشش بنا دیا تھا واقعہ فیل کے دو سال چار ماہ اور کچھ روز بعد مکہ میں پیدا ہوئے اور جمادی الثانیہ ۱۳ھ کی بائیسویں تاریخ یا آٹھویں تاریخ کو منگل کے دن مغرب وعشاء کے درمیان ۶۳ سال کی عمر میں مدینہ منورہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی کہ میری میت کو میری بیوی اسماء بنت عمیس غسل دیں چنانچہ حضرت اسماء نے آپ کو غسل دیا اور حضرت عمرؓ نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ دو سال چار ماہ آپؓ کی خلافت رہی' صحابہؓ اور تابعین کی بہت بڑی تعداد کو آپؓ سے روایت حدیث کا شرف حاصل ہے لیکن رحلت سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چونکہ تھوڑے دن زندہ رہے اس وجہ سے آپؓ کی روایتوں کی تعداد بہت قلیل ہے۔

اس باب میں جو احادیث مذکور ہیں ان میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مندرجہ ذیل مناقب وفضائل مذکور ہیں:

نمبر ۱: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ اگر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو خلیل بنانا جائز ہوتا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس کے حقدار اور اہل تھے کہ ان کو خلیل بنایا جاتا۔

نمبر ۲: زندگی کے آخری ایام میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی میں کھلنے والی تمام کھڑکیوں اور روشندانوں کو بند کرنے کا حکم دیا سوائے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی کھڑکی کے اور جب اس پر بعض حضرات نے سوال واستفسار کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ میں نے اپنی طرف سے نہیں کیا بلکہ یہ خدا کا حکم تھا۔

نمبر ۳: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے بھائی اور میرے رفیق وساتھی ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے دینی بھائی ہیں اور میرے غار کے ساتھی ہیں اور دوسری روایت میں ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے غار کے رفیق اور مونس وغمخوار ہیں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے روشندان کے علاوہ مسجد میں کھلنے والے باقی تمام روشندان بند کر دیے جائیں۔

نمبر۴: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی وصیت لکھوانے کا ارادہ فرمایا چنانچہ حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ اپنے والد ابوبکر رضی اللہ عنہ اور اپنے بھائی کو بلاؤ تاکہ میں ایک تحریر لکھوا دوں۔ دراصل مجھ کو اندیشہ ہے کہ (اگر میں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارے میں نہ لکھوایا تو) کہیں خلافت کا کوئی آرزومند آرزو نہ کرے اور کوئی کہنے والا یہ نہ کہے کہ (خلافت کا مستحق) میں ہوں حالانکہ (ابوبکر رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں کوئی شخص خلافت کا مستحق نہیں ہوسکتا) ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کی خلافت کو نہ اللہ چاہے گا اور نہ اہل ایمان تسلیم کریں گے۔

نمبر۵: ایک حدیث میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تمام مردوں میں سب سے زیادہ محبوب قرار دیا چنانچہ حضرت عمرو بن العاصؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ لوگوں میں سے سب سے محبوب کون ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عائشہؓ۔ انہوں نے عرض کیا کہ میری مراد مردوں میں سے کون سب سے زیادہ محبوب ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عائشہؓ کے والد یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ۔

نمبر۶: اسی طرح حضرت محمد بن حنفیہ نے اپنے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں سے سب سے بہترین شخص کون تھا تو انہوں نے فرمایا ابوبکر رضی اللہ عنہ۔ انہوں نے عرض کیا کہ پھر کون تو انہوں نے فرمایا کہ عمرؓ اور انہوں نے کہا کہ پھر میں نے سوال کا انداز بدلا اور یہ کہا کہ پھر آپؓ ہیں تاکہ کہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نام نہ لے دیں تو انہوں نے فرمایا کہ میں نہیں۔ میں تو صرف ایک مسلمان ہوں۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ کے نزدیک بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل تھے۔ اسی طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہی کسی شخص کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے برابر نہ سمجھتے تھے پھر عمرؓ پھر عثمان رضی اللہ عنہ کو۔

نمبر۷: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے بھی ہم پر کوئی احسان کیا ہم نے اس کے احسان کا بدلہ دے دیا لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عطاء و امداد کا جو عظیم سلوک کیا ہے اس کا بدلہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہی ان کو عطا کرے گا۔

نیز یہ بھی فرمایا کہ کسی شخص کے مال نے مجھ کو اتنا نفع نہیں دیا جتنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مال نے نفع دیا۔

نمبر۸: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس قوم میں ابوبکر رضی اللہ عنہ ہوں وہاں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور کو امامت کرنا سزاوار نہیں۔ امامت کا مستحق وہی شخص ہوتا ہے جو سب سے افضل ہو تو یہ بھی اس پر دلیل ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ میں افضل تھے۔

نمبر۹: حضرت صدیق اکبرؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر اور اسلام کی سربلندی کے لئے ہر قسم کی قربانی بے دریغ دی اور ایسی مثالیں قائم فرمائیں کہ ہم عصر لوگ بھی ان پر حیران و ششدر رہ گئے چنانچہ ایک مرتبہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کرنے کا حکم دیا تو حضرت عمرؓ اپنا آدھا مال لے آئے اور یہ سوچ کر آدھا مال خدمت اقدس میں پیش کیا کہ آج میں ابوبکر رضی اللہ عنہ پر سبقت لے جاؤں گا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی اپنا مال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے پوچھا کہ تم نے گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا تو انہوں نے عرض کیا کہ جتنا خدمت میں پیش کیا ہے اتنا ہی گھر والوں کے لئے چھوڑ آیا ہوں پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ سب لے آیا ہوں گھر والوں کے لئے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑا ہے۔ حضرت عمرؓ ان کی یہ قربانی دیکھ کر بے ساختہ بول اٹھے کہ میں کبھی بھی ابوبکر رضی اللہ عنہ سے نہیں بڑھ سکتا۔

نمبر۱۰: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو زندگی ہی میں جہنم سے آزادی اور چھٹکارے کی خبر سنادی گئی تھی چنانچہ روایت میں ہے کہ ایک روز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انت عتیق اللہ من النار آپؓ دوزخ کی آگ سے اللہ کے آزاد کردہ ہیں اسی دن سے آپ کا لقب عتیق پڑ گیا ایک دوسری روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص دوزخ کی آگ سے بری اور آزاد شخص کو دیکھنا چاہے تو وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے۔

نمبر۱۱: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خوشخبری بھی سنائی کہ قیامت کے دن میرے بعد سب سے پہلے ابوبکر رضی اللہ عنہ قبر سے اٹھیں گے چنانچہ ارشاد ہے کہ میں سب سے پہلا شخص ہوں گا جو زمین سے برآمد ہوں گا پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ پھر عمرؓ پھر جنت البقیع میں مدفون لوگ اٹھائے جائیں گے۔ پھر میں اہل مکہ کا انتظار کروں گا یہاں تک کہ مجھے اہل مکہ و مدینہ کے درمیان میدان حشر میں پہنچایا جائے گا۔

نمبر۱۲: اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے کی بھی بشارت سنائی چنانچہ حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (معراج کی رات) حضرت جبرائیل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے جنت کا دروازہ دکھایا جس سے میری امت جنت میں داخل ہوگی اس پر حضرت صدیق اکبرؓ نے خواہش کا اظہار کیا کہ کاش میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوتا اور وہ دروازہ دیکھتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے ابوبکر رضی اللہ عنہ آگاہ رہو کہ میری امت میں سے جو لوگ جنت میں داخل ہوں گے ان میں سب سے پہلے شخص تم ہی ہوگے۔

نمبر۱۳: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ویسے تو تمام اعمال ایسے ہیں کہ باقی لوگوں کے زندگی بھر کے اعمال ان کے برابر نہیں ہو سکتے لیکن دو عمل ایسے ہیں کہ جن کے بارے میں حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ کاش میری پوری زندگی کے اعمال (قدر و قیمت کے اعتبار سے) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے صرف اس ایک دن کے عمل کے برابر ہو جاتے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ حیات کے دنوں میں سے ایک دن تھا یا ان کی اس ایک رات کے عمل کے برابر ہو جاتے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ حیات کی راتوں میں سے ایک رات تھی۔

رات سے مراد تو ہجرت کی رات ہے جب یہ دونوں حضرات غار ثور میں چھپنے کے لئے وہاں پہنچے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پہلے داخل ہو کر اس کی صفائی کی اور سوراخوں کو اپنے تہبند کے چیتھڑے پھاڑ کر بند کیا اور باقی دو سوراخوں میں ایڑھیاں ڈال دیں پہلے خود اس لئے داخل ہوئے تاکہ اگر اس میں کوئی موذی جانور وغیرہ ہو تو وہ مجھے ڈس لے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف نہ پہنچے پورا واقعہ گزر چکا ہے۔

اور دن سے مراد وہ دن ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا سے رحلت فرمائی اور مختلف فتنوں نے سر اٹھایا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جوانمردی اور استقلال کے ساتھ ان تمام فتنوں کی سرکوبی فرمائی۔

نمبر۱۴: ایک اہم بات جو اس باب کی اکثر روایتوں سے سمجھ میں آتی ہے وہ ہے آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارے میں واضح اشارات۔ یہ حقیقت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں نام لے کر کسی کو خلافت کے لئے منتخب نہیں فرمایا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے واضح اشارے فرما دیے تھے کہ جن کی وجہ سے اس میں کوئی ابہام نہیں رہ گیا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہوں گے نیز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ اس طرح ہوتا تھا جس طرح کہ ایک ولی عہد کے

ساتھ ہوتا ہے جیسا کہ اس باب کی حدیث نمبر ۴ میں ہے کہ ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کسی معاملہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو حکم دیا کہ وہ کسی اور وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اس عورت نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر میں آئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پایا تو پھر کیسے بات بنے گی گویا اس عورت کا مقصد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کی طرف اشارہ کرنا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم مجھ کو نہ پاؤ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس چلی آنا۔

بَابُ مَنَاقِبِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ

یہ باب ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مناقب وفضائل کے بیان میں

خلیفہ اول سیدنا ابوبکر صدیق کے فضائل ومناقب سے متعلق احادیث بیان کی گئی ہیں ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات بھی ہیں اور بعض جلیل القدر صحابہ کرام کے بیانات بھی۔ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ دوم فاروق اعظم سے متعلق چند احادیث درج کی جا رہی ہیں ان میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے علاوہ جلیل القدر صحابہ کرام کے بیانات بھی ہیں۔

حضرت عمر فاروق کے فضائل ومناقب بے شمار ہیں ان کی ایک بڑی فضیلت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول فرمائی اور ان کو اسلام کی نعمت سے بہرہ مند فرما کر دین اسلام کو تقویت اور طاقت بخشی۔

اور ان کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ ان کو حق بات کا الہام ہو جاتا تھا اور ان کے دل ودماغ میں حق کے موافق بات ہی آتی تھی اور ان کی زبان سے جو رائے صادر ہوتی قرآن پاک اس کی تائید میں اترتا۔ ابن مردویہ نے مجاہد سے روایت بیان کی ہے کہ حضرت عمر اپنی عقل اور دانست سے جو کچھ ارشاد فرماتے قرآن پاک اس کی تائید میں اترتا۔ اور ابن عساکر نے حضرت علی المرتضیٰ کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں کہ قرآن حضرت عمر کی رائے میں سے ایک رائے ہے۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہ نے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی معاملے میں لوگ ایک بات کہیں اور حضرت عمر دوسری بات کہیں تو قرآن حضرت عمر کی بات کی تائید میں اترے گا۔ ایسے ہی علامہ سیوطی نے ذکر کیا ہے اور فرمایا کہ موافقات حضرت عمر بیس سے زیادہ ہیں جن کو شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنی شرح میں ذکر کیا جو دیکھنا چاہے ان کو وہاں دیکھ لے۔

الفصل الاول:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے محدث یعنی ملہم ہونے کی بشارت

۵۸۲۷/۱ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ کَانَ فِیْمَا قَبْلَکُمْ مِنَ الْاُمَمِ مُحَدَّثُوْنَ فَاِنْ یَّكُ اَحَدٌ فِیْ اُمَّتِیْ فَاِنَّهٗ عُمَرُ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۷/ حدیث رقم ۳۶۸۹ ومسلم فی صحیحه ۴/ ۱۸۶۴ حدیث رقم ۳۶۸۹ والترمذی فی السنن

۵۸۶/۵ خدیث رقم ۳۶۹۳ و احمد عن عائشۃ ۵۵/۶

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم سے پہلی امتوں میں محدث ہوتے تھے اگر میری امت میں سے کوئی محدث ہے تو وہ عمرؓ ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح ⊙ محدث اللہ تعالیٰ کے اس خوش نصیب بندے کو کہا جاتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بکثرت الہامات ہوتے ہوں اور اس بارے میں اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا خصوصی معاملہ ہو اور وہ نبی نہ ہو کسی نبی کا امتی ہو گویا محدث بمعنی ملہم ہے اس کو محدث اس لئے کہا جاتا ہے کہ گویا غیبی طاقت اس سے بات کرتی ہے۔

بعضوں نے کہا کہ محدث اس شخص کو کہا جاتا ہے کہ جب وہ کسی معاملے میں کسی ایک پہلو کے بارے میں گمان کرے تو وہ درست ثابت ہو۔

مجمع البحار میں ہے کہ محدث اس شخص کو کہا جاتا ہے کہ جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی بات ڈالی جاتی ہے پھر وہ اس کو اپنی فہم وفراست سے دوسروں تک پہنچادے۔

بعض حضرات نے فرمایا کہ محدث اس شخص کو بولا جاتا ہے جس سے فرشتے کلام کرتے ہیں جیسا کہ ایک روایت میں محدثون کی جگہ متکلمون کا لفظ ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اگلی امتوں میں ایسے لوگ ہوتے تھے اور میری امت میں اگر کسی کو اللہ تعالیٰ نے اس نعمت سے خصوصیت کے ساتھ نوازا ہے تو وہ عمرؓ ہیں۔ حدیث کے الفاظ سے کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہونی چاہئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بارے میں کوئی شک وشبہ تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت جب خیر الامم اور اگلی تمام امتوں سے افضل ہے تو ظاہر ہے کہ اس میں بھی ایسے خوش نصیب بندے ہوں گے جو کثرت الہامات کی نعمت سے نوازے جائیں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا مقصود ومدعا اس بارے میں حضرت عمرؓ کی خصوصیت وامتیاز سے لوگوں کو آگاہ کرنا ہے جیسا کہ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ اگر اس دنیا میں میرا کوئی ہمدرد دوست ہے تو وہ فلاں شخص ہے۔

جس راستے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ گزریں شیطان اس راستے سے نہیں گزرتا

۵۸۷۷/۳ وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِىْ وَقَّاصٍ قَالَ اِسْتَاذَنَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهٗ نِسْوَةٌ مِّنْ قُرَيْشٍ يُكَلِّمْنَهٗ وَيَسْتَكْثِرْنَهٗ عَالِيَةً اَصْوَاتُهُنَّ فَلَمَّا اسْتَاذَنَ عُمَرُ قُمْنَ فَبَادَرْنَ الْحِجَابَ فَدَخَلَ عُمَرُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضْحَكُ فَقَالَ اَضْحَكَ اللّٰهُ سِنَّكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَجِبْتُ مِنْ هٰؤُلَاءِ اللَّاتِىْ كُنَّ عِنْدِىْ فَلَمَّا سَمِعْنَ صَوْتَكَ ابْتَدَرْنَ الْحِجَابَ قَالَ عُمَرُ يَا عَدُوَّاتِ اَنْفُسِهِنَّ اَتَهَبْنَنِىْ وَلَا تَهَبْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَ نَعَمْ اَنْتَ اَفَظُّ وَاَغْلَظُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِيْهٍ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ مَا لَقِيَكَ الشَّيْطَانُ سَالِكًا فَجًّا قَطُّ اِلَّا سَلَكَ فَجًّا

غَیْرَ فَجِّكَ ۔ (متفق علیه وقال الحمیدی زاد البرقانی بعد قوله یا رسول الله ما اضحکك)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۱۷:۴ حدیث رقم ۳۶۸۳ و مسلم فی صحیحه ۱۸۶۳:۴ حدیث رقم (۲۳۹۶-۲۲) و احمد فی المسند ۱۷۸:۱

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے وہ بیان فرماتے ہیں کہ عمر بن خطابؓ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضری کی اجازت طلب کی اس وقت حضور ﷺ کے پاس قریش کی کچھ عورتیں (یعنی ازواج مطہرات) بیٹھی ہوئی باتیں کر رہی تھیں اور زور زور سے باتیں کر رہی تھیں خرچ میں اضافہ کا مطالبہ کر رہی تھیں جب عمرؓ نے اجازت طلب کی (اور ان عورتوں نے ان کی آواز سنی) وہ عورتیں اٹھ کھڑی ہوئیں اور پردے کی طرف دوڑیں۔ عمرؓ اندر آئے اور رسول اللہ ﷺ کو مسکراتے دیکھ کر عرض کیا خداوند تعالیٰ آپ ﷺ کے دانتوں کو ہمیشہ ہنستا رکھے (آپ ﷺ کے ہنسنے کا سبب کیا ہے) نبی کریم ﷺ نے فرمایا ان عورتوں کی حالت پر مجھے تعجب ہے جو میرے پاس بیٹھی ہوئی (شور مچا رہی) تھیں تمہاری آواز سنتے ہی پردے میں چلی گئیں عمرؓ نے ان سے (مخاطب ہو کر) فرمایا اے اپنی جان کے دشمنو مجھ سے ڈرتی ہو اور رسول اللہ ﷺ سے نہیں ڈرتیں۔ انہوں نے کہا ہاں (تم سے اس لئے ڈرتی ہیں کہ) تم عادت کے سخت ہو اور سخت گو ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے عمرؓ سے فرمایا اے ابن خطاب چھوڑو اور کوئی بات کرو (انہیں چھوڑ دو) قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جب تم راستہ چلتے ہو تو شیطان تم سے نہیں ملتا بلکہ جس راہ پر تم چلتے ہو اسے چھوڑ کر دوسرے راستے پر ہو لیتا ہے۔ (متفق علیہ) اور حمیدی نے کہا برقانی نے یا رسول اللہ ﷺ کے لفظ کے بعد ما اضحك کا اضافہ کیا ہے۔

تشریح ۞ **عَالِيَةً اَصْوَاتُهُنَّ** : ازواج مطہرات نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھی باتیں کر رہی تھیں اور نان ونفقہ میں اضافے کا مطالبہ کر رہی تھیں اور اس دوران ان کی آوازیں بلند ہو گئی تھیں اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ قرآن پاک میں تو نبی کریم ﷺ کی آواز سے اپنی آواز کو بلند کرنے سے منع کیا گیا ہے اور اس پر حبط اعمال کی وعید سنائی ہے تو ازواج مطہرات نے حضور ﷺ کے سامنے کیسے اپنی آوازوں کو بلند کیا؟

اس کے مختلف جواب دیئے گئے ہیں پہلا جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ اس آیت کے نزول سے پہلے کا ہے اس لئے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیونکہ یہ واقعہ ممانعت سے پہلے ہو چکا تھا۔

نمبر۲: دوسرا جواب یہ ہے کہ ان کی آواز کا بلند ہونا یہ سب کے اکٹھا بولنے کی وجہ سے تھا ورنہ درحقیقت ہر ایک حد ادب میں رہتے ہوئے بول رہی تھی اس لئے یہ فعل اس آیت کے خلاف نہیں ہے۔

نمبر۳: ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ الفاظ حدیث سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ ازواج مطہرات جس دھیمے لب ولہجہ سے عام طور پر حضور ﷺ کے ساتھ بات کرتی تھیں اس موقعہ پر ان کی آوازیں عام معمول سے ذرا سی بلند ہو گئی تھیں جو نہ تو حد ادب سے متجاوز تھیں اور نہ ہی آنحضرت ﷺ کی ناگواری کا باعث بنی تھیں اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ان کی آواز اتنی بلند تھی کہ آنحضرت ﷺ کی آواز سے بھی اونچی ہو گئی تھی لہذا اس پر اس آیت کریمہ کے ذریعہ اعتراض نہیں ہوتا۔

اَنْتَ اَفَظُّ وَاَغْلَظُ : افظ کا معنی ہے سخت خو یعنی سخت عادت والا اور اغلظ کا معنی ہے سخت گو یعنی سخت کلام کرنے والا۔ یہ معنی شیخ عبدالحق نے بیان کیے ہیں ملا علی قاریؒ نے ان کے معنی اس کے برعکس لکھے ہیں یعنی افظ کا معنی ہے سخت گو اور

اغلظ کا معنی ہے سخت خو۔

مَا لَقِيَكَ الشَّيْطَانُ ...... یعنی شیطان تیرے ساتھ ایک راستہ پر جمع نہیں ہوسکتا اور نہ تیرے سامنے ٹھہر سکتا ہے جیسا کہ ایک دوسری روایت میں ہے کہ شیطان عمرؓ کے سایہ سے بھی بھاگتا ہے۔ فج کا معنی ہے کشادہ راستہ۔ اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ جس راستے پر تو چلے شیطان ہیبت کی وجہ سے اس راستے پر نہیں چلتا اگرچہ وہ راستہ کشادہ ہو اور شیطان ایک طرف ہوکر جا سکتا ہے لیکن ہیبت کی وجہ سے شیطان وہ راستہ ہی چھوڑ دیتا ہے۔

قال الحمیدی...... : حمیدی فرماتے ہیں کہ برقانی نے اضحك الله سنك یارسول الله کے بعد مااضحك کے الفاظ کا اضافہ کیا ہے برقانی (ب) کے فتحہ یا کسرہ کے ساتھ اور بعض کے نزدیک (ب) کے ضمہ کے ساتھ ایک محدث کا نام ہے جو برقان کی طرف منسوب ہے اور برقان خوارزم کی ایک بستی کا نام ہے۔

جنت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا محل دیکھا

۳/۵۸۷۸ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ فَإِذَا أَنَا بِالرُّمَيْصَاءِ امْرَأَةِ أَبِي طَلْحَةَ وَسَمِعْتُ خَشْفَةً فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالَ هٰذَا بِلَالٌ وَرَأَيْتُ قَصْرًا بِفِنَائِهِ جَارِيَةٌ فَقُلْتُ لِمَنْ هٰذَا فَقَالُوْا لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَأَرَدْتُّ أَنْ أَدْخُلَهُ فَأَنْظُرَ إِلَيْهِ فَذَكَرْتُ غَيْرَتَكَ فَقَالَ عُمَرُ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَعَلَيْكَ أَغَارُ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاري في صحيحه ٤٠/٧ حديث رقم ٣٦٧٩ وأخرجه مسلم في صحيحه ١٨٦٣/٤ حديث رقم (٢٠-٢٣٩٥) وأحمد في المسند ٣٨٩/٣

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (جب) میں جنت میں گیا (یعنی شب معراج میں) تو اچانک میری ملاقات ابوطلحہ کی بیوی رمیصاء سے ہوئی اور میں نے قدموں کی چاپ سنی۔ میں نے پوچھا یہ کس کے قدموں کی آواز ہے۔ جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا یہ بلال (کے قدموں کی آواز) ہے پھر میں نے ایک محل دیکھا جس کے صحن میں ایک نوجوان عورت بیٹھی ہوئی تھی میں نے پوچھا یہ محل کس کا ہے جنتیوں نے کہا ابن الخطاب کا ہے میں نے چاہا اندر داخل ہوکر محل کو دیکھوں لیکن پھر تمہاری غیرت مجھے یاد آگئی۔ عمرؓ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم (کے داخل ہونے) پر غیرت کروں گا (ہرگز نہیں) (متفق علیہ)

تشریح: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے چاہا کہ محل میں داخل ہوکر اس کو اندر سے دیکھوں جیسا کہ میں نے اس کو باہر سے دیکھا تو مجھے تمہاری غیرت یعنی شدت غیرت یاد آگئی اس لئے میں اس میں داخل نہ ہوا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں۔ اعلیك اغار اس میں قلب ہوا ہے اصل کلام یوں ہے اغار منك کیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے داخل ہونے سے غیرت کروں گا) اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت نے جواباً عرض کیا وهل رفعني الله الا بك وهل هداني الله الا بك یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی وجہ سے اللہ نے مجھے یہ مرتبہ عطا کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے سبب اللہ نے مجھے ہدایت دی ہے (تو میں کیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر غیرت کروں گا)

رمیصاء: راء کے ضمہ میم کے فتحہ اور یاء کے سکون کے ساتھ۔ یہ رمص سے ہے جس کا معنی ہے آنکھ کے کنارے پر سفید چیپڑ کا جمع ہونا۔ ان کو غمیصاء بھی کہا جاتا تھا جو غمص سے ہے اور غمص کا معنی ہے سفید چیپڑ کا جاری ہونا۔

رمیصاء کے اصل نام کے بارے میں اختلاف ہے ان کو ام سلیم بھی کہا جاتا تھا اور غمیصاء بھی۔ ان کا پہلا نکاح مالک بن نضر سے ہوا جن سے حضرت انسؓ بن مالک پیدا ہوئے ان کے بعد ان کا نکاح حضرت ابوطلحہ سے ہوا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سراپا دین تھے

۴/۵۸۷۹ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَیْنَا اَنَا نَائِمٌ رَاَیْتُ النَّاسَ یُعْرَضُوْنَ عَلَیَّ وَعَلَیْهِمْ قُمُصٌ مِنْهَا مَا یَبْلُغُ الثُّدِیَّ وَمِنْهَا مَا دُوْنَ ذٰلِكَ وَعُرِضَ عَلَیَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَعَلَیْهِ قَمِیْصٌ یَجُرُّهٗ قَالُوْا فَمَا اَوَّلْتَ ذٰلِكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الدِّیْنُ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۴۳/۷ حدیث رقم ۳۶۹۱ ومسلم فی صحیحه ۱۸۵۹/۴ حدیث رقم (۱۵۔ ۲۳۹۰) والترمذی فی السنن ۴۷۰/۴ حدیث رقم ۲۲۸۵ والنسائی فی السنن ۱۱۳/۸ حدیث رقم ۵۰۱۱ واحمد فی المسند ۸۶/۳

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اس اثناء میں کہ میں سورہا تھا کہ دیکھتا کیا ہوں لوگ میرے سامنے لائے جارہے ہیں اور ان پر قمیص ہے (یعنی وہ قمیص پہنے ہوئے ہیں) ان میں سے بعض کے کرتے سینے تک پہنچے ہوئے ہیں اور بعض کے اس سے بھی نیچے۔ پھر میرے سامنے عمر بن خطاب کو لایا گیا اور اس پر اتنی لمبی قمیص تھی کہ جس کو وہ زمین پر گھسیٹ رہا تھا لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ اس خواب کی تعبیر کیا قرار دی فرمایا دین۔ (متفق علیہ)

تشریح ﴿﴾ لباس اور دین میں یہ مناسبت اور مشابہت ظاہر ہے کہ لباس سردی اور دھوپ کی تپش وغیرہ اور اس عالم کی آفات و تکالیف سے جسم انسانی کی حفاظت کرتا ہے اور سامان زینت ہے اور دین عالم آخرت میں سامان زینت ہوگا اور عذاب سے حفاظت کا ذریعہ و وسیلہ بھی۔ خواب میں جو لوگ آنحضرت ﷺ کے سامنے پیش کیے گئے تھے وہ بظاہر امت کے مختلف طبقات اور درجات کے لوگ تھے کچھ وہ تھے جن کے دین میں مختلف درجات کا نقص تھا اور ان میں حضرت عمرؓ بھی تھے جن کا دین بہت کامل تھا وہ سراپا دین تھے ان کا دین ان کی اپنی ہستی سے بھی زیادہ تھا۔

اور یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ دین حضرت عمرؓ کی خلافت میں قوی ہوگا اور ان کا زمانہ خلافت دراز ہوگا اور ان کی حیات میں بکثرت فتوحات ہوں گی۔

وَمِنْهَا مَا دُوْنَ: دُوْنَ کے دونوں معنی آتے ہیں قلت اور کثرت۔ اس لئے یہاں دونوں معنی مراد ہوسکتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو علوم نبوت کا ایک وافر حصہ ملا

۵/۵۸۸۰ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ بَیْنَا اَنَا نَائِمٌ اُتِیْتُ بِقَدَحِ لَبَنٍ فَشَرِبْتُ حَتّٰی اِنِّیْ لَاَرَی الرِّیَّ یَخْرُجُ فِیْ اَظْفَارِیْ ثُمَّ اَعْطَیْتُ فَضْلِیْ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ

قَالُوْا فَمَا اَوَّلْتَهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الْعِلْمُ۔ (متفق علیہ)

أخرجه البخاري في صحيحه ٧/٤٠ حديث رقم ٣٦٨١ ومسلم في صحيحه ٤/١٨٥٩ حديث رقم (١٦-٢٣٩١) وأخرجه الترمذي في السنن ٤/٤٦٧ حديث رقم ٢٢٨٤ والدارمي في السنن ٢/١٧١ حديث رقم ٢١٥٤ و أحمد في المسند ٢/١٠٨

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں سو رہا تھا کہ خواب میں میرے پاس دودھ کا پیالہ لایا گیا میں نے دودھ پی لیا یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ (کثرت کی وجہ سے) دودھ کی تازگی اور تری میرے ناخنوں سے ظاہر ہو رہی ہے پھر میں نے اپنا بچا ہوا دودھ عمر بن خطاب کو دے دیا لوگوں نے پوچھا آپ ﷺ نے اس خواب کی تعبیر کیا قرار دی ہے۔ فرمایا علم۔ (متفق علیہ)

تشریح ۞ علماء عارفین نے کہا ہے کہ علم حق کی صورت مثالیہ دوسرے عالم میں دودھ کی ہے جو شخص خواب میں دیکھے کہ اس کو دودھ پلایا جا رہا ہے اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کو علم حق نافع عطا ہوگا۔ دودھ اور علم حق میں یہ مناسبت ہے کہ دودھ جسم انسانی کی بہترین نافع غذا ہے اسی طرح علم حق جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہو روح کے لئے بہترین اور نافع ترین غذا ہے۔

اور بعض عارفین نے اس میں یہ اضافہ کیا ہے کہ علم کی صورت مثالیہ دوسرے عالم میں چار صورتوں میں ظاہر ہوتی ہے پانی، دودھ، شراب اور شہد۔ اور یہ آیت کریمہ ان چاروں پر مشتمل ہے:

مثل الجنة التي وعد المتقون فيها انهر من ماء.....

پس جس شخص نے اپنے آپ کو خواب میں پانی پیتے ہوئے دیکھا اس کو علم حاصل ہوگا اور جس نے دودھ پیتے ہوئے دیکھا اس کو اسرار شریعت کا علم حاصل ہوگا اور جس نے اپنے آپ کو شراب پیتے دیکھا اس کو کمال علم حاصل ہوگا اور جس نے خود کو شہد پیتے دیکھا اس کو بطریق وحی علم عطا ہوگا۔

اور بعض عارفین فرماتے ہیں کہ جنت کی یہ چاروں نہریں درحقیقت چاروں خلفاء سے عبارت ہے لہٰذا اس اعتبار سے حدیث بالا میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دودھ کے ساتھ مخصوص ہونا نہایت موزوں ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ سے منقول ہے کہ وہ فرماتے ہیں سارے عرب کا علم ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور دوسرے پلڑے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا علم رکھ دیا جائے تو یہ پلڑا جھک جائے گا۔

اور صحابہ کا اس بات پر اعتقاد تھا کہ علم کے دس حصوں میں سے نو حصے حضرت عمرؓ کے پاس ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کو عطا فرمائے ہوئے علم حق میں حضرت عمر کا خاص حصہ تھا اور صدیق اکبرؓ کے بعد جس طرح دس سال انہوں نے خلافت اور نبوت کی نیابت کا کام انجام دیا اور جس طرح امت کی رہنمائی فرمائی وہ اس کی دلیل اور شہادت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو علم حق سے وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔

حضرت شاہ ولی اللہ نے ازالۃ الخفاء میں فاروق اعظمؓ کے علمی کمالات پر جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ اہل علم کے لئے قابل دید ہے اس کے مطالعہ سے اس بارے میں فاروق اعظمؓ کے امتیاز اور انفرادیت کو پوری طرح سمجھا جا سکتا ہے۔

خلافتِ عمرؓ میں دین کے مضبوط ہونے کی بشارت

٦/٥٨٨١ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بَيْنَا اَنَا نَائِمٌ رَاَيْتُنِيْ عَلٰى قَلِيْبٍ عَلَيْهَا دَلْوٌ فَنَزَعْتُ مِنْهَا مَا شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ اَخَذَهَا ابْنُ اَبِيْ قُحَافَةَ فَنَزَعَ مِنْهَا ذَنُوْبًا اَوْ ذَنُوْبَيْنِ وَفِيْ نَزْعِهٖ ضَعْفٌ وَاللّٰهُ يَغْفِرُ لَهٗ ضَعْفَهٗ ثُمَّ اسْتَحَالَتْ غَرْبًا فَاَخَذَهَا ابْنُ الْخَطَّابِ فَلَمْ اَرَ عَبْقَرِيًّا مِّنَ النَّاسِ يَنْزِعُ نَزْعَ عُمَرَ حَتّٰى ضَرَبَ النَّاسُ بِعَطَنٍ وَفِيْ رِوَايَةِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ ثُمَّ اَخَذَهَا ابْنُ الْخَطَّابِ مِنْ يَدِ اَبِيْ بَكْرٍ فَاسْتَحَالَتْ فِيْ يَدِهٖ غَرْبًا فَلَمْ اَرَ عَبْقَرِيًّا يَفْرِيْ فَرِيَّهٗ حَتّٰى رَوِيَ النَّاسُ وَضَرَبُوْا بِعَطَنٍ۔ (متفق علیہ)

أخرجه البخاري في صحيحه ١٢/٤١٢ حديث رقم ٧٠١٩ ومسلم في صحيحه ٤/١٨٦٠ حديث رقم (١٧-٢٣٩٢) و احمد في المسند ٢/٢٧

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں سو رہا تھا کہ میں نے اپنے آپ کو ایک کنویں پر دیکھا جس پر ڈول پڑا ہوا تھا میں نے اس ڈول سے جس قدر خدا نے چاہا پانی کھینچا پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ڈول لیا اور کھینوں سے ایک یا دو ڈول پانی کھینچا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ڈول کھینچنے میں کمزوری پائی جاتی تھی اور خدا تعالیٰ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی کمزوری کو معاف فرمائے۔ پھر وہ ڈول ایک چرس (بڑے ڈول) میں تبدیل ہو گیا اور ابن خطاب نے وہ لے لیا اور میں نے کسی جوان اور قوی و مضبوط شخص کو ایسا نہ پایا جو عمرؓ کی طرح اس چرس کو کھینچتا ہو یہاں تک کہ لوگوں نے اپنے اونٹوں کو سیراب کر لیا اور پانی کی زیادتی کے سبب لوگوں نے اس جگہ کو اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ بنا لیا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک روایت میں ہے کہ پھر اس ڈول کو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں سے ابن خطابؓ نے لے لیا اور ڈول ان کے ہاتھوں میں پہنچ کر چرس بن گیا میں نے کسی نوجوان اور طاقتور شخص کو نہیں دیکھا جو (چرس کھینچنے میں) عمرؓ کی طرح کام کرتا ہو یہاں تک کہ انہوں نے لوگوں کو سیراب کر دیا اور (پانی کافی ہو جانے کی وجہ سے) اس جگہ کو لوگوں نے اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ بنالی۔ (متفق علیہ)

تشریح ۞ **عَلٰى قَلِيْبٍ عَلَيْهَا**: جس کنویں کے اوپر منڈیر نہ بنی ہوئی ہو اس کو قلیب کہا جاتا ہے اس کے مقابلے میں طوی ہے طوی اس کنویں کو کہا جاتا ہے کہ جس کی منڈیر پتھر اور اینٹوں کی بنی ہوئی ہو۔ حدیث میں قلیب کا ذکر ہے طوی کا نہیں علماء فرماتے ہیں کہ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ اہل دین کی ہمت معانی مطلوب پر موقوف ہوتی ہے نہ کہ اوپر بنے ہوئے قالبوں پر۔

دراصل اس حدیث میں کنویں سے مراد دین اسلام ہے کہ جس طرح کنواں اس پانی کا منبع ہوتا ہے جو دنیاوی زندگی کی بقاء کا مدار اور ہر جاندار کی بنیادی ضرورت ہوتا ہے اسی طرح دین بھی ان حقائق کا سرچشمہ ہے جن پر انسان کی دائمی زندگی کا مدار ہے۔

فَنَزَعْتُ مِنْهَا مَا شَآءَ اللّٰهُ...... : امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس جملہ میں اشارہ ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت و نیابت کی طرف کہ آنحضرت ﷺ اس دنیا سے انتقال فرما کر اس دنیا کے رنج و الم مشقتوں و تکلیفوں سے راحت پائیں گے اور

آپ ﷺ کے بعد خلافت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سپرد ہوگی۔

فَنَزَعَ مِنْهَا ذَنُوْبًا اَوْ ذَنُوْبَيْنِ :حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کنویں سے ایک ڈول نکالا یا دو ڈول۔ اس جملہ میں لفظ او کے بارے میں دو احتمال ہیں پہلا یہ کہ او تشکیک کے لئے ہے اور یہ شک راوی کو ہے کہ حضور ﷺ نے ذنوبا فرمایا تھا یا ذنوبین۔ جبکہ صحیح روایت ذنوبین کی ہے اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ او بل کے معنی میں ہے اس صورت میں غلطی اور شک کی نسبت راوی کی طرف کرنے کی ضرورت نہیں۔

ذنوب اس ڈول کو کہا جاتا ہے جو پانی سے بھرا ہوا ہو۔ اور اس میں اشارہ ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت کی قلت کی طرف کہ ان کا زمانہ خلافت دو برس سے کچھ اوپر ہوگا۔

وَفِي نَزْعِهٖ ضَعْفٌ :اس جملے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تنقیص اور حضرت عمرؓ کی ان پر فضیلت ثابت کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ ان کی مدت ولایت کی کمی کی اور حضرت عمرؓ کی مدت ولایت کی زیادتی اور لوگوں کے ان سے کثرت انتفاع کی خبر دینا مقصود ہے اور بعض حضرات نے ضعف کی تفسیر نرمی اور مہربانی سے کی ہے نہ کہ سستی اور کمزوری سے۔ نیز اس میں اس طرف اشارہ ہے ان کی خلافت کے دنوں میں اضطراب وارتداد وغیرہ فتنوں کی کثرت ہوگی جس کی وجہ سے نظام حکومت اتنا مضبوط نہیں ہوگا یا اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ متواضع ہوں گے اور لوگوں کی مدارات کریں گے سیاست وحکومت کم ہوگی چنانچہ اس پر حضور ﷺ کا یہ قول: وَاللّٰهُ يَغْفِرُ لَهٗ ضَعْفَهٗ دلالت کرتا ہے۔

وَاللّٰهُ يَغْفِرُ لَهٗ ضَعْفَهٗ :اس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف گناہ کی نسبت یا کسی قسم کی کوتاہی کی نسبت کرنا مقصود نہیں بلکہ یہ جملہ عام عرف وعادت کے مطابق فرمایا جیسا کہ کہہ دیتے ہیں فلاں نے ایسے کیا خدا اس کو بخشے۔

نیز یہ جملہ ذکر کر کے یہ بتلا دیا کہ ان کا یہ فعل عند اللہ معاف اور مغفور ہے اور ان کا یہ فعل ان کے درجات عالیہ میں کمی کا باعث نہیں ہے۔

ثُمَّ اسْتَحَالَتْ غَرْبًا فَاَخَذَهَا ...... :یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دو مرتبہ ڈول کھینچنے کے بعد ڈول حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں آ گیا اور حضرت عمرؓ سے زیادہ قوت کے ساتھ ڈول کھینچنے والا نوجوان میں نے نہیں دیکھا۔ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ ان کی خلافت کا زمانہ طویل ہوگا اور ان کی خلافت کے زمانے میں دین کی خوب تعظیم ہوگی' اسلام کا بول بالا ہوگا اور وہ دین کو ترقی دینے اور مشرق ومغرب تک پھیلانے کی ایسی کوشش کریں گے کہ اس کا اتفاق نہ پہلے کسی کو ہوا اور نہ ہی بعد میں کسی کو ہوگا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کی خلافت دس سال تین ماہ رہی اور خوب فتوحات ہوئیں اور دور دراز علاقوں تک دین پھیلا اور اسلامی سلطنت قائم ہوئی۔

فَاسْتَحَالَتْ فِيْ يَدِهٖ ...... حَتّٰى رَوِيَ النَّاسُ :یعنی جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ڈول حضرت عمرؓ نے لیا تو وہ بڑا ڈول بن گیا...... اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مرتدوں کا قلع قمع کیا اور مسلمانوں میں تفرقہ ختم کر کے ان میں اتحاد پیدا کیا اور فتوحات کا آغاز انہیں کی خلافت میں ہو گیا تھا لیکن اس کے کامل ومکمل ثمرات حضرت عمرؓ کی خلافت میں ظاہر ہوئے اور زمانہ خلافت عمرؓ میں ہر چھوٹے بڑے نے نفع اٹھایا کوئی بھی محروم نہیں رہا۔

الفصل الثانی:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر اللہ نے حق جاری کر دیا

۵۸۸۲/۷ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلٰى لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِهٖ (رواه الترمذی وفی رواية ابی داود) عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ وَضَعَ الْحَقَّ عَلٰى لِسَانِ عُمَرَ يَقُوْلُ بِهٖ۔

أخرجه الترمذی فی السنن ۵/۵۷۶ حديث رقم ۳۶۸۲ و احمد فی المسند ۲/۵۳۔ أخرجه ابو داؤد فی السنن ۳/۳۶۵ حديث رقم ۲۹۶۲ واخرجه ابن ماجه فی السنن ۱/۴۰ حديث رقم ۱۰۸۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حق کو عمرؓ کی زبان پر جاری کر دیا اور دل میں پیدا کر دیا (ترمذی) ابوداؤد کی روایت میں حضرت ابوذرؓ سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے حق کو عمرؓ کی زبان پر رکھا ہے چنانچہ وہ حق بات ہی کہتا ہے۔

تشریح ان دونوں روایتوں کا حاصل و مدعیٰ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جن خاص انعامات سے نوازا ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ان کے دل میں جو کچھ آتا ہے اور جو کچھ وہ زبان سے کہتے ہیں وہ حق ہی ہوتا ہے وہ حق ہی سوچتے ہیں اور حق ہی بولتے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان سے اجتہادی غلطی بھی نہیں ہوتی۔ اجتہادی غلطی تو حضرات انبیاء علیہم السلام سے بھی ہو جاتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو مطلع کر کے اصلاح کرا دی جاتی ہے۔ حضرت عمرؓ سے بھی کبھی کبھی اجتہادی غلطی ہو جاتی تھی لیکن حق واضح ہو جانے پر رجوع فرما لیتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بارے میں اور اسی طرح منکرین زکوٰۃ سے جہاد و قتال کے خلاف ان کی جو رائے تھی وہ ان کی اجتہادی غلطی ہی تھی بعد میں حق واضح ہو جانے پر انہوں نے رجوع اور حضرت صدیق اکبرؓ کی رائے سے اتفاق فرما لیا۔ بہر حال اجتہادی غلطی کے اس طرح کے چند استثنائی واقعات کے علاوہ (جن میں حق واضح ہو جانے پر انہوں نے رجوع فرما لیا) انہوں نے جو سوچا سمجھا اور جو احکام جاری کئے وہ سب حق ہی تھے۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی زبان پر سکینہ بولتا تھا

۵۸۸۳/۸ وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ مَا كُنَّا نُبْعِدُ اَنَّ السَّكِيْنَةَ تَنْطِقُ عَلٰى لِسَانِ عُمَرَ۔ (رواه البيهقی فی دلائل النبوة)

رواه البيهقی فی دلائل النبوة ۶/۳۶۹ والبغوی فی شرح السنة ۱۴/۸۶ حديث رقم ۳۸۷۷۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا ہم لوگ اس بات کو بعید نہیں جانتے تھے کہ عمرؓ کی زبان پر سکینہ بولتا ہے۔

تشریح حضرت علی المرتضیٰؓ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عمرؓ جب خطاب فرماتے یا بات کرتے یا کسی معاملے

میں رائے دیتے تو لوگوں کے دلوں میں ایک خاص قسم کا سکون واطمینان پیدا ہوتا تھا ہم اس بات کو بعید نہیں سمجھتے تھے کہ ان کی زبان وبیان میں یہ خاص تاثیر اللہ تعالیٰ نے رکھ دی ہے یہ مطلب لیا جائے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس فرمان میں السکینۃ سے مراد یہی خداداد تاثیر ہے۔

شارحین نے لکھا ہے کہ "السکینۃ" سے مراد خاص فرشتہ بھی ہو سکتا ہے اس صورت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم یہ بات بعید نہیں سمجھتے تھے کہ حضرت عمرؓ بن خطاب جب کوئی بات فرماتے ہیں تو ان کی زبان سے اللہ کا ایک خاص فرشتہ کلام کرتا ہے جس کا نام یا لقب سکینہ ہے اور اس کی تائید حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس کو طبرانی نے معجم اوسط میں ذکر کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا لوگو صالحین کا تذکرہ کرنے کے وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مقدم رکھو کیونکہ عین ممکن ہے کہ ان کا قول الہام ہو اور فرشتہ کی زبانی بیان کر رہے ہوں اسی طرح حضرت ابن مسعودؓ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے جب بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو مجھے ان کی آنکھوں کے درمیان فرشتہ نظر آیا جو ان کی رہنمائی کرتا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی قبولیت

۵۸۸۴/۹ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَللّٰهُمَّ اَعِزَّ الْإِسْلَامَ بِأَبِي جَهْلِ بْنِ هِشَامٍ اَوْ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَأَصْبَحَ عُمَرُ فَغَدَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ صَلَّى فِي الْمَسْجِدِ ظَاهِرًا۔ (رواه احمد والترمذی)

أخرجه الترمذي في السنن ۵۷۷/۵ حديث رقم ۳۶۸۳ وابن ماجه ۳۹/۱ حديث رقم ۱۰۵

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی اے اللہ اسلام کو عزت عطا فرما ابوجہل بن ہشام کے ذریعے یا عمر بن خطاب کے ذریعے چنانچہ اگلے دن جب صبح ہوئی تو حضرت عمرؓ نے اسلام قبول کیا اور علانیہ مسجد میں نماز ادا کی۔ (رواہ احمد والترمذی)

تشریح ۞ ۶ نبوی کو حضرت عمرؓ نے اسلام قبول کیا ان کے اسلام کا اصلی اور حقیقی سبب تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ہے۔ اول آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی کہ اے اللہ (یعنی در پردہ) ابوجہل اور عمر بن خطاب میں سے جو تیرے نزدیک زیادہ محبوب ہو اسی سے اسلام کو عزت دے۔ ابن عساکر فرماتے ہیں بعد ازاں بذریعہ وحی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر منکشف ہوا کہ ابوجہل اسلام نہ لائے گا تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص حضرت عمرؓ کے لئے یہ دعا فرمائی: اللھم ایدالاسلام بعمر بن الخطابؓ خاصۃ۔ اے اللہ خاص عمر بن خطابؓ سے اسلام کو قوت دے۔

یہ حدیث سنن ابن ماجہ اور مستدرک حاکم میں مذکور ہے حاکم فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرط پر صحیح ہے حافظ ذہبیؒ نے بھی حاکم کی موافقت فرمائی۔ غرض یہ کہ حضرت عمرؓ کے اسلام کا اصل اور حقیقی سبب تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا جاذبانہ ہے باقی سبب ظاہری یہ ہے جو حضرت عمرؓ سے منقول ہے۔

چنانچہ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں ابتداء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت مخالف اور دین اسلام سے سخت متنفر اور بیزار تھا ابوجہل نے یہ اعلان کیا کہ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر ڈالے اس کے لئے میں سو اونٹ کا کفیل اور ضامن ہوں حضرت عمرؓ فرماتے ہیں

کہ میں نے بالمشافہ ابوجہل سے دریافت کیا کہ تمہاری جانب سے کیا یہ کفالت اور ضمانت صحیح ہے ابوجہل نے کہا ہاں۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے ارادے سے تلوار لے کر روانہ ہوا۔ راستہ میں نعیم بن عبداللہ ملے اور پوچھا کہ اے عمر اس دوپہر میں کس ارادے سے جا رہے ہو عمرؓ نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا ارادہ ہے نعیم نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر کے بنی ہاشم اور بنی زہرہ سے کس طرح بچ سکو گے۔ عمرؓ نے کہا میں گمان کرتا ہوں کہ تو بھی صابی (بددین) ہوگیا ہے اور اپنا آبائی مذہب چھوڑ بیٹھا ہے نعیم نے کہا آپ مجھ سے کیا کہتے ہیں آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کی بہن فاطمہ بنت خطاب اور آپ کا بہنوئی سعید بن زید دونوں صابی ہو چکے ہیں اور تمہارا دین چھوڑ کر اسلام قبول کر چکے ہیں۔

عمر یہ سنتے ہی غصہ میں بھرے ہوئے بہن کے گھر پہنچے حضرت خباب جو ان کی بہن اور بہنوئی کو تعلیم دے رہے تھے وہ حضرت عمرؓ کی آہٹ سنتے ہی چھپ گئے عمر گھر میں داخل ہوئے اور بہن اور بہنوئی سے کہا شاید تم دونوں صابی ہو گئے ہو۔ بہنوئی نے کہا اے عمرؓ اگر تمہارا دین حق نہ ہو بلکہ اس کے سوا کوئی دوسرا دین حق ہو تو بتلاؤ کیا کرنا چاہئے بہنوئی کا یہ جواب دینا تھا کہ عمرؓ ان پر پل پڑے بہن شوہر کو چھڑانے کے لئے آئیں تو ان کو اس قدر مارا کہ چہرہ خون آلود ہوگیا اس وقت بہن نے کہا اے خطاب کے بیٹے تجھ سے جو کچھ ہو سکتا ہے وہ کر لے ہم تو مسلمان ہو چکے ہیں۔ اے اللہ کے دشمن تو ہم کو اس لئے مارتا ہے کہ ہم اللہ کو ایک مانتے ہیں خوب سمجھ لے کہ ہم اسلام لا چکے ہیں اگرچہ تیری ناک خون آلود ہو۔

حضرت عمرؓ یہ سن کر کچھ شرمائے اور کہا کہ اچھا وہ کتاب جو تم پڑھ رہے تھے مجھ کو بتلاؤ یہ سنتے ہی حضرت خبابؓ جو مکان کے کسی گوشہ میں چھپے ہوئے تھے فوراً باہر نکل آئے۔ بہن نے کہا تو ناپاک ہے اور قرآن پاک کو پاک ہی لوگ چھو سکتے ہیں جاؤ وضو کر کے آؤ حضرت عمرؓ اٹھے اور وضو یا غسل کیا اور صحیفہ مطہرہ کو ہاتھ میں لیا جس میں سورہ طٰہٰ لکھی ہوئی تھی پڑھنا شروع کیا یہاں تک کہ اس آیت پر پہنچے اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ۔ بے ساختہ بول اٹھے ما احسن ھذا الکلام و اکرمہ۔ کیا ہی اچھا اور بزرگ کلام ہے حضرت خبابؓ نے عمرؓ سے یہ سن کر کہا کہ اے عمر تم کو بشارت ہو میں امید کرتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا تمہارے حق میں قبول ہوئی عمرؓ نے کہا اے خبابؓ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے چلو۔

حضرت خباب رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر دار ارقم کی طرف چلے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام جمع ہوا کرتے تھے دروازہ بند تھا دستک دی اور اندر آنے کی اجازت چاہی یہ معلوم کر کے کہ عمر اندر آنا چاہتے ہیں کوئی شخص دروازہ کھولنے کی جرأت نہ کرتا تھا حضرت حمزہؓ نے فرمایا کہ دروازہ کھول دو اور آنے دو اگر اللہ نے عمرؓ کے ساتھ خیر اور بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے تو اللہ اس کو ہدایت دے گا اور اسلام لے آئے گا اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرے گا ورنہ تم اللہ کے حکم سے اس کے شر سے محفوظ و مامون رہو گے اور بحمد اللہ عمر رضی اللہ عنہ کو قتل کر دینا ہم پر کچھ دشوار نہیں اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت حمزہؓ نے فرمایا کہ اگر عمر خیر کے ارادے سے آ رہا ہے تو ہم بھی اس کے ساتھ خیر کا معاملہ کریں گے اور اگر شر کے ارادے سے آ رہا ہے تو اسی کی تلوار سے اسے قتل کریں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دروازہ کھولنے کی اجازت دی۔ دروازہ کھول دیا گیا اور دو شخصوں نے میرے دونوں بازو پکڑے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لا کر مجھ کو کھڑا کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ چھوڑ دو۔ اور میرا کرتا پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور کہا اے خطاب کے بیٹے اسلام لا اور یہ دعا فرمائی اللّٰھم اھدہ اے اللہ اس کو ہدایت دے۔ اور حضرت عمرؓ سے ... فرمایا اے عمرؓ کیا تو اس وقت تک باز نہ آئے گا جب تک خدائے ذوالجلال تجھ پر کوئی رسوا کن عذاب نازل نہ فرمائے۔

حضرت عمرؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اسی لئے حاضر ہوں کہ ایمان لاؤں اللہ پر اور اس کے رسول ﷺ پر اور جو کچھ اللہ کے پاس سے نازل ہوا ہے۔ اشهد ان لااله الا الله وانك رسول الله رسول اللہ ﷺ نے فرط مسرت سے بآواز بلند تکبیر کہی جس سے تمام اہل دار نے پہچان لیا کہ مسلمان ہو گئے۔

حضرت عمرؓ اسلام لائے اور اسی وقت سے دین کی عزت اور اسلام کا ظہور اور غلبہ شروع ہو گیا علی الاعلان حرم میں نماز پڑھنے لگے علانیہ طور پر اسلام کی دعوت اور تبلیغ شروع ہو گئی اسی روز سے حق اور باطل کا فرق واضح اور ظاہر ہوا۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ مسلمان ہوئے تو جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور یہ فرمایا اے محمد (ﷺ) تمام اہل آسمان حضرت عمرؓ کے اسلام سے مسرور اور خوش ہوئے۔

امیر المؤمنین عمر بن خطاب فاروق عدوی قریشی نبوت کے چھٹے سال میں مسلمان ہوئے ان کی کنیت ابوحفصہ ہے بعض حضرات نے کہا کہ پانچویں سال مسلمان ہوئے ان سے پہلے چالیس مرد اور گیارہ عورتیں اسلام لا چکی تھیں اور کہا جاتا ہے کہ چالیسویں مرد حضرت عمرؓ ہی تھے۔ ان کے اسلام قبول کرنے کے دن سے ہی اسلام نمایاں ہونا شروع ہوا اسی وجہ سے ان کا لقب فاروق ہو گیا بعض حضرات نے فرمایا کہ ان کا لقب فاروق پڑنے کی وجہ ایک مشہور واقعہ ہوا وہ واقعہ یہ تھا کہ ایک یہودی اور منافق میں کسی بات پر جھگڑا ہوا۔ فیصلہ کے لئے یہودی حضور ﷺ کے پاس جانا چاہتا تھا جبکہ منافق فیصلہ کے لئے کعب بن اشرف سردار قریش کے پاس جانے پر مصر تھا آخر کار دونوں حضور ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ نے یہودی کے حق میں فیصلہ دے دیا اس لئے کہ وہ برحق تھا لیکن منافق اس فیصلہ پر راضی نہ ہوا اور حضرت عمرؓ کے پاس فیصلہ کرانے کے لئے چل پڑا۔ جب حضرت عمرؓ کے پاس پہنچے اور اپنا معاملہ ان کو بتایا تو ساتھ یہودی نے یہ بھی بتا دیا کہ ہم نے حضور ﷺ سے بھی فیصلہ کرایا تھا اور آپ ﷺ نے میرے حق میں فیصلہ دیا تھا لیکن یہ ماننے کے لئے تیار نہیں اب آپ کے پاس فیصلہ کرانے کے لئے چلا آیا ہے حضرت عمرؓ نے منافق سے اس کی تصدیق کرائی تو اس نے کہا کہ اس یہودی نے بالکل درست کہا حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم دونوں یہیں ٹھہرو جب تک میں واپس نہ آؤں تم نے جانا نہیں ہے یہ کہہ کر آپ گھر گئے اور تلوار لے کر باہر آئے اور اس تلوار سے منافق کی گردن اڑا دی اور فرمایا کہ جو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کا فیصلہ نہیں مانتا اس کے بارے میں میرا یہی فیصلہ ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ یَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَحَاكَمُوْا اِلَی الطَّاغُوْتِ﴾

کیا آپ نے ان کو نہیں دیکھا جو گمان کرتے ہیں کہ وہ اس چیز پر ایمان لائے جو آپ پر نازل ہوئی اور اس چیز پر جو آپ سے پہلے نازل ہوئی وہ چاہتے ہیں کہ اپنا فیصلہ لے جائیں شیطان کے پاس۔

اور حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آ کر کہا عمر حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والے ہیں اس دن سے حضرت عمرؓ کا لقب فاروق پڑ گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ خیر الناس ہیں

۵۸۸۵/۱۰ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ عُمَرُ لِاَبِیْ بَکْرٍ یَا خَیْرَ النَّاسِ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ اَمَا اِنَّکَ اِنْ قُلْتَ ذٰلِکَ فَلَقَدْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ عَلٰی رَجُلٍ خَیْرٍ مِّنْ عُمَرَ۔ (رواہ الترمذی وقال هذا حدیث غریب)

أخرجه ابو داؤد ۲/۱۵۵ حدیث رقم ۱۴۶۸ والنسائی وابن ماجه

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت عمرؓ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو "یا خَیْرَ النَّاسِ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ" (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں بہترین شخص) کہہ کر پکارا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا عمرؓ نے مجھے اس خطاب سے مخاطب کیا ہے تو میں تم کو آگاہ کرتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے آفتاب کسی ایسے شخص پر طلوع نہیں ہوا جو عمرؓ سے بہتر ہو۔ (ترمذی)

تشریح ۞ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ لوگوں میں سے سب سے افضل و برتر تھے حالانکہ دوسری روایات سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا افضل الناس ہونا معلوم ہوتا ہے اور اسی بنا پر اہلسنت والجماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تمام لوگوں سے افضل ہیں تو اس روایت کا دیگر روایات کے ساتھ اور اجماعی عقیدہ کے ساتھ تعارض لازم آتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ فضیلت کی دو قسمیں ہیں فضیلت کلی اور فضیلت جزئی۔ کسی نوع کے اوصاف مقصودہ میں سب سے بڑھ کر ہونا اس کو فضیلت کلیہ کہتے ہیں جس کے اندر یہ فضیلت کلی ہو گا اس کو تمام لوگوں سے افضل کہا جائے گا اور باقیوں کو مفضول کہا جائے گا اور یہ ہو سکتا ہے کہ مفضولین میں سے کسی شخص میں کوئی خاص خوبی ایسی پائی جائے جو افضل کے اندر بھی نہ ہو تو کہا جائے گا کہ اس خاص خوبی کے اعتبار سے یہ مفضول افضل ہو گیا ہے ایسی فضیلت کو فضیلت جزئیہ کہا جائے گا چنانچہ صحبت نبی کے صفات مقصودہ میں سب سے بڑھ کر ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں ان کو افضل الصحابہ بفضل کلی کہا جائے گا لیکن دوسرے صحابہ میں بعض خاص خاص خوبیاں ایسی ہیں جو ابوبکر رضی اللہ عنہ میں بھی نہیں۔ یہاں صحابہ کے فضائل جزئیہ سمجھے جائیں گے۔

اس لئے اس روایت میں تاویل کی جائے گی کہ یا تو یہ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت پر محمول ہے یعنی زمانہ خلافت میں حضرت عمرؓ سے بہتر کوئی شخص نہ تھا یا یہ مقید ہے کہ حضرت عمرؓ سب سے بہتر ہیں لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد۔ یا یہ فضیلت جزئیہ ہے یعنی حضرت عمرؓ سب سے بہتر ہیں عدالت کے اعتبار سے یا طریقہ سیاست و امارت کے لحاظ سے۔

اگر نبوت جاری رہتی تو عمر رضی اللہ عنہ نبوت کے حقدار تھے

۵۸۸۶/۱۱ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْ کَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَکَانَ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ۔ (رواہ الترمذی وقال هذا حدیث غریب)

أخرجه الترمذی فی السنن ۵/۵۷۷ حدیث رقم ۳۶۸۴

حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر (بالفرض) میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن الخطابؓ نبی ہوتے (ترمذی)

تشریح: مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے نبوت کا سلسلہ مجھ پر ختم فرما دیا ہے اور قیامت تک کے لئے نبوت کا دروازہ بند ہو گیا (جس کا اعلان قرآن پاک میں بھی فرما دیا گیا ہے) اگر بالفرض اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ فیصلہ نہ فرما دیا گیا ہوتا اور میرے بعد بھی نبوت کا سلسلہ جاری رہتا تو عمر بن الخطاب اپنی روحانی خصوصیات کی وجہ سے بالخصوص اس لائق تھے کہ ان کو نبی بنایا جاتا۔ اس حدیث میں بھی ان کے اس خصوصی کمال وامتیاز کی طرف اشارہ ہے جس کا ذکر بہت سی احادیث میں آیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے قلب پر حق کا القاء اور الہامات کی کثرت۔

شیطان بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ڈرتا تھا

۵۸۸۷/۱۲ وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ مَغَازِيْهِ فَلَمَّا انْصَرَفَ جَاءَتْ جَارِيَةٌ سَوْدَاءُ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ كُنْتُ نَذَرْتُ اِنْ رَدَّكَ اللّٰهُ صَالِحًا اَنْ اَضْرِبَ بَيْنَ يَدَيْكَ بِالدُّفِّ وَاَتَغَنّٰى فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ كُنْتِ نَذَرْتِ فَاضْرِبِيْ وَاِلَّا فَلَا فَجَعَلَتْ تَضْرِبُ فَدَخَلَ اَبُوْ بَكْرٍ وَهِيَ تَضْرِبُ ثُمَّ دَخَلَ عَلِيٌّ وَهِيَ تَضْرِبُ ثُمَّ دَخَلَ عُثْمَانُ وَهِيَ تَضْرِبُ ثُمَّ دَخَلَ عُمَرُ فَاَلْقَتِ الدُّفَّ تَحْتَ اِسْتِهَا ثُمَّ قَعَدَتْ عَلَيْهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّيْطَانَ لَيَخَافُ مِنْكَ يَا عُمَرُ اِنِّيْ كُنْتُ جَالِسًا وَهِيَ تَضْرِبُ فَدَخَلَ اَبُوْبَكْرٍ وَهِيَ تَضْرِبُ ثُمَّ دَخَلَ عُثْمَانُ وَهِيَ تَضْرِبُ فَلَمَّا دَخَلْتَ اَنْتَ يَا عُمَرُ اَلْقَتِ الدُّفَّ۔

(رواه الترمذي وقال هذا حديث حسن غريب صحيح)

أخرجه الترمذي في السنن ٥/٥٧٨ حديث رقم ٣٦٨٦ و أحمد في المسند ٤/١٥٤

ترجمہ: حضرت بریدہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کسی غزوہ میں تشریف لے گئے تھے جب وہاں سے واپس آئے تو آپ ﷺ کی خدمت میں ایک سیاہ (حبشن) لڑکی حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے یہ نذر مانی تھی کہ جب آپ ﷺ غزوہ سے کامیاب ہو کر واپس تشریف لائیں گے تو میں آپ ﷺ کے سامنے دف بجا کر گاؤں گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تو نے نذر مانی ہے تو دف بجا لے ورنہ نہیں۔ چنانچہ اس لڑکی نے دف بجانا شروع کیا وہ دف بجا رہی تھی کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ آ گئے پھر علی رضی اللہ عنہ آ گئے اور وہ دف بجاتی رہی پھر عثمان رضی اللہ عنہ آئے وہ دف بجاتی رہی پھر عمرؓ آئے اور اس لڑکی نے دف بجانا چھوڑ کر دف کو اپنی سرین کے نیچے رکھ لیا اور اس پر بیٹھ گئی نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے عمرؓ شیطان بھی تم سے ڈرتا ہے میں بیٹھا ہوا تھا اور یہ لڑکی دف بجا رہی تھی ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے یہ بجاتی رہی پھر علی رضی اللہ عنہ آئے یہ بجاتی رہی پھر عثمان رضی اللہ عنہ آئے یہ بجاتی رہی پس جب تو داخل ہوا اے عمرؓ تو اس نے دف ڈال دیا۔ (ترمذی)

تشریح: دف: دف کا لفظ دو طرح ضبط کیا گیا ہے ایک یہ کہ دال پر ضمہ اور ف مشدد ہے اور یہ وجہ زیادہ فصیح اور زیادہ مشہور ہے۔ دوسری وجہ دال کے فتحہ کے ساتھ ہے۔ دف جس کی اجازت ہے وہ ہے جو متقدمین کے زمانہ میں تھا اور آج کل کے دف کہ

جن کے ساتھ جلاجل، گھنگرو وغیرہ ہوتے ہیں بالاتفاق مکروہ ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ ہر وہ نذر جو قربت کے قبیل سے ہو اس کو پورا کرنا واجب ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوہ سے بخیر وعافیت واپس تشریف لانے پر خوشی کا اظہار یقیناً قربت ہے خصوصاً ایسی جنگ سے واپس آنا جس میں جانیں ہلاک ہوتی ہیں۔

وَاَتَغَنّٰی : ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورت سے گانا وغیرہ سننا جبکہ فتنہ کا خوف نہ ہو جائز ہے لیکن مؤلف فرماتے ہیں کہ یہ بات فقہ حنفی کی روایتوں کے خلاف ہے کیونکہ ظاہر الروایۃ میں مطلقاً گانے کو فقہاء حرام قرار دیتے ہیں جیسا کہ درمختار، بحرالرائق وغیرہ میں لکھا ہے بلکہ ہدایہ میں تو اس کو گناہ کبیرہ لکھا ہے۔ اگرچہ یہ راگ اور گانا دل خوش کرنے کے لئے ہو اور اس طرح کی روایات جن سے راگ اور گانے کا جواز معلوم ہوتا ہے فقہاء کے نزدیک منسوخ ہیں۔

اسی طرح جو حضرات عیدوں، عرسوں وغیرہ پر اور خوشی کے موقعہ پر اس کو جائز سمجھتے ہیں یہ بھی درست نہیں ہے۔

اِنْ کُنْتِ نَذَرْتِ فَاضْرِبِی وَاِلَّا فَلَا : اس جملہ سے معلوم ہوتا ہے کہ فی نفسہ دف بجانا جائز نہیں ہے صرف ان مواقع پر اس کی اجازت ہے جن کی شارع نے اجازت دی ہے مثلاً نکاح کے اعلان کے لئے دف بجانا یا نذر رہی ہو۔ لہذا مشائخ یمن جو ذکر کے وقت دف بجاتے ہیں ان کا یہ فعل شرعاً انتہائی قبیح اور برا ہے۔ واللہ ولی دینہ وناصر نبیہ۔

اِنَّ الشَّیْطَانَ لَیَخَافُ مِنْکَ یَا عُمَرُ : شیطان سے مراد یا تو وہ لڑکی ہے جو دف بجا رہی تھی اور اس کو شیطان اس لئے کہا کہ وہ شیطانوں والے کام کر رہی تھی گویا وہ شیطان الانس یعنی انسانی شیطان بن گئی۔ یا شیطان سے مراد وہ شیطان ہے جس نے اس لڑکی کو دف بجانے پر ابھارا اور برانگیختہ کیا۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب:

اس حدیث پر ایک مشہور اعتراض ہوتا ہے کہ اس لڑکی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دف بجانے کی اجازت مانگی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اجازت مرحمت فرمائی۔ جب اس نے دف بجانا شروع کیا تو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی ناراضگی یا ناپسندیدگی کا اظہار نہیں فرمایا پھر جب حضرت ابوبکر، حضرت علی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم آئے اور وہ لڑکی دف بجاتی رہی تب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے لیکن جب حضرت عمرؓ آئے اور اس لڑکی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر دف چھپالی اور گانا بند کر دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے عمر شیطان تجھ سے ڈرتا ہے گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکی کو یا لڑکی کے فعل کو شیطان یا شیطان کا فعل قرار دیا اگر دف بجانا جائز تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو شیطان کیوں کہا اور اگر جائز نہیں تھا تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت کیوں دی؟

علماء نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اس لڑکی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بخیر وعافیت واپسی کو اللہ تعالیٰ نعمتوں میں شمار کرتے ہوئے یہ نذر مانی تھی کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سلامتی اور خیریت کے ساتھ واپس تشریف لے آئے تو میں خوشی کا اظہار کروں گی اور دف بجاؤں گی چونکہ اس کا جذبہ نیک تھا اور نیت اچھی تھی اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نذر پورا کرنے کے لئے دف بجانے کی اجازت دے دی تو دف بجانا اس کے حق میں لہو سے نکل کر حق اور کراہت سے نکل استحباب کے درجہ میں داخل ہو گیا لیکن چونکہ دف بجانے کی اجازت صرف ایفاء نذر کے لئے تھی اس لئے وہ دف صرف اتنی دیر ہی بجاتی کہ جس سے نذر پوری ہو جاتی لیکن

ہوا یہ کہ اس نے دف بجانا شروع کیا تو وہ حد اجازت سے گزر گئی اور حد کراہت میں داخل ہوگئی جب حضرت عمرؓ تشریف لائے تو اس نے دف بجانا بند کر دیا اور اس کو چھپا لیا۔

رہی یہ بات کہ جب وہ لڑکی حد اجازت سے گزر کر حد کراہت میں داخل ہوگئی تو آنحضرت ﷺ نے اس کو منع کیوں نہ فرمایا تو اس میں یہ نکتہ تھا کہ اگر آپ ﷺ اس کو صراحۃً منع فرما دیتے تو یہ حد تحریم تک پہنچ جاتا اس لئے آپ ﷺ نے صراحۃً منع نہیں فرمایا اور یہ بھی ممکن ہے کہ حد اباحت صرف حضور ﷺ کی مجلس میں ابتداء کر کے حضرت عمرؓ کی آمد تک تھی اس کے بعد حد کراہت شروع ہونے والی تھی کہ حضرت عمرؓ تشریف لے آئے اور وہ کچھ تو حضرت عمرؓ کی ہیبت کی وجہ سے اور کچھ اس احساس کے سبب سے کہ حضور ﷺ کے سامنے حد سے تجاوز کر چکی ہے مزید دف بجانے سے رک گئی اور دف کو چھپا لیا۔ چونکہ حضرت عمرؓ کی آمد تک حد اباحت تھی اس لئے آپ ﷺ نے منع نہیں فرمایا۔

اصل اشکال کا یہ بھی جواب ہوسکتا ہے کہ حضرت عمرؓ در حقیقت ایسی مباح چیز کو بھی ناپسند سمجھتے تھے جو کسی ناجائز اور حرام کام کے مشابہ ہو۔ چنانچہ ملا علی قاریؒ نے اس کی کئی مثالیں ذکر کی ہیں۔ لہٰذا دف اگرچہ اس لڑکی کے لئے جائز اور مباح تھا ضرورت کی وجہ سے اور حضور ﷺ نے اس کو اس کی اجازت بھی دی تھی لیکن دف کی شکل حرام چیز یعنی باجے وغیرہ کے ساتھ ملتی ہے اس لئے حضرت عمرؓ اس کو گوارا نہ کرتے اور اسی احساس کی وجہ سے اس لڑکی نے دف بجانا بند کر دیا اور اس کو چھپا لیا اور آنحضرت ﷺ نے حضرت عمرؓ کی اسی خصوصیت کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

اس حدیث سے یہ بات مفہوم ہوتی ہے کہ محض تفریح کے لئے اور شوق کی خاطر تو دف بجانے کی اجازت نہیں ہے ضرورت کے وقت اجازت ہے لیکن بقدر ضرورت۔

۵۸۸۸/۳ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا فَسَمِعْنَا لَغَطًا وَصَوْتَ صِبْيَانٍ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا حَبَشِيَّةٌ تَزْفِنُ وَالصِّبْيَانُ حَوْلَهَا فَقَالَ يَا عَائِشَةُ تَعَالَيْ فَانْظُرِيْ فَجِئْتُ فَوَضَعْتُ لِحْيَيَّ عَلَى مَنْكِبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ إِلَيْهَا مَا بَيْنَ الْمَنْكِبِ إِلَى رَأْسِهِ فَقَالَ لِيْ أَمَا شَبِعْتِ أَمَا شَبِعْتِ فَجَعَلْتُ أَقُوْلُ لَا لِأَنْظُرَ مَنْزِلَتِيْ عِنْدَهُ إِذْ طَلَعَ عُمَرُ فَارْفَضَّ النَّاسُ عَنْهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّيْ لَأَنْظُرُ إِلَى شَيَاطِيْنِ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ قَدْ فَرُّوْا مِنْ عُمَرَ قَالَتْ فَرَجَعْتُ۔ (رواه الترمذي وقال هذا حديث حسن صحيح غريب)

أخرجه الترمذي في السنن ۵۷٦/۵ حديث رقم ۳٦۹۰ و احمد في المسند ۳۵۳/٦

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بیٹھے ہوئے تھے کہ ہم نے ایک غیر مفہوم سخت آواز سنی اور بچوں کا شور وغل۔ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوگئے (اور باہر تشریف لے جا کر دیکھا تو) ایک حبشن اچھل کود کر رہی تھی اور بچے اس کے گرد تھے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے عائشہ ادھر آؤ تم بھی دیکھو۔ چنانچہ میں گئی اور آپ ﷺ کے پیچھے کھڑے ہو کر ٹھوڑی رسول اللہ ﷺ کے کندھے پر رکھ دی اور میں نے کندھے اور سر کے درمیان سے اس عورت کو دیکھنا شروع کیا۔ (تھوڑی دیر بعد) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا ابھی (دیکھنے سے) جی نہیں بھرا (پھر تھوڑی دیر بعد فرمایا) کیا

ابھی (دیکھنے سے) جی نہیں بھرا اور میں نے ہر دفعہ یہی کہا کہ ابھی نہیں اور اس سے میرا مقصود یہ تھا کہ میں یہ معلوم کروں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں میرا کیا مرتبہ ہے (اور مجھ سے کتنی محبت ہے) اچانک عمرؓ آ گئے اور جو لوگ (کھڑے عورت کا تماشہ دیکھ رہے تھے وہ انہیں دیکھتے ہی) ادھر ادھر منتشر ہو گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں دیکھتا ہوں انسانوں اور جنوں کے شیطانوں کو عمرؓ کے خوف سے بھاگتے ہوئے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں بھی واپس چلی آئی (ترمذی)

تشریح ۞ یہ حدیث بھی پچھلی حدیث کی طرح ہی ہے اس حبشن کا یہ کرتب اگرچہ صورتاً لہو ولعب تھا لیکن درحقیقت ایسا نہیں تھا بلکہ یہ جہاد کے لئے ایک مشاقی تھی جو بقدر ضرورت جائز تھی اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی اس کو دیکھا اور حضرت عائشہؓ کو بھی دکھلایا اگر یہ حقیقتاً لہو ولعب ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کو نہ تو خود دیکھتے اور نہ ہی حضرت عائشہؓ کو دکھلاتے۔ جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو دیکھتے رہے تو یہ حد جواز میں تھی لیکن جونہی یہ حد کراہت میں داخل ہونے لگا تو حضرت عمرؓ تشریف لے آئے اور سب لوگ جو وہ تماشہ دیکھ رہے تھے بھاگ کھڑے ہوئے۔

یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صفت جمال کا غلبہ تھا اور حضرت عمرؓ پر صفت جلال کا غلبہ تھا اس لئے ان کے سامنے باطل کے مشابہ کوئی مباح اور جائز چیز بھی نہیں ٹھہر سکتی تھی۔

مؤلف فرماتے ہیں کہ اسی طرح کا واقعہ صحیحین میں بھی ہے کہ کچھ حبشی مسجد میں نیزہ بازی کر رہے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ کو اپنی اوٹ سے یہ کھیل دکھا رہے تھے کہ حضرت عمرؓ تشریف لے آئے اور منع کیا اور ان پر پتھر پھینکے تاکہ یہ ڈر کر بھاگ جائیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عمرؓ ان کو چھوڑ دو آج عید کا دن ہے یعنی عید کے دن کچھ لہو مباح ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ صحیحین کا یہ واقعہ وہی ہو جو امام ترمذی نے بیان کیا ہے اگر دونوں ایک ہی واقعہ ہیں تو اب یہ اعتراض نہیں ہوتا کہ حضرت عائشہؓ نے غیر مردوں کو کیسے دیکھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کیوں دکھایا اس لئے کہ وہ حبشی عورت تھی جو یہ کرتب کر رہی تھی اس لئے یہ اعتراض نہیں ہوتا لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ یہ واقعہ علیحدہ ہو اور صحیحین کا واقعہ علیحدہ ہو اس لئے پھر بہر حال اعتراض ہوگا اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ اس وقت کم عمر اور چھوٹی تھیں۔ واللہ اعلم۔

الفصل الثالث:

موافقاتِ حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں سے تین کا ذکر

۵۸۸۹/۴ عَنْ اَنَسٍ وَابْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ قَالَ وَافَقْتُ رَبِّیْ فِیْ ثَلٰثٍ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوِ اتَّخَذْنَا مِنْ مَقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلّٰی وَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ يَدْخُلُ عَلٰی نِسَائِكَ الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ فَلَوْ اَمَرْتَهُنَّ يَحْتَجِبْنَ فَنَزَلَتْ اٰيَةُ الْحِجَابِ وَاجْتَمَعَ نِسَاءُ النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِی الْغَيْرَةِ فَقُلْتُ عَسٰی رَبُّهٗ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ فَنَزَلَتْ كَذٰلِكَ وَفِیْ رِوَايَةٍ لِابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ عُمَرُ وَافَقْتُ رَبِّیْ فِیْ ثَلَاثٍ فِیْ مَقَامِ اِبْرَاهِيْمَ وَفِی الْحِجَابِ وَفِیْ اُسَارٰی بَدْرٍ۔ (متفق علیہ)

أخرجه الترمذي في السنن ۵/۵۸۰ حديث رقم ۳۳۳۶۔ أخرجه مسلم في صحيحه ۴/۱۸۶۵ حديث رقم (۲۴-۲۳۹۹)

ترجمہ: حضرت انسؓ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے تین باتوں میں اپنے پروردگار کی موافقت کی ہے چنانچہ ایک مرتبہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا کہ اگر ہم مقام ابراہیم کو طواف نماز کی جگہ مقرر کر لیں تو بہتر ہے پس میرے مشورے کے موافق یہ آیت نازل ہوئی "واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی" یعنی مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ مقرر کرو پھر ایک مرتبہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے سامنے ہر قسم کے بھلے اور برے آدمی آتے ہیں اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کو پردے میں رہنے کا حکم دیں تو بہتر ہے میرے اس مشورے پر پردے کی آیت نازل ہوئی (اور ایک مرتبہ جب) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں نے رشک وغیرت والے معاملے میں اتفاق کر لیا تھا تو میں نے (ان سے مخاطب ہو کر) کہا اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں طلاق دے دیں تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو تم سے بہتر بیویاں عطا فرما دیں گے۔ پس اسی طرح آیت نازل ہوئی یعنی انہیں الفاظ ومفہوم کے مطابق آیت نازل ہوئی۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے تین باتوں میں اللہ تعالیٰ کی موافقت کی مقام ابراہیم (کو مصلی بنانے میں) (ازواج مطہرات کے) پردے میں اور بدر کے قیدیوں کے بارے میں (متفق علیہ)

تشریح: واقعہ یہ ہے کہ ذخیرہ حدیث میں کم از کم پندرہ ایسے واقعات کا ذکر ملتا ہے کہ کسی مسئلہ میں حضرت عمرؓ کی ایک رائے ہوئی یا ان کے قلب میں داعیہ پیدا ہوا کہ کاش اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم آجاتا تو وہی حکم وحی کے ذریعے اللہ تعالیٰ طرف سے آگیا صاحب ریاض نے فرمایا کہ ان میں سے نو واقعات تو ایسے ہیں کہ وحی کے الفاظ بھی وہی نازل ہوئے جو حضرت عمرؓ سے صادر ہوئے تھے اور چار واقعات میں معنوی موافقت ہے اور دو تورات میں ہیں اس روایت میں صرف تین کا ذکر ہے جس سے زائد کی نفی مقصود نہیں ہے ان تین میں سے ایک مقام ابراہیم کو مصلی مقرر کرنے کے متعلق ہے دوسرا پردے کے بارے میں ہے اور تیسرا ازواج مطہرات کا واقعہ رقابت ہے اور دوسری روایت میں غزوہ بدر کے قیدیوں کے بارے میں حکم کا ذکر ہے ان کی مختصری تشریح ذکر کی جاتی ہے۔

نمبر ۱: مقام ابراہیم سفید رنگ کا ایک پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ کی تعمیر کی تھی اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاؤں کے نشانات معجزانہ طور پر پڑ گئے تھے جو اب تک باقی ہیں وہ اسی زمانہ سے محفوظ چلا آرہا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے تک خانہ کعبہ کے قریب ہی میں ایک جگہ کھلا رہتا تھا بعد میں اس کو عمارت میں محفوظ کر دیا گیا اب وہ جس شکل میں محفوظ ہے وہ مرحوم مغفور شاہ فیصل بن عبدالعزیز بن سعود کے دور حکومت کی یادگار ہے۔

روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ یہ مقام ابراہیم علیہ السلام ہے حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ ہم اس کو نماز کے لئے مقرر نہ کر دیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اس کا حکم نہیں دیا گیا ہے۔ پس غروب آفتاب سے پہلے ہی یہ آیت نازل ہوئی: وَ اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى۔

اس آیت میں امر وجوب کے لئے ہے یا استحباب کے لئے اس میں دونوں ہی رائیں ہیں درست بات یہ ہے کہ ہر طواف کے بعد دو رکعت نفل پڑھنا تو واجب ہے لیکن خاص مقام ابراہیم پر دو رکعت پڑھنا مستحب ہے اور امام شافعیؒ سے بھی دونوں قول ہی مروی ہے (یعنی وجوب واستحباب کا)۔

نمبر ۲: دوسرا مسئلہ حجاب یعنی پردے کا ہے جب تک مستورات کے لئے حجاب یعنی پردے کا کوئی حکم نازل نہیں ہوا تھا

عام مسلمانوں کی طرح رسول اللہ ﷺ کے گھروں میں بھی بضرورت صحابہ کرام کی آمدورفت ہوتی تھی حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں اللہ تعالیٰ نے یہ داعیہ پیدا فرمایا کہ خاص کر ازواج مطہرات کے لئے حجاب کا خصوصی حکم آ جائے چنانچہ اس بارے میں آیت نازل ہوگئی۔

﴿وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ﴾

واضح رہے کہ ازواج مطہرات کے لئے یہ حجاب کا جو حکم تھا یہ اس حجاب کے علاوہ تھا جو عام مسلمان خواتین کے لئے تھا چنانچہ عام مسلمان خواتین کے لئے حجاب یہ تھا کہ غیر مردوں کے سامنے بغیر پردہ کے نہ آئیں اگر باہر نکلنے کی ضرورت ہو تو مکمل حجاب کے ساتھ سامنے آسکتی ہیں جبکہ ازواج مطہرات کو اس کا حکم تھا کہ وہ بالکل لوگوں کے سامنے نہ آئیں خواہ پردے کے ساتھ ہوں۔

نمبر۳: تیسرا واقعہ غیرت کا ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت عائشہؓ وغیرہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا معمول مبارک تھا کہ عصر کے بعد کھڑے کھڑے سب ازواج کے پاس خبر گیری کے لئے تشریف لاتے تھے ایک روز حضرت زینبؓ کے پاس معمول سے زیادہ ٹھہرے اور شہد پیا تو مجھ کو رشک آیا اور میں نے حفصہؓ سے مشورہ کیا کہ ہم میں سے جس کے پاس تشریف لائیں وہ یوں کہہ دے کہ آپ ﷺ نے مغافیر نوش فرمایا ہے مغافیر ایک خاص قسم کی گوند ہے جس میں کچھ بدبو ہوتی ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تو شہد پیا ہے ان بی بی نے کہا کہ شاید کوئی مکھی مغافیر کے درخت پر بیٹھی ہو اور اس کا رس چوسا ہو (اسی وجہ سے شہد میں بھی بدبو آنے لگی) رسول اللہ ﷺ بدبو کی چیزوں سے بہت پرہیز فرماتے تھے اس لئے آپ ﷺ نے قسم کھالی کہ پھر میں شہد نہ پیوں گا اور اس خیال سے کہ حضرت زینب کا جی برا نہ ہو اس کے اخفاء کی تاکید فرمائی مگر ان بی بی نے دوسری سے کہہ دیا اور بعض روایات میں ہے کہ حضرت حفصہ شہد پلانے والی تھیں اور حضرت عائشہؓ اور حضرت سودہؓ اور حضرت صفیہؓ صلاح مشورہ کرنے والی تھیں اور بعض روایات میں یہ قصہ دوسری طرح بھی آیا ہے ممکن ہے کہ کئی واقعے ہوں اور ان سب کے بعد سورہ تحریم کی آیات نازل ہوئی ہوں اس موقعہ پر حضرت عمرؓ نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے فرمایا: عَسٰى رَبُّهٗ اِنْ ..... تو وحی بعینہ ان الفاظ میں نازل ہوئی۔

موافقات میں سے چوتھا واقعہ بدر کے قیدیوں کا ہے جس کی تفصیل اگلی حدیث کے ذیل میں ذکر کی جائے گی۔

یہاں یہ بات خاص طور پر قابل لحاظ ہے کہ واقعہ یہ تھا کہ ان تمام مسئلوں میں وحی الٰہی نے حضرت عمرؓ کی موافقت کی تھی لیکن حضرت عمرؓ نے ازراہ ادب اس کو اس طرح تعبیر کیا کہ میں نے حکم خداوندی کی موافقت کی۔ بلاشبہ یہ حسن ادب رسول اللہ ﷺ ہی کی تعلیم اور فیض صحبت کا نتیجہ تھا۔

اسیرانِ بدر کی بابت مشورہ

۵۸۹۰/۱۵ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ فُضِّلَ النَّاسَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ بِاَرْبَعٍ بِذِكْرِ الْاُسَارٰى يَوْمَ بَدْرٍ اَمَرَ بِقَتْلِهِمْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ وَبِذِكْرِهٖ

الْحِجَابَ اَمَرَ نِسَآءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَحْتَجِبْنَ فَقَالَتْ لَهُ زَيْنَبُ وَاِنَّكَ عَلَيْنَا يَا ابْنَ الْخَطَّابِ وَالْوَحْيُ يَنْزِلُ فِي بُيُوْتِنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ وَبِدَعْوَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اَيِّدِ الْاِسْلَامَ بِعُمَرَ وَبِرَاْيِهٖ فِي اَبِيْ بَكْرٍ كَانَ اَوَّلَ نَاسٍ بَايَعَهٗ (رواہ احمد)

اخرجه احمد في المسند ۱/۴۵٦

ترجمہ: حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ عمر بن خطابؓ کو (دوسرے لوگوں پر) چار خاص باتوں کے سبب فضیلت دی گئی ہے ایک تو جنگ بدر کے قیدیوں کی بابت یہ مشورہ دینے کے سبب کہ انہیں قتل کر دیا جائے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے (ان کے مشورے کے مطابق) یہ آیت نازل فرمائی لَوْ لَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَا اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (یعنی اگر لوح محفوظ یا علم الٰہی میں یہ بات مقرر نہ ہوتی تو البتہ تم کو فدیہ لینے پر بڑا عذاب پہنچتا) اور دوسرے پردے کے مشورہ کے سبب یعنی حضرت عمرؓ نے رسول اللہ ﷺ کی ازواج کو پردہ میں رہنے کا مشورہ دیا۔ حضرت زینبؓ نے ان سے کہا اے ابن خطاب تم پردے میں رہنے کا حکم دیتے ہو حالانکہ ہمارے گھروں میں وحی نازل ہوتی ہے پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی: ﴿وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ﴾ اور تیسرے اس دعا کے سبب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فضیلت تھی جو رسول اللہ ﷺ نے ان کے حق میں فرمائی تھی اللھم اید الاسلام بعمر اے اللہ تعالیٰ اسلام کو عمرؓ کے ذریعے تقویت پہنچا اور چوتھے اس اجتہاد کے سبب جو عمرؓ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا تھا اور سب سے پہلے ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر بیعت کی تھی۔ (احمد)

تشریح ⊙ غزوۂ بدر سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ پہنچنے کے چند روز بعد آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے اسیران بدر کے بارے میں مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہئے ابتداءً خود فرمایا: ان اللّٰه امکنکم منهم یعنی اللہ تعالیٰ نے تم کو ان پر قدرت دی ہے رحمت عالم رأفت مجسم ﷺ نے جب مشورہ طلب کیا تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مناسب یہ ہے کہ سب کی گردن اڑا دی جائے لیکن آپ ﷺ نے اس رائے کو پسند نہ فرمایا دوبارہ ارشاد فرمایا: یایها الناس ان اللّٰه قد امکنکم وانما هم اخوانکم بالامس۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے تم کو ان پر قدرت دی ہے اور کل تک یہ تمہارے بھائی تھے۔ حضرت عمرؓ نے پھر وہی عرض کیا آپ ﷺ نے پھر وہی ارشاد فرمایا کہ اللہ نے تم کو ان پر قدرت دی ہے اور کل تک یہ تمہارے بھائی تھے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میری رائے یہ ہے کہ یہ لوگ فدیہ لے کر چھوڑ دیئے جائیں۔

صحیح مسلم میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہر شخص اپنے عزیز کو قتل کرے علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیں کہ وہ اپنے بھائی عقیل کی گردن ماریں اور مجھ کو اجازت دیں کہ میں اپنے فلاں عزیز کی گردن ماروں اس لئے کہ یہ لوگ کفر کے پیشوا اور سردار ہیں۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ لوگ آپ ﷺ ہی کی قوم کے لوگ ہیں میری رائے میں ان کو فدیہ لے کر آزاد فرما دیں عجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو اسلام کی ہدایت دے اور پھر یہی لوگ کافروں کے مقابلے میں ہمارے معین و مددگار ہوں آنحضرت ﷺ نے اسی رائے کو پسند فرمایا۔

آپ صحابہ سے مشورہ فرما ہی رہے تھے کہ وحی نازل ہوئی کہ آپ ﷺ صحابہ کو قتل اور فدیہ کا اختیار دے دیں جیسا کہ حضرت علی ؓ راوی ہیں کہ جبرائیل امین نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اسیران بدر کے بارے میں آپ ﷺ اپنے اصحاب کو اختیار دیں چاہیں قتل کریں اور چاہیں فدیہ لے کر آزاد کر دیں مگر شرط یہ ہے کہ سال آئندہ تم میں سے اتنے ہی قتل کئے جائیں گے صحابہ نے کفار سے فدیہ لینے اور سال آئندہ اپنے قتل ہونے کو اختیار کیا۔

الحاصل رسول اللہ ﷺ نے صدیق اکبرؓ کی رائے کو پسند فرمایا اور فدیہ لے کر چھوڑ دینے کا حکم دیا اور دیگر اکابر صحابہ کی فدیہ لینے کی رائے اس لئے تھی کہ شاید یہی لوگ آئندہ چل کر مسلمان ہو جائیں اور اسلام کے معین و مددگار بنیں اور فدیہ سے فی الحال جو مال حاصل ہو وہ جہاد میں مدد دے اور دینی کاموں میں اس سے سہارا ملے اور ممکن ہے کہ فدیہ کا مشورہ دینے والوں میں کچھ افراد ایسے بھی ہوں کہ جن کا زیادہ مقصود حصول مال و منال ہو جس کا منشاء حب دنیا ہے اگرچہ وہ دنیا حلال ہی ہو یعنی مال غنیمت۔ اس پر بارگاہ خداوندی سے عتاب نازل ہوا اور یہ آیت نازل ہوئی:

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔ (الانفال: ۶۷، ۶۸)

"کسی نبی کے لئے یہ لائق نہیں کہ اس کے پاس قیدی آئیں یہاں تک کہ ان کو قتل کرے اور زمین میں خوب ان کا خون بہائے تم دنیا کا مال و منال چاہتے ہو اور اللہ آخرت کی مصلحت چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے اگر اللہ کا نوشتہ مقدر نہ ہو چکا ہوتا تو اس چیز کے بارے میں جو تم نے لی ہے ضرور تم کو بڑا عذاب پہنچتا۔"

اس خطاب سراپا عتاب کے اصل مخاطب وہی لوگ ہیں جنہوں نے زیادہ تر مالی فائدہ اور دنیاوی مصلحت کو پیش نظر رکھ کر فدیہ کا مشورہ دیا تھا جیسا کہ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا سے مترشح ہوتا ہے باقی جن حضرات نے محض دینی اور اخروی مصالح کی بنا پر فدیہ کا مشورہ دیا تھا وہ فی الحقیقت اس عتاب میں داخل نہیں اور حضور ﷺ نے محض صلہ رحمی اور رحمدلی کی بنا پر فدیہ کی رائے پسند فرمائی اور تاکہ دوسروں کو مالی فائدہ پہنچ جائے اور دوسروں کو مالی نفع پہنچانے کا تصور جود و کرم ہے اور غایت درجہ محمود ہے اور اپنے لئے مالی فائدے کو ملحوظ رکھنا یہ ناپسندیدہ ہے آیت میں عتاب ان لوگوں پر ہے جن کی زیادہ نظر مالی فائدہ پر تھی نبی کریم ﷺ اور صدیق اکبرؓ عتاب ربانی سن کر رو پڑے حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رونے کا سبب دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا تیرے ساتھیوں پر فدیہ لینے کی وجہ سے من جانب اللہ جو عذاب پیش کیا گیا اس کی وجہ سے روتا ہوں میرے سامنے ان کا عذاب اس درخت کے قریب پیش کیا گیا۔

عذاب فقط دکھایا گیا تھا اتارا نہیں گیا تھا مقصود فقط تنبیہ تھی بعد ازاں آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا کہ اگر اس وقت عذاب آتا تو سوائے عمرؓ کے کوئی نہ بچتا اور ایک روایت میں ہے کہ اور سوائے سعد بن معاذ کے چونکہ حضرت سعد کی بھی وہی رائے تھی جو حضرت عمرؓ کی تھی اس لئے حضرت عمرؓ کے ساتھ ان کو بھی مستثنیٰ کیا گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جنت میں اعلیٰ مرتبہ نصیب ہوگا

۵۸۹۱/۱۶وَعَنْ اَبِی سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذَاكَ الرَّجُلُ اَرْفَعُ اُمَّتِیْ دَرَجَةً فِی الْجَنَّةِ قَالَ اَبُوْ سَعِیْدٍ وَاللّٰهِ مَا كُنَّا نَرٰی ذَاكَ الرَّجُلَ اِلَّا عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ حَتّٰی مَضٰی لِسَبِیْلِهٖ۔

(رواه ابن ماجة)

أخرجه ابن ماجه في السنن ۳۵۹/۲ حديث رقم ۴۰۷۷

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص میری امت میں جنت کے اندر بہت بلند مرتبہ والا ہے حضرت ابوسعیدؓ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم ہماری رائے میں وہ شخص عمر بن خطابؓ کے علاوہ کوئی نہیں تھا یہاں تک کہ انہوں نے وفات پائی (ابن ماجہ)

تشریح: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذَاكَ الرَّجُلُ مبہم فرمایا ہے اس شخص کی تعیین نہیں فرمائی یا تو یہ ہوسکتا ہے کہ پہلے کسی شخص کا ذکر ہو رہا تھا اور اس کے اوصاف حمیدہ اور اخلاق حسنہ کا ذکر کرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ شخص جنت میں بہت بلند مرتبہ والا ہوگا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابہام کے ساتھ ویسے ہی ذلك الرجل فرمادیا اور مقصود یہ تھا کہ سامعین یہ سن کر اس مرتبہ کو حاصل کرنے کی کوشش کریں اور یہ مقام و مرتبہ طاعات' عبادات کو خوش اسلوبی کے ساتھ بجالانے سے اور اخلاق حسنہ اور اوصاف حمیدہ کے ساتھ متصف ہونے سے حاصل ہوگا۔

جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لیلۃ القدر کی تعیین نہیں فرمائی بلکہ اس کو مبہم رکھا تا کہ لوگ زیادہ سے زیادہ اس رات کو پانے اور اس کی فضیلت کو حاصل کرنے کی جدوجہد کریں لیلۃ القدر پانے کے لئے ایک رات کی بجائے کئی راتیں جاگیں۔

اس حدیث میں حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ہمارا گمان یہ تھا کہ ایسا شخص حضرت عمرؓ کے علاوہ کوئی اور نہیں ہو سکتا ہے کہ جو اعمال و کردار کی پختگی اور دوام کی وجہ سے جنت میں سب سے اعلیٰ مقام پر فائز ہو۔ اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس سے تو حضرت عمرؓ کی حضرت ابوبکر صدیقؓ پر فضیلت ثابت ہوتی ہے حالانکہ اہلسنت والجماعت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ سے افضل ہیں۔

اسکا ایک جواب تو یہ ہے کہ یہ تعیین خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمائی بلکہ حضرت ابوسعید خدریؓ نے اپنے گمان کے مطابق فرمائی کیونکہ ان کے گمان کے مطابق حضرت عمرؓ اپنی زندگی کے آغاز سے لے کر موت تک اعمال صالحہ اور اخلاق حسنہ کے ساتھ متصف رہے تو ذالك الرجل سے حضرت عمرؓ مراد ہونا یقینی نہیں بلکہ ظنی ہے اور دوسری بات یہ بھی کہی جاسکتی ہے کہ حضرت عمرؓ کی یہ فضیلت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانہ کی ہے اور اس پر بھی سب متفق ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمرؓ سب سے افضل ہیں اس لئے اس حدیث پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

اعمالِ صالح میں عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ کوشش کرنے والا کوئی نہ تھا

۵۸۹۲/۱۷وَعَنْ اَسْلَمَ قَالَ سَاَلَنِیْ ابْنُ عُمَرَ بَعْضَ شَاْنِهٖ یَعْنِیْ عُمَرَ فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ مَا رَاَیْتُ اَحَدًا قَطُّ

بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حِيْنِ قُبِضَ كَانَ اَجَدَّ وَاَجْوَدَ حَتّٰى انْتَهٰى مِنْ عُمَرَ۔

(رواه البخاري)

أخرجه البخاري في صحيحه ٤٢/٧ حديث رقم ٣٦٨٧

ترجمہ: حضرت اسلمؒ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے حضرت عمرؓ کے کچھ حالات دریافت کئے چنانچہ میں نے عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد میں نے عمرؓ سے زیادہ کسی کو نیک کاموں کی کوشش کرنے والا اور نیک کام کرنے والا نہیں دیکھا یہاں تک کہ عمرؓ آخر عمر کو پہنچے (بخاری)

تشریح اسلم ان کی کنیت ابورافع ہے یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں اور قبطی ہیں نام سے زیادہ ان کی کنیت مشہور ہے۔

علماء کرام نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ کی یہ فضیلت بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دور پر محمول ہے تاکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر ان کی فضیلت ثابت نہ ہو جو کہ احادیث کثیرہ اور عقیدہ اتفاقیہ کے خلاف ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت

۱۸/۵۸۹۳ وَعَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ لَمَّا طُعِنَ عُمَرُ جَعَلَ يَأْلَمُ فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ وَكَانَّهُ يُجَزِّعُهُ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا كُلَّ ذٰلِكَ لَقَدْ صَحِبْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَحْسَنْتَ صُحْبَتَهُ ثُمَّ فَارَقَكَ وَهُوَ عَنْكَ رَاضٍ ثُمَّ صَحِبْتَ اَبَا بَكْرٍ فَاَحْسَنْتَ صُحْبَتَهُ ثُمَّ فَارَقَكَ وَهُوَ عَنْكَ رَاضٍ ثُمَّ صَحِبْتَ الْمُسْلِمِيْنَ فَاَحْسَنْتَ صُحْبَتَهُمْ وَلَئِنْ فَارَقْتَهُمْ لَتُفَارِقَنَّهُمْ وَهُمْ عَنْكَ رَاضُوْنَ قَالَ اَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ صُحْبَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِضَاهُ فَاِنَّمَا ذٰلِكَ مَنٌّ مِنَ اللّٰهِ مَنَّ بِهٖ عَلَيَّ وَاَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ صُحْبَةِ اَبِيْ بَكْرٍ وَرِضَاهُ فَاِنَّمَا ذٰلِكَ مَنٌّ مِنَ اللّٰهِ مَنَّ بِهٖ عَلَيَّ وَاَمَّا مَا تَرٰى مِنْ جَزَعِيْ فَهُوَ مِنْ اَجْلِكَ وَمِنْ اَجْلِ اَصْحَابِكَ وَاللّٰهِ لَوْ اَنَّ لِيْ طِلَاعَ الْاَرْضِ ذَهَبًا لَاَفْتَدَيْتُ بِهٖ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ قَبْلَ اَنْ اَرَاهُ۔ (رواه البخاري)

أخرجه البخاري في صحيحه ٤٢/٧ حديث رقم ٣٦٩٢

ترجمہ: حضرت مسور بن مخرمہؓ سے روایت ہے وہ بیان فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ زخمی کیے گئے تو انہوں نے تکلیف کا اظہار کیا ان سے ابن عباسؓ نے اس طرح کہا گویا وہ سمجھتے تھے کہ تکلیف کا یہ اظہار صبر و برداشت کی کمی کی وجہ سے ہے اور تسلی دینے کے لئے کہا اے امیر المؤمنین یہ اظہار تکلیف آپ کی شان کے شایان نہیں ہے آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے اور آپ کی مصاحبت بہت اچھی رہی۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ سے رخصت ہوئے تو وہ آپ سے راضی تھے۔ پھر آپ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صحبت میں رہے اور ان کے ساتھ بھی آپ کی مصاحبت بہت اچھی رہی۔ پھر جب وہ آپ سے جدا ہوئے تو وہ آپ سے راضی اور خوش تھے۔ پھر اپنے ایام خلافت میں سب مسلمانوں کی صحبت میں رہے اور ان کے ساتھ بھی آپ کی مصاحبت خوب رہی اب اگر آپ مسلمانوں سے جدا ہوں گے تو مسلمان آپ سے راضی اور خوش ہوں گے۔ حضرت عمرؓ نے یہ سن کر کہا کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور ان کی رضا کا ذکر کیا ہے تو یہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا خاص احسان تھا

جو اس نے مجھ پر فرمایا اور اسی طرح ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ صحبت و رفاقت اور ان کی رضا کا جوذکر کیا وہ بھی خدا تعالیٰ کا انعام و احسان تھا اور میری طرف سے تکلیف اور پریشانی کا اظہار جو تم دیکھ رہے ہو وہ زخم کی تکلیف کی وجہ سے نہیں بلکہ تم لوگوں کی وجہ سے ہے (یعنی مجھے فکر اور ڈر ہے کہ تم لوگ میرے بعد فتنوں میں مبتلا نہ ہو جاؤ) (اور جہاں تک اخروی انجام کی فکر کا تعلق ہے تو) قسم ہے خدا کی اگر میرے پاس زمین بھر سونا ہوتا تو عذاب الٰہی کے بدلے میں اسے قربان کر دیتا اس سے پہلے کہ میں اس کے عذاب کو دیکھوں۔ (بخاری)

تشریح اس حدیث میں حضرت فاروق اعظم کے جس زخمی کئے جانے کا ذکر ہے وہ وہی ہے جس کے نتیجے میں آپؓ کی شہادت ہوئی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اختصار سے ان کی شہادت کا انتہائی المناک واقعہ ذکر کر دیا جائے۔ فاروق اعظمؓ کے دور خلافت میں ہی ایران فتح ہوا۔ ایران کے جو مجوسی جنگی قیدیوں کی حیثیت سے گرفتار کر کے لائے گئے وہ شرعی قانون کے مطابق مسلمانوں میں تقسیم کر دیئے گئے تاکہ وہ ان سے غلام اور خادم کی حیثیت سے کام لیں اور ان کے کھانے پینے وغیرہ ضروریات زندگی کی کفالت کریں اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔ ایران سے آئے ہوئے ان اسیران جنگ میں ایک بدبخت ابولولو نامی مجوسی بھی تھا جو مشہور صحابی مغیرہ بن شعبہؓ کے حوالے کیا گیا تھا اس نے فاروق اعظمؓ کو شہید کرنے کا منصوبہ بنایا اور ایک خنجر تیار کیا اور اس کو بار بار زہر میں بجھایا اور اس کے بعد رات میں مسجد نبوی کے محراب میں چھپ کر بیٹھ گیا۔ فاروق اعظمؓ فجر کی نماز بہت سویرے اندھیرے میں شروع کرتے اور بڑی بڑی سورتیں پڑھتے تھے۔ ذی الحجہ کی ستائیسویں تاریخ تھی وہ حسب معمول فجر کی نماز کے لئے تشریف لائے اور محراب میں کھڑے ہو کر نماز پڑھانی شروع کر دی ابھی تکبیر تحریمہ ہی کہی تھی کہ اس خبیث ایرانی مجوسی نے اپنے خنجر سے تین کاری زخم آپ کے شکم پر لگائے آپ بے ہوش ہو کر گر گئے حضرت عبدالرحمان بن عوف نے جلدی سے آپ کی جگہ آ کر مختصر نماز پڑھائی ابولولو نے بھاگ کر مسجد سے نکل جانا چاہا نمازیوں کی صفیں دیواروں کی طرح حائل تھیں پھر اس نے اور نمازیوں کو زخمی کر کے نکل جانا چاہا اس سلسلہ میں اس نے تیرہ صحابہ کرام کو زخمی کیا جن میں سے سات شہید ہو گئے اتنے میں نماز ختم ہو جانے کے بعد حضرت فاروق اعظمؓ کو اٹھا کر گھر لایا گیا تھوڑی دیر میں آپ کو ہوش آیا تو اسی حالت میں آپ نے نماز ادا کی۔ سب سے پہلے آپ نے پوچھا کہ میرا قاتل کون ہے بتلایا گیا کہ ابولولو مجوسی آپ نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ اس نے ایک کافر کے ہاتھ سے شہادت عطا فرمائی۔ آپؓ کو یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا کی قبولیت اس طرح مقدر فرمائی۔ آپ دعا کیا کرتے تھے کہ اے اللہ مجھے شہادت نصیب فرما اور میری موت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر مدینہ میں ہو۔ ایک دفعہ آپ کی صاحبزادی ام المؤمنین حضرت حفصہؓ نے آپؓ کی زبان سے یہ دعا سن کر عرض کیا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ فی سبیل اللہ شہید ہوں اور آپ کی وفات مدینہ ہی میں ہو (ان کا خیال تھا کہ فی سبیل اللہ شہادت کی صورت تو یہی ہے کہ اللہ کا بندہ میدان جہاد میں کافروں کے ہاتھ سے شہید ہو) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ قادر ہے اگر چاہے گا تو یہ دونوں نعمتیں مجھے نصیب فرما دے گا بہر حال آپ کو اپنی شہادت کا یقین ہو گیا آپؓ نے حضرت صہیبؓ کو اپنی جگہ امام نماز مقرر کیا اور اکابر صحابہ میں سے چھ حضرات کو (جو سب عشرہ مبشرہ میں سے تھے) نامزد کیا کہ وہ میرے بعد تین دن کے اندر مشورہ سے اپنے ہی میں سے ایک کو خلیفہ مقرر کر لیں۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے فرمایا کہ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کے پاس جاؤ اور

میری طرف سے سلام کے بعد عرض کرو کہ میری دلی خواہش یہ ہے کہ میں اپنے دونوں بزرگ ساتھیوں (یعنی آنحضرت ﷺ اور صدیق اکبرؓ) کے ساتھ دفن کیا جاؤں اگر آپ اس کے لئے دل سے راضی نہ ہوں تو پھر جنت البقیع میرے لئے بہتر ہے۔ انہوں نے ام المؤمنین کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ پیام پہنچایا انہوں نے فرمایا کہ وہ جگہ میں نے اپنے لئے رکھی تھی لیکن اب میں اپنے اوپر ان کو ترجیح دیتی ہوں۔ جب عبداللہ بن عمرؓ نے آپ کو یہ خبر پہنچائی تو فرمایا کہ میری سب سے بڑی تمنا یہی تھی اللہ کا شکر ہے کہ اس نے یہ بھی پوری فرمادی۔

۲۷ ذی الحجہ بروز چہارشنبہ آپ زخمی کئے گئے تھے کیم محرم بروز یکشنبہ وفات پائی جب آپ کا جنازہ نماز کے لئے رکھا گیا تو حضرت علی مرتضیٰؓ نے آپ کے بارے میں وہ فرمایا جو ناظرین کرام آگے فضائل شیخین میں درج ہونے والی حدیث میں پڑھیں گے نماز جنازہ حضرت صہیبؓ نے پڑھائی اور روضۂ اقدس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں آپ دفن کئے گئے۔

اس حدیث کے آخر میں حضرت فاروق اعظمؓ نے عبداللہ بن عباسؓ کو جواب دیتے ہوئے جو یہ فرمایا کہ تم جو مجھے بے چینی اور بے قراری کی حالت میں دیکھ رہے ہو یہ زخم کی تکلیف کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ یہ اس فکر اور اندیشہ کی وجہ سے ہے کہ میرے بعد تم لوگ فتنوں میں مبتلا نہ ہو جاؤ۔ اس کی بنیاد یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک موقع پر اشارہ فرمایا تھا کہ عمر فتنوں کے لئے بند دروازہ ہیں جب تک وہ ہیں امت فتنوں سے محفوظ رہے گی جب وہ نہ رہیں گے تو فتنوں کے لئے دروازہ کھل جائے گا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا ان کی شہادت کے بعد سے شیاطین الجن والانس کی طرف سے فتنوں کی تخم ریزی شروع ہوئی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آخری دور خلافت میں فتنہ اس حد تک پہنچ گیا کہ اپنے کو مسلمان کہنے والوں ہی کے ہاتھوں وہ انتہائی مظلومیت کے ساتھ شہید ہوئے اور اس کے بعد خانہ جنگی کا جو سلسلہ شروع ہوا اس میں ہزارہا صحابہ و تابعین شہید ہوئے۔ یہی وہ فتنے تھے جن کی فکر اور اندیشہ سے اپنے زخم کی تکلیف کو بھلا کر فاروق اعظمؓ بے چین اور مضطرب تھے اور آخر میں جو فرمایا: وَاللّٰہِ لَوْ اَنَّ لِیْ طِلَاعَ الْاَرْضِ ...... اس کا مقصد حضرت ابن عباسؓ کو یہ بتلانا تھا کہ میں جو اضطراب اور بے چینی محسوس کر رہا ہوں۔ اس کا ایک دوسرا سبب جو زیادہ اہم ہے وہ عذاب الٰہی کا خوف بھی ہے۔ فاروق اعظم کا یہ خوف ان کے کمال ایمان اور کمال معرفت کی دلیل تھی جس کا ایمان اور عرفان جس قدر کامل ہوگا اس پر اسی قدر خوف خدا کا غلبہ ہوگا۔

مؤلف نے حضرت عمرؓ کی کرامت ذکر کی ہے کہ جس میں حضرت عمرؓ کے خط سے دریائے نیل کے جاری ہونے کا ذکر ہے اس کو ہم تفصیل سے باب الکرامات میں خلاصۃ الابواب کے تحت ذکر کر چکے ہیں۔

خلاصة بَابِ مَنَاقِبِ عُمَرؓ

اس باب کی احادیث میں حضرت عمر فاروقؓ کے مندرجہ ذیل فضائل مذکور ہیں۔

نمبر ا حضرت عمر رضی اللہ عنہ محدث تھے:

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم سے پہلی امتوں میں محدث ہوتے تھے اور میری

امت میں اگر کوئی محدث ہے تو وہ عمر ہے۔

محدث کے معنی میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ نمبرا محدث بمعنی ملہم ہے یعنی جس کے دل میں من جانب اللہ کوئی بات ڈالی جائے۔ نمبر۲ مجمع البحار میں ہے کہ محدث اس شخص کو کہا جاتا ہے کہ جس کے دل میں کوئی بات ڈالی جائے اور پھر وہ شخص ایمانی فراست وذکاوت کے ذریعہ دوسروں تک اس بات کو پہنچائے۔ نمبر۳ بعض نے کہا کہ محدث اس شخص کو کہا جاتا ہے کہ جو اپنے گمان سے کوئی بات کہے اور وہی درست ہو اور تجربہ سے اس کی رائے درست ثابت ہو۔ نمبر۴ بعض حضرات کے نزدیک محدث وہ شخص ہے جس کے ساتھ فرشتے کلام کرتے ہوں۔

نمبر۲ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شیطان کا خوف زدہ ہونا:

حضرت عمرؓ کی یہ فضیلت کہ شیطان ان سے ڈرتا ہے بہت سی احادیث میں آئی ہے مثلاً

اس باب کی دوسری حدیث میں ہے کہ ازواج مطہرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ نفقہ کا مطالبہ کر رہی تھیں اس دوران ان کی آوازیں عام معمول سے کچھ زیادہ بلند ہو گئیں اتنے میں حضرت عمرؓ تشریف لے آئے تو وہ سب پردے میں چھپ گئیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتلایا کہ یہ عورتیں میرے پاس بیٹھی تھیں تمہاری آواز سن کر چھپ گئیں تو حضرت عمرؓ نے ان کو مخاطب ہو کر کہا کہ اے اپنی جان کی دشمنو تم مجھ سے ڈرتی ہو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ڈرتی پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو چھوڑ۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم وہ شخص ہو کہ جب شیطان تمہیں دیکھ لیتا ہے تو اس راستہ سے کترا کر دوسرا راستہ اختیار کر لیتا ہے جس پر تم چلتے ہو۔

اس باب کی حدیث نمبر۱۲ میں ہے کہ ایک حبشی لڑکی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غزوہ سے بخیر وعافیت واپسی کی خوشی میں دف بجا رہی تھی کہ اتنے میں حضرت ابوبکرؓ حضرت علیؓ حضرت عثمان رضی اللہ عنہم یکے بعد دیگرے تشریف لائے لیکن وہ دف بجاتی رہی اتنے میں حضرت عمرؓ تشریف لے آئے تو اس نے دف بجانا چھوڑ دیا اور دف کو اپنے نیچے چھپالیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے فرمایا اے عمرؓ شیطان تجھ سے ڈرتا ہے یہ لڑکی میری موجودگی میں دف بجاتی رہی پھر ابوبکرؓ علیؓ عثمان رضی اللہ عنہم آئے اس وقت بھی بجاتی رہی لیکن تم آئے تو اس نے دف بجانا بند کر دیا اور اس کو چھپالیا۔

حدیث نمبر۱۳ میں بھی اسی طرح کا قصہ ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک پرشور آواز سنائی دی پھر بچوں کا شور سنائی دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے تو دیکھا کہ ایک حبشی عورت اچھل کود کر رہی ہے اور بچے اس کے گرد کھڑے ہوئے اس کو دیکھ رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کو بھی یہ کھیل دکھایا۔ اتنے میں حضرت عمرؓ تشریف لے آئے تو سب لوگ منتشر ہو گئے اور کھیل ختم ہو گیا یہ دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں دیکھ رہا ہوں کہ انسانوں اور جنوں کے شیطان عمرؓ کے خوف سے (کس طرح) بھاگ رہے ہیں۔

نمبر۳ جنت میں عمرؓ کا محل حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا:

حضرت عمرؓ کی یہ فضیلت بھی ہے کہ دنیا میں ان کی حیات ہی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کے موقعہ پر جنت میں ان کا محل دکھایا گیا جیسا کہ حدیث نمبر۳ میں مذکور ہے۔

نمبر۴ خلافتِ عمر رضی اللہ عنہ میں دین کو شان وشوکت حاصل ہونے کی پیشینگوئی:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لوگوں کو پیش کیا جارہا ہے ان سب پر قمیصیں ہیں لیکن ان میں سے بعض پر قمیص صرف سینے تک ہے اور بعض کی قمیص اس سے نیچے ہے اور جب حضرت عمر بن خطابؓ کو پیش کیا گیا تو ان پر اتنی لمبی قمیص تھی کہ جو زمین پر گھسٹ رہی تھی۔ صحابہ نے جب اس خواب کی تعبیر پوچھی تو فرمایا اس سے مراد دین ہے مراد یہ ہے کہ عمرؓ کی ذات سے دین کو تقویت حاصل ہوگی کیونکہ ان کا زمانہ خلافت طویل ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جتنی شان وشوکت دین اسلام کو ان کے زمانہ میں حاصل ہوئی اس کی نظیر نہیں ملتی۔

اسی طرح اس باب کی حدیث نمبر۶ میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک کنویں پر ہیں جس پر ڈول رکھا ہوا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ڈول کے ذریعے اس کنویں سے پانی کھینچا جتنا اللہ نے چاہا پھر وہ ڈول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لے لیا انہوں نے ایک دو ڈول نکالے اور ان کے اس عمل میں کچھ کمزوری تھی پھر ڈول بڑا ہو گیا اور ابن خطاب نے پکڑ لیا حضور اقدسؐ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی جوان اور قوی شخص کو ایسا نہیں پایا جو عمرؓ کی طرح اس ڈول سے پانی کھینچتا ہو۔ انہوں نے اتنا پانی کھینچا کہ نہ صرف تمام لوگ سیراب ہوئے اور انہوں نے اپنے اونٹوں کو سیراب کیا بلکہ لوگوں نے پانی کی فراوانی کی وجہ سے اس جگہ کو اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ بنالیا۔

حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں آکر ڈول کے بڑا ہونے سے اس طرف اشارہ ہے کہ وہ دین کو چار دانگ عالم میں پھیلانے بڑھانے اور مضبوط کرنے میں ایسی کوشش کریں گے جس کا اتفاق نہ ان سے پہلے کسی کو ہوا اور نہ بعد میں کسی کو ہوگا۔ نیز ان کا زمانہ خلافت ہر خاص وعام اور ہر چھوٹے بڑے کے لئے دینی ودنیاوی فوائد ومصالح سے بھرپور ہوگا۔

نمبر۵ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی علمی بزرگی:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دودھ کا ایک پیالہ لایا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے پیا اور اتنا پیا کہ دودھ کی سیرابی اور تری میرے ناخنوں سے نکلنے لگی پھر میں نے اپنا بچا ہوا عمر بن خطابؓ کو دے دیا۔ صحابہ نے اس خواب کی تعبیر پوچھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دودھ سے مراد علم تھا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرماتے ہوئے علم حق میں حضرت عمرؓ کا خاص حصہ تھا۔

نمبر۶ موافقاتِ عمر فاروق رضی اللہ عنہ:

حضرت عمرؓ کی ایک اہم صفت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ ان کی زبان پر حق جاری فرمادیتے تھے اور بہت سے مواقع ایسے بھی آئے کہ حضرت عمرؓ نے جو کچھ سوچا یا جو رائے دی تو وحی اسی کی تائید میں نازل ہوئی اور بسا اوقات تو انہیں الفاظ کے ساتھ نازل ہوئی جو الفاظ حضرت عمرؓ کی زبان سے صادر ہوئے۔ چنانچہ تحدیث بالنعمۃ کے طور پر خود حضرت عمرؓ نے ان کو بیان فرمایا ہے کہ تین باتوں میں میں نے اپنے رب کی موافقت کی۔ نمبر۱ مقام ابراہیم کو مصلی بنانے میں۔ نمبر۲ پردے کے بارے میں۔ نمبر۳ بدر کے

قیدیوں کے بارے میں۔ اور ایک روایت میں ایک چیز (یعنی واقعہ غیرت) کا اضافہ ہے۔ ان سب کی تفصیل احادیث کی تشریح کے تحت گزر چکی ہے۔

اور یہ سب کچھ آپؓ کے محدث ہونے کا ثمرہ تھا جس کی خبر نبی کریم ﷺ نے دی تھی اور اسی طرح اس باب کی نمبر ۲ حدیث میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کی زبان وقلب پر حق جاری فرما دیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم یعنی اہل بیت یا جماعت صحابہ اس بات کو بعید نہیں جانتے تھے کہ حضرت عمرؓ کی زبان پر سکینت وطمانیت جاری ہوتی ہے یعنی جب کسی معاملہ میں حضرت عمرؓ رائے دیتے ہیں تو دلوں کو سکون وطمانیت حاصل ہوتی اور یہ اطمینان ہو جاتا ہے کہ حق یہی ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرما رہے ہیں۔

نمبر ۷ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام دعائے نبوی کا ثمرہ ہے:

اولاً نبی کریم ﷺ نے یہ دعا کی کہ اے اللہ ابوجہل کے ذریعے یا عمر بن خطابؓ کے ذریعے دین کو تقویت عطا فرما پھر آپ ﷺ کو بذریعہ وحی معلوم ہوا کہ ابوجہل ایمان نہ لائے گا تو آپ ﷺ نے یہ دعا کی اے اللہ خاص عمرؓ سے دین کو تقویت عطا فرما۔ چنانچہ اس دعا کی برکت سے حضرت عمرؓ ایمان لائے اور دین کی سربلندی اور تقویت کا کام اللہ نے ان سے لیا۔ یہ سب کچھ دعائے نبوی کا ثمرہ تھا۔

نمبر ۸ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت بزبانِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ:

حضرت عمرؓ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو یہ کہہ کر مخاطب کیا اے وہ ذات گرامی جو رسول اللہ ﷺ کے بعد سب انسانوں سے بہتر ہے۔ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا اے عمرؓ اگر تم میرے بارے میں یہ کہتے ہو تو جان لو کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آفتاب کسی ایسے شخص پر طلوع نہیں ہوا جو عمرؓ سے بہتر ہو۔

نمبر ۹ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کی انتہاء:

حضرت عقبہ بن عامر کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن الخطاب نبی ہوتے۔ مطلب یہ کہ اگر سلسلہ نبوت جاری رہتا اور بالفرض اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی نبی میرے بعد مبعوث ہوتا تو عمر بن الخطابؓ اپنی روحانی خصوصیات کی وجہ سے اس لائق ہیں کہ ان کو نبی بنایا جائے یہ حضرت عمرؓ کی انتہائی فضیلت ہے اس لئے کہ نبوت سے بڑھ کر فضیلت کا اور کوئی درجہ نہیں ہے۔

نمبر ۱۰ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جنت میں اعلیٰ مقام:

ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ شخص میری امت میں جنت کا بلند ترین مقام پائے گا۔ راوی حدیث حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں کہ ہمارے گمان کے مطابق اس شخص سے مراد حضرت عمرؓ ہی ہیں کیونکہ اس مقام ومرتبہ کے لئے جن اوصاف کی ضرورت ہے وہ تمام اوصاف حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں آخر زندگی تک بدرجہ اتم پائے جاتے تھے۔

نمبر ۱۱ اعمال صالحہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سب سے سرگرم تھے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت اسلم سے حضرت عمرؓ کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد حضرت عمرؓ سے بڑھ کر کسی شخص کو نہیں دیکھا جو اپنی زندگی کے آخری لمحوں تک اچھے کاموں میں سب سے زیادہ سرگرم اور سب سے زیادہ نیک رہا ہو۔

نمبر ۱۲ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا آخری لمحات میں مواخذہ سے ڈرنا:

حضرت عمرؓ جیسا عادل اور منصف شخص کہ جس نے صرف انسانوں میں عدل وانصاف قائم نہیں کیا بلکہ ان کے عدل و انصاف سے جانور تک مستفید ہوئے اور جن کی حق گوئی اور انصاف ضرب المثل تھا بے انصافی' ظلم وجور کا ان کے دور خلافت میں نام ونشان تک نہ تھا ان کا جب انتقال ہو رہا تھا تو وہ مواخذہ سے ڈر رہے تھے اور یہ تمنا کر رہے تھے کہ اگر میرے پاس تمام زمین کے برابر سونا ہوتو میں اس کو اللہ کے عذاب کے بدلے میں قربان کردوں قبل اس کے کہ میں اللہ کا عذاب دیکھوں۔ یہ ان کی انتہائی عاجزی اور کسر نفسی کی دلیل ہے۔

بَابُ مَنَاقِبِ اَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا

یہ باب ہے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے مناقب میں

پہلے باب میں صرف وہ احادیث بیان کی گئی تھیں کہ جن میں صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب کا ذکر تھا اس کے بعد دوسرے باب میں حضرت فاروق اعظمؓ کے فضائل ومناقب سے تعلق رکھنے والی احادیث بیان کی گئیں تھیں اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چندوہ ارشادات پیش کئے جا رہے ہیں کہ جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں خاص رفیقوں کا ایک ساتھ ذکر فرمایا ہے جس سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر مبارک میں ان دونوں کا خاص الخاص مقام تھا اور بہت سے موقعوں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کا اپنے ساتھ اس طرح ذکر فرمایا ہے کہ گویا یہ دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شریک حال اور خاص رفیق کار ہیں اور حقیقت بھی یہی تھی کہ یہ دونوں حضرات پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر' مشیر باتدبیر' تمام امور کے امین اور تمام احوال و اوقات کے مصاحب وہمنشین تھے۔

الفصل الاول:

شیخین رضی اللہ عنہما کے کمال ایمان کی شہادت

۵۸۹۴/۱: عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ بَیْنَمَا رَجُلٌ یَسُوْقُ بَقَرَۃً اِذْاَعْیٰ

فَرَكِبَهَا فَقَالَتْ اِنَّا لَمْ نُخْلَقْ لِهٰذَا اِنَّمَا خُلِقْنَا لِحِرَاثَةِ الْاَرْضِ فَقَالَ النَّاسُ سُبْحَانَ اللّٰهِ بَقَرَةٌ تَكَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنِّيْ اُوْمِنُ بِهٖ اَنَا وَاَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ وَمَاهُمَا ثَمَّ وَقَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ فِيْ غَنَمٍ لَهٗ اِذْ عَدَا الذِّئْبُ عَلٰى شَاةٍ مِنْهَا فَاَخَذَهَا فَاَدْرَكَهَا صَاحِبُهَا فَاسْتَنْقَذَهَا فَقَالَ لَهُ الذِّئْبُ فَمَنْ لَهَا يَوْمَ السَّبُعِ يَوْمَ لَا رَاعِيَ لَهَا غَيْرِيْ فَقَالَ النَّاسُ سُبْحَانَ اللّٰهِ ذِئْبٌ يَتَكَلَّمُ فَقَالَ اُوْمِنُ بِهٖ اَنَا وَاَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ وَمَاهُمَا ثَمَّ۔ (متفق علیہ)

أخرجه البخاري في صحيحه ٦/٥١٦ حديث رقم ٣٤٧١ ومسلم في صحيحه ٤/١٨٥٧ حديث رقم (١٣-٢٣٨٨) والترمذي في السنن ٥/٥٧٥ حديث رقم ٣٦٧٧

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا ایک شخص ایک گائے کو ہانکے چلا جا رہا تھا جب وہ تھک گیا تو گائے کے اوپر سوار ہو گیا گائے نے اس سے کہا ہمیں اس کام (یعنی سواری کے لئے) نہیں پیدا کیا گیا بلکہ کاشتکاری کے لئے کاموں کے پیدا کیا گیا ہے لوگوں نے (اس واقعہ پر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے) کہا سبحان اللہ گائے بھی بولتی ہے رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا میں اس (گائے کے بولنے) پر ایمان لاتا ہوں اور ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمرؓ بھی ایمان لاتے ہیں اور اس وقت ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمرؓ وہاں موجود نہ تھے اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ایک شخص اپنی بکریوں کے ریوڑ میں تھا کہ ایک بھیڑیے نے ان میں سے ایک بکری پر حملہ کیا اور اس کو اٹھا کر لے گیا پھر بکری کا مالک وہاں پہنچا اور بھیڑیے سے بکری کو چھڑا لیا۔ بھیڑیے نے چرواہے سے کہا سبع کے دن بکریوں کا محافظ کون ہوگا جب میرے سوا بکریوں کا چرواہا کوئی نہ ہوگا لوگوں نے تعجب سے سبحان اللہ کہا کہ بھیڑیا بھی باتیں کرتا ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں اور ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمرؓ اس پر ایمان لائے اور اس وقت ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمرؓ وہاں موجود نہ تھے۔ (متفق علیہ)

تشریح: ایمان کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے پیغمبر ﷺ وحی کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر جو کچھ بیان فرمائیں اس پر یقین کیا جائے اور اس کو بغیر شک وشبہ کے حق مانا جائے اگر چہ دنیا کے عام حالات کے لحاظ سے وہ بات ناقابل فہم ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے بیل اور بھیڑیے کے کلام کرنے کی جو بات بیان فرمائی وہ اسی طرح کی بات تھی اسی وجہ سے بعض حاضرین نے تعجب کا اظہار کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرا ایمان ہے کہ یہ حق ہے اور اپنے ساتھ ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمرؓ کا بھی نام لے کر فرمایا کہ ان دونوں کا بھی ایمان ہے کہ یہ حق ہے راوی کا بیان ہے کہ یہ بات آپ ﷺ نے ایسے وقت فرمائی جبکہ ان دونوں میں سے کوئی بھی وہاں موجود نہ تھا اس لئے یہ شبہ بھی نہیں ہو سکتا کہ ان دونوں کا لحاظ کرتے ہوئے اور ان کو خوش کرنے کے لئے یہ بات فرمائی ہو۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے شیخین (ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمرؓ) کے کمال ایمان اور ایمانی کیفیت میں حضور ﷺ کے قریب تر ہونے اور اس بارے میں ان کے اختصاص و امتیاز کی دلیل اور شہادت ہے اور ان دونوں حضرات کے بارے میں حضور اقدس ﷺ کے اس رویہ کی یہ ایک اہم مثال ہے جس کا ذکر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی ایک روایت میں کیا ہے کہ بہت سے موقعوں پر رسول اللہ ﷺ اپنے ساتھ ان دونوں حضرات کا ذکر بھی نام لے کر فرمایا کرتے تھے۔

لَمْ نُخْلَقْ لِهٰذَا: اس میں اس بات پر دلیل ہے کہ گائے پر سوار ہونا اور اس پر بوجھ لادنا مناسب نہیں ہے ابن حجر عسقلانی شارح بخاری فرماتے ہیں کہ ان الفاظ سے علماء نے اس پر استدلال کیا ہے کہ چوپاؤں کو صرف ان کاموں کے لئے

استعمال کیا جائے جن میں استعمال کا رواج اور عادت ہے دوسرے کاموں میں ان کو استعمال نہ کیا جائے اور یہ بھی احتمال ہے کہ جانوروں کو جن مقاصد کے لئے پیدا کیا گیا ہے ان میں سے بھی جو مقصد عمدہ اور اچھا ہو صرف اسی میں ان کو استعمال کیا جائے یہی اولیٰ اور افضل ہے حصر مقصود نہیں ہے کہ چوپایوں کو صرف کھیتی وغیرہ کے لئے استعمال کیا جائے اس لئے کہ ان جانوروں کو ذبح کر کے گوشت حاصل کرنا بھی ان کا ایک مقصد تخلیق ہے۔

يَوْمَ السَّبْعِ :السّبع باء کا جزم اور ضمہ دونوں جائز ہیں اس سے کیا مراد ہے اس میں مختلف رائیں ہیں۔

نمبرا: بعض حضرات نے کہا کہ سبع (باء کے جزم کے ساتھ) سے مراد فتنے ہیں کہ جب فتنے عام ہو جائیں گے لوگ جنگ وجدال میں منہمک ومصروف ہو جائیں گے اور ان کو بکریوں کے چرانے اور حفاظت کرنے کا ہوش نہیں رہے گا تو اس وقت میں ان کا چرواہا ہوں گا۔ تو گویا سبع واسباع کا معنی ہوا مہمل اور بے کار چھوڑنا۔

نمبر۲: بعض حضرات نے کہا کہ سبع (باء کے جزم کے ساتھ) ایک عید کا نام ہے جو جاہلیت کے زمانے میں منائی جاتی تھی اس میں لوگ اپنے ریوڑ اور گلے جنگلوں میں چھوڑ دیتے اور خود عید منانے میں مصروف ہو جاتے تو بھیڑیا یہ کہہ رہا ہے کہ پہلے تو میں ان کا چرواہا ہوتا تھا اور جس کو چاہتا کھاتا تھا اب تم ان کے نگہبان بنے پھرتے ہو۔ یا مراد آئندہ کی خبر دینا ہے کہ اب بھی عید آتی ہے اور تم عید منانے میں مصروف ہوتے تو اس وقت میں دیکھوں گا کہ تمہاری بکریوں کی حفاظت کون کرتا ہے اور کون ان کو مجھ سے چھڑاتا ہے۔ سبع (باء کے ضمہ کے ساتھ ہو) تو بھی اس میں مذکورہ دونوں معانی کا احتمال ہے۔

اور مشارق میں ہے کہ بعضوں نے کہا کہ یہ لفظ یوم السیع یعنی باء کی جگہ یاء ہے جس کے معنی ضائع ہونے کے ہیں اور سیع بمعنی ضیاع ہے۔

راجح قول یہ ہے کہ اس سے مراد قیامت کے قریب کے وہ دن ہیں جب قیامت کے آثار ظاہر ہو جائیں گے اس وقت لوگ بھیڑ بکری وغیرہ اپنے مویشیوں کی حفاظت اور دیکھ بھال کو بالکل بھول جائیں گے وہ لاوارث ہو کر جنگلوں میں پھریں گے اور گویا بھیڑیے وغیرہ درندے ہی ان کے وارث و مالک ہوں گے اسی لحاظ سے اس کو یوم السبع (درندوں کا دن) کہا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

۲/۵۸۹۵ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنِّیْ لَوَاقِفٌ فِیْ قَوْمٍ فَدَعَوُا اللّٰهَ لِعُمَرَ وَقَدْ وُضِعَ عَلٰی سَرِیْرِهٖ اِذَا رَجُلٌ مِّنْ خَلْفِیْ قَدْ وَضَعَ مِرْفَقَهٗ عَلٰی مَنْكِبِیْ یَقُوْلُ یَرْحَمُكَ اللّٰهُ اِنِّیْ لَاَرْجُوْ اَنْ یَّجْعَلَكَ اللّٰهُ مَعَ صَاحِبَیْكَ لِاَنِّیْ كَثِیْرًا مَا كُنْتُ اَسْمَعُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ كُنْتُ وَاَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ وَفَعَلْتُ وَاَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ وَانْطَلَقْتُ وَاَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ وَدَخَلْتُ وَاَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ وَخَرَجْتُ وَاَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ فَالْتَفَتُّ فَاِذَا عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ۔ (متفق علیہ)

أخرجه البخاري في صحيحه ۲۲/۷ حديث رقم ۳۶۷۷ ومسلم في صحيحه ۱۸۵۸/۴ حديث رقم (۱۴-۲۳۸۹) وابن ماجه في السنن ۳۷/۱ حديث رقم ۹۸۔

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں لوگوں کے درمیان تھا کہ لوگوں نے حضرت عمرؓ کے لئے دعا خیر کی (یعنی ان

کی وفات کے دن) اس وقت عمرؓ کی نعش (نہلانے کے لئے) تخت پر رکھی گئی تھی میں کھڑا ہوا تھا کہ ایک شخص میرے پیچھے آیا اور اپنی کہنی میرے مونڈھے پر رکھ کر کہنا شروع کیا۔ عمرؓ خدا تم پر رحم کرے۔ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارے دونوں دوستوں (حضور ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ) کے پاس پہنچا دے گا (یعنی تینوں کو ایک جگہ کر دے گا) اس لئے کہ میں نے اکثر رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں تھا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمرؓ۔ میں نے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمرؓ نے کیا میں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمرؓ نکلے۔ (یعنی آپ ﷺ اپنے ہر کام اور فعل میں ان کو شریک رکھتے تھے) میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ حضرت علی بن ابی طالبؓ تھے (متفق علیہ)

الفصل الثانی:

حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کا مقام علیین سے بھی بلند ہے

۳/۵۸۹۲ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَھْلَ الْجَنَّۃِ لَیَتَرَاءَ وْنَ اَھْلَ عِلِّیِّیْنَ کَمَا تَرَوْنَ الْکَوْکَبَ الدُّرِّیَّ فِیْ اُفُقِ السَّمَآءِ وَاِنَّ اَبَا بَکْرٍ وَّعُمَرَ مِنْھُمْ وَاَنْعَمَا۔

(رواہ فی شرح السنۃ وروی نحوہ ابو داود والترمذی وابن ماجۃ)

أخرجہ ابو داؤد فی السنن ۲۸۷/۴ حدیث رقم ۳۹۸۷ والترمذی فی السنن ۵۶۷/۵ حدیث رقم ۳۶۵۸ وابن ماجہ فی السنن ۳۷/۱ حدیث رقم ۹۶ و احمد فی المسند ۲۶/۳ (فی المخطوطۃ یعنیھم)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جنت کے اندر جنت والے اہل علیین کو ایسے دیکھیں گے جیسے تم روشن ستارے کو دیکھتے ہیں آسمان کے افق میں اور بے شک ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر علیین والوں میں سے ہوں گے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ہوں گے۔ روایت کیا ہے اس کو بیہقی نے شرح السنہ میں اور اسی کی مثل روایت کیا ہے ابوداؤد، امام ترمذی اور ابن ماجہ نے۔

تشریح ۞ یعنی علیین والے عام جنتیوں سے اتنے بلند ہوں گے کہ عام جنتی ان کو اس طرح دیکھیں گے جس طرح ہم زمین پر رہ کر آسمان پر چمکنے والے ستاروں کو دیکھتے ہیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمرؓ کا مقام تو علیین سے بھی بڑھ کر ہوگا۔

عِلِّیِّیْنَ: عین اور لام پر زیر ہے پہلی یاء مشدد ہے اور دوسری یاء ساکن ہے۔ علیین سے مراد ساتویں آسمان پر وہ مقام ہے کہ جہاں مؤمنین کی ارواح کو رکھا جاتا ہے اور بعض حضرات کے نزدیک اس سے مراد وہ مقام ہے کہ جہاں نیک لوگوں کے نامہ اعمال رکھے جاتے ہیں۔

اَلْکَوْکَبَ الدُّرِّیَّ: دری دال کے ضمہ اور راء کی تشدید کے ساتھ اور آخر میں یا نسبت کی مشدد ہے یہ منسوب ہے لفظ در یعنی موتی کی طرف۔ گویا کوکب کو موتی کے ساتھ تشبیہ دی ہے روشن اور چمکدار ہونے میں۔

حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما جنت کے اُدھیڑ عمر لوگوں کے سردار ہیں

۴/۵۸۹۷ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ سَيِّدَا كُهُوْلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ اِلَّا النَّبِيِّيْنَ وَالْمُرْسَلِيْنَ۔ (رواہ الترمذی ورواہ ابن ماجۃ عن علی)

أخرجه الترمذي في السنن ٥/ ٥٧٠ حديث رقم ٣٦٦٤ و احمد في المسند ١/ ٨٠۔ أخرجه ابن ماجه في السنن ١/ ٣٦ حديث رقم ٩٥۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر اُدھیڑ عمر والے اولین وآخرین میں سے تمام جنتیوں کے سردار ہیں سوائے انبیاء ومرسلین کے (ترمذی)

تشریح مطلب یہ ہے کہ بنی آدم میں سے جو لوگ ادھیڑ عمر کو پہنچے اور اس کے بعد وفات پائی اور وہ ایمان اور اعمال صالحہ کی وجہ سے جنت میں جانے والے ہیں خواہ وہ گزشتہ امتوں کے لوگ ہیں جن میں اصحاب کہف وغیرہ اور حضرت خضر بھی شامل ہیں بشرطیکہ خضر ولی ہوں نبی نہ ہوں۔ خواہ آئندہ زمانے کے اولیاء شہداء اتقیاء ابرار صالحین ہوں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر جنت میں ان سب کے سردار ہوں گے اور ان کا درجہ ان سب سے بالاتر ہوگا سوائے انبیاء ومرسلین کے یعنی جنت میں سب سے فائق وبالاتر انبیاء ومرسلین ہوں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی ارشاد ابن ماجہ نے اپنی سنن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے۔

یہ تو معلوم ہی ہے کہ جنت میں تو کوئی بھی ادھیڑ عمر کا نہیں ہوگا سب ''جوان'' ہوں گے اس لئے ''ادھیڑ عمر والوں'' سے مراد وہ لوگ ہیں جو ادھیڑ عمر میں اس دنیا سے کوچ کر گئے۔ (ایوب)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد شیخین رضی اللہ عنہما کی اقتداء کا حکم

۵/۵۸۹۸ وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ لَا اَدْرِيْ مَا بَقَائِيْ فِيْكُمْ فَاقْتَدُوْا بِاللَّذَيْنِ مِنْ بَعْدِيْ اَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ۔ (رواہ الترمذی)

أخرجه الترمذي في السنن ٥/ ٥٧٠ حديث رقم ٣٦٦٣ وابن ماجه في السنن ١/ ٣٧ حديث رقم ٩٧ واحمد في المسند ٥/ ٣٨٢

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ کب تک تم لوگوں میں باقی رہوں گا (تو جب میں تمہارے اندر نہ ہوں) تو تم اقتداء کرنا ان کی جو میرے بعد ہیں یعنی ابو بکر رضی اللہ عنہ وعمر۔ (ترمذی)

تشریح اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر منکشف کر دیا گیا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ دونوں خاص رفیق ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر یکے بعد دیگرے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی امامت وقیادت کریں گے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی کہ میرے بعد ان کی اقتداء اور پیروی کی جائے۔

حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے ساتھ خصوصی محبت کا انداز

۶/۵۸۹۹ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ لَمْ يَرْفَعْ اَحَدٌ رَأْسَهٗ غَيْرَ اَبِیْ بَكْرٍ وَعُمَرَ كَانَ يَتَبَسَّمَانِ اِلَيْهِ وَيَتَبَسَّمُ اِلَيْهِمَا۔

(رواه الترمذي وقال هذا حديث غريب)

أخرجه الترمذي في السنن ۵/۵۷۱ حديث رقم ۳۶۶۸۔

ترجمہ: حضرت انس سے روایت ہے وہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں تشریف لاتے تو سوائے ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر کے کوئی شخص سر نہیں اٹھا سکتا تھا یہ دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھ کر مسکراتے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کی طرف دیکھ کر مسکراتے تھے۔ (ترمذی)

تشریح: یہ محبوبوں کی خاص ادا و عادت ہوتی ہے کہ جب آپس میں ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کو دیکھ کر بے اختیار مسکرانے لگتے ہیں۔

قیامت میں بھی شیخین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوں گے

۷/۵۹۰۰ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ ذَاتَ يَوْمٍ وَدَخَلَ الْمَسْجِدَ وَاَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ اَحَدُهُمَا عَنْ يَمِيْنِهٖ وَالْاٰخَرُ عَنْ شِمَالِهٖ وَهُوَ اٰخِذٌ بِاَيْدِيْهِمَا هٰكَذَا نُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

(رواه الترمذي وقال هذا حديث غريب)

أخرجه الترمذي في السنن ۵/۵۷۲ حديث رقم ۳۶۶۹ وابن ماجه ۱/۲۸ حديث رقم ۹۹۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن (حجرہ مبارک سے) باہر تشریف لائے اور مسجد میں اس حال میں تشریف لائے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر میں سے ایک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں طرف تھا اور دوسرا بائیں طرف اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کے ہاتھ پکڑے ہوئے تھے اور فرمایا قیامت کے روز ہم اسی طرح اٹھائے جائیں گے۔ (ترمذی)

تشریح: حدیث کا مطلب ظاہر ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو بتلایا کہ تم جس طرح اس وقت دیکھ رہے ہو کہ یہ دونوں میرے ساتھ ہیں اور میں ان دونوں کا ہاتھ پکڑے ہوئے ہوں قیامت کے دن ہم تینوں اسی طرح ساتھ اٹھیں گے اور ساتھ ہوں گے۔ بلاشبہ یہ ان دونوں حضرات کی خاص فضیلت ہے اس میں کوئی اور شریک نہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دوسرے اصحاب کو ان کی اس خصوصیت اور فضیلت سے مطلع فرمانا بھی ضروری سمجھا۔

حضرات شیخین کان اور آنکھوں کی طرح امت میں اشرف ہیں

۸/۵۹۰۱ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ حَنْطَبٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى اَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ فَقَالَ هٰذَا

بِالسَّمْعُ وَالْبَصَرُ۔ (رواه الترمذی مرسلا)

أخرجه الترمذي في السنن ٥٧٦/٥ حديث رقم ٣٦٧١

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن حنطب سے روایت ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر یہ فرمایا یہ دونوں (مسلمانوں کے لئے) بمنزلہ کان اور آنکھ کے ہیں۔ (ترمذی)

تشریح: اس حدیث کے مختلف معانی بیان کئے گئے ہیں۔

نمبر۱: جس طرح جسم میں کان اور آنکھ افضل الاعضاء اور نفاست میں سب سے بلند ہیں اسی طرح امت میں حضرات شیخینؓ تمام لوگوں سے اعلیٰ اور افضل ہیں۔

نمبر۲: اسی سے ملتا جلتا ایک دوسرا مطلب بعض حضرات نے یہ بیان کیا ہے کہ ان کی دین میں مثال ایسے ہی ہے جیسا کہ آنکھ اور کان ہیں جسم کے لئے۔

نمبر۳: یہ بھی ممکن ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ یہ دونوں میرے لئے بمنزلہ کان اور آنکھ کے ہیں کہ میں ان کے ذریعے سے سنتا ہوں اور انہیں کے ذریعہ دیکھتا ہوں اور یہ معنی اس روایت سے بھی مفہوم ہوتا ہے کہ جس میں ان حضرات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا وزیر و وکیل فرمایا ہے۔

نمبر۴: یہ بھی ممکن ہے کہ ان کو آنکھ اور کان فرمانا ان کے حق سن کر اس پر عمل کرنے اور آفاق عالم میں ذات حق کے مشاہدہ پر شدت حرص کی وجہ سے ہو۔

شیخین رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دُنیا کے وزیر ہیں

۵۹۰۲/۹ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ نَبِیٍّ اِلَّا وَلَهٗ وَزِیْرَانِ مِنْ اَهْلِ السَّمَاءِ وَوَزِیْرَانِ مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ فَاَمَّا وَزِیْرَایَ مِنْ اَهْلِ السَّمَاءِ فَجِبْرَئِیْلُ وَمِیْکَائِیْلُ وَاَمَّا وَزِیْرَایَ مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ فَاَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ۔ (رواه الترمذی)

أخرجه الترمذي في السنن ٥٧٦/٥ حديث رقم ٣٦٨٠

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر نبی کے دو وزیر ہوتے ہیں آسمان والوں میں سے (یعنی ملائکہ میں سے) اور دو وزیر ہوتے ہیں زمین میں بسنے والے انسانوں میں سے آسمان والوں میں سے میرے وزیر جبرائیل اور میکائیل ہیں اور زمین والوں میں سے میرے وزیر ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمرؓ ہیں۔ (ترمذی)

تشریح: اہل آسمان میں سے دو وزیر ہوتے ہیں یعنی فرشتوں میں سے دو فرشتے مقرر ہوتے ہیں جو عالم ملکوت سے اس نبی کی مدد و اعانت کرتے ہیں

اور اہل زمین میں سے دو وزیر ہوتے ہیں یعنی مخلصین محبین میں سے دو شخص ایسے ہوتے ہیں جو عالم ناسوت یعنی دنیا میں اس کی خدمت و نصرت بجالاتے ہیں اور اگر کوئی اہم و مشکل معاملہ در پیش ہو تو ان سے مشورہ کرتا ہے جیسا کہ بادشاہ کو کوئی

مشکل پیش آتی ہے تو اپنے وزیر سے اس بارے میں مشورہ کرتا ہے۔

اور واقعہ یہی تھا کہ آنحضرت ﷺ کا برتاؤ اور معاملہ ان دونوں حضرات کے ساتھ وہی تھا جو ارباب حکومت کا اپنے خاص معتمد وزیروں کے ساتھ ہوتا ہے آپ ﷺ ہر اہم قابل غور وفکر معاملہ میں ان دونوں حضرات سے مشورہ ضرور فرماتے تھے۔

اس حدیث سے مزید چند باتیں مستفاد ہوتی ہیں۔

نمبر ۱: نبی کریم ﷺ حضرت جبرائیل علیہ السلام و میکائیل علیہ السلام سے افضل ہیں اس لئے کہ حضور ﷺ کو بادشاہ اور ان دونوں کو آپ ﷺ کا وزیر مقرر کیا گیا ہے اور بادشاہ کا درجہ بڑا ہوتا ہے۔

نمبر ۲: حضرات شیخین کا رتبہ تمام امت سے بلند ہے اس لئے کہ ان کو حضور ﷺ نے اپنا وزیر مقرر فرمایا ہے اور وزیر کا رتبہ باقی رعایا سے بلند ہوتا ہے۔

نمبر ۳: پھر حضرات شیخین میں سے حضرت ابوبکر صدیق افضل ہیں اس لئے کہ اس میں ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر میں اگرچہ واؤ مذکور ہے اور واؤ مطلقاً جمع کے لئے آتی ہے ترتیب کا فائدہ نہیں دیتی لیکن یہ حکیم کا کلام ہے اس میں جو ترتیب مذکور ہے اس میں کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہے وہ حکمت یہی ہو سکتی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مرتبہ مقدم ہے حضرت عمر سے۔

حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی خلافت خالص خلافت نبوت تھی

۵۹۰۳/۱۰ وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاَیْتُ کَاَنَّ مِیْزَانًا نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ فَوُزِنْتَ اَنْتَ وَاَبُوْ بَکْرٍ فَرَجَحْتَ اَنْتَ وَوُزِنَ اَبُوْ بَکْرٍ وَعُمَرُ فَرَجَحَ اَبُوْ بَکْرٍ وَوُزِنَ عُمَرُ وَعُثْمَانُ فَرَجَحَ عُمَرُ ثُمَّ رُفِعَ الْمِیْزَانُ فَاسْتَاءَ لَہَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَعْنِیْ فَسَاءَہٗ ذٰلِکَ فَقَالَ خِلَافَۃُ نُبُوَّۃٍ ثُمَّ یُؤْتِی اللّٰہُ الْمُلْکَ مَنْ یَّشَآءُ۔ (رواہ الترمذی وابو داود)

اخرجه ابو داؤد في السنن ۵/ ۲۹ حديث رقم ۴۶۳۴ والترمذي في السنن ۴/ ۴۵۰ حديث رقم ۲۲۸۷ واحمد في المسند ۵/ ۵۰

ترجمہ: حضرت ابوبکرہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا ایک ترازو آسمان سے اتری ہے اس ترازو میں آپ ﷺ کو اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تولا گیا تو آپ ﷺ کا وزن زیادہ رہا پھر وزن کیا گیا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر کا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کا وزن زیادہ رہا پھر وزن کیا گیا عمر اور عثمان رضی اللہ عنہ کا تو عمر کا وزن زیادہ رہا۔ پھر ترازو اٹھا لیا گیا (یہ خواب سن کر) حضور ﷺ غمگین ہو گئے یعنی اس خواب نے آپ ﷺ کو رنجیدہ کر دیا پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ (تو نے جو دیکھا ہے) یہ خلافت نبوت ہے (یعنی حضرت عمر تک خلافت نبوت ہے) اس کے بعد خداوند تعالیٰ جس کو چاہے گا ملک عطا کر دے گا (ترمذی، سنن ابی داؤد)

تشریح: اس حدیث میں ترازو کی تعبیر نبی کریم ﷺ نے خلافت نبوت سے لی ہے یعنی ایسی خلافت جو مکمل طور پر منہاج نبوت پر ہو گی اور جس میں کسی قسم کا اختلاف نہ ہو گا چنانچہ حضرات شیخین کی خلافت انہیں صفات کی حامل تھی کہ اس میں بالکل بادشاہت کی آمیزش نہ تھی اور ان کی خلافت پر کسی کا اختلاف بھی نہ ہوا۔ جبکہ ان کے بعد کی دونوں خلافتیں اگرچہ خلافت نبوت ہی تھیں لیکن ان میں کچھ بادشاہت اور کچھ بے انتظامی پائی گئی۔ اور ان چاروں خلافتوں کے بعد مکمل طور پر بادشاہت تھی ترازو

کے اٹھ جانے سے یہ تعبیر لینا کہ ان دو حضرات کی خلافت کے بعد کچھ بے انتظامی پائی جائے گی اس وجہ سے ہے کہ ترازو میں جو چیزیں تولی جاتی ہیں وہ آپس میں ایک دوسرے کے قریب ہوتی ہیں اور جن میں بعد ہو اور تباین پایا جائے ان کو ترازو میں نہیں تولا جاتا اس لئے ترازو کا اٹھانا خلافت شیخین کے بعد امر خلافت کے انحطاط پر دلالت کرتا ہے۔

اس شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے تلنے کو نہیں دیکھا تو گویا اس میں اس اختلاف کی طرف اشارہ ہے جو متکلمین کے نزدیک تفاضل علی رضی اللہ عنہ وعثمان رضی اللہ عنہ میں واقع ہوا ہے جیسا کہ علم العقائد کی کتابوں میں مذکور ہے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کا خواب سن کر رنجیدہ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تعبیر سمجھ گئے تھے کہ حضرت عمرؓ کے بعد فتنوں کا ظہور ہوگا اور اقدار پست ہو جائیں گی۔ واللہ اعلم۔

الفصل الثالث

زندگی ہی میں حضرات شیخین کے جنتی ہونے کی بشارت

۵۹۰۴/۱۱ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یَطَّلِعُ عَلَیْکُمْ رَجُلٌ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَاطَّلَعَ اَبُوْبَکْرٍ ثُمَّ قَالَ یَطَّلِعُ عَلَیْکُمْ رَجُلٌ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَاطَّلَعَ عُمَرُ۔

(رواه الترمذی وقال هذا حدیث غریب)

اخرجه الترمذی فی السنن ۵/۵۷۱ حدیث رقم ۳۶۹۴۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے پاس ایک شخص جنتیوں میں سے آئے گا چنانچہ ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے پاس ایک شخص جنتیوں میں سے آئے گا چنانچہ عمرؓ آئے۔

تشریح: مختلف احادیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات کے جنتی ہونے کی بشارت دی ہے ان میں سے ایک حدیث یہ بھی ہے اسی طرح اور بھی کئی صحابہؓ کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی لیکن وہ اس باب کے متعلق نہیں تھیں اس لئے ان کو ذکر نہیں کیا۔

حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی نیکیوں کی تعداد

۵۹۰۵/۱۲ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ بَیْنَا رَأْسُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ حِجْرِیْ فِیْ لَیْلَةٍ ضَاحِیَةٍ اِذْ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ یَکُوْنُ لِاَحَدٍ مِّنَ الْحَسَنَاتِ عَدَدَ نُجُوْمِ السَّمَاءِ قَالَ نَعَمْ عُمَرُ قُلْتُ فَاَیْنَ حَسَنَاتُ اَبِیْ بَکْرٍ قَالَ اِنَّمَا جَمِیْعُ حَسَنَاتِ عُمَرَ کَحَسَنَةٍ وَّاحِدَةٍ مِّنْ حَسَنَاتِ اَبِیْ بَکْرٍ۔

(رواه رزین)۔

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے وہ بیان فرماتی ہیں کہ ایک روشن رات میں جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک میری

گود میں تھا تو میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کیا کسی کی اتنی نیکیاں بھی ہیں جتنے آسمان کے ستارے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا ہاں عمرؓ (کی نیکیاں اتنی ہیں) پھر میں نے پوچھا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نیکیوں کا کیا حال ہے آپ ﷺ نے فرمایا عمرؓ کی ساری زندگی کی نیکیاں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایک نیکی کے برابر ہیں۔ (رواہ رزین)

تشریح ۞ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ کی حسنات حضرت فاروق اعظمؓ کی حسنات سے بہت زیادہ ہیں اور اگر بالفرض یہ مان لیں کہ حضرت فاروق اعظمؓ کی نیکیاں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نیکیوں سے زائد ہیں تو بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ افضل ہوں گے اس لئے کہ حضرت عمرؓ کی حسنات کی زیادتی کمیت اور تعداد کے اعتبار سے ہوگی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نیکیاں کمال اخلاص اور شہود معرفت کی وجہ سے کیفیت قدر اور وزن کے لحاظ سے بھاری ہوں گی اور ایک حدیث سے بھی اس احتمال کی تائید ہوتی ہے جس کو امام غزالی نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تم پر فضیلت کثرت صوم و صلاۃ کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ ان کو فضیلت اس چیز کے سبب سے حاصل ہے جو ان کے دل میں رکھ دی گئی ہے یعنی کمال اخلاص۔

خلاصہ باب مناقب الشیخین

اس باب کی احادیث سے حضرات شیخینؓ کے مندرجہ ذیل مشترکہ فضائل مفہوم ہوتے ہیں۔

نمبر ۱ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے کامل الایمان ہونے کی زبان نبوت سے شہادت:

اس باب کی پہلی حدیث میں ایک گائے اور ایک بھیڑیئے کے بولنے اور عام انسانوں کی طرح بات کرنے کا ذکر ہے جس پر عام لوگوں نے متعجب ہو کر سبحان اللہ کہا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمرؓ اس پر ایمان لائے ہیں کہ یہ واقعہ حق ہے۔ اپنے ساتھ ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمرؓ کا بھی نام لے کر گویا نبی کریم ﷺ نے ان دونوں حضرات کے کمال ایمان اور ایمانی کیفیت میں حضور ﷺ کے قریب تر ہونے اور اس بارے میں ان کے اختصاص وامتیاز کی شہادت دی ہے۔ جو صرف ان حضرات کی ہی خصوصیت ہے کوئی اور اس فضیلت میں ان کا سہیم وشریک نہیں۔

نمبر ۲ فضیلت شیخین رضی اللہ عنہما بزبان حضرت علی رضی اللہ عنہ:

اس باب کی دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت عمرؓ کی وفات پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی رحمت آپ پر نازل ہو بے شک میں پوری امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ (قبر یا جنت میں) آپ کو آپ کے دونوں دوستوں (یعنی آنحضرت ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ) کے ساتھ ہی رکھے گا اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ سے میں نے بہت موقعوں پر سنا ہے کہ آپ ﷺ فرماتے تھے فلاں کام کرنے کے لئے میں گیا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمرؓ بھی گئے اور (مسجد یا فلاں مکان میں) میں داخل ہوا اور میرے ساتھ ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمرؓ بھی داخل ہوئے اور میں نکلا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمرؓ بھی نکلے۔

اس بیان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس واقعی حقیقت کا واضح طور پر اظہار فرما دیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا اپنے ان

دونوں صاحبوں اور رفیقوں کے ساتھ خاص الخاص تعلق تھا جو صرف انہیں کا حصہ تھا۔

حافظ ابن حجرؒ نے اسی حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ابن ابی شیبہ نے جعفر صادق کے طریق سے روایت کیا ہے انہوں نے اپنے والد محمد باقر سے انہوں نے خود حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس قسم کا کلام روایت کیا ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے اور یہ روایت ابن عباسؓ کی اس حدیث کے لئے بہت اچھا شاہد ہے کیونکہ یہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد کی روایت ہے۔

نمبر۳ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کا مقام جنت میں علیین سے بھی بلند ہوگا:

حضرت ابو سعید خدریؓ کی روایت میں ہے کہ عام اہل جنت اہل علیین کو اس طرح دیکھیں گے جس طرح ہم آسمان کے کنارے پر روشن ستارے کو دیکھتے ہیں یعنی اہل علیین کا مقام و مرتبہ عام جنتیوں سے اتنا بلند ہوگا کہ عام جنتی ان کو اس طرح سے دیکھیں گے جس طرح ہم زمین پر رہ کر آسمان میں چمکنے والے ستارے کو دیکھتے ہیں اور حضرات شیخین کا مقام اہل علیین سے بھی بڑھ کر ہوگا جس کی حد اور انتہاء اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔

نمبر۴ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما اہل جنت کے ادھیڑ عمر لوگوں کے سردار ہوں گے:

جس طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمرؓ باقی امت سے افضل ہیں دنیا میں اسی طرح ان کو یہ فضیلت جنت میں بھی حاصل ہوگی چنانچہ جو لوگ ادھیڑ عمر میں اس دنیا سے رخصت ہوگئے اور اعمال صالحہ کی بدولت جنت میں داخل ہوں گے تو یہ دونوں حضرات ان کے سردار ہوں گے خواہ ان جنتیوں کا تعلق پہلی امتوں سے ہو یا ان کا تعلق بعد میں آنے والے لوگوں سے ہو۔

نمبر۵ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی خلافت کی طرف واضح اشارہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں کہ میں تمہارے درمیان اور کتنی زندگی گزاروں گا۔ لہٰذا تم میرے بعد ان دو شخصوں یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمرؓ کی پیروی کرنا۔ گویا اللہ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ بات منکشف ہوگئی تھی کہ آپؐ کے بعد یہ دونوں حضرات یکے بعد دیگرے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب و خلیفہ ہوں گے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اتباع کا حکم دیا گویا یہ ان کی خلافت کی طرف ایک بین اور واضح اشارہ ہے۔

نمبر۶ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک محبوبانہ اداء:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں تشریف لاتے تو اس وقت کسی کو سر اٹھا کر دیکھنے کی ہمت نہ ہوتی لیکن یہ دونوں حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر مسکراتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھ کر مسکراتے یہ ان حضرات کی آپس میں خاص محبت کی علامت ہے کیونکہ جب آپس میں خصوصی محبت ہو تو ایک دوسرے کو دیکھ کر خوشی حاصل ہوتی ہے اور انسان محبوب کو دیکھ کر کھل اٹھتا ہے۔

نمبر۷ قیامت کے دن بھی حضرات شیخین رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اٹھیں گے:

حدیث شریف میں آتا ہے کہ المرء مع من احب انسان قیامت کے دن اس کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ وہ محبت

کرتا ہے اور اس باب کی حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ میں سے ایک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں طرف تھے اور دوسرے بائیں طرف اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا اور فرمایا ہم قیامت کے دن اسی طرح ایک ساتھ اٹھیں گے گویا اس حدیث میں ان حضرات کی آپس میں خصوصی محبت وتعلق کا ذکر ہے۔

نمبر ۸ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر باتدبیر تھے:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں اپنا وزیر قرار دیا اور واقعہ بھی یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ اور برتاؤ ان دونوں حضرات کے ساتھ ایسا ہی تھا جیسا کہ کسی حاکم اور صاحب اقتدار کا اپنے معتمد وزیروں کے ساتھ ہوتا ہے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر اہم اور قابل غور وفکر معاملہ میں ان دونوں حضرات کی رائے لیتے اور ان سے مشورہ کرتے تھے۔

نمبر ۹ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی خلافت علی منہاج النبوۃ تھی:

ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ آسمان سے ترازو اترا اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو وزن کیا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پلڑا جھک گیا پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ کو وزن کیا گیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا پلڑا جھک گیا پھر حضرت عمرؓ و عثمان رضی اللہ عنہ کو وزن کیا گیا اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تعبیر لی کہ ان دونوں حضرات یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرؓ کی خلافت صحیح معنوں میں خلافت نبوت ہوگی۔

نمبر ۱۰ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے جنتی ہونے کی بشارت:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ ابھی تمہارے پاس ایک جنتی شخص آئے گا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے پھر فرمایا کہ ابھی تمہارے پاس ایک جنتی شخص آئے گا تو حضرت عمرؓ تشریف لائے۔

نمبر ۱۱ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی نیکیاں:

حضرت عائشہؓ نے جب یہ دریافت کیا کہ ان تاروں کے برابر کسی کی نیکیاں ہوسکتی ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کا نام لیا پھر جب حضرت عائشہؓ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نیکیوں کے بارے میں دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمرؓ کی ساری نیکیاں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایک نیکی کے برابر ہے اس حدیث سے دونوں حضرات کی باقی صحابہ پر فضیلت ثابت ہوتی ہے وہ اس طرح کہ صرف عمرؓ ہی ایسے شخص ہیں کہ ان کی نیکیاں سب صحابہ سے زیادہ ہیں اور تاروں کے برابر ہیں پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایک نیکی حضرت عمرؓ کی ساری نیکیوں کے برابر ہیں۔ رضی اللہ عنہما وارضاهما۔

بَابُ مَنَاقِبِ عُثْمَانَ رضی اللہ عنہ

یہ باب ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مناقب میں

الفصل الاول:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرشتے بھی حیا کرتے تھے

۵۹۰۶/۱ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُضْطَجِعًا فِيْ بَيْتِهٖ كَاشِفًا عَنْ فَخِذَيْهِ اَوْسَاقَيْهِ فَاسْتَاْذَنَ اَبُوْبَكْرٍ فَاَذِنَ لَهٗ وَهُوَ عَلٰى تِلْكَ الْحَالِ فَتَحَدَّثَ ثُمَّ اسْتَاْذَنَ عُمَرُ فَاَذِنَ لَهٗ وَهُوَ كَذٰلِكَ فَتَحَدَّثَ ثُمَّ اسْتَاْذَنَ عُثْمَانُ فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَوّٰى ثِيَابَهٗ فَلَمَّا خَرَجَ قَالَتْ عَائِشَةُ دَخَلَ اَبُوْ بَكْرٍ فَلَمْ تَهْتَشَّ لَهٗ وَلَمْ تُبَالِهٖ ثُمَّ دَخَلَ عُمَرُ فَلَمْ تَهْتَشَّ لَهٗ وَلَمْ تُبَالِهٖ ثُمَّ دَخَلَ عُثْمَانُ فَجَلَسْتَ وَسَوَّيْتَ ثِيَابَكَ فَقَالَ اَلَا اَسْتَحْيِيْ مِنْ رَّجُلٍ يَسْتَحْيِيْ مِنْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ اِنَّ عُثْمَانَ رَجُلٌ حَيِيٌّ وَاِنِّيْ خَشِيْتُ اِنْ اَذِنْتُ لَهٗ عَلٰى تِلْكَ الْحَالَةِ اَنْ لَا يَبْلُغَ اِلَيَّ فِيْ حَاجَتِهٖ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم في صحيحه ۱۸۶۶/۴ حديث رقم (۲۶-۲۴۰۱) و احمد في المسند ۷۱/۱

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے وہ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں اپنی رانیں یا پنڈلیاں کھولے پڑے تھے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حاضری کی اجازت چاہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اجازت دے دی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح لیٹے رہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم باتیں کرتے رہے پھر عمرؓ نے اجازت چاہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی بلا لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح لیٹے رہے اور باتیں کرتے رہے پھر عثمان رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر بیٹھ گئے اور کپڑوں کو درست کیا (یعنی پنڈلی یا رانیں ڈھک لیں) پھر جب یہ لوگ چلے گئے تو حضرت عائشہؓ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرکت نہ کی اور ان کی پرواہ نہ کی۔ عمرؓ آئے تو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنبش نہ کی اور ان کی پرواہ نہ کی۔ پھر عثمان رضی اللہ عنہ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور کپڑے درست کئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں اس شخص سے حیا نہ کروں جس شخص سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عثمان ایک حیادار آدمی ہے مجھے یہ خطرہ تھا کہ اگر میں اس کو اسی حالت میں اندر آنے کی اجازت دے دیتا تو وہ شرم و حیا کی وجہ سے (واپس چلے جاتے) اور جو کچھ کہنے آئے تھے وہ نہ کہہ سکتے۔ (مسلم)

تشریح ⊙: رانیں ستر میں داخل ہیں یا نہیں اس میں مالکیہ کا مسلک یہ ہے کہ رانیں ستر میں داخل نہیں ہیں اور انہوں نے حدیث بالا سے استدلال کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رانیں کھلی کر رکھی تھیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمرؓ آئے تو بھی رانیں کھلی رہنے دیں

لیکن جب عثمان رضی اللہ عنہ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ران کو ڈھک لیا۔

لیکن اس روایت سے رانوں کے ستر نہ ہونے پر مالکیہ کا استدلال بوجوہ درست نہیں ہے۔

نمبر ۱: پہلی وجہ تو یہ ہے کہ اس روایت میں راوی کو شک ہے کہ رانیں کھلی ہوئی تھیں یا پنڈلیاں اس شک کے ہوتے ہوئے رانوں کے ستر نہ ہونے پر استدلال کرنا درست نہیں ہے۔

نمبر ۲: اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رانوں سے تہہ بند اور ازار کو نہیں ہٹایا تھا بلکہ رانوں پر تہہ بند اور ازار تو تھا لیکن اوپر سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قمیص اٹھائی ہوئی تھی اور اس کی تائید حضرت عائشہؓ کے الفاظ سے بھی ہوتی ہے کہ ان حضرات کے جانے کے بعد حضرت عائشہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمرؓ آئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی حالت پر رہے اور ان کے آنے کی پرواہ نہیں کی لیکن جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور اپنے کپڑوں کو درست کر لیا حضرت عائشہؓ نے یہ نہیں فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ران کو ڈھانپ لیا بلکہ یہ فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کپڑوں کو درست کر لیا تو اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ران پر تہہ بند ازار وغیرہ تھا صرف قمیص کو ہٹایا ہوا تھا اس لئے اس روایت سے ران کے ستر نہ ہونے پر استدلال کرنا درست نہیں۔

علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ ان میں حیا کامل درجہ کی پائی جاتی تھی اور حیا ایک نہایت اچھی صفت ہے اور فرشتوں کی صفات میں سے ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ حیا ایمان کا ایک شعبہ ہے۔

مظہر کہتے ہیں کہ اس حدیث سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی توقیر و تعظیم ثابت ہوتی ہے۔ لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمرؓ کی آمد پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ان کی طرف کم التفاتی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ان کے مرتبہ کا کم ہونا لازم نہیں آتا اس لئے کہ ان دونوں حضرات کے ساتھ کامل محبت و الفت تھی اور جہاں محبت کامل ہو تو وہاں تکلف ختم ہو جاتا ہے اور بے تکلفی پیدا ہو جاتی ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے: **اذا حصلت الالفة بطلت الكلفة** یعنی جب الفت ہو جاتی ہے تو کلفت و تکلف ختم ہو جاتا ہے اگر اس پہلو سے اس حدیث کو دیکھا جائے تو اس حدیث سے حضرات شیخینؓ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے لیکن ظاہری الفاظ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہی کی فضیلت سمجھ آ رہی ہے اس لئے اس کو ان کے مناقب میں بیان کیا گیا ہے۔

حاصل یہ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میں صفت حیا غالب تھی اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی رعایت فرماتے تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمرؓ کے ساتھ بے تکلفی تھی اس لئے ان کے ساتھ بے تکلفانہ برتاؤ فرماتے تھے۔

يَسْتَحْيِيْ مِنْهُ الْمَلٰئِكَةُ: حافظ سخاویؒ فرماتے ہیں کہ کسی نے مجھ سے ان جگہوں اور مواقع کے بارے میں پوچھا کہ جن میں فرشتوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے حیا کی تو میں نے اپنے شیخ سے نقل کیا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین وانصار کے درمیان بھائی چارہ کر رہے تھے اور حضرت انسؓ بن مالک موجود نہ تھے ان کی جگہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آگے بڑھے تو ان کا سینہ کھلا ہوا تھا فرشتے پیچھے ہٹ گئے حیا کی وجہ سے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنا سینہ ڈھانپنے کا حکم دیا تو پھر فرشتے اپنی جگہ واپس آ گئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پیچھے ہٹنے کا سبب پوچھا تو انہوں نے عرض کیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے حیا کی وجہ سے پیچھے ہٹ گئے تھے۔

الفصل الثانی:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق ہیں

۳/۵۹۰۷ وَعَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِكُلِّ نَبِيٍّ رَفِيْقٌ وَرَفِيْقِي يَعْنِيْ فِي الْجَنَّةِ عُثْمَانُ۔ (رواه الترمذی ورواه ابن ماجة عن ابی هريرة وقال الترمذی هذا حديث غريب وليس اسناده بالقوی وهو منقطع)

أخرجه الترمذی فی السنن ۵۸۳/۵حديث رقم ۳۸۹۸ و احمد فی المسند ۷۴/۱ ۔ أخرجه ابن ماجه فی السنن ۴۰/۱حديث رقم ۱۰۹

ترجمہ: حضرت طلحہ بن عبید اللہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کا ایک رفیق ہوتا ہے اور میرا رفیق یعنی جنت میں عثمان رضی اللہ عنہ ہے۔ (ترمذی وابن ماجہ) امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے اور اس کی سند اتنی قوی نہیں ہے اور یہ منقطع ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا رفیق قرار دیا ہے لیکن یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور کوئی فرق نہیں ہے جیسا کہ طبرانی میں ابن مسعودؓ کی روایت ہے کہ ہر نبی کے لئے اس کے ساتھیوں میں سے خاص آدمی ہوتے ہیں اور میرے خاص دوست میرے صحابہ میں سے ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمرؓ ہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر نبی کا خاص ساتھی صرف ایک ہوتا تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص ساتھی کئی تھے اور اس حدیث میں صرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ذکر ان کی عظمت قدر وعلوشان کو بیان کرنے کے لئے ہے۔

وَرَفِيْقِي يَعْنِيْ فِي الْجَنَّةِ ...... اس روایت میں "فی الجنة" کے الفاظ سے تفسیر یا تو حضرت طلحہ نے کی ہے یا بعد کے کسی اور راوی نے کی ہے لیکن زیادہ بہتر یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو مطلق ہی رکھا جائے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مطلقاً اپنا رفیق قرار دیا ہے جو کہ دنیا کو بھی شامل ہے اور آخرت کو بھی۔

امام ترمذیؒ نے اس حدیث کی سند پر بحث کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس کی سند قوی نہیں ہے اور یہ منقطع بھی ہے گویا یہ حدیث سنداً ضعیف ہے لیکن فضائل میں حدیث ضعیف بھی قابل اعتبار ہوتی ہے خصوصاً جبکہ کسی دوسری حدیث سے بھی اس کی تائید بھی ہو رہی ہو اور اس حدیث کی حضرت ابوہریرہؓ کی روایت سے تائید ہوتی ہے جس کو ابن عساکرؒ نے مرفوعاً نقل کیا ہے:

لكل نبی خليل وان خليلی عثمان بن عفان ہر نبی کا خلیل ہوتا ہے اور میرا خلیل عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان ہے۔

جیش العسرہ کے موقعہ پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بے مثال مالی تعاون

۳/۵۹۰۸ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ خَبَّابٍ قَالَ شَهِدْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَحُثُّ عَلٰى جَيْشِ الْعُسْرَةِ فَقَامَ عُثْمَانُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلَيَّ مِائَةُ بَعِيْرٍ بِاَحْلَاسِهَا وَاَقْتَابِهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ

حَضَّ عَلَى الْجَيْشِ فَقَامَ عُثْمَانُ فَقَالَ عَلَيَّ مِائَتَا بَعِيْرٍ بِأَحْلَاسِهَا وَأَقْتَابِهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ حَضَّ عَلَى الْجَيْشِ فَقَامَ عُثْمَانُ فَقَالَ عَلَيَّ ثَلْثُمِائَةِ بَعِيْرٍ بِأَحْلَاسِهَا وَأَقْتَابِهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَأَنَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْزِلُ عَلَى الْمِنْبَرِ وَهُوَ يَقُوْلُ مَا عَلَى عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ هٰذِهٖ مَا عَلَى عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ هٰذِهٖ۔ (رواہ الترمذی)

أخرجه الترمذي في السنن ۵۸۴/۵ حديث رقم ۳۷۰۰ و احمد في المسند ۷۵/۴

ترجمہ: حضرت عبدالرحمان بن خباب سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیش العسرہ پر لوگوں کو ابھار رہے تھے پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ذمہ ہیں سو اونٹ مع نمدوں اور کجاووں کے (یعنی سو اونٹ میں پیش کروں گا مع پورے ساز وسامان کے) فی سبیل اللہ۔ راوی کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر کی مدد کے لئے لوگوں کو ترغیب دی تو پھر عثمان رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ذمے ہیں (مزید) دوسو اونٹ مع نمدوں اور کجاووں کے فی سبیل اللہ۔ اس کے بعد پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر کی مدد کے لئے لوگوں کو ترغیب دی تو پھر (تیسری مرتبہ) عثمان رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ذمہ ہیں (مزید) تین سو اونٹ مع نمدوں اور کجاووں کے فی سبیل اللہ۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اتر رہے تھے اور فرماتے تھے ما علی عثمان ما عمل بعد هذه (یعنی عثمان اپنے اس عمل اور اس مالی قربانی کے بعد جو بھی کریں اس سے ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا) یہ بات مکرر فرمائی۔ (ترمذی)

تشریح: فتح مکہ کے اگلے سال ۹ھ میں بعض اطلاعات کی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بڑے لشکر کے ساتھ ملک شام کی طرف پیش قدمی کا فیصلہ فرمایا یہ سفر مقام تبوک تک ہوا جو اس وقت کے ملک شام کی سرحد کے اندر تھا وہاں لشکر کا پڑاؤ قریبا بیس دن تک رہا جس مقصد کے لئے دور دراز کا یہ سفر کیا گیا تھا وہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اس کی مدد سے جنگ وقتال کے بغیر ہی صرف تبوک تک پہنچے اور وہاں بیس روز قیام ہی سے حاصل ہو گیا تو وہیں سے واپسی کا فیصلہ فرمالیا گیا اس وجہ سے یہ غزوہ غزوہ تبوک کے نام سے معروف ہو گیا۔ حدیث میں اس لشکر کو جیش العسرہ فرمایا گیا ہے عسرہ کا معنی ہے تنگ حالی اور سخت حالی یہ سفر ایسے حالات میں کیا گیا تھا کہ مدینہ منورہ اور اس کے آس پاس میں قحط اور پیداوار کی بہت کمی کی وجہ سے بہت تنگ حالی تھی اور موسم سخت گرمی کا تھا لشکریوں کی تعداد اس زمانے کے لحاظ سے بہت غیر معمولی تھی (روایت میں تیس ہزار ذکر کی گئی ہے) سواریاں یعنی اونٹ اور گھوڑے بہت کم تھے زاد راہ یعنی کھانے پینے کا سامان بھی لشکریوں کی تعداد کے لحاظ سے بہت ہی کم تھا اور اس قلت کی وجہ سے لوگ درختوں کے پتے کھاتے اور اونٹوں کی اوجھ نچوڑ نچوڑ کر منہ تر کرتے تھے اسی لئے اس کا نام جیش العسرہ رکھا گیا۔

اسی غیر معمولی صورت حال کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غزوہ کے لئے لوگوں کو مالی وجانی قربانی کی اس طرح ترغیب دی جو غزوات کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول نہ تھا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس لشکر کی امداد واعانت میں سب سے زیادہ حصہ لیا حضرت عبدالرحمان بن خباب کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ترغیب پر انہوں نے چھ سو اونٹ مع ساز وسامان کے پیش فرمائے شارحین حدیث نے بعض دوسری روایات کی بنیاد پر لکھا ہے کہ ان چھ سو کے علاوہ انہوں نے

ساڑھے تین سو اونٹ اور پیش کئے اس طرح ان کے پیش کئے ہوئے اونٹوں کی تعداد ساڑھے نو سو ہوئی۔ ان کے علاوہ پچاس گھوڑے بھی پیش کئے آگے درج ہونے والی حدیث سے معلوم ہوگا کہ اونٹوں اور گھوڑوں کے علاوہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک ہزار اشرفیاں بھی لاکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں ڈال دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ان عطیات کو قبول فرما کر مجمع عام میں یہ بشارت سنائی اور بار بار فرمایا: ماعطی عثمان ما عمل بعد هذه (مطلب یہ ہے کہ جنت اور رضاء الٰہی حاصل کرنے کے لئے عثمان کا یہی عمل اور یہی مال قربانی کافی ہے) جب ان حالات کا تصور کیا جائے جن کی وجہ سے اس لشکر کو جیش العسرہ کہا گیا ہے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اس مالی قربانی کی قدر و قیمت بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے۔

ماعلی عثمان......: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا ایک مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی یہ مالی قربانی ان کے پچھلے گناہوں کا بھی کفارہ ہے اور اگر آئندہ ان سے کوئی گناہ سرزد ہوجائے تو یہ اس کا بھی کفارہ بن جائے گی۔

اور یہ بھی مطلب ہوسکتا ہے کہ ان کو رفع درجات اور قرب الٰہی حاصل کرنے کے لئے مزید نفلی عبادات کی ضرورت نہیں ہے یہی ان کے لئے کافی ہے۔

بہرحال دونوں صورتوں میں ان کے حسن خاتمہ کی طرف اشارہ ملتا ہے۔

تعارض اور اس کا حل

۵۹۰۹/۴ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ جَاءَ عُثْمَانُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَلْفِ دِيْنَارٍ فِيْ كُمِّهٖ حِيْنَ جَهَّزَ جَيْشَ الْعُسْرَةِ فَنَثَرَهَا فِيْ حِجْرِهٖ فَرَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَلِّبُهَا فِيْ حِجْرِهٖ وَيَقُوْلُ مَاضَرَّ عُثْمَانُ مَا عَمِلَ بَعْدَ الْيَوْمِ مَرَّتَيْنِ۔ (رواه احمد)

أخرجه الترمذي في السنن ۵/۵۸۵ حديث رقم ۳۷۰۱ و احمد في المسند ۵/۶۳۔

ترجمہ: حضرت عبدالرحمان بن سمرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیش العسرہ کے لئے ضروریات کا انتظام فرما رہے تھے تو عثمان رضی اللہ عنہ اپنی آستین میں ایک ہزار دینار (اشرفیاں) لے کر آئے اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں ڈال دیئے راوی کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان اشرفیوں کو اپنی گود میں الٹ پلٹ رہے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ فرمایا: مَا ضَرَّ عُثْمَانُ مَا عَمِلَ بَعْدَ الْيَوْمِ یعنی آج کے دن کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ جو کچھ بھی کریں اس سے ان کو کوئی ضرر اور نقصان نہیں پہنچے گا (مسند احمد)

تشریح ۞ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی پیش کی ہوئی اشرفیوں کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور دوسرے لوگوں کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی گود میں الٹنا پلٹنا بظاہر اپنی قلبی مسرت کے اظہار کے لئے تھا حضرت عبدالرحمان بن خباب کی مندرجہ بالا حدیث سے معلوم ہو چکا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپیل پر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مجاہدین کے لئے اونٹوں کو پیش کیا تھا اس وقت بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایسی ہی بشارت دی تھی اور بار بار فرمایا تھا: ما علی عثمان ما عمل بعد هذه مؤمنین صادقین کو اس طرح کی بشارتیں دینا' آخرت کی فکر اور اس کے لئے عمل و سعی سے ان کو غافل نہیں کرتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی محبت و رضا جوئی میں اضافہ کا اور مزید دینی ترقیات کا باعث ہوتا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک ہزار اشرفیاں پیش کیں جبکہ حضرت عبدالرحمان بن عوف کی روایت ہے جس کو حافظ سلفی نے روایت کیا ہے کہ حضرت عبدالرحمان فرماتے ہیں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نوسو اوقیہ سونا پیش کیا تو ان روایتوں میں بظاہر تعارض ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ سب سے پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چھ سو اونٹ مع ساز وسامان کے پیش کئے اور مجاہدین کی دیگر ضروریات پورا کرنے کے لئے ایک ہزار دینار دیے لیکن جب دیکھا کہ یہ ان کی ضروریات کے لئے ناکافی ہیں تو پھر آپ رضی اللہ عنہ نے ساڑھے تین سو اونٹ اور پچاس گھوڑے مزید دیئے اور مزید دینار دیے جو نوسو اوقیہ تک پہنچ گئے۔

بیعت رضوان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیعت کیلئے اپنا ہاتھ عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے بڑھانا

۵۹۱۰/۵ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ لَمَّا اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَيْعَةِ الرِّضْوَانِ كَانَ عُثْمَانُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى مَكَّةَ فَبَايَعَ النَّاسَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ عُثْمَانَ فِيْ حَاجَةِ اللّٰهِ وَحَاجَةِ رَسُوْلِهٖ فَضَرَبَ بِاِحْدٰى يَدَيْهِ عَلَى الْاُخْرٰى فَكَانَتْ يَدُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعُثْمَانَ خَيْرًا مِّنْ اَيْدِيْهِمْ لِاَنْفُسِهِمْ۔ (رواہ الترمذی)

أخرجه الترمذي في السنن ٥/٥٨٥ حديث رقم ٣٧٠٢

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب (حدیبیہ میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت رضوان کے لئے ارشاد فرمایا تو اس وقت عثمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد کی حیثیت سے مکہ گئے ہوئے تھے لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر موت کی بیعت کی (جب سب بیعت کر چکے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عثمان رضی اللہ عنہ خدا اور خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کام پر گئے ہوئے ہیں پھر اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارا (یعنی عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف بیعت کی) پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ عثمان کے لئے بہتر تھا ان لوگوں کے ہاتھوں سے جنہوں نے خود اپنی طرف سے بیعت کی تھی۔ (ترمذی)

تشریح ۞ بیعت رضوان کا واقعہ معلوم ومعروف ہے قرآن مجید میں بھی اس کا ذکر فرمایا گیا ہے یہاں مختصرا صرف اتنا ذکر کیا جاتا ہے جتنا حدیث کا مفہوم سمجھنے کے لئے ضروری ہے۔

ہجرت کے چھٹے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خواب کی بنا پر بہت سے صحابہ کے شدید اصرار سے عمرہ کے لئے مکہ معظمہ جانے کا ارادہ فرمایا جن لوگوں کو اس کا علم ہوا تو اس مبارک سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت اور عمرہ کی سعادت حاصل کرنے کے لئے ساتھ ہو گئے ان ساتھیوں کی تعداد چودہ سو کے قریب تھی۔ چونکہ سفر عمرہ کی نیت سے کیا گیا تھا اور ذیقعدہ کے مہینہ میں کیا گیا تھا جو اشہر حرم میں سے ہے جن کا مشرکین مکہ بھی احترام کرتے تھے اور ان میں جنگ وجدال سے پرہیز کرتے تھے اس لئے اس کی ضرورت نہیں سمجھی گئی کہ پہلے سے کسی کو بھیج کر مکہ والوں کی رضامندی حاصل کر لی جائے۔ مشرکین مکہ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے سخت ترین دشمن تھے جب ان کے علم میں یہ بات آئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بڑی جمعیت کے ساتھ آ رہے ہیں تو انہوں نے باہم مشورہ کر کے طے کر لیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کو ہم اپنے شہر مکہ میں نہیں داخل ہونے دیں گے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور پورا قافلہ مکہ کے قریب مقام حدیبیہ پر پہنچ گیا جہاں سے مکہ مکرمہ کی مسافت ۲۰ میل سے کچھ زیادہ ہے تو

مکہ والوں کے فیصلے اور ارادے کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پورے قافلے کے ساتھ حدیبیہ میں قیام فرمالیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو سرداران قریش سے گفتگو کرنے کے لئے اپنا خاص قاصد اور سفیر بنا کر مکہ بھیج دیا ان کا انتخاب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لئے فرمایا کہ مخالفین کے لیڈروں میں ان کے بعض قریبی رشتہ دار تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس مقصد سے بھیجا کہ وہ بالخصوص قریش کے سرداروں کو اطمینان دلائیں کہ ہم لوگ صرف عمرہ کے لئے آئے ہیں اس کے سوا کوئی مقصد نہیں ہے ہم عمرہ کر کے واپس مدینہ چلے جائیں گے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مکہ معظمہ چلے گئے لیکن حساب سے ان کو جس وقت تک واپس آجانا چاہئے تھا واپس نہیں آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قافلہ میں کسی طرح یہ خبر پہنچ گئی کہ عثمان رضی اللہ عنہ کو دشمنوں نے شہید کر دیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت رنج اور دکھ ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طے فرمالیا کہ اگر ایسا ہوا ہے تو پھر جنگ ہوگی تمام ساتھیوں میں بھی اس خبر سے سخت اشتعال تھا اس مرحلہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے جہاد فی سبیل اللہ اور اس میں شہادت تک ثابت قدمی پر خصوصی بیعت لی۔ یہ بیعت ایک درخت کے نیچے لی گئی تھی قرآن مجید میں اس موقعہ پر بیعت کرنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی خاص الخاص رضا کا اعلان فرمایا گیا ہے اسی لئے اس کا نام بیعت رضوان مشہور ہو گیا ہے۔

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ یہ بیعت جس وقت لی گئی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس وقت موجود نہیں تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد کی حیثیت سے مکہ معظمہ گئے ہوئے تھے تو جیسا کہ حدیث میں ذکر کیا گیا حدیبیہ میں موجود تمام صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر اپنا ہاتھ رکھ کر بیعت کی۔ عثمان موجود نہیں تھے ان کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بیعت کی اپنے دست مبارک کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کے قائم مقام قرار دے کر ان کی طرف سے بیعت فرمائی بلاشبہ یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خاص الخاص فضائل میں سے ہے۔

بعد میں معلوم ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر صحیح نہیں تھی گفتگو کر کے واپس آ گئے اس وقت اہل مکہ اور سرداران قریش کسی طرح اس پر آمادہ نہیں ہوئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کو عمرہ کے لئے مکہ معظمہ میں داخل ہونے کی اجازت دیں اس کے بعد قریش کی طرف سے گفتگو کرنے کے لئے یکے بعد دیگرے ان کے نمائندے آئے اور بالآخر وہ صلح ہوئی جو صلح حدیبیہ کے نام سے تاریخ اسلام کا مشہور ترین واقعہ ہے اور قرآن مجید میں اس کو فتح مبین فرمایا گیا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی پیشین گوئی

۶/۵۹۱۱ وَعَنْ ثُمَامَةَ بْنِ حَزْنِ الْقُشَيْرِيِّ قَالَ شَهِدْتُ الدَّارَ حِيْنَ اَشْرَفَ عَلَيْهِمْ عُثْمَانُ فَقَالَ اَنْشُدُكُمُ اللّٰهَ وَالْاِسْلَامَ هَلْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ وَلَيْسَ بِهَا مَاءٌ يُسْتَعْذَبُ غَيْرَ بِئْرِ رُوْمَةَ فَقَالَ مَنْ يَّشْتَرِيْ بِئْرَ رُوْمَةَ يَجْعَلُ دَلْوَهُ مَعَ دِلَاءِ الْمُسْلِمِيْنَ بِخَيْرٍ لَّهُ مِنْهَا فِي الْجَنَّةِ فَاشْتَرَيْتُهَا مِنْ صُلْبِ مَالِيْ وَاَنْتُمُ الْيَوْمَ تَمْنَعُوْنَنِيْ اَنْ اَشْرَبَ مِنْهَا حَتّٰى اَشْرَبَ مِنْ مَاءِ الْبَحْرِ فَقَالُوْا اَللّٰهُمَّ نَعَمْ فَقَالَ اَنْشُدُكُمُ اللّٰهَ وَالْاِسْلَامَ هَلْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّ الْمَسْجِدَ ضَاقَ بِاَهْلِهٖ فَقَالَ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّشْتَرِىْ بُقْعَةَ اٰلِ فُلَانٍ فَيَزِيْدُهَا فِى الْمَسْجِدِ بِخَيْرٍ لَّهٗ مِنْهَا فِى الْجَنَّةِ فَاشْتَرَيْتُهَا مِنْ صُلْبِ مَالِىْ فَاَنْتُمُ الْيَوْمَ تَمْنَعُوْنَنِىْ اَنْ اُصَلِّىَ فِيْهَا رَكْعَتَيْنِ فَقَالُوا اللّٰهُمَّ نَعَمْ قَالَ اَنْشُدُكُمُ اللّٰهَ وَالْاِسْلَامَ هَلْ تَعْلَمُوْنَ اَنِّىْ جَهَّزْتُ جَيْشَ الْعُسْرَةِ مِنْ مَالِىْ قَالُوا اللّٰهُمَّ نَعَمْ قَالَ اَنْشُدُكُمُ اللّٰهَ وَالْاِسْلَامَ هَلْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عَلٰى ثَبِيْرِ مَكَّةَ وَمَعَهٗ اَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ وَاَنَا فَتَحَرَّكَ الْجَبَلُ حَتّٰى تَسَاقَطَتْ حِجَارَةٌ بِالْحَضِيْضِ فَرَكَضَهٗ بِرِجْلِهٖ قَالَ اُسْكُنْ ثَبِيْرُ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِىٌّ وَّصِدِّيْقٌ وَّشَهِيْدَانِ قَالُوا اللّٰهُمَّ نَعَمْ قَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ شَهِدُوْا وَرَبِّ الْكَعْبَةِ اَنِّىْ شَهِيْدٌ ثَلَاثًا۔ (رواه الترمذي والنسائي والدارقطني)

أخرجه الترمذي في السنن ٥/٥٨٥ حديث رقم ٣٧٠٣ والنسائي في السنن ٦/٢٣٥ حديث رقم ٣٦٠٨ والدار قطني ٤/١٩٦ حديث رقم ٢ من باب وقف المساجد والسقايات

ترجمہ: حضرت ثمامہ بن حزن قشیریؒ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر میں اس وقت حاضر ہوا جب باغیوں نے ان کا محاصرہ کر رکھا تھا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ گھر کے اندر سے کوٹھے پر آئے اور نیچے جھانک کر ان لوگوں سے جو انہیں قتل کرنا چاہتے تھے مخاطب کر کے فرمایا میں خدا اور اسلام کا واسطہ دے کر تم سے یہ دریافت کرتا ہوں کہ تمہیں یہ بات تو معلوم ہوگی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ میں تشریف لائے تھے اس وقت مدینہ میں رومہ کے کنویں کے سوا میٹھے پانی کا کوئی کنواں نہ تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرمایا کون شخص ہے جو رومہ کے کنویں کو خریدے اور اپنے ڈول کو مسلمانوں کے ڈولوں کے ساتھ کنویں میں ڈالے (یعنی پھر اسے وقف کر دے) اس ثواب کے بدلے میں جو خریدنے والے کو جنت میں ملے گا۔ میں نے اس کنویں کو اپنے خالص اور ذاتی مال سے خریدا اور آج تم اس کنویں کا پانی پینے سے مجھے روکتے ہو یہاں تک کہ میں سمندر کا (کھاری) پانی پی رہا ہوں لوگوں نے کہا ہاں اے اللہ ہم اس سے واقف ہیں پھر آپؓ نے فرمایا میں تم سے خدا اور اسلام کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم کو یہ معلوم ہے کہ جب مدینہ کی مسجد نمازیوں کی زیادتی کے سبب تنگ ہوگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون شخص ہے جو فلاں شخص کی اولاد کی زمین کو خریدے اور وہ زمین مسجد میں شامل کر کے مسجد میں وسعت پیدا کر دے اس ثواب کے بدلے میں جو جنت میں ملے گا میں نے اس زمین کو اپنے خالص اور ذاتی مال سے خریدا اور مسجد میں شامل کر دیا آج تم مجھے اس مسجد میں دو رکعت نماز پڑھنے سے روکتے ہو۔ لوگوں نے کہا ہاں اے اللہ ہم اس سے واقف ہیں۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تم کو خدا اور اسلام کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم اس سے واقف ہو کہ میں نے جیش العسرہ کے سامان کو اپنے مال سے درست کیا لوگوں نے کہا اے اللہ تعالیٰ ہم اس سے واقف ہیں۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا تم اس سے آگاہ ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ایک روز) مکہ کی پہاڑی ثبیر پر کھڑے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمرؓ تھے میں بھی تھا پہاڑ نے (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود مسعود کو اپنے اوپر دیکھ کر خوشی سے) حرکت کرنا شروع کی (یعنی جوش مسرت سے ہلنے لگا) یہاں تک کہ اس کے پتھر زمین پر گرنے لگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہاڑی پر ایک ٹھوکر ماری اور فرمایا اے ثبیر ٹھہر جا حرکت نہ کر تیرے اوپر ایک نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے ایک صدیق ہے اور دو شہید ہیں۔ لوگوں نے کہا اے اللہ یہ صحیح ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ اکبر۔ لوگوں نے یہی گواہی دی اور قسم

ہے پروردگار کعبہ کی کہ میں شہید ہوں تین مرتبہ آپ ؓ نے یہ الفاظ فرمائے (ترمذی' نسائی' دار قطنی)

تشریح: حضرت عمرؓ کی شہادت کے بعد انتخاب خلیفہ کے لئے ان کی بنائی ہوئی مجلس شوریٰ نے حضرت عثمان ؓ کو خلیفہ منتخب فرمایا تھا تمام صحابہ ومہاجرین وانصار نے ان کو اسی طرح خلیفہ تسلیم کرلیا جس طرح حضرت عمرؓ وحضرت ابوبکر ؓ کو خلیفہ تسلیم کرلیا تھا قریباً بارہ برس تک آپ خلیفہ رہے آپ کی خلافت کے آخری سالوں میں آپ کے خلاف وہ فتنہ برپا ہوا جس کی پیشین گوئی رسول اللہ ﷺ نے مختلف مواقع پر فرمائی تھی یہ محاصرہ جس کا اس حدیث میں ذکر ہے اس فتنہ کے سلسلہ کی آخری کڑی تھا۔ محاصرہ کرنے والے مصر اور عراق کے بعض شہروں کے باغی اور بلوائی تھے جن کو فتنہ پردازی کے ماہر ایک منافق یہودی عبداللہ بن سبا نے خفیہ سازشی تحریک کے ذریعے حضرت عثمان ؓ کے خلاف بغاوت پر آمادہ کیا تھا۔

جیسا کہ حدیث سے معلوم ہوا باغی بلوائیوں کا یہ محاصرہ اتنا شدید تھا کہ حضرت عثمان ؓ مسجد شریف آکر نماز بھی نہیں پڑھ سکتے تھے اور آپؓ کو اور آپؓ کے گھر والوں کو پینے کا پانی نہیں پہنچ سکتا تھا ان بلوائیوں کا مطالبہ تھا کہ آپ خلافت سے دستبردار ہو جائیں یعنی خود اپنے آپ کو معزول کر دیں حضرت عثمان ؓ رسول اللہ ﷺ کی ایک تاکیدی ہدایت کی بنیاد پر ان لوگوں کے مطالبہ پر خلافت سے از خود دستبردار ہونے کو جائز نہیں سمجھتے تھے اس کے مقابلہ میں ان باغیوں' بلوائیوں کے ہاتھوں مظلومیت کے ساتھ جان دے دینا اور شہید ہو جانا بہتر سمجھتے تھے۔

معلوم ہوا کہ حضرت عثمان ؓ اس وقت دنیا کی سب سے بڑی طاقتور حکومت کے فرمانروا تھے اگر ان باغیوں کے خلاف طاقت کے استعمال کرنے کا فیصلہ فرماتے یا اس کی اجازت چاہنے والوں کو اجازت ہی دے دیتے تو یہ بغاوت پوری طرح کچل دی جاتی لیکن آپ کی فطرت اور طبیعت پر حیا کی طرح حلم کا بھی غلبہ تھا نیز آپ اس کے لئے تیار نہیں تھے کہ آپ کی جان کی حفاظت کے لئے کسی کلمہ گو کے خون کا قطرہ زمین پر گرے اس لئے آپ نے آخری حد تک افہام وتفہیم کی کوشش کی اور آخر میں اتمام حجت کے طور پر وہ خطاب فرمایا جسے اس حدیث کے راوی ثمامہ بن حزم قشیری نے بیان فرمایا ہے آخر حدیث کے الفاظ: وَرَبِّ الْكَعْبَةِ اِنِّیْ شَهِيْدٌ ثَلَاثًا سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو خداداد ایمانی فراست اور کچھ غیبی اشارات سے (جن کا بعض روایات میں ذکر آتا ہے) یقین ہو گیا تھا کہ یہ فتنہ میری شہادت کا تکوینی انتظام ہے جس کی پیشین گوئی رسول اللہ ﷺ نے مختلف مواقع پر فرمائی تھی اس لئے آپ نے مظلومانہ شہید ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو جانے کا فیصلہ فرمالیا اور مظلومانہ شہادت اور قربانی کی ایک لاثانی مثال قائم فرمادی۔

يَجْعَلُ دَلْوَهٗ مَعَ دِلَاءِ الْمُسْلِمِيْنَ: اس سے مراد یہ ہے کہ کنواں خرید کر عام مسلمانوں کے لئے وقف کردے اور خاص اپنی ملکیت سے نکال دے اس سے اس بات پر دلالت ہوتی ہے کہ سقایات یعنی حوض' کنویں وغیرہ کو وقف کرنا جائز ہے اور دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ موقوفہ چیز واقف کی ملکیت سے نکل جاتی ہے۔

مَنْ يَّشْتَرِیْ بُقْعَةَ اٰلِ فُلَانٍ: مراد یہ ہے کہ مسجد کے قریب انصار کی ایک جماعت آباد تھی اور ان کی ملکیت میں زمین تھی اگر اس کو مسجد میں شامل کر دیتے تو مسجد وسیع ہو جاتی تو حضور ﷺ نے اس زمین کو خرید کر مسجد میں شامل کرنے کی ترغیب دی چنانچہ حضرت عثمان ؓ نے بیس یا پچیس ہزار درہم کے بدلے وہ زمین خرید کر مسجد کے لئے وقف کردی جیسا کہ دار قطنی نے اس کو روایت کیا ہے امام بخاری نے ابن عمر ؓ کی حدیث نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں مسجد اینٹوں سے بنائی گئی تھی

اور چھت کھجور کی ٹہنیوں کی تھی اور ستون بھی کھجور کی لکڑیوں کے تھے اور حضرت صدیق اکبرؓ کے زمانہ خلافت میں بھی یہ اسی حالت میں رہی۔ حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت میں کچھ اضافہ کیا اس کے بعد حضرت عثمان نے از سر نو تعمیر کروائی اور اس کی وسعت و کشادگی کو بھی بڑھایا انہوں نے اس کی دیواروں اور ستونوں کو منقش پتھروں اور چونے سے بنوایا اور چھت ساکھو کی لکڑی کی کروائی۔

فَإِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَصِدِّيقٌ وَشَهِيدَانِ : یہاں شہید سے مراد شہید حقیقی یعنی جو زخم اور ضرب سے شہید ہوا ہو وہ مراد ہے وہ حضرت عمرؓ اور عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس لئے کہ ان کی شہادت ضرب سے ہوئی۔ اگر چہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی شہید تھے کیونکہ ان کا انتقال زہر کی وجہ سے ہوا تھا لیکن ان کی شہادت شہادت حکمیہ تھی۔

قَالَ اللّٰهُ أَكْبَرُ : حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اللہ اکبر فرمایا یا تو خصم اور مد مقابل پر اتمام حجت میں مبالغہ کرنے کے لئے یا اس بات پر تعجب کرنے کے لئے اللہ اکبر فرمایا کہ یہ لوگ ان سب باتوں کی تصدیق بھی کر رہے ہیں اور مان بھی رہے ہیں لیکن پھر بھی فساد کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

فتنوں میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حق پر ہونے کی شہادت

۵۹۱۲/۷ وَعَنْ مُرَّةَ بْنِ كَعْبٍ قَالَ سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَكَرَ الْفِتَنَ فَقَرَّبَهَا فَمَرَّ رَجُلٌ مُقَنَّعٌ فِيْ ثَوْبٍ فَقَالَ هٰذَا يَوْمَئِذٍ عَلَى الْهُدٰى فَقُمْتُ إِلَيْهِ فَإِذَا هُوَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ قَالَ فَأَقْبَلْتُ عَلَيْهِ بِوَجْهِهِ فَقُلْتُ هٰذَا قَالَ نَعَمْ۔

(رواه الترمذي وابن ماجة وقال الترمذي هذا حديث حسن صحيح)

اخرجه الترمذي في السنن ۵۸۶/۵ حديث رقم ۳۷۰۴ وابن ماجه ۴۱/۱ حديث رقم ۱۱۱ و احمد في المسند ۲۳۵/۵

ترجمہ: حضرت مرہ بن کعبؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فتنوں کا ذکر فرماتے ہوئے سنا اور انہیں بہت قریب بتایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرما رہے تھے کہ ایک شخص سر پر کپڑا ڈالے ادھر سے گزرا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھ کر فرمایا یہ شخص اس دن راہ راست پر ہوگا مرہؓ کا بیان ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ سن کر میں اٹھا اور اس کی طرف گیا دیکھا تو وہ عثمان رضی اللہ عنہ تھے پھر میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا منہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کیا اور پوچھا کیا یہ شخص (ان فتنوں میں راہ راست پر ہوگا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ (ترمذی۔ ابن ماجہ)

تشریح ⊙ حدیث کسی تشریح و توضیح کی محتاج نہیں ہے مطلب واضح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی عطا فرمائی ہوئی اطلاع کی بنا پر بطور پیشین گوئی کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں اپنے اس خطاب عام میں اعلان فرمایا کہ میرے بعد قریبی زمانہ میں جو فتنے امت میں برپا ہوں گے ان میں عثمان بن عفانؓ طریقہ ہدایت اور راہ راست پر ہوں گے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت میں سب سے بڑا اور پہلا فتنہ خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف اٹھنے والا فتنہ تھا جس میں وہ انتہائی مظلومیت کے ساتھ شہید کیے گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طرح کے ارشادات کی روشنی میں اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ فتنے کے دور میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

حق وہدایت پر تھے اوران کے مخالفین جنہوں نے فتنہ برپا کیا اہل ضلال تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلافت سے دستبردار نہ ہونے کی وصیت

۵۹۱۳/۸ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا عُثْمَانُ اِنَّهُ لَعَلَّ اللّٰهُ يُقَمِّصُكَ قَمِيْصًا فَاِنْ اَرَادُوْكَ عَلٰى خَلْعِهٖ فَلَا تَخْلَعْهُ لَهُمْ۔

(رواه الترمذي وابن ماجة وقال الترمذي في الحديث قصة طويلة)

أخرجه الترمذي في السنن ۵/۵۸۷ حديث رقم ۳۷۰۵ وابن ماجه في السنن ۱/۴۱ حديث رقم ۱۱۲ و احمد في المسند ۶/۷۵

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ شاید حق تعالیٰ شانہ تمہیں ایک قمیص پہنائے (یعنی خلعت خلافت) پھر اگر لوگ تجھ سے مطالبہ کریں کہ تو قمیص اتار ڈال تو ان کی خواہش سے اس قمیص کو نہ اتارنا (یعنی خلافت کو ترک نہ کرنا) (ترمذی۔ ابن ماجہ)

تشریح ۞ شارحین حدیث کا اتفاق ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہی تھا کہ اے عثمان رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ تم کو خلافت کی خلعت عطا فرمائے گا اور پہنائے گا تو اگر لوگ تم سے اس خلعت کو اتروانا چاہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے عطا فرمائے ہوئے منصب خلافت سے دستبردار ہو جانے کا مطالبہ کریں تو اس کو نہ ماننا کیونکہ تو حق پر ہوگا اور وہ لوگ باطل پر ہوں گے۔

وفی الحدیث قصة طویلة: حدیث میں ایک طویل قصہ ہے اس سے مراد یہ ہے کہ مصری لوگ مصر کے گورنر کی نالش لے کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو مصر کا والی بنا کر بھیجا لیکن مروان کی جعلسازی کی وجہ سے وہ راستے سے واپس آ گئے اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مکان کا محاصرہ کرنا وغیرہ بھی اس میں ذکر کیا گیا ہے جس کا تفصیلی ذکر کتب سیرت میں موجود ہے خلاصہ یہ کہ اسلام میں یہ پہلا بڑا فتنہ تھا "انا للہ وانا الیہ راجعون"۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت کی پیشین گوئی

۵۹۱۴/۹ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ ذَكَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِتْنَةً فَقَالَ يُقْتَلُ هٰذَا فِيْهَا مَظْلُوْمًا لِعُثْمَانَ۔

(رواه الترمذي وقال حديث حسن غريب اسنادا)

أخرجه الترمذي في السنن ۵/۵۸۸ حديث رقم ۳۷۰۸ و احمد في المسند ۲/۱۱۵۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک دن اپنے خطاب میں) ایک عظیم فتنہ کا ذکر فرمایا اور عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ بندہ اس فتنہ میں مظلومیت کے ساتھ شہید ہوگا۔ (ترمذی)

تشریح ۞ حدیث کا مطلب واضح ہے یہ ارشاد بھی بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے چوبیس سال بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف جو فتنہ برپا ہونے والا تھا اس فتنہ کی اور اس فتنہ میں ان کی مظلومانہ شہادت کی خبر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دے دی تھی ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع اللہ تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ وحی ہی ہوئی تھی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا باغیوں کے خلاف اقدام نہ کرنے کا فیصلہ

۵۹۱۵/۱۰ وَعَنْ اَبِیْ سَهْلَةَ قَالَ قَالَ لِیْ عُثْمَانُ يَوْمَ الدَّارِ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ عَهِدَ اِلَیَّ عَهْدًا وَّاَنَا صَابِرٌ عَلَيْهِ۔ (رواه الترمذى وقال هذا حديث حسن صحيح)

أخرجه الترمذي في السنن ٥/٥٩٠ حديث رقم ٣٧١١ وابن ماجه في السنن ١/٤٢ حديث رقم ١١٣ وأحمد في المسند ١/٥٨

ترجمہ: ابوسہلہ سے روایت ہے کہ جس دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کیا گیا (اور وہ شہید کئے گئے) اسی دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مجھ کو بتلایا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک خاص وصیت فرمائی تھی میں نے صبر کے ساتھ اس وصیت پر عمل کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے۔ (ترمذی)

تشریح ⊙ یہ ابوسہلہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے وہ محاصرہ کے وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس تھے اور دوسرے ہمدردوں اور وفادار رفیقوں کے ساتھ وہ بھی چاہتے تھے کہ باغیوں کے خلاف طاقت استعمال کی جائے غالباً یہی بات انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کی تھی جس کے جواب میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ہدایت اور وصیت کو حوالہ دیا جو حضرت عائشہؓ کی حدیث میں گزر چکی ہے۔

یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ خاص ہدایت اور وصیت تھی جس کی تعمیل کرتے ہوئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ باغیوں اور بلوائیوں کے مطالبہ پر خلافت سے دستبردار ہونے کے لئے تیار نہ ہوئے اور اس کے مقابلہ میں مظلومیت کے ساتھ شہید ہونے کا فیصلہ فرمایا جس کی پیشینگوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر بار بار فرمائی تھی۔

الفصل الثالث:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا ایک مصری کو مسکت جواب

۵۹۱۶/۱۱ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ مَوْهَبٍ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ مِصْرَ يُرِيْدُ حَجَّ الْبَيْتِ فَرَاٰى قَوْمًا جُلُوْسًا فَقَالَ مَنْ هٰؤُلَآءِ الْقَوْمُ قَالُوْا هٰؤُلَآءِ قُرَيْشٌ قَالَ فَمَنِ الشَّيْخُ فِيْهِمْ قَالُوْا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ قَالَ يَا ابْنَ عُمَرَ اِنِّیْ سَائِلُكَ عَنْ شَیْءٍ فَحَدِّثْنِیْ هَلْ تَعْلَمُ اَنَّ عُثْمَانَ فَرَّ يَوْمَ اُحُدٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ هَلْ تَعْلَمُ اَنَّهٗ تَغَيَّبَ عَنْ بَدْرٍ وَلَمْ يَشْهَدْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ هَلْ تَعْلَمُ اَنَّهٗ تَغَيَّبَ عَنْ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ فَلَمْ يَشْهَدْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ قَالَ ابْنُ عُمَرَ تَعَالَ اُبَيِّنْ لَكَ اَمَّا فِرَارُهٗ يَوْمَ اُحُدٍ فَاَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ عَفَا عَنْهُ وَاَمَّا تَغَيُّبُهٗ عَنْ بَدْرٍ فَاِنَّهٗ كَانَتْ تَحْتَهٗ رُقَيَّةُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ مَرِيْضَةً فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لَكَ اَجْرَ رَجُلٍ مِّمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا وَسَهْمَهٗ وَاَمَّا تَغَيُّبُهٗ عَنْ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ فَلَوْ كَانَ اَحَدٌ اَعَزَّ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ عُثْمَانَ لَبَعَثَهٗ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عُثْمَانَ وَكَانَتْ بَيْعَةُ الرِّضْوَانِ بَعْدَ مَا ذَهَبَ عُثْمَانُ إِلَى مَكَّةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى هٰذِهٖ يَدُ عُثْمَانَ فَضَرَبَ بِهَا عَلٰى يَدِهٖ وَقَالَ هٰذِهٖ لِعُثْمَانَ ثُمَّ قَالَ ابْنُ عُمَرَ اِذْهَبْ بِهَا الْاٰنَ مَعَكَ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحيحه ۷/۵٤ حديث رقم ۳۶۹۸ والترمذی فی السنن ۵/۵۸۷ حديث رقم ۳۷۰۶

ترجمہ: حضرت عثمان بن عبداللہ بن موہب کہتے ہیں کہ ایک مصری شخص حج کے ارادے سے آیا اس نے ایک جگہ ایک جماعت کو بیٹھے دیکھ کر پوچھا یہ کون لوگ ہیں لوگوں نے کہا یہ قریش ہیں اس نے پوچھا ان کا شیخ کون ہے لوگوں نے کہا عبداللہ بن عمرؓ۔ اس شخص نے ابن عمر ؓ کی طرف متوجہ ہو کر کہا ابن عمر ؓ میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں تم اس کا جواب دو کیا تمہیں یہ معلوم ہے کہ عثمان احد کی جنگ میں بھاگ گئے تھے ابن عمر ؓ نے کہا ہاں ایسا ہی ہوا تھا پھر اس شخص نے پوچھا تمہیں معلوم ہے عثمان ؓ بدر کے معرکے سے غائب تھے اور جنگ بدر میں شریک نہ ہوئے تھے ابن عمر ؓ نے کہا ہاں (وہ بدر کے معرکے سے غائب تھے) پھر اس شخص نے پوچھا تمہیں معلوم ہے عثمان بیعت رضوان میں بھی شریک نہ ہوئے تھے اور اس موقع پر غائب تھے ابن عمر ؓ نے کہا ہاں اور بیعت رضوان میں شامل نہ تھے اس شخص نے ابن عمر ؓ سے تینوں باتوں کی تصدیق سن کر اللہ اکبر کہا ابن عمر ؓ نے اس سے کہا ادھر آ میں تجھ سے حقیقت حال بیان کروں احد کے دن عثمان کا بھاگنا اس کے متعلق میں یہ کہتا ہوں کہ خداوند تعالیٰ نے ان کے اس قصور کو معاف فرما دیا اور بدر کے دن غائب ہونا اس کا واقعہ یہ تھا کہ حضرت رقیہؓ رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی ان کے نکاح میں تھیں وہ بیمار تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے (عثمان ؓ کو ان کی خبر گیری کے لئے مدینہ میں چھوڑ دیا تھا اور) ان سے فرمایا تھا کہ عثمان ؓ کو بدر میں حاضر ہونے والوں میں سے ایک شخص کا ثواب ملے گا اور مال غنیمت میں سے بھی ایک شخص کا حصہ ملے گا اب رہا بیعت رضوان سے عثمان ؓ کا غائب ہونا اس کی وجہ یہ تھی کہ اگر مکہ میں عثمان ؓ سے زیادہ ہر دلعزیز و باعزت کوئی شخص ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اسی کو مکہ روانہ فرماتے لیکن چونکہ عثمان سے زیادہ باعزت اور ہر دلعزیز کوئی اور نہ تھا اس لئے انہیں کو بھیجا اور بیعت رضوان ان کی عدم موجودگی میں ہوئی جبکہ عثمان مکہ جا چکے تھے اور حضور ﷺ نے اپنے دائیں ہاتھ کے بارے میں فرمائی کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے پھر اس کو اپنے دوسرے ہاتھ پر مارا اور فرمایا یہ عثمان کی طرف سے بیعت ہے اس کے بعد ابن عمر ؓ نے فرمایا تو میرا یہ بیان لے جا (یہی تیرے سوالوں کا شافی جواب ہے) (بخاری)

تشریح ۞ اس مصری نے حضرت عثمان ؓ کے بارے میں تین اعتراض کئے تو حضرت ابن عمر ؓ نے اس کو حقیقت حال تفصیل سے بتا کر ان تینوں اعتراضوں کا مسکت جواب دیا۔

قَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ: اس مصری نے جب اپنے اعتراضات کی تصدیق ابن عمر ؓ سے سنی تو از راہ تعجب اس نے اللہ اکبر کہا۔

اِنَّ اللّٰهَ عَفَا عَنْهُ: حضرت ابن عمر ؓ کا اشارہ اس آیت کریمہ کی طرف تھا: اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ۔

واقعہ یہ ہوا کہ حضور ﷺ نے تیر اندازوں کی ایک جماعت کو گھاٹی پر متعین فرما دیا اور ان کو یہ تاکید اً حکم دیا کہ حالات

جیسے بھی ہوں تم نے اپنی جگہ نہیں چھوڑنی شروع میں جب کافروں کو شکست ہوئی وہ منتشر ہو کر بھاگنے لگے تو انہوں نے حضور ﷺ کے حکم کے خلاف اپنی جگہ چھوڑ دی تو مشرکین نے اسی جگہ سے مسلمانوں پر پشت سے حملہ کر دیا جس کی وجہ سے مسلمان گھبرا گئے اور پناہ گاہ کی تلاش میں میدان سے نکل گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اس فعل کی شکایت کی پھر ان کی معافی کا اعلان کر دیا اس واقعہ سے خاص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مورد طعن ٹھہرانا بالکل ناانصافی اور ان کے ساتھ بغض ہے اس لئے کہ میدان جنگ سے نکلنے والے صرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہی نہ تھے اور بھی صحابہ تھے پھر جب اللہ تعالیٰ نے ان سب کے اس فعل کو معاف کر دیا تو معافی کے بعد تو یہ فعل مورد طعن اور باعث عار نہیں رہا اس لئے اس کو لے کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرنا کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔

اِنَّ لَکَ اَجْرَ رَجُلٍ مِمَّنْ شَھِدَ بَدْرًا: حضرت عثمان کا غزوہ بدر میں شریک نہ ہونا حضور ﷺ کے ارشاد کی وجہ سے تھا کہ آپ ﷺ نے اپنی بیٹی حضرت رقیہ کی تیمارداری کے لئے ان کو مدینہ میں ٹھہرنے کا حکم دیا اور ان سے فرمایا کہ تمہیں بدر میں شریک ہونے والوں کی طرح اخروی ثواب بھی ملے گا اور مال غنیمت میں سے حصہ بھی ملے گا تو ان کا غزوہ سے غائب ہونا ان کے حق میں باعث تقصیر نہیں رہا نیز ان کا غزوہ بدر سے غائب رہنا بالکل اسی طرح ہے کہ جس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ اہل بیعت کی خبر گیری کے لئے حضور ﷺ کے ارشاد کی وجہ سے غزوہ تبوک میں شریک نہ ہوئے تھے لیکن یہ معلوم نہیں کہ حضور ﷺ نے ان کے لئے بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرح مال غنیمت میں سے حصہ دینے کا فرمایا تھا یا نہیں' واللہ اعلم۔ حضرت رقیہ' حضرت عثمان کی بیوی تھیں' ان کا اسی بیماری میں مدینہ میں انتقال ہوا۔ ان کی وفات کے بعد حضور ﷺ نے اپنی دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح ان سے کر دیا' اسی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ذوالنورین کا لقب ملا حضرت ام کلثوم کا انتقال ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میری اور بیٹی بھی ہوتی تو میں ان کا نکاح عثمان سے کر دیتا۔

حضرت ابن عباس کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ان اللہ اوحی الی ان ازوج کریمتی عثمان بن عفان یعنی مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ وحی ہوئی ہے کہ میں اپنی دونوں بیٹیوں کا نکاح عثمان بن عفان سے کر دوں۔

فلو کان احد اعز: بیعت رضوان کا واقعہ پہلے کچھ تفصیل سے ہم بیان کر چکے ہیں اس میں مزید یہ بات ہوئی کہ جب اہل مکہ سے مذاکرات کے لئے کسی کو بھیجنے کا مسئلہ درپیش ہوا تو کوئی اپنی جان کے خطرہ کی وجہ سے جانے کے لئے تیار نہ تھے اور یہ عذر کیا کہ مکہ میں ہمارے کوئی رشتہ دار نہیں ہیں جو ہماری حفاظت اور پشت پناہی کریں گے تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھیجا ان کے رشتہ دار اعزہ واقارب مکہ میں تھے انہوں نے ان کا استقبال کیا اور سواری پر بٹھایا اور راد بڑا اپنے آگے چلایا اور ان کو اپنی پناہ میں رکھا کہ کہیں کوئی آپ کو گزند نہ پہنچائے۔ نیز انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ عمرہ کے لئے کعبہ کا طواف کر لیں لیکن آپ نے فرمایا یہ ممکن نہیں کہ میں حضور ﷺ کی عدم موجودگی میں طواف کروں۔

اِذْھَبْ بِھَا الْاٰنَ مَعَکَ: اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ نمبرا اپنے خیالات فاسدہ اپنے ساتھ لے جا اس کا نقصان تجھے ہی ہو گا نہ کہ ہمیں۔ یا مطلب یہ ہے کہ جو اصل صورت حال اور حقیقت حال میں نے بیان کی ہے ان کو اپنے ساتھ لے جا اور اپنے فاسد نظریات سے احتراز کر۔

۱۲/۵۹۱۷ وَعَنْ اَبِیْ سَهْلَةَ مَوْلٰی عُثْمَانَ قَالَ جَعَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُسِرُّ اِلٰی عُثْمَانَ وَلَوْنُ عُثْمَانَ یَتَغَیَّرُ فَلَمَّا کَانَ یَوْمَ الدَّارِ قُلْنَا اَلَا نُقَاتِلُ قَالَ لَا اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَهِدَ اِلَیَّ اَمْرًا فَاَنَا صَابِرٌ نَفْسِیْ عَلَیْهِ ۔ (رواهما البیهقی فی دلائل النبوة)

اخرجه الترمذی فی السنن ۵/ ۵۹۰ حدیث رقم ۳۷۱۱ والبیهقی فی دلائل النبوة ۶/ ۳۹۱۔

ترجمہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ابوسہلہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (ایک روز) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے چپکے چپکے کچھ باتیں کر رہے تھے اور باتیں سن کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا رنگ متغیر ہوتا جاتا تھا پھر جب وہ دن ہوا جب ان کے گھر کا محاصرہ کیا گیا تو ہم نے کہا کہ کیا ہم ان لوگوں سے قتال نہ کریں تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نہیں اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ایک عہد لیا ہے اور میں اس پر صابر ہوں۔

۱۳/۵۹۱۸ وَعَنْ اَبِیْ حَبِیْبَةَ اَنَّهٗ دَخَلَ الدَّارَ وَعُثْمَانُ مَحْصُوْرٌ فِیْهَا وَاَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَیْرَةَ یَسْتَاْذِنُ عُثْمَانَ فِی الْکَلَامِ فَاَذِنَ لَهٗ فَقَامَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰی عَلَیْهِ ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّکُمْ سَتَلْقَوْنَ بَعْدِیْ فِتْنَةً وَاخْتِلَافًا اَوْ قَالَ اخْتِلَافًا وَفِتْنَةً فَقَالَ لَهٗ قَائِلٌ مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ لَّنَا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَوْمَا تَاْمُرُنَا بِهٖ قَالَ عَلَیْکُمْ بِالْاَمِیْرِ وَاَصْحَابِهٖ وَهُوَ یُشِیْرُ اِلٰی عُثْمَانَ بِذٰلِكَ۔

(رواهما البیهقی فی الدلائل النبوة)

رواه البیهقی فی دلائل النبوة ۶/ ۳۹۳

ترجمہ: حضرت ابوحبیبہؓ سے روایت ہے کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر میں داخل ہوئے جبکہ وہ اپنے مکان میں محصور تھے اور انہوں نے سنا کہ ابوہریرہؓ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کچھ کہنے کی اجازت مانگ رہے ہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو اجازت دے دی حضرت ابوہریرہؓ نے اول کھڑے ہو کر خدا کی حمد وثنا کی اور پھر کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرے بعد تم فتنوں اور اختلافات سے دوچار ہو گے یہ سن کر ایک شخص نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اس وقت کس کی متابعت کرنی چاہئے یا یہ کہا کہ اس زمانے میں ہمیں آپ کیا کرنے کا حکم دیتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امیر اور ان کے دوستوں کی اطاعت تم پر لازم ہے اور امیر کا لفظ فرماتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ فرمایا۔

خلاصہ باب مناقب عثمان رضی اللہ عنہ

کچھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں:

یہ امیر المؤمنین عثمان بن عفانؓ ہیں جن کی کنیت ابوعبداللہ الاموی قریشی ہے ان کا اسلام لانا اول دور اسلام میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دارِ ارقم میں تشریف لے جانے سے پہلے ہی ہوا۔ انہوں نے حبشہ کی طرف دو مرتبہ ہجرت فرمائی اور غزوہ بدر میں شریک نہ ہو سکے کیونکہ حضرت رقیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی ان دنوں بیمار تھیں اور

آنحضرت ﷺ نے اس معذوری کی بنا پر ان کا حصہ مال غنیمت میں مقرر فرمایا تھا اور مقام حدیبیہ میں جو تحت شجرہ بیعت رضوان واقع ہوئی اس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شرکت نہ فرما سکے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے ان کو صلح کے معاملات طے کرنے کے لئے مکہ بھیج دیا تھا جب بیعت رضوان واقع ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے اپنے دست مبارک کو دوسرے دست مبارک پر مار کر فرمایا کہ یہ بیعت عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے اور ان کو ذوالنورین میں کہا جاتا تھا کیونکہ ان کے عقد میں آنحضرت ﷺ کی دو نور نظر یعنی صاحبزادیاں رقیہؓ اور ام کلثومؓ یکے بعد دیگرے آئیں تھیں یہ گورے رنگ کے میانہ قد تھے اور بعض نے کہا کہ گندم گوں تھے خوبصورت چہرے والے آپ کا سینہ چوڑا تھا سر پر بال بہت زیادہ تھے بڑی داڑھی والے تھے داڑھی کو زرد رنگ لگاتے تھے ۲۴ھ میں محرم الحرام کی پہلی تاریخ کو ان کو خلیفہ بنایا گیا تھا اسود تجیبی نے جو مصر کا رہنے والا تھا ان کو شہید کیا بعض نے کسی اور کو بتایا ہے شنبہ کے روز جنت البقیع میں دفن کئے گئے عمر مبارک ۸۲ سال کی تھی اور بعض نے ۸۸ سال بیان کی ہے اور دور خلافت بارہ سال سے کچھ دن کم تک رہا۔ ان سے بہت لوگوں نے احادیث روایت کی ہیں۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

اس باب کی احادیث سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حاصل ہونے فضائل کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

نمبر ۱ فرشتے بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے حیا کرتے تھے:

نبی کریم ﷺ بے تکلفانہ حالت میں بیٹھے ہوئے تھے اور ران یا پنڈلی سے قمیص کا کپڑا ہٹایا ہوا تھا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرؓ آئے تو بھی آپ ﷺ اسی حالت میں بیٹھے رہے لیکن جونہی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے تو آپ ﷺ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور اپنے کپڑے کو درست کر لیا اس پر حضرت عائشہؓ نے سوال کیا تو آپ ﷺ نے اس کی وجہ یہ بتلائی کہ عثمان رضی اللہ عنہ سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں میں اس سے کیوں نہ حیا کروں۔

نمبر ۲ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے رفیق ہیں:

نبی کریم ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنا رفیق قرار دیا اور یہ فرمایا کہ ہر نبی کا رفیق ہوتا ہے اور میرا رفیق عثمان رضی اللہ عنہ ہے راوی حدیث نے فی الجنۃ کی قید لگا کر رفاقت کو جنت کے ساتھ خاص کیا ہے لیکن حضور ﷺ کے الفاظ مطلق ہیں دنیا و آخرت دونوں میں رفاقت کو شامل ہیں اس لئے بہتر یہ ہے کہ اس کو مطلق ہی رکھا جائے اگرچہ یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ حضور ﷺ کے اور بھی رفیق ہو سکتے ہیں۔

نمبر ۳ راہ خدا میں بے مثال مالی قربانی:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مختلف مواقع پر بہت زیادہ مال و دولت خرچ کر کے مسلمانوں کی ضروریات کو پورا کیا ان میں سے ایک جیش العسرۃ کی تیاری کے لئے مالی تعاون بھی ہے جس میں آپؓ نے ساڑھے نو سو اونٹ مع ساز و سامان کے اور پچاس گھوڑے اور نو سو اوقیہ سونا صدقہ کیا۔

اسی طرح جب مسجد نبوی میں توسیع کے لئے زمین خریدنے کی ضرورت پیش آئی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بیس ہزار یا

پچیس ہزار درہم کے بدلے زمین خرید کر مسجد کے لئے وقف کی۔

مدینہ منورہ میں میٹھے پانی کا صرف ایک ہی کنواں تھا جو ایک یہودی کی ملکیت تھا لوگوں کو پانی حاصل کرنے میں دشواری کا سامنا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کنویں کو خرید کر وقف کرنے کی ترغیب دی تو آپؓ نے ایک خطیر رقم کے بدلے یہ کنواں خرید کر عام لوگوں کے لئے وقف کر دیا۔

نمبر ۴ بیعت رضوان کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے اپنا ہاتھ پیش کرنا:

بیعت رضوان جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے موت پر بیعت لی اور اللہ تعالیٰ نے ان بیعت کرنے والوں کے لئے اپنی خصوصی رضا کا اعلان کیا۔ اس موقعہ پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد کی حیثیت سے مکہ میں تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ اپنے دوسرے ہاتھ پر مارا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے بیعت کی۔ اس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خصوصی فضیلت حاصل ہوئی کہ اگر وہ خود اس موقعہ پر موجود ہوتے اور اپنا ہاتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں دیتے جیسا کہ اور لوگوں نے کیا تو ان کو یہ شرف نصیب نہ ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک ان کے ہاتھ کے قائم مقام ہوا اس لحاظ سے ان کی بیعت گویا سب لوگوں کی بیعت سے افضل و اشرف تھی۔

نمبر ۵ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فتنوں کے وقت ہدایت پر ہونے کی بشارت:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد فتنوں کے ظاہر ہونے کی خبر دی اور یہ فرمایا کہ اس وقت عثمان رضی اللہ عنہ حق پر ہوں گے ان روایتوں میں فتنہ سے مراد خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت اور ان کا باغیوں کے ہاتھوں شہید ہونا ہے چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قریب زمانے میں وقوع پذیر فتنوں کا ذکر فرمایا اور اس وقت ایک شخص کپڑا اوڑھے ہوئے گزرے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ شخص اس دن حق پر ہوگا تو وہ شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے اسی طرح حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عثمان شاید اللہ تعالیٰ تجھے (خلافت کی) قمیص پہنائے اگر لوگ تجھے اس کے اتارنے پر مجبور کریں تو اس کو نہیں اتارنا (اس لئے کہ وہ باطل پر ہوں گے اور تو حق پر ہوگا)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وقوع پذیر ہونے والے فتنے کا ذکر فرمایا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ اس فتنہ میں مظلومیت کے ساتھ شہید ہوگا۔

اسی طرح محاصرہ کے دنوں میں حضرت ابو ہریرہؓ نے حضرت عثمان کی اجازت سے تقریر کی اس میں حمد و ثناء کے بعد کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرے بعد تم لوگ فتنوں اور باہمی اختلافات کی آزمائش سے دوچار ہوگے وہاں موجود لوگوں میں سے کسی نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر ان حالات میں ہمارا کون ہوگا یعنی ہمیں کس طرح کی اتباع کرنی چاہئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امیر اور اس کے رفقاء کی اتباع لازم ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ فرمایا۔

نمبر ۲ جان دے دی مگر حضور ﷺ کے حکم سے انحراف نہیں کیا:

باغیوں کا مقصود تھا کہ آپؓ خلافت سے دستبردار ہو جائیں لیکن چونکہ آپؓ کو حضور ﷺ کی طرف سے یہ حکم تھا کہ لوگوں کے کہنے کے باوجود خلافت نہیں چھوڑنی تو آپؓ نے جان کی پرواہ نہ کی جان کی قربانی دے کر حضور ﷺ کے ارشاد گرامی کی تعمیل کی۔

بَابُ مَنَاقِبِ هٰؤُلَاءِ الثَّلٰثَةِ رضی اللہ عنہم

یہ باب ہے تینوں حضرات (یعنی حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمانؓ) کے فضائل میں

اس باب میں ان احادیث کو بیان کیا جائے گا جن میں ان تینوں حضرات کے اکٹھے فضائل و مناقب بیان ہوئے ہیں

الفصل الاول:

ان تینوں حضرات رضی اللہ عنہم کو جنت کی بشارت

۱/۵۹۱۹ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَعِدَ اُحُدًا وَاَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ فَرَجَفَ بِهِمْ فَضَرَبَهُ بِرِجْلِهٖ فَقَالَ اثْبُتْ اُحُدٌ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَصِدِّيْقٌ وَشَهِيْدَانِ۔ (رواه البخاري)

أخرجه البخاري في صحيحه ٤٢/٧ حديث رقم ٣٦٨٦ وابو داؤد في السنن ٤٠/٥ حديث رقم ٤٦٥١ والترمذي في السنن ٥٨٣/٥ حديث رقم ٣٦٩٧ و احمد في المسند ٣٣١/٥

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ احد پہاڑ پر چڑھے (اور آپ ﷺ کے ہمراہ) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی (پہاڑ پر چڑھے) احد حرکت کرنے لگا (یعنی جوش مسرت میں جھومنے لگا) آپ ﷺ نے احد پر ایک ٹھوکر لگائی اور فرمایا احد ٹھہر جا تیرے اوپر ایک نبی ہے ایک صدیق اور دو شہید ہیں (بخاری)

۲/۵۹۲۰ وَعَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَائِطٍ مِنْ حِيْطَانِ الْمَدِيْنَةِ فَجَاءَ رَجُلٌ فَاسْتَفْتَحَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِفْتَحْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَفَتَحْتُ لَهٗ فَاِذَا اَبُوْ بَكْرٍ فَبَشَّرْتُهٗ بِمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَمِدَ اللّٰهَ ثُمَّ جَاءَ رَجُلٌ فَاسْتَفْتَحَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِفْتَحْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَفَتَحْتُ لَهٗ فَاِذَا هُوَ عُمَرُ فَاَخْبَرْتُهٗ بِمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَمِدَ اللّٰهَ ثُمَّ اسْتَفْتَحَ رَجُلٌ فَقَالَ لِيْ اِفْتَحْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ عَلٰى بَلْوٰى تُصِيْبُهٗ فَاِذَا عُثْمَانُ فَاَخْبَرْتُهٗ بِمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَحَمِدَ اللّٰهَ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ۔ (متفق علیہ)

أخرجه البخاري في صحيحه ٤٣/٧ حديث رقم ٣٦٩٣ ومسلم في صحيحه ١٨٦٧/٤ حديث رقم (٢٨-٣٤٠٢)

والترمذي في السنن ٥٨٦/٥ حديث رقم ٣٧١٠ واحمد في المسند ٤٠٦/٤

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے ساتھ مدینہ کے ایک باغ میں تھا کہ ایک شخص آیا اور اس باغ کا دروازہ کھلوایا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دروازہ کھول دو اور آنے والے شخص کو جنت کی بشارت دو میں نے دروازہ کھولا دیکھا تو وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے میں نے انہیں جنت کی بشارت دی جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا اس پر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خدا کی حمد وثنا کی اور شکریہ ادا کیا۔ پھر ایک شخص اور آیا اور دروازہ کھلوایا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دروازہ کھول دو اور آنے والے کو جنت کی بشارت دو چنانچہ میں نے دروازہ کھولا دیکھا تو وہ عمرؓ تھے میں نے انہیں رسول اللہ ﷺ کی بشارت سے آگاہ کیا انہوں نے خدا کی حمد وثنا کی اور شکریہ ادا کیا پھر ایک اور شخص نے دروازہ کھلوایا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دروازہ کھول دو اور ان مصائب پر جو اس آنے کو پہنچنے والے ہیں اسے جنت کی بشارت دو۔ میں نے دروازہ کھولا دیکھا تو وہ عثمان رضی اللہ عنہ تھے میں نے انہیں رسول اللہ ﷺ کے ارشاد سے آگاہ کیا انہوں نے خدا کی حمد وثنا کی شکریہ ادا کیا اور پھر کہا اللہ تعالیٰ سے ان مصائب پر مدد طلب کرتا ہوں۔ (متفق علیہ)

الفصل الثانی:

حضور ﷺ کی زندگی میں ہی ان کا ذکر خلافت کی ترتیب سے ہوتا تھا

۵۹۲۱/۳ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كُنَّا نَقُوْلُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَيٌّ اَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ۔ (رواہ الترمذی)

أخرجه ابو داؤد في السنن ٢٦/٥ حديث رقم ٤٦٢٨ وأخرجه الترمذي في السنن ٥٨٥/٥ حديث رقم ٣٧٠٧ واحمد في المسند ١٤/٢

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں یہ کہا کرتے تھے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ عمر عثمان رضی اللہ عنہم اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو۔

تشریح: اس روایت میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کی زندگی میں ہی ان تینوں حضرات کا ذکر اسی ترتیب سے کرتے تھے یعنی پہلے درجہ پر ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اور دوسرے درجہ پر حضرت عمرؓ کا اور تیسرے درجہ پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتے تھے اور یہ کہ دربار نبوت میں یہ تینوں بزرگ مقبول ومحبوب تھے اور تمام صحابہ میں ممتاز تھے۔

الفصل الثالث:

۵۹۲۲/۴ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُرِيَ اللَّيْلَةَ رَجُلٌ صَالِحٌ كَاَنَّ اَبَا بَكْرٍ نِيْطَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنِيْطَ عُمَرُ بِاَبِيْ بَكْرٍ وَنِيْطَ عُثْمَانُ بِعُمَرَ قَالَ جَابِرٌ فَلَمَّا

قُمْنَا مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قُلْنَا اَمَّا الرَّجُلُ الصَّالِحُ فَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَمَّا نَوْطُ بَعْضِھِمْ بِبَعْضٍ فَھُمْ وُلَاۃُ الْاَمْرِ الَّذِیْ بَعَثَ اللّٰہُ بِہٖ نَبِیَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

(رواہ ابوداود)

أخرجه ابو داؤد في السنن ٥/ ٣٠ حديث رقم ٤٦٣٦

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آج رات ایک مرد صالح (یعنی خود نبی کریم ﷺ) کو خواب میں یہ دکھایا گیا کہ گویا ابوبکر ؓ کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ وابستہ کر دیا گیا ہے اور عمر ؓ کو ابوبکر ؓ کے ساتھ پیوستہ کر دیا گیا ہے اور عثمان ؓ کو عمرؓ سے لاحق کر دیا گیا ہے حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس سے اٹھ کر چلے گئے تو ہم نے یہ رائے قائم کی کہ مرد صالح سے مراد رسول اللہ ﷺ ہیں اور تینوں حضرات کا ایک دوسرے سے لاحق اور پیوست ہونا اس سے مراد اس امر کی ولایت وخلافت ہے جس پر خداوند تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو مامور کر کے بھیجا۔ (ابوداود)

خلاصة بَابُ مَنَاقِبِ هٰؤُلَاءِ الثَّلٰثَةِ رضی اللہ عنہم

اس باب کی چار احادیث میں مندرجہ ذیل فضائل مذکور ہیں:

نمبرا: حضرت صدیق اکبر ؓ کو صدیق کہہ کر پکارا اور حضرت عمرؓ وعثمان ؓ کو شہید کہہ کر اس سے گویا اس طرف اشارہ تھا کہ یہ دونوں حضرات درجہ شہادت پر فائز ہوں گے۔

نمبر۲: ان تینوں حضرات کو زندگی ہی میں جنت کی بشارت دی اور حضرت عثمان ؓ کے بارے میں فرمایا کہ ان کو جنت مصیبتیں برداشت کرنے کے بعد ملے گی۔

نمبر۳: صحابہ کرام کے درمیان یہ تینوں حضرات اسی ترتیب سے مشہور تھے کہ سب سے پہلے حضرت ابوبکر ؓ کا مقام تھا پھر حضرت عمرؓ کا اور پھر حضرت عثمان ؓ کا اور یہ کہ ان تینوں حضرات کو دربار نبوت میں خصوصیت حاصل تھی۔

نمبر۴: ان تینوں حضرات کی خلافت کی ترتیب پر غیبی طور پر اشارہ کیا گیا کہ حضور ﷺ کے بعد خلافت حضرت ابو بکر ؓ کی ہوگی پھر حضرت عمرؓ کی اور پھر حضرت عثمان ؓ کی۔

بَابُ مَنَاقِبِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رضی اللہ عنہ

یہ باب حضرت علی ؓ بن ابی طالب کے مناقب میں ہے

حضرت علی ؓ کے مناقب وفضائل بے شمار ہیں اور کتب احادیث میں جو ان کے فضائل ذکر کیے گئے ہیں وہ بنسبت دوسرے صحابہ کرام کے مناقب وفضائل سے زیادہ ہیں البتہ ان میں سے بعض روایتیں موضوع بھی ہیں۔ چنانچہ شیخ مجد الدین

شیرازی فرماتے ہیں کہ بعض روایات جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فضائل میں بیان کی جاتی ہیں وہ موضوع ہیں اور ان کا باطل اور موضوع ہونا بداہت عقل سے ہی معلوم ہو جاتا ہے اور فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی لوگوں نے بے شمار احادیث وضع کی ہیں خاص کر وہ احادیث جو وصایا نامی کتاب میں ذکر کی گئی ہیں اور ہر حدیث کے شروع میں یا علی تحریر ہے اس کتاب کی تمام احادیث موضوع ہیں سوائے ایک حدیث کے جس میں ہے "یاعلی انت منی بمنزلة هارون من موسٰی" جس کی تشریح آئندہ اوراق میں بیان کی جائے گی (انشاء اللہ)

امام احمد و امام نسائی وغیرہ محدثین سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مناقب و فضائل میں جتنی احادیث اسانید جیدہ کے ساتھ وارد ہوئی ہیں اتنی احادیث کسی اور صحابی کے بارے میں نہیں ہیں۔ ملا علی قاری اس کا سبب یہ ذکر فرماتے ہیں کہ دراصل حضرت علی رضی اللہ عنہ کا زمانہ خلافت بعد میں ہوا اور ان کے دور خلافت میں اختلاف بہت زیادہ ہوئے اور ان کے مخالفین اور محاربین بہت تھے تو اس زمانہ کے صحابہ کرام نے ان احادیث کو بہت زیادہ پھیلایا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل میں تھیں جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مناقب اور ان کی خصوصیات کو بیان فرمایا تا کہ حضرت علی کے مخالفین کا منہ بند ہو جائے اور عام مسلمان حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صحیح مقام کو پہچان لیں اور معاندین کے پروپیگنڈوں سے متاثر ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے (نعوذ باللہ) بدظن نہ ہوں اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل کی احادیث زیادہ معلوم ہوتی ہیں۔ ورنہ جہاں تک حقیقت کا تعلق ہے تو پہلے خلفاء ثلاثہ یعنی حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے فضائل و مناقب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مناقب کے برابر ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ ہیں اسی طرح علامہ سیوطی نے ذکر کیا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حیدر بھی کہا جاتا تھا جو درحقیقت ان کے نانا اسد کا نام تھا جب حضرت علی رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو ان کی والدہ فاطمہ نے اپنے والد کے نام پر آپ کا نام حیدر رکھا لیکن ابوطالب آئے تو انہوں نے اس نام کو پسند نہ کیا اور آپ کا نام علی رکھا۔

سہل بن سعد سے مروی ہے کہ آل مروان میں سے ایک شخص مدینہ پر گورنر مقرر ہوا اس نے حضرت سہل بن سعد کو بلا کر کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو (نعوذ باللہ) برا بھلا کہو تو انہوں نے انکار کر دیا اس نے کہا کہ جب تو نے انکار کر دیا ہے تو اب یوں کہہ لعن الله ابا تراب تو سہل نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ابوتراب نام بہت پسند تھا اور جب کوئی آپ کو ابوتراب کہہ کر پکارتا تو آپ خوش ہوتے تھے اور ابوتراب نام پڑنے کی وجہ یہ تھی کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لائے تو وہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نہ پایا۔ حضرت فاطمہؓ سے دریافت فرمایا کہ تمہارے چچا کے بیٹے کہاں ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ ان کے اور میرے درمیان کچھ جھگڑا ہو گیا ہے وہ ناراض ہو کر باہر چلے گئے ہیں اور یہاں قیلولہ بھی نہیں کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انسؓ سے فرمایا کہ دیکھو علی رضی اللہ عنہ کہاں ہیں انہوں نے واپس آ کر بتایا کہ وہ مسجد میں لیٹے ہوئے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لے گئے تو دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد میں لیٹے ہوئے ہیں اور پہلو سے چادر اتری ہوئی ہے آپؓ کے جسم پر مٹی لگی ہوئی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے مٹی جھاڑی اور فرمایا قم ابا تراب اے ابوتراب اٹھ۔ اس وقت سے آپ کا نام ابوتراب پڑ گیا۔

الفصل الاول:

اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی کی وضاحت

۵۹۲۳/اوعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِعَلِیٍّ اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی اِلَّا اَنَّہٗ لَانَبِیَّ بَعْدِیْ۔ (متفق علیہ)

أخرجه البخاري في صحيحه ٧١/٧ حديث رقم ٣٧٠٦ وأخرجه مسلم في صحيحه ١٨٧٠/٤ حديث رقم (٣٠-٢٤٠٤) والترمذي في السنن ٥٩٦/٥ حديث رقم ٣٧٢٤ وأخرجه ابن ماجه ٤٢/١ حديث رقم ١١٥ و احمد في المسند ١٧٧/١

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے وہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا تو میرے لئے ایسا ہی ہے جیسے موسیٰ علیہ السلام کے لئے ہارون علیہ السلام تھے مگر اتنا فرق ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ (متفق علیہ)

تشریح ☼ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے علی رضی اللہ عنہ تجھ کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھی علماء کرام فرماتے ہیں یہ مرتبہ آخرت کے لحاظ سے ہے اور بعض نے فرمایا کہ اس میں قرب مرتبہ کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے اور بعض حضرات کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وہی نسبت حاصل ہونا جو ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام سے تھی وہ دین میں تعاون اور مدد کرنے کے اعتبار سے ہے۔

روافض کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل پر استدلال:

روافض اس حدیث سے اس بات پر استدلال کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حق تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے وصیت بھی فرمائی تھی اور اسی وجہ سے روافض تمام صحابہ کرام کو (نعوذ باللہ) کافر قرار دیتے ہیں کیونکہ انہوں نے خلافت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بھی تکفیر کی ہے کہ انہوں نے اپنے حق کے لئے آواز کیوں بلند نہیں کی۔ ایسے احمقوں کے کفر میں کوئی شک نہیں جو تمام امت مسلمہ خصوصاً صدر اول کو کافر کہے بلاشبہ ان کا یہ اقدام شریعت کو باطل کرنے اور اسلام کو گرانے کی ایک ناکام کوشش ہے۔

شیعہ کے اس حدیث سے خلافت علی رضی اللہ عنہ بلافصل پر استدلال کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہ خطاب اس وقت فرمایا تھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کے لئے جا رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے محمد بن مسلم انصاری کو اپنا قائم مقام اور مدینہ کا والی مقرر کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اہل وعیال کی حفاظت اور خبر گیری کے لئے مدینہ میں چھوڑا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑے جاتے ہیں اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو اس پر راضی نہیں کہ تجھ کو مجھ سے وہی نسبت ہو جو ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھی مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (بخاری)

اور دوسری روایت میں ہے کہ غزوہ تبوک کے موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے اہل وعیال کی

حفاظت کے لئے چھوڑا۔ منافقوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو طعنہ دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو حقیر سمجھ کر یہاں عورتوں اور بچوں میں چھوڑا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر ہتھیار باندھے اور باہر نکلے اور مقام جرف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منافقین اس طرح باتیں کر رہے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جھوٹ کہتے ہیں میں نے تمہیں صرف اپنے اہل وعیال کی حفاظت کے لئے چھوڑا ہے اس لئے واپس جاؤ اور میرے اہل وعیال اور اپنے اہل وعیال کے بارے میں میرے نائب رہو۔ کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تمہیں مجھ سے وہی نسبت ہو جو ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام سے تھی جب موسیٰ میقات پر گئے تھے تو ہارون علیہ السلام کو اپنا نائب اور خلیفہ بنا کر گئے تھے۔

اہلسنت والجماعت یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر میں جاتے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے اہل وعیال کی نگرانی کے لئے چھوڑ جانا کہ میری واپسی تک ان کی نگرانی اور خبر گیری کرنا اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امانت ودیانت' قرب واختصاص تو بے شک معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ اپنے اہل وعیال کی نگرانی اور خبر گیری اسی کے سپرد کی جاتی ہے کہ جس کی امانت ودیانت اور محبت واخلاص پر اطمینان ہو فرزند اور داماد کو اس کام کے لئے مقرر کرتے ہیں لیکن یہ امر کہ میری وفات کے بعد تم ہی میرے خلیفہ ہو گے حدیث کا اس مضمون سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

پھر یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ قائم مقامی فقط اہل وعیال کی حد تک محدود تھی اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی غزوہ میں جاتے وقت محمد بن مسلمہ کو مدینہ کا صوبہ دار مقرر کیا اور سباع بن عرفطہ کو مدینہ کا کوتوال اور عبداللہ بن ام مکتوم کو اپنی مسجد کا امام مقرر کیا معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت ونیابت مطلق نہ تھی بلکہ اہل وعیال کی حد تک محدود تھی اور اگر بالفرض مطلق بھی ہوتی تو غزوہ سے واپسی تک محدود تھی جیسے کوئی بادشاہ سفر میں جاتے وقت کسی کو نائب السلطنت مقرر کر جائے تو وہ نیابت واپسی تک محدود رہے گی واپسی کے بعد خود بخود یہ نیابت ختم ہو جائے گی اور یہ وقتی نیابت اور وقتی قائمقامی اس امر کی دلیل نہیں کہ بادشاہ کی وفات کے بعد یہی شخص بادشاہ کا خلیفہ ہوگا البتہ اس وقتی نیابت سے قائم مقام کی اہلیت ولیاقت ثابت ہوتی ہے سو ہمیں اس سے انکار نہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ میں خلافت کی اہلیت اور لیاقت تھی تمام اہلسنت والجماعت دل وجان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اہلیت اور لیاقت کے قائل ہیں لیکن اس میں دیگر خلفاء کی اہلیت ولیاقت کا انکار نہیں ان کی کمال اہلیت ولیاقت دوسری احادیث سے روز روشن کی طرح ثابت ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی کسی سفر میں یا غزوہ میں تشریف لے جاتے تو مدینہ میں کسی نہ کسی کو اپنا نائب مقرر کر جاتے اور جب واپس تشریف لاتے تو وہ قائم مقامی خود بخود ختم ہو جاتی کسی فرد بشر کے حاشیہ خیال میں یہ بات نہیں گزری کہ وہ ان صحابہ کی وقتی خلافت اور عارضی نیابت کو ان حضرات کی خلافت بلا فصل اور امامت کبریٰ کی دلیل سمجھتا اس لئے محض خانگی امور میں اور اہل وعیال کی نگرانی میں خلافت ونیابت کو خلافت کبریٰ کی دلیل بنا لینا کمال ابلہی ہے۔

علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ہارون علیہ السلام سے تشبیہ دی ہے اور وجہ تشبیہ معلوم نہیں ہوتی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ہارون علیہ السلام کے ساتھ کیوں تشبیہ دی ہے تو اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وضاحت فرما دی: الا لا نبی بعدی کے الفاظ سے۔ یعنی ہارون علیہ السلام تو پیغمبر تھے لیکن تو پیغمبر نہیں ہے۔

خلاصہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر جاتے

ہوئے قوم میں عارضی طور پر ہارون علیہ السلام کو اپنا نائب اور خلیفہ بنایا تھا میں بھی تجھے اپنی واپسی تک اپنا نائب اور خلیفہ بناتا ہوں۔ یہ تشبیہ نہ تو جہت نبوت میں تھی کہ جس طرح ہارون علیہ السلام نبی تھے تو بھی نبی ہے اور نہ ہی قرب خلافت میں کہ تو میرے بعد خلیفہ ہوگا اس لئے کہ حضرت ہارون علیہ السلام کا انتقال تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی ہی میں ہوگیا تھا۔

شرح مسلم میں لکھا ہے کہ حدیث کے الفاظ "لانبی بعدی" اس بات پر دلیل ہیں کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا نزول بطور حاکم کے ہوگا اور وہ شریعت محمدیہ علی صاحبہا السلام کی طرف لوگوں کو بلائیں گے نبی ہو کر ان کا نزول نہیں ہوگا لیکن ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ اس میں منافات نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی بھی ہوں اور شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلاۃ والسلام کے متبع بھی ہوں اور شریعت اسلامیہ کے احکامات کو مضبوط کرنے والوں میں سے ہوں اگرچہ وحی کے ذریعہ ہو اس لئے کہ حدیث "لانبی بعدی" کا مطلب یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین (یعنی نبیوں کو ختم کرنے والے) ہیں۔

اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہوسکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو علی نبی ہوتے اور یہ منافی نہیں ہے اس حدیث کے جو صراحۃ حضرت عمرؓ کے بارے میں آئی ہے کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتے تو عمرؓ نبی ہوتے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود یہ ہے کہ اگر سلسلہ نبوت جاری ہوتا اور میرے بعد نبی آتے تو میرے صحابہ کی جماعت میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو اس منصب کے اہل اور لائق ہیں اور یہی معنی ہیں اس حدیث کے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لو عاش ابراهيم لكان نبيا۔

تنبیہ: یہ جو حدیث مشہور ہے: "علماء امتي كانبياء بني اسرائيل" زرکشیؒ عسقلانیؒ اور سیوطیؒ جیسے محدثین نے اس کی تصریح کی ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں۔

محبت علی رضی اللہ عنہ ایمان کی اور بغض علی رضی اللہ عنہ نفاق کی علامت ہے

۲/۵۹۲۴ وَعَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ وَالَّذِيْ فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسَمَةَ اِنَّهُ لَعَهْدُ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيَّ اَنْ لَا يُحِبَّنِيْ اِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا يُبْغِضَنِيْ اِلَّا مُنَافِقٌ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم في صحيحه ۸۶/۱ حديث رقم (۱۳۱-۷۸) والترمذي في السنن ۵/۵۹۴ حديث رقم ۳۷۱۷ والنسائي في ۸/۱۱۵ حديث رقم ۵۰۱۸ و احمد في المسند ۸۴/۱

ترجمہ: حضرت زر بن حبیش سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے دانے کو پھاڑا (یعنی اگایا) اور ذی روح کو پیدا کیا کہ نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت کی کہ مجھ سے (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے) صرف وہ شخص محبت کرے گا جو مومن ہوگا اور مجھ سے وہ شخص بغض وعداوت رکھے گا جو منافق ہوگا۔ (مسلم)

تشریح ✿ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جن عظیم انعامات اور دینی فضائل سے نوازا مثلاً یہ کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اسلام پر سب سے پہلے لبیک کہنے والوں میں ہیں اور مثلاً یہ کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچازاد بھائی تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے محبت فرماتے تھے اور یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء کو ان کے نکاح میں دے کر دامادی کا

شرف عطا فرمایا اور اکثر غزوات میں وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے اور بار بار میدان جہاد وقتال میں اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر کارہائے نمایاں انجام دیے الغرض ان اور ان جیسے ان کے دیگر فضائل اور خداوندی انعامات کا یہ حق ہے کہ ہر مؤمن صادق ان سے محبت کرے اور ان سے بغض وکینہ رکھنے والوں کے متعلق سمجھے کہ وہ ایمان کی حقیقت سے محروم اور نفاق کے مریض ہیں۔

البتہ یہ بات قابل لحاظ ہے کہ محبت سے مراد وہی محبت ہے جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک معتبر اور شریعت کی حدود میں ہو۔ ورنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کا دعویٰ کرنے والوں میں سب سے پہلے نمبر ان بدبختوں کا ہے جنہوں نے ان کو خدا مانا یا پھر ان بدنصیبوں کا ہے جن کا عقیدہ ہے کہ نبوت کے اصل مستحق حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے اللہ نے جبرائیل کو انہیں کے پاس بھیجا تھا وہ غلطی سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ کے پاس پہنچ گئے اسی طرح شیعوں کے اسماعیلیہ ونصیریہ وغیرہ فرقے جو اپنے اماموں کے بارے میں مشرکانہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ خدا کا روپ ہیں اور خداوندی صفات واختیارات ان کو حاصل ہیں اسی طرح وہ شیعہ اثنا عشریہ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد میں گیارہ شخصیتوں کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبیوں رسولوں کی طرح نامزد امام ومعصوم مفترض الطاعۃ، تمام انبیاء سابقین سے افضل، کمالات میں ان سے فائق صاحب وحی وکتاب، صاحب معجزات اور متصرف فی الکائنات ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ محبت ایسی ہے جیسی محبت کا دعویٰ نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کرتے ہیں جس نے ان کو مشرک اور جہنمی بنا دیا۔ الغرض حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس طرح کی محبت کرنے والے فرقے مشرک فی الالوہیت یا مشرک فی النبوۃ ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان سے بری اور بیزار ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک مقبول محبت وہی ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد بزرگان دین سے اہل سنت والجماعت کو نصیب ہے۔

اس حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھنے والوں کو منافق فرمایا گیا ہے اس کا خاص مصداق خوارج ونواصب ہیں جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر قرآنی ہدایت سے انحراف کا بہتان لگایا اور ان کو دینی حیثیت سے (نعوذ باللہ) گمراہ قرار دیا اور انہیں میں سے ایک بدبخت عبدالرحمان بن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد خود صحابہ کرامؓ میں اختلافات پیدا ہوئے اور جمل وصفین کی جنگوں کی بھی نوبت آئی۔ یہ اختلافات کچھ غلط فہمیوں کی وجہ سے پیدا ہوئے تھے صحابہ کرامؓ میں سے کوئی بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دینی حیثیت سے گمراہ سمجھ کر ان سے بغض نہیں رکھتا تھا۔ یہ اجتہادی اختلاف تھا اور ہر فریق نے دوسرے فریق کے مؤمن ومسلم ہونے کا اظہار واعلان فرمایا اور بعد میں اس جنگ وقتال پر فریقین کو رنج وافسوس ہوا اور اس سب کے بعد سیدنا حضرت حسنؓ کی مصالحت نے ثابت کر دیا کہ جو کچھ ہوا بغض وعداوت کی وجہ سے نہیں ہوا بلکہ اجتہادی اختلاف کی وجہ سے ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسنؓ کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا ابنی هذا سيد و لعل الله ان يصلح به بين فئتين عظيمتين من المسلمين (میرا یہ بیٹا عظیم المقام سردار ہے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے مسلمانوں کی دو عظیم اور بڑی جماعتوں کے درمیان صلح کرا دے گا) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں گروہ مسلمانوں کے تھے کوئی گروہ بھی منافق نہیں تھا۔

زیر بحث حدیث کی طرح ایک حدیث امام ترمذیؒ اور امام احمدؒ نے نقل فرمائی ہے چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: من احبني واحب هذين واباهما وامهما كان معي في درجتي يوم القيامة (جس نے مجھ سے محبت کی اور ان دونوں یعنی حضرات حسنینؓ سے محبت کی اور ان کے والدین سے محبت کی تو وہ میرے ساتھ ہوگا

قیامت میں۔

جس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت کو ایمان کی علامت اور ان کے ساتھ بغض کو نفاق کی علامت فرمایا گیا ہے اسی طرح حضرات شیخین اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی محبت اور نفرت کو بھی یہی درجہ دیا گیا ہے چنانچہ ابن عدی نے حضرت انس سے روایت کیا ہے۔

حب ابی بکر و عمر و عثمان ایمان و بغضهم نفاق۔

اسی طرح ابن عساکر نے حضرت جابر سے روایت نقل کی ہے: **حب ابی بکر و عمر من الایمان و بغضهما کفر وحب الانصار من الایمان و بغضهم کفر وحب العرب من الایمان و بغضهم کفر ومن سب اصحابی فعلیه لعنة الله ومن حفظنی فیهم فانا احفظه یوم القیامة۔**

ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر سے محبت کرنا ایمان میں سے ہے اور ان سے بغض رکھنا کفر ہے اور انصار سے محبت کرنا ایمان میں سے ہے اور ان سے بغض رکھنا کفر ہے اور عرب سے محبت کرنا ایمان میں سے ہے اور ان سے بغض رکھنا کفر ہے اور جس نے میرے صحابہ کو گالی دی پس اس پر اللہ کی لعنت ہے اور جس نے نگہداشت اور عزت کی میرے اصحاب کے متعلق تو میں اس کی محافظت کروں گا قیامت کے دن۔

الغرض نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر مختلف اصحاب کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ ان کی محبت ایمان کی علامت ہے اور ان سے بغض رکھنا نفاق کی نشانی ہے اللہ تعالیٰ اپنی اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے تمام محبین و محبوبین کی محبت ہم کو نصیب فرمائے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے محب بھی ہیں اور محبوب بھی

۳/۵۹۲۵ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ خَيْبَرَ لَاُعْطِيَنَّ هٰذِهِ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ فَلَمَّا اَصْبَحَ النَّاسُ غَدَوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ كُلُّهُمْ يَرْجُوْنَ اَنْ يُّعْطَاهَا فَقَالَ اَيْنَ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ فَقَالُوْا هُوَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْتَكِيْ عَيْنَيْهِ قَالَ فَاَرْسِلُوْا اِلَيْهِ فَاُتِيَ بِهٖ فَبَصَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ عَيْنَيْهِ فَبَرَاَ حَتّٰى كَاَنْ لَّمْ يَكُنْ بِهٖ وَجَعٌ فَاَعْطَاهُ الرَّايَةَ فَقَالَ عَلِيٌّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُقَاتِلُهُمْ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مِثْلَنَا قَالَ انْفُذْ عَلٰى رِسْلِكَ حَتّٰى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ اِلَى الْاِسْلَامِ وَاَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ مِنْ حَقِّ اللّٰهِ فِيْهِ فَوَاللّٰهِ لَاَنْ يَّهْدِيَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلًا وَّاحِدًا خَيْرٌ لَّكَ مِنْ اَنْ تَكُوْنَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ (متفق عليه وذكر حديث البراء) **قَالَ لِعَلِيٍّ اَنْتَ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْكَ فِيْ بَابِ بُلُوْغِ الصَّغِيْرِ۔**

أخرجه البخاري في صحيحه حديث رقم ٤٢١٠ ومسلم في صحيحه ٤/١٨٧٢ حديث رقم (٣٤-٢٤٠٦) والترمذي في السنن ٥/٥٩٦ حديث رقم ٣٧٢٤ أخرجه ابن ماجه في السنن ١/٤٣ حديث رقم ١١٧ وأحمد في المسند ١/١٨٥

ترجمہ: حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن فرمایا میں یہ جھنڈا ایک ایسے شخص کو دوں گا جس کے ہاتھوں سے خداوند تعالیٰ قلعہ خیبر کو فتح کرائے گا اور وہ شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اس سے محبت رکھتا ہے جب صبح ہوئی تو تمام لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں یہ امید لے کر حاضر ہوئے کہ وہ جھنڈا انہیں ملے گا (جب سب لوگ جمع ہو گئے تو) آپ ﷺ نے فرمایا علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کہاں ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ان کی تو آنکھیں دکھتی ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کوئی جا کر انہیں بلا لائے۔ چنانچہ انہیں بلا کر لایا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی آنکھوں پر لعاب دہن لگایا اور وہ اچھی ہو گئیں گویا دکھتی ہی نہ تھیں پھر آپ ﷺ نے انہیں جھنڈا عطا فرمایا۔ علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں ان لوگوں سے (یعنی دشمنوں سے) اس وقت تک لڑوں گا جب تک وہ ہماری مانند (مسلمان) نہ ہو جائیں آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ اور اپنی فطری نرمی اور آہستگی سے کام لو جب تم میدان جنگ میں پہنچ جاؤ تو پہلے دشمنوں کو اسلام کی دعوت دو انہیں بتاؤ کہ اسلام قبول کرنے کے بعد اسلام کی رو سے ان پر خدا کا کیا حق ہے خدا کی قسم اگر تمہاری وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ایک شخص کو بھی ہدایت دے دی تو یہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بھی کہیں بہتر ہے۔ (متفق علیہ) اور ذکر کی گئی حدیث براءؓ: قال لعلی انت منی وانا منك باب بلوغ الصغیر میں آ چکی۔

تشریح: خیبر مدینہ سے ایک سو چوراسی کلومیٹر (قریباً سوا سو میل) شمال میں واقع ہے یہ یہودیوں کی بستی تھی یہ وہ یہودی تھے جو کسی زمانے میں شام سے نکالے گئے تھے اور یہاں آ کر بس گئے تھے یہ سب دولت مند اور سرمایہ دار تھے یہاں انہوں نے بہت مضبوط قلعے بنا لئے تھے اور اس وقت کے معیار کے مطابق جنگی ساز و سامان کا اچھا ذخیرہ بھی رکھتے تھے یہ علاقہ سرسبز و شاداب اور بہت زرخیز تھا۔

مدینہ منورہ کے قرب و جوار کے جن یہودیوں کو ان کی غداریوں اور شرارتوں کی وجہ سے نکالا اور جلاوطن کیا گیا تھا وہ بھی یہیں آ کر بس گئے تھے یہ مسلمانوں کے خلاف سخت کینہ رکھتے تھے اور سازشیں کرتے رہتے تھے مدینہ منورہ جو رسول اللہ ﷺ کا دارالہجرۃ اور مسلمانوں کا دارالحکومت تھا اس کے لئے خیبر کے یہ یہودی ایک مستقل خطرہ تھے۔

۶ ھ کے اواخر میں رسول اللہ ﷺ حدیبیہ سے واپس آ کر اور قریش مکہ سے مصالحت اور دس سال کے لئے جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے۔ ذی الحجہ کا قریباً پورا مہینہ مدینہ ہی میں گزارا، محرم ۷ ھ میں آپ ﷺ نے خیبر کی خطرناک دشمن طاقت سے تحفظ و مامون رہنے کے لئے صرف قریباً ڈیڑھ ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا لشکر ساتھ لے کر خیبر کی طرف کوچ فرمایا۔ خیبر کے قریب پہنچ کر جس جگہ کو لشکر کے قیام کے لئے مناسب سمجھا وہاں قیام فرمایا حسب معمول آپ ﷺ نے خیبر کے یہودیوں کو اسلام کی دعوت دی اور ساتھ ہی یہ کہا کہ اگر وہ فی الحال اسلام قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہوں تو سیاسی ماتحتی قبول کر کے جزیہ ادا کریں اور اگر ان میں سے کوئی بات قبول نہ کی گئی تو ہم اللہ کے حکم کے مطابق جنگ کریں گے یہاں تک کہ وہ اسلام قبول کریں یا جزیہ دینا منظور کریں۔ خیبر کے یہودی سرداروں نے کسی بات کے بھی قبول کرنے سے متکبرانہ انداز میں انکار کر دیا اور جنگ کے لئے تیار ہو گئے۔

بہرحال جنگ شروع ہوئی اور کئی دن تک جاری رہی مسلمانوں نے یکے بعد دیگرے ان کے کئی قلعوں پر قبضہ کر لیا

لیکن ایک قلعہ جو بہت مضبوط اور مستحکم تھا اور اس کی حفاظت اور دفاع کا بھی غیر معمولی انتظام کیا گیا تھا بار بار کے حملوں کے باوجود وہ فتح نہ ہوسکا تو رسول اللہ ﷺ نے ایک دن ارشاد فرمایا کہ کل میں یہ پرچم اور جھنڈا ایک ایسے شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول کا محب اور محبوب ہے اور اللہ اس کے ہاتھ پر یعنی اس کے ذریعے فتح مکمل کرادے گا اور یہ آخری قلعہ بھی فتح ہو جائے گا حضور ﷺ نے اس شخص کو نامزد نہیں فرمایا جس کو آئندہ کل پرچم دینے کا آپ ﷺ کا ارادہ تھا بہت سے حضرات اس کے متمنی تھے کہ کل پرچم ان کو عطا فرمایا جائے اور اسی انتظار میں ان کو ساری رات نیند بھی نہیں آئی چنانچہ اگلی صبح پرچم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا گیا اور نبی کریم ﷺ نے ان کو یہ نصیحت فرمائی کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہارے واسطے سے ایک آدمی کو بھی ہدایت عطا فرمادے اور اس کو ایمان کی دولت حاصل ہو جائے تو یہ تمہارے لئے اس سے بہتر ہوگا کہ تم کو غنیمت میں بہت سے سرخ اونٹ مل جائیں۔ اس زمانے میں سرخ اونٹ عربوں کے لئے عزیز ترین دولت تھی حضور ﷺ کے فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ ہماری جنگ کا مقصد اصلی دشمن پر فتح حاصل کر کے مال غنیمت سمیٹنا نہیں ہے اصل مقصد اور نصب العین پیش نظر رکھنا چاہئے اور اسی کے تقاضے کے مطابق رویہ متعین کرنا چاہئے۔

اس حدیث میں ضمنی طور پر حضور ﷺ کے دو معجزے بھی معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دونوں آنکھوں میں سخت تکلیف تھی حضور ﷺ نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور فوراً تکلیف دور ہوگئی اور وہ ایسے ہوگئے جیسے کوئی تکلیف تھی ہی نہیں۔

دوسرا معجزہ یہ معلوم ہوا کہ آئندہ کل فتح مکمل ہو جانے کے بارے میں حضور ﷺ نے جو پیشین گوئی فرمائی تھی وہ پوری ہوئی۔

حضرت سہل بن سعدؓ کی روایت کی ہوئی اس حدیث کا خاص سبق یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب اللہ اور اس کے رسولؐ کے محب اور محبوب ہیں اور الحمد للہ اہل سنت والجماعت اور امت کے سواد اعظم کا یہی عقیدہ ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے سوا کسی دوسرے کو اللہ اور اس کے رسولؐ کا محب و محبوب ہونے کی سعادت نصیب نہ ہو اور اللہ اور رسول ﷺ پر ایمان رکھنے والا ہر مؤمن صادق اپنے ایمانی درجہ کے مطابق اللہ اور رسول ﷺ کا محب اور محبوب ہے اور سورہ آل عمران کی آیت: ﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ ......﴾ بھی اس کی دلیل اور شاہد عدل ہے۔

وذکر حدیث البراء: یعنی حضرت براء کی حدیث حضرت علیؓ حضرت جعفر اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم کی فضیلت پر مشتمل ہے لیکن اس کا تعلق حضانت کے ساتھ بھی تھا اس لئے اس کو وہاں ذکر کر دیا گیا۔

الفصل الثانی

حضرت علی رضی اللہ عنہ ہر مؤمن کے ولی ہیں

۵۹۲۶/۳ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ عَلِيًّا مِنِّیْ وَاَنَا مِنْهُ وَهُوَ وَلِیُّ كُلِّ مُؤْمِنٍ۔ (رواہ الترمذی)

أخرجه الترمذي في السنن ٥/٥٩٠ حديث رقم ٣٧١٢ و احمد في المسند ٤/٤٣٧

ترجمہ: حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں علی رضی اللہ عنہ سے ہوں اور علی رضی اللہ عنہ ہر مؤمن کا دوست و مددگار ہے۔ (ترمذی)

تشریح: صاحب مشکوۃ المصابیح نے جامع ترمذی کی اس روایت کا یہی آخری جز نقل کیا ہے جو رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے امام ترمذی نے وہ پورا واقعہ بھی نقل کیا ہے جس سلسلہ میں حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا تھا۔

واقعہ کا حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو امیر بنا کر ان کی سرکردگی میں ایک لشکر کسی مہم پر روانہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی مدد سے مہم کامیاب ہوئی اور فتح حاصل ہوئی لیکن لشکر میں شامل بعض لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس سلسلہ کے ایک عمل کو صحیح نہ سمجھا اور واپس آ کر ان لوگوں نے اپنے خیال کے مطابق حضور ﷺ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شکایت کی۔ آنحضرت ﷺ کو ان کی یہ بات سخت ناگوار ہوئی کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ان کی شکایت صحیح نہ تھی غلط فہمی پر مبنی تھی اس موقع پر آنحضرت ﷺ نے شکایت کرنے والوں پر ناگواری ظاہر فرمائی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اپنے اعتماد اور خصوصی قرابت ومحبت کے خاص تعلق کا اظہار فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا "ان علیا منی وانا منه" ہماری اردو زبان کے محاورہ میں اس کا حاصل یہ ہے کہ علی رضی اللہ عنہ میرے ہیں اور میں علی رضی اللہ عنہ کا ہوں۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنی محبت اور خصوصی قربت وتعلق کا اظہار انہیں الفاظ کے ساتھ حضور ﷺ نے مختلف مواقع پر فرمایا ہے۔

ملحوظ رہے کہ حضور ﷺ نے بعض مواقع پر دوسرے بعض صحابہؓ کے ساتھ بھی اپنے خصوصی تعلق اور قرب ومحبت کا انہیں الفاظ میں اظہار فرمایا ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں روایت ہے کہ ایک غزوہ میں شہید ہونے والے ایک صحابی حضرت جلیبؓ کی لاش کے پاس کھڑے ہو کر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ "هذا منی وانا منه" (یعنی یہ جلیب مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں) یک مرتبہ آپ ﷺ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری کے قبیلہ اشعریین کے ایک طرز عمل کا ذکر فرما کر کہ جب وہ جہاد کے سفروں میں جاتے ہیں یا مدینہ کے قیام ہی کے زمانہ میں کھانے پینے کا سامان ان میں سے کچھ لوگوں کے پاس کم ہو جاتا ہے تو جو کچھ جس کے اس ہوتا ہے وہ سب ایک جگہ جمع کر لیتے ہیں اور آپس میں برابر تقسیم کر لیتے ہیں ان کے بارے میں ارشاد فرمایا هم منی وانا منهم (یعنی یہ اشعریین مجھ میں سے ہیں اور میں ان میں سے ہوں)

ظاہر ہے جیسا کہ عرض کیا گیا آنحضرت ﷺ کی طرف سے یہ ان اشعریین کے ساتھ خصوصی محبت وقرب وتعلق کا اظہار ہے اس حدیث کو بھی امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

حدیث کا آخری جملہ ہے "وهو ولی کل مومن" ولی کا معنی دوست ومددگار اور سرپرست ہے قرآن پاک میں بھی یہ لفظ مختلف مقامات پر ان میں سے کسی ایک معنی میں استعمال ہوا ہے۔

زیر تشریح حدیث میں بظاہر یہ لفظ دوست اور محبوب کے معنی میں استعمال ہوا ہے اور حضور ﷺ کے اس ارشاد کا مطلب ومدعا یہ ہے کہ ہر صاحب ایمان کو علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ دوستی اور محبت ہی کا تعلق رکھنا چاہیے میرے ساتھ ان کے خصوصی تعلق کا یہ بھی حق ہے۔

۵/۵۹۲۷ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ۔

(رواہ احمد والترمذی)

أخرجه الترمذی في السنن ۵/۵۹۱ حدیث رقم ۳۷۱۳ و احمد فی المسند ۳۶۸

ترجمہ: حضرت زید بن ارقم سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں جس کا دوست ہوں علی بھی اس کے دوست ہیں۔ (احمد، ترمذی)

حضور ﷺ کا فرمان کہ میرا پیغام علی رضی اللہ عنہ پہنچا سکتے ہیں

۶/۵۹۲۸ وَعَنْ حُبْشِيِّ بْنِ جُنَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيٌّ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْ عَلِيٍّ وَلَا يُؤَدِّيْ عَنِّيْ اِلَّا اَنَا اَوْ عَلِيٌّ۔ (رواہ الترمذی و رواہ احمد عن ابی جنادۃ)

أخرجه الترمذی فی السنن ۵/۵۹۴ حدیث رقم ۳۷۱۶ و ابن ماجه ۱/۴۴ حدیث رقم ۱۱۹ و احمد فی المسند ۴/۱۶۴۔

ترجمہ: حضرت حبشی بن جنادہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا علی رضی اللہ عنہ مجھ میں سے ہیں اور میں علی رضی اللہ عنہ میں سے ہوں اور میری طرف سے (یا اہم پیغام) خود میں پہنچا سکتا ہوں یا علی رضی اللہ عنہ۔ (ترمذی و احمد)

تشریح ۞ حدیث کا مطلب سمجھنے کے لئے وہ صورت حال پیش نظر رکھنی ضروری ہے جس میں حضور ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا تھا۔ ۸ھ میں فتح مکہ اور وہاں اسلامی اقتدار قائم ہو جانے کے بعد اگلے سال سورہ براءۃ نازل ہوئی جس میں مشرکین و کفار کے بارے میں خاص اور اہم احکام ہیں مثلاً یہ کہ جو معاہدہ ان کے ساتھ کیا گیا تھا ان کی شرارتوں کی وجہ سے وہ فسخ کر دیا گیا اور مثلاً یہ کہ اس سال کے بعد کسی مشرک و کافر کو مسجد حرام میں داخل کی اجازت نہیں ہوگی وغیرہ۔

تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنا کر بھیجا اور یہ ذمہ داری بھی ان کے سپرد ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے حج کے موقع پر مختلف علاقوں سے آنے والے تمام کفار و مشرکین کو اللہ تعالیٰ کے وہ احکام پہنچا دیں جو سورہ براءۃ میں ان کے بارے میں نازل کئے گئے ہیں اور سورہ براءۃ کی وہ سب آیتیں بھی ان کو سنا دیں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے حکم کی تعمیل میں حج کے لئے ساتھ جانے والی کی جمعیت کے ساتھ روانہ ہو گئے۔

بعد میں حضور ﷺ کو خیال آیا کہ عربوں کا یہ قانون اور ان کی یہ روایت رہی ہے کہ اگر کوئی معاہدہ کیا جائے یا کسی معاہدہ کو فسخ کیا جائے یا اس طرح کا کوئی بھی اہم معاملہ ہو تو وہ قبیلہ کا سردار یا سربراہ بذات خود کرے یا اس کے نائب اور قائم مقام کی حیثیت سے نسبی رشتے سے اس کا کوئی قریب ترین عزیز۔ اس کے بغیر وہ قابل قبول نہ ہوگا تو آپ نے ضروری سمجھا کہ آپ کی طرف سے ان اہم اعلانات کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا جائے جو آپ ﷺ کے حقیقی چچازاد بھائی اور داماد بھی تھے چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کام کے لئے بعد میں مکہ معظمہ کیلئے روانہ فرمایا۔ اس موقعہ پر آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا تھا: علی منی وانا من علی...... الغرض اس ارشاد کے ذریعے آپ ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کام کے لئے بھیجنے کی غرض و غایت بیان فرمائی۔

پھر جب حضرت علی رضی اللہ عنہ جا کر حضرت صدیق اکبرؓ سے مل گئے تو انہوں نے دریافت فرمایا کہ آپ امیر کی حیثیت سے

بھیجے گئے ہیں یا مامور کی حیثیت سے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں امیر کی حیثیت سے نہیں بلکہ مامور کی حیثیت سے آیا ہوں امیر آپؓ ہی ہیں اور میں خاص طور سے اس غرض سے بھیجا گیا ہوں۔

یہ جو کچھ ہوا من جانب اللہ ہوا۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شروع ہی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو امیر حج کی حیثیت سے روانہ فرماتے تو اس سے غلط فہمی ہو سکتی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت کے اولین حقدار حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ امت کو اس غلط فہمی سے بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں ڈالا گیا کہ امیر حج بنا کر ابو بکر رضی اللہ عنہ کو روانہ کریں بعد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب میں وہ بات ڈالی گئی جس کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجنا ضروری سمجھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس طرح امت کی رہنمائی فرمائی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسلمانوں کے امیر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہوں گے یہ بالکل اسی طرح ہوا جس طرح کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الوفات میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود مسجد جا کر امامت کرنے سے معذور ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈالا گیا کہ اپنی جگہ ابو بکر صدیق کو نماز کا امام مقرر فرما دیں۔ ان اللّٰہ لطیف لما یشاء۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی بھائی ہیں

۵۹۲۹/۷ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اٰخٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَ اَصْحَابِہٖ فَجَاءَ عَلِیٌّ تَدْمَعُ عَیْنَاہُ فَقَالَ اٰخَیْتَ بَیْنَ اَصْحَابِكَ وَلَمْ تُوَاخِ بَیْنِیْ وَبَیْنَ اَحَدٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْتَ اَخِیْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ۔ (رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث حسن غریب)

اخرجہ الترمذی فی السنن ۵/ ۵۹۵ حدیث رقم ۳۷۲۰۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ آکر) اپنے اصحاب میں مواخاۃ قائم فرمائی (یعنی صحابہ میں سے ہر ایک کو دوسرے کا بھائی بنا دیا) تو حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے (اس حال میں کہ رنج و غم سے) ان کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تمام اصحاب کے درمیان مواخاۃ کا رشتہ قائم فرما دیا اور میرے اور کسی دوسرے کے درمیان آپ نے مواخاۃ قائم نہیں فرمائی (یعنی مجھے کسی کا اور میرا کسی کو بھائی نہیں بنایا تو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میرے بھائی ہو دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی (ترمذی)

تشریح: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب ہجرت فرما کر مدینہ آئے یہ آنے والے مہاجرین مختلف قبیلوں اور مختلف مقامات کے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخاۃ کا نظام قائم فرمایا یعنی دو دو صحابیوں کا ایک جوڑا بنا کر ان کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دے دیا تاکہ ایک دوسرے کے دکھ درد میں اور ضرورت میں حقیقی بھائی کی طرح کام آئیں اور کسی کو تنہائی اور بے کسی کا احساس نہ ہو مثلاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو الدرداء انصاری اور حضرت سلمان فارسی کو ایک دوسرے کا بھائی بنا دیا جن کے درمیان پہلے سے نہ کوئی نسبی رشتہ تھا اور نہ ہم وطنی کا تعلق۔ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تمام اصحاب کے درمیان مواخاۃ کا رشتہ قائم فرما دیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کسی کے ساتھ یہ رشتہ قائم نہ فرمایا وہ اکیلے ہی رہ گئے اس سے رنجیدہ اور غمگین ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تمام اصحاب کے درمیان

مواخاۃ کا رشتہ قائم فرما دیا اور مجھے کسی کا اور کسی کو میرا بھائی نہیں بنایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا انت اخی فی الدنیا و آخرۃ ظاہر ہے یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کتنی خوشی ہوئی ہوگی۔ بلاشبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو قرابت نصیب تھی وہ صرف انہیں کا حصہ تھا جیسا کہ معلوم ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچازاد بھائی تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں ہیں اور دامادی کے شرف سے بھی مشرف فرمائے گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اللہ کے نزدیک محبوب ترین بندے تھے

۵۹۳۰/۸ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَيْرٌ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ ائْتِنِيْ بِاَحَبِّ خَلْقِكَ اِلَيْكَ يَأْكُلُ مَعِيَ هٰذَا الطَّيْرَ فَجَاءَهُ عَلِيٌّ فَاَكَلَ مَعَهُ۔ (رواه الترمذي وقال هذا حديث غريب)

أخرجه الترمذي في السنن ۵/۵۹۵ حديث رقم ۳۷۲۱

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (کھانے کے لئے بھنا ہوا یا پکا ہوا) ایک پرندہ تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اے اللہ تو میرے پاس ایسے بندے کو بھیج دے جو تیری مخلوق میں تجھ کو سب سے زیادہ محبوب اور پیارا ہو جو اس پرندہ کے کھانے میں میرے ساتھ شریک ہو جائے تو آ گئے حضرت علی رضی اللہ عنہ۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس پرندہ کے کھانے میں شریک ہو گئے۔ (ترمذی)

تشریح ۞ اس حدیث سے شیعہ حضرات استدلال کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ساری مخلوق سے جس میں شیخین بھی شامل ہیں افضل اور اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب اور پیارے تھے لیکن ظاہر ہے کہ اللہ کی مخلوق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل ہیں اگر حدیث سے یہ نتیجہ نکالا جائے گا تو لازم آ جائے گا کہ ان کو شیخین ہی سے نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی افضل اور اللہ کا زیادہ محبوب اور پیارا مانا جائے۔

اسی بناء پر شارحین حدیث نے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ تو کسی ایسے بندے کو بھیج دے جو تیرے محبوب ترین بندوں میں سے ہو اس لئے کہ اس طرح کی فضیلت تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی آئی ہے جیسا کہ حدیث میں ہے: ماطلعت الشمس علی خیر من عمر اور دوسری جگہ ہے: ارفع درجة فی الجنة اس لئے یہ کہا جائے گا کہ افضلیت یہ ایک نوع ہے جس میں ایک سے زائد افراد پائے جاتے ہیں اور یقیناً حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اس نوع میں داخل ہیں اور اللہ تعالیٰ کے محبوب ترین بندوں میں سے ہیں۔

اس حدیث کے بارے میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ علامہ ابن جوزی نے اس کو موضوع قرار دیا ہے حافظ ابن حجر عسقلانی نے ان کی رائے سے اتفاق نہیں کیا بلکہ یہ تسلیم کیا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔

۵۹۳۱/۹ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ اِذَا كُنْتُ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَعْطَانِيْ وَاِذَا سَكَتُّ ابْتَدَانِيْ۔

(رواه الترمذي وقال هذا حديث حسن غريب)

أخرجه الترمذي في السنن ۵/۵۹۵ حديث رقم ۳۷۲۲

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مانگتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دیتے

اور جب میں نہ مانگتا تو بھی عطا فرماتے (ترمذی)

علی رضی اللہ عنہ دار الحکمت کے دروازہ ہیں

۵۹۳۲/۱۰ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا دَارُ الْحِكْمَةِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا (رواه الترمذی وقال هذا حديث غريب وقال روى بعضهم هذا الحديث عن شريك ولم يذكروا فيه عن الصنابحی ولا نعرف هذا الحديث عن احد من الثقات غير شريك)

أخرجه الترمذي في السنن ۵/۵۹۶ حديث رقم ۳۷۲۳

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میں حکمت کا گھر ہوں اور علی رضی اللہ عنہ حکمت کے گھر کا دروازہ ہے۔ (ترمذی) امام ترمذیؒ نے فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے اور فرمایا کہ ان میں سے بعض نے اس حدیث کو شریک سے روایت کیا ہے اور صنابحی کا ذکر نہیں کیا اور ہم اس حدیث کو شریک کے سوا کسی ثقہ سے نہیں جانتے ہیں۔ (ترمذی)

تشریح ⊙ اس حدیث میں ہے: أَنَا دَارُ الْحِكْمَةِ جبکہ ایک دوسری روایت میں: "انا مدينة العلم" اور ایک روایت میں ہے: انا دار العلم وعلي بابها جبکہ ایک روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں فمن اراد دار العلم فلياته من بابه (یعنی جو علم کے گھر میں آنا چاہتا ہے وہ اس کے دروازے سے داخل ہو)۔

مطلب ان سب روایتوں کا یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ علم کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہیں اس لئے کہ باقی صحابہ بھی صاحب علم تھے اور وہ بھی دار العلم کے دروازے تھے جیسا کہ حدیث "اصحابي كالنجوم بايهم اقتديتم اهتديتم" اس پر دلالت کرتی ہے اور اس حدیث میں خاص حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر ان کی تعظیم کی وجہ سے ہے کیونکہ ان کا علم بہت سے صحابہ کرام سے زیادہ تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صغر سنی ہی میں اسلام قبول کر لیا تھا اور اس کے بعد برابر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت اور صحبت میں رہے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے استفادہ میں ان کو ایک درجہ خصوصیت حاصل ہے اسی بناء پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا: "انا دار الحكمة وعلي بابها"۔

لیکن اس سے یہ سمجھنا اور یہ نتیجہ نکالنا کہ بس حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آئے ہوئے علم و حکمت کے حامل و وارث تھے اور ان ہی کے ذریعے اس کو حاصل کیا جا سکتا ہے اور ان کے سوا کسی دوسرے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے علم و حکمت کو حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ انتہائی درجہ کی نافہمی ہے۔ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر ارشاد فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو امیین میں اپنا رسول بنا کر بھیجا جو ان کو اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھ کر سناتے ہیں اور کتاب اللہ اور حکمت کی ان کو تعلیم دیتے ہیں قرآن مجید کی یہ آیتیں بتلاتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کتاب و حکمت کی تعلیم اپنے اپنے ظرف اور اپنی اپنی استعداد کے مطابق تمام صحابہ کرام نے پائی لہٰذا یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ آئے ہوئے علم و حکمت کا ذریعہ اور دروازہ ہیں۔

یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ صغیر السن تھے جب انہوں نے اسلام قبول کیا ان کی عمر مشہور روایات

کے مطابق صرف آٹھ یا دس سال یا اس سے کچھ زیادہ تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے استفادہ کی وہی استعداد اور صلاحیت اس وقت ان کو حاصل تھی جو فطری طور پر اس عمر میں ہونا چاہئے لیکن حضرت صدیق اکبرؓ نے اس دن جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر اسلام قبول کیا تو ان کی عمر چالیس سال ہو چکی تھی اور فطری طور پر ان کو استفادہ کی وہ کامل استعداد و صلاحیت تھی جو اس عمر میں ہونی چاہئے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے آئے ہوئے علم وحکمت میں ان کا حصہ دوسرے تمام صحابہ کرام سے مجموعی طور پر زیادہ تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض الوفات میں ان کو اپنی جگہ نماز کا امام مقرر فرمایا یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت صدیق اکبرؓ کے اعلم بالکتاب والحکمۃ ہونے کی سند تھی پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بالاتفاق ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ اور امت کا امام تسلیم کر کے عملی طور پر اس کا اعتراف کیا اور گویا اس حقیقت کی شہادت دی۔

نیز یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ مختلف صحابہ کرام کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علم دین کے مختلف شعبوں میں ان کے تخصص و امتیاز کا ذکر فرمایا ہے مثلاً حضرت ابی بن کعب کے بارے میں فرمایا "انه اقرء کم" (کہ وہ تم میں بڑے قاری ہیں) اور حضرت معاذ بن جبلؓ کے بارے میں فرمایا "انه اعلمکم بالحلال والحرام" کہ وہ حلال وحرام کے بارے میں سب سے زیادہ جاننے والے ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا "انه اقضاکم" کہ وہ باب قضا میں سب سے بڑھ کر ہیں۔ تو ہوسکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت خاص باب قضا کے اعتبار سے ہو۔ اس لئے کہ تابعین کرام نے مختلف علوم شرعیہ مثلاً علم قرأت، علم تجوید، علم حدیث، علم تفسیر وغیرہ مختلف صحابہ کرام سے حاصل کئے معلوم ہوا کہ تمام علوم شرعیہ کا مدار صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ نہیں ہیں۔

اور یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اس حدیث کی اصل ابوالصلت عبدالسلام بن صلاح ہروی پر ہے اور یہ شخص شیعہ ہے لیکن ہے سچا۔ اور محدثین نے اس حدیث کے بارے میں اختلاف کیا ہے بعض کے ہاں یہ حدیث صحیح ہے بعض کے ہاں حسن ہے اور بعض نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اور بعضوں نے اس کو منکر کہا ہے یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ اس کی کوئی اصل نہیں۔ علامہ ابن الجوزی نے اس کو موضوع قرار دیا ہے لیکن حافظ ابوسعید نے فرمایا کہ یہ حسن ہے سند کے اعتبار سے نہ صحیح ہے نہ ضعیف اور نہ ہی موضوع۔

نیز مسند الفردوس میں یہ حدیث اس طرح آئی ہے: **انا مدينة العلم و ابو بكر اساسها و عمر حيطانها وعثمان سقفها و علي بابها۔** (میں علم کا شہر ہوں ابوبکر رضی اللہ عنہ اس کی بنیاد ہیں۔ عمرؓ اس کی دیواریں ہیں۔ عثمان رضی اللہ عنہ اس کی چھت ہیں اور علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ سرگوشی

۱۱/۵۹۲۳ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا يَوْمَ الطَّائِفِ فَانْتَجَاهُ فَقَالَ النَّاسُ لَقَدْ طَالَ نَجْوَاهُ مَعَ ابْنِ عَمِّهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاانْتَجَيْتُهُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ

انتجاہ۔ (رواہ الترمذی)

أخرجه الترمذي في السنن ٥/٥٩٧ حديث رقم ٣٧٢٦

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو طائف والے دن بلایا اور ان سے سرگوشی کی۔ جب ان کی باتوں میں دیر ہوگئی تو لوگوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچا کے بیٹے سے دیر تک سرگوشی کی۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا میں نے سرگوشی نہیں کی خدا نے ان سے سرگوشی کی ہے۔ (ترمذی)

تشریح: نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے غزوہ طائف کے موقعہ پر سرگوشی کی تو منافقین نے یا عام صحابہ کرام نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی اپنے چچازاد بھائی کے ساتھ سرگوشی لمبی ہوگئی ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے سرگوشی نہیں کی بلکہ اللہ تعالیٰ نے سرگوشی کی ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن باتوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سرگوشی کے طور پر کہنے کا حکم دیا ہے میں نے وہی باتیں کی ہیں پس گویا ان سے میں نے سرگوشی نہیں کی بلکہ اللہ نے کی ہے۔ اس صورت میں حضور ﷺ کا ارشاد قرآن پاک کی اس آیت: وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَى کے مشابہ ہو جائے گا۔

باقی رہی یہ بات کہ حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سرگوشی میں کیا باتیں کیں تو بظاہر یہ ہے کہ اس غزوہ کے متعلق اور اسی طرح کی کوئی دنیاوی اسرار وغیرہ ان کو بتلائے ہوں گے نہ یہ کہ دین کے متعلق کوئی بات ان کو بتلائی ہو اور دوسروں سے اس کو چھپایا ہو۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ ﷺ کے پاس قرآن کے علاوہ بھی کوئی چیز ہے انہوں نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے دانے کو پھاڑا اور جاندار کو پیدا کیا ہمارے پاس صرف وہی کچھ ہے جو قرآن میں ہے اور کتاب اللہ کی وہ سمجھ و دانائی جو آدمی کو دی گئی ہے اور جو کچھ اس صحیفہ میں ہے اور اس صحیفہ میں دیت کے متعلق احکام تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک اور خصوصیت

۱۲/۵۹۳۴ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ يَا عَلِيُّ لَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ يُجْنِبُ فِي هَذَا الْمَسْجِدِ غَيْرِي وَغَيْرَكَ قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمُنْذِرِ فَقُلْتُ لِضِرَارِ بْنِ صُرَدٍ مَا مَعْنَى هَذَا الْحَدِيثِ قَالَ لَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ يَسْتَطْرِقُهُ جُنُبًا غَيْرِي وَغَيْرُكَ۔ (رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث حسن غریب)

أخرجه الترمذي في السنن ٥/٥٩٧ حديث رقم ٣٧٢٧

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا میرے اور تیرے سوا کسی شخص کو یہ جائز نہیں ہے کہ وہ جنابت کی حالت میں اس مسجد کے اندر آئے۔ علی بن منذر کہتے ہیں کہ میں نے ضرار بن صرد سے پوچھا اس حدیث کا کیا مطلب ہے؟ انہوں نے کہا کہ اس کا مطلب ہے کہ میرے اور تیرے سوا کسی کو جنابت کی حالت میں اس مسجد کے اندر سے گزرنا جائز نہیں ہے۔ (ترمذی)

تشریح: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے علی رضی اللہ عنہ! میرے اور تیرے علاوہ کسی شخص کو حالت جنابت میں اس مسجد سے گزرنا جائز نہیں اور اس خصوصیت کی وجہ یہ ہے کہ حضور ﷺ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مکان کا دروازہ مسجد ہی میں کھلتا تھا اس لئے مسجد سے گزرنا ان کی مجبوری تھی۔

علی بن منذر: منذر میم کے ضمہ نون کے سکون اور ذال کے کسرہ کے ساتھ۔ ان کا بیٹا علی ایک مشہور شخص ہے عابدوں زاہدوں میں شمار ہوتا ہے کہتے ہیں کہ اس نے پچپن حج کئے ہیں اور ائمہ حدیث سے روایت کی ہے اور شیعہ محض ہے لیکن صدوق ثقہ ہے اور ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ خصوصی محبت کا اظہار

۱۳/۵۹۳۵ وَعَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَيْشًا فِيْهِمْ عَلِيٌّ قَالَتْ فَسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ رَافِعٌ يَدَيْهِ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ لَا تُمِتْنِيْ حَتّٰى تُرِيَنِيْ عَلِيًّا۔
(رواه الترمذی)

أخرجه الترمذي في السنن ٦٠١/٥ حديث رقم ٣٧٣٧

ترجمہ: حضرت ام عطیہ انصاریہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر (کسی مہم پر روانہ فرمایا) جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب بھی تھے کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا اس حال میں کہ آپ ﷺ (دعا کے لئے) ہاتھ اٹھائے ہوئے تھے کہ اے اللہ مجھے اس وقت تک دنیا سے نہ اٹھانا جب تک کہ مجھے علی دکھائی نہ دے (ترمذی)

تشریح: حدیث کسی تشریح و توضیح کی محتاج نہیں بلاشبہ رسول اللہ ﷺ کو ان وجوہ سے جن کا ذکر کیا جا چکا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ غایت درجہ کی محبت تھی اسی کا مظہر حضور ﷺ کی یہ دعا بھی ہے۔

الفصل الثالث:

۱۴/۵۹۳۶ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُحِبُّ عَلِيًّا مُنَافِقٌ وَلَا يُبْغِضُهٗ مُؤْمِنٌ۔ (رواه احمد والترمذی وقال هذا حديث غريب اسنادا)

أخرجه الترمذي في السنن ٥٩٤/٥ حديث رقم ٣٧١٧ و احمد في المسند ٢٩٢/٦۔

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا منافق علی رضی اللہ عنہ سے محبت نہیں رکھتا اور مومن علی رضی اللہ عنہ سے بغض نہیں رکھ سکتا۔ (ترمذی' احمد)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا کہنا گویا (نعوذ باللہ) حضور ﷺ کو برا کہنا ہے

۱۵/۵۹۳۷ وَعَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَبَّ عَلِيًّا فَقَدْ سَبَّنِيْ۔ (رواه احمد)

أخرجه احمد في المسند ٣٢٣/٦

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے علی رضی اللہ عنہ کو برا کہا اس نے مجھے برا کہا (احمد)

تشریح ⊛ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے علی رضی اللہ عنہ کو برا کہا یعنی نسب کے لحاظ سے تو اس نے مجھے برا کہا اس لئے کہ حضور ﷺ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نسب ایک ہی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا کہنے والا کافر ہے کیونکہ حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والا کافر ہو جاتا ہے یا حضور ﷺ کا فرمان تہدید اور وعید میں مبالغہ پیدا کرنے کے لئے ہے یا یہ مستحل پر محمول ہے کہ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مذمت کو حلال سمجھتا ہے وہ کافر ہو جاتا ہے۔

اس حدیث کو حاکم نے بھی روایت کیا ہے اور طبرانی نے حضرت ابن عباسؓ سے یہ حدیث نقل کی ہے: **من سب اصحابی فعلیه لعنة الله والملائكة والناس اجمعین۔** جس شخص نے میرے صحابہ کو برا کہا اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔

اسی طرح طبرانی ہی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: **من سب الانبياء قتل ومن سب اصحابی جلد۔** جس شخص نے انبیاء کو برا کہا اس کو قتل کیا جائے اور جس نے میرے صحابہ کو برا کہا اس کو کوڑے لگائے جائیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ خاص بات میں مشابہت

۱۶/۵۹۳۸ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْكَ مَثَلٌ مِّنْ عِيْسٰى اَبْغَضَتْهُ الْيَهُوْدُ حَتّٰى بَهَتُوْا اُمَّهٗ وَاَحَبَّتْهُ النَّصَارٰى حَتّٰى اَنْزَلُوْهُ بِالْمَنْزِلَةِ الَّتِيْ لَيْسَتْ لَهٗ ثُمَّ قَالَ يَهْلِكُ فِيَّ رَجُلَانِ مُحِبٌّ مُفْرِطٌ يُقَرِّظُنِيْ بِمَا لَيْسَ فِيَّ وَمُبْغِضٌ يَحْمِلُهٗ شَنَاٰنِيْ عَلٰى اَنْ يَّبْهَتَنِيْ۔ (رواه احمد)

أخرجه احمد في المسند ۱۶۰/۱

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ تم کو عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سے خاص مشابہت ہے یہودیوں نے ان کے ساتھ بغض وعداوت کا رویہ اختیار کیا۔ یہاں تک کہ ان کی والدہ مریم پر (بدکاری کا) بہتان لگایا اور نصاریٰ نے ان کے ساتھ ایسی محبت کی کہ ان کو اس مرتبہ پر پہنچایا جو مرتبہ ان کا نہیں تھا۔ (رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرنے کے بعد) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ (بے شک ایسا ہی ہوگا) دو طرح کے لوگ میرے بارے میں ہلاک ہوں گے ایک محبت میں غلو کرنے والے جو میری وہ بڑائیاں بیان کریں گے جو مجھ میں نہیں ہیں۔ دوسرے بغض وعداوت میں حد سے بڑھنے والے جن کی عداوت ان کو اس پر آمادہ کرے گی کہ وہ مجھ پر بہتان لگائیں۔

(مسند احمد)

تشریح ⊛ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ ارشاد فرمایا تھا اور اسی کی بنیاد پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو کچھ فرمایا اس کا ظہور ان کے دور خلافت ہی میں ہو گیا خوارج کا فرقہ آپ کی مخالفت وعداوت میں اس حد تک چلا گیا کہ آپ کو مخرب دین کافر اور واجب القتل قرار دیا اور انہیں میں سے ایک شقی عبدالرحمان بن ملجم نے آپ کو شہید کیا اور اپنے اس بدبختانہ عمل کو اس نے اعلیٰ درجہ کا جہاد فی سبیل اللہ اور دخول جنت کا سبب ووسیلہ سمجھا۔ اور آپ کی محبت میں ایسے غلو کرنے والے بھی پیدا ہو گئے جنہوں نے آپ کو مقام الوہیت تک پہنچا دیا اور ایسے بھی جنہوں نے کہا کہ نبوت ورسالت کے لائق دراصل آپ ہی تھے اور اللہ تعالیٰ کا

مقصد آپ ہی کو نبی و رسول بنانا تھا اور جبرائیل امین کو وحی لے کر آپ ہی کے پاس بھیجا تھا لیکن ان کو اشتباہ ہو گیا اور وحی لے کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے اور ان کے علاوہ ایسے بھی ہیں جنہوں نے کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی اور آپ کے بعد اللہ کی طرف سے نامزد امام و خلیفہ اور سربراہ امت تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی طرح معصوم اور مفترض الطاعۃ تھے اور مقام و مرتبہ میں دوسرے تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے افضل اور بالاتر تھے اور کائنات میں تصرف اور علم غیب جیسی خداوندی صفات کے بھی آپ حامل تھے۔

لیکن محبت میں اس قدر غلو کہ جس میں حد سے بھی تجاوز ہو جائے اور شریعت و عقل کے بھی خلاف ہو ایسی محبت انتہائی مذموم ہے کیونکہ حد سے متجاوز محبت نری گمراہی ہے اور راہ مستقیم سے باہر نکال دیتی ہے اور یہ خاصیت صرف اہل سنت والجماعت ہی کی ہے کہ وہ دین کے دوسرے تمام عقائد و اعمال کی طرح اس باب محبت میں بھی اعتدال کا دامن تھامے ہوئے ہیں اور افراط و تفریط سے بالکل محفوظ ہیں۔

حاصل یہ ہے کہ سرمایہ سعادت دو چیزیں ہیں اہل بیت نبوت سے محبت اور باقی تمام صحابہ کرام کی تعظیم۔ ہر شخص کو اس کی کوشش کرنی چاہئے کہ امت کے ان دونوں بزرگ و عظیم طائفوں کی محبت کو اعتدال کے ساتھ اپنے دل میں جگہ دے۔ اللّٰھم ارزقنا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے امام احمد نے نقل کیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یحبنی اقوام حتی یدخلوا النار فی حبی و یبغضنی اقوام حتی یدخلوا النار فی بغضی۔ یعنی کچھ لوگ مجھ سے محبت کریں گے لیکن میری محبت (میں غلو کرنے) کی وجہ سے جہنم میں داخل ہوں گے اور کچھ لوگ مجھ سے نفرت و عداوت رکھیں گے اور مجھ سے بغض و عداوت کی وجہ سے جہنم میں داخل ہوں گے مسند احمد میں مدیٰ سے ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: اللھم العن کل مبغض لنا و کل محب لنا غال۔ اے اللہ لعنت فرما ہر اس شخص پر جو ہم سے بغض رکھے اور ہر اس شخص پر جو ہماری محبت میں حد سے تجاوز کرے۔

واقعہ غدیر خم

۵۹۳۹/۱۷ وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ وَزَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا نَزَلَ بِغَدِيْرِ خُمٍّ اَخَذَ بِيَدِ عَلِيٍّ فَقَالَ اَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَنِّيْ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا بَلٰى قَالَ اَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَنِّيْ اَوْلٰى بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِهٖ قَالُوْا بَلٰى فَقَالَ اَللّٰهُمَّ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ فَلَقِيَهٗ عُمَرُ بَعْدَ ذٰلِكَ فَقَالَ لَهٗ هَنِيْئًا يَا ابْنَ اَبِيْ طَالِبٍ اَصْبَحْتَ وَاَمْسَيْتَ مَوْلٰى كُلِّ مُؤْمِنٍ وَمُؤْمِنَةٍ۔ (رواہ احمد)

اخرجہ الترمذی فی ۵/۵۹۱ حدیث رقم ۳۷۱۳ وابن ماجہ فی السنن ۱/۴۳ حدیث رقم ۱۱۶ و احمد فی المسند ۴/۲۸۱

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غدیر خم میں قیام پذیر ہوئے (غدیر خم ایک مقام کا نام ہے جو مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہے) تو علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا کیا

تم کو معلوم ہے کہ مومنوں کے نزدیک میں ان کی جانوں سے زیادہ عزیز ہوں لوگوں نے عرض کیا ہاں کیوں نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم کو معلوم نہیں ہے کہ میں ہر مؤمن کے نزدیک اس کی جان سے زیادہ عزیز ہوں لوگوں نے عرض کیا جی ہاں کیوں نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا اے اللہ جس شخص کا میں دوست ہوں علی رضی اللہ عنہ اس کا دوست ہے اے اللہ تو اس شخص کو دوست رکھ جو علی رضی اللہ عنہ کو دوست رکھے اور اس شخص کو دشمن خیال کر جو علی رضی اللہ عنہ سے دشمنی رکھے۔ اس واقعہ کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی حضرت عمرؓ نے ان سے کہا اے ابو طالب کے بیٹے خوش رہو تم صبح اور شام ہر وقت ہر مؤمن مرد و عورت کے دوست اور محبوب ہو۔ (احمد)

تشریح ۞ یہ واقعہ جس کا ذکر اس روایت میں کیا گیا ہے حجۃ الوداع کے سفر سے واپسی کا ہے غدیر کے معنی تالاب کے ہیں اور خم ایک مقام کا نام ہے جس کے قریب یہ تالاب تھا یہ مقام مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ جاتے ہوئے مشہور بستی الجحفہ سے تین چار میل کے فاصلہ پر واقع تھا۔ آنحضرت ﷺ حجۃ الوداع سے واپس ہوتے ہوئے اپنے رفقاء سفر کے پورے قافلہ کے ساتھ جس میں مدینہ منورہ اور قرب و جوار کے تمام ہی وہ صحابہ کرام تھے جو اس مبارک سفر میں آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ ۱۸ ذی الحجہ کو اس مقام پر پہنچے تھے اور قیام فرمایا تھا یہاں آپ ﷺ نے ان رفقاء سفر کو جمع کر کے ایک خطبہ ارشاد فرمایا اس خطبہ سے متعلق حدیث کی کتابوں میں جو روایات ہیں ان سب کو جمع کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے اس خطاب میں کچھ اہم باتیں ارشاد فرمائی تھیں جن میں ایک بات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں وہ بھی تھی جو اس روایت میں ذکر کی گئی ہے یہ بات آپ ﷺ نے ایک تمہید کے ساتھ خاص اہمیت سے بیان فرمائی۔

سورہ احزاب کی آیت نمبر ۶ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "النبی اولی بالمؤمنین من انفسھم" اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر انسان کو فطری طور پر سب سے زیادہ محبت و خیر خواہی اپنے نفس اور اپنی عزیز جان کے ساتھ ہوتی ہے ہمارے پیغمبر حضرت محمد ﷺ کا حق ہے کہ اہل ایمان اپنے نفس اور اپنی جان عزیز سے بھی زیادہ آپ ﷺ کے ساتھ محبت رکھیں قرآن پاک کی اس آیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضور ﷺ نے حاضرین سے فرمایا کہ کیا تم یہ بات نہیں جانتے کہ میں سب ایمان والوں کی دوستی اور محبت کا ان کے نفسوں اور ان کی جانوں سے بھی زیادہ حق دار ہوں سب حاضرین نے بیک زبان ہو کر عرض کیا کہ ہاں بے شک ایسا ہی ہے اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا تم یہ بات نہیں جانتے کہ ہر مؤمن کو اپنے نفس اور اپنی عزیز جان سے جو محبت اور تعلق ہے اس سے زیادہ محبت اور تعلق اس کو میرے ساتھ ہونا چاہئے سب حاضرین نے عرض کیا کہ ہاں بے شک ایسا ہی ہے آپ ﷺ کا حق ہم میں سے ہر ایک پر یہ ہے کہ اپنے نفس اور اپنی عزیز جان سے بھی زیادہ محبت آپ ﷺ کے ساتھ ہو اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا: **اللّٰھم من کنت مولاہ فعلی مولاہ**..... حضور ﷺ کے اس خطاب کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مبارک باد دی اور فرمایا کہ حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق ہر ایمان والے اور ہر ایمان والی کے تم محبوب ہو گئے ہو۔

شیعہ علماء و مصنفین اس حدیث کو اپنے اس عقیدہ اور دعویٰ کی مضبوط ترین اور سب سے وزنی دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں کہ غدیر خم کے اس خطاب میں رسول اللہ ﷺ نے اپنے بعد کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ و جانشین اور امت کا امام و حاکم بنا دیا تھا اور اس خطاب کا خاص مقصد یہی تھا وہ کہتے ہیں کہ مولیٰ کے معنی آقا، مالک اور حاکم کے ہیں اور حدیث کا

مطلب یہ ہے کہ میں جن لوگوں کا آقا اور حاکم ہوں علی ؓ ان سب کے آقا اور حاکم ہیں پس وہ حضرت علی ؓ کی خلافت اور امت پر ان کی حاکمیت کا اعلان تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ عربی زبان میں بہت سے الفاظ ایسے ہیں جو بیس بیس یا اس سے بھی زیادہ معنوں میں استعمال ہوتے ہیں لفظ مولیٰ بھی انہیں الفاظ میں سے ہے عربی لغت کی مشہور و مستند ترین کتاب "القاموس المحیط" میں اس لفظ مولیٰ کے مندرجہ ذیل اکیس معنی لکھے ہیں۔

المولی: المالك' العبد' العتیق' المعتق' الصاحب' القریب' ابن العم و نحوه' الجار' الحلیف' الابن' العم' النزیل' الشریك' ابن الاخت' الولی' الرب' الناصر' المنعم' المنعم علیه' المحب' التابع' الصهر۔

یعنی مالک و سردار غلام آزاد کرنے والا آزاد شدہ غلام انعام دینے والا جس کو انعام دیا جائے محبت کرنے والا ساتھی حلیف پڑوسی مہمان شریک بیٹا چچا کا بیٹا بھانجا چچا داماد رشتہ دار ولی تابع۔

واضح رہے کہ جب قرآن پاک یا حدیث میں کوئی لفظ مشترک ذکر کیا جاتا ہے تو سیاق وسباق میں ایسا قرینہ موجود ہوتا ہے جو اس لفظ کے معنی اور اس کی مراد متعین کر دیتا ہے۔ اس زیر بحث حدیث میں قرینہ موجود ہے جس سے اس حدیث کے لفظ مولیٰ کے معنی متعین ہو جاتے ہیں حدیث کا آخری دعائیہ جملہ ہے اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ (یعنی اے اللہ جو علی سے دوستی رکھے تو اس سے محبت و دوستی فرما اور جو اس سے دشمنی رکھے تو اس کے ساتھ دشمنی کا معاملہ فرما) اس سے متعین طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ حدیث میں لفظ مولیٰ دوست و محبوب کے معنی میں استعمال ہوا ہے نیز "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" کا مطلب وہی ہے جو اوپر تشریح میں بیان کیا گیا ہے۔

پھر آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد جو کچھ ہوا وہ اس بات کی روشن قطعی دلیل ہے کہ غدیر خم کے ہزاروں صحابہ کرام کے اس مجمع میں کسی فرد نے خود حضرت علی ؓ اور ان کے قریب ترین حضرات نے بھی حضور ﷺ کے اس ارشاد کا مطلب یہ نہیں سمجھا تھا کہ آنحضرت ﷺ اپنے بعد ان کی خلافت و حاکمیت اور امت کی امامت عامہ کا اعلان فرما رہے ہیں اگر خود حضرت علی ؓ نے اور ان کے علاوہ جس نے بھی ایسا سمجھا ہوتا تو ان کا فرض تھا کہ جس وقت خلافت کا مسئلہ طے ہو رہا تھا تو یہ لوگ کہتے کہ ابھی صرف ستر بہتر دن پہلے غدیر خم کے موقعہ پر خود حضور ﷺ نے حضرت علی ؓ کو اپنا خلیفہ اور جانشین بنا دیا تھا اور اہتمام سے اس کا اعلان فرمایا تھا الغرض یہ مسئلہ خود حضور ﷺ طے فرما گئے ہیں اور حضرت علی ؓ کو اپنے بعد خلیفہ نامزد فرما گئے ہیں اب وہی حضور ﷺ کے خلیفہ اور آپ ﷺ کی جگہ امت کے حکمران اور سربراہ ہیں لیکن معلوم ہے کہ نہ حضرت علی ؓ نے یہ بات کہی اور نہ کسی اور نے۔ سبھی نے حضرت ابوبکر ؓ کو حضور ﷺ کا خلیفہ اور جانشین تسلیم کر کے بیعت کر لی۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اگر شیعہ علماء کی یہ بات مان لی جائے کہ حضور ﷺ نے غدیر خم کے اس خطبہ میں "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" فرما کر حضرت علی ؓ کی خلافت و جانشینی کا صاف صاف اعلان فرما دیا تھا تو معاذ اللہ حضرت علی ؓ سب سے پہلے جوابدہ ہوں گے کہ انہوں نے حضور ﷺ کے وصال کے بعد اس کی بنیاد پر خلافت کا دعویٰ کیوں نہیں کیا ان کا فرض تھا کہ حضور ﷺ کی اس تجویز کی تنفیذ اور اس فرمان و اعلان کو عمل میں لانے کے لئے میدان میں آتے اگر کوئی خطرہ تھا تو اس کا مقابلہ کرتے۔

یہی بات حضرت حسنؓ کے پوتے حضرت حسن مثلث نے اس شخص کے جواب میں فرمائی تھی جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں رافضیوں والا غالیانہ عقیدہ رکھتا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" کے بارے میں کہتا تھا کہ اس ارشاد کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نامزد فرمادیا تھا تو حضرت حسن مثلث نے اس شخص سے فرمایا۔

اگر بات وہ ہو جو تم لوگ کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے علی رضی اللہ عنہ کو رسول کے بعد خلافت کے لئے منتخب اور نامزد کیا تھا تو علی رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ خطا کار اور مجرم ٹھہریں گے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل نہیں کی۔

نیز خود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تصریح کی ہے کہ خلافت کے بارے میں نہ ان کے حق میں اور نہ ہی ان کے علاوہ کسی دوسرے کے حق میں نامزد کرنے کی کوئی نص موجود ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے۔ نیز صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عباسؓ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ مرض الوفات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور حضرت عباسؓ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم ان سے یہ امر یعنی خلافت طلب کرلو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں طلب نہیں کروں گا اگر یہ حدیث من کنت مولاہ ۔۔۔ امامت کے بارے میں نص ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔

اس کے بعد یہ بات وضاحت طلب رہ جاتی ہے کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد اس ارشاد سے کیا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں اس خطاب میں آپ نے یہ بات کس خاص وجہ اور کس غرض سے فرمائی۔

واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع سے کچھ عرصہ پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قریباً تین سو افراد کی جمعیت کے ساتھ یمن بھیجا تھا وہ حجۃ الوداع میں یمن سے مکہ آ کر ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے تھے یمن کے زمانہ قیام میں ان کے چند ساتھیوں کو ان کے بعض اقدامات سے اختلاف ہوا تھا وہ لوگ بھی حجۃ الوداع میں شرکت کے لئے ان کے ساتھ ہی مکہ مکرمہ آئے تھے یہاں آ کر ان میں سے بعض لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اپنے احساس و خیال کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شکایت کی اور دوسرے لوگوں سے بھی ذکر کر دیا۔ بلاشبہ یہ ان کی بہت بڑی غلطی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جن لوگوں نے شکایت کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عند اللہ اور دین میں جو مقام و مرتبہ ہے ان کو بتلا کر اور ان کے اقدامات کی تصویب و توثیق فرما کر ان کے خیالات کی اصلاح فرمادی۔ لیکن بات دوسرے لوگوں تک بھی پہنچ چکی تھی شیطان ایسے موقعوں سے فائدہ اٹھا کر دلوں میں کدورت اور افتراق پیدا کرتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس صورت حال کا علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرورت محسوس فرمائی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے محبوبیت اور مقبولیت کا جو مقام حاصل ہے اس سے عام لوگوں کو آگاہ فرمادیں اور اس کے اظہار و اعلان کا اہتمام فرمادیں اسی مقصد کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غدیر خم کے اس خطبہ میں جس کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تمام رفقاء سفر صحابہ کرام کو جمع فرمادیا تھا خاص اہتمام سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ اپنے دست مبارک میں لے کر ارشاد فرمایا: "من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ"۔

خلاصہ یہ کہ اس ارشاد کا مطلب یہی ہے کہ میں جس کا محبوب ہوں یہ علی رضی اللہ عنہ بھی اس کے محبوب ہیں لہٰذا جو مجھ سے محبت کرے اس کو چاہئے کہ وہ علی رضی اللہ عنہ سے بھی محبت کرے آگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اے اللہ جو بندہ علی سے محبت و موالاۃ کا

تعلق رکھے اس سے آپ بھی محبت وموالاۃ کا معاملہ فرمایئے اور جو کوئی علی سے عداوت رکھے اس کے ساتھ عداوت کا معاملہ فرمایئے اور یہ دعائیہ جملہ اس کا واضح قرینہ ہے کہ اس حدیث میں مولیٰ کا لفظ محبوب کے معنی میں ہے اور حضور ﷺ کے اس ارشاد: من کنت مولاہ..... کا مسئلہ امامت وخلافت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

خاتونِ جنت کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نکاح

۵۹۳۰/۱۸ وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ خَطَبَ اَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ فَاطِمَةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهَا صَغِيْرَةٌ ثُمَّ خَطَبَهَا عَلِيٌّ فَزَوَّجَهَا مِنْهُ. (رواه النسائي)

أخرجه النسائي في السنن ٦/٦٢ حديث رقم ٣٢٢١

ترجمہ: حضرت بریدہؓ سے روایت ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمرؓ نے حضرت فاطمہؓ کے لئے اپنا پیغام نکاح بھیجا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ چھوٹی ہے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پیغام نکاح بھیجا تو رسول اللہ ﷺ نے فاطمہؓ کا نکاح ان سے کر دیا۔ (نسائی)

تشریح ۞ ۲ ہجری میں رسول اللہ ﷺ نے اپنی سب سے چھوٹی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہراؓ کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا اس میں اختلاف ہے کہ مہینہ کون سا تھا ذی الحجہ یا محرم یا صفر کا تھا واللہ اعلم۔

اول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اور پھر حضرت عمرؓ نے آپ ﷺ سے اس سعادت کے حصول کی خواہش ظاہر فرمائی مگر آپ ﷺ نے سکوت فرمایا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں حکم الٰہی کا منتظر ہوں اور اس زیر بحث روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ ابھی چھوٹی ہے ممکن ہے کہ جب پہلی مرتبہ ان حضرات نے رشتہ مانگا تھا اس وقت سکوت فرمایا ہو پھر دوسری مرتبہ جب یہ درخواست کی تو آپ ﷺ نے فرمایا ہو کہ وہ چھوٹی ہے۔

نیز اس روایت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شیخینؓ پر فضیلت ثابت نہیں ہوتی اس لئے کہ ہوسکتا ہے جب حضرات شیخینؓ نے رشتہ مانگا تھا اس وقت وہ چھوٹی ہوں اور جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رشتہ کی بات کی تھی اس وقت وہ بڑی ہوگئی ہوں یا حضرت فاطمہؓ حضرات شیخینؓ کے اعتبار سے بہت چھوٹی تھیں جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی عمر میں مناسبت تھی وغیرہ۔

اس بارے میں سب سے تفصیلی روایت حضرت انسؓ بن مالک کی ہے جس کو ابوالخیر قزوینی نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں حضرت فاطمہؓ کے رشتہ کے لئے پیغام بھیجا تو آپ ﷺ نے فرمایا اے ابوبکر رضی اللہ عنہ اس بارے میں ابھی کوئی حکم نازل نہیں ہوا پھر حضرت عمرؓ نے پیغام نکاح بھیجا اور چند قریش کے لوگوں نے بھی پیغام نکاح بھیجا تو حضور ﷺ نے ان کو بھی وہی جواب دیا جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیا تھا۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ آپ پیغام نکاح بھیج کر دیکھیں شاید حضور ﷺ آپ ﷺ سے فاطمہؓ کا نکاح کر دیں تو انہوں نے کہا کہ میں کیسے پیغام نکاح بھیجوں حالانکہ اشراف قریش نے پیغام نکاح بھیجا لیکن حضور ﷺ نے قبول نہیں فرمایا۔ خیر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پیغام نکاح بھیجا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے رب نے مجھے اس کا حکم دیا ہے (کہ میں علی رضی اللہ عنہ کا فاطمہؓ سے نکاح کرادوں) حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ کچھ دن بعد حضور ﷺ نے مجھے فرمایا کہ جاؤ ابوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ عبدالرحمان بن عوفؓ سعد بن ابی وقاصؓ طلحہؓ زبیر رضی اللہ عنہم اور چند

انصار کو بلالاؤ۔ میں گیا اور ان سب کو بلا لایا جب سب حضرات جمع ہو گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کام سے کہیں گئے ہوئے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خطبہ پڑھا:

الحمدلله المحمود بنعمة المعبود بقدرته المطاع بسلطانه المرهوب من عذابه وسطوته النافذ امره في سمائه وارضه الذى خلق الخلق بقدرته وميزهم باحكامه واعزهم بدينه واكرمهم بنبيه محمد صلى الله عليه وسلم ان الله تبارك و تعالىٰ اسمه وعظمته جعل المصاهرة سببالاحقا وامرا مفترضا او شج به الارحام والزمه للانام فقال عز من قائل وهو الذى خلق من الماء بشرا فجعله نسبا وصهر او كان ربك قدير او امر الله تعالىٰ يجرى الى قضائه وقضاؤه يجرى الى قدره ولكل قضاء قدر ولكل قدر اجل ولكل اجل كتاب يمحو الله ما يشاء ويثبت وعنده ام الكتاب۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہ بنت خدیجہ کا نکاح علی بن ابی طالب سے کردوں تم گواہ رہو کہ میں نے اس کا نکاح چار سو مثقال چاندی کے عوض کردیا اگر وہ اس پر راضی ہو جائے پھر چھواروں کا ایک تھال منگوایا اور اس کو ہمارے سامنے رکھ دیا اور فرمایا لوٹ لو۔ ہم نے چھوارے لوٹے۔ جب ہم چھوارے لوٹ رہے تھے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا اللہ نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں تیرا نکاح فاطمہ سے کردوں چار سو مثقال چاندی کے بدلے اگر تو اس پر راضی ہو انہوں نے عرض کیا کہ میں راضی ہوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دعا دی: جمع الله شملكما اسعد جدكما وبارك عليكما واخرج منكما كثيرا طيبا۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول فرمائی اور خدا کی قسم ان سے پاکیزہ اولاد پیدا ہوئی۔

باب علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ باقی تمام ابواب (دروازوں کو) بند کرنے کا حکم

۱۹/۵۹۴۱ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِسَدِّ الْاَبْوَابِ اِلَّا بَابَ عَلِيٍّ۔

(رواه الترمذى وقال هذا حديث غريب)

اخرجه الترمذى فى السنن ٥/٥٩٩ حديث رقم ٣٧٣٢ و احمد فى المسند ١٧٥/١

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مسجد نبوی کے اندر) تمام لوگوں کے گھروں کے دروازوں کو بند کرنے کا حکم دیا سوائے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دروازے کے۔ (ترمذی)

تشریح ۞ مسجد نبوی میں بہت سے صحابہ کے گھروں کے دروازے کھلتے تھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو بند کرنے کا حکم دیا تاکہ کوئی حائضہ یا کوئی جنبی شخص مسجد میں سے نہ گزرے صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دروازے کو کھلا رکھنے کی اجازت دی کیونکہ دوسری حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حالت جنابت میں مسجد سے گزرنے کی اجازت مرحمت فرمائی تھی اور یہ ان کی خصوصیت تھی۔

ترمذی کی اس حدیث کا اس حدیث کے ساتھ تعارض لازم آتا ہے کہ جس میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مسجد میں کھلنے والے دروازوں کو بند کرنے کا حکم دیا صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دروازے کو کھلا رکھنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تعلق رکھنے والی حدیث پہلے کی ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق روایت مرض الوفات کی ہے اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو یہ روایت ہے یہ منسوخ ہے۔

نیز علماء نے فرمایا کہ اس روایت میں خلافت صدیق اکبرؓ کی اشارہ کرنا مقصود ہے نیز یہ روایت زیادہ صحیح اور مشہور ہے کیونکہ اس کو شیخینؒ (بخاری و مسلم) نے روایت کیا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے متعلق حدیث امام ترمذی نے روایت کی ہے اور یہ فرمایا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے یعنی متن اور سند کے لحاظ سے یا معنی کے لحاظ سے۔

البتہ امام احمد اور ضیاء نے حضرت زید بن ارقم سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بلاشبہ مجھے حکم دیا گیا ہے (خدا کی طرف سے) کہ علی کے دروازے کے علاوہ باقی سب دروازے بند کرا دوں اور ریاض میں ہے کہ زید بن ارقم سے روایت ہے جس کو امام احمد نے نقل کیا ہے کہ اصحاب رسول اللہ ﷺ میں سے کچھ لوگوں کے دروازے مسجد میں کھلتے تھے تو آپ ﷺ نے ایک دن فرمایا کہ علی رضی اللہ عنہ کے دروازے کے علاوہ باقی سب دروازے بند کر دو پس لوگوں نے چہ میگوئیاں کرنا شروع کر دیں تو حضور ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور حمد و ثناء کے بعد ارشاد فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ باقی سب لوگوں کے دروازے بند کرنے کا۔ اس پر کچھ لوگ باتیں کر رہے ہیں۔ قسم اللہ تعالیٰ کی میں نے نہ تو اپنی ذاتی رائے سے کسی کا دروازہ بند کرایا اور نہ کھلوایا بلکہ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے حکم تھا۔ ابن عباسؓ اور جابرؓ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

جبکہ ان سب کے مقابلے میں صحیحین کی روایت ہے جس کو ابوسعید نے نقل کیا ہے چنانچہ روایت کے الفاظ یہ ہیں: عن ابی سعید ان رسول اللہ ﷺ قال: لایبقی باب فی المسجد الاسد غیر باب ابی بکر۔ اور یہ روایت پہلی قسم کی روایات کے مقابلے میں صحیح ہے اس لئے ان کا اعتبار نہیں یا ان میں تطبیق دی جائے گی کہ وہ روایات مرض الوفات سے پہلے کی ہیں اور یہ روایت مرض الوفات کی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ خصوصی معاملہ

۲۰/۵۹۴۲ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ كَانَتْ لِيْ مَنْزِلَةٌ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ تَكُنْ لِاَحَدٍ مِنَ الْخَلَائِقِ اٰتِيْهِ بِاَعْلٰى سَحَرٍ فَاَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ فَاِنْ تَنَحْنَحَ انْصَرَفْتُ اِلٰى اَهْلِيْ وَاِلَّا دَخَلْتُ عَلَيْهِ۔ (رواہ النسائی)

اخرجه النسائي في السنن ۱۲/۳ حديث رقم ۱۲۱۳ و احمد في المسند ۸۵/۱

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی نظر میں میرا اتنا رتبہ تھا کہ مخلوق میں سے اتنا مرتبہ کسی کا نہ تھا میں صبح سویرے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور کہتا السلام علیکم یا نبی اللہ اگر آپ ﷺ سلام کے جواب میں کھنکھارتے تو میں اپنے گھر واپس چلا جاتا ورنہ میں آپ ﷺ کے پاس داخل ہو جاتا۔ (نسائی)

تشریح ۞ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب سلام کرتے تو اگر حضور ﷺ کسی کام میں مشغول ہوتے اور کوئی شرعی یا عرفی مانع ہوتا تو

آپ ﷺ سلام کے جواب میں کھنکھارتے جس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سمجھ جاتے کہ حضور ﷺ مصروف ہیں اور ملاقات نہیں کرنا چاہتے تو وہ واپس چلے جاتے ورنہ گھر میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے۔

حضور ﷺ کا سلام کے جواب میں کھنکھارنا یا تو سلام کے ساتھ ہوتا کہ آپ ﷺ وعلیکم السلام بھی فرماتے اور ساتھ کھنکھارتے بھی اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ ﷺ صرف کھنکھارتے تھے سلام کا جواب نہیں دیتے تھے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سلام استیذ ان کے لئے ہوتا تھا۔

بلاشبہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خصوصیت تھی کیونکہ دوہرے رشتوں کی وجہ سے ان کو حضور ﷺ کا خاص قرب حاصل تھا اس لئے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے چچازاد بھائی بھی تھے اور حضور ﷺ کے داماد بھی تھے نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پرورش بھی حضور ﷺ نے فرمائی تھی۔

حضور ﷺ کی دعا سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا شفایاب ہو جانا

۲۱/۵۹۴۳ وَعَنْهُ قَالَ كُنْتُ شَاكِيًا فَمَرَّ بِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ اَجَلِيْ قَدْ حَضَرَ فَاَرِحْنِيْ وَاِنْ كَانَ مُتَاَخِّرًا فَارْفَغْنِيْ وَاِنْ كَانَ بَلَاءً فَصَبِّرْنِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ قُلْتَ فَاَعَادَ عَلَيْهِ مَا قَالَ فَضَرَبَهٗ بِرِجْلِهٖ وَقَالَ اَللّٰهُمَّ عَافِهٖ اَوِ اشْفِهٖ شَكَّ الرَّاوِيْ قَالَ فَمَا اشْتَكَيْتُ وَجْعِيْ بَعْدُ۔ (رواه الترمذي وقال هذا حديث حسن صحيح)

أخرجه الترمذي في السنن ۵/۶۲۳ حديث رقم ۳۵۶۴ و احمد في المسند ۱/۱۰۷

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں بیمار ہو گیا تھا (اور مجھے سخت تکلیف تھی) تو رسول اللہ ﷺ میرے پاس سے گزرے اور میں اللہ سے یہ دعا کر رہا تھا کہ اے اللہ اگر میری موت کا وقت قریب آ گیا تو مجھ کو راحت عطا فرما دے (یعنی موت دے کر اس تکلیف سے نجات دے دے) اور اگر میری موت دیر سے آنے والی ہے تو مجھے فراخی کی زندگی عطا فرما اور اگر یہ (بیماری اور تکلیف تیری طرف سے) امتحان اور آزمائش ہے تو مجھ کو صبر کی توفیق عطا فرما (کہ بے صبری اور تکلیف کا اظہار نہ کروں) تو رسول اللہ ﷺ نے (یہ سن کر مجھ سے) فرمایا تم نے یہ کیا کہا تو (جو میں نے بطور دعا کے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا تھا وہ) میں نے آپ ﷺ کے سامنے دہرا دیا تو آپ ﷺ نے اپنا قدم مبارک مارا اور دعا فرمائی اللھم عافه (اے اللہ اس کو عافیت عطا فرما دے) راوی کو شک ہے کہ شاید آپ ﷺ نے فرمایا: اَللّٰهُمَّ عَافِهٖ اَوِ اشْفِهٖ (اے اللہ اس کو شفا عطا فرما دے) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد کبھی مجھے وہ تکلیف نہیں ہوئی۔ (ترمذی)

تشریح ۞ فَارْفَغْنِيْ: اس لفظ کو دو طرح ضبط کیا گیا ہے۔ نمبر ا فاء کے کسرہ اور غین معجمہ کے سکون کے ساتھ اس کا معنی ہے کہ میرے لئے زندگی میں فراخی پیدا فرما اور مجھے صحت عطا فرما۔ نمبر ۲ ایک صحیح نسخہ میں عین بھی آیا ہے بغیر نقطہ کے اس کا معنی ہے اٹھانا مطلب یہ ہوگا کہ اے اللہ مجھ سے میری اس بیماری کو اٹھا لے اور دور کر دے۔

فَضَرَبَهٗ بِرِجْلِهٖ: حضور ﷺ کا اپنا پاؤں ان کو مارنا ان کو اپنے بارے میں غفلت پر تنبیہ کرنے کے لئے یا شکایت حال سے روکنے کے لئے یا ان کو قدم مبارک کی برکت پہنچانے کے لئے تھا یا تاکہ ان کو حضور ﷺ کی کمال متابعت اور قدم بقدم

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع حاصل ہو۔

اَللّٰهُمَّ عَافِهِ اَوِ اشْفِهِ : یہ کلام بعد والے کسی راوی کا ہے حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے جب بھی دعا کی جائے تو جزم اور یقین کے ساتھ صرف بھلائی اور صحت ہی مانگی جائے شک اور تردد کے ساتھ دعا نہ کی جائے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی جبر کرنے والا نہیں ہے وہ دے گا تو اپنی مرضی سے ہمیں صرف اپنی بھلائی ہی مانگنی چاہیے۔

خلاصہ باب مناقب علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب

کچھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں:

یہ امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالبؓ ہیں ان کی کنیت ابوالحسن اور ابوتراب ہے قریشی ہیں۔ اکثر اقوال کے اعتبار سے مردوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے ہیں اس وقت ان کی عمر کے بارے میں اختلاف ہوا ہے کہا گیا ہے کہ ان کی عمر ۱۵ سال تھی بعض نے کہا ۱۶ سال تھی اور بعض نے آٹھ سال اور بعض نے دس سال بیان کی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شریک ہوئے سوائے غزوہ تبوک کے کہ ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر والوں کی حفاظت کے لئے مدینہ میں چھوڑ دیا تھا اور اسی سلسلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا کہ کیا تم کو یہ پسند نہیں کہ تمہیں میری جانب سے وہی حیثیت حاصل ہو جو حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے تھی یہ گندم گوں تھے اور کھلا ہوا گیہوں کا رنگ تھا آنکھیں بڑی بڑی تھیں لمبائی کے اعتبار سے کوتاہ قامتی کی طرف زیادہ مائل تھے، پیٹ بڑا تھا' زیادہ بال والے چوڑی داڑھی والے تھے سر کے بال وسط سے اڑے ہوئے تھے سر اور داڑھی مبارک دونوں سفید تھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن جمعہ کا روز تھا ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ کو خلیفہ بنائے گئے اور عبدالرحمان بن ملجم مرادی نے کوفہ میں ۱۸ رمضان المبارک کو جمعہ کی صبح آپؓ پر تلوار سے حملہ کیا تھا زخمی ہونے کے تین رات بعد انتقال فرما گئے آپ رضی اللہ عنہ کے دونوں صاحبزادے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن جعفر نے آپ کو غسل دیا نماز جنازہ حضرت حسنؓ نے پڑھائی۔ صبح کے وقت آپ کو دفن کیا گیا آپ کی عمر ۶۳ سال تھی بعض نے کہا ۶۵ سال۔ بعض نے ستر اور بعض نے اٹھاون سال بتلائی ہے آپ کی مدت خلافت چار سال نو ماہ کچھ دن ہے۔ آپ سے آپ کے صاحبزادے حضرت حسن' حضرت حسین' حضرت محمد رضی اللہ عنہم اور بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ نے روایت کی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ:

فرقہ خوارج کے خلاف حضرت علی رضی اللہ عنہ نے طاقت استعمال کی جو تاریخ میں جنگ نہروان کے نام سے مشہور ہے جس کے نتیجے میں ان میں سے اکثر کا خاتمہ ہو گیا کچھ باقی رہ گئے ان باقی رہ جانے والوں میں سے تین شخص برک بن عبداللہ' عمرو بن ابی تمیمی اور عبدالرحمان بن ملجم مکہ مکرمہ میں جمع ہوئے انہوں نے صورت حال پر تبادلہ خیال کیا اور اس نتیجے پر پہنچے کہ سارا فتنہ ان لوگوں کی وجہ سے ہے' جن کے ہاتھوں میں حکومت ہے ان کو کسی طرح ختم کر دیا جائے اس سلسلہ میں انہوں نے تین حضرات کو متعین طور پر نامزد کیا۔ حضرت معاویہؓ حضرت عمرو بن العاص' حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم۔ برک نے کہا کہ معاویہ کو قتل کرنے

کی ذمہ داری میں لیتا ہوں۔ عمرو تمیمی نے کہا کہ عمرو بن العاص کو ختم کردینے کی ذمہ داری میں لیتا ہوں' عبدالرحمان بن ملجم نے کہا کہ علی رضی اللہ عنہ کو قتل کردینے کی ذمہ داری میں لیتا ہوں پھر انہوں نے آپس میں اس پر عہد و پیمان کیا اور اس کے لئے یہ اسکیم بنائی کہ ہم میں سے ہر ایک ۱۷ رمضان المبارک کو جب کہ یہ لوگ فجر کی نماز پڑھانے کے لئے نکل رہے ہوں حملہ کر کے اپنا کام کریں گے اس دور میں نماز کی امامت خلیفہ وقت یا ان کے مقرر کیے ہوئے امیر ہی کراتے تھے۔

اپنے بنائے ہوئے پروگرام کے مطابق برک ابن عبداللہ حضرت امیر معاویہؓ کے دارالحکومت دمشق روانہ ہوگیا اور عمرو تمیمی مصر کی طرف روانہ ہوگیا' جہاں کے امیر و حاکم حضرت عمرو بن العاصؓ تھے اور عبدالرحمان بن ملجم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دارالحکومت کوفہ کے لئے روانہ ہوگیا۔

۱۷ رمضان المبارک کی صبح فجر کی نماز پڑھانے کے لئے حضرت معاویہؓ تشریف لے جا رہے تھے برک نے تلوار سے حملہ کیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو کچھ محسوس ہوگیا اور انہوں نے دوڑ کر اپنے کو بچانا چاہا پھر بھی برک کی تلوار سے ان کی ایک سرین پر گہرا زخم آ گیا برک کو گرفتار کرلیا گیا (اور بعد میں قتل کردیا گیا) زخم کے علاج کے لئے طبیب کو بلایا گیا اس نے زخم دیکھ کر کہا کہ جس تلوار کا زخم ہے اس کو زہر میں بجھایا گیا ہے اس کے علاج کی ایک ہی صورت ہے کہ گرم لوہے سے زخم کو داغ دیا جائے اس طرح امید ہے کہ زہر سارے جسم میں سرایت نہیں کر سکے گا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ میں آپ کو ایسی دوا تیار کر کے پلاؤں جس کا اثر یہ ہوگا کہ اس کے بعد آپ کی کوئی اولاد نہ ہو سکے گی حضرت معاویہؓ نے فرمایا کہ گرم لوہے کے داغ کو تو میں برداشت نہ کرسکوں گا اس لئے مجھے وہ دوا تیار کر کے پلا دی جائے میرے لئے دو بیٹے یزید اور عبداللہ کافی ہیں۔ ایسا ہی کیا گیا اور حضرت معاویہؓ صحت یاب ہوگئے۔

عمرو تمیمی اپنے پروگرام کے مطابق حضرت عمرو بن العاصؓ کو ختم کرنے کے لئے مصر پہنچ گیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ کی مشیت کہ ۱۷ رمضان کی رات میں حضرت عمرو بن العاص کو ایسی شدید تکلیف ہوگئی کہ وہ فجر کی نماز پڑھانے کے لئے مسجد میں نہیں آ سکے تھے انہوں نے ایک دوسرے صاحب خارجہ بن حبیب کو نماز پڑھانے کا حکم دیا چنانچہ وہ آئے اور نماز پڑھانے کے لئے مصلے پر کھڑے ہوئے تو عمرو تمیمی نے ان کو عمرو بن العاص سمجھ کر تلوار سے وار کیا وہ وہیں شہید ہوگئے۔ عمرو گرفتار کرلیا گیا لوگ اس کو پکڑ کر مصر کے امیر و حاکم حضرت عمرو بن العاصؓ کے پاس لے گئے اس نے دیکھا کہ لوگ ان کو امیر کے لفظ سے مخاطب کر رہے ہیں اس نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ بتلایا گیا کہ یہ مصر کے امیر و حاکم حضرت عمرو بن العاصؓ ہیں اس نے کہا میں نے جس شخص کو قتل کیا وہ کون تھا؟ بتلایا گیا وہ خارجہ بن حبیب تھے اس بدبخت نے حضرت عمرو بن العاصؓ کو مخاطب کر کے کہا اے فاسق میں نے تجھے قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا حضرت عمرو بن العاصؓ نے فرمایا تو نے یہ ارادہ کیا تھا اور اللہ تعالیٰ کا ارادہ وہ تھا جو ہوگیا اس کے بعد خارجہ بن حبیب کے قصاص میں عمرو تمیمی کو قتل کردیا گیا۔

ان میں سے تیسرا خبیث ترین اور شقی ترین بدبخت عبدالرحمان بن ملجم اپنے پروگرام کے مطابق کوفہ پہنچ گیا تھا ۱۷ رمضان کو فجر سے پہلے مسجد کے راستے میں چھپ کر بیٹھ گیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ وہ گھر سے نکل کر الصلوٰۃ الصلوٰۃ پکارتے ہوئے اور لوگوں کو نماز کے لئے بلاتے ہوئے مسجد تشریف لاتے۔ اس دن حسب معمول اسی طرح تشریف لا رہے تھے کہ اس بدبخت ابن ملجم نے سامنے آ کر اچانک آپ کی پیشانی پر تلوار سے وار کیا اور بھاگا لیکن تعاقب کر کے لوگوں نے اسے پکڑ

لیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا گیا آپ نے اپنے بڑے صاحبزادے حضرت حسنؓ سے فرمایا کہ اگر میں زندہ رہا تو اس قاتل ابن ملجم کے بارے میں جیسا چاہوں گا فیصلہ کروں گا اور اگر میں اس میں فوت ہو جاؤں تو پھر اس کو شرعی قانون قصاص کے مطابق قتل کر دیا جائے لیکن مثلہ نہ کیا جائے۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ کٹ کھنے کتے کو بھی مارا جائے تو اس کو مثلہ نہ کیا جائے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اس لعین ابن ملجم کی ضرب کے نتیجہ میں واصل بحق ہو گئے اور حضرت حسنؓ کے حکم سے اس بد بخت کو قتل کر دیا گیا اور غیظ وغضب سے بھرے ہوئے لوگوں نے اس کی لاش کو جلا بھی دیا۔

اس باب کی احادیث سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مندرجہ ذیل مناقب مفہوم ہوتے ہیں۔

نمبر ۱: حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے علی رضی اللہ عنہ تجھے مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھی لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ علماء نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا و آخرت' قرابت و رشتہ داری' مرتبہ و مقام اور دینی مددگار کے اعتبار سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ فضیلت بیان فرمائی ہے نہ کہ خلافت و امامت بلافصل کے اعتبار سے۔

نمبر ۲: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت ایمان کی نشانی ہے اور ان سے بغض رکھنا نفاق کی نشانی ہے۔ اور یہ مضمون کئی روایتوں میں ہے آیا ہے جیسا کہ اس باب کی دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس نے دانہ کو پھاڑا یعنی اگایا اور ذی روح کو پیدا کیا مجھے نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم نے یقین دلایا تھا کہ جو کامل مؤمن ہوگا وہ مجھ سے محبت رکھے گا اور جو منافق ہوگا وہ مجھ سے عداوت رکھے گا اسی طرح مسند احمد اور جامع الترمذی کی روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جس نے مجھ سے محبت کی اور ان دونوں (حسنؓ وحسینؓ) سے محبت کی اور ان کے ماں باپ (فاطمہؓ اور علی رضی اللہ عنہ) سے محبت کی وہ قیامت کے دن میرے ساتھ ہوگا۔

اسی طرح حضرت ام سلمہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علی رضی اللہ عنہ سے منافق محبت نہیں رکھتا اور مؤمن علی سے بغض نہیں رکھتا انہیں کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے علی رضی اللہ عنہ کو برا کہا درحقیقت اس نے مجھے برا کہا۔

نمبر ۳: علی رضی اللہ عنہ اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب بھی ہیں اور محب بھی:

اس باب کی تیسری حدیث میں ہے کہ غزوہ خیبر کے موقعہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کل میں جھنڈا ایک ایسے شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر یہ قلعہ فتح ہوگا وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس سے محبت کرتے ہیں چنانچہ اگلے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ جھنڈا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔

اسی طرح حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھانے کے لئے ایک پرندہ بھونا ہوا رکھا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی کہ یا اللہ آپ کی مخلوق میں سے جو شخص آپ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے اس کو بھیج دیجئے تاکہ وہ میرے ساتھ یہ کھانا کھائے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور کھانا تناول فرمایا۔

نمبر۴ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقام:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہیں اور میں علی رضی اللہ عنہ سے ہوں اور علی رضی اللہ عنہ تمام اہل ایمان کے دوست و مددگار ہیں درحقیقت یہ ارشاد گرامی کمال قرب و تعلق، اخلاص یگانگت اور نسب و نسل میں باہمی اشتراک سے کنایہ ہے۔

اسی طرح حضرت زید رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جس کا دوست ہوں علی رضی اللہ عنہ بھی اس کے دوست ہیں نیز حضرت حبشی بن جنادہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہیں اور میں علی رضی اللہ عنہ سے ہوں اور میری طرف (نبذ عہد کی ذمہ داری) کوئی ادا نہ کرے سوائے خود میرے اور علی رضی اللہ عنہ کے۔

ہجرت مدینہ کے بعد جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں میں مواخات اور بھائی چارہ کا تعلق قائم فرمایا اور دو دو صحابیوں کو آپس میں بھائی بند قرار دیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے غمگین ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے میرا بھائی چارہ قائم نہیں کیا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میرے بھائی ہو دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی جنگی مہم پر ایک لشکر روانہ فرمایا تو اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے ام عطیہ راویہ کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگتے ہوئے سنا الٰہی مجھ کو اس وقت تک موت نہ دینا جب تک کہ تو علی رضی اللہ عنہ کو (عافیت و سلامتی کے ساتھ واپس لا کر) مجھ کو نہ دکھا دے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بے تکلفی کا تعلق تھا چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں مجھ کو ایسی قدر و منزلت حاصل تھی جو خلقت میں کسی کو حاصل نہیں تھی۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں صبح سویرے (بالکل منہ اندھیرے) پہنچ جاتا تھا۔ اجازت طلب کرنے کے لئے سلام کرتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اگر میرا سلام سن کر کھنکارتے تو میں یہ سمجھ کر کہ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام میں مشغول ہیں اپنے گھر واپس چلا آتا ورنہ بے تکلف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلا جاتا۔

نمبر۵ عطاء و بخشش کا خصوصی معاملہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بھی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مانگتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرما دیتے اور جب میں خاموش رہتا یعنی مانگنے سے حجاب برتتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم از خود دے دیتے تھے۔

نمبر۶ حضرت علی رضی اللہ عنہ حکمت و دانائی کا دروازہ ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں حکمت و دانائی کا گھر ہوں اور علی رضی اللہ عنہ اس گھر کا دروازہ ہیں اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ طبقہ صحابہ میں علم و حکمت کا جو خصوصی درجہ کمال سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو حاصل تھا وہ چند ہی صحابہ کو نصیب ہوا اور اس اعتبار سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اگر اکثر صحابہ کی بنسبت سب سے زیادہ علمی فضیلت و بزرگی رکھنے والا کہا جائے تو یہ غیر موزوں نہیں ہوگا۔

نمبر ۷ چند متفرق خصوصیات:

نمبر۱: غزوہ حنین کے موقعہ پر حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سرگوشی فرمائی جب سرگوشی دراز ہوگئی تو منافقین نے یا صحابہ میں سے عام لوگوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی اپنے چچازاد کے ساتھ سرگوشی لمبی ہوگئی ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ میں نے سرگوشی نہیں کی بلکہ اللہ نے ان سے سرگوشی کی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم سے میں نے ان سے وہی باتیں کی ہیں جن کے بتانے کا اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا تھا۔

نمبر۲: حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اس مسجد میں میرے اور تیرے علاوہ کسی کو حالت جنابت میں گزرنے کی اجازت نہیں ہے۔

نمبر۳: حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے علی رضی اللہ عنہ تم میں عیسیٰ علیہ السلام سے ایک طرح کی مشابہت پائی جاتی ہے یہودیوں نے ان سے بغض وعناد رکھا اور ان کی والدہ پر زنا کی تہمت لگائی اور عیسائیوں نے ان سے محبت تو کی لیکن اتنا غلو کیا کہ ان کو اس مرتبہ تک پہنچا دیا جو ان کے لئے ثابت نہیں تھا۔ حضور ﷺ کا مقصد یہ ہے کہ اے علی رضی اللہ عنہ تیرے بارے میں بھی اسی کے دو طبقے اور گروہ ہوں گے اور وہ دونوں ہی گمراہ ہوں جیسا کہ آگے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود بھی یہی فرمایا۔

نمبر۴: حضور ﷺ نے اپنی لاڈلی بیٹی خاتون جنت کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا اور یہ فرمایا کہ اللہ نے مجھے اس کا حکم دیا ہے کہ میں فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح علی رضی اللہ عنہ سے کردوں۔

نمبر۵: نبی کریم ﷺ نے مسجد میں کھلنے والے تمام دروازوں کو بند کرنے کا حکم دیا سوائے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دروازے کے۔

نمبر ۸ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے حضور ﷺ کی دعائیں:

غدیر خم کے موقعہ پر جبکہ بعض حضرات نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضور ﷺ کو کوئی غلط بات بطور شکایت کے کہی جو محض غلط فہمی پر مبنی تھی تو حضور ﷺ نے یہ فرمایا اے اللہ میں جس کا دوست ہوں علی رضی اللہ عنہ بھی اس کا دوست ہے الٰہی تو اس کو دوست رکھ جو علی رضی اللہ عنہ کو دوست رکھے اور اس شخص کو اپنا دشمن قرار دے جو علی رضی اللہ عنہ سے دشمنی رکھے۔

اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ بیمار تھے اور یہ دعا کر رہے تھے کہ یا اللہ اگر میری موت کا وقت قریب آ گیا ہے تو مجھے موت دے کر اس بیماری سے راحت دے اگر میرا وقت دور ہے تو میری صحت بحال کر کے میری زندگی میں کشادگی اور وسعت پیدا فرما اور اگر یہ آپ کی طرف سے آزمائش ہے تو مجھے صبر کی توفیق عطا فرما۔ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا کیا دعا مانگ رہے ہو انہوں نے اپنی دعا لوٹائی تو حضور ﷺ نے ان کو محبت سے پاؤں کی ضرب لگائی اور یہ دعا فرمائی اے اللہ اس کو عافیت دے یا یہ فرمایا اے اللہ اس کو شفا عطا فرما چنانچہ دعا قبول ہوئی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وہ تکلیف پھر کبھی نہیں ہوئی۔

بَابُ مَنَاقِبِ الْعَشَرَةِ الْمُبَشَّرَةِ رضی اللہ عنہم

یہ باب حضرات عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم کے مناقب میں ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک ارشاد گرامی میں اپنے اصحاب کرام میں سے خصوصیت کے ساتھ دس حضرات کو نامزد کر کے اعلان فرمایا کہ یہ جنتی ہیں ان حضرات کو عشرہ مبشرہ کہا جاتا ہے۔ وہ دس حضرات یہ ہیں حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت عثمان' حضرت علی' حضرت طلحہ' حضرت زبیر' حضرت سعد بن ابی وقاص' حضرت عبدالرحمن بن عوف' حضرت ابوعبیدہ بن الجراح' حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہم۔ یہ سب حضرات قریشی ہیں اور ان کی افضلیت' مناقب وفضائل کے متعلق جو احادیث وارد ہوئی ہیں وہ دوسرے صحابہ کے حق میں نہیں آئی ہیں۔ تاہم صحابہ کی اس مبارک جماعت کو اس ترتیب کے ساتھ تمام صحابہ پر فضیلت حاصل ہے کہ پہلے خلفاء اربعہ سب سے افضل ہیں اور پھر باقی چھ حضرات دیگر تمام صحابہ سے افضل ہیں۔

واضح رہے کہ جنت کی یہ خصوصی بشارت صرف انہیں دس صحابہ کو نہیں سنائی گئی بلکہ اہل جنت ہونے کی بشارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد اور ازواج اور بعض دیگر صحابہ کے حق میں بھی وارد ہوئی ہے صرف ان دس صحابہ کے ذکر کے لئے اس علیحدہ باب قائم کرنے کی وجہ اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ کسی ایک حدیث میں یا الگ الگ حدیثوں میں مختلف خصوصی حیثیتوں سے ان کا جو ذکر آیا ہے وہ یکجا ہو جائے۔

الفصل الاول:

وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خصوصی طور پر راضی تھے

۱/۵۹۴۴ عَنْ عُمَرَ قَالَ مَا اَحَدٌ اَحَقُّ بِهٰذَا الْاَمْرِ مِنْ هٰؤُلَاءِ النَّفَرِ الَّذِيْنَ تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَنْهُمْ رَاضٍ فَسَمّٰى عَلِيًّا وَعُثْمَانَ وَالزُّبَيْرَ وَطَلْحَةَ وَسَعْدًا وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ۔

(رواه البخاری)

أخرجه البخاري في صحيحه ٧/٥٩ حديث رقم ٣٧٠٠

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنی وفات کے وقت کہا اس امر (یعنی خلافت) کا ان لوگوں سے زیادہ مستحق کوئی نہیں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راضی وخوش ہو کر اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی' حضرت عثمان' حضرت زبیر' حضرت طلحہ' حضرت سعد' حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم کے نام لئے۔ (بخاری)

تشریح: ویسے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جب اس دنیا سے انتقال ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تمام صحابہ سے راضی تھے لیکن خاص ان چھ حضرات کا ذکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یا تو اس وجہ سے کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ان حضرات سے راضی ہونا سب کو معلوم تھا یا رضا سے خصوصی رضا مراد ہے جس کے سبب سے یہ خلافت کے مستحق ہیں اور یہ چھ صحابہ کرام عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔

لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عشرہ مبشرہ میں سے صرف چھ کا ذکر کیا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اور خود اپنا اور حضرت ابوعبیدہؓ اور حضرت سعید بن زید کا نام نہیں لیا۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ دراصل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد اپنی مرض الوفات کا ہے اور وہ اس وقت آئندہ خلافت کے لئے شوریٰ بنانا چاہتے تھے اس لئے اپنا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام نہیں لیا ویسے بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اس سے پہلے ہی انتقال ہو چکا تھا اور حضرت ابوعبیدہ کا نام اس لئے نہیں لیا کہ ان کا انتقال بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پہلے ہو چکا تھا اور حضرت سعید بن زید کا ذکر اس لئے نہیں کیا وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بہنوئی اور چچا کے بیٹے تھے مبادا کوئی تہمت لگائے کہ انہوں نے قرابت کی وجہ سے ان کا ذکر کیا ہے۔ اور بعض روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعید کا ذکر ان لوگوں میں تو فرمایا تھا جن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے جاتے وقت راضی تھے لیکن اہل شوریٰ میں ان کو داخل نہیں فرمایا۔

امامت و خلافت ثابت ہونے کے لئے شرعی طریقہ یہ ہے کہ اہل حل و عقد کسی شخص کو خلافت کا لائق اور اہل سمجھ کر خلافت اس کو سونپ دیں جیسا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت ہے یا خلیفہ اور امام کسی خلافت کے لائق شخص کو نامزد کر دے کہ میرے بعد فلاں شخص خلیفہ ہوگا جیسا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے بعد خلافت کے لئے نامزد فرمایا تھا۔

اور افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کو امامت و خلافت سونپنا جائز ہے بشرطیکہ مفضول میں خلافت کی اہلیت ہو۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ خلفاء راشدین کے بعد قریش کے بعض لوگوں کی خلافت پر علماء نے اتفاق کیا ہے حالانکہ اس وقت ان سے افضل لوگ بھی موجود تھے جو امور دینیہ اور دنیویہ کے انتظام کی بھرپور قدرت رکھتے تھے۔ رعیت کی خبر گیری اور فتنہ و فساد کا قلع قمع احسن طریقے سے کر سکتے تھے۔

باقی خلیفہ کے لئے ہاشمی ہونا' معصوم ہونا' معجزات کا اس کے ہاتھ پر ظہور پذیر ہونا تاکہ اس کا صدق معلوم ہو سکے یہ ایسی شرائط ہیں جو روافض نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے خلافت کا استحقاق اور باقیوں سے خلافت کی نفی کرنے کے لئے لگائی ہیں حالانکہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ میں بھی یہ تمام شرائط نہیں پائی جاتی تھیں۔ اس لئے یہ خلافت کے لئے یہ شرائط نری گمراہی اور جہالت ہے۔

حضرت طلحہ بن عبیداللہؓ کا غزوہ احد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرنا

۲/۵۹۴۵ وَعَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ قَالَ رَأَيْتُ يَدَ طَلْحَةَ شَلَّاءَ وَقَى بِهَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ ۔ (رواه البخاری)

أخرجه البخاري في صحيحه ۷/ ۳۵۹ حديث رقم ۴۰۶۳ وابن ماجه في السنن ۱/ ۴۶ حديث رقم ۱۲۸ ۔

ترجمہ: حضرت قیس بن حازمؒ سے روایت ہے وہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے طلحہ کے ہاتھ کو شل دیکھا انہوں نے اس ہاتھ سے احد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (کفار کے حملوں سے) بچایا تھا۔ (بخاری)

تشریح: حضرت طلحہ بن عبیداللہ کی کنیت ابو محمد قریشی ہے عشرہ مبشرہ میں سے ہیں شروع ہی میں اسلام لے آئے تھے تمام

غزوات میں سوائے غزوہ بدر کے شریک رہے ہیں۔ عدم شرکت کی وجہ یہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سعید بن زیدؓ کے ہمراہ اس قافلہ کا پتہ چلانے کے لئے روانہ کیا تھا جو قریش کا ابوسفیان بن حرب کے ساتھ آ رہا تھا پس یہ دونوں بدر کی مڈبھیڑ کے دن واپس ہوئے حضرت طلحہ نے غزوہ احد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرتے ہوئے اپنا ہاتھ شل کرالیا تھا اور اس دن ان کو اسی سے اوپر زخم آئے یہاں تک کہ عضو مخصوص بھی زخمی ہوگیا تھا اور صحابہ جب غزوہ احد کا ذکر کرتے تو یہ کہتے کہ وہ دن تو طلحہ کا دن تھا۔

حضرت طلحہ گندم گوں، بہت بال والے تھے ان کے بال نہ بالکل گھنگھریالے تھے اور نہ ہی بالکل سیدھے تھے حسین چہرے والے تھے، جنگ جمل میں بیس جمادی الثانیہ بروز جمعرات ۳۶ھ میں شہید ہوئے اور بصرہ میں مدفون ہوئے۔ انتقال کے وقت آپ کی عمر چونسٹھ سال تھی۔ ان سے ایک جماعت نے روایت کی ہے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری ہیں

۳/۵۹۳۶ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَأْتِيْ بِخَبَرِ الْقَوْمِ يَوْمَ الْاَحْزَابِ قَالَ الزُّبَيْرُ اَنَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيًا وَحَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاري في صحيحه ۲۰۶/۶ حديث رقم ۲۸۴۶ ومسلم في صحيحه ۱۸۷۹/۴ حديث رقم (۴۸-۲۴۱۵)

والترمذي في السنن ۵/۶۰۴ حديث رقم ۳۷۴۴ وابن ماجه ۴۵/۱ حديث رقم ۱۲۲ وأحمد في المسند ۳/۳۱۴

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے وہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احزاب والے دن فرمایا کون ہے جو دشمن قوم (کے لشکر) کی خبر لائے گا۔ حضرت زبیرؓ نے عرض کیا میں (خبر لاؤں گا) اس پر (ان کے اس عرض کرنے پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کے لئے حواری ہوتے ہیں اور میرے حواری زبیر ہیں۔ (متفق علیہ)

تشریح ۞ قریش، بنو قریظہ، بنو نضیر وغیرہ قبائل جمع ہو کر مدینہ پر حملہ آور ہوئے کفار کی تعداد اس وقت بارہ ہزار تھی جبکہ مسلمان تین ہزار کے قریب تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورہ سے مدینہ کے گرد خندق کھدوائی تھی اس لئے کفار مدینہ میں داخل نہ ہو سکے بس کچھ پتھراؤ اور تیر اندازی ہوتی تھی ایک مہینہ تک یہ محاصرہ جاری رہا مسلمان بہت تنگدل ہوئے اور اس تیر اندازی، سنگباری میں سات مسلمان شہید ہوئے اور چار مشرک جہنم واصل ہوئے۔ قرآن مجید (سورۂ احزاب) میں اس غزوہ میں مسلمانوں کی سخت ترین آزمائش اور قربانی کا ذکر جس طرح فرمایا گیا ہے اس طرح کسی دوسرے غزوہ کے بارے میں ذکر نہیں فرمایا گیا۔ آگے قرآن مجید ہی میں یہ بھی بیان فرمایا گیا کہ جب مسلمانوں کی مشقت و مصیبت اور قربانی انتہاء کو پہنچ گئی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے غیبی مدد آئی یہ ایسی تیز و تند ہوا تھی جس نے دشمن لشکر کے سارے خیمے اکھاڑ پھینکے چولہوں پر دیگیں چڑھی ہوئی تھیں وہ سب الٹ گئیں۔ ان کے کچھ گھوڑے اور اونٹ رسیاں تڑا کر مختلف سمتوں میں بھاگ گئے۔ لشکر کے قائد اور سپہ سالار ابوسفیان نے بھی واپسی کا فیصلہ کرلیا اور اس طرح پورا لشکر نامراد ہو کر واپس آ گیا۔

اس موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمن لشکر کا حال معلوم کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "من یاتینی بخبر القوم" یعنی کون ہے جو دشمن لشکر کا حال معلوم کر کے لائے ظاہر ہے کہ اس میں جان کا بھی خطرہ تھا۔ حضرت زبیرؓ نے سبقت کر کے عرض کیا کہ اس خدمت کو میں انجام دوں گا۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر فرمایا ہر نبی کے لئے حواری ہوتے ہیں

اور میرے حواری زبیرؓ ہیں اردو میں کوئی لفظ نہیں ہے جو حواری کے پورے مفہوم کو ادا کر سکے (جانثار، رفیق کار، مددگار کے الفاظ سے کسی حد تک حواری کا مطلب ادا ہو جاتا ہے) بلاشبہ حضرت زبیرؓ کی یہ بڑی فضیلت ہے۔

ان کے بارے میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ عشرہ مبشرہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرح ان کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت قریبہ حاصل ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب بن عبدالمطلب کے بیٹے ہونے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی تھے اور حضرت زبیرؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب کے بیٹے ہونے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی تھے سولہ برس کی عمر میں اسلام قبول کیا اور دوسرے مسلمانوں کی طرح ان کو بھی قبول اسلام کی پاداش میں عذاب سے گزرنا پڑا ان کے چچا ان کو دھوئیں سے تکلیف پہنچاتے تاکہ اسلام سے باز آ جائیں یہ تمام غزوات میں شریک ہوئے اور اللہ کی راہ میں سب سے پہلے تلوار انہوں نے کھینچی اور احد کی جنگ میں یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ثابت قدم رہے۔

ان کا رنگ گورا تھا اور دراز قد تھے لیکن کچھ دبلے تھے۔ بصرہ میں صفوان نامی جگہ پر عمر بن جرموز نے ۳۶ھ میں آپ کو شہید کیا۔ بوقت انتقال آپ کی عمر چونسٹھ سال تھی پہلے وادی سبا میں دفن ہوئے پھر ان کو بصرہ منتقل کر دیا گیا اور ان کی قبر مبارک مشہور ہے۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد فِدَاكَ اَبِیْ وَاُمِّیْ

۵۹۴۷/۷ وَعَنِ الزُّبَيْرِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّاْتِيْ بَنِيْ قُرَيْظَةَ فَيَاْتِيْنِيْ بِخَبَرِهِمْ فَانْطَلَقْتُ فَلَمَّا رَجَعْتُ جَمَعَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَوَيْهِ فَقَالَ فِدَاكَ اَبِيْ وَاُمِّيْ۔ (متفق علیہ)

أخرجه البخاري في صحيحه ٧/٨٠ حديث رقم ٣٧٢٠ ومسلم في صحيحه ٤/١٨٧٩ حديث رقم (٤٩-٢٤١٦) والترمذي في السنن ٥/٦٠٤ حديث رقم ٣٧٤٣ ابن ماجه ١/٤٥ حديث رقم ١٢٣ و أحمد في المسند ١/١٦٦

ترجمہ: حضرت زبیرؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کون ہے جو بنو قریظہ کے پاس جائے اور ان کی خبر میرے پاس لائے یہ سن کر میں روانہ ہو گیا پھر جب میں واپس آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے اپنے ماں باپ کو جمع کر کے فرمایا "فداك أبي و امي" (میرے ماں باپ تجھ پر فدا ہوں) (بخاری)

تشریح جب احزاب کو شکست ہو گئی تو بنو قریظہ نے چونکہ معاہدہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے مسلمانوں کے خلاف مشرکین قریش کا ساتھ دیا تھا تو ان کو اس کی سزا دینے کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا محاصرہ کیا اور پندرہ دن تک ان کو گھیرے رکھا آخر کار ان پر فتح پائی تو اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کون بنو قریظہ کی خبر میرے پاس لائے گا یا ہو سکتا ہے غزوہ احزاب ہی کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی خبر منگوائی ہو تو حضرت زبیرؓ نے اپنی خدمات پیش کیں اور ان کی صحیح صورت حال معلوم کر کے لے آئے تو ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "فداك ابي و امي" تجھ پر میرے ماں باپ قربان ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرما کر ان کی تعظیم فرمائی اور ان کے اس عمل کی قدر دانی فرمائی اس لئے کہ یہ جملہ کسی کی تعظیم کے اظہار کے لئے ہی بولا جاتا ہے۔

ایک روایت میں ہے حضرت زبیرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے دو مرتبہ اپنے والدین کو جمع کیا (یعنی

ان کو دو مرتبہ "فداك ابى و امى فرمایا) ایک مرتبہ غزوہ احد میں اور دوسری مرتبہ بنو قریظہ کے خلاف جنگ کے موقعہ پر۔

اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ حضرت زبیرؓ نے اپنے صاحبزادے حضرت عروہؒ سے فرمایا کہ میرے جسم کا کوئی عضو ایسا نہیں کہ جس پر زخم نہ آیا ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یعنی غزوات میں۔

حضرت سعد بن مالکؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا "فداك ابى و امى"

۵/۵۹۴۸ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ مَا سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَعَ اَبَوَيْهِ لِاَحَدٍ اِلَّا لِسَعْدِ بْنِ مَالِكٍ فَاِنِّيْ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ يَوْمَ اُحُدٍ يَا سَعْدُ اِرْمِ فِدَاكَ اَبِيْ وَاُمِّيْ۔ (متفق علیہ)

أخرجه البخاري في صحيحه ۷/۳۵۸ حديث رقم ۴۰۵۹ ومسلم في صحيحه ۴/۱۸۷۶ حديث رقم (۴۱-۲۴۱۱)

والترمذي في السنن ۵/۶۰۸ حديث رقم ۳۷۵۵ وابن ماجه ۱/۴۶ حديث رقم ۱۲۹ و احمد في المسند ۱/۱۲۴

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے سعد بن مالک کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی کے لئے ماں باپ جمع کرتے ہوئے نہیں سنا۔ چنانچہ احد کے دن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا اے سعد تیر چلاؤ فداك ابى و امى" (تجھ پر میرے ماں باپ قربان ہوں) (متفق علیہ)

تشریح ۞ حضرت سعد بن مالک سے مراد حضرت سعد بن ابی وقاص ہیں کیونکہ ابو وقاص کا نام مالک بن وہب تھا اس روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی شخص کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے نہیں سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ کہا ہو "فداك ابى و امى" سوائے حضرت سعدؓ کے۔ جبکہ اس سے پہلے والی روایت میں ہے کہ حضرت زبیرؓ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دو مرتبہ "فداك ابى و امى فرمایا تو ان دونوں روایتوں میں بظاہر تعارض ہے۔

اس کا ایک جواب تو یہ دیا جا سکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت زبیرؓ کے حق میں اس فرمان نبوی کا علم نہ ہوا انہوں نے صرف حضرت سعدؓ کے لئے یہ ارشاد کو خاص فرمایا ہے یہ اپنے علم کے لحاظ سے ہے۔ اور دوسرا جواب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مراد یہ ہو کہ میں نے بلا واسطہ براہ راست حضرت سعدؓ کے علاوہ کسی اور شخص کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو "فداك ابى و امى" فرماتے ہوئے نہیں سنا۔ اور حضرت زبیر کے بارے میں یہ فرمان انہوں نے براہ راست نہ سنا ہو بلکہ کسی واسطہ سے سنا ہو اس لئے ان دونوں روایتوں میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی کنیت ابو اسحاق ہے اور ان کے والد ابو وقاص کا نام مالک بن وہب ہے زہری ہیں اور قبیلہ قریش میں سے یہ ان دس میں سے ایک ہیں جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی تھی۔ یہ شروع اسلام ہی میں ایمان لے آئے جبکہ ان کی عمر سترہ سال کی تھی ان کا بیان ہے کہ میں اسلام لانے والوں میں سے تیسرا شخص ہوں اور میں ہی وہ پہلا شخص ہوں جس نے اللہ کے راستہ میں تیر اندازی کی۔ تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ برابر شریک رہے بڑے مستجاب الدعوات تھے اس بات کی لوگوں میں بڑی شہرت تھی ان کی بددعا سے لوگ ڈرتے تھے اور ان سے دعا خیر کی تمنا رکھتے تھے اور یہ بات اس لئے تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں یہ دعا کی تھی کہ اے اللہ ان کے تیر کو سیدھا پہنچا دے اور ان کی دعا کو قبول فرمایئے۔ ان کے لئے اور حضرت زبیرؓ کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ماں باپ کو جمع کر کے اس طرح فرمایا تھا ارم فداك ابى و

امی یہ کوتاہ قامت اور گٹھے ہوئے بدن والے تھے گندمی رنگ تھا اور جسم پر بال زیادہ تھے مقام عقیق میں جو مدینہ سے قریب ہے اپنے محل میں وفات پائی اور لوگوں کے کندھوں پر مدینہ لے جائے گئے۔ مروان بن الحکم نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی مروان اس زمانہ میں مدینہ کا گورنر تھا۔ مقام بقیع میں دفن کیے گئے۔ یہ واقعہ ۵۵ھ میں پیش آیا ان کی عمر ستر سے کچھ اوپر تھی۔ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور عشرہ مبشرہ میں سے سب سے آخر میں آپ کا انتقال ہوا حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ کو کوفہ کا گورنر بنایا تھا۔ ان سے ایک بڑی جماعت نے حدیث روایت کی ہے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

راہ خدا میں سب سے پہلے تیر چلانے والے صحابیؓ

۶/۵۹۴۹ وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ اِنِّیْ لَاَوَّلُ الْعَرَبِ رَمٰی بِسَهْمٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ۔ (متفق علیہ)

أخرجه البخاري في صحيحه ۸۳/۷ حديث رقم ۳۷۲۸ ومسلم في صحيحه ۲۲۷۷/٤ حديث رقم (۱۲-۲۹۶٦) والترمذي في السنن ٤/۲ ۰ ٥ حديث رقم ۲۳٦٥ وابن ماجه في ٤۷/۱ حديث رقم ۱۳۱ و احمد في المسند ۱/ ۱۷٤

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ عرب میں میں پہلا شخص ہوں جس نے خدا کی راہ میں تیر چلایا ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح: حضرت سعد بن ابی وقاصؓ پر کوفہ کے لوگوں نے بیجا اعتراضات کیے اور دربار خلافت تک ان کے خلاف غلط اور جھوٹ پر مبنی باتیں پہنچائیں۔ اس موقعہ پر حضرت سعدؓ نے اپنی چند خصوصیات بیان فرمائیں جو ان کو اسلام میں حاصل ہوئیں ان میں سے ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ خدا کی راہ میں سب سے پہلا تیر انہوں نے چلایا۔ جس کا واقعہ یہ ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ بن حارث کی سرکردگی میں ابوسفیان بن حرب اور دیگر مشرکوں کے خلاف جنگ کرنے کے لیے ساٹھ سواروں کو بھیجا لیکن اس میں لڑائی کی نوبت نہیں آئی صرف ایک تیر حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے کافروں کی طرف پھینکا تھا اور یہ پہلا تیر تھا جو اس امت میں راہ خدا میں چلایا گیا تھا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا رجل صالح کے خطاب کا مستحق ہونا

۷/۵۹۵۰ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَهِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقْدَمَهُ الْمَدِيْنَةَ لَيْلَةً فَقَالَ لَيْتَ رَجُلًا صَالِحًا يَحْرُسُنِیْ اِذْ سَمِعْنَا صَوْتَ سِلَاحٍ فَقَالَ مَنْ هٰذَا قَالَ اَنَا سَعْدٌ قَالَ مَاجَاءَ بِكَ قَالَ وَقَعَ فِیْ نَفْسِیْ خَوْفٌ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجِئْتُ اَحْرُسُهٗ فَدَعَالَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ نَامَ۔ (متفق علیہ)

أخرجه البخاري في صحيحه ۸۱/٦ حديث رقم ۲۸۸٥ ومسلم في صحيحه ۱۸۷٥/٤ حديث رقم (٤۰-۲٤۱۰) واخرجه الترمذي في السنن ۸/٥ ۰ ٦ حديث رقم ۳۷٥٦ و احمد في المسند ۱/ ۲۹۱۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (کسی غزوہ سے) مدینہ تشریف آوری پر (غالباً کسی وقتی خطرہ کی وجہ سے) رات کو نیند نہیں آرہی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کاش کوئی مرد صالح اس وقت حفاظت

کے لئے آ جاتا اسی وقت ہم نے ہتھیاروں کی کھڑکھڑاہٹ سنی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون ہے آنے والے شخص نے کہا میں سعد ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اس وقت کیوں آئے سعد نے عرض کیا میرے دل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق خطرہ پیدا ہوا (کہ مبادا کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچائے) تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت اور نگہبانی ہی کے ارادے سے آ گیا ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعا فرمائی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم (اطمینان سے) سو گئے۔ (متفق علیہ)

تشریح ⊙ جب کسی بندہ کو اللہ کے کسی خاص مقبول بندے سے وہ لِلّٰہی محبت ہو جاتی ہے جس کو عشق سے تعبیر کیا جا سکتا ہے تو بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ محبوب کے قلب میں جو کیفیت پیدا ہوتی ہے محب کے قلب پر اس کا اثر ہو جاتا ہے چنانچہ یہاں بھی ایسا ہی ہوا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص کے دل پر اثر ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت کسی حفاظت کرنے والے پہریدار کی ضرورت ہے تو وہ اپنا اسلحہ لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے اور رجل صالح کے خطاب کے مستحق ٹھہرے۔

اس اُمت کے امین ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ ہیں

۸/۵۹۵۱ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَمِيْنٌ وَاَمِيْنُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاري في صحيحه حديث رقم ٣٧٤٤ ومسلم في صحيحه ١٨٨١/٤ حديث رقم (٥٣-٢٤١٩) والترمذي في السنن ٦٢٥/٥ حديث رقم ٣٧٩٦ وابن ماجه ٤٩/١ حديث رقم ١٣٦ و احمد في المسند ١٨١

ترجمہ: حضرت انس سے روایت ہے وہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر قوم کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کے امین ابوعبیدہ بن الجراح ہیں۔ (متفق علیہ)

تشریح ⊙ امین سے مراد وہ شخص ہے جو حقوق اللہ حقوق العباد اور خود اپنے نفس کے حقوق میں کسی قسم کی کوئی خیانت نہ کرے۔

حضرت ابوعبیدہ کے متعلق فرمایا کہ وہ اس امت کے امین ہیں۔ امانت والی صفت اگرچہ تمام صحابہ میں پائی جاتی ہے (نعوذ باللہ) کوئی صحابی بھی اس صفت سے خالی نہیں تھا لیکن حضرت ابوعبیدہ میں یہ صفت بہ نسبت دوسرے حضرات کے غالب تھی یا خود ان کی اپنی صفات کے لحاظ سے صفت امانت باقی صفات پر غالب تھی اس لئے ان کو خاص طور پر امین کا خطاب عنایت فرمایا۔ ملا علی قاریؒ نے ان کے فضائل و مناقب میں بہت سی روایتیں بیان فرمائی ہیں۔ حضرت ابوعبیدہؓ کی قیمتی نصیحتوں میں سے ایک اہم اور قیمتی نصیحت یہ ہے۔

بادروا السیئات القدیمات بالحسنات الحادثات والارب مبیضٌ لثیابه مدنس لدینه والارب مکرم لنفسه وهو لها مهین۔

یعنی پچھلی برائیوں پر نئی نیکیاں بڑھاؤ۔ آگاہ رہو بعض سفید پوش میلا رکھتے ہیں دین کو اور آگاہ رہو بعضے اپنے نفس کا اکرام کرنے والے انجام کار اس کو ذلیل کریں گے۔

یہ ابوعبیدہ عامر بن عبداللہ بن جراح فہری قریشی ہیں۔ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ حضرت عثمان بن مظعون کے ساتھ ایمان لائے۔ حبشہ کی طرف دوسری مرتبہ ہجرت کی۔ تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے ساتھ غزوہ احد میں ثابت قدم رہے۔ انہوں نے ہی خود کی ان دو کڑیوں کو جو آنحضرت ﷺ کے چہرہ انور میں گھس گئی تھیں کھینچا تھا جن کی وجہ سے آپ کے آگے کے دو دانت شہید ہو گئے تھے یہ لمبے قد کے خوبصورت چہرے والے اور ہلکی داڑھی والے تھے

طاعون عمواس ۱۸ھ میں ان کا انتقال اردن میں ہوا اور بیسان میں دفن ہوئے حضرت معاذ بن جبلؓ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اٹھاون سال ان کی عمر تھی۔ فہر بن مالک پر جا کر ان کا نسب حضور ﷺ کے ساتھ مل جاتا ہے رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا اپنی امانت کی وجہ سے مستحق خلافت ہونا

۹/۵۹۵۲ وَعَنِ ابْنِ اَبِیْ مُلَیْکَةَ قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ وَسُئِلَتْ مَنْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَخْلِفًا لَوِ اسْتَخْلَفَهٗ قَالَتْ اَبُوْبَکْرٍ فَقِیْلَ ثُمَّ مَنْ بَعْدَ اَبِیْ بَکْرٍ قَالَتْ عُمَرُ قِیْلَ مِنْ بَعْدِ عُمَرَ قَالَتْ اَبُوْ عُبَیْدَةَ ابْنُ الْجَرَّاحِ۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم في صحيحه ۱۸۵۶/۴ حديث رقم ۲۳۸۵/۹ و احمد في المسند ۳۱۶/۶۔

ترجمہ: ابن ابی ملیکہ (تابعی) سے روایت ہے کہ میں نے خود سنا ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ ان سے دریافت کیا گیا تھا اگر رسول اللہ ﷺ اپنے بعد کسی کو خلیفہ مقرر فرماتے تو کس کو نامزد کرتے؟ انہوں نے فرمایا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو۔ اس کے بعد پوچھا گیا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد خلافت کے لئے کس کو نامزد فرماتے تو انہوں نے فرمایا عمر رضی اللہ عنہ کو۔ پھر دریافت کیا گیا عمر رضی اللہ عنہ کے بعد کے لئے کس کو نامزد فرماتے؟ انہوں نے فرمایا ابوعبیدہ بن الجراح کو۔ (مسلم)

تشریح ۞ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بلاشبہ رسول اللہ ﷺ کی رائے مبارک اور رجحانات وعزائم سے واقفیت میں خاص امتیاز حاصل تھا انہوں نے حضور ﷺ کا جو معاملہ اپنے والد ماجد حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہم کے ساتھ دیکھا تھا اس کی بنا پر انہوں نے یہ رائے قائم فرمائی۔

نیز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی خلیفہ بنائے جانے کے وقت یہ فرمایا کہ مجھ سے خلافت کا کیا تعلق۔ یہ علی رضی اللہ عنہ ہیں' یہ عمر رضی اللہ عنہ ہیں اور یہ ابوعبیدہ بن جراح ہیں' ان میں سے جس کو چاہو خلیفہ بنا سکتے ہو گویا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی حضرت ابو عبیدہ کو خلافت کا اہل سمجھتے تھے۔

اسی طرح شام کی فتح مکمل ہونے کے بعد ملک کے عمائدین کی درخواست پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملک شام کی طرف روانہ ہوئے جب مقام سرغ پر پہنچے تو معلوم ہوا وہاں طاعون پھیلا ہوا ہے اور لوگ بکثرت لقمہ اجل بن رہے ہیں آپ وہاں نہ جائیں تو آپ نے فرمایا اگر میری موت کا مقررہ وقت آ گیا اور ابوعبیدہ اس وقت زندہ ہوئے تو میں ان کو اپنے بعد کے لئے خلیفہ مقرر کروں گا پھر اگر اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ ابوعبیدہ کو تم نے کس وجہ سے امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر خلیفہ مقرر کیا ہے تو میں عرض کروں گا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے خود سنا ہے کہ ہر پیغمبر کا ایک امین ہوتا ہے اور میرے امین ابوعبیدہ بن الجراح ہیں۔ لیکن مشیت ایزدی کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو شام سے صحیح وسالم واپس آ گئے مگر حضرت ابوعبیدہ طاعون میں مبتلا ہو کر واصل بحق ہوئے۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی مرض الوفات میں فرمایا تھا کہ اگر میں ابوعبیدہ کو پاتا تو ان کو اپنے بعد کے لئے خلیفہ نامزد کرتا اور کسی سے مشاورت بھی نہ کرتا۔ اگر اس بارے میں مجھ سے پوچھا جاتا تو میں جواب دیتا کہ میں نے اس شخص کو خلیفہ نامزد کیا ہے جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک امین ہے۔

الغرض حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ان ارشادات سے بھی ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس خیال کی پوری تصدیق و توثیق ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعد کے لئے خلیفہ مقرر کرنے کا فیصلہ فرماتے تو پہلے نمبر پر حضرت ابوبکر صدیقؓ اور دوسرے نمبر پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد ابوعبیدہ بن الجراح کو نامزد فرماتے بلاشبہ حضرت ابوعبیدہؓ کا یہی مقام و مرتبہ تھا۔ رضی اللہ عنه وارضاہ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور عشرہ مبشرہ کی برکت سے حرا کا حرکت کرنے سے رک جانا

۵۹۵۳/اوعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عَلٰى حِرَآءٍ هُوَ وَاَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ وَطَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ فَتَحَرَّكَتِ الصَّخْرَةُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِهْدَءْ فَمَا عَلَيْكَ اِلَّا نَبِيٌّ اَوْ صِدِّيْقٌ اَوْ شَهِيْدٌ وَزَادَ بَعْضُهُمْ وَسَعْدُ بْنُ اَبِيْ وَقَّاصٍ وَلَمْ يَذْكُرْ عَلِيًّا۔ (رواه مسلم)

أخرجه مسلم في صحيحه ١٨٨٠/٤ حديث رقم (٥٠-٢٤١٧) وابو داؤد ٤٠/٥ حديث رقم ٤٦٥١ والترمذي في السنن ٦٠٩/٥ حديث رقم ٣٧٥٧ وابن ماجه ٤٨/١ حديث رقم و احمد في المسند ٣٣١/٥

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم کوہ حراء پر کھڑے تھے کہ اس کا وہ پتھر جس پر سب کھڑے تھے حرکت کرنے لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھہر جا تیرے اوپر کوئی نہیں ہے مگر ایک نبی، صدیق اور شہید ہے اور بعض راویوں نے یہ الفاظ زیادہ لکھے ہیں کہ تیرے اوپر سعد بن ابی وقاصؓ ہے اور علی کا ذکر نہیں کیا۔ (مسلم)

تشریح: اس حدیث میں شہید سے مراد حضرت عمر، عثمان، علی، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم ہیں کیونکہ ان تمام حضرات کو شہادت کی موت نصیب ہوئی تھی چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بدبخت ابولولؤ مجوسی نے شہید کیا تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو باغیوں نے ان کے اپنے گھر میں شہید کیا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عبدالرحمن بن ملجم خبیث نے پیشانی پر تلوار مار کر شہید کیا تھا۔ حضرت طلحہؓ و زبیرؓ بھی جنگ جمل کے موقعہ پر ظلماً قتل کیے گئے اور ظلماً جس شخص کو قتل کیا جاتا ہے وہ شہید ہی ہوتا ہے اس لئے یہ دونوں حضرات بھی شہید ہوئے۔ اگرچہ عین جنگ میں شہید نہیں ہوئے۔

بعض راویوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جگہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا نام ذکر کیا ہے روایت میں زاد کا لفظ کسی راوی کی مسامحت ہے کیونکہ حضرت سعد کا ذکر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بدلے اور ان کی جگہ پر ہے اور زاد کے لفظ سے وہم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ذکر کے ساتھ حضرت سعدؓ کے نام کا بھی اضافہ ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

جس روایت میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا ذکر ہے اس پر یہ اعتراض ہوگا کہ حضرت سعد تو شہید نہیں ہوئے بلکہ ان کی تو اپنے محل میں طبعی موت آئی تھی تو اس کے دو جواب ہو سکتے ہیں پہلا یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شہید کا لفظ تغلیباً فرمایا ہے کیونکہ ان

حضرات میں سے اکثر شہید ہونے والے تھے دوسرا جواب یہ دیا جا سکتا ہے کہ حضرت سعد بھی شہید ہی تھے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ ایسی بیماری کی وجہ سے فوت ہوئے ہوں کہ جس میں مبتلا ہو کر انتقال کرنے والا شخص بھی شہید ہوتا ہے مثلاً پیٹ کی بیماری کی وجہ سے جو شخص مرتا ہے وہ شہید کہلاتا ہے اگرچہ یہ شہید اخروی ہوگا جیسا کہ حدیث میں "المبطون شهيد والمطعون شهيد و صاحب ذات الجنب شهيد"

الفصل الثانی:

حضرات عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم کا ذکر

۱۱/۵۹۵۴ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَاَبُوْ بَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ وَعُثْمَانُ فِي الْجَنَّةِ وَعَلِيٌّ فِي الْجَنَّةِ وَطَلْحَةُ فِي الْجَنَّةِ وَالزُّبَيْرُ فِي الْجَنَّةِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ فِي الْجَنَّةِ وَسَعْدُ بْنُ اَبِيْ وَقَّاصٍ فِي الْجَنَّةِ وَسَعِيْدُ بْنُ زَيْدٍ فِي الْجَنَّةِ وَاَبُوْ عُبَيْدَةَ ابْنُ الْجَرَّاحِ فِي الْجَنَّةِ. (رواه الترمذي ورواه ابن ماجة عن سعيد بن زيد)

أخرجه الترمذي في السنن ٥/٥ ٠٦ حديث رقم ٣٧٤٧ و احمد في المسند ١٩٣/١ ـ أخرجه ابن ماجه ٤٨/١ حديث رقم ١٣٣

ترجمہ: حضرت ابوعبدالرحمن بن عوف سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ جنتی ہیں۔ عمر جنتی ہیں۔ عثمان جنتی ہیں طلحہ جنتی ہیں زبیر جنتی ہیں عبدالرحمن بن عوف جنتی ہیں سعد بن ابی وقاص جنتی ہیں سعید بن زید جنتی ہیں ابوعبیدہ بن الجراح جنتی ہیں۔ (ترمذی ابن ماجہ)

تشریح: ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اعلان وحی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اطلاع اور اس کے حکم سے تھا جمہور علماء اہلسنت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد ہی سے یہ سمجھا ہے کہ یہ دس حضرات باقی اصحاب اکرام اور پوری امت سے افضل ہیں اگرچہ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے حضرات کے جنتی ہونے کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر اطلاع دی ہے لیکن ان دس حضرات کو دوسرے تمام حضرات کے مقابلہ میں امتیاز اور فضیلت حاصل ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ بالا ارشاد میں حضرات خلفاء راشدین کا جس ترتیب سے ذکر آیا ہے اس سے حقانیت مذہب اہلسنت والجماعت ثابت ہوتی ہے کہ ان کے نزدیک یہ چاروں حضرات اسی ترتیب سے مستحق خلافت تھے اور یہ گمان کرنا کہ شاید راوی نے اپنے اعتقاد کے مطابق ترتیب میں رد و بدل کیا ہو یہ ایک بدگمانی ہوگی اس لئے کہ جہاں تقدیم و تاخیر کی وجہ سے مقصود میں فرق پڑتا ہے وہاں راوی ترتیب کا خصوصی لحاظ رکھتے ہیں۔

حضرت سعید بن زید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بہنوئی تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بہن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ان سے منسوب تھیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہی کے سبب سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ ۵۱ھ میں حضرت سعید کی وفات ہوئی اور بقیع میں دفن ہوئے اور انتقال کے وقت ان کی عمر ستر سے کچھ اوپر تھی۔

چند خاص صحابہ رضی اللہ عنہم کی خصوصی صفات

۱۲/۵۹۵۵ وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرْحَمُ اُمَّتِيْ بِاُمَّتِيْ اَبُوْ بَكْرٍ وَاَشَدُّهُمْ فِيْ اَمْرِ اللّٰهِ عُمَرُ وَاَصْدَقُهُمْ حَيَاءً عُثْمَانُ وَاَفْرَضُهُمْ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَاَقْرَؤُهُمْ اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ وَاَعْلَمُهُمْ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَمِيْنٌ وَاَمِيْنُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ (رواه احمد والترمذی وقال هذا حديث حسن صحيح وروی عن معمر عن قتادة مرسلا وفيه وَاَقْضَاهُمْ عَلِيٌّ)۔

أخرجه الترمذي في السنن ٦٢٣/٥ حديث رقم ٣٧٩٠ وابن ماجه ٥٥/١ حديث رقم ١٥٤ وأحمد في المسند ٢٨١/٣

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری امت میں ابوبکر رضی اللہ عنہ میری امت پر سب سے زیادہ مہربان ہیں اور میری امت میں عمر اللہ کے معاملہ میں سب سے سخت ہیں اور حیاء کے لحاظ سے میری امت میں سب سے افضل عثمان ہیں اور میری امت میں فرائض کا زیادہ علم رکھنے والے زید بن ثابت ہیں اور میری امت میں زیادہ قرآن خواں اور ماہر تجوید ابی بن کعب ہیں اور حلال وحرام کا زیادہ علم رکھنے والے معاذ بن جبل ہیں اور ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کے امین ابوعبیدہ بن جراح ہیں۔ (احمد وترمذی) روایت کیا گیا معمر سے انہوں نے قتادہ سے مرسلا اور اس میں یہ بھی ہے کہ نزاعات وخصومات کا فیصلہ کرنے میں علی بن ابی طالب سب سے فائق ہیں۔

تشریح ﴿ وَاَصْدَقُهُمْ حَيَاءً عُثْمَانُ: حضرت عثمان کو صفت حیاء کے ساتھ ایک طرح کی خصوصیت اور امتیاز حاصل تھا اور حیا ایمان کے شعبوں میں سے ایک اہم اور بڑا شعبہ ہے۔ اَصْدَقُهُمْ کا لفظ استعمال اس لئے فرمایا کہ بسا اوقات شرم طبعی اور بشری بھی ہوتی ہے اگرچہ وہ شریعت کی نظر میں محمود نہ ہو لیکن وہ حیا اور شرم مطلوب ومحمود ہے جو شریعت کے موافق اور حق کے مطابق ہو۔

وَاَفْرَضُهُمْ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ: علم الفرائض اور علم المیراث کو حضرت زید بن ثابتؓ خوب جانتے تھے اور اس فن میں ان کو خصوصی مہارت حاصل تھی اور فقہاء صحابہ میں شمار ہوتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کتابت وحی کا کام بھی کرتے تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں جب جمع قرآن کا کام ہوا تو یہ بھی اس کام میں شریک تھے۔

وَاَقْرَؤُهُمْ اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ: حضرت ابی بہت قرآن پڑھنے والے اور تجوید میں ماہر تھے اور کتابت وحی کی ذمہ داری بھی ان کے سپرد تھی اور ان چھ صحابہ میں سے تھے جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں ہی قرآن پاک حفظ کر لیا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ان کو سید القراء کہا جاتا تھا۔ جبکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو سید الانصار کے نام سے خطاب فرماتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو سید المسلمین فرمایا کرتے تھے۔ جب سورۃ بینہ لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا...... نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں یہ سورت تمہارے سامنے پڑھوں اور تم کو سناؤں انہوں نے عرض کیا کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لے کر فرمایا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں تمہارا نام لے کر فرمایا ہے تو یہ رونے لگے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی رونے لگے۔ ان کی وفات ۱۹ھ میں مدینہ طیبہ میں ہوئی اور خلق کثیر نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔

وَاَعْلَمُهُمْ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ مَعَاذُ بْنُ جَبَلٍ : حضرت معاذ بن جبلؓ انصار میں سے ہیں اور ان ستر انصاری صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے مکہ آ کر عقبہ میں حضور ﷺ کے دست راست پر بیعت کی تھی نبی کریم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور ان کے درمیان مواخات اور بھائی چارہ قائم فرمایا تھا اور بعض حضرات نے فرمایا کہ ان کے ساتھ حضرت جعفر بن ابی طالب کا بھائی چارہ قائم فرمایا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے ان کو یمن کی طرف معلم اور قاضی بنا کر بھیجا تھا اور اس وقت ان کی عمر صرف اٹھارہ سال تھی۔ ۱۸ھ میں ملک شام میں حضرت ابوعبیدہؓ کے بعد طاعون عمواس میں انتقال فرمایا اور انتقال کے وقت ان کی عمر اٹھاسی سال تھی (اور بھی مختلف اقوال ہیں ان کی عمر کے بارے میں) اور اس طاعون کے زمانہ میں یہ دعا کیا کرتے تھے کہ یا الٰہی یہ تیری رحمت ہے تیرے بندوں پر پس اے میرے اللہ معاذ اور اس کے اہل وعیال کو اس رحمت سے محروم نہ رکھنا (غالباً طاعون کو رحمت فرمانا شاید اس وجہ سے تھا کہ حدیث میں ہے کہ جو شخص طاعون میں ہلاک ہو وہ شہید ہے) چنانچہ جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو یہ فرمانے لگے اے اللہ جتنا تو غضب کرنا چاہے کر لے قسم ہے تیری عزت کی تو جانتا ہے کہ میں تجھ سے محبت رکھتا ہوں یا کچھ اس طرح کا فرمایا واللہ اعلم۔

رحلت کے وقت جب اہل وعیال دوست واحباب رونے لگے تو فرمایا کہ کیوں روتے ہو انہوں نے عرض کیا کہ اس لئے روتے ہیں کہ آپ کے اس دنیا سے چلے جانے سے علم کا سلسلہ ہم سے منقطع ہو جائے گا انہوں نے فرمایا کہ علم وایمان قدیم ہیں قیامت تک باقی رہیں گے حق بات لو جس سے بھی ہو اور باطل کو رد کر دو جو بھی کہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرمایا کرتے تھے کہ ہم معاذؓ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ اس آیت کے مضمون میں تشبیہ دیا کرتے تھے "کان امة قانتا لله حنیفا" اور حضرت معاذؓ نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فتویٰ دیا کرتے تھے۔ جب یہ یمن تشریف لے گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ معاذؓ نے اہل مدینہ کو فقہ سے خالی چھوڑ دیا اور تمام غزوات میں شریک ہوئے ان کے اور بھی بے شمار فضائل ہیں۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

لِكُلِّ اُمَّةٍ اَمِيْنٌ ...... : حضرت ابوعبیدہؓ کو امین الامت کا خطاب ملا تھا ایک روایت میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا ہر نبی کا ایک امین ہوتا ہے اور میرے امین ابوعبیدہؓ بن جراح ہیں انتہائی زاہد قناعت پسند اور فقر وفاقہ کی زندگی بسر کرنے والے صحابی ہیں ان کے کمال زہد پر وہ واقعہ دلالت کرتا ہے جس کو ریاض میں بیان کیا گیا ہے حضرت عروۃ بن الزبیر فرماتے ہیں کہ شام کی فتح کے بعد جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملک شام تشریف لائے تو ان سے تمام بڑے بڑے امراء ملے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرا بھائی کہاں ہے لوگوں نے پوچھا کون تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ابوعبیدہؓ لوگوں نے عرض کیا کہ وہ آپ کے پاس آتے ہی ہوں گے۔ پھر جب حضرت ابوعبیدہ تشریف لائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سواری سے اتر کر ان کو گلے لگا کر مے۔ اس کے بعد ان کے گھر گئے۔ ان کے گھر میں ایک چھوٹی تلوار ڈھال اور کجاوہ کے علاوہ کچھ نہ دیکھا ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمائش کی کہ مجھے اپنے گھر لے چلیں۔ حضرت ابوعبیدہؓ ان کو گھر لے کر آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے گھر میں کچھ نہ دیکھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ آپ یہاں کے امیر ہیں اور آپ کے گھر میں نمدہ رکابی اور تلوار کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ کیا آپ کے پاس کھانا ہے تو حضرت ابوعبیدہ اٹھے اور گھر کے اندر گئے اور وہاں سے روٹی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے لے آئے ان کو دیکھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو پڑے اور فرمایا کہ دنیا نے ہم سب کو فریب دیا لیکن تجھے نہیں۔ یعنی اتنی دنیاوی فراخی کے باوجود تمہارا دنیا

حال ہے۔

حضرت ابوعبیدہؓ قریشی ہیں آٹھ واسطوں کے بعد فہر بن مالک میں حضور ﷺ کے ساتھ جا ملتے ہیں تمام غزوات میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے اور غزوہ احد میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت میں اپنے کافر باپ کو قتل کیا اور غزوہ احد میں جبکہ خود کی دو کڑیاں حضور ﷺ کے رخسار مبارک میں گھس گئی تھیں انہوں نے ان کڑیوں کو اپنے دانتوں سے کھینچا جس کی وجہ سے ان کے سامنے کے دو دانت ٹوٹ گئے تھے لیکن دانتوں کے ٹوٹنے کے باوجود ان کی خوبصورتی میں کوئی کمی نہیں آئی بلکہ حسن میں مزید اضافہ ہو گیا۔ انہوں نے بھی ۱۸ھ میں طاعون عمواس میں وفات پائی حضرت معاذ بن جبلؓ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی وفات کے دن فرماتے تھے کہ اگر ابوعبیدہ زندہ ہوتے تو میں یہ کام یعنی خلافت ان کے سپرد کرتا یا ان کے مشورہ سے کسی کو تفویض کرتا۔

وَاَقْضَاهُمْ عَلِيٌّ: خصومت اور نزاعات کہ جن میں قضا اور فیصلہ کی ضرورت پڑتی ہے ان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خصوصی مہارت حاصل تھی یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے مشورہ اور فتویٰ کے بغیر کوئی فیصلہ نہیں صادر فرماتے تھے۔ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ موجود نہ ہوتے تو توقف فرماتے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مشہور مقولہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے "لولا علي لهلك عمر" اگر علی رضی اللہ عنہ نہ ہوتے تو عمر رضی اللہ عنہ ہلاک ہو جاتے۔

مؤلف فرماتے ہیں کہ اس روایت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ پر فضیلت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ قضا میں سب سے بڑھ کر ہونا فضیلت جزئیہ ہے جو کہ فضیلت کلیہ کے منافی اور معارض نہیں ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شان میں بہت سی نصوص آئی ہیں چنانچہ یہ آیت صراحۃً حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر دلالت کرتی ہے: لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ۔ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا۔ پس جمہور صحابہ کا اتفاق ہے اور اہلسنت والجماعت کا اجماع ہے کہ نبی کریم ﷺ کے بعد سب سے افضل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں باعتبار کثرت ثواب کے پھر عمر رضی اللہ عنہ پھر عثمان رضی اللہ عنہ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ میں جو جنگیں ہوئی ہیں اس میں دونوں حضرات نے اجتہاد کیا اور مجتہد اگر صواب کو پہنچے تو اس کو دو اجر ملتے ہیں اگر خطا ہو جائے تو ایک اجر اجتہاد کا لازمی ملتا ہے گناہ کوئی نہیں۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے اجتہاد میں مصیب تھے جبکہ حضرت امیر معاویہؓ مخطی تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہوتے ہوئے وہ خلافت کے مستحق نہیں تھے۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو جنت کی بشارت

۱۳/۵۹۵۲ وَعَنِ الزُّبَيْرِ قَالَ كَانَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ اُحُدٍ دِرْعَانِ فَنَهَضَ اِلَى الصَّخْرَةِ فَلَمْ يَسْتَطِعْ فَقَعَدَ طَلْحَةُ تَحْتَهُ حَتّٰى اسْتَوٰى عَلَى الصَّخْرَةِ فَسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَوْجَبَ طَلْحَةُ۔ (رواه الترمذي)

أخرجه الترمذي في السنن ۶۰۲/۵ حديث رقم ۳۷۳۸ و احمد في المسند ۱۶۵/۱۔

ترجمہ: حضرت زبیرؓ سے روایت ہے وہ بیان فرماتے ہیں کہ جنگ احد کے دن آنحضرت ﷺ دو زرہیں پہنے ہوئے تھے آپ ﷺ نے اسی حالت میں پتھر کی ایک چٹان پر چڑھنا چاہا تو (دو زرہوں کے بوجھ اور دباؤ کی وجہ سے) آپ ﷺ چٹان پر چڑھ نہیں سکے۔ تو طلحہ بیٹھ گئے (تاکہ آپ ﷺ ان کے اوپر قدم مبارک رکھ کر پتھر کی اس چٹان تک پہنچ سکیں چنانچہ) آپ ﷺ (ان پر اپنا پاؤں مبارک رکھ کر) اس پتھر کی چٹان تک پہنچ گئے (حضرت زبیرؓ فرماتے ہیں کہ) میں نے سنا رسول اللہ ﷺ نے اس موقع پر فرمایا اوجب طلحة یعنی طلحہ نے اپنے لئے (جنت) واجب کرلی ہے (ترمذی)

تشریح ❁ اس حدیث میں حضور ﷺ کے دو زرہیں پہننے کا ذکر ہے اس سے یہ معلوم ہوا کہ جنگ کے موقع پر اپنی حفاظت اور دشمن پر فتح حاصل کرنے کے لئے امکانی حد تک اسباب کا استعمال کرنا نہ صرف یہ کہ توکل کے منافی نہیں ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔

اَوْجَبَ طَلْحَةُ: یعنی حضرت طلحہ نے اپنے لئے جنت واجب کرلی ہے یا تو اس عمل کی وجہ سے یعنی نیچے بیٹھ کر حضور ﷺ کو چٹان پر چڑھنے میں مدد دی یا اس مشقت وتکلیف کی وجہ سے جو انہوں نے غزوہ احد میں حضور ﷺ کی حفاظت کرتے ہوئے برداشت کی۔ جنگ احد کے دن ایک وقت ایسا آیا کہ دشمن لشکر کے تیراندازوں نے خصوصیت سے رسول اللہ ﷺ کو اپنے تیروں کا نشانہ بنا کر آپ ﷺ کو شہید کرنا چاہا اس وقت جبکہ آپ ﷺ پر تیروں کی بوچھاڑ ہو رہی تھی حضرت طلحہ بن عبیداللہ نے اپنی ڈھال کے ذریعے حضور ﷺ کو بچانے کی کوشش کی اسی حال میں ان کا ہاتھ ایسا زخمی ہوا کہ ڈھال ہاتھ سے گر گئی تو انہوں نے خود اپنی ذات اور اپنے پورے جسم کو خاص طور سے اپنے دونوں ہاتھوں کو ڈھال بنالیا اور حضور ﷺ کی طرف آنے والے ہر تیر کو اپنے اوپر لیا دشمن کا ایک تیر بھی حضور ﷺ تک نہیں پہنچنے دیا جس کی وجہ سے ایک ہاتھ تو بالکل شل ہوگیا اور پورا جسم گویا چھلنی ہوگیا روایات میں ہے کہ ان کے جسم پر اسی سے زائد زخم شمار کئے گئے اور شرمگاہ بھی زخمی ہوگئی لیکن اللہ تعالیٰ کی مشیت سے زندہ رہے اور احد کے بعد بھی تمام غزوات میں حضور ﷺ کے ساتھ شریک رہے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت ہے کہ عتبہ بن وقاص مشرک نے آپ ﷺ کی طرف پتھر مارا جس سے آپ ﷺ کا دائیں طرف کا دندان مبارک شہید ہوگیا اور نیچے والا ہونٹ زخمی ہوگیا اور عبداللہ بن شہاب زہری نے پیشانی زخمی کی اور خود کی دو کڑیاں آپ ﷺ کے رخسار میں داخل ہوگئیں اور آپ ﷺ ان گڑھوں میں سے ایک گڑھے میں گر گئے جو عامر نے مسلمانوں کے لئے کھودے تھے تاکہ مسلمان اس میں نادانستہ گر جائیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کا ہاتھ مبارک پکڑ کر آپ ﷺ کو اٹھایا یا طلحہ بن عبیداللہ نے آپ ﷺ کو اٹھایا حضرت ابوسعید خدریؓ نے آپ ﷺ کا خون چوس لیا آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس نے میرا خون چوسا اس کو جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی پیشینگوئی

۱۴/۵۹۵۷ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ نَظَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ مَنْ اَحَبَّ اَنْ يَّنْظُرَ اِلٰى رَجُلٍ يَمْشِيْ عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ وَقَدْ قَضٰى نَحْبَهٗ فَلْيَنْظُرْ اِلٰى هٰذَا وَفِيْ رِوَايَةٍ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَّنْظُرَ اِلٰى شَهِيْدٍ يَمْشِيْ عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ فَلْيَنْظُرْ اِلٰى طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ۔ (رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۵/۶۰۲ حدیث رقم ۳۷۳۹ و ابن ماجه ۱/۴۶ حدیث رقم ۱۲۵

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے طلحہ بن عبیداللہ کو دیکھ کر فرمایا جس کے لئے یہ بات خوشی اور مسرت کا باعث ہو کہ وہ کسی ایسے شہید کو دیکھے جو زمین پر چل پھر رہا ہو لیکن حقیقت میں ہو مردہ ہے یا موت کا منتظر ہے تو وہ اس شخص (یعنی حضرت طلحہؓ) کو دیکھ لے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جو شخص ایسے شہید کو دیکھنا چاہے جو زمین پر چلتا ہے تو طلحہ بن عبیداللہ کو دیکھ لے۔ (ترمذی)

تشریح لفظ نحبه دو معنی میں استعمال ہوتا ہے نذر اور موت۔ جیسا کہ آیت کریمہ میں: مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا۔ مفسرین کرام نے دونوں معنوں کے ساتھ اس کی تفسیر کی ہے کہ مسلمانوں میں سے بعض لوگ وہ ہیں جنہوں نے سچ کر دکھایا اس عہد کو جو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کیا تھا ان میں سے بعض نے اپنی نذر کو پورا کر دیا یعنی جانثاری کے ساتھ خدا کی راہ میں شہید ہو گئے اور بعضے ابھی اس کا انتظار کر رہے ہیں اسی طرح حدیث میں بھی نحبہ کے دونوں معنی بیان کئے جا سکتے ہیں لیکن دوسرے معنی یعنی موت مراد لینا زیادہ واضح ہے جیسا کہ دوسری روایت میں ہے: شهيد يمشي على وجه الارض۔

حاصل یہ کہ حضور ﷺ کا مقصد یہ بتانا ہے کہ طلحہؓ وہ شخص ہیں کہ جنہوں نے خدا سے کیا ہوا عہد پورا کیا اور میدان جنگ میں جانثاری اپنے آپ کو مصائب میں ڈال کر حضور ﷺ کی حفاظت کر کے گویا انہوں نے موت کا مزہ چکھ لیا۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں درحقیقت موت اختیاری کی طرف اشارہ مقصود ہے جو سالکین اور ارباب فنا فی اللہ کو حاصل ہوتی ہے یا مردہ ہونے سے مراد ذکر الٰہی اور ذات باری میں مستغرق ہونے کی وجہ سے عالم شہود سے غائب ہونا ہے جو درحقیقت فنا فی اللہ اور اختیاری موت کی ایک صورت ہے۔

یہ بھی احتمال ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ ﷺ پر یہ بات منکشف فرما دی گئی ہو کہ حضرت طلحہؓ شہید ہوں گے آپ ﷺ نے اس ارشاد میں جس خاص انداز میں ان کے شہید ہونے کی اطلاع دی ظاہر ہے کہ اس سے حضور ﷺ کا مقصد ان کا خاتمہ بالخیر اور عنداللہ ان کی شہادت کی غیر معمولی اہمیت اور مقبولیت بیان فرمانا ہے۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ جنت میں حضور ﷺ کے پڑوسی ہیں

۱۵/۵۹۵۸ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ سَمِعَتْ اُذُنِيْ مِنْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ طَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ جَارَايَ فِي الْجَنَّةِ۔ (رواه الترمذي وقال هذا حديث غريب)

اخرجه الترمذی فی السنن ۵/۶۰۳ حدیث رقم ۳۷۴۱

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان فرماتے ہیں کہ میرے کانوں نے رسول اللہ ﷺ کے منہ سے یہ الفاظ نکلتے سنے ہیں کہ طلحہ اور زبیر جنت میں میرے ہمسائے ہیں۔ (ترمذی)

تشریح نبی کریم ﷺ نے حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کو اپنا جنت میں پڑوسی فرمایا ہے یقیناً یہ ان کے کمال قرب سے کنایہ ہے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا

۱۶/۵۹۵۹ وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَللّٰهُمَّ اسْتَجِبْ لِسَعْدٍ اِذَا دَعَاكَ۔

(رواه الترمذی)

أخرجه الترمذی فی السنن ۶۰۷/۵ حدیث رقم ۳۷۵۱۔

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے دن فرمایا اے اللہ اس کی تیراندازی کو قوی مضبوط کردے اور اس کی دعا قبول فرما۔ (رواہ فی شرح السنۃ)

تشریح ⊙ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعدؓ کو احد کے دن دو دعائیں دیں ایک یہ کہ اے اللہ اس کی تیراندازی کو مضبوط فرما اور دوسری دعا یہ دی کہ یا اللہ اس کی دعا کو قبول فرما۔ تیراندازی اور اجابت دعا میں بظاہر مناسبت یہ ہے کہ دعا کو بھی تیر سے تعبیر کردیا جاتا ہے جیسا کہ ایک بزرگ نے فرمایا مصرع

ع از ہر کراز تیر دعا بکنم روان

اور حضرت سعد کے حق میں تیراندازی کی دعا کی قبولیت کا ایک اثر یہ ظاہر ہوا کہ اسلام میں سب سے پہلے تیر انہوں نے چلایا۔

۱۷/۵۹۶۰ وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَئِذٍ يَعْنِیْ يَوْمَ اُحُدٍ اَللّٰهُمَّ اشْدُدْ رَمْيَتَهٗ وَاَجِبْ دَعْوَتَهٗ۔ (رواه فی شرح السنة)

أخرجه البغوی فی شرح السنة ۱۲۴/۱۴ حدیث رقم ۳۹۲۲۔

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے ہی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ سعدؓ کی دعا کو قبول فرما جب بھی یہ آپ سے دعا کرے۔ (ترمذی)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی فضیلت

۱۸/۵۹۶۱ وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ مَا جَمَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَاهُ وَاُمَّهٗ اِلَّا لِسَعْدٍ قَالَ لَهٗ يَوْمَ اُحُدٍ فِدَاكَ اَبِیْ وَاُمِّیْ وَقَالَ لَهُ ارْمِ اَيُّهَا الْغُلَامُ الْحَزَوَّرُ۔ (رواه الترمذی)

أخرجه الترمذی فی السنن ۶۰۷/۵ حدیث رقم ۳۷۵۳ و احمد فی المسند ۹۲/۱

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے سعد بن ابی وقاصؓ کے اپنے ماں باپ کو کسی کے لئے جمع نہیں فرمایا۔ چنانچہ احد کے دن ان سے فرمایا سعدؓ! تیر چلا تجھ پر میرے ماں باپ قربان۔ اور سعدؓ کے لئے یہ بھی فرمایا اے قوی جوان تیر پھینکے جا۔ (ترمذی)

تشریح ⊙ حضرت سعد نے سترہ برس کی عمر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دست مبارک پر اسلام قبول کیا فتنہ کے زمانہ میں یہ اپنے گھر میں ایک خیمہ میں قیام پذیر ہو گئے اور گھر والوں سے فرمادیا کہ مجھ سے کسی شخص سے متعلق کوئی بات نہ کی جائے یہاں تک کہ

لوگ ایک امام پر جمع ہو جائیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو ماموں فرمانا

۱۹/۵۹۶۲ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ اَقْبَلَ سَعْدٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا خَالِيْ فَلْيُرِنِيْ امْرَءٌ خَالَهٗ (رواه الترمذی) وَقَالَ كَانَ سَعْدٌ مِنْ بَنِيْ زُهْرَةَ وَكَانَتْ اُمُّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَنِيْ زُهْرَةَ فَلِذٰلِكَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا خَالِيْ وَفِي الْمَصَابِيْحِ فَلْيُكْرِمَنَّ بَدَلَ فَلْيُرِنِيْ ۔

أخرجه الترمذی فی السنن ۵/۶۰۷ حدیث رقم ۳۷۵۲

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضرت سعدؓ آئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا یہ میرا ماموں ہے بس چاہئے کہ کوئی شخص ایسا ماموں دکھائے۔ (ترمذی) امام ترمذی نے فرمایا کہ حضرت سعد قبیلہ بنوزہرہ میں سے تھے اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ماموں فرمایا۔ اور مصابیح میں فلیکرمن (یعنی اس کا اکرام کرو) فلیرنی کی جگہ پر ہے۔

تشریح ۞ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ قبیلہ بنوزہرہ سے تھیں اور حضرت سعد بھی اسی بنوزہرہ قبیلہ سے تھے تو ان کو اس وجہ سے ماموں فرمایا کہ یہ میرے ماموں کی طرح ہیں یعنی ننھیالی خاندان سے ہیں۔ زہرہ کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب کی عورت کا نام ہے۔

وَفِي الْمَصَابِيْحِ: مصابیح میں فلیکرمن کا لفظ ہے یعنی جس طرح میں اپنے ماموں کو اکرام کرتا ہوں اسی طرح ہر ایک کو اپنے ماموں کا اکرام کرنا چاہئے۔ لیکن ابن حجر فرماتے ہیں کہ فلیرنی کی جگہ فلکیرمن کا لفظ تصحیف یعنی غلطی ہے ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ تصحیف نہیں بلکہ تحریف ہے جو تصحیف سے زیادہ خطرناک ہے

الفصل الثالث:

اپنی عزت بچانے کے لئے حضرت سعدؓ کا اپنی خصوصیات بیان فرمانا

۲۰/۵۹۶۳ وَعَنْ قَيْسِ ابْنِ اَبِيْ حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ اَبِيْ وَقَّاصٍ يَقُوْلُ اِنِّيْ لَاَوَّلُ رَجُلٍ مِنَ الْعَرَبِ رَمٰى بِسَهْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَرَاَيْتُنَا نَغْزُوْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا لَنَا طَعَامٌ اِلَّا الْحُبْلَةُ وَوَرَقُ السَّمُرِ وَاِنْ كَانَ اَحَدُنَا لَيَضَعُ كَمَا تَضَعُ الشَّاةُ مَا لَهٗ خِلْطٌ ثُمَّ اَصْبَحَتْ بَنُوْ اَسَدٍ تُعَزِّرُنِيْ عَلَى الْاِسْلَامِ لَقَدْ خِبْتُ اِذًا وَضَلَّ عَمَلِيْ وَكَانُوْا وَشَوْا بِهٖ اِلٰى عُمَرَ وَقَالُوْا لَا يُحْسِنُ يُصَلِّيْ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۷/۸۳ حدیث رقم ۳۷۲۸ ومسلم فی صحیحه ۴/۲۲۷۷ حدیث رقم (۱۲-۲۹۶۶) واخرجه الترمذی فی السنن ۵/۲ ، ۵ حدیث رقم ۲۳۶۵ و احمد فی المسند ۱/۱۷۴

ترجمہ: قیس بن حازم (تابعی) سے روایت ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ میں نے سعد بن ابی وقاصؓ کو فرماتے ہوئے سنا کہ عربوں میں سے میں پہلا شخص ہوں جس نے اللہ کے راستے میں اسلام کے دشمنوں پر تیر اندازی کی اور میں نے دیکھا اپنے آپ کو اور اپنے ساتھی دوسرے صحابہ کو کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (دشمنان اسلام سے) جہاد کرتے تھے ایسی حالت میں کہ ہمارے لئے کھانے کا کوئی سامان نہیں ہوتا تھا سوائے ببول (کیکر) کی پھلیوں اور اسی کے پتوں کے (ببول کی ان پھلیوں اور پتوں کے کھانے کی وجہ سے) ہم لوگوں کو اجابت ہوتی تھی بکریوں کی مینگنی کی طرح (بالکل خشک) جس میں کوئی چپک نہیں ہوتی تھی پھر اب بنو اسد مجھے سرزنش کرنے لگے ہیں اسلام کے بارے میں پھر تو میں خائب و نامراد رہ گیا اور میرے سارے عمل غارت گئے۔ (واقعہ یہ ہوا تھا) کہ بنو اسد کے لوگوں نے اس بات کی شکایت کی تھی حضرت عمرؓ سے کہ یہ نماز اچھی نہیں پڑھتے (متفق علیہ)۔

تشریح: حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں حضرت سعدؓ کو کوفہ کا والی اور حاکم مقرر فرمایا تھا۔ قاعدہ کے مطابق وہی نماز کی امامت بھی فرماتے تھے حضرت زبیر بن العوام کے پردادا کا نام اسد تھا اسی وجہ سے حضرت زبیر کے پورے خاندان کو بنو اسد کہا جاتا تھا اسی خاندان کے کچھ لوگوں نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں شکایت بھیجی کہ سعد نماز اچھی نہیں پڑھتے حضرت عمرؓ نے اس بارے میں حضرت سعدؓ کو لکھا کہ تمہارے بارے میں یہ شکایت کی گئی ہے جب یہ بات حضرت سعدؓ تک پہنچی تو یہ فطری طور پر سخت متاثر ہوئے اور وہ فرمایا جو اس روایت میں قیس بن حازم سے نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں پہلا شخص ہوں جس نے دشمنان اسلام پر تیر اندازی کی۔ اور بے سروسامانی کے باوجود حضور ﷺ کے ساتھ مل کر راہ خدا میں جہاد کیا۔

اپنا یہ حال بیان فرمانے کے بعد حضرت سعدؓ نے دلی دکھ کے ساتھ فرمایا کہ اب یہ بنو اسد کے کچھ لوگ میری سرزنش کرتے ہیں اسلام کے بارے میں تو اگر ان کی شکایت صحیح ہو تو پھر تو میں بالکل ہی ناکام اور نامراد رہ گیا اور میرے سارے عمل غارت و ضائع ہو گئے۔

اگرچہ شکایت کرنے والوں نے حضرت عمرؓ سے حضرت سعدؓ کی نماز اچھی طرح نہ پڑھنے کی شکایت کی تھی لیکن نماز چونکہ اسلام کا اولین رکن ہے اور اسلام کے قالب کے لئے گویا روح اور جان کا درجہ رکھتی ہے اس لئے حضرت سعدؓ نے نماز اچھی نہ پڑھنے کی شکایت کو ناقص الاسلام ہونے کی شکایت سے تعبیر فرمایا۔ آگے اسی روایت میں ہے کہ حضرت سعدؓ نے حضرت عمرؓ کو شکایت کے جواب میں لکھا کہ میں ویسی ہی نماز پڑھاتا ہوں جیسے حضور ﷺ کو نماز پڑھاتے دیکھا تھا پہلی دو رکعتوں میں قراءت طویل کرتا ہوں اور بعد کی دو رکعتوں میں مختصر۔ حضرت عمرؓ نے جواب میں ان کو لکھا "میرا بھی تمہارے بارے میں یہی خیال تھا مطلب یہ ہے کہ میں نے خود اس شکایت کو صحیح نہیں سمجھا تھا لیکن میں نے اصول و ضابطہ کے مطابق ضروری سمجھا کہ تم کو اس کی اطلاع کر دوں اور حقیقت حال دریافت کر لوں"۔

اس کے بعد حضرت عمرؓ نے بنو اسد کے لوگوں کی شکایت رد فرما دی۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر اللہ کا کوئی بندہ کسی وقت مصلحت کے تحت ضروری سمجھے یا اپنے سے عار اور نقصان کو دور کرنے کے لئے اپنی اسلامی خدمات اور اس سلسلہ کے ان مجاہدات کو بیان کر دے جن سے اس کی بڑائی ثابت ہوتی ہے تو جائز ہے اور یہ تفاخر اور خودستائی میں داخل نہیں جس کی ممانعت ہے اور صحابہ کا آپس میں فخر کرنا اسی قسم کا تھا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا تیسرے نمبر پر اسلام قبول کرنا

۲۱/۵۹۲۴ وَعَنْ سَعْدٍ قَالَ رَأَيْتُنِيْ وَأَنَا ثَالِثُ الْإِسْلَامِ وَمَا أَسْلَمَ أَحَدٌ إِلَّا فِي الْيَوْمِ الَّذِيْ أَسْلَمْتُ فِيْهِ وَلَقَدْ مَكَثْتُ سَبْعَةَ أَيَّامٍ وَإِنِّيْ لَثُلُثُ الْإِسْلَامِ۔ (رواه البخاری)

أخرجه البخاري في صحيحه ۸۳/۷ حديث رقم ۳۷۲۷ وابن ماجه في السنن ۴۷/۱ حديث رقم ۱۳۲

ترجمہ: حضرت سعدؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے آپ سے اچھی طرح واقف ہوں۔ میں تیسرا شخص ہوں جو اسلام میں داخل ہوا ہوں اور کوئی شخص اسلام نہیں لایا مگر اسی روز جس روز میں نے اسلام قبول کیا تھا اور سات روز میں نے اس حال میں گزارے کہ میں مسلمانوں کی تعداد کا تہائی تھا۔ (بخاری)

تشریح ۞ حضرت سعدؓ یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ مجھ سے پہلے دو شخصوں نے اسلام قبول کیا تھا یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ۔ اور میرے اسلام لانے کے سات دن بعد تک کوئی شخص مسلمان نہیں ہوا ساتویں دن کوئی شخص مسلمان ہوا اور میں نے سات دن اس طرح گزارے کہ میں مسلمانوں کی تعداد کا تہائی تھا۔

اس روایت پر یہ مشہور اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اول اسلام لانے والوں میں سے تھے تو حضرت سعدؓ نے اپنے کو تیسرا مسلمان کیسے فرمایا۔ اسی طرح عمار بن یاسر کی روایت ہے رایت رسول الله ﷺ وما معه الا خمسة اعبد وامراتان و ابو بکر رضی اللہ عنہ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت سعدؓ کا قبول اسلام میں تیسرا نمبر نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت سعدؓ کی مراد آزاد بالغین میں سے میں تیسرا آدمی ہوں جس نے اسلام قبول کیا اس سے غلام بھی نکل گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی کیونکہ وہ اس وقت چھوٹے بچے تھے اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان کو صحیح صورت حال کا علم نہ ہوا ہو انہوں نے اپنے علم کے مطابق اپنے آپ کو تیسرا مسلمان سمجھ لیا ہو۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی سخاوت

۲۲/۵۹۲۵ وَعَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ لِنِسَائِهِ إِنَّ أَمْرَكُنَّ مِمَّا يُهِمُّنِيْ مِنْ بَعْدِيْ وَلَنْ يَصْبِرَ عَلَيْكُنَّ إِلَّا الصَّابِرُوْنَ الصِّدِّيْقُوْنَ قَالَتْ عَائِشَةُ يَعْنِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ ثُمَّ قَالَتْ عَائِشَةُ لِأَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ سَقَى اللّٰهُ أَبَاكَ مِنْ سَلْسَبِيْلِ الْجَنَّةِ وَكَانَ ابْنُ عَوْفٍ قَدْ تَصَدَّقَ عَلٰى أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِحَدِيْقَةٍ بِيْعَتْ بِأَرْبَعِيْنَ أَلْفًا۔ (رواه الترمذی)

أخرجه الترمذي في السنن ۶۰۶/۵ حديث رقم ۳۷۴۹ و احمد في المسند ۷۷/۶

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں سے فرمایا تمہارے معاملے نے مجھے فکر میں ڈال رکھا ہے کہ تمہاری گزر اوقات میرے بعد کس طرح ہوگی اور تمہارے حالات کی تحقیق و تفتیش صرف وہ لوگ ہی کریں گے جو صابر اور صدیق ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ صابر و صدیق سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ لوگ ہیں جو صدقہ و خیرات کرنے والے ہیں۔ اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰنؓ سے فرمایا کہ خدا تمہارے باپ

(یعنی عبدالرحمٰن بن عوف) کو جنت کے سلسبیل سے سیراب فرمائے۔ عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے ازواج مطہرات کے مصارف کے لئے ایک باغ دیا تھا جو چالیس ہزار درہم یا دینار کا بیچا گیا تھا (ترمذی)

تشریح ۞ **مِنْ بَعْدِیْ** :حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اس کی فکر ہے کہ میری وفات کے بعد تمہارا گزر بسر کیسے ہوگی اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے میراث نہیں چھوڑی اور جو کچھ بوقت انتقال آپ ﷺ نے چھوڑا تھا وہ آپ ﷺ کے فرمان کے مطابق صدقہ تھا اور خود ازواج مطہرات نے دنیا پر آخرت کو ترجیح دی تھی جب ان کو اختیار دیا گیا تھا۔

اِلَّا الصَّابِرُوْنَ الصِّدِّیْقُوْنَ : صابر سے مراد اپنے نفس کی مخالفت پر صبر کرنے والے ہیں یعنی خود اپنے لئے تھوڑا رکھتے ہیں دوسروں کو نوازتے ہیں اور صدیق سے مراد وہ ہے جو معاملات کی سچائی میں اور ادائے حقوق میں کامل ہو خرچ کرنے میں اور سخاوت میں کثیر الصدق ہو۔

قَالَتْ عَائِشَۃُ لِاَبِیْ سَلَمَۃَ :حضرت عائشہ ؓ نے اظہار تشکر کے لئے اور احسان مندی کے جذبہ سے حضرت عبدالرحمٰن کے بیٹے ابوسلمہ سے جو کبار تابعین میں سے ہیں فرمایا کہ تمہارے والد کو اللہ تعالیٰ جنت کے چشمے سلسبیل سے پلائے کہ انہوں نے اپنا باغ ازواج مطہرات پر صدقہ کیا تھا جو چالیس ہزار میں فروخت ہوا۔

ترمذی کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے ازواج کو ایک باغ دینے کی وصیت کی جو چار لاکھ کا فروخت ہوا۔ زہری فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے آنحضرت ﷺ کے عہد میں اپنا آدھا مال اور چار ہزار درہم یا دینار دیئے پھر چالیس ہزار دینار راہ خدا میں دیئے جہاد میں پانچ سو گھوڑے ڈیڑھ ہزار اونٹنیاں دیں۔ ان کا اکثر مال تجارت میں لگا ہوا تھا ایک دن حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے صحابہ کرام کو ایک سو پچاس ہزار دینار دیئے پھر جب رات ہوئی تو آپ نے مہاجرین وانصار میں اپنا تمام مال تقسیم کرنے کی فہرست لکھی اور یہاں تک لکھا کہ یہ قمیص جو میرے بدن پر ہے فلاں شخص کو دے دی جائے اور میرا عمامہ فلاں شخص کو دے دیا جائے سب کچھ فقراء کے لئے لکھ دیا اپنے لئے کچھ نہ چھوڑا۔ صبح جب رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی تو حضرت جبرائیل امین تشریف لائے اور عرض کیا اے محمد ﷺ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میری طرف سے عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو سلام کہہ دو اور اس نے جو اپنے مال کو فقراء میں تقسیم کرنے کی فہرست بنائی ہے اس کو قبول کرکے پھر اسی کو واپس کردیں کہ وہ اس میں جس طرح چاہے تصرف کرے اللہ تعالیٰ نے اس کا صدقہ قبول کرلیا ہے اور وہ اللہ اور اس کے رسول کا وکیل ہے اور جس طرح پہلے اس میں تصرف کرتا تھا اسی طرح اب بھی کرتا رہے اور اس پر کوئی حساب نہیں ہے اور ان کو جنت کی بھی بشارت دی گئی۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے تیس ہزار غلام آزاد فرمائے اور بوقت انتقال ان کے عقد میں چار بیویاں تھیں ہر بیوی کو میراث میں سے اسی اسی ہزار درہم آئے۔ بعض روایات میں ہے کہ ان کی میراث کے رشتہ داروں کے اعتبار سے سولہ حصے کیے گئے ان میں سے ہر بیوی کو دو دو لاکھ درہم ملے۔

۲۳/۵۹۲۶ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لِاَزْوَاجِہٖ اِنَّ الَّذِیْ یَحْنُوْ عَلَیْکُمْ بَعْدِیْ ھُوَ الصَّادِقُ الْبَارُّ اَللّٰھُمَّ اسْقِ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ مِنْ سَلْسَبِیْلِ الْجَنَّۃِ۔

(رواہ احمد)

أخرجه احمد في المسند ۲۹۹/۶۔

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بیویوں سے یہ فرماتے سنا کہ میری وفات کے بعد جو شخص مٹھیاں بھر بھر کے تم پر خرچ کرے گا وہ صادق الایمان صاحب الاحسان ہے اے اللہ عبدالرحمن بن عوف کو جنت کے سلسبیل سے سیراب فرما۔ (مسند احمد)

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو امین حق الامین کا خطاب

۵۹۶۷/۲۲ وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ جَاءَ اَهْلُ نَجْرَانَ اِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْعَثْ اِلَيْنَا رَجُلاً اَمِيْنًا فَقَالَ لَاَ بْعَثَنَّ اِلَيْكُمْ رَجُلاً اَمِيْنًا حَقَّ اَمِيْنٍ فَاسْتَشْرَفَ لَهَا النَّاسُ قَالَ فَبَعَثَ اَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ جَرَّاحٍ۔ (متفق علیہ)

أخرجه البخاري في صحيحه ۹۳/۷ حديث رقم ۳۷٤۵ ومسلم في صحيحه ۱۸۸۲/٤ حديث رقم (۵۵-۲٤۲۰) الترمذي في السنن ۶۲۵/۵ حديث رقم ۳۷۹۶ وابن ماجه ٤۸/۱ حديث رقم ۱۳۵ و احمد في المسند ۳۹۸/۵۔

ترجمہ: حضرت حذیفہ بن یمان سے روایت ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ نجران کے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور یہ درخواست کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک امین شخص کو ہمارے لئے مقرر فرما کر بھیج دیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ایک ایسے امین آدمی کو تمہارے لئے مقرر کروں گا جو سچا پکا امین ہوگا تو لوگ اس کے لئے متوقع اور خواہش مند ہوئے۔ راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوعبیدہ بن الجراح کو نجران کی طرف بھیجا۔ (متفق علیہ)

تشریح : نجران ایک علاقہ تھا یمن اور شام اور حجاز کے درمیان۔ اس کے بڑے اور مرکزی شہر کو نجران ہی کہا جاتا تھا ۱۰ھ میں فتح ہوا۔ اس میں بیشتر آبادی عیسائیوں کی تھی اور یہ اس پورے علاقہ میں عیسائیت کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ اس نجران کے وفد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر وہ درخواست کی جس کا حذیفہ بن یمان کی زیر بحث حدیث میں ذکر کیا گیا ہے اور ان کی درخواست پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ کو وہاں کا عامل اور حاکم بنا کر بھیجا۔

کنز العمال میں حضرت حذیفہ کی یہ حدیث مسند احمد وغیرہ متعدد کتب حدیث کے حوالہ سے بھی نقل کی گئی ہے اور اس میں نجران کے وفد کی اس درخواست کے جواب میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے ایک مرد امین کو مقرر فرما دیجئے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ان الفاظ میں نقل کیا گیا ہے: لابعثن الیکم امینا حق امین' امینا حق امین' امینا حق امین" گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ تین بار ارشاد فرمائے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تین مرتبہ اس کلمہ کے ارشاد فرمانے سے وصف امانت کے لحاظ سے حضرت ابوعبیدہ کی عظمت وفضیلت میں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔

مستحق خلافت حضرات کا ذکر

۵۹۶۸/۲۵ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ نُؤَمِّرُ بَعْدَكَ قَالَ اِنْ تُؤَمِّرُوْا اَبَابَكْرٍ تَجِدُوْهُ اَمِيْنًا زَاهِدًا فِي الدُّنْيَا رَاغِبًا فِي الْاٰخِرَةِ وَاِنْ تُؤَمِّرُوْا عُمَرَ تَجِدُوْهُ قَوِيًّا اَمِيْنًا لَا يَخَافُ فِي اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ وَاِنْ تُؤَمِّرُوْا عَلِيًّا وَلَا اَرَاكُمْ فَاعِلِيْنَ تَجِدُوْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا يَاْخُذُ بِكُمُ الطَّرِيْقَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ (رواہ احمد)

اخرجه احمد فی المسند ۱/۱۰۹

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کس کو ہم اپنا امیر بنائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنا امیر بناؤ گے تو انہیں امانت دار دنیا سے بے رغبت اور آخرت کی طرف راغب پاؤ گے اور اگر تم عمر رضی اللہ عنہ کو اپنا امیر بناؤ گے تو تم اسے قوی اور امین پاؤ گے وہ احکام خدا میں کسی ملامت کرنے والے سے نہیں ڈرتا۔ اور اگر تم علی رضی اللہ عنہ کو اپنا امیر بناؤ گے اور میرا خیال ہے کہ تم اس کو اپنا امیر نہیں بناؤ گے تو تم اسے راہ راست والا ہدایت یافتہ پاؤ گے اور وہ تم کو پکڑ کر سیدھے راستے پر لے جائے گا۔ (احمد)

تشریح: مَنْ نُؤَمِّرُ: اس نسخہ میں یہ جمع متکلم کا صیغہ ہے جبکہ ایک صحیح نسخہ میں تؤمرو واحد مذکر حاضر کا صیغہ ہے لیکن سیاق کلام پہلے نسخہ کی تائید کرتا ہے۔

اِنْ تُؤَمِّرُوْا اَبَا بَکْرٍ تَجِدُوْهُ اَمِيْنًا: یعنی اگر تم ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بناؤ گے تو تم ان کو دین کے معاملہ میں امین پاؤ گے اور وہ تمام فیصلے امانت و دیانت اور عدالت کے ساتھ کریں گے اور تم ان کو دنیا سے بے رغبت اور آخرت کی طرف راغب پاؤ گے اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ خلیفہ کو اس صفت کے ساتھ متصف ہونا چاہیے تاکہ اس میں اخلاص تام درجہ کا پایا جائے اور اخلاص ہی کی وجہ سے خلاصی ہوگی ورنہ یہ امارت و خلافت گردن کا طوق بن جائے گی اور ایک روایت میں ہے کہ اگر تم ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بناؤ گے تو تم ان کو مسلم اور امین پاؤ گے جبکہ ایک دوسری روایت میں ہے کہ تم ان کو اللہ کے معاملہ میں قوی اور اپنی ذات کے بارے میں ضعیف پاؤ گے۔

وَاِنْ تُؤَمِّرُوْا عُمَرَ تَجِدُوْهُ قَوِيًّا: اگر عمر کو امیر اور خلیفہ بناؤ گے تو تم اس کو قوی یعنی امارت کی ذمہ داریوں کا بوجھ ہمت و قوت کے ساتھ اٹھانے والا پاؤ گے اور امین پاؤ گے کہ کسی معاملے میں بھی ان سے خیانت کا صدور نہیں ہوگا اور دین کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے یعنی دین کے کاموں میں پختہ اور ایسے مضبوط ہوں گے کہ جب کسی دینی کام کو شروع کریں گے تو کسی منکر کے انکار اور کسی معترض کے اعتراض سے بالکل نہیں ڈریں گے اور ایک روایت میں ہے کہ تم عمر رضی اللہ عنہ کو اللہ کے معاملہ میں بھی اور خود اپنی ذات میں بھی قوی پاؤ گے۔

وَاِنْ تُؤَمِّرُوْا عَلِيًّا وَلَا اَرَاكُمْ فَاعِلِيْنَ ......: اگر تم علی کو خلیفہ اور امیر مقرر کرو گے لیکن میں گمان نہیں کرتا کہ تم ایسا کرو گے مراد یہ ہے کہ ایسا نہ ہوگا کہ تم ان کی خلافت پر بلا اختلاف کے متفق ہو جاؤ گے اگر تم علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بناؤ گے تو تم ان کو ہادی کامل یعنی مرشد کامل اور مہدی یعنی مکمل ہدایت یافتہ پاؤ گے وہ تمہیں پکڑ کر سیدھے راستے پر لے جائے گا۔

علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے کا مقصد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم امت سے فرمانا چاہتے ہیں خلافت کا معاملہ تمہارے سپرد ہے اس لئے کہ تم امت من حیث الامت مجتہد مصیب ہو تم غلط اور ناحق بات پر جمع نہیں ہو سکتے۔

بعض حضرات نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ذکر پہلے فرمایا اس میں ان کے تقدم کی طرف اشارہ ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ذکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحۃً نہیں کیا ہو سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا ہو لیکن راوی بھول گیا ہو اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان "ولا اراکم فاعلین" میں اس طرف اشارہ ہو کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مقدم ہوں گے۔ "ولا اراکم فاعلین" کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ میں گمان نہیں کرتا کہ تم علی

رضی اللہ عنہم کو باقی تمام سے پہلے امیر وخلیفہ مقرر کرو گے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی قضاوقدر کا علم تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر سب سے لمبی ہوگی اگر ان کی خلافت مقدم ہو جائے تو باقی حضرات کی خلافت فوت ہو جائے گی حالانکہ تقدیر میں ان کی خلافت لکھی جا چکی ہے۔

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی خصوصی صفات کا ذکر

۵۹۲/۲۶ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِمَ اللّٰهُ اَبَا بَكْرٍ زَوَّجَنِيْ اِبْنَتَهٗ وَحَمَلَنِيْ اِلٰى دَارِ الْهِجْرَةِ وَصَحِبَنِيْ فِي الْغَارِ وَاَعْتَقَ بِلَالًا مِنْ مَالِهٖ رَحِمَ اللّٰهُ عُمَرَ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَاِنْ كَانَ مُرًّا تَرَكَهُ الْحَقُّ وَمَالَهٗ مِنْ صَدِيْقٍ وَرَحِمَ اللّٰهُ عُثْمَانَ تَسْتَحْيِ مِنْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ رَحِمَ اللّٰهُ عَلِيًّا اَللّٰهُمَّ اَدِرِ الْحَقَّ مَعَهٗ حَيْثُ دَارَ۔ (رواه الترمذی وقال هذا حديث)

اخرجه الترمذی فی السنن ۵/۵۹۲ حدیث رقم ۳۷۱٤

ترجمہ: انہیں (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے وہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ ابو بکر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے اس نے اپنی بیٹی کا مجھ سے نکاح کیا اور دار الہجرت تک مجھے (اپنے اونٹ پر) سوار کرایا اور میرے ساتھ رہا غار میں اور آزاد کرایا بلال کو اپنے مال سے اور اللہ تعالیٰ رحم کرے عمر رضی اللہ عنہ پر جو حق بات کہتا ہے اگرچہ وہ تلخ ہو حق گوئی نے اسے اس حال تک پہنچا دیا ہے کہ اس کا کوئی دوست نہیں اور خداوند تعالیٰ عثمان رضی اللہ عنہ پر رحم کرے جس سے فرشتے حیاء کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ علی رضی اللہ عنہ پر رحم کرے اے اللہ حق کو علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ گردش دے یعنی جدھر علی رضی اللہ عنہ جائے ادھر ہی حق جائے۔ (ترمذی)

تشریح: اس حدیث میں خلفاء راشدین کی خصوصی صفات کا ذکر فرمایا ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ اس نے اپنی بیٹی یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح مجھ سے کیا اور دار الہجرت یعنی مدینہ تک مجھے اپنے اونٹ پر سوار کیا دراصل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دو اونٹنیاں پال رکھی تھیں اس غرض سے کہ جب بھی ہجرت کا حکم الٰہی ہوگا تو ان پر سوار ہو کر جائیں گے ان میں سے ایک اونٹنی انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس پر سوار نہیں ہوں گا الا یہ کہ تو اس کو میرے ہاتھ فروخت کر دے تو انہوں نے آٹھ سو درہم کے بدلے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بیچ دی اور غار میں میرے ساتھ رہے اور بلال کو اپنے مال کے ذریعے کافروں سے خرید کر آزاد کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ وہ حق گو ہیں اور حق گوئی کی وجہ سے ان کا کوئی دوست نہیں یعنی ایسا دوست نہیں کہ جس کی دوستی کی وجہ سے دین میں مراعات اور مداہنت کرتے ہوں نہ کہ مطلق دوست کی نفی مقصود ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ جانی اور قلبی دوستی تھی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ فرشتے ان سے حیاء کرتے ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا کہ اے اللہ حق کو ان کے ساتھ پھیر دے جہاں یہ پھیریں حق بھی ان کے ساتھ وہیں پھرے۔ یہ حدیث اس حدیث کے موافق ہے جس کو سیوطی نے جمع الجوامع میں ذکر کیا ہے کہ "القرآن مع علي و علي مع القرآن" قرآن علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے اور علی رضی اللہ عنہ

قرآن کے ساتھ ہے۔

بَابُ مَنَاقِبِ الْعَشْرَةِ الْمُبَشَّرَةِ

اس باب کی احادیث دو طرح کی ہیں بعض وہ ہیں جو تمام عشرہ مبشرہ کے فضائل یا ان میں سے بعض کے مشترکہ فضائل پر مشتمل ہیں اور بعض احادیث وہ ہیں جو ان میں سے ہر ایک کے علیحدہ علیحدہ فضائل پر مشتمل ہیں پہلے وہ فضائل ذکر کیے جائیں گے جو تمام عشرہ مبشرہ یا ان میں سے بعض کے متعلق ہیں۔

وہ احادیث جو تمام عشرہ مبشرہ کے متعلق ہیں

نمبرا: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی حدیث ہے جس کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان مندرجہ ذیل دس حضرات کا نام لے کر فرمایا کہ یہ جنتی ہیں حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت عثمان' حضرت علی' حضرت طلحہ' حضرت زبیر' حضرت عبدالرحمٰن بن عوف' حضرت سعد بن ابی وقاص' حضرت سعید بن زید' حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہم وارضاہم۔

نمبر۲: امام احمدؒ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ آپ ﷺ کے بعد ہم کس کو امیر مقرر کریں تو آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام لے کر فرمایا کہ اگر تم ان کو امیر مقرر کرو گے تو تم ان کو امین' دنیا سے اعراض کرنے والا اور آخرت کی رغبت کرنے والا پاؤ گے اور اگر تم عمر رضی اللہ عنہ کو امیر بناؤ گے تو تم ان کو امانت دار' قوی اور احکام الٰہی میں ملامت کرنے والے سے نہ ڈرنے والا پاؤ گے اور اگر تم علی رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کرو گے اور میرا خیال ہے کہ تم ایسا نہیں کرو گے لیکن اگر تم ان کو امیر بنالو تو تم ان کو ہادی' مہدی پاؤ گے جو تمہیں پکڑ کر سیدھے راستے پر لے جائے گا۔

نمبر۳: جامع الترمذی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ حضور ﷺ نے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ابوبکر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے کہ اس نے اپنی بیٹی کا مجھ سے نکاح کیا اور اپنے اونٹ پر مجھے مدینہ تک سوار کرایا' اپنے مال سے بلالؓ کو آزاد کرایا اور غار میں میرے ساتھ رہا اور اللہ تعالیٰ عمر رضی اللہ عنہ پر رحم کرے کہ جو حق بات کہتا ہے اگرچہ وہ تلخ ہو اور حق گوئی کی وجہ سے اس کا کوئی دوست نہیں اور اللہ تعالیٰ عثمان رضی اللہ عنہ پر رحم کرے کہ جس سے فرشتے حیا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ علی رضی اللہ عنہ پر رحم کرے اے اللہ حق کو علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ پھیر دے۔

نمبر۴: صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے حضور ﷺ حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت عثمان' حضرت علی' حضرت طلحہ' حضرت زبیر رضی اللہ عنہم حراء پہاڑ پر تھے کہ اس نے حرکت کرنا شروع کر دی تو حضور ﷺ نے اس چٹان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ٹھہر جا تجھ پر ایک نبی' صدیق اور شہداء ہیں۔

نمبر۵: صحیح بخاری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپؓ نے اپنی مرض الوفات میں فرمایا کہ خلافت کے مستحق وہ لوگ ہیں جن سے نبی کریم ﷺ اس دنیا سے رخصت ہوتے وقت بھی راضی اور خوش تھے پھر حضرت علی' حضرت عثمان' حضرت زبیر' حضرت سعد' حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم کا نام لیا۔

نمبر۶: جامع الترمذی میں حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں سے میری امت پر سب سے

زیادہ مہربان ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں اور احکام الٰہیہ میں سب سے سخت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ سب سے سچے حیاء والے عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔ علم الفرائض کے بڑے عالم زید بن ثابت ہیں۔ قرآن کے بڑے قاری ابی بن کعبؓ ہیں۔ حلال وحرام کے بڑے عالم معاذ بن جبلؓ ہیں اور اس امت کے امین ابوعبیدہ بن الجراح اور فیصلہ کرنے کے اعتبار سے علی رضی اللہ عنہ سب سے مقدم ہیں۔

اب وہ احادیث بیان کی جاتی ہیں جوان میں سے ہرایک کے بارے میں علیحدہ علیحدہ وارد ہوئی ہیں۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ

نمبر۱: جامع الترمذی میں حضرت جابرؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو آدمی زمین پر چلتے پھرتے شہید کو دیکھنا چاہے تو وہ طلحہ کو دیکھ لے۔

نمبر۲: امام بخاری نے اپنی صحیح میں قیس بن ابی حازم سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے طلحہؓ کے ہاتھ کو دیکھا کہ وہ شل تھا انہوں نے غزوہ احد میں اپنے ہاتھ کے ذریعے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنوں کے تیروں سے حفاظت کی تھی۔

نمبر۳: امام ترمذی نے اپنی جامع میں حضرت زبیرؓ سے نقل کیا ہے کہ غزوہ احد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو زرہیں زیب تن فرمائیں جب چٹان پر چڑھنے لگے تو زرہوں کے بوجھ سے چٹان پر نہ چڑھ سکے تو حضرت طلحہؓ نیچے بیٹھ گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان پر قدم رکھ کر چٹان پر چڑھ گئے اور فرمایا کہ طلحہ نے اپنے لئے جنت واجب کرلی۔

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ

نمبر۱: صحیح بخاری ومسلم میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ احزاب کے دن فرمایا دشمن قوم کی خبر میرے پاس کون لائے گا تو حضرت زبیرؓ نے اپنے آپ کو پیش کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کے حواری یعنی خاص دوست و مددگار ہوتے ہیں اور میرے حواری زبیرؓ ہیں۔

نمبر۲: جامع الترمذی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میرے کانوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ مبارک سے یہ الفاظ سنے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طلحہؓ اور زبیرؓ جنت میں میرے پڑوسی ہوں گے۔

نمبر۳: صحیحین میں حضرت زبیرؓ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنوقریظہ کے ہاں جا کر وہاں کی اطلاع اور صورت حال کون معلوم کر کے میرے پاس لائے گا تو یہ فرماتے ہیں کہ میں گیا اور صورت حال معلوم کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلا دی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ

نمبر۱: جامع الترمذی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات سے فرمایا کہ اپنے بعد میں تمہارے بارے میں فکرمند ہوں تم پر صابر اور صدیق ہی خرچ کریں گے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے صدیق کی وضاحت فرمائی کہ اس سے مراد صدقہ دینے والے ہیں پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن کو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے والد عبدالرحمٰن

بن عوفؓ کو جنت کی نہر سلسبیل سے سیراب کرے کہ انہوں نے ازواج مطہرات کو ایک باغ دیا جو چالیس ہزار درہم یا دینار کا فروخت ہوا۔

نمبر۲: حضرت ام سلمہ کی روایت امام احمدؒ نے نقل کی ہے کہ وہ فرماتی ہیں میں نے حضور ﷺ کو اپنی ازواج سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم پر صادق الایمان صاحب احسان شخص لپ بھر بھر کے خرچ کرے گا پھر فرمایا کہ اے اللہ عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو جنت کی سلسبیل سے سیراب فرما۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

نمبر۱: شیخین نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی ہے کہ میں نے حضرت سعدؓ کے علاوہ کسی اور کے بارے میں حضور ﷺ کو فداك ابی و امی فرماتے ہوئے نہیں سنا۔ احد کے دن حضور ﷺ نے ان سے فرمایا تیر چلا اے سعد تجھ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔

نمبر۲: صحیح بخاری وصحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ حضور ﷺ کسی غزوہ سے تشریف لائے اور کسی وقتی خطرے کی وجہ سے حضور ﷺ کو نیند نہیں آ رہی تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی مرد صالح آ کر پہرا دیتا اتنے میں ہتھیاروں کی آواز سنائی دی حضور ﷺ کے پوچھنے پر آنے والے نے بتایا کہ میں سعدؓ ہوں اور آنے کی وجہ یہ بتائی کہ میرے دل میں خیال آیا کہ حضور ﷺ کی حفاظت کے لئے جانا چاہئے تو میں آ گیا حضور ﷺ نے ان کو دعا دی اور سو گئے۔

نمبر۳: حضرت سعدؓ فرماتے ہیں کہ میں عرب میں سب سے پہلا راہ خدا میں تیر چلانے والا ہوں یہ روایت بھی صحیحین کی ہے۔

نمبر۴: شرح السنۃ میں ہے کہ حضرت سعدؓ فرماتے ہیں احد کے دن حضور ﷺ نے مجھے یہ دعا دی کہ اے اللہ اس کی تیراندازی میں قوت عطا فرما اور اس کی دعا کو قبول فرما۔ اسی طرح ترمذی کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اے اللہ سعد کی دعا کو قبول فرما جب بھی یہ دعا کرے۔

نمبر۵: ترمذی میں حضرت جابرؓ کی حدیث ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت سعدؓ کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ میرے ماموں ہیں کوئی میرے ماموں جیسا لا کر تو دکھائے۔

نمبر۶: قیس بن ابی حازم حضرت سعد سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں نے راہ خدا میں سب سے پہلے تیر چلایا اور ہم صحابہ حضور ﷺ کے ساتھ غزوہ میں جاتے تو کھانے کا کوئی انتظام نہ ہوتا کیکر کے پتے اور پھلیاں کھاتے جس کی وجہ سے ہمیں مینگنیوں کی طرح اجابت ہوتی۔ اب یہ بنو اسد مجھ پر نماز اچھی طرح نہ پڑھنے کا الزام لگاتے ہیں۔

نمبر۷: بخاری میں حضرت سعدؓ کی روایت ہے کہ میں اپنے بارے میں دوسروں سے زیادہ جانتا ہوں اور میں تیسرا شخص تھا جس نے اسلام قبول کیا اسلام لانے کے بعد سات دن تک میں ہی مسلمانوں کی تعداد کا تہائی تھا۔

ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ

نمبر۱: صحیحین میں حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہر امت میں ایک امین ہوتا ہے اور میری امت کے

امین ابوعبیدہ بن الجراح ہیں۔

نمبر۲: صحیح مسلم میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اگر کسی کو خلیفہ مقرر کرتے تو کس کو مقرر کرتے تو انہوں نے فرمایا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو۔ سوال کیا گیا پھر کس کو انہوں نے فرمایا عمر رضی اللہ عنہ کو۔ پھر پوچھا گیا کہ پھر کس کو مقرر کرتے تو انہوں نے فرمایا ابوعبیدہؓ کو۔

نمبر۳: صحیحین میں حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ اہل نجران نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آ کر عرض کیا ہمارے لئے کوئی امانت دار شخص کو مقرر فرمادیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ایسے شخص کو امیر بنا کر تمہارے پاس بھیجوں گا جو امین ہے اور اس لائق ہے کہ اس کو امین کہا جائے پھر حضرت ابوعبیدہؓ کو نجران کا حاکم وامیر بنا کر بھیجا۔

بَابُ مَنَاقِبِ اَهْلِ بَيْتِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم

یہ باب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں کے فضائل میں ہے

اہل بیت سے کون لوگ مراد ہیں اس میں مختلف اقوال ہیں۔

نمبر۱: پہلا قول یہ ہے کہ اہل بیت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ رشتہ دار مراد ہیں کہ جن کے لئے شرعاً زکوۃ لینا حرام ہے اس میں حضرت عباسؓ حضرت علیؓ حضرت جعفر اور حضرت عقیل رضی اللہ عنہم کی اولاد داخل ہے گویا اس سے مراد بنو ہاشم ہیں۔

نمبر۲: اہل بیت سے مراد اہل وعیال ہیں اس صورت میں اہلبیت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات بھی شامل ہوں گی جس پر آیت کریمہ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا کا سیاق دال ہے۔

نمبر۳: عام عرف میں مشہور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت سے مراد حضرت فاطمہؓ حضرت علیؓ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم ہیں اور اس پر کئی احادیث دلالت کرتی ہیں مثلاً ترمذی میں حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر کی نماز کے لئے جاتے ہوئے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے پاس سے گزرتے تو یہ فرماتے :الصلوۃ یا اهل البيت: اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا اور مصنف ابن ابی شیبہ میں بھی یہ روایت ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھی کہ ایک خادم نے آ کر خبر دی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا گھر کے دروازہ پر کھڑے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ تم کنارے پر ہوجاؤ تو میں گھر کے اندر چلی گئی پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے ساتھ حضرت حسنؓ وحضرت حسینؓ اندر تشریف لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات حسنین کو اپنی گود میں بٹھایا اور ایک ہاتھ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پکڑا اور دوسرے ہاتھ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو پکڑا اور ان کو اپنے ساتھ چمٹا لیا اور ان سب پر اپنی سیاہ کملی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اوڑھے ہوئے تھے لپیٹ دی اور فرمایا اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں ان کو اور مجھے اپنے ساتھ ملا لیجئے نہ کہ آگ سے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری یہ مسجد عورتوں میں سے حائضہ پر اور مردوں میں سے جنبی پر حرام ہے (یعنی ہر جنبی اور حائضہ کے لئے مسجد سے گزرنا حرام ہے) سوائے میرے اور میرے اہل بیت کے کہ وہ علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم ہیں کہ ان کے لئے حرام نہیں ہے اس حدیث کو امام بیہقی نے روایت کیا ہے اور ضعیف قرار دیا ہے۔

حاصل یہ کہ اہل بیت کا اطلاق ان چاروں حضرات پر مشہور و معروف ہے علماء کرام نے ان سب اقوال میں تطبیق اس طرح دی ہے کہ بیت تین طرح کے ہیں۔ نمبر ا بیت نسب۔ نمبر ۲ بیت سکنی۔ نمبر ۳ بیت ولادت۔ بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت ہیں نسب کے اعتبار سے کیونکہ جد قریب کی اولاد کو بیت اور گھر کہہ دیا جاتا ہے چنانچہ کہا جاتا ہے فلاں کا گھر عظمت و بزرگی والا ہے اور ازواج مطہرات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلبیت ہیں سکنٰی کے اعتبار سے اور عرف عام میں بھی آدمی کی بیویوں کو اس کے اہل اور گھر والے کہا جاتا ہے اور اولاد مبارک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہل بیت ہے ولادت کے اعتبار سے اہل بیت باعتبار ولادت کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد کو شامل ہے لیکن حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہم باعتبار زیادتی فضل وعظمت کے اور خصوصی محبت و تعلق کی وجہ سے ممتاز و مخصوص ہیں اور ان کے فضائل و مناقب اور عظمتوں کے متعلق بہت سی احادیث آئی ہیں۔

مؤلف نے باب مناقب اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں بعض بنو ہاشم کو حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہم کو ذکر کیا ہے اور ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ذکر کیا۔ اسی طرح حضرت زید بن حارثہ اور ان کے بیٹے حضرت اسامہ بن زید کو بھی اس باب میں ذکر کیا یا تو ان کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل محبت و عنایت کی وجہ سے یا اس وجہ سے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی اہل بیت میں شمار فرمایا تھا۔

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا ذکر اس باب میں نہیں کیا بلکہ ان کے فضائل کے لئے علیحدہ سے باب مقرر کیا اس کی ایک وجہ تو یہ ہو سکتی ہے کہ ان کے مخصوص مناقب و فضائل ہیں جو انہیں کے ساتھ خاص ہیں یا عرف عام کا لحاظ رکھتے ہوئے ازواج مطہرات کو اہل بیت میں شامل نہیں کیا اور ان کے لئے علیحدہ باب باندھا۔

ایک تنبیہ:

یہاں یہ بات انتہائی قابل توجہ ہے کہ یہ ایک حقیقت ہے جس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ اہل البیت کا لفظ قرآن مجید میں ازواج مطہرات ہی کے لئے استعمال ہوا ہے۔ سورۃ الاحزاب کے چوتھے رکوع میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو کچھ خاص ہدایات دینے کے بعد فرمایا گیا ہے اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا جس کا مطلب یہ ہے کہ اے پیغمبر کی بیویو تم کو جو یہ خاص ہدایتیں دی گئیں ہیں ان سے اللہ کا مقصد تم کو زحمت و مشقت میں مبتلا کرنا نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ ان ہدایات سے یہ ہے کہ تم کو ہر قسم کی ظاہری و باطنی برائی اور گندگی سے مطہر اور پاک صاف کر دیا جائے۔ جو شخص عربی زبان کی کچھ بھی واقفیت رکھتا ہے اس کو سورۃ احزاب کے اس پورے رکوع کے پڑھنے کے بعد اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہوگا کہ یہاں اہلبیت کا لفظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات ہی کے لئے استعمال ہوا ہے لیکن یہ کیسی عجیب بات

ہے کہ قرآن پر ایمان رکھنے والے ہم مسلمانوں کا حال آج یہ ہے کہ اہل بیت کا لفظ سن کر ہمارا ذہن ازواج مطہرات کی طرف بالکل نہیں جاتا بلکہ آنحضرت ﷺ کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہم ہی کی طرف جاتا ہے۔

عربی زبان ومحاورات سے واقفیت رکھنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ کسی شخص کے اہل بیت کا اولین مصداق اس کی بیوی ہی ہوتی ہے اسی طرح فارسی میں اہل خانہ اور اردو میں گھر والے یا گھر والی بیوی ہی کو کہا جاتا ہے ماں' بہن' بیٹی اور داماد اور ان کی اولاد کے لئے اہل بیت اور گھر والوں کا لفظ استعمال نہیں ہوتا۔ الغرض اس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ اہل البیت کا لفظ قرآن مجید میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ہی کے لئے استعمال ہوا ہے اور وہی اس کی اولین مصداق ہیں۔ البتہ یہ بات حدیث سے ثابت ہے کہ جب سورہ احزاب کی مندرجہ بالا آیت اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دونوں نواسوں حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو ایک کملی میں اپنے ساتھ لے کر دعا فرمائی: **اللّٰھم ھؤلاء اھل بیتی فاذھب عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا**۔ بلاشبہ حضور ﷺ کی یہ دعا قبول ہوئی اور سورہ احزاب والی آیت میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا ''اہل البیت'' کے لفظ سے ذکر فرما کر ان پر اللہ تعالیٰ کے جس خاص انعام کا ذکر فرمایا گیا ہے اس میں اور لفظ اہل البیت کے اطلاق میں یہ حضرات بھی شامل ہو گئے اس بنیاد پر یہ حضرات بھی لفظ اہل البیت کا صحیح مصداق ہیں لیکن جیسا کہ تفصیل سے عرض کیا جا چکا ہے قرآن مجید میں یہ لفظ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ہی کے لئے استعمال ہوا ہے اور وہی اس کی اولین مصداق ہیں جیسا کہ امام فخر الدین رازی نے فرمایا کہ یہ آیت ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو شامل ہے جیسا کہ سیاق کلام پکار رہا ہے ازواج مطہرات کو اس آیت سے نکالنا اور غیر ازواج کے ساتھ اس آیت کو خاص کرنا صحیح نہیں ہے۔

الفصل الاول:

مباہلہ کیلئے حضور ﷺ کا حضرت علی' فاطمہ اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہم کو بلانا

۵۹۷۰/۱ وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا وَفَاطِمَةَ وَحَسَنًا وَحُسَيْنًا فَقَالَ اللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ اَهْلُ بَيْتِيْ۔

(رواہ مسلم)

اخرجہ مسلم فی صحیحہ ۱۸۷۱/٤ حدیث رقم (۲۴۰٤/۳۲) واخرجہ الترمذی فی السنن ٥/ ۲۲۵ حدیث رقم ۲۹۹۹۔

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جب آیت: ﴿فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ﴾ نازل ہوئی (یعنی آؤ ہم اپنے بیٹوں کو اور تم اپنے بیٹوں کو بلاتے ہیں) تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی' حضرت فاطمہ' حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو بلوایا اور فرمایا اے اللہ یہ لوگ میرے اہل بیت ہیں۔ (مسلم)

تشریح ۞ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو مباہلہ کرنے کا حکم دیا جس کی تعریف یہ ہے کہ اگر کسی امر کے حق و

باطل ہونے میں فریقین میں نزاع ہو جائے اور دلائل سے نزاع ختم نہ ہو تو پھر ان کو یہ طریقہ اختیار کرنا چاہئے کہ سب مل کر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ جو اس امر میں باطل پر ہو اس پر خدا تعالیٰ کی طرف سے وبال اور ہلاکت پڑے کیونکہ لغت میں مباہلہ کا معنی ہے لعنت کرنا عرب میں جب دو فریق ایک دوسرے کی کسی معاملے میں تکذیب کرتے اور اختلاف کرتے تو باہر نکل کر ایک دوسرے پر لعنت کرتے تھے یعنی اس طرح کہتے تھے کہ ظالم کاذب پر خدا کی لعنت ہو اس طور پر دعا کرنے کو مباہلہ کہا جاتا ہے اور اس میں اصل خود مباحثہ کرنے والوں کا جمع ہو کر دعا کرنا ہے اپنے اعزہ و اقارب کو جمع کرنے کی ضرورت نہیں لیکن اگر جمع کر لیا جائے تو اس سے اور اہتمام بڑھ جاتا ہے۔

واقعہ مباہلہ کا پس منظر یہ ہے کہ حضور ﷺ نے نجران کے نصاریٰ کی جانب ایک فرمان بھیجا جس میں تین چیزوں کو بالترتیب ذکر کیا گیا تھا نمبر ۱ اسلام قبول کرو۔ نمبر ۲ یا جزیہ ادا کرو نمبر ۳ یا جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ نصاریٰ نے آپس میں مشورہ کر کے شرجیل، عبداللہ بن شرجیل اور جبار بن قیس کو حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں بھیجا ان لوگوں نے آکر مذہبی امور پر بات چیت شروع کی یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت ثابت کرنے میں ان لوگوں نے انتہائی بحث و تکرار سے کام لیا۔ اتنے میں یہ آیت مباہلہ نازل ہوئی اس پر آپ ﷺ نے نصاریٰ کو مباہلہ کی دعوت دی اور خود بھی حضرت فاطمہ، حضرت علی، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر مباہلہ کے لئے تیار ہو کر تشریف لائے حضرات حسنین کو آپ ﷺ نے گود میں اٹھایا ہوا تھا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے پیچھے تھیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پیچھے تھے۔ شرجیل نے یہ دیکھ کر اپنے دونوں ساتھیوں سے کہا کہ تم کو معلوم ہے کہ اللہ کے نبی ہیں۔ نبی سے مباہلہ کرنے میں ہماری ہلاکت اور بربادی یقینی ہے اس لئے نجات کا کوئی دوسرا راستہ تلاش کرو۔ ساتھیوں نے کہا تمہارے نزدیک نجات کی کیا صورت ہے؟ اس نے کہا کہ میرے نزدیک بہتر صورت یہ ہے کہ نبی ﷺ کی رائے کے موافق صلح کی جائے۔ چنانچہ اسی پر سب کا اتفاق ہو گیا چنانچہ نبی کریم ﷺ نے ان پر جزیہ مقرر کر کے صلح کر لی۔ جس کو انہوں نے بھی منظور کر لیا۔

اس آیت میں ابناء نا سے مراد صرف اولاد صلبی نہیں ہے بلکہ عام مراد ہے خواہ اولاد ہو یا اولاد کی اولاد ہو کیونکہ عرفاً ان سب کو اولاد کہا جاتا ہے لہٰذا ابناء نا میں آپ ﷺ کے نواسے حضرات حسنین اور آپ ﷺ کے داماد حضرت علی رضی اللہ عنہ داخل ہیں خصوصاً حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ابناء نا میں داخل کرنا اس لئے بھی صحیح ہے کہ آپ نے تو پرورش بھی حضور ﷺ کی آغوش میں پائی تھی آپ نے ان کو اپنے بچوں کی طرح پالا پوسا اور آپ کی تربیت کا پورا پورا خیال رکھا ایسے بچے پر عرفاً بیٹے کا اطلاق کیا جاتا ہے۔

اس بیان سے یہ بات واضح ہو گئی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اولاد میں داخل ہیں لہٰذا روافض کا آپ کو ابناء نا سے خارج کر کے اور انفسنا میں داخل کر کے آپ کی خلافت بلافصل پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔

اہل بیت کا اولین مصداق ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن ہیں

۳/۵۹۷۱ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدَاةً وَعَلَيْهِ مِرْطٌ مُرَحَّلٌ مِنْ شَعْرٍ اَسْوَدَ فَجَاءَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ وَاَدْخَلَهُ ثُمَّ جَاءَ الْحُسَيْنُ فَدَخَلَ مَعَهُ ثُمَّ جَاءَتْ فَاطِمَةُ فَاَدْخَلَهَا ثُمَّ

جَاءَ عَلِيٌّ فَادْخَلَهُ ثُمَّ قَالَ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا۔

(رواه مسلم)

أخرجه مسلم في صحيحه ١٨٨٣/٤ حديث رقم (٦١-٢٤٢٤) وابو داؤد في السنن ٤/٣١٥ حديث رقم ٤٠٣٢ والترمذي في السنن ٦٥٦/٥ حديث رقم ٣٨٧١ و احمد في المسند ١٦٢/٦

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز صبح کے وقت ایک سیاہ نقش دار کملی اوڑھے باہر تشریف لائے (غالباً صحن مکان میں) کہ آپ کی خدمت میں حسنؓ بن علی رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کملی کے اندر بٹھالیا پھر حسینؓ آئے انہیں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کملی کے اندر بٹھالیا۔ پھر فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی کملی میں بٹھالیا پھر علی رضی اللہ عنہ آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی کملی کے اندر داخل کر لیا اور یہ آیت پڑھی اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا (یعنی اے اہل بیت خداوند تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ تم سے گناہوں کی ناپاکی دور کردے اور تمہیں پاک وصاف کردے" (مسلم)۔

تشریح: اس آیت کریمہ کے سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل بیت میں ازواج مطہرات داخل اور شامل ہیں بلکہ اہل بیت کا اولین مصداق ہیں کیونکہ اس آیت کے ماقبل میں ہے يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اور اس کے مابعد ہے وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ۔ جب سیاق وسباق میں خطاب ازواج مطہرات سے ہے تو یقیناً اس آیت میں اہل بیت سے وہی مراد ہوں گی باقی اس آیت میں مذکر کی ضمیر کا استعمال یا تو تغلیباً ہے یعنی اہل بیت میں سے مرد حضرات کو غلبہ دیتے ہوئے ضمیر مذکر کی استعمال فرمادی گئی یا مذکر کی ضمیر تعظیماً ہے۔

حضرت ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جنت میں مرضعہ

۳/۵۹۷۲ وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ لَمَّا تُوُفِّيَ اِبْرَاهِيْمُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لَهُ مُرْضِعًا فِي الْجَنَّةِ۔ (رواه البخاری)

أخرجه البخاري في صحيحه ٢٤٤/٣ حديث رقم ١٣٨٢ واخرجه ابن ماجه ٤٨٤/١ حديث رقم ١٥١١ و احمد في المسند ٣٠٠/٤

ترجمہ: حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے) ابراہیم کا انتقال ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں اس کے لئے دودھ پلانے والی ہے (بخاری)

تشریح: جناب ابراہیم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے ہیں جو حضرت ماریہ قبطیہ سے ذی الحجہ ۸ھ کو مدینہ میں پیدا ہوئے سولہ یا اٹھارہ ماہ کی عمر میں انتقال ہوا اور جنت البقیع میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن مظعون کے قریب دفن ہوئے جوان کے رضاعی چچا بھی تھے۔

اس روایت میں مرضع کا لفظ ہے اس میں کئی احتمال ہیں۔ مرضع یعنی باب افعال سے اسم فاعل کا صیغہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے جنت میں ایک دودھ پلانے والی کا انتظام کردیا ہے جو ابراہیم کی مدت رضاعت پوری کرائے گی۔ مرضع یعنی باب

افعال سے ظرف کا صیغہ ہے یعنی ابراہیم کے لئے جنت میں رضاعت پوری ہونے کی ایک جگہ ہے۔ مرضع میم کے فتحہ کے ساتھ بمعنی رضاعا۔

اس حدیث سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں اول یہ کہ صاحب کمال لوگ انتقال کے فوراً بعد جنت میں داخل ہو جاتے ہیں اور دوسری بات یہ کہ جنت پیدا ہو چکی ہے اور اب بھی موجود ہے جیسا کہ یہ اہلسنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جنت کی عورتوں کی سردار ہیں

۴/۵۹۷۳ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنَّا اَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَهُ فَاَقْبَلَتْ فَاطِمَةُ مَا تَخْفٰى مِشْيَتُهَا مِنْ مِشْيَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَاٰهَا قَالَ مَرْحَبًا بِابْنَتِيْ ثُمَّ اَجْلَسَهَا ثُمَّ سَارَّهَا فَبَكَتْ بُكَاءً شَدِيْدًا فَلَمَّا رَاٰى حُزْنَهَا سَارَّهَا الثَّانِيَةَ فَاِذَا هِيَ تَضْحَكُ فَلَمَّا قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاَلْتُهَا عَمَّا سَارَّكِ قَالَتْ مَا كُنْتُ لِاُفْشِيَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِرَّهٗ فَلَمَّا تُوُفِّيَ قُلْتُ عَزَمْتُ عَلَيْكِ بِمَالِيْ عَلَيْكِ مِنَ الْحَقِّ لَمَّا اَخْبَرْتِنِيْ قَالَتْ اَمَّا الْاٰنَ فَنَعَمْ اَمَّا حِيْنَ سَارَّنِيْ فِي الْاَمْرِ الْاَوَّلِ فَاِنَّهٗ اَخْبَرَنِيْ اَنَّ جِبْرِيْلَ كَانَ يُعَارِضُنِيَ الْقُرْاٰنَ كُلَّ سَنَةٍ مَرَّةً وَاِنَّهٗ عَارَضَنِيْ بِهِ الْعَامَ مَرَّتَيْنِ وَلَا اُرَى الْاَجَلَ اِلَّا قَدِ اقْتَرَبَ فَاتَّقِي اللّٰهَ وَاصْبِرِيْ فَاِنِّيْ نِعْمَ السَّلَفُ اَنَا لَكِ فَبَكَيْتُ فَلَمَّا رَاٰى جَزَعِيْ سَارَّنِي الثَّانِيَةَ قَالَ يَا فَاطِمَةُ اَلَا تَرْضَيْنَ اَنْ تَكُوْنِيْ سَيِّدَةَ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ اَوْ نِسَاءِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَفِيْ رِوَايَةٍ فَسَارَّنِيْ فَاَخْبَرَنِيْ اَنَّهٗ يُقْبَضُ فِيْ وَجْعِهٖ فَبَكَيْتُ ثُمَّ سَارَّنِيْ فَاَخْبَرَنِيْ اَنِّيْ اَوَّلُ اَهْلِ بَيْتِهٖ اَتْبَعُهٗ فَضَحِكْتُ۔ (متفق علیہ)

أخرجه البخاري في صحيحه ١١/ ٧٩ حديث رقم ٦٢٨٥ ومسلم في صحيحه ٤/ ١٩٠٤ حديث رقم (٩٨-٢٤٥٠)
وأخرجه ابن ماجه في السنن ١/ ٥١٨ حديث رقم ١٦٢١

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں (مرض الوفات میں) ان کی چال اور ہیئت رفتار مخفی نہ تھی بالکل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہ تھی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا تو فرمایا میری بیٹی مرحبا۔ اس کے بعد ان کو بٹھایا۔ پھر آہستہ آہستہ ان سے باتیں کیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا زاروقطار رونے لگیں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو رنجیدہ پایا تو پھر ان سے آہستہ آہستہ باتیں کیں اور اب کی بار وہ ہنسنے لگیں۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے تشریف لے گئے تو میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا تم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا باتیں کیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راز افشاء کرنا پسند نہیں کرتی۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ میں تم کو اس حق کا واسطہ اور قسم دیتی ہوں جو تم پر میرا ہے کہ تم مجھے اس راز سے آگاہ کرو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم پر ظاہر کیا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا اب اس راز کو ظاہر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی بار مجھ سے یہ فرمایا تھا کہ جبرائیل سال بھر میں مجھ سے

ایک مرتبہ قرآن پاک کا دور کیا کرتے تھے اب کی مرتبہ سال میں دو مرتبہ دور کیا ہے میرا خیال ہے کہ میری موت کا وقت آ گیا ہے۔ پس اے فاطمہ رضی اللہ عنہا تو خدا سے ڈرتی رہ اور صبر اختیار کر (یعنی میری وفات پر) اس لئے کہ میں تیرا بہترین پیش رو ہوں یہ سن کر میں رونے لگی۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے زیادہ مضطرب اور بے صبر پایا تو دوبارہ مجھ سے باتیں کیں اور فرمایا اے فاطمہ رضی اللہ عنہا کیا تو اس پر راضی نہیں ہے کہ تجھے بہشت کی ساری عورتوں کا سردار بنا دیا جائے یا تو ساری مومنوں کی عورتوں کی سردار ہو جائے اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ پہلی مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی بیماری میں وفات پائیں گے یہ سن کر میں رونے لگی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں سے سب سے پہلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر ملوں گی تو میں خوش ہو گئی اور ہنسنے لگی۔ (متفق علیہ)

کچھ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے بارے میں:

یہ فاطمۃ الکبریٰ ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی ہیں ان کی والدہ ماجدہ حضرت خدیجہ ہیں ایک روایت کے مطابق یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی صاحبزادی ہیں۔ دنیا و آخرت کی تمام عورتوں کی سردار ہیں جیسا کہ اس زیر بحث حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے پاس بٹھایا اور ایک روایت میں ہے کہ دائیں طرف یا بائیں طرف بٹھایا اور سرگوشی کی اور سرگوشی میں ایک یہ بات بھی فرمائی کہ تم جنت کی عورتوں کی سردار ہو۔ رمضان المبارک ۲ھ میں ان کا نکاح حضرت علی ابن ابی طالب سے ہوا اور ذی الحجہ میں رخصتی عمل میں آئی ان کے بطن سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تین صاحبزادے حضرت حسنؓ حضرت حسینؓ اور حضرت محسن رضی اللہ عنہم اور تین صاحبزادیاں حضرت زینبؓ حضرت ام الکلثومؓ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہن پیدا ہوئیں۔ مدینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے چھ ماہ بعد انتقال ہوا اور ایک روایت کے مطابق تین ماہ بعد انتقال ہوا۔ اس وقت ان کی عمر صرف ۲۸ سال تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے غسل دیا اور حضرت عباسؓ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ شب میں دفن کی گئیں ان سے حضرت علیؓ حضرات حسنین رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابہ کی ایک جماعت نے روایت کی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ میں نے کسی کو ان سے زیادہ سچا نہیں پایا انہوں نے فرمایا کہ جب کہ ان دونوں کے درمیان کسی بات میں کشیدگی تھی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ہی سے دریافت فرما لیجئے کیونکہ یہ جھوٹ نہیں بولتی ہیں۔

فضیلت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مسئلہ:

اس بارے میں دو مسئلے ہیں۔ پہلا مسئلہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت مریم بنت عمران کے درمیان فضیلت کا تو اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تمام مومن خواتین سے افضل ہیں حتی کہ حضرت مریمؑ حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہن سے بھی چنانچہ علامہ سیوطیؒ نے اسی طرح فرمایا ہے۔ اس کے برعکس بعض روایتوں میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو تمام عورتوں سے افضل و برتر قرار دیا گیا ہے لیکن حضرت مریم علیہا السلام کا استثناء کیا گیا ہے اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اس امت کی عورتوں پر اسی طرح فضیلت حاصل ہے جس طرح مریم علیہا السلام کو اپنی قوم کی عورتوں پر فضیلت حاصل تھی۔ تو یہ روایتیں بظاہر آپس میں متعارض ہیں۔

اس تعارض کا یہ جواب ہو سکتا ہے کہ ویسے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تمام عالم کی عورتوں سے افضل ہیں بشمول حضرت

مریم علیہا السلام کے لیکن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت و بزرگی حق تعالیٰ کی طرف سے بتدریج نازل ہوئی پہلے صرف اس امت کی عورتوں پر فضیلت بتلائی گئی پھر ان کے درجہ کو بڑھا کر تمام عالم کی عورتوں پر ان کو افضل و برتر قرار دے دیا گیا۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت بتدریج معلوم ہوئی اس لئے بعض روایتوں میں حضرت مریم علیہا السلام کا استثناء کیا گیا اور یہ روایتیں پہلے کی ہیں اور بعض روایتوں میں مطلقاً حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو سب سے افضل قرار دے دیا گیا اور یہ روایتیں بعد کی ہیں۔ واللہ اعلم۔

دوسرا مسئلہ ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان افضلیت کا۔ تو اس میں مختلف رائیں ہیں۔ چنانچہ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مرتبہ بلند ہے بنسبت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے اور یہ حضرات اس کی دو وجہیں ذکر فرماتے ہیں ایک یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہیں لہٰذا وہ جنت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوں گی اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زوجہ ہیں لہٰذا وہ جنت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوں گی اور بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام و مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بلند و اعلیٰ ہے۔ لیکن بعض روایتوں میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں، تو، علی، حسن اور حسین ایک مکان و ایک مقام میں ہوں گے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی افضلیت کے قائلین یہ وجہ بھی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مجتہدہ تھیں اور خلفاء اربعہ کے زمانہ میں فتویٰ دیا کرتی تھیں اور اجتہاد کرتی تھیں اس لئے ان کا رتبہ بلند ہے۔

علامہ سیوطیؒ اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں کہ اس مسئلہ میں تین مذاہب ہیں پہلا مذہب یہ ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے افضل ہیں اور یہی صحیح ترین ہے دوسرا مذہب یہ ہے کہ دونوں کا مقام و مرتبہ برابر ہے اور تیسرا مذہب یہ ہے کہ توقف کیا جائے چنانچہ بعض حنفیہ اور بعض شافعیہ توقف ہی کے قائل ہیں۔ لیکن امام مالکؒ سے جب اس بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گوشت کا ٹکڑا اور جگر گوشہ ہیں اور میں کسی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گوشت کے ٹکڑے پر فضیلت نہیں دیتا۔

علامہ سبکیؒ فرماتے ہیں ہمارا پسندیدہ اور مختار مذہب یہ ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں پھر ان کی والدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں پھر حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں۔ نیز حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی افضلیت میں بھی اختلاف ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ ہر ایک افضل ہے مختلف جہات اور حیثیتوں سے۔

بعض حضرات کے نزدیک افضلیت کا مدار کثرت ثواب اور زیادتی حسنات پر ہے اس اعتبار سے دیکھا جائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا رتبہ بلند ہے اور بعض کے نزدیک افضلیت کا معیار شرافت ذات طہارت طینت اور پاکی جوہر پر ہے اس اعتبار سے کوئی بھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ سے نہیں بڑھ سکتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے جسم کا ٹکڑا ہے

۵/۵۹۷۴ وَعَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِّنِّىْ فَمَنْ

اَغْضَبَهَا اَغْضَبَنِیْ وَفِیْ رِوَایَةٍ یُرِیْبُنِیْ مَا اَرَابَهَا وَیُؤْذِیْنِیْ مَا اٰذَاهَا ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۰۵/۷ حدیث رقم ۳۷۶۷ و مسلم فی صحیحه ۱۹۰۳/۴ حدیث رقم (۹۴-۲۴۴۹) و ابو داؤد فی السنن ۵۵۸/۲ حدیث رقم ۲۰۷۱ واخرجه الترمذی ۶۵۶/۵ حدیث رقم ۳۸۶۹ واخرجه ابن ماجه فی السنن ۶۴۳/۱ حدیث رقم ۱۹۹۸ و احمد فی المسند ۲۰۷۱

ترجمہ: حضرت مسور بن مخرمہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے گوشت کا ٹکڑا ہے جس شخص نے اس کو غضب ناک کیا اس نے مجھے غضب ناک کیا اور ایک روایت میں ہے کہ مجھے وہ چیز قلق اور اضطراب میں ڈالتی ہے جو فاطمہ رضی اللہ عنہا کو قلق اور اضطراب میں ڈالے اور جو چیز فاطمہ رضی اللہ عنہا کو تکلیف دیتی ہے وہ مجھے بھی تکلیف دیتی ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح ۞ **فَمَنْ اَغْضَبَهَا اَغْضَبَنِیْ:** سہیلی ان الفاظ سے استدلال کر کے فرماتے ہیں کہ جس شخص نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو برا کہا وہ کافر ہے۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کا یہ فرمان بطور تشبیہ کے ہے اور اس طرح کا کلام مبالغہ پر محمول ہوتا ہے اس لئے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو برا کہنا بڑے سے بڑا گناہ ہو سکتا ہے لیکن اس کو کفر نہیں کہہ سکتے جیسا کہ حضور ﷺ نے دیگر احادیث میں اسی طرح کی کلام دوسرے لوگوں کے لئے بھی فرمائی ہے لیکن وہاں بھی بطور تشبیہ کے مبالغہ کے لئے ہے چنانچہ ابن عساکر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔

من آذی مسلما فقد آذانی و من آذانی فقد آذی الله ۔

جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذاء دی تو اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی۔

اسی طرح امام احمد نے اپنی مسند میں اور امام بخاری نے اپنی تاریخ میں حضرت معاویہؓ سے اور ابن حبان نے حضرت براء بن عازبؓ سے روایت نقل کی ہے۔

من احب الانصار فقد احبه الله و من ابغض الانصار ابغضه الله۔

جو انصار سے محبت رکھے اللہ اس سے محبت رکھے گا اور جو انصار سے بغض رکھے اللہ اس سے بغض و دشمنی رکھے گا۔

امام طبرانی نے معجم اوسط میں حضرت انسؓ سے مرفوعاً روایت نقل کی ہے۔

حب قریش ایمان و بغضهم کفر وحب العرب ایمان و بغضهم کفر فمن احب العرب فقد احبنی و من ابغض العرب فقد ابغضنی۔

قریش سے محبت ایمان ہے اور ان سے بغض کفر ہے اور عرب سے محبت ایمان ہے اور ان سے بغض و دشمنی کفر ہے جس نے عرب سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے عرب سے بغض و دشمنی رکھی اس نے مجھ سے بغض و دشمنی رکھی۔

حدیث کا پس منظر: حضور اقدس ﷺ کے اس فرمان کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوجہل بن ہشام کی بیٹی عوراء سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا یا خود ابوجہل کے بھائی حارث بن ہشام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شادی کی پیش کش کی انہوں نے حضور اقدس ﷺ سے اس بارے میں مشورہ کیا تو اس وقت فرمایا کہ ہرگز میں اس کی اجازت نہیں دوں گا اور حضور ﷺ غصہ ہوئے اور یہ ارشاد فرمایا۔

اس واقعہ کے بارے میں چند احادیث درج ذیل ہیں۔

نمبر۱: حضرت مسورؓ کی حدیث ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنی ہشام بن مغیرہ (یعنی ابوجہل کا خاندان) مجھ سے اجازت مانگ رہے ہیں کہ وہ علی بن ابی طالب کا نکاح کریں میں اس کی اجازت نہیں دیتا (اور تین بار یہ ارشاد فرمایا) اور فرمایا مگر یہ کہ علی رضی اللہ عنہ چاہے تو میری بیٹی کو طلاق دے دے اور ان کی بیٹی سے نکاح کر لے۔ سوائے اس کے نہیں وہ میرے گوشت کا ٹکڑا ہے۔ الی آخر الحدیث۔

نمبر۲: حضرت مسورؓ ہی کی روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کی بیٹی کے لئے پیغام نکاح بھیجا جبکہ ان کے پاس حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھیں جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے یہ سنا تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور عرض کیا کہ لوگ باتیں کررہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیٹیوں کی وجہ سے ناراض نہیں ہوتے۔ یہ علی رضی اللہ عنہ ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔ مسورؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امابعد میں نے ابوالعاص بن ربیع کا نکاح کرایا اس نے جو بات کی اس کو سچ کر دکھایا فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے جسم کا ٹکڑا ہے اور مجھے یہ بات ناپسند ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فتنہ اور آزمائش میں ڈالے اور خدا کی قسم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی کسی شخص کے نکاح میں کبھی جمع نہیں ہوسکتیں۔

نمبر۳: حضرت مسورؓ ہی سے اس طرح کی روایت ہے اس میں مزید یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں حلال کو حرام اور کسی حرام کو حلال نہیں کرتا لیکن اللہ کی قسم اللہ کے رسول کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی کبھی بھی ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتیں۔

اسی طرح کی مزید اور روایات بھی ہیں۔ شارحین حدیث نے اس کی مختلف وجہیں بیان فرمائیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرنے کی اجازت کیوں نہیں دی۔

نمبر۱: شرح مسلم میں ہے کہ علماء نے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینا حرام ہے خواہ کسی حال میں ہو اور خواہ کسی طریقے سے بھی ہو نیز وہ ایذا اگرچہ ایسے کام سے ہو جو فی نفسہٖ مباح اور جائز ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نکاح کی اجازت نہ دینا دو وجہ سے تھا ایک اس وجہ سے کہ یہ بات حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تکلیف اور ایذا کا باعث بنتا ہے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تکلیف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا اور تکلیف پہنچتی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا اور تکلیف سے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہلاک ہوجاتے اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر شفقت کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دوسرا نکاح کرنے کی اجازت نہیں دی۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ دوسری شادی کر لیتے تو سوکن کے ساتھ جو فطری اور غیر اختیاری رنجش اور بغض ہوتا ہے تو خطرہ تھا کہ کہیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی اس رنجش اور بغض میں مبتلا نہ ہوجائیں۔

نمبر۲: بعض حضرات فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اجازت نہ دینا یہ نکاح سے منع کرنے کے لئے نہیں تھا بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کے فضل سے معلوم تھا کہ یہ دونوں جمع نہیں ہوسکتیں اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خبر دی ہے۔

نمبر۳: یحییٰ بن سعید قطان کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث "لا آذن الا ان یحب علی......" عبداللہ بن داؤد کے سامنے ذکر کی تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے یہ حرام کر دیا تھا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہوتے ہوئے کسی اور عورت سے نکاح کریں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ...... یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لا آذن فرما کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو منع کر دیا تو ان کے لئے نکاح کرنا حلال نہیں تھا مگر یہ کہ

رسول اللہ ﷺ اس کی اجازت دے دیں۔

نمبر۴: محمد بن داؤد فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے فرما دیا کہ "فاطمة بضعة منی یریبنی ماارابها ویؤذینی ماآذاها" تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے حرام تھا کہ وہ کہیں اور نکاح کر کے رسول اللہ ﷺ کو ایذا پہنچاتے کیونکہ اللہ پاک کا ارشاد ہے: وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ ..... تمہارے لئے جائز نہیں کہ تم اللہ کے رسول ﷺ کو تکلیف دو۔

صواعق میں حضرت ابوایوبؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو عرش کے اندر سے ایک منادی پکارے گا۔ اے جمع ہونے والو اپنے سروں کو جھکا لو اور اپنی آنکھیں نیچی کر لو فاطمہ رضی اللہ عنہا پل صراط پر بنت محمد ﷺ گزرنے والی ہیں پھر فاطمہ رضی اللہ عنہا ستر ہزار حور عین کے جلو میں بجلی کی طرح پل صراط سے گزر جائیں گی۔

اہل بیت کے حقوق کی پاسداری ہدایت کا ذریعہ ہے

۶/۵۹۷۵ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فِيْنَا خَطِيْبًا بِمَآءٍ يُدْعٰى خُمًّا بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ وَوَعَظَ وَذَكَّرَ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ اَلَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ يُوْشِكُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ رَسُوْلُ رَبِّيْ فَاُجِيْبُ وَاَنَا تَارِكٌ فِيْكُمُ الثَّقَلَيْنِ اَوَّلُهُمَا كِتَابُ اللّٰهِ فِيْهِ الْهُدٰى وَالنُّوْرُ فَخُذُوْا بِكِتٰبِ اللّٰهِ وَاسْتَمْسِكُوْا بِهٖ فَحَثَّ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ وَرَغَّبَ فِيْهِ ثُمَّ قَالَ وَاَهْلُ بَيْتِيْ اُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِيْ اَهْلِ بَيْتِيْ اُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِيْ اَهْلِ بَيْتِيْ وَفِيْ رِوَايَةٍ كِتَابُ اللّٰهِ هُوَ حَبْلُ اللّٰهِ مَنِ اتَّبَعَهٗ كَانَ عَلَى الْهُدٰى وَمَنْ تَرَكَهٗ كَانَ عَلَى الضَّلَالَةِ. (رواه مسلم)

أخرجه مسلم في صحيحه ١٨٧٣/٤ حديث رقم (٣٦-٢٤٠٨) وأخرجه الدارمي في السنن ٥٢٤/٢ حديث رقم ٣٣١٦ و احمد في المسند ١٤/٣

ترجمہ: حضرت زید بن ارقمؓ سے روایت ہے وہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمارے درمیان مقام خم کے چشمہ پر جو مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہے کھڑے ہو کر خطبہ دیا۔ پس اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی پھر لوگوں کو نصیحت کی اور عذاب و ثواب یاد دلایا پھر فرمایا حمد وثنا کے بعد اے لوگو! آگاہ رہو میں بھی تمہاری ہی مانند ایک آدمی ہوں قریب ہے کہ میرے رب کا بھیجا ہوا فرشتہ (موت) آ جائے اور میں خدا کے حکم کو قبول کر لوں میں تمہارے درمیان دو بھاری چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں ان میں سے پہلی چیز خدا کی کتاب ہے جس میں ہدایت ہے تم خدا کی کتاب کو مضبوطی سے پکڑ لو۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے قرآن مجید کی طرف لوگوں کو کافی رغبت دلائی اور (اسے مضبوط پکڑنے اور اس پر عمل کرنے کے لئے) خوب ابھارا پھر فرمایا دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں میں تمہیں خدا سے ڈراتا ہوں اور خدا یاد دلاتا ہوں کہ تم میرے اہل بیت کو نہ بھولنا میں پھر یاد دلاتا ہوں کہ میرے اہل بیت کے حق کو نہ بھولنا اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو خدا کی کتاب کی اطاعت کرے گا راہ راست پر رہے گا اور جو شخص اسے چھوڑ دے گا گمراہ ہوگا (مسلم)

تشریح ۞ بِمَآءٍ يُدْعٰى خُمًّا: غدیر خم کا ذکر فضائل سیدنا علی بن ابی طالبؓ میں گزر چکا ہے غدیر کا معنی ہے تالاب اور خم ایک مقام کا نام ہے جس کے قریب یہ تالاب تھا یہ مقام مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ جاتے ہوئے مشہور بستی الجحفہ سے تین چار میل کے

فاصلے پر واقع ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع سے واپس ہوتے ہوئے اپنے رفقاء سفر کے پورے قافلے کو ۱۸ ذی الحجہ کو اس مقام میں پہنچ کر جمع کیا اور ان کو خطبہ دیا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی اہم باتیں ارشاد فرمائیں۔

اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ یُوْشِکُ : یعنی میں بھی تمہاری طرح کا ایک انسان ہوں موت وحیات اور زندگی کے دیگر عوارضات میرے ساتھ بھی ہیں مگر فرق یہ ہے کہ مجھ پر خدا تعالیٰ کی طرف سے وحی آتی ہے۔

رَسُوْلُ رَبِّیْ عنقریب میرے پاس خدا کے قاصد آجائیں گے مراد حضرت جبرائیل اور حضرت عزرائیل ہیں یا صرف موت کے فرشتے حضرت عزرائیل مراد ہیں مقصد یہ تھا کہ میرے انتقال کا وقت قریب ہے کیونکہ یہ واقعہ ذی الحجہ کا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت ربیع الاول میں ہوئی۔

وَاَنَا تَارِکٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ : ثقلین تثنیہ ہے ثقل کا (ث) کے فتحہ کے ساتھ۔ صاحب الفائق فرماتے ہیں کہ ثقل اس بوجھ اور سامان کو کہا جاتا ہے جو جانور لادا ہوا ہو۔ جن اور انسانوں کو بھی ثقلین اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ زمین کے بوجھ ہیں اور گویا زمین پر ان کو لادا ہوا ہے۔

اس حدیث میں ثقلین سے مراد قرآن پاک اور اہل بیت ہیں ان دونوں کو ثقلین کہنے کی مختلف وجوہ ذکر کی گئی ہیں۔ مثلاً

نمبر ۱: کتاب اللہ اور اہل بیت کو ثقلین سے اس لئے کہا گیا ہے کہ ان کے پیروکاروں کے لئے ان پر عمل کرنا ثقیل اور دشوار ہے۔

نمبر ۲: انسان اور جنات کو ثقلین کہا گیا ہے اور دنیا کی آبادی اور شادابی انہیں دونوں کی وجہ سے ہے اور دین کی آبادی اور شادابی قرآن اور اہل بیت کی وجہ سے ہے تو ان کو انسان وجنات کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے ثقلین کہہ دیا گیا۔

نمبر ۳: قرآن اور اہل بیت کی عظمت اور علو مرتبہ کی وجہ سے ان کو ثقلین کہا گیا ہے۔

نمبر ۴: شرح السنۃ میں ہے کہ ان کو ثقلین کہنا اس وجہ سے ہے کہ ان کو حاصل کرنا اور ان پر عمل پیرا ہونا ثقیل اور دشوار ہے۔

کِتَابُ اللّٰہِ فِیْہِ الْھُدٰی وَالنُّوْرُ : نور سے مراد یا تو نور قلب ہے کہ جس کی وجہ سے دین پر استقامت ومداومت نصیب ہوتی ہے یا مراد نور سے ظاہری نور ہے جو قیامت کے دن مومنوں کے ساتھ ہوگا جیسا کہ قرآن پاک میں ہے "نورھم یسعٰی بین ایدیھم وبایمانھم" نیز قرآن پاک کا ایک نام بھی نور ہے۔

فَخُذُوْا بِکِتٰبِ اللّٰہِ : اللہ کی کتاب کو پکڑ لو۔ پکڑنا استنباط مسائل کے ساتھ بھی ہوسکتا ہے اور اس کو زبانی یاد کرنے کے ساتھ بھی ہوسکتا ہے اور اس کے علوم ومعارف سمجھنے کے ساتھ بھی ہوسکتا ہے۔

وَاسْتَمْسِکُوْا بِہٖ : اس کو مضبوطی سے تھام لو قرآن پاک کو مضبوطی سے تھامنا اعتقاد کے ساتھ بھی ہو اور عمل کے ساتھ بھی۔ نیز کتاب اللہ کو تھامنے میں سنت رسول پر عمل کرنا بھی داخل ہے اس لئے کہ قرآن پاک ہی میں مختلف مقامات پر مختلف عنوانات سے اس کا حکم دیا گیا ہے چنانچہ اللہ پاک ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں وما آتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا اسی طرح دوسری جگہ حکم الٰہی ہے ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ ایک جگہ ارشاد ربانی ہے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں "فتمسکوا بکتاب اللہ وخذوہ"

فَحَثَّ عَلٰی کِتَابِ اللّٰہِ : یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو کتاب اللہ کی محافظت الفاظ ومعانی کی رعایت اور اس پر عمل کرنے پر ابھارا۔

وَرَغَّبَ: یعنی رغبت دلانے والی چیزوں کا ذکر فرمایا تا کہ حصول درجات کی کوشش کریں ممکن ہے کہ حضور ﷺ نے قرآن پاک کی اتباع اور پیروی ترک کرنے پر عذاب سے بھی ڈرایا ہو اس وقت یہ باب الاکتفاء کے قبیل سے ہوگا یعنی کسی چیز کے دو پہلوؤں میں سے کسی ایک پہلو کو ذکر کر دینا اور دوسرے کو پہلے پر اکتفا کرتے ہوئے چھوڑ دینا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضور ﷺ نے ذکر بشارت پر اکتفا کیا ہو اللہ تعالیٰ کی وسعت رحمت کی طرف اشارہ کرنے کے لئے اور یہ بتانے کے لئے کہ اللہ پاک کی رحمت تمام جہانوں کے لئے ہے اور آپ ﷺ کی امت امت مرحومہ ہے۔

اُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِيْ اَهْلِ بَيْتِيْ: مطلب اس کا یہ ہے کہ حضور ﷺ یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ میں تمہیں اپنے اہل بیت کی محافظت و مراعات احترام واکرام محبت ومودت کے بارے میں تنبیہ کرتا ہوں کہ ان امور میں ان کا خیال رکھو اور ان کی شان میں کمی نہ آنے دو۔ اور آپ ﷺ نے 'اذكركم الله في اهل بيتي'' کا جملہ دو مرتبہ ارشاد فرمایا یا تو مبالغہ مقصود ہے یا پہلے جملے سے آپ ﷺ کی آل مراد ہے اور دوسرے جملے سے ازواج مراد ہیں جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ اہل بیت کا اطلاق دونوں پر ہوتا ہے جبکہ ایک روایت میں یہ جملہ تین بار مذکور ہے۔

كِتَابُ اللّٰهِ هُوَ حَبْلُ اللّٰهِ: حبل کا معنی رسی ہوتا ہے لیکن یہاں مراد حبل سے وہ چیز ہے کہ جس کے ذریعے انسان کو حق تعالیٰ شانہ کی بارگاہ میں قرب حاصل ہوتا۔ اللہ پاک سے وصل نصیب ہوتا ہے اور انسان ترقی کرتے ہوئے مدارج قدسیہ تک پہنچ جاتا ہے مراد کتاب اللہ ہے۔

مَنِ اتَّبَعَهُ كَانَ عَلَى الْهُدٰى: جو کوئی قرآن کی اتباع اور پیروی کرے اس پر ایمان لانے کے اعتبار سے اس کو یاد کرنے کے اعتبار سے اس کو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کے اعتبار سے تو وہ کامل ہدایت پر ہوگا اور جس نے قرآن کی اتباع نہیں کی خواہ کسی بھی اعتبار سے ہو وہ گمراہ ہے گویا قرآن پاک دو رخ والی رسی ہے جو ترقی کا زینہ بھی ہے اور تنزلی کی ڈھلوان بھی ہے۔ گویا نیل ہے محبوبوں کے لئے پانی ہے مجوبوں کے لئے خون اور مقتل بھی۔

قرآن کے انہیں دونوں رخوں کی طرف اللہ تعالیٰ اشارہ فرماتے ہیں چنانچہ ارشاد ہے: يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا۔ (بنی اسرائیل)

''اور ہم قرآن میں ایسی چیزیں نازل کرتے ہیں کہ وہ ایمان والوں کے حق میں تو شفاء ورحمت ہے اور ناانصافوں کو اس سے اور الٹا نقصان بڑھتا ہے''۔

حدیث پاک میں ہے: ((القرآن حجة لك او عليك))

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو ذوالجناحین کا لقب

۵۹۷۶/۷ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ كَانَ اِذَا سَلَّمَ عَلَى ابْنِ جَعْفَرٍ قَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ابْنَ ذِي الْجَنَاحَيْنِ۔

(رواه البخاری)

أخرجه البخاري في صحيحه ۷/۷۵ حديث رقم ۳۷۰۹

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب وہ عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب کو سلام کرتے تو اس طرح کہتے السلام علیك یا ابن ذی الجناحین (یعنی دو بازوؤں والے کے بیٹے تجھ پر سلامتی ہو) (بخاری)

تشریح: ذو الجناحین حضرت جعفرؓ طیار کا لقب ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ لقب اس وقت دیا تھا جبکہ یہ جنگ موتہ (موتہ شام کے شہروں میں سے ایک ہے) میں شہید ہوئے تھے۔ ابھی ان کی شہادت کی اطلاع نہیں آئی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا میں جعفرؓ کو دیکھتا ہوں کہ ان کے دو بازو ہیں اور وہ فرشتوں کے ساتھ اڑ رہے ہیں۔ لوگ اس فرمان پر حیران ہوئے کہ اس کا کیا مطلب ہے بعد میں خبر آئی کہ وہ شہید ہو گئے ہیں اسی روز سے ان کو جعفر طیار اور ذوالجناحین کہا جانے لگا۔

حضرت جعفر بن ابی طالب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بڑے بھائی ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عمر میں دس سال بڑے تھے اکتیس آدمیوں کے بعد مسلمان ہوئے صورت سیرت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت مشابہ تھے ان سے ان کے بیٹے عبداللہ اور دیگر بہت سے صحابہ نے روایات لی ہیں۔ ۸ھ میں جنگ موتہ میں اکتالیس برس کی عمر میں شہید ہوئے اور ان کے بدن پر نیزے اور تلوار کے نوے زخم تھے رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اللہ کا محبوب ہونے کی دعا

۵۹۷۷/۸ وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ عَلٰى عَاتِقِهٖ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُحِبُّهٗ فَاَحِبَّهٗ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاري في صحيحه ۹۴/۷ حديث رقم ۳۷۴۹ ومسلم في صحيحه ۱۸۸۳/۴ حديث رقم (۲۴۲۲.۵۹) والترمذي في السنن ۶۲۰/۵ حديث رقم ۳۷۸۳۔

ترجمہ: حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے وہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے پر تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرما رہے تھے کہ اے اللہ میں اس سے محبت کرتا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس سے محبت کیجئے (متفق علیہ)

تشریح: حضرت حسنؓ کا نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجویز فرمایا تھا آپؓ کی کنیت ابو محمد ہے۔ آپؓ کے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور والدہ جگر گوشہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ زہراءؓ ہیں۔ آپؓ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سب سے بڑے بیٹے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو الحسن آپؓ ہی کے نام کی وجہ سے تھی۔

آپؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی پھول ہیں جنت کے تمام جوانوں کے سردار ہیں۔ رمضان المبارک پندرہویں تاریخ کو ۳ھ میں پیدا ہوئے یہ ان تمام اقوال میں جو حضرت حسن کی ولادت کے بارے میں لکھے گئے ہیں زیادہ صحیح ہے ان کی ولادت کی خبر پا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے پیارے نواسے کو گود میں لیا خود ان کے کان میں اذان دی اور عقیقہ کرایا اور بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کرنے کا حکم دیا اس طرح ان کے کان میں پہلی بار آواز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہنچی اور جو بات پہلی بار کان میں پہنچی وہ بھی اذان تھی۔ جو دین کی بھرپور دعوت ہے بچپن کا بڑا حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ عاطفت میں گزرا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت حضرت حسنؓ کی عمر ۸ سال کی تھی۔

آپؓ کی وفات ۵۰ھ میں ہوئی بعض نے ۵۸ھ اور بعض نے ۴۹ھ بیان کی ہے اور بعض نے ۴۴ھ بھی کہا ہے جنت البقیع میں دفن کیے گئے اور ان کے بڑے بیٹے حسن بن حسن اور حضرت ابوہریرہؓ اور بڑی جماعت نے ان سے روایت کی ہے جب ان کے والد بزرگوار حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ میں شہید ہوئے تو چالیس ہزار سے زائد لوگوں نے آپ کے دست مبارک پر موت کی بیعت کی تھی پھر حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ کے سپرد خلافت کا کام پندرہویں جمادی الاولی ۴۱ھ میں کیا گیا۔

آپ رضی اللہ عنہ شکل وصورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت مشابہ تھے ایک موقع پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت حسنؓ کو اپنی گود میں اٹھالیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے فرمایا کہ حسن تمہارے مشابہ نہیں ہیں یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ سنتے رہے اور ہنستے رہے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے نواسے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ وحضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے چھوٹے صاحبزادے حضرت حسینؓ کی ولادت شعبان ۴ھ میں ہوئی ان کا علوق بطن فاطمہ رضی اللہ عنہا میں حضرت حسنؓ کی ولادت کے پچاس رات کے بعد ہوگیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی ان کا نام حسینؓ رکھا ان کو شہد چٹایا۔ ان کے منہ میں اپنی زبان مبارک داخل کر کے لعاب مبارک عطا فرمایا اور ان کے عقیقہ کرنے اور بالوں کے ہم وزن چاندی صدقہ کرنے کا حکم دیا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ان کے عقیقہ کے بالوں کے برابر چاندی صدقہ کی۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو ان کی عمر صرف چھ یا سات سال تھی لیکن یہ چھ سات سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و شفقت ومحبت میں گزرے جمعہ کے دن دسویں محرم ۶۱ھ کربلا میں اجلہ اور کوفہ عراق کے درمیان کربلا میں شہید ہوگئے۔ سنان بن انس نخعی نے آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا۔ اس کو سنان بن ابی سنان بھی کہا جاتا ہے بعض نے کہا ہے کہ ان کو شمر بن ذی الجوشن نے شہید کیا تھا اور خولی بن یزید اصبحی نے جو قبیلہ حمیر کا ہے حضرت حسینؓ کا سر مبارک کاٹا اور اس کو لے کر عبداللہ بن زیاد کے پاس لایا اور یہ شعر پڑھے

اوقر رکابی فضة وذہبا
انی قتلت الملک المحجبا
قتلت خیر الناس اما وابا
وخیرھم اذ ینسبون نسبا

''میری اونٹنی کو چاندی اور سونے سے بھردے اس لئے کہ میں نے ایک ایسے بادشاہ کو قتل کیا ہے جو کسی سے ملنے والا نہیں تھا میں نے ایسے شخص کو قتل کیا ہے جو ماں باپ دونوں کی طرف سے تمام لوگوں میں بہتر ہے اور جب لوگ نسب بیان کریں تو وہ تمام لوگوں میں بہتر ہے۔''

بعض حضرات نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسینؓ کے ساتھ شمر نے ان کی اولاد اور بھائی اور اہل بیت میں سے تئیس آدمیوں کو شہید کیا ان سے ابوہریرہؓ ان کے بیٹے علی زین العابدین اور فاطمہ، سکینہ آپؓ کی دونوں صاحبزادیاں روایت کرتی ہیں

اور شہادت کے وقت آپ ﷺ کی عمر اٹھاون برس تھی۔ عبداللہ بن زیاد بھی عاشورا کے دن ۶۷ھ میں قتل کیا گیا اس کو ابراہیم بن مالک اشتر نخعی نے میدان جنگ میں قتل کیا اور اس کے سر کو مختار کے پاس بھیجا اور مختار نے عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس روانہ کیا اور عبداللہ بن زبیرؓ نے حضرت حسینؓ کے صاحبزادے علی بن حسین کی خدمت میں پیش کیا۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے محبت کرنے والے کے لئے دعا

۹/۵۹۷۸ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ طَائِفَةٍ مِّنَ النَّهَارِ حَتّٰى اَتٰى خِبَاءَ فَاطِمَةَ فَقَالَ اَثَمَّ لُكَعُ اَثَمَّ لُكَعُ يَعْنِيْ حَسَنًا فَلَمْ يَلْبَثْ اَنْ جَاءَ يَسْعٰى حَتّٰى اعْتَنَقَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا صَاحِبَهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُحِبُّهُ وَاَحِبَّ مَنْ يُّحِبُّهُ۔

(متفق علیه)

اخرجه البخاري في صحيحه ٤/٣٣٩ حديث رقم ٢١٢٢ ومسلم في صحيحه ٤/١٨٨٢ حديث رقم (٥٧-٢٤٢١) وابن ماجه ١/٥١ حديث رقم ١٤٢ واحمد في المسند ٢/٢٤٩

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے وہ بیان فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دن کے ایک حصہ میں باہر نکلا جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں پہنچے تو فرمایا کیا یہاں لڑکا ہے یعنی حسن۔ تھوڑی ہی دیر گزری ہوگی کہ حسنؓ دوڑتے ہوئے آئے اور آپ ﷺ کے گلے سے لپٹ گئے اور آپ ﷺ بھی اس سے لپٹ گئے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے اللہ میں اس سے محبت کرتا ہوں آپ بھی اس سے محبت کیجئے اور ہر اس شخص سے محبت کیجئے جو اس سے محبت کرے۔ (متفق علیہ)

تشریح ۞ **لکع:** لام کے ضمہ اور کاف کے فتحہ کے ساتھ یہ غیر منصرف ہے عمر اور زفر کی طرح بعض نسخوں میں یہ منصرف بھی استعمال ہوا ہے اس لئے مختلف معانی بیان کئے گئے ہیں۔ لیکن یہاں مراد لکع سے چھوٹا بچہ ہے یعنی حسنا کہہ کر راوی نے لکع کی تفسیر کی ہے جب حضرت حسنؓ آئے تو وہ حضور ﷺ سے اور حضور ﷺ ان سے چمٹ گئے ابن مالکؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معانقہ کا جواز معلوم ہوتا ہے علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بچوں کے ساتھ مہربانی سے پیش آنا ان کو محبت سے گلے لگانا اور ازراہ شفقت ومحبت ان سے پیار کرنا اور بچوں کے ساتھ تواضع برتنا مستحب ہے۔

حدیث کے آخر میں ہے کہ آپ ﷺ نے یہ دعا فرمائی کہ اے اللہ میں بھی اس سے محبت کرتا ہوں آپ بھی اس سے محبت کیجئے اور جو اس سے محبت کرے اس سے بھی آپ محبت کیجئے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس عظیم ہستی سے محبت کرنے والا بنائے اور ان سے بغض رکھنے سے محفوظ فرمائے آمین یارب العالمین۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ذریعے دو مسلم فرقوں میں صلح کرانے کی پیشینگوئی

۱۰/۵۹۷۹ وَعَنْ اَبِیْ بَكْرَةَ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ اِلٰى جَنْبِهٖ وَهُوَ يُقْبِلُ عَلَى النَّاسِ مَرَّةً وَّعَلَيْهِ اُخْرٰى وَيَقُوْلُ اِنَّ ابْنِيْ هٰذَا سَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ

يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيْمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ . (رواه البخاري)

أخرجه البخاري في صحيحه ٥/٣٠٦ حديث رقم ٢٧٠٤ وأخرجه أبو داؤد في السنن ٥/٤٨ حديث رقم ٤٦٦٢ والترمذي في السنن ٥/٦١٦ حديث رقم ٣٧٧٣ والنسائي في السنن ٣/١٠٧ حديث رقم ١٤١٠ .

ترجمہ: حضرت ابوبکرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس حال میں منبر پر دیکھا کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پہلو میں تھے آپ ﷺ کبھی لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور کبھی حسنؓ بن علی رضی اللہ عنہ کی طرف اور فرماتے جاتے "میرا یہ بیٹا سید ہے اور شاید اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو بڑے فرقوں کا اختلاف دور کرا دے (بخاری)

تشریح ⊙ نبی کریم ﷺ نے حضرت حسنؓ کو دیکھ کر فرمایا کہ میرا یہ بیٹا حسن سید ہے۔ سید کے بہت سے معانی آتے ہیں مثلاً سید اس شخص کو کہتے ہیں جو نیکیوں میں فائق ہو۔ بعضوں نے کہا کہ سید وہ شخص کہلاتا ہے کہ جس پر غضبؓ اور غصہ غالب نہ آئے یعنی حلیم و بردبار ہو اسی طرح سید کا اطلاق مربی' مالک' شریف' فاضل' کریم' حکیم' قوم کی ایذاؤں پر صبر کرنے والا' رئیس اور مقدم وغیرہ پر ہوتا ہے۔

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ میرا بیٹا حسن مسلمانوں کی دو عظیم اور بڑی جماعتوں کے درمیان صلح کرائے گا چنانچہ مسلمانوں کے دو فریق ہو گئے تھے ایک جماعت اور فریق حضرت حسن کے ساتھ تھا اور مسلمانوں کی دوسری جماعت حضرت امیر معاویہؓ کے ساتھ تھی۔ حضرت امام حسنؓ اس دن خلافت کے زیادہ حقدار تھے اس لئے کہ تیس برس میں چھ ماہ باقی تھے دراصل نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا "الخلافة بعدي ثلثون سنة" یعنی میرے بعد خلافت تیس سال تک ہوگی لیکن حضرت حسنؓ نے امت پر شفقت کرتے ہوئے ان کو تفریق واختلاف سے بچانے کے لئے دنیا اور دنیا کی بادشاہت کی قربانی دی خلافت سے دستبردار ہونا جمعیت کی قلت یا کمی کی وجہ سے نہیں تھا اس لئے کہ حضرت حسنؓ کے ہاتھ پر چالیس ہزار آدمیوں نے موت کی بیعت کی تھی بلکہ خلافت سے دستبردار ہونا امت کو خونریزی اور قتل وفسادات سے بچانے کے لئے تھا چنانچہ حضرت حسنؓ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ کی قسم میں نہیں چاہتا کہ امت محمد ﷺ کے خون کا ایک قطرہ بھی زمین پر گرایا جائے لیکن آپؓ کے بعض احباب کو یہ صلح اور خلافت سے دستبرداری پسند نہ تھی۔ خود حضرت حسینؓ کی رائے بھی ان سے مختلف تھی لیکن بڑے بھائی کے احترام میں ان کے فیصلہ کو تسلیم کر لیا اور بعض جوشیلے قسم کے نوجوان حضرت حسنؓ کو اس دستبرداری کی بنا پر یوں مخاطب کرتے تھے "السلام عليك يا عار المؤمنين" حضرت حسنؓ ان کو جواباً فرماتے "العار خير من النار"

اس حدیث سے یہ بات صراحۃً معلوم ہو رہی ہے کہ یہ دونوں جماعتیں یعنی حضرت حسنؓ اور حضرت معاویہؓ کی جماعتیں ان اختلافات کے باوجود مسلمان تھیں اور یہ اختلافات ان کے اجتہاد کی وجہ سے تھے جس میں ایک جماعت مصیب تھی اور دوسری مخطی تھی اور اہلسنت والجماعت فرماتے ہیں کہ حضرت حسنؓ کا حضرت امیر معاویہؓ سے صلح کرنا حضرت معاویہ کی امارت کے حق ہونے کی دلیل ہے۔

باقی صحابہ کرام کے آپس کے اختلافات اور جنگیں جن کو مشاجرات صحابہ کا نام دیا جاتا ہے اس میں کلام کرنا اور کسی ایک کو ہدف تنقید بنانا نہایت خطرناک بات ہے ایسے شخص کے ایمان ضائع ہونے کا شدید اندیشہ ہے۔ اسلام کا اس بارے میں یہ نظریہ ہے کہ ایسے تمام معاملات میں سکوت کیا جائے کیونکہ جب اللہ پاک نے ہمارے ہاتھوں کو ان کے خونوں سے پاک رکھا

ہے تو ہم کیوں اپنی زبانوں کو اس میں ملوث کریں۔

حضرت حسنؓ کے فضائل احادیث میں بہت آئے ہیں مثلاً نبی کریم ﷺ نے ان کو سید فرمایا۔ یہ ان کے شرف و فضل کے لئے کافی ہے۔ اسی طرح حضرت ابو بکرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ میں نماز پڑھا رہے تھے حضرت حسنؓ آئے جبکہ وہ چھوٹے بچے تھے جب رسول اللہ ﷺ سجدہ میں جاتے تو یہ آپ ﷺ کی گردن اور پیٹھ مبارک پر چڑھ جاتے۔ رسول اللہ ﷺ اپنا سر مبارک نہایت احتیاط سے اٹھاتے اور ان کو اپنے اوپر سے اتار دیتے۔ صحابہ کرامؓ نے ایک مرتبہ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ حسنؓ کے ساتھ محبت کا ایسا برتاؤ کرتے ہیں کہ ہم نے کسی اور کے ساتھ آپ ﷺ کو اس طرح کا برتاؤ کرتے ہوئے نہیں دیکھا نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ میرا پھول ہے دنیا میں بلا شبہ میرا یہ بیٹا سید ہے اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ صلح کرا دے گا ان کے ذریعے سے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے درمیان۔ حضرت معاویہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت حسنؓ کی زبان یا ہونٹ چوسا کرتے تھے اور اللہ پاک ہرگز اس ہونٹ یا زبان کو عذاب نہیں دے گا جس کو رسول اللہ ﷺ نے چوسا ہو۔

حضرت علی ؓ کی شہادت کے بعد کوفہ کی جامع مسجد میں کوفہ اور قرب و جوار کے مسلمانوں نے آپؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی۔ حضرت علی ؓ کے زمانہ خلافت ہی میں ان کے اور حضرت معاویہؓ کے مابین اختلافات شدید تھے ابھی حضرت حسن کی بیعت خلافت کو ۶ یا ۷ ماہ ہی گزرے تھے کہ قتل و قتال سے بچنے کے لئے حضرت حسنؓ نے حضرت معاویہؓ سے صلح کر لی اور بار خلافت سے حضرت معاویہؓ کے حق میں دست بردار ہو کر مدینہ طیبہ تشریف لے آئے اور رسول اللہ ﷺ کی پیشین گوئی "ابنی هذا سيد ولعل الله ان يصلح به بين الفئتين من المسلمين" صحیح ثابت ہوگئی۔

حضرات حسنین ؓ میرے دو پھول ہیں

۵۹۸۰/۱۱ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ نُعْمٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ وَ سَأَلَهُ رَجُلٌ عَنِ الْمُحْرِمِ قَالَ شُعْبَةُ اَحْسِبُهُ يَقْتُلُ الذُّبَابَ قَالَ اَهْلُ الْعِرَاقِ يَسْأَلُوْنِیْ عَنِ الذُّبَابِ وَقَدْ قَتَلُوْا اِبْنَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ هُمَا رَيْحَانَیَّ مِنَ الدُّنْيَا۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۹۵/۷ حدیث رقم ۳۷۵۳ والترمذی فی السنن ۶۱۵/۵ حدیث رقم ۳۷۷۰

ترجمہ: حضرت عبدالرحمن بن ابی نعم سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا ہے کہ میں نے عبداللہ بن عمر ؓ کو فرماتے ہوئے سنا جبکہ ان سے ایک عراقی نے پوچھا محرم (یعنی حج کا احرام باندھنے والے) کے بارے میں (شعبہ کہتے ہیں کہ میرا گمان ہے) کہ وہ محرم مکھی کو قتل کر دے تو کیا حکم ہے؟ عبداللہ بن عمر ؓ نے کہا عراق کے لوگ مجھ سے مکھی کے مار ڈالنے کا حکم دریافت کرتے ہیں حالانکہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کے بیٹے کو شہید کر دیا حالانکہ ان کے حق میں رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا تھا کہ یہ دونوں (یعنی حسنؓ اور حسینؓ) میری دنیا کے دو پھول ہیں۔ (بخاری)

تشریح ۞ **ریحانی**: اس کو دو طرح ضبط کیا گیا ہے۔ نون مکسور اور یاء مشدد۔ ریحانای یعنی نون مفتوح اور ی مخفف مفتوح۔ یہ تثنیہ ہے ریحان کی۔ ریحان کے مختلف معانی آتے ہیں مثلاً ریحان بمعنی رحمت، راحت اور رزق۔ اسی طرح ریحان فرزند پر بھی بولا جاتا ہے ریحان خوشبودار گھاس کو بھی کہا جاتا ہے اس معنی کے لحاظ سے اولاد کو ریحان کہنا از راہ تشبیہ کے ہوگا۔ ریحان بمعنی

مشموم بھی ہو سکتا ہے یعنی سونگھنے کی چیز۔ اولاد کو بھی ریحان کہہ دیا جاتا ہے کیونکہ ان کو سونگھا جاتا ہے ان کا بوسہ لیا جاتا ہے۔

اس روایت میں ہے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کسی عراقی نے مسئلہ دریافت کیا کہ محرم اگر مکھی مار دے تو کیا کفارہ ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بڑی ناگواری سے جواب دیا کہ اہل عراق مکھی کے قتل کا مسئلہ پوچھنے آتے ہیں اور نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دیا حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں نواسوں کے بارے میں فرمایا تھا "هما ريحانتي من الدنيا" یہ دونوں میرے لئے دنیا کی خوشبو ہیں اس وقت ان کو مسئلہ پوچھنا یاد نہیں آیا۔

حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشابہت

۲/۵۹۸۱ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ لَمْ يَكُنْ اَحَدٌ اَشْبَهَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ وَقَالَ فِي الْحُسَيْنِ اَيْضًا كَانَ اَشْبَهَهُمْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (رواه البخاری)

أخرجه البخاري صحيحه ۹۴/۷ حديث رقم ۳۷۴۸ والترمذي في السنن ۶۱۸/۵ حديث رقم ۳۷۷۸۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ کوئی نہ تھا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی نسبت بھی یہ کہا گیا ہے کہ وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت مشابہ تھے۔ (بخاری)

تشریح ⊙ دوسری فصل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث آرہی ہے جس سے اس حدیث کی وضاحت ہوتی ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سینے سے سر تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ مشابہ تھے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ بدن کے نچلے حصہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ مشابہ تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا

۳/۵۹۸۲ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ ضَمَّنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى صَدْرِهٖ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْحِكْمَةَ وَفِيْ رِوَايَةٍ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ۔ (رواه البخاری)

أخرجه البخاري في صحيحه ۱۰۰/۷ حديث رقم ۳۷۵۶ والترمذي ۶۳۸/۵ حديث رقم ۳۸۲۴ وابن ماجه السنن ۵۸/۱ حديث رقم ۱۶۶

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے وہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے سینے سے لگایا اور فرمایا اے اللہ اس کو حکمت عطا فرما ایک روایت میں ہے (کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ) اس کو کتاب (قرآن) کا علم عطا فرما (بخاری)

تشریح ⊙ مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سینے سے لگایا اور علوم قرآن و حکمت عطا ہونے کی دعا دی سینے سے لگانے میں اس طرف اشارہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ مبارک علم کا سرچشمہ اور حکمت کا معدن ہے۔

حکمت سے کیا مراد ہے اس میں مختلف اقوال ہیں مثلاً حکمت کا معنی ہے علم اور عمل میں پختگی اور زیادتی جیسا کہ اللہ پاک کا ارشاد ہے: يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ۗ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ۔ بعض نے کہا کہ حکمت سے مراد اشیاء کی حقیقتوں کو پہچاننا ہے بعض کے نزدیک حکمت کا معنی ہے درست بات کہنا۔ بعض کے

نزدیک حکمت ایک سمجھ اور دانائی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتی ہے بعض کے ہاں حکمت اس چیز کو کہتے ہیں کہ جس کی صحت و درستگی کی عقل گواہی دے۔ بعض نے کہا کہ حکمت سرعت جواب کو کہتے ہیں علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ حکمت سے مراد سنت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں زیادہ ظاہر یہ ہے کہ کتاب سے مراد قرآن کے الفاظ اور ان کی قرات ہے اور حکمت سے مراد اس کے احکام کو اور آیات کی مراد کو جاننا ہے اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما علم قرات، علم تفسیر دونوں کے جامع تھے۔

کچھ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ ہجرت سے تین سال قبل پیدا ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محترم چچا حضرت عباسؓ کے بیٹے ہیں ان کی والدہ لبابہ حارث کی بیٹی اور ام المومنین حضرت میمونہ کی بہن ہیں۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی ہے ان کی عمر ۱۳ سال یا ۱۵ سال تھی اور بعض نے ۱۰ سال بیان کی ہے امت محمدیہ کے بڑے عالم اور بہترین اشخاص میں سے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دینی فہم و ہنر تفسیر قرآن کی ان کو دعا دی تھی انہوں نے جبرائیل امین کو دو مرتبہ دیکھا تھا۔ مسروق کا قول ہے کہ میں جب عبداللہ بن عباسؓ کو دیکھتا تھا تو کہتا تھا کہ یہ سب سے زیادہ حسین و جمیل ہیں اور جب وہ بات چیت کرتے تھے تو میں کہتا کہ یہ سب سے زیادہ فصیح و بلیغ ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے یہاں یہ بہت مقرب تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے نزدیک ان کو جگہ دیتے تھے اور جلیل القدر صحابہؓ کے ساتھ مشورہ کرنے میں ان کو بھی شریک فرمایا کرتے تھے۔ آخر عمر میں بینائی جاتی رہی تھی۔ بمقام طائف ۶۸ھ میں ابن زبیرؓ کے زمانہ میں اکہتر برس کی عمر میں وفات پائی ان سے صحابہ و تابعین کی بڑی جماعت نے روایت کی ہے یہ گورے رنگ والے لمبے قد کے تھے۔ ان کے رنگ میں زردی کی آمیزش تھی۔ موٹے تازے حسین و خوش رو تھے ان کے سر پر کافی بال تھے جن میں مہندی لگاتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو دین کی سمجھ کی دعا

۵۹۸۳/۴ وَعَنْهُ قَالَ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْخَلَاءَ فَوَضَعْتُ لَهٗ وَضُوْءً فَلَمَّا خَرَجَ قَالَ مَنْ وَضَعَ هٰذَا فَاُخْبِرَ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ۔ (متفق علیہ)

أخرجه البخاري في صحيحه ۲۴۴/۱ حديث رقم ۱۴۳ ومسلم في صحيحه ۱۹۲۷/۴ حديث رقم (۱۳۸-۲۴۷۷) و احمد في المسند ۳۱۴/۱

ترجمہ: انہیں (یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما) سے مروی ہے وہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء تشریف لے گئے میں نے استنجاء کے لئے برتن میں پانی بھر کر رکھ دیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور برتن کو پانی سے بھرا ہوا دیکھا تو پوچھا یہ برتن کس نے رکھا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں دعا کی اے اللہ اسے دینی سمجھ عطا فرما۔ (متفق علیہ)

تشریح ۞ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اپنی خالہ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر ایک رات رہے جبکہ شب باشی کی باری ان

کی تھی تا کہ حضور ﷺ کے رات کے معمولات کو دیکھیں۔ حضور اکرم ﷺ جب تقاضہ فرمانے لگے تو انہوں نے برتن میں پانی بھر کر رکھ دیا حضور ﷺ نے پوچھا کہ یہ برتن کس نے بھر کر رکھا ہے تو کسی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا نام لیا۔ حضور ﷺ نے ان کو دعا دی اللهم فقهه في الدين اے اللہ اس کو فقیہ عالم بنا۔ اس روایت میں فقہ سے مراد دین کے اصول وفروع کا علم ہے معروف فقہ جو صرف فروعات وخصوصات کے ساتھ خاص ہے وہ مراد نہیں ہے۔

علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے تین باتیں ثابت ہوتی ہیں ایک فقہ کی فضیلت اور دوسری یہ کہ غائب کو پشت پیچھے دعا دینا مستحب ہے اور تیسری یہ کہ بھلائی کرنے والے کو بھی دعا دینا مستحب ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں حضور ﷺ کی دعا قبول ہوئی اور اللہ پاک نے ان کو دین کی سمجھ کا اعلیٰ مقام عطا فرمایا اور یہ سب مقام ومرتبہ حضور ﷺ کی خدمت کی برکت سے حاصل ہوا۔

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی منقبت

۵۹۸۳/۱۵ وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ كَانَ يَاْخُذُهُ وَالْحَسَنَ فَيَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اَحِبَّهُمَا فَاِنِّيْ اُحِبُّهُمَا وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْخُذُنِيْ فَيُقْعِدُنِيْ عَلٰى فَخِذِهٖ وَيُقْعِدُ الْحَسَنَ ابْنَ عَلِيٍّ عَلٰى فَخِذِهِ الْاُخْرٰى ثُمَّ يَضُمُّهُمَا ثُمَّ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُمَا فَاِنِّيْ اَرْحَمُهُمَا۔ (رواه البخاري)

اخرجه البخاري في صحيحه ۸۸/۷ حديث رقم ۳۷۳۵ واخرجه الترمذي في السنن ۶۲۰/۵ حديث رقم ۳۷۸۲ و احمد في المسند ۲۰۹/۵۔

ترجمہ: حضرت اسامہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کو اور حضرت حسینؓ کو (اپنی گود میں) لیتے اور کہتے اے اللہ میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں آپ بھی ان سے محبت رکھئے اور ایک روایت میں یوں ہے کہ رسول اللہ ﷺ مجھے پکڑ کر اپنی ایک ران پر بٹھاتے اور حسنؓ بن علی رضی اللہ عنہ کو دوسری ران پر بٹھاتے اور فرماتے اے اللہ ان دونوں پر رحم کر اس لئے کہ میں ان دونوں پر مہربانی کرتا ہوں۔ (بخاری)

تشریح حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ اپنی ران پر اپنے نواسے حضرت حسنؓ کے ساتھ بٹھاتے اور فرماتے اے اللہ ان پر رحم فرما کیونکہ میں ان پر مہربان ہوں ایک روایت میں ہے کہ اے اللہ میں ان سے محبت کرتا ہوں آپ بھی ان سے محبت کیجئے۔ یہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے حق میں بہت بڑی فضیلت ہے۔

حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ حضرت زید بن حارثہؓ قضاعی کے بیٹے ہیں ان کی والدہ ام ایمن ہیں ان کا نام برکہ تھا۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ کو گود میں پالا تھا اور یہ آپ ﷺ کے والد ماجد جناب عبداللہ بن عبدالمطلب کی کنیز تھیں۔ اور حضرت اسامہ حضور ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت زیدؓ کے بیٹے ہیں۔ آپ ﷺ کے محبوب اور محبوب کے بیٹے تھے۔ ان کا رنگ سیاہ تھا جب آنحضرت ﷺ کی وفات ہوئی اس وقت ان کی عمر بیس سال کی تھی اور بعض اقوال اس کے خلاف بھی ہیں اور یہ وادی القریٰ میں رہنے لگے تھے اور وہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد وفات ہوئی اور ایک قول یہ ہے کہ ۵۴ھ میں وفات ہوئی ابن

عبدالبر کہتے ہیں کہ میرے نزدیک یہی صحیح ہے ان سے ایک جماعت نے روایت کی ہے۔

حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ اوران کے والد حضرت زیدؓ کی فضیلت

۱۶/۵۹۸۵ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بَعْثًا وَاَمَّرَ عَلَيْهِمْ اُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ فَطَعَنَ بَعْضُ النَّاسِ فِيْ اِمَارَتِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ كُنْتُمْ تَطْعَنُوْنَ فِيْ اِمَارَتِهٖ فَقَدْ كُنْتُمْ تَطْعَنُوْنَ فِيْ اِمَارَةِ اَبِيْهِ مِنْ قَبْلُ وَاَيْمُ اللّٰهِ اِنْ كَانَ لَخَلِيْقًا لِلْاِمَارَةِ وَاِنْ كَانَ لَمِنْ اَحَبِّ النَّاسِ اِلَيَّ وَاِنْ كَانَ لَمِنْ اَحَبِّ النَّاسِ اِلَيَّ بَعْدَهٗ (متفق علیه وفی روایة لمسلم نحوه وفی آخره) اُوْصِيْكُمْ بِهٖ فَاِنَّهٗ مِنْ صَالِحِيْكُمْ۔

أخرجه البخاری فی صحیحه ۷/۶۶ حدیث رقم ۳۷۳۰ ومسلم فی صحیحه ۱۸۸۴/۴ حدیث رقم (۶۳-۲۴۲۶) وأخرجه الترمذی فی السنن ۶۳۴/۵ حدیث رقم ۳۸۱۶ و احمد فی المسند ۲۰/۲

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر روانہ کیا جس پر حضرت اسامہ بن زید کو امیر مقرر کیا۔ بعض لوگوں نے اس پر اعتراض کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم اسامہ بن زیدؓ کی سرداری پر اعتراض کرتے ہو تو آج سے پہلے تم نے اس کے والد یعنی زید بن حارثہؓ کی سرداری پر بھی اعتراض کیا تھا اور خدا کی قسم اس کا والد امارت وسرداری کے قابل تھا اور وہ مجھے لوگوں میں سے محبوب تھا اور یہ اسامہ بھی مجھے اس کے باپ کے مرنے کے بعد بہت سے لوگوں سے زیادہ محبوب ہے۔ (متفق علیہ) مسلم کی ایک روایت میں اسی کی مثل ہے (اس میں یہ الفاظ زائد ہیں) میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ اسامہ سے بھی بھلائی کرو اس لئے کہ وہ تمہارے نیک آدمیوں میں سے ہے۔

تشریح ۞ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متبنّٰی اور آزاد کردہ غلام تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مختلف موقعوں پر لشکر کا امیر بنا کر بھیجا جن میں بڑے درجے کے صحابہ بھی تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت نسائی شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بھی زید بن حارثہؓ کو کسی لشکر میں بھیجا تو ان کو اس لشکر کا امیر بنا کر بھیجا اور ایسا ان کی بزرگی سبقت اسلام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں قرب کی وجہ سے تھا۔

عرب لوگ اس کو معیوب اور باعث عار سمجھتے تھے کہ موالی یعنی آزاد کردہ غلاموں کو امیر بنایا جائے۔ چنانچہ حضرت زیدؓ کی امارت پر بھی اسی وجہ سے اعتراض کیا گیا کہ وہ موالی ہیں۔ حالانکہ اسلام آنے کے بعد یہ تمام جاہلیت کی باتیں غیر معتبر ہو گئیں تھیں۔ اور فضیلت وعظمت کا مدار تقویٰ طہارت پر تھا چنانچہ حضرت زیدؓ کے سبقت اسلام وہجرت ان کے علم وتقویٰ کی وجہ سے دیندار لوگوں میں ان کا اونچا مقام تھا لیکن وہ لوگ جو پرانی باتوں کے خوگر تھے یا قبائل کے سردار تھے ان کے دل میں یہ خلجان رہتا تھا کہ موالی کو ہمارا سردار اور امیر مقرر کر دیا خصوصاً منافقین اس بارے میں بہت زیادہ طعن کرتے تھے۔ چنانچہ اس حدیث میں اسی کا ذکر ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زیدؓ کو بہت سے لشکروں پر امیر مقرر کر کے مختلف مہموں پر بھیجا تھا ان میں سے سب سے بڑی مہم اور اہم معرکہ جنگ موتہ ہے اس لشکر میں بھی ان کے ماتحت بہت سے اکابر صحابہ تھے۔

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مرض الوفات میں حضرت زیدؓ کے بیٹے حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کو بھی ایک لشکر کا امیر اور

سپہ سالار مقرر کر کے روانہ کیا اس میں بھی بہت سے اکابر صحابہ ان کی زیر کمان تھے اس موقعہ پر بھی بہت سے لوگوں نے یہ اعتراض کیا کہ ایک غلام کو مہاجرین وانصار کے رؤساء پر امیر مقرر کر دیا گیا لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کی یہ بات معلوم ہوئی تو شدت مرض کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور منبر پر تشریف فرما ہو کر خطبہ پڑھا اور یہ حدیث فرمائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر میں درد تھا جس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر پر پٹی باندھی ہوئی تھی اور دوران خطبہ سر درد شدید ہو گیا۔

علماء فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حسب مصلحت کسی غلام کو یا کسی مفضول کو بڑوں اور افضل لوگوں پر امیر مقرر کرنا جائز ہے۔

حضرت زید بن حارثہؓ کا تعارف:

حضرت زید بن حارثہؓ کی کنیت ابواسامہ ہے ان کی والدہ سعدیٰ بنت ثعلبہ ہیں جو بنی معن سے تھیں۔ زید بن حارثہ کو ان کی والدہ اپنی قوم کے پاس ملانے کے لئے لائیں تو بنی معن پر بنی قیس کے ایک لشکر نے حملہ کر دیا اور بہت لوٹ مار کی اور یہ لٹیرے حضرت زیدؓ کو بھی اٹھا کر لے گئے ان کی عمر اس وقت آٹھ سال بتلائی جاتی ہے یہ نو عمر لڑکے تھے ان کو بازار عکاظ میں لے گئے اور فروخت کرنے کے لئے ان کو پیش کر دیا چنانچہ ان کو حکیم بن حزام بن خویلد نے اپنی پھوپھی خدیجہ بنت خویلد کے لئے چار سو درہم کے بدلے میں خرید لیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا تو حضرت خدیجہ نے ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہبہ کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر قبضہ کر لیا پھر اس تمام واقعہ کا پتہ زید بن حارثہؓ کے خاندان والوں کو چلا تو ان کے والد حارثہ اور ان کے چچا کعب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور فدیہ دے کر ان کو لے جانا چاہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ کو کلی اختیار دے دیا کہ اگر وہ گھر جانا چاہیں تو خوشی سے اپنے والد کے ہمراہ چلے جائیں اور اگر چاہیں تو میرے پاس رہیں۔ حضرت زیدؓ نے اپنے گھر والوں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ترجیح دی اور والد اور چچا کے ہمراہ نہیں گئے۔ اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات اور اخلاق کریمانہ ان کے دل میں گھر کر چکے تھے۔ اس واقعہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو مقام حجر میں لے گئے اور حاضرین کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ لوگو گواہ رہو میں نے زید کو اپنا بیٹا بنالیا ہے وہ میرے وارث ہیں اور میں ان کا وارث ہوں اس کے بعد وہ زید بن محمد صلی اللہ علیہ وسلم پکارے جانے لگے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے شریعت کے احکامات نازل فرمائے اور یہ آیت نازل ہوئی: ادعوھم لآباءھم ھو اقسط عند اللہ یعنی لے پالک لڑکوں کو ان کے والدین کی طرف منسوب کر کے پکارو۔ یہ بات اللہ کے نزدیک بڑے انصاف اور راستی کی ہے تو پھر ان کو زید بن حارثہ کہا جانے لگا۔ یہ زید بن حارثہ مردوں میں سے سب سے پہلے اسلام لانے والوں میں سے ہیں ایک قول کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سے دس سال بڑے تھے اور دوسرے قول کے اعتبار سے بیس سال۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح ام ایمن اپنی آزاد کردہ سے کرایا ان سے اسامہ پیدا ہوئے اس کے بعد ان کا نکاح زینب بنت جحش سے ہوا۔ ان زید بن حارثہ کو محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہا جاتا تھا اور اللہ تعالیٰ نے کسی صحابی کا نام قرآن پاک میں ان کے سوا نہیں لیا جیسا کہ قرآن میں ہے: فلما قضی زید منھا وطرا زوجنکھا ان سے ان کے بیٹے حضرت اسامہ اور دوسرے لوگوں نے روایت کی ہے۔ غزوہ موتہ میں جب کہ یہ لشکر کے امیر تھے جمادی الاولیٰ ۸ھ میں شہید ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر پچپن سال تھی۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

آدمی کا مولیٰ اس کے اہل بیت میں شامل ہوتا ہے

۱۷/۵۹۸۶ وَعَنْهُ قَالَ اِنَّ زَيْدَ بْنَ حَارِثَةَ مَوْلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاكُنَّا نَدْعُوْهُ اِلَّا زَيْدَ ابْنَ مُحَمَّدٍ حَتّٰى نَزَلَ الْقُرْاٰنُ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَائِهِمْ (متفق عليه وذكر حديث) اَلْبَرَاءِ قَالَ لِعَلِيٍّ اَنْتَ مِنِّيْ وَفِيْ بَابِ بُلُوْغِ الصَّغِيْرِ وَحِضَانَتِهٖ۔

أخرجه البخاري في صحيحه ۷/۸ حديث رقم ۴۷۸۲ ومسلم في صحيحه ۱۸۸۴/۴ حديث رقم (۶۲۔۲۴۲۵)۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت زید بن حارثہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے ہم ان کو زید بن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کر ہی پکارتے تھے۔ یہاں تک کہ قرآن (کی یہ آیت) نازل ہوئی ادعوهم لآبائهم هو اقسط عندالله۔ (متفق علیہ) حدیث براء "قال لعلی انت منی" "باب بلوغ الصغیر وحضانۃ" میں ذکر کی گئی ہے۔

تشریح ۞ عرب کا دستور تھا کہ وہ جس کو متبنٰی اور منہ بولا بیٹا بناتے تو نسب میں بھی اس کی اپنی طرف نسبت کرتے اور اس کو میراث میں سے بھی حصہ دیتے تھے چنانچہ اسی دستور کے مطابق جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید کو اپنا متبنٰی اور منہ بولا بیٹا قرار دیا تو عام عرف میں حضرت زید کو زید بن حارثہ کے بجائے زید بن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہا جانے لگا لیکن جب احکامات الٰہیہ کا نزول شروع ہوا اور یہ آیت "ادعوهم لآبائهم ..." نازل ہوئی تو پھر ان کو زید بن حارثہ ہی کہا جانے لگا۔

اس حدیث کو مناقب اہل بیت میں ذکر کر کے اس طرف اشارہ کر دیا کہ کسی شخص کا مولیٰ اس کے اہل بیت ہی میں شمار ہوتا ہے۔

وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ ...

"اور اللہ نے تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارے بیٹے نہیں قرار دیا۔ یہ تو تمہارے اپنے ہی منہ کی بات ہے اور اللہ تعالیٰ درست بات کہتا ہے اور صحیح راہ دکھاتا ہے۔ تم ان کو ان کے باپوں کے نام کی نسبت سے پکارو اور بلایا کرو اس لئے کہ یہ بات اللہ کے نزدیک زیادہ عدل وانصاف کی مظہر ہے اور اگر ان کے باپ تمہیں معلوم نہ ہوں تو پھر وہ تمہارے دینی بھائی اور تمہارے دوست ہیں"۔

الفصل الثانی:

قرآن اور اہل بیت کو مضبوطی سے تھامنے والا گمراہ نہ ہوگا

۱۸/۵۹۸۷ عَنْ جَابِرٍ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّتِهٖ يَوْمَ عَرَفَةَ وَهُوَ عَلٰى نَاقَتِهِ الْقَصْوَاءِ يَخْطُبُ فَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ تَرَكْتُ فِيْكُمْ مَا اِنْ اَخَذْتُمْ بِهٖ لَنْ تَضِلُّوْا

كِتَابَ اللّٰهِ وَ عِتْرَتِيْ اَهْلُ بَيْتِيْ۔ (رواه الترمذی)

أخرجه الترمذي في السنن ٦٢١/٥ حديث رقم ٣٧٨٦ و احمد في المسند ١٤/٣۔

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے وہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے حجۃ الوداع میں عرفہ کے روز رسول اللہ ﷺ کو اس حال میں دیکھا کہ آپ قصوی اونٹنی پر سوار ہو کر خطبہ دے رہے تھے میں نے سنا آپ ﷺ یہ فرما رہے تھے لوگو میں نے تمہارے درمیان وہ چیز چھوڑی ہے کہ اگر تم اسے مضبوط تھامے رہو تو کبھی گمراہ نہ ہو گے اور وہ خدا کی کتاب اور میرے اہل بیت میں سے میری عترت (یعنی جدی اولاد) ہیں (ترمذی)

تشریح ۞ **قصواء** الف ممدودہ و مقصورہ دونوں کے ساتھ استعمال ہوتا ہے قصواء کو لغوی معنی ہے وہ اونٹنی جس کے کان کا کنارہ کٹا ہوا ہو لیکن حضور ﷺ کی اونٹنی کو قصواء اس وجہ سے نہیں کہا جاتا تھا کہ اس کے کان کا کنارہ کٹا ہوا تھا بلکہ قصواء اس کا نام اور لقب تھا۔

عترت: تورپشتی فرماتے ہیں کہ عترت کا لفظ گھر والوں اور خاندان میں سے قریبی لوگوں پر بولا جاتا ہے حدیث میں حضور ﷺ نے عترت کے ساتھ اہل بیتی کا لفظ بھی ارشاد فرمایا ہے اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ عترت سے مراد حضور ﷺ کے قریبی رشتہ دار ہیں مثلاً اولاد اور ازواج۔

کتاب اللہ کو مضبوطی سے پکڑنے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کے احکامات پر عمل کیا جائے اس کے اوامر کو بجا لایا جائے اور نواہی اور منہیات سے بچا جائے اور اہل بیت کو مضبوطی سے پکڑنے کا مطلب یہ ہے کہ ان سے محبت کی جائے ان کی حرمت کا لحاظ رکھا جائے ان کی مرویات پر عمل کیا جائے اور ان کے ارشادات پر اعتماد کیا جائے۔

ابن الملکؒ فرماتے ہیں کہ عترت کو مضبوطی سے تھامنے کا مطلب یہ ہے کہ ان سے محبت کی جائے ان کی سیرت و کردار کی اتباع کی جائے سید جمال الدین فرماتے ہیں کہ بشرطیکہ ان کی سیرت و کردار شریعت کے خلاف نہ ہو لیکن حدیث میں مطلقاً فرمایا گیا ہے اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ جو حقیقۃً اہل بیت میں سے ہو گا اس کی سیرت و کردار شریعت کے مطابق ہی ہو گی۔

۹/۵۹۸۸ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ تَارِكٌ فِيْكُمْ مَا اِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهٖ لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِيْ اَحَدُهُمَا اَعْظَمُ مِنَ الْاٰخَرِ كِتَابُ اللّٰهِ حَبْلٌ مَمْدُوْدٌ مِنَ السَّمَاءِ اِلَى الْاَرْضِ وَعِتْرَتِيْ اَهْلُ بَيْتِيْ وَلَنْ يَتَفَرَّقَا حَتّٰى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ فَانْظُرُوْا كَيْفَ تَخْلُفُوْنِيْ فِيْهِمَا۔

(رواه الترمذی)

أخرجه الترمذي في السنن ٦٢٢/٥ حديث رقم ٣٧٨٨ والدارمي في السنن ٢٤/٢ حديث رقم ٣٣١٦ و احمد في المسند ٣٦٦/٤

ترجمہ: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں تمہارے درمیان وہ چیز چھوڑتا ہوں کہ اگر تم اسے مضبوط پکڑے رہے اور اس پر عامل رہے تو میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو گے جن میں سے ایک دوسری سے بڑی ہے۔ یعنی کتاب اللہ ایک رسی (کی مانند) ہے جو آسمان سے زمین تک آئی ہوئی ہے اور دوسری میری عترت ہے یعنی میرے اہل بیت اور یہ دونوں ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گی یہاں تک کہ حوض پر آئیں گی

اب تم دیکھو کہ میرے بعد تم ان دونوں کے ساتھ کیا سلوک کرو گے۔ (ترمذی)

تشریح: یہ حدیث بھی پچھلی حدیث کے ہم معنی ہے علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے اس فرمان "انی تارک فیکم....." میں اس طرف اشارہ ہے کہ کتاب اللہ اور اہل بیت گویا دو جزو اں خلیفہ ہیں رسول اللہ ﷺ کے اور حضور ﷺ ان کے ساتھ حسن سلوک اور ان کے حقوق کی ادائیگی کی امت کو وصیت فرما رہے ہیں جیسا کہ کوئی مشفق باپ اپنی اولاد کے حقوق اور ان کی حفاظت کی لوگوں کو وصیت کرتا ہے کہ دیکھو میں تمہارے درمیان اپنی اولاد کو چھوڑ کر جا رہا ہوں ان کی حفاظت کرنا' ان کا خیال رکھنا ان کو ضائع نہ ہونے دینا۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں اہل بیت عام طور پر صاحب بیت کے حال' احوال سے بخوبی واقف ہوتے ہیں اس لئے زیادہ ظاہر یہ ہے کہ حدیث میں اہل بیت النبی ﷺ سے مراد وہ لوگ ہیں جو اہل علم ہونے کے ساتھ ساتھ حضور ﷺ کی سیرت و کردار سے واقف ہیں اور آپ ﷺ کی حکمت و مصلحتوں سے بہرہ ور ہیں اور یہی لوگ کتاب اللہ سے جدا نہ ہوں گے قیامت میں یہ کتاب اللہ کے ساتھ ساتھ ہوں گے یہاں تک کہ جب حوض کوثر پر آئیں گے تو اپنے حقوق کی رعایت رکھنے والوں کا شکریہ ادا کریں گے اور حضور ﷺ ان کے ساتھ سلوک و احسان فرمائیں اور اللہ پاک اجر عظیم سے نوازیں گے اور جن لوگوں نے ان کے حقوق ضائع کئے ہوں گے ان کا معاملہ اس کے برعکس ہوگا آخر میں حضور ﷺ نے دعوت فکر دی ہے کہ تم غور و فکر کرو کہ تم میرے بعد کتاب اللہ اور اہل بیت کے ساتھ اچھا سلوک کرو گے یا برا۔

حضرت علی' فاطمہ' حضرات حسنینؓ سے محبت و دشمنی درحقیقت حضورؐ سے محبت و دشمنی ہے

۵۹۸۹/۳۰ وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَلِيٍّ وَفَاطِمَةَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ اَنَا حَرْبٌ لِمَنْ حَارَبَهُمْ وَسَلْمٌ لِمَنْ سَالَمَهُمْ۔ (رواه الترمذی)

أخرجه الترمذی فی السنن ٥/٦٥٦ حدیث رقم ٣٨٧٠ وابن ماجه ١/٥٢ حدیث رقم ١٤٥ اخرجه احمد فی المسند ٤٤٢/٢ و احمد فی المسند ٤٤٢/٢

ترجمہ: زید بن ارقمؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی' حضرت فاطمہ' حضرت حسن' حضرت حسین رضی اللہ عنہم کی نسبت فرمایا کہ جو ان سے لڑے میں اس سے لڑنے والا ہوں اور جو ان سے مصالحت رکھے میں ان سے صلح کرنے والا ہوں۔ (ترمذی)

تشریح: ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جو ان حضرات سے محبت رکھے گا وہ حضور ﷺ سے محبت رکھے گا اور ان سے دشمنی و بغض رکھے گا وہ رسول اللہ ﷺ سے بغض رکھے گا جیسا کہ مسند احمد اور جامع الترمذی میں حضرت علی ؓ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جو مجھ سے محبت رکھے اور ان دونوں (یعنی حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ) سے محبت رکھے اور ان کے والدین (حضرت علی ؓ اور حضرت فاطمہ ؓ) سے محبت رکھے وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک محبوب ترین تھے

۵۹۹۰/۴۱ وَعَنْ جُمَیْعِ بْنِ عُمَیْرٍ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ عَمَّتِیْ عَلٰی عَائِشَۃَ فَسَاَلْتُ اَیُّ النَّاسِ کَانَ اَحَبَّ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَتْ فَاطِمَۃُ فَقِیْلَ مِنَ الرِّجَالِ قَالَتْ زَوْجُھَا۔ (رواہ الترمذی)

اخرجہ الترمذی فی السنن ۵/۶۵۸ حدیث رقم ۳۸۷۴۔

ترجمہ: جمیع بن عمیرؒ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں اپنی پھوپھی کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے آپؓ سے دریافت کیا کہ لوگوں میں سے سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کون محبوب تھا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا فاطمہ رضی اللہ عنہا۔ پھر پوچھا گیا کہ مردوں میں سے (کون زیادہ محبوب تھا) تو آپؓ نے فرمایا ان کے شوہر (حضرت علی رضی اللہ عنہ)۔ (ترمذی)

تشریح ۞ یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا انصاف ہے کہ انہوں نے اپنے اور اپنے والد کے متعلق نہیں فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب تھے اگر وہ اس طرح فرماتیں تب بھی یہ جھوٹ یا مبالغہ پر مبنی نہ ہوتا کیونکہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی روایت ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کون ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عائشہؓ انہوں نے عرض کیا مردوں میں سے کون سب سے زیادہ محبوب ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا والد۔ یہی سوال اگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہوتا تو وہ یقیناً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام لیتیں۔

اس میں ان متعصب اور معاند لوگوں کے خیال فاسد کی نفی ہے جو ان حضرات کے آپس میں دشمنی نفرت وغیرہ کے قائل ہیں حالانکہ اس طرح کے خیالات سے یہ حضرات بہت دور تھے۔ ان کی آپس میں محبت والفت مثالی تھی۔

تنبیہ: محبت زیادہ ہونے سے افضل ہونا لازم نہیں آتا۔ کیونکہ اولاد اور اقارب سے محبت زیادہ ہونا فطری امر ہے باوجود اس کے کہ اولاد سے افضل واشرف لوگ موجود ہوں۔ یعنی باوجود اجنبیوں کے افضل ہونے کے اولاد کے ساتھ انسان کو محبت زیادہ ہوتی ہے اس لئے یہاں کوئی اعتراض لازم نہیں آتا کہ اس حدیث سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حضرات شیخین سے افضل ہونا لازم آرہا ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو ایذا پہنچانا گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچانا ہے

۵۹۹۱/۴۲ وَعَنْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بْنِ رَبِیْعَۃَ اَنَّ الْعَبَّاسَ دَخَلَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُغْضَبًا وَّاَنَا عِنْدَہٗ فَقَالَ مَا اَغْضَبَکَ قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَا لَنَا وَلِقُرَیْشٍ اِذَا تَلَاقَوْا بَیْنَھُمْ تَلَاقَوْا بِوُجُوْہٍ مُّبْشَرَۃٍ وَاِذَا لَقُوْنَا لَقُوْنَا بِغَیْرِ ذٰلِکَ فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی احْمَرَّ وَجْھُہٗ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا یَدْخُلُ قَلْبَ رَجُلٍ الْاِیْمَانُ حَتّٰی یُحِبَّکُمْ لِلّٰہِ وَلِرَسُوْلِہٖ ثُمَّ قَالَ اَیُّھَا النَّاسُ مَنْ اٰذٰی عَمِّیْ فَقَدْ اٰذَانِیْ فَاِنَّمَا عَمُّ الرَّجُلِ صِنْوُ اَبِیْہِ۔ (رواہ الترمذی وفی المصابیح عن المطلب)

أخرجه الترمذي في السنن ٥/ ٦١١ حديث رقم ٣٧٥٨ و احمد في المسند ١/ ٢٠٧

ترجمہ: عبدالمطلب بن ربیعہ سے روایت ہے کہ حضرت عباسؓ غصے میں بھرے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کس چیز نے آپ کو غضبناک بنایا ہے؟ حضرت عباسؓ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے (بنو ہاشم) اور قریش کے درمیان (بیگانگی) ہے جب وہ (قریشی) آپس میں ملتے ہیں تو نہایت بشاش چہرے کے ساتھ ملتے ہیں اور جب ہم سے ملتے ہیں تو اس طرح نہیں ملتے یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غضبناک ہو گئے یہاں تک کہ غصہ کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ سرخ ہو گیا اور پھر فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کسی آدمی کے دل میں ایمان داخل نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ وہ محبت کرے تم سے اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے۔ پھر فرمایا اے لوگو جس نے ایذا پہنچائی میرے چچا کو اس نے مجھے ایذا پہنچائی اس لئے کہ چچا باپ کی مانند ہوتا ہے۔ (ترمذی)

تشریح: لَقُوْنَا بِغَیْرِ ذٰلِكَ یعنی باقی قریش جب ہم یعنی بنو ہاشم سے ملتے ہیں تو بشاشت اور فراخدلی کے ساتھ نہیں ملتے بلکہ شکل اور منہ بنا کر ملتے ہیں اور وجہ اس کی وہی ہے جو اللہ پاک نے قرآن میں ارشاد فرمائی ہے یحسدون الناس علی ما آتاھم اللہ من فضلہ یعنی وہ لوگوں پر حسد کرتے ہیں اس فضیلت کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمائی ہے چنانچہ ابوجہل بھی یہی کہتا تھا کہ رائیہ سقایہ نبوت و رسالت یہ سب مناصب تو بنو ہاشم لے گئے باقی قریش کے پاس کیا بچا۔

فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ناراض ہونا یا تو خاص قریش کے اس رویے (یعنی حسد) کی وجہ سے تھا یا مطلقاً اس مذموم صفت کی وجہ سے تھا۔

اَیُّهَا النَّاسُ مَنْ اٰذٰی عَمِّیْ ...... : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عباسؓ کا بہت احترام کرتے تھے اور صحابہ کرام بھی حضرت عباسؓ کی عظمت شان کے معترف تھے امام بغویؒ حضرت عباسؓ کے متعلق لکھتے ہیں: کان العباس اعظم الناس عند رسول اللہ والصحابة یعترفون للعباس بفضله ویشاورونه ویأخذون رأیه۔ یعنی حضرت عباسؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک عظیم ترین لوگوں میں شمار ہوتے تھے صحابہ کرام بھی ان کی فضیلت کے معترف تھے ان سے مشورہ کرتے اور ان کی رائے پر عمل کرتے تھے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عباسؓ میرا ہے اور میں عباسؓ کا

۵۹۹۲/۲۳ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اَلْعَبَّاسُ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْهُ۔ (رواه الترمذی)

أخرجه الترمذي في السنن ٥/ ٦١١ حديث رقم ٣٧٥٩

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عباسؓ مجھ سے ہے (یعنی میرا ہے) اور میں عباسؓ سے ہوں (یعنی میں اس کا ہوں) (ترمذی)

تشریح: العباس منی: اس کا مطلب ہے کہ عباسؓ میرے اقارب میں سے ہے یا میرے اہل بیت میں سے ہے یا میرے ساتھ متصل ہے بہرحال یہ عبارت کنایہ ہے اتحاد محبت اور اخلاص سے۔

رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ عمر میں آپ ﷺ سے دو سال بڑے تھے لیکن حسن ادب دیکھئے کہ عمر کے اس فرق کو واضح کرنے کے لئے یہ نہیں کہتے تھے کہ میں آپ ﷺ سے بڑا ہوں بلکہ جب کوئی سوال کرتا کہ آپ بڑے ہیں یا رسول اللہ ﷺ تو وہ جواب میں کہتے **هو اكبر وانا ولدت قبله** یعنی بڑے تو رسول اللہ ﷺ ہی ہیں ہاں پیدا پہلے میں ہوا تھا۔ یا یہ فرماتے **هو اكبر وانا اسن** یعنی حضور ﷺ بڑے ہیں مرتبہ کے لحاظ سے اور میں اسن ہوں یعنی (عمر کے اعتبار سے بڑا ہوں)

حضرت عباسؓ کی والدہ نمر بن قاسط سے تعلق رکھتی تھیں یہ پہلی عرب خاتون ہیں جنہوں نے کعبہ پر حریر دیباج اور مختلف رنگوں کا غلاف چڑھایا اس کا واقعہ یہ ہوا کہ حضرت عباسؓ بچپن میں گم ہو گئے تھے تو ان کی والدہ نے یہ منت مانی تھی کہ اگر وہ مل گئے تو کعبہ پر غلاف چڑھاؤں گی چنانچہ جب یہ ملے تو انہوں نے اپنی منت پوری کرتے ہوئے کعبہ پر غلاف چڑھایا۔

حضرت عباسؓ کو حضور ﷺ سے بہت تعلق خاطر تھا۔ مسلمان ہونے سے پہلے بھی آپ ﷺ کی حمایت کرتے تھے۔

حضرت عباسؓ دراز قد، وجیہہ، باوقار، انتہائی حلیم و بردبار اور بلند آواز تھے۔ سربراہی اور سیادت کے تمام اوصاف آپ کے اندر پائے جاتے تھے۔ زمانہ جاہلیت میں سقایۃ الحجاج (یعنی حجاج کرام کو پانی پلانے) اور عمارۃ المسجد (یعنی مسجد حرام کا اہتمام و انصرام) کی ذمہ داری (جو بڑے اعزاز کی بات سمجھی جاتی تھی) ان کے ہی ذمہ تھی۔

غزوۂ بدر کے موقعہ پر مشرکین مکہ کے ساتھ مجبوراً آئے لیکن آپ ﷺ نے ان کے بارے میں صحابہؓ کو یہ حکم دیا تھا کہ ان کو قتل نہ کیا جائے ابوالیسر کعب بن عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو قید کر لیا۔ ان کے پاس اس وقت بیس اوقیہ سونا تھا جب بات فدیہ کی آئی تو حضرت عباسؓ نے حضورؐ سے کہا کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں آپ ﷺ نے فرمایا حقیقت حال تو اللہ جانے اگر تم اپنے دعویٰ اسلام میں سچے ہو تو اللہ تم کو اس کا بدلہ عطا فرمائے گا۔ رہا ہمارا معاملہ تو ہم تو ظاہر حال کے مطابق ہی عمل کریں گے لہذا فدیہ دیجئے۔

اس پر حضرت عباسؓ نے کہا یہ بیس اوقیہ سونا جو میرے پاس ہے فدیہ میں لے لیجئے آپ ﷺ نے فرمایا یہ تو اللہ نے بطور غنیمت ہمیں عنایت ہی فرما دیا ہے آپ فدیہ کی ادائیگی کے لئے مکہ سے مال منگوائیے۔ انہوں نے کہا کہ میرے پاس مکہ میں بھی اس کے سوا اور مال نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا مکہ سے روانہ ہوتے وقت آپ چچی کے حوالہ جو مال کر آئے تھے اسے منگوا لیجئے۔ اس پر حضرت عباسؓ نے کہا کہ میں تو جانتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں اس مال کا علم میرے اور آپ ﷺ کی چچی کے سوا کسی کو نہ تھا اور واقعہ میں دو جگہ حضرت عباسؓ نے اس بات کا ذکر کیا ہے کہ وہ پہلے سے ہی اسلام لا چکے ہیں۔ اسی لئے بعض سیرت نگار یہ لکھتے ہیں کہ وہ غزوہ بدر کے معاً بعد اسلام لائے اور اہل مکہ سے اپنے اسلام کو چھپاتے اور رسول اللہ ﷺ کو اہل مکہ کی خبریں بھیجتے رہتے تھے۔

اگر اس وقت ان کا مسلمان ہونا تسلیم نہ کیا جائے تب بھی بہر حال یہ تو طے ہی ہے کہ وہ فتح مکہ سے پہلے ہی اسلام لا چکے تھے اسی وجہ سے وہ ابوسفیان بن حرب کو اپنی پناہ میں لے سکے تھے۔ اور اسی لئے وہ طلقاء مکہ میں بھی شمار نہیں ہوتے تھے طلقاء مکہ ان لوگوں کو کہتے ہیں جو فتح مکہ کے موقع پر ایمان لائے تھے اور رسول اللہؐ نے اپنی شان کریمی سے ان کو معاف فرما دیا تھا۔

حضرت عباسؓ عام الفیل سے پہلے پیدا ہوئے اور بارہ رجب ۳۲ھ بروز جمعہ اٹھاسی سال کی عمر میں انتقال ہوا اور بقیع میں مدفون ہوئے مجاہد فرماتے ہیں کہ حضرت عباسؓ نے اپنی وفات کے وقت ستر غلام آزاد کئے ان سے ایک جماعت نے روایت کی ہے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

حضرت عباسؓ اور ان کی اولاد کو بخشش کی دعا

۲۴/۵۹۹۳ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْعَبَّاسِ إِذَا كَانَ غَدَاةُ الْاِثْنَيْنِ فَأْتِنِي أَنْتَ وَوَلَدُكَ حَتّٰى أَدْعُوَ لَكُمْ بِدَعْوَةٍ يَنْفَعُكَ اللّٰهُ بِهَا وَوَلَدَكَ فَغَدَا وَغَدَوْنَا مَعَهُ وَأَلْبَسَنَا كِسَاءَهُ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْعَبَّاسِ وَوَلَدِهِ مَغْفِرَةً ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً لَا تُغَادِرُ ذَنْبًا اَللّٰهُمَّ احْفَظْهُ فِي وَلَدِهِ (رواه الترمذی وزاد رزين وَاجْعَلِ الْخِلَافَةَ بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ وقال الترمذی هذا حديث غريب)

اخرجه الترمذی فی السنن ۵/۶۱۱ حدیث رقم ۳۷۶۲۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ سے فرمایا کہ پیر کے دن صبح کے وقت تم اپنی اولاد کو لے کر میرے پاس آنا تاکہ میں تمہارے لئے دعا کروں جو تمہیں اور تمہاری اولاد کو نفع دے پھر (پیر کے دن) صبح کے وقت ان کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو اپنی چادر اڑھائی اور پھر فرمایا اے اللہ عباسؓ اور اس کی اولاد کو بخشش دے ظاہر اور باطن دونوں حالتوں میں کہ نہ چھوڑے کسی گناہ کو۔ اے اللہ عباسؓ کو اس کی اولاد میں قائم و محفوظ رکھ۔ (ترمذی) اور رزین کی روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ خلافت و امارت کو اس کی اولاد میں باقی رکھ۔ ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو اپنی چادر سے ڈھانپ لیا اس طرف اشارہ کرنے کے لئے کہ جس طرح میں نے ان کو اپنی چادر میں ڈھانپ لیا ہے اسی طرح رحمت خداوندی بھی ان کو ڈھانپ لے۔ پھر ان کو دعا دی اللهم اغفر للعباس...... یعنی اے اللہ ان کے ظاہری گناہ بھی معاف فرما اور وہ گناہ بھی معاف فرما جو پوشیدہ طور پر سرزد ہوئے جن کو اللہ علام الغیوب کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ اور یہ مغفرت و بخشش ایسی ہو کہ کوئی گناہ بھی بغیر بخشش کے نہ رہ جائے۔

تورپشتی فرماتے ہیں کہ ان کو چادر میں ڈھانپنا اس طرف اشارہ کرنے کے لئے تھا کہ یہ سب ایک ہی جان ہیں اور اللہ پاک ان سب کو آخرت میں ان کے جھنڈے تلے جمع کرلے۔

رزین کی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ خلافت و امارت ان میں باقی رہے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا بھی قبول ہوئی اور ایک لمبی مدت تک خلافت بنوعباس میں رہی اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم امت کو یہ حکم دے رہے ہیں کہ خلافت بنوعباس کا حق ہے ان کے ہوتے ہوئے کسی اور کو اس منصب پر فائز نہ کیا جائے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا دو مرتبہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھنا

۲۵/۵۹۹۴ وَعَنْهُ أَنَّهُ رَاٰى جِبْرِيْلَ مَرَّتَيْنِ وَدَعَا لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّتَيْنِ۔

(رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۵/۶۳۷ حدیث رقم ۳۸۲۲۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دو مرتبہ دیکھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ان کو دو مرتبہ دعا دی (ترمذی)

تشریح ❁ علامہ سیوطیؒ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دو مرتبہ دیکھنا اپنی کتاب جمع الجوامع میں اس طرح بیان فرمایا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں سفید کپڑے پہنے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت حضرت دحیہ کلبی (درحقیقت وہ جبرائیل علیہ السلام تھے) سے سرگوشی کر رہے تھے مجھے معلوم نہ تھا کہ وہ جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اگر ہمیں سلام کرتا تو ہم اس کو سلام کا جواب دیتے اس کے کپڑے بہت سفید ہیں ان کی اولاد ان کے بعد سیاہ کپڑے پہنے گی۔ جب جبرائیل علیہ السلام آسمانوں پر چلے گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ تم نے سلام کس وجہ سے نہ کیا جب تم ہمارے پاس سے گزرے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دحیہ کلبی سے راز کی بات کر رہے ہیں میں نے ناپسند سمجھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کروں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام جواب دینے کے لئے قطع کلامی کی زحمت اٹھانا پڑے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ (دحیہ کلبی) درحقیقت حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے...... اس کو ابن عساکر نے روایت کیا ہے امام ترمذی نے فرمایا کہ ایسا دو مرتبہ ہوا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ یہاں یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حضرت دحیہ کلبیؓ کی صورت میں دیکھا حالانکہ دیگر صحابہ کرام نے بھی اس طرح کئی بار حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حضرت دحیہ کلبیؓ کی صورت میں دیکھا ہے تو ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تخصیص کی کیا وجہ ہے۔

وہ فرماتے ہیں کہ اس کا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دحیہ کلبی کی صورت میں دیکھنا عالم ملکوت میں تھا اور دیگر صحابہ کا حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھنا عالم ناسوت میں ہوتا تھا۔

ملا علی قاریؒ نے ابن النجار کے حوالے سے یہ واقعہ دوسری طرح نقل فرمایا ہے چنانچہ وہ واقعہ اس طرح ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں اپنے والد کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا جب ہم وہاں سے نکلے تو میں نے اپنے والد سے کہا کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا میں نے اس سے زیادہ خوش شکل آدمی نہیں دیکھا۔ انہوں نے کہا کیا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی زیادہ خوبصورت تھا میں نے کہا جی ہاں۔ ہم واپس لوٹ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ میرے والد نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ شخص کہاں ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا عبداللہ کا خیال ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی زیادہ حسین تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اے عبداللہ کیا تم نے اس کو دیکھا ہے میں نے کہا جی ہاں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ جبرائیل علیہ السلام تھے اور جب تم دونوں داخل ہوئے تھے تو انہوں نے مجھ سے پوچھا تھا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ لڑکا کون ہے میں نے کہا کہ میرا چچا زاد بھائی عبداللہ بن عباسؓ ہے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ لڑکا خیر اور بھلائی کا محل ہے میں نے جبرائیل علیہ السلام سے کہا اے روح اللہ اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں تو انہوں نے یہ دعا کی اللھم بارك عليه اللهم اجعل منه كثيرا طيبا اے اللہ اس پر برکت نازل فرما اے اللہ اس سے بہت پاکیزہ (اولاد) پیدا فرما۔

باقی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوبصورت کہنا اس وجہ سے تھا کہ وہ ان کو پہلی نظر میں زیادہ خوبصورت محسوس ہوئے جیسا کہ عام طور پر پہلی نظر دیکھنے سے ہو جاتا ہے یا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما چھوٹے تھے ان میں امتیاز اور فرق کا اس وقت قابل اعتبار ملکہ نہیں تھا اس لئے یہ ان کی اپنی رائے ہے۔

روایات میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ پیغمبر کے سوا جس نے بھی حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا اس کی بینائی چلی جاتی ہے اور تیری بینائی بھی چلی جائے گی لیکن وفات کے روز تیری بینائی واپس لوٹ آئے گی۔ چنانچہ آخر عمر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی بینائی ختم ہو گئی تھی اور جب ان کا انتقال ہوا اور ان کو کفن پہنایا گیا تو ایک سفید جانور آیا اور کفن میں داخل ہو کر غائب ہو گیا لوگوں نے کفن میں اس کو تلاش کیا لیکن کچھ نہ ملا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے غلام حضرت عکرمہ نے فرمایا ارے احمقو! یہ تو وہ بینائی تھی جس کے واپس لوٹ آنے کی حضور ﷺ نے خبر دی تھی۔ جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو قبر میں رکھا گیا تو غیب سے ہاتف نے آواز دی جس کو سب لوگوں نے سنا: یا ایتها النفس المطمئنة ارجعی الی ربك راضیة مرضیة۔

اس حدیث میں ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھے دو مرتبہ دعا دی ایک تو وہ دعا مراد ہے جبکہ حضور ﷺ نے ان کو اپنے سینے سے چمٹا کر یہ فرمایا تھا اللهم علمه الكتاب اللهم علمه الحكمة اور دوسری دعا وہ ہے جو حضور ﷺ کے لئے وضو کا پانی رکھنے کے وقت حضور ﷺ نے دی تھی اور یہ فرمایا تھا اللهم فقهه في الدين۔

اور یہ بھی احتمال ہے کہ ایک بار دعا اس وقت دی تھی جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر رات گزارنے کے لئے گئے تھے اور دوسری بار کی دعا وہ ہو جو حضور ﷺ نے حضرت عباس اور ان کی اولاد کو جمع کر کے دی تھی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو حکمت کی دعا

۵۹۹۵/۲۶ وَعَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ دَعَالِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّؤْتِیَنِی اللّٰهُ الْحِكْمَةَ مَرَّتَیْنِ۔

(رواہ الترمذی)

أخرجه الترمذي في السنن ٦٣٨/٥ حديث رقم ٣٨٢٣۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے دو بار یہ دعا دی کہ اللہ تعالیٰ مجھے حکمت عطا فرمائیں۔ (ترمذی)

تشریح: حکمت سے مراد شریعت کے اصول اور فروع کا علم ہے دو بار یہ دعا دی ایک بار لفظ حکمت کے ساتھ دعا دی یعنی یہ فرمایا اللهم علمه الحكمة اور دوسری بار فقہ کے لفظ سے دعا دی یعنی یہ فرمایا اللهم فقهه في الدين اور بظاہر یہ دونوں دعائیں آپ ﷺ نے دو مختلف مجلسوں میں دی تھی۔ واللہ اعلم۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو المساکین پڑنے کی وجہ

۵۹۹۶/۲۷ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ كَانَ جَعْفَرٌ یُحِبُّ الْمَسَاكِیْنَ وَیَجْلِسُ اِلَیْهِمْ وَیُحَدِّثُهُمْ وَیُحَدِّثُوْنَهٗ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُكَنِّیْهِ بِاَبِی الْمَسَاكِیْنِ۔ (رواہ الترمذی)

أخرجه الترمذي في السنن ٦١٣/٥ حديث رقم ٣٧٦٦ وابن ماجه ١٣٨١/٢ حديث رقم ٤١٢٥۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت جعفر بن ابی طالب مساکین سے بہت محبت کرتے

تھے ان کے پاس بیٹھتے اور ان سے باتیں کرتے اور مساکین ان سے باتیں کرتے حضور ﷺ نے ان کی کنیت ابوالمساکین رکھ دی تھی۔ (ترمذی)

مساکین کے ساتھ بہت زیادہ محبت ان کے ساتھ تعلق و برتاؤ کی وجہ سے حضور ﷺ نے ان کی کنیت ابوالمساکین رکھ دی تھی جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوالتراب ان کے مٹی پر بیٹھنے لیٹنے کی وجہ سے رکھ دی گئی تھی اسی طرح صوفی کو ابن الوقت یا ابوالوقت اور مسافر کو ابن السبیل کہہ دیا جاتا ہے۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کا جنت میں فرشتوں کے ساتھ محو پرواز ہونا

۵۹۹۷/۲۸ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَأَیْتُ جَعْفَرًا یَطِیْرُ فِی الْجَنَّۃِ مَعَ الْمَلٰٓئِکَۃِ۔

(رواہ الترمذی وقال حدیث غریب)

أخرجه الترمذي في السنن ٦١٢/٥ حديث رقم ٣٧٦٣

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت وہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے جعفرؓ کو فرشتوں کے ساتھ جنت میں اڑتے ہوئے دیکھا۔ (ترمذی)

تشریح: حضرت جعفرؓ ۷ھ میں فتح خیبر کے موقعہ پر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حبشہ سے واپس مدینہ طیبہ حاضر ہوئے ابھی مدینہ طیبہ آئے ہوئے صرف چند ماہ ہی گزرے تھے کہ ۸ھ میں غزوہ موتہ کے لئے رسول اللہ ﷺ نے جو لشکر روانہ کیا اس میں حضرت جعفرؓ کو بھی بھیجا۔ موتہ مدینہ منورہ سے دور ملک شام کا ایک علاقہ ہے اس لشکر کا امیر حضرت زید بن حارثہؓ کو بنایا اور فرمایا زید اگر شہید ہو جائیں تو جعفر امیر ہوں گے اور اگر جعفرؓ بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ اور ان کی شہادت کے بعد وہاں مسلمان خود اپنا امیر منتخب کر لیں چنانچہ ایسا ہی ہوا یہ سب حضرات یکے بعد دیگرے شہید ہوتے رہے اور ایک کے بعد دوسرا امیر بنتا رہا حضرت زیدؓ کے بعد حضرت جعفرؓ شہید ہوئے ان کے ہاتھ اور پاؤں کٹ گئے اور ان کے جسم پر نوے سے زیادہ زخم تھے۔ حضور ﷺ نے خواب میں یا کشف کے ذریعہ دیکھا کہ ان کے دو پر ہیں جن پر خون لگا ہوا ہے اور وہ جنت میں فرشتوں کے ساتھ اڑ رہے ہیں۔

حضرات حسنین رضی اللہ عنہما جنت کے جوانوں کے سردار ہیں

۵۹۹۸/۲۹ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ۔ (رواہ الترمذی)

أخرجه الترمذي في السنن ٦١٤/٥ حديث رقم ٣٧٦٨ وابن ماجه ٤٤/١ حديث رقم ١١٨ و احمد في المسند ٣/٣

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے وہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حسنؓ اور حسینؓ جنت کے جوانوں کے سردار ہیں (ترمذی)

تشریح: اس حدیث کے مختلف معانی اور مفاہیم بیان کئے گئے ہیں مثلاً

نمبرا: اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ حضرات جنت میں ان لوگوں کے سردار ہوں گے جو حالت جوانی میں راہ خدا میں فوت ہوئے لیکن اس مطلب میں یہ شبہ ہے کہ اس صورت میں یہ لازم آئے گا کہ یہ صرف جوانی کی حالت میں انتقال کرنے والوں کے سردار ہوں گے حالانکہ یہ دونوں بہت سے عمر رسیدہ لوگوں سے بھی افضل ہیں۔

نمبر۲: بعض حضرات نے فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ یہ اہل جنت کے سردار ہوں گے اس لئے کہ جنت میں سب لوگ ہی جوان ہوں گے لیکن انبیاء وخلفاء راشدین مستثنیٰ ہیں۔

نمبر۳: بعض حضرات نے کہا کہ ہوسکتا ہے شباب بمعنی فتوت' جوانمردی اور کرم کے ہو یعنی وہ سردار ہیں جوانمردوں کے سوائے انبیاء اور خلفاء راشدین کے۔

نمبر۴: یا شباب فرمانا مہربانی اور محبت کی وجہ سے ہو جیسا کہ باپ اپنے بیٹے کو جوان یا لڑکا یا بچہ وغیرہ کہہ کر پکارتا ہے اگرچہ وہ بڑی عمر کا ہو۔

۵۹۹۹/۳۰وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ هُمَا رَيْحَانَايَ مِنَ الدُّنْيَا۔ (رواه الترمذي وقد سبق في الفصل الاول)

أخرجه الترمذي في السنن ٦١٤/٥ حديث رقم ٣٧٦٩۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بے شک حسنؓ اور حسینؓ دونوں میرے دنیا کے پھول ہیں۔ (ترمذی)

تشریح ۞ وقدسبق......سے صاحب مصابیح پر اعتراض ہے کہ یہ حدیث فصل اول میں بھی گزر چکی ہے اس کو دوبارہ کیوں ذکر کر دیا۔ سید جمال الدین فرماتے ہیں کہ یہ تکرار محض نہیں ہے اس لئے کہ وہ حدیث بخاری کے حوالے سے نقل کی گئی تھی اور فصل اول میں صحیحین کی روایات ذکر کرنے کا التزام کیا گیا ہے اور یہ روایت ترمذی کے حوالے سے ذکر کی گئی ہے اور یہ دوسری فصل ہے نیز دونوں روایتوں کے الفاظ بھی فی الجملہ مختلف ہیں۔

نواسے بھی حکماً بیٹے ہوتے ہیں

۶۰۰۰/۳۱وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ طَرَقْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِيْ بَعْضِ الْحَاجَةِ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُشْتَمِلٌ عَلٰى شَيْءٍ لَا اَدْرِيْ مَا هُوَ فَلَمَّا فَرَغْتُ مِنْ حَاجَتِيْ قُلْتُ مَا هٰذَا الَّذِيْ اَنْتَ مُشْتَمِلٌ عَلَيْهِ فَكَشَفَهُ فَاِذَا الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ عَلٰى وَرِكَيْهِ فَقَالَ هٰذَانِ ابْنَايَ وَابْنَا ابْنَتِيْ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُحِبُّهُمَا فَاَحِبَّهُمَا وَاَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُمَا۔ (رواه الترمذي)

أخرجه الترمذي في السنن ٦١٤/٥ حديث رقم ٣٧٦٩۔

ترجمہ: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک ضرورت سے رات کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے اندر سے اس حال میں آئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چیز پر لپٹے ہوئے تھے جس سے میں ناواقف تھا کہ

وہ کیا چیز ہے پس جب میں اپنی ضرورت وحاجت سے فارغ ہوا تو میں نے پوچھا حضور ﷺ کیا آپ ﷺ کیا چیز لئے ہوئے ہیں۔ آپ ﷺ نے اس چیز کو کھولا تو حسنؓ اور حسینؓ تھے جو آپ ﷺ کے کولہوں پر تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں اے اللہ میں ان سے محبت کرتا ہوں آپ بھی ان سے محبت کیجئے اور جو شخص ان سے محبت کرے اس سے بھی محبت کیجئے۔ (ترمذی)

تشریح ۞ اس روایت سے معلوم ہوا کہ بیٹی کی اولاد یعنی نواسے بھی حکماً بیٹے ہی ہوتے ہیں اور جس طرح باپ کی طرف سے نسب باعث شرف وفضیلت ہوتا ہے اسی طرح ماں کی طرف سے بھی نسب باعث شرف ہوتا ہے۔

اللهم انی احبهما ...... یہ جملہ شاید حضرت اسامہ وغیرہ کو ان حضرات سے زیادہ محبت رکھنے پر ترغیب دینے کیلئے فرمایا ہے۔

حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا کو خواب میں شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ کی خبر

۳۲/۶۰۰۱ وَعَنْ سَلْمٰى قَالَتْ دَخَلْتُ عَلٰى اُمِّ سَلَمَةَ وَهِيَ تَبْكِيْ فَقُلْتُ مَا يُبْكِيْكِ قَالَتْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعْنِيْ فِي الْمَنَامِ وَعَلٰى رَاْسِهٖ وَلِحْيَتِهِ التُّرَابُ فَقُلْتُ مَا لَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ شَهِدْتُ قَتْلَ الْحُسَيْنِ اٰنِفًا۔ (رواه الترمذی وقال حدیث غریب)

أخرجه الترمذی فی السنن ٦٦٥/٥ حديث رقم ٣٧٧١۔

ترجمہ: حضرت سلمیٰ سے روایت ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی وہ اس وقت رو رہی تھیں میں نے پوچھا آپ رضی اللہ عنہا کیوں رو رہی ہیں؟ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ کو (خواب میں اس حال میں) دیکھا کہ آپ ﷺ کے سر اور داڑھی پر دھول پڑی ہوئی ہے میں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ کیا ہوا (آپ ﷺ خاک آلود کیوں ہیں) آپ ﷺ نے فرمایا میں ابھی حسین کے قتل میں موجود تھا (یعنی ان کی شہادت کا واقعہ دیکھ رہا تھا) (ترمذی)

تشریح ۞ سلمیٰؓ یہ حضرت ابو رافع حضور ﷺ کے آزاد کردہ غلام کی بیوی ہیں اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ام المومنین ہیں ان کی تاریخ وفات میں دو قول ہیں پہلا قول یہ ہے کہ ان کی وفات ۵۹ھ میں ہوئی اور دوسرا قول یہ ہے کہ ان کی وفات ۶۲ھ میں ہوئی اور حضرت حسینؓ کی شہادت ۶۱ھ میں ہوئی اگر دوسرا قول صحیح مان لیا جائے تو کوئی اعتراض نہیں۔ لیکن اگر پہلا قول صحیح مان لیا جائے تو اس پر یہ اعتراض ہوگا کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی وفات تو ۵۹ھ میں ہوگئی تھی تو ان کو حضرت حسینؓ کی شہادت کا علم کیسے ہوگیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو خواب میں حضرت حسینؓ کی شہادت بطور پیشین گوئی کے بتلا دی گئی ہو۔ اور حضور ﷺ کا آنفاً فرمانا اس صورت حال کی تحقیق کے اعتبار سے ہو۔

۳۳/۶۰۰۲ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ اَهْلِ بَيْتِكَ اَحَبُّ اِلَيْكَ قَالَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ وَكَانَ يَقُوْلُ لِفَاطِمَةَ ادْعِيْ لِيَ ابْنَيَّ فَيَشُمُّهُمَا وَيَضُمُّهُمَا اِلَيْهِ۔

(رواه الترمذی وقال هذا حديث غريب)

أخرجه الترمذی فی السنن ٦٦٥/٥ حديث رقم ٣٧٧٢۔

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا اہل بیت میں سے کون

آپ ﷺ کو سب سے زیادہ پیارا ہے آپ ﷺ نے فرمایا حسنؓ اور حسینؓ اور حضور ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کرتے تھے میرے دونوں بیٹوں کو بلاؤ پھر حضور ﷺ ان کو سونگھتے اور اپنے گلے سے لگاتے (ترمذی)

حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کو خطبہ چھوڑ کر گود میں اُٹھانا

۳۴/۶۰۰۳ وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُنَا اِذَا جَآءَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ وَعَلَيْهِمَا قَمِيْصَانِ اَحْمَرَانِ يَمْشِيَانِ وَيَعْثِرَانِ فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمِنْبَرِ فَحَمَلَهُمَا وَوَضَعَهُمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ صَدَقَ اللّٰهُ اِنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ نَظَرْتُ اِلٰى هٰذَيْنِ الصَّبِيَّيْنِ يَمْشِيَانِ وَيَعْثِرَانِ فَلَمْ اَصْبِرْ حَتّٰى قَطَعْتُ حَدِيْثِيْ وَرَفَعْتُهُمَا۔ (رواہ الترمذی والنسائی)

أخرجه ابو داؤد في السنن ٦٦٣/١ حديث رقم ١١٠٩ والترمذي في السنن ٦١٦/٥ حديث رقم ٣٧٧٤ والنسائي في السنن ١٩٢/٣ حديث رقم ١٥٨٥ وابن ماجه في السنن ١١٩٠/٢ حديث رقم ٣٦٠٠

ترجمہ: حضرت بریدہؓ سے روایت ہے وہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ہمارے سامنے خطبہ فرما رہے تھے کہ اچانک حسنؓ اور حسینؓ آ گئے۔ جو اس وقت سرخ کرتے پہنے ہوئے تھے وہ چلتے تھے اور گر پڑتے تھے (یہ دیکھ کر) حضور ﷺ منبر سے اترے اور دونوں بچوں کو گود میں اٹھا لیا اور پھر اپنے سامنے دونوں کو بٹھا کر فرمایا اللہ پاک نے سچ فرمایا ہے کہ تمہارے اموال اور اولاد فتنہ ہیں (یعنی آزمائش کی چیزیں ہیں) میں نے دونوں بچوں کو دیکھا کہ وہ چلتے ہیں اور گر پڑتے ہیں تو مجھ سے صبر نہ ہو سکا یہاں تک کہ میں نے اپنی بات کو قطع کر دیا اور ان دونوں کو اٹھا لیا۔ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی)

تشریح ○ حضور ﷺ کا خطبہ ترک کر کے اپنے ان شہزادوں کو اٹھانا اس شفقت و محبت کی وجہ سے تھا جو حضور ﷺ کے قلب میں موجزن تھی اور اولاد و اطفال پر رحمت و شفقت مستحسن مستحب اور پسندیدہ ہے اور خطبہ کے دوران یہ عمل جائز ہے اور عبادات کے تداخل کی قسم میں سے ہے حضور ﷺ کا عذر بیان کرنا اور خطبہ کے دوران بچوں کو اٹھانے کی وجہ بیان کرنا آپ ﷺ کی کسر نفسی اور تواضع ہے اور ساتھ ہی اصحاب کو اس پر تنبیہ کرنا ہے اس طرح کے کاموں کی عادت نہ بنائیں اور خطبہ کے دوران اس طرح کے کاموں کو سہل و آسان نہ سمجھیں۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کا ان شہزادوں کو اٹھانا اس وجہ سے تھا تاکہ عند اللہ اور عند الناس ان کا رتبہ و مقام بلند ہو۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے دوبارہ خطبہ شروع فرمایا۔

حضور ﷺ کا فرمان حسینؓ مجھ سے ہے اور میں حسینؓ سے ہوں

۳۵/۶۰۰۳ وَعَنْ يَعْلَى بْنِ مُرَّةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُسَيْنٌ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْ حُسَيْنٍ اَحَبَّ اللّٰهُ مَنْ اَحَبَّ حُسَيْنًا حُسَيْنٌ سِبْطٌ مِّنَ الْاَسْبَاطِ۔ (رواہ الترمذی)

أخرجه الترمذي في السنن ٦١٧/٥ حديث رقم ٣٧٧٥ وابن ماجه في السنن ٥١/١ حديث رقم ١٤٤ واحمد في المسند ١٧٢/٤

ترجمہ: حضرت یعلی بن مرة سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حسینؓ مجھ سے ہے اور میں حسینؓ

سے ہوں، جو حسینؓ سے محبت کرے خدا اس سے محبت کرے اور حسینؓ سبط ہے اسباط میں سے (یعنی میری بیٹی کا بیٹا ہے)۔
(ترمذی)

تشریح ⊕ قاضیؒ فرماتے ہیں دراصل حضور ﷺ کو نور وحی اور نور نبوت کے ذریعے معلوم ہو گیا تھا کہ کچھ لوگ (یعنی یزید اور اس کا لشکر) حضرت حسینؓ سے عنقریب جنگ کرے گا اس لئے خاص طور پر حضرت حسینؓ کا ذکر فرمایا اور فرمایا کہ میں اور وہ دونوں ایک چیز ہیں لہٰذا میری طرح حسینؓ سے محبت کرنا واجب ہے اور اس کے ساتھ تعرض اور لڑائی کرنا حرام ہے پھر مزید تاکید کے لئے فرمایا احب الله من احب حسینا یعنی جو حسین سے محبت کرتا ہے وہ اللہ سے محبت کرتا ہے اس لئے کہ حضرت حسینؓ سے محبت حضور ﷺ سے محبت ہے اور حضور ﷺ سے محبت درحقیقت اللہ تعالیٰ سے محبت ہے گویا حضرت حسینؓ سے محبت اللہ تعالیٰ سے محبت ہے۔

اس جملہ میں لفظ اللہ مرفوع ہے یا منصوب اس میں دونوں رائیں ہیں اگر یہ منصوب ہو تو اس کا مطلب اوپر بیان ہو چکا ہے اور اگر یہ مرفوع ہو تو اس کا مطلب ہوگا کہ اللہ پاک اس سے محبت کریں جو حسینؓ سے محبت کرتا ہے اور شیخ عبدالحق اور مولانا اسحاقؒ نے اس کا یہی ترجمہ بیان فرمایا ہے۔

لفظ سبط کی تحقیق: سبط (یعنی سین کے کسرہ اور باء کے فتحہ کے ساتھ) یعنی بیٹی کی اولاد۔ یہ دراصل سبط (یعنی سین کے فتحہ کے ساتھ) سے نکلا ہے اور سبط اس درخت کو کہا جاتا ہے کہ جس کی بہت زیادہ شاخیں ہوں گویا والد درخت کی مانند ہے اور اس کی اولاد ٹہنیوں کی مانند۔

بعض حضرات نے اس کی تفسیر کی ہے کہ حضرت حسینؓ بھلائی کی امتوں میں سے ایک امت ہیں یعنی گویا حضرت حسینؓ پوری ایک امت ہیں۔

قاضیؒ نے فرمایا کہ سبط بمعنی ولد ہے سبط من الاسباط کا معنی ہے کہ حسینؓ میری اولاد کی اولاد سے ہے۔

سبط قبیلہ کو بھی کہتے ہیں جیسا کہ قرآن پاک میں ہے وقطعناهم اثنتی عشرة اسباطا یعنی ہم نے بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے مقرر کئے۔

اور یہ بھی احتمال ہے کہ مراد یہ ہے کہ حضرت حسینؓ سے ایک قبیلہ پیدا ہوگا اور ان کی نسل سے خلق کثیر پیدا ہوگی گویا اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ حضرت حسینؓ کی نسل اور اولاد بہت ہوگی اور باقی رہے گی چنانچہ اب بھی ان کی اولاد میں سے سادات موجود ہیں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے فرمایا کہ سبط (یعنی سین کے فتحہ اور باء کے سکون کے ساتھ) اولاد کی اولاد کو کہا جاتا ہے اور اس کی جمع اسباط آتی ہے چنانچہ قرآن پاک میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد اور ان کی اولاد کو اسباط کہا گیا ہے۔

حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کی حضور ﷺ کے ساتھ مشابہت

۶۰۰۵/۳۶ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ الْحَسَنُ اَشْبَهَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَيْنَ الصَّدْرِ اِلَى الرَّأْسِ وَالْحُسَيْنُ اَشْبَهَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كَانَ اَسْفَلَ مِنْ ذٰلِكَ۔ (رواہ الترمذی)

أخرجه الترمذي في السنن ٦١٨/٥ حديث رقم ٣٧٧٩ و احمد في المسند ٩٩/١۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ حسن حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت مشابہ ہیں سر سے لے کر سینہ تک۔ اور حسین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کے زیریں حصہ سے بہت مشابہ ہیں۔ (ترمذی)

تشریح ⊙ حضرت حسنؓ اوپر والے دھڑ یعنی شکل وصورت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ مشابہ تھے اور حضرت حسینؓ نچلے والے دھڑ یعنی ران، پنڈلی قدم وغیرہ کے اعتبار سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ مشابہ تھے۔ گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مسعود ان دونوں نواسوں میں تقسیم تھا۔

حضرت فاطمہ اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہم کی منقبت

۶۰۰۶/۳۷ وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قُلْتُ لِاُمِّيْ دَعِيْنِيْ اٰتِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاُصَلِّيْ مَعَهُ الْمَغْرِبَ وَاَسْاَلُهُ اَنْ يَّسْتَغْفِرَلِيْ وَلَكِ فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّيْتُ مَعَهُ الْمَغْرِبَ فَصَلّٰى حَتّٰى صَلَّى الْعِشَاءَ ثُمَّ انْفَتَلَ فَتَبِعْتُهُ فَسَمِعَ صَوْتِيْ فَقَالَ مَنْ هٰذَا حُذَيْفَةُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ مَا حَاجَتُكَ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ وَلِاُمِّكَ اِنَّ هٰذَا مَلَكٌ لَمْ يَنْزِلِ الْاَرْضَ قَطُّ قَبْلَ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ اسْتَاْذَنَ رَبَّهٗ اَنْ يُّسَلِّمَ عَلَيَّ وَيُبَشِّرَنِيْ بِاَنَّ فَاطِمَةَ سَيِّدَةُ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ۔ (رواه الترمذي وقال هذا حديث غريب)

أخرجه الترمذي في السنن ٦١٩/٥ حديث رقم ٣٧٨١ و احمد في المسند ٣٩١/٥

ترجمہ: حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ میں نے اپنی والدہ سے کہا کہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز جا کر پڑھوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کروں کہ وہ میرے اور آپ کے لئے مغفرت کی دعا فرمائیں چنانچہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور مغرب کی نماز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (نوافل) پڑھے اس کے بعد عشاء کی نماز پڑھی پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو کر چلے تو میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے چلا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے قدموں کی آواز سن کر پوچھا کون! کیا تم حذیفہ ہو۔ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیوں کیا کام ہے؟ خدا تجھے اور تیری ماں کو بخشے۔ دیکھ یہ ایک فرشتہ ہے جو اس رات سے پہلے کبھی زمین پر نہیں اترا۔ اس فرشتے نے اپنے رب سے میرے پاس آنے اور مجھے سلام کرنے کی اجازت چاہی تھی (چنانچہ اس کو اجازت مل گئی) اس فرشتے نے مجھ کو یہ بشارت دی ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جنت کی عورتوں کی سردار ہے اور حسنؓ و حسینؓ نوجوان جنتیوں کے سردار ہیں۔ (ترمذی)

تشریح ⊙ اس روایت میں ہے کہ حضرت حذیفہؓ نے اپنی والدہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز مغرب پڑھنے کی اجازت مانگی تو ہوسکتا ہے ان کی والدہ ان کو اس وقت جانے سے منع کرتی ہوں جگہ کے دور ہونے کی وجہ سے ان کو حضرت حذیفہ کے بارے میں خوف ہو یا اپنے بارے میں۔ پھر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز سے فارغ ہوئے تو عشاء تک نوافل میں مشغول ہو گئے علماء فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مغرب سے عشاء تک کا وقت نوافل وغیرہ میں مشغول رہنا باعث فضیلت ہے۔ اور

مشائخ کی اصطلاح میں احیاء ما بین العشائین کہا جاتا ہے۔

عشاء کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر چلے تو حضرت حذیفہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ہو لئے تو آپ کی قدموں کی آواز یا باتوں کی آواز سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کون ہے۔ پھر خود ہی فرمایا حذیفہ ہے گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نور نبوت سے یا فراست سے معلوم ہو گیا تھا کہ یہ حذیفہ ہیں پھر ان کی آمد کا مقصد پوچھ کر ان کو اور ان کی والدہ کو دعا دی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرات حسنینؓ کے بارے میں خوشخبری دینے والے فرشتہ کے متعلق فرمایا کہ یہ وہ فرشتہ ہے جو اس رات پہلی بار نازل ہوا ہے گویا اس میں اس معاملے کے عظیم اور بڑا ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

من هذا حذيفة ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ حذیفہ یہ خبر ہے مبتداء محذوف کی۔ مبتداء یا تو ہذا ہے یا ہو یا انت ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے پر سواری

۶۰۰۷/۳۸ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَامِلًا الْحَسَنَ ابْنَ عَلِيٍّ عَلٰى عَاتِقِهٖ فَقَالَ رَجُلٌ نِعْمَ الْمَرْكَبُ رَكِبْتَ يَا غُلَامُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنِعْمَ الرَّاكِبُ هُوَ۔

(رواه الترمذی)

أخرجه الترمذي في السنن ٥/٦١٥ حديث رقم ٣٧٨٤ وابن ماجه في السنن ١/٦١ حديث رقم ٦٥٨۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو اپنے کندھے پر اٹھایا ہوا تھا تو ایک آدمی نے کہا کیا اچھی سواری ہے جس پر تو سوار ہے اے لڑکے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کتنا اچھا سوار ہے وہ۔ (ترمذی)

تشریح: اس شخص نے کہا کہ کتنی اچھی سواری ہے گویا اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سوار بھی تو کتنا اچھا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسنؓ کی تعریف فرمائی اس میں حضرت حسن کی کمال تعریف اور انتہائی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

حضرت زید اور حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب تھے

۶۰۰۸/۳۹ وَعَنْ عُمَرَ اَنَّهٗ فَرَضَ لِاُسَامَةَ فِيْ ثَلٰثَةِ الْاٰفٍ وَخَمْسِ مِائَةٍ وَفَرَضَ لِعَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ فِيْ ثَلٰثَةِ الْاٰفٍ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ لِاَبِيْهِ لِمَا فَضَّلْتَ اُسَامَةَ عَلَيَّ فَوَاللّٰهِ مَا سَبَقَنِيْ اِلٰى مَشْهَدٍ قَالَ لِاَنَّ زَيْدًا كَانَ اَحَبَّ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَبِيْكَ وَكَانَ اُسَامَةُ اَحَبَّ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْكَ فَاٰثَرْتُ حِبَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى حِبِّيْ۔ (رواه الترمذی)

أخرجه الترمذي في السنن ٥/٦٣٣ حديث رقم ٣٨١٣

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ بن زیدؓ کے لئے بیت المال سے ساڑھے تین ہزار درہم کا وظیفہ مقرر کی اور عبداللہ بن عمر (اپنے بیٹے) کے لئے تین ہزار درہم کا وظیفہ مقرر کیا۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے عرض کیا آپؓ نے اسامہ رضی اللہ عنہ کو مجھ پر ترجیح دی۔ خدا کی قسم اس نے کسی معرکہ جنگ میں مجھ سے سبقت

حاصل نہیں کی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا (میں نے اسامہ کا وظیفہ اس لئے زیادہ مقرر کیا ہے کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے باپ سے تیرے باپ کی بنسبت محبت زیادہ تھی اور پھر خود اسامہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھ سے زیادہ پیارا تھا۔ اس لئے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب کو (یعنی اُسامہ رضی اللہ عنہ کو) اپنے محبوب (یعنی عبداللہ) پر ترجیح دی۔ (ترمذی)

تشریح ۞ اس روایت سے جو بات سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ محبوب ہونا الگ چیز ہے اور افضل ہونا الگ ہے کسی کے زیادہ محبوب ہونے سے اس کا افضل ہونا لازم نہیں آتا چنانچہ اس روایت سے بھی یہ بات مفہوم ہوتی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت زید حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اور حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک زیادہ محبوب تھے لیکن اس پر سب کا اتفاق ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت زیدؓ سے افضل تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے افضلیت سے قطع نظر کر کے محبوبیت کا لحاظ رکھتے ہوئے حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کے لئے وظیفہ زیادہ مقرر فرمایا۔

مشہد: مشہد کا معنی ہے حاضر ہونے کی جگہ۔ یہاں یا تو اس سے مراد علم وعمل کے میدان میں حاضر ہونا ہے یا مشہد سے مراد کفار کے خلاف جنگ اور ان سے قتال کے لئے میدان کارزار میں حاضر ہونا ہے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کا اپنے اقارب کے مقابلے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ترجیح دینا

۶۰۰۹/۴۰ وَعَنْ جَبَلَةَ بْنِ حَارِثَةَ قَالَ قَدِمْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ابْعَثْ مَعِيَ اَخِيْ زَيْدًا قَالَ هُوَذَا فَاِنِ انْطَلَقَ مَعَكَ لَمْ اَمْنَعْهُ قَالَ زَيْدٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ لَا اَخْتَارُ عَلَيْكَ اَحَدًا قَالَ فَرَاَيْتُ رَاْيَ اَخِيْ اَفْضَلَ مِنْ رَاْيِيْ۔ (رواه الترمذی)

أخرجه الترمذي في السنن ٦٣٤/٥ حديث رقم ٣٨١٥

ترجمہ: حضرت جبلہ بن حارثہؓ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ساتھ میرے بھائی زیدؓ کو بھیج دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ زیدؓ موجود ہیں اگر وہ تمہارے ساتھ جانا چاہیں میں اس کو منع نہیں کرتا حضرت زیدؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سواء کسی کو پسند نہیں کرتا۔ جبلہؓ کہتے ہیں کہ میں نے اس معاملہ میں اپنے بھائی کی رائے کو اپنی رائے سے بہتر پایا۔ (ترمذی)

تشریح ۞ یہ بات پہلے ذکر کر دی گئی ہے کہ حضرت زید کو لٹیروں نے اغوا کر کے بازار عکاظ میں فروخت کر دیا تھا حضرت حکیم بن حزام نے ان کو خرید کر اپنی پھوپھی حضرت خدیجۃ الکبریٰ کو دے دیا تھا انہوں نے شادی کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دیا تھا بعد میں جب حضرت زیدؓ کے والد وغیرہ کو اس کا علم ہوا تو وہ لینے کے لئے آئے تو انہوں نے ان کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا چنانچہ حضرت زید کے بھائی حضرت جبلہ بھی ان کو لینے کے لئے آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ کہ زیدؓ کو میرے ساتھ بھیج دیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وہ جانا چاہیں تو میں ان کو نہیں روکوں گا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کر دیا تھا لیکن حضرت زیدؓ نے ان کے ساتھ بھی جانے سے انکار کر دیا تھا۔

حضرت جبلہؓ حضرت زید بن حارثہؓ کے بڑے بھائی تھے ان سے ابو اسحاق سبیعی وغیرہ نے روایت کی ہے مولف نے ان کو صحابہ میں شمار کیا ہے۔

مرض الوفات میں حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کو دعا

۶۰۱۰/۴۱ وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ لَمَّا ثَقُلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَبَطْتُ وَهَبَطَ النَّاسُ الْمَدِيْنَةَ فَدَخَلْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ اُصْمِتَ فَلَمْ يَتَكَلَّمْ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ يَدَيْهِ عَلَيَّ وَيَرْفَعُهُمَا فَاَعْرِفُ اَنَّهٗ يَدْعُوْلِيْ۔

(رواه الترمذی وقال هذا حدیث غریب)

أخرجه الترمذی فی السنن ۶۳۵/۵ حدیث رقم ۳۸۱۷ و احمد فی المسند ۲۰۱/۵۔

ترجمہ: حضرت اسامہ بن زیدؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ اس بیماری کی وجہ سے جس میں آپ ﷺ نے وفات پائی بہت کمزور ہوگئے تو میں اور دوسرے لوگ مدینہ میں آئے میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس وقت آپ ﷺ خاموش تھے رسول اللہ ﷺ نے مجھے دیکھا اور اپنے دونوں ہاتھوں کو میرے اوپر رکھا اور پھر انہیں بلند کیا میں سمجھ گیا کہ رسول اللہ ﷺ میرے لئے دعا فرما رہے ہیں۔ (ترمذی)

تشریح ۲۶ صفر المظفر یوم دوشنبہ ۱۱ھ کو آپ ﷺ نے رومیوں کے مقابلہ کے لئے مقام ابنی کی طرف لشکر کشی کا حکم دیا یہ وہ مقام ہے جہاں غزوہ موتہ واقع ہوا اور جس میں حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کے والد حضرت زید بن حارثہؓ حضرت جعفرؓ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے تھے۔

یہ آخری سریہ تھا اور آپ ﷺ کی علالت کا سلسلہ شروع ہوگیا پنجشنبہ (جمعرات) کے روز باوجود علالت کے آپ ﷺ نے خود اپنے دست مبارک سے نشان بنا کر اسامہ کو دیا۔ حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ نے ساری فوج کو مقام جرف میں جو مدینہ سے ایک کوس کے فاصلے پر ہے جمع کیا دوشنبہ کی صبح کو جب آپ ﷺ کو سکون ہوا اور صحابہؓ یہ سمجھے کہ حضور ﷺ اچھے ہوگئے تو حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ نے روانگی کا قصد کیا اسی تیاری میں تھے کہ حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کی والدہ ام ایمن نے آدمی بھیجا کہ آپ ﷺ حالت نزع میں ہیں کچھ دیر گزری تھی کہ یہ خبر قیامت اثر کانوں میں پہنچی کہ آپ ﷺ کا وصال ہوگیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس مرض الوفات کا ذکر ہے کہ حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی عیادت کے لئے مقام جرف سے آئے اس وقت آپ ﷺ بیماری کی شدت کی وجہ سے بات نہیں کر رہے تھے آپ ﷺ اپنے دونوں ہاتھ حضرت اسامہ پر رکھتے پھر اٹھاتے تو حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ نے نور ولایت یا فہم وذکاوت سے سمجھ لیا کہ حضرت مجھے دعا دے رہے ہیں اور یہ حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کے حق میں بڑی فضیلت اور حضور ﷺ کی ان پر کمال شفقت ومحبت ہے کہ ایسے وقت میں بھی ان پر مہربانی فرما رہے ہیں اور ان کے لئے دعا کر رہے ہیں۔

اس روایت میں حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کے الفاظ ہیں هبطت وهبط الناس۔ ہبوط کو معنی ہے بلندی سے نیچے کی طرف اترنا۔ اور صعود کا معنی ہے پستی سے بلندی کی طرف چڑھنا۔ عرب بلندی پر چڑھنے کے لئے صعود اور بلندی سے اترنے کے لئے ہبوط لفظ استعمال کرتے تھے چنانچہ اس روایت میں بھی ہبوط کا لفظ اس لئے استعمال ہوا ہے کیونکہ حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ اور ان کا لشکر مقام جرف میں تھا اور مقام جرف مدینہ سے بلندی پر تھا اسی طرح مکہ مکرمہ عرفات کی بنسبت نیچے ہے اور عرفات بلندی پر

ہے مکہ سے عرفات جاتے ہوئے یوں کہا جائے گا صعدنا الی عرفات اور عرفات سے مکہ مکرمہ کی طرف جاتے ہوئے یوں کہا جائے گا: ھبطنا الی مکۃ اسی طرح اگر مسجد الحرام میں سے باب السلام کی طرف سے جائیں تو یوں کہا جائے گا صعدنا الی باب السلام کیونکہ باب اسلام عرفات کی طرف ہے۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کا اترنا مدینہ میں اپنے مکان سے تھا کیونکہ ان کا مکان عوالی مدینہ میں تھا اسی طرح دوسرے لوگ بھی اپنے مکانوں سے آئے تھے۔

حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ کی انتہائی محبت

۶۰۱۱/۴۲ وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ اَرَادَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّنَحِّیَ مُخَاطَ اُسَامَةَ قَالَتْ عَآئِشَةُ دَعْنِیْ حَتّٰی اَنَا الَّذِیْ اَفْعَلُ قَالَ يَا عَآئِشَةُ اَحِبِّيْهِ فَاِنِّیْ اُحِبُّهُ۔ (رواه الترمذی)

أخرجه الترمذي في السنن ٥/٦٣٦ حديث رقم ٣٨١٨۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کا ناک پونچھنا چاہا میں نے عرض کیا آپ ﷺ رہنے دیجئے یہ کام میں کر دوں گی آپ ﷺ نے فرمایا عائشہ رضی اللہ عنہا تو اسامہ سے محبت کر اس لئے کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ (ترمذی)

تشریح ○ جس طرح بچوں کے بچپن میں ناک بہتے ہیں اسی طرح حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کا ناک بہہ رہا تھا حضور ﷺ نے اس کو صاف کرنا چاہا تو ادب کی رعایت رکھتے ہوئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ میں ناک صاف کر دیتی ہوں حضور ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو نصیحت کی کہ اُسامہ رضی اللہ عنہ سے محبت کرو یعنی اگر بالطبع اس سے محبت نہ ہو تو اس وجہ سے اس سے محبت کرو کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں کیونکہ محبوب کا محبوب بھی محبوب ہوتا ہے اور کمال محبت یہ ہے کہ محبت محبوب سے گزر کر اس کے متعلقین میں سرایت کر جائے۔ خواہ وہ آدمی یا کوئی چیز ہو۔

۶۰۱۲/۴۳ وَعَنْ اُسَامَةَ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا اِذَا جَآءَ عَلِیٌّ وَالْعَبَّاسُ يَسْتَاْذِنَانِ فَقَالَا لِاُسَامَةَ اسْتَاْذِنْ لَنَا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلِیٌّ وَّالْعَبَّاسُ يَسْتَاْذِنَانِ فَقَالَ اَتَدْرِیْ مَا جَآءَ بِهِمَا قُلْتُ لَا قَالَ لٰكِنِّیْ اَدْرِیْ ائْذَنْ لَهُمَا قَدْ خَلَا فَقَالَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ جِئْنَاكَ نَسْاَلُكَ اَیُّ اَهْلِكَ اَحَبُّ اِلَيْكَ قَالَ فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا جِئْنَاكَ نَسْاَلُكَ عَنْ اَهْلِكَ قَالَ اَحَبُّ اَهْلِیْ اِلَیَّ مَنْ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتُ عَلَيْهِ اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ قَالَا ثُمَّ مَنْ قَالَ ثُمَّ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ فَقَالَ الْعَبَّاسُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ جَعَلْتَ عَمَّكَ اٰخِرَهُمْ قَالَ اِنَّ عَلِيًّا سَبَقَكَ بِالْهِجْرَةِ۔ (رواه الترمذی وذكر اَنَّ عَمَّ الرَّجُلِ صِنْوُ اَبِيْهِ فی كتاب الزكوة)

أخرجه الترمذي في السنن ٥/٦٣٦ حديث رقم ٣٨١٩

ترجمہ: حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے دروازے پر بیٹھا ہوا تھا کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباسؓ آئے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے تھے۔ انہوں نے مجھ سے کہا تم ہمارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کرو۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی رضی اللہ عنہ اور عباسؓ حاضر ہونا چاہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُسامہ رضی اللہ عنہ تجھے معلوم ہے یہ دونوں میرے پاس کیوں آئے ہیں میں نے عرض کیا مجھے معلوم نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیکن میں جانتا ہوں اچھا انہیں بلا لو۔ چنانچہ دونوں نے اندر داخل ہو کر عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ دریافت کرنے حاضر ہوئے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھر والوں میں کون سب سے پیارا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجھے سب سے پیاری ہے۔ علی رضی اللہ عنہ اور عباسؓ نے عرض کیا ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں کی بابت پوچھنے نہیں آئے (بلکہ ہمارا سوال اقرباء سے متعلق ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے اہل میں سے مجھے سب سے زیادہ محبوب وہ شخص ہے جس پر خدا نے اپنا انعام وفضل کیا ہے اور میں نے بھی اس پر انعام واحسان کیا۔ وہ اسامہ بن زیدؓ ہے۔ انہوں نے پوچھا پھر کون؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر علی بن ابی طالبؓ اور حضرت عباسؓ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا کو اپنے اہل بیت میں آخر میں رکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علی رضی اللہ عنہ نے ہجرت میں تم پر سبقت کی ہے۔ (ترمذی)

تشریح ۞ حضرت عباسؓ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اندر آنے کی اجازت مانگو ہو سکتا ہے کہ حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ اس وقت بچے ہوں اس لئے خود ان کو اندر جانے کے لئے اجازت کی ضرورت نہ ہو۔ ان دونوں حضرات نے اندار داخل ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ سب سے زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کون محبوب ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نام لیا انہوں نے عرض کیا کہ ہم گھر والوں کے بارے میں نہیں پوچھ رہے بلکہ ہمارا سوال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقارب اور متعلقین کے بارے میں ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص مجھے محبوب ہے جس پر خدا نے اور میں نے انعام کیا ہے یعنی اسامہ بن زیدؓ۔

یہاں دراصل خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا انعام حضرت زیدؓ پر ہوا تھا حضرت اسامہؓ چونکہ ان کے بیٹے تھے اور انعامات میں ان کے تابع تھے تو تابع ہونے کی وجہ سے حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کا نام لے دیا۔ اللہ پاک کا انعام ان پر یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اسلام کی توفیق دے کر ہدایت عطا فرمائی اور قرآن پاک میں ان کا ذکر فرما کر ان کی توقیر وتعظیم فرمائی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انعام سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت زیدؓ کو آزاد کر کے ان کو اپنا متبنّیٰ بنانا اور ان کی اپنی اولاد کی طرف تربیت اور سلوک کرنا ہے۔

حضرت عباسؓ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا پھر کون محبوب ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام لیا ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں یہ فرمان اس بات کی واضح ترین دلیل ہے کہ احبیت کو افضلیت لازم نہیں ہے کیونکہ حضرت زیدؓ اور حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ اگرچہ احب تھے لیکن بالاتفاق حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل نہ تھے بلکہ حضرت علیؓ ان دونوں حضرات سے افضل تھے۔

جب حضرت عباسؓ نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا کو سب سے آخر میں کر دیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہجرت کے اعتبار سے آپ پر سبقت حاصل ہے نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عباسؓ پر قبولیت اسلام کے اعتبار سے بھی سبقت حاصل تھی۔

گویا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عباسؓ پر افضلیت کے ساتھ ساتھ احبیت کے لحاظ سے بھی فوقیت حاصل تھی اس سے

معلوم ہوا کہ احبیت جو افضلیت پر مرتب ہو وہ اقربیت سے مقدم ہے۔

اس کی مثال یہ واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عباسؓ حضرت ابوسفیانؓ حضرت بلالؓ حضرت سلمان رضی اللہ عنہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے انہوں نے اندر آنے کی اجازت مانگی تو خادم کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس جماعت کی اطلاع دینے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بلال (پہلے) داخل ہوں حضرت ابوسفیانؓ نے حضرت عباسؓ سے فرمایا کہ غلاموں کو ہم پر مقدم کیا۔ تو حضرت عباسؓ نے جواب دیا کہ ہم نے خود تاخیر کی (یعنی قبول اسلام میں) یہ اس کا بدلہ ہے۔

مؤلف فرماتے ہیں کہ حضرت عباسؓ نے واقعہ بدر کے بعد اسلام قبول کیا تھا اور بعض حضرات فرماتے ہیں وہ مکہ میں ہی اسلام قبول کر چکے تھے لیکن انہوں نے اپنے اسلام کو پوشیدہ رکھا ہوا تھا اور اس کے بعد ہجرت کی۔

نیز حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کے احب ہونے کی جو وجوہ لکھی گئی ہیں اگر ان کا اعتبار نہ ہو تو ان کا حضرت علی رضی اللہ عنہ پر احبیت میں مقدم ہونا مشکل ہے۔ البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ احب تھے اور اعتبار سے یعنی خدمتگزاری وغیرہ کے اعتبار سے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ احب تھے قرابت، علم و فضل کے لحاظ سے۔

وذکر ان عم الرجل..... صاحب مشکوٰۃ فرما رہے ہیں کہ حدیث ان عم الرجل صنو ابیہ جس میں حضرت عباسؓ کی منقبت تھی اس کو کتاب الزکوٰۃ میں ذکر کر دیا گیا ہے۔

الفصل الثالث:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے پیار کرنا

۴۴/۶۰۱۳ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ صَلَّى اَبُوْبَكْرِ ِالْعَصْرَ ثُمَّ خَرَجَ يَمْشِىْ وَمَعَهٗ عَلِىٌّ فَرَاٰى الْحَسَنَ يَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ فَحَمَلَهٗ عَلٰى عَاتِقِهٖ وَقَالَ بِاَبِىْ شَبِيْهٌ بِالنَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ شَبِيْهًا بِعَلِىٍّ وَعَلِىٌّ يَضْحَكُ۔ (رواہ البخاری)

أخرجه البخاري في صحيحه ۹۵/۷ حديث رقم ۳۷۵۰

ترجمہ: حضرت عقبہ بن حارث سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عصر کی نماز پڑھی (یعنی اپنے عہد خلافت میں) پھر آپؓ ٹہلنے کو چلے۔ آپؓ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت حسنؓ کو بچوں کے ساتھ کھیلتے دیکھا آپ نے انہیں اٹھا کر اپنے کندھے پر بٹھا لیا۔ اور کہا میرا باپ فدا ہو یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت مشابہ ہے علی رضی اللہ عنہ سے نہیں علی رضی اللہ عنہ (یہ سن رہے تھے) اور ہنس رہے تھے۔ (بخاری)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک جب ابن زیاد کے پاس لایا گیا

۴۵/۶۰۱۴ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ اُتِىَ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنِ زِيَادٍ بِرَاْسِ الْحُسَيْنِ فَجَعَلَ فِىْ طَسْتٍ فَجَعَلَ يَنْكُتُ وَقَالَ فِىْ حُسْنِهٖ شَيْئًا قَالَ اَنَسٌ فَقُلْتُ وَاللّٰهِ اِنَّهٗ كَانَ اَشْبَهَهُمْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَكَانَ مَخْضُوْبًا بِالْوَسْمَةِ (رواه البخاري وفي رواية الترمذي) قَالَ كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ زِيَادٍ فَجِيْئَ بِرَأْسِ الْحُسَيْنِ فَجَعَلَ يَضْرِبُ بِقَضِيْبٍ فِي أَنْفِهِ وَيَقُوْلُ مَا رَأَيْتُ مِثْلَ هٰذَا حُسْنًا فَقُلْتُ أَمَا إِنَّهُ كَانَ مِنْ أَشْبَهِهِمْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ۔

أخرجه البخاري في صحيحه ۷/۹٤ حديث رقم ۳۷٤۸ والترمذي في السنن ٥/٦١٨ حديث رقم ۳۷۷۸

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ عبیداللہ بن زیاد کے سامنے حضرت حسینؓ کا سر مبارک لایا گیا اس نے اس کو ایک طشت میں رکھا اور ایک لکڑی سے سر کو جنبش دینے لگا اور ان کے حسن کے بارے میں کوئی بات کہی (یعنی یہ کہا کہ عجیب حسن پایا ہے) حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے کہا خدا کی قسم اہلبیت میں حسینؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت مشابہ تھے اس وقت آپ کا سر مبارک وسمہ سے رنگا ہوا تھا۔ (بخاری) ترمذی کی روایت میں ہے حضرت انسؓ نے فرمایا کہ میں ابن زیاد کے پاس تھا کہ حضرت حسینؓ کا سر مبارک لایا گیا ابن زیاد آپؓ کی ناک پر لکڑی مارتا جاتا تھا اور یہ کہتا جاتا تھا کہ اس طرح کا حسن میں نے نہیں دیکھا۔ میں نے کہا حسینؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت مشابہ تھے۔ (ترمذی)

تشریح ۞ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ یہ عبیداللہ بن عبداللہ بن زیاد ہے جو یزید بن معاویہؓ کی طرف سے کوفہ کا گورنر تھا اور جس لشکر نے حضرت حسینؓ اور ان کے اقارب کو شہید کیا تھا یہ اس لشکر کا امیر تھا یہ خود ٦٦ھ میں ابراہیم بن مالک بن اشتر نخعی کے ہاتھوں مختار بن ابی عبید کے زمانہ میں موصل کی سرزمین میں قتل ہوا۔

ذخائر میں عمارۃ بن عمیر سے مروی ہے کہ جب ابن زیاد اور اس کے ساتھیوں کے سر لائے گئے تو میں مسجد کے ایک چبوترے پر پہنچا لوگ کہہ رہے تھے وہ آ گیا وہ آ گیا۔ پس میں نے دیکھا کہ ایک سانپ آیا اور ان تمام سروں میں گھسا جو وہاں رکھے ہوئے تھے پھر عبیداللہ بن زیاد کے ناک میں داخل ہو گیا اور اندر تھوڑی دیر ٹھہرا پھر نکلا اور چلا گیا یہاں تک کہ غائب ہو گیا لوگوں نے تھوڑی دیر بعد پھر کہنا شروع کر دیا وہ آ گیا وہ آ گیا سانپ آیا اس نے پھر اسی طرح کیا۔ اس طرح دو تین بار ہوا۔

عبیداللہ کے پاس جب حضرت حسینؓ کا سر مبارک لایا گیا اور اس نے چھڑی یا لکڑی سے اس کو حرکت دینی شروع کی۔ بخاری کی روایت میں ہے کہ اس نے حضرت حسینؓ کی خوبصورتی میں کوئی عیب کی بات کی اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ اس نے ان کے حسن کی تعریف کی لیکن یہ تعریف کرنا بطور استہزاء تمسخر اور اس خوشی کے اظہار کے لئے تھا جو اس بدبخت کو حضرت حسینؓ کو شہید کر کے حاصل ہوئی تھی۔

طبرانی کی روایت میں ہے کہ عبیداللہ کے ہاتھ میں چھڑی تھی وہ ان کی آنکھ اور ناک پر رکھتا تھا تو حضرت انسؓ نے اس سے کہا یہاں سے چھڑی ہٹا لو میں نے اس جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ مبارک کو دیکھا یعنی چومتے ہوئے اور مسند بزار میں ہے کہ حضرت انسؓ نے اس سے فرمایا کہ جہاں تیری چھڑی لگ رہی ہے یہاں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سونگھتے ہوئے دیکھا اپنی چھڑی کو ہٹا لے تو اس نے اپنی چھڑی ہٹا لی۔ اسی طرح فتح الباری میں بھی ہے۔

۶۰۱۵/۳۶ وَعَنْ أُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ أَنَّهَا دَخَلَتْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّىْ رَاَيْتُ حُلْمًا مُنْكَرًا اللَّيْلَةَ قَالَ وَمَا هُوَ قَالَتْ اِنَّهٗ شَدِيْدٌ قَالَ وَمَا هُوَ قَالَتْ رَاَيْتُ كَاَنَّ قِطْعَةً مِّنْ جَسَدِكَ قُطِعَتْ وَوُضِعَتْ فِىْ حِجْرِىْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَيْتِ خَيْرًا تَلِدُ فَاطِمَةُ اِنْشَاءَ اللّٰهُ غُلَامًا يَكُوْنُ فِىْ حِجْرِكِ فَوَلَدَتْ فَاطِمَةُ الْحُسَيْنَ وَكَانَ فِىْ حِجْرِىْ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلْتُ يَوْمًا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعْتُهٗ فِىْ حِجْرِهٖ ثُمَّ كَانَتْ مِنِّى الْتِفَاتَةٌ فَاِذَا عَيْنَا رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُهْرِيْقَانِ الدُّمُوْعَ قَالَتْ فَقُلْتُ يَانَبِىَّ اللّٰهِ بِاَبِىْ اَنْتَ وَاُمِّىْ مَالَكَ قَالَ اَتَانِىْ جِبْرَئِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَاَخْبَرَنِىْ اَنَّ اُمَّتِىْ سَتَقْتُلُ ابْنِىْ هٰذَا فَقُلْتُ هٰذَا قَالَ نَعَمْ وَاَتَانِىْ بِتُرْبَةٍ مِّنْ تُرْبَتِهٖ حَمْرَآءَ۔

رواه البيهقى فى دلائل النبوة۔

ترجمہ: حضرت ام فضل بنت حارث سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں نے آج رات بہت برا خواب دیکھا ہے آپ ﷺ نے فرمایا وہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا وہ بہت سخت ناگوار خواب ہے آپ ﷺ نے فرمایا وہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے بدن مبارک سے ایک گوشت کا ٹکڑا کاٹا گیا اور میری گود میں رکھ دیا گیا آپ ﷺ نے فرمایا تو نے اچھا خواب دیکھا ہے انشاء اللہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں لڑکا ہوگا جو تیری گود میں رکھا جائے گا چنانچہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حضرت حسین پیدا ہوئے اور میری گود میں رکھے گئے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا پھر میں ایک روز نبی کریم ﷺ کی خدمت میں گئی اور حضرت حسین کو آپ ﷺ کی گود میں دے دیا۔ پھر میں دوسری طرف دیکھنے لگی اچانک میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں کیا بات ہے آپ ﷺ نے فرمایا ابھی جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے تھے انہوں نے مجھے بتایا کہ عنقریب میری امت میرے اس بیٹے کو قتل کر دے گی میں نے عرض کیا اس بیٹے کو؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اور میرے پاس اس جگہ کی مٹی بھی لائے تھے جہاں قتل کیا جائے گا اور وہ سرخ مٹی تھی۔ (بیہقی)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی پیشینگوئی اور اطلاع

۶۰۱۶/۳۷ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا يَرَى النَّائِمُ ذَاتَ يَوْمٍ بِنِصْفِ النَّهَارِ اَشْعَثَ اَغْبَرَ بِيَدِهٖ قَارُوْرَةٌ فِيْهَا دَمٌ فَقُلْتُ بِاَبِىْ اَنْتَ وَاُمِّىْ مَا هٰذَا قَالَ هٰذَا دَمُ الْحُسَيْنِ وَاَصْحَابِهٖ لَمْ اَزَلْ اَلْتَقِطُهٗ مُنْذُ الْيَوْمِ فَاُحْصِىْ ذٰلِكَ الْوَقْتُ فَاَجِدُ قُتِلَ ذٰلِكَ الْوَقْتَ۔

(رواهما البيهقى فى دلائل النبوة واحمد الاخير)

احمد فى المسند ۱/۲۴۲

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ میں نے ایک روز رسول اللہ ﷺ کو خواب میں

دیکھا جبکہ دوپہر کا وقت ہے اور آپ ﷺ پریشان حال غبار آلودہ ایک شیشی ہاتھ میں لئے ہوئے ہیں جس میں خون بھرا ہوا ہے میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں یہ کیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا یہ حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کا خون ہے جسے میں صبح سے اس وقت تک شیشی میں اکٹھا کرتا رہا ہوں ابن عباس ؓ کہتے ہیں کہ خواب میں جو وقت رسول اللہ ﷺ نے بتایا تھا میں نے اسے یاد رکھا تو حسینؓ اسی وقت شہید کئے گئے تھے۔ یہ دونوں روایتیں بیہقی نے دلائل النبوۃ میں بیان کی ہیں اور اخیر امام احمد نے بھی۔

تشریح ⊙ مختلف روایات میں حضرت حسینؓ کی شہادت کی پیشین گوئی دی گئی مثلاً حضرت ام فضلؓ کی روایت میں حضور ﷺ نے ان کی شہادت کی پیشین گوئی دی اور فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام وہ سرخ مٹی بھی لائے تھے جہاں حسین ؓ شہید ہوگا۔

اسی طرح حضرت سلمیٰؓ کی روایت پہلے گزر چکی ہے کہ انہوں نے حضرت ام سلمہ ؓ کو روتے ہوئے دیکھا تو پوچھا کہ آپؓ کیوں روتی ہیں انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ کا سر اور داڑھی مبارک گرد آلود ہے میں نے پوچھا کہ آپ ﷺ کو کیا ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں حسینؓ کے قتل میں حاضر تھا۔

اور تیسری روایت یہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی ہے کہ انہوں نے خواب میں حضور ﷺ کے ہاتھ میں خون سے بھری ہوئی شیشی دیکھی حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ حسینؓ اور ان کے رفقاء کا خون ہے۔

اہل بیت سے محبت حضور ﷺ کی محبت کی وجہ سے کرو

۲۰۱۷/۴۸ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحِبُّوا اللّٰهَ لِمَا يَغْذُوْكُمْ مِنْ نِعْمَةٍ وَاَحِبُّوْنِىْ لِحُبِّ اللّٰهِ وَاَحِبُّوْا اَهْلَ بَيْتِىْ لِحُبِّىْ۔ (رواه الترمذی)

أخرجه الترمذی فی السنن ٥/٦٢٢ حديث رقم ٣٧٨٩

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم خدا سے اس لئے محبت کرو کہ وہ اپنی نعمتوں کے ذریعہ تم کو غذا دیتا ہے اور مجھ سے محبت کرو خدا کی محبت کی وجہ سے اور میرے اہل بیت سے محبت کرو میری محبت کی وجہ سے (ترمذی)

تشریح ⊙ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر تمہارے دل میں اللہ پاک کی محبت کسی وجہ سے نہیں پیدا ہو سکتی تو کم از کم یہ سوچ کر اللہ پاک سے محبت کرو کہ جو کچھ نعمتیں تمہیں حاصل ہیں مہد سے لے کر لحد تک اور لحد سے لے کر ابد الآباد تک جو نعمتیں تمہیں حاصل ہیں یا حاصل ہوں گی وہ سب اللہ پاک کی طرف سے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ خود ارشاد فرماتے ہیں فما بکم من نعمة فمن اللہ جو کچھ بھی نعمتیں تمہیں میسر ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔

اور عارفین محبین کے نزدیک تو اللہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات کے اعتبار سے ہی محبوب ہیں خواہ ان کو کوئی نعمت میسر ہو یا نہ ہو۔ اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں فلیعبدوا رب هذا البيت۔

پھر فرمایا کہ خدا کی محبت کی وجہ سے مجھ سے محبت کرو اس لئے کہ محبوب کا محبوب بھی محبوب ہوتا ہے جیسا کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی یحب اللہ کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس کے دو مطلب ہوسکتے ہیں۔ تمہارے خدا کو محبوب رکھنے کی وجہ سے مجھ سے محبت رکھو۔ یا اس وجہ سے کہ خدا مجھ کو محبوب رکھتا ہے تم بھی مجھ سے محبت رکھو۔

محبت اہل بیت باعث نجات ہے

۶۰۱۸/۳۹ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ اَنَّهٗ قَالَ وَهُوَ اٰخِذٌ بِبَابِ الْکَعْبَةِ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَلَا اِنَّ مِثْلَ اَهْلِ بَیْتِیْ فِیْکُمْ مِثْلُ سَفِیْنَةِ نُوْحٍ مَنْ رَکِبَهَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا هَلَكَ ۔ (رواہ احمد)

هذا الحديث رقم ليس موجودًا في مسند الامام احمد وقد اخرجه الحاكم في المستدرك ۱۵۱/۳

ترجمہ: حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کعبہ کے دروازہ کو پکڑ کر بیان کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آگاہ ہو میرے اہل بیت تمہارے لئے نوح کی کشتی کی مانند ہیں جو شخص کشتی میں سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جو کشتی میں سوار ہونے سے پیچھے رہ گیا وہ ہلاک ہوا۔ (احمد)

تشریح ○ اس حدیث میں کفر گمراہوں' بدعتوں' جہالتوں اور گمراہ کن خواہشات کو اس سمندر کے ساتھ تشبیہ دی جو انتہائی گہرا ہے اور موج در موج ہے اور اس پر ابر کی تاریکی ہے گویا تاریکی پر تاریکی چھائی ہوئی ہے کہ اس میں انسان کو اپنا ہاتھ بھی دکھائی نہیں دیتا اور یہ تمام دنیا کو گھیرے ہوئے ہے اس بحرظلمات سے نجات اور خلاص کی صورت کشتی ہے یعنی اہل بیت کی محبت کی کشتی اور محض کشتی میں سواری سے انسان ڈوبنے اور ہلاک ہونے سے تو بچ سکتا ہے لیکن منزل تک رسائی بغیر ستاروں کی رہنمائی کے ممکن نہیں اور راہ ہدایت کے چمکتے دمکتے ستارے باقی صحابہ کرام ہیں جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ...... اس فرمان نبوی کا اس زیر بحث حدیث کے ساتھ کیسا حسین جوڑ اور ربط ہے۔

چنانچہ امام فخر الدین رازی اپنی شہرہ آفاق تفسیر میں کیا خوب فرماتے ہیں کہ ہم اہلسنت والجماعت بحمداللہ اہل بیت کی محبت کی کشتی میں سوار ہیں اور ہم نے صحابہ کرام جیسے روشن ستاروں سے راہ ہدایت پائی اس لئے ہم پر امید ہیں کہ ہم اہل بیت کی محبت کی وجہ سے قیامت کی ہولناکیوں اور جہنم کے طبقات سے محفوظ رہیں گے اور صحابہ کرامؓ کی ہدایت کے ذریعے جنت کے درجات عالیہ اور دائمی' سرمدی نعمتوں تک پہنچیں گے انشاء اللہ۔

لہٰذا جو شخص اہل بیت کی محبت کی کشتی میں سوار نہ ہوا جیسا کہ خوارج وہ ہلاک ہوا اور جو کشتی میں تو داخل ہوا لیکن صحابہ کرام کے نور ہدایت سے راہ نہ دیکھی جیسے روافض وہ گمراہیوں کی تاریکی میں پڑا ہوا ہے وہ کبھی بھی اس سے نہ نکل سکے گا۔

امام احمدؒ نے حضرت انسؓ سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ علماء زمین میں ستاروں کی مانند ہیں آسمان میں جو بر و بحر کی تاریکیوں میں راہ دکھاتے ہیں جب یہ ستارے مٹ جائیں گے تو لوگ گمراہ اور بھٹکتے پھریں گے۔

خلاصۃ باب مناقب اہل بیت النبی ﷺ

باب کے آغاز میں اہل بیت کے مصداق کے متعلق مختلف اقوال بیان کئے گئے ہیں ان میں سے ایک قول یہ تھا کہ اہل بیت سے مراد بنو ہاشم یعنی حضرت عباس' حضرت علی' حضرت جعفر' حضرت عقیل رضی اللہ عنہم اور ان کی اولاد ہیں جن کے لئے شرعاً

زکوٰۃ لینا جائز نہیں۔ مؤلف کے صنیع سے اسی کی تائید ہوتی ہے اس لئے کہ انہوں نے حضرت عقیل کے علاوہ باقی تمام کے فضائل کی احادیث اس باب میں ذکر فرمائی ہیں نیز قوم کا مولی اسی قوم میں شمار ہوتا ہے اس لئے اس مناسبت سے حضرت زید بن حارثہؓ اوران کے صاحبزادے حضرت اسامہ بن زید کے فضائل سے متعلق احادیث بھی بیان کی گئی ہیں۔

اس باب میں مندرجہ ذیل حضرات کے مناقب وفضائل بیان کئے گئے ہیں:

نمبرا: مناقب اہل بیتؓ۔

نمبر۲: مناقب سیدہ فاطمۃ الزہراؓ۔

نمبر۳: مناقب حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ حضرات حسنین رضی اللہ عنہم۔

نمبر۴: مناقب حضرات حسنینؓ۔

نمبر۵: مناقب حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب۔

نمبر۶: مناقب عبداللہ بن عباسؓ۔

نمبر۷: مناقب جعفرؓ بن ابی طالب۔

نمبر۸: مناقب زید بن حارثہؓ۔

نمبر۹: مناقب اسامہ بن زیدؓ۔

نمبر۱۰: مناقب ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نمبرا: مناقب اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حجۃ الوداع سے واپسی پر غدیر خم کے مقام پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطاب عام فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ میں تم میں دو عظیم چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں ان میں سے ایک کتاب اللہ ہے جس میں دین و دنیا کی بھلائی اور کامیابی مضمر ہے اس لئے اس کو مضبوطی سے تھامو۔ دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں میں تمہیں اللہ کا وہ عذاب یاد دلاتا ہوں جو میرے اہل بیت کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی اور کمی کرنے کے سبب ہوگا اور یہ جملہ دو مرتبہ ارشاد فرمایا۔

حضرت جابرؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کے دن قصواء نامی اونٹنی پر خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو میں تمہارے درمیان ایسی چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر تم اس کو مضبوطی سے تھامے رہے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے ایک اللہ تعالیٰ کی کتاب دوسرے میری اولاد میرے اہل بیت۔

اسی طرح حضرت زید بن ارقمؓ کی روایت ہے اس میں مزید یہ فرمایا کہ کتاب اللہ اور میرے اہل بیت الگ الگ نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر وہ میرے پاس پہنچیں گے پس تم لوگ سوچ لو کہ میرے بعد تم ان سے کیا معاملہ کرو گے اور کیسے پیش آؤ گے۔

اہل بیت سے محبت کا امر فرماتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اللہ سے محبت رکھو کیونکہ وہی تمہیں اپنی نعمتوں سے رزق پہنچاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے محبت رکھو کیونکہ وہی تمہیں اپنی نعمتوں سے رزق پہنچاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے محبت کی بنا پر مجھ سے محبت

کرو اور میری محبت کی وجہ سے میرے اہل بیت کو عزیز و محبوب رکھو۔

اہل بیت سے محبت کو سفینہ نجات قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ لوگو سنو تمہارے حق میں میرے اہل بیت کی وہی اہمیت ہے جو نوح کی کشتی کی تھی جو اس میں سوار ہو گیا وہ نجات پا گیا اور جو شخص اس کشتی میں سوار ہونے سے رہ گیا وہ ہلاک ہوا۔

نمبر۲: مناقب سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

صحیحین کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے پاس بٹھا کر سرگوشی کی تو وہ رونے لگیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے غم اور ملال کو دیکھا تو پھر سرگوشی کی جس کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہنسنے لگیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس رونے اور بعد میں ہنسنے کا سبب دریافت کیا تو انہوں نے یہ فرما کر بتانے سے انکار کر دیا کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا راز ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال پر ملال کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دوبارہ پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی مرتبہ جب سرگوشی کی تو فرمایا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے خلاف معمول اس سال دو مرتبہ میرے ساتھ قرآن پاک کا دور کیا میرا خیال ہے کہ میرے انتقال کا وقت قریب آ گیا ہے یہ سن کر میں رونے لگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ سرگوشی کی تو فرمایا کیا تو اس پر راضی اور خوش نہیں ہے کہ تو اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہے اور دوسری روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میرے اہل بیت میں سب سے پہلے مجھ سے آ کر ملو گی یہ سن کر میں ہنس دی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کا علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے گوشت کا ٹکڑا ہے جس نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو خفا کیا اس نے مجھے خفا کیا اور ایک روایت میں ہے کہ جو چیز فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بری معلوم ہوتی ہے وہ مجھ کو بھی بری معلوم ہوتی ہے اور جو چیز فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دکھ دیتی ہے وہ مجھ کو بھی دکھ دیتی ہے۔

نمبر۳: مناقب حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرات حسنین رضی اللہ عنہم:

بہت سی احادیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چاروں حضرات کو اپنے اہل بیت قرار دیا ہے درحقیقت ان احادیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چاروں حضرات کو اپنے اہل بیت میں شامل کیا ہے کیونکہ باب کے آغاز میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ اہل بیت کا اول مصداق ازواج مطہرات ہیں۔

صحیح مسلم میں حضرت سعدؓ کی روایت ہے کہ جب آیت مباہلہ یعنی فقل تعالوا ندع...... نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرات حسنین رضی اللہ عنہم کو بلوا لیا اور فرمایا اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں۔

صحیح مسلم ہی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ صبح کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر تشریف لائے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک پر ایک سیاہ بالوں کی کملی تھی اتنے میں حضرت حسنؓ آ گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی کملی کے اندر لے لیا پھر حضرت حسینؓ آئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی کملی کے اندر لے لیا پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی کملی کے اندر لے لیا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی کملی کے اندر لے لیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت انما یرید اللہ لیذھب...... تلاوت فرمائی ان چاروں حضرات کے دوست و دشمن کو اپنا دوست و دشمن قرار دیتے ہوئے

حضورﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی ان سے لڑے میں اس سے لڑوں گا اور جو کوئی ان سے مصالحت رکھے میں اس سے مصالحت رکھوں گا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سے کون حضورﷺ کو سب سے زیادہ محبوب تھا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا فاطمہ رضی اللہ عنہا۔ پھر پوچھا گیا کہ مردوں میں سب سے زیادہ حضورﷺ کو کس سے محبت تھی تو انہوں نے فرمایا فاطمہ رضی اللہ عنہا کے شوہر یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے۔

حضرت حذیفہؓ نے اپنی والدہ کی اجازت کے بعد حضورﷺ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی تا کہ حضورﷺ سے اپنی اور اپنی والدہ کی بخشش کی دعا کرائیں۔ نماز مغرب کے حضورﷺ عشاء تک نوافل میں مشغول رہے پھر عشاء کی نماز پڑھی عشاء کے بعد یہ حضورﷺ کے پیچھے پیچھے چلے حضورﷺ نے آواز سن کر ان کو پہچان لیا ان کو اور ان کی والدہ کو مغفرت کی دعا دینے کے بعد فرمایا کہ یہ فرشتہ آج رات سے پہلے کبھی زمین پر نہیں اترا۔ اس نے اپنے رب سے مجھے سلام کرنے کی اجازت چاہی اور یہ کہ مجھے یہ خوشخبری سنائے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہے اور حسنؓ اور حسینؓ جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔

نمبر ۴ مناقب حضرات حسنینؓ:

رسول اللہﷺ کے نواسے اور آپﷺ کے صحابی ہونے کا شرف کیا کم ہے پھر آپﷺ کو حضرات حسنینؓ سے بہت محبت بھی تھی شفقت و محبت کا یہ عالم تھا کہ یہ دونوں بھائی بچپن میں حالت نماز میں آپﷺ کی کمر مبارک پر چڑھ جاتے کبھی دونوں ٹانگوں کے بیچ میں سے گزرتے رہتے اور آپﷺ نماز میں بھی ان کا خیال کرتے جب تک وہ کمر پر چڑھے رہتے آپ سجدہ سے سر نہ اٹھاتے۔ آپﷺ اکثر انہیں گود میں لیتے' کبھی کندھے پر سوار کرتے' ان کا بوسہ لیتے انہیں سونگھتے اور فرماتے انکم لمن ریحان اللہ تم اللہ کی عطا کردہ خوشبو ہو۔

امام بخاری نے حضرت عدی بن ثابتؓ کی روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہﷺ حضرت حسنؓ کو اپنے کندھے پر سوار کئے ہوتے تھے اور یوں دعا کر رہے تھے اللھم انی احبہ فاحبہ اے اللہ یہ مجھے محبوب ہے آپ بھی اسے اپنا محبوب بنا لیجئے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ کا قول منقول ہے کہ ان سے کسی عراقی نے مسئلہ دریافت کیا کہ محرم اگر مکھی مار دے تو کیا کفارہ ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بڑی ناگواری سے جواب دیا کہ اہل عراق مکھی کے قتل کا مسئلہ پوچھنے آتے ہیں اور نواسۂ رسولؐ (حضرت حسینؓ) کو قتل کر دیا حالانکہ آپ نے اپنے دونوں نواسوں کے بارے میں فرمایا تھا ھما ریحانتای من الدنیا یہ دونوں میرے لئے دنیا کی خوشبو ہیں۔ (اس وقت مسئلہ نہ پوچھا کہ یہ فعل جائز ہے یا ناجائز)

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کسی ضرورت سے آپﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپﷺ گھر کے باہر اس حال میں تشریف لائے کہ آپﷺ دونوں کولہوں پر یعنی گود میں کچھ رکھے ہوئے تھے اور چادر اوڑھے ہوئے تھے حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں جب اپنے کام سے فارغ ہو گیا تو عرض کیا یہ کیا ہے آپﷺ نے چادر ہٹا دی میں نے دیکھا کہ ایک جانب حسنؓ اور دوسری جانب حسینؓ ہیں اور فرمایا ھذان ابنای و ابنا ابنتی اللھم انی احبھما فاحبھما و احب من یحبھما۔

اسی طرح اللھم انی احبھما فاحبھما کے دعائیہ کلمات صحیح سندوں سے حدیث کی متعدد کتابوں میں مروی ہیں اور

ایک بار ایسا ہوا کہ آپ ﷺ خطبہ دے رہے تھے دونوں نواسے آگئے آپ ﷺ نے خطبہ روک کر ان دونوں کو اٹھایا اور اپنے پاس بٹھایا پھر باقی خطبہ پورا کیا۔

حضرت یعلی بن مرہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا حسین منی وانا من حسین احب اللہ من احب حسینا حسین سبط من الاسباط حسینؓ میرے ہیں اور میں حسینؓ کا ہوں جو حسینؓ سے محبت کرے اللہ اس سے محبت کرے حسینؓ میرے ایک نواسے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کی والدہ کو سیدۃ نساء اہل الجنۃ اور دونوں بھائیوں کو سید اشباب اہل الجنۃ فرمایا۔

مختلف روایات میں نبی کریم ﷺ نے حضرت حسینؓ کی شہادت کی پیشین گوئی دی ایک مرتبہ حضرت ام سلمہ ؓ نے خواب میں حضور ﷺ کو گرد آلود دیکھا حضرت ام سلمہ ؓ نے حضور ﷺ سے اس کی وجہ دریافت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں حسینؓ کی شہادت کے وقت موجود تھا اسی طرح حضرت ابن عباس ؓ نے حضور ﷺ کو گرد آلود دیکھا آپ ﷺ کے ہاتھ میں خون سے بھری ہوئی شیشی تھی ابن عباس ؓ کے پوچھنے پر فرمایا کہ یہ حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کا خون ہے جس کو میں آج قتل گاہ حسین میں صبح سے اب تک جمع کرتا رہا ہوں اسی طرح ان کی والدہ حضرت ام الفضل کا واقعہ ہے کہ حضرت حسینؓ ان کی زیر پرورش تھے ایک مرتبہ انہوں نے حضرت حسینؓ کو حضور ﷺ کو گود میں رکھا حضور ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آگئے انہوں نے اس کی وجہ دریافت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا جبرائیل علیہ السلام نے خبر دی ہے عنقریب میری امت میرے اس بیٹے کو قتل کر دے گی اور وہ میرے پاس اس زمین کی مٹی بھی لائے تھے جو کہ سرخ تھی۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کرام خصوصا حضرات شیخین ؓ کا معاملہ بھی ان دونوں حضرات کے ساتھ بہت ہی لطف و کرم کا رہا چنانچہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر ؓ نے حضرت حسنؓ کو کندھے پر اٹھالیا اور بعض روایات میں ہے کہ ان کو گود میں اٹھالیا تھا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں دونوں بھائیوں کا وظیفہ اہل بدر کے وظائف کے بقدر پانچ پانچ ہزار درہم مقرر کیا اور اس کی وجہ رسول اللہ ﷺ کی قرابت بیان فرمائی ایک مرتبہ یمن سے کچھ حلے (چادروں کے جوڑے) حضرت عمر ؓ کے پاس آئے آپؓ نے وہ صحابہؓ کے لڑکوں میں تقسیم کر دیئے اور حضرات حسنینؓ کے لئے ان سے بہتر حلے منگوائے اور ان دونوں بھائیوں کو دیئے اور فرمایا اب میرا دل خوش ہوا۔

نیز یہ دونوں شہزادے اخلاق و کردار اور ظاہری شکل و صورت میں بھی اپنے نانا جناب نبی کریم ﷺ کے بہت مشابہ تھے۔

نمبر۵: مناقب عباس ؓ بن عبدالمطلب:

نبی کریم ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباسؓ کے متعلق فرمایا اے لوگو جس نے میرے چچا کو تکلیف پہنچائی اس نے مجھے تکلیف پہنچائی اس لئے کہ کسی بھی شخص کا چچا اس کے باپ کے مثل ہوتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ حضرت عباسؓ اور ان کی اولاد کے لئے اہتمام سے دعا فرماتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ ان کو اور ان کی اولاد کو اپنی چادر سے ڈھانپ کر یہ دعا دی اللھم اغفر للعباس وولدہ مغفرۃ ظاھرۃ و باطنۃ لا تغادر ذنبہ اللھم

احفظه فی ولده۔

اللہ تعالیٰ نے بدر کے قیدیوں کے بارے میں فرمایا تھا ان یعلم اللہ فی قلوبکم خیرا...... یعنی اس وقت تو فدیہ دینا ہی ہوگا لیکن اگر تمہارے دلوں میں ایمان ہوگا تو تم کو اس فدیہ کے مال سے بہتر مال بھی ملے گا اور اللہ پاک تمہارے گناہ بھی معاف فرمادے گا حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ جو مال مجھ سے بطور فدیہ لیا گیا تھا اللہ تعالیٰ نے مجھے اس مال سے بہت زیادہ مال بھی عطا فرمایا اور مجھے امید ہے کہ میرا اللہ آخرت میں بھی میرے ساتھ مغفرت کا معاملہ فرمائے گا۔

رسول اللہ ﷺ ان کا بہت احترام کرتے تھے اور صحابہ کرام بھی حضرت عباسؓ کی عظمت شان کے معترف تھے ان سے مشورہ کرتے اور ان کی رائے معلوم کرتے ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں قحط پڑ گیا تو انہوں نے حضرت عباسؓ سے دعا کی درخواست کی حضرت عباسؓ نے دعا کی تو اللہ پاک نے باران رحمت نازل فرمائی۔

نمبر ۶ مناقب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما:

حضور ﷺ نے حضرت عباسؓ اور انکی اولاد کے لئے دعا فرمائی تھی خاص طور پر حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو علم و حکمت تفقہ فی الدین اور علم تفسیر قرآن کی جو دعائیں زبان نبوت سے ملی ہیں ان کی مثال اور کہیں مشکل سے ملے گی چنانچہ حضور ﷺ کے بیت الخلاء تشریف لے جانے کے وقت انہوں نے حضور ﷺ کے لئے پانی رکھ دیا آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ پانی کس نے رکھا ہے انہوں نے عرض کیا میں نے تو آپ ﷺ نے دعا دی: اللھم فقھه فی الدین اور ایک روایت میں یہ اضافہ ہے وعلمه التاویل۔ ایک بار حضور ﷺ نے ان کو اپنے سینے سے چمٹا کر یہ دعا دی: اللھم علمه الحکمة۔ اسی مضمون کی دعائیں الفاظ کے کسی قدر فرق کے ساتھ حدیث وسیرت کی متعدد کتابوں میں مذکور ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جبرائیل علیہ السلام کو دو بار دیکھا ہے۔

اکابر صحابہ کرامؓ آپؓ کو حبر الامۃ، ترجمان القرآن، بحر العلم، امام التفسیر جیسے الفاظ سے یاد کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آپ کے ساتھ خصوصی تعلق تھا اکابر صحابہ کے موجود ہوتے ہوئے بھی ان سے مشورہ لیتے اور ان کی رائے کو اہمیت دیتے تھے۔ جب ان کا انتقال ہوا تو حضرت محمد بن الحنفیہ نے فرمایا: الیوم مات ربانی ھذہ الامة آج اس امت کا ایک اللہ والا چلا گیا۔

نمبر ۷ مناقب جعفرؓ بن ابی طالب:

حضرت جعفرؓ رسول اللہ ﷺ کے ابن العم اور سابقین اولین میں سے ہیں بعض حضرات نے لکھا ہے کہ ان سے پہلے صرف اکتیس شخص ہی مسلمان ہوئے تھے انہوں نے ۵ نبوی میں اپنی زوجہ حضرت اسماء بنت عمیس کے ساتھ ہجرت کی اور تقریباً چودہ سال دین کی خاطر اپنے وطن اور اپنے بچوں سے دور دیار غیر میں گزارے پھر وہاں سے مدینہ طیبہ پہنچے اور چند ماہ کے بعد ہی غزوہ موتہ میں شہید ہوگئے ان کی شہادت سے پہلے جنگ میں ان کے دونوں ہاتھ کٹ گئے تھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جعفرؓ کے دونوں ہاتھوں کے بدلے میں ان کو دو پر عطا فرمادیئے ہیں جن سے وہ جنت میں جہاں چاہیں اڑتے پھرتے ہیں اسی لئے ان کو جعفر طیار اور جعفر ذوالجناحین کہا جاتا ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جب حضرت جعفرؓ کے بیٹے عبداللہ سے ملتے تو اس طرح

سلام کرتے السلام علیك یا ابن ذی الجناحین۔

حضرت جعفرؓ غریبوں، مسکینوں کا بہت خیال کرتے تھے حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں جعفرؓ سے جب بھی کوئی بات دریافت کرتا وہ پہلے مجھے اپنے گھر لے جا کر کھانا کھلاتے پھر میری بات کا جواب دیتے وہ مساکین کے بارے میں بہترین شخص تھے اسی لئے ان کا لقب ابو المساکین پڑ گیا تھا۔

وہ صورت و سیرت میں رسول اللہ ﷺ کے انتہائی مشابہ تھے خود زبان نبوت نے اس کی شہادت ان الفاظ میں مرحمت فرمائی اشبھت خلقی و خلقی تمہاری شکل و صورت اور سیرت و کردار میرے مشابہ ہے۔

نمبر ۸ مناقب زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ:

حضرت زید بن حارثہ کے فضائل و مناقب کا شمار مشکل ہے انکو رسول اللہ ﷺ سے اپنے ماں باپ سے بھی زیادہ محبت تھی اس لئے انہوں نے اپنے والد اور چچا کے ساتھ آزاد ہو کر اپنے وطن جانے کے مقابلے میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غلام ہو کر رہنے کو ترجیح دی۔ ادھر رسول اللہ ﷺ کو بھی ان سے غیر معمولی تعلق تھا اسی لئے ان کو اپنا متبنیٰ (منہ بولا بیٹا) بنالیا تھا اور ان کی زندگی کا خاص حصہ اسی طرح گزرا کہ صحابہ کرام انہیں زید بن محمد ﷺ ہی کہتے تھے حتیٰ کہ جب آیت کریمہ ادعوھم لآبائھم نازل ہوئی جس میں نسب کو اپنے اصل والد سے جوڑنے کا حکم ہے تب صحابہ کرام نے زید بن حارثہ کہنا شروع کیا لیکن رسول اللہ ﷺ کے قلب مبارک میں ان کی محبت بیٹے کی محبت ہی کی طرح رہی اور آپ ﷺ اس محبت و تعلق کا اظہار صحابہ کرام اور حضرت زیدؓ سے کرتے بھی تھے۔

رسول اللہ ﷺ کو ان کی بہادری اور قائدانہ صلاحیت پر بڑا اعتماد تھا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے جب بھی حضرت زیدؓ کو کسی غزوہ میں بھیجا ہمیشہ لشکر کا امیر انہیں ہی بنایا اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ آپ ﷺ خود غزوہ میں تشریف لے جاتے تو مدینہ میں اپنا خلیفہ زیدؓ کو بنا کر جاتے۔ غزوہ موتہ میں ان کی شہادت کی خبر ملنے پر حضور ﷺ نے فرمایا تھا اپنے بھائی زیدؓ کے لئے دعا مغفرت کرو وہ دوڑتے ہوئے جنت میں داخل ہو گئے۔

نمبر ۹ مناقب اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ:

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے پورا بچپن آغوش نبوت ہی میں گزرا۔ آپ کا تعلق ان کے ساتھ بالکل ایسا تھا جیسا دادا کا اپنے پوتے کے ساتھ ہوتا ہے آپ ﷺ انہیں گود میں لیتے اور ضرورت پڑنے پر اپنے دست مبارک سے ان کی ناک بھی صاف فرما دیتے ایک مرتبہ آپ ﷺ نے ان کی ناک صاف کرنے کے لئے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا آپ ﷺ رہنے دیجئے میں صاف کئے دیتی ہوں آپ ﷺ نے فرمایا اے عائشہ رضی اللہ عنہا یہ بچہ مجھے محبوب ہے تم بھی اس سے محبت کیا کرو۔

کبھی آپ ﷺ اپنے نواسے حضرت حسن اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر یہ دعا فرماتے اے اللہ یہ دونوں بچے مجھے محبوب ہیں آپ بھی ان کو محبوب بنالیجئے۔

غزوہ موتہ میں جس میں ان کے والد حضرت زید شہید ہوئے یہ بھی اپنے والد کی سرکردگی میں شریک غزوہ ہوئے اور اپنی آنکھوں سے اپنے باپ کی شہادت دیکھی پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات طیبہ کے بالکل آخر میں اسی علاقہ کو فتح کرنے کے لئے ایک عظیم لشکر حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں بھیجا اس لشکر میں حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ سعد بن ابی وقاص اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر صحابہ کرام تھے اس وقت حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کی عمر کل ۲۰ سال تھی بعض حضرات کو اس پر اشکال ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر تمہیں اُسامہ رضی اللہ عنہ کی امارت پر اشکال ہے تو تم ان کے والد زید کی امارت پر بھی اشکال کر چکے ہو حالانکہ واللہ وہ امارت کے اہل تھے اور واللہ مجھے انتہائی محبوب تھے۔ اسی طرح یہ اسامہ بھی واللہ امارت کے اہل ہیں اور وہ مجھے انتہائی محبوب بھی ہیں ایک روایتؒ میں یہ بھی اضافہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا میں تم لوگوں کو اُسامہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں اس لئے کہ وہ تم لوگوں کے صالحین میں سے ہیں۔

اس لشکر کی مقام جرف سے جو مدینہ سے کچھ دور ہے روانگی سے قبل ہی حضور ﷺ کی طبیعت کی نا سازی کی اطلاع ملی تو یہ لشکر مقام جرف سے واپس مدینہ آ گیا جب حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ کا بولنا بند ہو چکا تھا لیکن آپ ﷺ اپنے دونوں ہاتھ حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ پر رکھتے اور پھر دعا کرنے کے انداز میں آسمان کی طرف اٹھاتے تھے حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سمجھتا ہوں کہ آپ ﷺ میرے لئے دعا فرما رہے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کی محبت کی وجہ سے حضرات صحابہ کرامؓ بھی حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ سے محبت کرتے تھے حضرت عمر فاروقؓ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں بیت المال سے صحابہ کرامؓ کے وظائف مقرر فرمائے تھے اس میں مراتب کے لحاظ سے کمی بیشی کی تھی اپنے بیٹے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا وظیفہ تین ہزار درہم اور حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ بن زید کا وظیفہ تین ہزار پانچ سو درہم مقرر کیا تھا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اباجان اُسامہ رضی اللہ عنہ کو مجھ پر فضیلت دینے کی کیا وجہ ہے وہ تو کبھی بھی کسی معرکہ میں مجھ سے سبقت نہیں لے گئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا اس کی وجہ یہ ہے کہ اسامہؓ کے والد زیدؓ رسول اللہ ﷺ کو تیرے باپ سے زیادہ محبوب اور اُسامہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کو تجھ سے زیادہ محبوب تھے میں نے آپ ﷺ کی محبت کو اپنی محبت پر ترجیح دی ہے۔

نمبر ۱۰: مناقب ابراہیم بن رسول اللہ ﷺ

یہ ابراہیم نبی کریم ﷺ کے فرزند تھے حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن سے جو آپ ﷺ کی مملوکہ تھیں پیدا ہوئے۔ سولہ یا نو رہ ماہ کی عمر میں انتقال ہوا اور بقیع میں مدفون ہوئے ان کی وفات پر حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ ابراہیم کو جنت میں پہنچا دیا گیا ہے اور وہاں اس کے لئے ایک دودھ پلانے والی یعنی دایہ مقرر ہوگئی ہے۔

کو پورا فرمائے گا۔ (متفق علیہ)

تشریح حدیث میں اس کا کوئی ذکر نہیں کہ آپ ﷺ نے یہ خواب کب اور کس زمانہ میں دیکھا؟ بظاہر قرین قیاس یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد جب ان جیسی شریک حیات کی مفارقت کا فطری طور پر آپ ﷺ کو سخت صدمہ تھا تو اس وقت آپ ﷺ کی تسلی کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کو یہ دکھایا گیا۔

اس روایت میں ہے کہ ایک ریشمی کپڑے کے ٹکڑے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی صورت دکھائی گئی جبکہ ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام میری صورت اپنی ہتھیلی میں لائے انہوں نے حضور ﷺ کو مجھ سے نکاح کرنے کا حکم دیا تو ان دونوں روایتوں میں بظاہر تعارض ہے۔

اس کا ایک جواب یہ ہوسکتا ہے اصل میں صورت تو ریشم کے کپڑے میں تھی اور وہ کپڑا حضرت جبرائیل علیہ السلام کی ہتھیلی میں تھا اس لئے دونوں باتیں درست ہیں۔

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ان کی صورت دو بار لائے ہوں ایک بار ریشم کے کپڑے میں اور ایک بار ہتھیلی میں۔

اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام تو ان کی صورت ہتھیلی میں لائے اور دوسرا فرشتہ ریشم کے کپڑے میں لایا تھا لیکن یہ جواب زیادہ موزوں نہیں ہے اس لئے کہ ترمذی کی روایت میں اس کی تصریح ہے کہ خواب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی صورت لانے والے فرشتے حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے انہوں نے آکر فرمایا **ھذہ زوجتک فی الدنیا والآخرۃ** کہ یہ آپ کی ہونے والی بیوی ہیں دنیا اور آخرت میں۔

حدیث شریف کے آخر میں ہے کہ آپ ﷺ نے خواب دیکھنے کے بعد اپنے دل میں کہا **ان یکن ھذا من عند اللہ یمضہ** (یعنی اگر یہ خواب من جانب اللہ ہے تو وہ اس کو پورا فرمائے گا) اس پر یہ اشکال ہوسکتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے خواب تو وحی ہوتے ہیں تو اس بارے میں شک وشبہ کے اظہار کی گنجائش نہیں تھی۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس حدیث میں آنحضرت ﷺ کا فرمان "ان یکن" شبہ ظاہر کرنے کے لئے نہیں ہے بلکہ یہ بالکل اس طرح ہے کہ کسی ملک کا بادشاہ کسی شخص سے راضی اور خوش ہوکر کہے اگر میں بادشاہ ہوں تو تمہارا یہ کام ضرور کیا جائے گا الغرض اس جملہ سے مقصود یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے دل میں اطمینان محسوس کیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور ضرور ایسا ہی ہوگا اور چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

بعض حضرات نے اس اشکال کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ خواب نبوت ملنے سے پہلے کا ہے چونکہ آپ ﷺ اس وقت نبی نہیں تھے اس لئے آپ ﷺ کے حق میں یہ خواب حجت اور وحی نہیں تھا۔

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ فرشتے کا آنا اس جواب کی تردید کرتا ہے کیونکہ فرشتہ تو نبی کے پاس آتا ہے لیکن اس کا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ فرشتے کو دیکھنا خصوصاً خواب میں نبی کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ نبی کے ساتھ جو چیز مخصوص ہے وہ فرشتے کا وحی لے کر خدا کی طرف سے آنا ہے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے محبت کرنے کا حکم

۶/۴۰۲۳ وَعَنْهَا قَالَ اِنَّ النَّاسَ كَانُوْا يَتَحَرَّوْنَ بِهَدَايَاهُمْ يَوْمَ عَائِشَةَ يَبْتَغُوْنَ بِذٰلِكَ مَرْضَاةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَتْ اِنَّ نِسَاءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنَّ حِزْبَيْنِ فَحِزْبٌ فِيْهِ عَائِشَةُ وَحَفْصَةُ وَصَفِيَّةُ وَسَوْدَةُ وَالْحِزْبُ الْاٰخَرُ اُمُّ سَلَمَةَ وَسَائِرُ نِسَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَلَّمَ حِزْبُ اُمِّ سَلَمَةَ فَقُلْنَ لَهَا كَلِّمِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلْيُهْدِهٖ اِلَيْهِ حَيْثُ كَانَ فَكَلَّمَتْهُ فَقَالَ لَهَا تُؤْذِيْنِيْ فِيْ عَائِشَةَ فَاِنَّ الْوَحْيَ لَمْ يَاْتِنِيْ وَاَنَا فِيْ ثَوْبِ امْرَاَةٍ اِلَّا عَائِشَةَ قَالَتْ اَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مِنْ اَذَاكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ اِنَّهُنَّ دَعَوْنَ فَاطِمَةَ فَاَرْسَلْنَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَلَّمَتْهُ فَقَالَ يٰبُنَيَّةُ اَلَا تُحِبِّيْنَ مَا اُحِبُّ قَالَتْ بَلٰى قَالَ فَاَحِبِّيْ هٰذِهٖ۔ (متفق عليه وذكر حديث انس فضل عائشة على النساء في باب بدء الخلق برواية ابي موسى)

اخرجه البخاري في صحيحه ٢٠٥/٥ حديث رقم ٢٥٨١ ومسلم في صحيحه ١٨٩١/٤ حديث رقم (٨٣-٢٤٤١) والترمذي في السنن ٦٦٠/٥ حديث رقم ٣٨٧٩

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب خصوصیت سے میری باری ہی کے دن ہدیے بھیجنے کا اہتمام کرتے تھے وہ اپنے اس عمل سے رسول اللہ ﷺ کی خوشنودی چاہتے تھے (اور صورت حال یہ تھی کہ) آپ ﷺ کی ازواج کے دو گروہ تھے ایک گروہ میں عائشہ، حفصہ، صفیہ اور سودہ رضی اللہ عنہن تھیں اور دوسرے گروہ میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور باقی ازواج تھیں۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گروہ والیوں نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بات کی اور ان سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ سے تم کہو کہ آپ ﷺ اپنے اصحاب سے فرما دیں کہ اگر کوئی آپ ﷺ کے لئے ہدیہ بھیجنا چاہے تو آپ ﷺ جہاں بھی ہوں (یعنی جس اہلیہ کے پاس بھی مقیم ہوں) تو وہ وہیں آپ ﷺ کو ہدیہ بھیجے چنانچہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ سے یہی عرض کیا آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم مجھے عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں اذیت نہ دو یہ عائشہ ہی کی خصوصیت ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوا میرے پاس کسی عورت (بیوی) کے لحاف میں وحی نہیں اترتی۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میں اللہ کے حضور میں آپ ﷺ کو اذیت دینے سے توبہ کرتی ہوں۔ پھر انہوں نے (آپ ﷺ کی صاحبزادی) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اسی غرض سے آپ ﷺ کے پاس بھیجا چنانچہ انہوں نے حضور ﷺ سے وہی عرض کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اے بیٹی کیا تم اس سے محبت نہیں کرو گی جس سے مجھے محبت ہو انہوں نے عرض کیا کیوں نہیں آپ ﷺ نے فرمایا تو تم اس (عائشہ رضی اللہ عنہا) سے محبت کرو۔ (متفق علیہ)

تشریح: اس حدیث میں چند امور وضاحت طلب ہیں اول یہ کہ اس حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ کی ازواج کے دو گروہ تھے تو یہ گروہی تقسیم باہمی اختلاف و رنجش کی وجہ سے نہ تھی بلکہ مزاج اور طبیعت کی موافقت و مناسبت کی وجہ سے تھی کچھ ازواج مطہرات کا مزاج حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملتا تھا اور کچھ کا حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے اور ان دونوں ازواج کو عقل و دانش، فہم و فراست کے لحاظ سے باقی ازواج پر فوقیت حاصل تھی۔

دوسری قابل وضاحت بات:

بات یہ ہے کہ حضور ﷺ نان ونفقہ اور شب باشی جیسے اختیاری امور میں تو تمام ازواج کے درمیان امکانی حد تک مساوات کا برتاؤ فرماتے تھے لیکن جہاں تک قلبی محبت اور لگاؤ کا تعلق ہے چونکہ یہ غیر اختیار ہوتا ہے اس لئے اس میں کچھ تفریق تھی اور اسی وجہ سے آپ ﷺ اللہ پاک سے یہ دعا کیا کرتے تھے کہ اے اللہ میں تقسیم میں برابری کرتا ہوں ان چیزوں میں جو میرے اختیار میں ہیں یعنی نان ونفقہ سکنیٰ وغیرہ میں اور اس چیز کے بارے میں مجھ سے درگزر فرما جو تیرے اختیار میں ہے میرے اختیار میں نہیں ہے یعنی قلبی محبت۔

حاصل یہ کہ آنحضرت ﷺ کو اپنی بعض ازواج کے ساتھ قلبی لگاؤ زیادہ تھا بنسبت بعض کے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تو دلی لگاؤ سب سے زیادہ تھا اس لئے اس صورت حال سے واقف صحابہ کرام یہ کوشش کرتے کہ وہ اپنے ہدایا وغیرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری والے دن حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجیں لیکن آنحضرت ﷺ نے کبھی اس کا نہ تو صراحۃً حکم دیا اور نہ ہی اشارۃً اور کنایۃً اس کا حکم دیا۔ تاہم یہ بات ازواج کے لئے باعث گرانی تھی جو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے خصوصی تعلق رکھتی تھیں اور اسی بنا پر انہوں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے اس بارے میں حضور ﷺ سے بات کرنے کا کہا تو حضور ﷺ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی بات سن کر فرمایا کہ تم عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں مجھے ایذا نہ پہنچاؤ۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ کسی اور بیوی کے لحاف میں مجھ پر وحی نہیں اترتی۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں آیت انک لاتھدی من احببت اس حال میں نازل ہوئی کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ لحاف میں تھی۔ تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اس پر معذرت کی پھر ان ازواج نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ آپ حضور ﷺ سے اس بارے میں بات کریں (ممکن ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے قصہ کا علم نہ ہو) تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے میری بیٹی کیا تم اس سے محبت نہیں کروگی جس سے میں محبت کرتا ہوں انہوں نے عرض کیا کیوں نہیں آپ ﷺ نے فرمایا تو عائشہ رضی اللہ عنہا سے محبت کرو۔ **وذکر حدیث انس فضل عائشة علی النساء**..... یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت جس کے الفاظ یہ ہیں **فضل عائشة علی النساء کفضل الثرید علی سائر الاطعمة** باب بدء الخلق بروایت ابی موسیٰ اشعری میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ کی پیدا فرمائی ہوئی تمام خواتین پر ایسی فضیلت وبرتری ہے جیسی ثرید کو تمام کھانوں پر۔ (یہاں نساء سے تمام عورتیں یعنی جنس عورت مراد ہے یا ازواج مطہرات بالعموم یا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ باقی ازواج مراد ہیں یہ بات پہلے گزر چکی ہے) واقعہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ثرید کو لذت، کھانے میں سہولت، سرعت ہضم اور نافعیت کے اعتبار سے تمام کھانوں پر فوقیت حاصل تھی ثرید کو اس لذت ونافعیت کے اعتبار سے اب بھی عام طور پر زود ہضم اور نافع سمجھے جانے والے کھانوں پر فوقیت حاصل ہے۔

بعض حضرات کا اس حدیث کی بنا پر یہ خیال ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دنیا کی تمام عورتوں پر خواہ ان کا تعلق پچھلی امتوں سے ہو یا امت محمدیہ کی باقی تمام عورتیں ہوں ان سب پر فضیلت حاصل تھے لیکن قرین صواب یہ ہے کہ یہ فضیلت کلی نہیں بلکہ کسی خاص جہت سے ہے مثلاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو احکام شریعت کے علم تفقہ جیسے کمالات کی بنا پر دوسری تمام خواتین پر

فضیلت وفوقیت حاصل ہے اسی طرح حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اپنی خصوصیات واوصاف کی وجہ سے تمام عورتوں پر فوقیت حاصل ہے۔ علی ھذا القیاس۔

الفصل الثانی:

افضل وبرتر خواتین کا ذکر

۶۰۲۵/۷ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ حَسْبُکَ مِنْ نِسَآءِ الْعٰلَمِیْنَ مَرْیَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَخَدِیْجَۃُ بِنْتُ خُوَیْلِدٍ وَفَاطِمَۃُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ وَاٰسِیَۃُ امْرَاَۃُ فِرْعَوْنَ۔ (رواہ الترمذی)

اخرجہ الترمذی فی السنن ۵/۶۶۰ حدیث رقم ۳۸۷۸ و احمد فی المسند ۳/۱۳۵

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دنیا بھر کی عورتوں میں سے صرف (ان چار عورتوں کے فضائل معلوم کر لینا) تیرے لئے کافی ہے یعنی مریم بنت عمران خدیجہ بنت خویلد فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آسیہ زوجہ فرعون۔

(ترمذی)

تشریح ☼ اس حدیث میں خطاب عام ہے یا صرف حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی کو ارشاد ہے کہ تجھے صرف ان چار عورتوں کے فضائل معلوم کر لینا ہی کافی ہے اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ذکر نہیں ہے اس کی وجہ یا تو یہ ہو سکتی ہے کہ ان کی فضیلت دوسری بہت سی احادیث میں مذکور ہے یا یہ ہو سکتا ہے کہ یہ فرمان اس وقت صادر ہوا ہو جبکہ ابھی حضرت صدیقہ درجہ کمال کو نہ پہنچی ہوں۔

جامع الاصول میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے امام احمد' حضرات شیخین' امام ترمذی اور ابن ماجہ نے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مردوں میں تو بہت لوگ درجہ کمال کو پہنچے ہیں (ظاہر ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام جن کی تعداد بعض روایات کے مطابق ایک لاکھ سے زائد ہے سبھی درجہ کمال کو پہنچے ہوئے تھے اسی طرح ان کی حواریین اور خلفاء جن کی تعداد اللہ ہی کے علم میں ہے سب کامل ہی تھے) مگر عورتوں میں صرف مریم بنت عمران اور فرعون کی بیوی آسیہ ہی کامل ہوئی ہیں (ان دونوں کے اس امتیاز ہی کا یہ نتیجہ ہے کہ قرآن پاک سورہ تحریم کے آخر میں ان دونوں کے مومنانہ کردار کو سب ایمان والوں کے لئے لائق تقلید' مثال اور نمونہ کے طور پر پیش کیا گیا ہے) اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسی ہے جیسے کہ تمام کھانوں میں ثرید افضل واعلیٰ ہے۔

علامہ سیوطی رحمہ اللہ نقایہ میں فرماتے ہیں کہ ہمارا اعتقاد ہے کہ عورتوں میں افضل مریم اور فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں اور امہات المومنین میں افضل خدیجہ رضی اللہ عنہا اور عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ باقی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان افضلیت کے بارے میں مختلف اقوال ہیں ایک قول یہ ہے کہ اس بارے میں توقف کیا جائے ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ عقائد کے لئے دلیل قطعی کی ضرورت ہوتی ہے جو مفید یقین ہو اور اس مسئلہ کے متعلق کوئی دلیل قطعی نہیں البتہ ظنی دلیلیں ہیں لیکن وہ متعارض ہیں جو مفید یقین نہیں ہیں۔

بَابُ مَنَاقِبِ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ رضی اللہ عنہن

یہ باب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں رضی اللہ عنہن کے فضائل کے بیان میں ہے

الفصل الاول:

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اس امت کی عورتوں سے افضل ہیں

۲۰۱۹/۱عَنْ عَلِيٍّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ خَيْرُ نِسَآءِ هَا مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَخَيْرُ نِسَآئِهَا خَدِيْجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ (متفق عليه وفي رواية قال ابو كريب) وَاَشَارَ وَكِيْعٌ اِلَى السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ)۔

أخرجه البخاري في صحيحه ۴۷۰/۶ حديث رقم ۳۴۳۲ ومسلم في صحيحه ۱۸۸۶/۴ حديث رقم (۶۹-۲۴۳۰) والترمذي في السنن ۶۵۹/۵ حديث رقم ۳۸۷۷۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے اس امت میں (جس میں مریم علیہا السلام پیدا ہوئی) مریم بنت عمران ساری امت کی عورتوں سے بہتر تھیں اور اس امت کی عورتوں میں خدیجہ الکبری سب سے بہتر ہیں۔ (متفق علیہ) ایک روایت میں ہے کہ ابو کریب نے کہا کہ وکیع نے اشارہ کیا آسمان اور زمین کی طرف۔

تشریح: حدیث کے ظاہری الفاظ سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ ہماری اس دنیا کی تمام عورتوں میں سب سے بہتر اور بالاتر حضرت عیسی علیہ السلام کی والدہ ماجدہ حضرت مریم بنت عمران اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ بنت خویلد ہیں۔ اگر حدیث کا مطلب یہی ہو تو یہ سمجھا جائے گا کہ یہ دونوں مرتبہ میں برابر ہیں بعض شارحین نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ حضرت مریم پہلی امتوں کی تمام عورتوں میں بہتر اور بالاتر ہیں اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا امت محمدیہ کی تمام عورتوں میں بہتر اور بالاتر ہیں لیکن ان دونوں کو کیا نسبت ہے ان میں سے کون افضل ہے تفسیر نسفی میں منقول ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت مریم علیہا السلام سے افضل ہیں اس لئے کہ حضرت مریم علیہا السلام پیغمبر نہیں ہیں نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ امت خیر الامم ہے یعنی تمام پہلی امتوں سے بہتر اور بالاتر ہے اس لئے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بنسبت حضرت مریم بنت عمران سے بہتر اور برتر ہوں گی واللہ اعلم۔

پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں بھی اختلاف ہے اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں بھی مختلف اقوال ہیں امام مالک کا قول گزر چکا ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جگر گوشہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور میں کسی کو جگر گوشہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر فضیلت نہیں دیتا باقی قدرے تفصیل باب مناقب اہل بیت کی فصل اول میں گزر چکی ہے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ اور جبرائیل علیہ السلام کا سلام اور جنت میں گھر کی بشارت

۶۰۲۰/۴ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ اَتٰی جِبْرَئِيْلُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهِ خَدِيْجَةُ قَدْ اَتَتْ مَعَهَا اِنَاءٌ فِيْهِ اِدَامٌ اَوْ طَعَامٌ فَاِذَا اَتَتْكَ فَاقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلَامَ مِنْ رَّبِّهَا وَمِنِّيْ وَبَشِّرْهَا بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ وَلَا صَخَبَ فِيْهِ وَلَا نَصَبَ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۳۳/۷ حدیث رقم ۳۸۲۰ ومسلم فی صحیحه ۱۸۸۷/۴ حدیث رقم (۷۱-۲۴۳۲) والترمذی فی السنن ۶۵۹/۵ حدیث رقم ۳۸۷۶ و احمد فی المسند ۲۳۱/۲

ترجمہ: حضرت ابو ہریرۃؓ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ خدیجہ رضی اللہ عنہا آرہی ہیں ان کے ساتھ ایک برتن ہے اس میں سالن اور کھانا ہے جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آجائیں تو ان کو ان کے رب کی طرف سے سلام پہنچایئے اور میری طرف سے بھی اور ان کو خوشخبری سنایئے جنت میں موتیوں سے بنے ہوئے ایک گھر کی جس میں نہ شور و شغب ہوگا اور نہ کوئی زحمت و مشقت ہوگی (متفق علیہ)

تشریح ⊙ اس روایت میں اسکا کوئی ذکر نہیں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی یہ آمد کہاں اور کب ہوئی جس میں انہوں نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات کہی۔

فتح الباری میں حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے اسی حدیث کی شرح کرتے ہوئے طبرانی کی ایک روایت کے حوالہ سے لکھا ہے ان ذلك كان وهو بحراء یعنی جبرائیل علیہ السلام کی یہ آمد اس وقت ہوئی تھی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں تھے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ یہ واقعہ غار حراء میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کی اس پہلی آمد کے بعد کا ہے جس وقت آغاز وحی و نبوت ہوا تھا اسی سے ضمنی طور پر یہ بھی معلوم ہوگیا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی پہلی آمد اور آغاز نبوت کے بعد اس غار حرا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلوت گزینی کا سلسلہ بالکل ختم اور منقطع نہیں ہوگیا تھا۔

اس حدیث سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی تین خاص فضیلتیں معلوم ہوئیں۔

نمبر۱: وہ ایک معزز دولت مند اور عمر رسیدہ ہونے کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھانے پینے کا سامان گھر پر تیار کر کے غار حراء تک خود لے کر گئیں جو کہ اس وقت شہر مکہ کی آبادی سے تقریباً اڑھائی تین میل کے فاصلہ پر تھا اور حرا کی بلندی کی وجہ سے اس پر چڑھنا اچھے طاقتور آدمی کے لئے بھی آسان نہیں بلاشبہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا یہ عمل ایسا ہی تھا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اس کی خاص قدر و منزلت ہو۔

نمبر۲: دوسری بڑی فضیلت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ان کو رب العرش اللہ تعالیٰ کا سلام اور اسی کے ساتھ اس کے عظیم المرتبت فرشتے جبرائیل امین کا سلام پہنچایا گیا ہے علماء نے لکھا ہے کہ اس سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ اور جبرائیل علیہ السلام دونوں کا سلام آیا جبکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو صرف جبرائیل امین کا سلام آیا جیسا کہ آگے روایت میں مذکور ہے۔

نمبر۳: جنت میں ان کے موتیوں سے بنے ہوئے بیت اور مکان کی بشارت دی گئی جس کی خاص صفت یہ بیان کی گئی کہ نہ تو اس

میں کسی قسم کا شور و شغب ہوگا اور نہ کسی طرح کی زحمت و تکلیف اٹھانی پڑے گی جیسا کہ دنیا کے گھروں میں عام طور اپنے گھر والوں کا یا پڑوس کا شور و شغب آرام و یکسوئی میں خلل انداز ہوتا ہے اور جس طرح گھر کی صفائی اور درستی وغیرہ میں زحمت و تکلیف اٹھائی پڑتی ہے یہ زحمت و تکلیف بھی وہاں نہیں اٹھانی پڑے گی علماء فرماتے ہیں کہ یہ بدلہ ہے اس کا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے شروع ہی میں بلا حیل و حجت اور بغیر منازعت و تعب کے اسلام قبول کر لیا تھا۔

وفات کے بعد بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو یاد رکھنا

۳/۲۰۲۱ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا غِرْتُ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْ نِّسَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا غِرْتُ عَلٰى خَدِيْجَةَ وَمَا رَاَيْتُهَا وَلٰكِنْ كَانَ يُكْثِرُ ذِكْرَهَا وَرُبَّمَا ذَبَحَ الشَّاةَ ثُمَّ يُقَطِّعُهَا اَعْضَاءً ثُمَّ يَبْعَثُهَا فِيْ صَدَائِقِ خَدِيْجَةَ فَرُبَّمَا قُلْتُ لَهُ كَاَنَّهُ لَمْ تَكُنْ فِي الدُّنْيَا امْرَاَةٌ اِلَّا خَدِيْجَةَ فَيَقُوْلُ اِنَّهَا كَانَتْ وَكَانَتْ وَكَانَ لِيْ مِنْهَا وَلَدٌ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاري في صحيحه ۱۳۳/۷ حديث رقم ۳۸۱۸ ومسلم في صحيحه ۱۸۸۹/٤ حديث رقم (۲٤۳٤-۷٦) والترمذي في السنن ۶۵۹/۵ حديث رقم ۳۸۷۵ وابن ماجه ٦٤۳/۱ حديث رقم ۱۹۹۷ و احمد في المسند ۲۰۲/٦

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں میں سے جتنا رشک مجھے خدیجہ الکبریٰ پر ہوتا تھا اتنا کسی بیوی پر نہیں ہوتا تھا حالانکہ میں نے انہیں دیکھا تک نہیں تھا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں یاد فرمایا کرتے تھے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی بکری ذبح کرتے تو اس کے گوشت کے ٹکڑے کر کے خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کو بھیجا کرتے تھے میں بعض اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہہ دیا کرتی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیال میں خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سوا دنیا میں کوئی عورت ہی نہ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے جواب میں فرماتے کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ایسی تھی اور ویسی تھی اور اس کے بطن سے میری اولاد ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح ۞ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ میں سے ایک احسان شناسی کا وصف بھی تھا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جس طرح خدمت کی اور آغاز نبوت میں جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقویت اور تسلی کا سامان کیا پھر دین حق کی دعوت کو شروع ہی سے قبول کیا اور اس راستے کے مصائب و شدائد کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا اور اس کے علاوہ بھی ان میں بہت سی خصوصیات قدرت کی طرف سے ودیعت رکھ دی گئی تھیں ان کا حق یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو کبھی فراموش نہ کرتے اور اسی احسان شناسی اور قدر دانی کا جذبہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی خدمات و احسانات کا دوسری ازواج کے سامنے ذکر فرماتے اسی سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول بھی تھا کہ کبھی کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم بکری ذبح کر کے اس کا گوشت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے میل محبت کا تعلق رکھنے والی ان کی سہیلیوں کے پاس بطور ہدیہ بھیجا کرتے تھے۔

اسی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرما رہی ہیں کہ ازواج مطہرات میں سے مجھے جتنا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر رشک آتا تھا اتنا کسی اور پر نہ آتا تھا حالانکہ میں نے ان کو دیکھا بھی نہیں تھا اور بشری تقاضے کی وجہ سے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کا ذکر کرتے تو میں کہتی کہ دنیا میں بس خدیجہ رضی اللہ عنہا ہی ایک عورت تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ وہ ایسی تھیں ایسی تھیں یعنی ان کی خوبیاں اور

احسانات وخدمات کا ذکر فرماتے انہیں میں سے ایک وصف اور خصوصیت یہ ذکر فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کے ذریعہ مجھے اولاد عطا فرمائی کیونکہ ان کے علاوہ دس بیویوں میں سے کسی سے بھی کوئی اولاد نہیں ہوئی سوائے حضرت ماریہ قبطیہؓ کے کہ ان سے ایک صاحبزادے حضرت ابراہیم پیدا ہوئے جو شیر خوارگی ہی کے ایام میں انتقال فرما گئے تھے۔

مؤلف فرماتے ہیں کہ اس میں تعریض ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو کہ ان سے کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی اور اس طرف اشارہ ہے کہ بیویوں کا اصل مقصد اور ان کا سب سے بڑا فائدہ ان سے اولاد کا پیدا ہونا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حضرت جبرائیل علیہ السلام کا سلام

۶۰۲۲/۴ وَعَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ اَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَائِشُ هٰذَا جِبْرِيْلُ يُقْرِئُكِ السَّلَامَ قَالَتْ وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ قَالَتْ وَهُوَ يَرٰى مَالَا اَرٰى۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاري في صحيحه ۱۰۶/۷ حديث رقم ۳۷۶۸ ومسلم في صحيحه ۱۸۹۶/۴ حديث رقم (۹۱-۲۴۴۷) والترمذي في السنن ۶۶۲/۵ حديث رقم ۳۷۸۱ والنسائي في السنن ۶۹/۷ حديث رقم ۳۹۵۳

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ رضی اللہ عنہا یہ جبرائیل ہیں جو تم کو سلام کہلوار ہے ہیں تو میں نے عرض کیا وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہ دیکھتے تھے جو ہم نہیں دیکھتے تھے (متفق علیہ)

تشریح ۞ پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں حدیث گزر چکی ہے کہ جب وہ غار حرا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھانا لے کر گئیں تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھانا یا سالن (شک راوی کو ہے) لے کر آرہی ہیں ان کو اپنے رب کا سلام پہنچایئے اور میرا۔ اور اس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ یہ جبرائیل علیہ السلام ہیں جو تم کو سلام کہلوار ہے ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ رہے تھے میں نہیں دیکھ رہی تھی۔

شادی سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا دیدار کرایا جانا

۶۰۲۳/۵ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُرِيْتُكِ فِی الْمَنَامِ ثَلٰثَ لَيَالٍ يَجِیْءُ بِكِ الْمَلَكُ فِیْ سَرَقَةٍ مِّنْ حَرِيْرٍ فَقَالَ لِیْ هٰذِهٖ امْرَاَتُكَ فَكَشَفْتُ عَنْ وَجْهِكِ الثَّوْبَ فَاِذَا اَنْتِ هِیَ فَقُلْتُ اِنْ يَّكُنْ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ يُمْضِهٖ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاري في صحيحه ۲۲۳/۷ حديث رقم ۳۸۹۵ ومسلم في صحيحه ۱۸۸۹/۴ حديث رقم (۷۹-۲۴۳۸)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مجھے دکھائی گئیں خواب میں تین رات فرشتہ ریشمی کپڑے کے ایک ٹکڑے میں تمہیں لے کر آتا اور مجھ سے کہتا کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہیں تو میں نے تمہارے چہرے سے کپڑا ہٹایا تو دیکھا کہ وہ تم ہو تو میں نے دل میں کہا کہ اگر یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو وہ اس

پھر تو کوئی عذر نہ ہوگا آپ ﷺ نے فرمایا وہ کون ہے میں نے کہا خدیجہ رضی اللہ عنہا۔ آپ ﷺ نے اپنے چچا ابو طالب سے مشورہ کر کے اس پیغام کو قبول کر لیا اور نکاح کے لئے راضی ہو گئے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے والد خویلد کا پہلے ہی انتقال ہو چکا تھا لیکن ان کے چچا عمر بن اسد نکاح کے وقت زندہ تھے وہ اس تقریب میں شریک ہوئے۔

تاریخ معین پر ابو طالب مع اعیان خاندان کے جن میں حضرت حمزہؓ بھی تھے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر آئے اور شادی کی رسم ادا ہوئی ابو طالب نے خطبہ نکاح پڑھا نکاح کے وقت حضرت خدیجہ کی عمر چالیس سال اور آنحضرت ﷺ کی عمر ۲۵ پچیس سال تھی۔

بعض روایات میں مذکور ہے کہ ایجاب وقبول کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ایک گائے ذبح کرائی اور کھانا پکوا کر مہمانوں کو کھلایا۔

انہیں کے بطن سے آپ ﷺ کی چار صاحبزادیاں زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ اور دو صاحبزادے قاسم اور عبداللہ پیدا ہوئے ایک مشہور تاریخی روایت کے مطابق نکاح کے پانچ سال بعد آپ ﷺ کے پہلے صاحبزادے پیدا ہوئے جن کا نام قاسم رکھا گیا انہیں کے نام پر آپ ﷺ کی کنیت ابو القاسم ہے ان کا بچپن ہی میں انتقال ہو گیا ان کے بعد آپ ﷺ کی سب سے بڑی بیٹی زینب پیدا ہوئیں ان دونوں (یعنی قاسم و زینب) کی پیدائش آغاز نبوت سے پہلے ہی ہوئی اس کے بعد ایک صاحبزادے پیدا ہوئے جن کا نام عبداللہ رکھا گیا ان کی پیدائش دور نبوت میں ہوئی اسی لئے ان کو طیب اور طاہر کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے ان کا انتقال بھی بچپن ہی میں ہو گیا پھر ان کے بعد مسلسل تین صاحبزادیاں پیدا ہوئیں یعنی رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ عنہن۔

وفات: جب تک حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا زندہ رہیں اس وقت تک آپ ﷺ نے دوسرا عقد نہیں کیا ۱۰ نبوی میں ہجرت سے تین سال قبل مکہ میں انتقال ہوا اور حجون میں دفن ہوئیں آنحضرت ﷺ نے خود قبر میں اتارا۔ نماز جنازہ اس وقت تک مشروع نہیں ہوئی تھی۔ پچیس سال آپ ﷺ کی زوجیت میں رہیں پینسٹھ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

فضائل: حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جاہلیت کے رسم ورواج سے پاک تھیں اس لئے بعثت نبوی سے پیشتر وہ طاہرہ کے نام سے مشہور تھیں۔

حضرت خدیجہ دولت مند شریف الطبع خاتون ہونے کے ساتھ ساتھ ظاہری حسن و جمال، باطنی محاسن و اخلاق جیسے اوصاف حسنہ میں بھی ممتاز تھیں اور اپنی تمام دولت حضور ﷺ کے قدموں میں گویا نچھاور کر دی اور آپ ﷺ کو تمام فکروں سے آزاد کر دیا چنانچہ سورہ والضحیٰ میں اللہ پاک کا ارشاد: "ووجدك عائلا فاغنى" اسی طرف اشارہ کرتا ہے۔

صحیحین کی روایت میں ہے کہ حضرت جبرائیل امین نے حضور ﷺ کے ذریعہ آپؓ کو اللہ تعالیٰ کا اور اپنا سلام بھیجا اور جنت میں موتیوں کے محل کی خوشخبری دی۔

مختلف روایات میں حضرت مریم، حضرت آسیہ، حضرت خدیجہ، حضرت عائشہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہن کو تمام عورتوں سے افضل قرار دیا گیا ہے۔

حضور ﷺ ان کی خدمات واحسانات کا ذکر ان کی وفات کے بعد بھی بکثرت فرماتے رہتے تھے جس کی وجہ سے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے ان پر بہت رشک آتا تھا اور اسی احسان شناسی کے جذبہ کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بسا اوقات بکری ذبح کر کے اس کا گوشت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی تعلق رکھنے والی سہیلیوں کے پاس بھیجتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب فطری جذبہ کی وجہ سے یہ کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ذکر بکثرت کرتے ہیں جیسے اس دنیا میں ان کے علاوہ کوئی اور عورت ہی نہیں ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ایسی تھی ویسی تھی یعنی ان کے فضائل اور خصوصیات بیان فرمائیں اور یہ فرمایا کہ ان سے میری اولاد بھی تھی۔

حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے کچھ ہی روز بعد حضرت سودہؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں یہ بھی اشراف قریش میں سے تھیں اور لوئی بن غالب پر پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سلسلہ نسب مل جاتا ہے والدہ کا نام شموس بنت قیس بن عمرو بن زید انصاریہ ہے انصار کے قبیلہ بنو نجار سے تھیں حضرت سودہؓ ابتداء نبوت میں مشرف باسلام ہوئیں پہلا نکاح ان کے چچازاد بھائی سکران بن عمرو سے ہوا۔ صحابہ نے جب دوسری بار حبشہ کی طرف ہجرت کی تو سودہؓ اور سکران بھی ان مہاجرین میں تھے جب مکہ واپس ہوئے تو راستہ میں سکران کا انتقال ہو گیا ایک بیٹا عبدالرحمن نامی چھوڑا۔ عبدالرحمن مشرف باسلام ہوئے اور جنگ جلولا میں شہید ہوئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ کے انتقال سے نہایت غمگین تھے اور تین کمسن بچیوں کی وجہ سے پریشان تھے ایک دن خولہ بنت حکیم نے خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدیجہ رضی اللہ عنہا کے نہ ہونے سے پریشان دیکھتی ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں بال بچوں کی پرورش اور گھر کا انتظام اسی سے تھا خولہ نے کہا کیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کہیں پیام نہ دوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مناسب ہے اور دریافت فرمایا کہ تمہاری نگاہ میں کون ایسی خاتون ہے جس کو تم ان حالات کے مناسب سمجھتی ہو انہوں نے سودہ بنت زمعہ کا نام لیا جو بیوہ اور سن رسیدہ تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان میں ان کی سابقیت' پھر حبشہ کی طرف ہجرت اور سکران کی وفات کے بعد ان کے صدمہ کا لحاظ کرتے ہوئے ان سے نکاح کرنے کا ارادہ فرما لیا۔ اور خولہ سے فرمایا تم خود ہی ان کو میرا پیغام پہنچاؤ۔ حضرت خولہ نے ان تک پیغام پہنچایا تو انہوں نے دل و جان سے اس پر رضا و خوشی کا اظہار کیا اور کہا کہ بہتر ہے تم میرے والد سے بھی بات کر لو حضرت خولہ نے ان کے والد سے بات کی تو انہوں نے بھی اپنی رضامندی ظاہر کر دی اور ساتھ یہ بھی کہا کہ تم سودہؓ سے بھی دریافت کر لو حضرت خولہؓ نے کہا کہ ان کی رضامندی میں پہلے معلوم کر چکی ہوں اس طرح حضرت سودہؓ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح ہو گیا اس وقت ان کی عمر قریباً پچاس سال تھی نکاح کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت فرمانے تک تین سال منکوحہ رفیقہ حیات کی حیثیت سے تنہا وہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہیں۔

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو طلاق دینے کا ارادہ فرمایا تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو اپنی زوجیت میں رہنے دیجئے میری تمنا یہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مجھ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں اٹھائے اور چونکہ میں بوڑھی ہو گئی ہوں اس لئے اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کئے دیتی ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو منظور فرما لیا بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق دے دی تھی بعد میں رجوع فرما لیا۔

حضرت سودہ کا قد لمبا اور بدن بھاری تھا مزاج میں ظرافت تھی کبھی کبھی آنحضرت ﷺ کو ہنسا تیں سرچشمی دیتا سے بڑے رنجی اور فیاضی آپؓ کے خاص اوصاف تھے حضور ﷺ کے رحلت فرمانے کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروقؓ ان کا بہت زیادہ احترام اور خیال رکھتے تھے اور ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے درہموں کی ایک تھیلی آپؓ کی خدمت میں بھیجی۔ لانے والے سے دریافت کیا کیا تھیلی میں کھجوریں ہیں انہوں نے کہا نہیں اس میں درہم ہیں آپؓ نے فرمایا کھجوریں ہوتیں تو کھانے کے کام آجاتیں یہ کہہ کر تھیلی لے لی اور اس میں بھرے ہوئے تمام درہم حاجت مندوں میں تقسیم فرما دیے۔ ماہ ذی الحجہ ۲۳ھ میں تقریباً ۷۵ سال کی عمر میں حضرت عمر فاروق کے اخیر زمانہ خلافت میں وفات پائی۔ رضی اللہ عنہا وارضاہا۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہا وعن ابیہا

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بعثت کے چوتھے سال پیدا ہوئیں حضرت صدیق اکبر کی صاحبزادی ہیں اور والدہ ماجدہ کا نام زینب اور کنیت ام رومان تھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے خود کوئی اولاد نہیں ہوئی لیکن اپنے بھانجے عبداللہ بن زبیر کے نام سے ام عبداللہ اپنی کنیت رکھی حضرت سودہؓ کے بعد یا متصل ماہ شوال ۱۰ نبوی میں آنحضرت ﷺ نے ان سے نکاح فرمایا خولہ بنت حکیم نے جب حضرت سودہ کو پیغام دیا اسی وقت حضور ﷺ کی اجازت سے انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے بھی پیغام نکاح دیا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مطعم بن عدی نے اپنے بیٹے جبیر سے عائشہ رضی اللہ عنہا کا پیام دیا تھا جس کو میں منظور کر چکا ہوں اور خدا کی قسم ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کبھی کوئی وعدہ خلافی نہیں کی یہ کہہ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مطعم کے گھر گئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے بارے میں ان کا خیال پوچھا تو مطعم نے اپنی بیوی سے رائے لی تو اس نے کہا مجھے اندیشہ ہے کہیں میرا بیٹا بھی صابی یعنی بے دین نہ ہو جائے گویا اس نے انکار کر دیا اور مطعم نے کہا کہ میری بھی یہی رائے ہے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے محسوس کر لیا کہ اب وعدہ کی ذمہ داری ان پر باقی نہیں رہی گھر واپس آکر خولہ سے کہہ دیا کہ مجھ کو منظور ہے آنحضرت ﷺ جس وقت چاہیں تشریف لے آئیں چنانچہ آپ ﷺ تشریف لائے اور نکاح پڑھا گیا چار سو درہم مہر مقرر ہوا۔

ہجرت سے تین سال قبل ماہ شوال ۱۰ نبوی میں نکاح ہوا آپؓ کی عمر اس وقت چھ سال کی تھی ہجرت کے سات' آٹھ مہینہ بعد سوال ہی کے مہینے میں رخصتی اور عروسی کی رسم ادا ہوئی اس وقت آپؓ کی عمر نو سال اور کچھ ماہ کی تھی ۹ سال آنحضرت ﷺ کی زوجیت میں رہیں جس وقت آنحضرت ﷺ کا وصال ہوا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۱۸ سال کی تھی اڑتالیس سال آپ ﷺ کے بعد زندہ رہیں اور ۵۷ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی اور وصیت کے مطابق دیگر ازواج مطہرات کے پہلو میں رات کے وقت بقیع میں دفن ہوئیں وفات کے وقت ۶۶ سال کی عمر تھی حضرت ابو ہریرہؓ نے نماز جنازہ پڑھائی قاسم بن محمد' عبداللہ بن عبدالرحمٰن اور عبداللہ بن ابی عتیق اور حضرت زبیر کے دونوں صاحبزادے عروہ اور عبداللہ ان لوگوں نے آپؓ کو قبر میں اتارا۔

فضائل: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عائشہ یہ جبرائیل علیہ السلام ہیں تم کو سلام کہتے ہیں میں نے وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ دیکھتے ہیں اور میں نہیں دیکھتی۔

ابو موسیٰ اشعریؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مردوں میں سے بہت لوگ کمال کو پہنچے مگر عورتوں میں سے سوائے مریم بنت عمران' آسیہ زوجہ فرعون کے کوئی کمال کو نہیں پہنچی اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسی ہے جیسا کہ ثرید

کی فضیلت تمام کھانوں پر۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ چند خصلتیں مجھ کو من جانب اللہ عطا کی گئیں سوائے مریم کے اور کسی عورت کو نہیں عطا کی گئیں اور خدا کی قسم میں بطور فخر نہیں کہتی اللہ تعالیٰ کی نعمت کو بیان اور ظاہر کرنا مقصود ہے وہ خصلتیں یہ ہیں۔

نمبر ا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سوا کسی باکرہ سے نکاح نہیں فرمایا۔

نمبر ۲: نکاح سے پیشتر فرشتہ میری تصویر لے کر نازل ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھا کر کہا کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہیں اللہ کا حکم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے نکاح کریں اور اسی مضمون کی اور روایات بھی اس فصل میں بیان کی گئیں ہیں۔

نمبر ۳: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ مجھ سے محبت فرماتے تھے۔

نمبر ۴: اور جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب تھا میں اس کی بیٹی ہوں۔

نمبر ۵: آسمان سے میری برأت میں متعدد آیات نازل ہوئیں اور میں طیبہ اور پاکیزہ پیدا کی گئی اور طیب اور پاکیزہ کے پاس ہوں اور اللہ نے مجھ سے مغفرت اور رزق کریم کا وعدہ فرمایا ہے۔

نمبر ۶: میں نے جبرائیل کو دیکھا میرے سوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سے کسی نے جبرائیل علیہ السلام کو نہیں دیکھا۔

نمبر ۷: جبرائیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی لے کر آتے تھے اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک لحاف میں ہوتی تھی میرے سوا اور کہیں اس طرح وحی نازل نہیں ہوئی۔

نمبر ۸: میری باری کے دو دن اور دو راتیں تھیں اور باقی ازواج کی باری ایک دن اور ایک رات تھی ایک دن اور ایک رات تو خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کا تھا اور دوسرا دن حضرت سودہؓ کی باری کا تھا جو انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دیا تھا۔

نمبر ۹: انتقال کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک میری گود میں تھا۔

نمبر ۱۰: وفات کے بعد میرے حجرے میں مدفون ہوئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علمی مقام کا یہ عالم تھا کہ اکابر صحابہ کو بھی کسی کسی مسئلہ میں کوئی مشکل یا دقت پیش آتی تو انہیں سے اس کا حل معلوم کرتے۔

ام المؤمنین حضرت حفصہ بنت فاروق اعظم رضی اللہ عنہا وعن ابیہا

حضرت حفصہؓ حضرت عمر بن الخطابؓ کی صاحبزادی ہیں والدہ کا نام زینب بنت مظعونؓ ہے جو مشہور صحابی حضرت عثمان بن مظعون کی بہن تھیں اور خود بھی صحابیہ تھیں۔ حضرت حفصہؓ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اولاد میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی تنہا حقیقی بہن تھیں بعثت سے پانچ سال قبل پیدا ہوئیں جس وقت قریش خانہ کعبہ کی تعمیر میں مصروف تھے گویا اس لحاظ سے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تقریباً ۳۵ سال چھوٹی تھیں پہلا نکاح خنیس بن حذافہ سہمیؓ کے ساتھ ہوا اپنے شوہر خنیس کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ آئیں غزوہ بدر کے بعد خنیس کا انتقال ہو گیا۔

جب حضرت حفصہ بیوہ ہو گئیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بات کی کہ اگر آپ چاہیں تو حفصہ کا نکاح آپؓ سے کر دوں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا سوچ کر جواب دوں گا اس کے بعد پھر ملاقات ہوئی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی صورت سبز ریشم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھائی گئی

۶۰۲۶/۸ وَعَنْ عَائِشَةَ اِنَّ جِبْرِيْلَ جَاءَ بِصُوْرَتِهَا فِيْ خِرْقَةٍ مِنْ حَرِيْرٍ خَضْرَاءَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هٰذِهٖ زَوْجَتُكَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ۔ (رواہ الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۶۶۱/۵ حدیث رقم ۳۸۸۰۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ان کی شکل وصورت کی کوئی چیز سبز ریشم میں لپیٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے اور کہا یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہیں دنیا اور آخرت میں (ترمذی)

اس حدیث میں خضراء کے الفاظ ہیں یعنی جس ریشم کے کپڑے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ کی تصویر لائے تھے وہ سبز تھا جبکہ پچھلی روایت میں رنگ کا ذکر نہیں ہے اس لئے وہاں خرقہ سفید رنگ کے ساتھ خاص نہیں ہے یا یہ واقعہ متعدد بار ہوا ہو یا راوی کو اس بارے میں اشتباہ ہو گیا ہو۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت

۶۰۲۷/۹ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ بَلَغَ صَفِيَّةَ اَنَّ حَفْصَةَ قَالَتْ لَهَا بِنْتُ يَهُوْدِيٍّ فَبَكَتْ فَدَخَلَ عَلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ تَبْكِيْ فَقَالَ مَا يُبْكِيْكِ فَقَالَتْ قَالَتْ لِيْ حَفْصَةُ اِنِّي ابْنَةُ يَهُوْدِيٍّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكِ لَابْنَةُ نَبِيٍّ وَاِنَّ عَمَّكِ لَنَبِيٌّ وَاِنَّكِ تَحْتَ نَبِيٍّ فَفِيْمَ تَفْتَخِرُ عَلَيْكِ ثُمَّ قَالَ اتَّقِي اللّٰهَ يَا حَفْصَةُ۔ (رواہ الترمذی والنسائی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۶۶۶/۵ حدیث رقم ۳۸۹۴ واخرجه احمد فی المسند ۱۶۵/۳۔

ترجمہ: حضرت انس سے روایت ہے کہ حضرت صفیہ کو یہ خبر پہنچی کہ حفصہ نے ان کو یہودی کی بیٹی کہا ہے یہ سن کر وہ رونے لگیں اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور پوچھا تم کیوں رو رہی ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ مجھے حفصہ نے یہودی کی بیٹی کہا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نبی کی بیٹی ہے اور تیرا چچا بھی نبی تھا اور اب تو ایک نبی کی بیوی ہے پھر حفصہ کس بات میں تجھ پر فخر کرتی ہے اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ سے فرمایا حفصہ خدا سے ڈرو۔ (ترمذی' نسائی)

تشریح: حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا قبیلہ نضیر کے سردار حیی بن اخطب کی بیٹی تھیں ان کا سلسلہ نسب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام تک پہنچتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا خاص خیال رکھتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بہت دلداری فرماتے تھے جیسا کہ اس زیر بحث روایت میں ہے کہ جب حضرت حفصہ نے ان کو یہودی کی بیٹی ہونے کا طعنہ دیا تو یہ رو پڑیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے رونے کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے بتایا کہ حفصہ نے مجھے یہودی کی بیٹی ہونے کا طعنہ دیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تسلی دی اور فرمایا وہ تم پر کیسے افضل ہو سکتی ہے حالانکہ تم نبی کی بیٹی ہو یعنی تم حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے ہو اور تمہارے چچا یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام نبی ہیں اور تم ایک نبی (یعنی خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم) کے نکاح میں ہو۔ یا ابنۃ نبی میں نبی سے مراد حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں اور عمک النبی میں حضرت اسماعیل علیہ السلام مراد ہیں۔

لیکن حضورﷺ کا مقصود اس فرمان سے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی تسلی اور ان کی شان میں جو کمی کی گئی ہے اس کا تدارک ہے ان کی افضلیت بیان کرنا مقصود نہیں ہے کیونکہ یہ اوصاف تو باقی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں بھی پائے جاتے تھے کیونکہ وہ سب حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے تھیں (کیونکہ عرب کے جدامجد حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں) اس لئے وہ بھی نبی کی اولاد ہوئیں اور ان کے چچا یعنی حضرت اسحاق علیہ السلام بھی نبی تھے اور وہ بھی نبی یعنی حضور اکرم ﷺ کے نکاح میں تھیں۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو تسلی دینے کے بعد حضرت حفصہؓ سے فرمایا کہ اس کی عداوت اور اس کے ساتھ ایسی کلام کرنے سے خدا سے ڈر جس سے جاہلیت اور تعصب کی بو آتی ہے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جنت کی عورتوں کی سردار ہونے کی بشارت دینا

۶۰۲۸/۱۰ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا فَاطِمَةَ عَامَ الْفَتْحِ فَنَاجَاهَا فَبَكَتْ ثُمَّ حَدَّثَهَا فَضَحِكَتْ فَلَمَّا تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاَلْتُهَا عَنْ بُكَائِهَا وَضِحْكِهَا فَقَالَتْ اَخْبَرَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ يَمُوْتُ فَبَكَيْتُ ثُمَّ اَخْبَرَنِيْ اَنِّيْ سَيِّدَةُ نِسَآءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ اِلَّا مَرْيَمَ بِنْتَ عِمْرَانَ فَضَحِكْتُ۔ (رواه الترمذي)

اخرجه الترمذي في السنن ۶۵۸/۵ حديث رقم ۳۸۷۳

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ والے سال حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنے پاس بلایا اور آہستہ آہستہ ان سے کچھ باتیں کیں۔ جنہیں سن کر فاطمہ رضی اللہ عنہا رونے لگیں آپ ﷺ نے پھر ان سے (اسی طرح) باتیں کیں۔ تو وہ ہنسنے لگیں پھر جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو میں نے ان کے رونے اور ہنسنے کا سبب دریافت کیا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا رسول اللہ ﷺ نے مجھے اپنی موت سے آگاہ کیا تھا جسے سن کر میں رونے لگی پھر آپ ﷺ نے مجھے فرمایا کہ میں مریم بنت عمران کے سوا جنت کی ساری عورتوں کی سردار ہوں تو میں ہنسنے لگی۔ (ترمذی)

تشریح ۞ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ اولاً حضورﷺ نے اپنی موت کی اطلاع اور خبر دی جس کو سن کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رونے لگیں پھر آپ ﷺ نے ان کو جنت کی عورتوں کی سردار ہونے کی بشارت دی یہ اس روایت کے منافی نہیں ہے کہ جس میں یہ ہے آپ ﷺ نے ان کو یہ پیشین گوئی دی کہ میرے اہل بیت میں سے سب سے پہلے تم مجھے آکر ملو گی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا یہ سن کر ہنس دیں۔

علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی اس باب سے مناسبت نہیں ہے بلکہ اس کی مناسبت باب مناقب اہل بیت النبی ﷺ کے ساتھ ہے اس لئے اس کو وہاں ذکر کیا جانا چاہئے تھا لیکن اس فصل کی حدیث اول کے قریب ہونے کی وجہ سے اس کو ذکر کر دیا گیا جس میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت مریم کے ساتھ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ذکر ہے گویا یہ بدیع کلام کا ایک فن ہے نیز یہ گزشتہ اجمال کی تفصیل و وضاحت بھی ہے اور ممکن ہے اس میں اس مضمون کی طرف اشارہ ہو جو بعض روایات میں آیا ہے کہ مریم علیہا السلام جنت میں نبی کریم ﷺ کی بیوی ہوں گی۔

الفصل الثالث:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا علمی فضل و کمال

۶۰۲۹/۱۱ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ مَا اَشْکَلَ عَلَیْنَا اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَدِیْثٌ قَطُّ فَسَاَلْنَا عَائِشَۃَ اِلَّا وَجَدْنَا عِنْدَھَا مِنْہُ عِلْمًا۔ (رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث حسن صحیح غریب)

أخرجه الترمذي في السنن ٦٦٢/٥ حديث رقم ٣٨٨٣۔

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جب کبھی ہم لوگوں یعنی صحابہؓ کو کسی بات اور کسی مسئلہ میں اشتباہ ہوتا تو ہم ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھتے تو ان کے پاس اس کے بارے میں علم پاتے۔ (ترمذی)

تشریح ۞ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو اللہ تعالیٰ نے خاص درجہ کی علمی صلاحیت عطا فرمائی تھی وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور حیات ہی میں ان چند صحابہ میں شمار ہوتے تھے جن کی طرف عام مسلمان دینی معلومات حاصل کرنے کے لئے رجوع کرتے تھے یعنی وہ فقہاء صحابہ میں سے تھے ان کا یہ بیان بڑی اہمیت کا حامل ہے کہ ہم کو یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی مسئلہ میں مشکل پیش آتی تو وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کی طرف رجوع کرتے تھے اور جو مسئلہ ان کے سامنے پیش کیا جاتا تو ان کے پاس اس کے بارے میں علم ہوتا یعنی وہ مسئلہ حل فرما دیتیں یا تو ان کے پاس اس بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہوتا یا اپنی اجتہادی صلاحیت سے مسئلہ حل فرما دیتیں۔

۶۰۳۰/۱۲ وَعَنْ مُوْسٰی بْنِ طَلْحَۃَ قَالَ مَا رَاَیْتُ اَحَدًا اَفْصَحَ مِنْ عَائِشَۃَ۔

(رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث حسن صحیح غریب)

أخرجه الترمذي في السنن ٦٦٣/٥ حديث رقم ٣٨٨٤۔

ترجمہ: حضرت موسیٰ بن طلحہؓ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ فصیح کسی کو نہیں دیکھا (یا تو یہ مبالغہ ہے یا ممکن ہے کہ ان کی نظر اور علم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ کوئی فصیح نہ ہو) (ترمذی)

خلاصۃ باب مناقب ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

یہاں ہم ازواج مطہرات کے مختصر احوال اور ان کے فضائل و مناقب بیان کریں گے صاحب مشکوٰۃ نے اس باب میں چند احادیث ذکر کی ہیں پھر ان میں بھی سب ازواج مطہرات کے فضائل بیان نہیں کئے گئے اس لئے ان کے تمام فضائل ذرا تفصیل سے بیان کئے جاتے ہیں۔

علماء کا ازواج مطہرات کی تعداد میں اختلاف ہے اسی طرح ان کے ساتھ نکاح کی ترتیب میں بھی اختلاف ہے نیز کچھ ازواج مطہرات کا انتقال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہوا اور کچھ ازواج سے حقوق زوجیت ادا کرنے کی نوبت آئی اور کچھ سے اس سے پہلے ہی مفارقت ہو گئی کچھ ایسی تھیں جن کو پیغام نکاح بھیجا تھا لیکن ان سے نکاح نہیں کیا کچھ نے خود اپنے آپ کو نکاح کے

لئے پیش کیا وغیر ذلک ان سب کی تعداد میں علماء کے مختلف اقوال ہیں اور جامع الاصول میں یہ سب اقوال ذکر کئے گئے ہیں۔

لیکن حدیث وسیرت کی مستند روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات جو منکوحہ بیوی کی حیثیت سے آپ ﷺ کے ساتھ تھوڑی یا زیادہ مدت رہیں وہ کل گیارہ ہیں ان کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

نمبر ۱ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد۔ نمبر ۲ حضرت سودہ بنت زمعہ۔ نمبر ۳ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا صدیقہ۔ نمبر ۴ حضرت حفصہ بنت عمر بن خطاب۔ نمبر ۵ حضرت زینب بنت خزیمہ۔ نمبر ۶ حضرت ام سلمہ۔ نمبر ۷ حضرت زینب بنت جحش۔ نمبر ۸ حضرت ام حبیبہ۔ نمبر ۹ حضرت جویریہ بنت حارث۔ نمبر ۱۰ حضرت صفیہ بنت حیی بن اخطب۔ نمبر ۱۱ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہن۔

ان میں سے دو یعنی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت زینب بنت خزیمہ کا انتقال حضور ﷺ کی حیات ہی میں ہو گیا تھا۔

تمام ازواج مطہرات فرق مراتب کے باوجود اس شرف میں یکساں طور پر شریک ہیں کہ ان کو آنحضرت ﷺ کی زوجیت کا شرف حاصل ہے اور جو خصوصی احکام ازواج مطہرات کے متعلق نازل ہوئے ہیں ان میں بھی تمام برابر طور پر شریک ہیں مثلاً قرآن پاک کا ارشاد ہے: وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ یعنی حضور ﷺ کی ازواج تمام مومنین کی مائیں ہیں۔ اسی لئے آپ ﷺ کی وفات کے بعد ہر امتی اور مومن شخص کے لئے ان میں کسی کے ساتھ بھی نکاح کرنا ہمیشہ کے لئے حرام ہے جس طرح کہ اپنی حقیقی ماں کے ساتھ نکاح حرام ہے۔

ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا

ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بالاجماع کی آپ ﷺ کی پہلی بیوی ہیں اور بالاجماع پہلی مسلمان ہیں کوئی مرد اور کوئی عورت اسلام لانے میں آپؓ سے مقدم نہیں ان کے والد خویلد بن اسد مکہ کے ایک دولت مند اور معزز تاجر تھے اور ان کی والدہ کا نام فاطمہ بنت زائدہ تھا قصی پر پہنچ کر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نسب حضور ﷺ کے ساتھ مل جاتا ہے آپؓ کا پہلا نکاح ابو ہالہ بن زرارہ تمیمی سے ہوا جس سے ہند اور ہالہ دو بیٹے پیدا ہوئے اور یہ دونوں مشرف باسلام ہوئے اور دونوں صحابی ہیں ہند بن ابی ہالہ نہایت فصیح و بلیغ تھے حلیہ نبوی کے متعلق مفصل روایت انہیں سے مروی ہے۔

ابو ہالہ کے انتقال کے بعد عتیق بن عائذ مخزومی کے نکاح میں آئیں جن سے ایک لڑکی ہند نامی ہوئی اور یہ بھی اسلام لائیں اور صحابیت کے شرف سے مشرف ہوئیں کچھ عرصہ بعد عتیق کا بھی انتقال ہو گیا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پھر بیوہ ہو گئیں پھر جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۳۵ یا ۳۶ سال ہوئی تو ان کے والد خویلد کا بھی انتقال ہو گیا اب تجارتی کاروبار کی ذمہ داری خود حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو سنبھالنی پڑی۔

نفیسہ بنت منیہ سے روایت ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بڑی شریف اور مالدار عورت تھیں جب بیوہ ہو گئیں تو قریش کا ہر شریف آدمی ان سے نکاح کا متمنی تھا لیکن جب آنحضرت ﷺ حضرت خدیجہ کا مال تجارت لے کر سفر میں گئے اور عظیم نفع کے ساتھ واپس ہوئے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی طرف راغب ہوئیں اور مجھے آپ ﷺ کا عندیہ معلوم کرنے کے لئے بھیجا چنانچہ میں آپ ﷺ سے آ کر ملی اور کہا کہ آپ ﷺ کو نکاح سے کیا چیز مانع ہے آپ ﷺ نے فرمایا میرے ہاتھ میں کچھ نہیں۔ میں نے کہا کہ اگر آپ ﷺ اس فکر سے کفایت کئے جائیں اور مال، جمال اور کفایت کی طرف آپ ﷺ کو دعوت دی جائے یعنی

عذر کر دیا کہ میرا ارادہ نہیں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملا اور کہا کہ آپ چاہیں تو حفصہ کا نکاح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دوں ابوبکر رضی اللہ عنہ سن کر خاموش ہو گئے اور کوئی جواب نہیں دیا جس سے مجھے ملال ہوا تین چار ہی روز گزرے ہوں گے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے پیام دیا۔ میں نے حفصہ کا نکاح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دیا اس کے بعد ابوبکر صدیق سے ملنا ہوا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا اے عمر رضی اللہ عنہ شاید تم مجھ سے رنجیدہ ہو۔ میں نے اس لئے جواب نہیں دیا تھا کہ مجھ کو یہ معلوم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خود پیام دینے کا خیال ہے اس لئے سکوت کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راز ظاہر کرنا مناسب نہ تھا اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حفصہؓ سے نکاح نہ کرتے تو میں ضرور قبول کر لیتا مشہور اور راجح قول یہ ہے کہ ۳ھ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ سے نکاح فرمایا۔

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ کو طلاق دے دی تو جبرائیل امین وحی لے کر نازل ہوئے **ارجع حفصة فانها صوامة قوامة وانها زوجتك في الجنة** یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم حفصہؓ سے رجوع کر لیجئے وہ بڑی روزہ رکھنے والی اور بہت عبادت گزار عورت ہے اور جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجوع فرما لیا۔

یہ بات تحقیقی طور پر معلوم نہیں ہو سکی کہ طلاق کے اس واقعہ کا اصل سبب کیا تھا۔

شعبان ۴۵ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی حضرت معاویہ کا زمانہ خلافت تھا مروان بن حکم نے نماز جنازہ پڑھائی وفات کے وقت ساٹھ سال کی عمر تھی تاریخ وفات میں اور بھی اقوال ہیں مشہور قول مذکورہ بالا ہی ہے۔

ام المومنین حضرت ام سلمہ بنت ابی امیہ رضی اللہ عنہا

ام سلمہ رضی اللہ عنہا آپ کی کنیت تھی ہند آپ کا نام تھا ابوامیہ قریشی مخزومی کی بیٹی تھیں۔ ماں کا نام عاتکہ بنت عامر بن ربیع تھا پہلا نکاح اپنے چچازاد بھائی ابوسلمہ بن عبدالاسد مخزومی سے ہوا۔ انہیں کے ساتھ مشرف باسلام ہوئیں اور انہیں کے ساتھ پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور پھر وہاں سے مکہ واپس آ کر مدینہ کی طرف ہجرت کی۔

ابوسلمہ غزوہ بدر اور غزوہ احد میں شریک ہوئیں غزوہ احد میں بازو پر ایک زخم آیا ایک مہینہ تک اس کا علاج کرتے رہے زخم اچھا ہو گیا غرہ محرم الحرام ۴ھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسلمہ کو ایک سریہ کا امیر بنا کر روانہ فرمایا ۲۹ روز کے بعد واپس ہوئے واپسی کے بعد وہ زخم پھر جاری ہو گیا اسی زخم سے ۸ جمادی الآخری ۴ھ میں انتقال ہو گیا۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک بار میرے شوہر ابوسلمہ گھر میں آئے اور کہا کہ آج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث سن کر آیا ہوں جو میرے نزدیک دنیا اور مافیہا سے زیادہ محبوب ہے وہ یہ کہ جس شخص کو کوئی مصیبت پہنچے اور وہ انا للہ پڑھے اور اس کے بعد یہ دعا مانگے: **اللهم عندك احتسب مصيبتي هذه اللهم اخلفني فيها بخير منها** یعنی اے اللہ میں تجھ سے اپنی اس مصیبت میں اجر کی امید رکھتا ہوں اے اللہ تو مجھ کو اس کا نعم البدل عطا فرما۔

تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کو اس سے بہتر عطا فرمائے گا۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ابوسلمہؓ کے انتقال کے بعد یہ حدیث مجھ کو یاد آئی جب دعا پڑھنے کا ارادہ کیا تو یہ خیال آیا کہ مجھ کو ابوسلمہؓ سے بہتر کون ملے گا مگر چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تھا اس لئے پڑھ لیا چنانچہ اس کا یہ ثمرہ ظاہر ہوا کہ عدت گزرنے پر

رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے نکاح کا پیام دیا جن سے دنیا میں کوئی بھی بہتر نہیں۔

آنحضرت ﷺ نے جب نکاح کا پیام دیا تو ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے چند عذر پیش کئے۔

نمبرا: میرا سن زیادہ ہے۔

نمبر۲: میں عیالدار ہوں یتیم بچے میرے ساتھ ہیں۔

نمبر۳: میں بہت غیور ہوں (مبادا کہ آپ ﷺ کو میری وجہ سے کوئی ناگواری پیش آئے)

تو آپ ﷺ نے یہ جواب دیا میرا سن تم سے زیادہ ہے اور تمہاری عیال اللہ اور اس کے رسول کی عیال ہیں اور میں اللہ سے دعا کروں گا کہ وہ غیرت (یعنی وہ نازک مزاجی اور رشک کا مادہ جس کا تم کو اندیشہ ہے) تم سے جاتی رہے چنانچہ آپ ﷺ نے دعا فرمائی اور ویسا ہی ہوا۔

ماہ شوال ۴ھ میں آپ ﷺ سے نکاح ہوا تو شوال کا آخر تھا کچھ راتیں باقی تھیں مسند بزار میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مہر میں کچھ سامان بھی دیا جس کی قیمت دس درہم تھی ابن اسحاق راوی ہیں کہ ایک بستر بھی دیا جس میں بجائے روئی کے کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی اور ایک رکابی اور ایک پیالہ اور ایک چکی دی۔

سن وفات میں بہت اختلاف ہے امام بخاری تاریخ کبیر میں فرماتے ہیں کہ ۵۸ھ میں انتقال ہوا واقدی کہتے ہیں ۵۹ھ میں انتقال ہوا اور ایک قول ۶۱ھ اور دوسرا قول ۶۲ھ کا ہے ازواج مطہرات میں سب سے بعد میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا حضرت ابو ہریرہؓ نے نماز جنازہ پڑھائی انتقال کے وقت ۸۴ سال کی عمر تھی۔

فضائل: ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا فضل اور کمال حسن و جمال' فہم اور فراست عقل اور دانائی مسلم تھی۔ حدیبیہ میں آنحضرت ﷺ نے صحابہ کو ہدی ذبح کرنے اور حلق کرانے کا تین بار حکم دیا مگر کسی نے نہ ہدی ذبح کی اور نہ سر منڈایا۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو خبر ہوئی تو عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ صحابہ اس صلح سے بہت افسردہ دل ہیں آپ ﷺ کسی سے کچھ نہ فرمائیں آپ اپنی ہدی ذبح کر لیں اور حلق کرالیں چنانچہ آپ ﷺ کا ہدی ذبح کرنا تھا کہ صحابہ نے فوراً اپنے اپنے جانور ذبح کر دیئے اور حلق کرا لیا یہ عقدہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی رائے اور مشورہ سے حل ہوا۔

حسن و جمال کا یہ حال تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو مجھ کو ان کے حسن و جمال کی وجہ سے بہت رشک ہوا۔

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا...... حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے مکان ہی میں نازل ہوئی اس کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ' حضرت علی اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہم کو چادر میں لے کر یہ دعا کی: **اللهم هؤلاء اهل بيتي فطهرهم تطهيرا**۔ یہ سن کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی میں بھی تو ان کے ساتھ ہوں آپ ﷺ نے فرمایا **انت على مكانك وانت على خير** یعنی تم تو اہل بیت میں ہو ہی اور تم خیر پر بھی ہو۔

ایک مرتبہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ عورتوں کا ذکر قرآن میں کیوں نہیں ہے ان کی اس طلب اور خواہش پر آیت کریمہ: **ان المسلمين والمسلمات والمؤمنين والمؤمنات**...... نازل ہوئی۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو احادیث رسول بکثرت یاد تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور بہت سے صحابہ کرام اور تابعین نے آپ سے احادیث روایت کی ہیں محدثین نے آپ کی مرویات کی تعداد ۳۷۸ بیان کی ہے۔ رضی اللہ عنہا وارضاہا۔

ام المومنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

حضرت زینب بنت جحش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی امیمہ بنت عبدالمطلب کی بیٹی تھیں یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن تھیں پہلے ان کا نام برہ تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر زینب رکھ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں آنے سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبنی اور آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ کے عقد میں تھیں باہمی موافقت نہ ہونے کی وجہ سے زید نے ان کو طلاق دے دی حضرت زید چونکہ موالی میں سے تھے اور حضرت زینب ایک نہایت شریف اور معزز خاندان سے تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن تھیں اور عرب کا دستور تھا کہ وہ موالی سے مناکحت کو اپنے لئے باعث عار سمجھتے تھے اسی بناء پر اولاً حضرت زینب نے حضرت زید سے نکاح کرنے سے انکار کر دیا لیکن آیت کریمہ۔ وما کان لمومن ولا مومنۃ..... نازل ہونے کے بعد نکاح پر راضی ہو گئیں لیکن نکاح کے بعد حضرت زید ان کی نظر میں حقیر اور ذلیل ہی رہے اس لئے گھر میں باہم لڑائی جھگڑے رہے حضرت زید نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا اور طلاق دینے کی اجازت چاہی لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرما کر طلاق دینے سے منع فرما دیا کہ تم نے میری خاطر سے اس تعلق کو قبول کیا ہے اس لئے اب چھوڑنے سے اور ذلت ہوگی اور مجھے اپنے خاندان میں ندامت اور شرمندگی ہوگی۔ جب لڑائی جھگڑے زیادہ پیش آتے رہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں خیال گزرا کہ اگر زید نے زینب کو طلاق دے دے تو زینب کی دلجوئی بغیر اس کے ممکن نہیں کہ میں خود اس سے نکاح کر لوں لیکن جاہلوں اور منافقوں کی بدگوئی سے اندیشہ کیا کہ یہ لوگ یہ طعنہ دیں گے کہ اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا کیونکہ زمانہ جاہلیت میں متبنی کو حقیقی بیٹے کی طرح سمجھا جاتا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور پیشنگوئی بتلا دیا گیا تھا کہ زید زینب کو طلاق دے دیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا زینب سے نکاح ہوگا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے دل میں پوشیدہ رکھا اور یہ خیال کیا کہ وقت آنے پر خود سب کچھ ظاہر ہو جائے گا آخر کار ایک دن حضرت زید نے آ کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے تنگ آ کر زینب کو طلاق دے دی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔

جب حضرت زینب کی عدت پوری ہو گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید ہی کو پیغام نکاح دے کر بھیجا انہوں نے ان کے مکان پر جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام دیا تو انہوں نے کہا کہ میں استخارہ کر کے جواب دوں گی چنانچہ گھر میں جو نماز کی مخصوص جگہ تھی وہاں جا کر استخارہ میں مشغول ہو گئیں۔

چونکہ حضرت زینب نے اس بارہ میں براہ راست اللہ پاک سے مشورہ چاہا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص ولایت سے آسمان پر فرشتوں کی موجودگی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت زینب سے کر دیا آسمانوں میں تو اعلان ہو ہی گیا اب ضرورت تھی کہ زمین پر اس کا اعلان ہو چنانچہ جبرائیل علیہ السلام فلما قضی زید..... یہ آیت لے کر نازل ہوئی اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب کے گھر تشریف لے گئے اور بلا اذن داخل ہوئے۔

حافظ ابن سید الناس فرماتے ہیں کہ حضرت زینب ۳ھ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں آئیں اور بعض کہتے ہیں ۵ھ میں

آپ سے نکاح ہوا بوقت نکاح حضرت زینب کی عمر ۳۵ سال تھی اور مہر چار سو درہم مقرر ہوا۔

چونکہ یہ نکاح اللہ جل شانہ نے اپنی خاص ولایت سے فرمایا اور پھر اس کے بارے میں قرآن کی آیتیں نازل فرمائیں اس لئے آنحضرت ﷺ نے اس نکاح کے ولیمہ میں خاص اہتمام فرمایا ایک بکری ذبح کرائی اور لوگوں کو مدعو کیا اور پیٹ بھر کر لوگوں کو گوشت اور روٹی کھلائی۔

سن بیس ہجری میں مدینہ منورہ میں انتقال ہوا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی انتقال کے وقت پچاس یا ترپن سال کی عمر تھی۔

فضائل: حضرت زینبؓ ازواج مطہرات سے بطور فخر کہا کرتی تھیں کہ تمہارا نکاح تمہارے اولیاء نے کیا اور میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں پر کیا یہ حقیقت میں فخر نہ تھا بلکہ تحدیث بالنعمۃ تھی فرط مسرت اور منعم کی محبت اس عظیم الشان نعمت کے اظہار پر آمادہ کرتی تھی یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ بھی اس کو سنتے تھے اور سکوت فرماتے تھے۔

ایک حدیث مرسل میں ہے کہ حضرت زینب رسول اللہ ﷺ سے کہا کرتی تھیں کہ یا رسول اللہ ﷺ میں تین وجہ سے آپ ﷺ پر ناز کرتی ہوں۔

نمبر ۱: میرے اور آپ ﷺ کے جد امجد ایک ہی ہیں یعنی عبدالمطلب ایک روایت میں ہے کہ میں آپ ﷺ کی پھوپھی کی بیٹی ہوں۔

نمبر ۲: اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا نکاح مجھ سے آسمان پر فرمایا۔

نمبر ۳: جبرائیل امین اس بارہ میں مساعی رہے۔

منافقین نے جب عائشہ صدیقہؓ پر تہمت لگائی تو حضرت زینب کی بہن حمنہ بنت جحش بھی اپنی سادہ لوحی سے اس میں شریک ہو گئیں لیکن جب رسول اللہ ﷺ نے عائشہ کے متعلق حضرت زینب سے دریافت کیا تو حضرت زینب نے یہ جواب دیا یا رسول اللہ ﷺ میں اپنے کان اور آنکھ کو محفوظ رکھتی ہوں (یعنی جو چیز میری آنکھ نے نہیں دیکھی اور کان نے نہیں سنی وہ میں اپنی زبان سے کیسے کہہ سکتی ہوں) خدا کی قسم عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق سوائے خیر اور بھلائی کے کچھ نہیں جانتی۔

یہ معلوم ہے کہ حضرت زینب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سوکن تھیں اور یہ بھی جانتی تھیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب ہے اگر چاہتیں تو اس وقت کوئی کلمہ ایسا کہہ گزرتیں جو عائشہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ ﷺ کی نظروں سے گرانے کا سبب بن سکتا لیکن یہ کمال تقویٰ ہے کہ ایسی کوئی بات نوک زبان پر نہ لائیں اور حصر اور قسم کے ساتھ یہ کہا کہ میں ان میں بھلائی اور خیر کے سوا کچھ نہیں جانتی۔

ایک مرتبہ مال فئی مہاجرین میں تقسیم کیا جا رہا تھا کہ حضرت زینب درمیان میں بول پڑیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جھڑک دیا آپ ﷺ نے فرمایا اے عمر رضی اللہ عنہ ان کو رہنے دو یعنی زینب سے تعرض نہ کرو اس لئے کہ یہ اواہ ہے ایک شخص کے پوچھنے پر اواہ کا معنی بیان فرمایا کہ اواہ خاشع اور متضرع کو کہتے ہیں۔

اسی طرح ان میں صفت جود وسخا بھی انتہا درجے کی پائی جاتی تھی ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب کے پاس سالانہ نفقہ بھیجا تو یہ سمجھیں کہ یہ سب ازواج مطہرات کا ہے اور فرمایا اللہ عمر رضی اللہ عنہ کی مغفرت فرمائے یہ نسبت میرے وہ زیادہ

تقسیم کرنے پر قادر تھے لوگوں نے عرض کیا یہ سب آپ کے لئے ہے حضرت زینب نے فرمایا سبحان اللہ اور اپنے اور سامان کے درمیان کپڑے کا ایک پردہ ڈال دیا (تاکہ وہ مال نظر نہ آئے اور برزہ بنت رافع کو حکم دیا کہ اس کو ایک طرف ڈال دو اور ایک کپڑا اس پر ڈھانک دو اور فرمایا کہ اس کپڑے کے نیچے سے مٹھی بھر کر فلاں یتیم کو دے آؤ اور پھر مٹھی بھر کر فلاں کو دے آؤ جب اس طرح وہ مال تقسیم ہوتا رہا اور برائے نام کچھ باقی رہ گیا تو برزہ نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے آخر ہمارا بھی اس مال میں کچھ حق ہے آپ نے فرمایا اچھا جو اس کپڑے کے نیچے ہو وہ تم لے لو۔ برزہ کہتی ہیں جب میں نے کپڑا اٹھا کر دیکھا تو پچاسی درہم تھے جب سارا مال تقسیم ہو چکا تو ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگی اے اللہ اس سال کے بعد عمر کا وظیفہ مجھ کو نہ پائے چنانچہ سال گزرنے نہ پایا کہ انتقال فرما گئیں۔ رضی اللہ عنہا وارضاہا۔

ام المومنین زینب بنت خزیمہ الہلالیہ رضی اللہ عنہا

حضرت زینب بنت جحش کے علاوہ زینب نام کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اور زوجہ مطہرہ بھی تھیں جن کا پورا نام زینب بنت خزیمہ الہلالیہ ہے والد کا نام خزیمہ اور والدہ کا نام ہند بنت عوف یا خولہ بنت عوف ہے جن کا تعلق قبیلہ حمیر سے تھا ان ہی ہند کی بیٹی ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا ہیں ان دونوں کی ماں ایک ہیں لیکن والد الگ الگ ہیں حضرت زینب بنت خزیمہ کی وفات کے کئی سال بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔

حضرت زینب بنت خزیمہ کا پہلا نکاح حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا۔ حضرت عبداللہ بن جحش غزوہ احد ۳ھ شوال میں شہید ہو گئے تھے ان کی شہادت کے کچھ ہی دنوں کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ہاں ناتمام بچہ پیدا ہوا جس سے ان کی عدت ختم ہو گئی اور ذی الحجہ ۳ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح ہوا ابھی نکاح کو صرف تین مہینے ہی گزرے تھے کہ ام المومنین حضرت زینب بنت خزیمہ کا انتقال ہو گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور مدینہ طیبہ کے قبرستان جنت البقیع میں دفن ہوئیں وفات کے وقت ان کی عمر صرف تیس سال تھی۔

فضائل: حضرت زینب بنت خزیمہ بہت زیادہ سخی اور فیاض تھیں اس لئے ایام جاہلیت ہی سے ام المساکین کہہ کر پکاری جاتی تھیں اپنی ذاتی خوبیوں کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ہونے کا شرف پھر آپ ہی کے سامنے وفات پانا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خود نماز جنازہ پڑھانا اور اپنی نگرانی میں جنت البقیع میں دفن کرنا یہ بھی بڑی خوبی اور فضیلت کی بات ہے۔

ام المومنین حضرت جویریہ بنت حارث بن ضرار رضی اللہ عنہا

حضرت جویریہ حارث بن ضرار سردار بنی المصطلق کی بیٹی تھیں۔ پہلا نکاح مسافع بن صفوان مصطلقی سے ہوا تھا جو غزوہ مریسیع میں مارا گیا اس غزوہ میں جہاں اور بہت سے بچے اور عورتیں گرفتار ہوئے ان میں جویریہ بھی تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کر کے اپنی زوجیت میں لے لیا اور چار سو درہم مہر مقرر کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں ۵ھ میں آئیں اس وقت آپ بیس سال کی تھیں اور ربیع الاول ۵۰ھ میں انتقال ہوا اس وقت آپ کی عمر ۶۵ سال تھی مروان بن حکم نے جو اس وقت امیر مدینہ

تھے نماز جنازہ پڑھائی اور مدینہ منورہ کے مشہور قبرستان جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔

فضائل: حضرت جویریہ کو عبادت کا خاص ذوق تھا عبادت کے لئے مسجد کے نام سے گھر میں ایک جگہ مخصوص کر رکھی تھی ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی الصبح تشریف لائے تو وہ اپنی مسجد میں عبادت میں مشغول تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس چلے گئے نصف النہار کے قریب پھر تشریف لائے اور ان کو اسی طرح مشغول عبادت دیکھ کر فرمایا تم اس وقت سے ابھی تک اسی حالت میں ہو انہوں نے عرض کیا جی ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم کو کچھ کلمات بتلاتا ہوں وہ پڑھ لیا کرو وہ کلمات یہ ہیں سبحان اللہ عدد خلقه۔ سبحان اللہ رضا نفسه۔ سبحان اللہ زنة عرشه۔ سبحان اللہ مداد کلماته۔ یہ چاروں کلمات تین تین بار پڑھ لیا کرو۔

ان کے فضائل میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ان کی ذات ہی قبیلہ بنی مصطلق کے لوگوں کی آزادی اور ایمان لانے کا ذریعہ بنی۔ (رضی اللہ عنہا وارضاہا)

امّ المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

رملہ آپ کا نام اور ام حبیبہ آپ کی کنیت تھی ابوسفیان بن حرب اموی قریش کے مشہور سردار کی بیٹی تھیں والدہ کا نام صفیہ بنت ابی العاص تھا جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی پھوپھی تھیں بعثت سے ۱۷ سال پہلے پیدا ہوئیں پہلا نکاح عبید اللہ بن جحش سے ہوا۔

ام حبیبہؓ ابتداء ہی میں مسلمان ہوئیں اور ان کے شوہر بھی اسلام لے آئے اور دونوں نے حبش کی طرف ہجرت کی وہاں جا کر ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام حبیبہ رکھا اور اسی کے نام پر ام حبیبہ کنیت رکھی گئی اور پھر اسی کنیت سے مشہور ہوئیں چند روز بعد عبید اللہ بن جحش تو اسلام سے مرتد ہو کر عیسائی ہو گیا مگر ام حبیبہؓ برابر اسلام پر قائم رہیں۔ شوہر کے نصرانی ہونے سے پہلے اس کو نہایت بری اور بھیانک شکل میں خواب میں دیکھا بہت گھبرائیں جب صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ وہ عیسائی ہو چکا ہے اس کو خواب سنا کر متنبہ کیا مگر اس کو کچھ اثر نہ ہوا اور اسی حالت میں مر گیا۔

چند روز کے بعد خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص یا ام المؤمنین کہہ کر آواز دے رہا ہے فرماتی ہیں جس سے میں گھبرائی۔ عدت کا ختم ہونا تھا کہ یکایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن امیہ ضمری کے ہاتھوں نجاشی کو یہ پیغام بھیجا تھا کہ اگر ام حبیبہ مجھ سے نکاح کرنا چاہیں تو تم بطور وکیل نکاح پڑھوا کر میرے پاس بھیج دو۔ نجاشی نے اپنی باندی ابرہہ کے ذریعے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام بھیج کر ان کی رضامندی معلوم کی جس کو حضرت ام حبیبہؓ نے بخوشی قبول کر لیا۔ نجاشی نے حضرت جعفر اور تمام مسلمانوں کو جمع کر کے خود خطبہ نکاح پڑھا اور چار سو درہم مہر مقرر کر کے نکاح کر دیا اور اسی وقت وہ چار سو درہم خالد بن سعید اموی کے حوالے کر دیئے لوگ جب اٹھنے لگے تو نجاشی نے کہا کہ ابھی بیٹھیے حضرات انبیاء کی سنت یہ ہے کہ نکاح کے بعد ولیمہ بھی ہونا چاہئے چنانچہ کھانا آیا اور دعوت سے فارغ ہو کر سب رخصت ہوئے۔

۴۴ھ میں مدینہ منورہ میں انتقال ہوا اور بعض کے نزدیک دمشق میں انتقال ہوا مگر صحیح یہی ہے کہ مدینہ منورہ میں انتقال ہوا۔

چونکہ بعثت سے سترہ سال پہلے پیدا ہوئیں لہٰذا اس حساب سے آنحضرت ﷺ کے نکاح کے وقت آپ کی عمر ۳۷ سال تھی اور وفات کے وقت ۷۴ سال تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ام حبیبہ نے انتقال کے وقت مجھ کو بلایا اور کہا کہ باہم سوکنوں میں جو کچھ پیش آتا ہے وہ تم کو معلوم ہے جو کچھ ہوا ہو وہ معاف کرنا اللہ تعالیٰ میری اور تمہاری مغفرت فرمائے میں نے کہا سب معاف ہے اللہ تعالیٰ میری اور تمہاری مغفرت فرمائے۔ ام حبیبہ نے فرمایا اے عائشہ رضی اللہ عنہا تم نے مجھے خوش کیا اللہ تعالیٰ تجھے بھی خوش رکھے پھر ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور ان سے بھی یہی گفتگو ہوئی۔

فضائل: ام المؤمنین حضرت ام حبیبہؓ کو اللہ تعالیٰ نے ظاہری حسن و جمال کے ساتھ باطنی کمالات سے بھی نوازا تھا وہ اولین ایمان لانے والوں میں ہیں حالانکہ ان کے والد ابوسفیان بہت دیر بعد فتح مکہ کے قریب ایمان لائے تھے اسی طرح گھر کے دوسرے افراد بھی دیر ہی سے مسلمان ہوئے تھے ایسے حالات میں ام حبیبہؓ کا اسلام کے ابتدائی عہد ہی میں مشرف باسلام ہو جانا اور اپنے گھر والوں کی مخالفت کی پرواہ نہ کرنا اور اسلام کی خاطر مکہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کر جانا پھر جب ان کا شوہر حبشہ جا کر مرتد ہو گیا تو بھی اپنے ایمان کو بچائے رکھنا اور دین اسلام پر ثابت قدم رہنا بڑی ہمت اور اولوالعزمی کی بات ہے۔

اسی طرح ابوسفیانؓ کے آنے پر رسول اللہ ﷺ کے بستر کو لپیٹ دینا یہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ غیر معمولی محبت و عقیدت کا پتہ دیتی ہے۔

حدیث کی کتابوں میں ان کے متعلق اتباع سنت کے اہتمام کے بہت سے واقعات مذکور ہیں آخرت کے حساب و کتاب سے بہت ڈرتیں اور صفائی معاملات کا بہت خیال کرتیں تھیں جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ انہوں نے اپنی سوکنوں سے مرض الوفات میں تمام کہا سنا معاف کرالیا تھا۔

رسول اللہ ﷺ سے براہ راست اور بالواسطہ متعدد روایات نقل کی ہیں جو صحاح ستہ وغیرہ میں موجود ہیں۔ ان سے روایت کرنے والوں میں ان کے بھائی معاویہؓ بیٹی حبیبہ اور بعض دیگر صحابہ و تابعین ہیں۔ (رضی اللہ عنہا وارضاہا)

ام المؤمنین صفیہ بنت حیی بن اخطب رضی اللہ عنہا

حضرت صفیہ حیی بن اخطب بنی نضیر کے سردار کی بیٹی تھیں حیی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون بن عمران علیہ السلام کی اولاد میں سے تھا والدہ کا نام ضرہ تھا جو بنی قریظہ کے سردار کی بیٹی تھیں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح سلام بن مشکم قرظی سے ہوا۔ سلام کے طلاق دے دینے کے بعد کنانہ بن ابی الحقیق سے نکاح پیدا ہوا کنانہ غزوہ خیبر میں مقتول ہوا اور یہ گرفتار ہوئیں رسول اللہ ﷺ نے ان کو آزاد کر کے اپنی زوجیت میں لے لیا اور یہی ان کا مہر قرار پایا خیبر سے چل کر آپ ﷺ بمقام صہبا میں اترے جو خیبر سے ایک منزل ہے وہاں پہنچ کر عروسی فرمائی اور یہیں ولیمہ فرمایا۔

ولیمہ عجیب شان سے ہوا چمڑے کا ایک دسترخوان بچھا دیا گیا اور حضرت انسؓ سے فرمایا کہ اعلان کر دو کہ جس کے پاس جو کچھ سامان جمع ہے وہ لے آئے کوئی کھجور لایا اور کوئی پنیر اور کوئی ستو لایا اور کوئی گھی لایا جب اس طرح کچھ سامان جمع ہو گیا تو سب نے ایک جگہ بیٹھ کر کھالیا اس ولیمہ میں گوشت اور روٹی کچھ نہ تھا۔

مقام صہبا میں تین روز آپ ﷺ نے قیام کیا اور حضرت صفیہ پردہ میں رہیں جب آپ ﷺ وہاں سے روانہ ہوئے تو خود حضرت صفیہ کو اونٹ پر سوار کرایا اور اپنی عبا سے ان پر پردہ کیا کہ کوئی دیکھ نہ سکے گویا کہ یہ اعلان تھا کہ حضرت صفیہ ام المؤمنین ہیں ام ولد نہیں۔

نکاح کے بعد انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے ایک خواب کا واقعہ بھی سنایا۔ انہوں نے بتلایا کہ یا رسول اللہ ﷺ جب آپ ﷺ اور صحابہ کرام خیبر کا محاصرہ کئے ہوئے تھے اسی زمانہ میں ایک رات میں نے خواب دیکھا کہ چاند میری گود میں آ کر گرا ہے میں نے اپنے شوہر کو یہ خواب سنایا تو اس نے میرے چہرے پر اتنی زور سے طمانچہ مارا کہ چہرہ پر اس کا نشان پڑ گیا اور کہا کہ تو بادشاہ عرب کو اپنا شوہر بنانے کی خواہش کرتی ہے۔

ام المؤمنین حضرت صفیہ کی وفات رمضان ۵۰ھ میں ہوئی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں بعض حضرات نے سن وفات ۵۲ھ ذکر کی ہے مشہور قول ۵۰ھ ہی کا ہے۔

فضائل: ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بہت زیادہ عقل مند اور سمجھ دار تھیں حضور ﷺ نے ان کو اختیار دیا تھا کہ گھر جانا چاہیں تو جا سکتی ہیں لیکن انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اختیار کیا وہ بہت زیادہ حلیم اور بردبار تھیں۔ نبی کریم ﷺ ان کی بہت دلداری فرماتے تھے ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ ان کے گھر تشریف لائے دیکھا کہ حضرت صفیہ رو رہی ہیں وجہ دریافت فرمائی تو انہوں نے عرض کیا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور حفصہ کہتی ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی ازواج تو ہیں ہی آپ ﷺ کے خاندان میں سے ہونے کا بھی شرف رکھتی ہیں اور تم تو یہودی خاندان سے تعلق رکھتی ہو۔ لہٰذا ہم تم سے بہتر ہیں آپ ﷺ نے فرمایا تم نے یہ کیوں نہ کہہ دیا کہ تم مجھ سے کیسے بہتر ہو سکتی ہو میرے باپ ہارون علیہ السلام ہیں اور میرے چچا حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں اور میرے شوہر محمد ﷺ ہیں۔

ایک بار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کے بارے میں کوئی نامناسب کلمہ کہہ دیا آپ ﷺ نے بہت ناگواری کا اظہار فرمایا اسی طرح حضرت زینب بنت جحش نے انہیں یہودیہ کہہ دیا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ **انها اسلمت وحسن اسلامها** یعنی وہ پکی مومنہ ہیں اور آپ ﷺ کئی ہفتہ حضرت زینب کے ہاں تشریف نہیں لے گئے۔

انہیں رسول اللہ ﷺ سے بہت غیر معمولی محبت اور تعلق تھا آپ ﷺ کے مرض الوفات میں جب مرض کی تکلیف بہت زیادہ ہوئی تو حضرت صفیہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ واللہ میرا دل چاہتا ہے کہ یہ تکلیف بجائے آپ ﷺ کے مجھے ہو جاتی بعض ازواج مطہرات نے آپس میں ایک دوسرے کی طرف اشارہ کیا گویا ان کو اس کلام کی صداقت میں شک تھا حضور ﷺ نے دیکھ لیا اور فرمایا **واللہ انها لصادقة** خدا کی قسم یا اپنی بات میں سچی ہے آپ بہت سخی تھیں جب پہلی بار مدینہ طیبہ آئی ہیں تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور بعض ازواج مطہرات کو اپنے زیور عنایت فرمائے۔

جب باغیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مکان کا محاصرہ کر رکھا تھا تو حضرت صفیہ ان کی امداد کے ارادے سے نکلیں لیکن باغیوں نے ان کو آگے نہ جانے دیا واپس تشریف لے آئیں اور پھر حضرت حسنؓ کے ذریعہ ان کے گھر کھانے پینے کا سامان بھیجنے کا انتظام فرمایا۔

رسول اللہ ﷺ کی متعدد روایات ان کے واسطے سے محدثین نے نقل کی ہیں ان کے تلامذہ میں حضرت زین العابدینؒ

حضرت اسحاق بن عبداللہ حضرت مسلم بن صفوان حضرت کنانہ اور حضرت یزید بن معتب وغیرہ تابعین کے اسماء گرامی شامل ہیں۔

ام المؤمنین میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا

میمونہ رضی اللہ عنہا آپ کا نام ہے والد کا نام حارث اور والدہ کا نام ہند ہے اور یہی ام المؤمنین حضرت زینب بنت خزیمہ کی والدہ ہیں حضرت زینب اور حضرت میمونہ کی والدہ ایک ہیں اور والد علیحدہ علیحدہ ہیں۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا حضرت ابن عباسؓ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہم اور مشہور تابعی حضرت یزید بن اصم کی خالہ ہیں۔ حضرت میمونہ کی بہن ام الفضل حضرت عباسؓ کی اہلیہ تھیں اور دوسری بہن حضرت اسماءؓ حضرت جعفر بن ابی طالب کے نکاح میں تھیں ان کی شہادت کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے نکاح میں رہیں اور ان کی وفات کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آنے سے پہلے ابو رہم بن عبدالعزیٰ کے نکاح میں تھیں ان کے انتقال کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں آئیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے پیام دیا تو حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عباسؓ کو اپنا وکیل مقرر کیا چنانچہ حضرت عباسؓ نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح کر دیا اور مہر پانچ سو درہم مقرر ہوا یہ واقعہ صلح حدیبیہ کے ایک سال بعد کا ہے ابھی نکاح نہیں ہو سکا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرۃ القضاء (۷ھ) کی نیت سے مکہ کے لئے تشریف لے گئے اس سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات اور حضرت میمونہ بھی تھیں اثناء سفر ہی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے ہوا۔ امام بخاریؒ کے نزدیک راجح یہ ہے کہ نکاح کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم محرم تھے مکہ سے چل کر مقام سرف میں ٹھہرے اور وہاں پہنچ کر عروسی فرمائی۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نکاح اور عروسی دونوں مقام سرف ہی میں ہوئے۔

ابن سعد کہتے ہیں کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری بیوی تھیں جن کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر کسی اور سے نکاح نہیں فرمایا۔

۵۱ھ میں مقام سرف میں اسی جگہ انتقال فرمایا جہاں عروسی ہوئی تھی اور وہیں دفن ہوئیں عبداللہ بن عباسؓ نے نماز جنازہ پڑھائی قبر میں عبداللہ بن عباس اور یزید بن اصم اور عبداللہ بن شداد اور عبیداللہ خولانی نے اتارا۔ تین اول الذکر آپؓ کے بھانجے تھے اور چوتھے آپؓ کے پروردہ یتیم تھے۔

فضائل: ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا تین سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہی ہیں ذی قعدہ ۷ھ میں ان کا نکاح ہوا ہے اور ربیع الاول ۱۰ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تین سال کے قلیل عرصہ میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے بہت علم و فضل حاصل کیا بہت سی دینی معلومات اور مسائل جو اکابر صحابہ کرام کو بھی معلوم نہ ہوتے تھے ان کے علم میں ہوتے تھے خصوصاً عورتوں سے متعلق مسائل اور غسل وغیرہ کے بعض مسائل کی احادیث کتب حدیث میں انہیں کے واسطے سے مروی ہیں ان سے کل چھیالیس حدیثیں مروی ہیں جن میں سات متفق علیہ یعنی صحیح بخاری و مسلم میں مذکور ہیں اور پانچ صرف مسلم میں ہیں باقی حدیث کی دوسری کتابوں میں ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کمال ایمان کی شہادت دیتے ہوئے فرمایا الاخوات مومنات میمونہ ام الفضل و

اسماء یعنی میمونہ ام فضلؓ اور اسماء تینوں بڑے درجے کی صاحب ایمان بہنیں ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کے متعلق فرماتی ہیں انھا کانت من اتقانا للہ واوصلنا للرحم یعنی حضرت میمونہ ہم لوگوں میں خوف خدا اور صلہ رحمی میں ممتاز مقام رکھتی تھیں۔

ان کے بھانجے یزید بن الاصم ذکر کرتے ہیں کہ ہماری خالہ بہت کثرت سے نماز پڑھتی تھیں گھر کے کام خود کرتی تھیں اور مسواک کرنے کا خاص اہتمام فرماتی تھیں غلام آزاد کرنے کا شوق تھا ایک دفعہ باندی آزاد کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دعا دی اللہ تم کو اس کا اجر عطا فرمائے۔ رضی اللہ عنہا وارضاہا۔

یہ گیارہ ازواج مطہرات ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں رہیں اور امہات المؤمنین کے لقب سے مشہور ہوئیں اور چند عورتیں ایسی بھی ہیں کہ جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح فرمایا لیکن مقاربت سے پہلے ہی ان کو اپنی زوجیت سے جدا کر دیا جیسے اسماء بنت نعمان جونیہ اور عمرہ بنت یزید کلابیہ۔ ان کا تذکرہ غیر ضروری سمجھ کر چھوڑ دیا گیا ہے۔

کنیزیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چار کنیزیں تھیں جن میں سے دو مشہور ہیں۔

① ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا: یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ام ولد ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم انہیں کے بطن سے ہیں ماریہ قبطیہ کو مقوقس شاہ اسکندریہ نے بطور نذرانہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا تھا ماریہ قبطیہ نے حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت ۱۶ھ میں انتقال فرمایا اور بقیع میں دفن ہوئیں۔

② ریحانہ بنت شمعون رضی اللہ عنہا: یہ خاندان بنو قریظہ یا بنی نضیر سے تھیں اسیر ہو کر آئیں اور بطور کنیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں رہیں۔ حجۃ الوداع کے بعد ۱۰ھ میں انتقال ہوا اور بقیع میں دفن ہوئیں اور ایک قول یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کر کے نکاح فرمایا تھا۔

③ نفیسہ: نفیسہ اصل میں ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش کی باندی تھیں حضرت صفیہ کے تذکرہ میں گزر چکا ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صفیہ کے بارے میں حضرت زینب سے ناراض ہو گئے تھے۔ دو تین مہینہ تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض رہے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہوئے تو حضرت زینب نے اس خوشی میں اپنی باندی نفیسہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کر دی تھی۔

④ ان کے علاوہ ایک اور کنیز تھیں جن کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔

بَابُ جَامِعِ الْمَنَاقِبِ

مناقب کا جامع بیان

مؤلف نے اس باب کے تحت بعض مشاہیر صحابہ مثلاً خلفاء' اہلبیت' عشرہ مبشرہ' ازواج مطہرات' مہاجرین' انصار وغیرہ کے فضائل کی احادیث بیان کی ہیں لیکن کسی جماعت وزمرہ کی تخصیص اور ہر ایک کے لئے علیحدہ علیحدہ باب نہیں باندھا۔

الفصل الاول:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مرد صالح ہونے کی شہادت

۲۰۳۱/ا عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ رَاَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَاَنَّ فِيْ يَدِيْ سَرَقَةً مِّنْ حَرِيْرٍ لَا اَهْوِيْ بِهَا اِلٰى مَكَانٍ فِي الْجَنَّةِ اِلَّا طَارَتْ بِهٖ اِلَيْهِ فَقَصَصْتُهَا عَلٰى حَفْصَةَ فَقَصَّتْهَا حَفْصَةُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اَخَاكِ رَجُلٌ صَالِحٌ اَوْ اِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ رَجُلٌ صَالِحٌ۔ (متفق علیہ)

أخرجه البخاري في صحيحه حديث رقم ٧٠١٦ والترمذي في السنن ٥/٦٣٨ حديث رقم ٣٨٢٥ والدارمي ٢/١٥٩ حديث رقم ٢١٢٨۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے ہاتھ میں ریشم کے کپڑے کا ایک ٹکڑا ہے اور میں جنت کے اندر جہاں جانے کا ارادہ کرتا ہوں وہ ٹکڑا مجھے لے اڑتا ہے (اور وہاں پہنچا دیتا ہے) میں نے یہ خواب اپنی بہن حفصہؓ سے بیان کیا اور انہوں نے اس کا ذکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب سن کر فرمایا کہ تمہارا بھائی ایک صالح شخص ہے یا یہ فرمایا کہ عبداللہ ایک صالح شخص ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح ۞ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ ان کے پاس ریشم کا ایک ٹکڑا ہے اور وہ ان کو جنت میں جہاں یہ جانا چاہتے ہیں لے جاتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خواب کی تعبیر یہ بتلائی کہ یہ ریشم کا ٹکڑا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے صالح احوال واعمال ہیں جو ان کو جنت کے درجات عالیہ تک پہنچا دیں گے۔

عبداللہ بن عمر خلیفہ ثانی امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کے صاحبزادے ہیں حضرت عبداللہ بن عمر کی ولادت نزول وحی سے ایک سال قبل ہوئی۔ والدہ کا نام زینب بنت مظعون ہے جو مشہور صحابی حضرت عثمان بن مظعون کی بہن ہیں بچپن ہی میں اپنے والدین کے ساتھ حضرت عبداللہ بھی ایمان لے آئے تھے ہجرت بھی اپنے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ کی ہے بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ اپنے والد سے پہلے مدینہ ہجرت کر کے آگئے تھے ہجرت کے وقت ان کی عمر صرف دس سال تھی غزوہ بدر کے وقت خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر عرض کیا کہ میں غزوہ میں شریک ہونا چاہتا ہوں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کم عمری کی وجہ سے واپس کر دیا غزوہ احد میں بھی ایسا ہی ہوا پھر غزوہ خندق میں جب ان کی عمر ۱۵ سال ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی درخواست قبول فرما کر غزوہ میں شرکت کی اجازت دے دی اس کے بعد تو غزوات میں شرکت ہی رہی حدیبیہ میں بیعت رضوان میں بھی شریک رہے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی قریبی عزیز اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سب سے زیادہ باکمال صاحبزادے ہیں جن کے صلاح وتقویٰ کی شہادت خود زبان نبوت نے دی ہے چنانچہ زیر بحث حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رجل صالح کا خطاب عنایت فرما کر گویا ان کی نیکی اور تقویٰ کی گواہی دی ہے۔

ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا کندھا پکڑ کر فرمایا: **كن في الدنيا كانك غريب او عابر سبيل وعد نفسك**

من اهل القبور یعنی دنیا میں ایسے رہو جیسے کہ تم پردیسی ہو یا مسافر اور اپنے کو اہل قبور یعنی مردوں میں شمار کرو۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی ساری زندگی اسی ارشاد کے مطابق زاہدانہ گزاری۔ عمر بھر دنیا سے کوئی تعلق نہ رکھا کیسے کیسے مواقع حصول دنیا کے آئے لیکن انہوں نے اس کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جو عمر و مقام میں ان سے بڑے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ قریش کے نوجوانوں میں دنیا کے معاملہ میں اپنے نفس پر سب سے زیادہ قابو پانے والے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ ہم میں کوئی نہیں بچا کہ دنیا اس پر مائل ہو گئی اور وہ دنیا کی طرف جھک گیا سوائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اور ان کے بیٹے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے۔

نیز حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو اتباع سنت کا غیر معمولی اہتمام تھا اور اس معاملے میں کسی کی رعایت نہ کرتے اور سفر میں بھی اتباع سنت کا بہت لحاظ کرتے جن راستوں سے آپ کا گزر ہوا و حتی الوسع انہیں راستوں سے گزرتے' اثنائے سفر جہاں جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام کیا وہ بھی وہیں قیام فرماتے جہاں جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی وہیں آپ بھی نماز پڑھتے ہر سال حج کرتے اور عرفہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے موقف ہی میں قیام کرتے۔

راہ خدا میں بکثرت مال و دولت خرچ کرتے خصوصاً اپنی پسندیدہ چیزوں کو تو ضرور ہی اللہ کے لئے خرچ کر دیتے' جو غلام یا باندی کسی بھی حیثیت سے اچھا ہوتا اسے آزاد کر دیتے چنانچہ ان کے غلام حضرت نافعؒ فرماتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی حیات میں ایک ہزار بلکہ اس سے زیادہ انسانوں کو غلامی سے آزاد کیا تھا۔

ایک بار حجاج نے خطبہ دیا اور نماز میں بہت تاخیر کر دی اس پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سورج تمہارے لئے ٹھہر انہیں رہے گا اس پر حجاج نے کہا کہ میں چاہوں تمہاری آنکھوں کے ڈھیلے نکال دوں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو اگر ایسا کرے گا تو کیا تعجب ہے کیونکہ تو بڑا بے وقوف ہے اور ہم پر زبردستی مسلط کیا گیا ہے بعض نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بات آہستہ کہی اور حجاج کو نہیں سنایا حجاج نے ایک شخص کو حکم دیا تھا جس کے مطابق اس نے اپنے نیزے کے نیچے کی بوری کو زہر میں بجھایا اور راستے میں اس نے آپؓ سے مزاحمت کی اور اپنے نیزے کی بوری آپؓ کے قدم کی پشت میں چبھو دی جس کی وجہ سے آپ کا انتقال ہوا۔

آپ کا انتقال ۷۳ھ یا ۷۴ھ میں ابن الزبیر کے قتل کے تین ماہ بعد اور بقول بعض چھ ماہ بعد مکہ معظمہ میں ہوا۔ انہوں نے وصیت کی تھی کہ مجھ کو حل میں دفن کیا جائے لیکن حجاج کی وجہ سے یہ وصیت پوری نہ ہو سکی اور مقام ذی طویٰ میں مہاجرین کے قبرستان میں دفن کئے گئے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ طور طریقہ اور سیرت و کردار میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت مشابہ تھے

۲/۶۰۳۴ وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ إِنَّ أَشْبَهَ النَّاسِ دَلًّا وَسَمْتًا وَهَدْيًا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَابْنُ أُمِّ عَبْدٍ مِنْ حِيْنَ يَخْرُجُ مِنْ بَيْتِهِ إِلَى أَنْ يَّرْجِعَ إِلَيْهِ لَا نَدْرِيْ مَا يَصْنَعُ فِيْ أَهْلِهِ إِذَا خَلَا۔ (رواه البخاري)

أخرجه البخاري في صحيحه ۱۰/ ۵۰۹ حديث رقم ۶۰۹۷ والترمذي في السنن ۵/ ۶۳۱ حديث رقم ۳۸۰۷ و أحمد في المسند ۵/ ۳۸۹۔

ترجمہ: حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ وقار میانہ روی اور راہ راست پر ہونے کے اعتبار سے ہم سب لوگوں میں عبداللہ بن مسعودؓ رسول اللہ ﷺ سے بہت مشابہ تھے جس وقت وہ گھر سے نکلتے تھے اور اس وقت تک کہ جب وہ گھر میں جاتے تھے اور گھر کے اندر کا حال ہم کو معلوم نہیں کہ وہ تنہائی میں کیا کرتے تھے۔ (بخاری)

تشریح: اس حدیث میں تین لفظ استعمال ہوئے ہیں دل' سمت' ھدی' یہ الفاظ تقریباً قریب المعنی ہیں بمعنی طور طریقہ سیرت و کردار البتہ ان میں لغوی اعتبار سے تھوڑا بہت فرق ہے جو درج ذیل ہے۔

دل: دال کے فتحہ اور لام کی تشدید کے ساتھ۔ اس کا معنی ہے سیرت اور حالت اور بعض حضرات نے فرمایا کہ اس کا معنی ہے خوش کلامی گویا یہ مشتق ہے دلالت سے یعنی اس کا ظاہر حال نیک عادت اور خصلت پر دلالت کرتا ہے اور قاموس میں ہے کہ دل کا معنی ہدی کے قریب ہے یعنی سکینت' وقار' خوبصورتی۔ اور مجمع البحار میں ہے کہ دل کا معنی ہے شکل اور شمائل۔

سمت: سین کے فتحہ اور میم کے جزم کے ساتھ اس کا معنی ہوتا ہے طریق اور میانہ روی اور عام طور پر اس کا اطلاق اہل خیر کے طریقہ پر ہوتا ہے اور قاموس میں اس کا معنی ہے طریق اور اہل خیر کی ہیئت اور صراح میں اس کا معنی نیک راہ و روش لکھا ہے۔

ھدی: ہاء کے زیر اور دال کے جزم کے ساتھ بمعنی اہل خیر کا طریقہ' سیرت اور ہیئت۔

اس روایت میں ام عبد کے بیٹے سے مراد عبداللہ بن مسعودؓ ہیں ان کی والدہ کی کنیت ام عبد تھی۔

حضرت حذیفہؓ کے اس ارشاد کے دو مطلب ہو سکتے ہیں پہلا یہ کہ جب تک وہ ہمارے سامنے رہتے ہیں ان کی یہ حالت ہے کہ وہ وقار' میانہ روی اور راہ راست میں حضور ﷺ کے بہت مشابہ ہیں۔ گھر کا حال ہم کو معلوم نہیں۔

دوسرا مطلب یہ ہے کہ ان کا ظاہری حال تو یہ ہے کہ وہ ان اوصاف حمیدہ میں حضور ﷺ کے بہت مشابہ ہیں اور ہم اس کی گواہی بھی دیتے ہیں لیکن رہا باطن کا معاملہ ہم چونکہ اس سے واقف نہیں باطن کا علم اللہ علام الغیوب کے پاس ہے اس لئے باطن سے وہی واقف ہیں۔

حضور ﷺ کا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ بے تکلفانہ رویہ

۴/۲۰۳۳ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَدِمْتُ اَنَا وَاَخِیْ مِنَ الْیَمَنِ فَمَکَثْنَا حِیْنًا مَا نُرٰی اِلَّا اِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ بَیْتِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِمَا نَرٰی مِنْ دُخُوْلِهٖ وَدُخُوْلِ اُمِّهٖ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔ (متفق علیہ)

أخرجه البخاري في صحيحه ۱۰۲/۷ حديث رقم ۳۷۶۳ ومسلم في صحيحه ۱۹۱۱/۴ حديث رقم (۱۱۰-۲۴۶۰) والترمذي في السنن ۳۷۶۳

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان فرمایا کہ میں اور میرا بھائی یمن سے (مدینہ میں) آئے اور ایک عرصہ تک (مدینہ میں) رہے ہم ہمیشہ یہی خیال کرتے رہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ اہل بیت النبی ﷺ کے ایک فرد ہیں اس لئے کہ ہم عبداللہ بن مسعودؓ اور ان کی والدہ کو اکثر نبی کریم ﷺ کے پاس آتے جاتے دیکھتے تھے۔ (متفق علیہ)

تشریح دراصل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے یہ فرمایا ہوا تھا کہ اگر تم میرے پاس ایک دو آدمیوں کو بیٹھا دیکھ بھی لیا کرو تب بھی آ جایا کرو اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے جبکہ مسلم شریف کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا ہوا تھا کہ جب تم دیکھو کہ میرے دروازے کا پردہ اٹھا ہوا ہے تو تم بلا اجازت اندر آ سکتے ہو اور میرے راز کی بات سن سکتے ہو الا یہ کہ میں تم کو آنے سے منع کر دوں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ مکہ معظمہ کے رہنے والے اور اولین اسلام لانے والے صحابہ میں سے ہیں خود فرماتے ہیں کہ مجھ سے پہلے صرف پانچ شخص مسلمان ہوئے تھے اسلام لانے والوں میں میرا چھٹا نمبر ہے ان کے والد کا زمانہ جاہلیت ہی میں انتقال ہو گیا تھا لیکن والدہ ایمان لے آئیں تھیں اور بلند پایہ کی صحابیہ تھیں ایمان لانے کے نتیجہ میں جو تکلیف و مصیبت ہر صاحب ایمان کو پہنچتی تھی وہی ابن مسعودؓ کے حصہ میں بھی آئیں مشرکین کی اذیتوں سے تنگ آ کر صحابہ کرام کی جو جماعت نبوت کے پانچویں سال رجب کے مہینہ میں حبشہ چلی گئی تھی ان صحابہ کرام میں ابن مسعودؓ بھی تھے وہاں جانے کے کچھ ہی دنوں کے بعد ان حضرات کو یہ اطلاع ملی کی قریش کا پورا قبیلہ مسلمان ہو گیا ہے اس اطلاع پر عبداللہ بن مسعود مکہ واپس چلے آئے لیکن یہاں آ کر معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط تھی اس لئے جلد ہی واپس حبشہ ہجرت کر گئے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ کی طرف ہجرت فرمانے کے بعد مدینہ طیبہ ہی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے جس وقت ابن مسعودؓ مدینہ پہنچے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ بدر کی تیاری کر رہے تھے وہ آپؐ کے ساتھ غزوہ بدر میں شریک ہوئے اور ابوجہل کا کام تمام کیا جس کو دو نوجوان انصاری صحابیوں نے قتل کر دیا تھا لیکن ابھی کچھ جان باقی تھی غزوہ بدر کے بعد آپؐ ہمیشہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں شریک رہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ دبلے پتلے جسم کے تھے رنگ گندمی تھا ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کسی ضرورت سے درخت پر چڑھایا صحابہ کرام ان کی دبلی پتلی ٹانگ دیکھ کر ہنسنے لگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے نزدیک عبداللہ بن مسعودؓ کی یہ دبلی پتلی ٹانگ بھی احد پہاڑ سے زیادہ وزنی ہے کپڑے صاف ستھرے پہنتے اور کثرت سے عطر استعمال فرماتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا شمار بڑے اہل فضل و کمال صحابہ کرام میں ہوتا ہے وہ سابقین اولین میں ہیں جن کو اللہ پاک نے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کی خوشخبری سنائی ہے ان کی زندگی کا خاصہ حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گزرا سفر و حضر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی خدمت میں جو صحابہ کرام پیش پیش رہتے تھے ان میں عبداللہ بن مسعودؓ بھی تھے اسی لئے صحابہ کرام ان کو صاحب النعلین والسواک والوسادہ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ضروریات کا خیال رکھنے والا کہتے تھے ان کو جو قرب و تعلق آپ کی ذات گرامی سے نصیب تھا وہ چند ہی صحابہ کرام کو میسر تھا وہ ہمہ وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر آتے جاتے اور خدمت میں رہتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان کو اس سلسلہ میں وہ خصوصی اجازت بھی حاصل تھی جس کا ذکر شروع میں ہم کر چکے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا علمی مقام بھی بہت بلند ہے ان کا شمار ان صحابہ کرام میں ہے جو اہل فتویٰ اور اہل قضا سمجھے جاتے تھے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن و سنت کا بہت علم حاصل کیا اور اللہ نے ان کو تلامذہ بھی غیر معمولی قسم کے عطا فرمائے جنہوں نے ان کے علم اور ان کی روایت کردہ احادیث اور قرآن کی تفسیر کو دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہنچا دیا ان کو قرآن مجید سے خصوصی شغف اور تعلق تھا قرآن مجید یاد بھی بہت اچھا تھا اور بہت صحیح اور سوز کے ساتھ پڑھتے تھے ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مسجد میں نماز میں مشغول دیکھا اور دیر تک کھڑے ان کی قراءت سنتے رہے پھر فرمایا کہ جو شخص قرآن مجید کو بالکل تر و تازہ جیسا

اترا ہے ویسا ہی پڑھنا چاہے اس کو عبداللہ بن مسعودؓ کے طرز پر قرآن پڑھنا چاہئے۔ایک بار حضور ﷺ نے ان کو تلاوت سنانے کا حکم دیا انہوں نے سورۂ نساء پڑھنی شروع کی جب آیت کریمہ فکیف اذا جئنا من کل امة بشھید...... تک پہنچے تو آپ ﷺ نے ان کو روک دیا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں ابن مسعودؓ کو اہل کوفہ کی تعلیم و تربیت کے لئے کوفہ بھیجا تو ... اہل کوفہ کے نام اس سلسلہ میں جو گرامی نامہ تحریر فرمایا تھا اس میں عبداللہ بن مسعودؓ کے متعلق یہ لکھا تھا میں عبداللہ بن مسعودؓ کو اپنا نائب اور تمہارا معلم بنا کر بھیج رہا ہوں وہ رسول اللہ ﷺ کے اکابر صحابہ میں ہیں اور غزوہ بدر میں شریک ہونے والے لوگوں میں ہیں۔ان کی مجھے بھی ضرورت تھی لیکن میں تم لوگوں کو اپنے مقابلہ میں ترجیح دیتا ہوں تم ان کی اطاعت و فرمانبرداری کرو۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں عبداللہ بن مسعودؓ کوفہ ہی میں رہے اور کوفہ ہی ان کی دینی اور علمی سرگرمیوں کا مرکز بنا اور یہیں سے ان کے علوم کی نشر و اشاعت ہوئی حدیث کی کتابوں میں ان کی مرویات کی تعداد ۸۴۸ ہے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو بیت المال کا نگہبان بھی بنا دیا تھا یہ عہدہ بھی جب تک وہ کوفہ میں رہے ان کے پاس ہی رہا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے آخری دور میں ان کو مدینہ بلا لیا تھا مدینہ میں ہی ان کی وفات ۳۲ھ میں ہوئی اور غالباً حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہی نے نماز جنازہ بھی پڑھائی۔وفات کے وقت ان کی عمر تقریباً ساٹھ سال تھی اور بقیع میں دفن کئے گئے۔رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

ابن مسعودؓ سالمؓ ابی بن کعب اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم سے قرآن سیکھنے کا امر

۶۰۳۴/۴ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اسْتَقْرِؤُا الْقُرْاٰنَ مِنْ اَرْبَعَةٍ مِّنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَسَالِمٍ مَوْلٰى اَبِیْ حُذَيْفَةَ وَاُبَیِّ ابْنِ كَعْبٍ وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ۔ (متفق علیہ)

أخرجه البخاري في صحيحه ۱۰۲/۷ حديث رقم ۳۷۶۰ ومسلم في صحيحه ۱۹۱۴/۴ حديث رقم (۱۱۸-۲۴۶۴) و احمد في المسند ۱۸۹/۲۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا چار آدمیوں سے قرآن سیکھو یعنی عبداللہ بن مسعودؓ سے سالم مولی ابوحذیفہؓ سے ابی بن کعبؓ سے اور معاذ بن جبلؓ سے۔ (متفق علیہ)

تشریح ☼ نبی کریم ﷺ نے ان چار حضرات سے قرآن سیکھنے کا حکم دیا اس لئے کہ یہ تمام صحابہ کرام میں بڑے حافظ تھے شرح مسلم میں ہے کہ ان چاروں سے قرآن پاک سیکھنے کا حکم اس لئے دیا کہ انہوں نے قرآن پاک حضور ﷺ سے بالمشافہ سیکھا تھا جبکہ دوسرے حضرات ایک دوسرے سے سیکھنے پر اکتفا کر لیتے تھے یا یہ حکم اس وجہ سے تھا کہ ان چار حضرات نے اپنے آپ کو اس خدمت کے لئے فارغ کر لیا تھا یا حضور ﷺ کا یہ فرمان پیشین گوئی ہے کہ لوگ حضور ﷺ کے انتقال کے بعد ان چاروں سے قرآن سیکھیں گے اور یہ دوسروں سے بڑے قاری ہیں۔

ان چار حضرات میں سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ذکر پہلے ہو چکا ہے دوسرے صحابی حضرت سالم بن معقل ہیں جو حضرت ابوحذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ کے آزاد کردہ غلام ہیں ان کا تعلق اہل فارس میں سے اصطخر کے ساتھ تھا آزاد کردہ لوگوں میں بڑے فاضل و افضل اور کبار صحابہ میں سے ہیں یہ بدر میں بھی شریک ہوئے تھے ان سے ثابت بن قیس اور ابن عمر رضی اللہ عنہما وغیرہ

روایت کرتے ہیں۔

تیسرے بزرگ صحابی ابی بن کعبؓ ہیں یہ بھی بڑے درجہ کے قاری تھے صحابہ ان کو سید القراء کہا کرتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کا نام سید المسلمین رکھا تھا اور کاتب وحی تھے۔ تیسرے قاری حضرت معاذ بن جبلؓ ہیں جن کے مناقب بے شمار ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے درمیان مواخات اور بھائی چارہ قائم فرمایا تھا۔

حضرت ابن مسعودؓ حضرت عمارؓ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہم کی فضیلت

۵/۶۰۳۵ وَعَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ قَدِمْتُ الشَّامَ فَصَلَّيْتُ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قُلْتُ اللّٰهُمَّ يَسِّرْلِيْ جَلِيْسًا صَالِحًا فَاَتَيْتُ قَوْمًا فَجَلَسْتُ اِلَيْهِمْ فَاِذَا شَيْخٌ قَدْ جَاءَ حَتّٰى جَلَسَ اِلٰى جَنْبِيْ قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالُوْا اَبُوْدَرْدَاءِ قُلْتُ اِنِّيْ دَعَوْتُ اللّٰهَ اَنْ يُّيَسِّرَ لِيْ جَلِيْسًا صَالِحًا فَيَسَّرَكَ لِيْ فَقَالَ مَنْ اَنْتَ قُلْتُ مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ قَالَ اَوَلَيْسَ عِنْدَكُمْ ابْنُ اُمِّ عَبْدٍ صَاحِبِ النَّعْلَيْنِ وَالْوِسَادَةِ وَالْمِطْهَرَةِ وَفِيْكُمْ الَّذِيْ اَجَارَهُ اللّٰهُ مِنَ الشَّيْطٰنِ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهٖ يَعْنِيْ عَمَّارًا اَوَلَيْسَ فِيْكُمْ صَاحِبُ السِّرِّ الَّذِيْ لَا يَعْلَمُهُ غَيْرُهٗ يَعْنِيْ حُذَيْفَةَ۔

(رواہ البخاری)

أخرجه البخاري في صحيحه ۷/ ۹۰ حديث رقم ۳۷۴۲۔ والترمذي في السنن ۵/ ۶۳۳۔ حديث رقم ۳۸۱۱ والنسائي في السنن ۲/ ۲۳۳ حديث رقم ۴۶۵ وأحمد في المسند ۶/ ۴۴۹۔

ترجمہ: حضرت علقمہ سے مروی ہے کہ میں ملک شام میں آیا اور میں نے دو رکعت نماز پڑھی اور میں نے دعا کی کہ اے اللہ مجھے کوئی نیک ہمنشیں عطا فرما۔ پھر میں ایک جماعت میں پہنچا اور اس کے پاس بیٹھ گیا اچانک ایک بوڑھے شخص آئے اور میرے پہلو میں بیٹھ گئے میں نے لوگوں سے پوچھا یہ کون صاحب ہیں لوگوں نے کہا یہ ابو درداءؓ ہیں میں نے ان سے کہا میں نے خدا سے دعا کی تھی کہ مجھے ایک صالح ہم نشین عطا فرما۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو میرے پاس بھیج دیا۔ ابو درداءؓ نے پوچھا تم کون ہو۔ میں نے کہا میں کوفہ کا رہنے والا ہوں ابو درداءؓ نے کہا کیا تمہارے ہاں ام عبد کے بیٹے نہیں ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتیاں تکیہ اور چھاگل اپنے پاس رکھتے تھے کیا تمہارے پاس وہ شخص نہیں ہے جس کو خدا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان کے ذریعہ شیطان سے پناہ دلائی تھی یعنی عمار۔ اور کیا تمہارے ہاں وہ شخص نہیں ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسرار جاننے والا ہے جن سے اس کے سوا کوئی دوسرا واقف نہیں یعنی حذیفہ۔ (بخاری)

تشریح: حضرت علقمہ جو مشہور تابعی ہیں انہوں نے دمشق کی مسجد میں دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ پاک سے یہ دعا کی کہ یا اللہ مجھے نیک ہم نشین عطا فرما تو ان کی یہ دعا قبول ہوئی حضرت ابو درداء کی ہمنشینی ان کو نصیب ہوئی ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں جو اہل لوگوں کو اپنے اہل کی طرف کھینچتے اور پہنچاتے ہیں یعنی ایک جیسے کردار اور اخلاق کے حامل لوگوں کو آپس میں ملاتے ہیں۔

حضرت ابو درداء نے تین حضرات کا ذکر فرمایا کہ تمہارے کوفہ میں ایسے صاحب کمال لوگ موجود ہیں ان سے کسب فیض کرو۔ ان میں سے ایک حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہیں جن کو صاحب النعلین والوسادۃ والمطہرۃ کا خطاب دیا کیونکہ ابن مسعودؓ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت خدمت کرتے تھے۔ سفر وحضر میں ساتھ رہتے تھے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کہیں بیٹھتے تو یہ حفاظت کی غرض سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتے اپنے پاس رکھ لیتے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھتے تو جوتے پیش کر دیتے اور خلوتوں میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سونے کا ارادہ فرماتے تو یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر درست کرتے اور تکیہ رکھتے اور جب اٹھنے کا وقت ہوتا تو وضو کے لئے پانی پیش کرتے اور اس مقصد کے لئے ان کے پاس ایک چھاگل ہوتی تھی حاصل یہ کہ ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت بکثرت حاصل رہی اس لئے ان کو علوم نبوت سے فیضیاب ہونے کا موقع بہت زیادہ ملا اور یہ علوم دینیہ کا خزینہ تھے۔

حضرت عمار بن یاسر کے والد حضرت یاسرؓ اصلاً یمن کے رہنے والے تھے مکہ معظمہ آ کر بس گئے تھے اور وہاں قبیلہ بنو مخزوم کے ایک شخص ابوحذیفہ سے حلف کر لی تھی (زمانہ جاہلیت میں حلف دو شخصوں یا دو قبیلوں کے درمیان باہمی نصرت وحمایت کا معاہدہ ہوتا تھا) ابوحذیفہ نے ان کی شادی اپنی باندی سمیہؓ سے کر دی تھی ان سے حضرت عمار پیدا ہوئے۔ حضرت عمار اور ان کے والد بالکل ابتدائی زمانہ میں اسلام لانے والے اور دین کی خاطر مشرکین مکہ کے ہاتھوں طرح طرح کے ظلم وستم برداشت کرنے کے باوجود اپنے ایمان پر قائم رہنے والے صحابہ کرام میں ہیں۔ ایک موقع پر کہ جب ان پر تکالیف ومصائب کے پہاڑ توڑے جا رہے تھے ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اے یاسر کے گھر والو صبر کرو تمہارے لئے جنت کا وعدہ ہے ان کی والدہ سمیہؓ کو جو بہت کمزور اور بوڑھی عورت تھیں ابوجہل نے نیزہ مار کر شہید کر دیا تھا۔ اسلام میں سب سے پہلی شہادت ان ہی کی ہے ان کے والد حضرت یاسر بھی ان تکلیفوں اور اذیتوں کی وجہ سے مکہ ہی میں وفات پا گئے تھے۔ لیکن مشرکین کا غصہ ٹھنڈا نہ ہوا انہوں نے اس خاندان کے باقی رہنے والے حضرت عمار کو بھی معاف نہ کیا اور طرح طرح کے ظلم اور اذیت کے طریقے ان پر آزمائے گئے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہجرت فرمانے سے پہلے انہیں اور حضرت بلالؓ کو مدینہ طیبہ بھیج دیا تھا۔

حضرت عمارؓ اور ان کے والدین سابقین اولین میں ہیں حضرت ابن مسعودؓ نے اولین ایمان لانے والے سات صحابہ کرام میں حضرت عمارؓ اور ان کے والد حضرت یاسرؓ کو شمار کیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شریک ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق فرمایا کہ ان کے مزاج میں اتنی سلامتی ہے اور اللہ نے ان کی شیطان اور اس کے وساوس سے ایسی حفاظت فرمائی ہے کہ وہ کبھی غلط فیصلہ نہیں کرتا اور جب ان کو کوئی سے دو کاموں میں اختیار دیا جاتا ہے تو وہ اسی کو اختیار کرتے ہیں جو برحق ہوتا ہے۔

حضرت ابودرداءؓ فرماتے ہیں کہ اللہ نے ان کے شیطان سے محفوظ ومامون ہونے کا اعلان بزبان نبوت فرمایا ہے ممکن ہے حضرت ابودرداء کے علم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی ایسی حدیث ہو جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمارؓ کے بارے میں فرمایا ہو کہ اللہ نے ان کو شیطان اور اس کے وساوس سے محفوظ رکھا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت ابودرداء کا فرمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی بنا پر ہو کہ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمارؓ کو فرمایا تھا کہ اے عمارؓ تجھے ایک باغی گروہ قتل کرے گا تو ان کو جنت کی طرف بلائے گا اور وہ تجھے دوزخ کی طرف یعنی اللہ پاک تمہاری شیطان اور اس کے وساوس سے حفاظت فرمائیں گے اور اس موقع پر تم راہ مستقیم پر ہوگے شیطان کے وساوس کی وجہ سے گمراہ نہ ہوگے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے ساتھ بہت محبت تھی ان کی حاضری اور ملاقات سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت مسرور ہوتے تھے ایک دن وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اندر آنے کی اجازت چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ائذنوا لہ مرحبا بالطیب

المطیب یعنی ان کو بلالو اور فرمایا خوش آمدید اس شخص کو جو ہر طرح پاک وصاف ہے۔

ایک رسول اللہ ﷺ نے عذاب میں مبتلا دیکھ کر یہ فرمایا: یا نار کونی بردًا وسلاما علی عمار کما کنت علی ابراھیم اے آگ عمار پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا جیسا کہ تو ابراہیم علیہ السلام پر ہوگئی تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حاکم بن کر کوفہ بھیج دیا تھا عرصہ تک وہاں رہے پھر جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ شریک ہوئے ۳۷ھ میں ۹۳ سال کی عمر میں جنگ صفین میں شہید ہوئے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

تیسرے صحابی حضرت حذیفہ بن یمان ؓ ہیں ان کو صاحب سر رسول اللہ ﷺ کہا جاتا تھا یعنی حضور ﷺ کے رازدان۔ انہیں رازوں میں سے یہ تھا کہ حضور ﷺ نے ان کو منافقین کے نام نسب اور علامتیں بتائی ہوئی تھیں ان کے علاوہ کسی اور کو اس کا علم نہ تھا ایک روایت میں ہے کہ ایک روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ اے ابن یمان کیا تم میرے اندر کوئی نفاق کی علامت دیکھتے ہو۔ حضرت حذیفہ نے کہا خدا کی قسم کچھ نہیں دیکھتا سوائے اس کے کہ لوگ کہتے ہیں امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کے دستر خوان پر رنگ برنگ کے کھانے موجود ہوتے ہیں اور جب تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا کہ ان کے دستر خوان پر انڈے ہوتے ہیں ان کو جب توڑا گیا تو وہ زرد اور سفید معلوم ہوتے تھے یعنی لوگوں نے اسی کو رنگ برنگ کھانوں کا نام دے دیا تھا۔ حضرت حذیفہ ؓ نے ۳۵ھ میں مدینہ میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

حضرت ام سلیم اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما کا ذکر

۶/۲۰۳۶ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاَيْتُ الْجَنَّةَ فَرَاَيْتُ امْرَاَةَ اَبِىْ طَلْحَةَ وَسَمِعْتُ خَشْخَشَةً اَمَامِىْ فَاِذَا بِلَالٌ۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم في صحيحه ۱۹۰۸/٤ حديث رقم (۱۰٦-۲٤٥۷) و احمد في المسند ۳٦۰/۵

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے جنت دکھائی گئی میں نے وہاں ابوطلحہ کی بیوی کو دیکھا اور اپنے آگے میں نے قدموں کی آہٹ سنی دیکھا تو وہ بلال ہے۔ (مسلم)

تشریح ۞ ابوطلحہ کی زوجہ سے مراد حضرت ام سلیم ہیں یہ ملحان کی بیٹی ہیں اور ان کے نام میں اختلاف ہے سہلہ، رملہ، ملیکہ، غمیصہ اور رمیصا مختلف نام بیان کئے گئے ہیں ان کا پہلا نکاح مالک بن نضر سے ہوا اسی سے حضرت انسؓ پیدا ہوئے پھر یہ مالک بن نضر بحالت کفر قتل کر دیا گیا اس کے بعد حضرت ام سلیم ایمان لے آئیں ابوطلحہؓ نے جب یہ مشرک تھے ان کو پیغام نکاح بھیجا تو انہوں نے ان کے کفر کی وجہ سے انکار کر دیا اور ان کو دعوت اسلام دی ابوطلحہ اسلام لے آئے تو انہوں نے کہا کہ اب میں تم سے شادی کرتی ہوں اور تمہارا اسلام قبول کرنا ہی میرا مہر ہے اور حضرت ابوطلحہ سے شادی کر لی ان سے ایک بڑی جماعت روایت کرتی ہے۔

حضرت بلالؓ بن ابی رباح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ ہیں۔ شروع زمانہ میں اسلام لے آئے ہیں پہلے شخص تھے جنہوں نے مکہ میں اپنے اسلام کو ظاہر کیا غزوہ بدر اور اس کے بعد کے تمام غزوات میں شریک رہے اور آخر وقت میں شام میں رہنے لگے تھے اور ان کی کوئی اولاد نہیں ہوئی ان سے صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت نے روایت کی ہے جب ان کی عمر ۶۳

برس کی تھی ۲۰ھ میں دمشق میں انتقال ہوا اور باب الصغیر میں دفن ہوئے اور ایک قول یہ ہے کہ حلب میں انتقال ہوا اور باب الاربعین میں دفن ہوئے۔ صاحب کشاف کہتے ہیں کہ پہلا قول صحیح ہے اور یہ ان لوگوں میں سے تھے جن کو اہل مکہ نے اسلام قبول کرنے کی بنا پر سخت اذیتیں پہنچائی تھیں اور حضرت بلال کو عذاب دینے والا امیہ بن خلف جمحی خود ہوتا تھا یہ خدا کی تقدیر تھی کہ یہ ملعون حضرت بلال ہی کے ہاتھ سے بدر کے دن قتل ہوا حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہمارے سردار ہیں انہوں نے ہمارے سردار بلالؓ کو آزاد کرایا تھا۔

مسند احمد کی ایک روایت ہے کہ اول جنہوں نے اسلام ظاہر کیا وہ سات لوگ تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ حضرت عمارؓ حضرت سمیہؓ حضرت صہیبؓ حضرت بلالؓ حضرت مقداد رضی اللہ عنہم۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو کفار کی ایذا رسانیوں سے اپنے چچا ابوطالب کی وجہ سے محفوظ رہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ان کے قبیلہ کی وجہ سے کفار کچھ نہ کہہ سکے باقی پانچ حضرات کو اس طرح کی کوئی حمایت حاصل نہ تھی اس لئے کفار نے ان کو بہت ستایا ان کو لوہے کی زرہیں پہنا کر گرم دھوپ میں تپاتے لیکن حضرت بلالؓ کے علاوہ باقی حضرات کو اللہ پاک نے چھٹکارا عطا فرمایا اور ان کو عزت بخشی لیکن حضرت بلالؓ حقیر ہی رہے اور کفار ان پر طرح طرح کے مظالم ڈھاتے رہے۔ ان کی قوم نے ان کو اوباش لڑکوں کے حوالے کر دیا وہ ان کو رسیوں میں جکڑ کر گلیوں میں گھسیٹتے لیکن قربان جائیں حضرت بلالؓ کی استقامت پر کہ ان حالات میں بھی وہ مستانہ وار احد احد کا نعرہ بلند کرتے یہاں تک کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان کو خرید کر آزاد کر دیا۔ (رضی اللہ عنہ وارضاہ)

وہ صحابہ جن کے بارے میں آیت: وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ ...... نازل ہوئی

۶۰۳۷/۷ وَعَنْ سَعْدٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتَّةَ نَفَرٍ فَقَالَ الْمُشْرِكُوْنَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُطْرُدْ هٰؤُلَاءِ لَا يَجْتَرِءُ وْنَ عَلَيْنَا قَالَ وَكُنْتُ اَنَا وَابْنُ مَسْعُوْدٍ وَرَجُلٌ مِّنْ هُذَيْلٍ وَبِلَالٌ وَرَجُلَانِ لَسْتُ اُسَمِّيْهِمَا فَوَقَعَ فِيْ نَفْسِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا شَاءَ اَنْ يَّقَعَ فَحَدَّثَ نَفْسَهٗ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ.

(رواه مسلم)

اخرجه مسلم في صحيحه ١٨٧٨/٤ حديث رقم ١٧٤٨/٤٦

ترجمہ: حضرت سعدؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم چھ آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے۔ مشرکوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تم ان لوگوں کو اپنی مجلس سے اٹھا دو (جو غلام اور مفلس ہیں) تاکہ یہ لوگ ہم پر جری اور دلیر نہ ہو جائیں حضرت سعدؓ فرماتے ہیں کہ (اس وقت) میں اور ابن مسعودؓ اور قبیلہ ہذیل کا ایک شخص اور بلالؓ تھے اور دو شخص اور تھے جن کا میں نام نہیں لیتا۔ (کفار کے اس مطالبہ سے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں ایک بات پیدا ہوئی یعنی وہ بات جو خدا نے چاہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دل میں سوچا اور غور کیا کہ معاً یہ آیت نازل ہوئی: وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو نہ اٹھائیے جو صبح و شام محض خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں۔ (مسلم)

تشریح ✿ یہ چھ صحابہ جن کو روسائے قریش کمتر و حقیر جان کر یہ مطالبہ کر رہے تھے کہ ان کو اگر حضور ﷺ اپنی مجلس سے اٹھا دیں تو ہم آپ ﷺ کی بات سننے کے لئے تیار ہیں تو نبی کریم ﷺ نے اس امید پر کہ شاید یہ لوگ حق سن لیں اور ان کو ایمان کی توفیق ہو جائے آپ ﷺ نے سوچا کہ فی الحال یہ صحابہ کرام اس مجلس سے اٹھ جائیں یا جب مشرک حضور ﷺ کے پاس بیٹھے ہوں تو یہ حضرات نہ آئیں ابھی آپ ﷺ اس طرح سوچ رہے تھے کہ دونوں جانبوں کی رعایت رہے اتنے یہ آیت کریمہ **وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ** نازل ہوئی کہ ان متکبر لوگوں کی وجہ سے میرے ان محبوب بندوں کو اپنی مجلس سے نہ ہٹایئے جو محض رضا الٰہی کے لئے صبح و شام اپنے رب کو یاد کرتے ہیں۔

ان چھ حضرات کی تعیین کرتے ہوئے حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ ان چھ آدمیوں میں ایک میں تھا ایک حضرت عبداللہ بن مسعودؓ تھے ایک قبیلہ ہذیل کے شخص تھے ایک حضرت بلالؓ تھے اور دو شخص اور تھے جن کا میں نام نہیں لیتا۔

علماء فرماتے ہیں کہ وہ دو شخص حضرت خباب اور حضرت عمار رضی اللہ عنہما تھے حضرت سعدؓ نے جو یہ فرمایا کہ میں ان کا نام نہیں لیتا تو اس میں کوئی مصلحت ہوگی بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ان دونوں کا نام نہ لینا اس وجہ سے تھا کہ حضرت سعدؓ ان کا نام بھول گئے تھے لیکن پہلا احتمال الفاظ روایت کے زیادہ موافق ہے۔

حضرت خباب بن ارت: ان چھ حضرات میں ایک صحابیؓ حضرت خباب بن ارتؓ ہیں حضرت خباب کا تعلق قبیلہ بنی تمیم سے ہے بچپن میں کسی نے ان کو پکڑ کر مکہ معظمہ میں لا کر بیچ دیا تھا اور مکہ کی ایک عورت ام انمار نے خرید کر اپنا غلام بنالیا تھا رسول اللہ ﷺ کی دعوت پر جن صحابہ کرام نے بالکل ابتدائی زمانہ میں لبیک کہا ان میں حضرت خبابؓ بھی تھے انہوں نے اسلام لانے کی پاداش میں ہر طرح کے ظلم و ستم کو برداشت کیا زمانہ جاہلیت میں لوہاری کا کام کرتے تھے اسلام لانے کے بعد بھی وہی کام کرتے رہے اسی سلسلہ میں عاص بن وائل پر کچھ قرض ہوگیا تھا جس کا مطالبہ کرنے کے لئے عاص کے پاس گئے اس نے کہا تمہارے پیسے جب ملیں گے جب تم محمد ﷺ کی نبوت کا انکار کر دو حضرت خبابؓ نے فرمایا میں رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا انکار ہرگز نہیں کر سکتا خواہ تو مر کر دوبارہ زندہ ہو جائے عاص نے کہا کیا مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جاؤں گا حضرت خبابؓ نے فرمایا بالکل۔ اس نے کہا کہ پھر اس وقت میرے پاس بہت سامال و دولت آل اور اولاد ہوگی اس وقت میں تیرا قرض ادا کروں گا۔ اس پر سورۂ مریم کی آیتیں: **اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا** ...... نازل ہوئیں۔

حضرت خبابؓ چونکہ غلام تھے اس لئے ان کو ہر طرح سے ایذائیں پہنچائی گئیں اور کوئی بھی ان کا حمایتی نہ تھا ایک بار مشرکین نے آگ جلائی اور اس کے دہکتے ہوئے انگاروں پر حضرت خبابؓ کو لٹا دیا ان کی کمر کی چربی سے جب تک انگارے بجھ نہیں گئے ان کو اٹھنے نہ دیا ان تکلیفوں سے تنگ آ کر ایک دن انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے شکوہ شکایت اور دعا کی درخواست کی آپ ﷺ نے فرمایا ابھی جلدی نہ کرو پہلے لوگوں نے تو دین کے سلسلہ میں بہت سخت آزمائشیں برداشت کی تھیں اور آپ ﷺ نے ان آزمائشوں کا ذکر بھی فرمایا پھر فرمایا واللہ یہ دین ضرور غالب ہو کر رہے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے بارے میں فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ خباب پر رحم فرمائے وہ اپنی رضا و رغبت سے ایمان لائے اور انہوں نے خود اپنی خوشی سے ہجرت کی مجاہدانہ زندگی بسر کی' ہر طرح کی جسمانی تکالیف برداشت کیں اور اللہ اعمال صالح کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں فرمائے گا وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ بدر اور اس کے بعد کے جملہ غزوات میں شریک

رہے۔ ۴۲ھ کوفہ میں وفات پائی اور وفات کے وقت آپؓ کی عمر ۶۳ سال تھی۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی فضیلت

۸/۶۰۳۸ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهٗ یَا اَبَا مُوْسٰی لَقَدْ اُعْطِیْتَ مِزْمَارًا مِنْ مَّزَامِیْرِ آلِ دَاوٗدَ۔ (متفق علیہ)

أخرجه البخاري في صحيحه ۹۲۱۹ حديث رقم ۵۰۴۸ ومسلم في صحيحه ۵۴۶/۱ حديث رقم (۲۳۵-۷۹۳) والترمذي في السنن ۱۵۰۰۱۵ حديث رقم ۳۸۵۵ والنسائي في السنن ۱۸۰/۲ حديث رقم ۱۰۱۹ وابن ماجه ۴۲۵/۱ حديث رقم ۱۷۶ والدارمي ۵۶۳/۲ حديث رقم ۳۴۹۲ وأحمد في المسند ۳۴۹/۵۔

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا اے ابوموسیٰ تجھے داؤد کی خوش آوازی جیسی خوش آوازی دی گئی ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح ۞ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کا نام عبداللہ بن قیس ہے لیکن اپنی کنیت ابوموسیٰ کے ساتھ مشہور ہیں۔ اشعر علاقہ حجاز کے ایک پہاڑ کا نام ہے بعض حضرات کہتے ہیں کہ مدینہ سے ملک شام جاتے ہوئے راستہ میں یہ پہاڑ پڑتا ہے اسی کے قریب قبیلہ اشعر کا مسکن تھا صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ جب قبیلہ اشعر کو رسول اللہ ﷺ کے ہجرت مدینہ کا علم ہوا تو یمن سے سمندر کے راستہ پچاس سے زائد لوگوں کا قافلہ مدینہ طیبہ کے لئے نکلا ان کی کشتی کو ہواؤں نے مدینہ کے قریب کسی ساحل پر پہنچانے کے بجائے ملک حبشہ پہنچا دیا۔ وہاں ان کی ملاقات حضرت جعفرؓ اور ان کے ساتھیوں سے ہوئی حضرت جعفرؓ نے ان لوگوں کو وہیں اپنے پاس روک لیا پھر سب لوگ یعنی جو پہلے حبشہ ہجرت کر گئے اور وہیں مقیم تھے اور یہ نو واردین یعنی حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور ان کے ساتھی ایک ساتھ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے حبشہ سے روانہ ہوئے جب یہ لوگ مدینہ طیبہ پہنچے ہیں اس وقت آپ ﷺ غزوہ خیبر کے لئے تشریف لے جا چکے تھے یہ سب حضرات بھی خیبر ہی پہنچ گئے ان کے پہنچنے سے پہلے ہی خیبر فتح ہو چکا تھا آپ ﷺ نے خیبر کے مال غنیمت میں حبشہ سے آنے والوں کو بھی شریک فرمالیا۔

رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ اشعر کے لوگوں کی باہمی محبت اور ایثار و قربانی کی بہت تعریف فرمائی یہ پورا خاندان بہت ہی خوش الحان تھا سب لوگ قرآن مجید بہت اچھا پڑھتے تھے چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قبیلہ اشعر کے لوگ جب رات کو اپنے گھروں میں تلاوت قرآن کرتے ہیں تو میں ان کی آواز پہچان لیتا ہوں اور اسی آواز سے ان کے مکانات کو بھی جان جاتا ہوں خواہ میں نے ان کو ان گھروں میں آتے جاتے نہ دیکھا ہو اس قبیلہ کی تلاوت اور قراءت قرآن کی تعریف میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ قبیلہ اشعر کے لوگوں کی مثال ایک مشک بھری ہوئی تھیلی کی ہے جس کی خوشبو ہر سو پھیلتی رہتی ہے خاص طور پر حضرت ابوموسیٰ کی تلاوت و قراءت کے بارے میں مذکورہ بالا ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حضرت داؤد علیہ السلام کے خاندان کے لوگوں کی طرح حسن صوت اور خوش الحانی عطا فرمائی ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ بھی ان کی تلاوت کی بہت تعریف فرماتے تھے اور کہتے کہ ان کی تلاوت سے اللہ کی یاد اور اس کا شوق پیدا ہوتا ہے ان کا شمار ان صحابہ کرام میں ہوتا ہے جو اہل فتوی سمجھے جاتے تھے حضرت عامر شعبی فرماتے ہیں کہ چھ صحابہ کرام

علم کا مفتی ہے ان میں حضرت ابوموسیٰ بھی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یمن کا عامل بنا کر بھیجا تھا دور صدیقی میں بھی یمن ہی میں رہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بصرہ کا حاکم بنایا پھر چار سال تک بصرہ کے گورنر رہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرا کوئی حاکم ایک سال سے زیادہ کسی جگہ نہیں رہا البتہ ابوموسیٰؓ چار سال بصرہ کے گورنر رہے۔ اہل بصرہ ان سے بہت خوش تھے حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ بصرہ میں کوئی حاکم بھی اہل بصرہ کے لئے ان سے بہتر نہیں آیا۔ بصرہ کے قیام کے زمانہ میں بڑی بڑی فتوحات ان کے ذریعہ ہوئی ہیں اصبہان اور اہواز وغیرہ کے علاقے انہیں کی سرکردگی میں فتح کیے گئے تھے پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا گورنر بنایا مسئلہ تحکیم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے آپ ہی حکم بنائے گئے تھے۔ ذی الحجہ ۵۲ ھ میں آپ کی وفات مکہ میں ہوئی ہے۔

اس زیر بحث حدیث میں مزمار کا لفظ آیا ہے جس کا معنی ہے گانے کا آلہ جیسے دف' طنبور وغیرہ لیکن یہاں مراد خوش آوازی اور خوش الحانی ہے اور آل داؤد سے مراد خود حضرت داؤد علیہ السلام ہیں آل کا لفظ زائد ہے اس لئے کہ خوش آوازی کی صفت حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ مشہور ہے نہ کہ ان کی آل کے ساتھ۔ اور بعض حضرات نے فرمایا کہ آل کا لفظ زائد نہیں ہے البتہ آل سے مراد شخص واحد ہے یعنی خود داؤد علیہ السلام مراد ہیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام نہایت خوش آواز تھے جس وقت زبور خوش الحانی سے پڑھتے تو ان کی مجلس سے کئی جنازے نکلتے اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ بھی نہایت خوش آواز قاری تھے چنانچہ باب تلاوت میں حدیث گزر چکی ہے کہ ایک دفعہ یہ قرآن پڑھ رہے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہایت شوق سے ان کی تلاوت سن رہے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قرآن پاک یاد کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

۹/۲۰۳۹ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ جَمَعَ الْقُرْاٰنَ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعَةٌ اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَ اَبُوْ زَيْدٍ قِيْلَ لِاَنَسٍ مَنْ اَبُوْ زَيْدٍ قَالَ اَحَدُ عُمُوْمَتِيْ۔

(متفق علیه)

اخرجه البخاري في صحيحه ۱۲۷/۷ حديث رقم ۳۸۱۰ و مسلم في صحيحه ۱۹۱۴/۴ حديث رقم (۱۱۹-۲۴۶۵) و احمد في المسند ۱۳٤/۵

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے وہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چار آدمیوں نے قرآن پاک جمع کیا یعنی ابی بن کعبؓ اور معاذ بن جبلؓ اور زید بن ثابتؓ اور ابوزیدؓ نے۔ انسؓ سے پوچھا گیا ابوزید کون ہیں انہوں نے فرمایا میرے ایک چچا ہیں۔ (متفق علیہ)

تشریح: اس روایت میں جمع سے مراد قرآن پاک یاد کرنا ہے یعنی چار شخصوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قرآن پاک یاد کیا تھا ان چار آدمیوں سے مراد انصار میں سے چار آدمی ہیں اور انصار میں سے بھی قبیلہ خزرج مراد ہے جو حضرت انسؓ کا قبیلہ ہے۔

حضرت انسؓ کا یہ فرمانا افتخار کی وجہ سے ہے کہ ہمارے قبیلے کے چار آدمیوں نے حضورؐ کے زمانہ ہی میں قرآن پاک یاد کر لیا تھا۔

لیکن اگر ہم اس کو عموم پر رکھیں کہ صحابہ کرام میں سے چار آدمیوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قرآن پاک یاد کر لیا تھا تو

بھی اس حدیث میں اس کی تصریح نہیں ہے کہ ان چار کے علاوہ کسی اور نے قرآن پاک یاد نہیں کیا خصوصاً اس لئے بھی کہ ایسے مقامات پر عدد کا مفہوم معتبر نہیں ہوتا نیز عدد اپنے مافوق کی نفی کے لئے بھی نہیں آتا۔

اور بلاشبہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ ان چار کے علاوہ اور بہت سے صحابہ کرام پورے قرآن کے حافظ تھے من جملہ ان کے یہ حدیث صحیح ہے کہ مسیلمہ کذاب کے خلاف جنگ یمامہ میں جن ستر صحابہ کو شہید کیا گیا تھا وہ ان صحابہ میں سے تھے جنہوں نے پورا قرآن مجید حفظ یاد کر رکھا تھا نیز خود خلفائے راشدین بھی حفاظ قرآن تھے۔ حضرت انسؓ نے ان چار صحابہ کے نام ذکر فرمائے ان میں ایک ابوزید کو بھی شمار کیا ان کے نام میں اختلاف ہے بعض نے ان کا نام سعید بن عمیر لکھا ہے اور بعض نے قیس بن سکن لکھا ہے۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی فضیلت

۶۰۴۰/۱۰ وَعَنْ خَبَّابِ بْنِ الْاَرَتِّ قَالَ هَاجَرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبْتَغِىْ وَجْهَ اللّٰهِ تَعَالٰى فَوَقَعَ اَجْرُنَا عَلَى اللّٰهِ فَمِنَّا مَنْ مَضٰى لَمْ يَاْكُلْ مِنْ اَجْرِهٖ شَيْئًا مِنْهُمْ مُصْعَبُ ابْنُ عُمَيْرٍ قُتِلَ يَوْمَ اُحُدٍ فَلَمْ يُوْجَدْ لَهٗ مَا يُكَفَّنُ فِيْهِ اِلَّا نَمِرَةٌ فَكُنَّا اِذَا غَطَّيْنَا رَاْسَهٗ خَرَجَتْ رِجْلَاهُ وَاِذَا غَطَّيْنَا رِجْلَيْهِ خَرَجَ رَاْسُهٗ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَطُّوْا بِهَا رَاْسَهٗ وَاجْعَلُوْا عَلٰى رِجْلَيْهِ مِنَ الْاِذْخِرِ وَمِنَّا مَنْ اَيْنَعَتْ لَهٗ ثَمَرَتُهٗ فَهُوَ يَهْدِبُهَا۔ (متفق علیہ)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۲۲۶/۷ حدیث رقم ۳۸۹۷ و مسلم فی صحیحه ۶۴۹/۲ حدیث رقم (۲۶۶۸-۱۲۶) والترمذی فی السنن حدیث رقم ۳۸۵۳ واحمد فی المسند ۱۱۲/۵

ترجمہ: حضرت خباب بن ارت سے روایت ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محض خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہجرت کی تھی پس ہمارا اجر خدا پر ثابت ہو گیا پھر بعض لوگ ہم میں سے ایسے ہیں جو دنیا سے گزر گئے اور دنیاوی اجر میں سے وہ کچھ نہ پا سکے (یعنی مال غنیمت وغیرہ) ان میں سے ایک مصعب بن عمیر بھی ہیں جو احد کے دن شہید ہوئے اور ان کے لئے سوائے ایک سفید و سیاہ کملی کے کفن کے لئے کوئی کپڑا میسر نہ آ سکا (اور وہ کملی بھی ایسی تھی کہ) جب ہم اس سے سر ڈھانپتے تھے تو پاؤں کھل جاتے تھے اور پاؤں کو ڈھانپتے تو سر ننگا رہ جاتا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھ کر فرمایا سر کو کملی سے ڈھانپ دو اور پاؤں پر اذخر (گھاس) ڈال دو اور بعض ہم میں سے وہ ہیں جن کا پھل پختہ ہو گیا ہے اور وہ اس پھل کو چن رہے ہیں (متفق علیہ)

تشریح: حضرت خبابؓ کا مقصد یہ ہے کہ وہ صحابہ کرام جو محض خدا کی خوشنودی کے لئے اپنے گھر بار مال جائیداد وغیرہ چھوڑ کر ہجرت کر کے مدینہ آئے تھے وہ دو طرح کے ہیں بعض وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے دکھ تکلیفیں اٹھائیں لیکن فتوحات اسلام کا زمانہ نہ پا سکے اور ان فتوحات کے نتیجہ میں حاصل ہونے والے غنائم وغیرہ سے مستفید نہ ہو سکے بلکہ اس سے پہلے ہی خدا کے پاس پہنچ گئے کچھ وہ لوگ ہیں کہ جن کا پھل پک چکا ہے اور وہ اس پھل کو چن رہے ہیں یعنی انہوں نے عسرت کا زمانہ بھی دیکھا پھر اسلام کی فتوحات کا زمانہ بھی پایا جس میں ان کو مال غنیمت اور دنیاوی اسباب میسر آئے ان دونوں جماعتوں میں فرق یہ ہے کہ

پہلی جماعت نے اپنا سارا اجر آخرت کے لئے محفوظ کر لیا جبکہ دوسری جماعت نے اپنے ثواب اور اجر کا کچھ حصہ دنیا میں وصول کر لیا باقی اجر آخرت میں ملے گا جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ خدا کی راہ میں جہاد کرنے والی کوئی جماعت جو مال غنیمت پالے ایسی نہیں مگر اس نے اپنے اجر کا دو تہائی (دنیا میں) لے لیا اور ایک تہائی اجر باقی رہ گیا جو آخرت میں ملے گا (اور جس جماعت نے مال غنیمت نہیں پایا یعنی ان کو شہادت نصیب ہوگئی اس کا سارا اجر ہی آخرت کے لئے محفوظ ہو گیا)

اس پہلی جماعت میں کہ جنہوں نے فتوحات کا زمانہ نہیں پایا اور ان کو مال غنیمت کے حصول کی نوبت نہیں آئی ان میں ایک حضرت مصعب بن عمیرؓ بھی ہیں۔

مصعب بن عمیر: حضرت مصعب بن عمیرؓ قریشی عدوی ہیں بزرگ اور اہل فضل صحابہ میں سے ہیں رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا پہلا ہی سال تھا کہ جب ان کو اللہ کی طرف سے دولت ایمان سے نوازا گیا وہ دار ارقم میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے ان کے اسلام لانے کی خبر جب گھر والوں تک پہنچی تو انہوں نے ان کو گھر میں قید کر دیا اور طرح طرح کی اذیتیں اور تکلیفیں ان کو دی جانے لگیں یہاں تک کہ انہوں نے ۵ نبوی میں دیگر ستم رسیدہ صحابہ کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی لیکن مکہ کے حالات سازگار ہونے کی غلط اطلاع پر دیگر بعض صحابہ کے ساتھ واپس مکہ آئے تو دوبارہ انہیں شدائد ومصائب کا سامان کرنا پڑا بالآخر حضور ﷺ نے حضرت مصعب اور بعض دیگر صحابہ کرام کو مدینہ طیبہ بھیج دیا اور یہ پہلے شخص ہیں کہ جنہوں نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی تھی۔

حضرت مصعب مکہ معظمہ کے سب سے زیادہ نازونعم میں پلے نوجوان تھے ان کے باپ کا شمار مکہ کے اغنیاء اور متمول لوگوں میں ہوتا تھا وہ حضرت مصعب سے بہت محبت کرتا اور ان کے لئے قیمتی اور شاندار لباس کا اہتمام کرتا تھا لیکن اسلام لانے کے بعد ماں باپ نے ناطہ توڑ لیا اور ہر طرح کی تکلیفوں اور آزمائشوں سے ان کا واسطہ پڑا قید و بند' بھوک پیاس کی وجہ سے یہ نازونعم میں پلا ہوا جسم بالکل جھلس گیا تھا کھال جسم سے الگ ہو کر اترنے لگی تھی ضعف کی وجہ سے چند قدم چلنا بھی بعض اوقات مشکل ہو جاتا تھا ان حالات کی وجہ سے حضور ﷺ نے ان کو مدینہ بھیج دیا تھا ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ان کو اس حال میں دیکھا کہ ان کے جسم پر ایک بوسیدہ چادر تھی جس میں چمڑے کے پیوند لگے ہوئے تھے آپ ﷺ کو ان کے اسلام لانے سے پہلے کے نازونعم یاد آگئے اور ان کی اس خستہ حالی کو دیکھ کر رونے لگے۔

حضور ﷺ نے ان کو بیعت عقبہ اولی کے بعد ہی مدینہ بھیج دیا تھا یہ انصار کے مکانوں پر جاتے اور ان کو اسلام کی دعوت دیتے کبھی ایک کبھی دو آدمی مسلمان بھی ہو جاتے جب اسلام کی اشاعت ہوگئی تو آنحضرت ﷺ سے بذریعہ خط وکتابت جمعہ قائم کرنے کی اجازت چاہی آپ ﷺ نے ان کو اجازت مرحمت فرما دی پھر ستر آدمیوں کی معیت میں بیعت عقبہ ثانیہ کے موقعہ پر حاضر ہوئے اور مکہ میں تھوڑا سا قیام فرمایا اور پھر آپ ﷺ کی ہجرت سے قبل ہی مدینہ لوٹ گئے جنگ احد میں شہادت پائی اس وقت آپ کی عمر چالیس سال یا کچھ زیادہ تھی اور آیت کریمہ۔ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ۔ ان کے بارے میں نازل ہوئی۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی موت پر عرش کا ہلنا

۲۰۳۱/۱۱ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اِهْتَزَّ الْعَرْشُ لِمَوْتِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ وَفِي رِوَايَةٍ اِهْتَزَّ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ لِمَوْتِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاري في صحيحه ۱۲۲/۷ حديث رقم ۳۸۰۳ ومسلم في صحيحه ۱۹۱۵/۴ حديث رقم (۱۲۴-۲۴۶۶) والترمذي في السنن ۶۴۷/۵ حديث رقم ۳۸۴۹ وابن ماجه ۵۶/۱ حديث رقم ۱۵۸ و أحمد في المسند ۳۱۶/۳

ترجمہ: حضرت جابرؓ کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے سعد بن معاذ کی موت پر عرش الٰہی نے حرکت کی اور ایک روایت میں ہے کہ رحمن کے عرش نے سعد بن معاذ کی موت پر حرکت کی۔ (متفق علیہ)

تشریح حضرت سعدؓ بن معاذ کا تعلق مدینہ کے مشہور خاندان قبیلہ اوس کی ایک شاخ بنی عبدالاشہل سے تھا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ طیبہ تشریف لانے سے پہلے ہی عقبہ اولی اور ثانیہ کے درمیان حضرت مصعب بن عمیرؓ کے ہاتھ پر ایمان لے آئے تھے پھر اپنے سارے قبیلے کو اسلام کی دعوت دی سارے قبیلے نے ان کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے اسلام قبول کیا اور کوئی فرد بھی ایسا نہ رہا جو دولت ایمانی سے محروم رہا ہو۔ یہ بنو عبدالاشہل کے سردار ہونے کے ساتھ ساتھ پورے قبیلہ اوس کے بھی سردار تھے اور مدینہ میں اسلام آنے کے بعد بھی ان کا یہ مقام اہل مدینہ میں مسلم رہا خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سیدالانصار کا خطاب عطا فرمایا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ تشریف آوری کے بعد مسلسل اشاعت دین اور حمایت دین میں مشغول رہے غزوہ بدر سے ہی غزوات میں شرکت شروع کر دی تھی غزوہ خندق میں ایک مشرک کا تیر شہ رگ پر لگا اور خون بند نہیں ہوا انہوں نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی اے اللہ میری موت سے پہلے بنی قریظہ کو ان کی دھوکہ دہی اور عہد شکنی کی سزا دے کر میری آنکھیں ٹھنڈی کر دے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے ہی غزوہ خندق سے فارغ ہوئے تو فوراً ہی اللہ کی طرف سے بنو قریظہ کے محاصرے کا حکم آ گیا ایک ماہ تک محاصرہ کیا گیا پھر وہ لوگ حضرت سعدؓ کے فیصلہ پر قلعہ سے باہر آ گئے کہ جیسے حضرت سعدؓ فیصلہ کریں گے ہمیں منظور ہے حضرت سعدؓ نے یہ فیصلہ سنایا کہ ان کے مقاتلین کو قتل کر دیا جائے اور باقی لوگوں کو غلام بنا لیا جائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے فیصلے کی تصویب فرمائی۔

حضرت سعدؓ نے زخمی ہونے کے بعد جو دعا کی تھی وہ مقبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں کے ذریعہ ان کی زندگی میں ہی بنو قریظہ کو کیفر کردار تک پہنچایا اور جیسے ہی وہ بنو قریظہ کے قضیہ سے فارغ ہوئے زخم کا منہ کھل گیا اور وہی وجہ شہادت ہوا۔ وفات کے وقت ان کی عمر ۳۷ سال تھی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی وفات کے بعد فرمایا کہ سعدؓ اللہ کا ایک نیک بندہ تھا جس کی آمد کی خوشی پر عرش الٰہی جھوم اٹھا آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے اور ستر ہزار فرشتے آسمان سے ان کے جنازے میں شرکت کے لئے اترے جو کبھی پہلے زمین پر نہیں اترے تھے۔

عرش کے ہلنے کا کیا مطلب ہے اور اس کی کیا وجہ ہے اس میں شارحین کی آراء مختلف ہیں بعض حضرات نے کہا کہ عرش کا ہلنا کنایہ ہے عرش کے فرح ونشاط سے حقیقۃً یا مجازاً یعنی ایک پاکیزہ روح کی آمد پر عرش خوش ہوا مختار اور درست یہ ہے کہ یہ

حقیقت پر محمول ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے جمادات میں بھی علم وتمیز کا مادہ رکھا ہے جیسا کہ اللہ پاک کا ارشاد ہے: وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ...... یعنی بعض پتھر ایسے ہوتے ہیں جو خدا کے ڈر سے گر پڑتے ہیں اور دوسری جگہ ارشاد ہے تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا۔ یعنی ہر چیز اپنے رب کی پاکی بیان کرتی ہے اگر چہ تم ان کی تسبیح نہیں سمجھ سکتے اسی طرح جبل احد کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

بعض حضرات نے کہا عرش سے مراد عرش اٹھانے والے فرشتے ہیں یعنی فرشتے ان کی آمد پر خوش ہوئے اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ عرش کا ہلنا کنایہ ہے حضرت سعدؓ کی وفات کے عظیم الشان ہونے سے جیسے کسی اہم اور بڑی شخصیت کے انتقال پر کہہ دیا جاتا ہے کہ ان کے چلے جانے سے قیامت آگئی۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے جنتی رومال دنیاوی کپڑوں سے افضل ہیں

۶۰۴۲/۱۲ وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ اُهْدِيَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُلَّةُ حَرِيْرٍ فَجَعَلَ اَصْحَابُهٗ يَمَسُّوْنَهَا وَيَتَعَجَّبُوْنَ مِنْ لِيْنِهَا فَقَالَ اَتَعْجَبُوْنَ مِنْ لِيْنِ هٰذِهٖ لَمَنَادِيْلُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّنْهَا وَاَلْيَنُ۔ (متفق علیہ)

أخرجه البخاري في صحيحه ۱۲۲/۷ حديث رقم ۳۸۰۲ ومسلم في صحيحه ۱۹۱۶/۴ حديث رقم (۲۴۶۸-۱۲۶) والترمذي في السنن ۶۴۶/۵ حديث رقم ۳۸۴۷ وابن ماجه في السنن ۵۵/۱ حديث رقم ۱۵۷ و احمد في المسند ۲۰۹/۳۔

ترجمہ: حضرت براء بن عازبؓ سے مروی ہے وہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک جوڑا ریشمی کپڑے کا ہدیہ کے طور پر دیا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ اس جوڑے کو چھوتے تھے اور اس کی نرمی پر تعجب و حیران تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اس کی نرمی پر تعجب کرتے ہو جنت میں سعد بن معاذ کے رومال ان سے بہت بہتر اور بہت زیادہ نرم ہیں۔ (متفق علیہ)

تشریح ۞ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دومۃ الجندل کے امیر نے ایک ریشمی جبہ بھیجا تھا صحابہ کرام نے ایسا قیمتی اور شاندار جبہ کبھی نہ دیکھا تھا صحابہؓ اس کو بار بار چھوتے اور اس کی نرمی و نزاکت پر تعجب کا اظہار کرتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم کو یہ بہت اچھا معلوم ہو رہا ہے جنت میں سعد بن معاذ کے رومال اس سے بہت زیادہ بہتر اور نرم و نازک ہیں۔

مناديل جمع ہے منديل کی۔ منديل اس رومال کو کہا جاتا ہے کہ جس سے ہاتھ وغیرہ پونچھے جاتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مبالغہ فرمایا کہ جب وہاں کے رومال جو صرف ہاتھ وغیرہ صاف کرنے کے لئے استعمال ہوتے ہیں ان دنیاوی کپڑوں سے افضل و اعلیٰ ہوں گے تو وہ کپڑے جو پہننے کے ہوں گے ان کا پوچھنا ہی کیا ان کی خوبصورتی نزاکت کا اندازہ ہی نہیں لگایا جا سکتا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے لئے مال واولاد میں کثرت وبرکت کی دعا

۶۰۴۳/۱۳ وَعَنْ اُمِّ سُلَيْمٍ اَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَسٌ خَادِمُكَ اُدْعُ اللّٰهَ لَهٗ

قَالَ اللّٰهُمَّ اَكْثِرْ مَالَهُ وَوَلَدَهُ وَبَارِكْ لَهُ فِيْمَا اَعْطَيْتَهُ قَالَ اَنَسٌ فَوَاللّٰهِ اِنَّ مَالِيْ لَكَثِيْرٌ وَاِنَّ وَلَدِيْ وَوَلَدَ وَلَدِيْ لَيَتَعَادُّوْنَ عَلٰى نَحْوِ الْمِائَةِ الْيَوْمَ۔ (متفق علیہ)

أخرجه البخاري في صحيحه ١١/١٤٤حديث رقم ٦٣٤٤ وأخرجه مسلم ٤/١٩٢٨حديث رقم (١٤١-٢٤٨٠) وأخرجه الترمذي في السنن ٥/٦٤٠حديث رقم ٣٨٢٩۔

ترجمہ: حضرت ام سلیمؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ انسؓ آپ ﷺ کا خادم ہے اس کے لئے خدا سے دعا فرما دیجئے۔ آپ ﷺ نے یہ دعا فرمائی اے اللہ انسؓ کے مال کو زیادہ کر۔ اس کی اولاد کو بڑھا اور جو چیز تو نے اسے دی ہے اس میں اسے برکت دے حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ قسم ہے خدا کی میرا مال بہت اور بہت ہے اور میرے بیٹے اور بیٹوں کے بیٹے آج شمار میں سو کے قریب ہیں۔ (متفق علیہ)

تشریح ۞ حضرت انسؓ بن مالک کا تعلق مدینہ کے مشہور خاندان قبیلہ خزرج سے تھا رسول اللہ ﷺ کے دادا عبدالمطلب کا ننہال اسی قبیلہ کی ایک شاخ بنی نجار تھا حضرت انسؓ کی والدہ ام سلیم بڑی صاحب فضل و کمال صحابیات میں تھیں جب رسول اللہ ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لائے اس وقت حضرت انسؓ کی عمر صرف دس سال تھی لیکن بہت ذہین تھے ان کی والدہ ام سلیم اور سوتیلے والد حضرت ابوطلحہ ان کو آپ ﷺ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ انس سمجھ دار بچہ ہے ہم اس کو آپ ﷺ کی خدمت کے لئے پیش کرتے ہیں آپ ﷺ نے ان کو اپنی خدمت میں رکھ لیا اس دن سے وہ سفرو حضر میں آپ ﷺ کی خدمت میں رہے حتیٰ کہ اس نوعمری کے باوجود غزوات میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ بطور خادم شریک ہوتے تھے چنانچہ غزوہ بدر میں بھی حضور ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے جبکہ بعض دیگر کم عمر صحابہ کو غزوہ میں شرکت کی اجازت نہیں دی گئی تھی۔

حضرت انسؓ کی کنیت ابوحمزہ ہے اور یہ کنیت ان کے کسی بیٹے کے نام پر نہیں تھی بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ بچپن میں جنگل کی ایک سبزی جسے حمزہ کہتے ہیں توڑ کر کھا رہے تھے آپ ﷺ نے ان کو دیکھ کر انہیں ابوحمزہ فرما دیا بس ان کی کنیت ابوحمزہ ہوگئی آپؓ چونکہ حضور ﷺ کے خادم تھے اس لئے اپنے نام کے ساتھ خادم رسول اللہ ﷺ کا لفظ لگاتے اور اس پر فخر کرتے تھے حضورؐ ان سے محبت فرماتے اور ان کو یا بنی کہہ کر پکارتے تھے اور کبھی مزاحاً ان کے کان پکڑ کر یا ذاالاذنین کہہ کر پکارتے تھے۔

حضور اکرم ﷺ نے ان کی والدہ ام سلیم کی درخواست پر ان کے لئے مال و اولاد میں کثرت برکت کی دعا کی حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ اسی دعا کا نتیجہ ہے کہ واللہ میرا مال بہت ہے اور میری اولاد اور میری اولاد کی اولاد آج سو سے بھی متجاوز ہے یہ بھی آپ ﷺ کی دعاؤں کا ثمرہ ہے کہ ان کے باغ کی ایک جھاڑی کے پتوں سے مشک کی خوشبو آتی تھی اسی طرح ان کے باغ میں سال میں دو بار پھل آتا تھا بعض روایات میں "ادخله الجنة" (یعنی اے اللہ اس کو جنت میں داخل فرمایا) کا بھی اضافہ ہے حضرت انسؓ فرماتے تھے کہ پہلی دو دعائیں تو قبول ہوگئی ہیں تیسری دعا (یعنی دخول جنت) بھی انشاء اللہ ضرور قبول ہوگی۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت انسؓ کو بعض حکومتی کاموں کا ذمہ دار بنا کر بحرین بھیجا تھا بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں ان کو تعلیم کے لئے بصرہ بھیج دیا تھا اور پھر بصرہ ہی میں سکونت اختیار کر لی تھی وہیں ۹۱ھ میں وفات ہوئی جبکہ عمر ایک سو تین برس کی تھی اور بصرہ میں وفات پانے والے آخری صحابی حضرت انسؓ ہی ہیں ان کی

اولاد کتنی تھی تو اس روایت میں ہے کہ وہ فرماتے ہیں میری اولاد اور میری اولاد کی اولاد سو سے متجاوز ہے جبکہ ایک دوسری روایت میں ہے کہ میری صلب سے ایک سو چھبیس لڑکے ہیں سوائے دو لڑکیوں کے یعنی اولاد کی اولاد اس کے علاوہ ہے اور حضرت انسؓ کے صاحبزادے فرماتے ہیں کہ میں نے ان کی صلبی اولاد میں سے قریب سو کو دفن کیا تو ممکن ہے پہلی روایت اس وقت کی ہو جبکہ ان کی بلاواسطہ اور بالواسطہ ساری اولاد سو سے متجاوز تھی اور جس روایت میں صلبی اولاد کی تعداد ایک سو چھبیس بیان کی گئی ہے وہ کافی عرصہ بعد کی ہو جبکہ ان کے اولاد بڑھ گئی تھی اور ابن عبدالبر فرماتے ہیں ان کے سو فرزند پیدا ہوئے اور بعضوں نے کہا کہ اسی تھے ان میں اٹھتر لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں لیکن یہ قول ماقبل کے خلاف ہیں۔

امام نوویؒ نے اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے چند فوائد بیان فرمائے ہیں۔

نمبرا: حضرت انسؓ کا اس قدر کثیر الاولاد اور کثیر المال ہونا دراصل آنحضرت ﷺ کی نبوت کا ایک اعجاز اور معجزہ ہے۔

نمبر۲: اس حدیث میں ان حضرات کی دلیل ہے جو فقیر و مفلس پر غنی و مالدار کو افضل قرار دیتے ہیں لیکن دوسرے حضرات کی طرف سے اس کا یہ جواب دیا جاسکتا ہے کہ حضرت انسؓ کے ساتھ یہ خصوصی معاملہ تھا اس لئے کہ یہ کثرت و برکت حضور ﷺ کی دعا کی وجہ سے تھی جب اس میں برکت داخل ہوئی تو اس مال و اولاد سے فتنہ ہونے کا پہلو ختم ہو گیا اس لئے یہ مال حضرت انسؓ کے حق میں نہ تو تقصیر اور برائی کا باعث بنا اور نہ ہی ادائے حقوق اللہ کی راہ میں رکاوٹ بنا۔

نمبر۳: علماء فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب بھی کوئی شخص اللہ پاک سے کسی دنیوی ضرورت کا سوال کرے تو اپنی دعا میں طلب برکت کو ضرور شامل کرے یعنی کوئی چیز مانگتے ہوئے ساتھ یہ دعا ضرور کرے کہ یا اللہ اس چیز میں برکت عطا فرما اور اس کے فتنہ سے مجھے محفوظ فرما۔

حضرت عبداللہ بن سلام کو اہل جنت میں سے ہونے کی بشارت

۶۰۴۴/۴ وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ مَا سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لِاَحَدٍ يَمْشِیْ عَلٰی وَجْهِ الْاَرْضِ اَنَّهٗ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ اِلَّا لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ۔ (متفق علیہ)

أخرجه البخاري في صحيحه ۱۲۸/۷ حديث رقم ۳۸۱۲ ومسلم في صحيحه ۱۹۳۰/۴ حديث رقم (۱۴۷-۲۴۸۳)

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی شخص کی نسبت رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے نہیں سنا کہ وہ زمین پر چلتا ہوا اور وہ جنتی ہو مگر عبداللہ بن سلام کے لئے۔ (متفق علیہ)

تشریح ۞ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ حضرت عبداللہؓ بن سلام کے متعلق فرما رہے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن سلام کے علاوہ کسی اور شخص کے بارے میں کہ جو زمین پر چلتا ہو حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے نہیں سنا کہ وہ جنتی ہے۔

حضرت سعدؓ کے یہ الفاظ بظاہر ان روایات سے متعارض ہیں کہ جن میں حضرت عبداللہ بن سلام کے علاوہ دیگر بہت سے صحابہ کو بھی حضور ﷺ نے اہل جنت میں سے ہونے کی بشارت دی ہے ان روایات میں سے مشہور روایت ترمذی کی ہے کہ جس میں حضور ﷺ نے دس حضرات کا نام لے کر فرمایا کہ یہ جنت میں ہوں گے اس تعارض کے مختلف جواب دیئے گئے ہیں مثلاً

نمبرا: حضرت سعدؓ کی روایت میں يمشي على وجه الارض کے الفاظ احتراز کے لئے ہیں اور ان الفاظ کے ذریعے عشرہ مبشرہ

کا استثناء مقصود ہے جن کا انتقال حضرت عبداللہ بن سلام سے پہلے ہو چکا تھا گویا حضرت سعد کا مقصد یہ ہے کہ اس وقت روئے زمین پر جو لوگ زندہ ہیں ان میں صرف عبداللہ بن سلام وہ اکیلے شخص ہیں جن کی نسبت میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ وہ جنتی ہیں۔

نمبر۲: امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث سعدؓ ترمذی کی اس حدیث کے معارض نہیں کہ جس میں دس صحابہ کے متعلق جنتی ہونے کی بشارت دی گئی ہے اس لئے کہ اس حدیث میں حضرت سعدؓ نے اپنے سننے کی نفی کی ہے یعنی میں نے اپنے کانوں سے براہ راست حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف عبداللہ بن سلام کے جنتی ہونے کی بشارت سنی ہے کسی اور کے بارے میں جنت کی بشارت نہیں سنی اس لئے کسی اور کے بارے میں یہ بشارت نہ سننے سے لازم نہیں آتا کہ کسی اور کو جنت کی بشارت ہی نہیں دی گئی۔

نمبر۳: اگر کسی واقعہ کے اثبات اور نفی کے بارے میں مختلف روایات ہوں یعنی بعض روایات سے اثبات مفہوم ہوتا ہو اور بعض سے نفی تو ان روایات کو ترجیح ہوتی ہے جن سے اس واقعہ کا اثبات ہوتا ہے۔

نمبر۴: بعض حضرات نے کہا کہ حضرت سعد نے جب حضرت عبداللہ بن سلام کے علاوہ کسی اور کے بارے میں مذکورہ بشارت سننے کی نفی کی تھی اس وقت تک یہ بشارت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسروں کے متعلق نہیں فرمائی تھی۔

نمبر۵: بعض حضرات فرماتے ہیں کہ حضرت سعدؓ نے یہ نفی اس وقت کی ہوگی جبکہ باقی صحابہ مبشرین اس دنیا سے رخصت ہو چکے تھے اس روایت میں يَمْشِيْ عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ سے مراد زندہ لوگ ہیں جس کی تائید دارقطنی کی روایت سے بھی ہوتی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت سعدؓ نے فرمایا میں نے عبداللہ بن سلام کے علاوہ کسی اور شخص کے بارے میں کہ جو اس وقت زندہ ہے اور چلتا پھرتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے نہیں سنا کہ وہ جنتی ہے۔ چنانچہ تاریخی طور پر ثابت ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام ان صحابہ مبشرین کے بعد تک بقید حیات رہے اور جب ان کا انتقال ہوا تو عشرہ مبشرہ میں سے صرف حضرت سعدؓ اور حضرت سعیدؓ کے علاوہ کوئی زندہ نہیں تھے باقی رہی یہ بات کہ حضرت سعدؓ نے یہ بات کرتے ہوئے خود اپنی ذات کو اور حضرت سعید کو کیوں ملحوظ نہیں رکھا تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے اپنا ذکر خود اس لئے نہیں کیا ہوگا کہ ان کو اپنے متعلق یہ بشارت کسی واسطہ سے پہنچی ہوگی خود براہ راست حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنی ہوگی اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ کسر نفسی کرتے ہوئے انہوں نے اپنا ذکر نہیں کیا اور جہاں تک حضرت سعیدؓ کا تعلق ہے تو ان کے بارے میں یہ اعتراض اس طرح دور کیا جا سکتا ہے کہ حضرت سعدؓ کے الفاظ يَمْشِيْ عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ کا مطلب یہ ہے کہ جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن سلام کے متعلق یہ بشارت دی ہے اس وقت وہ زمین پر چل رہے تھے جبکہ دوسروں کے حق میں یہ بشارت دوسری حالتوں میں ارشاد فرمائی ہوگی۔ واللہ اعلم بحقیقة الحال۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو مرتے دم تک دین پر قائم رہنے کی بشارت

۱۵/۲۰۴۵ وَعَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا فِيْ مَسْجِدِ الْمَدِيْنَةِ فَدَخَلَ رَجُلٌ عَلٰى وَجْهِهِ اَثَرُ الْخُشُوْعِ فَقَالُوْا هٰذَا رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ تَجَوَّزَ فِيْهِمَا ثُمَّ خَرَجَ وَتَبِعْتُهٗ فَقُلْتُ اِنَّكَ

حِيْنَ دَخَلْتَ الْمَسْجِدَ قَالُوْا هٰذَا رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ قَالَ وَاللّٰهِ مَا يَنْبَغِيْ لِاَحَدٍ اَنْ يَّقُوْلَ مَا لَا يَعْلَمُ فَسَاُحَدِّثُكَ لِمَ ذَاكَ رَاَيْتُ رُؤْيَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَصَصْتُهَا عَلَيْهِ وَرَاَيْتُ كَاَنِّيْ فِيْ رَوْضَةٍ ذَكَرَ مِنْ سَعَتِهَا وَخُضْرَتِهَا وَسَطِهَا عَمُوْدٌ مِنْ حَدِيْدٍ اَسْفَلُهُ فِي الْاَرْضِ وَاَعْلَاهُ فِي السَّمَاءِ وَفِيْ اَعْلَاهُ عُرْوَةٌ فَقِيْلَ لِيْ اِرْقَهْ فَقُلْتُ لَا اَسْتَطِيْعُ فَاَتَانِيْ مِنْصَفٌ فَرَفَعَ ثِيَابِيْ مِنْ خَلْفِيْ فَرَقِيْتُ حَتّٰى كُنْتُ فِيْ اَعْلَاهُ فَاَخَذْتُ بِالْعُرْوَةِ فَقِيْلَ اسْتَمْسِكْ فَاسْتَيْقَظْتُ وَاِنَّهَا لَفِيْ يَدِيْ فَقَصَصْتُهَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ تِلْكَ الرَّوْضَةُ الْاِسْلَامُ وَذٰلِكَ الْعَمُوْدُ عَمُوْدُ الْاِسْلَامِ وَتِلْكَ الْعُرْوَةُ الْعُرْوَةُ الْوُثْقٰى فَاَنْتَ عَلَى الْاِسْلَامِ حَتّٰى تَمُوْتَ وَذٰلِكَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاري في صحيحه ١٢٩/٦ حديث رقم ٣٨١٣ ومسلم ١٩٣٠/٤ حديث رقم (١٤٨-٢٤٨٤) و احمد في المسند ٤٥٢/٥

ترجمہ: حضرت قیس بن عباد سے روایت ہے وہ بیان فرماتے ہیں کہ میں مدینہ کی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص مسجد کے اندر آیا جس کے چہرے سے خشوع یعنی سکون و وقار ظاہر تھا لوگوں نے کہا یہ شخص جنتی ہے پھر اس شخص نے دو رکعت نماز پڑھی جس میں ہلکی قرات پڑھی اور پھر مسجد سے چلا گیا میں اس شخص کے پیچھے ہو لیا اور اس سے کہا جب تم مسجد میں داخل ہوئے تھے تو لوگوں نے کہا یہ شخص جنتی ہے اس شخص نے کہا خدا کی قسم کسی شخص کو یہ بات مناسب نہیں ہے کہ وہ بات کہے جس سے واقف نہ ہو۔ میں تم سے ابھی ابھی اس کا واقعہ بیان کرتا ہوں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک خواب دیکھا تھا وہ خواب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کر دیا خواب یہ تھا گویا میں ایک باغ میں ہوں اس شخص نے اس باغ کی وسعت و کشادگی اور ترو تازگی کو بیان کیا اور پھر کہا باغ کے درمیان میں لوہے کا ایک ستون ہے جس کا ایک سرا زمین میں ہے اور دوسرا سرا آسمان میں ہے اور اس ستون کے اوپر ایک حلقہ ہے مجھ سے کہا گیا اس ستون پر چڑھ میں نے کہا میں چڑھنے کی طاقت نہیں رکھتا پھر میرے پاس ایک خادم آیا جس نے پیچھے سے کپڑے اٹھائے اور میں ستون پر چڑھ گیا یہاں تک کہ میں نے وہ حلقہ اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا پھر مجھ سے کہا اسے مضبوط پکڑے رہنا پھر میری آنکھ کھل گئی اس حال میں کہ وہ حلقہ میرے ہاتھ میں تھا میں نے خواب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ باغ اسلام ہے اور وہ ستون اسلام کا ستون ہے اور وہ حلقہ مضبوط ہے اور اس کی تعبیر یہ ہے کہ تو اپنی موت تک اسلام پر ثابت قدم رہے گا اور وہ شخص جن کا ذکر اس حدیث میں ہے عبداللہ بن سلام ہیں۔ (متفق علیہ)

تشریح ﴿۱﴾ جب حضرت قیسؓ نے ابن سلام کو بتلایا کہ لوگ کہتے تھے کہ آپ اہل جنت میں سے ہیں تو حضرت عبداللہ بن سلام نے فرمایا کہ کسی کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ ایسی بات کرے جو اس کو معلوم نہیں ہے۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ امام نوویؒ نے اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن سلام کا ان لوگوں پر نکیر کرنا اس وجہ سے تھا کہ ان لوگوں نے ان کو قطعی طور پر جنتی شمار کیا ممکن ہے کہ ان لوگوں تک تو حضرت سعد بن ابی وقاص

کی یہ حدیث پہنچ چکی ہو کہ میں نے حضور ﷺ کو حضرت عبداللہ بن سلام کے علاوہ کسی اور کے بارے میں یہ کہتے ہوئے نہیں سنا کہ وہ جنتی ہے لیکن خود ابن سلام تک یہ حدیث نہ پہنچی ہو اس لئے انہوں نے ان لوگوں پر نکیر فرمائی اور یہ بھی احتمال ہے کہ انہوں نے یہ بات اپنی تعریف اور شہرت کو ناپسند سمجھتے ہوئے عاجزہ کے طور پر کہی ہو۔

علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن سلام فسا حدثك لم ذاك...... سے ان لوگوں پر اپنی نکیر کی وجہ بیان فرما رہے ہیں کہ میں نے یہ خواب دیکھا اور یہ خواب اس بات پر حضور ﷺ کی طرف سے نص قطعی نہیں ہے کہ میں اہل جنت میں سے ہوں جیسا کہ دیگر حضرات کے بارے میں حضور ﷺ کا قطعی اور یقینی فرمان موجود ہے کہ فلاں فلاں جنتی ہیں اس لئے ان حضرات کا مجھے قطعی طور پر جنتی کہنا درست نہیں ہے۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ ان الفاظ سے ان لوگوں کی تصدیق کرنا چاہتے ہیں کہ جن لوگوں نے حضور ﷺ کو پایا اور ان کی صحبت سے فیضیاب ہوئے وہ وہی بات ہی کر سکتے ہیں جس کا ان کو علم قطعی و یقینی ہے پھر ان لوگوں کی اس بات کی وجہ بیان کی کہ وہ مجھے جنتی کیوں کہتے ہیں اور سارا خواب بیان کیا۔

فَاسْتَيْقَظْتُ وَاِنَّهَا لَفِيْ يَدِيْ: یعنی جب میں بیدار ہوا تو وہ حلقہ میرے ہاتھ میں تھا اس کا ایک مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ جونہی میں نے خواب میں حلقہ پکڑا تو فوراً میری آنکھ کھل گئی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جب میں بیدار ہوا تو اس حلقہ کا اثر بیدار ہونے کے بعد بھی میرے ہاتھ میں تھا مثلاً یہ کہ میری مٹھی بندھی تھی جیسے میں نے کوئی چیز پکڑ رکھی ہو۔

یا یہ ظاہر پر محمول ہے کہ جب وہ بیدار ہوئے تو حلقہ ان کے ہاتھ میں تھا اور اللہ پاک کی قدرت سے یہ بعید نہیں ہے لیکن حقیقت حال اس کے خلاف ہے۔

وَذٰلِكَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ: یہ قول یا تو قیس بن عباد کا ہے یا خود حضرت عبداللہ بن سلام کا ہے۔

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے جنتی ہونے کی بشارت

۶۰۴۶/۱۰ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ ثَابِتُ بْنُ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ خَطِيْبَ الْاَنْصَارِ فَلَمَّا نَزَلَتْ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ جَلَسَ ثَابِتٌ فِيْ بَيْتِهٖ وَاحْتَبَسَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَعْدَ بْنَ مُعَاذٍ فَقَالَ مَاشَانُ ثَابِتٍ اَيَشْتَكِيْ فَاَتَاهُ سَعْدٌ فَذَكَرَ لَهٗ قَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ فَقَالَ ثَابِتٌ اُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ وَلَقَدْ عَلِمْتُمْ اَنِّيْ مِنْ اَرْفَعِكُمْ صَوْتًا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَنَا مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَذَكَرَ ذٰلِكَ سَعْدٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلْ هُوَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ۔ (رواه مسلم)

أخرجه مسلم فی صحيحه ۱/ ۱۱۰ حديث رقم (۱۸۷-۱۱۹)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ بیان فرماتے ہیں کہ ثابت بن قیس بن شماس انصار کے خطیب تھے جب آیت: "يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ" (یعنی اے ایمان والو تم اپنی آواز کو نبی کی آواز پر بلند نہ

کرو) نازل ہوئی تو ثابت بن قیسؓ اپنے گھر میں بیٹھ رہے اور حضور ﷺ کی خدمت میں آنا جانا بند کر دیا نبی کریم ﷺ نے سعد بن معاذ سے دریافت فرمایا ثابت کا کیا حال ہے کیا وہ بیمار ہے سعدؓ ثابت کے پاس گئے اور ان سے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد بیان کیا ثابتؓ نے کہا یہ آیت نازل ہوئی ہے اور تم جانتے ہو کہ میں تم سب سے بلند آواز والا ہوں حضور ﷺ کی آواز پر اس لئے میں دوزخی ہوں حضرت سعدؓ نے اس کا ذکر حضور ﷺ سے کیا آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ جنتی ہے۔ (مسلم)

تشریح ⊙ حضرت ثابت بن قیس فصیح و بلیغ خطیب تھے اور یہ حضور ﷺ کے بھی خطیب تھے جب آیت کریمہ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ ...... نازل ہوئی تو وہ اپنے گھر میں پابند ہو گئے اور حضور ﷺ کی مجلس میں حاضر نہیں ہوئے حضور ﷺ نے حضرت سعد بن معاذؓ سے ان کے متعلق پوچھا کیا ثابتؓ بیمار ہیں حضرت سعدؓ سے اس لئے پوچھا کہ وہ سردار تھے حضرت سعدؓ نے حضرت ثابتؓ سے حضور ﷺ کا استفسار بیان کیا تو انہوں نے بتایا کہ اس آیت کی بناء پر میں جہنمی ہوں کیونکہ میری آواز تم سب کی بنسبت حضور ﷺ کی آواز سے بلند ہے حضرت ثابت نے یہ نہیں سمجھا کہ اس آیت میں رفع صوت سے مراد وہ ہے جو اختیاری ہو جو بے ادبی کے زمرہ میں آتی ہے فطری اور جبلی رفع صوت مراد نہیں ہے حضرت سعدؓ نے ان کی یہ بات حضور ﷺ سے بیان کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ جنتی ہے جنتی ہونے کی بشارت اس لئے دی کہ انہوں نے ادب میں مبالغہ کیا کہ فطری رفع صوت کو بھی جائز نہ سمجھا۔ اور حضور ﷺ کی یہ بشارت اس طرح پوری ہوئی کہ ۱۲ھ میں حضرت ثابت جنگ یمامہ میں شہید ہوئے حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضرت ثابت نے مسیلمہ کذاب کے خلاف قتال کے وقت حنوط لگایا ہو کفن پہنا پھر اسی حالت میں لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

یہاں ایک شبہ ہے کہ آیت کریمہ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ ...... تو ۹ھ میں نازل ہوئی حضرت سعد بن معاذ کی وفات ۵ھ میں ہو گئی تھی۔

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اس حدیث میں حضرت ثابت کے متعلق جس آیت کا ذکر ہے وہ بس وہی ہے جس میں صرف آواز بلند نہ کرنے کا حکم مذکور ہے نہ کہ سورت کی پہلی آیت یعنی سورت کی ابتدائی آیت یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ ...... تو ۹ھ میں نازل ہوئی ہوگی جبکہ آیت یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ ... حضرت سعد بن معاذ کے انتقال سے پہلے نازل ہو چکی ہوگی۔ واللہ اعلم۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا ذکر

۶۰۴۷/۱۷ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا نَزَلَتْ سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ فَلَمَّا نَزَلَتْ وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ قَالُوْا مَنْ هٰؤُلَآءِ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَفِیْنَا سَلْمَانُ الْفَارِسِیُّ قَالَ فَوَضَعَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَدَهُ عَلٰى سَلْمَانَ ثُمَّ قَالَ لَوْ كَانَ الْاِیْمَانُ عِنْدَ الثُّرَیَّا لَنَالَهُ رِجَالٌ مِّنْ هٰؤُلَآءِ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۸/۶۴۱ حدیث رقم ۴۸۹۷ ومسلم فی صحیحه ۴/۱۹۷۲ حدیث رقم (۲۳۱-۲۵۴۶)

والترمذی فی السنن ۵/۳۵۸ حدیث رقم ۳۲۶۱

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے وہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ سورہ جمعہ نازل ہوئی جب یہ آیت وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ ..... (یعنی اس جماعت میں سے جس کی طرف خدا نے اپنے پیغمبر کو بھیجا ہے کچھ لوگ ہیں جو ابھی اصحاب کی جماعت سے آکر نہیں ملے) نازل ہوئی تو صحابہ کرام نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ وہ کون لوگ ہیں۔ ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اس وقت ہم لوگوں میں سلمان فارسیؓ موجود تھے رسول اللہ ﷺ نے اپنا ہاتھ سلمان فارسیؓ پر رکھ کر فرمایا اگر ایمان ثریا پر بھی ہوتا تو ان لوگوں میں سے (یعنی غیر عرب لوگوں میں سے) کچھ لوگ پا لیتے۔ (متفق علیہ)

تشریح وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ: علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ آخرین کا عطف ہے امیین پر۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو ان کے زمانے کے امیوں کی طرف بھیجا اور ان امیوں کی طرف یعنی تابعین۔

فوضع النبی ﷺ یدہ علی سلمان...... من ھؤلاء ہؤلاء کا مشار الیہ کون ہے علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ اسم اشارہ جمع ہے اور مشار الیہ اکیلے حضرت سلمانؓ ہیں لیکن مراد جنس ہے اس لئے اسم اشارہ جمع لائے۔ اور یہ بھی احتمال ہے اس سے مراد تمام عجمی ہوں کیونکہ یہ امیین کے مقابلے میں آیا ہے اور امیین سے مراد عربی ہیں اور بظاہر یہی احتمال زیادہ درست ہے کیونکہ اکثر تابعین عجمی ہیں جیسا کہ صحابہ کرام عربی ہیں اور حضور ﷺ نے ان کی یہ صفت بیان فرمائی کہ اگر ایمان ثریا کے پاس ہوتا تو ان لوگوں میں سے بعض وہاں سے بھی ایمان حاصل کر لیتے بلاشبہ تابعین کے دور میں علم اور اجتہاد میں ایسی وسعت اور ترقی ہوئی کہ صحابہ کے علاوہ کسی اور طبقہ کے لوگوں میں اس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔

حضرت سلمان فارسیؓ: حضرت سلمان فارسیؓ کی کنیت ابو عبداللہ ہے رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ ہیں فارسی الاصل ہیں ان کا تعلق رامہرمز قوم سے تھا جو ابلق گھوڑے کو پوجتی تھی اصفہان کے مضافات میں "جی" نامی گاؤں کے رہنے والے تھے دین کی طلب میں سفر کیا اور سب سے پہلے نصرانی مذہب اختیار کیا اور ان کی کتابیں دیکھیں اور اسی دین پر پے در پے مشقتیں برداشت کرتے رہے پھر قوم عرب نے ان کو گرفتار کر لیا اور یہودیوں کے ہاتھ فروخت کر ڈالا پھر انہوں نے یہودیوں سے عقد مکاتبت کر لی تو رسول اللہ ﷺ نے بدل کتابت میں ان کی مدد فرمائی کہا جاتا ہے کہ حضرت سلمان فارسیؓ آنحضرت ﷺ کے پاس جب مدینہ آئے تو اس وقت تک دس سے اوپر آقاؤں کے غلام رہ چکے تھے تب مسلمان ہوئے ان کے فضائل میں بہت سی احادیث ہیں مثلاً آنحضرت ﷺ نے فرمایا سلمانؓ ہمارے اہل بیت میں سے ہیں اور یہ بھی انہیں میں سے ہیں کہ جن کے آنے کی جنت متمنی ہے حضرت سلمانؓ بڑے صاحب علم تھے اور صحابہ بھی ان کے علم و دین کے معترف تھے چنانچہ حضرت معاذ بن جبل نے اپنی وفات کے قریب جو نصیحتیں فرمائی ہیں ان میں سے ایک نصیحت یہ بھی تھی کہ سلمان فارسیؓ صاحب علم ہیں ان سے علم حاصل کرو۔

صحابہ کرام کی ایک غلطی پر تنبیہ کرنے کے لئے جب آیت کریمہ ان تتولوا یستبدل قوما غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم نازل ہوئی یعنی اگر تم لوگ دین کی خدمت میں کوتاہی کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے بجائے دوسرے لوگوں سے دین کا کام لے لے گا جو تمہاری طرح غلطی و کوتاہی نہیں کریں گے تو صحابہ کرام نے اپنی غلطی کی اصلاح کر لی لیکن حضور ﷺ سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں جن سے اللہ پاک نے ہمارے بجائے ان سے خدمت دین لینے کا ذکر فرمایا ہے تو آپ ﷺ نے حضرت سلمان فارسیؓ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا یہ اور ان کی قوم۔

ایک بار حضور ﷺ نے حضرت ابودرداءؓ سے حضرت سلمانؓ کے متعلق فرمایا سلمان تم سے زیادہ فقیہ یعنی زیادہ دینی سمجھ بوجھ اور واقفیت رکھنے والے ہیں۔

کمال علم کے ساتھ زہد وتقویٰ میں بھی بڑا بلند مقام تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدائن کا حاکم بنا کر بھیجا تھا اور ۵ ہزار درہم وظیفہ مقرر کیا تھا لیکن وہ سب راہ خدا میں خرچ کر دیتے اور خود اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے۔ صحابہ کرام میں حضرت انسؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم اور بعض دیگر صحابہ کرام اور تابعین کی بھی ایک خاصی تعداد نے ان سے روایات نقل کی ہیں ان کی روایات کی تعداد ساٹھ ہے عمر بہت طویل پائی بعض حضرات نے ۳۵۰ سال اور بعض نے ۲۵۰ سال ذکر کی ہے ۳۶ھ یا ۳۷ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں مدائن میں وفات ہوئی وہیں قبر ہے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں میں محبوب ہونے کی دعا

۶۰۴۸/۱۸ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ عُبَيْدَكَ هٰذَا يَعْنِيْ اَبَا هُرَيْرَةَ وَاُمَّهٗ اِلٰى عِبَادِكَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَحَبِّبْ اِلَيْهِمَا الْمُؤْمِنِيْنَ۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم في صحيحه ١٩٣٨/٤ حديث رقم (١٥٨-٢٤٩١) و احمد في المسند ٣٢٠/٢۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے اللہ اپنے اس چھوٹے سے بندے (یعنی ابوہریرہؓ) کو اور اس کی ماں کو مسلمانوں میں محبوب بنا اور مسلمانوں کو ان کا محبوب بنا۔

تشریح: حضور ﷺ نے حضرت ابوہریرہؓ اور ان کی والدہ کو یہ دعا دی کہ یا اللہ ان کو مسلمانوں میں محبوب بنا یعنی ان کو ایسا بنا کہ یہ مسلمانوں کے محبوب ہو جائیں بے کس و نا مراد نہ رہیں اور مسلمانوں کو ان کا محبوب بنا یعنی ان کے دل میں بھی مسلمانوں کی محبت ہو۔ دعا کا حاصل یہ ہے کہ یہ مسلمانوں کے محبوب بھی ہوں اور محب بھی۔

فقرائے صحابہ رضی اللہ عنہم کو ناراض کرنے سے اللہ پاک ناراض ہوتا ہے

۶۰۴۹/۱۹ وَعَنْ عَائِذِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ اَبَا سُفْيَانَ اَتٰى عَلٰى سَلْمَانَ وَصُهَيْبٍ وَبِلَالٍ فِيْ نَفَرٍ فَقَالُوْا مَا اَخَذَتْ سُيُوْفُ اللّٰهِ مِنْ عُنُقِ عَدُوِّ اللّٰهِ مَاْخَذَهَا فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ اَتَقُوْلُوْنَ لِهٰذَا الشَّيْخِ قُرَيْشٍ وَسَيِّدِهِمْ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهٗ فَقَالَ يَا اَبَا بَكْرٍ لَعَلَّكَ اَغْضَبْتَهُمْ لَئِنْ كُنْتَ اَغْضَبْتَهُمْ لَقَدْ اَغْضَبْتَ رَبَّكَ فَاَتَاهُمْ فَقَالَ يَا اِخْوَتَاهُ اَغْضَبْتُكُمْ قَالُوْا لَا يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكَ يَا اَخِيْ۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم في صحيحه ١٩٤٧/٤ حديث رقم (١٧٠-٢٥٠٤) و احمد في المسند ٦٤/٥۔

ترجمہ: حضرت عائذ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ ابوسفیانؓ (حالت کفر میں) حضرت سلمانؓ حضرت صہیبؓ اور بلالؓ کے پاس سے گزرے جو صحابہ کی جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے اس جماعت کے لوگوں نے کہا ابھی خدا کی تلواروں نے اس دشمن

خدا کی گردن نہیں اتاری۔ یہ سن کر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا تم اس قریشی شیخ اور سردار کے متعلق ایسے کہتے ہو۔ اس کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ سے آگاہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابو بکر رضی اللہ عنہ شاید تم نے انہیں (یعنی ان صحابہ کو) ناراض کیا خدا کی قسم اگر تم نے انہیں غصہ دلایا تو گویا تم نے اپنے پروردگار کو ناراض کیا۔ یہ سن کر ابو بکر رضی اللہ عنہ صحابہ کی اس جماعت کے پاس آئے اور کہا اے میرے بھائیو کیا میں نے تمہیں ناراض کر دیا انہوں نے کہا نہیں تم نے ہم کو رنجیدہ نہیں کیا۔ اے میرے بھائی خدا تمہاری بخشش کرے۔ (مسلم)

تشریح ۞ حضرت ابوسفیانؓ کا یہ واقعہ صلح حدیبیہ کے بعد تجدید عہد کے لئے مدینہ آنے کا ہے صلح حدیبیہ میں دس سال کے لئے جنگ بندی کا معاہدہ تھا لیکن مشرکین مکہ نے عہد نامہ کی کئی شرطوں کی خلاف ورزی کی تو ان کو خطرہ ہوا کہ کہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی خلاف ورزیوں کی وجہ سے معاہدہ ختم کر کے مکہ پر حملہ نہ کر دیں تو ابوسفیانؓ کو مدینہ بھیجا تا کہ وہ اس عہد کی تجدید اور اس کو مضبوط کریں اس موقعہ پر ان فقرائے صحابہ نے ابوسفیانؓ کو دیکھ کر یہ کہا کہ یہ دشمن خدا ابھی تک ہمارے ہاتھ سے نہیں مارا گیا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ابوسفیانؓ کی تالیف قلب اور طلب امان کے حق کی رعایت رکھنے کے لئے ان صحابہ سے فرمایا کہ تم قریش کے ایک سردار اور رئیس کو ایسی بات کہہ رہے ہو یعنی تمہیں ان کو ایسی بات نہیں کہنی چاہئے۔

پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر سارا واقعہ بیان کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابو بکر رضی اللہ عنہ شاید تم نے ان صحابہ کو ناراض کیا ہے خدا کی قسم اللہ پاک ان کو ناراض کرنے سے ناراض ہو جاتا ہے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے واپس آکر ان حضراتؓ سے معذرتاً پوچھا کہ کیا آپ میری بات سے ناراض ہوئے تو انہوں نے کہا کہ نہیں اے ہمارے بھائی اللہ پاک آپ کی مغفرت فرمائے۔

اس حدیث میں فقرائے صحابہ کی بڑی فضیلت ہے اور اس میں ان کی تعظیم و تکریم اور ان کی رغبت دلائی گئی ہے۔

سلا خوش باش کان سلطان دین را ☆ بدرویشان و مسکینان سری ہست

''اے دل خوش ہو جا کہ اس سلطان دین کو درویشوں اور مسکینوں کے ساتھ راز و نیاز کا تعلق ہے۔''

یا اخی: ظاہر یہ تھا کہ یا اخانا ہوتا کیونکہ قائل بہت سے لوگ تھے ممکن ہے کہ یہ ہر ایک کے قول کی حکایت ہو امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اخی ہمزہ کے ضمہ کے ساتھ ضبط کیا گیا ہے یعنی یا اخ کی تصغیر ہے اور بعض نسخوں میں ہمزہ کا فتحہ بھی ہے۔

سید جمال الدین کے نسخہ میں اور بہت سے اصول معتمدہ کے مطابق تصغیر اور یاء کے فتحہ کے ساتھ ہے اور بعض نسخوں میں یاء مکسور ہے اور ایک نسخہ میں ہمزہ کا فتحہ اور یاء ساکن ہے اور فتحہ بھی جائز ہے۔

حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ: حضرت صہیب رومی اصلاً عرب ہیں اور دجلہ اور فرات کے درمیان شہر موصل میں ان کے مکانات تھے رومیوں نے اطراف میں یورش کی اور ان کو قید کر کے لے گئے ابھی یہ چھوٹے سے بچے تھے وہیں پلے بڑھے اسی لئے رومی کہلاتے ہیں بڑے ہونے پر یا تو خود بھاگ آئے اور مکہ آکر عبداللہ بن جدعان سے موالات کر لی یا یہ ہوا کہ ان کو قبیلہ کلب نے رومیوں سے خرید لیا اور ان کو مکہ لے آئے قبیلہ کلب سے عبداللہ بن جدعان نے خرید لیا اور آزاد کر دیا دونوں ہی قول ذکر کئے جاتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل بعثت ہی تعلق تھا چنانچہ خود فرماتے ہیں کہ صحبت النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبل ان

یو حلی الیہ پھر اسلام لانے میں بھی سبقت کرنے والے لوگوں میں ہیں۔ حضرت عمار بن یاسرؓ کے ساتھ دار ارقم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایمان قبول کر لیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے معا بعد مدینہ طیبہ ہجرت کی۔ ہجرت کرنے کے وقت مشرکین مکہ نے ان کو روک لیا لیکن انہوں نے فرمایا کہ تم جانتے ہو میں بہتر تیر انداز ہوں جب تک میرے ترکش میں ایک بھی تیر باقی رہے گا تم مجھ تک نہیں پہنچ سکتے پھر میرے پاس تلوار بھی ہے جو تمہارے سروں کو تمہارے جسموں سے علیحدہ کر دے گی ان لوگوں نے کہا ہمیں تمہارے جانے پر اعتراض نہیں لیکن یہ جو تم مال لے جا رہے ہو یہ مال تو مکہ کا ہے تم جب مکہ میں آئے تھے تو بالکل غریب تھے اور اب مالدار ہو گئے ہو۔ حضرت صہیبؓ نے فرمایا یہ بتلاؤ اگر میں اپنا مال تمہیں دے دوں تو کیا تم میرا راستہ چھوڑ دو گے انہوں نے کہا بے شک۔ اس کے بعد حضرت صہیبؓ نے مکہ میں موجود اپنے مال کا پتہ بتلا دیا کہ فلاں فلاں کے پاس میرا مال ہے اور میرے گھر میں فلاں جگہ سونا دفن ہے اس پر ان لوگوں نے حضرت صہیبؓ کو مدینہ طیبہ جانے کی اجازت دے دی۔

حضرت صہیبؓ جب مدینہ پہنچے ہیں اس وقت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبا ہی میں تھے جو اس وقت مدینہ طیبہ کی ایک مضافاتی بستی تھی ان کے پہنچنے سے پہلے ہی ان کے بارے میں آیت: ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضاۃ اللہ واللہ رؤف بالعباد نازل ہو چکی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھ کر تین بار فرمایا ربح البیع یعنی تمہاری تجارت نفع مند رہی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق فرمایا صہیب سابق الروم الی الجنۃ یعنی اہل روم میں صہیبؓ سب سے پہلے جنت میں جانے والے شخص ہیں۔

ایک موقعہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ خیال ہوا کہ شاید انہوں نے صہیبؓ کو کچھ تکلیف پہنچائی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: لعلک آذیتہ فقال لا واللہ فقال لو آذیتہ لأذیت اللہ ورسولہ۔ یعنی کیا تم نے صہیب کو ایذا پہنچائی ہے انہوں نے عرض کیا واللہ ایسا نہیں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم نے ان کو تکلیف پہنچائی تو سمجھو کہ تم نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچائی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نظر میں بھی ان کی بڑی قدر و منزلت تھی اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زخمی ہونے کے بعد فرمایا جب تک خلیفہ کا انتخاب نہ ہو جائے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں امامت صہیبؓ کریں گے اور میری نماز جنازہ بھی صہیبؓ پڑھائیں گے اور پھر ایسا ہی ہوا۔

حضرت صہیبؓ ۳۸ھ میں نوے سال کی عمر میں مدینہ میں فوت ہوئے اور بقیع میں مدفون ہوئے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

انصار سے محبت ایمان اور بغض نفاق کی علامت ہے

۶۰۵۰/۲۰ وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اٰيَةُ الْاِيْمَانِ حُبُّ الْاَنْصَارِ وَاٰيَةُ النِّفَاقِ بُغْضُ الْاَنْصَارِ۔ (متفق علیہ)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۱۱۳/۷ حدیث رقم ۳۷۸٤ ومسلم فی صحیحه ۸۵/۱ حدیث رقم (۱۲۸-۷٤) واخرجه الترمذی فی السنن ٦٦۹/۵ حدیث رقم ۳۹۰۰ واخرجه النسائی فی ۱۱٦/۸ حدیث رقم ۵۰۱۹ و احمد فی المسند ۷۰/۳

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ایمان کی علامت انصار سے محبت رکھنا ہے اور نفاق کی علامت انصار سے بغض وعداوت رکھنا ہے (متفق علیہ)

تشریح ۞ انصار جمع ہے ناصر کی یا نصر کی بمعنی مدد کرنے والے انصار کے دو قبیلے تھے قبیلہ اوس اور خزرج۔ اوس اور خزرج درحقیقت دو بھائی تھے آگے ان کی اولاد ان کے ناموں سے مشہور ہوئی ان دونوں قبیلوں میں ایک سو بیس سال تک جنگ جاری رہی لیکن اسلام کی آمد سے ان کی کایا پلٹ گئی کل تک جو ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے وہ اسلام کی برکت سے ایک دوسرے کے لئے جانثار بن گئے صدیقوں پرانی عداوت و دشمنی محبت و آشتی میں بدل گئی نبی کریم ﷺ نے ان کا نام انصار رکھا پھر تو گویا یہ ان کا اور ان کی اولاد و موالی کا علم بن گیا اور قرآن پاک نے ان کی مدح وثنا و الذین تبوؤا الدار والایمان...... کے الفاظ سے کی ہے۔

اور ان کو یہ فضیلت و منقبت حاصل ہونے کی وجہ حضور ﷺ کی مدد و نصرت کرنا اور آپ ﷺ کو ٹھکانہ اور امان دینا ہے اور آنحضرت ﷺ کی اسی مدد و نصرت امان و حفاظت ہی کی وجہ سے عرب و عجم کے کفار ان سے بغض وعداوت رکھتے ہیں اسی لئے ان کی محبت ایمان کی علامت ہے اور ان سے بغض و دشمنی نفاق اور کفر کی علامت ہے اسی طرح جتنی انصار کے ساتھ محبت کامل ہو گی اتنا ہی ایمان کامل ہوگا اور جتنی محبت ناقص ہو گی اتنا ایمان ناقص ہوگا اور یہ بات طے ہے کہ جو انصار سے اس وجہ سے بغض و عداوت رکھے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی مدد و نصرت کی وہ حقیقی کافر ہے۔

۶۰۵۱/۲۱ وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْاَنْصَارُ لَا يُحِبُّهُمْ اِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا يُبْغِضُهُمْ اِلَّا مُنَافِقٌ فَمَنْ اَحَبَّهُمْ اَحَبَّهُ اللّٰهُ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ اَبْغَضَهُ اللّٰهُ۔ (متفق علیہ)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۱۱۳/۷ حدیث رقم ۳۷۸۳ ومسلم فی صحیحه ۸۵/۱ حدیث رقم (۱۲۹-۷۵) وابن ماجه فی السنن ۵۷/۱ حدیث رقم ۱٦۳ و احمد فی المسند ۲۹٦/٤۔

ترجمہ: حضرت براء سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو انصار کے بارے میں یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ان سے مؤمن (کامل) ہی محبت کرے گا اور ان سے بغض و دشمنی منافق ہی رکھے گا پس جو شخص انصار سے محبت کرے خدا اس سے محبت کرے گا اور جو ان سے بغض و دشمنی رکھے خدا اسے اپنا دشمن قرار دے گا۔ (متفق علیہ)

انصار کا مال و دولت کے بجائے رسول اللہ ﷺ کی معیت پر راضی ہونا

۶۰۵۲/۲۲ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ نَاسًا مِّنَ الْاَنْصَارِ قَالُوْا حِيْنَ اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَمْوَالِ هَوَازِنَ مَا اَفَاءَ فَطَفِقَ يُعْطِيْ رِجَالًا مِّنْ قُرَيْشٍ اَلْمِائَةَ مِنْ اِبِلٍ فَقَالُوْا يَغْفِرُ اللّٰهُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِيْ قُرَيْشًا وَيَدَعُنَا وَسُيُوْفُنَا تَقْطُرُ مِنْ دِمَائِهِمْ فَحُدِّثَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بِمَقَالَتِهِمْ فَأَرْسَلَ إِلَى الْأَنْصَارِ فَجَمَعَهُمْ فِي قُبَّةٍ مِنْ أَدَمٍ وَلَمْ يَدْعُ مَعَهُمْ أَحَدًا غَيْرَهُمْ فَلَمَّا اجْتَمَعُوْا جَاءَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا حَدِيْثٌ بَلَغَنِيْ عَنْكُمْ فَقَالَ فُقَهَاءُهُمْ أَمَّا ذَوُوْرَأْيِنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَلَمْ يَقُوْلُوْا شَيْئًا وَأَمَّا أُنَاسٌ مِنَّا حَدِيْثَةٌ أَسْنَانُهُمْ قَالُوْا يَغْفِرُ اللّٰهُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِيْ قُرَيْشًا وَيَدَعُ الْأَنْصَارَ وَسُيُوْفُنَا تَقْطُرُ مِنْ دِمَائِهِمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّيْ أُعْطِيْ رِجَالًا حَدِيْثِيْ عَهْدٍ بِكُفْرٍ أَتَأَلَّفُهُمْ أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَذْهَبَ النَّاسُ بِالْأَمْوَالِ وَتَرْجِعُوْنَ إِلَى رِحَالِكُمْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ رَضِيْنَا۔

(متفق عليه)

أخرجه البخاري في صحيحه [illegible] الحديث رقم [illegible] ومسلم في صحيحه [illegible] الحديث رقم [illegible] وأحمد في المسند [illegible]

ترجمہ: حضرت انس سے مروی ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو قبیلہ ہوازن سے غنیمت دلوائی تو رسول اللہ ﷺ نے اس مال میں سے بہت سے قریشیوں کو سو سو اونٹ دینا شروع کئے انصار کی ایک جماعت نے یہ دیکھ کر کہا خداوند تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کی مغفرت فرمائے کہ آپ ﷺ قریش کو دیتے ہیں اور ہم کو نہیں دیتے حالانکہ ہماری تلواریں ان کے خون سے ٹپک رہی ہیں۔ حضور ﷺ کے پاس انصار کے اس اعتراض کی خبر پہنچائی گئی آپ ﷺ نے انصار کو بلا بھیجا اور ان کو ایک چمڑے کے خیمے میں جمع کیا گیا اور ان لوگوں کے ساتھ کسی دوسرے کو نہیں بلایا گیا۔ جب سب لوگ آگئے تو رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا وہ کیا بات ہے جو تمہاری طرف سے مجھے پہنچائی گئی ہے انصار کی جماعت میں سے عقلمند لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم میں سے اہل الرائے اور سمجھدار لوگوں نے کچھ نہیں کہا البتہ ہم میں سے بعض نوجوانوں نے یہ بات ضرور کہی ہے کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو بخشے جو قریش کو عطا فرماتے ہیں اور انصار کو چھوڑتے ہیں حالانکہ ہماری تلواریں ان کے خون سے ٹپکتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا بے شک میں اس مال میں سے ان لوگوں کو دیتا ہوں جو نومسلم ہیں تاکہ انہیں اسلام سے الفت ہو جائے اور وہ اسلام پر قائم ہو جائیں کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ لوگ اپنے خیموں اور ٹھکانوں میں مال لے کر جائیں اور تم اپنے گھروں کی طرف اس حال میں واپس جاؤ کہ رسول اللہ ﷺ تمہارے ساتھ ہوں انصار نے کہا ہاں کیوں نہیں ہم اس پر راضی ہیں یا رسول اللہ ﷺ۔ (متفق علیہ)

تشریح: نبی کریم ﷺ قبیلہ ہوازن پر فتح حاصل کرنے کے بعد پانچ ذی القعدہ کو طائف سے چل کر جعرانہ پہنچے جہاں مال غنیمت جمع تھا جس میں چھ ہزار قیدی، چوبیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی تھی یہاں پہنچ کر آپ ﷺ نے دس دن سے زیادہ ہوازن کا انتظار کیا کہ شاید وہ اپنے عزیزوں اور عورتوں کو چھڑانے آئیں لیکن جب دس بارہ روز کے انتظار کے بعد بھی کوئی نہ آیا تب آپ ﷺ نے مال غنیمت غانمین پر تقسیم کر دیا۔

فتح مکہ میں جو معززین قریش اسلام میں داخل ہوئے ہنوز مذبذب الاعتقاد تھے ایمان دلوں میں راسخ نہ ہوا تھا جن کو اصطلاح قرآن میں مؤلفۃ القلوب کہا گیا ہے جن میں حضرت ابوسفیان حضرت امیر معاویہؓ کے والد بھی تھے آنحضرت ﷺ نے تقسیم غنائم کے وقت ان کو بہت انعامات دیئے کسی کو دو سو کسی تین سو اونٹ دیئے۔ الغرض جو کچھ دیا گیا اشراف قریش کو دیا گیا

انصار کو کچھ نہیں دیا اس لئے انصار کے بعض نوجوانوں کی زبان سے وہ الفاظ نکلے جو اوپر حدیث کے ترجمہ میں ذکر کر دیئے گئے اور پھر جو کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا یہ سب ترجمہ میں گزر چکا ہے۔ مؤلف نے انصار کے اس دانشمندانہ فیصلے پر کہ انہوں نے دنیا کے عارضی مال و متاع کے مقابلے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت و معیت کو اختیار کیا ایک صاحب ذوق و حال شاعر کے دو شعر ذکر کئے ہیں۔

رضینا قسمة الجبار فینا ☆ لنا علم وللاعداء مال

فان المال یفنی عن قریب ☆ وان العلم باق لا یزال

"یعنی ہم راضی ہیں جبار کی تقسیم پر اپنے حق میں کہ ہمارے لئے علم اور دشمنوں کے لئے مال ہے اس لئے کہ مال تو عنقریب ختم ہو جانے والا ہے اور علم باقی رہنے والا ہے لازوال ہے۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انصار سے اظہار یکجہتی

۲۰۵۳/۲۳ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَوْ لَا الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ امْرَأً مِنَ الْاَنْصَارِ وَلَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِیًا وَسَلَكَتِ الْاَنْصَارُ وَادِیًا اَوْ شِعْبًا لَسَلَكْتُ وَادِیَ الْاَنْصَارِ وَشِعْبَهَا الْاَنْصَارُ شِعَارٌ وَالنَّاسُ دِثَارٌ اِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدِیْ اَثَرَةً فَاصْبِرُوْا حَتّٰی تَلْقَوْنِیْ عَلَی الْحَوْضِ۔

(رواہ البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۴۷/۸ حدیث رقم ۴۳۳۰ ومسلم فی صحیحه ۷۳۸/۲ حدیث رقم (۱۳۵-۱۰۶۱) واخرجه الترمذی ۶۶۹/۵ حدیث رقم ۳۸۹۹ وابن ماجه ۵۸/۱ حدیث رقم ۱۶۴ والدارمی فی السنن ۳۱۳/۲ حدیث رقم ۲۵۱۴ واحمد فی المسند ۵۷/۳۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر ہجرت نہ ہوتی میں ایک انصاری ہوتا اور اگر لوگ چلیں ایک راستہ پر اور انصار دوسرے راستہ پر یا دوسرے پہاڑی درے پر تو میں انصار کے ساتھ چلوں گا۔ انصار بمنزلہ شعار کے ہیں اور باقی لوگ دثار کی مانند ہیں اور بے شک تم دیکھو گے میرے بعد ترجیح دینا پس تم صبر کرنا یہاں تک کہ تم مجھے ملو حوض پر۔ (بخاری)

تشریح ⊙ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس حدیث میں فرما رہے ہیں کہ اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار میں سے ایک انصاری ہوتا اس فرمان کے دو مطلب علماء نے بیان کئے ہیں۔

نمبرا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ ہجرت کی فضیلت کی وجہ سے میں انصار سے ممتاز ہوں اگر ہجرت کی فضیلت اور شرف میرے ساتھ نہ ہوتا تو پھر میں بھی انصار میں سے ایک فرد ہوتا اور رتبہ اور مرتبہ میں ان کے برابر ہوتا لیکن درحقیقت یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع اور کسرِ نفسی ہے جو انصار کا دل رکھنے اور ان کی رفعت شان بیان کرنے کے لئے ہے اس لئے کہ بغیر ہجرت کے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رتبہ و مقام اتنا بلند ہے کہ وہاں تک کوئی بھی نہیں پہنچ سکتا۔

نمبر۲: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اس خواہش کا اظہار فرما رہے ہیں کہ اگر ہجرت مقدر نہ ہوتی تو میں مہاجر کہلانے کے بجائے

انصاری کہلاتا لیکن چونکہ ہجرت بذات خود ایک بڑی دینی فضیلت کا ذریعہ ہے اور مہاجر کہلانا بڑی فضیلت کا باعث ہے اس لئے میں اپنی تمنا اور خواہش کے باوجود انصاری نہیں کہلا سکتا گویا یہاں حضور ﷺ انصار کے وطن شہر کی طرف منسوب ہونے کی تمنا کا اظہار فرمارہے ہیں۔ نسب اور قبیلہ کے اعتبار سے نسبت کا اظہار کرنا مقصود نہیں ہے اس لئے کہ اول تو تبدیلی حسب و نسب اور قبیلہ حرام ہے جس کو نسبت الی غیر الآباء کہا جاتا ہے اور اس پر سخت وعیدات ہیں۔ دوسرا یہ کہ خود نبی کریم ﷺ کا نسب دنیا کے تمام نسبوں اور نسلوں سے اعلیٰ اور اشرف ہے اس لئے اعلیٰ نسب کو چھوڑ کر دوسرے نسب کی منسوب ہونے کی تمنا کے اظہار کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

تو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کا مقصود وطن اور شہر کے اعتبار سے نسبت کی تمنا کی اظہار ہے اس حدیث سے جہاں انصار کی فضیلت سمجھ میں آرہی ہے کہ حضور ﷺ ان کی طرف منسوب ہونے کی خواہش کا اظہار فرمارہے ہیں وہیں ہجرت کی فضیلت اور مہاجرین کی عظمت و برتری کی طرف بھی اشارہ ہے اس لئے کہ انصار کی فضیلت حضور ﷺ اور دیگر مہاجر مسلمان کی مدد و نصرت حفاظت و اعانت کی وجہ سے ہے لیکن بہرحال وہ اپنے شہر اپنے مقام مال اولاد میں رہے جبکہ مہاجرین تو وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں وطن چھوڑا گھر اور گھر والوں کو چھوڑا سارا مال و جائیداد کو قربان کیا یہ تمام قربانیاں دے کر مہاجرین نے ہجرت کی اور مشقتیں برداشت کیں۔

خلاصہ یہ کہ نصرت و اعانت اپنی جگہ باعث فضل و شرف ہے لیکن ہجرت نصرت سے درجہ میں مقدم ہے اور مہاجرین انصار سے مقدم ہیں۔

وَادِيًا أَوْ شِعْبًا: او شك راوی ہے یعنی راوی کو شک ہے کہ آنحضرت ﷺ نے وادیا کا لفظ فرمایا تھا یا شعبا کا۔

وادی اور شعب میں فرق ہے وادی اس راستہ کو یا زمین کے اس ٹکڑے کو کہتے ہیں جو دو پہاڑوں کے درمیان ہو جس کو عربی میں فرجہ بھی کہا جاتا ہے اور فارسی میں کاواک کہا جاتا ہے۔ اور شعب (شین کے کسرہ اور عین کے جزم کے ساتھ) اس راستہ کو کہا جاتا ہے کہ جو پہاڑ میں سے گزرتا ہے اور حجاز کی زمین میں وادیاں اور شعب بہت زیادہ ہوتی ہیں حضور ﷺ یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ جس طرح قبیلہ اور قوم کا سردار جس راہ اور راستہ پر چلتا ہے تو باقی لوگ اس کے پیچھے اسی راستے پر چلتے ہیں یہاں تک کہ وہ اپنی منزل یا کھلے راستے پر پہنچ جاتے ہیں اسی طرح اگر کبھی ایسا ہو کہ انصار کسی راستے پر چلیں اور دوسرے لوگ اور راستے پر ہوں تو میں اسی راستے پر چلوں گا جس پر انصار چلیں گے۔ اس میں انصار کے ساتھ کمال تعلق اور ربط کا اظہار ہے یہ مطلب اس صورت میں تھا جبکہ وادی اور شعب سے مراد حسی وادی اور شعب یعنی راستہ اور گھاٹی ہو۔

جبکہ اس میں یہ احتمال بھی ہے وادی اور شعب سے مراد رائے اور مذہب ہے یعنی اگر کسی معاملہ میں لوگوں کی آراء مختلف ہوں تو میری رائے انصار کی رائے کے موافق ہوگی اس صورت میں حضور ﷺ کا مقصود انصار کے ساتھ حسن موافقت و مرافقت ہے بسبب اس کے کہ آپ ﷺ نے ان کی حسن وفا اور اچھی خدمت گزاری وغیرہ ملاحظہ فرمائی۔ یہ مراد نہیں کہ میں ان کی اتباع کروں گا اور ان کا محتاج ہوں اس لئے کہ نبی کریم ﷺ تو متبوع ہیں باقی ساری مخلوق آپ ﷺ کے تابع ہے۔

اَلْاَنْصَارُ شِعَارٌ وَالنَّاسُ دِثَارٌ اِنَّكُمْ: شعار شعر بمعنی بال سے ہے مراد وہ کپڑا ہے جو پہننے میں جسم اور جسم کے بالوں سے لگا ہو جیسے کرتا وغیرہ اور دثار اس کپڑے کو کہتے ہیں جو پہنے ہوئے کپڑوں کے اوپر پہنا جاتا ہے جیسے چادر کوٹ وغیرہ۔ اس

فرمان میں انصار کی تیسری فضیلت بیان کی ہے اور ان کو شعار سے تشبیہ دی ہے کہ ایمان خالص اور محبت کامل ان کے دلوں میں پیوست ہے مقصد یہ ہے کہ انصار میرے قدر و منزلت میں باقی لوگوں سے زیادہ قریب ہیں۔

اِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدِیْ اَثَرَةً ...... (ہمزہ کے فتحہ ضمہ اور کسرہ کے ساتھ) یہ ایثار سے ہے بمعنی اختیار کرنا اور ترجیح دینا مطلب اس فرمان کا یہ ہے کہ میرے بعد لوگ تم پر اپنے آپ کو ترجیح دیں گے اور تم پر اپنے آپ کو مقدم رکھیں گے اور تم سے کم رتبہ والے لوگ امارت و بادشاہت کی وجہ سے تم پر بالاتر ہوں گے گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد میں آنے والے حالات کی خبر دی چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسا کہ مخبر صادق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا تھا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بعض عمال و حکام کی طرف سے اور اموی دور میں انصار کے بارے میں بہت سی حق تلفیاں ہوئیں یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ امراء مال غنیمت کے بارے میں تمہاری حق تلفیاں کریں گے یا تو مال غنیمت خود رکھ لیں گے یا تم سے کم رتبہ والوں کو ترجیح دے کر ان پر عنایات کی بارش کریں گے۔

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو ان حالات میں صبر کرنے کی تلقین فرمائی کہ ان سخت حالات اور کبیدہ خاطر کرنے والے سانحات میں صبر کرنا یہاں تک کہ تم مجھے حوض کوثر پر ملو یعنی اس وقت تمہارے شکستہ دلوں کا مداوا کر دیا جائے گا میری زیارت اور وہاں کی نعمتوں سے تم مسرور ہو جاؤ گے گویا یہ ان کے لئے صبر کرنے پر دخول جنت کی بشارت ہے۔

بعض انصار حضرت امیر معاویہؓ کے پاس ان کی خلافت و امارت کے زمانہ میں بعض مہاجرین کی شکایت لے کر آئے لیکن حضرت معاویہؓ نے کسی وجہ سے اس شکایت کا ازالہ نہ فرمایا اس پر انصار نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا تھا کہ تم میرے بعد اختیار و ترجیح کو دیکھو گے حضرت معاویہؓ نے فرمایا کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں کیا کرنے کا حکم دیا تھا انصار نے کہا صبر کرنے کا تو حضرت معاویہؓ نے فرمایا کہ پس تم صبر کرو جس کا تم کو حکم دیا گیا ہے واللہ اعلم۔

حضرات انصار رضی اللہ عنہم کے ساتھ جینے اور مرنے کا اظہار

۲۰۵۴/۲۳ وَعَنْهُ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفَتْحِ فَقَالَ مَنْ دَخَلَ دَارَ اَبِیْ سُفْيَانَ فَهُوَ اٰمِنٌ وَمَنْ لَقِیَ السِّلَاحَ فَهُوَ اٰمِنٌ فَقَالَتِ الْاَنْصَارُ اَمَّا الرَّجُلُ فَقَدْ اَخَذَتْهُ رَاْفَةٌ بِعَشِيْرَتِهٖ وَرَغْبَةٌ فِیْ قَرْيَتِهٖ وَنَزَلَ الْوَحْیُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قُلْتُمْ اَمَّا الرَّجُلُ اَخَذَتْهُ رَاْفَةٌ بِعَشِيْرَتِهٖ وَرَغْبَةٌ فِیْ قَرْيَتِهٖ كَلَّا اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ هَاجَرْتُ اِلَى اللّٰهِ وَاِلَيْكُمْ اَلْمَحْيَا مَحْيَاكُمْ وَالْمَمَاتُ مَمَاتُكُمْ قَالُوْا وَاللّٰهِ مَا قُلْنَا اِلَّا ضِنًّا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ قَالَ فَاِنَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُصَدِّقَانِكُمْ وَيَعْذِرَانِكُمْ۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم في صحيحه ۳/۷ - ۱٤ حديث رقم (۸٦ - ۱۷۸)۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم فتح مکہ کے دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم جاری کیا کہ جو شخص ابو سفیان کے گھر میں داخل ہو جائے وہ امن میں ہے اور جو شخص ہتھیار پھینک دے وہ امن میں

ہے انصار نے یہ بیان کرتے ہیں میں کہا اس شخص (یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) پر اپنی قوم کے بارے میں رحم اور مہربانی اور اپنے شہر کے بارے میں رغبت غالب آگئی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم یہ کہتے ہو کہ اس شخص پر اپنی قوم کے بارے میں مہربانی اور اپنے شہر کے بارے میں رغبت غالب آگئی ہے ہرگز ایسا نہیں ہے بے شک میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ میں نے خدا تعالیٰ کے لئے تمہاری طرف ہجرت کی ہے میری زندگی تمہاری زندگی کے ساتھ ہے اور میری موت تمہاری موت کے ساتھ ہے انصار نے عرض کیا خدا کی قسم ہم نے یہ الفاظ صرف اس خیال سے کہے تھے کہ ہمیں خدا اس کا رسول ہمارے ساتھ بخل نہ کرے اور جو نعمت یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں عطا فرمائی ہے ہمیں اس سے محروم نہ کر دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا اور خدا کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری راستگوئی کی تصدیق کرتا ہے اور تمہارا عذر قبول کرتا ہے۔ (مسلم)

تشریح حضرت ابوسفیانؓ کو یہ عزت بخشی گئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اس کو امن ہے اس عزت افزائی کی کیا وجہ تھی تو اس بارے میں دو رائیں ہیں۔

نمبر۱: فتح مکہ کی غرض سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب چلے اور مر الظہران پر پہنچے تو حضرت عباسؓ حضرت ابوسفیانؓ کو لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت عباسؓ کی فہمائش پر حضرت ابوسفیانؓ نے اسلام قبول کر لیا۔ مسلمان ہو جانے کے بعد حضرت عباسؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوسفیان سرداران مکہ سے ہے فخر کو پسند کرتا ہے لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لئے کوئی ایسی شے کر دیں جو اس کے لئے باعث عزت و شرف اور موجب امتیاز ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اچھا اعلان کر دو کہ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو وہ مامون ہے ابوسفیان نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں سب آدمی کہاں سما سکتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور جو شخص مسجد حرام میں داخل ہو جائے وہ بھی مامون ہے ابوسفیان نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد بھی ناکافی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا جو شخص اپنا دروازہ بند کر لے وہ بھی مامون ہے ابوسفیان نے کہا ہاں اس میں بہت وسعت اور گنجائش ہے جبکہ اس روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہتھیار پھینک دے اس کو بھی امان ہے۔

نمبر۲: ابتدائی دور میں ہجرت سے قبل جبکہ قریش مکہ کی ایذا رسانیاں عروج پر تھیں تو ایک دن ابوسفیان نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو امان دی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھر لے گئے تھے تو فتح مکہ کے موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اعلان کر کے ان کے اس عمل کا بدلہ دیا ہے۔

انصار نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ رویہ اور سلوک دیکھا کہ ایک اسلام کے جانی دشمن کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح حوصلہ افزائی فرما رہے ہیں تو سادگی اور حیرت کی وجہ سے ان کی زبان سے یہ نکلا کہ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی قوم اور علاقہ کی محبت و رغبت غالب آگئی ہے۔ مبادا ایسا نہ ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہیں ٹھہر جائیں اور مکہ میں رہ پڑیں اور مدینہ تشریف نہ لے جائیں۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طواف سے فارغ ہو کر کوہ صفا پر تشریف فرما تھے اور بیت اللہ کی طرف منہ کر کے دعا اور حمد و ثناء میں مشغول تھے۔ اسی وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کے دوران کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھتا تھا جب وحی نازل ہو چکی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے گروہ انصار تم نے یہ کہا ہے عرض کیا جی ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا خوب سمجھ لو یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ میں اللہ کا بندہ ہوں اور اس کا رسول ہوں (اور اس کا تقاضا ہے کہ جس شہر سے اللہ تعالیٰ نے ہجرت کر جانے کا حکم دیا اس کی طرف عود نہ کروں اور جس شہر کی طرف ہجرت کا حکم دیا ہے اس سے اعراض نہ کروں) میں نے اللہ کے حکم سے تمہاری طرف ہجرت کی

تمہاری زندگی میری زندگی ہے اور تمہاری موت میری موت ہے یعنی تمہارے ساتھ رہوں گا تمہارے ساتھ جیوں گا اور تمہارے ساتھ یا تم میں ہی مروں گا یہ سن کر انصار جاں نثار کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو یہ اندیشہ ہوا کہ نصیب دشمناں جس شمع کے ہم پروانے ہیں وہ شمع ہماری محفل سے نہ اٹھالی جائے ہم غلامان جاں نثار اور خادمان وفاشعار ہر قسم کے ایثار اور قربانی کے لئے تیار ہیں مگر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں انتہائی بخیل ہیں۔

غیرتم باتو چنانست کہ گر دست دہد
نہ گزارم کہ درآئی بخیال دگران

یعنی میری غیرت کا تقاضا یہ ہے کہ اگر قابو ہو تو تیرا خیال بھی کسی کے دل میں گزرنے نہ دوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو معذور اور سچا سمجھتے ہیں۔

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ بن حرب:

حضرت ابوسفیان بن صخر بن حرب بنو امیہ میں سے قریشی ہیں۔ حضرت معاویہؓ کے والد ہیں عام فیل سے دس برس پہلے پیدا ہوئے اسلام سے پہلے قریش کے معزز سرداروں میں سمجھے جاتے تھے اور قریش کے سرداروں کا جھنڈا انہیں کے پاس رہتا تھا فتح مکہ کے موقعہ پر اسلام لائے یہ بھی ان لوگوں میں سے ہیں جن کے دل میں اسلام کی محبت قائم اور راسخ کرنے کے لئے ان کے ساتھ خاص سلوک کیا جاتا تھا اسلام میں تالیف قلب کی گئی غزوہ حنین میں انہوں نے شرکت کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں کے مال غنیمت میں سے ان کو بھی مولفۃ القلوب میں داخل رکھتے ہوئے سو اونٹ اور چالیس اوقیہ عطا فرمائے غزوہ طائف میں ان کی آنکھ پھوٹ گئی پھر یہ جنگ یرموت تک یک چشم رہے یرموک میں ان کی دوسری آنکھ پر پتھر کی ضرب آئی اور بالکل نابینا ہوگئے ان سے عبداللہ بن عباسؓ روایت کرتے ہیں ۳۴ھ میں مدینہ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن کئے گئے۔ (رضی اللہ عنہ وارضاہ)۔

انصار رضی اللہ عنہم سے اظہار محبت

۶۰۵۵/۳۵ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى صِبْيَانًا وَنِسَاءً مُقْبِلِيْنَ مِنْ عُرْسٍ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اَنْتُمْ مِنْ اَحَبِّ النَّاسِ اِلَيَّ اَللّٰهُمَّ اَنْتُمْ مِنْ اَحَبِّ النَّاسِ اِلَيَّ يَعْنِي الْاَنْصَارَ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاري في صحيحه ۱۱۳/۷ حديث رقم ۳۷۸۵ ومسلم في صحيحه ۱۹۴۸/۴ حديث رقم (۱۷۴-۲۵۰۸)۔

ترجمہ: حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے بچوں اور عورتوں کو دیکھا جو کسی شادی سے آرہے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک جگہ پر کھڑے ہوئے اور فرمایا اے اللہ (تو گواہ ہے) (اے بچو اور عورتو) تم تمام لوگوں میں سے مجھے محبوب ہو اے اللہ (تو گواہ ہے) (اے بچو اور عورتو) تم سب لوگوں میں مجھے محبوب ہو یعنی انصار۔ (متفق علیہ)

تشریح: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصارؓ کے بچوں اور عورتوں کو دیکھ کر خوشی کا اظہار فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ تم لوگ یعنی انصار مجھے

سب لوگوں سے زیادہ محبوب ہو اور اللہ پاک کو گواہ بنا کر یہ بات دو بار فرمائی جبکہ بخاری کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے یہ بات تین بار ارشاد فرمائی۔

اس روایت میں "اللهم" کے لفظ میں دو احتمال ہیں پہلا یہ کہ یہ قسم یعنی واللہ کے معنی میں ہے کہ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم لوگ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہو اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ منادی ہے یعنی حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا رہے ہیں کہ اے اللہ آپ گواہی رہیں کہ میں اس بات میں سچا ہوں کہ یہ لوگ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔

انصار رضی اللہ عنہم کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت

۲۲/۶۰۵۶ وَعَنْهُ قَالَ مَرَّ اَبُوْبَكْرٍ وَالْعَبَّاسُ بِمَجْلِسٍ مِّنْ مَجَالِسِ الْاَنْصَارِ وَهُمْ يَبْكُوْنَ فَقَالَا مَايُبْكِيْكُمْ قَالُوْا ذَكَرْنَا مَجْلِسَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَّا فَدَخَلَ اَحَدُهُمَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهُ بِذٰلِكَ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ عَصَبَ عَلٰى رَأْسِهِ حَاشِيَةَ بُرْدٍ فَصَعِدَ الْمِنْبَرَ وَلَمْ يَصْعَدْ بَعْدَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اُوْصِيْكُمْ بِالْاَنْصَارِ فَاِنَّهُمْ كَرِشِيْ وَعَيْبَتِيْ وَقَدْ قَضَوُا الَّذِيْ عَلَيْهِمْ وَبَقِيَ الَّذِيْ لَهُمْ فَاقْبَلُوْا مِنْ مُحْسِنِهِمْ وَتَجَاوَزُوْا عَنْ مُسِيْئِهِمْ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحيحه ١٢٠/٧ حديث رقم ٣٧٩٩ واخرجه مسلم فی صحيحه ١٩٤٩/٤ حديث رقم (١٧٦-٢٥١٠) واخرجه الترمذی فی السنن ٦١٧/٥ حديث رقم ٣٩٠٤ و احمد فی المسند ١٨٨/٣

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے وہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عباسؓ انصار کی ایک مجلس یا جماعت کے پاس سے گزرے جہاں وہ بیٹھے رو رہے تھے انہوں نے پوچھا کیوں روتے ہو انہوں نے جواب جواب دیا کہ ہمارے درمیان حضور ﷺ کی مجلس ہمیں یاد آ گئی یہ سن کر ان میں سے ایک نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے (یعنی حضرت عباسؓ) اور حضور ﷺ کو اس سے آگاہ کیا۔ آپ ﷺ گھر سے باہر تشریف لائے اس وقت آپ ﷺ کی پیشانی پر پٹی بندھی ہوئی تھی اور منبر پر بیٹھ گئے اس کے بعد منبر پر بیٹھنا آپ ﷺ کو نصیب نہ ہوا اول آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور پھر فرمایا لوگو میں تم کو وصیت کرتا ہوں انصار کے ساتھ (حسن سلوک اور احسان کرنے کی) گویا وہ میرا معدہ اور میرا بقچہ ہیں۔ اور انصار پر جو حق تھا انہوں نے اسے ادا کر دیا اور ان کا ثواب (خدا کے ہاں) باقی ہے (جو آخرت میں ان کو ملے گا) تم ان کے نیکوں کے عذر کو قبول کرو اور ان کے بروں سے درگزر کرو۔ (بخاری)

تشریح ۞ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ انصار میرے کرش اور عیبہ ہیں کرش (کاف کے فتحہ اور راء کے کسرہ کے ساتھ یا راء کے جزم کے ساتھ) اس کا معنی ہوتا ہے مثلاً گائے وغیرہ کی اوجھڑی جس میں چارہ وغیرہ جمع ہوتا ہے جو انسانوں کے لئے معدہ کہلاتا ہے اور عیبہ اس گٹھڑی بقچی وغیرہ کو کہا جاتا ہے جس میں کپڑے وغیرہ رکھے جاتے ہیں مطلب یہ ہے کہ جس طرح کرش یعنی اوجھڑی چارہ رکھنے کی جگہ ہے اور عیبہ یعنی جامہ دان وغیرہ کپڑے رکھنے کی جگہ ہے اسی طرح انصار میرے اسرار اور رازوں کا محل

ہیں یعنی معتمد علیہ اور میرے محرم اسرار ہیں۔
کرش بمعنی اولاد صغار یعنی چھوٹی اولاد کے بھی آتا ہے یعنی انصار میری چھوٹی اولاد کی مانند ہیں اس لئے ان پر میرے بعد شفقت و رحمت کا ہاتھ رکھنا۔

پھر حضور ﷺ نے انصار کے متعلق فرمایا کہ انہوں نے دین اسلام کی مدد و نصرت خیر خواہی اور جانی و مالی قربانی دینے کا جو وعدہ لیلۃ العقبہ میں کیا تھا انہوں نے وہ وعدہ پورا کر دیا اور اس کے عوض مغفرت و دخول جنت کا جو وعدہ اللہ پاک نے ان سے کیا ہے وہ باقی ہے جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے مؤمنین سے ان کی جانیں اور ان کا مال خرید لیا اس عوض پر کہ ان کے لئے جنت ہے۔

انصار کے کم ہونے کی پیشینگوئی

۶۰۵۷/۲۷ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ حَتّٰى جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ النَّاسَ يَكْثُرُوْنَ وَيَقِلُّ الْاَنْصَارُ حَتّٰى يَكُوْنُوْا فِي النَّاسِ بِمَنْزِلَةِ الْمِلْحِ فِي الطَّعَامِ فَمَنْ وَلِيَ مِنْكُمْ شَيْئًا يَضُرُّ فِيهِ قَوْمًا وَيَنْفَعُ فِيهِ اٰخَرِيْنَ فَلْيَقْبَلْ مِنْ مُحْسِنِهِمْ وَلْيَتَجَاوَزْ عَنْ مُسِيْئِهِمْ۔ (رواه البخاری)

أخرجه البخاري في صحيحه ٣٦٢٤/٦ حديث رقم ٣٦٢٨ ومسلم في صحيحه ١٩٤٩/٤ حديث رقم (١٧٦-٢٥١٠) و احمد في المسند ٢٨٩/١۔

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے وہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اپنی مرض الوفات میں گھر سے باہر تشریف لائے اور منبر پر تشریف فرما ہوئے پس اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی پھر فرمایا کہ لوگوں کی تعداد بڑھے گی اور انصار کی تعداد کم ہوگی یہاں تک کہ دوسرے لوگوں میں انصار کی تعداد اتنی رہ جائے گی جتنی کہ کھانے میں نمک (پس اے مہاجرو) تم میں سے جو شخص کسی چیز کا حاکم ہو اور وہ کسی قوم کو ضرر پہنچائے اور کسی قوم کو نفع پہنچائے اسے چاہئے کہ وہ انصار کے نیکوکار لوگوں کے عذر قبول کرے اور بروں سے درگزر کرے۔ (بخاری)

تشریح ۞ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دوسرے مسلمان بہت زیادہ ہوں گے اور انصار کم ہو جائیں اس قلت و کثرت کی وجہ یہ ہے کہ انصار کا معنی ہے نبی کریم ﷺ کی مدد و نصرت' حفاظت و حمایت کرنے والے۔ اور یہ معنی صرف ان لوگوں پر صادق آتا ہے جنہوں نے یہ خدمت کی لہٰذا دین کی حمایت و نصرت کرنے والے یہ لوگ جب ایک ایک کر کے دنیا سے جائیں گے تو ان کا کوئی بدل نہیں ہے اس لئے ان کی تعداد کم ہوتی جائے گی جبکہ مہاجر اس شخص کو کہا جاتا ہے کہ جو دین کی خاطر اپنے وطن اور علاقہ کو خیر آباد کہہ دے لہٰذا جو شخص یہ قربانی دے گا وہ مہاجر ہے اور ہجرت باقی رہے گی اس لئے مہاجرین کی تعداد بڑھتی رہے گی۔
اور ظاہر یہ ہے کہ اس حدیث میں حضور ﷺ نے یہ پیشین گوئی دی ہے کہ مہاجرین کی کثرت ہوگی ان کی اولاد بڑھے گی اور وہ علاقوں اور دیگر شہروں میں پھیل جائیں گے اور انصار کا وجود کم ہوگا اور وہ باقی نہیں رہیں گے۔ چنانچہ اس پیشین گوئی کے مطابق

ایسا ہی ہوا۔

نبی کریم ﷺ نے انصار کی قلت کو تشبیہ دی ہے کھانے میں نمک کے ساتھ۔ اس میں ان کی تعریف کی طرف بھی اشارہ ہے کہ جس طرح کھانے کے عمدہ اور اچھا ہونے کے لئے نمک ضروری ہے اسی طرح اہل اسلام کے انصار کا وجود ضروری ہے۔

انصار رضی اللہ عنہم اور اولاد انصارؓ کے لئے دعاء مغفرت

۲۸/۶۰۵۸ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْاَنْصَارِ وَلِاَبْنَاءِ الْاَنْصَارِ وَاَبْنَاءِ اَبْنَاءِ الْاَنْصَارِ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه البخاري في صحيحه ٨/٦٥٢ حديث رقم ٤٩٠٦ واخرجه مسلم في صحيحه ٤/١٩٤٨ حديث رقم (١٧٢-٢٥٠٦) والترمذي في السنن ٥/٦٧٢ حديث رقم ٣٩٠٢ وابن ماجه في السنن ١/٥٨ حديث رقم ١٦٥۔

ترجمہ: حضرت زید بن ارقمؓ سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے اللہ انصار کی مغفرت فرما انصار کے بیٹوں کی مغفرت فرما اور انصار کے بیٹوں کے بیٹوں کی مغفرت فرما۔ (مسلم)

تشریح: نبی کریم ﷺ نے انصار کے تین طبقوں کے لئے دعا مغفرت فرمائی ہے پہلا طبقہ انصار میں سے صحابہ کا ہے دوسرا طبقہ تابعین کا ہے اور تیسرا طبقہ تبع تابعین کا ہے اور یہ تینوں طبقے مشہود لہا بالخیر بھی ہیں یعنی ان کے خیر اور بھلائی پر ہونے کی حضور ﷺ نے مختلف احادیث میں خبر دی ہے۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ ابناء سے مراد مطلقاً اولاد ہو یعنی خواہ لڑکے ہوں یا لڑکیاں پھر اولاد خواہ کئی واسطوں سے ہو قیامت تک۔ اس صورت میں یہ دعا انصار کی قیامت تک آنے والی اولاد کو شامل ہوگی جس میں لڑکے بھی شامل ہیں اور لڑکیاں بھی۔

قبائل انصار کے افضلیت میں فرق مراتب

۲۹/۶۰۵۹ وَعَنْ اَبِيْ اُسَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ دُوْرِ الْاَنْصَارِ بَنُوْ النَّجَّارِ ثُمَّ بَنُوْا عَبْدِ الْاَشْهَلِ ثُمَّ بَنُوْ الْحَارِثِ ابْنِ الْخَزْرَجِ ثُمَّ بَنُوْا سَاعِدَةَ وَفِيْ كُلِّ دُوْرِ الْاَنْصَارِ خَيْرٌ۔

(متفق علیہ)

اخرجه البخاري في صحيحه ٧/١١٥ حديث رقم ٣٧٨٩ ومسلم في صحيحه ٤/١٩٥١ حديث رقم (١٧٩-٢٥١١) والترمذي في السنن ٥/٦٧٣ حديث رقم ٣٩١١۔

ترجمہ: حضرت ابو اسیدؓ سے روایت ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انصار کے گھروں میں سے بہترین بنانجار ہیں پھر بنوعبد الاشہل پھر بنو حارث بن خزرج پھر بنو ساعدہ اور انصار کے ہر قبیلہ میں بھلائی ہے۔

(متفق علیہ)

تشریح: امام نوویؒ نے فرمایا کہ انصار کے قبائل میں افضلیت کا یہ فرق سبقت اسلام میں تقدم و تاخر کی وجہ سے ہے نیز وہ

فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ قبائل واشخاص میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دینا جبکہ یہ عداوت یا خواہش نفسانی کی وجہ سے نہ ہو جائز ہے اور نہ ہی یہ غیبت شمار ہوگی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس روایت میں پہلا خیر تو افضل کے معنی میں ہے جبکہ دوسرا افضل کے معنی میں ہے یعنی خیر و بھلائی تمام انصار کے قبائل کو حاصل ہے اگرچہ ان کے مراتب متفاوت ہیں جیسا کہ حدیث کے آخر میں ہے۔
وَفِیْ کُلِّ دُوْرِ الْاَنْصَارِ خَیْرٌ۔

اس روایت میں دور کا لفظ آیا ہے مراد اس سے قبائل ہیں دراصل ہر ہر قبیلہ علیحدہ علیحدہ محلہ میں رہتا تھا اس لئے وہ محلہ دار بنی فلاں وغیرہ کے نام سے موسوم ہوتا تھا چونکہ دور سے مراد قبائل ہیں اس لئے بعض دیگر روایات میں صرف بنو فلاں کا لفظ بغیر دور کے بھی آیا ہے۔

اہل بدر سے مغفرت و بخشش کا وعدہ

۲۰۶۰/۳۰ وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ بَعَثَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَا وَالزُّبَیْرَ وَالْمِقْدَادَ وَفِیْ رِوَایَةٍ وَاَبَا مَرْثَدٍ بَدَلَ الْمِقْدَادِ فَقَالَ انْطَلِقُوْا حَتّٰی تَاْتُوْا رَوْضَةَ خَاخٍ فَاِنَّ بِهَا ظَعِیْنَةً مَعَهَا کِتَابٌ فَخُذُوْهُ مِنْهَا فَانْطَلَقْنَا تَتَعَادٰی بِنَا خَیْلُنَا حَتّٰی اَتَیْنَا اِلَی الرَّوْضَةِ فَاِذَا نَحْنُ بِالظَّعِیْنَةِ فَقُلْنَا اَخْرِجِی الْکِتَابَ فَقَالَتْ مَا مَعِیْ مِنْ کِتَابٍ فَقُلْنَا لَتُخْرِجِنَّ الْکِتَابَ اَوْ لَنُلْقِیَنَّ الثِّیَابَ فَاَخْرَجَتْهُ مِنْ عِقَاصِهَا فَاَتَیْنَا بِهِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا فِیْهِ مِنْ حَاطِبِ بْنِ اَبِیْ بَلْتَعَةَ اِلٰی نَاسٍ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ مِنْ اَهْلِ مَکَّةَ یُخْبِرُهُمْ بِبَعْضِ اَمْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا حَاطِبُ مَا هٰذَا فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَا تَعْجَلْ عَلَیَّ اِنِّیْ کُنْتُ امْرَاً مُلْصَقًا فِیْ قُرَیْشٍ وَلَمْ اَکُنْ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَکَانَ مَنْ مَعَكَ مِنَ الْمُهَاجِرِیْنَ لَهُمْ قَرَابَةٌ یَحْمُوْنَ بِهَا اَمْوَالَهُمْ وَاَهْلِیْهِمْ بِمَکَّةَ فَاَحْبَبْتُ اِذْ فَاتَنِیْ ذٰلِكَ مِنَ النَّسَبِ فِیْهِمْ اَنْ اَتَّخِذَ فِیْهِمْ یَدًا یَحْمُوْنَ بِهَا قَرَابَتِیْ وَمَا فَعَلْتُ کُفْرًا وَلَا ارْتِدَادًا عَنْ دِیْنِیْ وَلَا رِضًی بِالْکُفْرِ بَعْدَ الْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهٗ قَدْ صَدَقَکُمْ فَقَالَ عُمَرُ دَعْنِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَضْرِبْ عُنُقَ هٰذَا الْمُنَافِقِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهٗ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا وَمَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّ اللّٰهَ اطَّلَعَ عَلٰی اَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ اعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ وَجَبَتْ لَکُمُ الْجَنَّةُ وَفِیْ رِوَایَةٍ فَقَدْ غَفَرْتُ لَکُمْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّکُمْ اَوْلِیَآءَ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاري في صحيحه ٦/١٤٣ حديث رقم ٣٠٠٧ ومسلم في صحيحه ٤/١٩٤١ حديث رقم (١٦١-٢٤٩٤) وأبو داؤد في السنن ٣/١٠٨ حديث رقم ٢٦٥٠ والترمذي في السنن ٥/٣٨١ حديث رقم ٣٣٠٥ وأخرجه الدارمي [illegible]

حدیث رقم ۲۷٦۱ و احمد فی المسند ۱ / ۸۰۔

ترجمہ: حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ وہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے زبیر اور مقداد کو (اور ایک روایت میں مقداد کی جگہ ابو مرثد کا نام ہے) حکم دیا کہ تم روضہ خاخ پر جاؤ وہاں ایک عورت ہے جو اونٹ پر کجاوے میں سوار ہے اس کے پاس ایک خط ہے تم اس سے وہ خط لے آؤ چنانچہ ہم اپنے گھوڑوں کو تیزی دوڑا کر چلے یہاں تک کہ روضہ خاخ پر پہنچ گئے اور وہ عورت ہمیں وہاں مل گئی ہم نے اس سے کہا خط نکال کر ہمیں دے دو اس عورت نے کہا میرے پاس کوئی خط نہیں ہے۔ ہم نے کہا یا تو خط تو خود نکال دے ورنہ ہم تیرے کپڑے اتار لیں گے آخر اس نے وہ خط اپنی چوٹی میں سے نکال کر دے دیا ہم اسے لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دیکھا تو اس میں لکھا تھا حاطب بن بلتعہؓ کی طرف سے مشرکین مکہ کے نام۔ اس خط میں رسول اللہ ﷺ کے بعض معاملات کے متعلق کچھ خبریں درج تھیں جن کی حاطب ان کو خبر دے رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے حاطب یہ کیا ہے حضرت حاطبؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے معاملے میں عجلت سے کام نہ لیجئے۔ میں ایک ایسا شخص ہوں جو قریش سے لپٹا یا گیا ہوں (یعنی ان کا حلیف ہوں) لیکن میں ان میں شامل نہیں ہوں اور جو لوگ مہاجرین میں سے آپ ﷺ کے ساتھ ہیں مکہ والوں سے ان کی قرابت ہے جس کی وجہ سے مکہ کے مشرک ان کے مال اور گھر والوں کی حفاظت کرتے ہیں میں نے چاہا کہ میری نسبی قرابت قریش میں نہیں ہے اس لئے میں کوئی ایسا کام کروں جس سے وہ مجھ سے خوش ہو جائیں اور میرے قرابت داروں کی حفاظت کریں جو مکہ میں ہیں۔ میں نے یہ کام کافر یا مرتد ہونے کی وجہ سے نہیں کیا اور نہ ہی یہ کام میں نے اس لئے کیا ہے کہ اسلام لانے کے بعد کفر سے خوش اور راضی ہوں رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا حاطب نے تم سے بلاشبہ سچ بات کہہ دی حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حاطب بدر کے معرکہ میں شریک رہا ہے اور تم حقیقت حال کو جانو ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بدر والوں پر رحمت فرمائی ہو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم جو چاہو کرو میں نے تمہیں بخش دیا ہے اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِیَآءَ (اے ایمان والو تم اپنے اور میرے دشمنوں کو اپنا دوست نہ بناؤ) (متفق علیہ)

تشریح ۞ حضرت ابوسفیان تجدید عہد و پیمان کے لئے مدینہ آئے لیکن وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے اور واپس مکہ چلے گئے ان کی واپسی کے بعد رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو پوشیدہ طور پر مکہ کی تیاری' سامان سفر اور آلات حرب درست کرنے کا حکم دیا اور یہ تاکید فرمائی کہ اس کو پوشیدہ رکھا جائے اس کا اظہار و اعلان نہ کیا جائے اور آس پاس کے قبائل میں بھی کہلا بھیجا کہ تیار ہو جائیں۔

اسی اثناء میں حاطب بن ابی بلتعہ نے اہل مکہ کے نام ایک خط لکھا کہ آنحضرت ﷺ مکہ کی تیاریاں فرما رہے ہیں اور مخفی طور پر ایک عورت کے ہاتھ (جس کا نام سارہ تھا اور بعض نے اس کا نام ام سارہ بیان کیا ہے جو قریش کی آزاد کردہ باندی تھی) اس خط کو مکہ روانہ کیا آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ وحی اس کی اطلاع ہو گئی تو آپ ﷺ نے حضرت علیؓ حضرت مقدادؓ اور حضرت زبیرؓ کو (جبکہ ایک روایت میں مقدادؓ کی جگہ ابو مرثد کا ذکر ہے) روانہ کیا کہ تم برابر چلے جاؤ یہاں تک کہ روضہ خاخ میں تم کو اونٹ پر سوار ایک عورت ملے گی اس کے پاس مشرکین مکہ کے نام حاطب بن ابی بلتعہ کا ایک خط ہے وہ اس سے

لے آؤ۔ روضہ خاخ ایک جگہ کا نام ہے جو مکہ اور مدینہ کے درمیان مدینہ کے قریب ہے دراصل روضہ باغ اور سبزہ زار کو کہا جاتا ہے اور خاخ کا معنی شفتالو ہے جو کہ ایک پھل ہے اس جگہ میں شفتالو کے درخت بہت تھے اس لئے اس کا نام روضہ خاخ پڑ گیا۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ہم روانہ ہوئے اور روضہ خاخ پہنچ گئے یہاں پہنچ کر ہم کو ایک عورت اونٹ پر بیٹھی ہوئی ملی ہم نے اس سے خط مانگا لیکن اس نے کہا کہ میرے پاس کوئی خط نہیں ہے اور دوسری روایت میں ہے کہ ہم نے اس کی تلاشی لی لیکن ہمیں کہیں خط نہ ملا ہم نے کہا خدا کی قسم اللہ کا رسول کبھی غلط نہیں کہہ سکتا ہم نے اس عورت سے کہا بہتر ہوگا کہ تو وہ خط ہم کو دے دے ورنہ ہم برہنہ کر کے تیری تلاشی لیں گے اس وقت اس عورت نے اپنے بالوں کے جوڑے میں سے وہ خط نکال کر ہمیں دیا۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے وہ خط بالوں کے جوڑے سے نکالا جبکہ ایک دوسری روایت میں ہے کہ اس نے خط کمر سے نکالا۔ تو ان میں تطبیق یوں ہوگی کہ خط اس کے جوڑے ہی میں تھا لیکن جوڑا کمر تک دراز تھا اس لئے اب دونوں باتیں ہی ٹھیک ہیں یعنی یہ بھی کہنا درست ہے کہ اس نے خط جوڑے میں سے نکالا اور یہ بھی کہنا صحیح ہے کہ اس نے خط کمر میں سے کھولا۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ہم وہ خط لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ ﷺ نے حاطب بن ابی بلتعہ کو بلا کر دریافت فرمایا کہ کیا معاملہ ہے حاطبؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مواخذہ میں عجلت نہ فرمائیں۔ یا رسول اللہ ﷺ قریش سے میری کوئی قرابت نہیں فقط حلیفانہ تعلقات ہیں۔ میرے اہل وعیال آج کل مکہ میں ہیں جن کا کوئی حامی اور مددگار نہیں بخلاف مہاجرین کے کہ مکہ میں ان کی قرابتیں اور رشتہ داریاں ہیں' قرابتوں کی وجہ سے ان کے اہل وعیال محفوظ ہیں اس لئے میں نے چاہا کہ جب قریش سے میری کوئی قرابت نہیں تو ان کے ساتھ کوئی احسان کروں جس کے صلہ میں وہ میرے اہل وعیال کی حفاظت کریں خدا کی قسم میں نے دین سے مرتد ہو کر اور اسلام کے بعد کفر سے راضی ہو کر ہرگز یہ کام نہیں کیا۔ میری غرض فقط وہی تھی جو میں نے عرض کر دی جبکہ ایک روایت میں ہے کہ حضرت حاطبؓ نے عرض کیا کہ سو میں نے خط لکھا کہ جس میں میرا یہ نفع ہے اور اللہ اور اس کے رسول کا کوئی نقصان نہیں (کیونکہ جب فتح مکہ کے بارے میں امر الٰہی اتر چکا ہے وہ پورا ہو کر ہی رہے گا)۔

یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا آگاہ رہو یقیناً اس نے تم سے سچ بیان کیا ہے حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اجازت دیجئے کہ اس منافق کی گردن اڑا دوں۔

یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے حضرت حاطبؓ کے عذر کی تصدیق کر دی کہ اس نے سچ بیان کیا ہے تو حضور ﷺ کی اس تصدیق کے بعد حضرت عمرؓ نے ان کو منافق کہہ کر قتل کرنے کی اجازت کیوں مانگی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ دراصل حضرت عمرؓ دین کے معاملے میں بہت قوی تھے اور اس زمانے میں بہت سے لوگ تھے جو نفاق کی طرف منسوب تھے پس حضرت عمرؓ نے گمان کیا کہ جس شخص نے رسول اللہ ﷺ کے صریح حکم کی خلاف ورزی کی ہے وہ منافق ہی ہو سکتا ہے مسلمان سے تو یہ بعید ہے اور جو کچھ عذر بیان کیا ہے وہ صرف دھوکہ دینے کے لئے ہے دل میں کچھ اور ہے لیکن چونکہ اس نفاق کا یقین نہیں تھا اس لئے حضرت عمرؓ نے پہلے اجازت مانگی۔

حضرت شیخ عبدالحق علویؒ اس کے جواب میں یہ فرماتے ہیں کہ الفاظ روایت میں تقدیم وتاخیر ہے درحقیقت پہلے

حضرت عمرؓ نے یہ کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ اس منافق کو قتل کرنے کی اجازت دیں ان کے جواب میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اما انه قد صدقکم۔ یعنی آگاہ رہو یقیناً اس نے تم سے سچ بیان کیا ہے ورنہ حضور ﷺ کی تصدیق کے بعد بھی حضرت عمرؓ سے اس طرح کی بات کا صدور بعید ہے۔

پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ حاطب بدر میں حاضر تھے اور تمہیں حقیقت حال کی کیا خبر اور تم کیا جانو کہ وہ مستحق قتل ہے؟ شاید کہ اللہ پاک اہل بدر پر متوجہ ہوا ہو اور ان پر رحمت ومغفرت نازل فرمائی ہو پس اللہ پاک نے فرمایا کہ جو کچھ کرو تمہارے لئے بہشت واجب ہے۔

اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ: اس کا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ تم اعمال صالحہ ونافلہ جو کچھ چاہے کرو خواہ تھوڑے ہوں یا زیادہ تم درجات عالیہ کے حقدار اور مستحق ہو۔ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ کا خطاب گناہوں کی اباحت اور اجازت کے لئے نہیں ہے ایسا خطاب انہیں محبین اور مخلصین کے لئے ہوسکتا ہے کہ جن سے اپنے محبوب کی معصیت ناممکن ہے تو یہ خطاب خطاب تشریف اور خطاب اکرام ہے۔

حضور ﷺ نے یہاں لعل کا لفظ فرمایا ہے جو کہ ترجی اور امید کے لئے آتا ہے یعنی امر متحقق پر دلالت نہیں کرتا حالانکہ حضور ﷺ کے نزدیک یہ امر محقق اور متیقین تھا۔ تو اس کا ایک جواب یہ ہوسکتا ہے کہ لعل فرمانا حضرت عمرؓ کے اعتبار سے ہے۔ یا لعل فرمانے میں یہ حکمت ہے کہ کہیں مخاطبین اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ پر تکیہ اور اعتماد کرکے اعمال سے نہ رک جائیں۔

ایک روایت میں فقد وجبت لکم الجنۃ کی جگہ فقد غفرت لکم کے الفاظ ہیں۔

یعنی اللہ پاک نے اہل بدر پر نظر رحمت ومغفرت فرمائی اور اس میں بنسبت پہلے جملے کے امید زیادہ ہے۔

امام نووی فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے چند باتیں مستفاد ہوتی ہیں۔

نمبرا: اس بخشش ومغفرت کا تعلق آخرت کے ساتھ ہے دنیاوی احکام کے اعتبار سے نہیں ہے اگر دنیا میں کوئی قابل تعزیر یا قابل حد غلطی سرزد ہوگئی تو تعزیر اور حد جاری ہوگی چنانچہ حضرت عائشہؓ پر افتراء باندھنے والے منافقین میں کچھ سادہ لوح مسلمان بھی شریک تھے جو منافقین کے پروپیگنڈہ کی وجہ سے اس گناہ میں شریک ہوگئے تھے انہیں مخلص مسلمانوں میں حضرت مسطحؓ بھی تھے ان پر بھی حد قذف جاری ہوئی حالانکہ یہ بدری صحابی تھے۔

نمبر۲: اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جاسوسوں کی پردہ دری کرنا اور ان کے خطوط وغیرہ کو پڑھنا جائز ہے نیز مفسد شخص کی پردہ دری بھی جائز ہے جبکہ اس میں مصلحت ہو یا پردہ پوشی میں مفسدہ ہو۔

نمبر۳: اس حدیث سے حضور ﷺ کا معجزہ ظاہر ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ حضرت حاطب کا مقصود اس خط لکھنے سے حضور ﷺ کو ایذا پہنچانا نہیں تھا اور نہ کفر لازم آتا بلکہ ان کا مقصود یہ تھا کہ کفار مکہ پر احسان کردیں تاکہ وہ ان کے اقارب اور رشتے داروں کا لحاظ اور خیال رکھیں اور یہ گمان کیا کہ میرے اس فعل سے حضور ﷺ کا تو کوئی نقصان نہیں ہوگا البتہ میرا فائدہ ہوجائے گا چنانچہ حضور ﷺ نے اس بارے میں ان کی تصدیق بھی فرمائی۔ زیادہ سے زیادہ ان سے جو تقصیر اور کوتاہی ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے خود اجتہاد کیا اور اپنی رائے پر عمل کرلیا حضور ﷺ کو اس بارے میں اطلاع نہ دی اور نہ ہی اجازت لی۔ اسی لئے ان کے اس فعل پر زجر وتوبیخ کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ

آیات نازل فرمائیں۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ۔ اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً وَّيَبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ٥ لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ٥ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ٥﴾

''اے ایمان والو! تم میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ کہ ان سے دوستی کا اظہار کرنے لگو حالانکہ تمہارے پاس جو دین آ چکا ہے وہ اس کے منکر ہیں' رسول اور تم کو اس بناء پر کہ تم اپنے پروردگار اللہ پر ایمان لے آئے شہر بدر کر چکے ہیں' اگر تم میرے راستے پر جہاد کرنے کی غرض سے اور میری رضامندی ڈھونڈنے کی غرض سے (اپنے گھروں سے) نکلے ہو تم ان سے چپکے چپکے دوستی کی باتیں کرتے ہو حالانکہ مجھ کو سب چیزوں کا خوب علم ہے تم جو کچھ چھپا کر کرتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو (یاد رکھو) جو شخص تم میں سے ایسا کرے گا تو راہ راست سے بھٹکے گا اگر ان کو تم پر دسترس ہو جائے تو (فوراً) اظہار عداوت کرنے لگیں (بایں طور کہ) تم پر برائی کے ساتھ دست درازی اور زبان درازی کرنے لگیں وہ اس بات کے متمنی ہیں کہ تم کافر ہو جاؤ تمہارے رشتہ دار اور اولاد قیامت کے دن تمہارے کام نہ آئیں گے۔ خدا تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال کو خوب دیکھتا ہے۔ تمہارے لئے ابراہیم علیہ السلام میں اور ان لوگوں میں جو کہ ان کے ساتھ تھے ایک عمدہ نمونہ ہے۔ جب کہ ان سب نے اپنی قوم سے کہہ دیا کہ ہم تم سے اور جن کو اللہ کے سوا معبود سمجھتے ہو ان سے بیزار ہیں' ہم تمہارے منکر ہیں اور ہم میں اور تم میں ہمیشہ کے لئے عداوت اور بغض ظاہر ہو گیا جب تک تم اللہ واحد پر ایمان نہ لاؤ' لیکن ابراہیم کی اتنی بات تو اپنے باپ سے ہوئی تھی کہ میں تمہارے لئے استغفار ضرور کروں گا اور تمہارے لئے (استغفار سے زیادہ) مجھ کو خدا سے آگے کسی بات کا اختیار نہیں۔ اے ہمارے پروردگار! ہم آپ پر توکل کرتے ہیں اور آپ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں اور آپ ہی کی طرف لوٹنا ہے''۔

ان آیت میں خطاب عام ہے اس میں حضرت حاطب بھی شامل ہیں اور اس طرح دیگر تمام لوگ بھی اس لئے کہ یہ مسلمہ اصول ہے: **العبرة بعموم اللفظ لا بخصوص السبب**۔ یعنی کوئی آیت کسی خاص واقعہ یا کسی خاص وجہ سے نازل ہوئی تو یہ نہیں ہے کہ وہ اسی کے ساتھ خاص ہے بلکہ اس آیت اور سورت کا حکم سب کے لئے یکساں اور برابر طور پر ثابت ہے اور جس سے اس طرح کا کام صادر ہوگا تو یہ کہیں گے کہ یہ آیت اور سورت اسی کے لئے نازل ہوئی ہے۔

اس سے ان لوگوں کی تردید ہو گئی جو یہ کہتے ہیں کہ یہ توحید آیتیں تو بت پرستوں کی تردید میں اتری ہیں لہٰذا ان سے

بزرگ پرستوں کی تردید کیوں کی جاتی ہے پس یہ لوگ اس مذکورہ قاعدہ سے جاہل ہیں۔ پس یہ سوچنے اور غور کرنے کا مقام ہے کہ اکثر آیتیں تو اس زمانہ کے کفار کے بارے میں اتری ہیں کل کو یہ جاہل تو یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ صاحب ایمان لانے اور کفر سے بچنے کا حکم تو صرف اس زمانے کے لوگوں کے لئے تھا العیاذ باللہ۔ اللہ پاک ہمیں تمام گمراہیوں سے بچائے اور راہ ہدایت کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت مقداد بن اسودؓ: یہ مقداد اسودؓ کے بیٹے اور کندی ہیں اس کی وجہ یہ ہوئی کہ ان کے والد نے بنوکندہ سے عہد و پیمان کر لیا تھا اسی لئے کندہ کی طرف منسوب ہوئے اور ابن اسود کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ اسود کے حلیف یا ان کے پروردہ تھے کہا جاتا ہے کہ یہ بات نہ تھی بلکہ یہ اسود کے غلام تھے انہوں نے ان کو متبنیٰ بنالیا تھا یہ اسلام لانے والوں میں چھٹے آدمی ہیں ان سے علیؓ طارق بن شہاب وغیرہ نے روایت کی مقام جرف میں جو مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک جگہ ہے وہاں وفات پائی۔ لوگ ان کو وہاں سے اپنے کندھوں پر اٹھا کر لائے اور بقیع میں ۳۳ھ میں دفن کیا۔ بوقت انتقال ان کی عمر ۷۰ سال تھی۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

حضرت ابومرثد بن حصین: یہ ابومرثد ہیں ان کا نام کناز ہے اور حصین کے بیٹے ہیں ان کو ابن حصین غنوی کہا جاتا ہے اپنی کنیت سے مشہور ہیں یہ اور ان کے بیٹے مرثد غزوہ بدر میں شریک ہوئے بڑے صحابہ میں سے ہیں انہوں نے حضرت حمزہ سے اور ان سے واصلہ بن اسقع اور عبداللہ بن عمرو نے روایت کی ۱۲ھ میں وفات پائی۔ بوقت انتقال ان کی عمر چھیاسٹھ برس تھی۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

بدری صحابہ رضی اللہ عنہم کی فضیلت

۲۰۶۱/۳۱ وَعَنْ رِفَاعَةَ ابْنِ رَافِعٍ قَالَ جَاءَ جِبْرَئِيْلُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا تَعُدُّوْنَ اَهْلَ بَدْرٍ فِيْكُمْ قَالَ مِنْ اَفْضَلِ الْمُسْلِمِيْنَ اَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا قَالَ وَكَذٰلِكَ مَنْ شَهِدَ بَدْرًا مِنَ الْمَلٰئِكَةِ۔

(رواہ البخاری)

أخرجه البخاري في صحيحه ۳۱۱/۷ حديث رقم ۳۹۹۲ وابن ماجه ۵٦/۱ حديث رقم ۱٦۰۔

ترجمہ: حضرت رفاعہ بن رافعؓ سے روایت ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ حضرت جبرائیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور پوچھا آپ لوگ بدر کے معرکہ میں شریک ہونے والوں کو کس مرتبہ میں شمار کرتے ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم انہیں مسلمانوں میں سے سب سے افضل سمجھتے ہیں یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی قسم کا جواب دیا۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا بدر میں شریک ہونے فرشتے بھی ایسے ہی ہیں۔ (بخاری)

تشریح: حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بدری صحابہ کے مرتبہ اور مقام کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیال میں بدر والوں کا کیا مرتبہ ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمانوں میں سب سے افضل ہیں۔ تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ بدر میں شریک ہونے والے فرشتے بھی ایسے ہی ہیں یعنی وہ باقی تمام ان فرشتوں سے افضل ہیں جو بدر میں شریک نہیں ہوئے۔

غزوہ بدر اور بیعت رضوان میں شریک صحابہ کو دوزخ سے چھٹکارے کی بشارت

۴۰۶۲/۳۲ وَعَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ لَاَ رْجُوْاَنْ لَا يَدْخُلَ النَّارَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ اَحَدٌ شَهِدَ بَدْرًا وَالْحُدَيْبِيَّةَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَيْسَ قَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا قَالَ فَلَمْ تَسْمَعِيْهِ يَقُوْلُ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَفِيْ رِوَايَةٍ لَا يَدْخُلُ النَّارَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنْ اَصْحَابِ الشَّجَرَةِ اَحَدُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا تَحْتَهَا ۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم في صحيحه ١٩٤٢/٤ حديث رقم (١٦٣-٢٤٩٦) وأبو داؤد في السنن ٤١/٥ حديث رقم ٤٦٥٣ والترمذي في السنن ٦٥٢/٥ حديث رقم ٣٨٦٠ وابن ماجه ١٤٣١/٢ حديث رقم ٤٢٨١

ترجمہ: حضرت حفصہؓ سے روایت ہے وہ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں امید رکھتا ہوں کہ اگر خدا نے چاہا تو ان میں سے کوئی شخص دوزخ کی آگ میں داخل نہ ہوگا جو بدر اور حدیبیہ میں شریک رہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا اللہ پاک ارشاد نہیں فرمارہے وان منکم الا واردھا (یعنی تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو دوزخ پر وارد نہ ہو) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تو نے یہ نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتے ہیں ثم ننجی الذین اتقوا (یعنی پھر ہم پرہیزگاروں کو نجات دیں گے) اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو شجرہ میں سے کوئی شخص جہنم میں نہ داخل ہوگا یعنی ان لوگوں میں سے جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی (مسلم)

تشریح ۞ اللہ پاک کا فرمان: وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا یعنی تم میں سے ہر ایک اس پر وارد ہوگا اس میں ہا ضمیر کا مرجع یا تو دوزخ ہے یعنی تم میں سے ہر شخص دوزخ پر وارد ہوگا اور یہ پل صراط پر سے گزرنے کے وقت ہوگا یا ضمیر کا مرجع پل صراط ہے جیسا کہ امام نوویؒ نے فرمایا کہ وارد ہونے سے مراد پل صراط پر سے گزرنا ہے چنانچہ جب پل صراط پر سے گزریں گے تو دوزخی دوزخ میں گر جائیں گے اور جنتی لوگ خیر و عافیت سے پار ہو جائیں گے۔

حضرت حفصہ ؓ کو آیت اور حدیث میں بظاہر تعارض معلوم ہوا کہ آیت میں تو عموم ہے کہ ہر ایک کو اس میں داخل ہونا پڑے گا گویا انہوں نے واردھا کو داخلھا کے معنی میں سمجھ لیا اور حدیث رسول ﷺ میں اہل بدر اور حدیبیہ دخول کی نفی ہے یہ اعتراض اور شبہ انہوں نے حضور ﷺ سے عرض کیا تو حضور ﷺ نے: ثم ننجی الذین اتقوا۔ آیت کے ذریعے ان کے اشکال کو رفع کر دیا نیز حضرت حفصہ کا یہ سوال بغرض اعتراض نہ تھا بلکہ بات سمجھنے کی غرض سے تھا۔

اس سے یہ بات سمجھ میں آئی کہ اگر کسی شخص کو آیت یا حدیث کا معنی سمجھ میں نہ آ رہے ہوں یا آیت و حدیث میں اس کو تعارض معلوم ہو رہا ہو اور خود صاحب علم نہ ہو تو ایسی صورت میں کسی صاحب علم سے دریافت کرے اور ایسے ہی موقعہ کے لئے قرآن پاک کی یہ ہدایت اور حکم ہے فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون یعنی اگر تمہیں علم نہیں ہے تو تم اہل ذکر یعنی علماء سے پوچھ لو۔

بیعت رضوان میں شریک صحابہ رضی اللہ عنہم کی فضیلت

۳۳/۶۰۶۳ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنَّا يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ أَلْفًا وَأَرْبَعَ مِائَةٍ قَالَ لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْتُمُ الْيَوْمَ خَيْرٌ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ۔ (متفق علیہ)

أخرجه البخاري في صحيحه ٤٤٣/٧ حديث رقم ٤١٥٤ ومسلم في صحيحه ١٤٨٤/٣ (١٨٥٦-٧١)۔

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے وہ بیان فرماتے ہیں کہ حدیبیہ کے موقعہ پر ہم ایک ہزار چار سو تھے ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج کے دن تم زمین کے بہترین لوگ ہو۔ (متفق علیہ)

تشریح ۞ صلح حدیبیہ کے دن صحابہ کرام کی تعداد اس روایت کے مطابق چودہ سو تھی اور دیگر روایات میں یہ تعداد کم وبیش آئی ہے اور روایات میں تطبیق پہلے گزر چکی ہے۔

بعض علماء نے جن میں علامہ سیوطی بھی شامل ہیں صحابہ میں افضلیت کی ترتیب یہ بیان فرمائی ہے کہ سب صحابہ میں افضل خلفاء اربعہ ہیں پھر باقی عشرہ مبشرہ پھر اہل بدر پھر اہل احد پھر اہل حدیبیہ۔

ثنیۃ المرار پر چڑھنے والوں کو بخشش ومغفرت کی بشارت

۳۴/۶۰۶۴ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَصْعَدُ الثَّنِيَّةَ ثَنِيَّةَ الْمُرَارِ فَإِنَّهُ يُحَطُّ عَنْهُ مَا حُطَّ عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ فَكَانَ أَوَّلَ مَنْ صَعِدَهَا خَيْلُنَا خَيْلُ بَنِي الْخَزْرَجِ ثُمَّ تَتَامَّ النَّاسُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّكُمْ مَغْفُوْرٌ لَهُ إِلَّا صَاحِبَ الْجَمَلِ الْأَحْمَرِ فَأَتَيْنَاهُ فَقُلْنَا تَعَالَ يَسْتَغْفِرْ لَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَأَنْ أَجِدَ ضَالَّتِي أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ يَسْتَغْفِرَ لِي صَاحِبُكُمْ (رواه مسلم وذكر حديث) أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ إِنَّ اللّٰهَ أَمَرَنِي أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ فِي بَابٍ بَعْدَ فَضَائِلِ الْقُرْآنِ۔

أخرجه مسلم في صحيحه ٢١٤٤/٤ حديث رقم (١٢-٢٨٨٠) والترمذي في السنن ٦٥٣/٥ حديث رقم ٣٨٦٣۔

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے وہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حدیبیہ کے سفر میں) فرمایا کون ہے جو ثنیۃ المرار پر چڑھے اس لئے کہ اس کے گناہ اس طرح دور کیے جائیں گے جس طرح بنی اسرائیل کے گناہ دور کیے گئے تھے چنانچہ سب سے پہلے اس گھاٹی پر ہمارے گھوڑے چڑھے یعنی قبیلہ خزرج کے گھوڑے۔ اس کے بعد پے در پے باقی لوگ چڑھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سب کو بخشا گیا مگر اس شخص کو نہیں جس کا سرخ اونٹ ہے ہم اس شخص کے پاس گئے اور اس سے بھی کہا ہمارے ساتھ چل تا کہ تیرے لئے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بخشش کی دعا کریں اس نے کہا میرا اپنی گمشدہ چیز کو پا لینا میرے نزدیک اس سے زیادہ بہتر ہے کہ تمہارا صاحب میرے لئے بخشش کی دعا کریں (مسلم) اور حضرت انسؓ کی حدیث: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ إِنَّ اللّٰهَ أَمَرَنِي أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ فضائل قرآن

کے بعد والے باب میں بیان کی گئی ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث میں چند باتیں وضاحت طلب ہیں۔ ثنیۃ المرار کا تعارف۔ اس گھاٹی پر چڑھنے کی ترغیب کی وجہ۔ بنی اسرائیل کے گناہ معاف ہونے کا مطلب اور پس منظر۔ سرخ اونٹ والے کا مصداق۔

نمبر۱ ثنیۃ المرار کا تعارف: ثنیہ (ثاء کے فتح اور نون کے کسرہ اور یاء مشدد کے ساتھ) بمعنی بلند پہاڑی راستہ۔ مرار میم کے ضمہ فتحہ اور کسرہ تینوں حرکتوں کے ساتھ لیکن نہایہ میں ہے کہ ضمہ مشہور ہے یہ ایک جگہ ہے مکہ اور مدینہ کے درمیان اگر حدیبیہ کے رستہ سے آئیں۔

نمبر۲ گھاٹی پر چڑھنے کی ترغیب کی وجہ: نبی کریم ﷺ مکہ حدیبیہ والے سال تشریف لے جارہے تھے جب آپ ﷺ ثنیۃ المرار کے قریب پہنچے تو آپ ﷺ تو آپ ﷺ نے لوگوں کو اس پر چڑھنے کی رغبت دلائی۔ یہ رغبت دلانا یا تو اس وجہ سے تھا کہ یہ گھاٹی مشکل تھی رغبت دلائی تاکہ لوگ فضیلت حاصل کرنے کے شوق میں اس پر آسانی سے چڑھ جائیں یا اس لئے رغبت دلائی تاکہ لوگ گھاٹی پر چڑھ کر یہ معلوم کرلیں کہ کہیں اہل مکہ گھات لگائے تو نہیں بیٹھے۔

نمبر۳ بنی اسرائیل کے گناہ معاف ہونے کا مطلب اور پس منظر: بقول شاہ عبدالقادر صاحبؒ یہ قصہ زمانہ وادی تیہ کا ہے کہ جب بنی اسرائیل من وسلویٰ کھاتے کھاتے اکتا گئے اور اپنے لئے معمولی کھانے کی درخواست کی تو ان کو ایک اریحا نامی شہر میں جانے کا حکم ہوا تھا کہ وہاں کھانے پینے کی اور دیگر معمولی اشیاء ملیں گی اور اس میں داخل ہونے کے قولی اور فعلی ادب بھی بتلائے کہ جب داخل ہو تو عاجزی سے جھکے جھکے داخل ہو اور یہ کہتے جانا کہ یہ توبہ ہے توبہ ہے اللہ پاک فرماتے ہیں کہ ہم تمہاری گزشتہ خطائیں معاف کردیں گے اور دل سے نیک کام کرنے والوں کو مزید برآں دیں گے لیکن انہوں نے شرارت سے ان الفاظ کو بدل کر حطہ کی جگہ حنطۃ کہا جس کی وجہ سے ان پر طاعون کا عذاب آسمان سے نازل ہوا۔

اس روایت میں بنی اسرائیل کے گناہ جھڑنے سے مراد ان سے گناہوں کے جھڑنے اور معاف ہونے کا وعدہ ہے اب روایت کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا جو شخص ثنیۃ المرار پر چڑھے گا تو اس کے گناہ جھڑ جائیں گے اور معاف کردیئے جائیں گے جیسا کہ بنی اسرائیل سے گناہوں کے جھڑنے اور معاف کرنے کا وعدہ کیا گیا تھا اگر وہ حکم عدولی نہ کرتے اور حکم خداوندی بجالاتے۔

نمبر۴ سرخ اونٹ والے کا مصداق: سرخ اونٹ والے سے مراد عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین ہے۔ صحابہ کرام نے اس کو فہمائش کی کہ تم حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنے لئے دعا مغفرت و بخشش کرالو تو اس نے انتہائی بے رخی اور بے پرواہی سے جواب دیا کہ میرے نزدیک گمشدہ چیز کا مل جانا نبی کریم ﷺ کی دعا مغفرت سے بہتر ہے العیاذ باللہ۔ یہ صریح کفر ہے اسی طرف اللہ پاک نے اپنے اس قول میں ارشارہ فرمایا ہے۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ اللَّهِ لَوَّوْا رُءُوسَهُمْ وَرَأَيْتَهُمْ يَصُدُّونَ وَهُمْ مُسْتَكْبِرُونَ سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ۔

"اور جب ان (منافقوں) سے کہا جاتا ہے کہ آؤ (رسول اللہ ﷺ کے پاس چلو) تاکہ رسول اللہ ﷺ تمہارے لئے

استغفار کر دیں تو وہ اپنا سر پھیر لیتے ہیں اور آپ ﷺ ان کو دیکھیں گے کہ وہ (اس ناصح اور تحصیل استغفار سے) تکبر کرتے ہوئے بے رخی کرتے ہیں۔ (جب ان کے کفر کی یہ حالت ہے تو) ان کے حق میں دونوں باتیں برابر ہیں خواہ ان کے لئے آپ استغفار کریں یا ان کے لئے استغفار نہ کریں۔ (اور) اللہ تعالیٰ ہرگز ان کی مغفرت نہیں فرمائیں گے"۔

الفصل الثانی:

حضرات شیخین، حضرت عمار اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم کی فضیلت

۶۰۲۵/۳۵ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اقْتَدُوْا بِاللَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِيْ مِنْ اَصْحَابِيْ اَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ وَاهْتَدُوْا بِهَدْيِ عَمَّارٍ وَتَمَسَّكُوْا بِعَهْدِ ابْنِ اُمِّ عَبْدٍ وَفِيْ رِوَايَةِ حُذَيْفَةَ مَا حَدَّثَكُمْ ابْنُ مَسْعُوْدٍ فَصَدِّقُوْهُ بَدَلَ وَتَمَسَّكُوْا بِعَهْدِ ابْنِ اُمِّ عَبْدٍ۔ (رواہ الترمذی)

اخرجہ الترمذی فی السنن ۶۲۷/۵ حدیث رقم ۳۷۹۹ وابن ماجہ ۳۷/۱ حدیث رقم ۹۷ و احمد فی المسند ۳۹۹/۵

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا میرے بعد تم میرے اصحاب میں سے ابوبکرؓ اور عمرؓ کی پیروی کرو اور عمارؓ کی سیرت و روش کو اختیار کرو اور ام عبد کے بیٹے کے عہد و قول کو مضبوط پکڑو اور حضرت حذیفہؓ کی ایک روایت میں: مَا حَدَّثَكُمْ ابْنُ مَسْعُوْدٍ فَصَدِّقُوْهُ (یعنی ابن مسعودؓ تم سے جو کچھ بیان کرے تم اس کی تصدیق کرو) کے الفاظ ہیں: وَتَمَسَّكُوْا بِعَهْدِ ابْنِ اُمِّ عَبْدٍ کی جگہ۔ (ترمذی)

تشریح ۞ اقْتَدُوْا بِاللَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِيْ ..... حدیث کے اس جملہ کے دو معنی بیان کئے گئے ہیں اس کا ایک معنی حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے فرمایا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم ان دو شخصوں کی پیروی کرو جو میرے صحابہ میں سے میرے خلیفہ ہوں گے وہ شخص ابوبکرؓ اور عمرؓ ہیں۔

دوسرا معنی مرقات شرح مشکوۃ کے بموجب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ان دو شخصوں کی پیروی کرو میری وفات یا میری اتباع کے بعد میرے صحابہ میں سے کہ وہ ابوبکرؓ اور عمرؓ ہیں۔ بہرحال ابوبکرؓ اور عمرؓ الذین سے بدل ہیں یا بیان کی صورت میں گویا ان کی خلافت کی تصریح ہے۔

وَاهْتَدُوْا بِهَدْيِ عَمَّارٍ: یعنی حضرت عمرؓ کا طریقہ اور روش کو اختیار کرو پہلے جملہ میں اقتداء کا لفظ مذکور ہے اور اس جملہ میں اہتداء کا ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ اقتداء عام ہے اہتداء سے وہ اس طرح کہ اقتداء کا لفظ قول اور فعل دونوں کی پیروی کرنے کو شامل ہے جبکہ اہتداء کا لفظ صرف فعل میں اتباع اور پیروی کرنے پر بولا جاتا ہے۔

• حضور ﷺ کے اس ارشاد میں امیر المؤمنین حضرت علیؓ کی خلافت کی حقانیت کی طرف اشارہ ہے اس لئے کہ حضرت عمار بن یاسرؓ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ اور ان کے حامی تھے۔

وَتَمَسَّكُوْا بِعَهْدِ ابْنِ اُمِّ عَبْدٍ: یعنی عبداللہ بن مسعود کے قول و وصیت کو مضبوطی سے پکڑو اسی وجہ سے امام اعظم امام ابوحنیفہ نے اپنی فقہ کی بنیاد انہیں کی روایات اقوال پر رکھی ہے اس لئے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا مرتبہ خلفاء راشدین کے بعد فقہ میں

میں کامل ہے۔

تورپشتی فرماتے ہیں کہ عہد سے مراد قول اور وصیت نہیں بلکہ عہد سے مراد صحت خلافت کی گواہی دینا ہے یعنی انہوں نے حضرت ابوبکرؓ کی خلافت صحیح ہونے کی گواہی دی اور صحت خلافت کی یہ دلیل دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دین کے بارے میں ہم پر مقدم کیا تو ہم دنیا کے بارے میں ان کو کیوں پیچھے کریں۔ اسی طرح جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے دین کے لئے پسند کیا تو ہم اس کو دنیا کے لئے کیوں نہ پسند کریں اور اسی طرح کا قول حضرت علیؓ نے بھی خلافت صدیق اکبرؓ کی حقانیت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا۔

تورپشتی کے اس بیان کردہ معنی کے مطابق حدیث کے اس آخری جملے کا پہلے جملے :اِقْتَدُوْا بِالَّذِیْنَ ...... کے ساتھ ربط اور تعلق ہو جائے گا۔

لیکن حضرت حذیفہؓ کی روایت کے الفاظ سے پہلے معنی کی تائید ہوتی ہے کہ عہد سے مراد قول اور وصیت ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی صلاحیت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اعتماد

۶۰۶۵/۳۶ وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْ کُنْتُ مُؤَمِّرًا اَحَدًا مِنْ غَیْرِ مَشْوَرَۃٍ لَاَ مَّرْتُ عَلَیْھِمُ ابْنَ اُمِّ عَبْدٍ۔ (رواہ الترمذی وابن ماجۃ)

أخرجه الترمذي في السنن ٥/٦٢٢ حديث رقم ٣٨٠٩ وأخرجه ابن ماجه ١/٤٩ حديث رقم ١٣٧ و احمد في المسند ١/٧٦.

ترجمہ: حضرت علیؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں مشورے کے بغیر کسی کو حاکم و امیر بنانا چاہتا تو میں ان پر ام عبد کے بیٹے کو امیر بناتا۔ (ترمذی' ابن ماجہ)

تشریح ۞ حدیث کا مطلب واضح ہی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ بن مسعودؓ پر اعتماد و اطمینان کا اظہار فرما رہے ہیں کہ مجھے ان کے امیر و حاکم بنانے میں کسی مشورے کی ضرورت نہیں البتہ علماء فرماتے ہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ کو حاکم و امیر بنانے سے مراد کسی خاص لشکر کا امیر بنانا ہے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی حیات طیبہ میں کوئی امارت وغیرہ سپرد کرنا ہے نہ کہ اپنی وفات کے بعد خلافت سپرد کرنا مراد ہے اس لئے کہ وہ تو قریش کے ساتھ خاص ہے جبکہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ قریشی نہیں ہیں۔

سیّدنا سعد بن مالک' ابن مسعودؓ حذیفہ اور عمار و سلمان رضی اللہ عنہم کی فضیلت

۶۰۶۶/۳۷ وَعَنْ خَیْثَمَۃَ ابْنِ اَبِیْ سَبْرَۃَ قَالَ اَتَیْتُ الْمَدِیْنَۃَ فَسَاَلْتُ اللّٰہَ اَنْ یُّیَسِّرَ لِیْ جَلِیْسًا صَالِحًا فَیَسَّرَلِیْ اَبَا ھُرَیْرَۃَ فَجَلَسْتُ اِلَیْہِ فَقُلْتُ اِنِّیْ سَاَلْتُ اللّٰہَ اَنْ یُّیَسِّرَ لِیْ جَلِیْسًا صَالِحًا فَوُفِّقْتَ لِیْ فَقَالَ مِنْ اَیْنَ اَنْتَ قُلْتُ مِنْ اَھْلِ الْکُوْفَۃِ جِئْتُ اَلْتَمِسُ الْخَیْرَ وَاَطْلُبُہٗ فَقَالَ اَلَیْسَ فِیْکُمْ سَعْدُ بْنُ مَالِکٍ مُجَابُ الدَّعْوَۃِ وَابْنُ مَسْعُوْدٍ صَاحِبُ طَھُوْرِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَنَعْلَیْہِ وَحُذَیْفَۃُ صَاحِبُ سِرِّ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَمَّارُ الَّذِیْ اَجَارَہُ اللّٰہُ مِنَ الشَّیْطَانِ عَلٰی

لِسَانِ نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَلْمَانَ صَاحِبُ الْكِتَابَيْنِ يَعْنِي الْاِنْجِيْلَ وَالْقُرْاٰنَ۔ (رواه الترمذى)

أخرجه الترمذي في السنن ٦٣٣١٥ حديث رقم ٣٨١١۔

ترجمہ: حضرت خیثمہ بن ابی سبرہؒ (تابعی) سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ میں آیا اور خدا تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ مجھے کوئی نیک ہمنشین عطا فرما۔ چنانچہ ابو ہریرہؓ کی صحبت مجھے میسر آئی اور میں ان کے پاس بیٹھا اور ان سے کہا میں نے خدا تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ وہ مجھے کوئی نیک ہمنشین عطا فرمائے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی صحبت سے مستفید ہونے کا موقع دیا ابو ہریرہؓ نے پوچھا تم کہاں کے رہنے والے ہو۔ میں نے کہا میں کوفہ سے آیا ہوں۔ نیکی کا طلب گار ہوں (یعنی نیک صحبت کا خواستگار ہوں اور اپنے لئے نیکی کا طالب ہوں) حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا کیا تمہارے ہاں (یعنی کوفہ میں) سعد بن مالکؓ نہیں ہیں جو مستجاب الدعوات ہیں اور کیا تمہارے ہاں عبداللہ بن مسعودؓ نہیں ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے وضو کا پانی اور نعلین مبارک اپنے پاس رکھتے تھے اور کیا تمہارے پاس حضرت حذیفہؓ نہیں ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے رازدان تھے اور کیا تمہارے ہاں حضرت عمارؓ نہیں ہیں جنہیں خدا تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی زبان کے ذریعے شیطان سے پناہ دی ہے (یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ عمارؓ کو اللہ تعالیٰ شیطان سے محفوظ رکھے) اور کیا تمہارے ہاں سلمانؓ نہیں ہیں جو دو کتابوں (یعنی انجیل وقرآن) کے جاننے والے ہیں۔ (ترمذی)

تشریح: حدیث کا مطلب تو واضح ہی ہے چند الفاظ کی وضاحت درج کی جاتی ہے۔

وفقت: فاء کی تخفیف کے ساتھ مجرد سے مجہول کا صیغہ ہے جس کا معنی ہے سازگار اور اتفاق ہونا اور بعض نسخوں میں "وفقت" سے پہلے "فیسرلی" کا جملہ نہیں ہے۔

اَلْتَمِسُ الْخَيْرَ: خیر سے مراد علم وعمل ہے چنانچہ قرآن پاک میں بھی علم کو حکمت کا نام دے کر خیر کثیرہ فرمایا گیا ہے چنانچہ ارشاد ربانی ہے: ومن یوتی الحکمة فقد اوتی خیرا کثیرا یعنی جس کو حکمت (علم وعمل) دی گئی تحقیق اس کو خیر کثیر دی گئی ایسے ہی عربی محاورہ میں بھی علم پر خیر کا لفظ بولا گیا ہے جیسے کہا جاتا ہے لا خیر خیر منه یا کہا جاتا ہے لا خیر غیره یعنی علم سے بہتر کوئی خیر نہیں یا علم کے سوا کوئی خیر نہیں۔

صَاحِبُ الْكِتَابَيْنِ يَعْنِي الْاِنْجِيْلَ وَالْقُرْاٰنَ: حضرت سلمانؓ فارسی نے پہلے عیسائی مذہب قبول کیا اور انجیل پڑھی اور اس پر عمل کیا پھر جب قرآن پاک نازل ہوا تو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے اور قرآن پاک پڑھا اور اس پر عمل کیا ان کا لقب سلمان الخیر تھا ان کے والد کا نام معلوم نہیں لیکن جب کوئی ان سے ان کا نسب پوچھتا تو کہتے انا ابن الاسلام یعنی میں اسلام کا بیٹا ہوں ان کا تھوڑا سا تذکرہ گزشتہ احادیث میں بیان کیا گیا ہے ان کی عمر اڑھائی سو سال تھی۔

چند صحابہ رضی اللہ عنہم کی فضیلت

۶۰۲۸/۳۸ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَ الرَّجُلُ اَبُوْبَكْرٍ نِعْمَ الرَّجُلُ عُمَرُ نِعْمَ الرَّجُلُ اَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ نِعْمَ الرَّجُلُ اُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ نِعْمَ الرَّجُلُ ثَابِتُ بْنُ

قَيْسِ ابْنِ شَمَّاسٍ نِعْمَ الرَّجُلُ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ نِعْمَ الرَّجُلُ مُعَاذُ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْجَمُوْحِ ۔

(رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث غریب)

أخرجه الترمذی فی السنن ۶۲۵/۵ حدیث رقم ۳۷۹۵۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ابوبکرؓ اچھا آدمی ہے عمرؓ اچھا آدمی ہے ابوعبیدہ بن جراحؓ اچھا آدمی ہے اسید بن حضیرؓ اچھا آدمی ہے ثابت بن قیسؓ بن شماس اچھا آدمی ہے معاذ بن جبلؓ اچھا آدمی ہے معاذ بن عمروؓ بن الجموح اچھا آدمی ہے۔ (ترمذی)

تشریح ۞ اس حدیث میں حضور ﷺ نے چند صحابہ کرام ان کا نام لے کر تحسین فرمائی ہے ان میں سے حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ حضرت ثابت بن قیسؓ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم کا تذکرہ ہو چکا ہے۔ حضرت اسید بن حضیر اور حضرت معاذ بن عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہم کا تذکرہ درج ذیل ہے۔

حضرت اسید بن حضیرؓ: حضرت اسید بن حضیر انصاری قبیلہ اوس سے ہیں یہ ان اصحاب میں سے ہیں جو عقبہ ثانیہ کے موقع پر حاضر ہوئے تھے اور عقبہ والی رات میں یہ حضور ﷺ کے احکام لوگوں تک پہنچانے پر مامور و محافظ تھے اور دونوں عقبہ کا درمیانی فاصلہ ایک سال تھا بدر اور اس کے بعد دیگر غزوات میں بھی حاضر ہوئے ان سے صحابہ کی ایک جماعت نے روایت کی ہے۔ مدینہ میں ۲۰ھ میں انتقال ہوا اور بقیع میں دفن ہوئے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

حضرت معاذ بن عمرو بن جموحؓ: حضرت معاذ بن عمرو بن جموح انصاری قبیلہ خزرج سے ہیں بیعت عقبہ اور بدر میں خود اور ان کے والد عمروؓ شریک ہوئے یہی وہ صحابی ہیں جنہوں نے معاذ بن عفراء کی معیت میں ابوجہل کو قتل کیا تھا ابن عبدالرحمان اور ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ معاذ بن عمرو نے ابوجہل کی ٹانگ کاٹ دی تھی اور اس کو زمین پر گرا دیا تھا وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ عکرمہ نے جو ابوجہل کے بیٹے ہیں (یہ بعد میں مسلمان ہو گئے تھے) معاذ بن عمرو کے ہاتھ پر تلوار ماری اور اس کو الگ کر دیا تھا اس کے بعد معاذ بن عفراء نے ابوجہل پر تلوار سے حملہ کیا اور اس کو بے دم کر دیا پھر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس کا سر جسم سے جدا کر دیا۔ ان سے عبداللہ بن عباسؓ نے روایت کی ہے۔ حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں وفات پائی۔ (رضی اللہ عنہ وارضاہ)

وہ تین صحابہ رضی اللہ عنہم جن کی جنت مشتاق ہے

۳۹/۶۰۶۹ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْجَنَّةَ تَشْتَاقُ اِلٰى ثَلٰثَةٍ عَلِيٍّ وَّعَمَّارٍ وَّسَلْمَانَ ۔ (رواہ الترمذی)

أخرجه الترمذی فی السنن ۶۲۶/۵ حدیث رقم ۳۷۹۷۔

ترجمہ: حضرت انسؓ سے مروی ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جنت تین آدمیوں کی مشتاق ہے حضرت علیؓ حضرت عمار اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہم کی۔ (ترمذی)

تشریح ۞ حضرت علیؓ حضرت عمار اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہم کے متعلق فرمایا کہ جنت ان کی مشتاق ہے جنت کے مشتاق

اور منتظر ہونے کا کیا مطلب ہے اس میں علماء کی مختلف آراء ہیں۔

نمبر ۱: بعض حضرات نے فرمایا کہ جنت کے اشتیاق سے مراد اہل جنت یعنی ملائکہ حور وغلمان وغیرہ کا اشتیاق ہے کہ وہ لوگ ان تین حضرات کی آمد کے منتظر ہیں۔

نمبر ۲: بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ ارشاد گرامی ان تین حضرات کے جنتی ہونے کی تاکید اور مبالغہ کے لئے فرمایا گیا ہے۔

نمبر ۳: جبکہ علامہ طیبیؒ نے فرمایا کہ ان تین حضرات کے لئے جنت کا مشتاق ومنتظر ہونا ایسے ہی ہے جیسے حضرت سعد بن معاذ کی موت پر عرش کا ہلنا (اس کی وضاحت پہلے گزر چکی ہے)

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ اور حضرت عمارؓ کی تخصیص کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ ان کا واسطہ باغی اور مفسد لوگوں سے پڑا اور حق کی خاطر انہوں نے قتال کیا یہاں تک کہ خود بھی شہید ہو گئے اور حضرت سلمانؓ نے ایک طویل مدت تک حق کی تلاش میں جو سختیاں اور مشقتیں برداشت کیں اور ایک لمبا عرصہ ہدایت کی خاطر در در کی ٹھوکریں کھائیں۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو طیّب ومطیّب کا خطاب

۴۰/۶۰۷۰ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ اسْتَاذَنَ عَمَّارٌ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِئْذَنُوْا لَهٗ مَرْحَبًا بِالطَّيِّبِ الْمُطَيَّبِ۔ (رواہ الترمذی)

أخرجه الترمذي في السنن ٦٢٦/٥ حديث رقم ٣٧٩٨ وابن ماجه ٥٢/١ حديث رقم ١٤٦۔

ترجمہ: حضرت علیؓ سے روایت ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ حضرت عمارؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حاضری کی اجازت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو اجازت دے دو اور پاک آدمی کو خوشخبری ہو۔ (ترمذی)

تشریح ۞ طیب ومطیب کا معنی ہے کہ جو ذات کے اعتبار سے بھی پاک ہے اور اخلاق وصفات کے اعتبار سے بھی پاک ہے ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ طیب مطیب میں مبالغہ ہے جیسے ظل ظلیل مبالغہ کے لئے کہا جاتا ہے۔

دین کے بارے میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا عزیمت پر عمل کرنا

۴۱/۶۰۷۱ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا خُيِّرَ عَمَّارٌ بَيْنَ الْاَمْرَيْنِ اِلَّا اخْتَارَ اَشَدَّهُمَا۔ (رواہ الترمذی)

أخرجه الترمذي في السنن ٦٢٧/٥ حديث رقم ٣٧٩٩ وابن ماجه ٥٢/١ حديث رقم ١٤٨ وأحمد في المسند ٣٨٩/٦

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے وہ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمارؓ کو جب بھی دو کاموں میں سے ایک کا اختیار دیا گیا تو اس نے ہمیشہ سخت اور مشکل کام کو اختیار کیا۔ (ترمذی)

تشریح ۞ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمار بن یاسرؓ کی عادت مبارکہ کا ذکر فرما رہے ہیں کہ ان کو جب بھی دو کاموں میں اختیار دیا جائے تو مشکل کام کو اختیار کرتے ہیں تاکہ نفس پر مشقت ہو اور یہی طریقہ ہے قرب وولایت کے راستوں کے سالکین کا کہ وہ ہمیشہ

اپنے نفس کے لئے ایسے کام کو پسند کرتے ہیں جس میں نفس کو مشقت ہو۔ حظ ولذت محسوس نہ ہو۔

اور حضور اکرم ﷺ کے بارے میں یہ منقول ہے کہ آپ ﷺ کی عادت مبارکہ آسان اور سہل کام کو اختیار کرنے کی تھی اور اس کا مقصد امت پر آسانی اور نرمی پیدا کرنا تھا نہ کہ تن آرائی اور سہولت پسندی کی وجہ سے آسان اور سہل کام کو پسند کرتے تھے۔

تعارض: اس حدیث میں ہے کہ حضرت عمارؓ مشکل کام کو پسند کرتے تھے جبکہ دوسری روایت میں ہے کہ ان کو جب بھی دو کاموں میں اختیار دیا جاتا تو وہ آسان کام کو اختیار کرتے تھے تو ان دونوں روایتوں میں بظاہر تعارض ہے۔

جواب: دراصل حضرت عمارؓ ایسے کام کو پسند کرتے تھے جس کو وہ اپنی ذات کے لئے مشکل اور مشقت والا کام سمجھتے تھے اگرچہ وہ دوسرے لوگوں کی نظر میں آسان ہوتا تو گویا پہلی روایت میں اشد سے مراد وہ کام ہے جس کو وہ خود مشکل سمجھتے تھے اور دوسری روایت میں اس کو ایسر فرمایا گیا ہے وہ دوسرے لوگوں کے اعتبار سے ہے کہ دوسرے لوگ اس کو آسان سمجھتے تھے۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا جنازہ فرشتوں نے اٹھایا ہوا تھا

۶۰۷۲/۴۴ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ لَمَّا حُمِلَتْ جَنَازَةُ سَعْدِ بْنِ مَعَاذٍ قَالَ الْمُنَافِقُوْنَ مَا اَخَفَّ جَنَازَتَهُ ذٰلِكَ لِحُكْمِهٖ فِيْ بَنِيْ قُرَيْظَةَ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ الْمَلٰئِكَةَ كَانَتْ تَحْمِلُهٗ۔

(رواه الترمذی)

أخرجه الترمذي في السنن ٥/٦٤٦ حديث رقم ٣٨٤٧

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے وہ بیان فرماتے ہیں کہ جب حضرت سعد بن معاذؓ کا جنازہ اٹھایا گیا تو منافقوں نے (ازراہ طعن) کہا اس کا جنازہ کس قدر ہلکا ہے اور اس (ہلکا ہونے) کی وجہ وہ حکم ہے جو سعدؓ نے بنو قریظہ کی نسبت کیا تھا (گویا انہوں نے جنازہ کی سبکی کو برا خیال کیا) رسول اللہ ﷺ کو اس کی خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا سعدؓ کا جنازہ فرشتوں نے اٹھایا ہوا تھا (اس لئے ہلکا معلوم ہوتا ہے) (ترمذی)

تشریح ۞ یہودیوں کا ایک قبیلہ بنو قریظہ مدینہ کے قریب آباد تھا ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے عہد و پیمان کیا تھا کہ ہم نے آپ لوگوں سے جنگ کریں گے نہ آپ ﷺ کے دشمنوں کی مدد کریں گے لیکن دوسرے یہودیوں کی طرح ان لوگوں نے بھی عہد شکنی کی اور مشرکین مکہ اور عرب کے بعض دیگر قبائل کو مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے پر آمادہ کیا۔ انہیں کی سازشوں کے نتیجہ میں غزوہ خندق پیش آیا اس لئے جیسے ہی رسول اللہ ﷺ غزوہ خندق سے فارغ ہو کر گھر تشریف لائے فوراً ہی اللہ پاک کا حکم آ گیا کہ بنی قریظہ پر حملہ کرنے کے لئے چلا جائے آپ ﷺ صحابہ کرام کی ایک جماعت لے کر وہاں تشریف لے گئے اور تقریباً ایک ماہ ان کے قلعہ کا محاصرہ کیا ان لوگوں نے اپنے اس مسئلہ میں حضور ﷺ کو حکم بنانا چاہا لیکن آپ ﷺ نے ان کی رضامندی سے حضرت سعد بن معاذؓ کو حکم بنا دیا حضرت سعد بن معاذؓ اور ان کے قبیلہ اوس سے زمانہ جاہلیت میں بنو قریظہ سے حلف یعنی نصرت و حمایت کا معاہدہ تھا لیکن حضرت سعدؓ کو اپنے ان حلیفوں کی عہد شکنی اور رسول اللہ ﷺ سے بغاوت انتہائی ناگوار گزری تھی اس لئے حضرت سعدؓ نے ان لوگوں کے مقاتلین کو قتل کیے جاتے اور باقی لوگوں کو غلام بنانے کا فیصلہ دیا حالانکہ ان لوگوں نے بار بار اپنے پرانے

عہد و معاہدہ کی یاد دہانی کرائی اور نرم فیصلہ کرانے کی کوششیں کیں بلکہ بعض لوگوں نے تو حضرت سعدؓ کو اپنے حلیفوں کی حفاظت نہ کرنے پر عار بھی دلائی لیکن حضرت معاذؓ نے یہی فیصلہ برقرار رکھا اور رسول اللہ ﷺ نے ان کی تصویب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے سعدؓ تو نے وہی فیصلہ کیا جو ساتویں آسمان پر اللہ پاک نے کیا تھا۔

لیکن منافقین نے حضرت سعدؓ کے انتقال کے بعد زبان طعن دراز کی اور یہ طعنہ دیا کہ ان کا جنازہ ہلکا ہے اور اس کے ہلکا ہونے کی وجہ ان کا وہ فیصلہ ہے جو انہوں نے بنو قریظہ کے بارے میں کیا تھا گویا وہ یہ کہنا چاہتے تھے کہ نعوذ باللہ حضرت سعدؓ کا فیصلہ ظلم اور جور پر مبنی تھا۔ حالانکہ اس کا جنازے کے ہلکا ہونے سے کیا تعلق اور واسطہ۔

جب منافقین کے اس اعتراض کی اطلاع حضور ﷺ کو ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جنازہ کا ہلکا ہونا اس وجہ سے تھا کہ فرشتوں نے اس کو اٹھایا ہوا تھا نیز جنازہ کا بھاری ہونا باعث اعتراض بات ہے کیونکہ یہ مشعر ہوتا ہے اس طرف کہ میت کا تعلق دنیا سے ابھی ہے اور آخرت کی طرف نہیں جانا چاہتی اور ہلکا ہونا دنیا سے بے رغبتی' آخرت اور وصل اعلیٰ کے ساتھ اشتیاق کامل اور مقصد اعلیٰ کی طرف روح کے جلد پرواز کرنے کو ظاہر کرتا ہے۔

تو جس چیز کو منافقین حضرت سعدؓ کے لئے باعث عار اور موجب ذلت و رسوائی گردان رہے تھے وہ تو درحقیقت ان کی عزت اور عظمت شان کی دلیل ہے۔ حضور ﷺ نے منافقین کے اعتراض کا اس طرح جواب دیا کہ ان کا اعتراض ہی حضرت سعدؓ کی عظمت و عزت کا مشعر ہو گیا چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وللّٰه العزة ولرسوله وللمؤمنين ولكن المنافقين لا يعلمون یعنی عزت و کرامت اللہ ہی کے لئے ہے اور اس کے رسول اور مؤمنین کے لئے لیکن منافق لوگ نہیں جانتے۔

صداقت ابوذر رضی اللہ عنہ کی بزبانِ نبوت گواہی

۴۳/۶۰۷۳ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا اَظَلَّتِ الْخَضْرَآءُ وَلَا اَقَلَّتِ الْغَبْرَآءُ اَصْدَقَ مِنْ اَبِيْ ذَرٍّ۔ (رواه الترمذی)

أخرجه الترمذي في السنن ٥/٦٢٨ حديث رقم ٣٨٠١ وابن ماجه في السنن ١/٥٥ حديث رقم ١٥٦ وأحمد في المسند ٢/١٧٥

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا کہ آپ ﷺ فرما رہے تھے کہ نیلگوں آسمان نے بھی کسی ایسے شخص پر سایہ نہیں کیا اور نہ غبار آلود زمین نے کسی ایسے شخص کو اٹھایا جو ابوذرؓ سے زیادہ سچا ہو۔ (ترمذی)

تشریح: یعنی حضرت ابوذرؓ کے برابر آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر کوئی سچا نہیں ہے لیکن علماء نے لکھا ہے آپ ﷺ نے یہ ان کی راست گوئی اور سچائی میں مبالغہ کی وجہ سے فرمایا۔ مطلقاً تمام لوگوں سے زیادہ سچا ہونا مراد نہیں ہے اس لئے کہ اس صورت میں یہ کہنا لازم آئے گا کہ وہ حضرت صدیق اکبرؓ سے بھی زیادہ سچے ہیں حالانکہ حضرت ابوبکرؓ تو "صديق هذه الامة" یعنی اس امت کے صدیق ہیں اور حضور ﷺ کے بعد تمام امت سے افضل و اشرف ہیں۔ نیز اس حدیث کو مطلق ماننے کی صورت میں یہ بھی کہنا لازم آئے گا وہ رسول اللہ ﷺ سے بھی زیادہ سچے تھے۔

اسی لئے علماء فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مخصوص ہے انبیاء علیہم السلام اور ان صحابہؓ کے علاوہ کے ساتھ جو حضرت ابوذرؓ سے افضل ہیں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی تین صفات

۴۴/۲۰۷۴ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَظَلَّتِ الْخَضْرَاءُ وَلَا اَقَلَّتِ الْغَبْرَاءُ مِنْ ذِیْ لَهْجَةٍ اَصْدَقُ وَلَا اَوْفٰى مِنْ اَبِیْ ذَرٍّ شِبْهِ عِيْسَى بْنِ مَرْيَمَ يَعْنِیْ فِی الزُّهْدِ۔

(رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۶۲۸/۵ حدیث رقم ۳۸۰۲ واخرجه ابن ماجه فی السنن ۵۵/۱ حدیث رقم ۱۵۶ و احمد فی المسند ۱۷۵/۲

ترجمہ: حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نہیں سایہ کیا آسمان نے اور نہیں اٹھایا زمین نے کسی ایسے شخص کو جو ابوذرؓ سے زیادہ سچ بولنے والا اور حق ادا کرنے والا ہو (یعنی وہ ابوذرؓ جو) عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے مشابہ ہے یعنی زہد میں۔ (ترمذی)

تشریح ۞ اس حدیث میں حضرت ابوذرؓ کی تین صفات بیان کی گئی ہیں۔

نمبر ۱: اصدق یعنی راست گو سچ بولنے والا: یہ صفت حضرت ابوذرؓ کی مشہور تھی کہ وہ حق بات کہنے میں کسی کی ملامت اور کسی کے خوف کو خاطر میں نہیں لاتے تھے دین کے بارے میں چشم پوشی یا مداہنت نہ خود کرتے اور نہ ہی دوسرے سے اس کو برداشت کرتے تھے۔

نمبر ۲: اوفی: اوفی وفا سے ہے بمعنی پورا کرنا۔ اس کے مطلب میں تین احتمال ہیں۔ خدا اور رسول کے فرمانبردار ہیں یعنی خدا اور اس کے رسول سے کیا ہوا اتباع شریعت اور اتباع احکام دین کا وعدہ پورا کرنے والے ہیں۔ یا کسی شخص سے جب وعدہ کرتے ہیں تو اس کو پورا کرتے ہیں۔ یا بات اور کلام پوری اور واضح کرتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ اوفی کا معنی خدا اور رسول کا حق ادا کرنے والا ہے یا اپنا وعدہ پورا کرنے والا ہے یا فصیح اللسان ہے۔

نمبر ۳ مشبہ عیسیٰ بن مریم: تیسری صفت یہ بیان کی کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مشابہ ہیں یعنی فی الزہد کہہ کر راوی نے وجہ تشبیہ بیان کی ہے کہ زہد قناعت اور دنیا سے بے رغبتی میں یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مشابہ ہیں اور یہ صفت بھی حضرت ابوذرؓ میں بدرجہ کمال پائی جاتی تھی دنیا سے بے رغبتی اور دنیاوی لذات سے کوسوں دور رہتے تھے۔

ان کا مسلک یہ تھا کہ مال جمع کرنا حرام ہے اگرچہ اس مال کے شرعی حقوق زکوٰۃ قربانی وغیرہ ادا بھی کر دیے جائیں چنانچہ ایک بار حضرت ابوذر حضرت عثمانؓ کے پاس آئے اس وقت ان کے ہاتھ میں ایک عصا تھا حضرت عثمانؓ نے حضرت کعب سے دریافت فرمایا کہ اے کعب عبدالرحمان کا انتقال ہو گیا اور انہوں نے ترکہ میں بے شمار مال چھوڑا ہے تیری اس بارے میں کیا رائے ہے یعنی کثرت مال کی وجہ سے ان کے درجات میں کمی وغیرہ تو نہیں ہوگی حضرت کعب نے جواب دیا کہ اگر حضرت عبدالرحمان اس مال کے شرعی حقوق ادا کرتے تھے تو کوئی اندیشہ اور خطرہ نہیں یعنی کثرت مال آخرت میں ان کے لئے کسی قسم کی

پریشانی کا باعث نہ ہوگا حضرت ابوذرؓ نے یہ جواب سن کر عصا اٹھایا اور حضرت کعب کو دے مارا اور ارشاد فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اگر میرے پاس پہاڑ یعنی احد پہاڑ کے برابر سونا ہو اور میں اس کو راہ خدا میں خرچ کر دوں اور وہ اللہ پاک کی بارگاہ میں قبول بھی ہو جائے تو بھی میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ اس میں سے میرے پاس چھ اوقیہ یعنی دو سو چالیس درہم بھی باقی رہ جائیں۔

پھر حضرت ابوذرؓ حضرت عثمانؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے عثمانؓ میں تجھے خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ تم نے حضور ﷺ سے یہ حدیث سنی ہے؟ اور یہ سوال انہوں نے تین بار فرمایا۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا ہاں میں نے حضور ﷺ سے یہ حدیث سنی ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق اور ملا علی قاریؒ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت ابوذرؓ فقراء اور زہاد صحابہ میں سے تھے ان کا مذہب یہ تھا کہ اپنے پاس مال جمع کر کے نہ رکھا جائے جو کچھ ہو اس کو راہ خدا میں خرچ کر دیا جائے اور اس بارے میں وہ مغلوب الحال تھے اسی لئے انہوں نے حضرت کعب کو ڈنڈا دے مارا۔

جبکہ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اگر مال کی زکوٰۃ وغیرہ ادا کر دی جائے تو مال جمع کرنے میں کوئی حرج اور مضائقہ نہیں ہے۔

استیعاب کے مصنف نے حضرت ابوذرؓ کے متعلق ایک حدیث نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی تواضع دیکھنا چاہتا ہے تو وہ ابوذرؓ کو دیکھ لے۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوذرؓ کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مشابہت صفت تواضع میں تھی جبکہ زیر بحث حدیث میں راوی حدیث نے وجہ مشابہت زہد بیان کی ہے تو دونوں باتوں میں کوئی تعارض نہیں ہے اس لئے کہ زہد ہی کی وجہ سے تواضع پیدا ہوتی ہے نیز یعنی "یعنی فی الزہد" کے الفاظ مصابیح میں نہیں ہے بلکہ صاحب مشکوۃ نے زیادہ کئے ہیں۔

صاحب علم صحابہ رضی اللہ عنہم کا ذکر

۲۰۷۵/۴۵ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ لَمَّا حَضَرَتِ الْمَوْتُ قَالَ الْتَمِسُوا الْعِلْمَ عِنْدَ اَرْبَعَةٍ عِنْدَ عُوَيْمِرٍ اَبِي الدَّرْدَآءِ وَعِنْدَ سَلْمَانَ وَعِنْدَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَعِنْدَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ الَّذِيْ كَانَ يَهُوْدِيًّا فَاَسْلَمَ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّهٗ عَاشِرُ عَشَرَةٍ فِي الْجَنَّةِ۔ (رواہ الترمذی)

أخرجه الترمذي في السنن ٥/ ٦٣٢ حديث رقم ٣٨٠٤ و احمد في المسند ٥/ ٢٤٣

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبلؓ سے مروی ہے کہ جب ان کی موت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے کہا علم چار آدمیوں سے حاصل کرو یعنی عویمر سے (جن کی کنیت) ابودرداء ہے سلمان سے ابن مسعودؓ سے اور عبداللہ بن سلام سے جو پہلے یہودی تھے پھر اسلام قبول کیا میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ وہ یعنی عبداللہ بن سلام) جنت میں داخل ہونے والے دس آدمیوں سے دسواں شخص ہے۔ (ترمذی)

تشریح ۞ حضرت معاذ بن جبلؓ خود صاحب علم قرآن سنت دینی اور فقہی مسائل کے بڑے عالم تھے حضور ﷺ نے ان کے

متعلق فرمایا تھا: "اعلمکم بالحلال والحرام معاذ بن جبل" یعنی معاذ بن جبل تم میں حلال وحرام کے بارے میں بڑے عالم ہیں۔ تو جب ان کا انتقال ہونے لگا تو اپنے پسماندگان' تلامذہ وغیرہ کو یہ نصیحت فرمائی کہ میرے اس دنیا سے چلے جانے کے بعد ان چار حضرات سے علم حاصل کرنا علم سے مراد کتاب وسنت کا علم یا حلال وحرام کا علم ہے اور یہی زیادہ ظاہر ہے۔

وہ چار حضرات جن سے علم حاصل کرنے کی حضرت معاذؓ نے وصیت فرمائی حضرت ابو درداءؓ حضرت سلمانؓ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت عبداللہ بن سلام ہیں۔

حضرت ابو درداء کا اصل نام عویمر تھا یہ عامر انصاری خزرجی کے بیٹے ہیں یہ اپنی کنیت کے ساتھ مشہور ہیں اور درداء ان کی بیٹی تھیں یہ کچھ تاخیر سے اسلام لائے اپنے خاندان میں سب سے آخر میں اسلام لانے والے ہیں۔ بڑے صالح مسلمان تھے اور بڑے سمجھدار عالم اور صاحب حکمت وبصیرت ہوئے۔ شام میں قیام کیا اور ۳۲ھ میں دمشق میں وفات پائی۔

حضرت عبداللہ بن سلام تورات کے عالم تھے اور تورات میں حضور ﷺ کی علامات اور نشانیاں پڑھ چکے تھے اور حضور ﷺ کی آمد کے منتظر تھے اسی لئے حضور ﷺ جب مدینہ طیبہ ہجرت کر کے پہنچے ہیں تو حضرت عبداللہ بن سلام اسی روز مشرف باسلام ہوگئے تھے۔

حضرت معاذ بن جبلؓ نے ان کے متعلق فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حضرت عبداللہ بن سلامؓ کے بارے میں یہ فرماتے ہوئے سنا کہ وہ جنت میں داخل ہونے والے دس آدمیوں میں سے دسویں ہوں گے۔

سید جمال الدین نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام صحابہ میں سے نو آدمیوں کے جنت میں داخل ہونے کے بعد جنت میں داخل ہوں گے لیکن اس مطلب پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس صورت میں ان کی عشرہ مبشرہ میں سے بعض پر تقدیم لازم آئے گی اسی لئے بعض حضرات نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ وہ یہودیوں میں دسویں شخص ہیں جو اسلام میں داخل ہوئے یا یہ مراد ہے کہ عشرہ مبشرہ کے بعد جو دس لوگ جنت میں داخل ہوں گے ان میں سے دسویں شخص حضرت عبداللہ بن سلامؓ ہوں گے گویا اس اعتبار سے وہ انیسویں شخص ہوں گے جنت میں داخل ہونے والے۔

علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام جنتی ہونے میں عشرہ مبشرہ میں سے دسویں شخص کی طرح ہیں۔

حضرت حذیفہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی فضیلت

۶۰۷۲/۳۶ وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوِ اسْتَخْلَفْتَ قَالَ إِنِ اسْتَخْلَفْتُ عَلَيْكُمْ فَعَصَيْتُمُوْهُ عُذِّبْتُمْ وَلٰكِنْ مَا حَدَّثَكُمْ حُذَيْفَةُ فَصَدِّقُوْهُ وَمَا أَقْرَأَكُمْ عَبْدُ اللّٰهِ فَاقْرَؤُوْهُ۔

(رواہ الترمذی)

أخرجه الترمذی فی السنن ۵/۶۳۳ حدیث رقم ۳۸۱۲۔

ترجمہ: حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اگر آپ ﷺ اپنے سامنے کسی کو اپنا خلیفہ مقرر فرمادیتے (تو بہتر ہوتا) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر میں کسی کو تمہارے اوپر خلیفہ مقرر کردوں اور تم

اس کی نافرمانی کرو تو تمہیں عذاب دیا جائے گا لیکن (اس سلسلہ میں یہ بات یاد رکھو کہ) حذیفہؓ تم سے جو کچھ کہے (یا جو حدیث بیان کرے) اسے سچا جانو اور عبداللہ جو کچھ تمہیں پڑھائے وہ پڑھو۔ (ترمذی)

تشریح ○ صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ گزارش کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعد کے لئے کسی شخص خلیفہ نامزد کردیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور اسلوب حکیم کے جواب دیا کہ گویا یہ کام اتنا اہم اور ضروری نہیں ہے اس لئے کہ خلیفہ کی تقرری قضا وقدر سے اور اس کے مستحق واہل شخص پر تمہارے اتفاق واجماع سے ہوجائے گی نیز خلیفہ مقرر کردینے سے یہ بات بھی مانع ہے کہ اگر میں کسی شخص کو خلیفہ مقرر کردوں پھر تم اس کی نافرمانی کرو تو تم عذاب میں مبتلا ہو جاؤ گے۔

خلیفہ کی نامزدگی سے زیادہ اہم کام کتاب وسنت پر عمل پیرا ہونے کے لئے کمربستہ ہونا ہے تم اس کی فکر کرو۔ اس بارے میں حضرت حذیفہؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے نام لئے جو کہ علم واتقان، دینی فضل وکمال میں ید طولیٰ رکھتے تھے اس لئے کہ احکام شریعت منہیات اور اوامر کے مجموعہ کا نام ہے یعنی بعض چیزیں ایسی ہیں جن سے بچنے کا شریعت میں حکم ہے اور ان میں سے سب اہم چیز نفاق ہے اور اس کا علم حضرت حذیفہؓ کو تھا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو منافقین کے نام اور ان کی علامات وغیرہ بتلائی ہوئی تھیں اسی وجہ سے ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رازداں بھی کہا جاتا ہے۔

اور بعض چیزیں شریعت میں ایسی ہیں جن کو بجالانے کا حکم ہے اور اس بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ خوب واقفیت رکھتے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق فرمایا تھا "رضيت لامتي ما رضي به ابن ام عبد" یعنی میں اپنی امت کے لئے اس چیز پر راضی ہوں جس پر عبداللہ بن مسعودؓ راضی ہیں اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تمسكوا بعهد ابن ام عبد" یعنی عبداللہ بن مسعودؓ کے قول ووصیت کو مضبوطی سے پکڑو۔

علماء کرام نے فرمایا کہ یہ حدیث اور فصل کی پہلی حدیث خلافت صدیق اکبر کی حقانیت کی دلیل ہے اس لئے کہ یہاں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے قول اور فیصلہ کو مضبوطی سے پکڑنے کا حکم ہے اور انہوں نے یہ فیصلہ دیا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ کو دین کے کاموں میں ہم پر مقدم کیا تو ہم دنیا کے کاموں میں انہیں کیسے مؤخر کرسکتے ہیں۔ اس لئے ان کا یہ فیصلہ مذکورہ بالا حدیث کی رو سے درست اور معتبر ہے۔

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے فتنوں سے محفوظ ہونے کی پیشنگوئی

۶۰۷۷/۴۷ وَعَنْهُ قَالَ مَا اَحَدٌ مِنَ النَّاسِ تُدْرِكُهُ الْفِتْنَةُ اِلَّا اَنَا اَخَافُهَا عَلَيْهِ اِلَّا مُحَمَّدَ بْنَ مَسْلَمَةَ فَاِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تَضُرُّكَ الْفِتْنَةُ۔

(رواه ابوداود وسكت عنه واقره عبد المعطي)

اخرجه ابوداود ۵/۴۵ حدیث رقم ۴۶۶۳۔

ترجمہ: حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جب فتنہ لوگوں کو گھیرے گا تو لوگوں میں سے کوئی ایک شخص بھی نہیں ہے مگر مجھے اس پر فتنہ کا خوف ہے سوائے محمد بن مسلمہؓ کے اس لئے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے بارے میں فرماتے ہوئے سنا کہ تجھے فتنہ ضرر نہ پہنچے گا روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اور اس کے متعلق سکوت کیا اور ثابت رکھا اس کو

عبدالعظیم منذری نے۔ (ابوداؤد)

تشریح : حضرت محمد بن مسلمہؓ انصاری قبیلہ خزرج سے ہیں غزوہ تبوک کے علاوہ باقی تمام غزوات میں شریک ہوئے غزوہ تبوک میں حضور ﷺ نے ان کو مدینہ میں اپنا خلیفہ اور نائب بنایا تھا۔ حضرت عمرؓ اور دوسرے صحابہ کرام سے روایت کرتے ہیں اہل فضل وکمال صحابہ میں سے ہیں یہ ان صحابہ میں سے ہیں جو حضرت مصعب بن عمیر کے ہاتھ پر مدینہ میں مشرف باسلام ہوئے تھے۔ ۴۷ھ یا ۴۶ھ یا ۴۳ھ میں ۷۷ سال کی عمر میں وفات پائی۔

ان کے متعلق حضور ﷺ نے یہ پیشین گوئی دی کہ یہ فتنہ میں محفوظ و مامون رہیں گے چنانچہ ایسے ہی ہوا فتنہ کے زمانہ میں یہ مکمل گوشہ ہو گئے تھے ہر قسم کے شر اور ضرر سے محفوظ رہے۔

رواہ ابو داؤد وسکت عنہ: اصل مشکوٰۃ میں یہ جگہ خالی ہے یہ سندی بحث حاشیہ میں جزری سے نکھی گئی ہے حاصل اس کا یہ ہے کہ یہ حدیث ابوداؤد نے روایت کی ہے اور اس پر سکوت کیا ہے یعنی نہ تو اس پر طعن کیا ہے اور نہ ہی اس کی تصحیح و تحسین کی ہے۔ اور جہاں ابوداؤد سکوت اختیار کریں تو اس حدیث کے حسن یا صحیح یا ضعیف ہونے میں علماء کی مختلف آرا ہوتی ہیں۔ البتہ علامہ عبدالعظیم منذری نے اس حدیث کو ثابت رکھا ہے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی فضیلت

۴۸/۲۰۷۸ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى فِيْ بَيْتِ الزُّبَيْرِ مِصْبَاحًا فَقَالَ يَا عَائِشَةُ مَا اَرٰى اَسْمَاءَ اِلَّا قَدْ نُفِسَتْ وَلَا تُسَمُّوْهُ حَتّٰى اُسَمِّيَهٗ فَسَمَّاهُ عَبْدَ اللّٰهِ وَحَنَّكَهٗ بِتَمْرَةٍ بِيَدِهٖ۔

(رواه الترمذي)

أخرجه الترمذي في السنن ٦٣٩/٥ حديث رقم ٣٨٢٦ و احمد في المسند ٩٣/٦۔

ترجمہ : حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ایک رات خلاف معمول رسول اللہ ﷺ نے حضرت زبیرؓ کے گھر میں چراغ جلتے دیکھا آپ ﷺ نے فرمایا عائشہ میرے خیال میں اسماء کے بچہ پیدا ہوا تم لوگ اس کا نام نہ رکھنا جب تک میں نام نہ رکھوں چنانچہ اس بچے کا نام آپ ﷺ نے عبداللہ رکھا اور کھجور چبا کر اپنے ہاتھ سے اس کے تالو میں ملی۔ (ترمذی)

تشریح : **تحنیک** کا معنی ہے کھجور یا کوئی اور چیز چبا کر نوزائیدہ بچے کے تالو سے لگا دینا اور یہ سنت ہے چنانچہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس کے ہاں لڑکا پیدا ہو تو وہ کسی نیک اور صالح شخص سے یہ درخواست کرے کہ اس بچے کا نام رکھ دے اور تحنیک بھی کر دے تاکہ اس نیک آدمی کے تھوک سے برکت حاصل ہو تحنیک کھجور سے یا شہد وغیرہ میٹھی چیز سے ہو سکتی ہے۔

حضرت زبیر بن العوامؓ: حضرت زبیر بن العوامؓ کی کنیت ابو عبداللہ ہے ان کی والدہ حضرت صفیہ عبدالمطلب کی بیٹی اور آنحضرت ﷺ کی پھوپھی ہیں حضرت زبیر اور ان کی والدہ شروع ہی سے اسلام لے آئے تھے جبکہ ان کی عمر سولہ سال کی تھی ان کو ان کے چچا نے دھویں سے ان کا دم گھونٹ کر تکلیف پہنچائی تاکہ یہ اسلام کو چھوڑ دیں لیکن یہ اسلام پر قائم رہے۔ حضرت اسماء جو حضرت ابوبکرؓ کی صاحبزادی اور حضرت عائشہؓ کی بہن ہیں ان کے نکاح میں تھیں حضرت زبیر تمام غزوات میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ جنگ احد میں ڈٹے رہے عشرہ مبشرہ میں سے ہیں مقام صفوان میں عمرو بن جرموز نے ۳۶ھ میں ان کو شہید کیا اول وادی

سباع میں دفن ہوئے پھر بصرہ کی طرف منتقل کر دیئے گئے اور وہاں پر ان کی قبر کا ہونا مشہور ہے۔ (رضی اللہ عنہ وارضاہ)

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ: حضرت عبداللہ بن زبیرؓ ان کی کنیت ابوبکر ہے یہ اسدی قریشی ہیں ان کی یہ کنیت ان کے نانا جان حضرت ابوبکرؓ کی کنیت پر اور ان کا نام حضرت ابوبکرؓ کے نام پر آنحضرت ﷺ نے رکھا تھا مدینہ میں مہاجرین میں سب سے پہلے اسلامی بچے تھے۔ اھ میں پیدا ہوئے حضرت ابوبکرؓ نے ان کے کان میں اذان کہی۔ ان کی والدہ اسماء نے مقام قباء میں ان کو جنا اور ان کو آنحضرت ﷺ کی گود میں رکھ دیا آپ ﷺ نے چھوہارا منگوایا اور اس کو چبایا اور کچھ لعاب آپ ﷺ نے ان کے منہ میں ڈالا اور چھوہارا چبا کر ان کے تالو سے لگایا تو سب سے پہلی چیز جو ان کے پیٹ میں گئی وہ حضور ﷺ کا لعاب مبارک تھا پھر آپ ﷺ نے ان کے لئے برکت کی دعا فرمائی اور یہ بالکل صاف چہرے والے تھے ایک بال بھی ان کے چہرے پر نہ تھا۔ نہ داڑھی تھی' بڑے روزے رکھنے والے اور بہت نوافل پڑھنے والے تھے موٹے تازے تھے' بڑے قوی بارعب تھے' حق بات ماننے والے تھے' تعلقات اور رشتہ کے قائم رکھنے والے تھے ان میں وہ باتیں جمع تھیں جو دوسروں میں نہ تھیں چنانچہ ان کے والد حضور ﷺ کے مصاحبین میں سے تھے ان کی والدہ اسماء ابوبکرؓ کی بیٹی تھیں ان کے نانا حضرت ابوبکرؓ تھے ان کی دادی صفیہ آنحضرت ﷺ کی پھوپھی تھیں ان کی خالہ حضرت عائشہؓ تھیں جو ازواج مطہرات میں سے ہیں آنحضرت ﷺ سے بیعت کی جبکہ ان کی عمر آٹھ سال کی تھی۔

حجاج بن یوسف نے مکہ میں ان کو شہید کیا اور منگل کے دن ۱۷ جمادی الثانیہ ۷۳ھ کو انہیں سولی پر لٹکا دیا گیا۔ ان کے لئے ۶۴ھ میں خلافت کے لئے بیعت لی گئی اس سے پہلے ان کی خلافت کی کوئی بات چیت نہ تھی ان کی خلافت ماننے پر اہل حجاز' یمن' عراق' خراسان وغیرہ سوائے شام کے یا کچھ حصہ شام کے سب تیار تھے اور لوگوں کو اپنے ساتھ لے کر آٹھ حج کئے۔ ان سے ایک بڑی جماعت روایت کرتی ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کی دعا

۶۰۷۹/۴۹ وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ عُمَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ لِمُعَاوِیَةَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِیًا مَّهْدِیًّا وَّاهْدِ بِهٖ۔ (رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ٦٤٥/٥ حدیث رقم ٣٨٤٢ و احمد فی المسند ٢١٦/٤۔

ترجمہ: حضرت عبدالرحمان بن عمیرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت معاویہ کی نسبت فرمایا اے اللہ اسے راہ راست دکھانے والا اور راست پایا ہوا بنا اور لوگوں کو اس کے ذریعے ہدایت عطا فرما۔ (ترمذی)

تشریح ۞ حضرت معاویہؓ بن ابی سفیانؓ: حضرت معاویہؓ کی ولادت رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پانچ سال پہلے ہوئی تھی حضرت ابوسفیان کے بیٹے ہیں قریشی اور اموی ہیں۔ ان کی والدہ ہند بنت عتبہ ہیں یہ خود اور ان کے والد فتح مکہ کے موقعہ پر مسلمان ہونے والوں میں سے ہیں لیکن حقیقت اس کے خلاف ہے خود اپنے ایمان لانے کا واقعہ بتلاتے ہوئے فرماتے کہ جب اہل مکہ نے رسول اللہ ﷺ کو عمرہ کرنے سے منع کر دیا اور آپ ﷺ کے اور مکہ والوں کے درمیان صلح نامہ لکھے جانے کے بعد آپ

مدینہ طیبہ واپس جانے لگے تو مجھے آپ ﷺ کے نبی برحق ہونے کا یقین ہو گیا تھا اور جب آئندہ سال آپ عمرہ کرنے کے لئے تشریف لائے ہیں۔ تو میں مسلمان ہو چکا تھا لیکن والدین کے خوف سے اسلام کو چھپائے رکھا اور فتح مکہ کے دن جب والدین بھی مسلمان ہو گئے تو میں نے بھی اپنے اسلام کا اظہار کر دیا۔ (یسر اعلام النبلاء)

آنحضرت ﷺ کی وحی کی کتابت کرنے والوں میں حضرت معاویہ بھی شامل ہیں کہا گیا ہے کہ انہوں نے وحی بالکل نہیں لکھی البتہ آپ ﷺ کے مراسلات یہی لکھتے تھے ابن عباسؓ اور ابو سعیدؓ نے ان سے روایت کی اپنے بھائی یزید کے بعد شام کے حاکم مقرر ہوئے اور حضرت عمرؓ کے زمانہ سے وفات تک حاکم ہی رہے یہ کل مدت چالیس سال ہے حضرت حسن بن علیؓ نے ۴۱ھ میں خلافت ان کے سپرد کر دی تھی پھر مسلسل بیس سال تک زمام حکومت ان کے ہاتھ میں رہی۔ رجب ۶۰ھ میں ۷۵ سال کی عمر میں دمشق میں انتقال ہوا آخر عمر میں لقوہ کی بیماری لاحق ہو گئی تھی اپنی زندگی کے آخری ایام میں کہا کرتے تھے کاش کہ میں وادی ذی طویٰ میں قریش کا ایک آدمی ہوتا اور یہ حکومت وغیرہ کچھ نہ جانتا ان کے پاس آنحضرت ﷺ کی چادر' قمیص اور ازار اور کچھ موئے مبارک اور ناخن موجود تھے انہوں نے وصیت کی تھی کہ مجھے آپ ﷺ کی قمیص' ازار اور چادر میں کفن دیا جائے اور میری ناک اور منہ اور ان اعضا میں جن سے سجدہ کیا جاتا ہے آنحضرت ﷺ کے بال مبارک اور ناخن بھر دیے جائیں اور مجھے میرے ارحم الراحمین رب کے سامنے تنہا چھوڑ دیا جائے (وہ میرے ساتھ جو معاملہ مناسب جانیں گے کریں گے)

حضرت معاویہ کو اللہ تعالیٰ نے ظاہری و باطنی کمالات سے وافر حصہ عطا فرمایا تھا وہ بہت ہی حسین و جمیل' طویل القامت' باوقار حلیم و بردبار نہایت ذہین اور معاملہ فہم شخص تھے آپ ﷺ نے متعدد باران کے لئے دعائیں فرمائیں ایک باران کے لئے دعا فرمائی: اللهم علمه الكتاب والحساب وقه العذاب اے اللہ معاویہ کو کتابت' فن حساب سکھا دیجئے اور ان کو آخرت کے عذاب سے بچائیے اور اسی کے ساتھ بعض روایات میں یہ الفاظ بھی زائد ہیں ومكن له في البلاد یعنی ملکوں ملکوں ان کو اقتدار نصیب فرما۔ اسی طرح اس زیر بحث حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے ان کو یہ دعا دی کہ اے اللہ معاویہ کو اپنے بندوں کے لئے ذریعہ ہدایت اور خود ہدایت یافتہ بنا دیجئے اور ان سے ہدایت کا کام بھی لے لیجئے۔ (رضی اللہ عنہ وارضاہ)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے برضا و رغبت مؤمن ہونے کی تصدیق

۶۰۸۰/۵۰ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْلَمَ النَّاسُ وَآمَنَ عَمْرُو ابْنُ الْعَاصِ۔ (رواه الترمذي وقال هذا حديث غريب وليس اسناده بالقوي)

أخرجه الترمذي في السنن ٥/٦٤٥ حديث رقم ٣٨٤٤ و احمد في المسند ٤/١٥٥۔

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامرؓ سے مروی ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا دوسرے لوگ اسلام لائے لیکن عمرو بن العاصؓ ایمان لائے۔ (اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا کہ یہ حدیث غریب ہے اور اس کی سند قوی نہیں ہے)۔ (ترمذی)

تشریح ۞ حضرت عمرو بن العاصؓ: اسلام لانے سے پہلے ان کا شمار سرداران قریش میں ہوتا تھا نہایت جری اور ذہانت وفطانت

میں ضرب المثل تھے حضرت خالد بن ولیدؓ کے ساتھ مدینہ طیبہ حاضر ہو کر ۸ھ میں ایمان لائے لیکن خود اپنے ایمان لانے کا واقعہ بیان کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مدینہ طیبہ آنے سے پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری اور بیعت علی الاسلام ہجرت خالد کے ساتھ ہی ہوئی۔

چنانچہ حضرت سعد فرماتے ہیں کہ غزوہ خندق سے واپسی کے بعد مکہ آ کر میں نے خاندان قریش کے کچھ ایسے لوگوں کو جمع کیا جو مجھ سے قریبی تعلق رکھتے تھے اور میرا احترام کرتے تھے میں نے ان سے کہا کہ میرا خیال یہ ہے کہ اب تو بظاہر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کا بول بالا ہو کر ہی رہے گا میری رائے یہ ہے کہ ہم لوگ ملک حبشہ چلے جائیں اور بادشاہ نجاشی کی حمایت میں رہیں۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اہل مکہ پر غالب آ بھی جائیں گے تب بھی ہم وہاں محفوظ رہیں گے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ماتحتی میں رہنے کے مقابلے میں نجاشی کی ماتحتی میں رہنا پسند ہے اور اگر اہل مکہ غالب آ گئے تو اہل مکہ میں ہمارا مقام تو معروف ہی ہے۔ میرے ساتھیوں نے میری تائید کی اور میں بہت سے ہدایا لے کر نجاشی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہاں میں نے حضرت عمرو بن امیہ ضمری کو دیکھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد کی حیثیت سے نجاشی کے پاس آئے تھے میں نے نجاشی سے کہا یہ شخص ہمارے دشمن (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کا قاصد ہے اس کو ہمارے حوالے کر دیا جائے تاکہ ہم اس کو قتل کر دیں۔ نجاشی نے میری اس بات پر بہت ناگواری کا اظہار کیا اور کہا جانتے نہیں یہ شخص کس کا قاصد ہے وہ اسی طرح اللہ کا رسول ہے جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے رسول تھے میں نے کہا کیا واقعی؟ نجاشی نے کہا تمہارا برا ہو۔ تم میری اطاعت اور ان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرو واللہ وہ بالکل برحق ہیں اور واللہ وہ اپنے مخالفین پر اسی طرح غالب آ جائیں جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون اور اس کے لشکر پر غالب آ گئے تھے اس کے بعد حضرت عمرو بن العاصؓ نے نجاشی کے ہاتھ پر بیعت علی السلام کر لی وہیں سے اپنے ساتھیوں کو چھوڑ کر مدینہ کی راہ لی۔ راستہ میں حضرت خالدؓ ملے اور ان کے ساتھ مدینہ طیبہ جا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی اور اسلام کا اظہار کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کرنے کی مزید تفصیل ہے فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ہاتھ بڑھائیے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرنا چاہتا ہوں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف ہاتھ بڑھایا تو میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمرو کیا ہوا۔ میں نے عرض کیا ایک شرط پر بیعت کرتا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا شرط ہے میں نے عرض کیا میرے ماضی کے تمام گناہ معاف ہونے چاہئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ایمان لانے سے ماضی کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں ایسے ہی ہجرت پچھلے سارے گناہ کو ختم کر دیتی ہے۔

حضرت عمرو بن العاصؓ بڑے بہادر نہایت ذہین و فطین اور میدان جنگ میں کارہائے نمایاں انجام دینے والے صحابی ہیں ان کے ایمان لانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی صلاحیتوں کو خوب استعمال فرمایا۔

حضرت عمرو بن العاصؓ حالت کفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے سخت دشمن تھے اور مسلمانوں کو قتل کرنے کے در پے رہتے تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ ان کے دل سے پرانی وحشت کا اثر ختم ہو جائے اور وہ اپنے آپ کو محفوظ اور مامون سمجھیں اور رحمت خدا سے ناامید نہ ہوں اس لئے انہیں بڑے بڑے صحابہ کرام کی موجودگی میں لشکر کا امیر بنا کر بھیجا۔ غزوہ ذات السلاسل کے لئے جانے والے لشکر میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی موجود تھے لیکن امیر لشکر حضرت عمرو بن العاصؓ کو بنایا گیا۔

ایک بار حضور ﷺ نے ان کے لئے دعا فرمائی "اللهم صل علی عمرو بن العاص فانه یحبك و یحب رسولك" اے اللہ عمرو بن العاص پر رحمتیں نازل فرما اس لئے کہ وہ آپ سے اور آپ کے رسول سے محبت کرتا ہے۔ آپ ﷺ نے ایک بار ان کے لئے تین بار "یرحم الله عمروا" دعا فرمائی کسی صحابہ نے وجہ دریافت فرمائی تو فرمایا وہ اللہ کے راستے میں بے دریغ خرچ کرتا ہے ایک روایت میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ عمرو بن العاص قریش کے بہترین لوگوں میں سے ہیں اسی طرح حضور ﷺ نے ان کو فرمایا ایک الرشید یعنی بے شک تو ارجمند ہے ایک حدیث میں ہے کہ عمرو بن العاص اور ان کا بھائی ہشام بن العاص مؤمن ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ عمرو بن العاص اوروں سے بہتر صدقہ لے کر آتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ ان کے ایمان لانے کی بڑی قدر فرماتے تھے چنانچہ فرماتے اسلم الناس و آمن عمرو بن العاص اس روایت میں الناس سے مراد وہ قریش مکہ ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے دن اسلام قبول کیا یعنی جب اسلام غالب آ گیا اور ان کے لئے قبول اسلام کے سوا کوئی چارہ کار نہ رہا تو وہ اسلام لے آئے اگرچہ بعد میں یہ لوگ کامل الایمان مضبوط اور مخلص مسلمان بن گئے تھے ان لوگوں کے برخلاف حضرت عمرو بن العاص فتح مکہ سے پہلے ہی برضا و رغبت ایمان لے آئے تھے گویا حضور ﷺ یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ باقی لوگ قریش مکہ میں سے ڈر کی وجہ سے اسلام لائے جبکہ حضرت عمرو بن العاص اپنی خوشی اور دلی رغبت اور اللہ اور اس کے رسول کی محبت کی وجہ سے ایمان لائے۔

ابن الملک فرماتے ہیں کہ حضرت عمرو بن العاص کے برضا و رغبت اسلام قبول کرنے کا خصوصیت سے اس لئے ذکر کیا کہ ان کے دل میں اسلام کی حقانیت حبشہ میں پیوست ہو گئی تھی جب شاہ حبشہ نجاشی نے ان کے سامنے حضور ﷺ کی نبوت کا اقرار کیا۔ پس اسلام لانے کے لئے ایسے وقت میں متوجہ ہوئے جبکہ ان کو دعوت دینے والا کوئی بھی نہ تھا پھر یہ فی الفور مدینہ دوڑے اور مشرف باسلام ہوئے۔

وفات کے وقت بہت بے چین اور بے قرار تھے ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ نے اس کی وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ مجھ پر تین دور گزرے ہیں ایک دور وہ تھا جب میں رسول اللہ ﷺ سے سخت دشمنی رکھتا تھا دوسرا دور اسلام لانے کا ہے کہ میں نے اسلام قبول کیا اور حضور ﷺ کی صحبت اٹھائی۔ تیسرا دور حضور ﷺ کے بعد کا ہے جس میں امارت و ولایت سے واسطہ پڑا اور دنیا کے بسبب جو کچھ پہنچا وہ تمہیں معلوم ہے بے قرار اور بے چین اس لئے ہوں کہ معلوم نہیں اللہ پاک ان تین حالتوں میں سے کس حالت کے اعتبار سے مجھ سے معاملہ فرمائیں گے۔ ۴۳ھ میں عید کی رات مصر میں وفات پائی اور عید الفطر کے دن دفن ہوئے آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ (رضی اللہ عنہ وارضاہ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد حضرت عبداللہ سے اللہ پاک کا بلا حجاب ہم کلام ہونا

۶۰۸۱/۵۱ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ لَقِيَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا جَابِرُ مَالِيْ اَرَاكَ مُنْكَسِرًا قُلْتُ اسْتُشْهِدَ اَبِيْ وَتَرَكَ عِيَالًا وَدَيْنًا قَالَ اَفَلَا اُبَشِّرُكَ بِمَا لَقِيَ اللّٰهُ بِهٖ اَبَاكَ قُلْتُ بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا كَلَّمَ اللّٰهُ اَحَدًا قَطُّ اِلَّا مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ وَاَحْيَا اَبَاكَ فَكَلَّمَهٗ كِفَاحًا قَالَ يَا عَبْدِيْ تَمَنَّ عَلَيَّ اُعْطِكَ

قَالَ يَارَبِّ تُحْيِيْنِيْ فَاُقْتَلُ فِيْكَ ثَانِيَةً قَالَ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اِنَّهٗ قَدْ سَبَقَ مِنِّيْ اَنَّهُمْ لَا يُرْجَعُوْنَ فَنَزَلَتْ فَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا اَلْاٰيَةَ۔ (رواہ الترمذی)

أخرجه الترمذي في السنن ٥/٢١٤ حديث رقم ٣٠١٠ وابن ماجه في السنن ١/٦٨ حديث رقم ١٩٠ و احمد في المسند ٣٦١/٣

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک روز مجھے ملے اور فرمایا کیا بات ہے میں تجھے غمگین وافسردہ پاتا ہوں؟ میں نے عرض کیا میرے والد شہید ہوگئے ہیں اور انہوں نے کنبہ اور قرض چھوڑا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کیا میں تجھے یہ خوشخبری نہ دوں کہ خدا نے تیرے والد کے ساتھ کیا معاملہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ نے فرمایا خدا تعالیٰ نے آج تک جس شخص سے کلام کیا پردے کے پیچھے سے کیا ہے لیکن تیرے والد کو خدا تعالیٰ نے زندہ کیا اور پھر اس کے روبرو گفتگو کی اور فرمایا اے میرے بندے مجھ سے آرزو کر (یعنی جس چیز کو دل چاہتا ہے مانگ) میں تجھے دوں گا تیرے باپ نے کہا میرے پروردگار مجھے پھر زندہ کردے تاکہ میں تیری راہ میں شہید ہو جاؤں اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرا یہ حکم نافذ ہو چکا ہے کہ مرنے کے بعد کوئی دوبارہ دنیا میں نہ جائے گا اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝

''اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ہیں ان کو مردہ مت خیال کرو بلکہ وہ لوگ اپنے رب کے پاس (ایک ممتاز حیات کے ساتھ) زندہ ہیں ان کو رزق بھی ملتا ہے (اور) وہ خوش ہیں اس چیز سے جو ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے عطا فرمائی اور جو لوگ ان کے پاس نہیں پہنچے ان سے پیچھے رہ گئے ہیں ان کی بھی اس حالت پر وہ خوش ہوتے ہیں کہ ان پر بھی کسی طرح کا خوف واقع ہونے والا نہیں اور نہ وہ مغموم ہوں گے''۔ (ترمذی)

تشریح ۞ حضور ﷺ نے حضرت جابرؓ کو جب پریشان اور غمگین دیکھا اور وجہ دریافت کی تو انہوں نے عرض کیا کہ والد کی شہادت ہوگئی ہے وہ پسماندگان میں بہت سی اولاد کو چھوڑ گئے ہیں اور ان پر قرضہ بھی بہت ہے ان دو وجوں سے پریشان ہوں۔ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا کہ کیا تمہیں خوشخبری نہ سناؤں کہ تیرے والد کے ساتھ اللہ پاک نے کیا معاملہ فرمایا۔

حضور ﷺ کا یہ جواب بھی بطور اسلوب حکیم کے ہے کہ تمہیں ان کی کثرت عیال اور کثرت دین سے جو دنیا کی باتیں ہیں پریشان نہیں ہونا چاہئے یہ پریشانیاں تو اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ کی برکت سے دور فرما دیں گے تمہیں میں خوشخبری سناتا ہوں کہ تمہارے والد کو اللہ تعالیٰ کے ہاں کتنا قرب اور عزت عطا ہوئی ہے یہ سن کر خوش رہو اور دنیاوی غم بھلا دو۔

پھر حضور ﷺ نے حضرت عبداللہ کے بارے میں یہ بشارت سنائی کہ اللہ پاک نے ان کو زندہ کر کے ان سے بالمشافہ بغیر حجاب اور بغیر واسطہ کے کلام فرمایا حالانکہ ان کے علاوہ کسی اور سے اس طرح کلام نہیں فرمایا اس میں اشارہ ہے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی طرف: وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ ...... لیکن یہ حکم دنیا کے ساتھ مقید ہے اس

لئے کہ آخرت میں مؤمنین کو اللہ پاک کی زیارت اور بغیر حجاب کے ہمکلامی کا شرف حاصل ہوگا۔

یہاں یہ اعتراض ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ○ فَرِحِيْنَ بِمَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○

''اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ہیں ان کو مردہ مت خیال کرو بلکہ وہ لوگ اپنے رب کے پاس (ایک ممتاز حیات کے ساتھ) زندہ ہیں' ان کو رزق بھی ملتا ہے (اور) وہ خوش ہیں اس چیز سے جو ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے عطا فرمائی اور جو لوگ ان کے پاس نہیں پہنچے ان سے پیچھے رہ گئے ہیں ان کی بھی اس حالت پر وہ خوش ہوتے ہیں کہ ان پر بھی کسی طرح کا خوف واقع ہونے والا نہیں اور نہ وہ مغموم ہوں گے'' ''واحیا اباک'' یعنی تیرے والد کو اللہ تعالیٰ نے زندہ کیا جبکہ قرآن پاک سے سمجھ میں آتا ہے کہ شہید تو ویسے ہی زندہ ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں "بل احیاء عند ربھم" اصل میں تھا "بل احیاء عند ربھم" تو جو پہلے سے زندہ ہے اس کو زندہ کرنے کا کیا مطلب ہے؟

اس کے مختلف جواب دیئے گئے ہیں مثلاً:

نمبر ۱: دراصل اللہ تعالیٰ نے اس روح کو سبز رنگ کے پرندے کے جوف میں کر دیا یا روح کی وجہ سے اس پرندہ کو زندہ فرمایا زندہ کرنے سے یہ مراد ہے یعنی پرندے میں شہید کی روح ڈالنا۔

نمبر ۲: احیاء یعنی زندہ کرنے سے مراد روح کی قوت کو زیادہ کرنا ہے تاکہ وہ اس وقت کے ساتھ اللہ پاک کا مشاہدہ کر سکے۔

حضرت عبداللہ سے اللہ پاک نے ان کی خواہش دریافت فرمائی تو انہوں نے عرض کیا یا اللہ مجھے واپس دنیا میں بھیج دے تاکہ دوبارہ تیری راہ میں جان قربان کروں اللہ پاک نے فرمایا کہ یہ بات طے ہو چکی ہے کہ فوت ہونے والوں کو دوبارہ دنیا میں نہیں بھیجا جائے گا۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ دوبارہ دنیا میں نہ بھیجنے سے مراد یہ ہے کہ ان کو اس طور پر دنیا میں نہیں بھیجا جائے گا کہ وہ دنیا میں واپس جا کر لمبی زندگی گزاریں مطلقاً دنیا میں واپس جانا مراد نہیں ہے۔ اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام وغیرہ کے مردوں کو زندہ کرنے سے اس پر اعتراض لازم نہیں آئے گا۔

زیادہ بہتر یہ ہے کہ حدیث میں انھم لا یرجعون سے مراد یا تو صرف اہل احد ہیں یا مطلق شہداء مراد ہیں تاکہ حضرت عزیر کے قصہ کی وجہ سے اعتراض لازم نہ آئے۔

اس حدیث سے چند باتیں ثابت ہوتی ہیں۔

نمبر ۱: آباء کی عزت و کرامت' فضل و شرافت اولاد کی طرف بھی سرایت کرتی ہے جبکہ اولاد صراط مستقیم پر ہو۔

نمبر ۲: اولاد کو اپنے آباء کے خوش ہونے سے خوش ہونا چاہیے۔

نمبر ۳: حضرت جابرؓ کے والد حضرت عبداللہ گزشتہ تمام شہداء سے اس اعتبار سے افضل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے بغیر حجاب اور بغیر کسی واسطے کے کلام فرمایا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے لئے پچیس مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دعاء مغفرت فرمانا

۶۰۸۲/۵۲ وَعَنْهُ قَالَ اسْتَغْفَرَلِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسًا وَعِشْرِيْنَ مَرَّةً۔

(رواہ الترمذی)

أخرجه الترمذي في السنن ٤٨١٥ حديث رقم ٣٨٥٢۔

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے پچیس مرتبہ مغفرت کی دعا مانگی۔ (ترمذی)

تشریح: حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ کی کنیت ابوعبداللہ ہے مدینہ طیبہ کے رہنے والے ہیں قبیلہ سلیم سے ان کا تعلق ہے بچپن میں اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمروؓ کے ساتھ مکہ معظمہ جا کر مشرف باسلام ہوئے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے آئے تو اس وقت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریبی تعلق رہا لیکن چونکہ کم عمر بھی تھے اور اپنے والد کے اکلوتے بیٹے اور نو بہنوں کے بھائی تھے اس لئے غزوہ احد میں شریک نہ ہو سکے۔

حضرت جابرؓ کی کم عمری کی وجہ سے اکابر صحابہ کرام کی صف میں شمار نہیں ہوتے لیکن اپنے علم وفضل کے اعتبار سے ان کا شمار جلیل القدر صحابہ میں ہوتا ہے وہ جس طرح غزوات میں بکثرت شریک ہونے والے ہیں اسی طرح مکثرین فی الحدیث صحابہ میں بھی ان کا شمار ہوتا ہے خود فرماتے ہیں کہ ۱۹ غزوات میں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرکت کی غزوہ بدر اور احد میں شریک نہ ہو سکا اس لئے کہ والد صاحب خود جاتے تھے اور مجھے منع کرتے تھے لیکن غزوہ احد میں والد صاحب کی شہادت کے بعد میں کسی غزوہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہونے سے محروم نہ رہا۔

یہ مکثرین فی الحدیث بھی ہیں ان کی روایت کردہ احادیث کی تعداد ۱۵۴۰ ہے۔ والد کی شہادت کے بعد والد کے قرضہ اور اہل وعیال کی کثرت کی وجہ سے کچھ مالی پریشانیوں میں مبتلا رہے لیکن ان کی اس خستہ حالی کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ مختلف صورتوں سے داد ودہش کا معاملہ کرتے رہتے تھے ایک بار سفر سے واپسی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا اونٹ خریدا اور جب وہ اپنے اونٹ سے اترنے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اترنے سے منع فرما دیا اور مدینہ طیبہ آ کر اونٹ بھی ان کو دے دیا اور اس کی قیمت بھی۔ سفر کی اسی رات کے متعلق جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا اونٹ خریدا تھا حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات میرے لئے پچیس بار دعاء مغفرت فرمائی تھی۔

حضرت جابرؓ نے خاصی طویل عمر پائی آخر عمر میں ان کی بینائی جاتی رہی ان کی وفات ۷۸ھ میں ہوئی جبکہ ان کی عمر ۹۴ سال تھی وہ ان صحابہ کرام میں جو مدینہ سے مکہ آ کر اسلام لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقبہ (جو منیٰ کا ایک حصہ ہے) میں بیعت کی سب سے آخر میں وفات پانے والے صحابی ہیں۔

اس زیر بحث حدیث میں حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے پچیس بار دعاء مغفرت فرمائی لیکن اس میں یہ وضاحت نہیں کہ ایک ہی مجلس میں پچیس بار دعا فرمائی یا کئی مجلسوں میں جبکہ دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی مجلس میں یہ دعا فرمائی تھی چنانچہ حضرت جابرؓ ہی کی روایت ہے استغفرلی رسول اللہ ﷺ ليلة البعير خمسا وعشرين

اور اونٹ والی رات سے کیا مراد ہے یہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ کی فضیلت

۵۳/۶۰۸۳ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمْ مِنْ اَشْعَثَ اَغْبَرَ ذِيْ طِمْرَيْنِ لَا يُؤْبَهُ لَهُ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهُ مِنْهُمُ الْبَرَاءُ بْنُ مَالِكٍ۔ (رواه الترمذی والبیهقی فی دلائل النبوة)

أخرجه الترمذي في السنن ۶۵۰/۵ حديث رقم ۳۸۵۴ والبيهقي في دلائل النبوة ۳۶۸/۶۔

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بہت سے پراگندہ حال خاک آلود بالوں والے دو کپڑے پہنے ہوئے جن کی طرف توجہ نہیں کی جاتی اگر خدا کے اعتماد پر قسم کھائیں تو خدا ان کی قسم کو ضرور پورا کر دیتا ہے ان میں سے ایک براء بن مالک بھی ہیں۔ (ترمذی' بیہقی فی دلائل النبوۃ)

تشریح: حضرت براء بن مالکؓ حضرت انس بن مالکؓ کے حقیقی بھائی ہیں فضلاء صحابہ میں سے ہیں۔ انتہائی شجاع اور قوی اور پہلوان تھے غزوہ احد اور اس کے بعد کے غزوات میں شریک رہے اللہ پاک نے ایسی دقت عطا فرمائی تھی کہ باقاعدہ مقابلے میں تنہا ایک سو مشرکین کو موت کے گھاٹ اتارا اور جن کو میدان جنگ میں جہنم واصل کیا وہ ان کے علاوہ ہیں۔ مسیلمہ کذاب کے خلاف جنگ یمامہ میں انتہائی جانبازی اور دلیری کا مظاہرہ کیا اور ۲۰ھ میں شہید ہوئے۔

اہل بیت اور انصار رضی اللہ عنہم کی فضیلت

۵۴/۶۰۸۴ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اِنَّ عَيْبَتِيَ الَّتِيْ اٰوِيْ اِلَيْهَا اَهْلُ بَيْتِيْ وَاِنَّ كَرِشِيَ الْاَنْصَارُ فَاعْفُوْا عَنْ مُسِيْئِهِمْ وَاقْبَلُوْا عَنْ مُحْسِنِهِمْ۔

(رواه الترمذی وقال هذا حدیث حسن صحیح)

أخرجه الترمذي في السنن ۶۷۳/۵ حديث رقم ۳۹۰۴ واحمد في المسند ۸۹/۳۔

ترجمہ: حضرت ابوسعیدؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آگاہ رہو میرے معتمد علیہ لوگ جن میں میں ٹھکانا حاصل کرتا ہوں میرے اہل بیت ہیں اور میرے دلی دوست انصار ہیں پس تم انصار کے برے لوگوں کی خطائیں معاف کرو۔ اور ان کے نیکوکاروں کے عذر کو قبول کرو۔ (ترمذی)

تشریح: عیبہ کا معنی پہلے گزر چکا ہے وہاں یہ انصار کے لئے استعمال ہوا ہے اور اس حدیث میں اہل بیت کو عیبہ قرار دیا ہے ان میں کوئی تضاد نہیں اس لئے کہ انصار کو عیبہ قرار دینے سے دوسرے سے اس کی نفی نہیں ہوتی خصوصاً اہل بیت کہ وہ اس صفت کے ساتھ خصوصیت سے متصف تھے۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ مسیئہم اور محسنہم کی ضمیر اہل بیت اور انصار دونوں کی طرف راجع ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ ضمیر انصار کی طرف راجع ہو لیکن اہل بیت اس میں بطریق اولیٰ داخل ہوں گے۔

۶۰۸۵/۵۵ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یُبْغِضُ الْاَنْصَارَ اَحَدٌ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ۔ (رواه الترمذی وقال هذا حدیث صحیح)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۸۶/۱ حدیث رقم (۱۳۰۔۷۰) والترمذی فی السنن ۶۷۱/۵ حدیث رقم ۳۹۰۶ و احمد فی المسند ۳۰۹/۱۔

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص خدا پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ انصار سے بغض نہیں رکھ سکتا۔ (ترمذی)

۶۰۸۶/۵۶ وَعَنْ اَنَسٍ عَنْ اَبِیْ طَلْحَةَ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِقْرَأْ قَوْمَكَ السَّلَامَ فَاِنَّهُمْ مَا عَلِمْتُ اَعِفَّةٌ صُبُرٌ۔ (رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۶۷۰/۵ حدیث رقم ۳۹۰۳ و احمد فی المسند ۱۵۰/۳۔

حضرت انسؓ حضرت ابوطلحہؓ سے روایت کرتے ہیں ابوطلحہؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اپنی قوم سے میرا اسلام کہو اس لئے کہ جہاں تک میں جانتا ہوں تیری قوم پاکباز اور صابر ہے۔ (ترمذی)

بدر اور حدیبیہ میں شریک ہونے والوں کی فضیلت

۶۰۸۷/۵۷ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ عَبْدًا لِحَاطِبٍ جَاءَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَشْکُوْا حَاطِبًا اِلَیْهِ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَیَدْخُلَنَّ حَاطِبٌ النَّارَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَذَبْتَ لَا یَدْخُلُهَا فَاِنَّهٗ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا وَّالْحُدَیْبِیَّةَ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۱۹۴۲/۴ حدیث رقم (۱۶۲۔۲۱۹۵) والترمذی فی السنن ۶۵۴/۵ حدیث رقم ۳۸۶۵ و احمد فی المسند ۳۲۵/۳۔

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ حضرت حاطبؓ کا ایک غلام نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت حاطبؓ کی شکایت کی اور کہا کہ حاطب ضرور دوزخ میں داخل ہوگا یا رسول اللہ ﷺ (یعنی چونکہ وہ مجھ پر بہت ظلم کرتا ہے) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو نے جھوٹ کہا وہ دوزخ میں نہ جائے گا اس لئے کہ وہ بدر اور حدیبیہ میں شریک تھا۔ (مسلم)

تشریح: حضرت حاطبؓ کے غلام نے کہا کہ وہ مجھ پر ظلم کرنے کی وجہ سے ضرور جہنم میں جائیں گے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا "کذبت" یعنی تیرا اتنے جزم اور تاکید کے ساتھ ان کو جہنمی کہنا جھوٹ اور غلط ہے۔

چونکہ وہ بدر اور حدیبیہ میں شریک تھے اس لئے وہ دوزخ میں نہ جائیں گے حضور ﷺ کا یہ فرمان یا تو جزماً تھا کہ یقیناً یہ جنت میں جائیں گے یا رجاء اور امید کے طور پر تھا کہ اللہ پاک سے امید ہے کہ بدر اور حدیبیہ میں شریک ہونے کی وجہ سے ان کو جہنم میں نہ بھیجیں گے یا اس وجہ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مؤمن کہہ کر خطاب فرمایا تھا چنانچہ ارشاد ربانی ہے: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّکُمْ اَوْلِیَآءَ۔ اور یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ یہ آیت حضرت حاطبؓ سے غلطی سرزد ہونے پر

ان کو تنبیہ کرنے کے لئے نازل ہوئی ہے۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اور اہل فارس کی فضیلت

۵۸/۲۰۸۸ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَلَا هٰذِهِ الْاٰیَةَ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ ثُمَّ لَا یَکُوْنُوْا اَمْثَالَکُمْ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ هٰؤُلَاءِ الَّذِیْنَ ذَکَرَ اللّٰهُ اِنْ تَوَلَّیْنَا اسْتُبْدِلُوْا بِنَا ثُمَّ لَا یَکُوْنُوْا اَمْثَالَنَا فَضَرَبَ عَلٰی فَخِذِ سَلْمَانَ الْفَارِسِیِّ ثُمَّ قَالَ هٰذَا وَقَوْمُهٗ وَلَوْ کَانَ الدِّیْنُ عِنْدَ الثُّرَیَّا لَتَنَاوَلَهٗ رِجَالٌ مِنَ الْفُرْسِ۔ (رواه الترمذی)

أخرجه الترمذی فی السنن ۶۸۲/۵ حدیث رقم ۳۲۶۰

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی وَاِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ ثُمَّ لَا یَکُوْنُوْا اَمْثَالَکُمْ یعنی اگر تم اعراض کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے بدلے میں دوسری قوم مقرر کر دے گا اور وہ قوم تمہاری طرح نہ ہوگی۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ کون لوگ ہیں جن کا ذکر اللہ پاک نے کیا ہے کہ اگر ہم روگردانی کریں گے تو ان کو ہماری جگہ مقرر کر دیں گے اور وہ ہم جیسے نہ ہوں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سلمان فارسیؓ کی ران پر ہاتھ مارا اور پھر فرمایا یہ شخص اور اس کی قوم۔ اگر دین ثریا (آسمان) پر بھی ہو تو فارس کے بہت سے لوگ اس کو وہاں سے بھی حاصل کر لیں گے۔ (ترمذی)

تشریح ۞ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ پاک مؤمنین سے خطاب فرما رہے ہیں کہ اگر تم نے محمد ﷺ پر ایمان لانے سے اور دین کی مدد و نصرت سے اعراض کیا تو اللہ پاک تمہارے بدلے میں ایسی قوم لائیں جو تم جیسے نہ ہوں گے بلکہ تم سے افضل اور بہتر ہوں گے صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ وہ کون لوگ ہو سکتے ہیں تو حضور ﷺ نے حضرت سلمانؓ کی ران پر ہاتھ مارا (اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ حضرت سلمانؓ اس وقت حضور ﷺ کے قریب بیٹھے ہوئے تھے) اور فرمایا یہ اور اس کی قوم۔

پھر فرمایا کہ اگر دین ثریا ستارے پر پہنچ جائے تو فارس میں بہت سے لوگ وہاں سے بھی اس کو حاصل کر لیں گے۔

فرس (فاء کے ضمہ اور راء ساکن کے ساتھ) مبعنی عجمی لوگوں کی جماعت اس کا تعلق خواہ کسی علاقہ اور زبان سے ہو۔ یا اس سے مراد وہ لوگ ہیں جن کی زبان فارسی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہوں جن کا تعلق ملک فارس سے ہے جس میں شیراز بھی داخل ہے۔ لیکن پہلا احتمال آئندہ حدیث کی وجہ سے زیادہ ظاہر ہے۔

اہل عجم پر اعتماد کا اظہار

۵۹/۲۰۸۹ وَعَنْهُ قَالَ ذُکِرَتِ الْاَعَاجِمُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَاَنَا بِهِمْ اَوْ بِبَعْضِهِمْ اَوْثَقُ مِنِّیْ بِکُمْ اَوْ بِبَعْضِکُمْ۔ (رواه الترمذی)

أخرجه الترمذی فی السنن ۶۸۲/۵ حدیث رقم ۳۹۳۲

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے عجمیوں کا ذکر کیا گیا (یعنی ان قوموں کا جو عرب میں نہیں ہیں) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں ان عجمیوں پر یا ان میں سے بعض لوگوں پر تم سے یا تمہارے بعض لوگوں سے زیادہ اعتماد و بھروسہ رکھتا ہوں۔ (ترمذی)

تشریح: اس حدیث میں خطاب خاص قوم کو ہے کہ جن کو انفاق فی سبیل اللہ کا حکم دیا گیا تھا لیکن انہوں نے سستی اور کاہلی کا مظاہرہ کیا ان کو عار دلانے کے لئے آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا بہرحال اس سے عجمیوں کی فضیلت اور تعریف ثابت ہوتی ہے۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں ان تمام احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عجمی لوگ بعض صفات میں عرب سے افضل ہیں اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مفضول میں کوئی خاص خوبی ایسی پائی جائے جو فاضل اور افضل میں بھی نہ ہو۔ پس جنس عرب جنس عجم سے افضل ہے کلام صرف افراد میں ہے۔ واللہ اعلم بالعباد۔

الفصل الثالث:

حضور اکرم ﷺ کے چودہ رقیب

۶۰/۶۰۹۰ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ سَبْعَةَ نُجَبَاءَ وَرُقَبَاءَ وَاُعْطِيْتُ اَنَا اَرْبَعَةَ عَشَرَ قُلْنَا مَنْ هُمْ قَالَ اَنَا وَابْنَايَ وَجَعْفَرٌ وَحَمْزَةُ وَاَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ وَمُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَبِلَالٌ وَسَلْمَانُ وَعَمَّارٌ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ وَاَبُوْ ذَرٍّ وَالْمِقْدَادُ۔ (رواه الترمذی)

أخرجه الترمذي في السنن ٥/٦٢٠ حديث رقم ٣٧٨٤ و احمد في المسند ١/١٤٨۔

ترجمہ: حضرت علیؓ سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر نبی کے ساتھ (مخصوص آدمی ہوتے ہیں جو اس کے) منتخب و برگزیدہ اور رقیب و نگہبان ہوتے ہیں اور مجھے چودہ ایسے آدمی دیے گئے ہیں حضرت علیؓ سے پوچھا گیا وہ کون لوگ ہیں انہوں نے فرمایا میں، میرے دونوں بیٹے (حسنؓ اور حسینؓ) جعفر، حمزہ، ابوبکر، عمر، مصعب بن عمیر، بلال، سلمان، عمار، عبداللہ بن مسعود، ابوذر اور مقداد رضی اللہ عنہم۔ (ترمذی)

تشریح: نجباء جمع نجیب کی بمعنی کریم اور پسندیدہ شخص اور رقباء جمع رقیب کی بمعنی محافظ و نگہبان۔

ہر نبی کو ایسے خاص لوگ صرف سات دیے جاتے تھے جبکہ حضور ﷺ کو افضل ہونے کی وجہ سے چودہ عطا کئے گئے ان چودہ حضرات میں سے حضرت حمزہ کے علاوہ باقی حضرات کا تذکرہ ہو چکا ہے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب کا ذکر درج ذیل ہے۔

حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب:

حضرت حمزہؓ کی کنیت ابوعمارہ (عین کے ضمہ کے ساتھ) تھی رسول اللہ ﷺ کے چچا ہیں نبوت کے دوسرے سال ہی ایمان لے آئے تھے۔ (بعض حضرات نے کہا کہ وہ نبوت کے چھٹے سال اس وقت سلام لائے تھے جبکہ حضور ﷺ دارارقم میں تشریف فرما تھے) ان کو بچپن ہی سے رسول اللہ ﷺ سے انس و محبت اور قریبی تعلق تھا چچا ہونے کے علاوہ آپؓ رسول اللہ ﷺ

کے رضاعی بھائی بھی تھے دونوں کو ابولہب کی باندی ثوبیہ نے دودھ پلایا تھا علاوہ ازیں آپ ﷺ کی والدہ حضرت آمنہ اور حضرت حمزہؓ کی والدہ حقیقی چچازاد بہنیں بھی تھیں پھر عمر میں بھی حضرت حمزہ دوسال یا چار سال ہی بڑے تھے ان مختلف وجوہات سے ان کو رسول اللہ ﷺ سے بہت محبت اور تعلق خاطر تھا اور بظاہر یہی محبت و تعلق خاطر ان کے اسلام لانے کا سبب بن گیا حضرت حمزہؓ شکاری تھے ایک دن شکار کھیل کر آئے تو باندی نے خبر دی کہ آج ابوجہل نے تمہارے بھتیجے محمد ﷺ کو ان کے منہ پر بہت برا بھلا کہا ہے اور فوراً ابوجہل کے پاس پہنچے اور اس گستاخی پر اپنی شدید ناگواری کے اظہار کے ساتھ اپنے ایمان لانے کا بھی اظہار کر دیا پھر اس دن سے زندگی بھر آپ ﷺ کا ساتھ دیا آپ ﷺ کے مدینہ طیبہ ہجرت فرمانے پر خود بھی مدینہ آ گئے اور آخر غزوہ احد میں شہید ہوئے۔

حضرت حمزہؓ اہل مکہ کی نظر میں بڑے معزز، محترم، باوقار اور شجاعت و دلیری میں ضرب المثل تھے اسی لئے ان کے اسلام لانے سے مشرکین مکہ کو بہت دھچکا لگا اب وہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی ایذا رسانی میں کچھ محتاط ہو گئے۔

حضرت حمزہ رسول اللہ ﷺ کے چچا، رضاعی اور خالہ زاد بھائی اور آپ ﷺ کے مشہور صحابی ہیں غزوہ احد میں شہادت سے سرفراز ہوئے اور زبان نبوت سے سید الشہداء کا لقب پایا۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو اسد اللہ کا خطاب بھی دیا۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی فضیلت

۶۰۹۱/۶۱ وَعَنْ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيْدِ قَالَ كَانَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ كَلَامٌ فَاَغْلَظْتُ لَهٗ فِي الْقَوْلِ فَانْطَلَقَ عَمَّارٌ يَشْكُوْنِيْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ خَالِدٌ وَهُوَ يَشْكُوْهُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَجَعَلَ يُغْلِظُ لَهٗ وَلَا يَزِيْدُهٗ اِلَّا غِلْظَةً وَّالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاكِتٌ لَا يَتَكَلَّمُ فَبَكٰى عَمَّارٌ وَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا تَرَاهُ فَرَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاْسَهٗ وَقَالَ مَنْ عَادٰى عَمَّارًا عَادَاهُ اللّٰهُ وَمَنْ اَبْغَضَ عَمَّارًا اَبْغَضَهُ اللّٰهُ قَالَ خَالِدٌ فَخَرَجْتُ فَمَا كَانَ شَيْءٌ اَحَبَّ اِلَيَّ مِنْ رِضٰى عَمَّارٍ فَلَقِيْتُهٗ بِمَا رَضِيَ فَرَضِيَ۔

أخرجه احمد في المسند ٤/ ٩٠۔

ترجمہ: حضرت خالد بن ولیدؓ سے مروی ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ میرے اور عمار بن یاسرؓ کے درمیان کسی معاملہ پر بات چیت ہو رہی تھی کہ میں نے حضرت عمارؓ سے سخت کلامی کی عمارؓ اس کی شکایت کرنے نبی کریم ﷺ کے پاس چلے گئے اور وہ نبی ﷺ سے شکایت کر رہے تھے کہ خالدؓ بھی آ گئے راوی کا بیان ہے کہ اپنی شکایت سن کر خالد کو غصہ آ گیا اور انہوں نے عمار کو سخت، سست کہنا شروع کیا۔ خالدؓ کی سختی برابر بڑھ رہی تھی اور رسول اللہ ﷺ خاموش بیٹھے تھے ایک حرف زبان پر نہ فرماتے تھے۔ عمارؓ یہ حالت دیکھ کر رونے لگے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ نہیں دیکھتے (خالد کیا کر رہے ہیں اور کیا کہہ رہے ہیں) یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے اپنا سر اٹھایا اور فرمایا جو شخص عمارؓ سے دشمنی رکھے گا خدا اسے اپنا دشمن سمجھے گا اور جو شخص عمار سے بغض رکھے گا اللہ تعالیٰ اس سے بغض رکھے گا حضرت خالد کا بیان ہے کہ یہ ارشاد نبوی سن کر میں باہر نکلا اور

اب کوئی چیز میری نظر میں اس سے بہتر و پسندیدہ نہ تھی کہ جس طرح ممکن ہو میں عمارؓ کو راضی کرلوں چنانچہ میں عمارؓ کے ساتھ اس طرح پیش آیا کہ وہ مجھ سے خوش ہو گئے اور میں نے انہیں راضی کرلیا۔ (احمد)

تشریح ۞ **فَجَاءَ خَالِدٌ**: علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ راوی کا کلام ہے یہاں فجاء سے پہلے قال محذوف ہے جس پر بعد کے الفاظ "قال خالد فخرجت" دلالت کرتے ہیں میرک فرماتے ہیں یہ بھی احتمال ہے کہ یہ حضرت خالد کا ہی کلام ہو بطور التفات کے یعنی حضرت خالدؓ نے متکلم سے غائب کی طرف التفات فرمالیا تھا۔

فبکی عمار: حضرت عمارؓ نے دیکھا کہ حضور ﷺ سر جھکا کر خاموش ہیں اور حضرت خالد کا غصہ بڑھتا جارہا ہے لیکن حضور ان سے کچھ نہیں فرمارہے ہیں تو وہ اس صورت حال پر صبر نہ کرسکے اور رونے لگے۔

وَقَالَ مَنْ عَادَى عَمَّارًا عَادَاهُ اللّٰهُ: یہاں دو لفظ استعمال ہوئے ایک عداوت کا اور دوسرا بغض کا۔ ان میں فرق اس طرح ہو سکتا ہے عداوت کا تعلق زبان کے ساتھ ہے اور بغض کا تعلق دل کے ساتھ ہے۔ مطلب یہ کہ جو شخص حضرت عمارؓ کو زبان سے برا کہنے سے قلب سے برا سمجھے تو اللہ تعالیٰ اس سے عداوت و دشمنی رکھیں گے۔

فَلَقِيْتُهُ بِمَا رَضِيَ فَرَضِيَ: یعنی حضرت خالدؓ نے تواضع و انکساری' عذر' معذرت کر کے گلے وغیرہ لگا کر ان کو راضی کرلیا تو حضرت عمارؓ راضی ہو گئے۔

حضرت خالد اللہ کی تلوار ہیں

۶۰۹۲/۶۲ وَعَنْ اَبِیْ عُبَيْدَةَ اَنَّهٗ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ خَالِدٌ سَيْفٌ مِنْ سُيُوْفِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَنِعْمَ فَتَى الْعَشِيْرَةِ رَوَاهُمَا اَحْمَدُ۔

اخرجه احمد في المسند ٤ / ٩٠

ترجمہ: حضرت ابوعبیدہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ خالد اللہ کی تلواروں میں ایک تلوار ہے اور اپنے قبیلہ کا بہترین جوان ہے۔ (احمد)

تشریح ۞ اس حدیث میں حضور ﷺ نے حضرت خالد کی دو صفتیں بیان فرمائی۔

نمبر۱: خالد اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے اس تلوار کو مشرکین پر سونتا ہے اور ان کو کافروں پر مسلط فرمایا ہے یا مراد یہ ہے کہ وہ صاحب سیف یعنی تلوار والے ہیں۔

نمبر۲: حضرت خالد اپنے قبیلہ کے بہترین جوان ہیں حضرت خالد کا تعلق بنی مخزوم سے تھا جو قریش کا ایک قبیلہ تھا جو اپنے جدامجد مخزوم کے نام کی طرف منسوب تھا۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں "نعم فتی العشیرۃ" میں ھو مخصوص بالمدح محذوف ہے۔

وہ چار صحابہ جن سے اللہ محبت کرتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے محبت کرنے کا حکم دیا

۶۰۹۳/۶۳ وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اَمَرَنِیْ بِحُبِّ اَرْبَعَةٍ وَّاَخْبَرَنِیْ اَنَّهٗ يُحِبُّهُمْ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ سَمِّهِمْ لَنَا قَالَ عَلِیٌّ مِنْهُمْ يَقُوْلُ ذٰلِكَ ثَلَاثًا وَّاَبُوْذَرٍّ وَّالْمِقْدَادُ وَسَلْمَانُ اَمَرَنِیْ بِحُبِّهِمْ وَاَخْبَرَنِیْ اَنَّهٗ يُحِبُّهُمْ۔ (رواه الترمذی وقال هذا حديث حسن غريب)

أخرجه الترمذي في السنن ۵/۵۹۴ حديث رقم ۳۷۱۸ وابن ماجه في السنن ۱/۵۳ حديث رقم ۱۴۹ و احمد في المسند ۵/۳۵۱۔

ترجمہ: حضرت بریدہؓ سے مروی ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے چار آدمیوں سے محبت رکھنے کا حکم دیا ہے اور یہ بھی بتلایا کہ وہ بھی ان سے محبت رکھتا ہے صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے نام بیان فرما دیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان میں سے ایک تو علیؓ ہے یہ الفاظ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمائے اور پھر فرمایا اور ابوذرؓ۔ مقدادؓ اور سلمانؓ ہیں اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں ان سے محبت کروں اور یہ بتایا کہ خدا تعالیٰ بھی ان سے محبت کرتے ہیں۔ (ترمذی)

تشریح ۞ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چار صحابہ کے متعلق فرمایا کہ اللہ پاک ان سے محبت کرتا ہے اور ان سے بالخصوص محبت کرنے کا مجھے حکم دیا صحابہ کرام نے ان کے نام دریافت کئے تا کہ وہ بھی اللہ اور رسول کی اتباع میں ان چار محبوبوں سے محبت کریں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان میں سے ایک علیؓ ہیں اور یہ تین بار ارشاد فرمایا۔ تین بار ارشاد فرمایا تو یہ بتانے کے لئے تھا کہ ان میں سے حضرت علیؓ سب سے افضل ہیں یا یہ بتلانے کے لئے کہ اللہ پاک اکیلے حضرت علیؓ سے ان چار میں سے تین کے بقدر محبت کرتے ہیں باقی تین حضرات حضرت ابوذرؓ حضرت مقدادؓ اور حضرت سلمانؓ ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت بلال رضی اللہ عنہما کو سیّد (سردار) فرمانا

۶۰۹۴/۶۴ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ عُمَرُ يَقُوْلُ اَبُوْبَكْرٍ سَيِّدُنَا وَاَعْتَقَ سَيِّدَنَا يَعْنِیْ بِلَالًا۔ (رواه البخاری)

أخرجه البخاري في صحيحه ۷/۹۹ حديث رقم ۳۷۵۴۔

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ ابوبکرؓ ہمارے سردار ہیں اور انہوں نے ہمارے سردار یعنی بلالؓ کو آزاد کیا۔ (بخاری)

تشریح ۞ حضرت بلالؓ اسلام قبول کرنے کی پاداش میں بہت عرصہ تک ظلم وستم کی چکی میں پستے رہے آخر کار حضرت ابوبکرؓ نے ان کو خرید کر آزاد کر دیا اسی کے متعلق حضرت عمرؓ فرما رہے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ جو کہ ہمارے سردار ہیں انہوں نے ہمارے سردار حضرت بلالؓ کو آزاد کرایا۔

اشکال: حضرت عمرؓ بالاتفاق حضرت بلالؓ سے افضل ہیں تو پھر انہوں نے حضرت بلالؓ کو سردار کیوں فرمایا۔

جواب نمبر ۱: حضرت عمرؓ کا حضرت بلالؓ کو اپنا سردار کہنا از قبیل تواضع اور انکساری کے ہے۔
نمبر ۲: بعض حضرات نے فرمایا کہ سردار ہونے سے افضل ہونا لازم نہیں آتا اس لئے کہ سیادت کو افضلیت لازم نہیں ہے۔
نمبر ۳: بعض حضرات نے فرمایا کہ جمع متکلم کی ضمیر میں یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ کل کو شامل ہو بلکہ اس کا اطلاق اکثر پر بھی ہوتا ہے اور ضمیر کنایہ ہے صحابہ سے۔ لہٰذا پہلی جگہ سیدنا میں ضمیر متکلم کل کو شامل ہے یعنی حضرت ابوبکرؓ ہم تمام کے سردار ہیں۔ اور دوسری جگہ سیدنا میں ضمیر متکلم اکثر کے لئے ہے کہ حضرت بلالؓ اکثر صحابہ کے سردار ہیں۔
نمبر ۴: بعض حضرات نے کہا کہ مراد یہ ہے کہ حضرت بلالؓ ہمارے سرداروں میں سے ایک ہیں۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق پر صبر نہ کرتے ہوئے ملک شام چلے جانا

۲۵/۶۰۹۵ وَعَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ أَنَّ بِلَالًا قَالَ لِأَبِي بَكْرٍ إِنْ كُنْتَ إِنَّمَا اشْتَرَيْتَنِي لِنَفْسِكَ فَأَمْسِكْنِي وَإِنْ كُنْتَ إِنَّمَا اشْتَرَيْتَنِي لِلّٰهِ فَدَعْنِي وَعَمَلَ اللّٰهِ. (رواه البخاري)

أخرجه البخاري في صحيحه ۹۹/۷ حديث رقم ۳۷۵۵۔

ترجمہ: حضرت قیس بن حازمؒ سے مروی ہے کہ حضرت بلالؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا اگر آپ نے مجھے اپنی ذات کے لئے خریدا ہے تو مجھ کو اپنے پاس رکھ لیجئے اور اگر آپ نے مجھے خدا تعالیٰ کے لئے خریدا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے) تو مجھے میرے حال پر چھوڑ دیجئے اور خدا تعالیٰ کے لئے عمل کرنے دیجئے۔ (بخاری)

تشریح: حضرت بلال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں مسلسل اذان دیتے رہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد وہ مدینہ طیبہ میں نہ رہ سکے خلیفہ اول حضرت ابوبکرؓ سے غزوات میں شرکت کے لئے اجازت چاہی حضرت ابوبکرؓ نے چاہا اپنے پاس مدینہ طیبہ روکنا چاہا کہ مدینہ میں میرے پاس رہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی طرح بدستور اذان دیتے رہیں لیکن حضرت بلالؓ مسجد نبوی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر رہنے کی طاقت نہ رکھتے تھے اس لئے انہوں نے حضرت ابوبکرؓ سے عرض کی کہ آپ نے مجھے اللہ کے لئے آزاد کیا تھا یا اپنے لئے حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا اللہ کے لئے اس پر حضرت بلالؓ نے کہا تو پھر مجھے غزوہ میں جانے دیجئے حضرت ابوبکرؓ نے اجازت دے دی اور وہ غزوات میں شرکت کرنے کے لئے ملک شام چلے گئے پھر مدینہ واپس نہ آئے ملک شام جانے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ حضرت بلالؓ کو سید الابدال فرمایا گیا اور ابدال کی جگہ شام ہے۔

بعض روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کے روکنے سے تو رک گئے تھے لیکن ان کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ کے اصرار کے باوجود بھی نہ رکے اور غزوات میں شرکت کے لئے مدینہ سے نکل گئے ۲۰ھ یا ۲۱ھ میں دمشق میں وفات پائی جب وفات کا وقت قریب آیا تو بیوی رونے اور واویلا کرنے لگیں انہوں نے بیوی کے واویلا کے جواب میں "وافرحاہ" کیا ہی خوشی کا موقع ہے اور پھر اس کے بعد کہا

غدا نلقى الاحبة ☆ محمدا و حزبه

یعنی کل ہم اپنے محبوبوں یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں سے ملاقات کریں گے (رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ)

باقی یہ جو مشہور ہے کہ حضرت بلالؓ جب ملک شام میں تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں ان سے فرمایا کہ بلالؓ یہ بات

ہے تم ہم سے ملنے نہیں آتے تو وہ واپس مدینہ میں آ گئے مدینہ میں آ کر اذان دی جس کی وجہ سے تمام لوگ روتے ہوئے گھروں سے باہر آ گئے اس واقعہ کی کوئی اصل نہیں بلکہ یہ موضوع معلوم ہوتا ہے جیسا کہ علامہ سیوطیؒ نے ذیل میں ذکر کیا ہے۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اور ان کی اہلیہ کا بے مثال ایثار

۶۰۹۶/۲۶ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّیْ مَجْهُوْدٌ فَاَرْسَلَ اِلٰی بَعْضِ نِسَائِهٖ فَقَالَتْ وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا عِنْدِیْ اِلَّا مَاءٌ ثُمَّ اَرْسَلَ اِلٰی اُخْرٰی فَقَالَتْ مِثْلَ ذٰلِكَ وَقُلْنَ كُلُّهُنَّ مِثْلَ ذٰلِكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يُّضَيِّفُهٗ يَرْحَمُهُ اللّٰهُ فَقَامَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ يُقَالُ لَهٗ اَبُوْ طَلْحَةَ فَقَالَ اَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْطَلَقَ بِهٖ اِلٰی رَحْلِهٖ فَقَالَ لِامْرَاَتِهٖ هَلْ عِنْدَكِ شَیْءٌ قَالَتْ لَا اِلَّا قُوْتَ صِبْيَانِیْ قَالَ فَعَلِّلِيْهِمْ بِشَیْءٍ وَنَوِّمِيْهِمْ فَاِذَا دَخَلَ ضَيْفُنَا فَاَرِيْهِ اَنَّا نَاْكُلُ فَاِذَا اَهْوٰی بِيَدِهٖ لِيَاْكُلَ فَقُوْمِیْ اِلَی السِّرَاجِ كَیْ تُصْلِحِيْهِ فَاَطْفِئِيْهِ فَفَعَلَتْ فَقَعَدُوْا وَاَكَلَ الضَّيْفُ وَبَاتَا طَاوِيَيْنِ فَلَمَّا اَصْبَحَ غَدَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ عَجِبَ اللّٰهُ اَوْ ضَحِكَ اللّٰهُ مِنْ فُلَانٍ وَفُلَانَةٍ وَفِیْ رِوَايَةٍ مِثْلَهٗ وَلَمْ يُسَمِّ اَبَا طَلْحَةَ وَفِیْ اٰخِرِهَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاري في صحيحه ٧/١١٩ حديث رقم ٣٧٩٨ واخرجه مسلم في صحيحه ٣/١٦٢٤ حديث رقم (١٧٢-٢٠٥٤) والترمذي في السنن ٥/٤٠٨ حديث رقم ٣٣٠٤۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں رنج و تکلیف میں مبتلا ہو گیا ہوں (یعنی بھوکا ہوں اور فقیر ہوں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی آدمی کو اپنی کسی بیوی کے پاس بھیجا انہوں نے کہلا بھیجی قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا میرے پاس پانی کے سوا اور کوئی چیز نہیں ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری بیویوں کے پاس آدمی بھیجا وہاں سے بھی یہی جواب ملا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام بیویوں نے ایسا ہی جواب دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حاضرین کو مخاطب کر کے) فرمایا جو شخص اسے کھانا کھلائے گا اس پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت نازل فرمائے گا یہ سن کر انصار میں سے ایک شخص کھڑا ہو گیا جو ابوطلحہ کہا جاتا تھا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اسے اپنا مہمان بناؤں گا چنانچہ وہ اس شخص کو اپنے گھر لے گئے اور اپنی بیوی سے دریافت کیا تمہارے پاس کچھ کھانا ہے انہوں نے کہا صرف بچوں کے کھانے کے بقدر ہے ابوطلحہؓ نے کہا بچوں کو کسی چیز سے بہلا کر سلا دو اور جب ہمارا مہمان گھر کے اندر داخل ہو تو اس پر یہ ظاہر کرنا کہ گویا ہم اس کے ساتھ کھا رہے ہیں اور جب مہمان لقمہ اٹھانے کے لئے ہاتھ بڑھائے تو تم یہ ظاہر کرتے ہوئے کہ چراغ کو ٹھیک کر دوں اٹھنا اور چراغ کو بجھا دینا (تاکہ اندھیرا ہو جائے) چنانچہ انہوں نے ایسے ہی کیا اور سب کھانا کھانے بیٹھ گئے مہمان نے کھانا کھا لیا اور وہ دونوں رات بھر بھوکے رہے پھر جب صبح ہوئی تو

حضرت ابوطلحہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خدا تعالیٰ نے تعجب کیا یا فرمایا خدا تعالیٰ ہنسا (یعنی خوش ہوا) فلاں مرد اور فلاں عورت کے فعل پر۔ اور ایک روایت میں اسی قسم کا واقعہ ہے لیکن اس میں ابوطلحہ کا نام نہیں ہے اور روایت کے آخر میں یہ الفاظ زیادہ ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (یعنی وہ لوگ جو اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگر چہ وہ خود حاجت مند ہوں) (متفق علیہ)

تشریح ۞ حضرت ابوطلحہ کا نام زید بن سہل انصاری ہے ان کی اہلیہ حضرت ام سلیم ہیں جو حضرت انسؓ کی والدہ ہیں۔ بظاہر واقعہ فتح خیبر وغیرہ سے پہلے کا ہے جبکہ تنگدستی اور فقر کا دور تھا فتوحات اور غنائم وغیرہ ابھی حاصل نہیں ہوئی تھیں۔

حضرت ام سلیم کا مہمان کے سامنے آنا یا تو اس وجہ سے تھا کہ وہ بہت بوڑھی تھیں یا ابھی تک پردے کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ اللہ کے اچھے بندے ہیں

۶۰۹۷/۶۷ وَعَنْهُ قَالَ نَزَلْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْزِلًا فَجَعَلَ النَّاسُ يَمُرُّوْنَ فَيَقُوْلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ هٰذَا يَا اَبَا هُرَيْرَةَ فَاَقُوْلُ فُلَانٌ فَيَقُوْلُ نِعْمَ عَبْدُ اللّٰهِ هٰذَا وَيَقُوْلُ مَنْ هٰذَا فَاَقُوْلُ فُلَانٌ فَيَقُوْلُ بِئْسَ عَبْدُ اللّٰهِ هٰذَا حَتّٰى مَرَّ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ فَقَالَ مَنْ هٰذَا فَقُلْتُ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ فَقَالَ نِعْمَ عَبْدُ اللّٰهِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ سَيْفٌ مِّنْ سُيُوْفِ اللّٰهِ۔ (رواه الترمذي)

أخرجه الترمذي في السنن ۵/۶۴۶ حديث رقم ۳۸۴۶۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک مقام میں ٹھہرے ہوئے تھے کہ لوگ ادھر ادھر سے ہماری طرف آنے جانے لگے اور رسول اللہ ﷺ پوچھتے جاتے کہ یہ کون ہے اے ابو ہریرہؓ (ابو ہریرہؓ) کا بیان ہے کہ میں عرض کرتا فلاں شخص ہے تو رسول اللہ ﷺ فرماتے یہ اللہ کا اچھا بندہ ہے اور کبھی فرماتے یہ کون ہے میں عرض کرتا فلاں تو فرماتے یہ اللہ کا برا بندہ ہے یہاں تک کہ حضرت خالد بن ولید گزرے آپ ﷺ نے پوچھا یہ کون ہے (میں نے جواب دیا) خالد بن ولید تو آپ ﷺ نے فرمایا خالد بن ولید اللہ کا اچھا بندہ ہے اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے۔ (ترمذی)

تشریح ۞ نبی کریم ﷺ کسی گزرنے والے کے متعلق فرماتے کہ یہ اللہ کا نیک بندہ ہے اور کسی کے متعلق فرماتے کہ یہ اللہ کا برا بندہ ہے یہ بظاہر ان لوگوں کے متعلق فرماتے تھے جو منافق تھے ورنہ مسلمانوں کے متعلق اس طرح ارشاد فرمانا حضور ﷺ سے بعید ہے اور نہ ہی آپ ﷺ کا یہ معمول تھا اگر چہ مسلمان غلط روش پر چلنے والا ہو ویسے بھی اس مبارک زمانے میں مسلمان ایسے تھے کہ ان کو اس طرح کہا جائے اگر بالفرض کچھ ہوں بھی سہی تو وہ بہت کم ہوں گے واللہ اعلم۔

جب حضرت خالد وہاں سے گزرے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ اللہ کے نیک بندے ہیں اور اللہ کی تلواروں میں سے ایک ہیں بظاہری معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ خیمہ کے اندر تشریف فرما تھے اور حضرت ابو ہریرہؓ خیمہ سے باہر تھے کیونکہ حضور ﷺ

خالد کو پہچانتے تھے اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف فرما ہوتے تو ان کے متعلق دریافت کرنے اور پوچھنے کی ضرورت نہ تھی۔

انصار کی اپنے اتباع کے لئے دعا کی درخواست

۶۰۹۸/۶۸ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ قَالَتِ الْأَنْصَارُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ لِكُلِّ نَبِيٍّ اِتْبَاعٌ وَإِنَّا قَدِ اتَّبَعْنَاكَ فَادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَجْعَلَ أَتْبَاعَنَا مِنَّا فَدَعَا بِهِ۔ (رواه الترمذی)

أخرجه البخاري في صحيحه ۱۱۲/۷ حديث رقم ۳۷۸۷۔

ترجمہ: حضرت زید بن ارقم سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ انصار نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نبی کے تابعدار تھے اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے تابع کو بھی ہم ہی میں سے بنائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعا فرمائی۔

تشریح ○ اس کا ایک مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرما دیں تا کہ ہمارے حلیف اور موالی ہمارے نقش قدم پر چلیں ہماری سیرت و کردار کو اپنائیں تا کہ ان پر "واتبعوهم باحسان" صادق آئے۔

یا یہ مطلب ہے کہ ہمارے اتباع یعنی ہمارے حلیف اور موالی کو ہم میں سے کر دے یعنی وہ بھی انصار ہی ہوں تا کہ جو خصوصیات عنایات فضائل اور کرامات انصار کے لئے ہیں وہ ان کو بھی حاصل ہوں مثلاً انصار کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اوصیکم بالانصار میں انصار کے متعلق (حسن سلوک کا) تم کو حکم کرتا ہوں۔ "فاقبلوا من محسنهم وتجاوزوا عن مسيئهم" ان کے نیک لوگوں کے عذر قبول کرو اور بدلوگوں سے درگزر کرو۔

انصار جانی قربانی کی وجہ سے عند اللہ سب سے زیادہ باعزت ہوں گے

۶۰۹۹/۶۹ وَعَنْ قَتَادَةَ قَالَ مَا نَعْلَمُ حَيًّا مِنْ أَحْيَاءِ الْعَرَبِ أَكْثَرَ شَهِيدًا أَعَزَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْأَنْصَارِ قَالَ وَقَالَ أَنَسٌ قُتِلَ مِنْهُمْ يَوْمَ أُحُدٍ سَبْعُونَ وَيَوْمَ بِئْرِ مَعُوْنَةَ سَبْعُونَ وَيَوْمَ الْيَمَامَةِ عَهْدِ أَبِي بَكْرٍ سَبْعُونَ۔ (رواه البخاري)

أخرجه البخاري في صحيحه ۳۷/۷ حديث رقم ۴۰۷۸۔

ترجمہ: حضرت قتادہؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ ہم عرب میں سے کسی قبیلہ اور قوم کی نسبت اس کا علم نہیں رکھتے کہ اس کے شہید انصار سے زیادہ ہوں اور قیامت کے دن انصار سے زیادہ عزیز ہوں۔ اور حضرت انسؓ نے بیان فرمایا کہ احد کی جنگ میں ستر انصاری شہید ہوئے اور بیر معونہ کے معرکہ میں ستر انصاری شہید ہوئے اور یمامہ کی لڑائی میں ستر انصاری شہید ہوئے جو حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں ہوئی تھی۔ (بخاری)

تشریح ○ حضرت قتادہ نے اپنی بات کی دلیل کے لئے حضرت انسؓ کی بات نقل کی کہ انہوں نے فرمایا کہ غزوہ احد میں ستر انصاری شہید ہوئے (بظاہر مراد یہ ہے انصار و مہاجرین ملا کر کل ستر آدمی شہید ہوئے جیسا کہ حافظ ابن مندہ نے جو کہ سیرت و

حدیث کے امام ہیں حضرت ابی کی حدیث نقل کی ہے کہ غزوہ احد میں چونسٹھ انصاری اور چھ مہاجر صحابہ شہید ہوئے تھے اسی طرح ستر انصاری صحابہ بیر معونہ پر شہید ہوئے جن کو قراء کہا جاتا تھا اور ستر انصاری صحابہ مسیلمہ کذاب کے خلاف جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بدریین کو عطایا دوسروں پر فضیلت دینا

۶۱۰۰ ـ ۷ وَعَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ قَالَ كَانَ عَطَاءُ الْبَدْرِيِّيْنَ خَمْسَةَ الآفٍ وَقَالَ عُمَرُ لأُفَضِّلَنَّهُمْ عَلَى مَنْ بَعْدَهُمْ۔ (رواه البخاری)

أخرجه البخاري في صحيحه ۷/ ۳۲۳ حديث رقم ۴۰۲۲

ترجمہ: حضرت قیس بن ابی حازم سے روایت ہے وہ بیان فرماتے ہیں جنگ بدر میں شریک لوگوں کا وظیفہ پانچ پانچ ہزار تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں بدر میں شریک ہونے والوں کو دوسرے تمام لوگوں پر ضرور ترجیح دیتا رہوں گا۔ (بخاری)

تشریح: یعنی چونکہ بدریین کا مرتبہ دوسروں سے بلند ہے اس لئے ان کے عطایا اور وظائف کامل ہوں گے اور میں ان کو دوسروں پر فضیلت دیتا رہوں گا اگرچہ اس مقدار میں اضافہ کرکے ہو۔

خلاصہ باب جامع المناقب

اس باب میں درج ذیل حضرات کے فضائل بیان کئے گئے ہیں:

نمبرا فضائل انصار: اس باب کی بہت سی احادیث میں انصار کے فضائل و مناقب بیان کئے گئے ہیں ان روایات سے حاصل ہونے والے فضائل درج ذیل ہیں۔

نمبرا: انصار کی محبت ایمان کی علامت ہے اور ان سے بغض و دشمنی رکھنا کفر اور نفاق کی علامت ہے اور یہ مضمون مختلف روایات میں مختلف الفاظ سے آیا ہے مثلاً فرمایا کہ انصار سے محبت مؤمن ہی رکھ سکتا ہے اور ان سے بغض منافق ہی رکھ سکتا ہے جو ان سے محبت کرے گا اللہ بھی اس سے محبت کرے گا اور جو ان سے بغض رکھے گا اللہ بھی اس سے بغض و دشمنی رکھے گا ایک روایت میں فرمایا کہ جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ انصار سے بغض نہیں رکھ سکتا۔

نمبر۲: حضور صلی اللہ علیہ وسلم مختلف مواقع پر انصار کے ساتھ مرتے دم تک رہنے کا اظہار فرمایا۔ چنانچہ غزوہ طائف کے مال غنیمت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے مؤلفۃ القلوب کو دیا انصار کو نہ دیا تو انصار نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو نوازا اور ہم کو چھوڑ دیا اس کی اطلاع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی تو ان کو جمع کرکے فرمایا میں نے صرف مؤلفۃ القلوب کو دیا ہے تاکہ اسلام ان کے دل میں پختہ ہو جائے پھر فرمایا کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ لوگ تو مال لے کر لوٹیں اور تم اللہ کے رسول کو لے کر لوٹو۔ تو انہوں نے عرض کیا ہم اس پر راضی ہیں۔

اسی طرح فتح مکہ کے موقعہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو گیا یا جس نے ہتھیار ڈال دیئے اس کو امن ہے انصار نے کہا شاید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں اپنے قبیلہ اور علاقہ کی محبت جگہ پکڑ گئی ہے اسی لئے اتنی نرمی فرما رہے ہیں

ممکن ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اب واپس مدینہ نہ جائیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے فرمایا کہ میں نے اللہ کے حکم سے تمہاری طرف ہجرت کی ہے اس لئے میرا مرنا جینا تمہارے ساتھ ہوگا۔

نمبر۳: حضور صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے ساتھ محبت کا اظہار فرماتے اور ان کے ساتھ نرمی اور حسن سلوک کا حکم فرماتے تھے چنانچہ ایک بار انصار کے بچوں اور عورتوں کو کسی شادی یا ولیمہ سے واپس آتا ہوا دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم (یعنی انصار) مجھے لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب ہو۔

ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مرض الوفات میں خطبہ ارشاد فرمایا اس میں ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں انصار کے ساتھ (حسن سلوک) کی وصیت کرتا ہوں وہ میرا معدہ اور گٹھڑی ہیں انہوں نے اپنی ذمہ داری ادا کر دی ان کا اجر ابھی باقی ہے تم ان کے نیک لوگوں کے عذر قبول کرو اور بدلوگوں سے درگزر کرو۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوطلحہ انصاری سے فرمایا کہ اپنی قوم کو میرا سلام ہو میرے علم کے مطابق وہ پاکباز اور صابر لوگ ہیں۔

انصار کے ساتھ یکجہتی کا اظہار کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر ہجرت مقدر نہ ہوتی تو میں انصار میں سے ایک شخص ہوتا اگر انصار ایک راستے پر چلیں اور دوسرے لوگ دوسرے راستے پر تو میں انصار کے راستے پر چلوں گا۔ انصار اشعار کی مانند ہیں اور باقی لوگ دثار کی مانند ہیں۔

انصار کے لئے اور ان کی اولاد کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مغفرت فرمائی۔

انصار نے مالی قربانیوں کے ساتھ عظیم جانی قربانیاں بھی دیں چنانچہ انہیں قربانیوں کی بنا پر حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن انصار سے زیادہ کوئی قبیلہ اللہ کے ہاں باعزت نہ ہوگا پھر حضرت انس کا فرمان تائیداً نقل کیا کہ احد کے دن ستر انصار صحابہ شہید ہوئے اسی طرح بیرمعونہ اور جنگ یمامہ میں ستر ستر انصاری صحابہ شہید ہوئے۔

نمبر۴ اہل بدر و اہل حدیبیہ کی فضیلت:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ بدر اور حدیبیہ میں شریک ہونے والے دوزخ میں داخل نہ ہوں گے۔

اہل حدیبیہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم آج تمام اہل زمین سے افضل ہو اسی طرح حدیبیہ جاتے ہوئے ثنیۃ المرار کے قریب پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اس گھاٹی پر چڑھے گا بنی اسرائیل کی طرح اس کے گناہ بھی معاف ہوں گے عبداللہ بن ابی منافق کے علاوہ سب چڑھ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سب کو بخش دیا گیا۔

حضرت عمرؓ نے اہل بدر کا وظیفہ باقی صحابہ سے زیادہ مقرر کیا ہوا تھا اور وہ فرماتے تھے کہ میں ان کو سب پر فضیلت دیتا ہوں۔

نمبر۳: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ وقار میانہ روی اور راست روی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت مشابہ تھے۔

حضرت ابوموسیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ اور ان کی والدہ کا اتنی کثرت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنا جانا تھا کہ بہت عرصے تک میں ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں سے سمجھتا رہا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چار صحابہ سے بالخصوص قرآن سیکھنے کا حکم دیا ان میں سے ایک عبداللہ بن مسعودؓ بھی ہیں اسی طرح

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر و حضر کے خادم بھی تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتے سنبھالتے' وضو کا انتظام کرتے اور بستر وغیرہ بچھاتے اسی لئے ان کو صاحب النعلین والوسادۃ والمطہرۃ کہا جاتا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پر اتنا اعتماد تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ اگر میں کسی کو بغیر مشورہ کے امیر بناؤں تو عبداللہ بن مسعودؓ اس لائق ہیں کہ ان کو بغیر مشورہ کے امیر بنایا جائے۔

ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ تم سے حذیفہ جو کچھ بیان کریں تم اس کی تصدیق کرو اور عبداللہ بن مسعود تم کو جو کچھ پڑھائے اس کو پڑھو۔

نمبر۴: حضرات شیخینؓ حضرت عمارؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ کی فضیلت: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ان دونوں کی پیروی کرو جو میرے صحابہ میں سے ہیں اور میرے بعد خلیفہ ہوں گے وہ ابوبکرؓ اور عمرؓ ہیں۔ عمار بن یاسرؓ کی سیرت اور ان کی روش کو اختیار کرو اور ابن مسعودؓ کے عہد کو مضبوط پکڑو۔

نمبر۵ حضرت علیؓ حضرت عمارؓ حضرت سلمان رضی اللہ عنہم کی فضیلت: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تینوں حضرات کے متعلق فرمایا کہ جنت ان کی مشتاق ہے۔

نمبر۶ حضرت عمارؓ: ایک بار حضرت عمارؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اندر آنے کی اجازت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو اندر آنے کی اجازت دو' پاکیزہ و پاک شخص کو خوش آمدید۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمارؓ کو جب کبھی دو کاموں میں سے کسی ایک کام کا اختیار دیا گیا تو انہوں نے ہمیشہ سخت اور مشکل کام کو اختیار کیا۔

ایک بار حضرت خالدؓ نے ان کو سخت الفاظ کہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے عمارؓ سے دشمنی اور بغض رکھا اس سے اللہ تعالیٰ دشمنی اور بغض رکھیں گے۔

نمبر۷ حضرت عبداللہ بن عمرؓ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے خواب دیکھا کہ ان کے ہاتھ میں ریشم کا ٹکڑا ہے جنت میں جہاں جانا چاہتے ہیں وہ ٹکڑا انہیں لے اڑتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق یہ خواب سن کر حضرت حفصہ سے فرمایا کہ تمہارا بھائی نیک آدمی ہے۔

نمبر۸ حضرت ابوطلحہؓ اور ام سلیمؓ: حضرت ام سلیمؓ کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے جنت دکھائی گئی اس میں میں نے ابوطلحہؓ کی بیوی کو دیکھا۔

حضرت ابوطلحہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان کو کھانا کھلایا حالانکہ خود بھی بھوکے تھے اور بیوی بھی بھوکی تھی لیکن تدبیر کر کے سارا کھانا مہمان کو کھلا دیا خود ساری رات بھوکے رہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فلاں مرد (ابو طلحہ) اور فلاں عورت (ام سلیم) کا یہ کام اللہ پاک کو بہت پسند آیا۔ یا یہ فرمایا کہ اللہ پاک کو اس کام پر ہنسی آ گئی۔ اسی واقعہ کے بعد "ویؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ" نازل ہوئی۔

نمبر۹ حضرت بلالؓ: حضرت عمرؓ حضرت بلالؓ کو سیدنا بلالؓ کہہ کر خطاب فرماتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد مدینہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر رہنے کی سکت نہ رکھنے کی وجہ سے ملک شام چلے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت میں حضرت بلالؓ کے قدموں کی آہٹ سنی۔

نمبر۱۰ حضرت ابوموسیٰ اشعری: حضرت ابوموسیٰ قرآن پاک بہت اچھا اور عمدہ پڑھتے تھے ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابو

موسیٰ تجھے حضرت داؤد علیہ السلام کی خوش آوازی کا ایک حصہ دیا گیا ہے۔

نمبر۱۱ حضرت سعد بن معاذؓ: حضرت سعدؓ کی وفات پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ ان کی وفات پر رحمن کا عرش ہل گیا ایک بار حضور ﷺ کی خدمت میں ریشم کا کپڑا آیا صحابہ اس کی نرمی اور ملائمت پر حیران ہو رہے تھے حضور ﷺ نے فرمایا کہ سعدؓ کے (ہاتھ وغیرہ پونچھنے کے) رومال جنت میں اس سے بھی بہتر اور نرم ہیں۔ ان کی یہ بھی فضیلت ہے کہ ان کے جنازے کو فرشتوں نے کندھا دیا۔

نمبر۱۲ حضرت انسؓ: خادم رسول حضرت انسؓ کو آپ ﷺ نے کثرت مال و اولاد اور دخول جنت کی دعا دی تھی چنانچہ اس دعا کی برکت سے مال بھی بہت نصیب ہوا اور اولاد بھی بکثرت عطا ہوئی۔

نمبر۱۳ مصعب بن عمیرؓ: حضرت مصعبؓ جنہوں نے ناز و نعمت میں پرورش پائی اس حال میں دنیا سے رخصت ہوئے کہ کفن کے لئے صرف ایک چھوٹی سی چادر تھی کہ جس سے سر ڈھانپتے تو پاؤں کھل جاتے اور اگر پاؤں ڈھانپتے تو سر کھل جاتا حضور ﷺ نے فرمایا کہ کپڑے سے چہرہ ڈھانپ دو اور پاؤں پر اذخر ڈال دو۔

نمبر۱۴ حضرت عبداللہ بن سلامؓ: حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ میں نے زندہ رہ جانے والے لوگوں میں سے صرف عبداللہ بن سلام کے متعلق حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ وہ جنتی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے خواب دیکھا کہ وہ ایک وسیع و عریض باغ میں ہیں جس کے درمیان میں ہولے کا ایک ستون ہے جس کا نیچے کا سرا زمین کے اندر ہے اور اوپر کا سرا آسمان میں ہے اور ستون کے اوپر حلقہ ہے ان سے ان کو چڑھنے کو کہا گیا انہوں نے کہا میں نہیں چڑھ سکتا تو کسی نے پیچھے سے ان کو پکڑا تو انہوں نے اوپر چڑھ کر اس حلقہ کو مضبوطی سے پکڑ لیا حضور ﷺ نے یہ خواب سن کر فرمایا کہ وہ باغ دین اسلام ہے اور وہ ستون اسلام کا ستون ہے وہ حلقہ مضبوط ہے گویا حضرت عبداللہ بن سلامؓ آخر دم تک اسلام پر ثابت قدم رہیں گے۔

حضرت معاذ بن جبل نے اپنی وفات کے وقت اپنے شاگردوں کو جن حضرات سے علم حاصل کرنے کی وصیت فرمائی ان میں حضرت عبداللہ بن سلام بھی ہیں جن کے متعلق فرمایا کہ حضور ﷺ نے فرمایا یہ جنت میں دسویں آدمی ہوں گے۔

نمبر۱۵ حضرت ثابت بن قیسؓ: حضور ﷺ کے خطیب حضرت ثابت بن قیس حضور ﷺ کے ادب میں بہت محتاط تھے جب آیت کریمہ "یایھا الذین آمنوا لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ......" نازل ہوئی تو اس وجہ سے کہ چونکہ میری آواز (فطری طور پر) حضور ﷺ کی آواز سے بلند ہے اس لئے میں کافر ہو گیا اس لئے حضور ﷺ کی مجلس میں حاضر نہ ہوئے حضور ﷺ کو جب اس کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا ثابت تو اہل جنت میں سے ہے۔

نمبر۱۶ حضرت سلمان فارسیؓ اور اہل فارس کی فضیلت: جب سورہ جمعہ کی آیت "و آخرین منھم لما یلحقوا بھم" نازل ہوئی تو صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ اس سے کون لوگ مراد ہیں تو آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک حضرت سلمانؓ پر رکھا اور فرمایا اگر ایمان ثریا ستارے پر بھی ہوتا تو بلاشبہ ان لوگوں میں سے کتنے ہی اس کو پالیتے۔

اسی طرح جب یہ آیت: "وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ......" نازل ہوئی تو صحابہ نے ان لوگوں کے بارے میں پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں تو حضور ﷺ نے حضرت سلمانؓ کی ران پر ہاتھ مارا اور فرمایا کہ یہ اور اس کی قوم۔ اگر دین ثریا ستارے کے پاس بھی ہو تو فارس میں سے بہت سے لوگ اس کو وہاں سے بھی حاصل کر لیں گے۔ ایک روایت میں ہے کہ

حضور ﷺ کے سامنے عجمیوں کا ذکر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں (دین کی محافظت اور دیانتداری کے معاملہ میں) تجمہ لوگوں یا ان میں سے بعض پر تم اہل عرب سے یا تمہارے لوگوں سے زیادہ اعتماد و بھروسہ رکھتا ہوں۔

نمبر ۱۷ حضرت ابوہریرہؓ: نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوہریرہؓ اور ان کی والدہ کے لئے دعا فرمائی کہ اے اللہ اپنے اس بندے ابو ہریرہؓ اور اس کی والدہ کو اپنے مؤمن بندوں کا محبوب بنادے اور اہل ایمان کو ان کا محبوب بنادے۔

نمبر ۱۸ حضرت ابوذرؓ: حضور ﷺ نے فرمایا کہ آسمان نے کسی ایسے شخص پر سایہ نہیں کیا اور نہ ہی زمین نے کسی ایسے شخص کو اٹھایا جو حضرت ابوذرؓ سے زیادہ سچا ہو۔ اسی طرح دوسری روایت میں یہ اضافہ ہے کہ ان سے بڑھ کر اونی (یعنی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا اتباع کرنے والا) کوئی نہیں جو عیسیٰ بن مریم کے مشابہ ہیں۔

نمبر ۱۹ حضرت محمد بن مسلمہؓ: حضور ﷺ نے ان کے متعلق فرمایا کہ تمہیں فتنہ نقصان نہیں پہنچائے گا۔

نمبر ۲۰ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ: حضرت عبداللہ بن زبیر کا نام عبداللہ اور کنیت ابوبکر خود رسول اللہ ﷺ نے رکھی ان کے نانا حضرت صدیق اکبرؓ کے نام اور کنیت پر۔ اور حضور ﷺ نے ہی کھجور چبا کر ان کے تالو سے لگائی۔

نمبر ۲۱ حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ: حضرت معاویہؓ کو حضور ﷺ نے یہ دعا دی کہ اے اللہ ان کو راہ راست دکھانے والا' راست پایا ہوا بنا اور ان کے ذریعے لوگوں کو ہدایت نصیب فرما۔

نمبر ۲۲ حضرت عمرو بن العاصؓ: حضرت عمرو بن العاصؓ کے خوشدلی اور رضا و رغبت سے مسلمان ہونے کی تصدیق کرتے ہوئے حضور ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں نے اسلام قبول کیا اور عمرو بن العاص ایمان لائے۔

نمبر ۲۳ حضرت جابرؓ اور ان کے والد کی فضیلت: حضرت جابرؓ کے والد حضرت عبداللہ کے جو غزوہ احد میں شہید ہو گئے تھے ان کے متعلق حضور ﷺ نے یہ بشارت سنائی کہ ان کو اللہ پاک نے زندہ کر کے روبرو بغیر حجاب اور بغیر کسی واسطے کے پوچھا کہ تم مجھ سے مانگو۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا اللہ مجھے واپس دنیا میں بھیج دے تاکہ میں تیرے راستے میں دوبارہ قتل کیا جاؤں اللہ پاک نے فرمایا کہ یہ امر طے ہو چکا ہے کہ مرنے کے بعد اس کو دوبارہ دنیا میں نہیں بھیجا جائے گا پھر یہ آیت: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۔ نازل ہوئی۔

اور حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھ پچیس بار دعاء مغفرت دی۔

نمبر ۲۴ حضرت براء بن مالکؓ: حضرت انسؓ کے بھائی حضرت براء کے متعلق حضور ﷺ نے فرمایا کہ بہت سے بظاہر پراگندہ حال خاک آلود بال اور دو پرانے کپڑے پہنے ہوئے لوگ ایسے ہیں کہ اگر وہ اللہ کے بھروسے پر قسم کھائیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو سچا کر دیتا ہے ان میں سے ایک براء بن مالک بھی ہیں۔

نمبر ۲۵ حضرت خالد بن الولیدؓ: حضرت خالد کے متعلق حضور ﷺ نے فرمایا کہ خالد اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہیں اور اپنے قبیلے کے بہترین جوان ہیں جبکہ ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا خالد بن الولید اللہ کا اچھا بندہ ہے اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے۔

نمبر ۲۶ حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ: حضرت حاطب نے حضور ﷺ کا راز اہل مکہ تک پہنچانے کی کوشش کی لیکن حضور ﷺ کو اس کا بذریعہ وحی علم ہو گیا اور ان کا خط پکڑا گیا حضور ﷺ سے انہوں نے اپنا عذر بیان کیا تو حضور ﷺ نے ان کا عذر قبول فرمایا حضرت

عمرؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اس منافق کی گردن اڑانے کی اجازت دیجئے حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ بدر میں شریک تھے اور تمہیں کیا معلوم ہو سکتا ہے کہ اللہ پاک اہل بدر پر مطلع ہو گیا ہو چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے تم جو چاہو کرو تحقیق تمہارے لئے جنت واجب ہے۔

اسی طرح حضرت حاطبؓ کے خادم نے ان کی حضور ﷺ کو شکایت کی اور کہا کہ حاطب ضرور جہنم میں جائیں گے حضور ﷺ نے فرمایا تو نے جھوٹ کہا وہ جہنم میں نہیں جائیں گے اس لئے کہ وہ بدر اور حدیبیہ میں شریک تھے۔

نمبر۲۷ وہ حضرات جن کے بارے میں آیت: "ولا تطرد الذین" نازل ہوئی: چھ صحابہ کی جماعت حضور ﷺ کے پاس تھی مشرکین نے کہا کہ ان کو اپنے پاس سے اٹھا دیجئے (پھر ہم آپ ﷺ کی بات سنیں گے) تا کہ ان لوگوں کو ہم پر جرأت نہ ہو حضور ﷺ اس بارے میں سوچ رہے تھے کہ آیت نازل ہوئی: وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ۔ چھ حضرات حضرت سعد حضرت ابن مسعود حضرت بلال حضرت عمار حضرت خباب رضی اللہ عنہم اور قبیلہ ہذیل کے ایک شخص تھے۔

نمبر۲۸ وہ انصاری صحابہ جنہوں نے حضور ﷺ کے زمانہ میں قرآن پاک یاد کیا: وہ حضرات یہ ہیں حضرت ابی بن کعب حضرت معاذ بن جبل حضرت زید بن ثابت حضرت ابوزید رضی اللہ عنہم۔

نمبر۲۹ کمزور و لاچار صحابہ کی عزت افزائی: حضرت ابوسفیان قبل از اسلام مدینہ آئے حضرت سلمان حضرت صہیب حضرت بلال رضی اللہ عنہم کے سامنے سے گزرتے تو انہوں نے کہا یہ دشمن خدا ابھی تک قتل نہیں ہوا۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ تم قریش کے سردار کو اس طرح کہتے ہو۔ پھر انہوں نے حضور ﷺ کو سارا واقعہ سنایا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ شاید تم نے ان حضرات کو ناراض کر دیا ہے اگر تم نے ان کو ناراض کر دیا تو تحقیق تم نے اپنے رب کو ناراض کر دیا۔

نمبر۳۰ چند مخصوص صحابہ کی فضیلت: حضور ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت ابوعبیدہ حضرت اسید بن حضیر حضرت ثابت بن قیس حضرت معاذ بن جبل اور حضرت معاذ بن عمرو رضی اللہ عنہم میں سے ہر ایک کا نام لے کر فرمایا کہ یہ اچھا بندہ ہے۔

نمبر۳۱ حضور ﷺ کے اقباء اور نجباء: حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہر نبی کے سات نہایت مخصوص و برگزیدہ ساتھی ہوتے ہیں اور مجھے ایسے چودہ لوگ دیئے گئے ہیں وہ چودہ شخص یہ ہیں۔ حضرت علیؓ حضرت حسنؓ حضرت حسینؓ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت مصعب بن عمیرؓ حضرت بلالؓ حضرت عمارؓ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت جعفرؓ حضرت حمزہؓ حضرت ابوذرؓ حضرت سلمانؓ حضرت مقداد رضی اللہ عنہم اجمعین۔

نمبر۳۲ اللہ تعالیٰ کے خاص محبوب لوگ: حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ پاک نے مجھے علیؓ ابوذرؓ مقداد اور سلمان رضی اللہ عنہم کے بارے میں حکم دیا کہ میں ان سے محبت کروں اور اللہ پاک نے یہ بھی بتلایا کہ وہ بھی ان چاروں سے محبت کرتے ہیں۔

تَسْمِيَةِ مَنْ سُمِّيَ مِنْ اَهْلِ بَدْرٍ فِي الْجَامِعِ لِلْبُخَارِيِّ

اہل بدر میں سے ان صحابہ کرامؓ کے نام جن کو جامع بخاری میں بیان کیا گیا ہے

حضرات بدریین رضی اللہ عنہم اجمعین کی تعداد میں روایتیں مختلف ہیں مشہور تو یہ ہے کہ تین سو تیرہ تھے۔ اشتباہ اور اختلاف کی وجہ سے محدثین کے اقوال مختلف ہیں۔ حافظ ابن سید الناس نے عیون الاثر میں سب کو جمع کر دیا اور تین سو تریسٹھ نام شمار کرے تا کہ کسی قول کی بنا پر بھی کوئی نام رہنے نہ پائے۔ احتیاطا سب کو ذکر کر دیا یہ مطلب نہیں ہے کہ بدریین کی تعداد تین سو تریسٹھ ہے۔

ائمہ حدیث اور علماء سیر نے اپنی اپنی تصانیف میں اسماء بدریین کے ذکر کا خاص اہتمام فرمایا ہے مگر حروف تہجی کے لحاظ سے سب سے پہلے امام بخاریؒ نے اسماء بدریین کو مرتب فرمایا ہے سب سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی ذکر کیا پھر خلفاء اربعہ کے اسماء گرامی ذکر کئے اس کے بعد باقی صحابہ کے نام حروف تہجی کی ترتیب سے ذکر کئے گئے ہیں۔

امام بخاریؒ نے تمام بدری صحابہ کے نام ذکر نہیں فرمائے بلکہ ان میں سے مخصوص حضرات کے نام ذکر فرمائے۔ ان مخصوص بدری صحابہ کے اسماء کو ایک الگ باب میں جمع کرنے کا مقصد امام بخاری کا یہ ہے تا کہ ان مخصوص صحابہ کی باقی صحابہ کرام پر فضیلت و برتری کا اظہار ہو اور ان کے حق میں بطور خاص دعا رحمت و رضوان کی جائے۔

باقی رہی یہ بات کہ امام بخاریؒ نے تین سو تیرہ (مشہور قول کے مطابق) بدری صحابہ میں سے صرف چھیالیس اختصاص کس بنیاد پر کیا ہے تو اس بارے میں ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے اس باب میں صرف ان بدری صحابہ کے نام ذکر کئے ہیں کہ جن کے حقیقۃ یا حکماً بدری ہونے کا ذکر صحیح بخاری میں آیا ہے (حکماً اسلئے کہا گیا تا کہ اس زمرہ میں حضرت عثمان غنیؓ کا نام بھی شامل ہو جائے جو حقیقۃ تو غزوہ بدر میں شریک نہ ہوئے تھے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے مدینہ میں رہے تھے اس لئے وہ بھی اہل بدر میں شمار ہوئے)

لہٰذا وہ صحابہ کرام جو بالاتفاق بدری ہیں لیکن ان کے بدری ہونے کا ذکر صحیح بخاری میں ہے یا سرے سے بخاری ہی میں ان کا ذکر نہیں ہے ان کو امام بخاریؒ نے اس باب میں ذکر نہیں فرمایا چنانچہ حضرت ابو عبیدہؓ غزوہ بدر میں شریک تھے اور تمام محدثین و اصحاب سیر کا اس پر اتفاق ہے لیکن بخاری کی کسی روایت میں صراحت کے ساتھ اس کا ذکر نہیں ہے کہ وہ جنگ بدر میں شریک تھے اس لئے امام بخاریؒ نے ان کو اس باب میں ذکر نہیں فرمایا۔

حاصل یہ ہے کہ اس باب میں صرف ان بدری صحابہؓ کے نام ذکر کئے گئے ہیں جن کے متعلق صحیح بخاری شریف میں صراحت کے ساتھ یہ آیا ہو کہ انہوں نے غزوہ بدر میں شرکت کی ہے خواہ کوئی صحابی خود اپنے بارے میں یہ تصریح کرے یا کوئی دوسرا صحابی کسی اور صحابی کے بارے میں یہ تصریح کرے کہ یہ غزوہ بدر میں شریک تھے۔

علامہ داؤدیؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے مشائخ حدیث سے سنا ہے کہ صحیح بخاری میں ا . . بدریین کے ذکر کے وقت دعا قبول ہوتی ہے اور بارہا اس کا تجربہ ہو چکا ہے۔

۶۱۰۱/۱ اَلنَّبِیُّ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ الْھَاشِمِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَبْدُاللّٰہِ بْنُ عُثْمَانَ اَبُوْبَکْرِ الصِّدِّیْقِ الْقُرَشِیُّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ الْعَدَوِیُّ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ الْقُرَشِیُّ خَلَّفَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی ابْنَتِہٖ رُقَیَّۃَ وَضَرَبَ لَہٗ بِسَھْمِہٖ عَلِیُّ ابْنُ اَبِیْ طَالِبٍ الْھَاشِمِیُّ اِیَاسُ بْنُ بُکَیْرٍ بِلَالُ بْنُ رَبَاحٍ مَوْلٰی اَبِیْ بَکْرٍ الصِّدِّیْقِ حَمْزَۃُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ الْھَاشِمِیُّ حَاطِبُ بْنُ اَبِیْ بَلْتَعَۃَ حَلِیْفٌ لِقُرَیْشٍ اَبُوْ حُذَیْفَۃَ بْنُ عُتْبَۃَ بْنِ رَبِیْعَۃَ الْقُرَیْشِیُّ حَارِثَۃُ ابْنُ رَبِیْعِ الْاَنْصَارِیُّ قُتِلَ یَوْمَ بَدْرٍ وَھُوَ حَارِثَۃُ ابْنُ سُرَاقَۃَ کَانَ فِی النَّظَّارَۃِ خُبَیْبُ بْنُ عَدِیِّ الْاَنْصَارِیُّ خُنَیْسُ ابْنُ حُذَافَۃَ السَّھْمِیُّ رِفَاعَۃُ ابْنُ رَافِعِ الْاَنْصَارِیُّ رِفَاعَۃُ ابْنُ عَبْدِ الْمُنْذِرِ اَبُوْ لُبَابَۃَ الْاَنْصَارِیُّ الزُّبَیْرُ بْنُ الْعَوَّامِ الْقُرَشِیُّ زَیْدُ بْنُ سَھْلٍ اَبُوْ طَلْحَۃَ الْاَنْصَارِیُّ اَبُوْ زَیْدِ الْاَنْصَارِیُّ سَعْدُ بْنُ مَالِكٍ الزُّھْرِیُّ سَعْدُ بْنُ خَوْلَۃَ الْقُرَشِیُّ سَعِیْدُ بْنُ زَیْدِ ابْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَیْلٍ الْقُرَشِیُّ سَھْلُ بْنُ حُنَیْفٍ الْاَنْصَارِیُّ ظُھَیْرُ بْنُ رَافِعِ الْاَنْصَارِیُّ وَاَخُوْہُ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مَسْعُوْدٍ الْھُذَلِیُّ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ الزُّھْرِیُّ عُبَیْدَۃُ ابْنُ الْحَارِثِ الْقُرَشِیُّ عُبَادَۃُ بْنُ الصَّامِتِ الْاَنْصَارِیُّ عَمْرُو بْنُ عَوْفٍ حَلِیْفُ بَنِیْ عَامِرِ بْنِ لُؤَیٍّ عُقْبَۃُ بْنُ عَمْرٍو الْاَنْصَارِیُّ عَامِرُ بْنُ رَبِیْعَۃَ الْعَنَزِیُّ عَاصِمُ بْنُ ثَابِتٍ الْاَنْصَارِیُّ عُوَیْمُ بْنُ سَاعِدَۃَ الْاَنْصَارِیُّ عِتْبَانُ بْنُ مَالِكٍ الْاَنْصَارِیُّ قُدَامَۃُ بْنُ مَظْعُوْنٍ قَتَادَۃُ بْنُ النُّعْمَانِ الْاَنْصَارِیُّ مُعَاذُ ابْنُ عَمْرِو بْنِ الْجَمُوْحِ مُعَوِّذُ بْنُ عَفْرَاءَ وَاَخُوْہُ مَالِكُ بْنُ رَبِیْعَۃَ اَبُوْ اُسَیْدٍ الْاَنْصَارِیُّ مِسْطَحُ بْنُ اُثَاثَۃَ بْنِ عَبَّادِ بْنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ عَبْدِ مَنَافٍ مُرَارَۃُ بْنُ رَبِیْعٍ الْاَنْصَارِیُّ مَعْنُ بْنُ عَدِیٍّ الْاَنْصَارِیُّ مِقْدَادُ بْنُ عَمْرٍو الْکِنْدِیُّ حَلِیْفُ بَنِیْ زُھْرَۃَ ھِلَالُ ابْنُ اُمَیَّۃَ الْاَنْصَارِیُّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ اَجْمَعِیْنَ۔

ترجمہ: نبی کریم ﷺ حضرت محمد ﷺ بن عبداللہ ہاشمی عبداللہ بن عثمان (جن کی کنیت) ابوبکر صدیق ہے اور قریشی ہیں عمر بن الخطاب عدوی عثمان بن عفان قریشی جن کو رسول اللہ ﷺ اپنی بیٹی رقیہ کے پاس (جو ان کی بیوی تھیں اور بیمار تھیں) چھوڑ گئے تھے اور ان کے لئے مال غنیمت میں سے حصہ مقرر فرمایا علی بن ابی طالب ہاشمی ایاس بن بکیر بلال بن ابی رباح ابو بکر کے آزاد کردہ غلام حمزہ بن عبدالمطلب ہاشمی حاطب بن ابی بلتعہ قریش کے حلیف۔ ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ قریشی حارثہ بن ربیعہ انصاری (ان کا اصل نام حارث بن سراقہ ہے یہ جنگ بدر میں شریک نہ ہوئے تھے بلکہ یہ دشمنوں کے مال کی نگرانی پر مامور تھے خبیب بن عدی انصاری خنیس بن حذافہ سہمی رفاعہ بن رافع انصاری رفاعہ بن عبدالمنذر ابو لبابہ انصاری زبیر بن عوام قریشی زید بن سہل ابوطلحہ انصاری ابوزید انصاری سعد بن مالک زہری سعد بن خولہ قریشی سعید بن زید بن عمرو بن نفیل قریشی سہل بن حنیف انصاری ظہیر بن رافع انصاری ظہیر بن رافع کے بھائی عبداللہ بن مسعود ہذلی عبدالرحمان بن عوف زہری عبیدة بن الحارث قریشی عبادة بن الصامت انصاری عمرو بن عوف جو عامر بن لؤی کے حلیف عقبہ بن عمرو انصاری عامر بن ربیعہ عنزی عاصم بن ثابت انصاری عویم بن ساعدہ انصاری عتبان بن مالک انصاری قدامہ

بن مظعون قتادہ بن نعمان انصاری معاذ بن عمرو بن الجموح معوذ بن عفراء معوذ بن عفراء کے بھائی مالک بن ربیعہ ابو اسید انصاری مسطح بن اثاثہ بن عباد بن المطلب بن عبد مناف مرارہ بن ربیع انصاری معن بن عدی انصاری مقداد بن عمرو کندی بنو زہرہ کے حلیف ہلال بن امیہ انصاری رضی اللہ عنہم اجمعین وارضاہم۔

ان مخصوص بدریین حضرات کے مختصر احوال:

نمبر ا سید المہاجرین وامام البدریین واشرف الخلائق اجمعین خاتم الانبیاء والمرسلین سیدنا ومولینا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وشرف وکرم الی یوم الدین

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت عام الفیل میں ہوئی چنانچہ جامع الترمذی میں حضرت قیس بن مخرمہ کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام الفیل میں پیدا ہوئے تھے۔ پھر چالیس برس کی عمر میں تاج نبوت پہنایا گیا اور دور نبوت تیئیس سال رہا۔ تیرہ سال مکہ میں اور دس سال مدینہ میں رہے اور تریسٹھ سال کی عمر میں اس جہان فانی سے خالق حقیقی کی طرف رحلت فرمائی۔ چنانچہ صحیحین میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے (یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت ورسالت کے منصب جلیل پر فائز کیا گیا) چالیس سال کی عمر میں۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں رہے تو تیرہ سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آتی رہی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا (مکہ سے) ہجرت کا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی اور مہاجرین بن کر دس سال رہے اور پھر (مدینہ منورہ میں) وفات پائی اس وقت جبکہ عمر شریف تریسٹھ سال تھی (صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین)۔

امام بخاری نے بدریین میں سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک تبرک کے طور پر لکھا اور اس وہم کو دور کرنے کے لئے بھی کہ کہیں کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود غزوہ میں شریک نہیں ہوئے تھے۔

نمبر ۲ عبداللہ بن عثمان ابوبکر الصدیق قرشی۔ حضرت ابوبکرؓ کا نام زمانہ جاہلیت میں عبد رب الکعبۃ تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بدل کر عبداللہ رکھ دیا آپ کی کنیت ابوبکر ہے اور یہ کنیت بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی رکھی تھی آپ اسی کنیت سے معروف ہیں اور لقب صدیق ہے۔ صدیق لقب پڑنے کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے آپ کی رسالت ونبوت کی بلا حیل وحجت ابتداء میں ہی تصدیق کی تھی اور واقعہ معراج کے موقعہ پر جب مشرکین نے انکار کیا تو ان کے انکار کے مقابلے میں حضرت ابوبکرؓ نے تصدیق کی اور ثابت قدم رہے۔

آپ کا ایک نام عتیق بھی ہے اس نام کی مختلف وجوہ ہیں۔ مثلاً پہلی یہ کہ عتیق کا معنی ہے حسن وجمال شرافت وکرامت والا چونکہ حضرت ابوبکر ظاہری حسن وجمال کے بھی مجسمہ تھے اور نسلی اور نسبی شرافت کے بھی حامل تھے اس لئے آپ کو عتیق کہا جاتا تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام عتیق رکھا چنانچہ روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من اراد ان ینظر الی عتیق من النار فلینظر الی ابی بکر یعنی جو شخص جہنم سے آزاد آدمی کو دیکھنا چاہے تو وہ ابوبکرؓ کو دیکھے۔

اور بعض فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ کے والدین کے ہاں جو بچہ بھی پیدا ہوتا تو وہ فوت ہو جاتا۔ جب حضرت ابوبکرؓ پیدا ہوئے تو ان کی والدہ ان کو لے کر بیت اللہ کے پاس آئیں اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ یا اللہ اس بچے کو موت سے آزاد رکھ اور مجھے یہ عطا فرما۔ چنانچہ ان کی والدہ کی دعا قبول ہوئی اور حضرت ابوبکرؓ تریسٹھ سال تک زندہ رہے۔

حضرت ابوبکرؓ کے والد کا نام عثمان ہے اور کنیت ابوقحافہ ہے جو فتح مکہ والے سال مسلمان ہوئے اور حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے چھ ماہ اور کچھ دن بعد ۱۴ھ میں ۹۷ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔

حضرت ابوبکرؓ کا تعلق قبیلہ قریش سے ہے اور نسب نامہ اس طرح ہے ابوبکر بن ابوقحافہ بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ۔ ساتویں پشت یعنی مرہ میں آکر حضور ﷺ سے آپ ﷺ کا نسب مل جاتا ہے۔

آپ کا رنگ سفید تھا لاغر اندام تھے رخسار ہلکے تھے چہرے پر گوشت بہت کم تھا آنکھیں اندر کو تھیں پیشانی ابھری ہوئی تھی آپ مہندی اور وسمہ سے خضاب کرتے تھے۔ عام الفیل کو دو سال چار مہینے سے چند دن کم گزرے تھے جبکہ آپؓ کی ولادت ہوئی اور مدینہ میں منگل کی رات میں عشاء اور مغرب کے درمیان جبکہ جمادی الاولیٰ ۱۳ھ کے آٹھ دن باقی تھے آپؓ کی وفات ہوئی آپؓ کی عمر وفات کے وقت تریسٹھ سال تھی۔ آپؓ نے وصیت فرمائی تھی کہ آپؓ کو آپ کی اہلیہ اسماء بنت عمیس غسل دیں اس لئے انہوں نے آپؓ کو غسل دیا اور عمر بن الخطابؓ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور آپؓ کی خلافت دو سال اور چار ماہ رہی۔

نمبر ۲ عمر بن الخطابؓ العدوی: آپ کا نام عمر اور کنیت ابوحفص ہے اور لقب فاروق ہے عدی بن کعب کی اولاد میں سے ہونے کی وجہ سے عدوی کہلاتے ہیں پانچویں پشت میں جا کر حضور ﷺ کے ساتھ آپ کا نسب مل جاتا ہے۔

فاروق لقب پڑنے کی وجہ کیا ہے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ سے اس کی وجہ دریافت کی تو آپؓ نے فرمایا کہ میں اسلام لانے سے پہلے عبادت چھپ کر کی جاتی تھی جب میں نے اسلام قبول کیا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم حق پر نہیں ہیں حضور ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم سب حق پر ہو۔ میں نے عرض کیا تو پھر اس حق کو چھپانے کا کیا مطلب ہے قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق دے کر بھیجا ہے ہم ضرور حق کو لے کر نکلیں گے۔ چنانچہ ہم آپ ﷺ کو دو صفوں کے درمیان لے کر نکلے ایک صف میں حضرت حمزہ تھے اور دوسری صف میں میں تھا۔ جب ہم مسجد حرام پہنچے تو مجھے اور حضرت حمزہؓ کو دیکھ کر قریش کو ایسا صدمہ ہوا کہ اتنا پہلے کبھی نہ ہوا تھا اس دن حضور ﷺ نے میرا نام فاروق رکھا تھا کہ میری وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حق اور باطل میں فرق کر دیا۔

حضرت عمرؓ چونکہ پڑھے لکھے تھے اس لئے زمانہ جاہلیت میں سفارت و کتابت کی ذمہ داری آپؓ کے سپرد تھی یعنی جب بھی کسی دوسرے قبیلے کو کوئی اہم پیغام یا خط وغیرہ بھیجنا ہوتا تو اس کے لئے آپؓ ہی کا انتخاب ہوتا۔

حضرت عمرؓ گورے رنگ کے تھے جس میں سرخی غالب تھی (بعض نے کہا کہ گندم گوں تھے) آنکھیں چمکدار اور اکثر سرخ رہتی تھیں دراز قد تھے لوگوں کے درمیان جب ہوتے تو یوں محسوس ہوتا کہ آپؓ اونٹ پر بیٹھے ہوئے اور باقی لوگ کھڑے ہیں۔

حضرت عمرؓ کے اسلام لانے سے دین اسلام کو اللہ پاک نے بہت تقویت دی آپ انتہائی بارعب شخصیت کے مالک تھے حضور ﷺ سے پہلے ہجرت فرمائی اور انتہائی جرات اور بہادری سے مکہ سے نکلے۔ جس کا واقعہ یہ ہے کہ جب ہجرت کا ارادہ

فرمایا تو تلوار گلے میں لٹکائی کمان کا چلہ چڑھایا اور تیر ہاتھ میں لے کر خانہ کعبہ میں آئے جہاں تمام سرداران قریش جمع تھے۔ سب سے پہلے آپ نے خانہ کعبہ کا طواف کیا پھر دو رکعت نماز پڑھی اس کے بعد قریش کی ایک ایک جماعت کے پاس جا کر یہ اعلان کیا کہ تمہارے منہ پر پھٹکار پڑے تم میں سے جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کی ماں اس پر روئے اس کی اولاد یتیم ہو جائے اور اس کی بیوی بیوہ ہو جائے تو وہ میرا تعاقب کرے اور مکہ سے باہر مجھے ملے لیکن کسی کو بھی ان کے تعاقب میں آنے کی ہمت نہ ہوئی اور حضرت عمرؓ اسی جلالت شان کے ساتھ مدینہ کی طرف کوچ کر گئے۔

حضرت ابو بکرؓ کی خلافت کے تمام امور انتظامیہ کو حضرت ابو بکرؓ کی وصیت اور ان کے متعین فرمانے کی وجہ سے کامل طور پر انجام دیا اور مغیرہ بن شعبہ کے غلام ابولؤلؤ مجوسی نے مدینہ میں بدھ کے دن ۲۶ ذوالحجہ ۲۳ھ میں فجر کی نماز میں آپؓ کو خنجر سے زخمی کیا اور دسویں محرم الحرام کو بروز اتوار ۲۴ھ میں وفات پائی ان کی عمر تریسٹھ سال کی ہوئی اور یہ ان کی عمر کے بارے میں سب سے صحیح قول ہے ان کی مدت خلافت دس سال اور چھ ماہ ہے حضرت عمرؓ کے جنازہ کی نماز حضرت صہیب رومی نے پڑھائی۔

نمبر ۴ عثمان بن عفان القرشی: حضرت عثمانؓ کی کنیت ابو عبداللہ ہے آپؓ عام الفیل کے چھٹے سال پیدا ہوئے آپ اموی قریشی ہیں۔ آپؓ نے اول دور میں ہی حضرت ابو بکرؓ کی ترغیب پر آنحضرت ﷺ کے دار ارقم میں جانے سے پہلے اسلام قبول کیا جبکہ آپ سے پہلے حضرت صدیق اکبرؓ حضرت علیؓ حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہم مسلمان ہوئے تھے یہ بھی منقول ہے کہ جب آپؓ نے اسلام قبول کیا اور اس کی خبر آپ کے چچا حکم بن ابی العاص بن امیہ کو ہوئی تو اس نے آپ کو باندھ کر قید کر دیا اور کہا کہ تو نے اپنے آباؤ اجداد کے دین کو چھوڑ کر نیا دین اختیار کیا ہے جب تک تو اس دین سے باز نہیں آئے گا تجھے رہا نہیں کروں گا۔ حضرت عثمانؓ نے جواب دیا تو جو چاہے کر لے میں اس دین کو نہیں چھوڑ سکتا۔ ان کی اس سختی اور مضبوطی کو دیکھ کر آپؓ کے چچا حکم نے آپ کو رہا کر دیا۔

حضرت عثمان نے حبشہ کی طرف دو مرتبہ ہجرت فرمائی اور غزوہ بدر میں یہ شریک نہ ہو سکے تھے کیونکہ حضور ﷺ کی صاحبزادی حضرت رقیہؓ جو آپؓ کی اہلیہ تھیں بیمار تھیں حضور ﷺ نے حضرت عثمانؓ کو ان کی دیکھ بھال کے لئے مدینہ میں چھوڑ دیا تھا (اور اسی بیماری میں حضرت رقیہ کا انتقال ہوا اور حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ اگر میں تیسری بیٹی ہوتی تو میں وہ بھی عثمانؓ کے نکاح میں دے دیتا) چونکہ حضرت عثمان حضور ﷺ کے حکم سے مدینہ میں رہے تھے اس لئے ان کو بھی بدر میں شریک ہونے والے لوگوں میں شمار کیا گیا اور مال غنیمت میں سے ان کا حصہ نکالا گیا۔

مقام حدیبیہ میں جو درخت کے نیچے بیعت رضوان ہوئی اس میں حضرت عثمانؓ شرکت نہ فرما سکے کیونکہ حضور ﷺ نے ان کو صلح کے معاملات طے کرنے کے لئے مکہ بھیجا تھا جب بیعت رضوان ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے اپنے دست مبارک کو دوسرے دست مبارک پر مار کر فرمایا کہ یہ بیعت عثمانؓ کے لئے ہے۔

حضرت عثمانؓ کو ذوالنورین بھی کہا جاتا ہے کیونکہ ان کے عقد میں آنحضرت ﷺ کی دو نور نظر یعنی صاحبزادیاں حضرت رقیہ اور ام کلثوم یکے بعد دیگرے آئیں تھیں اور یہ فضیلت اور کسی کو نصیب نہیں ہوئی کہ اس کے نکاح میں نبی کی دو بیٹیاں آئی ہوں۔

حضرت عثمانؓ گورے رنگ کے میانہ قد تھے خوبصورت چہرے والے تھے سینہ مبارک چوڑا تھا سر پر بال بہت زیادہ

تھے آپ کے چہرے پر چیچک کے نشانات تھے۔ داڑھی دراز تھی اور داڑھی کو زرد رنگا کرتے تھے حیاء کے پیکر تھے گھر کے اندر دروازہ بند کر کے غسل کرتے تھے اور حیاء کی وجہ سے اپنی پیٹھ سیدھی نہیں کر سکتے ۲۴ھ محرم الحرام میں خلیفہ بنائے گئے ۳۵ھ ایام تشریق میں شہید ہوئے جبکہ ان کی عمر بیاسی یا تراسی یا چھیاسی سال (علی اختلاف الاقوال) تھی اور بروز ہفتہ جنت البقیع میں دفن ہوئے ان کا دور خلافت بارہ سال سے کچھ دن کم تک رہا۔

نمبر۵ علی بن ابی طالب ہاشمی: حضرت علیؓ کی کنیت ابوالحسن اور ابوتراب ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لاڈلی صاحبزادی حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء آپؓ کے نکاح میں تھیں آپ قریشی ہاشمی ہیں۔ آپؓ کی خصوصیت یہ ہے کہ آپؓ والد کی طرف سے بھی ہاشمی ہیں اور والدہ کی طرف سے بھی۔ قدیم الاسلام ہیں۔ اکثر اقوال کے مطابق مردوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے ہیں اس وقت ان کی عمر کے بارے میں مختلف رائیں ہیں مثلاً آٹھ سال دس سال پندرہ سال اور سولہ سال کے اقوال ہیں۔ غزوہ تبوک کے علاوہ تمام غزوات میں شریک ہوئے غزوہ تبوک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے گھر والوں کی دیکھ بھال کے لئے مدینہ میں چھوڑا تھا اسی واقعہ کے سلسلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا کہ اے علیؓ کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ تمہیں مجھ سے وہی نسبت ہو جو حضرت ہارون علیہ السلام کو ان کے بھائی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھی۔

آپؓ گندم گوں تھے اور گیہواں رنگ کھلا ہوا تھا بڑی بڑی آنکھوں والے تھے لمبائی میں کوتاہ قامتی کی طرف زیادہ مائل تھے پیٹ بڑا تھا زیادہ بال والے چوڑی داڑھی والے تھے سر کے بال وسط میں سے اڑے ہوئے تھے سر اور داڑھی دونوں سفید تھی۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے دن ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ کو خلیفہ بنائے گئے تھے۔ عبدالرحمان بن ملجم مرادی نے کوفہ میں ۱۸ رمضان المبارک کو جمعہ کی صبح کو آپ پر تلوار سے حملہ کیا تھا زخمی ہونے کے تین رات بعد انتقال ہوا آپؓ کے دونوں صاحبزادوں حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ اور عبداللہ بن جعفر نے آپ کو غسل دیا اور نماز جنازہ حضرت حسنؓ نے پڑھائی۔ بوقت انتقال ۶۳ سال عمر تھی بعض نے ۶۵، بعض نے ۷۰ اور بعض نے اٹھاون سال عمر بتلائی ہے مدت خلافت چار سال نو ماہ اور کچھ دن ہے۔

ابوتراب کے علاوہ بھی آپ کے بہت سے القاب تھے مثلاً امین' شریف' ہادی' مہدی' یعسوب المسلمین (یعنی مسلمانوں کے سردار) ابوالریحانین۔

نمبر۶ ایاس بن بکیر: ایاس بن بکیر (بکر کی تصغیر کے ساتھ) بدری صحابی ہیں اور سابقین اولین میں سے ہیں۔ ابتداء زمانہ بعثت میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم دار ارقم میں تشریف فرما تھے یہ اور ان کے بھائی عامر حاضر خدمت ہو کر مشرف باسلام ہوئے اور دیگر غزوات میں شریک رہے ۳۴ھ میں وفات پائی۔ حضرت ایاسؓ چار بھائی تھے عامر' نوفل' خالد اور ایاس یہ چاروں بدری ہیں۔ باقی تین کا ذکر امام بخاری نے نہیں کیا کیونکہ ان کا بدری ہونا بخاری کی کسی روایت میں نہیں آیا۔ نوفل غزوہ بدر میں خالد یوم الرجیع میں اور عامر جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔ حضرت ایاس سے کوئی حدیث مروی نہیں ہے۔

نمبر۷ بلال بن ابی رباح مولیٰ ابی بکر: حضرت بلالؓ کے والد کا نام ابورباح اور والدہ کا نام حمامہ تھا اور کنیت ابوعبدالرحمان یا ابوعبدالکریم یا ابوعامر (علی اختلاف الاقوال) تھی موذن رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ مشہور جلیل القدر قدیم الاسلام صحابی ہیں اولاً امیہ بن خلف کے غلام تھے شروع زمانہ بعثت ہی میں اسلام لائے اس پر امیہ بن خلف نے ان کو سخت اذیتیں پہنچائیں مگر یہ اسلام پر قائم رہے ان کی تکالیف کو ملاحظہ فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے بموجب حضرت ابوبکرؓ نے ان کو خرید کر آزاد کر دیا تاکہ خدا کے بدر

کے روز حضرت بلالؓ نے اپنے ہاتھ سے امیہ بن خلف واصل جہنم کیا حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ ابوبکر ہمارے سب کے سردار ہیں اور ہمارے سردار (بلال) کو خرید کر آزاد کیا آزادی کے بعد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مصروف رہے از ان کی خدمت کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خازنی خدمت بھی انجام دیتے تھے تمام غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے ان کی فضیلت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سابقین چار آدمی ہیں عرب میں سابق میں ہوں حبشہ میں سابق بلالؓ ہیں روم میں سابق صہیب ہیں اور فارس میں سابق سلمانؓ ہیں۔ حضرت بلال سخت گندم گوں دراز قد جسم پر بہت بال والے تھے۔ وفات شریف کے بعد شام بغرض جہاد چلے گئے اور دمشق یا حلب میں ۱۸ھ میں انتقال فرمایا۔ بوقت انتقال ساٹھ سال سے اوپر عمر تھی۔

نمبر ۸ حضرت حمزہ بن عبد المطلب الہاشمی: حضرت حمزہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں نبوت کے دوسرے سال ایمان لائے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی بھی تھے غزوہ بدر جو غزوات میں سب سے پہلا اور ممتاز ترین غزوہ ہے اس میں حضرت حمزہ نے شرکت کی پھر دوسرے سال غزوہ احد میں بھی اپنی بہادری اور جانثاری کے جوہر دکھلائے ہیں اسی غزوہ میں وہ شہید ہو گئے لیکن شہادت سے پہلے وہ تیس یا اس سے بھی زائد کافروں کو قتل کر چکے تھے۔ زبان نبوت سے سید الشہداء اور اسد اللہ کے القاب دیے گئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ اور حمزہ کی والدہ حقیقی چچازاد بہنیں بھی تھیں اس لحاظ سے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خالہ زاد بھائی بھی ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے ملائکہ کو دیکھا کہ وہ حمزہؓ اور حنظلہ کو غسل دے رہے ہیں۔

نمبر ۹ حاطب بن ابی بلتعہ حلیف لقریش: حضرت حاطبؓ کے والد ابو بلتعہ کا نام عمرو ہے اور بعض نے راشد لخمی کہا ہے غزوہ بدر، بیعت رضوان اور غزوہ خندق اور تمام غزوات میں شریک رہے حاطب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا قاصد بنا کر شاہ اسکندریہ کے پاس بھی بھیجا تھا حضرت حاطب کا انتقال مدینہ منورہ میں ۳۰ھ میں ہوا بوقت انتقال پینسٹھ سال کی عمر تھی۔

نمبر ۱۰ ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ قرشی: حجرت ابو حذیفہ عتبہ بن ربیعہ کے بیٹے ہیں ان کے نام میں مختلف اقوال ہیں بعض نے کہا ان کا نام مہشم ہے بعض کے نزدیک ہشیم ہے اور بعض نے ہاشم بتلایا ہے جلیل القدر قدیم الاسلام صحابی ہیں مہاجرین سابقین اولین میں سے ہیں ہجرت حبشہ اور مدینہ دونوں میں شریک تھے اور دونوں قبلوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ بدر اور تمام غزوات میں شریک رہے جنگ یمامہ میں شہید ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان کو دین و دنیا کی شرافت سے نوازا تھا بوقت انتقال ان کی عمر ۵۳ یا ۵۴ سال تھی۔

نمبر ۱۱ حارثہ بن ربیع انصاریؓ: حضرت حارثہ کی والدہ کا نام ربیع (راء کے ضمہ باء کے فتحہ اور یاء مشدد کے ساتھ) اور بعض نے راء کے فتحہ باء کے کسرہ اور یاء مخفف کے ساتھ ضبط کیا ہے) ان کے والد کا نام سراقہ ہے حضرت حارثہ غزوہ بدر میں شریک ہوئے تھے اور اسی میں شہید ہوئے لیکن میدان جنگ میں شہید نہیں ہوئے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دستہ علیحدہ ایک جگہ پر مقرر کیا تھا جس کی ذمہ داری یہ تھی کہ دشمنوں پر نظر رکھی جائے حضرت حارث اسی دستہ میں شامل تھے حضرت حارثہ نوجوان تھے آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مقرر کی ہوئی ذمہ داری ادا کر رہے تھے کہ اچانک ایک تیر آیا اور حلق میں لگا جس کی وجہ سے شہید ہو گئے ان کی شہادت کے بعد ان کی والدہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہے کہ مجھے حارث سے کتنا پیار تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ اگر حارثہ جنت میں گیا ہے تو میں صبر کروں اگر دوزخ میں گیا ہے تو میں اس پر جتنا مجھ سے ہو سکے گا روؤں گی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ام حارثہ وہاں ایک جنت نہیں ہے وہاں تو کوئی جنتیں ہیں اور تیرا بیٹا حارثہ تو فردوس اعلیٰ میں ہے تو

ان کی والدہ نے کہا کہ پس میں صبر کروں گی۔

نمبر۱۲خبیب بن عدی انصاری: حضرت خبیب (خاء کے ضمہ باء کے فتحہ اور یاء ساکنہ کے ساتھ) جلیل القدر صحابی ہیں۔ بدر میں شریک ہوئے تھے اس کے بعد غزوہ رجیع میں کفار نے ان کو دھوکے اور فریب سے گرفتار کر لیا اور مکہ میں حارث بن عامر کے لڑکوں کے ہاتھ بیچ ڈالا چونکہ حارث کو حضرت خبیبؓ نے بدر میں قتل کیا تھا اس لئے اس کے بدلے میں خبیب کو حارث کے لڑکوں نے چند دن بعد تنعیم میں سولی دے دی اور ان کی لاش کو سولی ہی پر لٹکا رہنے دیا ان کا منہ کفار کے بار بار کوشش کرنے کے باوجود قبلہ کی طرف ہی ہو جاتا تھا۔ یہ پہلے شخص ہیں جن کو زمانہ اسلام میں سولی دی گئی ان کے پاس قید کی حالت میں بے فصل کے میوے اللہ پاک کی طرف سے آتے تھے۔ انہوں نے سولی سے قبل وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھی جو اہل اسلام کے واسطے ایسی صورت میں مسنون ہو گئی انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی یا اللہ تو ہی میرا اسلام نبی کریم ﷺ تک پہنچا چنانچہ ان کا سلام اور شہادت کا واقعہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضور ﷺ تک فوراً پہنچایا یہ واقعہ ۳ھ کا ہے حضور ﷺ نے ان کی نعش سولی پر سے اتارلانے کے لئے حضرت مقداد اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کو بھیجا جو چھپا کر نعش کو اتار لا رہے تھے کہ کفار نے تعاقب کیا اور مجبوراً راستہ میں نعش کو چھوڑ دینا پڑا جس کو زمین نے اس طرح نگل لیا کہ باوجود کفار کی سعی کے پھر نہ مل سکی۔

نمبر۱۳خنیس بن حذافہ سہمی قرشی: حضرت خنیس سابقین اولین میں سے ہیں بدری صحابی ہیں ام المومنین حضرت حفصہؓ کے شوہر ہیں۔ غزوہ احد میں یہ زخمی ہو گئے تھے باوجود علاج کے تندرست نہ ہو سکے اور انہیں زخموں کی وجہ سے وفات ہوئی آپ کی کوئی اولاد نہیں تھی خنیس ہجرت حبشہ اور ہجرت مدینہ دونوں میں شریک تھے۔

نمبر۱۴رفاعہ بن رافع انصاری: حضرت رفاعہ جلیل القدر قدیم الاسلام صحابی ہیں غزوہ بدر و بیعت العقبہ میں شریک تھے بنی خزرج میں سب سے پہلے ان کے والد اسلام لائے تھے بدر اور دیگر تمام غزوات میں شریک رہے جنگ جمل وصفین میں حضرت علیؓ کے ساتھ تھے۔ ۴۱ھ یا ۴۲ھ میں حضرت معاویہ کی خلافت میں وفات ہوئی۔

نمبر۱۵رفاعہ بن عبدالمنذر ابولبابہ انصاریؓ: حضرت رفاعہ بن عبدالمنذر جلیل القدر صحابی ہیں انصار مدینہ میں سے ہیں اور قبیلہ اوس سے تعلق رکھتے ہیں۔ سرداروں میں سے تھے غزوہ بدر میں حضور ﷺ کے ساتھ تھے مگر آپ ﷺ نے ان کو راستہ سے واپس کر کے مدینہ منورہ میں اپنا قائم مقام مقرر کیا اور غنیمت بدر میں ان کو بھی حصہ دیا اس لئے یہ بھی بدریین میں شمار کئے جاتے ہیں غزوہ بدر کے بعد دیگر تمام غزوات میں شریک رہے اور فتح مکہ میں ان کے ہاتھ میں بنی عمرو بن عوف کا علم تھا غزوہ بنی قریظہ میں ان سے ایک غلطی سرزد ہو گئی تھی اس کی سزا کے طور پر خود کو مسجد نبوی کے ستون کے ساتھ اپنے آپ کو باندھ دیا حضور ﷺ کو جب اس کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر وہ میرے پاس آتے تو میں ان کے لئے استغفار کرتا یہ دس راتیں اسی طرح بندھے رہے اس کے بعد ان کے لئے توبہ قرآن مجید میں نازل ہوئی بعض حضرات اس واقعہ کی وجہ غزوہ تبوک سے تخلف بیان کرتے ہیں مسجد نبوی میں اب تک ایک ستون کا نام ابولبابہ ہے۔

نمبر۱۶زبیر بن العوام قرشیؓ: حضرت زبیر عظیم الشان اور مشہور صحابی ہیں حضور ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب کے صاحبزادے ہیں حضرت ابوبکرؓ کی صاحبزادی حضرت اسماء ان کے نکاح میں تھیں۔ حضرت زبیر اور ان کی والدہ حضرت صفیہؓ نے ایک ساتھ حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ اسلام قبول کرنے کے وقت حضرت زبیر کم سن تھے پندرہ یا سولہ کی عمر تھی آپ

نے چچا نے قبول اسلام پر سخت سزائیں دیں ان کو دھوئیں میں بند کر کے ستاتا لیکن آپ کے قدم نہ ڈگمگائے اور اسلام پر ثابت قدم رہے۔ ان کے بہت سے فضائل ہیں عشرہ مبشرہ میں سے ہیں حضور ﷺ نے ان کو اپنا حواری فرمایا۔ ایک بار حضور ﷺ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں کہا جاتا ہے کہ اسلام میں سب سے پہلے تلوار کھینچی تھی۔ ہجرت حبشہ و مدینہ دونوں میں شریک تھے۔ غزوہ بدر اور دوسرے تمام غزوات میں شرکت کی غزوہ احد میں جس کے افراتفری کا عالم تھا حضرت زبیر نہایت بہادری اور ثابت قدمی کے ساتھ حضور ﷺ کے پاس ڈٹے رہے تمام بدن پر بکثرت زخموں کے نشان تھے۔

حضرت زبیرؓ کا رنگ گورا، چہرہ پر جمال اور روشن تھا آپ دراز قد تھے اور جسم پر گوشت ہلکا تھا بال بہت تھے اور رخسار ہلکے تھے نہایت سخی اور شجاع تھے جنگ جمل میں یہ بھی شریک تھے حضرت علیؓ نے ان کو یہ حدیث یاد دلائی جس میں حضور ﷺ نے حضرت زبیرؓ سے فرمایا تھا کہ تم علیؓ سے لڑو گے اور تم زیادتی کرنے والے ہو گے حضرت زبیرؓ یہ حدیث یاد آتے ہی جنگ سے علیحدہ ہو گئے اور مدینہ شریف واپس چلے راہ میں وادی السباع میں اتر کر نماز پڑھنے لگے کہ اس حالت میں ابن جرموز نے حضرت زبیر کو شہید کر دیا اور علامت کے طور پر حضرت زبیرؓ کی تلوار حضرت علیؓ کو خوشخبری پہنچانے گیا حضرت علی حضرت زبیرؓ کی تلوار دیکھ کر روئے اور فرمایا کہ بے شک یہ وہ تلوار ہے کہ جس نے بارہا حضور ﷺ کے مصائب دور کئے پھر فرمایا کہ ابن صفیہ (زبیر) کے قاتل کو دوزخ کی بشارت سنا دو۔

نمبر ۱۷ زید بن سہل ابوطلحہ انصاری: حضرت زید بن سہل جو اپنی کنیت ابوطلحہ سے مشہور ہیں جلیل القدر انتہائی شجاع و سخی اور نشانہ باز صحابی ہیں حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ ابوطلحہ کی آواز ہزار آدمیوں سے بہتر ہے یعنی کفار پر ہیبت ڈالنے والی ہے ابوطلحہ عقبہ میں شریک تھے نیز بدر اور تمام غزوات میں شریک رہے حضور ﷺ نے ان کا بھائی چارہ حضرت ابوعبیدہ سے فرمایا تھا۔ یہ حضرت انسؓ کے سوتیلے باپ ہیں حضرت انسؓ کی والدہ حضرت ام سلیم نے ابوطلحہؓ سے بلا مہر کے صرف اسلام لانے کی شرط پر نکاح کیا تھا حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں ایک بحری لڑائی کے اثناء میں ۳۱ھ میں سمندر میں انتقال ہوا چونکہ کوئی جزیرہ قریب نہ تھا اس لئے سات دن کے بعد خشکی میں پہنچ کر دفن کئے گئے اور نعش میں ذرہ برابر بھی تغیر نہ آیا تھا۔

نمبر ۱۸ ابوزید انصاری: حضرت ابوزید ان صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں پورا قرآن پاک یاد کر لیا تھا ان کے نام میں مختلف اقوال ہیں بعضوں نے کہا ان کا نام سعد بن عمیر ہے اور بعضوں نے کہا کہ ان کا نام قیس بن سکن ہے حضرت انسؓ کے چچاؤں میں سے ہیں بدر میں حاضر ہوئے اور سعد قاری کے ساتھ مشہور تھے (اس سے پہلے احتمال کی تائید ہوتی ہے کہ ان کا نام سعد بن عمیر تھا)۔

نمبر ۱۹ سعد بن مالک زہری: حضرت سعدؓ کے والد مالک ابووقاص ہیں حضرت سعد امیر اسلام فاتح ایران صحابی ہیں حضرت ابوبکرؓ کے ایمان لانے کے تھوڑے زمانہ بعد اسلام قبول کیا خود فرماتے ہیں کہ میں تیسرا شخص اسلام قبول کرنے والا ہوں اور میں پہلا شخص ہوں جس نے اللہ کی راہ میں تیر پھینکا حضور ﷺ جنگ احد میں ان کو تیر مرحمت فرماتے اور ارشاد فرماتے اے سعدؓ تیر پھینکو میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں حضور ﷺ نے ان کو دعا دی تھی کہ اے اللہ ان کے نشانہ کو درست فرما اور ان کی دعا کو قبول فرما۔

حضرت سعد بدر اور احد اور دیگر غزوات میں شریک رہے یہ مشہور شہسوار تھے حضرت عمرؓ کے زمانہ میں یہ سپہ سالار افواج مقرر ہوئے اور ان کی کوششوں سے تمام فارس فتح ہوا اس کے بعد کوفہ کے والی مقرر ہوئے اور حضرت علی اور حضرت معاویہ

کی لڑائیوں میں بالکل علیحدہ رہے یہاں تک کہ وادی عقیق میں جو مدینہ منورہ سے دس میل کے فاصلے پر تھی اپنے محل میں انتقال فرما گئے لوگ کندھوں پر نعش اٹھا کر لائے اور بقیع میں دفن کئے گئے بالاتفاق عشرہ مبشرہ میں سے سب سے آخر میں انتقال ہوا آپ کی رنگت گندم گوں تھی اور قد چھوٹا فربہ بدن سر بڑا انگلیاں سخت پتلی ناک اور جسم پر بال بکثرت تھے۔

نمبر ۲۰ سعد بن خولہ قریشیؓ: حضرت سعدؓ قدیم الاسلام صحابی ہیں حبشہ کی طرف ہجرت ثانیہ اور ہجرت مدینہ میں شریک تھے نیز غزوہ بدر میں بھی شریک تھے ان کی وفات حجۃ الوداع کے موقعہ پر ہوئی ان کا تعلق بنی عامر بن لوی سے تھا اور بعض علماء نے کہا کہ یہ فارسی الاصل یمن کے رہنے والے تھے چونکہ قبیلہ بنی عامر قریش کے حلیف تھے اس لئے عامری قریشی کہلاتے ہیں۔

نمبر ۲۱ سعید بن زید بن عمرو بن نفیل قرشی: حضرت سعید بن زید قدیم الاسلام عشرہ مبشرہ میں سے مشہور صحابی ہیں بیس سال کی عمر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دار ارقم میں تشریف لے جانے سے پہلے اسلام لائے حضرت عمرؓ کے بہنوئی اور چچازاد بھائی ہیں ان کی اور ان کی بیوی کی وجہ سے حضرت عمر کا دل اسلام کی طرف راغب ہوا تھا بدر کے سوا تمام غزوات میں شریک ہوئے غزوہ بدر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو طلحہ بن عبداللہ کے ساتھ قریش کے قافلہ کی خبر لانے کے لئے بھیجا تھا اس لئے یہ دونوں غزوہ بدر میں شریک نہ ہو سکے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کی غنیمت میں سے ان کو بھی حصہ دیا تھا حضرت سعید کے والد زید بن نفیل وہی بزرگ ہیں جو بعثت سے قبل بھی خالص دین ابراہیمی پر قائم تھے اور مشرکوں کے ذبائح سے پرہیز کرتے تھے بت پرستی اور تمام شرکیہ رسومات سے پرہیز کرتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نزول وحی سے قبل ملاقات کی ان کو موحد الجاہیت کہا جاتا تھا حضرت سعید کا انتقال موضع عقیق میں اکیاون یا باون ہجری میں ستر سے اوپر سال کی عمر میں ہوا حضرت سعیدؓ گندم گوں دراز قد تھے گیارہویں پشت یعنی کعب بن لوی میں ان کا نسب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل جاتا ہے۔

نمبر ۲۲ سہل بن حنیف انصاریؓ: حضرت سہل انصاری قبیلہ اوس سے ہیں غزوہ بدر اور تمام غزوات میں شریک تھے غزوہ احد میں ان لوگوں میں سے تھے جو موقع جنگ سے نہیں ہٹے تھے حضرت علیؓ کے ساتھ جنگ صفین سے شریک تھے حضرت علی نے ان کو مدینہ منورہ کا اور پھر فارس کا والی مقرر فرمایا تھا ۳۸ھ میں کوفہ میں انتقال ہوا اور حضرت علیؓ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اس میں چار کے بجائے چھ تکبیریں فرمائیں اور ارشاد فرمایا کہ یہ بدری تھے۔

نمبر ۲۳، ۲۴ ظہیر بن رافع انصاری واخوہ: حضرت ظہیر بن رافع قبیلہ اوس سے ہیں ظہیر کو دو طرح ضبط کیا گیا ہے ظہیر یعنی یہ لفظ مکبر ہے ظہیر یعنی تصغیر کے ساتھ۔ ان کے بھائی خدیج بن رافع ہیں اور ملا علی قاری نے ان کا نام مظہر (یعنی میم کے ضمہ ظاء کے فتحہ اور ہاء مشدد مکسور کے ساتھ) لکھا ہے اور یہ دونوں بھائی غزوہ بدر اور دیگر غزوات میں شریک تھے۔

نمبر ۲۵ عبداللہ بن مسعود ہذلیؓ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا تعلق قبیلہ بنی ہذیل سے تھا جو قبائل قریش میں سے نہیں تھا باقی تفصیلی احوال باب جامع المناقب میں گزر چکے ہیں۔

نمبر ۲۶ عبدالرحمان بن عوف زہری: حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ قدیم الاسلام صحابی ہیں اور ان چند اکابر صحابہ میں سے ہیں جو آغاز بعثت میں ہی ایمان لے آئے تھے زمانہ جاہلیت میں ان کا نام عبدالکعبہ تھا عام الفیل کے دس سال بعد پیدا ہوئے یہ اور ان کی والدہ حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر ایمان لائے۔ ان کا تعلق بنی زہرہ بن کلاب سے تھا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چھ واسطوں کے بعد کلاب بن مرہ میں جمع ہو جاتے ہیں۔ حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ کے بہت سے فضائل ہیں انہوں نے حبشہ کی طرف دونوں

ہجرتوں میں شرکت کی بدر اور دیگر غزوات میں شریک ہوئے احد کی لڑائی میں ان صحابہ میں سے تھے جو ثابت قدم رہے اور ان کو بیس زخم آئے ایک بار سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پیچھے نماز پڑھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مسبوق تھے صرف غزوہ تبوک میں نہیں جا سکے تھے اس کی تلافی اس طرح کی کہ پہلے چار ہزار دینار راہ خدا میں خرچ کئے اس کے بعد چالیس ہزار دینار دیئے اور پانچ سو گھوڑے دیئے پھر پانچ سو اونٹ صدقہ کئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ازواج مطہرات کی خبر گیری فرماتے اور ان کی مالی ضروریات کا خیال رکھتے۔

اللہ تعالیٰ نے مالی وسعت بہت عطا فرمائی تھی اغنیاء صحابہ میں سے تھے اور ان کا ذریعہ معاش تجارت تھا جب ہجرت کر کے مدینہ آئے تو کچھ فقر و تنگدستی کا سامنا ہوا پھر اللہ پاک کی طرف سے خیر و برکت کا نزول ہوا انتقال کے وقت ان کی چار بیویاں تھیں اتنا متروکہ مال تھا کہ سارے مال میں سے بیویوں کے آٹھویں حصے کے تین لاکھ بیس ہزار درہم یا دینار بنتے تھے اس میں سے چوتھائی یعنی اسی ہزار پر مصالحت (جس کو علم میراث کی اصطلاح میں تخارج کہا جاتا ہے) ہوگئی اور ہر بیوی کو بیس ہزار درہم یا دینار ملے۔

انتقال کے وقت یہ وصیت کی تھی کہ میرے مرنے کے بعد بدری صحابہ میں سے ہر ایک کو میرے مال میں سے چار چار سو دینار دیئے جائیں ان کی میراث ایک ہزار ساٹھ لوگوں میں تقسیم ہوئی اور ہر ایک کو اسی اسی ہزار درہم دیئے گئے۔

ایک بار حضرت عائشہؓ نے ان کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سنایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں نے عبدالرحمان بن عوف کو جنت میں بچوں کی طرح سرین کے بل گھسٹ کر داخل ہوتے ہوئے دیکھا ہے اسی دن حضرت عبدالرحمان بن عوف کے ساتھ سو اونٹ ملک شام سے آئے تھے اس بشارت کے شکرانے میں انہوں نے یہ تمام اونٹ پالانوں اور جھلوں سمیت صدقہ کر دیئے۔

انتقال کے وقت بے ہوش ہوگئے جب ہوش آیا تو فرمانے لگے کہ میرے پاس سخت اور درشت طبیعت کے دو فرشتے آئے اور کہنے لگے اس کو حاکم عزیز کے پاس لے کر جاتے ہیں۔ اتنے میں دو فرشتے اور آگئے اور کہا تم ان کو کہاں لے جاتے ہو انہوں نے کہا ہم ان کو آگے عزیز امین کے پاس لے کر جا رہے ہیں ان فرشتوں نے کہا کہ ان کو چھوڑ دو ان کے لئے اس وقت سے سعادت لکھ دی گئی تھی جبکہ یہ ابھی اپنی ماں کے پیٹ میں تھے۔

حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے دور میں فتویٰ دیا کرتے تھے اور حضرت عثمانؓ کی خلافت میں انتقال ہوا۔

نمبر ۲۷ عبیدۃ بن الحارث قرشیؓ: حضرت عبیدہ اوائل زمانہ بعثت میں ایمان لائے اور اپنے بھائیوں کے طفیل اور حسین کے ساتھ مدینہ کی ہجرت فرمائی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بہت عزت فرماتے تھے ان کو غزوہ بدر سے قبل مہاجرین کے ایک لشکر کا امیر بھی مقرر فرمایا تھا غزوہ بدر میں جب مقابلہ شروع ہوا تو عتبہ شیبہ اور ولید بن عتبہ مقابلے کے لئے نکلے اور ان کے مقابلہ کے لئے تین انصاری لشکر اسلام سے گئے مگر ان نامعقولوں نے ان انصاریوں کو واپس کر دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی لے کر پکارا کہ ہمارے مقابلے میں ہمارے ہمسر قریشیوں کو بھیجو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ، حضرت علی، حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہم کو بھیجا جنہوں نے ان تینوں کافروں کو قتل کر دیا حضرت عبیدہ کا مقابلہ ولید سے ہوا حضرت عبیدہ کو زخم آئے اور انہیں زخموں کی وجہ سے غزوہ بدر سے واپسی

میں راستے میں ان کی وفات ہوئی۔

نمبر ۲۸ عبادۃ بن الصامت الانصاریؓ: حضرت عبادہؓ کبار صحابہ میں سے ہیں قدیم الاسلام جلیل القدر صحابی بیعت عقبہ الولیٰ ثانیہ اور ثالثہ میں اور غزوہ بدر اور دیگر تمام غزوات میں شریک تھے ان معدودہ چند اصحاب میں سے ہیں جنہوں نے حضور ﷺ کے زمانہ میں پورا قرآن حفظ کر لیا تھا حضرت عمر فاروق نے ان کو فلسطین میں معلم امور دین مقرر کیا تھا اور حضرت ابوعبیدہؓ نے ان کو حمص کا قاضی مقرر کیا تھا اس لئے یہ حمص میں سکونت پذیر ہو گئے تھے تھوڑے زمانہ کے بعد رملہ چلے گئے اور وہیں یا بیت المقدس میں ۳۴ھ میں وفات پائی عبادہ بن الصامت بھی انہیں لوگوں میں سے تھے جن کو حضور ﷺ نے عقبہ میں انصار کا نقیب مقرر کیا تھا بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ اول شخص ہیں جو فلسطین کے قاضی مقرر ہوئے تھے بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ حضرت معاویہؓ کے زمانہ خلافت تک حیات رہے حضرت عبادہ دراز قد اور خوبصورت جسم کے مالک تھے اور امر دینیہ میں نہایت قوی تھے۔

نمبر ۲۹ عمرو بن عوف حلیف عامر بن لوی: حضرت عمرو بن عوف انصاری ہیں بدر میں حاضر تھے اور مدینہ میں سکونت پذیر رہے اور لاولد اس دنیا سے حضرت معاویہ دور خلافت کے آخر میں کوچ کیا۔ یہ ان لوگوں میں سے ہیں کہ جن کے حق میں آیت: تَرٰی اَعْیُنَهُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ (یعنی تو دیکھے گا ان کی آنکھوں کو کہ ان سے آنسو جاری ہیں) نازل ہوئی انہوں نے حضور ﷺ سے ایک حدیث روایت کی ہے جس میں حضور ﷺ نے فرمایا میں نہیں ڈرتا تم پر فقر سے میں ڈرتا ہوں دنیا کی فراخی سے ......

نمبر ۳۰ عقبہ بن عمرو الانصاری: حضرت عقبہ بن عمرو انصاری عقبہ ثانیہ کے شرکاء میں سے سب سے کم سن تھے غزوہ احد اور اس کے بعد کے تمام غزوات میں شریک ہوئے غزوہ بدر میں شرکت کے بارے میں اختلاف ہے علامہ ابن اثیر نے ان کے بدر میں شریک ہونے کی نفی کی ہے مگر حافظ ابن حجر کا رجحان ان کے بدر میں شریک ہونے کی طرف ہے اور صحیحین میں بصراحت یہ بیان کیا گیا ہے جو لوگ ان کی بدر میں شرکت کے قائل نہیں ہیں وہ کہتے ہیں کہ چونکہ وہ مقام بدر میں قیام پذیر تھے اس لئے ان کو بدری کہا جاتا ہے یہ حضرت علیؓ کے خاص لوگوں میں سے تھے اور جنگ صفین میں حضرت علیؓ نے ان کو کوفہ میں اپنا نائب مقرر کیا تھا ۴۱ھ میں انتقال ہوا۔

نمبر ۳۱ عامر بن ربیعہ العنزی: حضرت عامر بن ربیعہ قدیم الاسلام صحابی ہیں یہ عنز کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے عنزی کہلاتے ہیں جو ان کے اجداد میں سے ہیں اور کاشف میں ہے کہ یہ آل خطاب کے حلیف تھے اور جامع الاصول میں ان کی نسبت عنوی ہے یہ بنی عدی کے حلیف تھے اسی لئے ان کی نسبت عدوی بھی ہے دونوں ہجرتوں میں شریک تھے بدر اور دیگر تمام غزوات میں شریک ہوئے حضرت عمرؓ سے قبل اسلام قبول کیا اور وفات میں مختلف اقوال ہیں ۳۲ھ ۳۳ھ یا ۳۵ھ پہلا قول مشہور ہے اور دوسرا قول کاشف کے اس قول کے زیادہ موافق ہے کہ ان کا انتقال حضرت عثمان سے پہلے ہوا۔

نمبر ۳۲ عاصم بن ثابت الانصاری: حضرت عاصم بن ثابت کی کنیت ابوسلیمان ہے یہ انصار میں سے ہیں جنگ بدر میں شریک ہوئے غزوہ ذات الرجیع میں جب یہ شہید ہوئے تو انہوں نے دعا کی تھی کہ یا اللہ کافروں کے ہاتھوں سے میرے جسم کی حفاظت فرمانا۔ انہوں نے مشرکین کے کسی سردار کو قتل کر دیا تھا بنولحیان نے ان کو شہید کیا۔ جب ان کے جسم کے کسی عضو کو کاٹنے لگے تو شہد کی مکھیوں کے چھتے نے مشرکوں سے ان کی حفاظت کی رات کو پانی کی ایک رو آئی اور ان کی لاش کو بہا کر لے گئی اسی طرح ان کا جسم کافروں کے ہاتھوں سے محفوظ ہو گیا حضرت عاصم بن ثابت، عاصم بن عمر بن الخطاب کے نانا ہیں۔

نمبر ۳۳ عویم بن ساعدہ الانصاری: حضرت عویم بن ساعدہ انصاری قبیلہ اوس سے ہیں بیعت عقبہ اولی وثانیہ میں اور غزوہ بدر اور تمام غزوات میں شریک رہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ ہی میں انتقال فرمایا۔ بعض حضرات کا خیال ہے کہ حضرت عمرؓ کے خلافت کے دور میں مدینہ میں انتقال ہوا عمر مبارک ۶۵ یا ۶۶ سال تھی۔

نمبر ۳۴ عتبان بن مالک الانصاری: حضرت عتبان بن مالک خزرجی سالمی ہیں اور بدر میں شریک ہونے والوں میں سے ہیں ان سے حضرت انسؓ اور محمود بن ربیع روایت کرتے ہیں اور امیر معاویہؓ کے زمانہ میں وفات پائی حضرت عتبان نابینا تھے انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عذر بیان کیا کہ میں نابینا ہوں اور مسجد میں نہیں آسکتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لے گئے اور گھر میں ایک جگہ ان کی نماز کے لئے مقرر فرمائی (بخاری میں یہ واقعہ مذکور ہے)

نمبر ۳۵ قدامۃ بن مظعون: حضرت قدامہ مظعون کے بیٹے اور قریشی جمحی ہیں یہ حضرت عبداللہ بن عمر کے ماموں ہیں ہجرت حبشہ کی طرف ہجرت کی بدر اور باقی تمام غزوات میں حاضر ہوئے عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن عامرؓ نے ان سے روایت کی ہے ۳۶ھ میں بعمر ۶۸ سال وفات فرمائی حضرت عمرؓ نے ان کو بحرین کا عامل مقرر فرمایا تھا بعد میں معزول کر دیا تھا۔

نمبر ۳۶ قتادہ بن نعمان الانصاری: حضرت قتادہ بن نعمان فضلائے صحابہ میں سے ہیں بیعت عقبہ بدر اور بعد کے دیگر غزوات میں شریک ہوئے ۲۳ھ میں انتقال ہوا اور حضرت عمرؓ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی مشہور تابعی حضرت قتادہ اور ہیں جو بصرہ کے رہنے والے تھے مادرزاد نابینا حافظ' مفسر تھے حافظہ بہت قوی تھا جو بات سنتے بھولتے نہ تھے یہ حضرت انسؓ حضرت حسن بصری اور سعید بن المسیب سے روایت کرتے ہیں۔

نمبر ۳۷ معاذ بن عمرو بن الجموح: حضرت معاذ بن عمرو قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے ہیں حضرت معاذ اور ان کے والد حضرت عمرو بیعت عقبہ اور بدر میں حاضر ہوئے تھے حضرت معاذ بن عمرو نے معاذ بن عفراء کے ساتھ مل کر غزوہ بدر میں ابوجہل کو قتل کیا تھا۔ ان کا تفصیلی بیان "باب قسمۃ الغنائم" میں گزر چکا ہے۔

نمبر ۳۸' ۳۹ معذ بن عفراء واخوہ: حضرت معوذ کے بھائی معاذ بن عفراء ہیں عفراء ان کی والدہ کا نام ہے والد کا نام حارث بن رفاعہ انصاری ہے حضرت معوذ نے اپنے بھائی معاذ کے ساتھ مل کر ابوجہل کو قتل کیا پھر جنگ میں لڑتے رہے اور بدر ہی میں لڑتے ہوئے شہید ہو گئے البتہ حضرت معاذ بن عفراء زندہ رہے اور بعد کے دیگر غزوات میں شریک رہے ان کے ایک بھائی عوف بھی تھے وہ بھی بدر ہی میں شہید ہوئے تھے۔

نمبر ۴۰ مالک بن ربیعہ ابو اسید انصاری: حضرت مالک بن ربیعہ اپنی کنیت ابو اسید کے ساتھ زیادہ مشہور ہیں یہ غزوہ بدر اور دیگر تمام غزوات میں شریک ہوئے اور یہ ساعدی ہیں ۷۷ھ یا ۷۸ھ میں ساٹھ سال کی عمر میں انتقال فرمایا آخیر عمر میں نابینا ہو گئے تھے اور بدری صحابہ میں سب سے آخر میں فوت ہوئے۔

نمبر ۴۱ مسطح بن اثاثہ بن عباد بن المطلب بن عبد مناف: کہا جاتا ہے کہ مسطح ان کا لقب تھا نام عوف تھا غزوہ بدر' احد اور دوسرے غزوات میں شریک ہوئے یہی وہ صحابی ہیں جو واقعہ افک میں حضرت عائشہؓ کے متعلق بدگوئی میں شریک ہو گئے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جن آدمیوں کو اتہام تراشی میں کوڑوں کی سزا دی ان میں یہ بھی شامل تھے ان کی وفات ۳۴ھ میں عمر ۵۶ سال ہوئی۔

نمبر ۴۲ مرارہ بن ربیع الانصاری: حضرت مرارہ بن ربیع کا تعلق بنی عمرو بن عوف سے ہے بدر میں حاضر ہوئے یہ ان تین حضرات میں سے ہیں کہ جو غزوہ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے وہ تین حضرات جو غزوہ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے حضرت کعب بن مالک حضرت ہلال بن امیہ اور حضرت مرارہ بن ربیع ہیں ان میں سے سب سے مشہور حضرت کعب بن مالک ہیں پھر ان کی توبہ کی قبولیت کے بارے میں قرآن پاک کی آیتیں نازل ہوئیں اسی وجہ سے اس سورت کا نام ہی سورہ توبہ رکھا گیا۔

نمبر ۴۳ معن بن عدی الانصاری: حضرت معن بن عدی بنی عمرو بن عوف کے حلیف تھے اسی لئے ان کو انصاری کہا جاتا ہے بیعت عقبہ اور بدر اور دیگر غزوات میں شریک ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا حضرت زید بن الخطاب جو حضرت عمر بن الخطاب کے بھائی تھے کے ساتھ بھائی چارہ قائم کیا تھا یہ دونوں حضرات جنگ یمامہ میں شہید ہوئے جو حضرت ابوبکرؓ کے دور خلافت میں مسیلمہ کذاب کے خلاف لڑی گئی تھی۔

نمبر ۴۴ مقداد بن عمرو الکندی حلیف بنی زہرۃ: حضرت مقداد کو مقداد بن اسود بھی کہا جاتا ہے کندی تو اس لئے کہا جاتا ہے کہ ان کے والد کا کندہ سے حلیفانہ تعلق تھا اور خود ان کا حلیفانہ تعلق اسود بن یغوث زہری سے تھا اسی لئے مقداد بن اسود زہری کہا جاتا ہے یہ قدیم الاسلام ہیں کہا جاتا ہے کہ یہ اسلام لانے والوں میں چھٹے آدمی تھے ان سے حضرت علیؓ اور طارق بن شہاب وغیرہ روایت کرتے ہیں جرف جو مدینہ سے تین میل کے فاصلے پر ایک مقام ہے وہاں وفات ہوئی لوگ ان کو وہاں سے اپنے کندھوں پر اٹھا کر لائے اور بقیع میں دفن ہوئے ۳۳ھ میں ۷۰ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔

نمبر ۴۵ ہلال بن امیہ الانصاری: حضرت ہلال بن ربیعہ غزوہ تبوک سے پیچھے رہ جانے والے تین حضرات میں سے ایک ہیں انہوں نے اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائی اس پر آیات لعان نازل ہوئیں غزوہ بدر میں شریک ہوئے ان سے حضرت جابر بن عبداللہ اور عبداللہ بن عباسؓ نے روایت کی ہے۔

فائدہ جلیلہ' اصحاب بدر کی تعداد:

حضرات بدریین کی تعداد میں روایتیں مختلف ہیں انہیں روایتوں کے اختلاف کی وجہ سے محدثین کے اقوال مختلف ہوئے ہیں۔

مسند احمد' مسند بزار' معجم طبرانی میں ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ اہل بدر تین سو تیرہ تھے۔ ابوایوب انصاری سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بدر کے لئے روانہ ہوئے تو کچھ دور چل کر اصحاب کو شمار کرنے کا حکم دیا جب شمار کئے گئے تو تین سو چودہ تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا پھر شمار کرو۔ دوبارہ شمار کر ہی رہے تھے کہ دوسرے سے دبلے اونٹ پر ایک شخص سوار آتا ہوا نظر آیا اس کو شامل کر کے تین سو پندرہ ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بدر کے ارادے سے روانہ ہوئے تو تین سو پندرہ آدمی تھے۔

یہ تین روایتیں ہیں لیکن حقیقت میں سب متفق اور متحد ہیں اس لئے کہ اگر اس آخری شخص اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی شمار کیا جائے تو تین سو پندرہ تھے اور اگر اس آخری شخص اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اصحاب کے ساتھ شمار نہ کیا جائے تو پھر تعداد تین سو تیرہ ہے اس سفر میں کچھ صغیر سن یعنی کم عمر بچے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے جیسے حضرت براء بن عازب۔ عبداللہ بن عمر۔ انس بن مالک۔ جابر

بن عبداللہ رضی اللہ عنہم مگر ان کو قتال کی اجازت نہ تھی اگر ان کم سن بچوں کو بھی بدریین میں شمار کر لیا جائے تو پھر تعداد تین سو انیس ہو جاتی ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ اہل بدر تین سو انیس تھے۔

علامہ سہیلی فرماتے ہیں کہ جنگ بدر میں مسلمانوں کی امداد کے لئے ستر جن بھی حاضر ہوئے آٹھ آدمی ایسے تھے کہ جو اس غزوہ میں کسی وجہ سے شریک نہ ہو سکے لیکن اہل بدر میں شمار کئے گئے اور رسول اللہ ﷺ نے مال غنیمت میں سے ان کا حصہ عطا فرمایا۔

نمبر ا حضرت عثمان بن عفانؓ: ان کو حضور ﷺ نے حضرت رقیہؓ کی علالت کی وجہ سے مدینہ میں چھوڑا تھا۔

نمبر ۲، ۳ حضرت طلحہؓ اور حضرت سعید بن زیدؓ: ان دونوں کو حضور ﷺ نے قریش کے قافلہ کے تجسس کے لئے بھیجا تھا۔

نمبر ۴ ابولبابہ انصاری: ان کو حضور ﷺ نے روحاء سے مدینہ پر اپنا قائم مقام مقرر بنا کر واپس فرمایا۔

نمبر ۵ حارث بن حاطبؓ: بنی عمرو بن عوف کی طرف سے آپ کو کوئی خبر پہنچی تھی اس لئے آپ نے حضرت حارث کو بنی عمرو کی طرف بھیجا۔

نمبر ۶ عاصم بن عدیؓ: ان کو عوالی مدینہ پر مقرر فرمایا گیا۔

نمبر ۷ حارث بن صمہؓ: ان کو حضور ﷺ نے چوٹ آجانے کی وجہ سے مقام روحا سے واپس فرمایا تھا۔

نمبر ۸ خوات بن جبیر: پنڈلی میں چوٹ آجانے کی وجہ سے مقام صفراء سے واپس کر دیے گئے تھے۔

جعفر بن حسن بن عبدالکریم برزنجیؒ نے ایک رسالہ بنام جالیۃ الکرب باصحاب سید العجم والعرب لکھا ہے اس میں بدریین کے اسماء مبارکہ اور ان کے فضائل لکھے ہیں اس میں انہوں نے اصحاب بدر کی تعداد تین سو پینسٹھ لکھی ہے لیکن ساتھ یہ تصریح کی ہے کہ راجح قول یہ ہے کہ اصحاب بدر کی تعداد تین سو تیرہ تھی۔

فضائل بدریین:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کے قصہ میں حضرت عمرؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

لعل اللہ اطلع الی اھل بدر فقال: اعملوا ماشئتم فقد وجبت لکم الجنۃ۔

یعنی تحقیق اللہ نے اہل بدر کی رطف نظر فرمائی اور یہ کہہ دیا جو چاہے کرو جنت تمہارے لئے واجب ہو چکی ہے جبکہ دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں **فقد غفرت لکم** یعنی تمہارے گناہ معاف ہو چکے ہیں۔

مسند احمد کی حدیث ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: **لن یدخل النار احد شھد بدرا** یعنی جو شخص بدر میں حاضر ہوا وہ ہرگز جہنم میں نہ جائے گا۔

رفاعہ بن رافع فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جبرائیل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ سوال کیا آپ ﷺ اہل بدر کو کیا سمجھتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا سب سے افضل اور بہتر جبرائیل علیہ السلام نے کہا اسی طرح وہ فرشتے جو بدر میں حاضر ہوئے سب فرشتوں سے افضل و بہتر ہیں۔

اسماء بدریین کے خواص و برکات:

شیخ برہان حلبی نے اپنی مشہور تصنیف سیرت حلبیہ میں فرمایا اور علامہ دوانی نے بھی اس کی تصریح کی ہے کہ ہم نے مشائخ حدیث سے سنا ہے کہ اہل بدر کے ذکر کے وقت دعا قبول ہوتی ہے اور بارہا اس کا تجربہ ہو چکا ہے۔

شیخ عبداللطیف نے اپنے رسالے میں لکھا ہے کہ بعض علماء فرماتے ہیں بہت اولیاء اللہ کو اہل بدر کے ناموں کی برکت سے مقام ولایت نصیب ہوا اور بہت سے بیمار لوگوں نے اہل بدر کے وسیلہ سے اللہ پاک کے حضور میں بیماری سے شفا کی دعا کی اللہ پاک نے ان کو شفاء عطا فرمائی۔

بعض عارفین نے فرمایا کہ میں نے جب بھی کسی بیمار کے سر پر ہاتھ رکھ کر اہل بدر کے نام خالص نیت سے پڑھے تو اس کو اللہ پاک نے شفاء عطا فرمائی اور اگر اس کی موت قریب آئی ہوئی ہوتی تو ان ناموں کی برکت سے روح نکلنے میں تخفیف ہو جاتی۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ہم نے ان حضرات کے ناموں کا بارہا تجربہ کیا کہ جب کسی اہم اور مشکل کام میں ان کے نام لکھ کر یا پڑھ کر شروع کرتے تو اس میں آسانی ہوتی اور کوئی دعا ان ناموں سے زیادہ جلد قبول ہونے والی نہیں دیکھی۔

حضرت جعفر بن عبداللہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے وصیت کی تھی کہ میں صحابہ کرام سے محبت کروں اور تمام اہم کاموں میں اہل بدر کے وسیلہ سے دعا کروں اور یہ بھی فرمایا کہ اے میرے بیٹے ان حضرات کے ناموں کے ذکر کے وقت دعا قبول ہوتی ہے جب کوئی شخص ان کا ذکر کرتا ہے یا ان کے ناموں کے وقت دعا کرتا ہے تو اس شخص کو مغفرت، رحمت، برکت، رضاء ورضوان ڈھانپ لیتی ہے جو شخص روزانہ ان کا ذکر کرے اور ان کے وسیلہ سے اللہ پاک سے اپنی کسی حاجت روائی کا سوال کرے تو اس کی حاجت روائی کی جاتی ہے۔

لیکن مناسب یہ ہے کہ جب اپنی کسی ضرورت کے لئے ان حضرات کے نام لے تو ہر ایک کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ کہے۔ مثلاً یوں کہے محمد رسول اللہ ﷺ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ..... اس سے دعا بہت جلد قبول ہوتی ہے ان ناموں کی برکت سے قبولیت دعا کی بہت سی حکایات ہیں لیکن ان کو طوالت کے خوف سے چھوڑ دیا گیا ہے۔

مولف فرماتے ہیں کہ صاحب استیعاب نے بدریین ؓ کے اسماء مبارک کو دعا ت و توسل کے انداز میں لکھا ہے اور اخیر میں ایک طویل دعا لکھی ہے جو مشکل المعانی ہے میں نے بھی ان کے اسماء گرامی دعا کے انداز میں لکھے ہیں لیکن اس طویل دعا کے بجائے ایک جامع دعا حدیث شریف سے لکھی ہے جو بہت مفید ہے وہ دعا یہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَللّٰهُمَّ اَسْاَلُكَ بِسَيِّدِنَا مُحَمَّدِ الْمُهَاجِرِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِسَيِّدِنَا عَبْدُاللّٰهِ ابْنِ عُثْمَانَ اَبِيْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ الْقُرَيْشِيِّ وَبِسَيِّدِنَا عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ الْعَدَوِيِّ وَبِسَيِّدِنَا عُثْمَانَ ابْنِ عَفَّانَ الْقُرَيْشِيِّ خَلَّفَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اِبْنَتِهٖ وَضَرَبَ لَهٗ بِسَهْمِهٖ وَبِسَيِّدِنَا عَلِيِّ ابْنِ اَبِيْ طَالِبِ الْهَاشِمِيِّ وَبِسَيِّدِنَا اِيَاسِ بْنِ الْبُكَيْرِ بِسَيِّدِنَا بِلَالِ بْنِ رَبَاحٍ مَوْلٰى اَبِيْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ

الْقُرَشِيِّ وَسَيِّدِنَا حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ الْهَاشِمِيِّ وَسَيِّدِنَا حَاطِبِ بْنِ اَبِيْ بَلْتَعَةَ حَلِيْفٍ لِقُرَيْشٍ وَسَيِّدِنَا اَبِيْ حُذَيْفَةَ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ الْقُرَشِيِّ وَسَيِّدِنَا حُبَيْبِ بْنِ عَدِيِّ الْاَنْصَارِيِّ وَسَيِّدِنَا خُنَيْسِ بْنِ حُذَافَةَ السَّهْمِيِّ وَسَيِّدِنَا رُفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ الْاَنْصَارِيِّ وَسَيِّدِنَا رُفَاعَةَ بْنِ عَبْدِالْمُنْذِرِ اَبِيْ لُبَابَةَ الْاَنْصَارِيِّ وَسَيِّدِنَا الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ الْقُرَشِيِّ وَسَيِّدِنَا زَيْدِ بْنِ سَهْلٍ اَبِيْ طَلْحَةَ الْاَنْصَارِيِّ وَسَيِّدِنَا اَبِيْ زَيْدٍ الْاَنْصَارِيِّ وَسَيِّدِنَا سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ الزُّهْرِيِّ وَسَيِّدِنَا سَعْدِ ابْنِ خَوْلَةَ الْقُرَشِيِّ وَسَيِّدِنَا ظُهَيْرِ بْنِ رَافِعٍ الْاَنْصَارِيِّ وَاَخِيْهِ وَسَيِّدِنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ الْهُذَلِيِّ وَسَيِّدِنَا عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ الْهُذَلِيِّ وَسَيِّدِنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ الزُّهْرِيِّ وَسَيِّدِنَا عُبَيْدَةَ بْنِ الْحَارِثِ الْقُرَشِيِّ وَسَيِّدِنَا عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ الْاَنْصَارِيِّ وَسَيِّدِنَا عَمْرُوبْنُ عَوْفٍ حَلِيْفِ بَنِيْ عَامِرِ ابْنِ لُؤَيٍّ وَ سَيِّدِنَا عُقْبَةَ بْنِ عَمْرٍو الْاَنْصَارِيِّ وَسَيِّدِنَا عَامِرِ بْنُ رَبِيْعَةَ الْعَنْزِيِّ وَسَيِّدِنَا عَاصِمِ بْنِ ثَابِتٍ الْاَنْصَارِيِّ وَسَيِّدِنَا عُوَيْمِ بْنِ سَاعِدَةَ الْاَنْصَارِيِّ وَسَيِّدِنَا عِتْبَانَ بْنِ مَالِكٍ الْاَنْصَارِيِّ وَسَيِّدِنَا قُدَامَةَ بْنِ مَظْعُوْنٍ وَسَيِّدِنَا قَتَادَةَ بْنِ النُّعْمَانِ الْاَنْصَارِيِّ وَسَيِّدِنَا مُعَاذُ بْنِ عَمْرُوبْنِ الْجَمُوْحِ وَسَيِّدِنَا مُعَوِّذِ بْنِ عَفْرَآءَ وَاَخِيْهِ مَالِكِ بْنِ رَبِيْعَةَ وَسَيِّدِنَا اَبِيْ اُسَيْدٍ الْاَنْصَارِيِّ وَسَيِّدِنَا مِسْطَحُ بْنِ اَثَاثَةِ بْنِ عُبَادَةَ بْنِ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ بْنِ عَبْدِ مَنَافٍ وَسَيِّدِنَا مُرَارَةَ بْنِ الرَّبِيْعِ الْاَنْصَارِيِّ وَسَيِّدِنَا مَعْنِ ابْنِ عَدِيِّ الْاَنْصَارِيِّ سَيِّدِنَا مِقْدَادِ بْنِ عَمْرٍو الْكِنْدِيِّ حَلِيْفِ بَنِيْ زُهْرَةَ وَسَيِّدِنَا هِلَالِ بْنِ اُمَيَّةَ الْاَنْصَارِيِّ وَسَيِّدِنَا اَبِيْ عَمْرِوبْنِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ الْاَشْهَلِيِّ الْاَنْصَارِيِّ وَسَيِّدِنَا اُسَيْدُ بْنِ حُضَيْرٍ الْاَنْصَارِيِّ وَالْاَشْهَلِيِّ وَسَيِّدِنَا اُسَيْدُ بْنُ ثَعْلَبَةَ الْاَنْصَارِيِّ وَسَيِّدِنَا اُنَيْسِ بْنِ قَتَادَةَ الْاَنْصَارِيِّ وَسَيِّدِنَا اَنَسُ بْنُ مُعَاذٍ النَّجَّارِيِّ وَسَيِّدِنَا اَنَسُ بْنُ اَوْسٍ الْاَنْصَارِيِّ الْاَشْهَلِيِّ وَسَيِّدِنَا اَوْسِ بْنِ ثَابِتٍ النَّجَّارِيِّ الْاَنْصَارِيِّ وَسَيِّدِنَا اَوْسِ بْنِ خَوْلِيِّ الْاَنْصَارِيِّ وَسَيِّدِنَا اَوْسِ بْنِ الصَّامِتِ الْخَزْرَجِيِّ الْاَنْصَارِيِّ وَسَيِّدِنَا اَسْعَدِ ابْنِ زُرَارَةَ النَّجَّارِيِّ الْاَنْصَارِيِّ الْخَزْرَجِيِّ وَسَيِّدِنَا الْاَسْوَدِ ابْنِ زَيْدُ بْنِ غَنَمٍ الْاَنْصَارِيِّ وَسَيِّدِنَا اِيَاسِ بْنِ وُدْقَةَ الْاَنْصَارِيِّ مِنْ بَنِيْ سَالِمِ بْنِ عَوْفٍ الْخَزْرَجِيِّ وَسَيِّدِنَا الْاَرْقَمِ بْنِ اَبِي الْاَرْقَمِ الْهَاشِمِيِّ وَسَيِّدِنَا بَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ الْخَزْرَجِيِّ الْاَنْصَارِيِّ وَسَيِّدِنَا بِشْرِ بْنِ الْبَرَاءِ بْنِ مَعْرُوْرٍ الْاَنْصَارِيِّ الْخَزْرَجِيِّ وَسَيِّدِنَا بَشِيْرِبْنِ سَعْدٍ الْخَزْرَجِيِّ الْاَنْصَارِيِّ وَسَيِّدِنَا بَشِيْرِبْنِ اَبِيْ زَيْدٍ الْاَنْصَارِيِّ وَسَيِّدِنَا بُحَيْرِ ابْنِ اَبِيْ بُحَيْرِ الْجُهَنِيِّ النَّجَّارِيِّ وَسَيِّدِنَا بِسْعَسِ ابْنِ عَمْرٍو الْخَزْرَجِيِّ الْاَنْصَارِيِّ وَسَيِّدِنَا بَحَّاسِ بْنِ ثَعْلَبَةَ الْاَنْصَارِيِّ الْخَزْرَجِيِّ وَسَيِّدِنَا

تَمِيْمُ بْنِ يَعَارِ الْاَنْصَارِيِّ الْخَزْرَجِيُّ وَبِسَيِّدِنَا تَمِيْمُ الْاَنْصَارِيِّ مَوْلٰى بَنِيْ غَنْمٍ وَبِسَيِّدِنَا تَمِيْمُ مَوْلٰى خِرَاشِ بْنِ الصِّمَّةِ وَبِسَيِّدِنَا ثَابِتِ بْنِ الْجَذْعِ الْاَنْصَارِيِّ الْاَشْهَلِيِّ وَبِسَيِّدِنَا ثَابِتِ بْنِ هَزَّالِ بْنِ عَمْرٍو الْاَنْصَارِيِّ وَالْعَوْفِيِّ وَبِسَيِّدِنَا ثَابِتِ بْنِ عَمْرِو بْنِ زَيْدٍ النَّجَّارِيِّ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا ثَابِتِ بْنِ خَالِدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ النُّعْمَانِ النَّجَّارِيِّ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا ثَابِتِ بْنُ الْخَنْسَاءِ النَّجَّارِيِّ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا ثَابِتِ بْنِ اَقْرَمَ الْاَنْصَارِيِّ حَلِيْفِ بَنِيْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ وَبِسَيِّدِنَا ثَابِتِ بْنِ زَيْدٍ الْاَشْهَلِيِّ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا ثَابِتِ بْنِ رَبِيْعَةَ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا ثَعْلَبَةَ بْنِ غَنَمَةَ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا ثَعْلَبَةَ بْنِ سَاعِدَةَ السَّاعِدِيِّ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا ثَعْلَبَةَ بْنِ عَمْرِو النَّجَّارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا ثَعْلَبَةَ بْنِ حَاطِبٍ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا ثَقْفِ بْنِ عَمْرٍو الْاَسْلَمِيِّ وَبِسَيِّدِنَا جَابِرِ بْنِ خَالِدِ بْنِ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِيِّ النَّجَّارِيِّ الْاَشْهَلِيِّ وَبِسَيِّدِنَا جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْحَرَامِيِّ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا جَبَّارِ بْنِ صَخْرٍ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا جُبَيْرِ بْنِ اِيَاسٍ الْاَنْصَارِيِّ الزُّرَقِيِّ وَبِسَيِّدِنَا حَارِثَةَ بْنِ النُّعْمَانِ النَّجَّارِيِّ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا حَارِثَةَ بْنِ مَالِكٍ الْاَنْصَارِيِّ الزُّرَقِيِّ وَبِسَيِّدِنَا حَارِثِ بْنِ حُمَيْرٍ الْاَشْجَعِيِّ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا حَارِثَةَ بْنِ حُمَيْرٍ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا حَارِثِ بْنِ هِشَامٍ الْمَخْزُوْمِيِّ الْقُرَشِيِّ وَبِسَيِّدِنَا الْحَارِثِ بْنِ عَتِيْكٍ النَّجَّارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا الْحَارِثِ بْنِ قَيْسٍ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا حَارِثِ بْنِ اَوْسٍ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا الْحَارِثِ بْنِ اَنَسٍ الْاَشْهَلِيِّ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا الْحَارِثِ بْنِ النُّعْمَانِ الْقَيْسِيِّ وَبِسَيِّدِنَا الْحَارِثِ بْنِ النُّعْمَانِ ابْنِ خَزَمَةَ الْخَزْرَجِيِّ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا حُرَيْثِ بْنِ زَيْدٍ الْخَزْرَجِيِّ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا الْحَكَمِ بْنِ عَمْرٍو الثُّمَالِيِّ وَبِسَيِّدِنَا حَبِيْبٍ مَوْلَى الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا الْحُصَيْنِ ابْنِ الْحَارِثِ الْمُطَّلِبِيِّ وَبِسَيِّدِنَا حَاطِبِ بْنِ عَمْرٍو الْاَوْسِيِّ وَبِسَيِّدِنَا حَرَامِ بْنِ مِلْحَانَ النَّجَّارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا الْحُبَابِ بْنِ الْمُنْذِرِ الْاَنْصَارِيِّ السُّلَمِيِّ وَبِسَيِّدِنَا خَالِدِ بْنِ الْبُكَيْرِ وَبِسَيِّدِنَا خَالِدِ بْنِ الْعَاصِيْ قُتِلَ يَوْمَ بَدْرٍ وَبِسَيِّدِنَا خَالِدِ بْنِ قَيْسٍ الْاَزْدِيِّ الْعَجْلَانِيِّ وَبِسَيِّدِنَا خَلَّادِ ابْنِ رَافِعٍ الْعَجْلَانِيِّ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا خَلَّادِ بْنِ سُوَيْدٍ الْاَنْصَارِيِّ وَخَزْرَجِيِّ وَبِسَيِّدِنَا خَلَّادِ بْنِ عَمْرٍو الْاَنْصَارِيِّ وَالسُّلَمِيِّ وَبِسَيِّدِنَا خُزَيْمَةَ بْنَ ثَابِتٍ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا خَارِجَةَ بْنِ زَيْدٍ الْاَنْصَارِيِّ الْخَزْرَجِيِّ وَبِسَيِّدِنَا خَارِجَةَ بْنِ حُمَيِّرٍ الْاَشْجَعِيِّ وَبِسَيِّدِنَا خَبَّابِ بْنِ الْاَرَتِّ الْخُزَاعِيِّ وَبِسَيِّدِنَا خَبَّابٍ مَوْلٰى عُقْبَةَ بْنِ غَزْوَانٍ وَبِسَيِّدِنَا خُرَيْمِ بْنِ فَاتِكٍ الْاَسَدِيِّ وَبِسَيِّدِنَا خِرَاشِ بْنِ الصِّمَّةِ الْاَنْصَارِيِّ وَالسُّلَمِيِّ وَبِسَيِّدِنَا خَوْلٰى بْنِ خَوْلٰى الْعَجَلِيِّ الْجُعْفِيِّ وَبِسَيِّدِنَا خُبَيْبِ بْنِ اِسَافٍ

الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا خَوَّاتِ بْنِ جُبَيْرٍ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا خُثَيْمَةَ بْنَ الْحَارِثِ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا خَلِيْفَةَ بْنِ عَدِيٍّ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا خَلِيْدَةَ بْنِ قَيْسٍ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا ذَكْوَانَ بْنِ عَبْدِ قَيْسٍ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا ذِی مَخْبَرِنِ الْجُشَمِيِّ وَبِسَيِّدِنَا ذِي الشِّمَالَيْنِ الْخُزَاعِيِّ وَبِسَيِّدِنَا رَافِعِ بْنِ مَالِكٍ الْاَنْصَارِيِّ الْخَزْرَجِيِّ وَبِسَيِّدِنَا رَافِعِ بْنِ الْحَارِثِ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا رَافِعِ بْنِ الْمُعَلَّى الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا رَافِعِ بْنِ عَنْجَدَةَ الْاَنْصَارِيِّ الْعَوَامِيِّ وَبِسَيِّدِنَا رَافِعِ بْنِ سَهْلٍ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا رَافِعِ بْنِ زَيْدٍ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا رِفَاعَةَ بْنِ عَمْرٍو الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا رِفَاعَةَ رَافِعٍ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا رِفَاعَةَ بْنِ الْحَارِثِ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا رِفَاعَةَ بْنِ عَمْرٍو الْجُهَنِيِّ وَبِسَيِّدِنَا رَبِيْعَةَ بْنِ اَكْثَمَ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا رَبِيْعِ بْنِ اِيَاسٍ الْاَنْصَارِيِّ وَاَخِيْهِ وَبِسَيِّدِنَا رُحَيْلَةَ بْنِ ثَعْلَبَةَ الْاَنْصَارِيِّ الْبَيَاضِيِّ وَبِسَيِّدِنَا زَيْدِ ابْنِ الْخَطَّابِ الْعَدَوِيِّ وَبِسَيِّدِنَا زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ الْكَلْبِيِّ وَبِسَيِّدِنَا زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ الْعَجْلَانِيِّ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا زَيْدِ بْنِ الدَّثِنَّةِ الْاَنْصَارِيِّ الْبَيَاضِيِّ وَبِسَيِّدِنَا زَيْدِ بْنِ عَاصِمٍ الْمَازِنِيِّ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا زَيْدِ بْنِ لَبِيْدٍ الْاَنْصَارِيِّ الْبَيَاضِيِّ وَبِسَيِّدِنَا زِيَادِ بْنِ عَمْرٍو الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا زِيَادِ بْنِ كَعْبٍ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا زَاهِرِ بْنِ حَرَامٍ الْاَشْجَعِيِّ وَبِسَيِّدِنَا طُلَيْبِ بْنِ عَمْرٍو الْقُرَشِيِّ وَبِسَيِّدِنَا الطُّفَيْلِ بْنِ الْحَارِثِ الْمُطَّلِبِيِّ وَاَخِيْهِ قُتِلَ يَوْمَ بَدْرٍ وَبِسَيِّدِنَا الطُّفَيْلِ بْنِ مَالِكٍ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا كَعْبِ ابْنِ عَمْرٍو الْاَنْصَارِيِّ السُّلَمِيِّ وَبِسَيِّدِنَا كَعْبِ بْنِ زَيْدٍ النَّجَّارِيِّ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا كَعْبِ بْنِ حَمَّارٍ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا كَفَّازِ بْنِ حَصْنٍ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا مُحَمَّدِ بْنِ مَسْلَمَةَ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا مُعَاذِ بْنِ عَفْرَاءَ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا عَوْفِ بْنِ الْعَفْرَاءِ وَقُتِلَ يَوْمَ بَدْرٍ وَبِسَيِّدِنَا مُعَوِّذٍ وَبِسَيِّدِنَا مُعَاذِ بْنِ مَاعِصٍ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا مَالِكِ بْنِ عُمَيْلَةَ الْعَبْدَرِيِّ وَبِسَيِّدِنَا مَالِكِ بْنِ قُدَامَةَ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا مَالِكِ بْنِ رَافِعٍ الْعَجْلَانِيِّ وَبِسَيِّدِنَا مَالِكِ بْنِ عَمْرٍو السُّلَمِيِّ وَبِسَيِّدِنَا مَالِكِ بْنِ اُمَيَّةَ بْنِ عَمْرٍو السُّلَمِيِّ وَبِسَيِّدِنَا مَالِكِ ابْنِ اَبِي خَوْلِيٍّ الْعَجْلَانِيِّ وَبِسَيِّدِنَا مَالِكِ بْنِ نُمَيْلَةَ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا مَعْمَرِ بْنِ الْحَارِثِ الْجُمَحِيِّ وَبِسَيِّدِنَا مُحْرِزِ بْنِ نَضْلَةَ الْاَسَدِيِّ وَبِسَيِّدِنَا مُحْرِزِ بْنِ عَامِرٍ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا مَعْنِ بْنِ يَزِيْدَ السُّلَمِيِّ وَبِسَيِّدِنَا مَعْبَدِ بْنِ قَيْسٍ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا الْمُنْذِرِ بْنِ عَمْرٍو الْاَنْصَارِيِّ الْخَزْرَجِيِّ وَبِسَيِّدِنَا الْمُنْذِرِ بْنِ الْاَوْسِيِّ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا مُنْذِرِ بْنِ قُدَامَةَ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا مُعَتِّبِ بْنِ حَمْرَاءَ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا مُعَتِّبِ بْنِ بَشِيْرٍ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا مُصْعَبِ ابْنِ عُمَيْرٍ الْقُرَشِيِّ وَبِسَيِّدِنَا مُبَشِّرِ بْنِ عَبْدِ الْمُنْذِرِ

الْاَوْسِيِّ وَبِسَيِّدِنَا مُلَيْلِ بْنِ وَبْدَةَ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا مَهْجَعِ بْنِ صَالِحٍ مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَبِسَيِّدِنَا مِدْرَاجِ بْنِ عَمْرِونِ السُّلَمِيِّ وَبِسَيِّدِنَا نَوْفَلِ بْنِ ثَعْلَبَةَ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا النُّعْمَانِ بْنِ عَبْدِ النَّجَّارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا النُّعْمَانِ بْنِ اَبِيْ خَزْمَةَ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا النُّعْمَانِ بْنِ عَمْرٍو الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا النُّعْمَانِ ابْنِ اَبِيْ خَزْمَةَ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا النُّعْمَانِ بْنِ سِنَانٍ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا نَصْرِ بْنِ الْحَارِثِ الْاَنْصَارِيِّ وَالظَّفَرِيِّ وَبِسَيِّدِنَا نَحَاتِ بْنِ ثَعْلَبَةَ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا نُعَيْمَانِ بْنِ عَمْرٍو النَّجَّارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا صُهَيْبِ بْنِ سِنَانٍ الرُّوْمِيِّ وَبِسَيِّدِنَا صَفْوَانَ ابْنِ اُمَيَّةَ بْنِ عَمْرِونِ السُّلَمِيِّ وَاَخِيْهِ مَالِكِ ابْنِ اُمَيَّةَ وَبِسَيِّدِنَا الضَّحَّاكِ بْنِ حَارِثَةَ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا الضَّحَّاكِ بْنِ عَبْدِ الْاَنْصَارِيِّ النَّجَّارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ ثَعْلَبَةَ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنِ جُبَيْرٍ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنِ الْحُمَيْرِ الْاَشْجَعِيِّ وَبِسَيِّدِنَا عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رُبَيْعٍ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَوَاحَةَ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنِ رَافِعٍ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنِ رُبَيْعٍ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ طَارِقٍ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنِ كَعْبٍ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَظْعُوْنٍ الْجُمَحِيِّ وَبِسَيِّدِنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنِ النُّعْمَانِ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلُوْلٍ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَرَامٍ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا عَبْدُاللّٰهِ ابْنِ عَامِرٍ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنِ عُمَيْرٍ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْسٍ الْخَزْرَجِيِّ وَبِسَيِّدِنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ سَعْدٍ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَمَةَ الْعَجْلَانِيِّ وَبِسَيِّدِنَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبٍ الْمَازِنِيِّ وَبِسَيِّدِنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنِ جُبَيْرٍ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدٍ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنِ سَهْلٍ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا عُبَيْدِ بْنِ اَوْسٍ وَبِسَيِّدِنَا عُبَيْدِ بْنِ زَيْدٍ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا عَبْدِ رَبِّهٖ ابْنِ حَقٍّ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا عَبَّادِ بْنِ عُبَيْدٍ التَّيِّهَانِ وَبِسَيِّدِنَا عَبْدِ يَالِيْلَ بْنِ نَاشِبٍ اللَّيْثِيِّ وَبِسَيِّدِنَا عَبَّادِ بْنِ قَيْسٍ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا عُمَيْرِ بْنِ حَرَامٍ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا عَمْرِو ابْنِ قَيْسٍ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا عَمْرِو بْنِ ثَعْلَبَةَ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا سُفْيَانَ بْنِ بِشْرٍ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا سَالِمِ بْنِ عُمَيْرٍ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا سِنَانِ بْنِ سِنَانٍ الْاَسَدِيِّ وَبِسَيِّدِنَا السَّمَّاكِ بْنِ خَرَشَةَ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا سَهْلِ بْنِ عَتِيْكٍ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا سُهَيْلِ ابْنِ رَافِعٍ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا السَّائِبِ بْنِ مَظْعُوْنٍ الْجُمَحِيِّ وَبِسَيِّدِنَا اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ الْاَنْصَارِيِّ النَّجَّارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا اَبِيْ مُعَاذٍ النَّجَّارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا اُسَيْرَةَ بْنِ عَمْرٍو الْاَنْصَارِيِّ النَّجَّارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنِ عَامِرٍ الْاَنْصَارِيِّ

وَبِسَيِّدِنَا عُكَّاشَةَ بْنِ مِحْصَنٍ الْأَسَدِيِّ وَبِسَيِّدِنَا عَتِيكِ بْنِ التَّيْهَانِ الْأَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا عَنْتَرَةَ السُّلَمِيِّ وَبِسَيِّدِنَا عَاقِلِ بْنِ الْبُكَيْرِ وَبِسَيِّدِنَا فَرْوَةَ بْنِ عَمْرٍو الْأَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا غَنَّامِ بْنِ أَوْسٍ الْأَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا الْفَاكِهِ بْنِ بِشْرٍ الْأَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا قَيْسِ بْنِ مَخْلَدٍ الْأَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا قَيْسِ بْنِ مِحْصَنٍ الْأَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا قَيْسِ بْنِ ابِی صَعْصَعَةَ الْأَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا قُطْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْأَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا سَعْدِ بْنِ خَيْثَمَةَ الْأَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا سَعْدِ بْنِ عُثْمَانَ الْأَنْصَارِيِّ وَالزُّرَقِيِّ وَبِسَيِّدِنَا سَعْدِ بْنِ زَيْدٍ الْأَنْصَارِيِّ الْأَشْهَلِيِّ وَبِسَيِّدِنَا سُفْيَانَ بْنِ بِشْرٍ الْأَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا سَالِمِ بْنِ عُمَيْرٍ الْعَوْفِيِّ وَبِسَيِّدِنَا سُلَيْمِ بْنِ عَمْرٍو الْأَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا سُلَيْمِ بْنِ الْحَارِثِ الْأَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا سُلَيْمِ ابْنِ قَيْسِ بْنِ فَهْدٍ الْأَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا سُلَيْمِ بْنِ مِلْحَانَ الْأَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا سَلَمَةَ ابْنِ سَلَامَةَ الْأَنْصَارِيِّ الْأَشْهَلِيِّ وَبِسَيِّدِنَا سُهَيْلِ بْنِ عَمْرٍو الْأَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا سَلَمَةَ بْنِ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيِّ الْأَشْهَلِيِّ وَبِسَيِّدِنَا سُهَيْلِ بْنِ بَيْضَاءَ الْقُرَشِيِّ وَالْفِهْرِيِّ وَبِسَيِّدِنَا سُوَيْدِ بْنِ مَخْشِيٍّ الطَّائِيِّ وَبِسَيِّدِنَا سَلِيطِ بْنِ عَمْرٍو الْعَامِرِ الْقُرَشِيِّ وَبِسَيِّدِنَا سَلِيطِ بْنِ قَيْسٍ الْأَنْصَارِيِّ وَالنَّجَّارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا سُرَاقَةَ بْنِ كَعْبٍ الْأَنْصَارِيِّ النَّجَّارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا سُرَاقَةَ بْنِ عَمْرٍو الْأَنْصَارِيِّ النَّجَّارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا سَوَّادِ بْنِ غَزِيَّةَ الْأَنْصَارِيِّ السُّلَمِيِّ وَبِسَيِّدِنَا سَعِيدِ بْنِ سُهَيْلٍ الْأَنْصَارِيِّ الْأَشْهَلِيِّ وَبِسَيِّدِنَا شَمَّاسِ بْنِ عُثْمَانَ الْمَخْزُومِيِّ وَبِسَيِّدِنَا شُجَاعِ بْنِ ابِی وَهْبٍ الْأَسَدِيِّ حَلِيفِ عَبْدِ شَمْسٍ وَبِسَيِّدِنَا هَانِئِ بْنِ نِيَارٍ الْأَسَدِيِّ وَبِسَيِّدِنَا هِلَالِ بْنِ الْمُعَلَّى الْأَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا هِلَالِ بْنِ خَوْلِيٍّ الْأَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا هَمَّامِ بْنِ الْحَارِثِ وَبِسَيِّدِنَا وَهْبِ بْنِ ابِی سَرْحٍ الْفِهْرِ الْقُرَشِيِّ وَبِسَيِّدِنَا وَدِيعَةَ بْنِ عَمْرٍو الْأَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا يَزِيدَ بْنِ الْحَارِثِ الْأَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا يَزِيدَ بْنِ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا ابِی أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا ابِی الْحَمْرَاءِ مَوْلَى آلِ عَفْرَاءَ وَبِسَيِّدِنَا ابِی الْخَالِدِ الْحَارِثِ بْنِ قَيْسٍ الْأَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا ابِی خُذَيْمَةَ بْنِ أَوْسٍ الْأَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا سُلَيْمٍ ابِی كَبْشَةَ مَوْلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَوْسِيٍّ وَبِسَيِّدِنَا ابِی مُلَيْلٍ الضَّبِّيِّ وَبِسَيِّدِنَا ابِی الْمُنْذِرِ ابْنِ يَزِيدَ بْنِ عَامِرٍ الْأَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا ابِی نَمْلَةَ الْأَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا ابِی عُبَيْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ الْفِهْرِيِّ الْقُرَشِيِّ وَبِسَيِّدِنَا ابِی عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ ثَعْلَبَةَ الْأَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا ابِی عَبْسٍ الْحَارِثِيِّ الْأَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا يَزِيدَ بْنِ الْأَخْنَسِ السُّلَمِيِّ وَبِسَيِّدِنَا ابِی أُسَيْدٍ السَّاعِدِيِّ وَبِسَيِّدِنَا ابِی إِسْرَائِيلَ الْأَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا ابِی الْأَعْوَرِ بْنِ الْحَارِثِ الْأَنْصَارِيِّ النَّجَّارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا سَعْدِ بْنِ سُهَيْلٍ الْأَنْصَارِيِّ

وَبِسَيِّدِنَا سَعْدِ بْنِ خَوْلَةَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ الْاَوَّلِيْنَ وَبِسَيِّدِنَا سَعْدِبْنِ خَوْلِيٍّ مَوْلٰى حَاطِبِ بْنِ اَبِيْ بَلْتَعَةَ وَبِسَيِّدِنَا سَالِمٍ مَوْلٰى اَبِيْ حُذَيْفَةَ وَبِسَيِّدِنَا سَلَمَةَ بْنِ حَاطِبٍ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا اَبِيْ مُرْثَدٍ الْغَنَوِيِّ وَبِسَيِّدِنَا اَبِيْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا اَبِيْ فُضَالَةَ الْاَ نْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا عَمَّارِبْنِ يَاسِرٍ الْمُهَاجِرِيِّ بِسَيِّدِنَا طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ الْقُرَشِيِّ وَبِسَيِّدِنَا اَبِيْ فُضَالَةَ الْاَ نْصَارِيِّ وَبِسَيِّدِنَا عَمَّارِبْنِ يَاسِرٍ الْمُهَاجِرِيِّ وَبِسَيِّدِنَا طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِاللّٰهِ الْقُرَشِيِّ وَبِسَيِّدِنَا سَمَّاكِ بْنِ سَعْدٍ الْخَزْرَجِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ اَللّٰهُمَّ لَا تَدَعْ لَنَا ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهُ وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهُ وَلَا دَيْنًا اِلَّا قَضَيْتَهُ وَلَا حَاجَةً مِّنْ حَوَآئِجِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اِلَّا قَضَيْتَهَا يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔

بَابُ ذِكْرِ الْيَمَنِ وَالشَّامِ وَذِكْرُ اُوَيْسِ الْقَرْنِيِّ

یہ باب یمن اور شام کے ذکر اور اویس قرنی کے ذکر میں ہے

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ "یمن" یمین سے ماخوذ ہے یمن کو یمن اس لئے کہتے ہیں کہ یہ کعبہ کی دائیں طرف ہے اور یمن کی طرف نسبت یمنی (تشدید یاء) اور یمانی (بتشدید الیاء۔ اس میں الف یا نسبت مشدد کی ایک یاء کے عوض میں ہے) اور یمان استعمال ہوتی ہے۔

اور شام سے مراد وہ علاقے ہیں جو کعبہ کے بائیں طرف ہیں اس علاقے کو شام کہنے کی مختلف وجہیں ہوسکتی ہیں مثلاً شام تشاءم سے ہے اس کا معنی ہے بائیں طرف ہونا شام کو شام اس لئے کہتے تھے کہ یہ بیت اللہ کے بائیں طرف ہے یا اس اس وجہ سے کہ اس کے بائیں طرف بنی کنعان کی ایک قوم آباد تھی چونکہ یہ تشام سے مشتق ہے اس لئے شام (شأم) ہمزہ کے ساتھ بھی استعمال ہوتا ہے پر اس ہمزہ کو الف سے بدلا جاتا ہے اور بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ شام نوح علیہ السلام کے بیٹے سام بن نوح کی طرف منسوب ہے اور سریانی زبان میں سام شین کے بجائے شین کے ساتھ شام استعمال ہوتا ہے)

ذکر یمن وشام سے مراد عام ہے یعنی اس باب میں یمن وشام کے متعلق احادیث ذکر کی جائیں گی خواہ ان کا تعلق ان علاقوں اور ملکوں کے ساتھ ہو خواہ ان میں رہنے والے لوگ اور باشندوں کے ساتھ ہو۔

اویس القرنی: یہ تخصیص بعد تعمیم ہے شرف وعظمت کو ظاہر کرنے کے لئے قرن (قاف اور راء کے فتحہ کے ساتھ) یمن کا ایک شہر ہے اور قرن (قاف کے فتحہ اور راء کے سکون کے ساتھ) قاموس میں ہے کہ یہ اہل نجد کا میقات ہے اور طائف کے قریب ایک بستی ہے اس ساری وادی کا نام قرن ہے۔

جوہری نے اس بارے میں فرمایا کہ قرن راء کے فتحہ کے ساتھ ہے اور اویس اسی کی طرف منسوب ہے حالانکہ یہ دونوں باتیں صحیح نہیں ہیں قرن راء کے سکون کے ساتھ ہے اور حضرت اویس اس علاقے کی طرف منسوب ہو کر قرنی نہیں کہلاتے بلکہ وہ قرن بن ردمان بن ناجیہ بن مراد کی طرف منسوب ہیں جو ان کے اجداد میں سے ہیں۔

الفصل الاول:

حضرت اویس قرنیؒ کی فضیلت

۶۱۰۳/۱ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ رَجُلاً یَاْتِیْکُمْ مِنَ الْیَمَنِ یُقَالُ لَهٗ اُوَیْسٌ لَا یَدَعُ بِالْیَمَنِ غَیْرَ اُمٍّ لَهٗ قَدْ کَانَ بِهٖ بَیَاضٌ فَدَعَا اللّٰهَ فَاَذْهَبَهٗ اِلَّا مَوْضِعَ الدِّیْنَارِ اَوِ الدِّرْهَمِ فَمَنْ لَقِیَهٗ مِنْکُمْ فَلْیَسْتَغْفِرْ لَکُمْ وَفِیْ رِوَایَةٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ خَیْرَ التَّابِعِیْنَ رَجُلٌ یُقَالُ لَهٗ اُوَیْسٌ وَلَهٗ وَالِدَةٌ وَکَانَ بِهٖ بَیَاضٌ فَمُرُوْهُ فَلْیَسْتَغْفِرْ لَکُمْ۔

(رواه مسلم)

أخرجه مسلم في صحيحه ٤/١٩٦٨ الحديث رقم (٢٢٣-٢٥٤٢)

ترجمہ: حضرت عمر بن الخطابؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ایک شخص یمن سے تمہارے پاس آئے گا جس کا نام اویس ہوگا وہ یمن میں اپنی ماں کے سوا کسی کو نہ چھوڑے گا (یعنی ماں کے سوا اس کا کوئی قریبی عزیز نہ ہوگا) اس کے بدن میں سفیدی (یعنی برص) تھی اس نے خدا تعالیٰ سے دعا کی اور وہ سفیدی جاتی رہی مگر ایک دینار یا درہم کے بقدر باقی رہ گئی پس جو شخص تم میں سے اس سے ملاقات کرے وہ اس سے اپنے لئے مغفرت کی دعا کرائے اور ایک روایت میں ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا کہ آپ ﷺ فرما رہے تھے تابعین (یعنی ان لوگوں میں جنہوں نے صحابہ کو دیکھا ہوگا) میں سے ایک بہترین شخص ہوگا جسے اویس کہا جائے گا اس کی ماں ہوگی اور اس کے جسم پر سفیدی ہوگی تم اس سے اپنے لئے دعاء مغفرت کی درخواست کرنا (مسلم)

تشریح: لَا یَدَعُ بِالْیَمَنِ غَیْرَ اُمٍّ لَهٗ: اویس نہیں چھوڑے گا یمن میں سوائے اپنی والدہ کے اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے اہل وعیال نہیں ہوں گے صرف ایک والدہ ہوگی جس کی خدمت کی وجہ سے وہ ہماری زیارت وملاقات کے لئے نہیں آئے۔

فَدَعَا اللّٰهَ فَاَذْهَبَهٗ اِلَّا مَوْضِعَ الدِّیْنَارِ اَوِ الدِّرْهَمِ: حضرت اویسؒ کا سارا جسم برص کی وجہ سے سفید ہوگیا تھا انہوں نے اللہ پاک سے اس بیماری سے چھٹکارے کی دعا کی اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول فرمایا اور برص کی بیماری ختم ہوگئی صرف ایک درہم یا دینار کے بقدر جسم میں سفیدی رہ گئی اس مقدار کا باقی رہنا یا تو علامت کے لئے تھا جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام کا ناخن باقی رہا اس پر دلالت کرنے کے لئے کہ پہلی جلد کا اثر ہے یا اس وجہ سے تھا تا کہ وہ ان سے تفکر کا سبب بنے کیونکہ حضرت اویسؒ خلوت اور گوشہ نشینی کو پسند کرتے تھے شہرت واختلاط سے کوسوں دور بھاگتے تھے اور بعض روایات میں یہ آتا ہے کہ انہوں نے اللہ پاک سے یہ دعا کی تھی کہ یا اللہ اس برص کا کچھ اثر باقی رہے تا کہ اس کو دیکھ کر آپ کی نعمت کا شکر یہ ادا کروں۔

فَلْیَسْتَغْفِرْ لَکُمْ: امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس سے حضرت اویس کی منقبت اور فضیلت ظاہر ہوتی ہے اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اہل صلاح اور نیک لوگوں سے دعا کی درخواست کرنی چاہئے اور ان سے اپنے لئے استغفار کرانا چاہئے اگرچہ دعا کرنے والا اس سے افضل ہی ہو۔

حضرت اویسؒ کی یہ فضیلت بظاہر اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ تو پایا لیکن ایک دوذر شرعی کی وجہ سے براہ راست انوار نبوت سے منور اور فیضان رسالت سے مستفید نہ ہو سکے بعض حضرات فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ فضیلت ان کی دلداری کے لئے بیان فرمائی ہے اور اس وہم کو دور کرنے کے لئے فرمائی کہ کہیں یہ وہم نہ ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و مصاحبت سے محروم رہے اس لئے کہ ان کا اس نعمت سے محروم رہنا والدہ کی خدمت کی وجہ سے تھا۔

خَيْرَ التَّابِعِيْنَ :امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس پر دلالت کر رہی ہے کہ حضرت اویسؒ تمام تابعین سے افضل ہیں اور حضرت امام احمد بن حنبل اور دیگر حضرات نے فرمایا کہ افضل التابعین سعید بن المسیبؒ ہیں لیکن ان دونوں میں کوئی تعارض نہیں اس لئے کہ حضرت اویسؒ افضل ہیں باعتبار کثرت ثواب کے اور حضرت سعید بن المسیب افضل ہیں وعلم شریعت میں مہارت اور دسترس رکھنے کے اعتبار سے۔

اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ حضرت اویسؒ تابعین کے سرداروں میں سے ایک ہیں جیسا کہ قاموس میں کہا گیا ہے حدیث کو اسی پر محمول کیا جا سکتا ہے۔

حضرت اویس قرنی کی عظمت و فضیلت کے بارے میں بہت سی احادیث و آثار آئے ہیں جن کو علامہ سیوطیؒ نے اپنی کتاب جمع الجوامع میں ذکر کیا ہے ان سب کو ذکر کرنا اگر طوالت کا باعث ہے لیکن چونکہ اولیاء اللہ کے ذکر پر رحمت خداوندی نازل ہوتی ہے اس لئے طوالت کے باوجود جمع الجوامع میں ذکر کردہ احادیث و آثار کا ترجمہ ذکر کیا جاتا ہے۔

نمبرا:علامہ سیوطیؒ نے اسیر بن جابر کی روایت بیان کی ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ کے پاس جب بھی یمن سے امداد آتی تو آپؓ دریافت فرماتے کہ تم میں اویس بن عامر ہے؟ ایک بار یمن سے آنے والی امداد میں حضرت اویس بھی شریک تھے حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا کہ تم اویس بن عامر ہو۔انہوں نے عرض کیا جی ہاں میں اویس بن عامر ہوں۔حضرت عمرؓ نے پوچھا کیا تم قبیلہ مراد سے ہو پھر قرن سے۔انہوں نے عرض کیا جی ہاں اسی طرح ہے پھر حضرت عمرؓ نے دریافت کیا تم کو برص کی بیماری تھی پھر تم اچھے ہو گئے صرف ایک درہم کی بقدر جگہ برص کا نشان ہے انہوں نے اس کی بھی تصدیق کی۔پھر حضرت عمرؓ نے پوچھا کیا تمہاری والدہ ہے انہوں نے کہا جی ہاں ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ تمہارے پاس یمن کی امداد کے ساتھ اویس بن عامر آئے گا وہ قبیلہ مراد سے پھر قرن سے ہوگا اس کو پہلے برص کی بیماری تھی پھر وہ ختم ہو گئی صرف ایک درہم کے بقدر جگہ پر برص کا نشان باقی ہوگا اس کی والدہ ہے جس کے ساتھ وہ حسن سلوک کرتا ہے اگر وہ اللہ تعالیٰ پر قسم کھا لے تو اللہ پاک اس کو سچ اور پورا کر دکھائیں اگر تم سے ہو سکے تو اس سے اپنے لئے استغفار کرانا اس لئے اے اویس تم میرے لئے استغفار کرو۔انہوں نے عرض کیا اے امیر المؤمنین مجھ جیسا شخص آپؓ کے لئے استغفار کرے؟ (یعنی آپ صحابی رسول ہیں امیر المؤمنین ہیں میں آپ کے لئے کیسے استغفار کروں) حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ آپ بس میرے لئے استغفار کریں حضرت اویس نے ان کے لئے استغفار کیا پھر حضرت عمرؓ نے دریافت کیا کہ تمہارا کہاں جانے کا ارادہ ہے انہوں نے عرض کیا کوفہ کا ارادہ ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا میں تمہارے لئے کوفہ کے گورنر کو خط نہ لکھ دوں انہوں نے عرض کیا یا امیر المؤمنین میں یہ چاہتا ہوں کہ گمنامی کی زندگی گزاروں کہ مجھے کوئی جانتا نہ ہو۔

اگلے سال یمن سے ایک شخص حج کرنے کے لئے آیا اس نے حضرت عمرؓ سے ملاقات کی حضرت عمرؓ نے اس سے

حضرت اویس کا حال پوچھا اس نے کہا کہ میں نے ان کو اس حال میں چھوڑا کہ وہ پراگندہ حال اور فقر و فاقہ کی زندگی گزار رہے تھے حضرت عمرؓ نے اس شخص کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ بالا حدیث پڑھی۔ وہ شخص واپس یمن حضرت اویس کے پاس پہنچا اور اپنے لئے استغفار کی درخواست کی۔ حضرت اویس نے فرمایا کہ تم ایک نیک سفر سے آرہے ہو تم بھی میرے لئے استغفار کرو۔ اس نے پھر یہ درخواست کی اور ساتھ ہی حضرت عمرؓ کی حدیث بھی سنائی حضرت اویسؒ نے اس کے لئے دعاء استغفار کی۔ اس وقت لوگوں نے حضرت اویس کو پہچانا اور ان کی حقیقت حال دریافت کی انہوں نے وہ جگہ ہی چھوڑ دی۔ یہ حدیث ابن سعدؓ نے طبقات میں ابوعوانہ رویانی نے ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں اور بیہقی نے دلائل النبوۃ میں روایت ہے۔

نمبر۲: اسیر بن جابرؓ کی ایک دوسری روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ کوفہ میں ایک محدث تھے جو ہم سے احادیث بیان کرتے تھے جب وہ احادیث سنا کر فارغ ہوتے تو لوگ متفرق ہو جاتے لیکن ایک جماعت اپنی جگہ بیٹھی رہتی ان میں ایک شخص ایسی قیمتی اور اچھی باتیں کرتا تھا کہ ایسی باتیں کرتے ہوئے میں نے کسی کو نہیں سنا میں بھی اس مجلس میں بیٹھ جاتا اور اس شخص کی باتیں سنتا تھا ایک دن میں نے اس شخص کو مجلس میں نہ پایا تو میں نے دوسرے ساتھیوں سے دریافت کیا کہ وہ شخص جو ایسی (قیمتی) باتیں کرتا تھا تم اس کو پہچانتے ہو ایک آدمی نے کہا میں اس کو پہچانتا ہوں وہ اویس قرنی ہے میں نے کہا کیا تم اس کے گھر سے واقف ہو اس نے کہا جی ہاں میں اس کے ساتھ اویس قرنی کے گھر گیا اور ان کے حجرے کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ وہ حجرے سے باہر آئے میں نے کہا اے بھائی آج کس وجہ سے آپ تشریف نہیں لائے انہوں نے کہا برہنگی کی وجہ سے یعنی پہننے کے لئے کپڑے نہ تھے اس لئے مجلس میں نہ آسکا۔ اور دوسرے ساتھی اور لوگ اویس سے ٹھٹھا اور مذاق کرتے تھے اور اس کو طرح طرح کی طنزیہ باتیں کہتے تھے میں نے کہا آپ میری یہ چادر لے لیں اور اس کو اوڑھ لیں اویسؒ نے کہا کہ یہ چادر مجھے نہ دیں اگر لوگوں نے یہ چادر میرے بدن پر دیکھ لی تو طرح طرح کی باتیں سنا کر مجھے ایذا دیں گے لیکن میں نے اصرار کیا میرے اصرار پر انہوں نے چادر اوڑھ لی جب وہ چادر اوڑھ کر باہر لوگوں کے سامنے آئے تو لوگوں نے آوازیں کسنا شروع کر دیں کسی نے کہا کسی کو دھوکہ دے کر یہ چادر حاصل کی ہے اور کسی نے کہا کہ کس سے چھینی ہے اویس نے اسیر بن جابر سے کہا کہ دیکھا تم نے لوگوں کو کہ وہ کس طرح طعنے دے رہے ہیں اسیر کہتے ہیں کہ میں نے لوگوں کو کہا تم کیا چاہتے ہو اور تم اس کو کیوں ایذا دے رہے ہو کبھی ایک شخص کے پاس ایک وقت کپڑا ہوتا ہے اور ایک وقت نہیں ہوتا اس میں طعنہ دینے کی کون سی بات ہے میں نے ان کو خوب ڈانٹ ڈپٹ کی۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ دیکھئے کہ اہل کوفہ کا ایک وفد حضرت عمرؓ کے پاس آیا اس میں ایک وہ شخص بھی تھا جو حضرت اویس سے مذاق اور ٹھٹھا کیا کرتا تھا حضرت عمرؓ نے دریافت کیا کہ کیا تم میں اہل قرن میں سے کوئی شخص ہے تو اس شخص کو جو اویس سے مذاق کیا کرتا تھا حاضر کیا گیا حضرت عمرؓ نے اس کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث پڑھی جس میں حضرت اویس قرنی کی علامات اور ان کی فضیلت بیان کی گئی تھی حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے سنا ہے یہ شخص تمہارے پاس کوفہ میں رہتا ہے اس شخص نے کہا ہمارے ہاں تو ایسا کوئی شخص نہیں ہے اور نہ ہی ہم کسی ایسے شخص کو جانتے ہیں پھر حضرت عمرؓ نے حضرت اویس کا حلیہ اور ان کی خستہ حالی بیان کی یہ سن کر اس شخص نے کہا ہاں ہمارے ایک شخص ہے اس کا نام اویس ہے ہم اس سے مذاق اور ٹھٹھا کیا کرتے ہیں حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم اس سے ملو اور مجھے معلوم نہیں کہ تم اس کو پا ؤ گے بھی یا نہیں وہ شخص واپس کوفہ گیا اور اپنے گھر اور اہل وعیال کے پاس جانے سے پہلے سیدھا حضرت اویس کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت اویس نے پوچھا تیرے رویے میں تبدیلی کیسے آگئی اس

شخص نے کہا کہ میں نے حضرت عمرؓ سے تمہاری تعریف سنی ہے وہ تمہارے بارے میں یہ یہ باتیں فرمارہے تھے اب آپ مہربانی کرکے اس بے ادبی گستاخی اور ٹھٹھا مذاق کرنے پر ہمیں معاف کردیں جو ہم آپ سے کیا کرتے تھے اور ہماری بخشش کے لئے دعا بھی کردیں۔ حضرت اویسؒ نے فرمایا کہ میں ایک شرط کے ساتھ تمہارے لئے استغفار کرتا ہوں وہ شرط یہ ہے کہ جو کچھ تم نے حضرت عمرؓ سے میرے بارے میں سنا ہے وہ کسی کے سامنے بیان نہ کرنا۔ پھر حضرت اویسؒ نے اس کے لئے مغفرت کی دعا کی۔ اسیر بن جابر راوی حدیث کہتے ہیں کہ پھر حضرت اویس قرنیؒ کا معاملہ کوفہ میں مشہور ہوگیا اس حدیث کو سعد نے طبقات میں ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں اور بیہقی نے دلائل النبوۃ میں بیان کیا ہے اسی طرح ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں اس کو نقل کیا ہے۔

نمبر۳: یحییٰ بن سعید حضرت سعید بن مسیب سے اور وہ حضرت عمرؓ سے روایت کرتے ہیں حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ایک دن حضور ﷺ نے فرمایا اے عمرؓ میں نے عرض کیا: لبیک یارسول اللّٰہ و سعدیك (یارسول اللہ ﷺ میں حاضر ہوں اور جو حکم ہو وہ بجالاؤں گا) حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میں سمجھ رہا تھا کہ شاید حضور ﷺ مجھے کسی کام کے لئے بھیجیں گے آپ ﷺ نے فرمایا اے عمرؓ میری امت میں ایک شخص ہوگا اس کو اویس قرنیؒ کہا جائے گا اس کے جسم میں بیماری یعنی برص ہوگی وہ خدا سے دعا کرے گا اللہ پاک اس کی بیماری کو دور فرمادیں گے صرف پہلو میں ایک دھبہ رہ جائے گا اس کو دیکھ کر تمہیں خدا یاد آجائے گا پس جب تم اس سے ملو تو اس کو میرا سلام کہنا اور اس کو کہنا کہ وہ تمہارے لئے دعاء مغفرت کرے اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں باعزت اور بزرگ ہے اگر اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرتے ہوئے کسی کام پر قسم کھالے تو اللہ تعالیٰ اس کو سچا کردیں گے اور وہ قبیلہ مضر اور ربیعہ سے قبیلوں کی سفارش کرے گا قبیلہ مضر اور ربیعہ کی آبادی بہت زیادہ تھی مطلب یہ ہے کہ حضرت اویسؒ بہت سے لوگوں کی شفاعت کریں گے۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اویس کو حضور ﷺ کی حیات میں تلاش کرایا لیکن میں اس کو پتہ نہ لگا سکا پھر حضرت ابوبکرؓ کی خلافت میں تلاش کرایا لیکن پھر بھی اس کا پتہ نہ چل سکا پھر اپنی امارت و خلافت میں اس کو ڈھونڈتا رہا جو بھی قافلہ آتا میں دریافت کرتا کہ تمہارے ساتھ مراد سے قرن سے کوئی شخص آیا ہے اس کا نام اویس ہے ایک بار ایک قافلہ آیا تو میں نے ان سے اویس کے بارے میں پوچھا ان میں ایک شخص قرن کا تھا اس نے کہا اویس میرے چچا کا بیٹا ہے وہ تو ایک کم حیثیت اور ذلیل قسم کا آدمی ہے آپ امیرالمؤمنین ہیں وہ اس قابل نہیں ہے کہ آپ جیسا شخص اس کے حال احوال دریافت کرے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں تجھے اس کے معاملے میں ہلاک ہونے والوں میں سے دیکھتا ہوں حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں ابھی یہ ذکر کر ہی رہا تھا کہ ایک پرانے پالان والا اونٹ نمودار ہوا اس پر ایک خستہ حال شخص بیٹھا ہوا تھا میرے دل میں یہ خیال آیا کہ یہی شخص اویس ہوگا میں نے اس سے پوچھا اے بندہ خدا کیا تو ہی اویسؒ ہے اس نے کہا جی ہاں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے تم کو سلام کہا تھا اس نے جواب دیا: ”علی رسول اللّٰہ السلام و علیك یا امیر المؤمنین“ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے تمہیں یہ حکم دیا تھا کہ تم میرے لئے دعا کرو۔

پھر اس کے بعد ہر سال حج میں اس سے ملاقات ہوتی میں اس سے اپنی راز کی باتیں کرتا اور وہ مجھ سے۔ رواہ ابوالقاسم عبدالعزیز بن جعفر الحرمی و فی فوائدہ والخطیب وابن عساکر فی تاریخہ۔

نمبر۴: حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ جب اہل قرن موسم حج میں حج کے لئے آئے تو حضرت عمرؓ نے ان سے دریافت کیا

کہ کیا تمہیں سے کوئی ایسا شخص ہے جس کا نام اویس ہے ان میں سے ایک شخص نے کہا اے امیر المؤمنین آپ کو اس سے کیا کام ہے وہ تو گھسدروں بیابانوں میں رہنے والا شخص ہے لوگوں کے ساتھ نہ ملتا ہے اور نہ ہی ان کے ساتھ رہتا ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم ان کو میرا اسلام پہنچانا اور ان سے کہنا کہ وہ مجھ سے آکر ملاقات کریں۔ اس شخص نے حضرت اویسؒ کو حضرت عمرؓ کا پیغام پہنچایا۔ حضرت اویسؒ حضرت عمرؓ کے پاس آئے حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا کہ اویس تم ہی ہو انہوں نے عرض کیا جی ہاں یا امیر المؤمنین پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا تمہارے بدن پر برص کی سفیدی تھی پھر تم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اس سفیدی کو دور کر دیا پھر تم نے دعا کی کہ اس میں سے کچھ میرے جسم میں باقی رہ جائے انہوں نے اس کی بھی تصدیق کی۔ حضرت اویسؒ نے حضرت عمرؓ سے پوچھا اے امیر المؤمنین آپ کو اس کی کس نے اطلاع دی ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خبر دی ہے اور مجھے اس کا حکم دیا ہے کہ میں تم سے اپنے لئے دعا کی درخواست کروں۔ حضرت اویس نے حضرت عمرؓ کے لئے دعا کی اور یہ کہا کہ اے امیر المؤمنین میری آپ سے یہ استدعا ہے کہ آپ میرے معاملہ کو راز میں رکھیں کسی پر ظاہر نہ کریں اور مجھے یہاں سے جانے کی اجازت دیں حضرت اویس نے ساری زندگی گمنامی میں گزاری اور نہاوند کی جنگ میں شہید ہوئے۔ (رواہ ابن عساکر)

نمبر۵: سعید بن المسیب سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک بار حج کے موقعہ پر منیٰ میں ندا دی اے قرن والو۔ قرن کے بہت سے بوڑھے لوگ کھڑے ہوئے اور عرض کیا لبیک یا امیر المؤمنین اے امیر المؤمنین ہم حاضر ہیں آپ کیا فرمانا چاہتے ہیں حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کیا قرن میں اویس نام کا کوئی شخص ہے ان میں سے ایک بوڑھے نے جواب دیا ہم میں اس نام کا کوئی شخص نہیں ہے صرف ایک دیوانہ شخص ہے اس کا نام اویس ہے جو جنگلوں میں رہتا ہے نہ کسی کو اس کے ساتھ الفت و محبت ہے اور نہ ہی کسی سے تعلق اور واسطہ رکھتا ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا میں اسی کے بارے میں پوچھ رہا ہوں جب تم قرن واپس جاؤ تو اس کو ڈھونڈنا اور اس کو میرا اسلام پہنچانا اور اس سے یہ کہنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تمہارے بارے میں بشارت دی ہے اور مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام پہنچاؤں جب یہ لوگ قرن میں پہنچے تو انہوں نے حضرت اویس کو تلاش کیا وہ ان کو ریگستان میں ملے۔ انہوں نے ان کو حضرت عمرؓ کا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام پہنچایا۔ حضرت اویس نے کہا کہ امیر المؤمنین نے میرا نام مشہور کر دیا ہے: "السلام علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" کہہ کر سلام کا جواب دیا اور لق و دق جنگل میں چلے گئے پھر ان کا کوئی نشان نہ ملا یہاں تک کہ حضرت علیؓ کا دور خلافت آپہنچا وہ حضرت علیؓ کے دور خلافت میں آئے اور جنگ صفین میں لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ (رواہ ابن عساکر)

نمبر۶: صعصعہ بن معاویہ سے منقول ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ کا یہ معمول تھا کہ جب بھی کوفہ سے کوئی وفد یا قافلہ آتا تو ان سے پوچھتے کہ تم اویس بن عامر قرنی کو پہچانتے ہو وہ کہتے کہ ہم اس نام کے کسی شخص کو نہیں جانتے اور اویس ایک شخص تھے جو کوفہ کی مسجد میں رہا کرتے تھے اور باہر نہیں نکلتے تھے ان کے چچا کا ایک بیٹا تھا جو ان کو ایذا پہنچاتا تھا ایک مرتبہ ان کے چچا کا یہ بیٹا کچھ لوگوں کے ساتھ آیا ان سے حضرت عمرؓ نے دریافت کیا کہ تم اویس بن عامر قرنی کو پہچانتے ہو ان کے چچا کے بیٹے نے کہا اے امیر المؤمنین اویس کوئی ایسے رہنے والا شخص تو نہیں ہے کہ آپ اس کے بارے میں دریافت کریں وہ تو ایک انتہائی کمتر اور ذلیل آدمی ہے اور وہ رشتہ میں میرے چچا کا بیٹا ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا تجھ پر افسوس ہے تو اس کے بارے میں ہلاکت کو پہنچا ہوا ہے

پھر حضرت عمرؓ نے حضرت اویس کی فضیلت کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث پڑھی جو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست سنی تھی۔ پھر اس شخص سے فرمایا کہ جب تو کوفہ میں پہنچے تو اس کو میرا سلام کہنا اس طرح حضرت اویس مشہور ہو گئے اور ان کا معاملہ مخفی نہ رہا اس لئے وہ وہاں سے بھی چلے گئے۔ (رواہ ابو یعلی وابن مندہ وابن عساکر)

نمبر ۷: حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ دس سال تک برابر حضرت اویس کے بارے میں پوچھتے رہے ایک بار میں پوچھتے رہے ایک بار حج کے موقعہ پر حضرت عمرؓ نے اعلان کیا اے اہل یمن جو کوئی تم میں قبیلہ مراد سے تعلق رکھتا ہے وہ کھڑا ہو جائے تو قبیلہ مراد کے لوگ کھڑے ہو گئے اور باقی بیٹھے رہے حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا کیا تم میں اویس نام کا کوئی شخص ہے ان میں سے ایک شخص نے کہا اے امیر المؤمنین ہم اویس نام کے کسی شخص کو نہیں جانتے البتہ میرا ایک بھتیجا ہے جس کو اویس کہہ کر پکارا جاتا ہے وہ نہایت کمزور اور ذلیل ہے آپ جیسا شخص اس کے بارے میں کیسے پوچھ سکتا ہے حضرت عمرؓ نے اس شخص سے پوچھا کیا وہ حرم میں ہے اس نے جواب دیا جی ہاں وہ اراک عرفہ میں قوم کے اونٹ چرا رہا ہے تاکہ لوگ اس کو اونٹوں کا چرواہا سمجھیں حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ یہ سن کر دو گدھوں پر سوار ہو کر اراک کی طرف روانہ ہوئے وہاں انہوں نے حضرت اویس کو دیکھا کہ وہ نماز پڑھنے میں مشغول ہیں اور نماز میں نظر سجدہ گاہ پر جمائی ہوئی ہے جب ان کو حضرت عمرؓ اور حضرت نے دیکھا تو یہ کہا کہ ہو نہ ہو یہی وہ شخص ہے جس کو ہم تلاش کر رہے ہیں ان کی آہٹ سن کر حضرت اویسؒ جلدی سے نماز سے فارغ ہوئے حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ نے ان کو کہا سلام علیک انہوں نے جواب میں کہا وعلیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ نے ان سے پوچھا آپ کا نام کیا ہے آپ پر اللہ کی رحمت ہو۔ انہوں نے کہا عبد اللہ۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ جو بھی آسمان و زمین میں ہے وہ عبد اللہ یعنی اللہ کا بندہ ہے میں تمہیں اس کعبہ اور اس حرم کے رب کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ تمہارا نام جو تمہاری والدہ نے رکھا ہے وہ کیا ہے انہوں نے کہا آپ کیا چاہتے ہیں میرا نام اویس بن مراد ہے حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ نے فرمایا کہ آپ اپنا بایاں پہلو کھولیں انہوں نے اپنا بایاں پہلو کھولا انہوں نے دیکھا کہ وہاں ایک درہم کے بقدر سفید دھبہ ہے یہ دیکھ کر حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ دوڑے اور اس دھبہ کو بوسہ دیا پھر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ حکم دیا تھا کہ ہم آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام پہنچائیں اور اپنے لئے آپ سے دعا کرائیں حضرت اویس نے تمام مشرق و مغرب کے مسلمان مردوں اور عورتوں کے لئے دعا کی ان دونوں حضرات نے کہا کہ آپ خاص ہمارے لئے دعا کریں تو انہوں نے ان کے لئے اور تمام مؤمن مردوں اور عورتوں کے لئے دعا کی پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں اپنی کمائی میں سے یا بیت المال کے عطیہ میں سے آپ کی خدمت میں کچھ پیش کرنا چاہتا ہوں حضرت اویسؒ نے جواب دیا کہ میرے پاس دو پرانے کپڑے ہیں اور دو گانٹھے ہوئے جوتے ہیں اور چار درہم ہیں جب یہ ختم ہو جائیں گے تو آپ کا ہدیہ قبول کروں گا اور انسان کی حرص کا تو یہ حال ہے کہ جو شخص ہفتہ کی آرزو کرتا ہے تو اس کی آرزو مہینہ تک کے لئے دراز ہو جاتی ہے اور جو کوئی مہینہ تک کی آرزو کرتا ہے اس کی آرزو سال بھر کے لئے دراز ہو جاتی ہے یعنی انسان میں جب قناعت ختم ہو جائے تو اس کی حرص اور طمع بڑھتی ہی جاتی ہے اور کسی حالت اور کیفیت میں ہو خوش نہیں۔ اس کے بعد اویس نے لوگوں کو ان کے اونٹ واپس کئے اور وہاں سے ایسے غائب ہوئے کہ پھر ان کو کبھی نہیں دیکھا گیا۔ (رواہ ابن عساکر فی تاریخہ) واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

اہل یمن کی فضیلت

۶۱۰۳/۲ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَاكُمْ اَهْلُ الْيَمَنِ هُمْ اَرَقُّ اَفْئِدَةً وَاَلْيَنُ قُلُوْبًا اَلْاِيْمَانُ يَمَانٌ وَالْحِكْمَةُ يَمَانِيَةٌ وَالْفَخْرُ وَالْخُيَلَاءُ فِيْ اَصْحَابِ الْاِبِلِ وَالسَّكِيْنَةُ وَالْوَقَارُ فِيْ اَهْلِ الْغَنَمِ۔ (متفق علیہ)

أخرجه البخاري في صحيحه ۹۸/۸ حديث رقم ۴۳۸۸ ومسلم في صحيحه ۷۲/۱ حديث رقم (۸۴-۵۲) و احمد في المسند ۲۵۲/۲

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے پاس یمن کے لوگ آئے ہیں جن کے قلوب بہت نرم ہیں ایمان یمن کا ہے اور حکمت بھی یمنی ہے اور فخر وتکبر اونٹ والوں میں ہے سکون اور وقار بکری والوں میں ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح ۞ حضور اکرم ﷺ نے یہ حدیث اس وقت ارشاد فرمائی تھی جب حضرت ابوموسیٰ اشعری اوران کی قوم مدینہ میں آئی تھی ان کی توصیف کرتے ہوئے حضور ﷺ نے فرمایا: هو ارق افئدة والين قلوبا۔ افئدہ اور قلوب سے کیا مراد ہے اور اس جملے کا کیا مطلب ہے اس میں شراح حدیث کے مختلف اقوال ہیں مثلاً بعض حضرات نے فرمایا کہ ارق رقت سے ہے جو کہ قساوت اور غلظت کی ضد ہے اور افئدہ جمع ہے فؤاد کی یعنی دل بعض کے نزدیک دل کے باطن اور اندرونی حصے کو فؤاد کہا جاتا ہے اور بعض کے نزدیک دل کے ظاہر اور بیرونی حصے کو فؤاد کہا جاتا ہے ارق افئدۃ کا معنی ہے کہ وہ باطن کے اعتبار سے بہت نرم اور رحمت والے ہیں اور الین قلوبا کا معنی ہے کہ ان کے دل قبول نصیحت وموعظت کے لئے دوسرے لوگوں کے دلوں سے زیادہ نرم ہیں ظاہر کے اعتبار سے۔

اور شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے فرمایا کہ افئدہ فؤاد کی جمع ہے اور قلوب قلب کی اور قلب تقلیب سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف پھرنا اکثر اہل لغت کے نزدیک فؤاد اور قلب مترادف اور ہم معنی ہیں اور اس حدیث میں اس کو مکرر لانا تاکید کے لئے ہے اور اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو باب وفات النبی ﷺ کی تیسری فصل میں گزری ہے اس میں صرف "ارق افئدۃ" کے الفاظ ہیں "الین قلوبا" کا ذکر نہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ دونوں لفظ مترادف ہیں اس لئے اس روایت میں ایک پر اکتفا کیا گیا۔

بعض حضرات نے کہا ہے کہ فؤاد اصل میں دل کے اوپر ایک پردے کو کہتے ہیں جب یہ پردہ باریک ہوتا ہے تو حق بات اس میں داخل ہو کر دل تک پہنچتی ہے اور پھر جب دل نرم ہوتا ہے تو وہ بات دل کے اندر بھی داخل ہو جاتی ہے۔ رقت غلظت کی ضد ہے اور لین صلابت کی ضد ہے شیشہ رقیق تو ہوتا ہے لیکن یعنی نرم نہیں ہوتا۔ جب انسان کا دل آیات اور وعیدات سے متاثر نہ ہو تو کہا جاتا ہے کہ اس دل میں غلظت اور صلابت ہے اور جب آیات و وعیدات سے متاثر ہو تو کہا جاتا ہے کہ یہ دل نرم اور رقیق ہے۔

علامہ طیبیؒ نے فرمایا کہ یہ بھی احتمال ہے کہ رقت سے مراد جودت فہم ہو اور لین سے مراد قبول حق ہو پھر اسی کے نتیجہ اور غایت کے طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "الایمان یمان والحکمة یمانیة" اس میں یمانیہ یماء کی تشدید وتخفیف دونوں طرح ضبط کیا گیا ہے اس میں ایمان وحکمت کو یمن کی طرف منسوب کیا ہے اس طرح اشارہ کرنے کے لئے کہ اہل مشرق میں سے یمن والوں میں ایمان وحکمت کامل درجے کا پایا جاتا ہے اس کی مزید تائید دیکھیں باب بدء الخلق میں گزر چکی ہیں وہاں یہ بات بھی ذکر کی گئی ہے کہ جب حضرت ابوموسیٰ اشعری اپنی قوم کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آفرینش عالم اور ابتداء کائنات اور مختلف چیزوں کے اسرار وحکم کے بارے میں سوالات کئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے تمام سوالات کے جواب دیئے پھر یہ حکمت واسرار اور دانائی بطور وراثت کے شیخ ابوالحسن اشعری جو تمام اہلسنت والجماعت کے سرخیل اور رئیس ہیں اور حضرت ابوموسیٰ اشعری کی اولاد میں سے ہیں تک پہنچی اور ان کی ذات سے اس کا ظہور ہوا۔

بعض حضرات نے کہا کہ حکمت سے مراد دین کی فقاہت اور سمجھداری ہے اور بعض نے کہا کہ حکمت سے مراد ہر وہ صالح اور نیک بات ہے جو انسان کو ہلاکت کے گڑھے میں گرنے سے بچائے۔

وَالْفَخْرُ وَالْخُيَلَاءُ فِي أَصْحَابِ الْإِبِلِ ...... : حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان اس پر دلالت کرتا ہے کہ انسان کی طبیعت وفطرت جانوروں کے ساتھ اختلاط ومیل جول کی وجہ سے متاثر ہوتی ہے جس طرح کہ جانور کے ساتھ انسان رہے گا اس جانور کی صفات اس شخص میں بھی پیدا ہو جائیں گے مثلاً اونٹ کی طبیعت وفطرت میں کساوت اور غلظت ہے لہٰذا جو لوگ اونٹوں میں رہتے ہیں یا ان کو چراتے ہیں ان میں بھی یہ صفات پیدا ہو جاتی ہیں اور بکریوں میں مسکنت اور عاجزی ہوتی ہے اس لئے ان کے ساتھ رہنے والوں میں اور ان کو چرانے والوں میں مسکنت وعاجزی پیدا ہو جاتی ہے ایسے ہی دوسرے جانوروں کا حال ہے۔

بعض حضرات نے اس کی وضاحت یوں کی ہے کہ بکری ایسا جانور ہے جو بغیر پانی کے نہیں رہ سکتا اور سردی کے تحت موسم کو برداشت نہیں کر سکتا اس لئے وہ آبادی سے دور نہیں رہتا بلکہ آبادی کے ساتھ اور آبادی میں ہی رہتا ہے اس طرح اس کے چرواہے بھی آبادی میں رہتے ہیں اور لوگوں کے ساتھ میل جول اور اختلاط کی وجہ سے ان میں نرمی، مروت اور اطاعت وغیرہ جیسی صفات پیدا ہوتی ہیں اس کے برعکس اونٹ ایک ایسا جانور ہے جو آبادیوں سے دور ریگستانوں میں بیابانوں میں رہتا ہے اور کئی کئی دن بغیر کچھ کھائے پیئے بغیر بھی رہ سکتا ہے اس کی وجہ سے اس کے چرواہے بھی آبادیوں سے دور رہتے ہیں اس طرح ان کا لوگوں سے ملنا جلنا بہت کم ہوتا ہے اور یہ ایسی چیز ہے کہ اس کی وجہ سے انسان میں سختی، درشتی اور اطاعت سے انحراف جیسی صفات پیدا ہو جاتی ہیں۔

اور بعض حضرات نے اس کی وضاحت میں یہ کہا ہے کہ اونٹ چونکہ قیمتی سرمایہ سمجھا جاتا ہے اس لئے ان کے مالک میں مالداری کے احساس کی وجہ سے تکبر اور نخوت پیدا ہو جاتی ہے اور بکری چونکہ کم قیمت جانور ہے اس کا مالک اپنے کو زیادہ مالدار خیال نہیں کرتا جس کی وجہ سے اس میں عاجزی، مسکنت اور نرمی پیدا ہو جاتی ہے۔

کفر کا منشاء مشرق ہے

۳/۶۱۰۳ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأْسُ الْكُفْرِ نَحْوَ الْمَشْرِقِ وَالْفَخْرُ

وَالْخُيَلَاءُ فِي أَهْلِ الْخَيْلِ وَالْإِبِلِ وَالْفَدَّادِيْنَ أَهْلِ الْوَبَرِ وَالسَّكِيْنَةُ فِي أَهْلِ الْغَنَمِ۔ (متفق علیه)

أخرجه الترمذي في صحيحه ٣٥٠/٦ حديث رقم ٣٣٠١ ومسلم في صحيحه ٧٢/١ حديث رقم (٨٥-٥٢) الترمذي في السنن ٤٦٦/٤ حديث رقم ٢٢٤٣ ومالك في الموطا ٩٧٠/٢ حديث رقم ١٥ من كتاب الاستئذان و احمد في المسند ٤١٨/٢۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کفر کا سر مشرق کی جانب ہے فخر و تکبر گھوڑے والوں اونٹوں والوں اور جنگل کے رہنے والوں میں ہے جو بالوں کے خیموں میں رہتے ہیں اور آرام و سکون بکری والوں میں ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح ۞ رَأْسُ الْكُفْرِ نَحْوَ الْمَشْرِقِ : راس سے کیا مراد ہے علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ راس بمعنی معظم ہے یعنی بڑا کفر لیکن زیادہ ظاہر یہ ہے کہ راس بمعنی منشاء اور سرچشمہ ہے یعنی کفر کا منشا اور سرچشمہ مشرق کی طرف ہے۔

علامہ طیبیؒ نے فرمایا کہ یہ جملہ ایسے ہی ہے جیسے فأس الامر الاسلام ہے یعنی دین کی چوٹی اسلام ہے۔ رَأْسُ الْكُفْرِ ..... کا مطلب یہ ہے کہ کفر کا ظہور مشرق کی طرف سے ہوگا ابن الملک نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ کفر اور دجال و یاجوج و ماجوج جیسے فتنے مشرق کی طرف سے ظاہر ہوں گے۔

امام نوویؒ نے فرمایا کہ مشرق کے ساتھ کفر کے اختصاص کی وجہ اہل مشرق پر شیطان کے تسلط کی زیادتی ہے اور یہ حضور ﷺ کے زمانہ میں تھا اس لئے کہ حضور ﷺ کے زمانے میں عرب کے مشرق کی طرف جو علاقے تھے وہ کفر میں ڈوبے ہوئے تھے یا یہ زمانہ آئندہ کے اعتبار سے ہے کہ فتنہ دجال جو سب سے بڑا اور عظیم فتنہ ہوگا وہ مشرق سے ظاہر ہوگا۔

علامہ سیوطیؒ نے باجی سے روایت کیا ہے کہ مشرق سے مراد فارس ہے یا اہل نجد ہے اور بعض حضرات نے کہا کہ یہ ابلیس کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ بعض روایات میں آیا ہے کہ طلوع آفتاب کے وقت شیطان اپنے سینگ سورج کے آگے کر دیتا ہے۔

صحرا نشینوں میں سنگدلی پائی جاتی ہے

۴/۶۱۰۵ وَعَنْ أَبِيْ مَسْعُوْدِ الْأَنْصَارِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنْ هٰهُنَا جَاءَتِ الْفِتَنُ نَحْوَ الْمَشْرِقِ وَالْجَفَاءُ وَغِلَظُ الْقُلُوْبِ فِي الْفَدَّادِيْنَ أَهْلِ الْوَبَرِ عِنْدَ أُصُوْلِ أَذْنَابِ الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ فِي رَبِيْعَةَ وَمُضَرَ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاري في صحيحه ٥٢٦/٦ حديث رقم ٣٤٩٨ وأخرجه مسلم في صحيحه ٧١/١ حديث رقم (٨١-٥١) والترمذي في السنن ٤٥٩/٤ حديث رقم ٢٢٦٨ وأخرجه مالك في الموطا ٩٧٥/٢ حديث رقم ٢٩ من كتاب الاستئذان و احمد في المسند ١٢٢/٢

ترجمہ: حضرت ابو مسعود انصاری نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس جگہ سے فتنہ آئے گا مشرق کی طرف اشارہ فرمایا اور بدزبانی اور سنگدلی صحرا نشینوں بالوں کے خیموں میں رہنے والوں کے اندر ہے جو اونٹوں اور

کایوں کی دموں کے پیچھے لگے ہوتے ہیں اور یہ لوگ قبیلہ ربیعہ اور مضر کے ہیں۔ (متفق علیہ)

تشریح ۞ اہل الوبر یہ فدادین سے بیان ہے اور اہل وبر سے مراد یا تو اعرابی ہیں یا صحراء میں رہنے والے ہیں ان کی مذمت اس لئے فرمائی کہ یہ لوگ آبادیوں اور بستیوں سے دور رہتے ہیں آبادی سے دور رہنے کی وجہ سے ان لوگوں میں علم کی کمی ہوتی ہے اور علم ہی کی وجہ سے انسان اچھے اخلاق اور علوم شرعیہ کے ساتھ متصف ہوتا ہے جب علم ہی نہیں ہے تو ان میں اخلاق حسنہ کے بجائے بری عادات اور خصلتیں پیدا ہو جاتی ہیں جیسے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں

اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا وَّاَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ۔

''جو اعراب (یعنی غیر مہذب دیہاتی اور جنگلی لوگ) ہیں وہ کفر اور نفاق میں بہت سخت ہیں ان کا حال ایسا ہونا ہی چاہیے کہ ان کو ان احکام کا علم نہیں ہے جو اللہ نے اپنے رسول پر نازل فرمائے ہیں''۔

یعنی اعراب کفر اور نفاق کے اعتبار سے سخت ہیں اور ان کا حال ایسا ہونا ہی چاہیے کہ ان کو ان احکامات کا علم نہ ہو جو اللہ پاک نے اپنے رسول پر نازل فرمائے ہیں۔

ایمان اہل حجاز میں ہے

۵/۶۱۰۶ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غِلَظُ الْقُلُوْبِ وَالْجَفَاءُ فِي الْمَشْرِقِ وَالْإِيْمَانُ فِيْ اَهْلِ الْحِجَازِ۔ (رواه مسلم)

أخرجه البخاري في صحيحه ۹۹/۸ حديث رقم ۴۳۸۹ ومسلم في صحيحه ۷۳/۱ حديث رقم (۹۲-۵۳) و احمد في المسند ۳۳۲/۳۔

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سنگدلی اور بدزبانی اہل مشرق میں ہے اور ایمان اہل حجاز میں ہے۔ (مسلم)

تشریح ۞ حجاز سے مراد مکہ مدینہ طائف اور ان کے متعلقات ہیں ابن الملک نے کہا کہ اہل یمن سے مراد انصار ہیں۔ حجاز کو حجاز اس لئے کہتے ہیں کہ یہ گویا نجد اور تہامہ کے درمیان حائل ہے اور نجد اس زمین کو کہا جاتا ہے جو حجاز کے علاوہ عراق کے ساتھ متصل ہے اور بلند ہے اور اس کے بالمقابل جو زمین پست ہے اس کو تہامہ کہا جاتا ہے۔

ملک شام اور یمن کے لئے برکت کی دعا

۶/۶۱۰۷ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ شَامِنَا اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ يَمَنِنَا قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَفِيْ نَجْدِنَا قَالَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ شَامِنَا اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ يَمَنِنَا قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَفِيْ نَجْدِنَا فَاَظُنُّهُ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ هُنَاكَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ وَبِهَا يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ۔

(رواه البخاري)

أخرجه البخاري في صحيحه ١٣/٤٥ حديث رقم ٧٠٩٤ والترمذي في السنن ٦٨٩/٥ حديث رقم ٣٩٥٣۔

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اے اللہ ہمارے لئے ہمارے (ملک) شام میں برکت عطا فرما۔ اے اللہ ہمارے لئے ہمارے (ملک) یمن میں برکت عطا فرما صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اور ہمارے نجد میں آپ ﷺ نے فرمایا اے اللہ ہمارے لئے ہمارے شام میں برکت عطا فرما اور اے اللہ ہمارے لئے ہمارے یمن میں برکت عطا فرما صحابہ نے پھر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اور ہمارے نجد میں۔ راوی کا بیان ہے میرا خیال ہے کہ تیسری بار صحابہ کے جواب میں آپ ﷺ نے یہ فرمایا ہولناک زلزلے ہوں گے اور فتنے ہوں گے اور وہیں سے شیطان کا سینگ ظاہر ہوگا۔ (بخاری)

تشریح: ان دونوں ملکوں کے لئے دعا کرتے ہوئے آنحضرت ﷺ نے شام کو مقدم فرمایا اس لئے کہ ملک شام کو یمن پر افضلیت و برتری حاصل ہے وہ اس طرح کہ ملک شام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا الذی بارکنا حولہ نیز ملک شام ہی میں ارض فلسطین ہے جو انبیاء کرام کا مسکن و مدفن ہے۔

ملک شام کے برکت کی دعا سے مقصود زیادتی برکت کی دعا کرنا ہے اس لئے کہ برکت تو اس کو پہلے سے حاصل ہے یا اس کا مقصد صحابہ اور دیگر اہل ایمان کو اس کی برکات حاصل ہونے کی دعا کرنا ہے اور یمن میں برکت سے مراد ظاہری اور باطنی دونوں قسم کی برکت ہے کہ اے اللہ اس ملک کو ظاہری برکات سے بھی نواز دیجئے کہ یہ ملک امن و سلامتی دنیاوی اسباب کا گہوارہ ہو اور باطنی برکات بھی عطا فرما کہ وہاں سے دیندار اور متقی لوگ پیدا ہوں چنانچہ یمن کو اللہ پاک نے دونوں طرح کی برکات سے نوازا مادی وسائل کے اعتبار سے بھی یمن خوشحال ہے اور صلحاء اور نیک لوگوں کے اعتبار سے بھی مالا مال ہے کہ بڑے بڑے اولیاء اس سرزمین میں پیدا ہوئے۔

اور بعض حضرات نے فرمایا کہ ان ملکوں کے لئے نزول برکت کی دعا کا سبب یہ تھا کہ انہیں ملکوں سے اہل مدینہ کی غذائی اور دیگر ضروریات پوری ہوتی تھیں اور اشرف نے یہ کہا ہے یمن کے لئے اس لئے دعا کی کہ مکہ آپ ﷺ کی جائے پیدائش اور ظہور رسالت کی جگہ ہے اور مکہ یمن میں ہے اور شام کے لئے اس لئے دعا فرمائی کہ مدینہ آپ ﷺ کا مسکن و مدفن ہے اور وہ ملک شام میں ہے اور یہی بات ان دونوں ملکوں کی افضلیت کے لئے کافی ہے اسی وجہ سے حضور ﷺ نے **شامنا** اور **یمننا** فرمایا یعنی ان کی اپنی طرف نسبت فرمائی۔

نجد کے بارے میں فرمایا کہ وہاں زلزلے ہوں گے نجد سے مراد وہی ہے جو پچھلی روایت میں گزرا یعنی نحو المشرق کیونکہ نجد حجاز کے مشرق کون ہے زلزلے سے مراد حقیقی زلزلے بھی ہیں اور باطنی زلزلے بھی۔ باطنی زلزلے کا مطلب ہے کہ وہاں کے لوگوں کے دلوں کا بے قرار ہونا اور روحانی امن وسکون کا نہ پایا جانا۔ اور فتنوں سے مراد وہ مصائب اور آلام ہیں جن کی وجہ سے دین میں کمزوری اور ستم پیدا ہوتا ہے اور نجد کے بارے میں یہ فرمایا کہ وہاں شیطان کا سینگ ظاہر ہوگا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہاں شیطان کی جماعت اور اس کے مددگار بہت ہوں گے انہیں باتوں کی وجہ سے حضور ﷺ نے نجد کے لئے برکت کی دعا نہیں فرمائی۔

الفصل الثانی:

اہل یمن کے حق میں دعا

۶۱۰۸/۷ وَعَنْ اَنَسٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَظَرَ قِبَلَ الْيَمَنِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اَقْبِلْ بِقُلُوْبِهِمْ وَبَارِكْ لَنَا فِيْ صَاعِنَا وَمُدِّنَا۔ (رواہ الترمذی)

أخرجه الترمذي في السنن ٥/ ٦٩٠ حديث رقم ٣٩٥٤ و احمد في المسند ٥/ ١٨٥

ترجمہ: حضرت انسؓ حضرت زید بن ثابتؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے یمن کی طرف دیکھ کر فرمایا اے اللہ ان کے دلوں کو (ہماری طرف) متوجہ کر اور ہمارے صاع اور مد میں ہمارے لئے برکت عطا فرما۔ (ترمذی)

تشریح ۞ نبی کریم ﷺ نے یمن کی طرف دیکھ کر یہ دعا فرمائی: اَللّٰهُمَّ اَقْبِلْ بِقُلُوْبِهِمْ یعنی ان کے دلوں کو ہماری طرف متوجہ فرما دے تاکہ وہ مدینہ آنے کے لئے تیار ہو جائیں یہ دعا اس لئے فرمائی کہ اہل مدینہ کے لئے غلہ وغیرہ یمن سے آتا تھا اس لئے اس کے بعد صاع اور مد میں برکت کی دعا فرمائی۔

تورپشتی نے: اَللّٰهُمَّ اَقْبِلْ بِقُلُوْبِهِمْ وَبَارِكْ لَنَا فِيْ صَاعِنَا ... میں اور مناسبت بیان کی ہے وہ یہ کہ اہل مدینہ معاش اور معیشت کے لحاظ سے بہت تنگ رہتے تھے جب ان کے لئے آپ ﷺ نے یہ دعا کی کہ اے اللہ اہل یمن کے دلوں کو ہماری طرف متوجہ فرما تاکہ وہ مدینہ آنے پر راضی ہو جائیں اور اہل یمن کی تعداد بہت زیادہ تھی ان کے مدینہ آنے کی صورت میں مدینہ کی معیشت پر نا قابل برداشت بوجھ پڑ جاتا اور وہاں رہنے والے اور نئے آنے والے دونوں قسم کے لوگ پریشانی میں مبتلا ہو جاتے اس لئے آپ ﷺ نے مد اور صاع میں برکت کی دعا فرمائی تاکہ مدینہ میں فراخی ہو اور ساکنین مدینہ اور واردین مدینہ دونوں کو کسی قسم کی تنگی نہ ہو۔

صاع اور مد دونوں پیمائش کے آلے ہیں صاع تقریباً ساڑھے تین سیر کا ہوتا ہے اور مد صاع کا ایک چوتھائی ہوتا ہے۔

شام پر رحمٰن کے فرشتے پر پھیلائے ہوئے ہوتے ہیں

۶۱۰۹/۸ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طُوْبٰى لِلشَّامِ قُلْنَا لِاَيِّ ذٰلِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ لِاَنَّ مَلٰٓئِكَةَ الرَّحْمٰنِ بَاسِطَةٌ اَجْنِحَتَهَا عَلَيْهَا۔ (رواہ احمد والترمذی)

أخرجه الترمذي في السنن ٥/ ٦٩٠ حديث رقم ٣٩٥٤ و احمد في المسند ٥/ ١٨٤

ترجمہ: حضرت زید بن ثابتؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا خوشخبری ہے شام والوں کے لئے ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ خوشخبری کس وجہ سے ہے آپ ﷺ نے فرمایا اس لئے کہ رحمٰن کے فرشتے اپنے بازوؤں کو شام پر پھیلائے ہوئے ہیں۔ (احمد، ترمذی)

تشریح ۞ یہاں مَلٰٓئِكَةَ الرَّحْمٰنِ فرمایا یعنی اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے رحمٰن نام ذکر فرمایا اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ

یہ فرشتے رحمت کے ہیں جنہوں نے شام کو گھیرا ہوا ہے۔

فرشتوں کا ملک شام کو گھیرنا کفر سے محافظت کے لئے ہے اور شیخ عبدالحق دہلوی فرماتے ہیں کہ فرشتوں کا بازو پھیلانا یہ دراصل کنایہ ہے رحمت و شفقت خداوندی کے چھا جانے سے یعنی اہل شام پر اللہ تعالیٰ کی رحمت و شفقت چھائی ہوئی ہے اس لئے کہ وہاں ابدال رہتے ہیں یا تمام ابدال ملک شام کے رہنے والے ہیں۔

فرشتوں کے پروں سے مراد ان کی صفات اور قوائے ملکیہ ہیں ان کو پرندوں کے بازوؤں پر قیاس نہ کیا جائے اس لئے کہ پرندوں کے تو تین چار سے زائد بازو نہیں ہوتے جبکہ فرشتے کے تو چھ سو بازو ہوتے ہیں جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کے موقعہ پر حضرت جبرائیل علیہ السلام کے چھ سو پر دیکھے تھے حاصل یہ کہ فرشتوں کے لئے بازو تو ثابت ماننے چاہئیں لیکن ان کی کیفیت بیان کرنے سے باز رہنا چاہئے۔

حضر موت کی طرف سے آگ کا نکلنا

۹/۶۱۱۰ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَتَخْرُجُ نَارٌ مِّنْ نَحْوِ حَضَرَ مَوْتٍ اَوْ مِنْ حَضَرَ مَوْتٍ تَحْشُرُ النَّاسَ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَمَا تَاْمُرُنَا قَالَ عَلَيْكُمْ بِالشَّامِ۔

(رواہ الترمذی)

أخرجه الترمذي في السنن ٤ / ٤٣١ حديث رقم ٢٢١٧ و احمد في المسند ٢ / ١١٩۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب حضر موت کی طرف سے ایک آگ نکلے گی اور یہ آگ لوگوں کو جمع کرے گی ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں کیا حکم دیتے ہیں (یعنی ہم اس وقت کیا کریں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم شام کو لازم پکڑنا۔ (ترمذی)

تشریح: حضرت موت (حاء کے فتحہ ضاد کے سکون اور راء کے فتحہ کے ساتھ حضر۔ اور موت میں میم کا فتحہ اور ضمہ دونوں جائز ہیں) یہ ملک شام کا ایک مشہور شہر ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور پیشین گوئی کے فرمایا کہ یہاں سے آگ نکلے گی آگ سے یا تو حسی آگ مراد ہے یا معنوی یعنی فتنے۔ ظاہر یہ ہے کہ آگ سے حسی اور حقیقی آگ مراد ہے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے وقت میں ہمیں کیا کرنا چاہئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ملک شام چلے جانا یہ اس لئے فرمایا کہ ملک شام ہر قسم کی حسی اور حکمی آگ سے محفوظ رہے گا اس لئے کہ فرشتے اس کی حفاظت کرتے ہیں جیسا کہ پہلی روایت میں گزرا ہے۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے مراد وہ آگ ہے جو لوگوں کو محشر کی طرف ہانک کر لے جائے گی اور محشر سے مراد ارض شام ہے یعنی ایک آگ ظاہر ہوگی جو لوگوں کو شام کی طرف بغیر ان کے اختیار کے ہانک کے لے جائے گی۔

ملک شام کی طرف ہجرت کرنے والا شخص بہترین شخص ہوگا

۱۰/۶۱۱۱ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّهَا

سَتَكُوْنُ هِجْرَةٌ بَعْدَ هِجْرَةٍ فَخِيَارُ النَّاسِ اِلٰى مُهَاجِرِ اِبْرَاهِيْمَ وَفِيْ رِوَايَةٍ فَخِيَارُ اَهْلِ الْاَرْضِ اَلْزَمُهُمْ مُهَاجَرَ اِبْرَاهِيْمَ وَيَبْقٰى فِي الْاَرْضِ شِرَارُ اَهْلِهَا تَلْفِظُهُمْ اَرْضُوْهُمْ تَقْذَرُهُمْ نَفْسُ اللّٰهِ تَحْشُرُهُمُ النَّارُ مَعَ الْقِرَدَةِ وَالْخَنَازِيْرِ تَبِيْتُ مَعَهُمْ اِذَا بَاتُوْا وَتَقِيْلُ مَعَهُمْ اِذَا قَالُوْا۔ (رواہ ابوداود)

أخرجه ابو داؤد في السنن ۳/۹ حديث رقم ۲۴۸۲ و احمد في المسند ۱۹۹/۲

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہجرت کے بعد ایک ہجرت ہوگی پس بہترین شخص وہ ہوگا جو ابراہیم علیہ السلام کی جگہ ہجرت کرے گا اور ایک روایت میں ہے کہ زمین کے لوگوں میں بہترین شخص وہ ہوگا جو ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت گاہ کو اختیار کرے گا اور اس کو لازم پکڑے گا (اس وقت) زمین میں بدترین لوگ ہوں گے جن کو ان کی زمین پھینک دے گی (یعنی بہترین لوگ ہجرت کر جائیں گے اور بدترین لوگ اپنی اپنی جگہ رہ جائیں گے جن کو زمینیں ادھر سے ادھر پھینک دیں گی) خدا ان لوگوں کو برا سمجھے گا اور ان کو اپنی رحمت سے دور رکھے گا اور جمع کرے گی ان کو آگ بندروں اور سوروں کے ساتھ اور یہ آگ ان کے ساتھ رات گزارے گی (یعنی جہاں وہ رات بسر کریں گے آگ ان کے ساتھ وہیں ٹھہری رہے گی) اور جہاں وہ قیلولہ کریں گے آگ ان کے ساتھ وہیں قیلولہ کرے گی۔ (ابوداود)

تشریح ⊙ **هِجْرَةٌ بَعْدَ هِجْرَةٍ** : ہجرت کے بعد ایک ہجرت ہوگی اس فرمان کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ پہلی ہجرت سے مراد وہ ہجرت ہے جو صحابہ کرام اور حضور ﷺ نے مکہ سے مدینہ کی طرف فرمائی اور دوسری ہجرت سے مراد وہ ہجرت ہے جو آخری زمانہ میں ملک شام کی طرف ہوگی یعنی جس وقت فتنے زیادہ ہو جائیں گے اور اللہ پاک کے دین کو قائم رکھنے والے اور اس کی حفاظت کرنے (خود بلاد اسلامیہ میں) کم ہو جائیں گے اور کافر فاجر لوگوں کا شہروں اور علاقوں پر غلبہ ہو جائے گا صرف ملک شام ہی ایسا ملک ہوگا جس کی حفاظت لشکر اسلامیہ کرے گا جن کی منا نب اللہ دشمنان اسلام کے خلاف مدد و نصرت کی جائے گی حق کو قائم رکھنے والے ہوں یہاں تک کہ دجال کے خلاف جہاد کریں گے اس وقت شام کی طرف ہجرت کرنے والا شخص ہی اپنے دین کو بچانے میں کامیاب ہوگا اور اپنی آخرت کو سنوارے گا۔

بعض حضرات نے فرمایا کہ **هِجْرَةٌ بَعْدَ هِجْرَةٍ** تکرار کے لئے فرمایا گیا کہ ہجرت مدینہ کے بعد بھی ہجرت ہوتی رہے گی آگے ارشاد ہے "فخیار الناس......" یہ گویا پچھلے اجمال کی تفصیل ہے گویا یوں کہا گیا کہ لوگوں پر ایسے حالات آئیں گے کہ وہ اپنے وطن سے ہجرت کریں گے کوئی کہیں ہجرت کر کے جائے گا اور کوئی کہیں لیکن ان ہجرت کرنے والوں میں سے بہترین شخص وہ ہوگا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت کرنے کی جگہ کی طرف ہجرت کرے گا اور وہ ملک شام ہے اس لئے کہ ابراہیم علیہ السلام جب عراق سے نکلے تھے تو ملک شام گئے تھے اور ملک شام کی طرف ہجرت کرنے والا بہترین شخص اس لئے ہے کہ وہاں اس کے دین اور آخرت کی حفاظت ہے۔

وَيَبْقٰى فِي الْاَرْضِ شِرَارُ اَهْلِهَا یعنی زمین پر بدترین لوگ یعنی کافر و فاجر لوگ باقی رہ جائیں گے۔

تَلْفِظُهُمْ اَرْضُوْهُمْ : زمین ان کو ایک کونے سے دوسرے کونے کی طرف پھینکے گی شراح حدیث نے فرمایا کہ جب نیک اور

صالح لوگ اپنے دین کی حفاظت کے لئے یہاں سے چلے جائیں گے تو وہاں کافروں کا غلبہ ہو جائے گا اور خسیس اور فاجر قسم کے لوگ پھر بھی وہاں رہیں گے محض دنیا کی رغبت' قتال و جہاد سے خوف و نصرت اور اپنے مال و اسباب زمین و جائیداد کی وجہ سے وہ ان کافروں کے ساتھ رہنا ہی پسند کریں گے یہ ان کے نفوس کی خست اور دین کے اعتبار کمزوری کی علامت ہے اسی وجہ سے یہ لوگ پاکیزہ نفوس کے نزدیک قابل نفرت چیزوں کی طرح ہوں گے اور خود زمین بھی ان سے نفرت کرے گی اور زمین ان کو پھینک دے گی اور اللہ تعالیٰ بھی ان سے نفرت فرمائیں گے اور ان کو اپنی رحمت کی جگہوں اور نزول کرامت کے مقامات سے اس طرح دور کر دیں گے جیسے کہ قابل نفرت اور باعث گھن چیز کو دور کر دیا جاتا ہے اسی وجہ سے اللہ پاک نے ان کو ہجرت کی توفیق نہیں دی اور دشمنان دین کے ساتھ ہی ان کو منسلک کر کے بٹھا دیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ منافقین کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں

وَلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ ۔

''لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے جانے کو پسند نہیں کیا اس لئے کہ ان کو توفیق نہیں دی اور (بحکم تکوینی) یوں کہہ دیا گیا کہ اپاہج لوگوں کے ساتھ تم بھی یہاں ہی دھرے رہو''۔

یعنی ان کا جہاد کے لئے نکلنا کسی اور وجہ سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کو ان کا نکلنا ناپسند تھا اس لئے ان کو توفیق ہی نہ ہوئی گویا ان سے کہا گیا کہ تم اپاہج لوگوں کے ساتھ بیٹھے رہو۔

تَحْشُرُهُمُ النَّارُ مَعَ الْقِرَدَةِ وَالْخَنَازِيْرِ : ان پر ایک آگ مسلط کی جائے گی جو دن رات ان پر مسلط رہے گی اور ان کو کافروں کے ساتھ جمع کر دے گی بندر اور خنزیر سے مراد کافر ہیں چھوٹے کافر گویا بندر ہیں ان میں سے بڑے گویا خنزیر ہیں اور مظہر نے کہا کہ نار سے مراد فتنہ ہے یعنی وہ فتنہ جو ان کے اعمال قبیحہ کا نتیجہ ہوگا وہ ان کو بندروں اور خنزیروں کے ساتھ ملا دے گا اس لئے کہ ان میں بندروں اور خنزیروں والے اخلاق وصفات پائی جائیں گے اور وہ اس فتنہ سے جان چھڑانے کے لئے فلا وطنی اختیار کریں گے لیکن یہ فتنہ ان کا پیچھا نہیں چھوڑے گا جہاں بھی یہ جائیں گے یہ فتنہ ان کے ساتھ ہی ہوگا۔

وَتَقِيْلُ مَعَهُمْ اِذَا قَالُوْا یہ قیلولہ سے ہے قیلولہ کا معنی ہے دن میں آرام کرنا مراد یہ ہے کہ یہ آگ یا یہ فتنہ دن رات ان کے ساتھ چمٹا رہے گا ان سے کبھی جدا نہ ہوگا۔

شام' یمن اور عراق کے لشکروں کا ذکر

۶۱۱۲/۱۱ وَعَنِ ابْنِ حَوَالَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيَصِيْرُ الْاَمْرُ اَنْ تَكُوْنُوْا جُنُوْدًا مُجَنَّدَةً جُنْدٌ بِالشَّامِ وَجُنْدٌ بِالْيَمَنِ وَجُنْدٌ بِالْعِرَاقِ فَقَالَ ابْنُ حَوَالَةَ خِرْلِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ اَدْرَكْتُ ذٰلِكَ فَقَالَ عَلَيْكَ بِالشَّامِ فَاِنَّهَا خِيَرَةُ اللّٰهِ مِنْ اَرْضِهٖ يَجْتَبِيْ اِلَيْهَا خِيَرَتَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ فَاَمَّا اِنْ اَبَيْتُمْ فَعَلَيْكُمْ بِيَمَنِكُمْ وَاسْقُوْا مِنْ غُدُرِكُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ تَوَكَّلَ لِيْ بِالشَّامِ وَاَهْلِهٖ۔

(رواه احمد وابوداؤد)

اخرجه ابو داؤد في السنن ۳/۲ ۱ حديث رقم ۲۴۸۳ و احمد في المسند ۱۱۰/۴۔

ترجمہ: حضرت ابن حوالہؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب دینی امور کا یہ نظام ہو جائے گا کہ تم ایک جمع کئے ہوئے لشکر کی مانند ہو جاؤ گے ایک لشکر شام میں' ایک لشکر یمن میں اور ایک لشکر عراق میں ابن حوالہ نے عرض کیا اگر میں اس وقت کو پالوں تو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیے میں کس لشکر کو اختیار کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم شام کے لشکر کو اختیار کرو اس لئے کہ شام خدا تعالیٰ کی برگزیدہ اور پسندیدہ زمین ہے اور آخری زمانہ میں اللہ تعالیٰ یہاں اپنے برگزیدہ اور نیک بندے جمع کرے گا پھر اگر تم شام سے انکار کرو تو پھر یمن کو اختیار کرو اور (شام کو اختیار کرنے کی صورت میں) تم (اپنے جانوروں کو اور اپنے آپ کو) اپنے مخصوص حوضوں سے پلاؤ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ میری وجہ سے شام اور شام کے لوگوں کا کفیل ہوا ہے۔ (ابوداؤد' احمد)

تشریح ۞ حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ تم لوگ دین کی حفاظت اور نگہداشت کے لئے لشکروں کی صورت اختیار کرلو گے تم سب کا مقصد ایک ہی ہوگا لیکن انداز اور سوچ مختلف ہوگی ایک لشکر شام میں ہوگا ایک یمن میں اور ایک عراق میں (عراق سے مراد یا تو عراق کا وہ حصہ ہے جو عرب میں ہے یعنی بصرہ اور کوفہ یا وہ حصہ مراد ہے جو عجم میں ہے یعنی خراسان اور ماوراء النہر کے علاوہ عراق کا باقی حصہ) حدیث ابن حوالہ نے عرض کیا کہ اگر میں وہ وقت پالوں تو کون سے لشکر میں شمولیت اختیار کروں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شام والے لشکر کو اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ ارض شام اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ جگہ ہے اور اللہ پاک یہاں اپنے پسندیدہ اور برگزیدہ بندوں کو جمع کرے گا نیز ملک شام اور اس کے رہنے والوں کی حفاظت کا میری وجہ سے اللہ پاک نے اپنے ذمہ لیا ہے کہ اس پر کافروں کا غلبہ نہیں ہونے دیں گے۔

روایت میں: فَاَمَّا اِنْ اَبَيْتُمْ فَعَلَيْكُمْ بِيَمَنِكُمْ کا جملہ معترضہ ہے اس میں وَاسْقُوْا مِنْ غُدُرِكُمْ کا تعلق پیچھے عَلَيْكَ بِالشَّامِ ...... کے ساتھ ہے اصل میں یوں تھا کہ تم ملک شام کو لازم پکڑو اس لئے کہ وہ زمین اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے پسندیدہ بندوں کو وہاں جمع فرمائیں گے اور جب تم ملک شام میں جاؤ تو تم اپنے حوضوں سے اپنے جانوروں وغیرہ کو پلانا درمیان میں یہ فرمایا کہ اگر تم ملک شام نہ جانا چاہو تو پھر یمن کو اختیار کرو۔

فَعَلَيْكُمْ بِيَمِنِكُمْ یہاں یمن کی کم ضمیر کی طرف اضافت فرمائی ہے اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخاطب عرب تھے اور یمن عرب کی زمین ہے۔

وَاسْقُوْا مِنْ غُدُرِكُمْ :غدر جمع ہے غدیر کی بمعنی تالاب اور حوض اس ارشاد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی ہے کہ جب تم ملک شام جاؤ تو پانی کے بارے میں یہ احتیاط کرنا کہ اپنے حوض کو استعمال کرنا اس بارے میں کسی سے جھگڑا وغیرہ نہ کرنا خصوصاً ان لوگوں سے اس بارے میں قطعاً نزاع نہ کرنا جو سرحدوں کی حفاظت کے لئے بیٹھے ہوئے ہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ:

اہل شام پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا لعنت کرنے سے انکار کرنا

۱۲/۶۱۱۳ عَنْ شُرَيْحِ بْنِ عُبَيْدٍ قَالَ ذُكِرَ اَهْلُ الشَّامِ عِنْدَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَقِيْلَ اِلْعَنْهُمْ يَا اَمِيْرَ

الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَ لَا اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْاَبْدَالُ يَكُوْنُوْنَ بِالشَّامِ وَهُمْ اَرْبَعُوْنَ رَجُلًا كُلَّمَا مَاتَ رَجُلٌ اَبْدَلَ اللّٰهُ مَكَانَهٗ رَجُلًا يُسْقٰى بِهِمُ الْغَيْثُ وَيُنْتَصَرُ بِهِمْ عَلَى الْاَعْدَآءِ وَيُصْرَفُ عَنْ اَهْلِ الشَّامِ بِهِمُ الْعَذَابُ۔

أخرجه أحمد في المسند ١١٢/١

ترجمہ: حضرت شریح بن عبید سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ شام کے لوگوں کا حضرت علیؓ کے سامنے ذکر کیا گیا اور کہا گیا کہ اے امیر المؤمنین شام والوں پر لعنت کیجئے حضرت علیؓ نے فرمایا میں شام والوں پر لعنت نہیں کرتا اس لئے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے ابدال شام میں ہوتے ہیں اور وہ چالیس مرد ہیں ان میں سے جب کوئی مرتا ہے تو خداوند تعالیٰ دوسرے کو اس کی جگہ مقرر کر دیتا ہے ان کے وجود کی برکت سے بارش ہوتی ہے اور ان کی مدد سے دشمنوں سے بدلہ لیا جاتا ہے اور ان کے سبب سے شام والوں سے عذاب کو دفع کیا جاتا ہے۔ (احمد)

تشریح: اس حدیث میں اہل شام سے مراد حضرت معاویہ اور ان کے ساتھی ہیں جو حضرت علیؓ کے مخالف تھے ان کو اہل شام اس لئے کہا گیا کہ حضرت معاویہ حضرت عمرؓ کے زمانہ سے اخیر عمر تک ملک شام کے امیر اور حاکم رہے حضرت علیؓ کے سامنے ان کی برائی بیان کی گئی اور حضرت علیؓ سے کہا گیا کہ ان پر لعنت بھیجیں تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ملک شام میں ابدال ہوتے ہیں اگر اہل شام پر لعنت کروں کہیں ایسا نہ ہو کہ ابدال کو بھی یہ لعنت شامل ہو جائے علماء اہلسنت والجماعت فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے یہ بات محض لوگوں کو ٹالنے اور فساد سے بچنے کے لئے فرمائی تھی آپ کا یہ مقصد نہیں تھا کہ اگر ملک شام میں ابدال نہ ہوتے تو میں اہل شام پر لعنت کرتا اس لئے کہ حضرت علیؓ ان کو مسلمان سمجھتے تھے اور مسلمان پر لعنت کرنا جائز نہیں جیسا کہ ایک روایت میں ہے حضرت علیؓ نے اپنے مدمقابل اہل شام کے متعلق فرمایا تھا کہ وہ ہمارے ہی بھائی ہیں البتہ انہوں نے ہم سے بغاوت کی ہے اور ایک روایت میں آتا ہے کہ مخالف لشکر والوں میں سے ایک شخص کو پکڑ کر لایا گیا ایک شخص نے کہا بڑے تعجب میں تو اس کو پہلے ایک اچھا مسلمان سمجھتا تھا حضرت علیؓ نے فرمایا تم کیا کہتے ہو یہ تو اب بھی مسلمان ہی ہے اور بھی مختلف روایات و آثار ان کے مسلمان ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ اس کے بعد ابدال کے بارے میں فرمایا کہ وہ چالیس مرد ہوتے ہیں ان میں سے جب کوئی مرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ ایک اور شخص مقرر فرما دیتے ہیں ان کی برکت سے اللہ پاک بارش برساتے ہیں اور ان کی مدد سے دشمنان اسلام سے بدلہ لیا جاتا ہے اور ان کی برکت سے اہل شام سے عذاب یعنی عذاب شدید کو ہٹا دیا جاتا ہے اہل شام کی تخصیص ابدال کے ساتھ قرب اور زیادتی ارتباط کی وجہ سے ہے ورنہ ان کی برکت و نصرت تو تمام عالم کو شامل ہے۔

ابدال کا وجود جس طرح اس حدیث سے ثابت ہو رہا ہے اسی طرح حضرت علیؓ کی دیگر بہت سی روایت سے بھی ہوتا ہے حافظ ابن حجر عسقلانی ان تمام روایات کو ذکر کرنے کے بعد حضرت ابن عمرؓ کی ایک مرفوع حدیث لائے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں امت میں سے بہترین شخص پانچ سو مرد ہیں اور چالیس ابدال ہیں نہ وہ پانچ سو کم ہوتے ہیں اور نہ یہ چالیس جب ان میں سے کوئی مرتا ہے تو اللہ تعالیٰ دوسرے شخص کو اس کی جگہ مقرر کر دیتے ہیں صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول

اللہ ﷺ ہمیں ان کے عمل بتلایئے کہ وہ کس عمل کی وجہ سے اس مرتبہ تک پہنچتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا کہ ان کا عمل یہ ہے کہ جو ان پر ظلم کرتا ہے یہ اس سے درگزر کرتے ہیں اور جو ان سے برائی کرتا ہے یہ اس سے اچھائی کرتے ہیں اور جو کچھ ان کو اللہ پاک نے عطا کیا ہے اس کے ذریعے فقراء و مساکین کی مدد و تعاون کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی کتاب یعنی قرآن پاک میں اس کی تصدیق ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

اَلْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ

''(اعلیٰ درجہ کے اہل ایمان لوگ تو وہ ہیں) جو غصہ کے ضبط کرنے والے اور لوگوں (کی تقصیرات) سے درگزر کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسے نیکوکاروں کو محبوب رکھتا ہے''۔

یعنی غصہ ضبط کرنے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے اور اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

ابن عساکر نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خاص تین سو بندے ہیں جن کے دل آدم علیہ السلام کے دل پر ہیں اور چالیس بندے ہیں جن کے دل موسیٰ علیہ السلام کے دل پر ہیں اور سات بندے ہیں ان کے دل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل پر ہیں اور پانچ شخص ہیں کہ ان کے دل حضرت جبرائیل علیہ السلام کے دل پر ہیں اور تین بندے ہیں کہ ان کے دل میکائیل علیہ السلام کے دل پر ہیں اور ایک بندہ ہے اس کا دل اسرافیل علیہ السلام کے دل پر ہے جب ایک مرتا ہے تو اللہ تعالیٰ تین میں سے ایک کو اس کی جگہ مقرر کر دیتے ہیں اور جب ان تین میں سے کوئی مرتا ہے تو پانچ میں سے ایک شخص کو اس کی جگہ مقرر کر دیتے ہیں اور جب کوئی ان پانچ میں سے مرتا ہے تو سات میں سے ایک شخص کو اس کی جگہ مقرر کر دیتے ہیں اور جب کوئی ان سات میں سے مرتا ہے تو چالیس میں سے ایک شخص کو اس کی جگہ مقرر فرما دیتے ہیں اور اگر ان چالیس میں سے کوئی انتقال کر جائے تو تین سو میں سے کسی ایک کو اس کی جگہ مقرر کر دیا جاتا ہے اور اگر ان تین سو میں سے کوئی مر جائے تو عام لوگوں میں سے کسی شخص کو اس کی جگہ مقرر کر دیا جاتا ہے اور ان لوگوں کی وجہ سے امت سے آفات و بلیات دور کی جاتی ہیں۔

بعض عارفین نے یہاں نکتہ بیان کیا ہے کہ اس حدیث میں حضور ﷺ کے دل کا ذکر نہیں کیا گیا یعنی کسی کے دل کو حضور ﷺ کے دل پر نہیں کہا گیا اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پوری کائنات میں اور تمام عالم خلق و امر میں کوئی ایسا پیدا نہیں فرمایا کہ جس کا دل حضور ﷺ کے دل سے زیادہ عزیز شریف اور لطیف ہو پس اولیاء میں سے کسی کا دل حضور ﷺ کے دل کے برابر نہیں ہو سکتا خواہ وہ ولی ابدال میں سے ہو یا اولیاء میں سے۔

شام کے شہر دمشق کی فضیلت

۱۳:۶۱۱۴ وَعَنْ رَجُلٍ مِنَ الصَّحَابَةِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَتُفْتَحُ الشَّامُ فَاِذَا خُيِّرْتُمُ الْمَنَازِلَ فِيْهَا فَعَلَيْكُمْ بِمَدِيْنَةٍ يُقَالُ لَهَا دِمَشْقُ فَاِنَّهَا مَعْقِلُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنَ الْمَلَاحِمِ وَفُسْطَاطُهَا مِنْهَا اَرْضٌ يُقَالُ لَهَا الْغُوْطَةُ۔ (رواہ احمد)

اخرجہ احمد فی المسند [illegible]

ترجمہ: صحابہ میں سے ایک شخص سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا عنقریب شام کو فتح کیا جائے گا جب تمہیں اس کے شہروں میں مکانات بنانے کا اختیار دیا جائے تو تم اس شہر کو اختیار کرنا جس کو دمشق کہا جاتا ہے اس لئے کہ وہ مسلمانوں کے لئے لڑائیوں سے پناہ کی جگہ ہے اور دمشق شام کا ایک جامع شہر ہے (یعنی جو لوگوں کو جمع کرتا ہے) اور دمشق کی زمینوں (یعنی علاقوں) میں سے ایک علاقہ ہے جسے غوطہ کہا جاتا ہے۔ (احمد)

تشریح ۞ اس حدیث کے راوی جو کہ صحابی ہیں ان کا نام معلوم نہیں ہے لیکن صحابہ میں نام کی جہالت مضر نہیں ہے اس لئے کہ نام کا معلوم ہونا اس لئے ضروری ہوتا ہے تا کہ راوی کا عادل ہونا معلوم ہو سکے اور صحابہ کرام کی تو ساری جماعت ہی عادل ہے نیز مراسیل صحابہ بالاتفاق حجت ہیں اس لئے صحابی کا نام معلوم نہ ہونا باعث نقصان نہیں ہے۔ اس حدیث میں مذکور چند الفاظ کی وضاحت درج ذیل ہیں۔

دمشق: دال کے کسرۂ میم کے فتحہ اور کسرہ کے ساتھ بمعنی دمشق اور دمشق شام کا دارالحکومت اور ایک مشہور شہر ہے۔

معقل: میم کے فتحہ عین کے سکون اور قاف کے کسرہ کے ساتھ بمعنی ٹھکانہ اور پناہ گاہ یعنی لڑائیوں اور جنگوں کے وقت مسلمان دمشق میں پناہ لیں گے جیسے بکری وغیرہ خطرے کے وقت پہاڑ کی چوٹی پر پناہ لیتی ہے۔

ملاحم: میم کے فتحہ اور حاء کے کسرہ کے ساتھ یہ جمع ہے ملحمہ کی بمعنی حرب اور قتال۔

فسطاط: فاء کا ضمہ بھی جائز ہے اور کسرہ بھی۔ بمعنی لوگوں کو جمع کرنے والا شہر۔

الغوطة: غین کے ضمہ کے ساتھ یہ دمشق کے قریب کسی باغ کا یا کسی نہر کا نام ہے اس کو غوطہ دمشق کہا جاتا ہے بعض حضرات فرماتے ہیں کہ غوطہ دمشق کے قریب ایک شہر کا نام ہے۔ علامہ زمخشری فرماتے ہیں کہ دنیا کے چار باغات ہیں۔ غوطہ مشرنہر ابلہ شعب کدان سمرقند۔ ابن جوزی فرماتے ہیں کہ میں نے ان چاروں کو دیکھا ہے ان چاروں میں سے غوطہ کو باقی تین پر وہی فضیلت حاصل ہے جو ان کو باقی باغات پر حاصل ہے۔

خلافت مدینہ میں اور بادشاہت شام میں ہے

۶۱۱۵/۱۴ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْخِلَافَةُ بِالْمَدِیْنَةِ وَالْمُلْكُ بِالشَّامِ۔ (رواهما البيهقي في دلائل النبوة)

رواه البيهقي في دلائل النبوة ٤٤٧/٦ والحاكم في المستدرك ٧٢/٣

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خلافت مدینہ میں ہے اور بادشاہت شام میں ہے۔ (بیہقی)

تشریح ۞ حضور اکرم ﷺ کے اس فرمان کا مطلب (کہ خلافت مدینہ میں ہے) یہ ہے کہ خلافت کا پایہ تخت مدینہ شریف میں ہے لیکن اکثر کے اعتبار سے یعنی اکثر خلافت کا پایہ تخت میں مدینہ رہا ہے اس لئے کہ حضرت علیؓ نے اپنے دور خلافت میں کوفہ کو اپنا دارالحکومت قرار دیا تھا یا اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ خلافت مستقرہ مدینہ میں ہے۔

اور بادشاہت شام میں ہے اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ جب حضرت حسنؓ نے صلح کر کے خلافت اور زمام اقتدار حضرت معاویہ کے سپرد کیا تھا تو وہ خلافت نہیں رہی تھی بلکہ بادشاہت ہوگئی تھی اور اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس کو امام احمد، امام ترمذی، ابویعلی اور ابن حبان نے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد میری امت میں خلافت تیس سال ہوگی پھر بادشاہت ہوگی اور یہ تیس سال حضرت حسن کی چھ ماہ کی خلافت پر پورے ہو گئے تھے اسی لئے بعض حضرات نے فرمایا کہ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ حضرت علیؓ کی خلافت تھی اور حضرت معاویہ کی بادشاہت تھی۔

ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات میں یہ آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مولد یعنی جائے پیدائش مکہ اور مہاجر یعنی ہجرت کی جگہ مدینہ ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ملک شام ہے ملک سے مراد نبوت و دین ہے اس لئے کہ دین کو شان و شوکت اور غلبہ آخر میں ملک شام ہی میں حاصل ہوگا اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ملک سے مراد جہاد و قتال ہے یعنی شام میں جہاد منقطع نہیں ہوگا اس میں ان لوگوں کو رغبت دلائی ہے جو جہاد اور سرحدوں کی حفاظت کے متوالے ہیں کہ وہ ملک شام کی طرف سفر کریں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کا شام میں قرار پکڑنا

۱۵/۶۱۱۶ وَعَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ عَمُوْدًا مِنْ نُوْرٍ خَرَجَ مِنْ تَحْتِ رَأْسِيْ سَاطِعًا حَتّٰى اسْتَقَرَّ بِالشَّامِ۔ (رواهما البيهقي في دلائل النبوة)

أخرجه احمد في المسند والبيهقي في دلائل النبوة ٦/٤٤٩۔

ترجمہ: حضرت عمرؓ سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے نور کا ایک ستون دیکھا جو میرے سر کے نیچے سے نکال بلند ہوا اور ملک شام جا کر ٹھہر گیا (بیہقی)

تشریح ۞ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ دین (جس کو حدیث میں نور فرمایا گیا ہے) ملک شام میں ثابت و قائم رہے گا اور دین کو وہاں غلبہ نصیب ہوگا اور اسی قبیل سے ہے وہ روایت جس میں یہ آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ کے پیٹ سے ایک نور نکلا جس کی وجہ سے شام کے مکان روشن ہو گئے۔

دمشق شام کے تمام شہروں سے افضل ہے

۱۶/۶۱۱۷ وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ فُسْطَاطَ الْمُسْلِمِيْنَ يَوْمَ الْمَلْحَمَةِ بِالْغُوْطَةِ إِلٰى جَانِبِ مَدِيْنَةٍ يُقَالُ لَهَا دِمَشْقُ مِنْ خَيْرِ مَدَائِنِ الشَّامِ۔ (رواه ابوداود)

أخرجه ابو داؤد في السنن ٤/٤٨٢ حديث رقم ٤٢٩٨۔

ترجمہ: حضرت ابودرداءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (دجال سے) جنگ کے دن مسلمانوں کے جمع ہونے کی جگہ غوطہ ہے جو اس شہر کے ایک جانب ہے جسے دمشق کہا جاتا ہے جو شام کے شہروں میں سے بہترین شہر ہے۔

(ابوداؤد)

تشریح: اس روایت میں یہ فرمایا گیا کہ دمشق شام کے تمام شہروں سے افضل ہے اور غوطہ فسطاط یعنی جمع ہونے کی جگہ ہے پچھلی روایت میں دمشق کو فسطاط قرار دیا گیا تھا اور اس روایت میں غوطہ کو فسطاط قرار دیا گیا ہے لیکن ان دونوں میں کوئی تعارض نہیں ہے اس لئے کہ غوطہ دمشق کے مضافات اور توابع میں سے ہے اس لئے قرب کی وجہ سے اس حدیث میں غوطہ کو فسطاط فرمایا گیا ہے۔

دمشق پر کوئی غلبہ نہ پا سکے گا

۶۱۱۸/۱۷ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سُلَيْمَانَ قَالَ سَيَأْتِيْ مَلِكٌ مِّنْ مُلُوْكِ الْعَجَمِ فَيَظْهَرُ عَلَى الْمَدَآئِنِ كُلِّهَا اِلَّا دِمَشْقَ ۔ (رواہ ابوداؤد)

أخرجه ابو داؤد في السنن ۳۲۷/۵ حديث رقم ٤٦٣٩

ترجمہ: حضرت عبدالرحمان بن سلیمان سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ عنقریب عجم کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ آئے گا جو تمام ملکوں پر غالب آجائے گا سوائے دمشق کے۔ (ابوداؤد)

تشریح: شارحین حدیث نے اس بادشاہ کی تعیین نہیں فرمائی کہ وہ کون سا بادشاہ ہوگا جو سب شہروں پر تو غالب آجائے گا لیکن دمشق کو فتح نہ کر سکے گا۔

تنبیہ: جس طرح یمن، شام اور شام کے شہروں دمشق، غوطہ وغیرہ کی فضیلت کی احادیث ہیں اسی طرح بیت المقدس، صخرہ، عسقلان، قزوین، اندلس اور دیگر شہروں کی فضیلت کے بارے میں بھی احادیث وارد ہوئی ہیں لیکن محدثین نے ان میں سے اکثر کو ضعیف قرار دیا ہے۔ واللہ اعلم۔ کذا فی سفر السعادۃ۔

خلاصۃ باب ذکر الیمن والشام وذکر اویس القرنی

اس باب کی احادیث میں حضرت اویس قرنی اور ملک یمن وشام کی فضیلت اور مشرق ونجد کی خدمت کا بیان ہے۔

نمبر۱ حضرت اویس قرنی: حضرت اویس کی علامات اور ان کی فضیلت کے بارے میں بہت سی احادیث وآثار ہیں جن کو علامہ سیوطیؒ نے اپنی کتاب جمع الجوامع میں ذکر کیا ہے اور ان کا ترجمہ ذکر کر دیا گیا ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ یمن سے ایک شخص آئے گا اس کا نام اویس ہوگا یمن میں والدہ کے علاوہ اس کا کوئی عزیز نہ ہوگا اس کو پہلے برص تھی لیکن اللہ نے اس کی دعا کی وجہ سے وہ بیماری ختم فرما دی صرف ایک درہم یا دینار کے بقدر اب بھی باقی ہوگی تم میں سے جو شخص بھی اس سے ملے تو اس سے اپنے لئے دعاء مغفرت کرائے جبکہ دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اویس نامی شخص تابعین میں سے بہترین شخص ہوگا اس کی والدہ ہے اور اس کی برص کی سفیدی لاحق تھی تم اس سے اپنے لئے مغفرت کی دعا کرنا۔

نمبر۲ ملک یمن کی فضیلت: جب یمن والے مدینہ آئے تو حضور ﷺ نے ان کے متعلق فرمایا کہ اہل یمن زیادہ رقیق القلب اور زیادہ نرم دل ہیں ایمان یمن کا ہے اور حکمت بھی یمنی ہے۔

حضور ﷺ نے ملک یمن اور شام کے بارے میں برکت کی دعا فرمائی چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا اے اللہ ہمارے شام

اور یمن میں برکت نازل فرما اور ایک بار یمن کی طرف دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ اے اللہ ان کے قلوب کو ہماری طرف متوجہ فرما اور ہمارے صاع اور مد میں برکت نازل فرما۔

نمبر۳ ملک شام کی فضیلت: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خوشخبری ہو اہل شام کے لئے صحابہ نے اس کی وجہ دریافت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شام پر رحمن کے فرشتے اپنے پر پھیلاتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضر موت سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو جمع کرے گی اس وقت تم شام کو لازم پکڑنا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت کرنے کی جگہ یعنی شام کی طرف ہجرت کرنے والا لوگوں میں سے بہترین شخص ہوگا اور ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شام کی سرزمین اللہ کے نزدیک پسندیدہ زمین ہے اللہ تعالیٰ وہاں اپنے خاص بندوں کو جمع فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی اور اس کے رہنے والی کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے ایک بار حضرت علیؓ سے اہل شام پر لعنت کرنے کو کہا گیا تو آپؓ یہ کہہ کر لعنت کرنے سے انکار کر دیا کہ وہاں ابدال ہوتے ہیں اور ایک حدیث میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے دیکھا کہ ایک نور کا منارہ میرے سر کے نیچے سے نکلا اور ملک شام میں جا کر ٹھہر گیا۔

اور بعض روایات میں شام کے شہروں میں سے خاص دمشق کی فضیلت بیان کی گئی ہے چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ عنقریب ملک شام فتح ہوگا جو تمہیں وہاں مکانات بنانے کی اجازت دی جائے تو تم دمشق کو اختیر کرنا اس لئے کہ وہ جنگوں سے مسلمانوں کی پناہ گاہ ہے اور وہ ایک جامع شہر ہے اور اس کے قریب غوطہ ہے اور ایک روایت میں ہے کہ دمشق شام کے شہروں میں سے بہترین شہر ہے اور ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ ایک عجمی بادشاہ آئے گا جو سارے شہروں پر غلبہ پالے گا لیکن دمشق پر غلبہ حاصل نہ کر سکے گا۔

نمبر۴ مشرق اور نجد کی مذمت: بعض روایات میں مشرق اور نجد کی مذمت بیان کی گئی ہے چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ کفر کا سر مشرق کی طرف ہے ایک بار مشرق کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہاں سے فتنے آئیں گے جبکہ ایک حدیث میں فرمایا کہ سنگدل اور سخت گوئی مشرق میں ہے اور ایمان حجاز میں ہے ایک بار جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ملک شام اور یمن کے لئے برکت کی دعا فرمارہے تھے تو لوگوں نے نجد کے لئے بھی دعا کی درخواست کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہاں تو زلزلے اور فتنے ہوں گے اور وہیں سے شیطان کا سینگ ظاہر ہوگا۔

بَابُ ثَوَابِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ

یہ باب اس امت کے ثواب کے بیان میں ہے

امت سے مراد وہ جماعت ہے جو اجابت و متابعت کو جامع ہو یعنی جنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مانا بھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی بھی کی۔ اسی جماعت کو فرقہ ناجیہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

تنقیح (اصول فقہ کی مشہور کتاب جس کی شرح توضیح اور اس کی شرح تلویح ہے) میں ہے کہ مبتدع یعنی بدعتی شخص عن

الاطلاق امت میں سے نہیں ہے اور توضیح میں ہے کہ یہاں امت مطلقہ سے مراد اہل سنت والجماعت ہیں یعنی وہ لوگ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے طریقہ سنت پر ہیں نہ کہ بدعتی صاحب تلویح نے فرمایا کہ بدعتی اگرچہ اہل قبلہ ہے لیکن وہ کفار کی طرح امت دعوت میں سے ہے نہ کہ امت متابعت میں سے۔

اس امت مرحومہ کی فضیلت اور دوسری امتوں کی بنسبت اس امت کو بکثرت ثواب کا حاصل ہونا اور دیگر فضائل و مناقب حد حصر اور حیطہ بیان سے خارج ہیں اس امت کی فضیلت کے لئے بس اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہی کافی ہے

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ۔ [آلِ عمران]

''(اور اُمت محمدیہ) تم لوگ سب سے اچھی امت ہو جس کو لوگوں کی (ہدایت اور راہنمائی) کے لئے ظاہر کیا گیا ہے''۔

ایسے ہی اللہ پاک کا ارشاد ہے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ [البقرة]

''اور اسی لئے ہم نے تم کو (اے اُمت محمدیہ) ایسی امت بنایا ہے جو (ہر پہلو سے) نہایت اعتدال پر ہے تاکہ تم (مخالف) مقابلے میں گواہ ہو''۔

اور یہ کہ وہ آقائے نامدار خاتم النبیین سید المرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے جس کی تمام انبیاء اور رسولوں نے آرزو کی کہ کاش یہ امت ان کی ہوتی اس امت کو ایسے ایسے فضائل و کرامات اور کمالات عطا کئے گئے جو سابقہ امتوں کو حاصل نہ تھے۔

الحمد لله الذی جعلنا فی امة اللهم ارزقنا محبته توفنا علی دینه وملته برحمتك یاارحم الراحمین۔

الفصل الاول:

امتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا دوگنا اجر

۶۱۱۹/۱ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا اَجَلُكُمْ فِىْ اَجَلِ مَنْ خَلَا مِنَ الْاُمَمِ مَا بَيْنَ صَلٰوةِ الْعَصْرِ اِلٰى مَغْرِبِ الشَّمْسِ وَاِنَّمَا مَثَلُكُمْ وَمَثَلُ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى كَرَجُلٍ اِسْتَعْمَلَ عُمَّالًا فَقَالَ مَنْ يَّعْمَلُ لِىْ اِلٰى نِصْفِ النَّهَارِ عَلٰى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ فَعَمِلَتِ الْيَهُوْدُ اِلٰى نِصْفِ النَّهَارِ عَلٰى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ ثُمَّ قَالَ مَنْ يَّعْمَلُ لِىْ مِنْ نِصْفِ النَّهَارِ اِلٰى صَلٰوةِ الْعَصْرِ عَلٰى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ فَعَمِلَتِ النَّصَارٰى مِنْ نِصْفِ النَّهَارِ اِلٰى صَلٰوةِ الْعَصْرِ عَلٰى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ ثُمَّ قَالَ مَنْ يَّعْمَلُ لِىْ مِنْ صَلٰوةِ الْعَصْرِ اِلٰى مَغْرِبِ الشَّمْسِ عَلٰى قِيْرَاطَيْنِ قِيْرَاطَيْنِ اَلَا فَاَنْتُمُ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ مِنْ صَلٰوةِ الْعَصْرِ اِلٰى مَغْرِبِ الشَّمْسِ اَلَا لَكُمُ الْاَجْرُ مَرَّتَيْنِ فَغَضِبَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى فَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ عَمَلًا وَّاَقَلُّ عَطَآءً قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فَهَلْ ظَلَمْتُكُمْ مِنْ حَقِّكُمْ شَيْئًا قَالُوْا لَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فَاِنَّهٗ فَضْلِىْ اُعْطِيْهِ مَنْ شِئْتُ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٤٩٥/٦ حدیث رقم ٣٤٥٩ و احمد فی المسند ١٢٤/٢ ـ

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا اور امتوں کے مقابلے میں تمہاری عمر اتنی ہے جتنا سارے دن کے مقابلے میں عصر و مغرب کے درمیان کا وقت ہے اور تمہاری اور یہود و نصاریٰ کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص لوگوں سے مزدوری کرائے اور یہ کہے کوئی ہے جو آدھے دن تک (یعنی دوپہر تک) میرا کام کرے (میں اتنے وقت کے کام کی اجرت ہر شخص کو) ایک ایک قیراط دوں گا چنانچہ یہود نے دوپہر تک ایک ایک قیراط پر کام کیا پھر اس شخص نے کہا کون ہے جو میرا کام دوپہر سے عصر کے وقت تک کرے (میں ہر شخص کو) ایک ایک قیراط دوں گا چنانچہ نصاریٰ نے دوپہر سے عصر تک ایک ایک قیراط پر کام کیا پھر اس شخص نے کہا کون ہے جو میرا کام نماز عصر سے آفتاب غروب ہونے تک کرے (میں ہر شخص کو) دودو قیراط دوں گا۔ خبردار ہو کہ تم ہی وہ لوگ ہو جنہوں نے نماز عصر سے آفتاب غروب ہونے تک دودو قیراط پر کام کیا ہے خبردار ہو تمہارا اجر دوگنا ہے (یہ دیکھ کر کہ تم کو دوگنا ثواب ملا ہے اور تم نے تھوڑا عمل کیا ہے) یہود و نصاریٰ غضبناک ہو گئے اور کہا کہ ہم نے زیادہ عمل کیا ہے لیکن ہم کو ثواب کم ملا ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ جواب دیا کہ میں نے تم پر ظلم کیا ہے یا تمہارے حق میں کوئی کمی کی ہے؟ (یعنی جو اجرت میں نے مقرر کی تھی اس میں سے کچھ کم کیا ہے) یہود و نصاریٰ نے کہا نہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا پھر یہ میرا فضل ہے میں جس کو چاہوں زیادہ دوں (بخاری)

تشریح: حدیث کی وضاحت سے پہلے حدیث کے چند الفاظ کے معانی لکھے جاتے ہیں۔

اجل: علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ اجل اس مدت کو کہا جاتا ہے جو کسی چیز کے لئے مقرر کی جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں "ولتبلغوا اجلا مسمی" یعنی تاکہ تم پہنچ جاؤ اپنی مقررہ مدت کو اور حیات انسان کی مدت مقررہ کو بھی اجل کہا جاتا ہے جیسے کہ کہا جاتا ہے دنا اجله یعنی اس کی اجل قریب آ گئی یہ کنایہ ہے قرب موت سے حاصل یہ کہ اجل کا لفظ کبھی تو عمر کی پوری مدت پر بولا جاتا ہے جیسے قرآن میں ہے ثُمَّ قَضٰى اَجَلًا وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ یعنی اس نے اپنی پوری عمر گزار لی اور کبھی اجل کا لفظ مدت کے ختم ہونے پر بول دیا جاتا ہے جس کو موت کہا جاتا ہے جیسا کہ قرآن میں ہے اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ یہاں اجل بمعنی موت ہے اور اس روایت میں اجل کا پہلا معنی مراد ہے یعنی عمر اور زندگی۔

مطلب یہ ہوا کہ تمہاری عمریں پچھلی امتوں کی عمروں کے مقابلے میں کم ہیں۔

عمال: عمال جمع ہے عامل کی بمعنی مزدور اور اجرت پر کام کرنے والا۔

نصف النھار: حدیث میں نصف النہار سے مراد طلوع آفتاب سے لے کر زوال تک کا وقت ہے یعنی دن سے عرفی دن مراد ہے شرعی دن مراد نہیں جس کا آغاز طلوع صبح صادق سے ہوتا ہے۔

قیراط: صحاح میں ہے قیراط دانق کا نصف ہوتا ہے عدد دانق درہم کا چھٹا حصہ ہوتا ہے بعض حضرات نے کہا کہ قیراط دینار کے اجزا میں سے ایک جز کو کہتے ہیں اور وہ دینار کا بیسواں حصہ ہوتا ہے اور قیراط میں یا راء سے بنی ہے اسی لئے اس کی جمع قراریط آتی ہے جیسے کہ دینار میں یا نون سے بنی ہے اور اس کی جمع دنانیر آتی ہے حدیث میں قیراط کو مکرر ذکر کیا ہے اس بات پر دلالت کرنے کے لئے کہ ان میں سے ہر فرد کو ایک ایک قیراط ملے گا نہ یہ کہ پوری جماعت کو ایک قیراط دیا جائے گا۔

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ نے ایک مثال سے یہ سمجھایا ہے کہ امت محمدیہ کی عمریں پچھلی امتوں کے مقابلے میں اگرچہ کم ہیں لیکن ان کا اجر ان سے زیادہ ہے یہود کو بنسبت نصاریٰ کے عمل کرنے کا وقت زیادہ ملا اور ان کو اجرت کے طور پر ایک ایک قیراط دیا گیا اور نصاریٰ کو عمل کرنے کا وقت بنسبت امت محمدیہ کے زیادہ ملا لیکن ان کو بھی اجرت میں ایک ایک قیراط ملا اور امت محمدیہ کو یہود و نصاریٰ کے اعتبار سے عمل کرنے کا وقت کم ملا لیکن اجرت ان کے مقابلے میں دگنی ملی گویا اس میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرف اشارہ ہے۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ

"اے (عیسیٰ علیہ السلام پر) ایمان رکھنے والو! تم اللہ سے ڈرو اور اس پر اور اس کے رسول (محمد ﷺ) پر ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے تمہیں دگنا ثواب دے گا"۔

یہ اس لئے ہے کہ اس امت نے اپنے نبی کی بھی تصدیق کی اور گزشتہ انبیاء کی بھی تصدیق کی۔

امت محمدیہ کو دوگنا اجر ملنے پر یہود و نصاریٰ نے یہ کہا کہ یا اللہ امت محمدیہ کو عمل کم کرنے کے باوجود اجر و ثواب زیادہ دیا گیا اور ہمیں عمل زیادہ کرنے کے باوجود اجر کم ملا۔

یہاں یہ بات اہم ہے کہ یہود و نصاریٰ نے یہ بات کب کہی۔ تو اس میں دو احتمال ہیں پہلا یہ کہ اس کا تعلق زمانہ آئندہ کے ساتھ ہے یعنی وہ یہ بات قیامت کے روز کہیں گے یعنی جب وہ امت محمدیہ کے اجر و ثواب کو دیکھیں گے کہ ان کی عمریں کم ہیں لیکن اجر زیادہ ہے اس وقت یہ کہیں گے اور حضور ﷺ نے جو "فغضبت" ماضی کا صیغہ ذکر فرمایا ہے یہ اس بات کے تحقق ہونے کے لئے فرمایا ہے کہ جیسے گزشتہ زمانے میں کیا ہوا کام یقینی ہے اس میں کوئی شک نہیں ہوتا اسی طرح یہ بھی یقینی ہے اور بلاشک و شبہ قیامت میں ہوگا۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس کا تعلق زمانہ گزشتہ کے ساتھ ہے یہ بات انہوں نے اس وقت کہی جب انہوں نے اپنی کتابوں میں اس امت کے اجر و ثواب کا حال پڑھا یا جب ان کو ان کے رسولوں کی زبانی یہ معلوم ہوا کہ اس امت کی عمریں کم اور اجر زیادہ ہوگا۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں کوئی بھی احتمال مراد لیا جائے بہر حال یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ عمل کا ثواب مشقت کے بقدر ہونا ضروری نہیں ہے اور نہ ہی استحقاق کے اعتبار سے اس لئے کہ غلام اپنے آقا کی خدمت کرنے سے اجرت کا حقدار نہیں ہوتا بلکہ یہ تو اس پر آقا کا حق ہے جو اس نے ادا کیا ہے اور مولیٰ جو کچھ اس خدمت پر عطا کرے یہ اس کی طرف سے فضل اور احسان ہے اس کو اختیار ہے اپنے غلاموں میں سے جس کو چاہے زیادہ دے اور جس کو چاہے کم دے۔

علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ ممکن ہے یہود و نصاریٰ کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ یہ مکالمہ حقیقتہ نہ ہو بلکہ یہ ایک تمثیل اور فرضی ہو لیکن ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ یہ حقیقتہ ہے البتہ یہ ممکن ہے کہ یہ مکالمہ عہد الست کے وقت جب تمام ذریت آدم کو لایا گیا تھا اس وقت ہوا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کے جواب میں فرمایا کہ کیا میں نے تمہارے اجر میں کمی کی ہے انہوں نے کہا نہیں تو اللہ

تعالیٰ نے فرمایا کہ زیادہ دینا میرا فضل ہے میں جس کو چاہوں عطا کروں مطلب یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ کے ساتھ جو اجرت مقرر کی تھی اس میں کمی نہیں کی گئی وہ ان کو پوری دی گئی اور یہ اجرت بھی وہ تھی جس کو انہوں نے خود قبول کیا تھا اور امت مرحومہ کو عمل کی کم مدت کے باوجود اجر زیادہ دینا اللہ کا فضل ہے وہ اپنا فضل جس کو چاہیں عطا کریں اور جس کو چاہیں عطا نہ کریں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ۔

امام بخاریؒ نے یہ حدیث عن سالم بن عبداللہ عن ابیہ سے اس طرح نقل کی ہے کہ اہل تورات کو تورات دی گئی پس انہوں نے نصف النہار تک اس پر عمل کیا اور پھر وہ عمل کرنے سے عاجز ہو گئے اور ان کو بطور اجرت کے ایک ایک قیراط دیا گیا پھر اہل انجیل کو انجیل دی گئی انہوں نے نماز عصر تک اس پر عمل کیا پھر تھک گئے ان کو بھی ایک ایک قیراط دیا گیا پھر ہمیں قرآن دیا گیا پس ہم نے غروب آفتاب تک عمل کیا تو ہمیں دو دو قیراط دیئے گئے یہ روایت اس پر دلالت کرتی ہے کہ یہود کے ساتھ پورا دن عمل کرنے پر اجرت دو قیراط طے تھی لیکن انہوں نے آدھا دن کام کیا پھر نصاریٰ کے ساتھ باقی آدھے دن کام کرنے پر دو قیراط اجرت طے ہوئی لیکن انہوں نے بھی پورا وقت کام نہیں تو یہود و نصاریٰ سے کام کا جتنا وقت طے تھا انہوں نے وہ وقت پورا نہیں کیا اس لئے ان کو اجرت پوری نہیں ملی بلکہ جتنا کام کیا اتنی اجرت مل گئی پھر جب انہوں نے مسلمانوں کو دیکھا کہ ان کو پوری اجرت یعنی دو قیراط مل رہے ہیں تو وہ ان پر حسد کرنے لگے اور یہ اعتراض کر دیا کہ ہمارا کام زیادہ اور اجرت کم تھی حالانکہ ان کا اعتراض درست نہیں اس لئے کہ انہوں نے طے شدہ وقت تک کام نہیں کیا اور مسلمانوں نے طے شدہ وقت تک کام کیا اس لئے وہ پورے اجر کے مستحق ہوئے۔

خلاصہ کلام یہ کہ یہ حدیث اس پر دال ہے کہ اس امت کا زمانہ نصاریٰ کے زمانہ سے کم ہے اور نصاریٰ کا زمانہ یہود کے زمانہ سے کم ہے اور یہ کہ یہ امت قیام قیامت تک رہے گی کوئی ناسخ اس کو ختم اور منسوخ نہیں کر سکتا۔

بعض علماء نے اس حدیث سے نماز عصر کے اول وقت کے بارے میں امام صاحب کے مسلک کی تائید اور اس کو ثابت کیا ہے عصر کے بارے میں امام صاحب کا مسلک یہ ہے کہ جب ہر چیز کا سایہ اس کے اصلی سایہ کے علاوہ دو مثل ہو جائے اس وقت عصر کا وقت شروع ہوتا ہے اس کی تائید اس حدیث سے اس طرح ہوتی ہے کہ اس حدیث میں نصاریٰ کا وقت اس امت کے وقت سے زیادہ بیان کیا گیا ہے اب اگر یہ کہا جائے کہ عصر کا وقت مثل اول سے شروع ہو جاتا ہے تو زوال سے مثل اول تک کا وقت کم ہے اور مثل اول سے غروب آفتاب کا وقت زیادہ ہے تو اس صورت میں نصاریٰ کا وقت کم ہو گا اور امت محمدیہ کا وقت زیادہ ہو جائے گا نصاریٰ کے عمل کا زمانہ زیادہ تب ہی ہو گا جبکہ عصر کا وقت دو مثل سے مانیں جیسے کہ امام صاحب کا مذہب ہے۔

نیز یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہئے کہ یہود و نصاریٰ جن کو اجر کے طور پر قیراط دیا گیا ان سے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے اپنے وقت کے پیغمبر کو مانا اور اس کے احکامات اور اس کی لائی ہوئی شریعت کی اتباع کی اور جو اپنے وقت کے پیغمبر پر ایمان نہیں لائے وہ تو کافر ہونے کی وجہ سے مرے سے کسی بھی ثواب کے مستحق نہیں۔

اور نصاریٰ جو اپنے پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بھی ایمان لائے اور ان کی لائی ہوئی کتاب یعنی انجیل پر بھی ایمان لائے باوجودیکہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی لائی ہوئی کتاب تورات کی بھی تصدیق کرتے تھے ان کا اجر ان یہود سے

زیادہ نہیں جو صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کی کتاب تورات پر ایمان لائے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بعد میں آنے والے لوگوں کی فضیلت

۶۱۴۰/۲ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ مِنْ اَشَدِّ اُمَّتِيْ لِيْ حُبًّا نَاسٌ يَكُوْنُوْنَ بَعْدِيْ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْرَاٰنِيْ بِاَهْلِهٖ وَمَالِهٖ۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم في صحيحه ٤/ ٢١٧٨ حديث رقم (١٢-٢٨٣٢) وأحمد في المسند ٢/ ٤١٧۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں مجھ سے زیادہ محبت رکھنے والے وہ لوگ ہوں گے جو میری وفات کے بعد پیدا ہوں گے اور اس کی آرزو کریں گے کہ کاش وہ مجھے دیکھ لیتے مجھ پر اپنے اہل و عیال فدا کر دیتے۔ (مسلم)

تشریح حدیث کا مطلب واضح ہے کہ جو لوگ دیدار نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مستفید نہ ہو سکے وہ یہ تمنا کریں گے کہ کاش ہمارے اہل و عیال مال و اسباب سب کچھ قربان ہو جائیں صرف ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیدار نصیب ہو جائے۔

اس حدیث سے اور اس باب کی بعض دیگر حدیثوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ صحابہ کرام کے بعد بعض لوگ ایسے بھی آئیں گے جو فضیلت میں صحابہ کے مساوی اور برابر ہوں گے یا ان سے بھی افضل ہوں گے مشاہیر علماء حدیث میں سے حافظ ابن عبدالبر کا مسلک یہی ہے کہ بعد میں آنے والے لوگوں میں سے کچھ لوگ فضیلت میں صحابہ کے برابر ہو سکتے ہیں یا ان سے بھی افضل ہو سکتے ہیں علامہ ابن حجر مکی نے اس کو اپنی کتاب صواعق محرقہ میں بیان کیا ہے۔

لیکن علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ صحابہ کرام تمام امت سے افضل ہیں اور جن حدیثوں سے غیر صحابہ کی صحابہ پر فضیلت ثابت ہوتی ہے اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ یہ فضیلت جزئیہ ہے فضیلت کلیہ صرف صحابہ ہی کو حاصل ہے فضیلت کلیہ سے مراد کثرت ثواب ہے۔

بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ ان صحابہ سے مراد جن کو تمام امت پر فضیلت حاصل ہے وہ صحابہ کرام ہیں جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طویل عرصہ تک صحبت میسر آئی جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ کسب فیض کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں شریک رہے اور وہ صحابہ جنہوں نے جمال نبوت پر صرف ایک نظر ڈالی اور تمام عمر میں صرف ایک بار دیکھنا نصیب ہوا ان کا افضل الامۃ ہونا محل نظر اور مقام توقف ہے۔

لیکن حق بات یہ ہے کہ جس نے بھی ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حالت اسلام میں دیکھ لیا اس کو صحابیت کی ایسی فضیلت حاصل ہو گئی کہ کوئی شخص ان سے افضل تو کیا ان کے برابر بھی نہیں ہو سکتا اگرچہ خود صحابہ میں طویل الصحبت ہونے غزوات میں شرکت وغیرہ کے اعتبار سے فرق مراتب ہے البتہ یہ ممکن ہے کہ کوئی غیر صحابی کسی خاص خوبی میں کسی صحابی سے بڑھ جائے لیکن اولیٰ یہ ہے کہ یہ حکم علی الاطلاق لگایا جائے کہ صحابہ کرام تمام امت سے افضل ہیں۔

امت میں سے ایک جماعت آخر تک دین پر قائم رہے گی

۳/۶۱۲۱ وَعَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَايَزَالُ مِنْ اُمَّتِيْ قَائِمَةٌ بِاَمْرِ اللّٰهِ لَايَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ وَلَا مَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى يَاْتِيَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ عَلٰى ذٰلِكَ (متفق علیه و ذکر حدیث) اَنَسٍ اَنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ فِيْ كِتَابِ الْقِصَاصِ۔

ترجمہ: حضرت معاویہؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ حکم الٰہی پر قائم رہے گی اس جماعت کو نہ وہ نقصان پہنچا سکیں گے جو اس کی تائید واعانت چھوڑ دیں گے اور نہ وہ اپنی اسی حالت پر رہوں گے (متفق علیہ)

تشریح ۞ نبی کریم ﷺ نے یہ پیشین گوئی فرمائی ہے کہ میری امت میں سے (یعنی امت اجابت میں سے) ایک جماعت اللہ کے دین پر قائم رہے گی یعنی دین وشریعت کے احکام پر قائم رہے گی کتاب اللہ کو یاد کر کے سنت رسول ﷺ کا علم حاصل کر کے کتاب وسنت سے نئے مسائل کا استنباط کر کے اللہ کے راستے میں جہاد کر کے مخلوق خدا کی خیر خواہی اور تمام فرائض کفایہ کی ادائیگی کر کے اسی کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اشارہ فرمایا۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔

''اور تم میں (ہمیشہ) ایک جماعت ایسی ہونا ضرور ہے جو (دوسروں کو بھی) خیر کی طرف بلایا کرے اور نیک کاموں کے کرنے کو کہا کرے اور برے کاموں سے روکا کرے''۔

پھر اس جماعت کی توصیف میں فرمایا: لَايَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ ۔یعنی ان کے دین کو وہ لوگ نقصان نہیں پہنچا سکیں گے جو ان کی مدد ونصرت چھوڑ کر ان کو نقصان پہنچانا چاہیں گے بلکہ وہ خود ہی اپنے آپ کو نقصان پہنچائیں گے: وَلَا مَنْ خَالَفَهُمْ ۔یعنی نہ ہی ان کی مخالفت کرنے والا ان کا کچھ بگاڑ سکے گا۔ حَتّٰى يَاْتِيَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ عَلٰى ذٰلِكَ ۔یعنی یہاں تک کہ ان کی موت آجائے گی وہ اسی طرح دین پر ثابت قدم رہیں گے ایک شارح نے امر اللہ کا مصداق قیامت کو ٹھہرایا ہے لیکن اس پر اس حدیث سے اعتراض ہوگا جس میں ہے ''لاتقوم الساعة حتی لایکون فی الارض من یقول الله'' یعنی جب تک زمین میں ایک شخص بھی اللہ اللہ کہنے والا ہوگا اس وقت تک قیامت نہ آئے گی اس لئے بہتر یہ ہے کہ امر اللہ سے مراد موت لی جائے۔

اُمَّتِيْ قَائِمَةٌ بِاَمْرِ اللّٰهِ : اس جماعت کا مصداق کون لوگ ہیں اس میں شارحین حدیث کی مختلف رائیں ہیں۔

نمبر۱: اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو تعلیم دین اور حفظ حدیث کے کام میں مشغول ہیں اس لئے کہ وہ دین کو قائم کرنے والے ہیں۔

نمبر۲: اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو ہمیشہ اسلام پر مقیم ہیں۔

نمبر۳: بعض حضرات نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ دین اسلام کی شان وشوکت بالکلیہ ختم نہیں ہوگی اگر کسی جانب دین اسلام کمزور ہوگا تو دوسری جانب وہ قوی ہوگا اور مسلمانوں کی ایک جماعت اس کی سربلندی کے لئے کوشاں رہے گی۔

وجوہ سے اور بعد والا طبقہ پہلے طبقے سے بعض صفات اور وجوہ کے اعتبار سے بہتر ہوگا کیونکہ وجوہ فضیلت متعدد ہوسکتی ہے۔

حاصل یہ کہ یہ حدیث یا تو دونوں طبقوں کے خیر اور بھلائی میں برابر ہونے پر دلالت کرتی ہے یا مختلف وجوہ سے ان کے ایک دوسرے سے افضل ہونے پر دلالت کرتی ہے لیکن جمہور کا مسلک یہ ہے کہ صحابہ کو فضیلت کلی حاصل ہے اگر بعض غیر صحابہ کو خاص وجوہ سے افضلیت و برتری حاصل بھی ہو جائے تو یہ فضیلت جزئیہ فضیلت کلیہ کے منافی نہیں ہے۔ اور فضل کلی سے مراد اللہ تعالیٰ کے نزدیک ثواب زیادہ ہونا ہے۔

تورپشتیؒ نے اس حدیث کی شرح میں یہ کہا ہے کہ اس حدیث کو طبقہ اولیٰ کی فضیلت کے بارے میں تردد یا شک پر محمول نہ کیا جائے اس لئے کہ بہت سی روایت سے اس قرن کو تمام قرنوں سے افضل قرار دیا گیا ہے پھر اس کے بعد کے قرن کو پھر اس کے بعد کے قرن کو اب چوتھے قرن میں راوی کو شک ہے ان احادیث کے ہوتے ہوئے اس یہ زیر بحث حدیث کو صحابہ کی فضیلت کے بارے میں تردد و شک پر محمول کرنے کی قطعاً گنجائش نہیں اس حدیث سے صرف اس بات پر دلالت ہوتی ہے کہ اشاعت دین کے بارے میں ساری امت نافع ہے۔

قاضی عیاضؒ نے اس بارے میں طویل بحث کی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ جس طرح بارش کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کا بعض دوسرے بعض سے انفع ہے اسی طرح امت کے کسی خاص طبقے کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ خیریت تمام اعتبار سے صرف اس میں ہی منحصر ہے۔ بلکہ ہر طبقے کو مختلف وجوہ سے فضیلت حاصل ہے جیسے "**ولكل وجهة هو موليها فاستبقوا الخيرات**" اس سب کے باوجود افضلیت مقدم یعنی پہلے طبقے ہی کو حاصل ہے اور اس حدیث میں بعد میں آنے والوں کے لئے تسلی کا سامان ہے کہ اللہ پاک کی رحمت کا دروازہ ابھی تک کھلا ہوا ہے اس کی بارگاہ سے اب بھی فیض مانگنے کی توقع اور امید کی جاسکتی ہے۔

علامہ طیبیؒ نے فرمایا کہ امت کو بارش کے ساتھ تشبیہ دینا ہدایت اور علم کے اعتبار سے ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں بارش کو ہدایت و علم کے ساتھ تشبیہ دی ہے تو امت سے مراد جس کو بارش کے ساتھ تشبیہ دی ہے) صاحب علم و ہدایت یعنی علماء دین ہیں جو اپنی ذات کے اعتبار سے بھی کامل ہوں اور دوسروں کو بھی کامل و مکمل کرنے والے ہوں اس سے یہ معلوم ہوا کہ اس حدیث میں خیر سے مراد نفع ہے لہذا اس سے فضیلت میں مساوات لازم نہیں آتی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ ساری امت خیر سے خالی نہیں ہوگی جس کی طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے **هذه امة مرحومة** فرما کر اشارہ فرمایا اور یہ فضیلت اس وجہ سے ہے کہ اس امت کے نبی نبی الرحمۃ ہیں اور بخلاف پہلی امتوں کے کہ ان کے اول طبقے میں تو خیر اور بھلائی رہی لیکن بعد میں آنے والوں میں شر غالب آ گیا اور انہوں نے اپنے دین اور دینی احکامات ہی کو بدل ڈالا اور راہ حق تلاش کرنا ہی ناممکن ہو گیا۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ:

وہ امت کیسے ہلاک ہوگی جس کا اول حضور ﷺ وسط مہدی، آخر مسیح ہو

۶۱۲۳/۵ عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبْشِرُوْا وَابْشِرُوْا وَاِنَّمَا مَثَلُ اُمَّتِیْ مَثَلُ الْغَيْثِ لَا يُدْرٰى اٰخِرُهٗ خَيْرٌ اَمْ اَوَّلُهٗ اَوْ كَحَدِيْقَةٍ اُطْعِمَ مِنْهَا فَوْجٌ عَامًا ثُمَّ اُطْعِمَ مِنْهَا فَوْجٌ عَامًا لَعَلَّ اٰخِرَهَا فَوْجًا اَنْ يَّكُوْنَ اَعْرَضَهَا عَرْضًا وَاَعْمَقَهَا عُمْقًا وَاَحْسَنَهَا حُسْنًا كَيْفَ تَهْلِكُ اُمَّةٌ اَنَا اَوَّلُهَا وَالْمَهْدِیُّ وَسَطُهَا وَالْمَسِيْحُ اٰخِرُهَا وَلٰكِنْ بَيْنَ ذٰلِكَ فَيْجٌ اَعْوَجُ لَيْسُوْا مِنِّیْ وَلَا اَنَا مِنْهُمْ۔

تخریج: رواہ رزین

ترجمہ: حضرت جعفر صادق نے اپنے والد امام محمد باقر سے انہوں نے جعفر صادق کے دادا امام زین العابدین علی بن حسین بن علیؓ سے روایت کیا ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا خوش ہو جاؤ خوش ہو جاؤ میری امت کا حال بارش کی مانند ہے جس کی نسبت یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کا اول بہتر ہے یا آخر بہتر ہے یا میری امت کی مثال باغ کی مانند ہے جس سے ایک سال تک ایک جماعت نے فائدہ اٹھایا۔ پھر دوسرے سال ایک اور جماعت نے فائدہ اٹھایا اور اس کے پھل وغیرہ کھائے ممکن ہے وہ جماعت جس نے آخر میں باغ سے نفع حاصل کیا ہے عرض عمق میں پہلی جماعت سے زیادہ ہو اور خوبیوں میں بھی اس سے بہتر ہو وہ امت کیسے ہلاک ہو سکتی ہے جس کا اول میں ہوں اور جس کے درمیان مہدی ہے اور جس کے آخر میں مسیح ہے لیکن ان زمانوں کے درمیان ایک کجرو جماعت ہوگی وہ جماعت میرے طریقے پر نہ ہوگی اور نہ میں ان سے ہوں گا۔ (رزین)

تشریح ⊙ اَبْشِرُوْا: حضور ﷺ نے یہ لفظ دو بار فرمایا یا تو محض تاکید مقصود ہے یا پہلے لفظ سے دنیا کی خوشخبری مقصود ہے اور دوسرے لفظ سے آخرت کی خوشخبری دینا مقصود ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ دوسرا ابشروا بشروا کے معنی میں ہو یعنی تم بھی خوش ہو جاؤ اور دوسروں کو بھی خوشخبری دو۔

اَوْ كَحَدِيْقَةٍ: اس میں لفظ او یا تو تنویع کے لئے ہے یعنی میری امت میں سے بعض لوگوں کی مثال بارش کی سی ہے اور دیگر بعض کی مثال باغ جیسی ہے یا او تخییر کے لئے ہے کہ میری امت کو بارش کی مانند سمجھ لو خواہ باغ کی مانند سمجھ لو باغ کے ساتھ تو جس طرح ان درختوں کے پھلوں سے مختلف جماعتیں اور امتیں فائدہ اٹھاتی ہیں اسی طرح دین کے ارکان احکام وغیرہ سے بھی پوری امت نے اپنے اپنے زمانے میں فائدہ اٹھایا ہے اور فائدہ اٹھاتی رہے گی۔

لَعَلَّ اٰخِرَهَا فَوْجًا اَنْ يَّكُوْنَ اَعْرَضَهَا: یعنی ممکن ہے بعد والی جماعت چوڑائی اور گہرائی میں پہلی جماعت سے زیادہ ہو عرض اور عمق سے کنایہ ہے جماعت کے کثیر ہونے سے یہاں عرض و عمق کو ذکر کیا طول کو ذکر نہیں کیا اس لئے عرض اور عمق طول کے بعد ہی ہوتا ہے گویا طول ان کو لازم ہے تو عرض و عمق کے ساتھ استلزاماً طول کا بھی ذکر آ گیا۔

لَيْسُوْا مِنِّيْ وَلَآ اَنَا مِنْهُمْ میں ان سے نہیں یعنی میں ان سے نہ راضی ہوں اور نہ ہی میں ان کا مددگار ہوں بلکہ ان کے فسق وظلم کی وجہ سے ان سے بیزار ہوں۔

عن جعفر عن ابيه عن جده یہ سند یوں ہے عن جعفر الصادق عن ابيه محمد الباقر عن جده اى جد جعفر هو زين العابدين علي بن حسين بن علي بن ابي طالب رضي الله عنهم اجمعين۔ اس سند کو سلسلۃ الذہب کہا جاتا ہے۔

یہ حدیث مرسل ہے اس لئے کہ امام زین العابدین کا شمار کبار تابعین میں ہوتا ہے ایسے ہی ان کے صاحبزادے محمد باقر بھی تابعین میں شمار ہوتے ہیں اس لئے کہ ان کا حضرت جابر بن عبداللہ سے سماع ثابت ہے ان سے ان کے بیٹے جعفر صادق اور دیگر حضرات روایت کرتے ہیں۔ امام جعفر صادق کو بھی تابعین میں شمار کیا گیا ہے لیکن بظاہر یہ سہو ہے یا وہم اس لئے کہ انہوں نے کسی صحابی کو نہیں پایا بلکہ یہ اپنے والد اور دیگر لوگوں سے روایت لیتے ہیں البتہ ان سے بہت سے کبار ائمہ نے روایت لی ہے مثلاً امام ابوحنیفہ امام مالک امام ثوری ابن عیینہ رحمہم اللہ وغیرہ یہ بقیع میں اسی قبر میں مدفون ہوئے جس میں ان کے والد محمد باقر اور دادا زین العابدین دفن ہوئے تھے۔

ایمان بالغیب کی وجہ سے تابعین اور بعد کے لوگوں کی فضیلت

۶/۶۱۴۳ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَىُّ الْخَلْقِ اَعْجَبُ اِلَيْكُمْ اِيْمَانًا قَالُوْا الْمَلٰئِكَةُ قَالَ وَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ وَهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ قَالُوْا فَالنَّبِيُّوْنَ قَالَ وَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ وَالْوَحْيُ يَنْزِلُ عَلَيْهِمْ قَالُوْا فَنَحْنُ قَالَ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ وَاَنَا بَيْنَ اَظْهُرِكُمْ قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَعْجَبَ الْخَلْقِ اِلَيَّ اِيْمَانًا لَقَوْمٌ يَكُوْنُوْنَ مِنْ بَعْدِيْ يَجِدُوْنَ صُحُفًا فِيْهَا كِتَابٌ يُؤْمِنُوْنَ بِمَا فِيْهَا۔

رواهما البيهقي في دلائل النبوة

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے دادا سے روایت کیا ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا ایمان کے اعتبار سے تم مخلوق میں سے کس کو پسند کرتے ہو (یعنی تمہارے خیال میں مخلوق میں سے کس کا ایمان مضبوط و بہتر ہے) صحابہ نے عرض کیا ہم فرشتوں کے ایمان کو بہتر جانتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرشتوں کے واسطے کیا ہے کہ وہ ایمان نہ لائیں اس لئے کہ وہ اپنے پروردگار کے پاس رہتے ہیں پھر صحابہ نے عرض کیا (پھر ہم) نبیوں کے ایمان کو بہتر جانتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پیغمبروں کا ایمان لانا تو ظاہر ہے کہ ان پر وحی آتی ہے پھر صحابہ نے عرض کیا پھر ہم اپنے آپ کو بہتر سمجھتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا ایمان لانا بھی ظاہر ہے اس لئے کہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں راوی نے کہا کہ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے نزدیک ایمان کی مضبوطی کے اعتبار سے وہ لوگ سب سے بہتر ہیں جو میرے بعد پیدا ہوں گے وہ پائیں گے مصحف کو (اس میں احکام خداوندی لکھے ہوں گے وہ اس پر

ایمان لے آئیں)۔ (بیہقی)

تشریح نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام سے سوال کیا کہ تم کس مخلوق کو مضبوط اور بہتر ایمان والی سمجھتے ہو صحابہ نے کہا فرشتوں کو۔ تو حضور ﷺ نے اس جواب کو رد کر دیا کہ فرشتوں کا تو صاحب ایمان ہونا اتنی بڑی بات نہیں اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہوتے ہیں انہوں نے عجائب وغرائب جبروت کا مشاہدہ کیا ہے ان کا ایمان لانا اتنا قابل تعجب نہیں ہے صحابہ نے پھر جواب دیا کہ انبیاء کا ایمان لانا لیکن حضور ﷺ نے اس جواب کو بھی یہ کہہ کر رد کر دیا کہ انبیاء کا ایمان لانا اتنا باعث تعجب نہیں ہے اس لئے کہ ان پر وحی اترتی ہے جبرائیل امین ان کے پاس آتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے پیغامات ان تک بلا واسطہ پہنچتے ہیں ان کو عالم ملکوت کا مشاہدہ اور ان کے انوارات کا معائنہ ہوتا ہے (وحی کا لغوی معنی ہے پوشیدہ طور پر دل میں کوئی بات ڈال دینا جبکہ اصطلاح شریعت میں وحی اس پیغام الٰہی کو کہتے ہیں جو جبرائیل امین انبیاء کے پاس لاتے ہیں) پھر صحابہ نے جواب دیا کہ پھر ہمارا ایمان لانا تو اس کا جواب حضور ﷺ نے یہ دیا کہ تمہارے ایمان لانے سے کیا مانع ہے حالانکہ میں تمہارے درمیان ہوں یعنی تم وحی اور ایمان کے آثار وانوار کا مجاہدہ کرتے ہو نبوت کی علامت اور معجزات دیکھتے ہو تم میرے جمال باکمال سے حق کے انوار کا مطالعہ کرتے ہو میری ہمنشینی اور صحبت کی وجہ سے تم میں اسرار حقیقت سرایت کرتے ہیں میرے تصرف اور ارشاد سے تمہارے ظاہر و باطن میں کمالات وکرامات پیدا ہوتی ہیں اس لئے تمہارا ایمان لانا بھی اتنا قابل تعجب نہیں ہے راوی کہتے ہیں کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے خود جواب دیا کہ مخلوق میں سے سب سے زیادہ پسندیدہ اور قابل تعجب ان لوگوں کا ایمان لانا ہے جو میرے بعد پیدا ہوں گے یعنی تابعین اور ان کے بعد قیامت تک آنے والے لوگ وہ صرف مصحف اور اجزاء میں احکام دین لکھے ہوئے پائیں گے یعنی قرآن پس اسی پر ایمان لے آئیں گے انوار کے معائنہ کے بغیر اور اخبار و آثار سنے بغیر غائبانہ ایمان لے آئیں گے اور یہی مراد ہے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ویومنون بالغیب اور اس کی تائید حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت سے بھی ہوتی ہے کہ ان کے شاگردوں نے اصحاب رسول ﷺ کا اور ان کے ایمان لانے کا ذکر کیا تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ جس شخص نے حضور ﷺ کو دیکھا اس کے سامنے آپ ﷺ کا معاملہ ظاہر ہو گیا اور قسم ہے خدا وحدہ لاشریک کی کہ کسی مؤمن کا ایمان ایمان بالغیب سے افضل نہیں پھر یہی آیت ویومنون بالغیب پڑھی یہ بات مخفی نہیں ہے کہ صحابہ کرام کا ایمان بھی ایمان بالغیب تھا لیکن مکمل طور پر نہیں اس لئے کہ انہوں نے بعض مؤمن بہ (یعنی وہ چیزیں جن پر ایمان لانا واجب) کا مشاہدہ کیا تھا بخلاف تابعین اور بعد میں آنے والے لوگوں کے کہ ان کا ایمان من کل الوجوہ اور مکمل طور پر ایمان بالغیب ہے۔

اس روایت میں ''صحف'' کا لفظ آیا ہے ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ یہ بعید نہیں کہ یہاں صحف سے مراد قرآن اور سنت دونوں کی ہی ہوں اس حدیث میں حضور ﷺ کی صحابہ کے ساتھ جو گفتگو اور سوال۔ جواب ہوا ہے وہ اس میں ہوا ہے کہ کس کا ایمان اعجب یعنی زیادہ باعث تعجب ہے تو بحث اعجبیت اور اغربیت میں ہے نہ کہ افضلیت میں اس لئے اس حدیث سے بعد والے حضرات کے ایمان کا ملائکہ انبیاء اور صحابہ کے ایمان سے افضل ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کسی چیز کا قابل تعجب ہونا اس کی عظمت پر بھی دال ہوتا ہے اس لئے اعجب سے مجازاً اعظم مراد لیا جا سکتا ہے صحابہ کرام نے اپنے کلام میں اعجب بمعنی اعظم مراد لیا ہے جبکہ حضور ﷺ نے اپنے جواب میں یہ واضح کر دیا کہ یہاں اعجب اپنے حقیقی معنی میں ہی ہے۔

آخر میں آنے والی وہ جماعت جو ثواب میں صحابہ کی مانند ہوگی

۶۱۲۵/۷ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْعَلَاءِ الْحَضْرَمِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَنْ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّهٗ سَيَكُوْنُ فِيْ اٰخِرِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ قَوْمٌ لَهُمْ مِثْلُ اَجْرِ اَوَّلِهِمْ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقَاتِلُوْنَ اَهْلَ الْفِتَنِ۔ (رواهما البيهقي في دلائل النبوة)

رواه البيهقي في دلائل النبوة ۶/۵۱۳۔

ترجمہ: حضرت عبدالرحمان بن العلاء حضرمیؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے اس شخص نے بیان کیا جس نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اس امت کے آخر میں ایک قوم ہوگی جس کے اعمال کا ثواب اس امت کے پہلے لوگوں (یعنی صحابہ) کے ثواب کی مانند ہوگا یہ قوم لوگوں کو نیک کام کا حکم دے گی برے کاموں سے منع کرے گی اور فتنہ پردازوں سے لڑے گی۔ (بیہقی)

تشریح ۞ راوی حدیث حضرت عبدالرحمان کا ذکر مولف نے اپنے رسالہ اسماء الرجال میں نہیں کیا البتہ ان کے والد حضرت علاء کا ذکر کیا ہے علاء حضرمی کا نام عبداللہ ہے ان کا تعلق حضرموت سے تھا حضور ﷺ نے ان کو بحرین پر اپنا عامل مقرر فرمایا تھا پھر حضرت صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہم بھی اپنے اپنے دور خلافت میں ان کو اسی منصب پر برقرار رکھا یہاں تک کہ ۱۴ھ میں انتقال فرما گئے۔

حضرت عبدالرحمان کہتے ہیں کہ مجھ سے اس شخص نے بیان کیا جس نے حضور ﷺ سے سنا ہے ممکن ہے کہ وہ ان کے والد حضرت علاء حضرمی ہوں یا ممکن ہے کہ کوئی اور صحابی ہوں پھر اسی جماعت کی صفات کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے یعنی ہاتھ اور زبان سے اور اہل فتن یعنی باغیوں خارجیوں رافضیوں اور اہل بدعت سے قتال کریں گے۔

حضور ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد ایمان لانے والوں کو سات بار خوشخبری

۶۱۲۶/۸ وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ طُوْبٰى لِمَنْ رَاٰنِيْ وَطُوْبٰى سَبْعَ مَرَّاتٍ لِمَنْ لَّمْ يَرَنِيْ وَاٰمَنَ بِيْ۔ (رواه احمد)

اخرجه احمد في المسند ۵/۲۶۴

ترجمہ: حضرت ابوامامہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے خوشخبری ہے اس شخص کے جس نے مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا اور سات بار خوشخبری ہے اس شخص کے لئے جس نے مجھے نہیں دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا۔ (احمد)

تشریح ۞ یعنی جن لوگوں نے مجھے دیکھا نہیں بغیر دیکھے مجھ پر ایمان لائے ان کے لئے سات بار خوشخبری ہے سبع مرات کے لفظ میں دو احتمال ہیں ممکن ہے کہ یہ راوی کی طرف سے ہو لیکن یہ احتمال بعید ہے دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ خود حضور ﷺ کا

فرمان ہو یہی احتمال راجح ہے اور دیگر روایات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے پھر سات کا عدد مبالغہ کے لئے ہے تحدید مقصود نہیں ہے اور دیگر روایات میں تین بار ہے جیسے ابوسعید کی روایت جس کو احمد و ابن حبان نے نقل کیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں: طوبی لمن رآنی و آمن بی ثم طوبی ثم طوبی ثم طوبی لمن آمن بی ولم یرنی اور حضرت عبداللہ بن عمر کی روایت ہے جس کے الفاظ یہ ہیں طوبی لمن رآنی و آمن بی وطوبی لمن آمن بی ولم یرنی ثلاث مرات۔

۶۱۲۷/۹ وَعَنِ ابْنِ مُحَيْرِيْزٍ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ جُمُعَةَ رَجُلٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ حَدِّثْنَا سَمِعْتَهُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ اُحَدِّثُكُمْ حَدِيْثًا جَيِّدًا تَغَدَّيْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَنَا اَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَحَدٌ خَيْرٌ مِّنَّا ؟ اَسْلَمْنَا وَجَاهَدْنَا مَعَكَ قَالَ نَعَمْ قَوْمٌ يَكُوْنُوْنَ مِنْ بَعْدِكُمْ يُؤْمِنُوْنَ بِیْ وَلَمْ يَرَوْنِیْ (رواه احمد والدارمی وروی رزین عن ابی عبیدة من قوله) يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَحَدٌ خَيْرٌ مِّنَّا اِلٰى اٰخِرِهٖ۔

أخرجه الدارمي في السنن ۲/۳۹۸ الحديث رقم ۲۷٤٤ و احمد في المسند ٤/١٠٦۔

ترجمہ: ابن محیریز (تصغیر کے ساتھ میم پر ضمہ حاء پر فتحہ یاء ساکن اور راء کے نیچے کسرہ ہے) سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ابو جمعہ کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں کہا میرے سامنے کوئی حدیث بیان کیجئے جس کو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو انہوں نے کہا ہاں میں تمہارے سامنے ایک نہایت مفید واقعہ بیان کرتا ہوں ایک روز ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صبح کا کھانا کھایا ہمارے ساتھ ابوعبیدہ بن جراح بھی تھے (جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں) انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم سے بہتر بھی کوئی شخص ہے (ہم سے پہلے لوگوں میں سے یا ہم سے بعد میں آنے والے لوگوں میں سے) ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ہیں اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر جہاد کیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں (تم سے بھی بہتر لوگ ہیں اور وہ) وہ لوگ ہیں جو تمہارے بعد پیدا ہوں گے مجھے نہ دیکھیں گے اور مجھ پر ایمان لائیں گے۔ (یعنی اس حیثیت سے وہ تم سے افضل ہوں گے کہ وہ مجھ کو بن دیکھے ایمان لے آئیں گے اگرچہ تم اسلام میں سبقت انوار وحی کے مشاہدہ اور قبول دین کے بارے میں مجاہدات اٹھانے کے اعتبار سے تم افضل ہو) (احمد دارمی) رزین نے روایت کی ہے ابوعبیدہ کی حدیث قال یارسو اللہ احد خیر منا......

محدثین کی فضیلت

۶۱۲۸/۱۰ وَعَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا فَسَدَ اَهْلُ الشَّامِ فَلَا خَيْرَ فِيْكُمْ وَلَا يَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِیْ مَنْصُوْرِيْنَ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ قَالَ ابْنُ الْمَدِيْنِیِّ هُمْ اَصْحَابُ الْحَدِيْثِ۔ (رواه الترمذی وقال هذا حديث صحيح)

أخرجه الترمذي في السنن ٤/٤٠٤ حديث رقم ۲۱۹۲۔

ترجمہ: حضرت معاویہ بن قرہ اپنے والد قرہ بن ایاس سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا جب شام والے تباہ و برباد ہو جائیں تو پھر تم میں بھلائی نہ ہوگی اور میری امت میں سے ہمیشہ ایک جماعت (دشمنان اسلام پر) غالب رہے گی اس جماعت کو وہ لوگ ضرر نہ پہنچا سکیں گے وہ اس کی تائید و اعانت ترک کر دیں گے یہاں تک کہ قیامت قائم ہو ابن مدینی نے فرمایا کہ اس جماعت سے مراد اصحاب حدیث ہیں۔ (ترمذی)

تشریح ۞ اِذَا فَسَدَ اَهْلُ الشَّامِ یعنی جب اہل شام تباہ و برباد ہو جائیں گے تو بیٹھنے اور متوجہ ہونے میں کوئی بھلائی اور خیر نہ رہے گی شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ اس سے یہ ظاہر ہوا کہ اہل شام اخیر زمانے تک دین پر قائم رہیں گے پس جب وہ تباہ ہوں گے اور یہ قیامت قائم ہونے کے وقت ہوگا جس وقت کہ کوئی شخص بھی اللہ اللہ کہنے والا نہ رہے گا جیسا کہ روایت میں ہے کہ قیامت شریر لوگوں پر ہی قائم ہوگی اس لئے کہ زمین پر اس وقت اہل خیر میں سے کوئی بھی نہ رہے گا۔

حَتّٰی تَقُوْمَ السَّاعَةُ :قیامت قائم ہونے سے مراد قرب قیامت ہے اس لئے کہ یہ ابھی بیان کیا ہے کہ قیامت اس وقت قائم ہو گی جبکہ زمین پر کوئی ایک شخص بھی اللہ اللہ کہنے والا نہ ہوگا۔

ابن المدینی نے اس جماعت جو اکابر محدثین میں سے ہیں اس جماعت کا مصداق محدثین کو قرار دیا ہے یعنی احادیث کے حافظ اس کو روایت کرنے والے سنت پر عمل کرنے والے کتاب اللہ کو بیان کرنے والے گویا اس سے مراد اہل سنت والجماعت ہیں۔

علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں اور گزشتہ حدیث میں کوئی منافات نہیں ہے کہ جس میں یہ تھا: "لایزال من امتی امة قائمة بامر الله" اور اس کا مصداق مجاہدین کی اس جماعت کو قرار دیا گیا تھا کہ جو اسلامی سرحدوں کی حفاظت کرے گی اس لئے کہ حدیث کے الفاظ دونوں جماعتوں پر صادق آتے ہیں اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد وہ جماعت ہو جو دونوں وصفوں کی جامع ہو۔

معاویہ بن قرۃ :حضرت معاویہ قرہ بن ایاس صحابی کے صاحبزادے ہیں اور عالم عامل فقیہ تابعی ہیں ان کی پیدائش جمل کے دن ہوئی اور ۱۱۳ھ میں وفات ہوئی ان کی کنیت ابو ایاس تھی ان کا اپنے والد انس بن مالک عبداللہ بن مغفل سے سماع ثابت ہے اور ان سے قتادہ شعبہ اعمش روایت کرتے ہیں۔

اُمت سے خطا و نسیان اور حالت اکراہ کے گناہ معاف ہیں

۲۱۲۹/۱۱ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَجَاوَزَ عَنْ اُمَّتِي الْخَطَاَ وَالنِّسْيَانَ وَمَا اسْتُكْرِهُوْا عَلَيْهِ۔ (رواه ابن ماجة والبيهقي)

أخرجه ابن ماجه ٦٥٩/١ حديث رقم ٢٠٤٥

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری امت کے خطا و نسیان کو معاف فرما دیا ہے اور وہ فعل بھی جو اس سے زبردستی کرایا گیا ہو۔ (ابن ماجہ بیہقی)

تشریح ۞ اس حدیث میں تین لفظ استعمال ہوئے ہیں۔

خطاء: صراح میں ہے کہ یہ صواب کی ضد ہے صواب کا معنی ہے درست اور خطا کا معنی ہے غلط۔ اور یہ الف مقصورہ اور الف ممدودہ دونوں کے ساتھ استعمال ہوتا ہے یعنی خطا اور خطاء۔ اور بعضوں نے یہ فرق کیا ہے کہ خطا اس وقت بولا جاتا ہے جبکہ غلطی بالقصد ہو۔ اگر بلا قصد ہو تو اس کو خطاء کہا جاتا ہے اسی طرح ایک لفظ خطیہ استعمال ہوتا ہے اس کا معنی ہے گناہ یا وہ گناہ جو بغیر قصد اور ارادہ کے ہو۔ اور خطا بھی بمعنی گناہ استعمال ہوتا ہے۔

مخطی اس شخص کو کہا جاتا ہے کہ جو صواب کا ارادہ کرے لیکن غیر صواب میں پڑ جائے اور خاطی اس شخص کو کہتے ہیں کہ جو ایسی چیز کا قصد کرے جو اس کو کرنا نہیں چاہیے۔ ایسے ہی خاطی اس شخص کو بھی کہا جاتا ہے جو ایک کام کرنا چاہتا ہے اچانک وہ دوسرے کام میں مبتلا ہو جائے اور قتل خطا جو قتل عمد کے مقابل ہے اس میں بھی خطا کا یہی معنی مراد ہے یعنی کسی شخص نے کسی شکار کو تیر مارنے کے ارادے سے تیر چلایا لیکن اچانک وہ تیر کسی انسان کو لگ گیا جس کی وجہ سے وہ شخص مر گیا یا مثلاً روزے دار نے کلی کا ارادہ کر کے منہ میں پانی ڈالا اچانک پانی حلق میں چلا گیا اور اس حدیث میں خطاء کا یہی معنی مراد ہے کہ کسی کام کے کرنے کا ارادہ کیا غلطی سے دوسرے کام میں مبتلا ہو گیا۔

نسیان: نسیان حفظ کی ضد ہے نسیان کا معنی بھول جانا ہے اور سہو بھی نسیان کا ہم معنی اور مترادف ہے مثلاً یوں کہا جاتا ہے کہ فلاں کام میں سہو ہو گیا یعنی نسیان ہو گیا دل کسی اور طرف متوجہ ہو گیا اور اس کام سے خیال اور دھیان ہٹ گیا۔

اکراہ: اکراہ کا معنی ہے کہ جان سے مارنے کی یا عضو تلف کر دینے کی دھمکی دے کر کوئی ایسا کام کرنے پر مجبور کرنا کہ جس پر وہ شخص آمادہ اور راضی نہ ہو۔

اس حدیث میں یہ فرمایا گیا ہے کہ خطاء نسیان اور حالت اکراہ کے کاموں کے بارے میں اللہ تعالیٰ میری امت سے درگزر فرمائیں گے لیکن تجاوز اور درگزر فرمانے سے مراد یہ ہے کہ ان حالتوں میں جو غلطی سرزد ہو جائے تو اس کو گناہ نہیں ہوگا مطلقاً مواخذہ کی نفی مقصود نہیں ہے اس لئے کہ قتل خطا میں دیت اور کفارہ لازم ہوتا ہے اور خطاءً روزے کی حالت میں کچھ کھا پی لینے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے اور اس کی قضا لازم آتی ہے (البتہ نسیانًا کوئی روزے دار کھا پی لے تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا اس لئے کہ حدیث میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا تم کو اللہ ہی نے کھلایا اور پلایا ہے) نماز میں سہو یا نسیان ہو جانے پر سجدہ سہو لازم ہوتا ہے کسی کا مال سہواً تلف کرنے سے ضمان لازم ہوتا ہے اور یہی حال حالت اکراہ میں کیے گئے افعال کا ہے کہ ان کے کرنے پر گناہ نہیں ہوتا البتہ حقوق اللہ اور حقوق العباد میں اس کا کیا اثر ہوتا ہے یہ اس کی تفصیل کا مقام نہیں تفصیل کے لئے کتب فقہ کی طرف رجوع کیا جائے۔

امت محمدیہ خیر الامم ہے

۶۱۳۰/۱۲ وَعَنْ بَهْزِبْنِ حَكِيْمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ قَالَ اَنْتُمْ تُتِمُّوْنَ سَبْعِيْنَ اُمَّةً اَنْتُمْ خَيْرُهَا وَاَكْرَمُهَا عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى۔ (رواه الترمذی وابن ماجة والدارمی وقال الترمذی هذا حديث حسن)

أخرجه الترمذي في السنن ٢١١/٥ حديث رقم ٣٠٠١ وابن ماجه في السنن ١٤٣٣/٢ حديث رقم ٤٢٨٨ والدارمي في السنن ٤٠٤/٢ حديث رقم ٢٧٦٠

ترجمہ: حضرت بہز بن حکیم اپنے والد سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے ارشاد كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (یعنی تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے ظاہر کی گئی ہو) کے متعلق یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم ستر امتوں کو پورا کرتے ہو (تم نے امتوں سے بہتر و باعزت ہو خدا تعالیٰ کی نظر۔

(ترمذی، ابن ماجہ، دارمی)

تشریح ○ **كنتم خير امة:** کنتم ماضی کا صیغہ ہے اس کا معنی ہے کہ تم بہترین امت تھے یا تو اس سے مراد یہ ہے کہ تم اللہ کے علم میں یا لوح محفوظ میں بہترین امت تھے یا پچھلی امتوں کے نزدیک تم بہترین امت تھے۔ امام بغویؒ فرماتے ہیں کہ کنتم انتم کے معنی میں ہے کہ تم بہترین امت ہو جیسے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں واذکروا اذ کنتم قليلا اور دوسری جگہ یوں ارشاد فرمایا واذکروا اذ انتم قليل تو جس طرح یہاں کنتم انتم کے معنی میں ہے اسی طرح اس آیت میں بھی ہے بیضاوی فرماتے ہیں کہ کنتم کے لفظ میں اس بات پر دلالت ہے کہ اس امت کا خیر ہونا گزشتہ زمانوں میں بھی تھا اور اس خیریت کے انقطاع پر کوئی دلیل نہیں ہے اس لئے یہ خیریت اب بھی قائم ہے جیسے اللہ تعالیٰ اپنے بارے میں فرماتے ہیں وکان اللہ غفورا رحيما۔

امت سے ساری امت مراد ہے یا اس کا کوئی خاص طبقہ مراد ہے تو بعض حضرات فرماتے ہیں اس سے مراد مہاجرین ہیں بعض کے نزدیک اس سے مراد علماء صلحاء اور شہداء ہیں۔ بعض نے کہا کہ اس سے مراد صحابہ کرام ہیں حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ یہ آیت ہمارے اول کے لئے ہے نہ کہ ہمارے آخر کے لئے لیکن اصح یہ ہے کہ امت سے مراد اس امت کے سب مؤمنین ہیں۔

أَنْتُمْ تُتِمُّونَ سَبْعِينَ أُمَّةً: یا تو ستر کا عدد محض تکثیر کے لئے تحدید کے لئے ہے کیونکہ امتیں تو ستر سے زیادہ گزری ہیں اور عدد تکثیر کے لئے بکثرت استعمال ہوتا ہے یا عدد تحدید ہی کے لئے ہے لیکن اس سے مراد بڑی بڑی امتیں ہیں اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ جس طرح تمہارے نبی خاتم الانبیاء ہیں اسی طرح تم بھی خاتم الامم ہو۔

وقال الترمذى هذا حديث حسن: امام ترمذی کے الفاظ "هذا حديث حسن" حسن مقطع کی طرف مشیر ہیں۔

بہرحال اس حدیث سے اس امت کے حسن خاتمہ کی طرف اشارہ ہے اسی طرح امام بغویؒ نے اپنی سند سے مرفوعا نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ انبیاء پر جنت حرام ہے یعنی جنت میں داخل ہونا حرام جب تک کہ میں جنت میں داخل نہ ہو جاؤں اور امم سابقہ پر جنت (میں داخل ہونا) حرام ہے جب تک کہ تم جنت میں داخل نہ ہو جاؤ۔ تو جس طرح یہ احادیث امت کے حسن خاتمہ پر دلالت کرتی ہیں اسی طرح آیت کریمہ: إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا الْحُسْنَىٰ حسن ابتداء پر دلالت کرتی ہے۔

فنحن الآخرون الاولون والاحقون السابقون! وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي جَعَلَنَا مِنْ أَهْلِ الْإِسْلَامِ وَعَلَىٰ دِينِ نَبِيِّنَا

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي بِنِعْمَتِهِ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ وَبِشُكْرِهِ تَزِيْدُ الْبَرَكَاتُ وَالْخَيْرَاتُ۔

مؤلف مشکوٰۃ نے اس حدیث پر اپنی کتاب کا اختتام کر کے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ اس عظیم الشان کام کی تکمیل اور اس کا پورا ہونا محض اللہ تعالیٰ کی عنایت اور توفیق سے ہوا ہے اور اس سے پہلے والی حدیث: " اِنَّ اللّٰهَ تَجَاوَزَ عَنْ اُمَّتِي الْخَطَاءَ وَالنِّسْيَانَ" لا کر گویا اس کتاب میں ہر قسم کی خطا ونسیان پر معذرت کی ہے۔ خَتَمَ اللّٰهُ لَنَا بِالْحُسْنِ وَتَجَاوَزَ عَنَّا مَا وَقَعَ مِنَ السَّهْوِ وَالنِّسْيَانِ بِحُرْمَةِ نَبِيِّ اٰخِرِ الزَّمَانِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ ذَوِي الْفَضْلِ وَالْاِحْسَانِ۔

مشکوٰۃ کی شرحوں میں تو مشکوٰۃ اسی حدیث پر پوری ہوگئی ہے البتہ بعض نسخوں میں آخر میں یہ عبارت بھی لکھی ہے:

اَللّٰهُمَّ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ اَللّٰهُمَّ لَا تَدَعْ لَنَا ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ وَلَا دَيْنًا اِلَّا قَضَيْتَهٗ وَلَا حَاجَةً مِّنْ حَوَائِجِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اِلَّا قَضَيْتَهَا يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْاَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَاَلَكَ مِنْهُ نَبِيُّكَ محمد رسول اللہ ﷺ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ مِنْهُ نَبِيُّكَ محمد رسول اللہ ﷺ اَنْتَ وَالْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ (آمین)